سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت مفصل و مستند تصنیف

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ کی

انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون کا اردو ترجمہ

اُمُّ السِیَر

مع اضافات

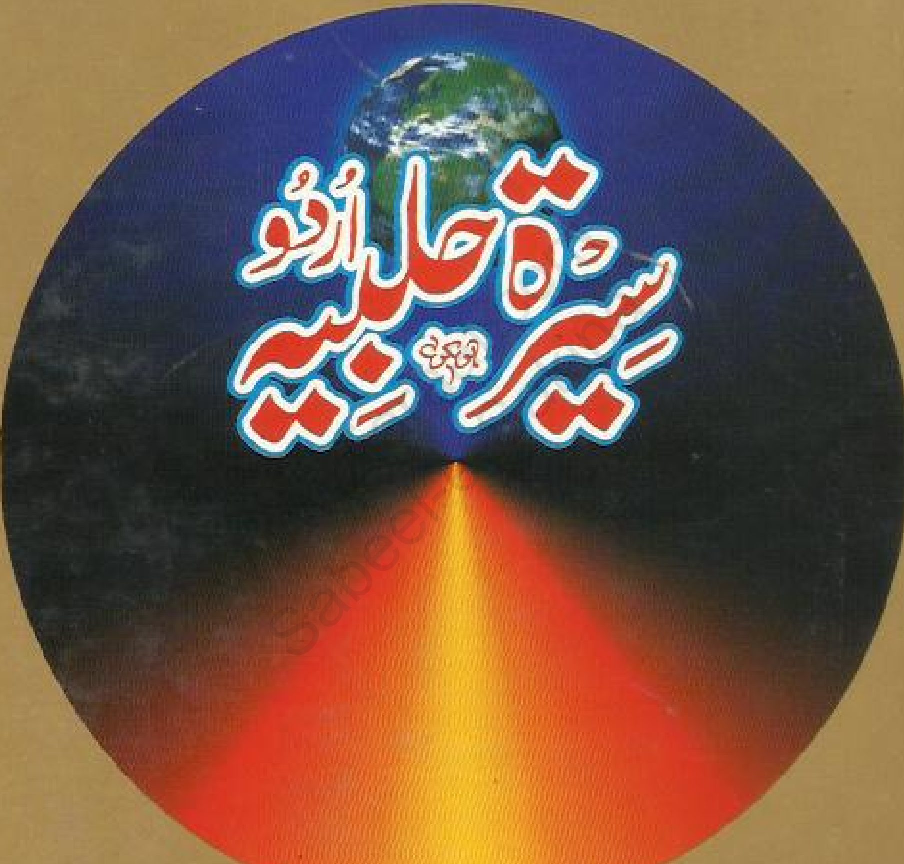

مرتب و مترجم اردو ○ مولانا محمد اسلم قاسمیؒ فاضل دیوبند

زیر سرپرستی ○ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

دار الاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

Presented by Ziaraat.Com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

منجانب۔

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزّماں ادرکنیؒ

DvD Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

Presented by Ziaraat.Com

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت مفصل و مستند تصنیف

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی کی مایہ ناز عربی تصنیف کا اردو ترجمہ

انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون

سیرۃ حلبیہ اردو

مع اضافات

۳
جلد دوم
نصف اول

مرتب و مترجم اردو ○ مولانا محمد اسلم قاسمی فاضل دیوبند

زیر سرپرستی ○ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب

دار الاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون 2631861

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں
کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر 8142

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : مئی ۲۰۰۹ء علمی گرافکس
ضخامت : ۴۲۹ صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿ .... ملنے کے پتے .... ﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿ انگلینڈ میں ملنے کے پتے ﴾

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797

﴿ امریکہ میں ملنے کے پتے ﴾

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

Presented by Ziaraat.Com

فہرست عنوانات سیرت حلبیہ اردو جلد دوم

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
عرب کے قبیلوں سے آنحضرت کی امداد خواہی	۱۷	پہلے امام اور پہلا جمعہ	۳۵
عرب کے میلے	۱۷	جمعہ کب فرض ہوا	۳۵
قبائل سے ملاقاتیں اور ابولہب کی دشمنی	۱۷	جمعہ کے دن کا نام	۳۶
ناکامیاں	۱۸	ہفتے میں عبادت کا خاص دن	۳۶
بنی عامر کے شیخ کا پچھتاوا	۱۹	یہود کا دن	//
بدترین قبیلے	۲۰	عیسائیوں کا دن	//
ایک دلچسپ مکالمہ	//	جمعہ کے دن کیلئے مسلمانوں کی رہبری	۳۷
بنی ثعلبہ کا امید افزا جواب	۲۱	جمعہ یا یوم مزید	//
کلام الٰہی کا اثر	۲۲	دنوں کا سردار	//
نیک جواب	//	تخلیق کائنات اور ہفتے کے دن	۳۸
ابولہب کی دراندازیاں	۲۵	دنوں کی تخلیق وترتیب	//
آپ کے نام کا نعرہ اور اس کی برکت	//	انبیاء علیہم السلام اور ہفتے کے دن	۳۹
مدینے والوں سے عقبہ پر پہلی ملاقات	۲۶	دنوں کی خصوصیات	//
اوس وخزرج	//	سنیچر کا دن	//
اسلام کی دعوت	۲۷	اتوار کا دن	//
آنحضرتؐ کے متعلق یہود کی اطلاع		پیر کا دن	//
مدینے والوں کا قبول اسلام	//	منگل کا دن	//
جنگ بعاث	۲۸	بدھ کا دن	۴۰
اوس وخزرج کے درمیان یہود کی ریشہ دوانیاں	//	حدیث کی خلاف ورزی کا انجام	//
عربوں کے جنگی ضابطے	//	بدھ کا دن اور قبولیت دعا کا وقت	۴۱
سُوَید ابن صامت	۲۹	جمعرات کا دن	//
سُوَید کا قتل	//	جمعہ کا دن	//
ایاس ابن معاذ	۳۰	یوم جمعہ کیلئے آنحضرت ﷺ کی طرف سے تخصیص	//
انصار کی طرف سے اگلے سال ملنے کا وعدہ	۳۱		
عقبہ کی دوسری ملاقات اور بیعت	//	اس بارے میں ایک تحقیقی بحث	۴۲
بیعت یا عہد کی نوعیت	۳۲	جمعہ نام کا سبب اور اس کی تاریخ	۴۳
جزاو سزا کا ذکر	//	مدینے میں اسلام کی اشاعت	//
مبلغین و معلمین کی روانگی	۳۳	اُسید اور سعد کا اسلام	//
اسلام کے پہلے قاری مُصعب ابن عُمیر	۳۴	اُسید پر کلام حق کا اثر	۴۵

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
سعد مبلغ اسلام کے سامنے	۴۵	قریش کی تشویش	۵۹
سعد کے اسلام کا زبردست اثر	۴۶	مشرکین اوس و خزرج کے حلف	"
قبیلۂ بنی اشہل آغوش اسلام میں	۴۷	قریش کی طرف سے انصار کا تعاقب	"
مدینے کے گھروں میں اسلام	"	دو انصاریوں کی گرفتاری	"
ابو قیس کا اسلام	"	سعد ابن عبادہ کی رہائی	۶۰
مصعب کی مکے کو واپسی	۴۸	عمرو ابن جموح اور ان کے بت کا واقعہ	"
ابن معرور کی قبل از حکم تبدیلیٔ قبلہ	"	بت کی بے بسی کا مشاہدہ	"
عام مسلمانوں کا انکار	"	توفیق اسلام	۶۱
آنحضرت ﷺ سے تحقیق حال	۴۹	مکے میں مسلمانوں کو ہجرت کا حکم	"
آپ کا جواب	"	مسلمانوں کی خاموش روانگی	"
انصار سے خفیہ ملاقات کا وعدہ	۵۰	آنحضرت ﷺ کی طرف سے مہاجروں	۶۲
اسلام کے لئے قربانیاں	"	میں اخوت کا قیام	
انصار کی تعداد	۵۱	مدینے کو پہلے مہاجر	۶۳
حضرت عباسؓ کے ساتھ تشریف آوری	۵۱	قریش کا بدترین ظلم	"
حضرت عباسؓ کی تقریر	"	شوہر اور بیٹے کے فراق میں کسمپرسی	"
اقرار خلوص	۵۲	بے کس خاتون کا محسن	"
عقبہ کی دوسری بیعت	"	مدینے کو پہلی مہاجر خاتون	"
شرائط بیعت	۵۳	مہاجروں کے ساتھ انصار کا بے مثال سلوک	۶۵
وعدہ نبوی	۵۴	حضرت عمرؓ کی علی الاعلان ہجرت اور	۶۵
بیعت کے بارہ نقیب یا ضامن	"	قریش کو چیلنج	
بیعت میں جبرئیل کی حاضری	۵۵	عیاش ابن ربیعہ کے ساتھ ابو جہل کا فریب	۶۶
بیعت پر پختگی کا اقرار	"	عیاش ظالم بھائیوں کے چنگل میں	۶۷
جزاء کا وعدہ	۵۶	عیاش کا ابن یزید سے انتقام اور اس کی سزا	۶۸
بیعت کرنے والے پہلے تین آدمی	"	مظلوم مسلمانوں کے لئے دعائے نبوی	"
شیطان کی پکار	۵۷	حضرت صہیبؓ کی ہجرت	۶۹
اس آواز پر مسلمانوں کی گھبراہٹ	"	نفع کا سودا	"
افشائے راز	"	آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ	۷۰

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حضرت صہیب کون تھے	۷۱	مدفن نبوت کی فضیلت	۸۵
صہیب کے مذاق سے آنحضرت ﷺ محظوظ ہوتے تھے	۷۲	ہجرت نبوی کا بیان	۸۷
اجازت ہجرت کیلئے آنحضرت کا انتظار	۷۳	آنحضرت ﷺ کے چادر اوڑھنے کا طریقہ۔	؍
ہمراہی کیلئے صدیق اکبر کی آرزو	؍	قدیم علماء کا امتیازی نشان	؍
صدیق اکبرؓ کی تیاریاں	؍	حضرت ابوبکرؓ کے یہاں تشریف آوری	۸۸
آنحضرتؐ کے خلاف قریش کی سازش	۷۴	حضرت ابوبکرؓ کو خوش خبری	۸۹
قریش کی مشورت گاہ	؍؍	رنج اور مسرت کے آنسو	۹۰
مشورے میں شیطان کی شرکت	؍؍	رونے کی دس قسمیں	؍
مکار شیخ نجدی	؍؍	صدیق اکبر کی دولت جو دولت نبوت پر خرچ ہوئی	۹۱
خطرناک مشورے	۷۵	حضرت ابوبکرؓ سے اونٹنی کی خریداری	؍؍
ابوجہل کے مشورے پر قتل کا فیصلہ	۷۶	آنحضرت ﷺ کی سواری	۹۲
حفاظت خداوندی	؍؍	حضرت اسماء ذات النطاقین	۹۳
آنحضرت کا مکان قاتلوں کے نرغے میں	۷۷	رات کے اندھیرے میں غار ثور کو کوچ	۹۵
حضرت علیؓ آپ کے بستر پر	؍؍	حضرت ابوبکرؓ کا اضطراب	۹۵
آسمانوں میں حضرت علیؓ کی حفاظت کے چرچے	۷۸	آبلہ پائی	؍؍
آسمانی محافظ	؍؍	امانتوں سے متعلق حضرت علی کو ہدایات	۹۶
ابوجہل کی ہرزہ سرائیاں	۷۹	غار ثور	۹۷
حفاظت الٰہی میں آپ کا مکان سے خروج	؍؍	صدیق اکبر کی جاں نثاری	۹۸
سورۂ یٰسین کی برکات	۸۰	صدیق اکبر کا پیر سانپ کے منہ میں	؍
قاتلوں کو آپ کے نکل جانے کی اطلاع	۸۰	اس سانپ کیلئے روافض کی تعظیم	؍
قاتلوں کے مکان میں نہ گھسنے کا سبب	؍؍	حفاظت خداوندی اور معجزے کا ظہور	۹۹
آنحضرت ﷺ کے بستر پر نہ سونے کی حکمت	۸۲	مکڑی کے ذریعہ حفاظت کے دوسرے واقعات	۱۰۰
آپ کو نہ پاکر قریش کی بلبلاہٹ	؍؍	ایک حیرت ناک واقعہ	۱۰۱
ہجرت کی اجازت	؍؍	ہجرت میں ہمراہی سے صہیب کی محرومی	۱۰۲
وطن کی محبت	۸۳	غار ثور سے دشمنوں کی بے التفاتی	۱۰۳
مکے اور مدینے میں کون افضل ہے	۸۵	غار ثور میں دوسرا حیرت ناک معجزہ	؍؍
مکے کی فضیلت	؍؍	مکڑی کو مارنے کی ممانعت اور اس کے لئے دعا۔	۱۰۴

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
گھروں سے جالے صاف کرنے کا حکم	١٠٤
کبوتر بام حرم	//
صدیق اکبرؓ کا اضطراب اور آنحضرت کا سکون	١٠٥
اللہ پر بھروسہ	١٠٦
معیت الٰہی کی تفصیل	//
شیعوں کے دعوئی کی تردید	//
غار ثور میں تیسرا معجزہ	١٠٧
قریش کی ناکام واپسی اور آپ کی گرفتاری کے لئے اعلان عام	١٠٨
غار کے دوران قیام شہر سے رابطہ	١٠٩
غار ثور سے کوچ کی تیاری	١١٠
سفر مدینہ کیلئے اونٹوں اور رہبر کا انتظام	١١٠
ابو قحافہ کی ناراضگی اور اسماءؓ کی تدبیر	١١١
ایک مریض عشق کی جاں سپاری	//
صدیق اکبرؓ کا مقام	١١٢
باب سی و پنجم	١١٤
مدینہ منورہ کو ہجرت	//
کاروان رسول ﷺ	//
یاد وطن	١١٦
انعام کے لالچ میں سراقہ کا عزم	//
سراقہ آپ کی راہ پر	١١٧
سراقہ کے لئے پہلی بدشگونی	//
معجزۂ رسول اور سراقہ کی سراسیمگی	//
بدحواسی اور امان کی فریاد	١١٨
دعائے رسول اور گھوڑی کا چھٹکارہ	//
نگاہ نبوت سے سراقہ کی کایا پلٹ	//
سراقہ کی سات مرتبہ وعدہ خلافی	١٢٠
قریش سے سراقہ کا جھوٹ اور ابوجہل کی تیز بینی	١٢١
سراقہ کے لئے نبی کا امان نامہ	١٢٣
آنحضرت کی ایک حیرت ناک پیشین گوئی	//
خلافت فاروقی میں پیشین گوئی کی تکمیل	١٢٤
کسرائے فارس کے کنگن اور شہزادیاں	//
اے تماشاگاہ عالم!	//
شہزادیوں سے حسن معاملہ اور حضرت	١٢٥
علیؓ کا حسن تدبر	//
ایرانی شہزادیوں کے بطن سے علماء اسلام	//
ایک حیرت ناک واقعہ	//
دشمنان رسول کی بادیہ پیمائی	١٢٦
راہ مدینہ میں پہلا قیام	١٢٧
امّ معبد کے یہاں دوسری منزل	١٢٨
غریب مگر شریف خاتون	//
ایک اور معجزہ	١٢٩
خشک تھنوں سے دودھ کی دھاریں	//
سال رمادہ تک اس بکری کی طویل عمری	١٣٠
سال رمادہ کی تشریح	١٣١
خانوادۂ رسول کی دعا اور مدینہ کی سیرابی	١٣٢
عمّ رسول ﷺ کی عظمت اور احترام	١٣٣
ابو معبد کو واقعہ کی اطلاع	//
شوہر سے مبارک مہمان کا غائبانہ تعارف	//
ابو معبد کے گھرانے کا اسلام	١٣٤
امّ معبد کے یہاں ایک معجزاتی درخت	١٣٥
مکہ میں ان دیکھے شخص کی پکار	١٣٦
مکہ میں اسماءؓ پر ابوجہل کا غصہ	١٣٧
آنحضرت ﷺ کی طرف سے نیک فالی	١٣٨
کا ثبوت۔	//
انعام کے لالچ میں بریدہ آپ کے تعاقب میں۔	//
بریدہ مع ساتھیوں کے آغوش اسلام میں	١٣٩
منزل مراد مدینہ میں قدم رنجہ	//
مدینہ میں آمد آمد کا غلغلہ	//

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
استقبال کیلئے شہر سے باہر آنے والوں کی بے تابی	۱۳۹
غبار راہ میں سے قافلۂ رسول کی جھلک	۱۴۰
خوش آمدید	//
قباء میں قیام	۱۴۱
حضرت علیؓ کی مکے سے روانگی	//
رہ گزار عشق میں آبلہ پائی	۱۴۲
تاریخ اسلام میں پیر کے دن کی اہم حیثیت	۱۴۳
مدینے میں خوشی کے زمزمے	//
لوگوں کی غلط فہمی اور صدیق اکبر کی بروقت تدبیر	۱۴۵
قباء میں مسجد تقویٰ کی بنیاد	//
تعمیر مسجد میں اپنے ہاتھ سے مشقت و محنت	۱۴۷
مبارک سنگ بنیاد	//
مسجد قباء کا بلند و بالا رتبہ	//
انصار کی پاکیزگی پر مدح خداوندی	۱۴۸
قباء سے کوچ اور مدینے میں رونق فرمائی	۱۵۱
پروانہ ہائے نبوت کے جلو میں کوچ	۱۵۲
یثرب	//
مدینے کے فضائل اور برکات	//
یثرب کہنے کی ممانعت	۱۵۳
مدینے کے نام	۱۵۴
مدینے میں جمعہ کی پہلی نماز	//
مدینے میں پہلا خطبہ	۱۵۵
وحیہ کلبی کے حسن کی تاثیر اور خطبۂ جمعہ میں خربطہ۔	۱۵۶
نماز سے پہلے خطبہ کا معمول	۱۵۷
آنحضرت ﷺ کی میزبانی کیلئے شوق و آرزو	//
بنی سالم کی درخواست	//
آپ ﷺ کا جواب	۱۵۸

عنوان	صفحہ
بنی بیاضہ اور بنی ساعدہ کی درخواست	۱۵۸
بنی نجار کی خوش نصیبی	//
حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی بخت آوری	//
انصار میں خیر و سعادت کی ترتیب	۱۵۹
سعد ابن عبادہؓ کے مجروح احساسات اور رد عمل	۱۶۰
بھانجے کی فہمائش پر غلطی کا احساس	//
بنی نجار میں خوشی کے شادیانے	۱۶۱
مسئلۂ سماع کے متعلق احادیث	//
عید کے دن حضرت عائشہؓ کا سماع	//
ربیع بنت معوذ کی حدیث	۱۶۲
آپ کی بخیر واپسی پر حبشی لڑکی کی نذر	//
مزامیر اور باجے گاجے کا سماع حرام ہے	//
سماع کے سلسلے میں شافعی مسلک	۱۶۳
حضرت جنیدؒ کا ایک قول	//
سماع کے برخلاف صفوان کی حدیث	۱۶۴
سماع کے سلسلے میں صحیح مسلک	//
سردار منافقین عبداللہ ابن ابیٔ	۱۶۹
ابن ابی کی بکواس	//
ابن ابی کے بیٹے کا عشق رسولؐ	۱۷۰
ماں باپ کا اسلام میں بلند درجہ	//
منافق کا حسن ظاہر	//
ابن ابی کی بیہودگی اور فتنہ	۱۷۱
ابن ابی کے آنحضرت ﷺ کے غصہ اور بیزاری کا سبب	//
ابو ایوب کے یہاں قیام کی مدت	۱۷۲
انصار کا جذبۂ میزبانی	//

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
مسجد نبوی کی جگہ	۱۷۲
جگہ کی خریداری اور قیمت	۱۷۳
یہودیوں کا ایک درخت اور اس کی تاریخ	۱۷۴
مسجد نبوی کا مبارک سنگ بنیاد	//
سنگ بنیاد رکھنے کی ترتیب اور خلافت	۱۷۵
تعمیر مسجد کا آغاز	//
مسجد کی نوعیت	۱۷۶
مسجدوں کی آرائش	//
تعمیر کے کام میں آنحضرتؐ کی شرکت	۱۷۷
آنحضرت ﷺ اور شعر	۱۷۸
کیا آپ کبھی شعر پڑھتے تھے؟	//
کیا آپ کے لئے شعر کہنا ممکن تھا؟	۱۷۹
شعر بدترین کلام	//
قرآن سے ثبوت	۱۸۰
آپ شعر کو موزوں حالت میں نہیں پڑھتے تھے	۱۸۱
شعر گوئی آپ کی شان سے فروتر تھی۔	۱۸۲
شعر کی تعریف اور بعض موزوں قرآنی آیات	//
آنحضرتؐ کی زبان سے جاری ہونے والے رجزیہ کلمات۔	۱۸۳
کیا رجزیہ کلمات شاعری میں شامل ہیں؟	//
کیا آنحضرت ﷺ پر شعر کہنا اور سنانا حرام تھا۔	۱۸۴
ایک دوسرا نظریہ	//
اچھے شعر پسندیدہ کلام ہیں	۱۸۵
کیا آپ شعر کو وزن سے پڑھنے پر قادر تھے؟	//
شعر گوئی مبالغہ اور تخیل آرائی کا نام ہے	۱۸۶
مسجدوں میں شعر گوئی کی ممانعت	//
تعمیر میں صحابہ کی جاں فشانی	//
عمار کی آرزوئے ثواب میں زیادہ مشقت	۱۸۷

عنوان	صفحہ
عمار کے متعلق پیشین گوئی	۱۸۷
پیشین گوئی کی تکمیل	۱۸۷
تعمیر کے دوران ابن مظعون کا احساس نفاست	۱۸۹
حضرت علیؓ کا ان سے مذاق	//
عمار کی غلط فہمی اور ابن مظعون کا غصہ	//
آنحضرتؐ کی ناراضگی	۱۹۰
حضرت عمار کے قاتل	۱۹۱
شوق شہادت	//
عمار کی عظمت اور شہادت کا سخت ردّ عمل	۱۹۲
عمار کے قتل پر ابن بُدیل کا جوش و غضب	//
عمار ابن یاسرؓ کا مقام	۱۹۳
نبوت کی ایک نشانی اور دلیل	۱۹۴
مسجد نبوی کا قبلہ اور اس کے دروازے	//
مسجد نبوی کا قطعہ	۱۹۵
پانچ ماہ تک قبلہ اول کی طرف نماز	//
مسجد میں کنکریوں کا فرش	۱۹۶
قرن اول احتیاط پسند مزاج	//
حضرت عثمان کی طرف سے مزید زمین کا ہبہ	//
حضرت عثمان کی مظلومیت کی داستان	۱۹۷
مسجد نبوی کے متعلق عثمان غنی کی خدمات۔	//
ایک گھونٹ پانی کے لئے التجا	۱۹۸
چاہ رومہ اور حضرت عثمانؓ	//
خلیفۂ سوم کا محاصرہ	//
حضرت عثمانؓ کا بے رحمانہ قتل	۱۹۹
نعش کی بے حرمتی	//
قبرستان بقیع میں خفیہ تدفین	۲۰۰
مخالفوں کا خوف	//
حضرت عثمان کی مخالفت کا سبب	//
آنحضرت ﷺ کا ارشاد	۲۰۱

www.Ziaraat.com
Sakina

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
اس فتنہ میں حکم ابن ابوالعاص کی ذات	۲۰۱
گورنروں کی معزولی کے احکامات اور عوامی ناراضگی کی ابتداء	۲۰۲
مصر کی گورنری اور خلیفہ کے خلاف خوفناک سازش	〃
محمد ابن ابوبکر کو مصر کی گورنری کا حکم نامہ	〃
سازش کی بے نقابی	۲۰۳
ابن ابوبکر کی مدینہ کو واپسی	
حضرت عثمانؓ سے براہ راست تحقیق	〃
حضرت عثمانؓ کی برأت	۲۰۴
مروان کو سپرد کرنے کا مطالبہ	〃
خلیفہ کا انکار اور ان پر حملہ	〃
آنحضرتؐ کی پیشین گوئی اور اس کی تکمیل	۲۰۵
حضرت عثمانؓ کے اوصاف	
شہادت سے پہلے حضرت عثمان کا خواب	〃
شہادت کے لئے تیاری	۲۰۶
حضرت عثمانؓ پر الزامات	〃
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیخلاف الزامات کی حیثیت۔	〃
الزامات کا جواب	۲۰۷
مسجد نبوی میں توسیعات	۲۰۹
تعمیر کے ساتھ دوازولج کے حجروں کی تعمیر	〃
آنحضرتؐ کے گھر والوں کی مکہ سے آمد	۲۱۰
اسامہ ابن زید پر آپ کی شفقت	۲۱۰
صاحبزادی حضرت زینبؓ	
حضرت ابوبکرؓ کے گھر والوں کی آمد	۲۱۱
صدیق اکبر کی اہلیہ اُمّ رومان کا مقام	〃
حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ	۲۱۲
مہاجروں میں پہلا بچہ	〃
ابن زبیرؓ کی کم عمری میں بیعت	۲۱۳
بالائی مکان میں قیام کیلئے ابو ایوبؓ کی آنحضرت سے درخواست	〃
ابن عبادہ اور ابن زرارہ کے یہاں سے کھانا	۲۱۴
مسجد نبوی میں مقام صُفّہ	۲۱۵
اصحاب صُفّہ کی تعریف	〃
اصحاب صُفّہ کا مقام	۲۱۶
مسجد نبوی میں روشنی کا انتظام	〃
ایک عجیب واقعہ	۲۱۷
تبع حمیری کا واقعہ	〃
مکہ پر حملے کا ارادہ اور اس کا انجام	〃
شاہ تبع مدینہ میں، نبی آخر الزماں کی اطلاع	۲۱۸
علماء کو یثرب میں قیام کی اجازت اور نبی کے نام خط	〃
آنحضرت ﷺ کے لئے مکان	۲۱۸
ایک ہزار سال بعد تبع کا خط بارگاہ نبوت میں	〃
خط کا مضمون	〃
مدینہ کی تاراجی کا ارادہ اور ایک دانشمند کی نصیحت	۲۱۹
تبع کی بیٹیوں کی قبر	۲۲۰
مدینہ سے بیماریوں کا اخراج	〃
مدینہ پہنچتے ہی صحابہ بیماریوں کا شکار	۲۲۱
حضرت عائشہؓ کو بخار	〃
بخار دور کرنے کی دعا	〃
حضرت عائشہ اپنے والد وغیرہ کی مزاج پُرسی کو	۲۲۳
مدینہ کی بیماریاں جحفہ میں	۲۲۴
طاعون کی بیماری کا مدینہ سے اخراج	۲۲۵
بیماریوں کا شہر بیماریوں سے پاک وصاف	〃
بخار کی وبا آنحضرت کی خدمت میں	۲۲۶
بخار گناہوں کے ازالہ کا سبب	۲۲۷

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
مدینہ میں خیر و برکت کیلئے دعاءِ نبویؐ	۲۲۷
مدینہ دجال سے بھی پاک کر دیا گیا	۲۲۸
مدینہ سب سے زیادہ آسودگی بخش شہر	۲۲۹
مدینہ میں مرنے کی ترغیب	
کیا قیامت سے قبل مدینہ تباہ ہو جائے گا؟	۲۳۰
ازواج کے بقیہ حجروں کی تعمیر	۲۳۱
ازواج کے حجروں کی شان	״
مال مومن کا بدترین مصرف	״
وسائل آسائش سے ناپسندیدگی	״
ازواج کے حجروں کے متعلق حسن بصری کی ہدایت	״
حضرت حسن بصریؒ	۲۳۲
حجروں کے لئے قطعات	۲۳۳
آپؐ کے صاحبزادے اور عثمان ابن مظعون کا انتقال	۲۳۴
میّت پر نوحہ و ماتم کی ممانعت	״
اسعد ابن زُرارہ کی وفات	۲۳۵
یہود مدینہ سے صلح کا معاہدہ	۲۳۶
مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ	״
صدیق اکبر اور فاروق اعظم میں بھائی چارہ	۲۳۷
سعد ابن ربیع کی عالی ظرفی	۲۳۸
انصاریوں کے جذبۂ خیر پر مہاجروں کا رشک	۲۳۹
دو مظلوموں کی گلو خلاصی	۲۴۰
ولید کے چھٹکارہ کے لئے آپ کی دعا	۲۴۱
اسلامی بھائی چارہ اور میراث	۲۴۲
باب سی و ششم۔ اذان کی ابتدا اور فرضیت	۲۴۳
رکوع اس امت کی خصوصیت ہے	۲۴۴

عنوان	صفحہ
بغیر اذان کی نمازیں	۲۴۴
اذان کب فرض ہوئی	״
اعلان نماز کے لئے مشورہ	۲۴۵
اعلان نماز کا ابتدائی طریقہ	״
عبداللہ ابن زید کا خواب	۲۴۶
کیا یہ حقیقت میں خواب تھا	״
کلمات اذان کی تعلیم	۲۴۷
کلمۂ اقامت کا اضافہ	״
آنحضرتؐ کی طرف سے خواب کی تصدیق	״
حضرت بلالؓ پہلے مؤذن	۲۴۸
اولین اذان۔ اذان فجر	״
حضرت عمرؓ نے بھی یہی خواب دیکھا تھا	״
کیا اذان کے کلمے معراج میں سنائے گئے تھے؟	״
اذان کا قرآن پاک سے ثبوت	۲۵۲
اذان فجر میں اضافہ	״
کلمۂ تثویب صرف اذان فجر میں ہے	۲۵۴
بدعات	״
روافض کا طریقہ	۲۵۵
کلمات اذان میں تکرار	۲۵۶
اس بارے میں فقہاء کے مسلک	״
ابو محذورہ کو اذان کی تعلیم	۲۵۷
مسجد نبوی کے مؤذن	۲۵۹
آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ کی دل گرفتگی	״
ایک عرصہ بعد مدینہ میں پھر اذان بلال کی گونج	۲۵۹
صدیق اکبرؓ سے بلالؓ کی درخواست	۲۶۰
بیت المقدس میں بلالؓ کی اذان	״
آنحضرتؐ کی یاد میں صحابہ کی بے قراری	״

عنوان	صفحہ
مؤذنوں کا مرتبہ	۲۶۱
جنت کی پوشاک پہننے والے پہلے شخص	۲۶۲
مؤذنوں کے سر پر اللہ کا ہاتھ	〃
مؤذن کیلئے یہود کی دریدہ دہنی اور بھیانک انجام	〃
مومن کیلئے امارت میں کوئی خیر نہیں	〃
کیا آنحضرتؐ نے خود بھی کبھی اذان دی ہے	۲۶۳
تہجد اور فجر کی اذانیں	〃
جمعہ کی اذان	۲۶۴
اذانوں کے بعد زور سے درود پڑھنے کی رسم	۲۶۵
اذان میں تصنع کے ساتھ سُر نکالنا بدعت ہے	〃
یہود مدینہ حسد کی آگ میں	۲۶۷
اُم المومنین کے باپ اور چچا کی نفرت	〃
کینہ و حسد کی انتہا	۲۶۸
یہود کی دریدہ دہنیوں پر آیات قرآنی کا نزول	〃
حق تعالیٰ کی شان میں بدزبانی	۲۶۹
حضرت ابو بکرؓ کا غصہ	〃
آنحضرتؐ سے شکایت	۲۷۰
یہود کی طرف سے آنحضرتؐ پر سحر	〃
کنویں میں جادو کا پتلا	〃
آنحضرتؐ پر سحر کا اثر اور اس کی مدت	〃
انکشاف اور پتلے کی برآمدگی	۲۷۱
سحر دور کرنے کے لئے آسمانی علاج کا نزول	〃
آنحضرتؐ کی شفایابی	〃
واقعۂ سحر کی تفصیل	〃
ساحر کا اقبال جرم	۲۷۲
سحر کی حقیقت	۲۷۵
کیا انبیاء پر سحر ممکن ہے؟	〃
ابن اخطب اور اس کی شرارتیں	۲۷۶

عنوان	صفحہ
اوس و خزرج کے مسلمانوں میں فتنہ انگیزی کی سازش	۲۷۶
سازش میں کامیابی	〃
آنحضرتؐ کی بروقت تشریف آوری	〃
صلح صفائی	۲۷۷
جاہلیت کی نداؤں کی ممانعت	〃
خود را فضیحت دیگراں نصیحت	〃
ایک یہودی عالم کا احمقانہ غصہ	۲۷۸
باہمی جنگوں میں آنحضرتؐ کا واسطہ دے کر یہود کی دعائیں	۲۷۹
آنحضرتؐ سے یہود کے شرارت آمیز سوالات	〃
روح کے متعلق سوال	۲۸۰
یہود کا ہمہ دانی کا دعویٰ	〃
علم کے دریائے بے کنار میں انسانی حصہ	۲۸۱
قیامت کے متعلق سوال	〃
موسیٰؑ کی نو نشانیوں کے متعلق سوال	〃
تصدیق حق مگر اعتراف حق سے انکار	۲۸۲
اجزاء کائنات کی تخلیق کے دن	〃
شام کے دو یہودی عالموں کا قبول اسلام	۲۸۳
ایک بے ہودہ سوال	〃
سورۂ اخلاص کا نزول	۲۸۴
ایک یہودی عالم آغوش اسلام میں	۲۸۵
چہرۂ انور دیکھ کر بے اختیار تصدیق	〃
ابن سلام کے گھر والوں کا اسلام	〃
یہود کو راہ راست پر لانے کی ایک تدبیر	〃
ابن سلام بحیثیت یہودی یہود کی نظر میں	۲۸۶
ابن سلام بحیثیت مسلمان یہود کی نظر میں	۲۸۷
ابن سلام کے مختلف واقعات	۲۸۸
قبولیت دعا کی گھڑی	۲۸۹

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
میمون ابن یامین اور سرکش یہود	۲۹۰
یہود کی ہٹ دھرمی	۲۹۱
ابن سلام اور واقعۂ اسلام	۲۹۲
آنحضرتؐ اور قرب قیامت	″
آنحضرتؐ سے ابن سلامؓ کے تین سوال	۲۹۳
جبرئیل سے یہود کی دشمنی	۲۹۴
دشمنی کے اسباب	″
آنحضرتؐ کا جواب	″
قیامت کے دن کے انقلابات کے متعلق سوال	۲۹۵
پہلا انقلاب	″
دوسرا انقلاب	″
نبی کی پہچان	۲۹۶
یعقوبؑ کی محبوب غذا کے متعلق سوال	″
کیا اونٹ کا گوشت پچھلی امتوں پر حرام تھا	۲۹۷
حیض والی عورتوں کے متعلق سوال	″
اس بارے میں اسلامی حکم	″
غیر اسلامی شعائر کے متعلق سوال	۲۹۸
چاند سورج کے متعلق سوال	″
رات اور دن	۲۹۹
ایک یہودی عالم سے گفتگو	۳۰۰
بادلوں کی کڑک چمک	″
حوادث کی شرعی تشریحات اور سائنسی تشریحات	۳۰۱
یہود کی الزام تراشیاں	۳۰۲
بچہ کی تخلیق کے متعلق سوال	″
زانی کو سنگسار کرنے سے گریز	۳۰۳
زانی کے متعلق تورات کا حکم چھپانے کی کوشش	″

عنوان	صفحہ
ایک نوجوان یہود کی طرف سے حق بات	۳۰۵
بحیثیت حکم ابن صوریا کا فیصلہ	۳۰۶
زناکاروں پر شرعی سزا کا اجراء	″
جانوروں میں سنگساری کا عجیب واقعہ	۳۰۷
یہودی تورات میں درج آپ ﷺ کا حلیہ چھپاتے تھے	″
آنحضرتؐ کے ساتھ یہود کی نئی شرارت	۳۰۸
یہود کا اپنی معصومیت کے متعلق دعویٰ	۳۰۹
یہود کا حکم بننے سے آنحضرتؐ کا انکار	۳۱۰
منافقین	″
حضرت عُمیر اور جُلاس کا واقعہ	″
وحی کے ذریعہ جُلاس کے جھوٹ کا پول	۳۱۱
منافق کی شکل میں شیطان	″
سردار منافقین	۳۱۲
ابن اُبی کی آنحضرتؐ سے دشمنی کی وجہ	″
ابن اُبی کی حرام خوری	″
ابن اُبی کی خوشامدی طبیعت	۳۱۳
حضرت عائشہؓ کی رخصتی	″
حضرت عائشہؓ کے کھیل	۳۱۵
باب سی و ہفتم	۳۱۷
آنحضرتؐ کے غزوات	″
غزوات کی تعداد اور نام	″
جن غزوات میں جنگ ہوئی	″
طاقت کے استعمال پر پابندی	۳۱۸
جنگ کی مشروط اجازت	″
جہاد آسمانی عذابوں کا بدل ہے	۳۱۹
کیا آنحضرتؐ نے خود بھی قتال فرمایا ہے	″
آنحضرتؐ سب سے زیادہ بہادر تھے	″

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
اذن جہاد کا اعلان	۳۲۱	آنحضرتؐ کی آرزو اور تبدیلئ قبلہ کا سبب	۳۳۶
حرام مہینوں کے سوا جہاد کا اذن عام	۳۲۲	آنحضرتؐ کی جبریل سے درخواست	//
بلا شرط اذن عام	//	تبدیلئ قبلہ کا حکم	//
مسلمانوں سے متقابل کفار کی پہلی قسم	۳۲۳	تبدیلئ قبلہ کا اعلان	۳۳۷
دوسری قسم	//	یہودیوں کے اعتراضات	۳۳۹
تیسری قسم	//	فتنہ انگیزی کی کوشش	۳۴۰
منافقوں سے متعلق آنحضرتؐ کا طرز عمل	۳۲۴	کیا انبیاء کا قبلہ بیت المقدس رہا ہے	//
اسلام کا اولین غزوہ	//	بیت اللہ کے انبیاء کا قبلہ ہونے کے ثبوت	//
بنی ضمرہ کے ساتھ معاہدہ	۳۲۵	بیت المقدس میں اصل سمت قبلہ کے متعلق ایک قول	۳۴۱
باب سی و ہشتم۔ غزوۂ بواط	۳۲۷	تبدیلئ قبلہ پر مشرکین مکہ کی یاوہ گوئی	۳۴۲
جنگی پرچم	//	مرحوم صحابہ کے متعلق سوال	//
باب سی و نہم۔ غزوۂ عشیرہ	۳۲۹	سمت قبلہ کے متعلق منسوخئ حکم ایک بار ہوئی ہے	۳۴۴
قریشی قافلے کا تعاقب	//	بیت المقدس کے سمت قبلہ رہنے کی ایک حکمت	//
ناکام واپسی	۳۳۰	روزوں اور صدقۂ فطر کی فرضیت	۳۴۵
حضرت علیؓ کو ابوتراب کا لقب	//	رمضان کی فرضیت سے پہلے کا روزہ	۳۴۶
حضرت علیؓ کی شہادت کے متعلق آنحضرت کی پیشین گوئی	۳۳۱	عاشوراء کا روزہ	//
حضرت علیؓ کی فکر آخرت	//	یہود کا روزہ	//
پیشین گوئی کی تکمیل	//	یوم عاشوراء کی فضیلت کے اسباب	۳۴۸
شہادت اور تدفین	۳۳۲	یوم عاشوراء کی شرعی حیثیت	۳۴۹
ایک شیعہ فرقہ کا باطل عقیدہ	//	رمضان کی فرضیت اور اختیار	۳۵۱
حضرت علیؓ کی بیٹوں کو آخری وصیت	//	رمضان کی قطعی فرضیت	//
قاتل کا انجام	//	اہل عذر کے لئے رخصت و رعایت	//
قاتل کی خونی تلوار اور خوفناک عہد	//	روزے کے اوقات کا ابتدائی حکم	۳۵۲
عہد کی عبرتناک تکمیل	۳۳۳	اس حکم میں تبدیلی اور اس کا سبب	//
باب چہلم۔ غزوۂ سفوان	۳۳۴	گزشتہ روزہ دار اقوام سے مراد	//
باب چہل و یکم۔ تبدیلئ قبلہ	۳۳۵	کیا نصرانی پہلے روزہ رکھتے تھے؟	//
کعبہ کے رُخ پر پڑھی جانے والی پہلی نماز	۳۳۵		

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
صدقۂ فطر کی فرضیت	۳۵۴
صدقۂ فطر کا حکم مکہ میں نازل ہوا	"
تاریخی عصا	۳۵۵
عید قربان	۳۵۶
منبر نبوی ﷺ	"
کھجور کے تنے کی گریہ وزاری	"
آنحضرت کی طرف سے دلاسہ و تسلی	۳۵۸
منبر کی تیاری	"
منبر نبوی کا جنت سے تعلق	۳۵۹
اس جگہ مانگی جانے والی دعا کی فضیلت	۳۶۰
منبر پر خطبہ دینے کے وقت آنحضرت کا طریقہ	"
خطبۂ جمعہ کی اہمیت	۳۶۱
منبر نبوی کی تاریخ	۳۶۲
منبر نبوی کو منتقل کرنے کی کوشش کا انجام	۳۶۴
منبر نبوی جل جانے کے بعد مسجد کیلئے یمنی منبر	۳۶۵
مصر کے شاہ بیبرس اور شاہ برقوق کی طرف سے منبر۔	۳۶۵
شاہی منبر	"
مرمریں منبر	"
جامع قرطبہ میں دنیا کا سب سے قیمتی منبر	"
اس مسجد کے دیگر عجائبات۔	"
منبر نبوی کے درجے۔	۳۶۶
باب چہل ودوم۔ غزوۂ بدر کبریٰ	۳۶۹
قافلۂ قریش کی واپسی	"
ایک خاتون کا جذبۂ جہاد اور آنحضرت کی پیشین گوئی	"
ابوسفیان کو لشکر اسلام کی اطلاع اور اس کی گھبراہٹ	۳۷۰
ضمضم کے ذریعہ قریش کو خبر دینے کا منصوبہ	۳۷۰
مکے میں عاتکہ کا خواب	"
خواب سنانے سے پہلے عباس سے رازداری کا عہد	۳۷۱
مکہ میں خواب کا چرچا	"
بنی ہاشم پر ابوجہل کی جھلاہٹ	"
تین دن تعبیر کا انتظار	۳۷۲
خواتین بنی ہاشم میں ابوجہل کے خلاف غصہ	"
تعبیر خواب کا ظہور	"
قریش کے دم خم	۳۷۳
مکہ میں جنگی تیاریاں	"
ابولہب کا خوف اور جنگ سے پہلو تہی	"
ابولہب کا جنگی قائم مقام	"
امیہ کا جنگ سے انکار اور قریش کا دباؤ	۳۷۴
امیہ کے انکار کا سبب	"
سعد ابن معاذ اور ابوجہل کا جھگڑا	"
امیہ کے قتل کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی	۳۷۵
امیہ کی بدحواسی	"
پانچ قریشی سرداروں کی قرعہ اندازی	۳۷۶
عداس کی طرف سے آقاؤں کو روکنے کی کوشش	"
قریشی لشکر کا طمطراق اور کوچ	"
قریش اور بنی کنانہ کی پرانی آویزش	"
سرداران قریش ابلیس کے دام میں	۳۷۷
آنحضرت کی مدینہ سے روانگی	"
کمسن مجاہدوں کو واپسی کا حکم	"
لشکر اسلام کا معائنہ	۳۷۸
مجاہدین بدر کے ناموں کی برکت	"

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم	۳۷۸
مدینہ میں آنحضرتؐ کی قائم مقامی	"
مدینہ میں امامت کے جانشین	"
خوات کی غزوۂ بدر میں شرکت سے معذوری	"
خوات سے آنحضرت کا مزاح	۳۷۹
لشکر اسلام کے جاسوس	"
غزوۂ بدر کے اسلامی پرچم	۳۸۰
عسکری لباس میں آنحضرت ﷺ کی دعا	۳۸۱
دعا کی قبولیت	"
آنحضرتؐ کی طرف سے غیر مسلم کی مدد لینے سے انکار	"
لشکر میں اونٹوں کی تعداد	۳۸۲
مساوات کا عملی نمونہ	"
ایک معجزۂ نبوی ﷺ	"
لشکر اسلام کی تعداد	"
لشکر میں گھوڑوں کی تعداد	۳۸۳
ایک دیہاتی سے کفار کے متعلق پوچھ گچھ	۳۸۴
قریشی لشکر کے کوچ کی اطلاع اور صحابہ سے مشورہ	"
بعض صحابہ کی طرف سے جنگ کے متعلق تامل	"
مہاجرین کی طرف سے جاں نثاری کا اظہار	۳۸۵
آنحضرت ﷺ کی خوشی	"
انصار کی یقین دہانی کیلئے آنحضرتؐ کی خواہش	۳۸۶
سعد ابن معاذؓ کی طرف سے جاں سپاری کا اعلان	"
پیش قدمی کا حکم	۳۸۷
ایک بوڑھے سے معلومات	۳۸۸
ایک عرب بھشتی سے پوچھ گچھ	۳۸۹
رسول خدا کی حکمت عملی	۳۹۰
قریشی لشکر کا سفر	"
قریش کے ایک لشکری جہم کا خواب	۳۹۱

عنوان	صفحہ
لشکر میں بدشگونی اور بنی عدی کی واپسی	۳۹۲
لشکر کی ضیافتیں	"
مسلم جاسوسوں کی سراغ رسانی	"
ابوسفیان کے قافلے کا بحفاظت سفر	"
ابوسفیان کا تجسس اور اضطراب	۳۹۳
ابوسفیان کا قریشی لشکر کو واپسی کا پیغام	"
ابوجہل کا واپسی سے انکار اور رنگ رلیاں	"
ابوسفیان کے پیغام پر بنی زہرہ کی واپسی	۳۹۴
سردار بنی زہرہ کی ابوجہل سے گفتگو	"
بنی ہاشم کی واپسی کی خواہش اور ابوجہل کا دباؤ	۳۹۵
مسلمانوں کو پانی کی پریشانی اور غیبی امداد	"
غیبی امداد مسلمانوں کے لئے رحمت اور کفار کے لئے زحمت	۳۹۶
آنحضرت ﷺ کی دعائیں	"
غزوۂ بدر میں ملائکہ کی شرکت	۳۹۷
آنحضرت کا خطبہ اور فہمائش	"
حباب کا مشورہ	"
لشکر اسلامی کے لئے حوض کی تعمیر	۳۹۸
سعدؓ کی طرف سے عریش بنانے کا مشورہ	۳۹۹
سائبان کی تیاری	"
ابوبکرؓ بہادر ترین شخص	"
مجاہدین قریشی لشکر کے سامنے	۴۰۰
آنحضرتؐ کی طرف سے قریش کی قتل گاہوں کی نشاندہی	"
دعائے نبوی ﷺ	۴۰۱
قریش کے جاسوس	"
مجاہدوں کے عزم وہمت پر جاسوس کی حیرت	"
قریش کی واپسی کیلئے حکیم کی عتبہ سے درخواست	۴۰۲

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
عتبہ کی کوششوں کی آنحضرتؐ کو اطلاع	۴۰۳
ابوجہل کا عتبہ پر غصہ	〃
عتبہ کو بزدلی کا طعنہ	〃
کفر واسلام میں عتبہ کے کنبہ کی تقسیم	۴۰۴
غیبی نصرت وحمایت	〃
نبوت کی ایک اور نشانی	۴۰۵
عتبہ کا ابوجہل پر غصہ	〃
ابوجہل کی ضد اور سرکشی	۴۰۶
عتبہ کے خلاف عامر کا اشتعال	〃
عامر کے بھائی علاء کا مرتبہ	۴۰۷
ایک اور عجیب واقعہ	〃
اسود مخزومی کا عہد اور انجام	۴۰۸
حوض کی طرف پیش قدمی کی کوشش	〃
جنگ کا آغاز	〃
عتبہ اور اسکے بھائی و بیٹے کی مقابلہ کیلئے للکار	۴۰۹
شیرانِ خدا سے معرکہ	〃
تینوں سرکش موت کی آغوش میں	〃
حضرت عبیدہؓ کی شہادت	۴۱۰
لشکروں کا ٹکراؤ	۴۱۱
شیدائے رسول ﷺ	〃
مہجع اور حارثہ کی شہادت	۴۱۲
پیکر صبر وشکر	۴۱۳
شوق شہادت	۴۱۴
فتح ونصرت کے لئے نبی کی دعائیں	۴۱۵
سوز صدیقؓ	۴۱۶
مقام خوف اور مقام رجاء	〃
فرشتوں کے ذریعہ مدد	〃
مشرکوں پر قہر خداوندی	۴۱۷
فرشتوں کی مدد کی نوعیت	۴۱۸

عنوان	صفحہ
فرشتوں کی ہیبت	۴۱۸
مشرکوں کو ابلیس کی شہ	〃
جبرئیل کو دیکھ کر ابلیس کی بدحواسی اور فرار	〃
سراقہ یعنی ابلیس کے فرار پر ابوجہل کی تلملاہٹ	۴۱۹
سراقہ کی حقیقت کا علم	〃
ابلیس کے قول کا تجزیہ	〃
ابلیس کا خوف	۴۲۰
ابلیس اور قیامت اور موت کی ترتیب	〃
موت کا پہلا دھماکہ	〃
موسیٰ علیہ السلام اور موت کا دھماکہ	〃
دھماکہ کے بعد غشی سے ہوش کی طرف	〃
ابلیس اور بڑھاپا	۴۲۲
شہداء کا مقام بلند	〃
غزوۂ بدر میں جنات کی شرکت	۴۲۳
نصرت کی بشارت	〃
مجاہدوں کے سامنے آنحضرتؐ کے ولولہ	۴۲۴
انگیز کلمات	〃
صحابہ کا جوش وخروش اور شوق شہادت	۴۲۵
اللہ تعالیٰ کی ہنسی	〃
مشرکوں پر آنحضرتؐ کی طرف سے مشت خاک	〃
مشرکوں پر مشت خاک کا اثر	
بندگان کفر کی پسپائی	〃
آنحضرتؐ کی معرکہ فرمائی	۴۲۶
حضرت سعدؓ کا کفر کے خلاف شدید جذبہ	۴۲۷
بنی ہاشم کو قتل نہ کرنے کی ہدایت	۴۲۸
اس ہدایت پر ابوحذیفہ کو ناگواری	〃
آنحضرت ﷺ کو گرانی	〃
ابوحذیفہ کی ندامت وافسوس	۴۲۹
ابوالبختری کو قتل نہ کرنے کی ہدایت	〃
اپنے ساتھی کیلئے ابوالبختری کی قربانی	〃
حضرت ابوبکرؓ کا مرتبہ بلند	۴۳۰

www.ziaraat.com Safeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

باب بی و چہارم (۳۴)

عرب کے قبیلوں سے آنحضرت ﷺ کی امداد و حمایت خواہی

آنحضرت ﷺ جو پیغام حق لے کر تشریف لائے تھے اس کو پھیلانے اور اس کی تبلیغ عام کے سلسلے میں اب آپ نے عرب قبیلوں سے رابطہ قائم فرمایا اور ان کی حمایت اور ان سے امداد حاصل کرنے کی کوشش فرمائی۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ ابتداء میں تین سال تک آپ نے اپنی رسالت اور پیغمبری کو پوشیدہ رکھا پھر جیسا کہ بیان ہوا چوتھے سال میں آپ نے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا اور مکہ میں دس سال تک لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے رہے یہ دس سال دس حج کے زمانوں کے لحاظ سے ہیں کہ ہر سال جب عرب کے قبائل حج کے لئے مکہ آتے تو آپ ان کے گھروں یعنی منیٰ اور عرفات کے میدانوں میں ان کے ٹھکانوں پر تشریف لے جاتے۔ آپ وہاں ایک ایک قبیلے کے متعلق معلومات کرتے، پھر ان کے ٹھکانوں کا پتہ معلوم فرماتے، اور موسم حج سے پہلے مکہ میں جو میلے یعنی عکاظ، مجنّہ اور ذوالمجاز ہوا کرتے تھے ان میں جاتے۔

عرب کے میلے...... ان میلوں کے متعلق یہ بیان پہلے گزر چکا ہے کہ عرب کے قبائل ہر سال جب حج کے لئے مکہ آتے تو وہ ایسے وقت آتے کہ شوال کے مہینے میں عکاظ کے میلے میں ٹھہرتے پھر وہاں سے مجنّہ کے میلے میں آتے اور بیس دن یہاں ٹھہرتے، اس کے بعد ذوالمجاز کے میلے میں آتے اور حج تک یہاں ٹھہرتے۔

غرض آنحضرت ﷺ ان میلوں میں جاکر عرب کے مختلف قبیلوں اور ان کے سرداروں سے ملتے اور ان سے گفتگو فرماتے کہ وہ آپ کی حمایت اور بچاؤ کریں تاکہ آپ ﷺ لوگوں تک اپنے رب کا پیغام پہنچا سکیں۔

قبائل سے ملاقاتیں اور ابولہب سے دشمنی...... چنانچہ حضرت جابر ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عرفات کے میدان میں لوگوں سے ملاقات فرماتے اور ان سے کہتے۔

"کیا کوئی شخص اپنی قوم کی حمایت مجھے پیش کر سکتا ہے۔ کیونکہ قریش کے لوگ مجھے اپنے رب کا پیغام پہنچانے سے روک رہے ہیں۔"

ایک دوسرے صحابی روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے مدینہ کو ہجرت کرنے سے پہلے دیکھا کہ آپ منیٰ کے میدان میں لوگوں کے ٹھکانوں پر تشریف لے جاتے اور ان سے فرماتے۔

"لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔"

Presented by Ziaraat.Com

اسی وقت میں دیکھتا کہ آپ کے پیچھے بھی ایک شخص ہے جو فوراً ہی یہ کہتا ہے۔

"لوگو! یہ شخص چاہتا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دو۔"

میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ دوسرا شخص کون ہے تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ آنحضرت ﷺ کا چچا ابولہب ہے۔

حضرت ابو طارق سے ایک روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو ذوالمجاز کے میلے میں عرب کے قبیلوں کے پاس جاتے اور ان سے ملتے ہوئے دیکھا۔ آپ ان لوگوں سے جا کر فرماتے،

"لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ کر فلاح اور بہتری حاصل کرو۔"

ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ آپ کے ساتھ ایک اور شخص بھی ہے جس کا سینہ ابھرا ہوا ہے وہ آنحضرت ﷺ پر پتھر مار رہا ہے جس سے آپ کا پیر زخمی ہو گیا، وہ شخص لوگوں سے کہہ رہا ہے،

"لوگو! اس شخص کی بات ہرگز مت سنو کیونکہ یہ جھوٹا ہے۔"

"میں نے آپ کے متعلق لوگوں سے پوچھا تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ عبدالمطلب کی اولاد میں سے ایک نوجوان ہے۔"

پھر میں نے پوچھا کہ یہ دوسرا شخص کون ہے تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ آپ کا چچا عبدالعزیٰ یعنی ابولہب ہے۔

سیرت ابن ہشام میں ایک صحابی نے روایت بیان کی ہے کہ نوجوانی کی عمر میں ایک مرتبہ میں اپنے والد کے ساتھ منیٰ کے میدان میں ٹھہرا ہوا تھا اس وقت آنحضرت ﷺ عرب کے قبیلوں کے خیموں اور ٹھکانوں میں تشریف لے جاتے اور ان سے فرماتے،

"اے بنی فلاں! میں تمہاری طرف خدا کا رسول اور پیغمبر بن کر آیا ہوں، اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ جانو اس کے سوا تم جس چیز کو بھی پوجتے ہو اس کو اور اس گمراہی کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لاؤ میری نبوت کی تصدیق کرو اور میری حمایت و حفاظت کرو تاکہ حق تعالیٰ نے مجھے جو پیغام دے کر بھیجا ہے میں اس کو پھیلا دوں۔"

(قال) اسی وقت میں نے دیکھا کہ آپ کے پیچھے ایک سرخ و سفید اور خوبصورت آدمی کھڑا ہوا تھا جس نے ایک عدنی حلّہ پہنا ہوا تھا۔ جیسے ہی آنحضرت ﷺ نے اپنی بات ختم فرمائی اس شخص نے فوراً کہا

"اے بنی فلاں! یہ شخص چاہتا ہے کہ تم لات اور عزیٰ جیسے معبودوں سے تو منہ موڑ لو اور اس کے مقابلے میں جو نئی باتیں اور گمراہی یہ لے کر آیا ہے اس کو مان لو، اس لئے تم لوگ ہرگز اس شخص کی بات پر توجہ مت دینا اور نہ اس کی بات سننا۔"

میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جو اس پہلے شخص کی بات کو جھٹلا رہا ہے اور ان کے ساتھ ساتھ پھر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ان کا چچا عبدالعزیٰ ابن عبدالمطلب یعنی ابولہب ہے۔

ناکامیاں...... ابن اسحاق نے روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ عرب قبیلوں کی حمایت اور مدد حاصل کرنے کے سلسلے میں قبیلۂ کندہ اور قبیلۂ کلب کے کچھ خاندانوں کے پاس گئے۔ ان لوگوں کو بنی عبداللہ کہا جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا،

Presented by Ziaraat.Com

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ عبداللہ کا نام رکھے جانے کے سلسلے میں اس کے ساتھ خیر فرمائی۔"

کیونکہ اس بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ غرض اس کے بعد آپ نے ان لوگوں کے سامنے اسلام پیش کیا اور ان کی حمایت و مدد حاصل کرنے کی کوشش فرمائی مگر انہوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

اسی طرح آپ ﷺ بنی حنیفہ اور بنی عامر ابن صعصعہ کے لوگوں سے ملے اور ان سے بات کی۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا،

"اگر ہم آپ کی بات مان کر آپ کی حمایت کا معاہدہ کرلیں اور آپ کی پیروی قبول کرلیں اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو آپکے مخالفوں پر فتح عطا فرمادے تو کیا آپ کے بعد یہ سرداری اور حکومت ہمارے ہاتھوں میں آجائے گی؟"

آپ نے فرمایا،

"سرداری اور حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جسے چاہے اس کو سونپ دیتا ہے۔"

اس پر اس شخص نے کہا،

"تو کیا آپ کا خیال ہے کہ ہم آپ کی حمایت میں عربوں سے لڑیں۔" ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ کیا ہم آپ کے لئے عربوں کے تیروں سے اپنے سینے چھلنی کرائیں، اپنی گردنیں کٹوائیں اور پھر جب آپ کامیاب ہو جائیں تو سرداری اور حکومت دوسروں کو ملے۔ نہیں ہمیں آپ کی ایسی حکومت اور سرداری کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

بنی عامر کے شیخ کا پچھتاوا...... اس طرح ان لوگوں نے بھی آپ کو صاف جواب دے دیا۔ اس کے بعد بنی عامر کے یہ لوگ واپس اپنے وطن چلے گئے۔ یہاں ان میں ان کی قوم کا ایک بوڑھا شخص بھی تھا جس کی عمر بہت زیادہ تھی اور وہ اتنا کمزور ہو چکا تھا کہ اپنی قوم کے ساتھ حج کے لئے بھی نہیں جاسکتا تھا۔ جب یہ لوگ اس سے ملے تو اس نے ان سے حج اور میلوں کے حالات پوچھے۔ اس وقت ان لوگوں نے اس بوڑھے سے آنحضرت ﷺ کا واقعہ بھی بتایا اور کہا،

"ہمارے پاس قریش کا ایک نوجوان آیا تھا جو عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہے۔ اس شخص کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے۔ اس نے ہم سے درخواست کی کہ ہم اس کی حمایت کا معاہدہ کرلیں اس کا ساتھ دیں اور اسے اپنے یہاں لے آئیں۔"

یہ سنتے ہی یہ بوڑھا سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور بے چینی کے ساتھ کہنے لگا،

"اے بنی عامر! کیا اس غلطی کا کوئی تدارک بھی ہو سکتا ہے؟ کیا تمہاری اس بھول کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں فلاں کی جان ہے کہ اسماعیلؑ کی اولاد میں جو شخص یہ دعویٰ یعنی نبوت کا اعلان کر رہا ہے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا، وہ سچا ہے چاہے اس کی سچائی تمہاری عقل میں نہ آسکے۔"

اسی طرح واقدی نے روایت بیان کی ہے کہ اسی سلسلے میں آنحضرت ﷺ بنی عبس، بنی سلیم و غسان، بنی محارب و فزارہ، بنی نضر و بنی مرّہ، بنی عذرہ اور حضارمہ کے خاندانوں سے ملے۔ مگر یہ لوگ آپ کو اس سے بھی زیادہ برے جواب دے کر مایوس کرتے رہے۔ ان لوگوں کی طرف سے آپ کو اس طرح کا جواب ملتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

"آپ کا گھرانہ اور آپ کا خاندان آپ کے متعلق زیادہ جانتا ہے اسی لئے انہوں نے آپ کی پیروی نہیں کی۔"

عرب قبیلوں میں سے جنکی طرف سے آپ کو سب سے زیادہ برا اور تکلیف دہ جواب ملا ان میں سے ایک تو بنی حنیفہ کا قبیلہ تھا یہ لوگ یمامہ کے علاقہ کے رہنے والے تھے اور اسی قوم کے تھے جس کا مسیلمہ کذاب تھا (جس نے خود اپنی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا) ان لوگوں کو بنی حنیفہ اس لئے کہا جاتا تھا کہ پچھلی پشتوں میں ان کی ماں کو حنیفہ کہا جاتا تھا) خود اس عورت کو حنیفہ کہنے کا سبب یہ تھا کہ اس عورت کے ایک پیر میں "حنف" یعنی ٹیڑھا پن تھا۔

بدترین قبیلے...... اسی طرح بدترین جواب دینے والا دوسرا قبیلہ بنی ثقیف تھا (یہ بنی ثقیف کا قبیلہ وہی طائف کا قبیلہ ہے جس کا تفصیلی بیان گزر چکا ہے) چنانچہ ان دونوں قبیلوں کے بارے میں حدیث میں آتا ہے۔"

"عرب کے بدترین قبیلے بنی ثقیف اور بنی حنیفہ ہیں۔"

ایک دلچسپ مکالمہ...... اسی طرح ایک روز آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ عربوں کی ایک مجلس میں پہنچ گئے یہاں پہنچ کر حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے اور انہوں نے ان لوگوں کو سلام کر کے ان سے پوچھا کہ آپ کون لوگ ہیں یعنی کس کی اولاد میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا ربیعہ کی اولاد ہیں۔ حضرت ابو بکر نے پوچھا کی ربیعہ کی اولاد میں کس شاخ سے آپ کا تعلق ہے، کیا ان کی بلند مرتبہ شاخ سے ہو یا معمولی شاخ سے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ اس کے ہامہ عظمیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ ہامہ عظمیٰ میں کس شخص کی اولاد ہو (یعنی کیا ہامہ عظمیٰ میں بھی بہترین شخص کی اولاد ہو یا نہیں) انہوں نے کہا کہ ہاں اس بلند مرتبہ شاخ میں بھی ہمارا تعلق ذہل اکبر سے ہے۔ اب حضرت ابو بکرؓ نے کہا،

"کیا فلاں شخص جو حفاظت کے قابل چیزوں اور پڑوسیوں کی حفاظت کرنے والا تھا تم ہی میں سے تھا؟"

انہوں نے کہا نہیں! پھر حضرت ابو بکر نے کہا۔"

کیا فلاں شخص جو بڑے بڑے بادشاہوں کو قتل کرنے والا اور ان پر غالب آنے والا تھا تم ہی میں سے تھا؟

انہوں نے کہا نہیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔

"کیا فلاں شخص جس کے عمامے کی یکتائی مشہور ہے تم ہی میں سے تھا؟"

انہوں نے کہا نہیں۔ اب حضرت ابو بکرؓ نے کہا

"تب تم ذہل اکبر یعنی بنی ربیعہ کی اس بلند مرتبہ شاخ میں سے نہیں ہو بلکہ ذہل اصغر میں سے ہو۔"

اس پر ان لوگوں میں سے ایک نوجوان لڑکا اٹھا جس کی مسیں ابھی بھیگ رہی تھیں۔ اس نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا،

"اب ضروری ہے کہ اپنے سوال کرنے والے سے ہم بھی کچھ پوچھیں۔ اجنبی! تم نے ہم سے بہت کچھ پوچھا اور ہم نے صحیح صحیح جواب دیئے اب بتاؤ کہ تم خود کس قبیلے سے ہو۔"

حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں قبیلۂ قریش سے ہوں۔ اس پر اس نوجوان نے کہا،

"واہ واہ۔ تب تو تم بڑے اونچے لوگوں اور سرداروں میں سے ہو۔ تم قریش کی کس شاخ سے ہو؟"

حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں تیم ابن مرہ کی اولاد میں ہوں۔ اس پر اس نوجوان نے کہا،

Presented by Ziaraat.Com

"ٹھیک ہے۔ کیا قصی نامی شخص جس کو قریش کا مورث اعلیٰ کہا جاتا ہے تم ہی میں سے تھا؟"

حضرت ابو بکر نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا،

"کیا ہاشم نامی شخص جس نے اپنی قوم کے لئے سب سے پہلے ثرید کھانا تیار کیا تھا تم ہی میں سے تھا؟"

حضرت ابو بکرؓ نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا،

"کیا شیبۃ الحمد یعنی عبد المطلب جو پرندوں کے گوشت سے لوگوں کی تواضع کیا کرتا تھا اور جس کا چہرہ اندھیری رات میں چاند کی طرح چمکتا تھا، تم ہی میں سے تھا؟"

حضرت ابو بکرؓ نے کہا نہیں!۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنی اونٹنی کی لگام کھینچی اور واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس آگئے۔ یہاں انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ سوال جواب سنائے۔ جس پر آپ ﷺ مسکرا اٹھے حضرت علیؓ نے یہ سن کر کہا،

"آپ کسی بہت ہی چالاک [1] دیہاتی کے پھیرے میں آگئے۔"

حضرت ابو بکر نے کہا،

"بے شک ابو الحسن! دنیا میں ہر قیامت یا ذہانت پر ایک اس سے بھی بڑی ذہانت موجود ہے۔ بولنے کی طاقت کے ساتھ ہی بلائیں لگی ہیں۔"

اس دیہاتی نوجوان نے حضرت ابو بکرؓ سے جو سوالات پوچھے وہ حقیقت میں صرف حضرت ابو بکرؓ کو نیچا دکھانے اور اپنا بدلہ اتارنے کے لئے تھے کیونکہ ظاہر ہے کہ اس نے جن جن لوگوں کا نام لے کر پوچھا ان کے بارے میں سب ہی جانتے تھے کہ وہ لوگ تیم ابن مُرّہ کی اولاد میں سے نہیں تھے۔ (بلکہ یہ سب آنحضرت ﷺ کے باپ دادا تھا) اور جیسا کہ بیان ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ کا نسب مُرّہ پر جا کر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے اور مُرّہ قصیٰ کا دادا ہے۔ اس طرح گویا اس نوجوان کا مطلب یہ تھا کہ تمہارے نسب میں بھی یہ معزز اور بڑے بڑے مشہور لوگ نہیں ہیں جیسا کہ تم نے ابھی کہا تھا کہ ہمارے نسب میں فلاں فلاں مشہور اور معزز لوگ شامل نہیں ہیں (یعنی جیسے تم نے ابھی ہماری کمزوریاں گنائی تھیں ایسے ہی تمہارے نسب میں بھی کمزوریاں ہیں)۔

<u>بنی ثعلبہ کا امید افزا جواب</u>...... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ کی ملاقات قبیلۂ شیبان ابن ثعلبہ کی ایک جماعت سے ہوئی۔ آپ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ آپ لوگ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا شیبان ابن ثعلبہ سے۔ حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے،

"آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ یہ اپنی قوم کے معزز اور سردار لوگ ہیں اور ان میں مفروق ابن عمرو، ہانی ابن قبیصہ، مثنیٰ ابن حارثہ اور نعمان ابن شریک بھی ہیں۔"

یہ مفروق ابن عمرو اپنی قوم میں سب سے زیادہ حسین و جمیل شخص تھا جس کی پیشانی کشادہ اور روشن تھی۔ ساتھ ہی یہ سب سے زیادہ فصیح اور بہترین کلام کرنے والا تھا، یہ مفروق اس مجلس میں حضرت ابو بکرؓ کے بالکل قریب بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے مفروق سے کہا،

---

[1] یہاں ذو دھاء کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ دھاء ایک پرندے کو بھی کہتے ہیں جو اڑتے وقت اپنے دائیں بائیں جھولتا ہوا اڑتا ہے (اور اس طرح اپنے آپ کو شکاری سے بچاتا ہوا ہوشیاری کے ساتھ چلتا ہے)

Presented by Ziaraat.Com

"آپ کے قبیلے کے آدمیوں کی تعداد کتنی ہے؟"

مفروق نے کہا،

"ہم لوگوں کی تعداد ایک ہزار سے کچھ اوپر ہے مگر تعداد کی اس کمی سے ہم کو شکست نہیں دی جا سکتی۔"

اسی طرح کا جملہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا تھا کہ بارہ ہزار کے لشکر کو تعداد کی کمی کی وجہ سے شکست نہیں دی جا سکتی۔ یہ بات آپ نے اس وقت فرمائی تھی جب آپ نے بنی ہوازن سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ اس وقت آپ کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہی تھی جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔

غرض مفروق کا جواب سن کر حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا،

"آپ لوگ اپنی حفاظت کس حد تک کر لیتے ہیں؟"

مفروق نے کہا،

"ہمارا کام کوشش کرنا اور اپنی بھرپور طاقت استعمال کرنا ہے آگے ہر قوم کا نصیب ہے۔"

یعنی ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ہم جدوجہد اور کوشش کریں فتح حاصل کرنا ہمارے بس میں نہیں ہے بلکہ فتح و کامیابی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے عطا فرما دے!"

اب حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ پھر تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان لڑائی ہوتی ہے تو اس کا نتیجہ کیا رہتا ہے؟ مفروق نے کہا،

"جب ہم دشمن سے ٹکراتے ہیں تو سب سے زیادہ پُرجوش اور غضب ناک ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب ہمیں غصہ دلایا جاتا ہے تو ہم دشمن سے ٹکرانے کے لئے سب سے زیادہ مشتاق ہوتے ہیں۔ ہم لوگ اولاد کے مقابلے میں جنگی گھوڑوں کو پسند کرتے ہیں اور دودھ دینے والی اونٹنیوں کے مقابلے میں ہتھیاروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ جہاں تک فتح کا تعلق ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کبھی وہ ہمیں فتح دے دیتا ہے اور کبھی ہم پر دشمن کو فتح دے دیتا ہے۔ شاید آپ قریشی ہیں؟"

حضرت ابو بکرؓ نے کہا،

"کیا تم لوگوں تک یہ خبر پہنچی ہے کہ اسی قبیلہ قریش میں رسول اللہ ﷺ ظاہر ہوئے ہیں؟"

مفروق نے کہا،

"ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ مگر اے قریشی بھائی! تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو۔"

اسی وقت آنحضرت ﷺ آگے بڑھے اور آپ ﷺ نے فرمایا،

"میں اس چیز کی طرف بلاتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم میری حمایت اور حفاظت کرو کیونکہ قریش کے لوگ اللہ کے دین کے مخالف ہوگئے ہیں اور اس کے رسول کو جھٹلا رہے ہیں وہ لوگ حق کو چھوڑ کر باطل چیزوں اور گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔"

مفروق نے کہا،

کلام الٰہی کا اثر...... "اے قریشی بھائی! اس کے علاوہ آپ کا پیغام کیا ہے؟ جس کی طرف آپ لوگوں کو بلاتے ہیں،

Presented by Ziaraat.Com

اس پر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پاک اس کے جواب میں تلاوت فرمائی۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورۂ انعام پ ۸، ع ۵ آیت ۱۵۱)

آپ ان سے کہئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ یہ کہ (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ (۲) اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو (۳) اور اپنی اولاد کو افلاس (یعنی غربت) کے سبب قتل مت کیا کرو۔ ہم ان کو اور تم کو رزق (مقدر) دیں گے (۴) اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں انکے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں اور خواہ پوشیدہ ہوں (۵) اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر۔ اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔"

یہ کلام سن کر مفروق نے کہا۔

"یہ کسی زمین والے کا کلام ہرگز نہیں ہو سکتا اگر یہ کلام کسی زمین والے کا ہوتا تو ہم اس کو ضرور جانتے ہوتے۔"

اس کے بعد پھر مفروق نے کہا۔

"اے قریشی بھائی! اس کے علاوہ آپ اور کن چیزوں کی طرف بلاتے ہیں۔"

اس پر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ۔ تا ۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (سورۂ نحل پ ۱۴ ع ۱۸ آیت ۹۰)

"بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو"

اس آیت کے بارے میں علامہ عز ابن عبد السلام نے کہا ہے کہ اس میں شریعت کے تمام احکام آ گئے ہیں چنانچہ انہوں نے فقہ کے مسائل کے ہر باب میں اس آیت کو بیان کیا ہے اسی پر انہوں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام شجرہ رکھا ہے۔

غرض آنحضرت ﷺ کا یہ جواب سن کر مفروق نے کہا۔

"خدا کی قسم آپ اونچے اخلاق اور بہترین اعمال کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ لوگ حقیقت میں حق اور سچائی کو نہیں دیکھ سکے جنہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کے مقابلے میں آ کر ہو گئے۔"

مفروق کی خواہش ہوئی کہ وہ آنحضرت ﷺ سے اپنی گفتگو میں ہانی ابن قبیصہ کو بھی شریک کر لے چنانچہ اس نے کہا۔

"یہ ہمارے بزرگ اور دینی پیشوا ہانی ابن قبیصہ ہیں۔"

<u>نیک جواب</u>..... اس تعارف کے بعد اب ہانی نے آنحضرت ﷺ سے کہا۔

"اے قریشی بھائی! ہم نے آپ کی بات سن لی۔ میری رائے ہے کہ ہم اپنا دین چھوڑ دیں لیکن اس کے لئے ایک مجلس ہو جس میں آپ ہمارے ساتھ آ کر بیٹھیں تاکہ کسی شخص کی رائے میں کوئی کمی نہ رہ جائے اور انجام کار کوئی مشکل نہ پیش آئے۔ کیونکہ رائے کی کمی جلدی کی وجہ سے ہی ہوتی ہے پھر یہ کہ ہمارے علاوہ قوم

Presented by Ziaraat.Com

کے دوسرے لوگ بھی ہیں جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں، اس لئے اس وقت تو ہم بھی واپس جاتے ہیں اور آپ بھی واپس چلے جائیے تاکہ ہم بھی سوچ سمجھ لیں اور آپ بھی انتظار کیجئے۔"

اس شیخ کے انداز سے بھی یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ جیسے وہ اپنے قبیلے کے ایک دوسرے شخص مثنی ابن حارثہ کو بھی اس گفتگو میں شریک کرنا چاہتا ہے (یہ مثنی وہاں موجود تھے) چنانچہ ہانی ابن قبیصہ نے آنحضرت ﷺ سے (مثنی کا تعارف کراتے ہوئے) کہا،

"یہ مثنی ابن حارثہ ہیں ہمارے بزرگ اور جنگوں میں زبردست سرفروش ہیں۔"

اب مثنی نے آنحضرت ﷺ سے کہا،

"قریشی بھائی! ہم نے آپ کی بات سن لی۔ اس وقت آپ کو میرا جواب بھی وہی ہے جو ہانی ابن قبیصہ نے دیا ہے کہ (ہم اپنے دین کو چھوڑ کر آپ کے دین کو ایک ایسی مجلس میں قبول کرنا چاہتے ہیں جس میں آپ ہمارے پاس بیٹھیں اور اس طرح کسی شخص کو بھی کوئی تردد اور پس و پیش نہ رہے۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم عرب علاقے میں عربوں کے مقابلے میں آپ کی مدد اور حمایت کریں تو ہم ایسا کرنے کو تیار ہیں مگر ہم ایسی کوئی بات نہیں کرنا چاہتے جس سے کسریٰ فارس کی مخالفت ہو کیونکہ کسریٰ نے ہم سے ایک معاہدہ لیا ہوا ہے کہ ہم نہ تو کوئی نئی بات خود کریں گے اور نہ کسی نئی بات کرنے والے کی حمایت کریں گے۔ مگر میرا خیال ہے کہ یہ معاملہ جس کی آپ دعوت دے رہے ہیں ایسا ہی معاملہ ہے جس کو بادشاہ اور سلاطین پسند نہیں کریں گے۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"تم نے کوئی برا جواب نہیں دیا کیونکہ تم نے سب کچھ صحیح صحیح کہہ دیا ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے دین کا معاملہ ہے تو اس کی مدد وہی شخص کر سکتا ہے جو اس کو ہر طرح اور مکمل طریقے پر مان لے۔ تم نہیں جانتے کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد اللہ تعالیٰ ان بادشاہوں کی سلطنتیں، سرزمین اور مال و دولت تمہیں عطا فرما دے گا اور ان کی عورتوں کو تمہارے لئے حلال فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی عظمت بیان کیا کریں گی۔"

اس پر نعمان ابن شریک نے کہا،

"یقیناً ہم آپ کو وعدہ دیتے ہیں۔"

اس پر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی،

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا (سورہ احزاب پ ۲۲، ع ۱ آیت ۴۵تا۴۷)

"اے نبی ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول ﷺ بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کو) بشارت دینے والے ہیں اور کفار کو ڈرانے والے ہیں اور سب کو اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں اور مومنین کو بشارت دیجئے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے"

غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ وہاں سے اٹھ کر واپس آگئے اور وہ لوگ بھی چلے گئے جہاں تک ان تینوں کا تعلق ہے جنہوں نے یہاں آنحضرت ﷺ سے گفتگو کی تھی ہم ان میں سے کسی کے اسلام قبول کرنے نہ کرنے سے واقف نہیں ہیں۔ البتہ صحابہ میں ایک شخص ہیں جن کا نام مثنی ابن حارثہ شیبانی ہے یہ اپنی قوم کے مشہور شہسوار و جانباز، ان کے سردار اور بڑے لوگوں میں سے تھے۔ اب ممکن ہے کہ وہ مثنی ابن حارثہ یہی شخص

Presented by Ziaraat.Com

ہوں کیونکہ ہانی ابن قبیصہ نے ان کا تعارف کراتے ہوئے یہ کہا تھا کہ یہ ہمارے مشہور سرفروش ہیں۔

بعض علماء نے نعمان ابن شریک کے بارے میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ان کا وفد کی صورت میں آنا ثابت ہے۔ لہٰذا اس بنیاد پر یہ بھی صحابہ میں شمار کیے جائیں گے۔ اسی طرح کتاب اسد الغابہ میں مفروق ابن عمرو کے بارے میں ہے کہ یہ صحابہ میں سے ہے۔ مگر ابو نعیم کا یہ قول بتلایا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ مفروق کے اسلام کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا۔

غرض اسی طرح قبیلہ بکر ابن وائل کے لوگ اسی زمانے میں حج کے لئے مکے آئے (تو آنحضرت ﷺ ان سے ملے اور) آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ ان کو میرے پاس لاؤ اور مجھ سے ملواؤ۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ ان کو لے کر آئے۔ آنحضرت ﷺ ان سے ملے اور فرمایا۔

"آپ ﷺ لوگوں کی یعنی آپ کے قبیلے کے لوگوں کی تعداد کتنی ہے؟"

انہوں نے کہا بہت کم۔ آپ نے پوچھا کہ پھر تم لوگ اپنی حفاظت کس طرح کرتے ہو؟ انہوں نے کہا

"ہم اپنی کوئی حفاظت نہیں کر سکتے اس لئے ہم نے فارس والوں کی پناہ حاصل کر رکھی ہے۔ اسی لئے ہم نہ فارس کے دشمنوں کی حمایت کرتے ہیں اور نہ ان کے کسی دشمن کو پناہ دیتے ہیں"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"تو پھر تم اللہ تعالیٰ کو اپنا محافظ بنالو کہ وہ تمہیں اس وقت تک باقی رکھے جب تک کہ تم فارس والوں کی سرزمین پر پہنچو، ان کی عورتوں سے نکاح کرو اور ان کے مردوں کو اپنا غلام بناؤ۔ اس کے لئے تم تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کی تسبیح پڑھو، تینتیس مرتبہ الحمد للہ کی تسبیح پڑھو اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر کی تسبیح پڑھو۔"

ابو لہب کی دراندازیاں...... یہ سن کر ان لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں"

اسی وقت یہاں سے ابو لہب کا گزر ہوا۔ ان لوگوں نے ابو لہب سے کہا،

"کیا تم اس شخص کو جانتے ہوں"

ابو لہب نے کہا، ہاں۔ اب ان لوگوں نے وہ ساری بات ابو لہب کو بتلائی اور آنحضرت ﷺ نے ان کو جو دعوت دی تھی اس کا ذکر کر کے کہا کہ محمد کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر ابو لہب نے کہا،

"اس کی باتوں میں ہرگز مت آجانا وہ تو (معاذ اللہ) دیوانہ ہے اور دیوانگی میں ہی اس طرح کی باتیں کرتا ہے"

اس پر ان لوگوں نے بھی ابو لہب کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا،

"جب اس شخص نے فارس کے متعلق باتیں کیں تو ہم نے بھی اس کے بارے میں یہی اندازہ لگایا تھا"

آپ ﷺ کے پیام کا نعرہ اور اس کی برکت...... ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے یہ گفتگو فرمائی تو انہوں نے کہا،

"ہم اپنے بزرگ حارثہ کے آنے سے پہلے کچھ نہیں کہہ سکتے، اس لئے انہیں آنے دیجئے۔"

اس کے بعد جب حارثہ آگیا تو اس نے کہا،

Presented by Ziaraat.Com

"اس وقت ہم فارس والوں کی جنگ میں پابند ہیں جب ہم اس معاملے سے نمٹ جائیں گے تو پھر آپ کی بات کے بارے میں سوچیں گے۔"

اس کے بعد جب یہ لوگ میدان جنگ میں فارسیوں سے ٹکرائے تو اس وقت ان کے بزرگ نے ان سے کہا کہ اس شخص کا کیا نام ہے جس نے تمہیں اپنی طرف بلایا تھا۔ انہوں نے کہا "محمد!" اس نے کہا،

"بس تو اس جنگ میں تمہارا نعرہ یہی محمد نام ہے۔"

چنانچہ اس جنگ میں یہ لوگ ہر حملے کے وقت آنحضرت ﷺ کے نام کا نعرہ لگاتے رہے یہاں تک کہ ان لوگوں کو ان کے مقابلے میں فتح حاصل ہوئی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے،

"میری وجہ سے یعنی میرا نام لینے کی وجہ سے ان لوگوں کو فتح حاصل ہوئی۔"

غرض آنحضرت ﷺ ہر سال حج کے موسم میں اسی طرح مختلف قبیلوں سے ملتے رہتے۔ آپ ان سے فرماتے کہ میں کسی شخص کو بھی کسی بات کے ماننے کے لئے مجبور نہیں کرتا، میں جو کچھ پیش کرتا ہوں جو شخص اس کو پسند کرے وہ اسے قبول کرے اور جو اسے ناپسند کرے اس کو میں مجبور نہیں کرتا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ مجھے حمایت اور حفاظت حاصل ہو جائے تاکہ میں لوگوں تک اطمینان اور آزادی سے اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں۔

مگر ان قبیلوں میں سے کسی نے بھی آپ کی بات کو قبول نہیں کیا بلکہ یہ لوگ کہتے،

"ان کی قوم کے لوگ ان کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ خود سوچو کہ جس نے خود اپنی قوم میں فساد پیدا کر دیا وہ ہماری کیا اصلاح کرے گا!"

مدینہ والوں سے عقبہ پر پہلی ملاقات...... ابن اسحاق سے روایت ہے کہ آخر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو پھیلانے، اپنے نبی کا اعزاز کرنے اور اپنا وعدہ پورا کرنے کا ارادہ فرمایا تو رسول اللہ ﷺ حج کے زمانے میں نکلے۔ سیرت مغلطائی اور مستدرک حاکم میں ہے کہ یہ رجب کا مہینہ تھا (جبکہ عرب حج سے پہلے مختلف رسموں اور میلوں بازاروں میں حاضر ہونے کے لئے مکہ پہنچا کرتے تھے) چنانچہ اس سال بھی ہر موسم حج کی طرح آپ ﷺ مختلف قبیلوں سے ملنے کے لئے نکلے۔ چنانچہ آپ عقبہ کے مقام پر پہنچے۔

یہ عقبہ ایک گھاٹی ہے اور جمرہ (جہاں شیطان کے کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ اسی مقام پر ہے اس لئے اس) کی نسبت عقبہ کی طرف کی جاتی ہے اور اس کو جمرہ عقبہ کہا جاتا ہے۔ مکے سے منیٰ جانے والے راستے میں یہ مقام بائیں ہاتھ پر ہے۔ اب اس جگہ ایک مسجد ہے جس کا نام مسجد بیعت ہے۔

اوس و خزرج...... غرض جب آپ یہاں عقبہ کے مقام پر پہنچے تو یہاں آپ کی ملاقات (مدینہ کے) قبیلۂ خزرج کی ایک جماعت سے ہوئی۔ (یہ اوس اور خزرج مدینہ کے دو مشہور اور مخالف قبیلے تھے جن کی تفصیل آگے آرہی ہے) یہ بھی دوسرے عربوں کی طرح حج کیا کرتے تھے۔

لفظ اوس اصل یعنی لغت میں عطیہ ہے اور بھیڑیئے کے لئے بولا جاتا ہے اور کھیل کود کے شوقین آدمی کو کہتے ہیں۔ اسی طرح خزرج اصل میں ٹھنڈی ہوا کو کہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ یہ لفظ صرف جنوب کی ٹھنڈی ہواؤں کے لئے ہی بولا جاتا تھا۔

یہ لوگ تعداد میں کل چھ تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ آٹھ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ ایک

Presented by Ziaraat.Com

زبردست خیر کا ارادہ فرمایا تھا (جیسا کہ بعد کے واقعات سے معلوم ہوگا کہ اس وقت کی یہ ملاقات ایسی تاریخ ساز ثابت ہوئی کہ اس کی وجہ سے زمانے کا رخ اور حالات کا دھارا ہی بدل گیا) ان لوگوں کی تعداد اصل یعنی کتاب عیون الاثر میں چھ ہی شمار کی گئی ہے مگر لوگوں نے ان کی مختلف تعدادیں ذکر کی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے انکو دیکھ کر پوچھا کہ آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا ہم قبیلۂ خزرج کے لوگ ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا،

"کیا بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہودیوں کے حلیفوں یعنی معاہدہ داروں میں سے ہو؟"

مدینہ کے یہودی قبیلوں سے قبیلۂ خزرج کے لوگوں نے معاہدہ کیا ہوا تھا کہ وہ دشمنوں کے مقابلے میں ہمیشہ بنی خزرج کی مدد کریں گے اور ایک دوسرے کو امان دیں گے۔ یہ ابتدائی دور کی بات ہے جب کہ خزرج قبیلے کی طاقت وشوکت یہودیوں کے مقابلے میں کمزور تھی۔

آنحضرت ﷺ کے اس سوال پر ان لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم لوگ یہودیوں کے معاہدہ دار ہیں۔ اب آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا،

"بہتر ہو کہ ہم لوگ بیٹھ جائیں، میں آپ لوگوں سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اسلام کی دعوت...... انہوں نے کہا ضرور۔ اس کے بعد وہ لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب آپ ان لوگوں سے ملے تو یہ بیٹھے ہوئے اپنے سر منڈوا رہے تھے۔ آپ ان کے پاس آکر بیٹھے اور آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلایا اور ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ ادھر ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مبارک پر سچائی اور خلوص کی نشانیاں دیکھیں۔ چنانچہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کہنے لگے،

"خدا کی قسم! اس نبی کے بارے میں ہمیں معلوم ہے جس کے متعلق یہود خبر دیتے ہیں اور ہمیں اس سے ڈراتے ہیں اس لئے ایسا نہ ہو کہ یہودی ہم سے پہلے ان تک پہنچ کر ان کی پیروی اختیار کرلیں۔"

آنحضرت ﷺ کے متعلق یہود کی اطلاع...... یہودیوں کا دستور تھا کہ جب بھی ان کے اور مدینہ کے کفار کے درمیان کوئی لڑائی جھگڑا ہوتا تو وہ ان سے کہتے،

"عنقریب ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جن کا زمانہ نزدیک آچکا ہے۔ ہم اس نبی کی پیروی کریں گے اور اس کے جھنڈے تلے اس طرح تمہارا قتل عام کریں گے جیسے قوم عاد اور ارم کا ہوا تھا"

یہ بات راہبوں کی پیشین گوئیوں کے بیان میں گزر چکی ہے۔ قوم عاد وارم کی مثال دینے سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم تمہیں نیست ونابود کردیں گے۔

مدینہ والوں کا قبول اسلام...... غرض آنحضرت ﷺ نے جب ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے فوراً آپ ﷺ کی دعوت قبول کی۔ انہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور مسلمان ہوگئے پھر انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"ہم اپنی قوم یعنی اوس اور خزرج کو اس حال میں چھوڑ کر آرہے ہیں کہ ان کے درمیان زبردست جنگ وجدال ہے اس لئے اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں ان لوگوں کو ایک کردے تو آپ سے زیادہ قابل عزت

Presented by Ziaraat.Com

کون کہلا سکتا ہے۔"

یہ قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج اصل میں دو سگے بھائیوں کی اولاد تھے۔ ان دونوں بھائیوں کے نام اوس اور خزرج تھے۔ پھر ان دونوں کے درمیان دشمنی ٹھن گئی اور لڑائیوں نے اتنا طول کھینچا کہ تقریباً ایک سو بیس سال تک ان دونوں بھائیوں کی اولاد در اولاد یہ خون خرابہ چلتا رہا۔ جیسا کہ تفسیر کشاف میں اتنی ہی مدت بتلائی گئی ہے۔

جنگ بُعاث...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے کہا،

"یا رسول اللہ! ہم لوگوں کی تاریخ میں پہلی جنگ بُعاث کی ہے۔ یعنی وہ پہلا دن تھا کہ ہمارے درمیان جنگ ہوئی تھی اور جب سے اب تک جاری ہے۔ اب ہم دوبارہ آپ ﷺ سے ملنے سے پہلے واپس مدینہ جائیں گے اور وہاں سب لوگوں یعنی دوستوں دو دشمنوں سے ملیں گے ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اختلافات کو ختم فرمادے اور ہم ان لوگوں کو بھی اسی پیغام کی طرف بلائیں جس کی طرف آپ ﷺ نے ہمیں بلایا ہے اور اسی طرح ان سب کو حق تعالیٰ آپ کے نام پر ایک کر دے۔ اگر ان سب لوگوں کا کلمہ آپ ﷺ کی وجہ سے ایک ہو گیا تو آپ ﷺ سے زیادہ عزیز اور قابل عزت کون ہو گا۔"

اوس و خزرج کے درمیان یہود کی ریشہ دوانیاں...... یہ بعاث ایک جگہ کا نام ہے یہ بنی قریظہ کے یہودیوں کی بستی کے پاس ہے اور مدینہ سے دو رات کے سفر کے فاصلے پر ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ قبیلہ اوس کی ایک گڑھی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے مدینہ آنے سے پانچ سال پہلے یہاں اوس اور خزرج کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ اس وقت قبیلہ اُوس کا سردار حضیر تھا جو اُسید کا باپ تھا۔ یہیں پر یہ حضیر اپنے قبیلے کے دوسرے آدمیوں کے ساتھ قتل ہوا تھا اس لڑائی کی ابتداء میں قبیلہ خزرج کو فتح ہوئی اور اس کے بعد قبیلہ اوس کو ہوئی۔

عربوں کے جنگی ضابطے...... اس جنگ کا سبب عرب کا ایک قاعدہ تھا جس کی خلاف ورزی کی گئی تھی۔ وہ قاعدہ یہ تھا کہ چھوٹے اور کمزور قبیلے کے لوگ کسی بڑے اور طاقتور قبیلے کے حلیف یعنی دوست اور معاہدہ بردار بن جایا کرتے تھے تاکہ ان کی حفاظت ہو سکے۔ یہ قبیلہ حلیف کہلاتا تھا اور جس قبیلے کے ساتھ انہوں نے معاہدہ کیا وہ یعنی طاقتور قبیلہ اصیل کہلاتا تھا۔ اب اگر اس حلیف قبیلے کے کسی شخص نے اصیل قبیلے کے دشمن کو قتل کر دیا تو دشمن قبیلہ قاعدے کے مطابق اپنا بدلہ حلیف قبیلے سے ہی اتار سکتا تھا اصیل سے نہیں۔ یعنی جس حلیف قبیلے کے آدمی نے قتل کیا ہے اسی قبیلے کے کسی آدمی کو جواب میں قتل کیا جاتا تھا اصیل یعنی اس کے محافظ قبیلے کے کسی آدمی کو قتل نہیں کیا جا سکتا تھا۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ دو بڑے اور طاقتور قبیلے اگر ایک دوسرے کے دشمن ہوتے تھے تو وہ باقی چھوٹے قبیلوں کو اپنی حمایت پر تیار کرتے تھے اور اس طرح کچھ قبیلے ایک ساتھ اور کچھ قبیلے دوسرے کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ اب یہ دونوں بڑے اور دشمن قبیلے اصیل یعنی اصل کہلاتے تھے اور باقی چھوٹے قبیلے جو ان کی حمایت میں آتے وہ حلیف کہلاتے تھے۔ اب اگر ایک اصیل قبیلے نے دشمنی اصیل قبیلے کے حلیف کو قتل کر دیا تو اصیل قبیلے کے لوگ اپنے حلیف کے بدلے میں دشمن اصیل کے آدمی کو نہیں مار سکتے تھے۔

اس جنگ کا سبب ایسا ہی ایک واقعہ ہوا جس میں اس قاعدے کی خلاف ورزی ہوئی تھی اور اس وجہ سے جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ ہوا یہ کہ قبیلہ اوس کے ایک شخص نے جس کا نام سوید ابن صامت تھا قبیلہ خزرج

Presented by Ziaraat.Com

کے ایک حلیف اور معاہدہ بردار قبیلے کے آدمی زیاد کو قتل کر دیا۔ یہ زیاد مجذر ابن زیاد کا باپ تھا اس پر قبیلہ خزرج کے لوگوں نے اپنے حلیف کے بدلہ میں سوید کو قتل کرنا چاہا۔ مگر اس پر قبیلہ اوس کے لوگ آڑے آگئے۔ کیونکہ (اول تو یہ بات عرب کے جنگی قاعدے کے خلاف تھی اور دوسرے یہ کہ) یہ سوید اپنی قوم میں اس قدر معزز اور مقبول آدمی تھے کہ ان کی شرافت، علم اور بہادری کی وجہ سے لوگوں نے ان کا نام ہی کامل رکھ دیا تھا (یہ آنحضرت ﷺ کے ننھالی یعنی عبدالمطلب کے خالہ زاد بھائی تھے (واضح رہے کہ اردو کے لحاظ سے ننھال صرف ماں کے رشتے داروں اور خاندان کو کہا جاتا ہے لیکن عرب میں باپ دادا کی ننھال بھی اخوال یعنی ننھال ہی کہلاتی ہے) غرض سوید کی ماں عبدالمطلب کی ماں سلمٰی کی بہن تھیں۔

سوید ابن صامت...... یہ سوید بھی اسی زمانے میں ایک مرتبہ حج یا عمرہ کیلئے مکہ آئے تھے چنانچہ آنحضرت ﷺ ان سے بھی آکر ملے تھے کیونکہ اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کو جس کسی ایسے شخص کے متعلق خبر ملتی جو اپنی قوم میں ممتاز اور باعزت ہوتا تھا تو آپ اس سے آکر ضرور ملتے تھے اور اس کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔

چنانچہ جب سوید مکہ آئے اور آپ ﷺ کو ان کے متعلق معلوم ہوا تو آپ ﷺ ان سے بھی ملے اور انہیں تبلیغ فرمائی۔ سوید نے آپ کی بات سن کر کہا،

"شاید تمہارے پاس بھی وہی علم ہے جو میرے پاس ہے؟"

آپ نے فرمایا،

"آپ کے پاس کیا ہے؟"

انہوں نے کہا لقمان کی حکمت و دانائی۔ آپ نے فرمایا،

"وہ حکمت میرے سامنے پیش کیجئے۔"

چنانچہ سوید نے اپنے علم اور حکمت کی کچھ باتیں آپ کے سامنے رکھیں۔ آپ نے ان کی بات سن کر فرمایا،

"یہ ایک اچھا کلام ہے مگر جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس سے کہیں زیادہ افضل اور برتر ہے۔ میرے پاس وہ قرآن ہے جو حق تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے اور جو سراپا ہدایت اور نور ہے۔"

اس کے بعد آپ نے سوید کے سامنے قرآن پاک کی کچھ آیتیں تلاوت فرمائیں اور ان کو اسلام اور اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلایا۔ سوید نے اس کلام پاک اور سچے پیغام سے سرکشی نہیں کی بلکہ یہ کہا،

"یہ ایک بہت اچھا کلام ہے۔"

سوید کا قتل...... اس کے بعد مکہ سے واپس ہو کر وہ مدینہ چلے گئے مگر وہاں پہنچ کر تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ قبیلہ خزرج کے لوگوں نے ان کو قتل کر دیا۔

بعض محدثین نے لکھا ہے کہ یہ سوید مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ حق تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور مسلمان ہونے کی حالت میں ہی مکہ سے روانہ ہو کر مدینہ میں اپنی قوم کے درمیان پہنچے۔ قوم کے لوگوں نے بھی ان کی صورت سے ہی اندازہ کر لیا کہ یہ نئے مذہب میں داخل ہو گئے ہیں اور ایمان لے آئے ہیں۔ مگر اسی عرصہ میں قبیلہ خزرج کے لوگوں نے اچانک ان کو قتل کر دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کو قتل کرنے والا شخص مجذر تھا جو اس زیاد کا بیٹا تھا جس کو انہوں نے قتل کیا تھا

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

ان کے قتل کی صورت یہ ہوئی تھی کہ سوید نے شراب پی رکھی تھی اور نشے میں چور تھے، اسی حالت میں جبکہ ان کو ابکائیاں آرہی تھیں اور قے ہو رہی تھی یہ پیشاب کرنے بیٹھے۔ اسی وقت قبیلہ خزرج کے کسی آدمی نے ان کو دیکھا تو اس نے انہیں پہلے خود مار ڈالا اور اس کے بعد وہ سیدھا مجذر کے پاس گیا جس کے باپ کو سوید نے قتل کیا تھا، اس شخص نے مجذر سے کہا،

"کیا تم آسانی سے ایک بڑا کام کرنا چاہتے ہو۔"

مجذر نے پوچھا، کیا ہے؟ اس نے کہا،

"اس وقت سوید تمہاری مٹھی میں ہے اسکے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ نہیں ہے اور وہ نشے میں بدمست ہے۔"

یہ سنتے ہی مجذر نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور ننگی تلوار لئے وہاں سے روانہ ہوا۔ جب اس نے سوید کو دیکھا تو کہنے لگا،

"آج تو میری مٹھی میں ہے!"

سوید نے کہا،

"تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟"

مجذر نے کہا تجھے قتل کرنے آیا ہوں۔ یہ کہہ کر مجذر نے سوید کو قتل کر دیا۔ یہی واقعہ قبیلہ اوس اور خزرج کے درمیان بعاث کے مقام پر جنگ کا سبب بنا۔ اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لے آئے سوید کا بیٹا حرث اور یہ مجذر ابن زیاد مسلمان ہو گئے اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ مگر یہ حرث ابن سوید اپنے باپ کا بدلہ لینے کیلئے مستقل طور پر مجذر ابن زیاد کی تلاش میں رہے مگر انہیں موقعہ نہیں مل سکا یہاں تک کہ غزوۂ احد کے وقت ان کو موقعہ مل گیا اور انہوں نے مجذر کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

ایاس ابن معاذ...... جنگ بعاث میں جو لوگ قتل ہوئے، ان میں ایک شخص ایاس ابن معاذ بھی تھا۔ یہ ایک دوسرے شخص ابوالحسیر انس ابن رافع اور اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ آیا تھا تاکہ اپنے قبیلہ خزرج کے لئے قریش سے معاہدہ کر سکے۔ آنحضرت ﷺ کو ان لوگوں کے مکہ آنے کی خبر ہوئی تو آپ ان کے پاس تشریف لائے اور آپ نے ان سے فرمایا،

"تم لوگ جس مقصد کے لئے آئے ہو کیا اس سے بہتر چیز اختیار کر سکتے ہو؟"

انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا،

"میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ خدا نے مجھے اپنے بندوں کی طرف ظاہر فرمایا ہے تاکہ میں ان کو دعوت دوں کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ حق تعالیٰ نے مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے۔"

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کے سامنے اسلام پیش فرمایا اور قرآن پاک کی کچھ آیتیں تلاوت فرمائیں یہ سب کچھ سن کر ایاس ابن معاذ جو نے ابھی کم عمر اور بچے تھے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا،

"قوم کے لوگو! خدا کی قسم ہم جس مقصد سے یہاں آئے ہیں یہ بات اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے"

یہ سن کر ابوالحسیر نے مٹی کا ایک پیالہ اٹھایا اور وہ ایاس کے منہ پر دے مارا۔ پھر اس نے ان کو ڈانٹ کر کہا،

"خاموش رہو۔ ہم اس مقصد سے یہاں نہیں آئے ہیں۔"

Presented by Ziaraat.Com

یہ سن کر ایاس خاموش ہو گئے۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ بھی یہاں سے اٹھ کر واپس چلے گئے۔ ادھر جب ایاس کی موت کا وقت آیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح بیان کر رہے تھے اور کلمہ پڑھتے اور اللہ اکبر کہتے جاتے تھے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

انصار کی طرف سے اگلے سال ملنے کا وعدہ...... غرض اس کے بعد قبیلۂ خزرج کی یہ جماعت واپس مدینہ گئی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب یہ جماعت آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آئی اور انہوں نے آپ ﷺ کے پیغام کی تصدیق کر دی تو انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"ہمارا آپ ﷺ کو یہ مشورہ ہے کہ فی الحال آپ ﷺ اپنی رسالت کا یہ سلسلہ یہیں جاری رکھیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں، ہم لوگ واپس اپنی قوم میں جا رہے ہیں وہاں ہم قوم والوں سے آپ ﷺ کے متعلق ذکر کریں گے اور انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائیں گے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان میں اصلاح پیدا فرما دے۔ آپ ﷺ سے ہم آئندہ سال حج کے موقعہ پر پھر آکر ملیں گے۔"

آنحضرت ﷺ نے یہ بات منظور فرمالی۔ گویا ان چھ یا آٹھ افراد کی جماعت کے ساتھ کوئی بیعت نہیں ہوئی۔ اسی واقعے کو انصاریوں کے سلسلے میں اسلام کی ابتداء کہا جاتا تھا۔ غالباً اسی واقعہ کو کچھ علماء نے عقبہ اولیٰ کا نام دیا ہے۔

عقبہ کی دوسری ملاقات اور بیعت...... اگلے سال قبیلۂ خزرج اور قبیلۂ اوس کے بارہ آدمی مکہ آئے ان میں دس آدمی قبیلۂ خزرج کے تھے اور دو آدمی قبیلہ اوس کے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ گیارہ آدمی تھے جن میں سے پانچ ان ہی چھ یا آٹھ آدمیوں میں سے تھے جو گزشتہ سال عقبہ اولیٰ کے وقت آنحضرت ﷺ سے مل کر گئے تھے۔

ان لوگوں سے بھی آنحضرت ﷺ عقبہ کے مقام پر ملے اور ان سے بیعت لی یعنی معاہدہ کیا۔ اس معاہدہ کو مبایعت یعنی بیعت مالی معاوضہ کی تشبیہ کے طور پر کہا گیا ہے (کیونکہ تجارتی معاملے کی طرح اس بیعت میں مسلمانوں کو ایمان دے کر ان سے ان کی جانیں خرید لی گئی تھیں) آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کے سامنے سورۂ نساء کی آیت تلاوت فرمائی یعنی وہ آیت جو اس کے بعد فتح مکہ کے دن عورتوں کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ آپ مردوں سے بیعت لے کر فارغ ہوئے تھے اور عورتوں سے بیعت لینے کا ارادہ فرما رہے تھے۔

چنانچہ حضرت عبادہ ابن صامتؓ سے روایت ہے کہ ہم سے آنحضرت ﷺ نے عورتوں کی بیعت لی۔ یعنی اس طرح بیعت لی جس طرح عورتوں سے بیعت لی تھی اور جو فتح مکہ کے دن لی گئی تھی، وہ بیعت یہ تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں، چوری نہ کریں، زنا نہ کریں، اپنی اولادوں کو قتل نہ کریں کیونکہ اولاد کو قتل کرنا اس زمانے میں عرب کا دستور تھا۔ یہ قتل لڑکیوں کا ہوتا تھا وہ ان کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ ایک قول ہے کہ غربت کے ڈر سے لڑکوں کو بھی قتل کر دیتے تھے۔

کتاب نہر میں ہے کہ عام عرب کے لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن نہیں کرتے تھے بلکہ یہ ظالمانہ دستور بنی ربیعہ اور بنی مضر کے بعض خاندانوں میں تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ غربت اور عار کی وجہ سے بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور بعض لوگ اس ڈر سے یہ حرکت کرتے تھے کہ کہیں کسی لڑائی میں ہماری بیٹیاں دشمن

Presented by Ziaraat.Com

کے ہاتھوں گرفتار ہو کر ان کی باندیاں نہ بن جائیں۔

غرض اس کے بعد حضرت عبادہؓ کی روایت کا بقیہ حصہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہم سے اس پر بیعت لی کہ ہم کسی پر بہتان نہیں لگائیں گے یعنی ایسا جھوٹا بہتان جو سننے والے کو ششدر اور حیران کر دے اور کھلی آنکھوں بہتان پر یقین کرنے پر مجبور ہو جائے۔

اور کسی بھلائی میں ہم پیغمبر کی نافرمانی نہیں کریں گے یعنی ہر وہ بات جس کی بھلائی پیغمبر کے حکم یا منع کرنے سے ظاہر ہوئی ہو۔

بیعت یا عہد کی نوعیت...... علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبادہ ابن صامتؓ کی اس حدیث میں یہ بیعت جس انداز اور تفصیل سے ذکر کی گئی ہے یہ اس طرح عقبہ والے واقعہ کی رات میں پیش نہیں آئی تھی بلکہ بیعت عقبہ کی جو تفصیل ہے وہ ابن اسحاق وغیرہ نے اہل مغازی سے روایت کی ہے جو یہ ہے کہ اس وقت انصاریوں میں سے جو لوگ موجود تھے ان سے آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا،

"میں تم سے یہ بیعت یعنی عہد نامہ لیتا ہوں کہ تم اسی طرح میری حفاظت کرو گے جس طرح تم اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔"

چنانچہ انہوں نے اسی بات پر آنحضرت ﷺ کو بیعت دی نیز اس پر بھی کہ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ ان لوگوں کے پاس یعنی مدینہ میں تشریف لے جائیں گے۔ اس کے بعد حدیث کا باقی ہے۔ پھر ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ وہ بیعت جو عبادہ ابن صامتؓ کی حدیث میں بیان کی گئی ہے سورہ نساء کی اس آیت کے نازل ہونے اور فتح مکہ کے بعد ہوئی ہے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: مگر عبادہ ابن صامتؓ کی حدیث میں یہ لفظ کہیں نہیں ہے کہ یہ بیعت جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے بیعت عقبہ ہے کیونکہ روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ ہم نے بیعت عقبہ کے وقت یہ بیعت کی۔ اگرچہ روایت کی تفصیل سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان انصاریوں کے سامنے سورہ نساء کی آیت تلاوت فرمائی، ان کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عبادہ کی حدیث کے الفاظ ان کے لئے اس بات کی دلیل ہیں۔ چنانچہ اس حدیث کی بنیاد پر گذشتہ سطروں میں جو نتیجہ نکالا گیا ہے وہ مناسب نہیں رہتا بلکہ اس سے اور یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عبادہؓ کی حدیث والی بیعت فتح مکہ کے بعد کی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کا بھی قول ہے واللہ اعلم۔

بیعت کے جو الفاظ پیچھے بیان ہوئے ہیں ان میں بعض علماء نے یہ اضافہ بھی بیان کیا ہے کہ (آپ ﷺ نے ہم سے اس بات کی بھی بیعت لی کہ) ہم تنگی اور فراخی اور خوشی و غم میں آپ کے فرمانبردار اور تابع رہیں گے اور یہ کہ ہم کبھی حکومت کے لئے نہیں لڑیں گے اور سچ بات کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کا خوف دل میں نہیں لائیں گے۔

جزا و سزا کا ذکر...... اس بیعت کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"جو آسانی اور سختی دونوں حالتوں میں اس عہد کا پابند رہے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہو گا اور جو اس عہد کے کسی جز کی بھی خلاف ورزی کرے گا اس کو دنیا میں ہی اس کی پاداش بھگتنی پڑے گی۔ یعنی وہ پاداش اس غلطی کو دھو دے گی اور یا اس کا کفارہ ہو جائے گی۔"

Presented by Ziaraat.Com

مگر سزا کے نتیجہ میں گناہ کے دھل جانے یا سزا کے کفارہ بن جانے کے متعلق حضرت ابوہریرہؓ کی ایک حدیث سے اشکال ہوتا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ شرعی سزائیں گنہگار کے گناہ کا کفارہ بنتی ہیں یا نہیں (جبکہ گذشتہ حدیث میں سزا کو کفارہ فرمایا گیا ہے)۔

اوھر جیسا کہ آگے بیان آئے گا حضرت ابوہریرہؓ بیعت عقبہ کے سات سال بعد مسلمان ہوئے ہیں وہ غزوۂ خیبر کے سال یعنی ۷ھ میں مسلمان ہوئے۔

اس اشکال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ بیعت جس کا حضرت عبادہؓ نے ذکر کیا ہے، بیعت عقبہ نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور بیعت ہے جو فتح مکہ کے بعد پیش آئی ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا۔ لہذا اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ابوہریرہؓ والی حدیث میں آنحضرت ﷺ کا اس سے بے خبری ظاہر فرمانا شاید اس لئے تھا کہ اس وقت تک آپ ﷺ کو حق تعالیٰ نے یہ بتلایا نہیں تھا جبکہ اس کے بعد آپ ﷺ کو بتلایا گیا کہ شرعی سزائیں گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں (اور گویا گناہ گار کا گناہ شرعی سزا پانے کے بعد دنیا ہی میں دھل جاتا ہے اور اس طرح وہ آخرت کے عذاب سے بچ جاتا ہے)۔

غرض (اسی حضرت عبادہؓ والی حدیث میں ہے کہ) پھر آنحضرت ﷺ نے اس بیعت اور عہد کے سلسلے میں آگے فرمایا،

"اور جس شخص نے اس عہد کے کسی بھی جز کی خلاف ورزی کی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ کی پردہ پوشی فرمادی (یعنی اس کو ظاہر نہیں ہونے دیا) تو اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے ہاتھ ہے وہ چاہے تو اس کو سزا دے گا اور چاہے معاف فرمادے گا۔"

جہاں تک شرعی سزاؤں کے گناہ کا کفارہ ہونے کا تعلق ہے تو اس میں شرک اور کفر کا گناہ شامل نہیں ہے بلکہ اس کے سوا دوسرے گناہوں کے ساتھ یہ رعایت خاص ہے۔ لہذا اگر کوئی مسلمان مرتد یعنی کافر ہو جائے اور اسلامی حکومت اس کو شریعت کے حکم کے مطابق قتل کر دے (کیونکہ مرتد کی شرعی سزا قتل ہے) تو اس سزا اور قتل ہو جانے سے اس کا شرک و کفر کا گناہ دھل نہیں جائے گا کیونکہ حق تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو معاف نہیں فرماتا۔

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں (کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے بیعت لیتے وقت اس طرح فرمایا)

"اگر تم اس عہد پر راضی اور خوش ہو تو تمہارے لئے جنت ہے اور اگر تم نے ذرا بھی اس سے منہ موڑا (یعنی زنا، چوری یا قتل کیا یا بہتان باندھا) تو دنیا میں ہی تمہیں شرعی سزا دی جائے گی جو تمہارے گناہ کا کفارہ یعنی بدلہ بن جائے گی اور اگر تم نے اپنے اس گناہ کو چھپالیا تو تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے وہ چاہے تمہیں سزا دے اور چاہے معاف فرمادے۔"

اس حدیث سے بعض علماء کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ جو شخص گناہ کرنے کے بعد بغیر توبہ کے مر گیا اس کو یقیناً اللہ تعالیٰ کے یہاں عذاب دیا جائے گا۔ اسی طرح اس قول کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

مبلغین و معلمین کی روانگی...... غرض اس بیعت کے بعد جب یہ لوگ واپس اپنے وطن گئے تو ان کے ساتھ

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت ﷺ نے ابن اُمّ مکتوم کو بھیجا۔ اُمّ مکتوم کا نام عاتکہ تھا اور ان کے بیٹے یعنی ابن اُمّ مکتوم کا نام عمرو تھا۔ ایک قول ہے کہ ان کا نام عبداللہ تھا۔ یہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد کے ماموں زاد بھائی تھے۔

حضرت ابن مکتوم کی فضیلت میں علامہ شمنی نے لکھا ہے کہ تیرہ غزوات ایسے ہیں کہ ان کے لئے آنحضرت ﷺ جب بھی مدینہ سے تشریف لے گئے تو ہر دفعہ ابن ام مکتوم کو ہی مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر گئے اور یہی آپ کی عدم موجودگی میں مسلمانوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ مگر ان سے کوئی حدیث روایت نہیں ہے۔

اسلام کے پہلے قاری مصعب ابن عمیر...... اسی طرح ان کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے مصعب ابن عمیر کو بھی ان انصاری مسلمانوں کے ساتھ بھیجا تاکہ وہاں جو لوگ مسلمان ہوں ان کو یہ دونوں اسلامی معلم قرآن پاک سکھاتے اور یاد کراتے رہیں، ان کو دین کی تعلیم دیتے رہیں اور مذہب سے واقف بنائیں۔ اسی طرح جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے ان کو اسلام کی تبلیغ کریں اور اللہ کے راستے کی طرف بلائیں۔

اکثر روایتوں میں یہ مضمون ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ والوں کے ساتھ ان دونوں صحابیوں کو بھیجا تھا، چنانچہ حضرت براء ابن عازبؓ سے جو خود انصاری ہیں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں سے سب سے پہلے جو لوگ ہمارے یہاں مدینہ میں آئے وہ مصعب ابن عمیر اور ابن ام مکتوم تھے۔ یہ دونوں لوگوں کو قرآن پاک پڑھاتے تھے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ جب مدینہ کے مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کو لکھا تب آپ ﷺ نے حضرت مصعبؓ کو ان کے پاس بھیجا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ پھر مدینہ کے مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس معاذ ابن عفراء اور رافع ابن مالک کو روانہ کیا اور آپ ﷺ سے کہلایا کہ اپنے صحابہ میں کسی کو ہمارے پاس بھیج دیجئے تاکہ وہ ہمیں دین کی تعلیم دے اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے یعنی تبلیغ کرے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب مدینہ والوں نے آنحضرت ﷺ کو اس سلسلے میں لکھا تو آپ ﷺ نے حضرت مصعبؓ کو بھیجا ان کو قاری کہا جاتا تھا۔ مسلمانوں میں یہ پہلے آدمی ہیں جن کو قاری کہا گیا۔ اب ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصعبؓ کو مدینہ والوں کے ساتھ ساتھ نہیں بھیجا گیا تھا بلکہ بعد میں ان کے بلانے اور درخواست کرنے پر بھیجا گیا تھا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: ان باتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا کیونکہ شاید مدینہ والوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس سے رخصت ہونے کے بعد اور مکہ سے مدینہ کو روانہ ہونے سے پہلے اس بارے میں لکھا تھا (جس پر آپ ﷺ نے حضرت مصعبؓ کو بھیجا) ادھر یہ کہ ان بعد والی روایتوں میں صرف حضرت مصعب کا ذکر ہے ابن اُمّ مکتومؓ کا ذکر نہیں ہے۔ مگر ظاہر ہے اس کا مطلب یہ نہیں نکلتا کہ گذشتہ روایت جس میں دونوں کا ذکر ہے وہ غلط ہے۔

مگر ایک روایت اور ہے جس سے ابن اُمّ مکتومؓ کے جانے کی روایت مشکل ہو جاتی ہے۔ ابن اسحاق سے روایت ہے کہ مدینہ والوں کے جانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت مصعب ابن عمیر کو مدینہ بھیجا تھا۔ اس بارے میں مدینہ والوں نے آپ ﷺ کے پاس قاصد بھیجا تھا کہ ہم میں تیزی سے اسلام پھیل رہا ہے لہذا آپ ﷺ اپنے صحابہ میں سے کسی کو ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ جو ہمیں قرآن پڑھائے، دین سکھلائے، شریعت و سنت کی تعلیم دے اور نمازوں میں امامت کر سکے۔ اس پر آپ ﷺ نے حضرت مصعب ابن عمیرؓ کو بعد میں

Presented by Ziaraat.Com

بھیجا۔

او دھر ایک اور روایت ہے جس سے پہلی بات کمزور ہو جاتی ہے وہ روایت واقدی نے بیان کی ہے کہ ابن اُم مکتومؓ غزوۂ بدر کے تھوڑے عرصہ بعد مدینہ میں پہنچے ہیں (گویا اس وقت وہ مدینہ گئے ہی نہیں) ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ ابن اُم مکتومؓ غزوۂ بدر کے دو سال بعد ہجرت کر کے مدینہ پہنچے ہیں۔

اس اختلاف کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ (گذشتہ روایت کی روشنی میں دونوں کا مدینہ جانا ثابت ہے) اس لئے شاید ایسا ہوا ہے کہ یہ دونوں حضرات بیعت عقبہ کے وقت مدینہ والوں کے ساتھ ہی مدینہ گئے اور پھر واپس مکہ آ گئے تھے۔ پھر انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اسی زمانے میں یہ لکھا کہ ہمارے یہاں اسلام پھیلتا جا رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس وقت یہ انصاری مسلمان مدینہ پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ اس خط کے نتیجہ میں حضرت مصعب ابن عمیرؓ ان کے پاس بھیجے گئے جبکہ اس دفعہ حضرت ابن اُم مکتومؓ ان کے ساتھ نہیں گئے بہر حال یہ تفصیل قابل غور ہے۔ واللہ اعلم۔

پہلے امام اور پہلا جمعہ...... غرض اس عہد کو عقبۂ اولیٰ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ معاہدہ عقبہ کے قریب ہوا تھا۔

حضرت مصعبؓ جب مدینہ پہنچے تو ابو امامہ اسعد ابن زرارہ کے مکان پر ٹھہرے یہ بھی ان ہی لوگوں میں تھے جو مکہ میں آنحضرت ﷺ سے ملے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے ہجرت فرمانے سے پہلے قباء کے مقام پر جو مدینہ کے قریب ہے، جو مہاجر مسلمان وہاں آ چکے تھے ان کو حضرت سالمؓ نماز پڑھایا کرتے تھے، جو حضرت ابو حذیفہؓ کے غلام تھے اور اوس و خزرج کے لوگوں کو حضرت مصعبؓ نماز پڑھایا کرتے تھے کیونکہ ابھی ان دونوں قبیلوں میں سے کوئی بھی اس بات کو گوارا نہیں کرتا تھا کہ دوسرا اس کا امام بنے (لہذا حضرت مصعبؓ جو نہ اوسی تھے اور نہ خزرجی بلکہ مکہ کے رہنے والے مہاجر مسلمان تھے ان کو نماز پڑھایا کرتے تھے)۔

حضرت مصعبؓ نے ہی یہاں آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اسلام کا سب سے پہلا جمعہ پڑھایا۔ اس وقت تک نماز جمعہ کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی جس میں نماز جمعہ کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ وہ آیت مدنی ہے (یعنی آنحضرت ﷺ پر مدینہ میں نازل ہوئی تھی)۔

جمعہ کب فرض ہوا...... مگر شیخ ابو حامد نے لکھا ہے کہ جمعہ کی نماز مکہ ہی میں فرض ہو گئی تھی مگر وہاں مسلمانوں کو جمعہ ادا کرنے کی طاقت نہیں تھی (اس لئے جمعہ کی پہلی نماز مدینہ میں ادا کی گئی) مگر حافظ ابن حجر نے اس قول کو غریب بتلایا ہے۔ لیکن اگر اس قول کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جمعہ کی نماز کی آیت کا حکم پہلے نازل ہو گیا اور آیت بعد میں نازل ہوئی۔

مگر ابن اسحاق کا قول یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی نماز حضرت اسعد ابن زرارہؓ نے پڑھائی تھی اور اس جماعت میں چالیس آدمی شریک تھے۔ چنانچہ حضرت کعب ابن مالکؓ سے روایت ہے کہ نقیع خضمان کے مقام پر سب سے پہلے جس نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی وہ اسعد ابن زرارہؓ ہیں، اس وقت تک آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے تشریف نہیں لائے تھے۔

نقیع کو بعض علماء نے ب سے بقیع بھی لکھا ہے مگر خطابی نے اس قول کو غلط بتلایا ہے۔ خضمان خضمہ سے ہے خضمہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو آخری داڑھ سے کھائی جاتی ہے۔ نقیع خضمان مدینہ کے نواحی بستیوں میں سے ایک بستی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

اسکے بعد حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ ہم کل ملا کر چالیس آدمی تھے۔ مگر ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ بیان کیا گیا حضرت مصعبؓ مدینہ میں حضرت ابوامامہ اسعد ابن زرارہؓ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے لہذا جمعہ قائم کرنے کے سلسلے میں حضرت اسعد نے ہی تعاون کیا ہوگا جبکہ خطبہ دینے والے اور نماز پڑھانے والے حضرت مصعبؓ رہے ہوں گے لہذا ان کی نسبت دونوں کی طرف کر دی گئی۔ ادھر آگے ایک روایت آرہی ہے کہ نماز پڑھانے والے حضرت اسعد تھے اس روایت کو تجویز پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی حضرت اسعدؓ نے چونکہ لوگوں کو نماز کے لئے جمع کیا تھا اس لئے ان کے متعلق یہ کہہ دیا گیا کہ انہوں نے نماز پڑھائی۔

غرض ان روایتوں سے اس گذشتہ قول کی بھی تائید ہوتی ہے جس میں تھا کہ اوس اور خزرج کے لوگ اس کو گوارا نہیں کرتے تھے کہ دوسرے قبیلے کا کوئی شخص نماز پڑھائے۔ ادھر یہ کہ نماز کے لئے جو مامور تھے وہ حضرت مصعبؓ ہی تھے۔ جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔

جمعہ کے دن کا نام...... علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ انصاری مسلمانوں نے جمعہ کے دن کا نام جمعہ اس لئے رکھا کہ اس دن وہ سب نماز کے لئے جمع ہونے لگے تھے جس کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکو رہبری اور ہدایت ہوئی تھی۔ ورنہ جاہلیت کے زمانے میں جمعہ کے دن کا نام عروبہ تھا جس کے معنی ہیں رحمت کا دن۔

آنحضرت ﷺ نے اس دن کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ یہ وہ دن ہے جس میں یہودیوں اور عیسائیوں پر عبادت فرض کی گئی تھی کہ اس دن وہ لوگ سب سے الگ تھلگ ہو کر یاد خدا میں مصروف رہا کریں جیسا کہ ہم مسلمانوں پر اس دن میں عبادت فرض ہوئی ہے۔ مگر یہودیوں اور عیسائیوں نے گمراہی اختیار کی جبکہ مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی۔

ہفتے میں عبادت کا خاص دن...... مطلب یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کو حق تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ اس دن وہ حق تعالیٰ کی عبادت کیا کریں اور اس کی بڑائی اور عظمت بیان کیا کریں مگر یہودیوں نے اپنی گمراہی کی وجہ سے جمعہ کے دن کو چھوڑ کر اپنی طرف سے ہفتہ کا دن متعین کر لیا کیونکہ ان کے نزدیک حق تعالیٰ نے چھ دن میں زمین و آسمان اور ان کی مخلوقات کو پیدا فرمایا اور پھر ساتویں دن یعنی سنیچر کے دن نعوذ باللہ آرام فرمایا۔ وہ لوگ یہ بات اس بناء پر کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک کا پہلا دن اتوار ہے جس میں ان کے عقیدے کے مطابق مخلوقات کو پیدا کرنا شروع کیا گیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

یہود کا دن...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ ہفتے کا پہلا دن لغت کے اعتبار سے تو اتوار کا دن ہے اور عرف یعنی ایمانیات وغیرہ میں فقہاء کے نزدیک سنیچر کا دن ہے۔ پہلی بات کی تائید لفظ سبت کی تحقیق سے ہوتی ہے کہ یہ لفظ اصل میں سبات سے ہے جس کے معنی راحت اور آرام کے ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی اس لفظ کو استعمال فرمایا ہے کہ

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (سورۂ نباء، پ ۳۰، ع ۱)

"اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا"

چنانچہ اسی وجہ سے یہودیوں نے یہ عقیدہ قائم کیا کہ چونکہ یہ راحت اور آرام کا دن ہے اس لئے اس دن کو ہی عبادت کے لئے خاص ہونا چاہئے اور یہی دن یاد خدا کے لئے زیادہ بہتر ہوگا۔

عیسائیوں کا دن...... اسی طرح عیسائیوں نے جمعہ کے بدلے میں اپنی طرف سے اتوار کا دن پسند کر لیا انہوں

Presented by Ziaraat.Com

نے اسکی بنیاد یہ رکھی کہ اس دن سے حق تعالیٰ نے مخلوقات کی پیدا کرنے کی ابتداء کی تھی للذا انہوں نے یہ سمجھا کہ اسی دن کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے خاص کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس دن کو یہ فضیلت حاصل ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں اب آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد..... پھر یہودی اور عیسائی گمراہی کی طرف چلے گئے کہ معنی یہ ہوں گے کہ انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن کو فضیلت دی ہے۔ سنیچر اور اتوار کے دن اپنے لئے پسند کر لئے۔ اسی بات کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ حق تعالیٰ نے یہودیوں کے لئے جمعہ کا دن خاص فرمایا تھا مگر انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا اور موسیٰؑ سے کہا

"اے موسیٰؑ ! ہمارے لئے سنیچر کا دن طے کرو۔"

جمعہ کے دن کے لئے مسلمانوں کی رہبری..... چنانچہ پھر سنیچر کا دن یہودیوں کا دن ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جمعہ کا دن پسند کرنے کے سلسلے میں مسلمانوں کی رہبری فرمائی۔ یہاں مسلمانوں کی رہبری اور ہدایت کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ مسلمانوں کو جمعہ کے دن کی فضیلت کا علم نہیں دیا تھا بلکہ انہوں نے خود سے اس بارے میں اجتہاد کیا اور خوش قسمتی اور اتفاق سے جمعہ کے دن پر ان کے دل ٹھک گئے۔

کتاب سفر السعادت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عادتوں میں سے ایک عادت یہ تھی کہ آپ ﷺ ہمیشہ جمعہ کے دن کی بہت زیادہ عظمت فرمایا کرتے تھے اور اس دن کو بلندیوں اور کراماتوں کے لئے مخصوص سمجھا کرتے تھے۔

جمعہ یا یوم مزید..... ایک حدیث میں آتا ہے کہ جنت میں جنتی اسی طرح ایک دوسرے کو جمعہ کی آمد کی خوش خبری دیا کریں گے جس طرح دنیا والے دنیا میں کرتے ہیں اور یہ کہ جنت میں اس مبارک دن کا نام یوم مزید ہو گا جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں جمعہ کے دن ہی حق تعالیٰ جنتیوں کو اپنی تجلی دکھلایا کریں گے اور اسی دن ان کی ہر خواہش اور تمنا پوری فرمایا کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی حق تعالیٰ جنت والوں سے فرمایا کریں گے،

"تم کو جس جس چیز کی تمنا ہے وہ تمہیں دی اور ہمارے پاس مزید یعنی اور بہت کچھ بھی ہے۔"

اسی لئے جنت والوں کو ہمیشہ جمعہ کے دن سے خاص محبت ہو گی جس میں حق تعالیٰ ان کی خیر و برکت میں اضافہ فرمایا کریں گے۔

دنوں کا سردار..... ایک مرفوع حدیث میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار اور سب سے زیادہ فضیلت والا دن ہے لہذا دنوں میں جمعہ کا دن ایسا ہی ہے جیسے مہینوں میں رمضان کا مہینہ ہے۔ نیز اس دن میں دعا قبول ہونے کی ایک گھڑی ایسی ہی آتی ہے جیسی رمضان میں شب قدر میں ایک گھڑی آتی ہے۔

بخاری شریف میں اس بارے میں یہ ہے کہ اسی جمعہ کے دن یہودیوں اور عیسائیوں پر مذہبی احکام نازل ہوئے مگر ان میں اس دن کے بارے میں اختلاف ہوا تو حق تعالیٰ نے اس دن کو اپنے لئے اختیار کرنے کی طرف ہماری ہدایت فرمائی للذا اب یہودی ہم سے ایک دن بعد یعنی پیچھے ہیں کیونکہ ان کا سنیچر ہمارے جمعہ کے ایک دن بعد آتا ہے اور عیسائی ہم سے دو دن بعد یعنی پیچھے ہیں کیونکہ ان کا اتوار ہمارے جمعہ کے دو دن بعد آتا ہے۔

یہاں جمعہ کے دن کے بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں میں جس اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب

Presented by Ziaraat.Com

یہ ہے کہ وہ لوگ اس دن کو متعین نہیں کر سکے کہ جمعہ کا دن کون سا ہے، کسی نے سنیچر کے دن کو جمعہ سمجھا اور کسی نے اتوار کے دن کو جمعہ کا دن تصور کیا۔ چنانچہ بعض علماء کے اقوال سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہودیوں نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ ہفتے میں ایک دن اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرنی اور اس کی بندگی کرنی چاہئے۔ لہذا انہوں نے اپنی طرف سے سنیچر کا دن متعین کر لیا اور اسی دن کو انہوں نے اپنی شریعت کا مبارک دن بنالیا۔

اسی طرح عیسائیوں کو بھی حضرت عیسیٰؑ نے حکم دیا کہ ہفتے میں ایک دن عبادت کے لئے متعین کر دو تو انہوں نے اپنی سمجھ سے اتوار کا دن اپنی عبادت کا دن بنالیا اور اس کو اپنی شریعت کا مبارک ترین دن سمجھا۔ مگر یہ تفصیل گزشتہ کے خلاف ہے اس لئے قابل غور ہے۔

تخلیق کائنات اور ہفتے کے دن...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ ہفتے کا پہلا دن سنیچر ہے کیونکہ یہی وہ دن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں آتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے سنیچر کے دن تربت یعنی مٹی کو پیدا فرمایا، پھر اتوار کے دن پہاڑوں کو پیدا فرمایا، پھر درختوں کو پیر کے دن تخلیق فرمایا، پھر تمام برائیوں کو منگل کے دن پیدا فرمایا، پھر بدھ کے دن نور کو پیدا فرمایا۔"

مسلم میں یہ روایت اسی طرح ہے۔ لیکن اس روایت کے بعد ہفتے کے دن کے نام پر اشکال ہوتا ہے کہ جب تمام دونوں کے نام عدد یعنی ایک دو تین کے حساب سے ہیں تو سنیچر کا نام سبت کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں نام یہودیوں نے رکھا ہے اس کے بعد دوسروں نے بھی ان کی پیروی میں یہی نام استعمال کیا۔

علامہ سہیلی نے یہ لکھا ہے کہ ہفتے کے دنوں کے یہ نام خدائی نام نہیں ہیں بلکہ لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں، عدد کے حساب سے یہ جو نام ہیں اگر حق تعالیٰ نے ان کو اسی طرح قرآن پاک میں استعمال کیا ہوتا تو ہم کہتے کہ یہ سب سچے نام ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے سوائے جمعہ اور سبت کے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کوئی بھی نام استعمال نہیں فرمایا اور یہی دونوں نام وہ ہیں جو عدد یعنی گنتی کے لفظوں سے نہیں بنے ہیں۔ یہاں تک علامہ سہیلی کا کلام ہے۔

(یہاں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ عربی میں ہفتے کے دنوں کے نام گنتی کے لفظوں سے بنے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے، یوم السبت، یوم الاحد، یوم الاثنین، یوم الثلاثاء، یوم الاربعاء، یوم الخمیس اور یوم الجمعہ اس کو اردو میں اس طرح کہیں گے یوم سبت یعنی سنیچر کا دن، پہلا دن یعنی اتوار کا دن، دوسرا دن یعنی پیر کا دن تیسرا دن یعنی منگل کا دن، چوتھا دن یعنی بدھ کا دن، پانچواں دن یعنی جمعرات کا دن اور جمعہ کا دن۔ اس طرح ہفتے کے سات دنوں میں سے پانچ دن گنتی کے لفظوں سے بنے ہیں اور دو دنوں کے نام مستقل ہیں جو گنتی سے نہیں بنے ہیں)۔

دنوں کی تخلیق و ترتیب...... مگر علامہ سہیلی کا جو قول پچھلی سطروں میں بیان ہوا ہے اس کے جواب میں ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جس میں ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک دن کو پیدا فرمایا اور اس کا نام یوم احد یعنی اتوار کا دن رکھا، پھر دوسرا دن پیدا فرمایا اور اس کا نام یوم الاثنین رکھا، پھر تیسرا دن پیدا فرمایا اور اس کا نام یوم الثلاثاء رکھا، پھر چوتھا دن پیدا فرمایا اور اس کا نام یوم الاربعاء رکھا اور پھر پانچواں دن پیدا فرمایا اور اسکا نام یوم الخمیس رکھا۔

علامہ ابن حجر ہیثمی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ نام یعنی خمیس قدیم عربی زبان میں ثابت نہیں ہے بلکہ عرب اس جمعرات کے دن کو خامس کہتے تھے کہ چوتھے آنے والے دن کے بعد والا پانچواں دن۔ یہاں تک علامہ ہیثمی کا حوالہ ہے۔ غرض ہفتے کا پہلا دن سبت یعنی سنیچر ہی ہوتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس بارے میں علامہ سہیلی نے یہ لکھا ہے کہ ہفتے کے دنوں کے یہ نام یعنی یوم احد اور اثنین وغیرہ آنحضرت ﷺ نے نہیں رکھے۔ آپ ﷺ نے یہ نام اس لئے استعمال فرمائے کہ آپ کی قوم میں یہی نام رائج تھے، آپ ﷺ نے ان کو رواج نہیں دیا۔ اب جہاں تک آپ کی قوم کا تعلق ہے تو انہوں نے غالباً اہل کتاب کے یہاں دنوں کے جو نام چلتے تھے ان کے معنی لے کر عربی میں ان کا ترجمہ کر دیا کیونکہ اہل کتاب قومیں یعنی یہودی اور عیسائی عربوں کی پڑوسی قومیں تھیں (لہٰذا ان کے تہذیب و تمدن کا عربوں پر اثر پڑنا تعجب کی بات نہیں ہے) چنانچہ عربوں نے ان ناموں کا عربی میں ترجمہ کر کے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک علامہ سہیلی کا حوالہ ہے جو قابل غور ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور ہفتے کے دن...... علامہ ہمدانی کی کتاب سبعیات میں ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰؑ کو ہفتے کے دن سے عزت دی، عیسیٰ علیہ السلام کو اتوار کے دن سے عزت دی، داؤد علیہ السلام کو پیر کے دن سے عزت دی، سلیمان علیہ السلام کو منگل کے دن سے، یعقوبؑ کو بدھ کے دن سے، آدم علیہ السلام کو جمعرات کے دن سے اور رسول اللہ ﷺ کو جمعہ کے دن سے اعزاز عطا فرمایا۔

دنوں کی خصوصیات...... اس تفصیل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں نے سنیچر کا دن اور عیسائیوں نے اتوار کا دن خود اپنی طرف سے اپنے لئے منتخب نہیں کر لیا تھا (بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے یہ دن تجویز کیا گیا تھا) اب ان روایتوں کا اختلاف قابل غور ہو جاتا ہے۔

سنیچر کا دن:...... ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے کسی نے یوم سبت یعنی سنیچر کے دن کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا،

"یہ مکر و فریب کا دن ہے۔"

یعنی اس دن آپ ﷺ کے ساتھ مکر و فریب پیش آیا تھا۔ کیونکہ وہ ہفتے کا ہی دن تھا جس میں قریش کے لوگ آنحضرت ﷺ کے خلاف سازشیں تیار کرنے کے لئے دارالندوہ یعنی اپنی مشورہ گاہ میں جمع ہوئے تھے۔

اتوار کا دن...... اسی طرح آپ ﷺ سے اتوار کے دن کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا،

یہ دن تعمیر اور نشوونما کا دن ہے، کیونکہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرمایا تھا۔ ایک روایت میں اس کے بجائے یہ لفظ ہیں کہ۔ اس لئے کہ اسی دن جنت کی بنیاد ڈالی گئی اور اس کو بنایا گیا۔

پیر کا دن...... اسی طرح ایک دفعہ آپ ﷺ سے پیر کے دن کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

یہ سفر اور تجارت کا دن ہے کیونکہ حضرت شعیبؑ اسی دن اپنے تجارتی سفر پر روانہ ہوئے تھے اور اس میں ان کو نفع حاصل ہوا تھا۔"

منگل کا دن...... اسی طرح آپ ﷺ سے منگل کے دن کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا،

"یہ خون کا دن ہے کیونکہ اسی دن (پہلی مرتبہ) حضرت حواء کو حیض کا خون آیا تھا اور اسی دن آدم علیہ السلام کے بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا۔"

علامہ ہمدانی نے اپنی کتاب سبعیات میں ہی اس سلسلے میں مزید تفصیل لکھی ہے کہ اسی منگل کے دن میں سات مشہور قتل ہوئے ہیں، حضرت جرجیس، حضرت ذکریا، حضرت یحییٰ علیہم السلام، فرعون کے جادوگر فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم، بنی اسرائیل کی گائے اور آدم علیہ السلام کا بیٹا ہابیل اسی دن قتل ہوئے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

سبعیات میں ان ساتوں قتل کے قصے بھی لکھے ہیں چنانچہ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے منگل کے دن حجامت بنوانے سے بہت سختی کے ساتھ روکا ہے اور فرمایا ہے کہ اس دن میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں خون خشک نہیں ہوتا اسی دن میں ابلیس (پہلی بار) زمین پر اترا تھا، اسی دن میں جہنم کو پیدا کیا گیا ہے۔ اسی دن میں ملک الموت یعنی موت کے فرشتہ کو انسانوں کی روحوں پر مسلط کیا گیا، اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالا گیا تھا۔ مگر بعض روایتوں میں یوں ہے کہ ایوب علیہ السلام کو جس دن آزمائش میں ڈالا گیا تھا وہ بدھ کا دن تھا۔

بدھ کا دن...... غرض اسی طرح آنحضرت ﷺ سے بدھ کے دن کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، "یہ منحوس دن ہے کیونکہ اسی دن فرعون اور اس کی قوم کو غرقاب کیا گیا، اسی دن قوم عاد، قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا گیا۔"

چنانچہ اسی لئے جاہلیت کے زمانے میں اس دن کو دبار کہا جاتا تھا جس کے معنی ہلاکت کے ہیں۔ مگر ایک حدیث ہے جو حضرت ابن عباسؓ پر موقوف ہے اس میں ایک دوسری ہی بات ہے اور وہ یہ کہ مہینے کا آخری بدھ کا دن پورا کا پورا منحوس ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ بدھ کا دن لین دین میں سے کسی چیز کا دن نہیں ہوتا۔

علامہ زمخشریؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنے بھائی سے اپنے ساتھ سفر میں چلنے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ آج بدھ کا دن ہے۔ اس پر اس شخص نے جواب میں کہا،

"آج کے دن یونس علیہ السلام بھی تو پیدا ہوئے تھے"

اس نے جواب دیا،

"مگر وہ بھی اس دن کے اثر سے نہیں بچ سکے تھے، یعنی ان کو مچھلی نے نگل لیا تھا"

اس پر اس شخص نے کہا کہ یوسف علیہ السلام بھی اسی دن پیدا ہوئے تھے۔ اس نے جواب دیا،

"پھر ان کے ساتھ ان کے بھائیوں کا سلوک بھی دیکھو۔ کتنی مدت تک وہ قید و بند اور بے کسی میں گرفتار رہے۔ یہ سن کر پھر اس شخص نے کہا کہ چلو یہ نہ سہی مگر اسی دن غزوہ احزاب میں آنحضرت ﷺ کو فتح و نصرت حاصل ہوئی تھی۔ اس نے کہا،

"بے شک مگر اس وقت جبکہ آنکھیں پتھرانے لگی تھیں اور دل خاک ہونے لگے تھے۔"

حدیث کی خلاف ورزی کا انجام...... صحابہ سے بعض روایتیں ہیں جن میں بدھ کے دن ناخن تراشنے سے روکا گیا ہے کہ اس دن اس سے کوڑھ کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں کتاب مدخل کے مصنف ابن الحاج سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ ناخن تراشنے کا ارادہ کیا یہ بدھ کا دن تھا۔ انہیں یاد آیا کہ ایک حدیث میں اس سے روکا گیا ہے مگر پھر انہوں نے سوچا کہ ناخن تراشنا ایک جاری سنت ہے، اور یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہیں ثابت ہوتی تھی لہذا انہوں نے ناخن تراش لئے نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو کوڑھ کا موذی مرض پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا،

"کیا تم نے اس بارے میں میری ممانعت کا حکم نہیں سنا تھا؟"

انہوں نے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! وہ روایت میرے نزدیک صحیح نہیں تھی۔"

Presented by Ziaraat.Com

آپ ﷺ نے فرمایا،

"تمہارے لئے اس کا سن لینا ہی کافی ہونا چاہئے تھا۔"

اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کے بدن پر اپنا دست مبارک پھیرا جس سے کوڑھ کا تمام اثر جاتا رہا۔

ابن حاج کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے لازمی توبہ کی کہ آئندہ میں رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بھی سنوں گا اس کی کبھی مخالفت نہیں کروں گا۔

ایک حدیث ہے جس کو امام ابن ماجہ نے ابن عمرؓ سے مرفوع طور پر پیش کیا ہے نیز اسی حدیث کو دو دوسری سندوں سے حاکم نے بھی پیش کیا ہے کہ کوڑھ اور برص کا مرض ہمیشہ بدھ کے دن ہی ظاہر ہوتا ہے۔ بعض علماء نے بدھ کے دن بیمار پرسی کو جانا بھی پسند نہیں کیا ہے۔

بدھ کا دن اور قبولیت دعا کا وقت...... مگر کتاب منہاج حلیمی اور علامہ بیہقی کی شعب الایمان میں یہ ہے کہ بدھ کے دن زوال کے بعد اور عصر سے پہلے پہلے کا وقت دعا کی قبولیت کا ہے کیونکہ اسی دن آنحضرت ﷺ نے کفار کے لشکر احزاب کے خلاف اس وقت میں جو دعا فرمائی تھی وہ قبول ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت جابرؓ اپنے اہم کاموں کے شروع میں دعا کرنے کے لئے اس گھڑی کو تلاش کیا کرتے تھے۔ نیز ایک قول ہے کہ بدھ کے دن جو کام بھی شروع کیا جاتا ہے وہ بخیر و خوبی انجام پذیر ہوتا ہے لہذا تعلیم وغیرہ جیسے کام بدھ کے دن ہی شروع کئے جانے مناسب ہیں۔

جمعرات کا دن...... غرض اسی طرح آنحضرت ﷺ سے جمعرات کے دن کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا،

"یہ مرادیں بر آنے کا دن ہے اس لئے کہ اسی دن حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے ملاقات کی تھی۔ اس نے ان کی مراد پوری کی اور حضرت ہاجرہ کو ان کے سپرد کیا تھا۔"

چنانچہ اسی بناء پر بعض روایتوں میں یہ لفظ بھی ہیں کہ یہ جمعرات کا دن مرادیں پوری ہونے اور بادشاہوں سے ملنے کا دن ہے۔

جمعہ کا دن...... اسی طرح آنحضرت ﷺ سے جمعہ کے دن کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا،

"یہ نکاح اور شادی بیاہ کا دن ہے کیونکہ اسی دن آدم علیہ السلام کا نکاح حضرت حواء سے ہوا تھا۔ یوسف علیہ السلام کا نکاح زلیخا سے ہوا تھا، موسیٰ علیہ السلام کا نکاح شعیب کی بیٹی سے ہوا تھا اور سلیمان علیہ السلام کا نکاح بلقیس سے ہوا تھا۔"

(ی) نیز اسی دن آنحضرت ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے اور حضرت عائشہؓ سے ہوا تھا۔

یوم جمعہ کیلئے آنحضرت ﷺ کی طرف سے تخصیص...... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ہجرت سے پہلے ہمیں جمعہ کی نماز قائم کرنے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ یعنی جمعہ کی نماز کا آغاز انہوں نے اپنے اجتہاد سے نہیں کر دیا تھا بلکہ آنحضرت ﷺ کے حکم پر ایسا کیا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت مصعب ابن عمیرؓ کو اپنے گرامی نامہ میں لکھا،

"اما بعد! اس دن کا خیال کرو جس کے بعد والے دن میں یہودی اپنے یوم عبادت کی وجہ سے زبور کی تلاوت کرتے ہیں، یعنی وہ دن سنیچر سے پہلے کا دن ہے۔ اس دن تم اپنی عورتوں اور بچوں کو جمع کرو اور جب دن

اپنے نصف سے گزر جائے تو تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کے حضور دو رکعتوں کی نیاز پیش کرو۔"

چنانچہ حضرت مصعبؓ زوال کے بعد اسی طرح جماعت کرتے رہے یعنی جمعہ کی نماز پڑھتے رہے یعنی ان کا یہی دستور رہا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ مدینے تشریف لے آئے۔

اس بارے میں ایک تحقیقی بحث......اب اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دن مسلمانوں کے لئے خود آنحضرت ﷺ نے متعین فرمایا تھا۔ مگر یہ بات آنحضرت ﷺ کے اس گزشتہ قول کے خلاف ہے جس میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس دن کی طرف تمہیں ہدایت فرمادی۔ کیونکہ بظاہر اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اس دن کی طرف مسلمانوں کو جو ہدایت ہوئی وہ ان کے اپنے اجتہاد کے نتیجہ میں ہوئی۔

اسی کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس کی سند صحیح ہے کہ ایک دفعہ انصاری مسلمانوں نے کہا کہ یہودیوں کا بھی ایک خاص عبادت کا دن ہے جس میں وہ ہر ہفتے جمع ہوتے ہیں اور ایسے ہی نصرانیوں کا بھی ایک خاص دن ہے اس لئے آؤ ہم بھی اپنا ایک دن خاص کر لیں جس میں ہم جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کریں، نمازیں پڑھا کریں اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں۔

اس کے بعد انہوں نے عروبہ یعنی جمعہ کا دن اپنے لئے خاص کر لیا۔ کیونکہ یہ وہ دن ہے جس میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تھی جو اس نوع انسانی کی اصل اور ابتداء ہیں اور اسی دن مخلوقات کی فنا اور انتہا بھی رکھی گئی ہے کیونکہ قیامت اسی دن میں قائم ہوگی۔ لہذا اسی دن ابتدا بھی ہے اور اسی دن انتہا بھی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ظاہر ہے، مسلمانوں نے جمعہ کا دن اپنے اجتہاد سے اپنے لئے خاص کیا تھا (آنحضرت ﷺ کے متعین فرمانے پر نہیں)۔

ہاں اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ غالباً جمعہ کا دن منتخب کرنے کے سلسلے میں ابتداء میں یہ فیصلہ مسلمانوں نے خود کیا تھا اس کے بعد انہوں نے اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اجازت دیدی یعنی مسلمانوں نے جو کچھ خود اپنے اجتہاد سے پسند کیا تھا اسی کے مطابق وحی آگئی (یعنی مسلمانوں کا انتخاب اللہ تعالیٰ کی عین مرضی کے مطابق تھا چنانچہ وحی کے ذریعہ اس کی تصدیق ہوگئی)۔

اب اس بارے میں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسلمانوں کے معلوم کرنے پر اور وحی کے آنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت مصعبؓ کو جمعہ کے متعلق لکھا ہوتا تو اس کے الفاظ یہ نہ ہوتے کہ اس دن کا خیال کرو بلکہ آپ ﷺ کے الفاظ یہ ہوتے کہ اس دن یہ کرو۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے جب آنحضرت ﷺ سے ہفتے میں اپنے لئے ایک دن خاص کرنے کے بارے میں پوچھا تھا تو اس میں جمعہ کا دن متعین کر کے نہیں لکھا تھا (یعنی اگرچہ اپنے طور پر وہ جمعہ کے دن پر متفق ہوئے تھے مگر آنحضرت ﷺ کو انہوں نے اپنے انتخاب سے مطلع نہیں کیا تھا بلکہ صرف کوئی ایک دن خاص کئے جانے کے لئے لکھا تھا اس پر آنحضرت ﷺ نے جمعہ کے دن کو ان کے لئے متعین فرمایا جو خود ان کے انتخاب کے مطابق تھا)۔

اس بارے میں شیخ ابو حامد کا ایک قول یہ گزر چکا ہے کہ جمعہ کی نماز کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ نے مدینے کے مسلمانوں کو اسی وقت ہی حکم فرمایا تھا جبکہ آپ ﷺ خود مکہ میں تھے اور آپ ﷺ مکہ میں جمعہ اس لئے

Presented by Ziaraat.Com

نہیں پڑھتے تھے کہ وہاں مسلمانوں کے پاس اتنی طاقت اور آزادی نہیں تھی۔ اس قول کے متعلق علامہ ابن حجر کا یہ تبصرہ بھی گزر چکا ہے کہ یہ ایک غریب قول ہے چنانچہ ابن حجرؒ کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ نے جمعہ کی نماز کا حکم مکہ میں رہتے ہوئے دیا تھا اور خود اس لئے جمعہ ادا نہیں کر سکے تھے کہ مکہ میں مسلمان کمزور تھے تو آپ ﷺ حضرت مصعبؓ کو اسی وقت جمعہ کا حکم فرما دیتے جبکہ آپ ﷺ نے ان کو مدینہ بھیجا تھا حالانکہ اس قول کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت مصعبؓ کے مدینہ جانے کے بعد ان کو جمعہ کا حکم فرمایا۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ جب حضرت مصعبؓ کو آپ ﷺ مدینہ بھیج رہے تھے اس وقت تک جمعہ کی نماز کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا بلکہ ان کے مدینہ چلے جانے کے بعد حکم آیا۔

یا اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ جمعہ کا حکم اس وقت نازل ہو چکا تھا تو بھی آپ ﷺ نے اس کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لئے پہلی شرط نمازیوں کی تعداد ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے چالیس آدمیوں کی شرط ہے جبکہ حضرت مصعبؓ کو مدینہ بھیجے جانے کے وقت مدینہ میں چالیس تک مسلمانوں کی تعداد نہیں پہنچی تھی (مگر یہ دوسرا جواب شوافع کے لئے تو ٹھیک ہو سکتا ہے جن کے یہاں جمعہ کی نماز کے لئے چالیس آدمیوں کی موجودگی ضروری ہے، احناف کے لئے نہیں۔ پہلا جواب ہی احناف کے لئے صحیح ہے)۔

چنانچہ اس کے بعد جیسے ہی آنحضرت ﷺ کو اس بات کا علم ہوا کہ مسلمانوں کی یہ مذکورہ تعداد پوری ہو گئی ہے، آپ ﷺ نے فوراً ہی حضرت مصعبؓ کو جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لئے حکم نامہ ارسال فرمایا، جس میں آپ ﷺ نے وہی الفاظ استعمال فرمائے کہ اس دن کا خیال کرو وغیرہ۔

اور یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ ان سب روایتوں کی تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن میں مسلمانوں کو جس بات کی طرف ہدایت فرمائی تھی وہ عبادت کرنا اور جمعہ کی نماز ادا کرنا تھا، اس دن کا نام جمعہ رکھنا نہیں تھا (یعنی یہ ہدایت و رہنمائی نماز ادا کرنے کے متعلق تھی منجانب اللہ یہ ہدایت مراد نہیں کہ اس دن کا نام جمعہ رکھا جائے) جیسا کہ اس بارے میں علامہ سہیلی کا قول گزرا ہے کہ جہاں تک مسلمانوں کے اس دن کا نام جمعہ رکھنے کا تعلق ہے اس کے متعلق میں کسی روایت سے واقف نہیں ہوں مگر علامہ سہیلی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت مصعبؓ کو جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لئے حکم نامہ ارسال فرمایا تھا تو اس میں آپ ﷺ نے اس دن کا نام جمعہ رکھا تھا جیسا کہ اسراء کے واقعہ میں بھی اس بارے میں ذکر گزرا ہے۔

جمعہ نام کا سبب اور اس کی تاریخ ...... یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کعب ابن لوئی وہ پہلا شخص ہے جس نے یوم عروبہ کا نام یوم جمعہ رکھا۔ گزشتہ روایت میں اور اس میں پھر بھی کوئی اختلاف نہیں پیدا ہوتا کیونکہ ممکن ہے کعب ابن لوئی نے اس کا نام جمعہ رکھا ہو مگر مدینہ کے انصاری و مہاجر مسلمانوں تک یہ بات نہ پہنچی ہو چنانچہ انہوں نے بھی اس دن کا نام جمعہ ہی رکھا جو محض ایک حسن اتفاق ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ اس دن کا نام جمعہ رکھنے کا سبب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا،

"اس لئے کہ اس دن تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی طینت یعنی مشت خاک کو جمع کیا گیا تھا۔"

Presented by Ziaraat.Com

یہ بات ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس بارے میں یہاں اور اسراء کے واقعہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

مدینہ میں اسلام کی اشاعت ...... حضرت مصعبؓ ابن عمیر کے مدینہ میں تبلیغ کرتے رہنے کے نتیجہ میں حضرت سعد ابن معاذ اور ان کے چچا زاد بھائی حضرت اسید ابن حضیر ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے حضرت اسید حضرت سعدؓ سے ایک دن پہلے مسلمان ہوئے تھے چنانچہ ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت اسعدؓ ابن زرارہ ایک دن حضرت مصعبؓ کے ساتھ بنی ظفر کے باغوں میں سے ایک باغ میں گئے اور وہاں بیٹھ گئے ان کے پاس وہاں وہ لوگ بھی آکر جمع ہو گئے جو اس وقت تک مسلمان ہو چکے تھے اس وقت سعد ابن معاذ اور اسید ابن حضیر اپنی قوم یعنی بنی عبد الاشہل کے سردار تھے اور دونوں مشرک یعنی اپنی قوم کے دین پر تھے سعد ابن معاذ نے اسید ابن حضیر سے کہا،

اُسید اور سعد کا اسلام ...... کیا خیال ہے کہ تم اور ہم ان دونوں آدمیوں یعنی حضرت اسعدؓ ابن زرارہ اور حضرت مصعب ابن عمیرؓ کے پاس چلیں جو ہمارے علاقہ اور ہمارے قبیلے میں کمزور لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے آئے ہوئے ہیں ہم ان دونوں کے پاس جا کر انہیں ڈانٹیں اور اس حرکت سے منع کریں۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں،

"تم اسعد ابن زرارہ کے پاس جاؤ اور اس کو ہماری طرف سے تنبیہ کرو کہ وہ ایسی حرکتیں بند کر دے جو ہم پسند نہیں کرتے مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اس اجنبی آدمی کے ساتھ ہمارے کم عقل اور کمزور لوگوں کو بے وقوف بناتا پھرتا ہے۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اگر اسعد ابن زرارہ سے میرا رشتے داری کا تعلق نہ ہوتا تو میں تمہارے بجائے خود ہی اس سے نمٹ لیتا مگر وہ میرا خالہ زاد بھائی ہے اور میرا اس سے الجھنا مناسب نہیں ہے۔"

یہ سن کر اسید ابن حضیر نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور ان دونوں کی طرف روانہ ہوئے حضرت اسعد ابن زرارہ نے جب اسید کو دور سے آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے حضرت مصعبؓ سے کہا،

"یہ آنے والا شخص اپنی قوم کا سردار ہے اور آپ کے پاس آ رہا ہے۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بات ثابت بھی کر دی جو انہوں نے حضرت اسید کی سرداری کے متعلق کہی تھی۔ پھر حضرت مصعبؓ نے ان کو بٹھانے کے لئے کہا،

(قال) اسید آکر ان دونوں کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اس وقت ان کا چہرہ غضب ناک ہو رہا تھا انہوں نے ان دونوں سے کہا،

"تم دونوں کس لئے ہمارے یہاں آئے ہو۔ کیا ہمارے کمزور لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے یا تمہاری کوئی ضرورت ہم سے متعلق ہے۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اسید نے حضرت اسعد ابن زرارہ سے کہا،

"اے اسعد! ہمارا تمہارا کیا جھگڑا تھا جو تم اس اجنبی کو ساتھ لے کر ہمارے پاس آئے ہو اور ہمارے کمزور اور کم عقل لوگوں کو بے وقوف بناتے پھرتے ہو اگر اپنی جان پیاری ہے تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔"

ایک روایت میں یوں ہے کہ "تم آخر کس مقصد سے ہمارے علاقے میں اس تن تنہا اور بے یار و مددگار اجنبی کو لے کر آئے ہو جو ایک بے سر و پا بات کے لئے لوگوں کو بے وقوف بنا رہا ہے اور اس کی طرف لوگوں کو

Presented by Ziaraat.Com

دعوت دیتا پھرتا ہے۔"

اسید پر کلام حق کا اثر...... اس پر حضرت مصعبؓ نے اسید سے کہا،

"کیا آپ تھوڑی دیر بیٹھ کر میری وہ بات نہیں سنیں گے۔ اگر تمہیں وہ بات پسند آئے تو اس کو مان لینا اور اگر ناپسند ہو تو چھوڑ دینا یعنی ناپسند ہو تو ہمیں اس کے سنانے سے روک دینا۔"

اسید نے یہ سن کر کہا کہ تم نے انصاف کی بات کہی ہے اس کے بعد انہوں نے اپنا ہتھیار یعنی نیزہ زمین میں گاڑا اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔ اب حضرت مصعبؓ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن پاک کی تلاوت کی، یہ کلام سن کر اسید بے اختیار کہہ اٹھے،

"کتنا اچھا اور خوبصورت کلام ہے یہ، جو شخص اس دین میں داخل ہونا چاہے اسے کیا کرنا پڑتا ہے۔"

ان دونوں نے کہا،

"صرف یہ کہ تم غسل کر کے اپنے آپ کو پاک کر لو، اپنے کپڑے پاک کر لو، پھر اس سچائی کی گواہی دو اور نماز پڑھ لو۔"

یہ سنتے ہی اسید اٹھے، انہوں نے غسل کیا، اپنے کپڑے پاک کئے، پھر انہوں نے حق کی شہادت دی اور اس کے بعد انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی جو نماز توبہ تھی۔

چنانچہ اصحاب سنن نے روایت بیان کی ہے جس کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"جو بندہ بھی کوئی گناہ کرتا ہے اور اس کے بعد وہ اچھی طرح پاک صاف ہو کر دو رکعت نماز توبہ پڑھ لے اور پھر اللہ عزوجل سے اپنے گناہ کی معافی مانگے تو حق تعالیٰ اس کا گناہ معاف فرما دیتا ہے۔"

غرض مسلمان ہو جانے کے بعد حضرت اسید نے ان دونوں سے کہا،

"میں اپنے پیچھے ایک ایسے شخص کو چھوڑ کر آیا ہوں کہ اگر اس نے تمہاری پیروی اختیار کر لی تو اس کی قوم کا ہر شخص تمہاری پیروی اختیار کر لے گا۔ میں اس شخص کو ابھی تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ وہ شخص سعد ابن معاذ ہے۔"

اس کے بعد حضرت اسید نے اپنا نیزہ اٹھایا اور وہاں سے سعد ابن معاذ اور ان کی قوم کے پاس گئے۔ اس وقت یہ سب لوگ اپنی ایک محفل میں بیٹھے ہوئے تھے جیسے ہی سعد ابن معاذ نے اسید کو آتے دیکھا تو ان کی صورت دیکھتے ہی بولے۔

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسید ابن حضیر تمہارے پاس وہ چہرہ لے کر نہیں آ رہا ہے جو وہ تمہارے پاس سے لے کر گیا تھا۔"

سعد مبلغ اسلام کے سامنے...... پھر جیسے ہی حضرت اسید محفل کے پاس آکر ٹھہرے سعد نے ان سے پوچھا کہ تم کیا کر کے آئے ہو۔ اسید نے کہا،

"میں نے ان دونوں آدمیوں سے گفتگو کی ہے مگر خدا کی قسم مجھے ان میں کوئی خرابی نظر نہیں آئی۔ میں نے ان دونوں کو ان کے کام سے روکا تو انہوں نے کہا ہم وہی کریں گے جو تم چاہتے ہو۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بنی حارثہ کے لوگ اسعد ابن زرارہ کو قتل کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے ہیں اور ارادہ اس

Presented by Ziaraat.Com

لئے کر رہے ہیں کہ ان کو معلوم ہے کہ اسعد تمہارا خالہ زاد بھائی ہے لہٰذا وہ تمہیں رسوا اور ذلیل کرنے کے لئے ایسا کرنا چاہتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی سعد ابن معاذ ایک دم غضب ناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور اسید کے ہاتھ سے نیزہ لے کر یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے،

"خدا کی قسم میرے خیال میں میرے ہتھیار نے کبھی دغا نہیں دی!"

اس کے بعد وہ اسعد اور مصعب کی طرف روانہ ہوئے۔ جیسے ہی اسعد نے ان کو آتے ہوئے دیکھا انہوں نے حضرت مصعبؓ سے کہا،

"خدا کی قسم تمہارے پاس اسید کے بعد اب ان کی قوم کا سردار آرہا ہے۔ اگر یہ تمہارے پیرو بن گئے تو ان کی قوم میں سے دو آدمی بھی تمہارے خلاف نہیں رہیں گے۔" کو حر سعد ابن معاذ نے جب دور سے ان دونوں کو مطمئن بیٹھے دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ اسید کا مقصد صرف یہ تھا کہ میں ان سے مل کر ان کی بات سن لوں۔ چنانچہ وہ ان دونوں کے پاس پہنچے اور غصے کے ساتھ اسعد ابن زرارہ سے بولے،

"اے ابو امامہ! خدا کی قسم اگر تمہارے اور میرے درمیان رشتے داری کا تعلق نہ ہوتا تو تم ہرگز یہ حرکتیں نہیں کر سکتے تھے۔ کیا تم ہمارے ہی گھروں میں آکر ہم سے وہ باتیں کرتے ہو جو ہم پسند نہیں کرتے؟"

اس پر حضرت مصعبؓ نے سعد سے کہا،

"آپ ذرا دیر بیٹھ کر ہماری بات سن لیجئے، پھر اگر وہ بات آپ کو بھلی معلوم ہو تو اس کو مان لیں اور اگر ناپسند ہو تو ہمیں اس کے کہنے سے روک دیجئے"

سعد کے اسلام کا زبردست اثر...... سعد نے کہا کہ تم نے انصاف کی بات کہہ دی ہے پھر انہوں نے زمین پر اپنا نیزہ گاڑا اور اس کے پاس بیٹھ گئے اب حضرت مصعبؓ نے ان کے سامنے اسلام اور قرآن پیش کیا (اس کلام پاک کو سنکر سعد پر اثر ہوا اور) انہوں نے فوراً کہا کہ جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں اور اس دین میں داخل ہوتے ہیں ان کو کیا کرنا پڑتا ہے۔ حضرت مصعبؓ نے کہا کہ غسل کر کے پاک صاف ہو جائیے، اپنے کپڑے پاک کر لیجئے اور پھر حق کی شہادت دے کر دو رکعت نماز پڑھ لیجئے۔ یہ سنتے ہی حضرت سعد اٹھے، نہائے دھوئے اور پاک کپڑے پہن کر انہوں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور پھر دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور واپس اپنی مجلس کی طرف روانہ ہوئے۔ اس مجلس میں حضرت اسید بھی موجود تھے جیسے ہی ان لوگوں نے حضرت سعد کو آتے دیکھا تو یہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم جو چہرہ لے کر سعد تمہارے پاس سے گئے تھے وہ چہرہ لے کر یہ واپس نہیں آئے ہیں۔ غرض حضرت سعد یہاں پہنچے اور مجمع کے سامنے کھڑے ہو کر بولے۔

"اے بنی عبد الاشہل! تمہارے نزدیک میری کیا حیثیت ہے؟"

لوگوں نے فوراً کہا،

"آپ ہمارے سردار اور ہم میں سب سے افضل ہیں آپ کی رائے ہم میں سب سے اعلیٰ ہے اور آپ ہم میں سب سے زیادہ سمجھدار اور نیک نفس انسان ہیں!"

یہ سن کر حضرت سعد نے ان لوگوں سے کہا،

"بس تو تم لوگوں اور تمہاری عورتوں سے کلام کرنا مجھ پر اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ تم اللہ اور

Presented by Ziaraat.Com

اس کے رسول پر ایمان نہیں لے آتے۔"

قبیلہ بنی اشہل آغوش اسلام میں...... راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد خدا کی قسم شام تک قبیلہ بنی اشہل میں کوئی مرد اور کوئی عورت ایسی باقی نہیں تھی جو مسلمان نہ ہو چکی ہو۔ وہ سارے کے سارے ایک ہی دن میں مسلمان ہو گئے۔ یہ واقعہ عقبۂ اولیٰ کے بعد اور عقبۂ ثانیہ سے پہلے کا ہے (عقبۂ اولیٰ و ثانیہ سے مراد مدینہ کے لوگوں کی مکہ میں آنحضرت ﷺ سے وہ خفیہ ملاقاتیں ہیں جن میں یہ لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کی مدد اور حفاظت کا عہد کیا تھا)۔

بنی اشہل کے سب ہی لوگ مسلمان ہو گئے صرف اصیرم یعنی عمرو ابن ثابت باقی رہ گئے۔ یہ غزوۂ احد تک مسلمان نہیں ہوئے۔ آخر احد کے موقعہ پر انہوں نے اسلام قبول کیا اور شہید ہو گئے مگر مسلمان ہونے کے بعد ان کو ایک بار بھی اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کرنے اور نماز پڑھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق خبر دی ہے کہ یہ جنتی ہیں۔

مدینہ کے گھروں میں اسلام...... ابن جوزی نے لکھا ہے کہ انصاریوں میں سب سے پہلا قبیلہ جو مسلمان ہوا وہ بنی عبدالاشہل کا قبیلہ ہے۔ غرض اس کے بعد حضرت مصعب ابن عمیرؓ، حضرت اسعدؓ ابن زرارہ کے مکان ہی میں آکر رہنے لگے اور یہیں سب لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرتے رہے یہاں تک کہ انصاریوں کے مکانوں میں سے ایک بھی مکان ایسا نہیں رہا جس میں کوئی نہ کوئی مسلمان مرد یا عورت موجود نہ ہو البتہ مدینہ کے قرب و جوار میں جو دیہات تھے ان کے جو لوگ شہر میں آباد تھے وہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے یعنی وہ دیہات جو نجد کی جانب میں آباد تھے۔

ابو قیس کا اسلام...... (قال) ایک قول یہ ہے کہ صرف اوس ابن حارثہ کے لوگوں کی ایک جماعت ایسی رہ گئی تھی جن میں ابھی تک اسلام نہیں پہنچا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں میں ابو قیس نامی ایک شخص تھا اس کا اصل نام صیفی ابن اسلت تھا۔ یہ اپنی قوم کا شاعر تھا لوگ اس کا کلام سنا کرتے تھے اور اس کی بات مانتے تھے کیونکہ یہ اکثر سچی اور حق بات کہتا تھا جاہلیت کے زمانے میں اس نے راہبانہ زندگی اختیار کر لی تھی۔ اس نے موٹے جھوٹے کپڑے پہننے شروع کر دیئے تھے اور ناپاکی کے بعد غسل کرنا شروع کر دیا تھا۔ پھر یہ ایک مکان میں رہنے لگا اور اس کو ہی اس نے اپنی عبادت گاہ بنا لیا۔ پھر اس نے اعلان کیا کہ

"میں ابراہیم علیہ السلام کے معبود کی عبادت کرتا ہوں اور اس مسجد میں کوئی حیض والی عورت یا ناپاکی کی حالت والا مرد داخل نہ ہو۔"

غرض یہ شخص مع اپنی قوم کے اسلام سے علیحدہ رہا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے اس کے بعد غزوۂ بدر و غزوۂ احد اور غزوۂ خندق بھی گزر گیا۔ اس کے بعد یہ ابو قیس بھی مسلمان ہو گئے اس وقت یہ بہت بوڑھے تھے۔

ان کے دیر سے اسلام قبول کرنے کا سبب بعض علماء نے بیان کیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو ابو قیس نے بھی مسلمان ہونے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلے تو راستے میں ان کو ابی ابن سلول ملا اور اس نے ان سے ایسی باتیں کہیں جن کو سن کر ابو قیس اسلام سے بیزار ہو گئے اور سخت غصے میں وہاں سے ہی واپس

ہو گئے۔ انہوں نے کہا،

"چاہے قوم کا آخری آدمی بھی مسلمان کیوں نہ ہو جائے میں اس شخص یعنی آنحضرت ﷺ کی پیروی نہیں کروں گا۔"

اس کے بعد جب ان کی موت کا وقت آیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کے پاس کہلایا کہ کلمہ پڑھ لو تاکہ میں قیامت میں تمہاری شفاعت کر سکوں چنانچہ انہوں نے کلمہ پڑھ لیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

جاہلیت کے زمانے میں عربوں کا دستور تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا کرتا تھا۔ چنانچہ ابو قیس کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے نے بھی باپ کی بیوی سے نکاح کرنا چاہا۔ یہ رواج خاص طور سے مدینہ منورہ میں بہت زیادہ تھا یہاں تک کہ اسلام آنے کے بعد شروع کے زمانے میں بھی دستور باقی رہا کہ باپ کے مرنے کے بعد سب سے بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیتا تھا آخر اس کے حرام ہونے کا حکم نازل ہوا اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ (سورہ نساء، پ ۴، ع ۱۴)

ترجمہ: اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو۔

مگر اس آیت کے نازل ہونے کے سبب کے متعلق تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔

مصعبؓ کی مکہ کو واپسی...... غرض اس کے بعد حضرت مصعب ابن عمیرؓ مدینہ سے واپس مکہ گئے یہ حج کا موسم تھا حضرت مصعبؓ کے ساتھ بہت سے انصاری مسلمان بھی اپنی قوم کے دوسرے مشرک لوگوں کے ساتھ حج کے لئے مکہ گئے یہاں پہنچ کر جب آنحضرت ﷺ کو مدینہ میں اسلام کی کامیابی اور لوگوں کے مسلمان ہونے کا حال معلوم ہوا تو آپ ﷺ بے حد مسرور ہوئے۔

ابن معرور کی قبل از حکم تبدیلیٔ قبلہ...... کعب ابن مالک سے روایت ہے کہ ہم اپنی قوم کے مشرک حاجیوں کے ساتھ موسم حج میں مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمارے ساتھ ہمارے بزرگ اور سردار براء ابن معرور بھی تھے۔ عربی زبان میں براء کے معنی مہینے کی آخری رات کے ہیں ان کا نام براء اسی لئے رکھا گیا تھا کہ یہ مہینے کی آخری رات میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی طرح معرور کے معنی مراد اور مقصود کے ہیں۔

غرض کعب ابن مالک کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ سے روانہ ہوئے تو براء نے ہم سے کہا،

"میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے نہ جانے آپ لوگ اس سے اتفاق کریں گے یا نہیں؟"

ہم نے کہا وہ کیا بات ہے تو براء نے کہا،

"میں چاہتا ہوں کہ نماز میں کعبے کی طرف پیٹھ نہ کروں بلکہ کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھوں۔"

عام مسلمانوں کا انکار...... کعب کہتے ہیں ہم نے یہ سن کر کہا،

"خدا کی قسم ہم تک ایسی کوئی خبر نہیں پہنچی کہ نبی کریم ﷺ نے شام یعنی بیت المقدس کے صخرہ کے سوا کسی اور طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہو۔ ہم ہرگز اپنے نبی کی خلاف ورزی نہ کریں گے۔"

براء نے کہا کہ میں تو کعبے کی طرف منہ کر کے ہی نماز پڑھوں گا۔

کعب کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ ہم تو ایسا نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس کے بعد جب بھی نماز کا وقت آتا تو ہم تو شام یعنی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے جس کے نتیجہ میں کعبے کی طرف ہماری پیٹھ ہو جاتی

Presented by Ziaraat.Com

تھی اور براء کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے جس سے شام کی طرف ان کی پیٹھ ہو جاتی تھی۔ آخر ہم لوگ مکہ پہنچ گئے ہم اس دوران میں اس حرکت پر براء کو عیب لگاتے اور ان کو نصیحت کرتے رہے مگر براء نے ہماری کسی بات کی پرواہ نہیں کی بلکہ اپنی مرضی کے مطابق کعبے کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے رہے۔ جب ہم مکہ پہنچے تو براء نے مجھ سے کہا،

"بھائی آؤ ذرا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس چلیں تاکہ اس سفر میں میں نے جو کچھ کیا ہے اس کے متعلق آپ ﷺ سے دریافت کریں۔ خدا کی قسم چونکہ تم سب لوگوں نے اس کی مخالفت کی تھی اس لئے میرے دل میں ایک کھٹک سی پیدا ہو گئی ہے۔"

آنحضرت ﷺ سے تحقیق حال...... کعب کہتے ہیں کہ ہم لوگ اس بارے میں تحقیق کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ سے ملنے کے واسطے روانہ ہوئے مگر ہم لوگ آنحضرت ﷺ کو پہچانتے نہیں تھے کیونکہ ہم نے کبھی آپ ﷺ کو دیکھا نہیں تھا۔ راستے میں ہمیں مکہ کا ایک شخص ملا، ہم نے اس سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا کیا تم ان کو پہچانتے نہیں۔ ہم نے کہا نہیں۔ تو اس نے کہا،

"کیا تم ان کے چچا عباس ابن عبدالمطلب کو پہچانتے ہو؟"

ہم نے کہا ہاں: ہم لوگ عباس کو اس لئے پہچانتے تھے کہ وہ اکثر و بیشتر تجارت کی غرض سے ہمارے یہاں آتے رہتے تھے پھر اس شخص نے کہا،

"بس تو جب تم مسجد حرام میں داخل ہو تو جو شخص عباس کے پاس بیٹھا ہوا ملے وہ رسول اللہ ہوں گے۔"

چنانچہ جب ہم مسجد حرام میں داخل ہوئے تو ہم نے حضرت عباسؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر پہچان لیا، ہم نے آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا،

"اے ابوالفضل! کیا تم ان دونوں آدمیوں کو پہچانتے ہو؟"

حضرت عباس نے کہا،

"ہاں! یہ براء ابن معرور ہیں جو اپنی قوم کے سردار ہیں اور یہ کعب ابن مالک ہیں۔"

حضرت کعب کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کا یہ قول نہیں بھول سکتا جو آپ ﷺ نے میرے بارے میں پوچھا تھا کہ کیا وہی کعب جو شاعر ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اب حضرت براء نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! میں اپنے اس سفر پر روانہ ہوا مجھے اللہ تعالیٰ اسلام کی ہدایت دے چکا تھا اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس کعبے کو نماز کے دوران اپنی پشت پر نہ کروں چنانچہ میں نے کعبے کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں مگر میرے ساتھیوں نے اس بارے میں مجھ سے اختلاف کیا۔ اس وجہ سے اس معاملے میں میرے دل میں کھٹک پیدا ہو گئی ہے لہذا یا رسول اللہ! آپ اس بارے میں فیصلہ فرمائیں"

آپ ﷺ کا جواب...... آنحضرت ﷺ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا،

"تمہارے پاس ایک قبلہ (یعنی بیت المقدس) موجود تھا تم اس پر صبر کرتے تو بہتر تھا"

چنانچہ اس کے بعد حضرت براء نے آنحضرت ﷺ کا قبلہ یعنی بیت المقدس ہی اختیار کر لیا۔ مگر اس

Presented by Ziaraat.Com

موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے حضرت براء کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنی وہ نمازیں لوٹائیں جو انہوں نے کعبے کی طرف منہ کر کے پڑھی ہیں حالانکہ حضرت براء مسلمان ہو چکے تھے (اور وہ نمازیں انہوں نے مسلمان ہونے کی حالت میں ہی پڑھی تھیں) البتہ آپ ﷺ نے ان کے سامنے یہ بیان فرمایا کہ ان پر بیت المقدس کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھنا واجب تھا کیونکہ انہوں نے اس کی خلاف ورزی اپنی مرضی سے کی تھی۔ یہ بات قابل غور ہے۔

اُدھر اس روایت میں یہ تصریح موجود ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں رہتے ہوئے اور اس کے بعد بھی قبلہ بدلے جانے کا حکم آنے تک آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اس بارے میں گزشتہ ایک مقام پر کہا گیا تھا کہ آگے اس بات کی وضاحت آئے گی وہ وضاحت یہی ہے

انصار سے خفیہ ملاقات کا وعدہ...... غرض حضرت کعب کہتے ہیں کہ پھر ہم حج کے ارکان پورے کرنے کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ہم سے عقبہ کی گھاٹی میں ملاقات کا وعدہ فرمایا یعنی جب مدینہ کے یہ انصاری مسلمان عقبہ کی ترائی میں جہاں اب مسجد بیعہ ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ منیٰ سے چلیں تو دائیں گھاٹی میں ملیں۔ ملاقات کا وقت رات کا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ساتھ ہی ان کو یہ حکم بھی دیا تھا کہ ملنے کے لئے مقررہ جگہ پر جاتے ہوئے سونے والوں کو جگانے اور غیر حاضر لوگوں کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ملاقات پہلے کوچ کے دن کی رات میں ہوئی تھی۔

حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ آخر ہم حج سے فارغ ہوگئے اور وہ رات آگئی جس میں آنحضرت ﷺ سے ملاقات کا وعدہ تھا۔ ہمارے ساتھ ہماری قوم کے مشرک لوگ بھی موجود تھے ہم ان سے اپنے معاملے کو چھپاتے تھے ان مشرکوں میں ابو جابر عبداللہ ابن عمرو ابن حرام بھی تھا جو ہمارے سرداروں میں سے تھا، ہم نے ان سے بات کی اور کہا۔

"اے ابو جابر! آپ ہمارے سرداروں اور معزز لوگوں میں سے ایک ہیں۔ اس لئے ہم آپ کو اس گمراہی میں دیکھنا نہیں چاہتے جس کے نتیجہ میں کل آپ کو جہنم کا ایندھن بننا پڑے گا۔"

اس کے بعد ہم نے ان کو اسلام کی دعوت دی جس کو انہوں نے قبول کیا اور مسلمان ہوگئے۔ اب ہم نے ان کو اپنی طے شدہ ملاقات کے بارے میں بتلایا تو وہ بھی ہمارے ساتھ عقبہ کے مقام پر گئے۔

اسلام کے لئے قربانیاں...... اس رات ہم اپنے پڑاؤ اور خیموں میں ہی رہے اور جب ایک تہائی رات گزر گئی تو ہم آنحضرت ﷺ سے ملاقات کے لئے مقررہ جگہ پہنچنے کے لئے اپنے پڑاؤ سے نکلے، ہم لوگ ایک ایک دو دو کر کے چپکے چپکے پڑاؤ سے نکلتے جاتے تھے۔ آخر ہم عقبہ کے قریب گھاٹی میں سب کے سب جمع ہوگئے۔ ہم کل ملا کر تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں عورتوں میں ایک تو نسیبہ تھیں ان کا لقب ام عمارہ تھا اور یہ بنی نجار میں سے تھیں۔ یہ نسیبہ بعد میں جنگوں میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک رہا کرتی تھیں اور اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں حبیب اور عبداللہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوتی تھیں۔ ان کے بیٹے حبیب کو آپ ﷺ کی وفات کے بعد جھوٹے نبی مسیلمہ نے پکڑ لیا تھا وہ ان کو زبردست عذاب دیتا اور کہتا،

"کیا اب بھی تو یہی شہادت دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟"

حضرت حبیب کہتے، ہاں۔ پھر مسیلمہ کہتا،

www.Ziaraat.Com Sibtain-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

"اور یہ شہادت بھی دیتا ہے کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں۔"

حضرت حبیب کہتے نہیں اس پر وہ بدبخت ان کے جسم کا کوئی ایک عضو کاٹ ڈالتا۔ وہ ظالم اسی طرح حضرت حبیب کے جسم کے حصے کاٹتا رہا یہاں تک کہ اس نے سب اعضاء کاٹ ڈالے اور حضرت حبیب جاں بحق ہوگئے۔ حضرت حبیب کی والدہ اُمّ عمارہ کے ساتھ مسیلمہ کی جنگ میں جو واقعات پیش آئے ان کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔ اُمّ عمارہ کے علاوہ اس مجمع میں دوسری عورت اُمّ منیع تھیں۔

انصار کی تعداد...... پچھلی جس روایت میں عقبہ کے مقام پر انصاریوں کی تعداد تہتّر بتلائی گئی ہے اس سے حاکم کی اس روایت کی مخالفت نہیں ہوتی جس میں ان مسلمانوں کی تعداد پچھتّر بتلائی گئی ہے کیونکہ مردوں اور عورتوں کی تعداد ملا کر اس روایت میں بھی کل تعداد پچھتّر ہی ہوتی ہے۔ البتہ ابن مسعودؓ کی اس روایت سے اس کی مخالفت ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ان مسلمانوں کی کُل تعداد ستّر یا ایک دو آدمی زائد تھی اور دو عورتیں تھیں (کیونکہ اس طرح کُل تعداد چوہتّر ہوتی ہے)۔

اس مجمع میں گیارہ آدمی قبیلہ اوس کے تھے۔ غرض حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ ہم یہاں آنحضرت ﷺ کا انتظار کرنے لگے آخر آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان لوگوں سے پہلے ہی وہاں پہنچ کر ان کا انتظار فرمارہے تھے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: ان دونوں باتوں سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے آنحضرت ﷺ ان لوگوں سے پہلے وہاں پہنچے ہوں اور آپ ﷺ نے کچھ دیر ان کا وہاں انتظار کیا ہو مگر جب انکو آنے میں دیر لگی ہو تو آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے ہوں اور اس کے بعد اس وقت دوبارہ تشریف لائے ہوں جب کہ یہ لوگ وہاں آچکے تھے۔ واللہ اعلم۔

حضرت عباسؓ کے ساتھ تشریف آوری...... اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس ابن عبدالمطلب بھی تھے۔ ان کے علاوہ آپ کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا مگر اس وقت تک حضرت عباس مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ اپنی قوم کے دین پر ہی تھے۔ ان کا یہ جذبہ تھا کہ اپنے بھتیجے کے ساتھ اس موقعہ پر وہ موجود ہوں اور اس معاملہ کو خود دیکھیں۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس روایت اور اس روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے جس میں ہے کہ اس موقعہ پر آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے کیونکہ حضرت عباس نے حضرت علیؓ کو نگرانی کے لئے اس گھاٹی کے دہانے پر کھڑا کر دیا تھا۔ اسی طرح گھاٹی کے دوسرے دہانے پر انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو متعین کیا تھا لہذا گھاٹی کے اندر مسلمانوں کے پاس آنحضرت ﷺ پہنچے تو آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عباسؓ کے علاوہ کوئی اور شخص نہیں تھا۔ واللہ اعلم

عباس کی تقریر...... غرض جب سب لوگ بیٹھ گئے تو سب سے پہلے حضرت عباس نے اس طرح گفتگو شروع کی۔

"اے گروہ خزرج!"۔ انہوں نے اوس و خزرج کے بجائے صرف خزرج اس لئے کہا کہ عربوں کے محاورے میں خزرج بول کر اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کے آدمی مراد لئے جاتے تھے۔ ویسے بھی خزرج کے لوگ اوس کے مقابلے میں زیادہ تھے اسی لئے دونوں کو خزرجی کہا جاتا تھا۔ غرض حضرت عباس نے کہا،

Presented by Ziaraat.Com

"جیسا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے محمد ﷺ ہمارے میں سے ہیں اور ہم نے اپنی قوم کے مخالف لوگوں سے ان کی ہمیشہ حفاظت کی ہے لہذا اس وقت بھی یہ اپنی قوم میں محفوظ اور اپنے شہر میں معزز ہیں۔ تمہارے سوایہ کبھی کسی کی طرف اتنے متوجہ اور مائل نہیں ہوئے صرف تمہارے ہی ساتھ مل کر رہنے پر رضامند ہوئے ہیں۔ لہذا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم نے ان سے جو عہد و پیمان کیا ہے اس کو تم پورا کر سکو گے اور ان کے مخالفوں سے ان کی حفاظت کر سکو گے تو ٹھیک ہے لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم ان کی حفاظت نہیں کر سکو گے بلکہ ان کے تمہارے درمیان پہنچ جانے کے بعد تم یعنی تمہاری قوم کے لوگ ان کو دشمن کے ہاتھوں میں پڑ جانے دیں گے تو ابھی سے ذمہ داری نہ لو کیونکہ اس وقت بھی یہ اپنی قوم اور اپنے وطن میں محفوظ اور معزز ہیں۔"

اقرار خلوص...... اس پر حضرت براء ابن معرور نے کہا،

"خدا کی قسم جہاں تک ہمارا تعلق ہے اگر ہم اس سے زیادہ کوئی عہد و پیمان کرنے کی طاقت رکھتے تو ضرور کر لیتے حقیقت میں ہم لوگ پوری سچائی اور خلوص کے ساتھ وفاداری کا پیمان کر رہے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی ہر طرح حفاظت اور حمایت کریں گے۔"

(ی) حضرت براء ابن معرور پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے ایک تہائی مال کا وعدہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے ان سے یوں کہا،

"محمد ﷺ نے تمہارے سوا تمام لوگوں کی حفاظت و حمایت کی پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے اس لئے اگر تم اتنے مضبوط، قوی، جنگ و جدل کے ماہر ہو اور عربوں کی دشمنی بھگتنے کے سلسلے میں مستقل مزاج لوگ ہو تو بتاؤ اور اپنے درمیان اتحاد اور اتفاق باقی رکھنے کا وعدہ کر کے اٹھو کیونکہ سچی بات ہی سب سے بہتر ہوتی ہے۔"

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: حضرت عباس کا یہ کہنا کہ محمد ﷺ نے تمہارے سوا تمام لوگوں کی پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے۔ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس سے پہلے انصاری مسلمانوں کے سوا کچھ دوسرے لوگوں نے بھی آنحضرت ﷺ کی حفاظت و حمایت کی پیشکش کی تھی مگر آنحضرت ﷺ نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا تھا۔ مگر اب تک گزری ہوئی تفصیلات سے اس بات کی تصدیق نہیں ہوتی۔ ادھر حضرت عباس کے جملے میں لفظ کلھم ہے جس کے معنی ہیں کہ محمد ﷺ نے تمہارے سوا تمام لوگوں کی پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے۔ اب اگر اس جملے میں کلھم کا یہ لفظ نہ ہوتا تو یہاں...... لوگوں سے مراد قبیلہ شیبان ابن ثعلبہ ہو سکتا تھا کیونکہ جیسا کہ پیچھے گزرا ہے اس قبیلے نے آپ کو حمایت و حفاظت کی پیش کش کی تھی اور کہا تھا کہ عرب علاقوں میں عربوں کی طرف سے آپ ﷺ کو جو بھی خطرہ پیش آئے گا اسکے مقابلہ میں ہم آپ ﷺ کی مدد کریں گے البتہ کسریٰ فارس کے علاقوں میں جو آپ ﷺ کے دشمن ہوں گے انکے مقابلہ میں ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔ اس پیشکش کو آنحضرت ﷺ نے ٹھکرا دیا تھا۔

اسی طرح اس جملے میں...... لوگوں...... کے دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ لوگ جن کی پیشکش کو آنحضرت ﷺ کے خاندان اور گھر والوں نے ٹھکرا دیا تھا (یعنی کچھ پیشکشیں براہ راست آپ کے گھر والوں تک پہنچی ہوں اور انہوں نے خود ہی ان کو رد کر دیا ہو) واللہ اعلم۔

عقبہ کی دوسری بیعت...... غرض جب حضرت عباس نے مدینہ والوں سے یہ بات کہی تو انہوں نے جواب دیا ہم نے آپ کی بات سن لی ہے۔ اب یا رسول اللہ! آپ ﷺ اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے جو بھی

Presented by Ziaraat.Com

شرطیں ہم سے لینا چاہیں ہم اس کے لئے تیار ہیں۔"

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ آپ ﷺ اپنے لئے جو لو مناسب سمجھیں وہ اختیار کریں اور اپنے رب کے لئے جو شرط چاہیں پیش فرمائیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

"اپنے رب کے لئے میں یہ شرط پیش کرتا ہوں کہ تم اس معبود عزّ و جل کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اپنی ذات کے لئے میں یہ شرط پیش کرتا ہوں کہ تم اسی طرح میری حفاظت و حمایت کرنا جس طرح اپنی جانوں کی اپنی اولادوں کی اور اپنی عورتوں کی حفاظت کرتے ہو (یعنی ہر موقعہ پر اور ہر معاملے میں دل سے میری حمایت و حفاظت کرنا)"

یہ سن کر ابن رواحہ نامی ایک شخص نے کہا،

"لیکن اگر ہم اسی طرح آپ کی حفاظت و حمایت کریں تو اس کے بدلے میں ہمیں کیا ملے گا؟"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"اس کے صلے میں تمہیں جنت کی نعمت ملے گی۔"

اس پر سب لوگوں نے کہا،

"یہ نفع کا سودا ہے جسے نہ ہم خود ختم کریں گے اور نہ ختم کرنے دیں گے۔"

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عباس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے گفتگو فرمائی، آپ ﷺ نے قرآن پاک کی کچھ آیتیں تلاوت فرمائیں اور ان لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا اور اسلام کی ترغیب دلائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم ان تمام چیزوں سے میری حفاظت و نصرت کرو گے جن سے اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! ہم آپ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا،

<u>شرائط بیعت</u>...... "مجھ سے بیعت کرو کہ چستی و سستی دونوں حالتوں میں تم میری پوری پوری اطاعت اور حکم برداری کرو گے، خوش حالی و تنگی دونوں حالتوں میں میرا ساتھ دو گے اور لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرنے اور برائیوں سے روکنے کے عہد پر بیعت کرو، یہ کہ تم حق کے معاملے میں ہمیشہ بولو گے اور حق بات کے کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرو گے، نیز اس پر بیعت کرو کہ تم ہمیشہ میری حمایت و مدد کرو گے اور جب میں تم لوگوں کے درمیان یعنی مدینہ پہنچ جاؤں تو وہاں تم ان سب چیزوں سے میری حفاظت کرو گے جن سے تم اپنی جانوں، اپنی بیویوں اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہو اور ان سب کے بدلے میں تمہارا صلہ جنت کی نعمتیں ہیں۔"

یہ سنتے ہی حضرت براءؓ نے آنحضرت ﷺ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کہا،

"ہاں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق اور سچائی دے کر بھیجا کہ ہم یقیناً ان سب چیزوں سے آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے جن سے ہم اپنی عورتوں اور خود اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہاں روایت میں ازار کا لفظ ہے جو عرب محاورے کے مطابق اپنی جان اور عورتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ہم خدا کی

Presented by Ziaraat.Com

قسم جنگ وجدل کے رسیا اور ہتھیاروں کے استعمال کے ماہر ہیں، ہم میں پشت در پشت یہ شوق و مہارت چلی آرہی ہے۔"

حضرت براءؓ آنحضرت ﷺ سے یہ بات کرہی رہے تھے کہ ابوالہیثم ابن التیہان نے درمیان میں کہا،

"چاہے ہم پیسے پیسے کو محتاج ہو جائیں اور چاہے ہمارے تمام بڑے لوگ قتل ہو جائیں ہم ہر قیمت پر رسول اللہ ﷺ کو قبول کرتے ہیں۔"

اسی وقت حضرت عباس نے کہا،

ذرا دھیمی آواز میں بات کرو ہمارے پیچھے جاسوس لگے ہوئے ہیں۔"

اس کے بعد ابوالہیثم نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

"یارسول اللہ! ہمارے اور یہودیوں کے درمیان کچھ معاہدے ہیں جنہیں ہم اب توڑ رہے ہیں، لہذا کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ ہم آپ ﷺ کی وجہ سے یہودیوں کے ساتھ اپنے معاہدے ختم کر کے ان سے بگاڑ پیدا کرلیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو یہ حکم مل جائے کہ آپ ﷺ ہمیں چھوڑ کر واپس مکہ آجائیں۔

وعدۂ نبوی...... یہ سنکر آنحضرت ﷺ مسکرائے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا،

"نہیں بلکہ میرا خون اور تمہارا خون ایک ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ میرا احرم اور تمہارا احرم ایک ہے۔"

عرب جب کسی حلف میں تاکید ظاہر کرتے تھے تو اسی طرح کہتے تھے، غرض آپ ﷺ نے فرمایا،

"اور تمہارا خون مباح میرا خون مباح ہے، میرا ذمہ تمہارا ذمہ ہے، میرا کوچ تمہارا کوچ ہے، میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ میں سے ہو، جس سے تم جنگ کرو گے اس سے میں جنگ کروں گا اور جس کو تم امان دو گے اس کو میری طرف سے بھی امان ہوگی۔"

اسی وقت حضرت عباس نے مدینہ والوں سے کہا،

"تم نے جو کچھ کہا اس کی پابندی تم پر لازم ہوگئی، تمہارے ذمہ کے ساتھ اللہ کا ذمہ ہے اور تمہارے عہد کے ساتھ اللہ کا عہد ہے، جو اس محترم مہینے اور اس محترم شہر میں کیا گیا ہے، اللہ کا ہاتھ تمہارے ہاتھوں کے اوپر ہے، تم ان کی حمایت میں ثابت قدم رہنا اور ان کی ہر طرح حفاظت میں سربکف رہنا۔"

سب نے کہا، بے شک۔ اس کے بعد حضرت عباس نے کہا،

"اے اللہ! تو سب کچھ سن رہا اور دیکھ رہا ہے میرے بھتیجے نے ان کی ذمہ داری میں جانا قبول کر لیا ہے اور اپنے آپ کو انکی حفاظت میں دیدینا منظور کر لیا ہے۔ اے اللہ! تو میرے بھتیجے کی طرف سے ان لوگوں پر گواہ رہنا۔"

بیعت کے بارہ نقیب یا ضامن...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان انصاریوں سے فرمایا تم اپنے میں سے بارہ ایسے ضامن اور سردار میرے لئے علیحدہ کردو جو اپنی قوم میں اثر والے ہوں۔"

چنانچہ ان لوگوں نے اپنے میں سے نو آدمی خزرج کے اور تین آدمی اوس کے علیحدہ کر دیئے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے یہ فرمایا تھا،

"موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے بارہ ضامن اور سردار منتخب کئے تھے، لہذا کوئی شخص اپنے

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

دل میں یہ نہ کہے کہ اس کے بجائے دوسرے کو کہا گیا ہے کیونکہ میرے لئے جبرئیل علیہ السلام منتخب فرمائیں گے۔"

بیعت میں جبرئیل علیہ السلام کی حاضری...... یہ بات ثابت ہے کہ اس بیعت اور معاہدہ کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام یہاں موجود تھے چنانچہ اس کے بعد ان میں سے بارہ آدمی آنحضرت ﷺ کے جاں نثار منتخب کر لئے گئے جن کے نام یہ ہیں، سعد ابن عبادہؓ، اسعد ابن زُرارہؓ سعد ابن ربیعؓ، سعد بن ابی خثمہؓ، مُنذر ابن عمروؓ، عبداللہ ابن رواحہؓ، براء ابن معرورؓ، ابوالہیثمؓ ابن التیہانؓ، اُسیدؓ ابن حُضیر، عبداللہ ابن عمرو ابن حرامؓ، عبادہ ابن صامتؓ اور رافع ابن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان میں سے ہر شخص اپنے اپنے قبیلے کا نمائندہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان جاں نثاروں سے فرمایا،

بیعت پر پختگی کا اقرار...... تم لوگ اپنی اپنی قوم کی طرف سے اسی طرح میرے کفیل ہو جیسے حواریین عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کفیل تھے اور میں اپنی قوم یعنی مہاجروں کی طرف سے کفیل اور ذمہ دار ہوں۔"

ایک قول یہ بھی ہے کہ انصاریوں کی طرف سے جس شخص نے گفتگو کی اور معاہدہ میں ان کی نمائندگی کی وہ حضرت اسعد ابن زرارہ تھے یہ عمر کے لحاظ سے ان سب میں کم تھے، انہوں نے آنحضرت ﷺ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لیا اور آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا،

"اے یثرب والو! ہم اپنے اونٹوں کے کھروں کو گھستے ہوئے مدینہ سے یہاں تک صرف اس لئے اور یہ جان کر آئے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آج ان کو یہاں سے نکالنے کا مطلب تمام عربوں سے ہمیشہ کے لئے مفارقت و علیحدگی اور تمہارے بہترین لوگوں کے قتل کی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے (یعنی عرب تم سے ناراض ہو کر کٹ جائیں گے اور جنگ کر کے تمہارے بہترین لوگوں کو قتل کر دیں گے) چاہے تمہارے ہاتھوں میں بھی تلواریں ہوں (مگر جنگ میں دونوں فریقوں کا زبردست نقصان ہوتا ہے) اس لئے اگر تم اپنے ان نقصانات پر صبر کر سکتے ہو جبکہ تمہارے بہترین لوگ قتل ہو رہے ہوں اور تمام عرب تم سے چھوٹ چکے ہوں تو ان کو یعنی رسول اللہ ﷺ کو تم اپنے ساتھ لے جاؤ اس صورت میں تمہاری قربانیوں کا اجر و ثواب اللہ کے ذمہ ہوگا اور اگر تم اس بارے میں اپنے نفس سے ڈرتے ہو (کہ وہ عین وقت پر ڈانوا ڈول ہو جائے گا) تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اس صورت میں اللہ کے نزدیک تم معذور ہو گے۔"

یہ سن کر ان کے سب ساتھیوں نے کہا،

"اے اسعد! معاہدہ کے لئے ہماری طرف سے اپنا ہاتھ پیش کر دو۔ خدا کی قسم ہم اس معاہدے کو کبھی نہ توڑیں گے اور نہ اس بارے میں کبھی پس و پیش کریں گے۔"

ایک قول یہ ہے کہ اس موقعہ پر انصاریوں سے جس نے گفتگو کی اور عہد کو مضبوط کیا وہ عباس ابن عبادہ ابن فضلہ تھے۔ انہوں نے کہا،

اے گروہ خزرج! کیا تم جانتے ہو کہ اس شخص کے ساتھ تم کس بات پر عہد کر رہے ہو؟ تم لوگ ان کے ساتھ سرخ اور سیاہ جنگوں میں ان کا ساتھ دینے پر عہد کر رہے ہو۔"

ان کا مطلب ہے کہ تم ہر اس شخص کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ کی حمایت و حفاظت کا عہد کر رہے ہو جو آپ ﷺ سے جنگ کرے۔ یہ مطلب اس لئے واضح کیا گیا کہ اس وقت تک آنحضرت ﷺ نے کسی کو بھی

Presented by Ziaraat.Com

جہاد کی اجازت نہیں دی تھی۔ یہ اجازت آپ ﷺ نے مدینہ کو ہجرت کر جانے کے بعد دی ہے جیسا کہ آگے اس کا بیان آئے گا اس سے پہلے آپ ﷺ کو حق تعالیٰ کی طرف سے صرف یہ حکم تھا کہ مشرکوں کی طرف سے ایذا رسانیوں کے جواب میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور صبر کریں اور جاہلوں کی بے ہودگیوں پر چشم پوشی کریں۔

جزا کا وعدہ...... غرض آگے عباس ابن عبادہ نے بھی وہی باتیں کہیں جو اسعد ابن زرارہ کی طرف سے بیان ہوئیں (۔ی) اس کے بعد سب لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! اگر ہم نے اپنا عہد پورا کیا تو ہمیں اس کا کیا صلہ ملے گا"

آپ نے فرمایا،

"اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا اور جنت"۔

اس پر انہوں نے کہا،

"ہم اس صلہ پر راضی ہیں۔ بیعت لینے کے لئے اپنا ہاتھ لائیے۔"

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور سب لوگوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی (ی) ان میں سب سے پہلے جس شخص نے بیعت کی وہ حضرت براء ابن معرور تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسعد ابن زُرارہ تھے اور ایک قول کے مطابق سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت ابوالہیثم ابن التیہان تھے ان کے بعد باقی ستّر آدمیوں نے بیعت کی (ی) جہاں تک ان دو عورتوں کا تعلق ہے جو اس مجمع میں تھیں انہوں نے بغیر آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے بیعت کی کیونکہ آنحضرت ﷺ عورتوں سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے بلکہ صرف عہد لے لیتے تھے اور جب وہ بیعت کے الفاظ کہہ دیتیں تو آپ ﷺ فرما دیتے کہ جاؤ میں نے تم سے بیعت لے لی ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں تفصیل آگے آئے گی۔

بیعت کرنے والے پہلے تین آدمی...... غرض یہ بیعت و معاہدہ سرخ و سیاہ جنگوں یعنی عرب اور عجم کے مقابلے میں تھا۔ ان میں یہ تین آدمی جن کے نام پچھلی سطروں میں ذکر کیے گئے سب سے پہلے بیعت لینے والے تھے ان سے پہلے کسی نے بیعت نہیں لی۔ اسی لئے اس بیعت کے سلسلے میں ان کی اولیت حقیقی بھی ہے اور اضافی بھی ہے (حقیقی اس لحاظ سے کہ سب سے پہلے بیعت لینے والے یہی تینوں تھے اور اضافی اولیت ان میں آپس کی نسبت سے ہے کہ دوسرے نمبر پر جس نے بیعت لی وہ اپنے سے پہلے کے مقابلہ میں تو بعد کا ہے مگر باقی سب کے لحاظ سے پہلا ہے)

کہا جاتا ہے کہ ابوالہیثم نے بیعت کے وقت یہ کہا تھا،

"یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے ان ہی سب باتوں پر بیعت کرتا ہوں جن پر بارہ اسرائیلی ضمانت داروں نے موسیٰ ابن عمران علیہ السلام سے بیعت کی تھی۔"

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن رواحہ نے ان لفظوں میں بیعت کی،

"یا رسول اللہ! میں آپ سے ان تمام باتوں پر بیعت کرتا ہوں، جن پر بارہ حواریوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام سے بیعت کی تھی۔"

اسی طرح اسعد ابن زُرارہ نے یہ الفاظ کہے،

www.Ziaraat.Com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

"میں اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتا ہوں اور پھر آپ ﷺ سے اس پر بیعت کرتا ہوں کہ میں اپنا عہد وفاداری کے ساتھ اور آپ ﷺ کی حمایت و حفاظت میں اپنا قول اپنے عمل سے پورا کروں۔"

نعمان ابن حارثہ نے یہ لفظ کہے،

"میں اللہ عزوجل سے بیعت کرتا ہوں اور یارسول اللہ! آپ ﷺ سے بیعت کرتا ہوں اس بات پر کہ حق کے معاملہ میں ہمیشہ پہل کروں گا اور اس بارے میں کسی اپنے اور بیگانے کا کوئی خیال نہیں کروں گا۔"

حضرت عبادہ نے یہ الفاظ کہہ کر بیعت کی،

"یارسول اللہ! میں اس بات پر آپ ﷺ سے بیعت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈروں گا۔"

سعد ابن ربیع کے الفاظ یہ تھے،

"میں اللہ تعالیٰ سے اور آپ ﷺ سے اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ میں کبھی آپ دونوں کی نافرمانی نہیں کروں گا اور آپ ﷺ سے کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔"

شیطان کی پکار...... اس بیعت کو عقبۂ ثانیہ یعنی عقبہ کے مقام پر ہونے والی دوسری بیعت کہا جاتا ہے۔ جب یہ بیعت ختم ہو گئی تو اچانک اس گھاٹی کے سرے سے شیطان چلایا اور اس نے کہا۔ اے اہل جباجب! جباجب منیٰ کی منزلوں کو کہا جاتا ہے (۔چونکہ یہ حج کا زمانہ تھا اس لئے قریش منیٰ کے مقامات پر ٹھہرے ہوئے تھے۔) کتاب ہدیٰ میں شیطان کے یہ لفظ ہیں،

"اے اہل اخاشب! تمہیں مُذمّم اور اس کے بے دین ساتھیوں کا بھی کچھ پتہ ہے!"

یہاں مُذمّم سے مراد محمد ﷺ ہیں کیونکہ قریش کے لوگ آنحضرت ﷺ کو محمد ﷺ کے بجائے مُذمّم کہا کرتے تھے، کیونکہ محمد کے معنی ہیں جس کی سب نے تعریف کی اور مُذمّم کے معنی ہیں جس کی سب نے برائی کی (قریشی مشرک آپ ﷺ سے اپنی انتہائی دشمنی کی وجہ سے آپ ﷺ کو محمد کے بجائے مُذمّم کہا کرتے تھے) اسی طرح یہاں بے دینوں سے مراد آپ ﷺ کے وہ صحابہ ہیں جنہوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی اور جن کے لئے شیطان نے صباۃ کا لفظ استعمال کیا کیونکہ جو شخص مسلمان ہو جاتا تھا قریش کے لوگ اس کو صابی کہا کرتے تھے جس کے معنی ہیں وہ شخص جو اپنے دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہو جائے۔

حدیث میں آتا ہے کہ تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح قریش کی گالیوں اور لعنت ملامت کو مجھ سے پھیر دیا کہ وہ لوگ مُذمّم کو برا بھلا کہتے ہیں جبکہ میں محمد ہوں۔

غرض اس کے بعد شیطان نے پکار کر کہا،

"ان لوگوں نے یعنی آنحضرت ﷺ اور انصاریوں نے مل کر تم لوگوں سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

یہ آواز سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"یہ عقبہ کے شیطان کی آواز ہے۔ مگر اے خدا کے دشمن تو ہرگز ہمیں گھبرا نہیں سکتا۔"

یہاں شیطان کے لئے اِزبُ العَقَبۃ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ مرکب نام مضاف اور مضاف الیہ کی ترکیب سے بنا ہے۔ مراد ہے، اس گھاٹی میں بسیرا کرنے والا شیطان۔ ویسے ازب چھوٹے اور ناٹے قد والے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے ایک دفعہ ایک شخص کو دیکھا جس کا قد صرف دو بالشت کے قریب تھا

Presented by Ziaraat.Com

جوان کی سواری کے پالان پر بیٹھا ہوا تھا، حضرت ابن زبیرؓ نے اس سے پوچھا کہ تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا میں ازب ہوں۔ ابن زبیرؓ نے کہا ازب کیا ہوتا ہے؟ اس نے کہا جنّات میں کا ایک شخص ہوں۔ یہ سن کر حضرت ابن زبیرؓ نے اپنے کوڑے کا تسمہ اس کے مارا جس سے وہ بھاگ گیا۔

اس آواز پر مسلمانوں کی گھبراہٹ...... غرض اسی وقت آنحضرت ﷺ نے سب لوگوں سے فرمایا کہ اپنے اپنے پڑاؤ میں پہنچ جاؤ۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب انصاری مسلمانوں نے عقبہ کے مقام پر آنحضرت ﷺ سے بیعت کی تو پہاڑ کی چوٹی پر شیطان نے پکار کر قریش کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا اور کہا،

"اے گروہ قریش! یہ اوس اور خزرج کے لوگ تمہارے ساتھ جنگ کا معاہدہ کر رہے ہیں۔"

یہ آواز سنکر انصاری مسلمان ایک دم گھبرا گئے آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا،

"اس آواز سے کوئی نہ گھبرائے یہ خدا کے دشمن ابلیس کی آواز ہے جن لوگوں سے تم ڈر رہے ہو ان میں سے کسی نے یہ آواز نہیں سنی۔"

جہاں تک اس پکار کو عقبہ کے شیطان یا ابلیس کی پکار کہنے کا تعلق ہے تو اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ابلیس جنّات کا باپ ہے (لہٰذا عقبہ کے شیطان کہنے سے اگر جن مراد ہے تو ابلیس کہنے سے جنّات کا باپ مراد ہے) یہ بھی ممکن ہے کہ دوسری روایت میں خدا کا دشمن ابلیس کہنے سے عقبہ کا شیطان ہی مراد ہو کیونکہ وہ بھی ابلیسوں میں سے ایک ہے لہٰذا دونوں لفظوں سے وہی مراد ہے۔

جیسا کہ پیچھے بھی بیان ہوا ہے اس بیعت عقبہ کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی یہاں موجود تھے، چنانچہ حضرت حارثہ ابن نعمانؓ سے روایت ہے کہ جب ہم لوگ بیعت سے فارغ ہو گئے تو میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

اے اللہ کے نبی! میں نے یہاں ایک شخص کو دیکھا جو سفید کپڑوں میں تھا اور اس کا آپ ﷺ کی دائیں جانب کھڑا ہونا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کو دیکھا تھا۔ میں نے عرض کیا ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھے۔ واللہ اعلم۔

افشائے راز...... غرض اس کے بعد یہ معاملہ پھیلنے لگا اور قریشی مشرکوں نے بھی اس کے متعلق سنا۔ (ی) کتاب الشریعت میں ہے کہ جب شیطان نے وہ آواز لگائی جس کا ذکر ہوا تو اس کی آواز بالکل منبہ ابن حجاج کی جیسی تھی۔ اس آواز کو سنکر عمرو ابن عاص اور ابو جہل کو بہت تشویش ہوئی، عمرو ابن عاص کہتے ہیں کہ میں اور ابو جہل یہ آواز سنکر عتبہ ابن ربیعہ کے پاس گئے اور ان کو اس آواز کے متعلق بتلایا مگر اس خبر سے ان پر کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ انہوں نے ہم سے کہا،

کیا تمہارے پاس منبہ نے خود آکر اس کے متعلق بتلایا تھا۔"

ہم نے کہا نہیں۔ تو عتبہ نے کہا،

"شاید یہ ابلیس کذاب کی آواز تھی"

Presented by Ziaraat.Com

یہ حدیث بہت لمبی ہے اور اس میں بہت عجیب و غریب چیزیں بھی ہیں۔ پیچھے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گزرا ہے کہ تم جن لوگوں سے ڈر رہے ہو ان میں سے کسی نے یہ آواز نہیں سنی ہے جبکہ یہاں عمرو ابن عاص اور ابو جہل کا سننا ثابت ہو رہا ہے مگر اس سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان دونوں کے سن لینے سے انصاریوں کو کوئی خوف و دہشت نہیں پیدا ہوئی تھی۔

قریش کی تشویش...... جب یہ خبر پھیل گئی تو مشرکین قریش کے بڑے بڑے سردار اور معزز لوگ شعب انصار میں آئے اور ان سے کہنے لگے،

"اے گروہ اوس و خزرج! ایک روایت میں صرف خزرج والو! کہا گیا ہے جس سے دونوں مراد ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ ہمارے اس ساتھی یعنی رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کو ہمارے درمیان میں سے نکال لے جانے کے لئے آئے ہیں اور اس بارے میں تم نے ان سے مل کر ہمارے مقابلے میں جنگ کرنے کا معاہدہ کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر تمہارے کسی شخص کی وجہ سے ہمارے اور محمد کے درمیان جنگ چھڑتی ہے تو ہمارے نزدیک اس شخص سے زیادہ برا اور قابل نفرت کوئی نہیں ہے۔"

مشرکین اوس و خزرج کے حلف...... یہ سنکر اوس اور خزرج کے مشرکین قریش کے سامنے قسمیں اور حلف کرنے لگے کہ ایسی کوئی بات ہرگز نہیں ہوئی ہے (کیونکہ ان مشرکوں کو حقیقت میں اس پوری کارروائی کا کوئی پتہ نہیں تھا) یہاں تک کہ ابی ابن سلول (جو منافقوں کا سردار کہلایا) بھی بڑے یقین سے کہنے لگا،

"یہ بالکل غلط اور جھوٹا الزام ہے ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ میں یثرب میں اپنی قوم کا سردار ہوں وہ لوگ مجھے دھوکے میں رکھ کر ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتے اور مجھ سے بتلائے اور میرے مشورہ کے بغیر اتنی بڑی بات نہیں کر سکتے۔"

قریش کی طرف سے انصار کا تعاقب...... مدینہ کے یہ مشرک اس معاملہ میں سچی بول رہے تھے کیونکہ جیسا کہ بیان ہوا ان لوگوں کو اس پورے معاملے کی کن فن بھی نہیں تھی۔ اس کے بعد لوگ منیٰ سے واپس اپنے اپنے وطن کو روانہ ہو گئے۔ مگر قریش مدینہ والوں کی اس گفتگو سے مطمئن نہیں ہوئے تھے اس لئے وہ اس کی تحقیق کرتے رہے آخر ان کو پتہ چلا کہ یہ بات سچ ہے اور مدینہ والوں نے واقعی قریش کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ سے معاہدہ کیا ہے۔ یہ تصدیق ہوتے ہی قریش مدینہ والوں کے تعاقب اور تلاش میں دوڑے مگر قافلہ دور نکل چکا تھا اسلئے صرف دو آدمی ان کے ہاتھ لگے ایک سعد بن عبادہ اور دوسرے منذر ابن عمرو۔ ان میں سے حضرت سعد تو پکڑے گئے اور انہوں نے خدا کے نام پر بڑی بڑی اذیتیں اور عذاب برداشت کئے لیکن منذر نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے پھر کچھ عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے سعد ابن عبادہ کو بھی مشرکوں کے پنجے سے نکال دیا۔

دو انصاریوں کی گرفتاری...... (قال) حضرت سعد کہتے ہیں کہ جب مشرکوں نے مجھے پکڑا تو انہوں نے میرے دونوں ہاتھ میری گردن میں باندھ دیئے اور بے تحاشہ میرے منہ پر تھپڑ مارنے اور میرے بال پکڑ کر کھینچنے لگے۔ حضرت سعد کے بال بہت زیادہ تھے۔ غرض وہ کہتے ہیں کہ مشرکین اسی طرح کھینچتے ہوئے مجھے مکہ لے گئے۔ وہاں ایک شخص نے میری طرف اشارہ کیا۔ یہ ابو البختری ابن ہشام تھا جو کفر کی حالت میں ہی مرا ہے۔ اس نے کہا؟

"تیرا ناس ہو۔ کیا تیرے اور قریش کے کسی آدمی کے درمیان کوئی پناہ یا ذمہ داری کا معاہدہ نہیں ہے؟"

میں نے کہا،

Presented by Ziaraat.Com

"ہاں ہے۔ جب جبیر ابن مطعم اپنی تجارت کے سلسلے میں مدینہ آیا کرتا تھا تو میں اس کو اپنے وطن میں ان لوگوں سے پناہ دیا کرتا تھا جو اس کے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ اسی طرح حرث ابن حرب ابن اُمیّہ کو بھی پناہ دیتا تھا۔"

سعد ابن عبادہ کی رہائی...... ان میں جُبَیر ابن مُطعم معاہدہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے اور دوسرے شخص حرث ابن حرب کے اسلام کے بارے میں کوئی پتہ نہیں چلتا۔ یہ ابو سفیان کا بھائی تھا۔ غرض یہ سن کر ابوالبختری نے مجھ سے کہا،

"تیرا برا ہو۔ تو ان دونوں آدمیوں کا نام لے کر انہیں مدد کے لئے کیوں نہیں پکارتا!"

چنانچہ میں نے ان دونوں کا نام لے کر پکارا تو وہی شخص یعنی ابوالبختری ان دونوں آدمیوں کو بلانے گیا۔ اس وقت یہ دونوں حرم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے ان دونوں سے کہا،

"قبیلۂ خزرج کے ایک شخص کو ابطح میں لوگ مار رہے ہیں اور وہ تم دونوں کو مدد کے لئے پکار رہا ہے!"

انہوں نے پوچھا وہ کون ہے۔ ابوالبختری نے کہا کہ وہ اپنے آپ کو سعد ابن عبادہ کہتا ہے چنانچہ یہ دونوں فوراً وہاں آئے اور انہوں نے مجھے چھٹکارہ دلایا۔

حضرت سعدؓ سے ہی ایک اور روایت ہے کہ جس وقت کہ میں قریشیوں کے ہاتھوں میں گرفتار تھا اور پٹ رہا تھا کہ ایک گورا چٹا اور لمبے قد کا بہت خوبصورت شخص میرے سامنے آیا۔ میں نے اسے دیکھ کر دل میں کہا کہ اگر ان لوگوں میں سے کسی کے دل میں بھلائی ہو سکتی ہے تو اسی میں ہو گی۔ وہ جب میرے قریب آیا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور بڑے زور سے میرے منہ پر طمانچہ مارا۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کی قسم جب اس شخص میں بھی خیر کا جذبہ نہیں ہے تو ان میں سے کسی میں بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ آنے والے شخص سہل ابن عمرو تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔

غرض اُدھر جب انصاری مسلمان واپس مدینہ پہنچے تو انہوں نے کھل کر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور علی الاعلان اسلام کے ارکان پورے کرنے لگے کیونکہ ویسے تو مدینہ والوں میں اسلام پھیل ہی چکا تھا اور یہ راز پہلے ہی افشاء ہو چکا تھا جبکہ وہ اس بیعت عقبہ کے لئے مکہ گئے بھی نہیں تھے۔

عمرو ابن جموح اور ان کے بت کا واقعہ...... مدینہ میں ایک شخص عمرو ابن جموح تھے یہ بنی سلمہ کے سرداروں اور معزز لوگوں میں سے تھے۔ یہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اگرچہ ان کے بیٹے معاذ ابن عمرو مسلمان ہو چکے تھے۔ عمرو ابن جموح نے اپنے مکان میں ایک بت رکھا ہوا تھا یہ لکڑی کا تھا اور اس کا نام مناۃ تھا کیونکہ مناۃ کی طرح اس کے سامنے برکت کے لئے قربانیاں کی جایا کرتی تھیں عمرو اس بت کا بہت احترام کرتے تھے ان کی قوم کے جو نوجوان مسلمان ہو چکے تھے جیسے معاذ ابن جبل ان کے بیٹے عمرو ابن معاذ اور معاذ ابن عمرو وغیرہ رات کے وقت چپکے سے اس بت کے پاس آتے اور اس کو گھر میں سے اٹھا کر باہر کسی ایسے گڑھے میں الٹا پھینک آتے جس میں شہر کی گندگی ڈالی جاتی تھی، عمرو صبح کو اٹھ کر بت کو نہ پاتے تو کہتے،

"تمہارا ناس ہو یہ کون ہے جس نے ہمارے معبود کی توہین کی؟"

بُت کی بے بسی کا مشاہدہ...... اس کے بعد وہ اسے ڈھونڈھنے نکلتے اور تلاش کر کے اور دھو کر واپس اس کی جگہ رکھ دیتے۔ رات ہوتی تو یہ نوجوان پھر وہی حرکت کرتے یہاں تک کہ آخر ایک دن عمرو نے بت کو خوب

Presented by Ziaraat.Com

اچھی طرح غسل دے کر اس کے خوشبوئیں لگائیں اور پھر اس کی گردن میں ایک تلوار لٹکا کر اس سے کہا،
"میں نہیں جانتا کہ تیرے ساتھ یہ بدسلوکی کون کرتا ہے؟ اب اگر خود تجھ میں کوئی خیر اور طاقت ہے تو خود ان لوگوں کو روک دینا۔ میں اس مقصد سے تیرے پاس یہ تلوار چھوڑے جارہا ہوں۔"
رات ہوئی تو وہ نوجوان پھر وہاں پہنچے۔ انہوں نے وہ تلوار تو اس کے گلے میں سے نکال ڈالی اور ایک مرا ہوا کتا کھینچ کر لائے اس کو ایک رسّی سے اس بت کے ساتھ باندھا اور پھر دونوں کو کھینچ کر بنی سلمہ کے ایک ایسے گڑھے میں پھینک آئے جس میں گندگی بھری ہوئی تھی۔
توفیق اسلام...... صبح کو عمرو اٹھ کر سیدھے بت کے پاس پہنچے اور اس کو گھر بھر میں موجود نہ پاکر اس کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ انہوں نے اس کو اس گڑھے میں ڈھونڈھ نکالا۔ اب جو انہوں نے بت کو اس حالت میں دیکھا کہ ایک مردہ اور گندا کتا اس کے ساتھ بندھا ہوا ہے تو ان کو عقل آئی۔ وہ یہاں سے سیدھے بعض مسلمانوں کے پاس پہنچے اور ان سے اسلام کے متعلق بات کی۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گئے اور بہت اچھے مسلمان بنے انہوں نے اس موقعہ پر کچھ شعر پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے۔
ترجمہ: خدا کی قسم اگر تو معبود ہوتا تو تو اور کتا ایک جگہ بندھے ہوئے اس گڑھے میں نہ پڑے ملتے۔
مکہ میں مسلمانوں کو ہجرت کا حکم...... اوھر آنحضرت ﷺ نے ان تمام مسلمانوں کو جو آپ ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھے مدینہ ہجرت کرنے کا حکم فرمادیا کیونکہ جب قریش کو یہ بات معلوم ہوئی کہ آنحضرت ﷺ نے ایک جنگجو قوم کے ساتھ ناطہ جوڑ لیا ہے اور ان کے یہاں ٹھکانہ بنالیا ہے تو انہوں نے صحابہ کا مکہ میں جینا دوبھر کر دیا اور گالیوں اور ایذار سانیوں کا ایسا طوفان اٹھایا کہ اب تک ایسا نہیں کیا تھا۔ روز بروز صحابہ کی پریشانیاں اور مصیبتیں بڑھنے لگیں، کچھ صحابہ کو دین سے پھیرنے کی کوشش میں طرح طرح کے طریقے آزمائے جاتے، کچھ کو طرح طرح کے عذاب دیئے جاتے اور کچھ کو ستاستا کر وہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا جاتا۔
آخر صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے اپنی مصیبتوں کی فریاد کی اور مکہ سے ہجرت کر جانے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ چند دن تک خاموش رہے آخر ایک دن آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا،
"مجھے تمہاری ہجرت گاہ دکھلائی گئی ہے مجھے دو پہاڑوں کے درمیان ایک زرخیز میدان دکھلایا گیا ہے۔ اگر سرات یعنی عرب کا سب سے اونچا پہاڑ زرخیز اور نخلستان ہوتا تو میں کہتا کہ یہی تمہاری ہجرت گاہ ہے۔"
اس کے بعد آنحضرت ﷺ بہت خوش خوش تشریف لائے اور آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا،
"مجھے تمہاری ہجرت گاہ کی خبر دیدی گئی ہے۔ وہ یثرب ہے؟"
اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کو ہجرت کی اجازت دی اور فرمایا،
"تم میں سے جو ہجرت کر کے مدینہ جانا چاہے وہ چلا جائے۔"
مسلمانوں کی خاموش روانگی...... چنانچہ اس اجازت کے بعد صحابہ ایک کے بعد ایک ہجرت کر کے چھپ چھپ کر خاموشی سے جانے لگے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا تھا،
"مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے کہ میں مکے سے ہجرت کر کے ایک نخلستانی سرزمین میں گیا ہوں جہاں کھجوروں کے باغات ہیں۔ اس پر ابتداء میں یہ سمجھا کہ وہ جگہ یمامہ ہے جہاں مجھے ہجرت کرنی ہے یا پھر ہجر کا مقام ہے مگر پھر مجھے معلوم ہوا کہ وہ شہر مدینہ ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

ترمذی میں حضرت جابر ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،
"اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی کے ذریعہ ان تینوں جگہوں کی خبر دی کہ تم اپنی ہجرت گاہ چاہے مدینہ کو بنالو چاہے بحرین کو اور چاہے قنسرین کو پسند کرلو۔"

مگر امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ حاکم نے اس حدیث کے بعد یہ بھی اضافہ نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان تینوں مقامات میں سے مدینہ کو پسند فرمالیا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے ہجرت کی جو اجازت مانگی تھی وہ خاص طور سے مدینہ جانے کے لئے نہ مانگی تھی بلکہ صرف مکہ سے نکل کر کہیں چلے جانے کی اجازت مانگی تھی۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ہجرت کی اجازت نہ دینا اس لئے تھا کہ اس وقت تک آنحضرت ﷺ کے سامنے بھی یہ متعین نہیں تھا کہ ہجرت گاہ کون سا شہر ہے۔

مگر اس تفصیل کی روشنی میں وہ روایت قابل اشکال ہو جاتی ہے جو معراج کے بیان میں گزری ہے کہ اسراء کے دوران جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے ایک جگہ نماز پڑھوائی اور پھر کہا کہ آپ ﷺ نے طیبہ میں نماز پڑھی ہے اور یہی آپ ﷺ کی ہجرت گاہ ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ممکن ہے اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ جبرئیل علیہ السلام کا وہ قول بھول گئے ہوں اور پھر آپ ﷺ کو بعد میں یہ بات یاد آئی ہو جبکہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ مجھے تمہاری ہجرت گاہ کی خبر دی گئی ہے۔

مگر پھر بھی یہ اشکال باقی رہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اوس اور خزرج سے اس بات پر معاہدہ کیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے دشمنوں سے آپ ﷺ کی حفاظت کریں جبکہ آنحضرت ﷺ یہ بھی جانتے تھے کہ اوس و خزرج کا وطن مدینہ ہے، لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ ﷺ کی ہجرت گاہ کوئی اور ہوتی۔ اوس اور خزرج کے لوگ اس طرح کیونکر معاہدہ کر سکتے تھے کہ آنحضرت ﷺ بحرین یا قنسرین میں رہیں گے اور یہ لوگ آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے۔ آگے غزوۂ بدر کے بیان میں یہ ذکر بھی آرہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو یہ خیال تھا کہ اوس اور خزرج کے لوگ آپ کے صرف مدینہ میں رہنے کی صورت میں ہی آپ ﷺ کی حفاظت و مدد کا ذمہ لیں گے۔ چنانچہ بعض روایتوں میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ تم اس بات پر بیعت کرو کہ جب میں یثرب آؤں تو تم میری مدد اور حمایت کرو گے۔ واللہ اعلم۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے مہاجروں میں اخوت کا قیام ...... ہجرت سے پہلے آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان برادرانہ رشتے قائم فرمائے یعنی مہاجر مسلمانوں کے درمیان حق اور سچائی کی بنیاد پر بھائی چارہ پیدا فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے درمیان برادرانہ رشتہ قائم فرمایا اسی طرح حضرت حمزہ کو حضرت زید ابن حارثہ کا بھائی بنایا، حضرت عثمان کو حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کا بھائی بنایا، حضرت زبیر اور حضرت ابن مسعود کے درمیان بھائی چارہ پیدا فرمایا، عبادہ ابن حارثہ اور بلال کے درمیان، مصعب ابن عمیر اور سعد بن ابی وقاص کے درمیان، ابو عبیدہ ابن جراح اور ابوحذیفہ کے غلام سالم کے درمیان، سعید ابن زید اور طلحہ ابن عبید اللہ کے درمیان اور حضرت علی اور خود اپنے درمیان بھائی چارہ کا رشتہ قائم فرمایا۔ حضرت علیؓ کو اپنا بھائی بناتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا،

Presented by Ziaraat.Com

"کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہارا بھائی بنوں۔"

حضرت علیؓ نے کہا کہ بے شک یا رسول اللہ! میں اس پر راضی ہوں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا،

"بس تو تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

(قال) عباس ابن تیمیہ مہاجروں کے درمیان اس بھائی چارے کی رشتہ بندی کو پسند نہیں کرتے خاص طور پر آنحضرت ﷺ کے حضرت علیؓ کو خود اپنا بھائی بنانے کو وہ ناپسند کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ناپسندیدگی کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے،

بھائی چارے کی یہ رشتہ بندی مہاجروں اور انصاری مسلمانوں کے درمیان تو اس لئے ٹھیک ہے کہ ان (اجنبی لوگوں) کے درمیان ایک دوسرے کے لئے دوستی اور دل جوئی کا ذریعہ بنے لیکن مہاجروں کی مہاجروں کے ساتھ بھائی بندی کے کوئی معنی نہیں ہیں۔"

اس کے جواب میں حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ بات اپنے قیاس کے مقابلے میں نص اور صریح حدیث کا انکار کرنے کے برابر ہے کیونکہ مہاجر مسلمانوں میں بھی بعض حضرات دوسرے کے مقابلے میں دولت اور خاندان کے لحاظ سے بہت اونچے تھے آنحضرت ﷺ نے کمزور اور قوی دو مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ رشتے میں جوڑ دیا تاکہ دولت کے لحاظ سے نیچا آدمی اونچے کا دوست بن جائے اور اونچا آدمی نیچے آدمی سے مدد حاصل کرے۔ اسی سے آنحضرت ﷺ کے حضرت علی سے بھائی چارے کا رشتہ قائم فرمانے کی حکمت بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ ظہور سے پہلے آنحضرت ﷺ ہی حضرت علیؓ کی کفالت فرماتے تھے۔

مدینہ کو پہلے مہاجر...... صحیح بخاری میں عمرۃ القضا کے باب میں ہے کہ زید ابن حارثہ نے کہا کہ حضرت حمزہ کی بیٹی میری بھتیجی ہے۔ یعنی اس بناء پر کہ حضرت حمزہ کو ان کا بھائی بنایا گیا تھا۔ ان مسلمانوں میں جو شخص سب سے پہلے ہجرت کے لئے روانہ ہوئے وہ رسول اللہ ﷺ کے رضاعی اور پھوپی زاد بھائی حضرت ابو سلمہ عبداللہ ابن عبدالاسد مخزومی تھے جنہوں نے سب سے پہلے تمہارا روانہ ہونے کا ارادہ کیا اور جیسا کہ پیچھے گزرا یہی سب سے پہلے آسان حساب کتاب کے لئے بلائے جائیں گے، جب یہ حبشہ سے واپس مکہ آئے تو ان کے گھر والوں نے انہیں سخت اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں آخر انہوں نے واپس حبشہ جانے کا ارادہ کر لیا مگر پھر انہیں ان بارہ انصاری مسلمانوں کے متعلق معلوم ہوا جو پہلی عقبہ میں مسلمان ہوئے تھے اس لئے یہ حبشہ کے بجائے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ یہ صبح سویرے کے وقت مدینہ پہنچے تھے۔

قریش کا بدترین ظلم...... مکہ سے روانگی کے وقت جب اونٹ پر سوار ہوئے تو انہوں نے اپنے ساتھ اپنی بیوی اُمّ سلمہ اور اپنے شیر خوار بچے سلمہ کو بھی اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھایا اور روانہ ہوئے اسی وقت ان کے سسرال والوں نے ان کو دیکھ لیا وہ فوراً ان کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے،

"اے ابو سلمہ! تم اپنے بارے میں اپنی مرضی کے مختار ہو مگر یہ اُمّ سلمہ ہماری بیٹی ہے اس لئے ہم اس کو گوارا نہیں کر سکتے کہ تم ہماری لڑکی کو لئے ہوئے دربدر مارے پھرو۔ یہ کہہ کر انہوں نے اُمّ سلمہ کے اونٹ کی لگام ان کے ہاتھ سے چھین لی۔ اس کے بعد اسی وقت خود ابو سلمہ کے خاندان کے لوگ پہنچ گئے اور کہنے لگے کہ ابو سلمہ کا بیٹا ہمارے خاندان کا بچہ ہے جب تم نے اپنی بیٹی کو اس کے پنجہ سے نکال لیا تو ہم اپنے بچے کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ یہ کہہ کر ان لوگوں نے بچے کو کھینچ کر ان کی گود سے چھین لیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ اس

Presented by Ziaraat.Com

طرح ان ظالموں نے حضرت ابو سلمہ کو ان کی بیوی اور بچے سے جدا کر دیا اور خود ماں اور بچے کو بھی ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ آخر ابو سلمہ تنہا ہی وہاں سے مدینہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

شوہر اور بیٹے کے فراق میں کس مپرسی...... اس کے بعد ایک سال تک ام سلمہ روز صبح کو ابطح میں جا کر بیٹھ جاتیں اور شام تک وہیں بیٹھی (اپنے شوہر اور بچے کے فراق میں) روتی رہتیں۔ ایک دن یہاں سے اُمّ سلمہ کا ایک رشتہ دار گزرا اس کو جب اُمّ سلمہ کے دردناک حالات معلوم ہوئے تو اسے ان پر رحم آیا۔ اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا،

"تمہیں اس غریب پر رحم نہیں آتا کہ تم نے اس کو اس کے بچے اور شوہر سے جدا کر دیا"

بے کس خاتون کا محسن...... آخر ان لوگوں کے دل پسیجے اور انہوں نے اُمّ سلمہ کو اجازت دیدی کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جاؤ۔ جب یہ خبر ابو سلمہ کے رشتے داروں کے پاس پہنچی تو انہوں نے بھی ان کا بچہ ان کو لوٹا دیا۔ اب اُمّ سلمہ بچے کو گود میں لے کر اونٹ پر سوار ہوئیں اور تن تنہا ہی مدینہ کے لئے روانہ ہو گئیں۔ اسی طرح اکیلی سفر کرتی ہوئی جب وہ تنعیم کے مقام پر پہنچیں تو وہاں انہیں عثمان بن طلحہ حجبی ملے جو کعبے کے کلید بردار تھے اس وقت تک یہ مشرک تھے بعد میں یہ حدیبیہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے اور حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن عاص کے ساتھ انہوں نے مدینہ کو ہجرت کی تھی جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی۔ انہوں نے تنہا اُمّ سلمہ کو سفر کرتے دیکھا تو یہ ان کی حفاظت کے لئے ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب قباء میں پہنچے تو یہ اُمّ سلمہ سے یہ کہہ کر رخصت ہو گئے کہ،

"یہاں تمہارے شوہر موجود ہیں۔"

یہ اُمّ سلمہ مہاجروں میں سے پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں۔ عثمان ابن طلحہ نے ان کو مدینہ تک پہنچا کر ان کے ساتھ جو احسان کیا تھا اس کی وجہ سے یہ کہا کرتی تھیں کہ میں نے عثمان ابن طلحہ سے زیادہ نیک اور شریف انسان کسی کو نہیں پایا۔

مدینہ کو پہلی مہاجر خاتون...... ابن اسحاق اور ابن سعد کہتے ہیں کہ ابو سلمہ کے بعد جو شخص مدینہ پہنچے وہ عامر ابن ربیعہ ہیں۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ بھی تھیں لہذا یہ لیلیٰ پہلی اونٹ سوار عورت ہیں جو مدینہ پہنچیں۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: مقصد یہ ہے کہ اُمّ سلمہ وہ پہلی اونٹ سوار عورت ہیں جو بغیر شوہر کے مدینہ میں داخل ہوئیں اور لیلیٰ وہ پہلی اونٹ سوار عورت ہیں جو معہ شوہر کے مدینہ پہنچیں۔ اس طرح ان دونوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا۔

مگر ابن جوزی نے لکھا ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے جس نے مدینہ کو ہجرت کی وہ اُمّ کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط تھیں۔ واللہ اعلم۔

(قال) حضرت اُمّ سلمہ کا جو واقعہ گزرا ہے اس کے بارے میں وہ خود حضرت عثمان ابن طلحہ کے ان کی مدد کرنے کا حال بیان کرتی ہیں کہ جب تنعیم کے مقام پر انہوں نے مجھے تن تنہا سفر کرتے دیکھا تو مجھ سے کہنے لگے کہ کہاں جا رہی ہو! میں نے کہا اپنے شوہر کے پاس۔ پھر وہ کہنے لگے کہ کیا تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے؟ میں نے کہا "میرے ساتھ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس بچے کے اور کوئی نہیں ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

اس پر وہ بولے کہ خدا کی قسم میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ اس کے بعد انہوں نے اونٹ کی لگام پکڑی اور میرے ساتھ چلنے لگے۔ ہم جب کسی منزل پر پہنچتے تو وہ میرے اونٹ کو بٹھا دیتے اور خود وہاں سے کچھ دور چلے جاتے۔ میں اونٹ سے اتر جاتی تو آکر اونٹ کو ایک طرف لے جاتے اور اسے کسی درخت کے ساتھ باندھ دیتے اور خود اس درخت کے سائے میں بیٹھ جاتے۔ پھر جب چلنے کا وقت آتا تو اونٹ کو کھول کر میرے پاس لاتے اور خود وہاں سے دور جا کر کھڑے ہو جاتے اور مجھ سے کہتے کہ سوار ہو جاؤ! میں سوار ہو جاتی تو پھر آکر اونٹ کی لگام پکڑتے اور اس کو آگے لے چلتے۔

(ق) علامہ سلام یعنی شافعی کا قول ہے کہ کسی عورت کا بغیر شوہر کے یا بغیر کسی محرم کے یا بغیر کسی دوسری قابل اعتبار عورت کے ہجرت کے سوا کوئی دوسرا سفر کرنا صغیرہ گناہوں میں سے ہے۔ جہاں تک فرض حج اور عمرہ کا سوال ہے تو وہ اسی صورت میں جائز ہے کہ راستے مامون اور بے خطر ہوں۔

پیچھے ہم نے بیان کیا ہے کہ ابو سلمہ دوسروں کے بغیر یعنی تنہا ہجرت کرنے والوں میں پہلے آدمی ہیں۔ اس سے اس بات کی تردید نہیں ہوتی کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں سب سے پہلے مدینہ پہنچنے والے حضرت مصعب ابن عمیر تھے کیونکہ جیسا کہ بیان ہوا وہ تنہا مدینہ نہیں گئے تھے بلکہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ گئے تھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے یا پھر یوں کہا جا سکتا ہے کہ ابو سلمہ وہ پہلے ہجرت کرنے والے مسلمان ہیں جو خود اپنی مرضی سے مدینہ گئے جبکہ حضرت مصعبؓ آنحضرت ﷺ کی طرف سے بھیجے ہوئے گئے تھے۔

سیرت ابن ہشام میں بھی یہی ہے کہ صحابہ میں سے مدینہ کو ہجرت کر کے جانے والے پہلے صحابی بنی مخزوم کے ابو سلمہ ہیں۔ اس پر کوئی اشکال بھی نہیں ہوتا۔ ان کے بعد عامر آئے پھر بلال آئے اور پھر سعد آئے۔

مہاجروں کے ساتھ انصاریوں کا بے مثال سلوک..... ایک روایت میں ہے کہ عقبہ کی دوسری بیعت کے بعد صحابہ ایک کے بعد ایک مسلسل مدینہ کو جانا شروع ہو گئے۔ یہ سب انصاری مسلمانوں کے گھروں پر آکر ٹھہرتے رہے۔ انصاری مسلمان ان کو بخوشی اپنے پاس ٹھہراتے اور انکی دلداری کرتے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق اور عیاش ابن ابو ربیعہ بیس آدمیوں کے ایک قافلے کے ساتھ مدینہ پہنچے۔

حضرت عمر کی علی الاعلان ہجرت اور قریش کو چیلنج..... ہشام ابن عاص نے حضرت عمر سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ ہجرت کریں گے انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا۔

"میں آپ کو فلاں مقام پر ملوں گا اور آپ پہلے پہنچ جائیں تو میرا انتظار کریں۔"

مگر قریش کو ہشام کی ہجرت کے ارادے کی بھنک پڑ گئی اور انہوں نے ان کو جانے سے روک دیا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ سارے مسلمانوں نے چھپ چھپ کر اور خاموشی سے ہجرت کی سوائے حضرت عمرؓ کے کہ وہ کھلم کھلا اور علی الاعلان روانہ ہوئے۔ انہوں نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو ایک پہلو میں تلوار لٹکائی اور ایک طرف کمان لٹکائی دونوں ہاتھوں میں تیر لئے اور ایک چھوٹا نیزہ اپنے شانے سے لٹکایا اور اس حالت میں کعبے کی طرف روانہ ہوئے اس وقت حرم میں قریش کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے سب کے سامنے بیت اللہ کے سات طواف کئے اور اس کے بعد مقام ابراہیم کے پاس آکر دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد وہ ایک ایک شخص کی طرف منہ کر کے کہنے لگے،

Presented by Ziaraat.Com

"یہ چہرے سیاہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان دشمنوں کو برباد کرے گا۔ جو شخص اپنی ماں کی کوکھ ویران کرنا چاہے یا جو شخص اپنے بچوں کو یتیم کرنا چاہے یا اپنی بیوی کو بیوہ کرنا چاہے وہ مجھے اس وادی کے باہر آکر جانے سے روکنے کی کوشش کرے۔"

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ سارے قریش کو سانپ سونگھ گیا کسی نے ان کا پیچھا نہیں کیا اور حضرت عمرؓ بڑی شان سے روانہ ہو گئے۔

عیاش ابن ربیعہ کے ساتھ ابو جہل کا فریب...... اس کے بعد ابو جہل اور اس کے بھائی حرث ابن ہشام جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، مدینہ گئے۔ اس وقت تک آنحضرت ﷺ نے ہجرت نہیں فرمائی تھی بلکہ آپ مکہ میں رہی تھے۔ ان دونوں نے مدینہ پہنچ کر عیاش ابن ربیعہ سے گفتگو کی، یہ عیاش ان دونوں کے ماں شریک بھائی تھے اور اپنی ماں کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے (یعنی ابو جہل اور حرث کے سب سے چھوٹے سوتیلے بھائی تھے) ان دونوں نے عیاش سے کہا کہ ان کی ماں نے یہ قسم کھائی ہے کہ جب تک وہ انہیں یعنی عیاش کو نہیں دیکھ لے گی اس وقت تک نہ تو اپنا سر دھوئے گی...... اور ایک روایت میں ہے کہ نہ تو اپنے سر میں کنگھی کرے گی اور نہ دھوپ سے بچ کر سایہ دار جگہ میں بیٹھے گی...... ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جب تک ان کے بیٹے یعنی عیاش واپس مکہ نہ آجائیں نہ تو وہ کھائے گی نہ پئے گی اور نہ چھت کے نیچے جائے گی۔"

پھر ان دونوں نے عیاش سے کہا،

"تم اپنی ماں کے سب سے لاڈلے بیٹے ہو اور تم ایک ایسے دین پر ہو جس میں ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کی تعلیم دی گئی ہے اس لئے واپس مکہ چلو اور وہاں اسی طریقہ پر اپنی عبادت کرتے رہنا جس طرح تم یہاں مدینہ میں کرتے ہو۔"

یہ سن کر عیاش کا دل پسیج گیا اور انہوں نے ان دونوں بھائیوں سے یہ عہد لیا کہ وہ ان کو کسی مصیبت میں نہیں ڈال دیں گے (جب حضرت عمرؓ کو اس کی خبر ہوئی کہ ابو جہل اور حرث عیاش کو لینے آئے ہیں اور ماں کے عہد کا ذکر کرتے ہیں تو) انہوں نے عیاش سے کہا،

"وہ دونوں صرف تمہیں تمہارے دین سے پھیرنے کے لئے یہ چال چل رہے ہیں اس لئے ان سے بچ کر رہو جہاں تک تمہاری ماں کی قسم کا سوال ہے تو خدا کی قسم جب اس کو جوئیں پریشان کریں گی تو سر میں کنگھی کرلے گی اور جب مکہ کی جھلسا دینے والی گرمی ستائے گی تو خود ہی سائے دار جگہ میں پہنچے گی۔"

اس پر عیاش نے کہا،

"میں اپنی ماں کی دل جوئی کروں گا اور وہاں میرا مال وغیرہ ہے میں اس کو بھی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

حضرت عمرؓ نے پھر ان سے کہا،

"تم میرا آدھا مال لے لو مگر ان کے ساتھ مت جاؤ۔"

مگر حضرت عیاش نہیں مانے۔ جب حضرت عمر نے کہا،

جب تم طے کر چکے ہو تو جاؤ مگر میری اونٹنی لیتے جاؤ یہ بڑی اصیل اور سیدھی اونٹنی ہے بس تم اس کی کمر پر سے مت اترنا اگر وہ دونوں تمہارے ساتھ کوئی فریب کریں تو تم اسی اونٹنی پر واپس مدینہ بھاگ آنا۔"

مگر عیاش نے حضرت عمر کی یہ پیشکش بھی ٹھکرا دی اور ان دونوں کے ساتھ مکہ واپس جانے کے لئے

Presented by Ziaraat.Com

مدینہ سے روانہ ہوگئے۔ مگر جیسے ہی یہ لوگ مدینہ سے باہر نکلے ابو جہل اور حرث نے عیاش کی مشکیں باندھ دیں۔

عیاش ظالم بھائیوں کے چنگل میں...... سیرت ابن ہشام میں یہ ہے کہ عیاش نے حضرت عمر کی اونٹنی لے لی تھی اور اس پر سوار ہو کر ان دونوں کے ساتھ چلے یہاں تک کہ جب وہ کچھ دور پہنچے تو ایک جگہ ابو جہل نے ان سے کہا،

"بھائی! خدا کی قسم میری یہ اونٹنی بو جھل چل رہی ہے کیا تم مجھے اپنی اونٹنی پر پیچھے بٹھا سکتے ہو؟"

عیاش نے کہا ضرور۔ ابو جہل نے کہا کہ بس تو اپنی اونٹنی کو بٹھالو۔ ادھر خود اس نے بھی اونٹنی بٹھائی جیسے ہی یہ لوگ اونٹنیوں سے اترے ایک دم ان پر چڑھ دوڑے اور ان کے ہاتھ ان کی پشت پر باندھ دیئے پھر اسی حال میں یہ دونوں عیاش کو لئے ہوئے مکہ میں پہنچے۔ یہاں انہوں نے مکہ والوں سے کہا،

"مکہ والو! اپنے بیوقوفوں کے ساتھ ایسے ہی معاملہ کرو جس طرح ہم نے اپنے بے وقوف کے ساتھ کیا ہے۔"

(یعنی تم لوگ بھی اپنے اپنے رشتے داروں کو اسی طرح فریب کر کے مدینہ سے نکال لاؤ) اس کے بعد عیاش کو بھی مکہ میں ہشام ابن عاص کے ساتھ قید کر دیا گیا۔ ہشام کے بارے میں پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ ان کو بھی ہجرت سے روک دیا گیا تھا اور مشرکوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ غرض ان دونوں کو قید میں ڈال دیا گیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب ابو جہل اور حرث نے مدینہ پہنچ کر عیاش سے ان کی ماں کی قسم کا ذکر کیا اور ساتھ ہی عیاش کو یہ یقین بھی دلادیا کہ ماں کو دیکھنے کے بعد وہ ان کا راستہ نہیں روکیں گے بلکہ وہ واپس آنے کے لئے آزاد ہوں گے تو وہ ان کے ساتھ روانہ ہوگئے اور جیسے ہی شہر سے نکلے ان دونوں نے ان کو باندھ کر ان کے سو کوڑے لگائے۔ اس بارے میں ابو جہل اور حرث کی بنی کنانہ کے ایک شخص نے مدد بھی کی تھی جس کا نام حرث ابن یزید قریشی تھا۔ علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ یہی شخص مکہ میں ابو جہل کے ساتھ عیاش کو بدترین سزائیں بھی دیتا تھا۔ کتاب ینبوع میں ہے کہ دونوں آدمیوں نے الگ الگ عیاش کو سو سو کوڑے مارے تھے اور جب ان کو مکہ لے آئے تو انہیں ہاتھ پیر باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا گیا۔ اس وقت ان کی ماں نے وہاں کھڑے ہو کر حلف کیا کہ جب تک یہ عیاش اس نئے دین سے نہیں پھر جائے گا اس وقت تک میں یہاں سے نہیں ہٹوں گی۔ آخر وہ اپنے دین سے پھر گئے (مگر اس بارے میں اختلاف ہے کہ عیاش اسلام سے پھر گئے تھے۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

ایک قول ہے کہ یہی واقعہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب بنا،

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (سورۂ عنکبوت، پ ۲۰، ع ۱ آیت ۱)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس کی کوئی دلیل تیرے پاس نہیں تو توان کا کہنا نہ ماننا تم سب کو میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے سو میں تم کو تمہارے سب کام نیک ہوں یا بد جتلادوں گا۔

مگر اسی آیت کے بارے میں پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ یہ سعد بن ابی وقاص کے متعلق نازل ہوئی

Presented by Ziaraat.Com

تھی۔اب اس شبہ کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ شاید یہ آیت ان میں سے ہے جو ایک سے زائد مرتبہ (مختلف اسباب کے تحت) نازل ہوئی ہیں۔لہذا یہ ان دونوں اسباب کے تحت نازل ہوئی ہے۔

عیاش کا ابن جرید سے انتقام اور اس کی سزا...... بنی کنانہ کے جس شخص حرث ابن جرید قریشی کا ذکر پیچھے ہوا ہے کہ اس نے عیاش کو فریب دے کر عذاب دیئے تھے یعنی ابوجہل کا ہاتھ بٹایا تھا اس کے متعلق عیاش نے حلف اٹھالیا کہ جب بھی میرا بس چلا میں اس شخص کو قتل کروں گا۔چنانچہ ایک عرصہ بعد ان کو ایک دن وہ کنانی شخص مل گیا اس وقت وہ مسلمان ہوچکا تھا مگر عیاش کو اس کے اسلام کا پتہ نہیں تھا لہذا انہوں نے اس کو اپنی قسم پوری کرنے کے لئے قتل کردیا اور پھر آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا (سورہ نساء، پ ۵، ع ۱۲ آیت ۹۲)

ترجمہ: اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو ابتداء قتل کرے لیکن غلطی سے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کردے تو اس پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا ہے جو اس کے خاندان والوں کے حوالے کردیا جائے مگر یہ کہ وہ لوگ معاف کردیں۔

آنحضرت ﷺ نے یہ آیت عیاش کو پڑھ کر سنائی اور ان سے فرمایا،

"اٹھو اور ایک باندی آزاد کرو!"

مظلوم مسلمانوں کیلئے دعائے نبوی...... عیاش کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ فتح مکہ تک مشرکوں کی قید میں رہے مگر ایک دوسرے قول سے اس بات کی تردید ہوتی ہے کہ جبکہ آنحضرت ﷺ مدینہ پہنچ چکے تھے اور عیاش مکہ میں قید تھے تو آپ چالیس دن تک صبح کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد عیاش کی رہائی کے لئے دعا قنوت پڑھتے رہے اور آپ قنوت میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! ولید ابن ولید، عیاش بن ابی ربیعہ، ہشام ابن عاص اور مکہ کے ان دوسرے کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما جو مشرکوں کے ہاتھوں گرفتار بلا ہیں اور جو اپنی رہائی کے لئے نہ کوئی تدبیر کرسکتے ہیں اور نہ کوئی راہ نکال سکتے ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہشام ابن عاص اور عیاش ابن ابوربیعہ عذاب دیئے جانے کے باوجود اسلام سے نہیں پھرے تھے۔سیرت ابن ہشام کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے دونوں آدمی یعنی ولید ابن ولید اور عیاش بن ربیعہ صریحی طور پر دین سے پھر گئے تھے اور دوسرے یعنی ہشام ابن عاص نے صرف ظاہری طور پر کفر کے کلمے کہہ دیئے تھے۔سیرت ابن ہشام میں اگرچہ ان پہلے دونوں آدمیوں کے مرتد ہوجانے کی صراحت موجود ہے مگر اس بارے میں گزشتہ روایت کی بناء پر اشکال اور شبہ ہے کیونکہ اگر وہ دونوں واقعی مرتد ہوگئے تھے تو ان کو قید سے رہائی مل جاتی۔البتہ اس بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشرکوں کو اس کا یقین نہیں ہوا تھا کہ یہ دونوں واقعی اسلام سے پھر گئے ہیں اس لئے انہوں نے ان کو رہا نہیں کیا۔

مگر آنحضرت ﷺ کی جو دعا ان دونوں کی رہائی کے لئے گزری ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف ظاہر میں اور کافروں کو دھوکہ دینے کے لئے اسلام سے پھر گئے تھے حقیقت میں مرتد نہیں ہوئے تھے۔

آگے بیان آئے گا کہ عیاش ابن ابوربیعہ اور ہشام ابن عاص کی رہائی کا سبب ولید ابن ولید بنے تھے یہ پہلے رہا ہوگئے تھے اور سیدھے مدینہ پہنچ گئے تھے۔یہ ولید غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوگئے تھے مگر

Presented by Ziaraat.Com

ان کے دونوں بھائیوں خالد ابن ولید اور ہشام ابن ولید نے ان کی طرف سے فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیا اور انہیں اپنے ساتھ مکہ لے گئے۔ پھر یہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے ہجرت کر کے مدینہ جانے کا ارادہ کیا تو ان ہی دونوں بھائیوں نے ان کو قید کر دیا اور ان سے کہا،

"تو اسی وقت مسلمان نہ ہوا جبکہ ہم نے تیری جان کا فدیہ ادا کیا تھا؟"

انہوں نے کہا،

"نہیں۔ میں نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ میرے بارے میں لوگ یہ سمجھیں کہ میں چھٹکارا پانے کے لئے مسلمان ہو گیا۔"

اس کے بعد ولید کی بھی خلاصی ہو گئی اور یہ سیدھے مدینہ پہنچ گئے۔ اس کے بعد پھر یہ خاموشی سے مکہ آئے اور عیاش اور ہشام کو چھٹکارہ دلا کر اپنے ساتھ مدینہ لے گئے آنحضرت ﷺ ان کے اس کارنامے سے بے حد خوش ہوئے اور ان کا شکریہ ادا کیا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عیاش کے بارے میں یہ قول کمزور ہے کہ وہ فتح مکہ تک مکہ میں قید رہے۔

آنحضرت ﷺ سے پہلے جن دوسرے لوگوں نے ہجرت کی ان میں ابو حذیفہ ابن عتبہ ابن ربیعہ کے غلام سالم بھی شامل ہیں ان کو ابو حذیفہ کی بیوی نے آزاد کر دیا تھا اور اس کے بعد ابو حذیفہ نے ان کو متبنیٰ یعنی منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ ابو حذیفہ کی بیوی انصاری تھیں یہ حضرت سالم مدینہ میں مہاجر مسلمانوں کی نماز میں امامت کیا کرتے تھے جن میں حضرت عمر بھی ہوتے تھے۔ حضرت سالم کو امام بنانے کی وجہ یہ تھی کہ سب سے زیادہ قرآن پاک ان کو ہی یاد تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ان کی بہت تعریفیں کیا کرتے تھے یہاں تک کہ جب اپنے اوپر قاتلانہ حملے میں سخت زخمی ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے وصیت کی تو یہ کہا،

"اگر ابو حذیفہ کے غلام زندہ ہوتے تو اپنی جانشینی کیلئے میں مشورہ ہی نہ کرتا۔ یعنی حضرت سالم کو اپنی جگہ خلیفہ بنا جاتا۔ مگر یہ سالم غلام تھے اس لئے اسکا مطلب بتلاتے ہوئے علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کی رائے سے اس شخص کو منتخب کرتے جو بعد میں خلافت کو سنبھالتا (ی) یہ حضرت سالم یمامہ کے واقعہ کے دن قتل ہو گئے تھے حضرت عمر نے ان کی میراث کے دینے کے لئے ان کی آزاد کرنے والی خاتون کو بلوایا مگر انہوں نے یہ میراث لینے سے انکار کر دیا۔ لہذا حضرت عمر نے ان کا ترکہ بیت المال میں داخل کر دیا۔

حضرت صہیبؓ کی ہجرت...... آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بعد حضرت صہیبؓ نے ہجرت کی۔ اگرچہ کتاب عیون الاثر اور شامی کی عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے پہلے ہجرت کا ارادہ کیا تھا۔ غرض جب صہیبؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو ان سے قریشی کفار نے کہا،

"جب تم ہمارے یہاں یعنی مکہ میں آئے تھے تو تم ایک قلاش اور فقیر آدمی تھے مگر ہمارے یہاں رہ کر تمہارا مال و دولت خوب بڑھ گیا اب تم چاہتے ہو کہ اپنا وہ مال و دولت لے کر ہمارے یہاں سے چلے جاؤ جو تم نے ہمارے یہاں سے کمایا ہے۔ نہیں خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا"

نفع کا سودا...... اس پر صہیبؓ نے ان سے کہا،

"کیا تم اس پر راضی ہو سکتے ہو کہ میں اپنا مال و دولت تمہارے حوالے کر دوں اور پھر تم مجھے مدینہ چلے جانے کی اجازت دے دو۔"

Presented by Ziaraat.Com

ان لوگوں نے کہا ہاں پھر تم جاسکتے ہو! حضرت صہیب نے کہا،

"بس تو میں اپنا مال تمہیں دیتا ہوں۔"

آنحضرت ﷺ کو جب اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا،

"صہیبؓ نے نفع کا سودا کیا۔"

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ حضرت صہیبؓ نے آنحضرت ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی ہجرت کریں گے چنانچہ جب آپ ﷺ نے غار ثور کو تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے حضرت صہیبؓ کو بلانے کے لئے دو مرتبہ یا تین مرتبہ حضرت ابو بکر کو بھیجا حضرت ابو بکرؓ نے ہر دفعہ ان کو نماز میں مشغول پایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کو پسند نہیں کیا کہ ان کی نماز میں خلل ہو جیسا کہ آگے آئے گا۔

لہذا حضرت صہیبؓ کا یہ قول آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بعد کا ہی ہے جیسا کہ بیان ہوا اور جو خصائص صغریٰ میں حضرت صہیبؓ سے منقول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکرؓ بھی آپ ﷺ کے ساتھ گئے تو میرا ارادہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ جانے کا تھا، مگر قریشی نوجوانوں نے میرا راستہ روک لیا یعنی جب کہ میں نے آپ ﷺ کے بعد تنہا ہی جانے کا ارادہ کیا اور انہوں نے ان سے وہ باتیں کہیں جو پیچھے گزریں تو میں نے ان سے کہا،

"میں تمہیں بہت سے اوقیہ سونا دیدوں گا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ میں تمہیں اپنا ایک تہائی مال دے دوں گا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میرا مال لے لو اور مجھے جانے دو۔"

چنانچہ انہوں نے اس کو مان لیا تو میں نے ان سے کہا،

"میرے مکان کے دروازے کے نیچے کھدائی کر کے جتنا اوقیہ سونا ہے وہ نکال لو۔"

آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ...... اس کے بعد میں مکہ سے روانہ ہو کر قباء کے مقام پر آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ گیا اس وقت تک آپ ﷺ وہاں سے روانہ نہیں ہوئے تھے۔ جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا،

"اے ابو یحییٰ! تم نے نفع کا سودا کیا۔"

یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی (جبکہ اس وقت تک نہ تو حضرت صہیبؓ نے ہی آپ کو اپنے ساتھ قریش کے اس معاملے کے بارے میں کچھ بتلایا تھا اور نہ ان سے پہلے کوئی اور ہی مکہ سے آپ ﷺ کے پاس پہنچا تھا) حضرت صہیبؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! مجھ سے پہلے تو اس واقعہ کی خبر لے کر آپ ﷺ کے پاس کوئی نہیں پہنچا۔ آپ ﷺ کو یہ بات حضرت جبرئیل نے ہی بتلائی ہو گی۔"

ابو نعیم نے حلیہ میں سعید ابن مسیب سے روایت پیش کی ہے جنہوں نے کہا،

جب صہیب مکہ سے ہجرت کر کے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچنے کے لئے چلے تو انہوں نے اپنی تلوار، ترکش اور کمان ساتھ لے لی۔ قریش کے لوگوں نے ان کا پیچھا کیا تو صہیبؓ اپنی سواری سے اترے اور جو کچھ ان کے ترکش میں تھا اس کو الٹ کر ان لوگوں سے کہا،

"اے گروہ قریش! تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں تم میں بہترین تیر انداز ہوں اور خدا کی قسم میں تم

Presented by Ziaraat.Com

لوگوں کو اس وقت تک اپنے قریب نہیں آنے دوں گا جب تک کہ میں اپنے ترکش کا آخری تیر تک استعمال نہیں کر لوں گا اور اس کے بعد میرے پاس میری تلوار ہے جس سے میں آخر دم تک لڑوں گا۔ اس کے بعد تم جو چاہو کر سکتے ہو لیکن اگر تم چاہو تو میں مکہ میں موجود اپنے مال و دولت کی تم کو نشان دہی کر سکتا ہوں مگر اس شرط پر کہ پھر تم میرا راستہ نہیں روکو گے!"

اس کو قریشیوں نے مان لیا تو حضرت صہیبؓ نے ان کو اپنے مال کی جگہ بتلائی جیسا کہ بیان ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے حضرت صہیبؓ سے کہا تھا کہ تم ہمیں اپنے مال و دولت کا پتہ بتلا دو تو ہم تمہارا راستہ چھوڑ دیں گے اس کا ان لوگوں نے ان سے عہد کیا تو حضرت صہیبؓ نے ان کو پتہ بتلا دیا۔

بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ مشرکوں نے حضرت صہیبؓ کو پکڑ کر ان کو عذاب دیئے تو حضرت صہیبؓ نے ان سے کہا،

"میں ایک بوڑھا آدمی ہوں۔ اس سے تمہارے لئے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کہ میں تم میں کا کہلاؤں یا دوسروں میں کا۔ اس لئے کیا تم اس پر راضی ہو سکتے ہو کہ میرا مال لے لو اور مجھے میرے دین کے ساتھ چھوڑ دو؟ بس ایک سواری اور کچھ زاد راہ دے دو۔"

اس پر قریشی تیار ہو گئے۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی،

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ الآیہ (سورۂ بقرہ، پ ۲، ع ۲۵)

ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیک بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں۔

پھر حضرت صہیبؓ کہتے ہیں جب میں قبا میں پہنچا تو میں نے آنحضرت ﷺ اور ابو بکرؓ کو بیٹھے ہوئے دیکھا جیسے ہی ابو بکرؓ نے مجھے دیکھا وہ ایک دم کھڑے ہو کر میری طرف بڑھے اور انہیں میرے بارے میں اس آیت کے نازل ہونے کی خوش خبری سنائی۔

ایک روایت میں ہے کہ پھر ابو بکر، عمر اور کچھ دوسرے لوگ مجھ سے ملے اور ابو بکر نے مجھ سے کہا،

"اے ابو یحییٰ! تم نے بڑے نفع کا سودا کیا"

میں نے کہا،

"تمہارا سودا بھی ایسا ہی ہو۔ مگر بتاؤ تو کیا معاملہ ہے۔"

تب حضرت ابو بکر نے بتایا کہ تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور انہوں نے وہ آیت پڑھ کر سنائی۔

<u>حضرت صہیبؓ کون تھے؟</u>...... (حضرت صہیب کے بارے میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ حجاز سے باہر کے رہنے والے تھے۔ ان کے متعلق کچھ تفصیل آگے آرہی ہے) سہل ابن عبداللہ تستری نے اپنی تفسیر میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت صہیبؓ ہمیشہ بے چین رہا کرتے تھے اور ان کے دل کو قرار اور سکون نہیں ملتا تھا نہ وہ رات کو سو سکتے تھے اور نہ دن کو۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو ایک عورت نے خرید لیا تھا۔ اس نے ان کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگی،

"میں اس وقت تک تم سے خوش نہیں ہوں گی جب تک کہ تم رات کو سوؤ گے نہیں کیونکہ تم کمزور

Presented by Ziaraat.Com

ہوتے جا رہے ہو اس لئے تمہیں میرے کاموں اور خدمت میں مشغول ہونے کی ضرورت نہیں۔"

اس پر حضرت صہیبؓ رونے لگے اور بولے،

"صہیبؓ کو جب دوزخ کا خیال آتا ہے تو اس کی نیند اڑ جاتی ہے جب جنت کا خیال آتا ہے تو شوق پیدا ہو جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی یاد آتی ہے تو اس کا شوق بڑھ جاتا ہے۔"

مگر کتاب البدایہ والنہایہ میں جو روایت ہے ان کی روشنی میں یہ قول قابل غور ہو جاتا ہے کیونکہ اس تاریخ میں ہے کہ رومیوں نے حضرت صہیبؓ کے وطن پر حملہ کر کے اس کو تاراج کر دیا۔ ان کا وطن دریائے دجلہ کے کنارے پر تھا۔ ایک قول ہے کہ دریائے فرات کے کنارے تھا۔ غرض حضرت صہیبؓ گرفتار ہو گئے اس وقت یہ کم عمر تھے پھر بنی کلب کے لوگوں نے رومیوں سے ان کو خرید لیا اور مکہ لے آئے۔ یہاں ان کو بنی کلب سے عبداللہ ابن جدعان نے خرید لیا اور آزاد کر دیا۔ آزاد ہونے کے بعد صہیبؓ مکہ میں ہی رہتے رہے یہاں تک کہ جب آنحضرت ﷺ کا ظہور ہوا تو یہ مسلمان ہو گئے حضرت صہیبؓ اور حضرت عمارؓ ابن یاسر ایک ہی دن مسلمان ہوئے تھے۔

(اس روایت میں صہیبؓ کی غلامی کے زمانے میں کسی عورت کی خریداری کا ذکر نہیں) اس شبہ کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے یہ عورت ہی جس نے صہیبؓ کو خریدا تھا اسی کلب میں سے ہو۔

حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ پر وحی آنے سے پہلے (یعنی نبوت سے پہلے) کے زمانے میں بھی میں آپ ﷺ کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ ان سے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے کہا،

صہیب! تمہارا کوئی لڑکا تو ہے نہیں مگر پھر بھی تمہاری کنیت یعنی ابو یحییٰ (یحییٰ کا باپ) لقب پڑ گیا!

صہیب نے کہا،

"مجھے ابو یحییٰ کا یہ لقب رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔"

صہیبؓ کے مذاق سے آنحضرت ﷺ محظوظ ہوتے تھے..... اس طرح حضرت صہیبؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بغیر بیٹے کے ہی لقب ملا۔ ان کی زبان میں بڑی تختی اور غیر عربیت تھی اور ساتھ ہی ان کے مزاج میں مذاق کا مادّہ بہت تھا۔ ایک مرتبہ ان کی ایک آنکھ دکھ رہی تھی اور یہ ککڑی اور کھجور کھا رہے تھے (جو ایسے میں نقصان دہ ہے) آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا،

"تم کھجور کھا رہے ہو حالانکہ تمہاری ایک آنکھ دکھ رہی ہے!"

صہیب نے جواب دیا،

"میں اپنی صحیح آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں۔"

ان کا یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے۔

کتاب معجم طبرانی میں صہیبؓ سے ہی یوں روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کے سامنے چھوہارے اور روٹی رکھی ہوئی تھی آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ قریب آجاؤ اور کھاؤ چنانچہ میں نے بیٹھ کر چھوہارے کھانے شروع کر دیئے۔ آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تمہاری آنکھ تو دکھ رہی ہے اور تم چھوہارے کھا رہے ہو! اس پر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس کو دوسری جانب سے چبا رہا ہوں۔ اس پر رسول اللہ مسکرانے لگے۔

www.ziaraat.com sabeel-e-sakina

Presented by Ziaraat.Com

یہ واقعات دو علیحدہ علیحدہ بھی ہو سکتے ہیں (اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی واقعہ ہو اور راوی کے بیان میں فرق ہو)۔

اجازت ہجرت کیلئے آنحضرت ﷺ کا انتظار...... غرض جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو ہجرت کی اجازت عنایت فرما دی اور وہ مسلسل مکہ سے مدینہ جانے لگے تو آپ ان کے مدینہ جانے کے بعد بھی اس انتظار میں رکے رہے کہ آپ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت ملے تو جائیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ جانے کیلئے صرف حضرت علی اور حضرت ابو بکر رہ گئے۔ اور جیسا کہ بیان ہوا حضرت صہیبؓ بھی رکے رہے۔ ان کے علاوہ جو لوگ مکہ میں باقی تھے وہ یا تو قیدی تھے یا بیمار تھے اور یا ایسے لوگ رہ گئے تھے جو عاجز تھے۔ حضرت ابو بکرؓ اکثر آنحضرت ﷺ کے پاس جا کر آپ سے اپنے جانے کے لئے اجازت مانگا کرتے تھے مگر آپ ﷺ ہر دفعہ صرف یہ فرما دیتے۔

"جلدی نہ کرو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بھی کوئی ساتھی بنا دے۔"

ہمراہی کے لئے صدیق اکبر کی آرزو...... اس پر حضرت ابو بکر یہ آرزو کیا کرتے تھے کہ خدا کرے وہ ساتھی آنحضرت ﷺ ہوں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابو بکر نے روانگی کی تیاری کر لی (اور آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگی) آپ ﷺ نے فرمایا،

"جلدی نہ کرو۔ امید ہے کہ مجھے بھی اجازت ملنے والی ہے۔"

حضرت ابو بکر نے کہا،

"آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ کیا آپ ﷺ کو اس کی امید ہے۔"

صدیق اکبرؓ کی تیاریاں...... آپ ﷺ نے فرمایا ہاں چنانچہ حضرت ابو بکر نے اپنا جانا اس تمنا میں ملتوی کر دیا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ جا سکیں گے۔ انہوں نے دو اونٹنیاں ببول کے پتے کھلا کر اس مقصد سے تیار کر رکھی تھیں وہ ان اونٹنیوں کو چار مہینے سے کھلا رہے تھے اور ان کو آٹھ سو درہم میں خریدا تھا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس تفصیل کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں اونٹنیوں کو حضرت ابو بکر نے آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے بعد کھلانا شروع کیا تھا جو بیان ہوا (کہ شاید مجھے بھی ہجرت کی اجازت ملنے والی ہے) یہ بات ظاہر ہے کہ آپ کا یہ ارشاد انصاری مسلمانوں کی بیعت کے بعد کا ہے اور اس بیعت اور آنحضرت ﷺ کی ہجرت میں تین مہینے یا تقریباً تین مہینے کا فصل ہے (لہٰذا چار مہینے اونٹنیوں کو کھلانے کی بات قابل غور ہے) یہ بیعت ذی الحجہ کے مہینے میں ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے ربیع الاول کے مہینے میں ہجرت فرمائی۔

سیرت شامی میں تو اس بات کی صراحت ہی موجود ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے بعد ہی اونٹنیوں کو پالنا شروع کیا تھا چنانچہ سیرت شامی میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کے ہجرت کی اجازت مانگنے پر آنحضرت ﷺ نے ان سے یہ فرمایا کہ جلدی مت کرو ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی ساتھی فراہم فرما دے تو حضرت ابو بکرؓ کو یہ آرزو ہوئی کہ ساتھی سے آنحضرت ﷺ کی مراد خود اپنی ذات مبارک ہے۔ چنانچہ انہوں نے دو اونٹنیاں خریدیں اور انہیں گھر میں ہی روک کر کھلاتے اور اس سفر کیلئے تیار کرتے رہے۔

ادھر آگے حافظ ابن حجر کا یہ قول آرہا ہے کہ صحابہ کی ہجرت کے آغاز اور آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے درمیان تقریباً ڈھائی مہینے کا فصل ہے۔ واللہ اعلم

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت ﷺ کے خلاف قریش کی سازش...... غرض جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کو مددگار یعنی انصاری اور قریش کے علاوہ دوسرے لوگوں میں بھی ساتھی مل گئے ہیں اور ادھر انہوں نے صحابہ کو ان انصاریوں کے پاس ہجرت کر کر کے جاتے دیکھا جہاں انہیں تحفظ حاصل ہوا کیونکہ انصاری بڑے جنگ جو اور جانباز لوگ تھے۔ تو انہیں ڈر ہوا کہ کہیں آنحضرت ﷺ خود بھی ہجرت کر کے مدینہ نہ چلے جائیں اور وہاں انصاریوں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگ کی تیاری کریں لہذا یہ سب قریش اپنے دار الندوہ میں جمع ہوئے اور اس پر مشورہ شروع کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں کیا قدم اٹھائیں؟

قریش کی مشورت گاہ...... یہ دار الندوہ قریش کی مشورہ گاہ تھا جہاں وہ ہر اہم مسئلہ جمع ہو کر طے کیا کرتے تھے۔ یہ پہلا پختہ مکان ہے جو مکہ میں تعمیر ہوا اور جیسا کہ پیچھے بیان ہوا یہ قصی ابن کلاب کا مکان تھا، پھر اس کے بعد یہ اس کے بیٹے عبد الدار کے ہاتھوں میں پہنچ گیا، پھر اس کو حضرت معاویہ نے اس وقت خرید لیا تھا جب وہ حج کے لئے مکہ آئے تھے یہ بھی عبد الدار کی اولاد میں سے ہی تھے۔ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ امیر معاویہ نے یہ عمارت حکیم ابن حزام سے خریدی تھی۔ چنانچہ اس بات کی تائید مصعب ابن عبداللہ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے کہ اسلام آنے کے وقت دار الندوہ حکیم ابن حزام کے ہاتھوں میں تھا۔ انہوں نے اس کو ایک لاکھ درہم میں معاویہ ابن ابوسفیان کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔ اس پر حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے حکیم سے کہا،

"تم نے قریش کی عزت بیچ ڈالی!"

حکیم نے جواب دیا،

"بھتیجے اب تقویٰ کے سواب سب عزتیں ختم ہو چکی ہیں"

اس روایت کی تفصیل گزر چکی ہے۔ یہ دار الندوہ حجر اسود کی سمت میں اس جگہ کے قریب تھا جہاں اب مقام حنفی ہے۔ اس عمارت کا دروازہ مسجد حرام میں سے تھا۔ کسی مشورے کے وقت اس دروازے سے دار الندوہ میں قصی کی اولاد میں سے صرف وہ شخص ہی داخل ہو سکتا تھا جس کی عمر چالیس سال ہو۔ بعض علماء نے یہ مصرعہ نقل کیا ہے کہ ابوجہل کو اس وقت ہی سرداری مل گئی تھی جبکہ اس کی مسین بھی نہیں بھیگی تھیں اور یہ اس وقت اس عمارت کے دروازے میں داخل ہو گیا تھا جبکہ اس کی داڑھی بھی پوری طرح نہیں آئی تھی۔

مشورہ میں شیطان کی شرکت...... غرض بعد میں اس عمارت کو حرم میں داخل کر لیا گیا تھا۔ اس کو دار الندوہ اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس میں ندی یعنی جماعت ہی مشورہ کے لئے داخل ہوتی تھی۔ ایسے دن کو یہ لوگ یوم رحمت کہا کرتے تھے کیونکہ مشورے کے دن اس میں بنی عبد شمس، بنی نوفل، بنی عبد الدار، بنی اسد، بنی مخزوم، بنی سہم اور بنی جمح وغیرہ ان سب کے بھی سردار اور معزز لوگ جمع ہوا کرتے تھے جو قریش میں شمار نہیں ہوتے تھے۔ مشورے کے وقت ذی رائے اور سمجھدار لوگوں میں سے ہر ہر شخص کو بلایا گیا کسی کو محروم نہیں رکھا گیا۔ اس اجتماع میں شیطان بھی شریک ہوا جو ایک نجدی شیخ کی شکل میں آیا تھا اور ایک ریشمی اور ایک قول کے مطابق اونی سبز رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ اس نے یہ عمدہ لباس اس لئے پہنا کہ اس سے لوگ متاثر ہو کر اس کا مشورہ قبول کریں کیونکہ اس زمانے میں عام طور پر با وقار اور اونچے درجے کے لوگ ہی یہ لباس استعمال کرتے تھے۔

مکار شیخ نجدی...... غرض یہ اجنبی شیخ دروازے پر آکر ٹھہر گیا۔ لوگوں نے اس کو دیکھ کر پوچھا کہ آپ کون

Presented by Ziaraat.Com

بزرگ ہیں؟ اس نے کہا،

"میں ایک نجدی شیخ ہوں، آپ لوگ جس مقصد سے یہاں جمع ہوئے ہیں میں اس کے بارے میں سن کر اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ لوگوں کی باتیں سنوں، ممکن ہے میں بھی کوئی رائے مشورہ دے سکوں۔"

قریشیوں نے کہا بے شک آپ اندر آ جائیے چنانچہ یہ بھی دار الندوہ میں پہنچ گیا۔ اس نے اپنے آپ کو نجدی اس لئے ظاہر کیا کہ قریش نے پہلے ہی اعلان کر دیا تھا کہ ہمارے ساتھ تہامہ کا کوئی شخص نہیں شریک ہو سکتا کیونکہ تہامہ یعنی مکہ والوں کے اکثر لوگ محمد کے ہمدرد اور بہی خواہ ہو گئے ہیں۔

ایک قول ہے کہ جب شیطان نے قریش کا یہ اعلان سنا کہ آج ہم لوگوں کے مشورہ میں صرف وہی شریک ہو سکتا ہے جو ہمارے ساتھ ہے اور پھر دار الندوہ کے دروازے پر قریش نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو تو اس نے کہا تھا کہ میں ایک نجدی شیخ ہوں اور تمہاری بہن کی اولاد میں سے ہوں۔ اس پر قریش نے کہا کہ بہن کی اولاد ہو تو ہم میں ہی سے ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ جب ابلیس قریشیوں کی اس مجلس میں پہنچا تو قریشیوں کو غصہ آگیا اور انہوں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے اور بغیر اجازت کے ہماری اس خصوصی مجلس میں کیسے آیا تو اس نے جواب دیا،

"میں ایک نجدی شخص ہوں میں نے تم لوگوں کو سمجھا کہ تم شریف اور معزز لوگ ہو اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ تم لوگوں کے پاس بیٹھوں اور تمہاری باتیں سنوں لیکن اگر تمہیں میرا بیٹھنا ناگوار ہو تو میں چلا جاتا ہوں۔"

یہ سن کر قریشی آپس میں کہنے لگے،

یہ تو نجدی آدمی ہے اس کی طرف سے تم پر جاسوس نہیں ہے۔ ایک روایت کے لفظ یوں ہیں کہ یہ تو نجد کا رہنے والا ہے مکہ کا نہیں ہے اس لئے مشورہ میں اس کا موجود رہنا تمہارے لئے خطرناک نہیں ہے۔

خطرناک مشورے...... غرض اس کے بعد مشورہ شروع ہوا تو کچھ لوگوں نے کہا،

"اس شخص یعنی آنحضرت ﷺ کا معاملہ تم دیکھ ہی چکے ہو، خدا کی قسم اب ہر وقت اس بات کا خطرہ ہے کہ یہ اپنے نئے اور اجنبی مددگاروں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف حملہ کرے گا لہٰذا اس بارے میں مشورہ کر کے اور سب مل کر کوئی ایک بات طے کر لو۔"

اس پر ایک شخص جس کا نام ابو البختری ابن ہشام تھا بولا،

"اس کو بیڑیاں پہنا کر ایک کوٹھڑی میں بند کر دو اور اسکے بعد کچھ عرصہ انتظار کرو کہ اس کی بھی وہی حالت ہو جائے جو اس سے پہلے اس جیسے شاعروں کی ہو چکی ہے اور یہ بھی اسی طرح موت کا شکار ہو جیسے وہ ہو چکے ہیں۔"

اس پر شیخ نجدی نے کہا،

"ہرگز نہیں، یہ رائے بالکل غلط ہے۔ اپنے کہنے کے مطابق اگر تم نے ان کو قید کر دیا تو جو دروازہ تم ان پر بند کرو گے اسی دروازے سے یہ خبر نکل کر ان کے ساتھیوں تک پہنچ جائے گی۔ پھر اس وقت تم پچھتاتا جب وہ لوگ تم پر حملہ کر کے ان کو تمہارے ہاتھوں سے نکال کر لے جائیں۔ پھر وہ لوگ تم پر بھاری ہو جائیں گے یہ رائے بالکل غلط ہے۔ کوئی اور تدبیر سوچو۔"

اب ان لوگوں میں پھر بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ اب اسود ابن ربیعہ ابن عمیر نے کہا،

Presented by Ziaraat.Com

"ہم اس کو یہاں سے نکال کر جلاوطن کردیں یہاں سے نکل کر پھر یہ ہماری طرف سے کہیں بھی جائے۔"

اس پر پھر شیخ نجدی کہنے لگا۔

"خدا کی قسم یہ رائے بھی غلط ہے۔ تم دیکھتے نہیں اس کی باتیں کتنی خوبصورت اور اس کی گفتگو کتنی میٹھی ہوتی ہے کہ اپنا خدائی کلام سنا کر وہ لوگوں کا دل موہ لیتا ہے۔ خدا کی قسم اگر تم نے اس کو جلاوطن کردیا تو تمہیں امن نہیں ملے گا کیونکہ یہ کسی بھی عرب قبیلے میں جا کر اپنی خوبصورت باتوں اور میٹھی گفتگو سے ان کا دل موہ لے گا یہاں تک کہ وہ لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت اور معاہدہ کرلیں گے اور یہ ان کے ساتھ یہاں آکر تمہیں روند ڈالے گا اور تمہاری یہ ساری سرداری تم سے چھین کر تمہارے ساتھ جو چاہے سلوک کرے گا۔ اس لئے اس بارے میں کوئی اور رائے سوچو۔"

ابو جہل کے مشورہ پر قتل کا فیصلہ...... اس پر ابو جہل ابن ہشام نے کہا۔

"خدا کی قسم میری ایک دوسری ہی رائے ہے اس سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتی۔"

لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے تو ابو جہل نے کہا۔

"میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگ ہر خاندان اور ہر قبیلے میں کا ایک ایک بہادر، طاقتور اور نڈر نوجوان لیں اور ہر ایک کو ایک ایک آبدار تلوار دے کر محمد پر حملہ کرنے کے لئے سویرے بھیجیں اور وہ سب ایک ساتھ اس پر اپنی تلواروں کا ایک بھرپور ہاتھ ماریں اور قتل کر دیں۔ اس طرح ہمیں چین مل جائے گا اور ادھر یہ ہوگا کہ اس کے قتل میں سارے قبیلے شریک ہو جائیں گے لہٰذا بنی عبد مناف (یعنی آنحضرت ﷺ کے خاندان والوں) کو اس کی طاقت نہیں ہوگی کہ وہ تمام قبیلوں سے جنگ کریں لہٰذا انہیں مجبوراً خوں بہا یعنی جان کی قیمت لینے پر راضی ہونا پڑے گا جو ہم دے دیں گے۔"

یہ سن کر اس شیخ نجدی نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں اس شخص کی رائے ہی سب سے اعلیٰ رائے ہے، میرے خیال میں اس سے اچھی رائے کوئی اور نہیں ہو سکتی۔"

حفاظت خداوندی...... (اس رائے کو سب نے مان لیا اور) اس کے بعد مجلس ختم ہو گئی۔ ادھر دوسری طرف فوراً ہی حضرت جبرئیل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

"آپ ﷺ روزانہ جس بستر پر سوتے ہیں آج اس پر نہ سوئیں۔"

اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مشرکوں کی سازش کی خبر دی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ

(آیت ۳۰ سورہ انفال پ ۹، ع ۴)

ترجمہ: اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت بڑی بڑی تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آیا آپ کو قید کرلیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن (یعنی جلاوطن) کردیں اور وہ تو اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت ﷺ کا مکان قاتلوں کے نرغہ میں...... غرض جب ایک تہائی رات گزر گئی تو مشرکین کا جتھا آنحضرت ﷺ کے مکان کے دروازے پر آکر چھپ گیا اور انتظار کرنے لگا کہ آنحضرت ﷺ سو جائیں تو وہ سب ایک دم آپ ﷺ پر حملہ کریں، ان سب کی تعداد ایک سو تھی۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: کتاب درِ منثور میں ابن جریر ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے عبید ابن عمیر سے ایک روایت پیش کی ہے کہ جب مشرکوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف سازش تیار کی کہ یا آپ ﷺ کو قید کر لیں یا قتل کر دیں اور یا جلاوطن کر دیں تو ابو طالب نے آکر آپ ﷺ سے کہا،

"کیا تم جانتے ہو دشمنوں نے تمہارے خلاف کیا سازش کی ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"ان لوگوں نے طے کیا ہے کہ یا مجھے قید کر لیں یا قتل کر دیں اور یا جلاوطن کر دیں"

ابو طالب نے حیران ہو کر پوچھا کہ تمہیں یہ بات کس نے بتلائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے رب نے ابو طالب نے کہا،

"تمہارا رب بڑا اچھا پروردگار ہے تم اپنے رب سے خیر مانگو!"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"ہاں میں اس سے خیر مانگتا ہوں بلکہ وہ خود میرے ساتھ خیر فرماتا ہے۔"

یہاں تک کتاب درِ منثور کا حوالہ ہے۔ مگر انہوں نے اس کے بعد یہ نہیں لکھا کہ قریش کی یہ سازش ابو طالب کے انتقال کے بعد ہوئی تھی۔ یہ سازش سنیچر کے روز تیار کی گئی تھی چنانچہ اسی لئے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے سنیچر کے دن کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مکر و فریب کا دن ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا،

"اس دن ہی میں قریش نے میرے خلاف سازش کی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔"

سیرت دمیاطی میں ہے کہ رات میں یہ سب قریش آنحضرت ﷺ کے مکان کے باہر جمع ہو گئے اور کواڑوں کی ریخوں میں سے جھانکنے اور آپ کا انتظار کرنے لگے وہ سب رات کے اندھیرے میں کھڑے اس پر غور اور مشورہ کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کے بستر پر حملہ آور کون ہو۔ مگر اس قول پر شبہ ہے کیونکہ اس بارے میں سازش اور مشورہ کرنا سمجھ میں نہیں آتا اس لئے کہ وہ اس سے پہلے یہ طے کر چکے تھے کہ سب مل کر ایک ساتھ آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے حملہ آور ہوں گے تاکہ کسی ایک قبیلے یا خاندان سے خون بہا کا مطالبہ نہ کیا جاسکے۔

ایک قول یہ ہے کہ رات کو وہ سب لوگ اپنے پورے ہتھیار لگائے ہوئے آنحضرت ﷺ کے دروازے پر چھپ گئے اور صبح کا انتظار کرنے لگے تاکہ ایک دم کھلے عام آپ ﷺ کو قتل کر دیں اور آپ ﷺ کا خون بنی ہاشم بھی دیکھ لیں کہ اس میں سب قبائل شریک ہیں اور وہ جان لیں کہ سب سے بدلہ لینا ممکن نہیں ہے۔ یہی بات گزشتہ بیان کے مناسب بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت علی آپ ﷺ کے بستر پر...... آنحضرت ﷺ نے قریش کا یہ گروہ دیکھا اور آپ ﷺ کو معلوم

Presented by Ziaraat.Com

ہو گیا کہ ان کے کیا ارادے ہیں تو آپ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا،

"تم میرے بستر پر سو جاؤ اور میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ لو۔"

آنحضرت ﷺ اس چادر کو اوڑھ کر ہی عیدین کی نماز کو جایا کرتے تھے۔ اس چادر کی لمبائی چار ہاتھ تھی اور چوڑائی دو ہاتھ اور ایک بالشت تھی۔ جہاں تک اس کے رنگ کا تعلق ہے کہ آیا یہ سبز تھا یا سرخ تو اس بارے میں جابر سے ایک قول ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سرخ تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک سرخ چادر اوڑھ کر عیدین اور جمعہ کی نماز میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مگر میں نے بعض روایتیں دیکھیں جن میں ہے کہ یہ چادر سبز رنگ کی تھی۔ ادھر سیرت دمیاطی میں آنحضرت ﷺ کے یہ الفاظ ہیں کہ میری یہ سرخ چادر اوڑھ لو۔ جہاں تک حضرمی کا تعلق ہے تو اس سے مراد حضر موت کی چادر ہے حضر موت یمن میں ایک شہر یا قبیلہ ہے آنحضرت ﷺ سوتے وقت یہی چادر اوڑھا کرتے تھے۔ غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت علی کو یہ چادر اوڑھ کر لیٹ جانے کا حکم دے کر فرمایا،

"تمہارے ساتھ کوئی ناگوار حادثہ پیش نہیں آئے گا۔"

آسمانوں میں حضرت علی کی حفاظت کے چرچے...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ اور میکائیل علیہما السلام پر وحی نازل کی اور فرمایا،

"میں نے تم دونوں کے درمیان بھائیوں کا رشتہ پیدا کر دیا ہے اور تم میں سے ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ رکھی ہے اور اب تم میں سے کون اپنے ساتھی کے لئے زندگی کا ایثار کرتا ہے۔" (یعنی وہ زیادہ عمر تم دونوں میں سے کس کو دی جائے)۔

اس پر دونوں نے ہی لمبی زندگی کی خواہش کی کسی نے دوسرے کیلئے ایثار نہیں کیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ان پر پھر وحی نازل کی اور فرمایا، "دیکھو تم دونوں علی بن ابو طالب کی طرح نہ ہوئے میں نے ان کے اور محمد ﷺ کے درمیان بھائیوں کا رشتہ قائم کر دیا تھا اب علی انکے بستر پر رات گزار رہے ہیں تا کہ ان پر اپنی جان قربان کر دیں اور ان کیلئے اپنی زندگی کا ایثار کریں۔ اب تم دونوں زمین پر جاؤ اور ان کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کرو۔"

آسمانی محافظ..... چنانچہ جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام زمین پر آئے، جبرئیل علیہ السلام حضرت علی کے سرھانے کھڑے ہو گئے اور میکائیل علیہ السلام ان کی پائنتی کے پاس کھڑے ہو گئے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے حضرت علی کی طرف دیکھ کر کہا،

"واہ واہ اے ابن ابو طالب! تم جیسا کون ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ فرشتوں کا مقابلہ کیا ہے"

ادھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ مگر اس روایت کے بارے میں امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ حدیث و سیرت کا علم رکھنے والے علماء کے نزدیک متفقہ طور پر یہ حدیث جھوٹی ہے۔ ادھر یہ کہ آنحضرت ﷺ کے اس سچے ارشاد کے بعد کہ تمہارے ساتھ کوئی ناگوار حادثہ پیش نہیں آئے گا۔ حضرت علیؓ کو پوری طرح اطمینان ہو چکا تھا لہٰذا اس کے بعد اپنی جان قربان کرنے اور اپنی زندگی کا ایثار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے جو اس روایت کے تحت بیان ہوئی تو یہ سورۂ بقرہ کی آیت ہے اور مدینہ میں نازل ہوئی ہے جس پر سب کا اتفاق ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت صہیبؓ کے سلسلے میں نازل ہوئی

Presented by Ziaraat.Com

تھی جب انہوں نے مدینہ کو ہجرت کی تھی۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ مگر کتاب امتاع میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جو جملہ حضرت علی کے لئے گزرا ہے وہ آپ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا۔ اب اس کی روشنی میں حضرت علی کا آنحضرت ﷺ کے لئے اپنی جان پیش کرنے کے لئے لیٹنا بالکل صاف ہے (لہٰذا وہ جبرئیل و میکائیل والی روایت بھی درست ہو جاتی ہے۔ رہ گیا اس آیت کا حضرت صہیبؓ کے سلسلے میں نازل ہونا تو) ہو سکتا ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو ایک دفعہ حضرت علیؓ کے حق میں اور دوسری دفعہ حضرت صہیبؓ کے حق میں۔ اب اس آیت میں شری یعنی خریدنے کا لفظ باع یعنی بیچنے کے معنی میں ہوگا۔ یعنی حضرت علی نے آنحضرت ﷺ کی زندگی کے بدلے میں اپنی زندگی بیچ دی...... اور حضرت صہیبؓ کے حق میں اس کے معنی خریدنے ہی کے رہیں گے یعنی انہوں نے اپنے مال کے بدلے میں اپنی زندگی خرید لی۔ جہاں تک اس آیت کے مکہ میں نازل ہونے کا تعلق ہے تو اس سے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ سورۂ بقرہ مدینہ میں نازل ہونے والی سورہ نہیں ہے کیونکہ اس سورہ کا زیادہ حصہ مدینہ میں نازل ہونے کی وجہ سے اس کو مدنی سورہ ہی کہا جائے گا (اس ایک آیت کی وجہ سے مکی سورہ نہیں کہا جائے گا) کتاب سبعیات میں ہے کہ (جب مشرکین نے رات کو آپ ﷺ کے مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو) آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کی طرف دیکھا اور پھر ان سے فرمایا،

"تم میں سے کون ہے جو میری جگہ میرے بستر پر سو جائے میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

اس پر حضرت علی نے عرض کیا،

"میں لیٹوں گا اور آپ کے بدلے اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں گا۔"

یہاں تک کتاب سبعیات کا حوالہ ہے مگر شاید یہ روایت صحیح نہیں ہے، اور کتاب امتاع میں جو کچھ ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت غلط ہے۔ اس روایت کے مطابق ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق جب آنحضرت ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے روانہ ہوئے اس وقت وہاں حضرت علی اور حضرت ابوبکر کے سوا کوئی نہیں تھا۔ بہر حال روایتوں کا یہ اختلاف قابل غور ہے واللہ اعلم۔

ابوجہل کی بیہودہ سرائیاں...... مشرکوں کے جس گروہ نے آنحضرت ﷺ کے مکان کو گھیر رکھا تھا ان میں حکم ابن ابوالعاص، عقبہ ابن ابی مُعیط، نضر ابن حرث، امیہ ابن خلف، زمعہ ابن اسود، ابو لہب اور ابوجہل بھی شامل تھے۔ ابوجہل یہاں کھڑا ہوا لوگوں سے کہہ رہا تھا،

"محمد کہتا ہے کہ اگر تم اس کے دین کو قبول کر لو تو تم کو عرب اور عجم کی بادشاہت مل جائے گی اور مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور وہاں تمہارے لئے ایسی جنتیں اور باغات بنا دیئے جائیں گے جیسے اردن کے باغات اور سبزہ زار ہیں لیکن اگر تم میری پیروی نہیں کرو گے تو تم سب تباہ و برباد ہو گے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے تو تمہارے لئے وہاں جہنم کی آگ تیار ہوگی جس میں تمہیں جلایا جائے گا۔"

حفاظت الٰہی میں آپ ﷺ کا مکان سے خروج...... یہ اردن (مصنف کے زمانے کے اعتبار سے) شام کے علاقے میں ایک جگہ ہے جو بیت المقدس کے قریب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ابوجہل کا یہ جملہ سن لیا آپ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ ہاں میں یقیناً یہ بات کہتا ہوں اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ میں کچھ مٹی اٹھائی اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یٰس وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ...... تا ...... فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (سورۂ یٰسین پ ۲۲، ع ۱ آیت ۱تا۹)

ترجمہ: یٰس۔ قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں اور سیدھے راستے پر ہیں۔ یہ قرآن خدائے زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے تاکہ آپ اوّلا ایسے لوگوں کو ڈراویں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے تھے سو اسی سے یہ بے خبر ہیں ان میں سے اکثر لوگوں پر بات تقدیری ثابت ہو چکی ہے سو یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاویں گے ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک اڑ گئے ہیں جس سے ان کے سر اوپر کو اٹھ گئے ہیں اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی اور ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی جس سے ہم نے ہر طرف سے ان کو پردوں سے گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔

سورۂ یٰسین کی برکات...... اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بینائی کو ڈھک دیا اور وہ آنحضرت ﷺ کو اپنے سامنے سے جاتے ہوئے نہیں دیکھ سکے۔ مسند حرث ابن ابی اسامہ میں آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے سورۂ یٰسین کی فضیلتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا،

"اگر اس کو خوفزدہ شخص پڑھے گا تو اس کو امن حاصل ہو جائے گا، اگر بھوکا پڑھے گا تو اس کا پیٹ بھر جائے گا، ننگا پڑھے گا تو اس کو لباس حاصل ہو جائے گا، پیاسا پڑھے گا تو اس کو سیرابی حاصل ہو گی اور بیمار پڑھے گا تو اس کو شفا حاصل ہو گی۔"

اپنے مکان سے نکلتے ہوئے آنحضرت ﷺ مشرکوں کے سروں کی طرف مٹی پھینکتے جاتے تھے۔ چنانچہ ان میں کوئی شخص ایسا نہیں بچا جس کے سر پر مٹی نہ پہنچی ہو۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا جہاں جانے کا ارادہ تھا آپ ﷺ اسی طرف روانہ ہو گئے۔

قاتلوں کو آپ ﷺ کے نکل جانے کی اطلاع!...... اس کے بعد ان مشرکوں کے پاس جو ابھی تک آنحضرت ﷺ کے انتظار میں آپ ﷺ کے مکان کے باہر چھپے کھڑے تھے کوئی شخص آیا اور ان سے کہنے لگا،

"تم یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو؟"

انہوں نے کہا، محمد ﷺ کا۔ اس پر وہ کہنے لگا،

"ارے بیوقوفو! خدا کی قسم محمد تو تمہارے سامنے سے نکل کر چلے گئے وہ تم سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنے ارادہ کے مطابق جا چکے ہیں۔ تم اپنے سروں پر مٹی نہیں دیکھ رہے ہو؟"

اب ان سب لوگوں نے جلدی سے اپنے سروں پہ ہاتھ پھیر کر دیکھا تو سروں میں مٹی بھری ہوئی نظر آئی۔

مگر کتاب نور میں ہے کہ یہ روایت حضرت ماریہ کی حدیث کے خلاف ہے۔ حضرت ماریہ آنحضرت ﷺ کی خادمہ تھیں اور ان کا لقب ام رباب تھا۔ اس روایت میں ہے کہ وہ دیوار کے پاس آکر جھک گئیں اور آپ ﷺ ان کے سہارے سے دیوار پر چڑھ گئے۔ یہ اس رات کی بات ہے جبکہ آپ ﷺ مشرکوں سے بچ کر نکلے تھے لہذا اگر یہ دونوں روایتیں درست ہیں تو ان میں موافقت پیدا کرنے کی ضرورت ہو گی ورنہ جو صحیح ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ یہاں تک کتاب نور کا حوالہ ہے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: ان دونوں روایتوں میں موافقت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اس طرح کہ ممکن ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کو مناسب نہ سمجھا ہو کہ مشرکوں کے سامنے دروازے سے نکل کر آئیں لہذا آپ اس دیوار کے ذریعہ اتر گئے جس کا ذکر ہوا ہے۔ واللہ اعلم

اس رات آنحضرت ﷺ یہاں سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیق کے مکان پر تشریف لے گئے تھے

Presented by Ziaraat.Com

وہاں آپ ﷺ اگلی رات تک رہے اور پھر آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر یہاں سے نکل کر ثور پہاڑ پر گئے۔ یہ تفصیل سیرت دمیاطی میں ہے۔

غرض جب قریش کو خبر ہوئی کہ آنحضرت ﷺ ان کے سروں پر خاک ڈال کر تشریف لے جا چکے ہیں تو وہ سب اپنی کمین گاہوں سے نکلے آنحضرت ﷺ کے بستر پر حضرت علیؓ چادر اوڑھے ہوئے سو رہے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم یہ تو محمد اپنی چادر اوڑھے ہوئے سو رہے ہیں۔ اب وہ سب یہاں کھڑے ہوئے یہ باتیں کرتے رہے اور سوچتے رہے کہ ایک دم ان پر حملہ کر دیں مگر اللہ تعالیٰ حفاظت فرما رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسی میں صبح ہو گئی اور چاندنا شروع ہو گیا۔ اب حضرت علی سوتے سے اٹھے تو مشرکین (ان کو دیکھ کر حیران ہوئے اور) کہنے لگے کہ خدا کی قسم جس شخص نے ہمیں محمد کے نکل جانے کی خبر دی تھی وہ سچ ہی بول رہا تھا۔ غرض جب حضرت علی اٹھے تو ان لوگوں نے ان سے آنحضرت ﷺ کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا کہ مجھے ان کا کچھ پتہ نہیں ہے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب مشرکوں کو باہر کھڑے کھڑے صبح ہو گئی تو وہ بستر کی طرف دیکھ کر یہ سمجھے کہ آنحضرت ﷺ لیٹے ہوئے ہیں مگر جب انہوں نے وہاں آپ ﷺ کے بجائے حضرت علی کو دیکھا تو گویا حق تعالیٰ کی طرف سے ان کا فریب ان ہی پر لوٹا دیا گیا۔ اب انہوں نے حضرت علی سے پوچھا۔

"تمہارے صاحب کہاں ہیں؟"

حضرت علی نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ (سورہ طور، پ ۲۷، ع ۲ آیت ۳۰)

ترجمہ: ہاں کیا یہ لوگ یوں بھی کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں اور ہم انکے بارے میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

اسی طرح حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَاِذْ یَمْکُرُ بِكَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا، الخ۔ کتاب عیون الاثر میں ابن اسحاق کے بیان کے تحت اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ یہ دوسری آیت مشرکوں کی اس سازش کا پردہ چاک کرتی ہے جو انہوں نے مشورہ گاہ میں کی تھی۔

قاتلوں کے مکان میں نہ گھسنے کا سبب...... (قال) یہاں ایک شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ مشرکین آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر کے آئے تھے پھر آخر وہ دیوار پھلانگ کر اندر کیوں نہیں پہنچ گئے جبکہ دیوار زیادہ اونچی بھی نہیں تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ (قریش نے ایسا کرنا چاہا تھا مگر) جیسے ہی وہ دیوار پر چڑھے اندر سے ایک عورت کے چیخنے کی آواز آئی (اس پر وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گئے اور) آپس میں کہنے لگے۔

"یہ بات انتہائی شرم اور رسوائی کی ہے کہ عرب میں ہمارے متعلق کہا جائے کہ ہم دیواریں پھلانگ پھلانگ کر اپنے چچا کی بیٹیوں پر چڑھ کر گئے اور ہم نے خواتین کی بے حرمتی کی۔"

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: مگر یہ بات اس قول کے مطابق نہیں ہے جو پیچھے بیان کیا گیا کہ مشرکوں کا ارادہ ہی یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کو صبح ہونے کے بعد قتل کریں گے تاکہ بنی ہاشم یعنی آپ ﷺ کے خاندان کے لوگ خود بھی قاتلوں کو دیکھ لیں۔ لہذا ان کا آنحضرت ﷺ پر حملہ نہ کرنا دیوار کی وجہ سے نہیں تھا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دیوار پر چڑھنے کا ارادہ انہوں نے صبح ہونے کے بعد کیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

اُدھر یہ کہ اگرچہ مشرکوں کو آنحضرت ﷺ پر حملہ کرنے سے روکنے والے اسباب بھی موجود تھے مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے حفاظت نہیں ہو رہی تھی، کیونکہ جہاں تک اسباب کا تعلق ہے تو مشرکین کو ان کی زیادہ پرواہ یوں نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ قریش کے اعلیٰ اور بہادر خاندانوں میں کے سو آدمی تھے لہذا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی حمایت و حفاظت ہی تھی جس نے قریش کو ناکام اور ذلیل و خوار کیا۔ اس سے آنحضرت ﷺ کے اس قول کی سچائی بھی ثابت ہو جاتی ہے جو آپ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ تم ڈرو مت تمہیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ مشرکین حضرت علی کو آنحضرت سمجھ کر پتھر مار رہے تھے۔ مگر یہاں مارنے سے مراد یہ ہے کہ اپنی نگاہوں کی زد میں لئے ہوئے تھے یہ مطلب نہیں ہے کہ کنکر پتھر مار رہے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے بستر پر نہ سونے کی حکمت...... یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب حق تعالیٰ کی حمایت اور حفاظت حاصل تھی تو آنحضرت ﷺ اپنے بستر پر خود کیوں نہیں سوئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ خود اپنے بستر پر لیٹتے تو نہ تو قریش کی یہ رسوائی اور تذلیل ہو سکتی جو آپ ﷺ نے ان کے سروں پر خاک ڈال کر فرمائی اور نہ حق تعالیٰ کی حفاظت اور حمایت کا ایسا کھلا اظہار ہو سکتا کہ آپ ﷺ ان کے سامنے سے نکل کر گئے مگر کوئی بھی آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکا۔

آپ ﷺ کو نہ پا کر قریش کی بلبلاہٹ...... ایک روایت میں ہے کہ مشرکین آنحضرت ﷺ کے مکان میں پھلانگ کر داخل ہو گئے تھے اور ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے ہوئے تھے مگر حضرت علیؓ ایک دم ان کے سامنے آگئے انہوں نے ان کو پہچان لیا اور کہا،

"کیا تم محمد ہو؟ تمہارے صاحب کہاں ہیں؟"

حضرت علیؓ نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ مگر یہ روایت اور گزشتہ روایت ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور اگر اس روایت کو بھی درست مانا جائے تو ان دونوں کے درمیان موافقت قابل غور ہے۔ ایک روایت کے لفظ اس طرح ہیں کہ وہاں حضرت علی کو دیکھ کر مشرکوں نے ان کو باہر نکلنے کا حکم دیا اور پھر ان کو مارتے ہوئے مسجد حرام میں لے گئے جہاں کچھ دیر انہوں نے حضرت علی کو روکے رکھا اور پھر چھوڑ دیا۔ واللہ اعلم۔

ہجرت کی اجازت...... اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی،

وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا

(سورۂ بنی اسرائیل پ ۱۵، ع ۹ آیت ۸۰)

ترجمہ: اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجو جس کے ساتھ نصرت ہو۔

زید ابن اسلم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مُدْخَلَ صِدْقٍ یعنی خوبی سے پہنچنے کی جگہ مدینہ منورہ کو بتلایا اور مُخْرَجَ صِدْقٍ خوبی سے نکلنے کی جگہ مکہ کو بتلایا اور سُلْطَانًا نَّصِيرًا یعنی ایسا غلبہ جس کے ساتھ نصرت ہو انصاری مسلمانوں کو بتلایا۔

مگر ایک دوسری حدیث سے اس تفسیر کی مخالفت ہوتی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ تبوک کے مقام سے

Presented by Ziaraat.Com

مدینہ کو واپسی کے وقت آنحضرت ﷺ سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا،

"آپ اپنے پروردگار سے کچھ مانگئے کیونکہ ہر نبی نے اللہ تعالیٰ سے کوئی نہ کوئی خواہش کی ہے"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"آپ کی رائے میں کیا چیز مانگوں؟"

حضرت جبرئیل نے کہا رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ ...... سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا یہ دعا مانگئے

چنانچہ تبوک سے واپسی کے دوران سورت ختم ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت آپ ﷺ پر نازل فرمائی۔ اس اختلاف کو دور کرنے کے سلسلے میں یہ کہا جاتا ہے کہ شاید یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہے۔

جب آنحضرت ﷺ کو ہجرت کی اجازت مل گئی تو آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے ساتھ ہجرت کرنے والا دوسرا کون شخص ہوگا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ابوبکر صدیق ہوں گے۔ اس بارے میں ایک غریب قول یہ بھی ہے کہ اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کا لقب صدیق رکھا۔ لیکن اس لقب کے بارے میں یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ ان کو یہ صدیق کا لقب اس وقت دیا گیا تھا جب کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو اسراء یعنی بیت المقدس تک اپنے رات کے سفر کا واقعہ اور بیت المقدس کا پتہ نشان بتلایا اور انہوں نے فوراً آپ ﷺ کی تصدیق کی تھی۔

اسی طرح ایک اور غریب قول کتاب سبحیات میں ہے کہ اس بارے میں آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا اور ان سے پوچھا کہ تم میں سے کون میری ہمراہی میں میرے ساتھ چلے گا؟ کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے کا حکم فرمایا ہے۔ اس پر ابوبکر صدیق نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ ﷺ کے ساتھ چلوں گا۔

مگر سیرت کے واقعات میں اس قول کی تردید اس سے ہوتی ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت آنحضرت ﷺ حضرت ابوبکر کے مکان پر تشریف لائے اور انہیں پکار کر فرمایا کہ۔

"باہر آؤ۔ تمہارے پاس کون ہے؟"

حضرت ابوبکر نے کہا،

"یا رسول اللہ! میری بیٹیاں عائشہ اور اسماء ہیں۔"

پھر حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ میں یہ سمجھا کہ شاید میرے لئے ہجرت کی اجازت ہو گئی ہے۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ کا ساتھ چاہتا ہوں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں میری معیت یعنی ساتھ حاصل ہو گیا۔ اور پھر رات کے وقت دونوں روانہ ہو گئے جیسا کہ سیرت دمیاطی کے حوالے سے پیچھے گزرا ہے۔ مگر اسی سیرت کے حوالے سے پیچھے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس رات حضرت ابوبکر کے مکان میں داخل ہوئے تھے جبکہ آپ اپنے بستر پر لیٹنے کے بجائے وہاں سے نکل آئے تھے اور یہ کہ آپ اس اگلی رات تک صدیق اکبر کے مکان میں ٹھہرے رہے جس میں آپ وہاں سے روانہ ہو کر ثور پہاڑ میں آکر چھپے تھے لہٰذا ان دونوں روایتوں میں موافقت کی ضرورت ہے۔ اس موافقت کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ دوپہر کے وقت جو آنحضرت ﷺ تشریف لائے وہ اس رات کے آنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

وطن کی محبت...... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ہجرت کے وقت کے

Presented by Ziaraat.Com

سے نکل کر مدینے کو روانہ ہو رہے تھے تو آپ نے اپنے وطن کو خطاب کر کے فرمایا۔

"خدا کی قسم اگرچہ میں تجھ سے رخصت ہو رہا ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو سب شہروں میں عزیز اور محبوب شہر ہے۔ اور اگر تیرے باشندے مجھے تجھ سے جدا نہ کرتے تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔"

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حزورہ کے مقام پر اپنی سواری کو ٹھہرایا اور بیت اللہ کی طرف دیکھ کر فرمایا

"خدا کی قسم اللہ کی زمین میں تو میرے لئے محبوب ترین جگہ ہے اور اللہ کے نزدیک بھی تو اس کی زمینوں میں محبوب ترین جگہ ہے۔ اگر تیرے باشندے زبردستی مجھے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں تجھے چھوڑ کر نہ جاتا۔"

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ۔

"رسول اللہ ﷺ مسجد حرام کے درمیان میں رکے اور پھر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے آپ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب گھر کوئی نہیں ہے اور نہ روئے زمین پر تجھ سے زیادہ محبوب شہر کوئی دوسرا ہے۔ میں تجھ سے خوشی کے ساتھ رخصت نہیں ہو رہا ہوں بلکہ مشرکین مجھے نکلنے پر مجبور کر رہے ہیں (جس کی تفصیل پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ حزورہ کے مقام پر یا حرم کے درمیان میں رکنے کا مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار سے نکلنے کے بعد تشریف لائے تھے اور اس کے بعد مدینے تشریف لے گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ حجون کے مقام پر رکے تھے اور وہاں آپ نے وہی جملے ارشاد فرمائے تھے۔ ایک روایت کے الفاظ میں آپ نے یہ فرمایا تھا کہ اگر مجھے تجھ میں یعنی مکہ میں رہنے دیا جاتا تو میں نہ جاتا۔ بہر حال اس بات کا بار بار پیش آنا غیر معمولی بات نہیں ہے۔ مگر ایک قول یہ بھی ہے کہ حجون کے مقام پر آپ ﷺ کا ٹھہرنا فتح مکہ کے دن کی بات ہے..... ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ سے یہ فرمایا کہ تجھ سے زیادہ پیارا شہر میرے لئے اور کون سا ہے اگر مجھے یہاں سے نکالا نہ جاتا تو میں تیرے سوا کسی اور شہر میں نہ ٹھہرتا۔ سخاوی کی کتاب جمال القراء میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کو روانہ ہونے لگے تو رک کر آپ ﷺ نے مکہ پر نگاہ ڈالی اور رو پڑے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ (سورۂ محمد پ ۲۶ ع ۲)

ترجمہ: اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا کہ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا سو ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔

حاکم نے ابوہریرہ سے ایک مرفوع روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے وقت یہ دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ تو نے مجھے بہترین اور محبوب ترین شہر سے نکالا ہے تو اب تو ہی مجھے ایسے شہر میں بسا جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہو۔ مگر ذہبی نے اس روایت کو من گھڑت اور موضوع بتلایا ہے۔ ابن عبدالبر نے یہ کہا ہے کہ اس روایت کے موضوع اور منکر ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: مگر مستدرک حاکم میں میں نے جو روایت دیکھی ہے اس کے الفاظ یوں ہیں کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ ان لوگوں نے مجھے میرے محبوب ترین شہر سے نکال دیا ہے لہٰذا اب تو مجھے اپنے پسندیدہ ترین شہر میں بسا دے۔ مگر دونوں روایتوں کا مطلب ایک ہی نکلتا ہے۔ ان ہی ذہبی وغیرہ کی روایتوں کی وجہ سے

Presented by Ziaraat.Com

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور آپ ﷺ کو مدینہ میں بسالیا۔ ایک کمزور قول یہ ہے کہ جمہور علماء بھی اسی بات پر گئے ہیں، جن میں امام مالک بھی شامل ہیں۔

مکہ اور مدینہ میں کون افضل ہے؟...... جہاں تک پچھلی حدیثوں کا تعلق ہے ان کو ان لوگوں نے بنیاد بنایا ہے جو مدینہ پر مکہ کی فضیلت کے قائل ہیں۔ جمہور علماء کا مسلک یہی ہے جن میں امام شافعیؒ بھی شامل ہیں۔ اس مسلک کی بنیاد وہ اس روایت پر رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا تھا۔

تمہارے نزدیک حرمت اور اعزاز کے اعتبار سے سب سے زیادہ افضل کون سا شہر ہے؟

صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کے سوا ہمیں معلوم نہیں کہ یہی ہمارا شہر ہو سکتا ہے۔ یعنی مکہ۔ اس سے صحابہ کا اجماع اور اس بارے میں اتفاق رائے ظاہر ہوتی ہے جس کا انہوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اقرار کیا کہ مکہ تمام شہروں سے زیادہ افضل ہے کیونکہ جو شہر حرمت میں سب سے زیادہ ہو وہی سب سے زیادہ افضل کہلائے گا۔

مکہ کی فضیلت...... آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ مکہ میں ٹھہرنا سعادت و خوش نصیبی کی بات ہے اور یہاں سے جانا بدبختی کی بات ہے۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"کہ جس شخص نے دن بھر کی ایک گھڑی کے لئے مکہ کی گرمی پر صبر کیا اس سے جہنم سو سال کی مسافت کے فاصلے پر چلی جاتی ہے۔"

علامہ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ اس شخص کی حالت پر تعجب ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد چھوڑ دیا جس میں آپ ﷺ نے مکہ کے لئے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو بہترین سرزمین اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین جگہ ہے، اگر تیرے باشندے مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں ہرگز نہ جاتا۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی جو تاویل ممکن ہے وہ اس تاویل کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی جو اس کے مقابلے میں کی گئی ہے (یعنی جن لوگوں نے تاویل کر کے مکہ کے مقابلے میں مدینہ کو افضل قرار دیا ہے۔ ان کی تاویل یہاں نہیں چل سکتی) کیونکہ مکہ میں کی جانے والی ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے پیدل چل کر حج کا سفر اور حج کے ارکان ادا کئے اس کے نام پر حرم کی نیکیوں میں سے سو نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اس پر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ حرم کی نیکی کیسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حرم میں کی جانے والی ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔

جہاں تک مدینہ کے مقابلے میں مکہ کی افضلیت کی بحث ہے تو اس سے مراد اس جگہ کے علاوہ مدینہ کے دوسرے حصے ہیں جہاں آنحضرت ﷺ آرام فرما ہیں کیونکہ جہاں تک مزار مبارک کی جگہ کا تعلق ہے تو اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ وہ روئے زمین کا سب سے افضل حصہ ہے بلکہ یہاں تک کہ عرش اور کرسی سے بھی زیادہ افضل جگہ ہے۔

مدفن نبوت کی فضیلت...... کتاب عوارف المعارف میں ہے کہ طوفان نوح نے اس جگہ کو کعبہ کی جگہ سے اکھاڑ دیا تھا یہاں تک کہ اس کو تیراتا ہوا مدینہ میں لے گیا۔ لہٰذا مکہ کی سرزمین کا ہی ایک حصہ ہے اس لئے اب مکہ

Presented by Ziaraat.Com

کے مقابلے میں مدینہ کی افضلیت ظاہر کرنا غلط ہو جاتا ہے (کیونکہ مدینہ کی جو افضل ترین جگہ ہے وہ بھی مکہ ہی کا حصہ ہے)۔

مدینہ کی افضلیت حضرت ابوبکرؓ کے اس قول سے لی گئی ہے جو انہوں نے اس وقت کہا تھا جب آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے دفن کی جگہ کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہوا، اس وقت حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا۔

"حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی روح اسی جگہ قبض فرمائی ہے جو اس کے نزدیک سب سے افضل ترین جگہ ہے تاکہ آپ ﷺ کو اسی جگہ دفن کیا جائے۔"

(حضرت ابوبکر کے اس قول سے بعض علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ مدینہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب جگہ ہے اس لئے یہ شہر مکہ کے مقابلے میں افضل ہے۔ مگر یہ دلیل اس لئے غلط ہے کہ یہاں دفن کی جگہ مراد ہے اور وہ جگہ بے شک حق تعالیٰ کے نزدیک افضل ترین جگہ ہے مگر وہ بھی کعبہ کی زمین کا ایک حصہ ہے لہٰذا کعبہ اور سرزمین کعبہ کی افضلیت برقرار رہتی ہے) واللہ اعلم۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

ہجرت نبوی ﷺ کا بیان

آنحضرت ﷺ کے چادر اوڑھنے کا طریقہ:۔..... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم عین دوپہر کے وقت یعنی زوال کے وقت حضرت ابو بکرؓ کے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا۔ یہ کہنے والی حضرت اسماءؓ بنت ابو بکر تھیں بعض محدثین نے لکھا ہے کہ یہ کہنے والے حضرت ابو بکرؓ کے غلام عامر ابن فہیرہ بھی ہو سکتے ہیں۔ غرض حضرت اسماءؓ کہتی ہیں میں نے کہا۔

"یہ دیکھئے رسول اللہ ﷺ سر پر سبز چادر اوڑھے ہوئے آرہے ہیں اور ایسے وقت میں جس میں اس سے پہلے کبھی نہیں آئے!"

یعنی عین دوپہر کے وقت میں آپ ﷺ کبھی نہیں آتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہجرت سے پہلے کوئی دن ایسا نہیں جاتا تھا جس میں آنحضرت ﷺ دن کے دونوں حصوں صبح اور شام میں ہمارے یہاں نہ آتے ہوں۔ ایک روایت کے لفظ اس طرح ہیں کہ۔ آنحضرت ﷺ کا کوئی دن ناغہ نہیں ہوتا تھا کہ اس میں آپ دن کے دو حصوں صبح یا شام میں سے ایک وقت ہمارے یہاں نہ آتے ہوں۔

اب اگر ان دونوں روایتوں کو درست مانا جائے تو ان میں موافقت پیدا کرنی ضروری ہے (کہ گیا آپ ﷺ صبح اور شام دونوں وقت جاتے تھے یا صبح اور شام میں سے ایک وقت جایا کرتے تھے) ورنہ پہلی روایت ہی بہتر ہے جو بخاری میں ہے۔

قدیم علماء کا امتیازی نشان:۔..... (گذشتہ سطروں میں سبز چادر کا ذکر کیا گیا ہے۔ حدیث میں تقنّع کا لفظ ہے جس کے معنی علامہ شامی نے طیلسان کے کئے ہیں تقنّع کے معنی دوپٹہ یا چادر اوڑھنے کے ہیں اور طیلسان سبز رنگ کی چادر کو کہتے ہیں جس کو مشائخ اور علماء استعمال کرتے تھے اور عجمیوں کا پہناوا بھی۔ اس حدیث میں تقنع کا ترجمہ طیلسان سے کیا گیا ہے) اس بارے میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ تقنع سے مراد طیلسان ہے اور طیلسان پہننے میں یہی اصل ہے کہ اس کو سر تک اوڑھا جاتا تھا۔ یہاں تک حافظ ابن حجر کا حوالہ ہے۔ مگر علامہ ابن قیمؒ نے اس تشریح پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ کہیں ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یا آپ کے کسی صحابی نے کبھی سر تک چادر اوڑھی ہو لہٰذا یہاں تقنع کے معنی طیلسان کے نہیں ہو سکتے بلکہ مراد یہ ہے کہ آپ نے چادر سے سر اور چہرے کے اکثر حصے کو اس طرح ڈھانپ رکھا تھا کہ گردن کے نیچے کے حصے تک چادر نہیں آرہی تھی (یعنی طیلسان کے معنی تو یہ ہوں گے کہ آپ ﷺ نے سارے جسم کو چادر سے اس طرح لپیٹ رکھا تھا کہ سر بھی چادر میں چھپ رہا تھا) جبکہ حقیقت میں آپ ﷺ نے چادر سے صرف سر اور چہرے کے کچھ حصے کو ڈھانپ رکھا تھا (جو دھوپ کی شدت اور گرد و غبار سے بچنے کے لئے ہو سکتا ہے) اس کو تحنیک کہتے ہیں (یعنی چادر کو ٹھوڑی کے نیچے سے لا کر لپیٹنا)۔ ابن قیمؒ کے اس قول کو طیلسان مقور پر محمول کیا گیا ہے، جو یہودیوں کا پہناوا تھا۔ اسی طیلسان مقور کو عام طور پر سبز چادر یا رومال کہا جاتا ہے بنی عباس کے خلفاء کا یہ دستور تھا کہ وہ خطبہ دینے کے

Presented by Ziaraat.Com

وقت عمامے کے اوپر سیاہ رنگ کی چادر یا رومال ڈال لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد ان خلفاء کا یہی شعار اور امتیاز ہو گیا تھا۔

مختصر یہ کہ جس چیز سے سر اور چہرے کے اکثر حصے کو ڈھانپ لیا جائے اگر اس کے ساتھ ساتھ ٹھوڑی کے نیچے سے لا کر بھی لپیٹا جائے تو اس کو طیلسان کہتے ہیں اسی کو مجازی طور پر رداء (یعنی چادر) بھی کہہ دیا جاتا ہے اور اگر صرف سر اور چہرہ ڈھکا جائے اور ٹھوڑی کے نیچے سے گردن پر نہ لپیٹا جائے تو اس کو رداء یا قناع کہتے ہیں اور اسی کو مجازی طور طیلسان بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ قدیم زمانے میں شافعی مذہب رکھنے والے قاضی قضاۃ کا یہی نشان ہوتا تھا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ بلکہ اس وقت یہ سب ہی علماء کا شعار تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے پڑھانے اور فتوٰی کی مسند سنبھالنے سے پہلے اس لباس کے لئے مشائخ سے اجازت حاصل کی جاتی تھی۔ شیخ اس کی اجازت دیتے ہوئے یہ لکھا کرتا تھا کہ، میں فلاں شخص کو طیلسان پہننے کی اجازت دیتا ہوں کیونکہ یہ لباس اہلیت اور قابلیت کی علامت ہے۔

اور جو کپڑا سر کو چھوڑ کر مونڈھوں تک جسم پر لپیٹا جائے اس کو صرف چادر (رداء) کہتے ہیں۔ البتہ مجازی طور پر اس کو بھی طیلسان کہہ دیا جاتا ہے۔

ابن مسعودؓ سے ایک صحیح روایت ہے جس کو مرفوع کے حکم میں بھی شمار کیا گیا ہے کہ تقنع یعنی گردن کو چھوڑ کر صرف سر اور چہرے کو لپیٹنا پیغمبروں کی شان اور عادت رہی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ طیلسان خلوت صغریٰ ہے (یعنی جیسے آدمی تنہائی میں جا کر سب سے یکسو ہو جاتا ہے اسی طرح طیلسان اوڑھ کر دوسروں سے تقریباً روپوش اور علیحدہ ہو جاتا ہے)۔

حدیث میں ہے کہ قناع یعنی صرف چہرے اور سر کو لپیٹنے والی چادر وہی شخص استعمال کرتا ہے جو اپنے قول اور فعل کی حکمت اور دانائی میں مکمل ہو جاتا ہے۔ قناع لپیٹنا عرب شہسواروں کی عادت تھی جو وہ حج کے موسم اور میلوں و بازاروں میں اوڑھ کر آیا کرتے تھے۔ مدینے میں سب سے پہلے جس نے طیلسان پہنا وہ جبیر ابن مطعم تھے۔

ابن رفعہ نے اپنی کتاب کفایہ میں لکھا ہے کہ ایک فقیہ اور عالم کے لئے طیلسان نہ پہننا اس کی شان کے خلاف ہے۔ مگر ظاہر ہے یہ بات خود ان کے زمانے کے لحاظ سے ہے (جبکہ علماء میں اس کا رواج تھا)۔

ترمذی میں ہے کہ قناع اوڑھنا آنحضرت ﷺ کی عادت نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ صرف گرمی یا سردی سے بچاؤ کے لئے اس کو استعمال فرماتے تھے۔ مگر اس کے بعد ہی یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ اکثر قناع استعمال فرماتے تھے۔

طبقات ابن سعد میں ایک مرسل حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ سے قناع کے استعمال کے سلسلے میں ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا،

"یہ ایک ایسا لباس ہے جس کی تعریف ہی نہیں کی جا سکتی۔"

کیونکہ اس میں آنکھیں بھی چھپ جاتی ہیں اور اسی لئے اس کو خلوت صغریٰ کہا گیا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔

حضرت ابو بکرؓ کے یہاں تشریف آوری :-...... غرض جب آنحضرت ﷺ کو دوپہر کے وقت میں قناع اوڑھے آتے دیکھ کر حضرت اسماءؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے بتلایا تو انہوں نے کہا،

Presented by Ziaraat.Com

"خدا کی قسم اس غیر وقت میں آپ یقیناً کسی خاص کام کے لئے تشریف لائے ہیں۔"

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کے مکان پر پہنچ کر اجازت لی اور اندر داخل ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ اپنی چارپائی سے اتر آئے اور وہاں آنحضرت ﷺ کو بٹھلایا پھر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا۔

"دوسرے لوگوں کو یہاں سے ہٹا دو۔"

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یہ تو سب آپ ﷺ کے گھر والے ہی ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے یہ الفاظ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ اس سے پہلے آنحضرت ﷺ کا نکاح حضرت عائشہؓ سے ہو چکا تھا جیسا کہ بیان ہوا لہٰذا حضرت عائشہؓ کی والدہ اور حضرت اسماءؓ گھر کے آدمیوں ہی میں شمار ہوئیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ جملہ اس رشتے کی وجہ سے نہیں کہا تھا بلکہ یہ ایک عام جملہ تھا جیسے تعلق کے طور پر ایک شخص دوسرے سے کہہ دیتا ہے کہ یہ سب اپنے ہی لوگ ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ دوسرے لوگوں کو یہاں سے ہٹا دو تو انہوں نے جواب میں عرض کیا،

"ان میں کوئی آپ ﷺ کے خلاف جاسوس نہیں ہے بلکہ میری دونوں بیٹیاں ہیں۔"

حضرت ابو بکرؓ کو خوش خبری :-...... یعنی حضرت ابو بکرؓ نے شرم کی وجہ سے اپنی بیوی کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔"

حضرت ابو بکرؓ نے کہا

"آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یا رسول اللہ! کیا میں ساتھ جاؤں گا؟"

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! یہ سن کر خوشی کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ رونے لگے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ابو بکرؓ کو روتے ہوئے دیکھا۔ میں اس وقت تک نہیں جانتی تھی کہ کوئی شخص خوشی کی وجہ سے بھی رو سکتا ہے۔ پہلی بار میں نے خوشی سے روتے ہوئے ابو بکرؓ کو ہی دیکھا۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ

وَرَدَ الْكِتَابُ مِنَ الْحَبِيبِ بِأَنَّهُ
سَيَزُورُنِي فَاسْتَعْبَرَتْ أَجْفَانِي

میرے محبوب کا خط آیا ہے کہ وہ مجھ سے ملنے آرہا ہے۔ خوشی کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

غَلَبَ السُّرُورُ عَلَيَّ حَتَّى أَنَّهُ
مِنْ فَرْطِ مَا قَدْ سَرَّنِي أَبْكَانِي

میں خوشی سے اتنا بے حال ہو گیا کہ اس خوش خبری نے بھی مجھے رلا دیا۔

يَا عَيْنُ صَارَ الدَّمْعُ عِنْدَكِ عَادَةً
تَبْكِينَ مِنْ فَرَحٍ وَمِنْ أَحْزَانِ

اے میری چشم محبت تجھے آنسو بہانے کی اتنی عادت ہو گئی ہے کہ تو غموں پر تو روتی ہے خوشی میں بھی رونے لگی ہے۔

چنانچہ دعا کے موقعہ پر کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں ٹھنڈی کرے یا یوں کہا جاتا ہے کہ وہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسی طرح بددعا دینے کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی آنکھیں گرم ہوں یا یوں کہا جاتا ہے کہ آنکھوں کے لئے گرمی یعنی زحمت ہے۔ اس محاورے کی بنیاد یہ ہے کہ خوشی کے آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں اور غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

رنج اور مسرت کے آنسو: ...... ایک نبی کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ وہ کسی پتھر کے قریب سے گزر رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ پتھر میں سے پانی یعنی چشمہ نکل رہا ہے، ان پیغمبر نے اپنے رب سے اس کے بارے میں پوچھا، اللہ تعالیٰ نے پتھر کو بولنے کی طاقت عطا فرمادی اور اس میں سے آواز آئی۔

"جب سے میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک زبردست آگ یعنی جہنم ہے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، میں خوف کی وجہ سے رو رہا ہوں اور یہ پانی میرے آنسوؤں کا ہے، آپ اس آگ سے میری نجات کے لئے اپنے پروردگار سے دعا فرمایئے۔"

پیغمبر نے اس پتھر کی نجات کے لئے شفاعت فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا۔ پیغمبر نے فوراً ہی پتھر کو اس کی نجات کی خوش خبری سنائی اور وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ پھر ایک مدت کے بعد ان پیغمبر کا اس پتھر کے پاس سے دوبارہ گزر ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ اس میں سے اب بھی پانی کا چشمہ نکل رہا ہے۔ پیغمبر نے اس سے کہا،

"کیا میں نے تجھے یہ خوش خبری نہیں دے دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے جہنم سے نجات دے دی ہے۔ پھر یہ پانی یعنی تیرا رونا کیسا ہے؟"

پتھر سے آواز آئی،

"اے اللہ کے نبی! میرے وہ آنسو ڈر اور خوف کے آنسو تھے اور یہ خوشی اور حسرت کے آنسو ہیں۔"

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اسی بناء پر ابی بن کعبؓ سے فرمایا تھا،

"مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں فلاں سورت پڑھ کر سناؤں۔ یعنی

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ (سورہ بینہ پ ۳۰ ع ۱)

ترجمہ: جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے قبل بعثت نبویہ کافر تھے اور اپنے کفر سے ہرگز باز آنے والے تھے،

یہ سن کر حضرت ابی بن کعبؓ خوشی کی وجہ سے رونے لگے اور بولے

"کیا وہاں میرا ذکر کیا گیا تھا، یعنی کیا اللہ تعالیٰ نے میرا ذکر فرمایا تھا۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ، کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا تھا،"

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں

رونے کی دس قسمیں: ...... کتاب سفر السعادہ میں ہے کہ علماء کے نزدیک رونے کی قسمیں یعنی رونے کے دس سبب ہیں۔ (۱) ایک خوشی کا رونا ہوتا ہے (۲) ایک غم کا رونا ہوتا ہے جو کسی چیز کے ختم ہو جانے پر ہوتا ہے۔ (۳) ایک رحمت یعنی نرم دلی کی وجہ سے رونا ہوتا ہے۔ (۴) ایک خوف اور ڈر کی وجہ سے رونا ہوتا ہے۔ (۵) ایک جھوٹا یعنی اوپرے دل سے رونا ہوتا ہے جیسے مُردے پر پیشہ ور نوحہ خواں عورتیں روتی ہیں کہ وہ دوسرے کا غم ظاہر کرنے کے لئے آنسو بہاتی ہیں۔ (۶) ایک موافقت کا رونا ہوتا ہے یعنی کچھ لوگ کسی صدمے پر رو رہے ہیں اس وقت کوئی غیر آدمی وہاں آتا ہے اور ان کو روتا دیکھ کر بغیر وجہ معلوم کئے خود بھی رونا شروع کر دیتا ہے۔ (۷) ایک محبت اور شوق کا رونا ہوتا ہے۔ (۸) ایک کسی ناقابل برداشت صدمے کے آنے پر گھبراہٹ اور پریشانی کا رونا ہوتا ہے۔ (۹) ایک کمزوری اور ضعف کی وجہ سے رونا ہوتا ہے۔ (۱۰) اور ایک نفاق کا رونا ہوتا ہے کہ آنکھیں آنسو بہاتی ہوتی ہے اور دل کٹھور ہوتا ہے۔

عربی میں بُکیٰ (قصر کے ساتھ) اس رونے کو کہتے ہیں جس میں بغیر آواز کے آنکھ آنسو بہائے اور بُکاء

Presented by Ziaraat.Com

اس رونے کو کہتے ہیں جس میں آواز بھی شامل ہوتی ہے۔ تیسری اور چھ تباکی کا ہے جو تکلف کے ساتھ یعنی مصنوعی رونے کو کہتے ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں، ایک پسندیدہ تباکی اور دوسری ناپسندیدہ تباکی۔

پسندیدہ تباکی وہ ہے جو دل کو نرم کرنے کے لئے کی جائے۔ یعنی تکلف کے ساتھ آدمی رونے کی کوشش کرے تاکہ دل پسیجے چنانچہ اس کی مثال حضرت عمر فاروقؓ کا ایک واقعہ ہے کہ جب غزوۂ بدر میں مشرکین گرفتار ہوئے تو آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ رو رہے تھے، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ کس وجہ سے رو رہے ہیں مجھے بتلایئے تاکہ اگر مجھے رونا آگیا تو میں بھی روؤں گا ورنہ تکلفاً رونے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بھی فاروق اعظمؓ کی اس بات کو ناپسند نہیں کیا۔

تباکی کی ناپسندیدہ قسم یہ ہے کہ آدمی ریاکاری اور فریب دینے کے لئے رونے کی کوشش کرے۔

صدیق اکبرؓ کی دولت جو ذات نبوت پر خرچ ہوئی: ۔۔۔۔۔۔(اس درمیانی تفصیل کے بعد پھر آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ کی گفتگو کا باقی حصہ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ کو اپنی ہجرت اور صدیق اکبرؓ کی ہمراہی کی اطلاع دی تو حضرت ابو بکرؓ خوشی کی وجہ سے رونے لگے اور پھر انہوں نے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ میری ان دونوں اونٹنیوں میں سے ایک لے لیجئے میں نے ان دونوں کو اسی سفر کے لئے تیار کیا ہے"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیمت دے کر ہی لے سکتا ہوں (یوں تو حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ کے لئے اکثر اپنا روپیہ خرچ کرتے رہتے تھے اور آنحضرت ﷺ ہمیشہ اس کو قبول فرما لیتے تھے مگر اس وقت آپ ﷺ نے قیمت کی شرط اس لئے لگائی، تاکہ آپ ﷺ کی یہ ہجرت (اور اس کا ثواب پوری طرح آپ کی ذات مبارک اور آپ ﷺ کے اپنے پیسے سے ہو) ورنہ ظاہر ہے حضرت ابو بکرؓ کی دولت کا اکثر حصہ آنحضرت ﷺ پر ہی خرچ ہوا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ پر اپنی چالیس ہزار درہم دولت خرچ کی ہے۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہے کہ چالیس ہزار دینار خرچ کئے ہیں۔

اسی لئے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ابو بکرؓ کے گھرانے اور مال سے زیادہ مجھ پر کسی کے احسانات نہیں ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ابو بکرؓ سے زیادہ کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں ہے جس نے اپنی ہم نشینی اور ذات سے مجھ پر احسانات کئے ہوں۔ اور جتنا فائدہ مجھے ابو بکرؓ کے مال سے پہنچا کسی دوسرے کے مال سے نہیں پہنچا۔

(غرض جب آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ کی اونٹنی بلا قیمت لینے سے انکار فرمایا تو) حضرت ابو بکرؓ رونے لگے اور بولے،

"یا رسول اللہ! میں اور میرا مال و دولت آپ ہی کا تو ہے"

حضرت ابو بکرؓ کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ایک اور حدیث میں فرمایا ہے کہ ابو بکرؓ کے سوا کسی شخص کا کوئی احسان ہم پر ایسا نہیں ہے جس کا ہم نے بدلہ نہ اتار دیا ہو۔ البتہ ابو بکرؓ کے احسانات ایسے ہیں کہ ان کا بدلہ قیامت میں اللہ ہی انہیں دے سکتے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ سے اونٹنی کی خریداری: ۔۔۔۔۔۔اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: ایک روایت اور ہے جو ایک

Presented by Ziaraat.Com

حافظ ابان ابن ابو عیاش نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے ایک دفعہ یہ فرمایا تھا،

"تمہارا مال کتنا اچھا ہے کہ اس میں سے ایک تو میرے مؤذن بلال ہیں، دوسرے میری وہ اونٹنی جس پر سوار ہو کر میں ہجرت کے لئے روانہ ہوا تھا پھر یہ کہ تم نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اور اپنے مال سے ہر طرح میری مدد کی۔ تمہارا انعام یہ ہے کہ گویا میں تمہیں جنت کے دروازے پر کھڑا دیکھتا ہوں جہاں تم میری امت کے لئے شفاعت اور سفارش کر رہے ہو"

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ اونٹنی بلا قیمت ہی لے لی تھی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس روایت سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ابان ابن ابی عیاش جو اس روایت کے راوی ہیں کمزور راویوں میں شمار ہوتے ہیں (لہذا یہ روایت ہی معتبر نہیں ہو سکتی)۔

ان ابان کے متعلق شعبہ نے کہا ہے جو رئیس المحدثین اور ناقدین ہیں کہ ابان سے حدیث نقل کرنے سے کہیں زیادہ بہتر میرے نزدیک یہ ہے کہ جی بھر کے گدھے کا پیشاب پی لیا جائے۔ ایک دفعہ انہوں نے یہ کہا کہ ابان سے روایت نقل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ آدمی زنا کرے (یعنی یہ دونوں حرکتیں جتنی بری ہیں ابان سے روایت کرنا ان سے بھی زیادہ برا ہے) شعبہ سے لوگوں نے مطالبہ کیا کہ وہ ابان کے متعلق بد زبانی نہ کیا کریں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ دین کا معاملہ ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ ابن حبان نے ابان کی طرف سے یہ عذر بیان کیا ہے کہ وہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں اور ابان حضرت حسن بصریؒ کی مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے وہ حسن بصریؒ کی باتیں سنتے اور جب بیان کرتے تو اکثر حضرت حسنؒ سے سنی ہوئی حضرت انسؓ کی باتوں کو بھی مرفوعاً رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے طور پر بیان کر دیتے تھے جبکہ انسؓ اس بات سے بے خبر ہوتے تھے۔

غرض اگر ابان کی اس روایت کو درست بھی مان لیا جائے تو بھی کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ (اس روایت میں اونٹنی کو حضرت ابو بکرؓ کا مال بتایا گیا ہے اور) ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس اونٹنی کو قیمت دے کر لینے سے پہلے وہ ابو بکرؓ کا ہی مال تھی۔ کیونکہ ترمذی میں بھی ایک ایسی ہی حدیث ہے جو ابان کی اس حدیث کے مطابق ہے وہ حدیث حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکرؓ کو خوش رکھے۔ انہوں نے اپنی بیٹی کو میرے نکاح میں دیا، مجھے دار الہجرت تک سواری کے ذریعہ پہنچایا، غار میں میرے ساتھی رہے اور اپنے مال سے بلال کو خرید کر آزاد کیا، جو بعد میں رسول اللہ ﷺ کے مؤذن بنے۔

ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ واللہ اعلم

<u>آنحضرت ﷺ کی سواری</u>:۔..... اس اونٹنی کا نام قصواء تھا۔ یہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد تک زندہ رہی اور حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے زمانے میں مری۔ یا اس کا نام جدعاء تھا اور اس کی قیمت چار سو درہم تھی کیونکہ حضرت ابو بکرؓ نے دو اونٹنیاں خریدی تھیں جن کی قیمت آٹھ سو درہم تھی (لہذا اس بنیاد پر دونوں کی قیمتیں چار چار سو درہم کہی جاتی ہیں) جہاں تک آنحضرت ﷺ کی دوسری اونٹنی عضباء کا تعلق ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ اسی پر بیٹھ کر میدان حشر میں اٹھیں گی۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت اسماءؓ ذات النطاقین:۔.... غرض حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے بڑی جلدی جلدی ان دونوں اونٹنیوں کو سفر کے لئے تیار کیا اور ایک چمڑے کی تھیلی میں کھانے پینے کا سامان رکھ دیا۔ یہاں سفرہ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی زیادہ یعنی مسافر کے ناشتے کے ہوتے ہیں۔ پھر سفرہ ناشتہ دان کے لئے بھی استعمال ہونے لگا۔ غرض اس تھیلے میں بکری کا بھنا ہوا گوشت تھا، حضرت اسماءؓ نے اپنی نطاق یعنی اوڑھنی پھاڑی اور اس میں کا آدھا حصہ ناشتے کی تھیلی پر باندھ دیا اور باقی آدھی اوڑھنی پھر اوڑھ لی۔ یہی بات مسلم کی ایک حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے جس میں حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ حجاج ابن یوسف سے کہا،

"میں نے سنا ہے کہ تم میرے بیٹے عبداللہ ابن زبیرؓ کو طعن کے طور پر ابن ذات النطاقین یعنی دو اوڑھنیوں والی کا بیٹا کہتے ہو۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں خدا کی قسم دو اوڑھنیوں والی ہوں کیونکہ میں آدھی اوڑھنی میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا کھانا باندھ کر لے جاتی تھی اور باقی آدھی اوڑھنی میرا دوپٹہ تھی جو ہر عورت کے لئے (بطور پٹکہ) کام کے دوران ضروری ہے۔ کیونکہ نطاق یا اوڑھنی عربی میں اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کو عورت اپنے سینے اور کمر پر باندھ لیتی ہے تاکہ نیچے لٹکنے والا لہنگا دامن ڈھلک کر نہ الجھ جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ نطاق ازار کو کہتے ہیں اسی وجہ سے ذات النطاق یعنی ازار والی کہا جاتا ہے، یہ دونوں ہی معنی صحیح ہیں۔

ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ حضرت اسماءؓ نے اپنی اوڑھنی پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے کر لئے تھے اور ایک سے تھیلی کا منہ باندھ دیا تھا اور دوسرے سے پانی کی چھاگل کا منہ بند کر دیا تھا۔ گویا اس روایت کے مطابق حضرت اسماءؓ کے پاس اوڑھنی میں سے کچھ نہیں بچا تھا۔

بخاری شریف میں حضرت اسماءؓ سے ایک روایت ہے جو اسی کے مطابق ہے۔ اس روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ناشتے دان اور پانی کی چھاگل کو باندھنے کے لئے ہمارے پاس کوئی چیز نہیں تھی، میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا

"میرے پاس ان چیزوں کو باندھنے کے لئے اپنی اوڑھنی کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا،

"تم اپنی اوڑھنی کے ہی دو ٹکڑے کر لو اور ایک سے پانی کی چھاگل باندھو اور دوسرے سے ناشتہ دان۔"

چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اسی وقت سے مجھے ذات النطاقین یعنی دو اوڑھنیوں والی کا لقب ملا۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ لقب دیا اور فرمایا،

"اللہ تعالیٰ تمہاری اس اوڑھنی کے بدلے جنت میں تمہیں دو اوڑھنیاں دے۔"

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ پہلی روایت جو حضرت عائشہؓ سے ہے اور دوسری روایت جو حضرت اسماءؓ سے ہے ان دونوں کو مسلم نے بیان کیا ہے اور ان میں پانی کی چھاگل کا ذکر نہیں ہے۔ اور جو روایت بخاری نے بیان کی ہے اس میں پانی کی چھاگل کا ذکر ہے لیکن چمڑے کی تھیلی کا ذکر نہیں ہے جس میں ناشتے کا سامان رکھا گیا تھا بلکہ اس روایت میں جراب کے بجائے سفرہ کا لفظ ہے، مگر اس اشکال کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ سفرہ کو باندھنے سے مراد جراب کو باندھنا ہے جیسا کہ وہاں اس طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے (کیونکہ سفرہ کے معنی ناشتے کے بھی ہیں اور ناشتے دان یا ناشتے کی پوٹلی کے بھی ہیں) اسی طرح جراب چمڑے کی تھیلی کو کہتے ہیں جس میں کھانے پینے کا سامان رکھا جاتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

بعض محدثین نے کہا ہے کہ پیچھے مسلم کی جو روایت گزری ہے وہ زیادہ درست ہے جو خود حضرت اسماءؓ نے اپنی آخری عمر میں بیان کی ہے (یعنی حجاج سے ان کی جو بات ہوئی تھی) جس میں انہوں نے کہا ہے کہ اپنی اوڑھنی کے ایک ٹکڑے سے انہوں نے صرف چمڑے کی تھیلی کا منہ باندھا تھا اور باقی کو بھی اوڑھنی ان کے پاس رہ گئی تھی۔

مگر اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں صرف تھیلی باندھنے کا ذکر کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دوسری بات اس کے خلاف ہے جو بخاری نے ذکر کی ہے۔ لہذا دونوں روایتوں میں اس طرح موافقت ہو جاتی ہے کہ حضرت اسماءؓ نے اوڑھنی کے دو ٹکڑے کئے اور پھر ان میں سے ایک ٹکڑے کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک سے ناشتے دان باندھا اور دوسرے سے پانی کی چھاگل باندھی۔ لہذا حضرت اسماءؓ کو ذات النطاقین یعنی دو اوڑھنیوں والی اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے اوڑھنی کے ایک ٹکڑے سے یہ دونوں کام کئے اور ایک ان کے پاس باقی رہا۔

کتاب سیرت ابن ہشام میں یہ ہے کہ حضرت اسماءؓ دونوں کا ناشتہ لے کر اس وقت پہنچی تھیں جب آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ گھر سے روانہ ہو کر غار ثور میں پناہ گزین ہو چکے تھے مگر وہ اپنے ساتھ کوئی ڈوری وغیرہ لے جانا بھول گئیں۔ اب یہاں وہ پریشان ہوئیں کہ کھانے کو کیسے باندھیں، تب اچانک انہیں خیال آیا اور انہوں نے اپنی اوڑھنی پھاڑ کر اسے ڈوری کے بجائے استعمال کیا ایک سے تھیلی کو باندھا اور دوسری کو اوڑھنی کے طور پر اپنی کمر پر لپیٹ لیا۔ اب حضرت عائشہؓ کے اس قول کا مطلب کہ ہم نے بہترین طریقہ پر سفر کے لئے تیاری کر دی، کا مطلب یہ ہے کہ غار ثور سے روانگی کے وقت یہ تیاری کی گئی غار ثور کو روانگی کے وقت نہیں جیسا کہ پچھلی روایت کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا تھا۔

مگر علامہ ابن جوزی نے روایت کی اسی ظاہر کو مانا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ، حضرت اسماءؓ بہت پہلے مکہ ہی میں مسلمان ہو کر بیعت کر چکی تھیں، انہوں نے اس رات جبکہ آنحضرت ﷺ مکہ سے غار ثور کے لئے روانہ ہو رہے تھے اپنی اوڑھنی پھاڑی اور ایک حصے سے ناشتے دان اور دوسرے سے پانی کی چھاگل باندھی جس پر ان کو ذات النطاقین یعنی دو اوڑھنیوں والی کا خطاب ملا، یہاں تک ابن جوزی کا حوالہ ہے، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ دونوں موقعوں پر پیش آیا ہو۔

پیچھے نطاق کی تعریف یہ گزری ہے کہ جس کو عورت اپنے سینے یا کمر پر باندھ لیتی ہے تاکہ نیچے لٹکنے والا لمبا دامن ڈھلک کر الجھ نہ جائے۔ مگر بعض حضرات نے کہا ہے کہ نطاق وہ کپڑا ہوتا ہے جسے عورت پہنتی ہے پھر اپنی کمر کے گرد ایک ڈوری باندھ لیتی ہے اور پھر اوپر کے کپڑے کو نیچے کے کپڑے کے اوپر لٹکا لیتی ہے۔ نطاق کے بارے میں ایک قول پیچھے اور بھی گزرا ہے جو اس قول کے مطابق ہے یا شاید نطاق ان دونوں قسموں کے کپڑوں کو کہتے ہیں۔

ایک قول ہے کہ سب سے پہلے جس نے نطاق استعمال کیا وہ حضرت ہاجرہ والدہ اسماعیلؑ ہیں یعنی انہوں نے نطاق اسی دوسری تفصیل کے مطابق استعمال کیا جو بیان ہوئی تاکہ نطاق کے پیچھے لٹکنے والے دامن سے ان کے نشان قدم مٹتے جائیں اور ان کی سوکن حضرت سارہ کو ان کے جانے کی سمت نہ معلوم ہو سکے یہ شاید اس وقت کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے ساتھ ان کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا تھا اور وہ ابراہیم علیہ

Presented by Ziaraat.Com

السلام کے ساتھ کے جاری تھیں۔ یہ واقعہ ان کے اور ابراہیم علیہ السلام کے براق پر سوار ہونے سے پہلے کا ہے (کیونکہ ان پر سوار ہونے کے بعد تو نشان قدم مٹانے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا)۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ سے بنی دیل کے ایک شخص سے اجرت پر رہبری کا معاملہ کیا، اس کا نام عبد اللہ ابن اریقط تھا۔ اس کو ابن ارقط یا ابن ارقہ کہا جاتا تھا۔ یہ لفظ اس کی ماں کا نام تھا اور اریقط اسی لفظ کی تصغیر ہے۔ غرض ابن اریقط سے اجرت پر یہ معاملہ کیا کہ وہ مدینہ تک راستے کی رہبری کرے، یہ شخص اس وقت مشرک ہی تھا بعد میں یہ مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کے اسلام لانے نہ لانے کے متعلق کچھ خبر نہیں ہے۔ کتاب روض الانف میں ہے کہ کسی صحیح سند سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ شخص بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔

آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ نے اس شخص کو اپنی اونٹنیاں دے دیں اور اس سے یہ طے کیا کہ وہ تین رات کے بعد ثور پہاڑ پر اونٹنیاں لے کر ملے (ثور کے معنی بیل کے ہیں) اس پہاڑ کو ثور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ہل چلانے والے بیل کی صورت کا ہے۔ نسائی کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان عبد اللہ سے جو معاملہ ہوا وہ سفر کی تیاری سے پہلے کیا گیا تھا۔

رات کے اندھیرے میں غار ثور کو کوچ:- ...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پھر رات کے وقت آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ ثور پہاڑ پر پہنچ گئے۔ ابن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے نکل کر سیدھے حضرت ابو بکرؓ کے مکان پر پہنچے اور تمام دن وہیں رہے۔ اس کے بعد رات میں آپ ﷺ اور ابو بکرؓ یہاں سے روانہ ہو کر غار ثور میں پہنچے اور وہاں قیام فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ کے مکان کے پشت کی دیوار میں ایک کھڑکی تھی آپ دونوں اسی راستے سے نکل کر گئے تھے۔ عائشہ بنت قدامہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میں کھڑکی سے نکلا تو سامنے مجھے ابو جہل لعنۃ اللہ نظر آیا مگر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اسے اندھا کر دیا اور ہم آگے بڑھ گئے جیسا کہ ابو بکر کی روایت میں ہے۔

علامہ سبط ابن جوزی نے وہب ابن منبہ سے یہ روایت بیان کرتے ہوئے کہ آنحضرت ﷺ ابو بکرؓ کے مکان کی پچھلی کھڑکی سے غار کے لئے روانہ ہوئے، لکھا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ خود اپنے مکان سے روانہ ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کبھی آنحضرت ﷺ کے آگے آگے چلتے کبھی پیچھے اور کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ اس کی وجہ آنحضرت ﷺ نے پوچھی تو انہوں نے کہا،

حضرت ابو بکرؓ کا اضطراب:- ...... یا رسول اللہ! کبھی مجھے یہ خیال آتا ہے کہ راستے میں آپ ﷺ کے لئے کوئی گھات لگائے نہ بیٹھا ہو تو میں آپ ﷺ کے آگے آگے چلنے لگتا ہوں کبھی خیال آتا ہے کہ کہیں آپ کا تعاقب نہ کیا جا رہا ہو تو میں آپ کے پیچھے چلنے لگتا ہوں۔ اسی طرح کبھی آپ کے دائیں چلتا ہوں کبھی بائیں کیونکہ آپ کی طرف سے ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔"

آبلہ پائی:- ...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: کتاب در منثور میں ہے کہ اس رات روانگی کے دوران آنحضرت ﷺ پنجوں کے بل چلے تاکہ زمین پر آپ کے قدموں کے نشان نہ مل سکیں۔ اس طرح چلنے کی وجہ سے آپ کے پاؤں چھل گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے آپ ﷺ کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا اور اسی طرح غار کے منہ پر پہنچ کر آپ کو اتارا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ غار کے لئے روانہ ہوئے تو

Presented by Ziaraat.Com

چلتے چلتے آپ ﷺ کے پیروں سے خون نکلنے لگا

علامہ سہیلی نے حضرت ابوبکرؓ کی روایت بیان کی ہے کہ غار میں پہنچ کر آنحضرت ﷺ کے پیروں پر، میری نظر پڑی جن سے خون نکل رہا تھا۔ بعض علماء نے اس بارے میں لکھا ہے کہ شاید پیروں سے خون سنگلاخ زمین پر چلنے کی وجہ سے نکلا تھا ورنہ غار ثور شہر سے اتنا زیادہ دور نہیں کہ چلتے رہنے کی وجہ سے ایسا ہوا ہو۔ یا پھر ممکن ہے (رات کے اندھیرے کی وجہ سے) یہ حضرات غار کا راستہ بھول گئے ہوں اور اس وجہ سے غار تک پہنچنے کا راستہ لمبا ہو گیا ہو۔ چنانچہ اس بات کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ رات بھر چلتے رہے۔ یا ایک روایت کے لفظ یوں ہیں کہ: پھر ہم صبح کو غار میں پہنچے۔ اگرچہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ پوری رات چلتے رہے ہاں اس گذشتہ روایت کی روشنی میں اس کا مطلب اور مفہوم یہی نکلتا ہے۔ یا پھر ہو سکتا ہے جیسا کہ ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ پہلے حبین پہاڑ پر تشریف لے گئے مگر اسی وقت پہاڑ سے آواز آئی۔

"مجھ پر سے اتر جائیے یا رسول اللہ! مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ میری پشت پر قتل ہو جائیں اور پھر مجھے عذاب دیا جائے۔"

اس پر ثور پہاڑ سے آواز آئی،

"مجھ پر تشریف لائیے یا رسول اللہ!"

مگر اصل کتاب یعنی عیون الاثر میں ایک روایت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی جدعاء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر غار ثور تک تشریف لے گئے تھے۔ لیکن کتاب نور میں یہ ہے کہ آپ جدعاء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر حضرت ابوبکرؓ کے مکان سے غار ثور تک نہیں گئے تھے بلکہ غار ثور سے آگے جانے کے لئے اس اونٹنی پر سوار ہوئے تھے جیسا کہ روایت کے ظاہری الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔

خصائص کبریٰ میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب مشرکوں نے آنحضرت ﷺ کے قتل کی سازش کی اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس کی خبر دے دی تو آپ ﷺ اسی رات گھر سے نکل کر غار میں تشریف لے آئے۔ صبح کو (جب مشرکوں نے آنحضرت ﷺ کو موجود نہ پایا تو) وہ آپ ﷺ کے تعاقب میں نکلے یہاں تک کہ ثور پہاڑ تک پہنچ گئے۔

مگر یہ روایت اس گذشتہ روایت کے خلاف ہے جس میں گزرا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس رات میں غار کے لئے روانہ نہیں ہوئے تھے جس میں مشرک آپ ﷺ کی گھات میں بیٹھے تھے بلکہ آپ ﷺ دوسری رات میں روانہ ہوئے تھے مگر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ روایت کا یہ جملہ کہ یہاں تک کہ آپ ﷺ غار تک پہنچ گئے۔ صرف آپ ﷺ کی گھر سے روانگی اور غار تک پہنچنے کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اسی رات میں آپ ﷺ غار تک پہنچ گئے۔ یعنی آپ ﷺ گھر سے روانہ ہوئے اور روانگی جاری رہی یہاں تک کہ آپ ﷺ غار میں پہنچ گئے مگر یہ پہنچنا دوسری رات میں ہوا۔ مگر پیچھے ایک روایت اور گزری ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر چادر اوڑھے ہوئے دوپہر کے وقت پہنچے تھے۔ اس وجہ سے یہ روایتیں قابل غور ہیں۔

امانتوں سے متعلق حضرت علیؓ کو ہدایات :...... آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی ہجرت کے لئے روانگی سے مطلع فرما دیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ وہ آپ ﷺ کے جانے کے بعد مکے میں کچھ

Presented by Ziaraat.Com

ٹھہریں اور اس عرصہ میں لوگوں کی وہ تمام امانتیں ادا کر دیں جو آنحضرت ﷺ کے پاس جمع تھیں کیونکہ مکے کا ہر وہ شخص جس کے پاس کچھ مال وغیرہ ہوتا تھا اور اسے اس کے متعلق کچھ خطرہ ہوتا تھا تو وہ اس کو آپ ﷺ کے پاس امانت رکھ جاتا تھا کیونکہ سب ہی لوگ آپ ﷺ کی امانت داری کے قائل تھے۔

غالباً جب آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے مکان کے لئے روانہ ہوئے اس وقت آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ان امانتوں کے متعلق ہدایت فرمائی تھی کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکرؓ کے مکان کو روانہ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ اور حضرت علیؓ کی ملاقات مدینے میں ہی ہوئی اس سے پہلے نہیں، مگر آگے درر منثور کے حوالے سے ایک روایت آئے گی کہ غار سے روانگی کے وقت بھی آنحضرت ﷺ کی حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی تھی۔

کتاب فصول المہمہ میں ہے کہ روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ آنحضرت ﷺ کی ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کریں اور آپ ﷺ کے پاس لوگوں کی امانتوں کو جوں کا توں واپس کریں، ساتھ ہی آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ دونوں فاطماؤں کے لئے سواریاں خرید لیں ایک آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ اور ایک حضرت زبیر ابن عبد المطلب کی بیٹی فاطمہؓ کے لئے نیز بنی ہاشم اور عام غریب مسلمانوں میں سے جو بھی ان کے ساتھ آنا چاہیں ان کے لئے سواریوں کا انتظام کر لیں۔

مگر آگے کتاب اصل کے حوالے سے ایک روایت آرہی ہے جو حضرت علیؓ کے سواریاں خریدنے کی روایت کے خلاف ہے، وہ روایت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک حُلّہ بھیجا تھا اور یہ کہلایا تھا کہ اس کو پھاڑ کر اس میں اوڑھنیاں یعنی چادریں بنالی جائیں اور وہ چادریں چاروں فاطماؤں میں تقسیم کر دی جائیں۔ ان فاطماؤں سے مراد فاطمہ بنت حمزہ، فاطمہ بنت عتبہ، فاطمہ ام علی اور خود آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ مراد تھیں اور یہ کہ یہ حُلّہ آپ ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد بھیجا تھا۔ اس اختلاف کی وجہ سے یہ روایتیں قابل غور ہیں۔

کتاب فصول مہمہ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔

"میں نے تمہیں جو ہدایتیں دی ہیں جب ان سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لئے تیار ہو جانا جب کہ تمہارے پاس میرا خط آجائے اور جب ابو بکرؓ آجائیں تو انہیں میرے پیچھے اُمّ میمون کے کنویں کی طرف بھیج دینا"

یہ بات اس وقت کی ہے جب رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا، قریش کے لوگوں نے مکان کو گھیر کر آنحضرت ﷺ کے لئے گھات لگا رکھی تھی اور وہ لوگ اس انتظار میں تھے کہ آدھی رات گزر جائے اور سب لوگ سو جائیں تو اپنا ارادہ پورا کریں۔

اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ کے مکان میں پہنچے (چونکہ آنحضرت ﷺ کی جگہ حضرت علیؓ لیٹے ہوئے تھے اس لئے وہ ان کو رسول اللہ سمجھے) اس وقت حضرت علیؓ نے ابو بکرؓ سے کہا۔

"رسول اللہ ﷺ اُمّ میمون کے کنویں کی طرف تشریف لے گئے ہیں اور آپ ﷺ کے لئے یہ کہہ گئے ہیں کہ آپ میرے پاس پہنچ جائیں۔"

غار ثور:۔۔۔۔۔۔۔ چنانچہ اس اطلاع پر حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ سے جا ملے اور وہاں سے ایک ساتھ روانہ ہوئے

Presented by Ziaraat.Com

ہو کر ثور پہاڑ پر پہنچے اور غار میں داخل ہو گئے۔ مذکورہ کتاب کے حوالے سے یہ روایت قابل غور ہے کیونکہ اس میں اور گذشتہ روایات میں اختلاف ہے۔

صدیق اکبرؓ کی جاں نثاری :-...... غرض جب یہ حضرات غار ثور کے دہانے پر پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا۔ آپ ذرا ٹھہر یئے میں غار میں پہلے داخل ہوں گا۔ تاکہ اگر غار میں کوئی کیڑا مکوڑا ہو تو جو کچھ ہونا ہے پہلے مجھے ہو جائے (اور آپ ﷺ محفوظ رہیں)۔"

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھ کر غار میں پہلے داخل ہوئے اور ہاتھوں سے ہر طرف ٹٹول کر دیکھتے رہے جہاں کہیں کوئی سوراخ نظر آتا تو اپنے کپڑے میں سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر سوراخ کو اس سے بند کر دیتے۔ اس طرح انہوں نے تمام سوراخ بند کئے مگر ایک سوراخ رہ گیا اور اسی میں سانپ تھا حضرت ابو بکرؓ نے اس سوراخ پر اپنی ایڑی رکھ دی۔

صدیق اکبرؓ کا پیر سانپ کے منہ میں :-...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ غار میں داخل ہوئے۔ ادھر جب سانپ نے حضرت ابو بکرؓ کی ایڑی اپنے سوراخ پر دیکھی تو اس نے کاٹنا شروع کیا۔ تکلیف کی شدت کے باوجود حضرت ابو بکرؓ (کے منہ سے آواز تو نہ نکلی مگر ان) کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ اس تفصیل میں غرابت اور نکارت ہے۔ اس وقت جبکہ حضرت ابو بکرؓ کے سانپ کاٹ رہا تھا آنحضرت ﷺ ان کے زانو پر سر رکھ کر لیٹ گئے تھے اور آپ ﷺ کی آنکھ لگ گئی تھی۔ (اسی لئے حضرت ابو بکرؓ نے سانپ کے ڈسنے کے باوجود نہ اپنے جسم کو حرکت دی اور نہ آواز نکالی کہ مبادا آنحضرت ﷺ کی آنکھ کھل جائے) مگر ان کی آنکھوں سے بے اختیار جو آنسو نکلے وہ آپ کے اوپر گرے جس سے آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی، آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو روتے دیکھا تو ان سے پوچھا کہ کیا بات ہوئی، انہوں نے کہا،

"آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے"

آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن سانپ کے کاٹے کی جگہ لگا دیا جس سے تکلیف اور زہر کا اثر فوراً ختم ہو گیا۔

بعض علماء نے اسی سے ایک لطیفہ پیدا کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی ایڑی سے آنحضرت ﷺ کو بچایا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی ایڑی یعنی نسل میں برکت عطا فرمائی (واضح رہے کہ عربی میں عقبہ ایڑی کو کہتے ہیں اور عقبہ میں برکت، نسل میں برکت کہلاتی ہے)۔

اس سانپ کے لئے رافضیوں کی تعظیم :-...... بعض دوسرے حضرات نے لکھا ہے کہ عجم کے رافضیوں نے اپنے لئے سر پر بل دار منڈاسہ غار ثور کے اسی سانپ کی تعظیم اور احترام میں اختیار کیا ہے جس نے حضرت ابو بکرؓ کے کاٹا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ منڈاسہ کے بلوں میں اسی سانپ کی تشبیہ ہے۔

صبح ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ کے جسم پر آنحضرت ﷺ نے چادر نہ دیکھ کر پوچھا کہ تمہاری چادر کہاں ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ میں نے اس کے ٹکڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے سوراخ بند کر دیئے ہیں۔ ایک روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کے جسم پر ورم کا اثر دیکھا تو اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ سانپ کے کاٹے کی وجہ سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے مجھے سانپ کے کاٹنے کی خبر نہ دی۔

Presented by Ziaraat.Com

اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو جگانا پسند نہیں کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فوراً اس جگہ اپنا ہاتھ پھیرا جس سے اسی وقت ورم اور تکلیف جاتی رہی۔

اب ان دونوں روایتوں کو اگر درست مانا جائے تو ان میں موافقت پیدا کرنی ضروری ہو گی۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ کو سانپ کے کاٹنے کی خبر دی تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی۔

"اے اللہ! ابو بکر کو جنت میں میرے درجہ میں میرا ساتھی بنا"

اسی وقت اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو خبر دی کہ آپ ﷺ کی دعا قبول کر لی گئی۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ غار میں داخل ہو کر اس کے سوراخ بند کر رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے ایک ہاتھ سے خون نکل رہا ہے۔ وہ انگلیوں پر سے خون صاف کرتے اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

هل انت الا اصبع دميت وفی سبيل الله مالقيت

ترجمہ:۔ یہ صرف انگلیاں ہیں جو زخمی اور خون آلود ہوئی ہیں اور جو کچھ بھی ہوا ہے وہ بھی خدا کی راہ ہی میں ہوا ہے۔

مگر آگے ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر ابن رواحہؓ کا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ شعر خود آنحضرت ﷺ کا ہے۔ ممکن ہے حضرت ابن رواحہؓ نے اس شعر کو اپنے شعروں میں شامل کر دیا ہو۔ جس بنیاد پر یہ شعر آنحضرت ﷺ کا کہا گیا وہ ابن جوزی کا یہ قول ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی روانگی کے بعد حضرت ابو بکرؓ آپ ﷺ سے مل جانے کے لئے آپ ﷺ کے پیچھے روانہ ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو پیچھے آتے دیکھ کر یہ سمجھا کہ مشرکوں میں سے کوئی شخص تعاقب میں آرہا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی رفتار تیز کر دی جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے جوتے کی ٹوپھٹ گئی اور آپ ﷺ کا انگوٹھا ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر زخمی ہو گیا اور اس سے خون بہنے لگا۔ اسی وقت حضرت ابو بکرؓ بلند آواز سے بولے تاکہ آنحضرت ﷺ ان کو پہچان لیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو پہچان لیا۔

جس بات سے اس شعر کے متعلق اندازہ ہوتا ہے وہ جندب بجلی کی یہ روایت ہے کہ میں فلاں غار میں ایک دن آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا کہ آپ ﷺ کی انگلی زخمی ہو گئی تو آپ ﷺ نے وہ شعر پڑھا جو اوپر ذکر ہوا۔ جہاں تک اس روایت میں غار کا ذکر ہے اس سے غیران کا غار مراد ہے یہ غار ثور نہیں جیسا کہ اس سے وہم ہوتا ہے۔

صحیحین میں جندب ابن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز جبکہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ ﷺ ایک پتھر سے زخمی ہو گئے اور آپ ﷺ کی انگلی سے خون نکلنے لگا، اسی وقت آپ ﷺ نے یہ شعر پڑھا جو پیچھے ذکر ہوا۔

<u>حفاظت خداوندی اور معجزے کا ظہور</u>:۔...... غرض جب آنحضرت ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ غار ثور میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو حکم دیا کہ وہ غار کے دہانے پر اگ آئے، اس درخت کو عشار کہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ اس کا نام ام غیلان تھا، یہ درخت اسی گھڑی غار کے منہ پر اگ آیا اور اس کی شاخوں نے غار کے منہ کو ڈھانپ لیا۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک قول یہ بھی ہے کہ غار میں داخل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس درخت کو بلایا۔ یہ غار کے سامنے تھا، آپ کے بلانے پر یہ آیا اور غار کے منہ پر آکر ٹھہر گیا۔ یہ درخت قد آدم کے برابر تھا تو حق اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک مکڑی کو بھیج دیا جس نے اس درخت کی شاخوں میں جالے تن دیئے۔ یہ جالے اس قدر گھنے اور ایک دوسرے میں پڑے ہوئے تھے کہ جیسے چالیس سال سے اس جگہ لگے آئے ہوں جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے۔

مکڑی کے ذریعہ حفاظت کے دوسرے واقعات:۔..... اسی طرح ایک مرتبہ مکڑی نے حضرت عبداللہ ابن انیس کی حفاظت کے لئے بھی جالا تنا تھا، انہوں نے سفیان ابن خالد کو قتل کیا تھا اور اس کا سر کاٹ کر ایک غار میں لے گئے اور وہاں چھپ رہے اور اس وقت تک وہیں پوشیدہ رہے جب تک کہ ان کا تعاقب ختم نہیں ہو گیا۔ اس واقعہ کی تفصیل آگے آئے گی۔

ایک حیرتناک واقعہ:۔..... اسی طرح مکڑی نے ایک دفعہ حضرت داؤدؑ کی حفاظت کے لئے بھی جالا بنا تھا جبکہ جالوت کے آدمی ان کی تلاش میں تھے۔ اسی طرح زید ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابو طالب کی شرمگاہ کو ڈھانپنے کے لئے بھی مکڑی نے جالا تنا تھا۔

یہ زید امام محمد باقرؒ کے بھائی اور امام جعفر صادقؒ کے چچا تھے۔ زیدیہ فرقہ ان ہی کی طرف منسوب ہے۔ یہ امام اور مجتہد تھے انہوں نے واصل ابن عطاء سے علم کا فیض حاصل کیا تھا جنہوں نے حضرت حسن بصریؒ سے فیض پایا تھا، انہوں نے یہ اجتہاد کیا تھا کہ گناہ کبیرہ کرنے والا مسلمان مؤمن نہیں رہتا۔ اس پر ان سے پوچھا گیا کہ پھر کیا وہ جہنم میں جائے گا تو انہوں نے کہا کہ نہیں وہ جہنم میں بھی نہیں جائے گا بلکہ جنت اور جہنم کے درمیان ایسے لوگوں کے لئے اور تیسرا درجہ بنایا جائے گا اور یہ لوگ اس میں رہیں گے جو نہ جنت ہو گی اور نہ دوزخ جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا تو حضرت حسن بصریؒ نے ان کو اپنی مجلس سے اعتزال کرنے یعنی الگ ہو جانے کا حکم دیا۔ اسی بناء پر ان کو معتزلی کہا گیا اور ان کے ساتھیوں کو معتزلہ کا نام دیا گیا۔ مگر زید کے شیخ ابن عطاء کو معتزلی کہنے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ خود زید بھی اسی مسلک پر چلتے تھے۔

ان زید کو برہنہ کر کے پھانسی دی گئی تھی اور پھر حکومت وقت نے پھانسی پر ان کی لاش چار سال تک اور ایک قول کے مطابق پانچ سال تک لٹکائے رکھی مگر اس عرصے میں کبھی بھی ان کی شرمگاہ کسی کے سامنے نہیں آئی (کیونکہ اس جگہ مکڑی نے گھنا جالا تان کر اسے چھپا دیا تھا) ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا پیٹ لٹک کر اتنا جھک گیا تھا کہ اس سے ان کی شرمگاہ چھپ گئی تھی (اس طرح ان کا پردہ باقی رہا) یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں باتیں ہوئی ہوں۔

ان کو پھانسی دیتے وقت جلادوں نے ان کا منہ قبلے کے بجائے جان بوجھ کر دوسری طرف کر دیا تھا تو جس تختے پر ان کو پھانسی دی گئی وہ تختہ اچانک گھوما اور ان کا منہ قبلے کی طرف ہو گیا۔ (ی) یہی واقعہ حضرت خبیبؓ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

اس کے بعد حکومت نے حضرت زید کا جسم اور وہ پھانسی کا تختہ جلوایا اور ان کی راکھ دریائے فرات کے کنارے ہوا میں اڑا دی، ان کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے خلیفہ ہشام ابن عبدالملک سے بغاوت کی تھی اور خود اپنے آپ کو خلافت کے لئے پیش کیا تھا، اس بغاوت کے نتیجہ میں خلیفہ کے حکم پر عراق کے امیر یوسف ابن عمر ثقفی

Presented by Ziaraat.Com

نے ان کے ساتھ جنگ کی جس میں زید کے لشکر نے زید کو دھوکہ دیا اور ان کو شکست ہوئی۔ ان کے لشکر کے اکثر لوگ ان کو دغا دے گئے۔ زید نے اپنی خلافت کے لئے کوفہ کے اکثر لوگوں سے بیعت لی تھی۔ ان لوگوں نے زید سے مطالبہ کیا کہ وہ شیخین یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بیزاری کا اظہار کریں تو وہ زید کی مدد کرنے اور ان کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ مگر زید نے کہا،

"ہرگز نہیں! بلکہ میں ان دونوں کو اپنا بزرگ اور محترم سمجھتا ہوں۔"

اس پر ان لوگوں نے کہا کہ پھر ہم تم سے رفض کرتے یعنی منہ موڑتے ہیں۔ زید نے کہا،

"بس پھر جاؤ تم لوگ رافضی یعنی منہ موڑنے والے لوگ ہو!"

اس وقت سے ان لوگوں کا نام رافضہ یا اردو میں رافضی پڑ گیا۔

پھر حضرت زید کے پاس ایک دوسری جماعت آئی اور انہوں نے کہا،

"ہم شیخین کو اپنا بزرگ اور ولی مانتے ہیں اور جو لوگ ان دونوں سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں ہم ان سے اپنی بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔"

یہ کہہ کر ان لوگوں نے حضرت زید کے ساتھ مل کر جنگ کی اور اسی لئے ان لوگوں کو زیدی فرقہ کہا جانے لگا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اب یہ تعجب کی بات ہے کہ ایک شخص حضرت زید کے مذہب اور مسلک پر چلنے کا دعویٰ بھی کرے اور شیخین سے بیزاری اور کراہت کا اظہار بھی کرے۔ اگر کوئی شخص شیخین کا نام عزت سے لے تو اس کو بھی ناپسندیدہ ہی نہ کرے بلکہ اکثر ان دونوں بزرگوں کو گالیاں بھی دے۔

جنگ کے دوران زید کو بہت سے زخم آئے، ایک تیر ان کی پیشانی میں لگا، اس کے بعد ہی رات ہو گئی اور جنگ رک گئی۔ اس وقت حضرت زید کے ساتھیوں نے کسی قریبی گاؤں سے ایک جراح کو بلایا تاکہ اس سے وہ تیر نکلوا دیں۔ اس نے تیر نکالا تو اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے اسی وقت ان کو دفن کر دیا اور ان کی قبر کو بے نشان کر کے چھپا دیا یہاں تک کہ مزید احتیاط کے لئے انہوں نے قبر کی جگہ پانی بہا دیا اور جراح سے بھی اس خبر کو چھپانے کا وعدہ لے لیا۔ مگر صبح کو وہ جراح یوسف ابن عمر ثقفی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے یوسف کو زید کی موت کی خبر دی اور ان کی قبر کی جگہ بھی بتلا دی۔ یوسف نے فوراً قبر کھدوا کر ان کی لاش نکلوائی اور اس کا سر کاٹ کر خلیفہ ہشام کے پاس بھیج دیا۔ اس پر خلیفہ نے یوسف کو حکم لکھ بھیجا کہ زید کی لاش کو ننگا کر کے پھانسی پر لٹکا دو، چنانچہ یوسف نے ایسا ہی کیا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک روز خلیفہ ہشام نے زید سے کہا،

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم خلافت حاصل کرنا چاہتے ہو جبکہ تم اس کے اہل نہیں ہو کیونکہ تم ایک باندی کے بیٹے ہو۔"

زید نے جواب دیا

حضرت اسماعیلؑ بھی ایک باندی کے بیٹے تھے جبکہ ان کے بھائی حضرت اسحاقؑ ایک آزاد عورت کے پیٹ سے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اسماعیلؑ کی اولاد میں سے دنیا کا بہترین انسان یعنی آنحضرت ﷺ کو پیدا فرمایا۔"

ہشام یہ سن کر بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔ زید نے کہا

Presented by Ziaraat.Com

"بس تو پھر اب تم مجھ سے میری اسی حیثیت میں ملو گے جس کو تم پسند نہیں کرتے (یعنی اب اگلی بار میں خلیفہ کی حیثیت سے ہی تم سے ملوں گا)۔"

(تشریح: جہاں تک اسماعیلؑ کی والدہ حضرت ہاجرہ کا تعلق ہے تو اس بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ باندی ہی رہیں، بلکہ ابراہیمؑ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا تھا)۔

حضرت زید کے شعروں میں سے ایک شعر ہے۔

لا تطمعوا ان تھینونا و نکرمکم
و ان نکف الاذی عنکم و تؤذونا

ترجمہ:- یہ مت سمجھو کہ تم ہماری توہین اور تذلیل کرو گے تو ہم تمہاری عزت کرتے رہیں گے اور تم ہمیں تکلیفیں پہنچاتے رہو گے تو ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔

ایک قول ہے کہ حضرت زید کا سر مصر قدیم کی ایک مسجد میں دفن کیا گیا تھا، اس مسجد کا نام مشہد زین العابدین ابن حسین تھا۔ اسی طرح شیخ شعرانی کے طبقات میں بھی ہے مگر یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ اس جگہ زید ابن زید العابدین ہے جیسا کہ علامہ مقریزی نے خطط میں لکھا ہے اور اس کو زید الازیاد کہا جاتا ہے۔

کتاب حیات الحیوان میں مکڑی کے جالے کے متعلق لکھا ہے کہ جالے کا لعاب مکڑی اپنے پیٹ سے نہیں نکالتی بلکہ یہ مادہ اس کی کھال کی باہری سطح سے نکلتا ہے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ اپنے گھروں کو مکڑی کے جالوں سے صاف رکھو کیونکہ اگر گھروں میں جالے چھوڑ دیئے گئے تو اس سے فقر و فاقہ پھیلتا ہے۔

(غرض آنحضرت ﷺ کے غار ثور میں پناہ لینے پر جہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہاں درخت اُگ آیا اور مکڑی نے جالا تان دیا وہیں) اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو جنگلی کبوتر آ کر غار کے دہانے پر بیٹھ گئے۔

(ی) اور ایک روایت ہے کہ ان انڈوں سے بچے نکلنے والے تھے۔

<u>ہجرت میں ہمرلہی سے صہیبؓ کی محرومی</u> :-...... غار کی طرف جاتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو ہدایت فرمائی کہ میرے پیروں کے نشانوں پر اپنے پیر رکھتے ہوئے چلو تا کہ ریت میں نشان قدم سے دشمنوں کو رہنمائی نہ حاصل ہو سکے۔ مگر اس بارے میں جو اشکال ہے وہ گزر چکا ہے۔ (ی) کیونکہ جب مشرکوں نے آنحضرت ﷺ کو گھر سے غائب پایا تو وہ سخت پریشان اور خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے مکے چاروں طرف آپ کو تلاش کیا ساتھ ہی انہوں نے نشان قدم تلاش کرنے والے ماہروں کو بھیجا تا کہ وہ ہر طرف آپ کے قدموں کے نشان تلاش کریں چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں کو ثور پہاڑ پر جانے والے کے نشان قدم مل گئے، اور اسی کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد گزرا ہے۔ ادھر جب وہ سب نوجوان جو قریش کے ہر خاندان کے تھے نکل کر آئے تو آپ کو حضرت صہیبؓ کی طرف سے سخت فکر اور تشویش ہوئی یہاں تک کہ آپ ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ، آہ اے صہیب! آہ اے صہیب۔ (ی) اس کی وجہ یہ تھی کہ صہیبؓ نے آپ ﷺ کے ساتھ جانے کا وعدہ کیا تھا کہ ہجرت کے اس سفر میں تیسرے آدمی وہ ہوں گے۔ چنانچہ اسی لئے جب آنحضرت ﷺ نے غار ثور کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو دو یا تین مرتبہ بھیجا کہ وہ صہیبؓ کو بلا لائیں مگر حضرت ابو بکرؓ جب بھی ان کے گھر پہنچے انہوں نے صہیبؓ کو نماز میں مشغول پایا چنانچہ صدیق اکبرؓ نے آ کر آنحضرت ﷺ کو جواب دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

"یارسول اللہ! میں نے صہیبؓ کو نماز میں مشغول پایا اس لئے میں نے اس کو مناسب نہیں سمجھا کہ ان کی نماز میں خلل ڈالوں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا۔

غار ثور سے دشمنوں کی بے التفاتی :- ...... غرض ادھر جب قریش نوجوان آپ ﷺ کو تلاش کرتے کرتے غار ثور سے چالیس گز کے فاصلے پر رہ گئے تو ان میں کچھ جلدی سے آگے بڑھ کر غار میں جھانکنے لگے مگر غار کے دہانے پر انہیں صرف دو جنگلی کبوتر اور ساتھ ہی مکڑی کا جالا نظر آیا اس پر ان میں سے ایک نے کہا۔

"اس غار میں کوئی نہیں ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے اس شخص کا یہ جملہ سن لیا اور آپ ﷺ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کو ٹال دیا ہے۔

ایک روایت ہے کہ جب قریشی لوگ غار کے دہانے تک پہنچ گئے تو اس میں سے کسی نے کہا کہ غار کے اندر چل کر بھی دیکھو۔ اس پر امیہ ابن خلف نے کہا۔

"غار کے اندر ہی جاکر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے، اس پر تو اتنے جالے لگے ہیں جو شاید محمد ﷺ کی پیدائش سے بھی پہلے کے ہوں گے۔ (ی) اگر وہ غار کے اندر گئے ہوتے تو نہ یہ جالا باقی رہتا اور نہ یہ کبوتر کے انڈے۔"

اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ انڈے بغیر بچوں کے تھے۔ یہ بھی ہے کہ ان میں ایک انڈے سے بچہ نکل آیا ہو اور ایک سے نہ نکلا ہو۔ اس کے بعد وہ غار کے دہانے کے بالکل سامنے آکر بیٹھا اور پیشاب کرنے لگا، اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! اس نے ہمیں دیکھ لیا ہے!"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"ابو بکر! اگر اس نے ہمیں دیکھ لیا ہوتا تو ہمارے سامنے بیٹھ کر پیشاب نہ کرتا۔"

ایک روایت میں آپ ﷺ کے الفاظ یوں ہیں کہ، اگر وہ ہمیں دیکھ چکا ہوتا تو ہمارے سامنے اپنی شرمگاہ نہ کھولتا۔ یعنی ہماری طرف رخ کر کے پیشاب کرنے نہ بیٹھتا۔ ادھر ابو جہل نے کہا۔

"خدا کی قسم، میرا گمان ہے کہ وہ کہیں قریب ہی ہمیں دیکھ رہے ہیں مگر ان کے کسی جادو نے ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔"

اس کے بعد یہ لوگ وہاں سے لوٹ آئے۔

غار ثور میں دوسرا حیرتناک معجزہ :- ...... علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر ان لوگوں میں سے کسی نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا تو فوراً اس کی نگاہ ہم پر بھی ضرور پڑے گی۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اگر یہ لوگ یہاں ہمارے پاس پہنچ بھی گئے تو ہم یہاں سے نکل کر کہیں چلے جائیں گے۔"

مگر غار کا صرف ایک ہی دہانہ تھا اس لئے صدیق اکبرؓ نے فوراً ہی دوبارہ غار پر نظر ڈالی تو انہوں نے دیکھا کہ غار میں دوسری طرف بھی دہانہ کھلا ہوا ہے اور سمندر کا ساحل اس دہانے سے آلگا ہے جہاں ایک کشتی بھی

Presented by Ziaraat.Com

کنارے سے بندھی ہوئی کھڑی ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس لحاظ سے منکر نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کی عظیم قدرت سے یہ بات بعید نہیں ہے مگر یہ حدیث کسی مضبوط یا ضعیف سند کے ساتھ ذکر نہیں ہوئی ہے اور ہم اپنی طرف سے کوئی چیز ثابت نہیں کریں گے (لہذا صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کی قدرت کے لحاظ سے یہ بات بعید نہیں ہے مگر چونکہ حدیث کے ساتھ کوئی سند بیان نہیں ہوئی ہے جس سے معلوم ہو سکتا کہ یہ حدیث قوی ہے یا ضعیف اس لئے اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا)۔

مکڑی کو مارنے کی ممانعت اور اس کے لئے دعا:-..... اسی روز آنحضرت ﷺ نے مکڑی کو مارنے کی ممانعت کی اور فرمایا،

"یہ اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا،

گھروں سے جالے صاف کرنے کا حکم:-..... "جب سے میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مکڑی سے محبت فرمانے لگے ہیں میں بھی اس سے محبت کرنے لگا ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مکڑی کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے کیونکہ اے ابو بکر! اس نے میرے اور تمہارے اوپر جالا بن کر ہماری حفاظت کی تھی۔ ہاں البتہ گھروں کو مکڑی کے جالوں سے صاف رکھنا چاہئے۔"

اس کی وجہ پیچھے گزر چکی ہے کہ اس سے گھروں میں فقر و فاقہ پھیلتا ہے۔ کتاب جامع صغیر میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ مکڑی کو نیک بدلہ دے کہ غار میں اس نے جالا بنادیا تھا۔

کبوتر بام حرم:-..... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ، مکڑی شیطان ہے اس کو مار ڈالا کرو۔ ایک حدیث میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی صورت بگاڑ کر اس کو مکڑی کی شکل میں ظاہر کیا ہے اسے مار ڈالا کرو۔ اس اشکال کا حل یہ ہے کہ اگر یہ بعد والی روایت ثابت ہے اور بعد میں فرمائی گئی ہے تو یہ پہلی کے لئے ناسخ (یعنی اس کے حکم کو ختم کرنے والی) ہے اور اگر پہلے والی ثابت ہے اور وہ بعد میں فرمائی گئی ہے تو وہ پہلی کے لئے ناسخ ہے۔ واللہ اعلم۔

اسی طرح رسول ﷺ نے کبوتروں کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور ان کو یہ جزا دی کہ ان کو حرم میں پھلنے پھولنے دیا۔ چنانچہ ان کی نسل حرم میں پھلی پھولی۔ اسی وجہ سے امام غزالیؒ جو شافعی عالم ہیں مکہ کے صرف کبوتروں کو نہ مارنے کے قائل ہیں اس کے سوا کسی دوسرے پرندے کے نہیں اور اسی قول کو ترجیح دی جاتی ہے۔

مگر کتاب امتاع میں اس بات پر شک ظاہر کیا گیا ہے کہ حرم کے کبوتر اسی جوڑے کی نسل سے ہیں۔ کیونکہ نوحؑ کے واقعہ میں ایک روایت ہے کہ طوفان آنے کے بعد نوحؑ نے اپنی کشتی میں سے ایک کبوتری کو بھیجا تھا کہ انہیں زمین کی حالت کی خبر دے، وہ کبوتری وادی حرم میں پہنچ گئی۔ اس نے دیکھا کہ اس جگہ سے پانی خشک ہو گیا ہے یہ جگہ کعبے کی تھی اور یہاں کی مٹی سرخ رنگ کی تھی۔ کبوتری اس جگہ اتری تو اس کے پنجے بھی سرخ ہو گئے۔ اسکے بعد یہ واپس نوحؑ کے پاس پہنچی تو انہوں نے اس کی گردن پر ہاتھ پھیر کر اس کے گلے میں ایک کنٹھہ ڈالا اور اس کے پیروں کو سرخ رنگ دے دیا۔ پھر انہوں نے اس کو حرم میں بسا دیا اور اس کے لئے برکت کی دعا کی۔

Presented by Ziaraat.Com

اس بارے میں حرث ابن ضباحی کے شعر ہیں۔

كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحَجُونِ إِلَى الصَّفَا
أَنِيسٌ وَلَمْ يَسْمُرْ بِمَكَّةَ سَامِرُ

ترجمہ:- گویا کہ حجون سے لے کر صفا کے مقام تک نہ کوئی مونس و غم خوار ہے اور نہ کے کے قصہ گوئی میں سے کوئی قصہ گو ہے۔

وَيَبْكِي لِبَيْتٍ لَيْسَ يُؤْذَى حَمَامُهُ
يَظَلُّ بِهِ أَمْنًا وَفِيهِ الْعَصَافِرُ

ترجمہ:- اور ایسے گھر کے لئے آنسو ضرور بہائے جاتے ہیں جو اپنے کبوتروں کو بھی تکلیف نہیں پہنچنے دیتا بلکہ سب چڑیوں کے لئے بھی وہ امن و سکون کا آشیانہ ہے۔

ان شعروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حرم میں کبوتر بنی جرہم اور نوح کے دور سے پائے جاتے ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے دن کے کے کبوتروں نے آنحضرت ﷺ پر سایہ کیا تھا جس پر آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی تھی۔

صدیق اکبرؓ کا اضطراب اور آنحضرت ﷺ کا سکون:-...... غرض ایک روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے قریش کو خاص طور پر غار کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا جن کے ساتھ نشان قدم کے ماہر بھی تھے تو وہ رو پڑے۔ ایک قول ہے کہ جب غار کے قریب انہوں نے ایک تعاقب کے ماہر کو یہ کہتے سنا

"خدا کی قسم! تمہیں جس کی تلاش ہے وہ اس غار سے آگے نہیں گیا۔"

یہ جملہ سن کر حضرت ابو بکرؓ اتنے فکرمند ہوئے کہ رو پڑے اور کہنے لگے۔

"خدا کی قسم میں اپنی جان کے لئے نہیں روتا بلکہ مجھے اس کا خوف ہے کہ کہیں آپ ﷺ کو کسی پریشانی میں نہ دیکھنا پڑے۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"غم نہ کرو، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے!"

اسی وقت اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبرؓ کے دل کو سکون عطا فرمادیا اور ان کو ایسا اطمینان بخشا جس سے دلوں کو سکون اور آرام ملتا ہے۔

ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے یہ فرمایا کہ، غم مت کرو۔ یہ نہیں فرمایا کہ۔ ڈرو مت، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا غم رسول اللہ ﷺ کے لئے تھا اس لئے اس سے روکنا اسی طرح انس اور بشارت دینے کے واسطے تھا جیسے حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے ارشاد فرمایا تھا کہ۔

وَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (سورہ یونس پ ۱۱ ع ۷ آیت ۶۵)

ترجمہ:- اور آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں، تمام تر غلبہ (اور قدرت بھی) خدا ہی کے لئے ثابت ہے وہ ان کی باتیں سنتا ہے اور ان کی حالت جانتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ ڈر آدمی کو اپنی جان کے لئے ہوتا ہے اور غم دوسرے کے لئے ہوتا ہے جو محبوب ہو۔ چونکہ حضرت ابو بکرؓ کی فکرمندی آنحضرت ﷺ کے لئے تھی آپ ﷺ نے اس کو غم سے تعبیر فرمایا اس بات سے رافضیوں اور شیعوں کے اس الزام کی تردید ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ابو بکرؓ پر غصے کے اظہار

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

اور مذمت کے لئے تھا (کہ تمہیں اپنی فکر پڑی ہے) رافضی کہتے ہیں کہ اگر صدیق اکبرؓ کا غم آنحضرت ﷺ کے لئے تھا جو ظاہر ہے اطاعت اور فرمانبرداری ہے تو آنحضرت ﷺ اطاعت سے تمہیں روک سکتے تھے۔ لہذا اب ماننا پڑے گا کہ ان کا غم اطاعت یعنی آپ ﷺ کے لئے نہیں تھا بلکہ معصیت یعنی اپنی ذات کے لئے تھا (اسی الزام کی تردید کے لئے حزن کے معنی ظاہر کئے گئے ہیں جس کی آگے بھی تفصیل آرہی ہے)۔

اللہ پر بھروسہ :-...... حضرت ابو بکرؓ کی ایک روایت گزری ہے کہ جب وہ لوگ غار کے دہانے کے سامنے آگئے تو صدیق اکبرؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اگر انہوں نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا تو ان کی نگاہ ہم پر ضرور پڑ جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں ان لوگوں کے مقابلے میں نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ میں نے مشرکوں کے پیروں کو دیکھا جبکہ ہم غار میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ لوگ ہمارے سروں کے اوپر تھے تو میں نے آنحضرت ﷺ سے یہ بات کہی، آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اے ابو بکر! تم ان دونوں شخصوں کے بارے میں کیا سوچتے ہو جن کا تیسرا ساتھی اللہ تعالیٰ ہے!"

معیت الٰہی کی تفصیل :-...... اس جملے کی تشریح میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے ساتھ تھا اور لفظاً اور معنی دونوں لحاظ سے ان کا تیسرا ساتھی تھا۔"

جہاں تک لفظی طور پر اللہ تعالیٰ کے ان دونوں کا ساتھی ہونے کی بات ہے تو وہ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کو صحابہ یا رسول اللہ کہا کرتے تھے۔ گو آنحضرت ﷺ کو خطاب کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام بھی ضرور شامل ہوتا تھا۔ اور اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کو لوگ یا خلیفہ رسول اللہ کہہ کر پکارتے تھے یعنی اس میں بھی ان کا پکارنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام ضرور آتا تھا۔ (جس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ لفظی طور پر بھی ان حضرات کے ساتھ تھا)۔

جہاں تک معنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ان دونوں حضرات کے ساتھ ہونے کا تعلق ہے تو حق تعالیٰ اپنی نصرت ہدایت اور ارشاد و رہبری کے لحاظ سے ہمیشہ ان دونوں حضرات کے ساتھ تھا کیونکہ ذات باری کی نصرت و مدد اور رہنمائی اور رہبری ان کو ہمیشہ حاصل رہی۔

شیعوں کے دعویٰ کی تردید :-...... (تشریح :- آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ کے غار ثور میں پناہ لینے کے واقعہ کو حق تعالیٰ نے اس آیت میں نقل فرمایا ہے۔

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورہ توبہ، پ ۱۰ ع ۶ آیت ۴۰)

ترجمہ :- اگر تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کہ آپ ﷺ کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا جبکہ دو آدمیوں میں ایک آپ ﷺ تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جبکہ آپ ﷺ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم کچھ غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قلب پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات اور تدبیر نیچی کر دی کہ وہ ناکام رہے اور اللہ تعالیٰ ہی کا بول بالا رہا، اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس آیت سے شیعوں کے عقائد کی تردید ہو جاتی ہے جس کے مطابق وہ نعوذ باللہ صدیق اکبرؓ کو رسول اللہ ﷺ کا دشمن کہتے ہیں، کیونکہ صدیق اکبرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ وہ آپ ﷺ کی طرف سے پریشان اور غمگین ہیں کیونکہ اگر وہ مارے گئے تو ایک ہی شخص ہلاک ہوگا لیکن اگر خدانخواستہ آنحضرت ﷺ کو کوئی نقصان پہنچا تو یہ ساری امت کے ہلاکت کے برابر ہوگا۔ اس پر آپ ﷺ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ غمگین مت ہو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند اپنی کتاب ہدایت الشیعہ میں فرماتے ہیں کہ

" لفظ لاتحزن جس کا مطلب یہ ہے کہ تو غمگین نہ ہو۔ اس پر صاف دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ مومن مخلص اور رسول اللہ ﷺ کے عاشق صادق تھے ورنہ ان کو غمگین ہونے کی کیا ضرورت تھی بلکہ موافق عقیدۂ شیعہ معاذ اللہ اگر آپؓ دشمن تھے تو نہایت خوشی کا محل تھا، اسی وقت پکار کر دشمنوں کو بلا لیتا تھا تاکہ نعوذ باللہ وہ اپنا کام کرتے دشمنوں کے لئے اس سے بہتر اور کون سا موقع تھا۔ "

سیرت المصطفیٰ مصنفہ مولانا محمد ادریسؒ صاحب کاندھلوی میں آگے ہے کہ

"اگر ابو بکرؓ کو اپنی جان کا ڈر ہوتا تو بجائے حزن کے خوف کا لفظ استعمال ہوتا، عربی زبان میں حزن کا لفظ غم کی جگہ اور فراق محبوب یا تمنا کے فوت ہو جانے کے محل میں استعمال کرتے ہیں اور جہاں جان پر بنتی ہو اور ڈر کا مقام ہو وہاں خوف کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ "

اس کے بعد اسی کتاب میں قرآن پاک کی بہت سی آیتوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کلام الٰہی میں حزن کا لفظ اور خوف کا لفظ ایسے ہی موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔ جس سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے غم اور فکر تھا اور آپ ﷺ نے اسی لئے ان کی تسلی کے واسطے یہ جواب دیا تاکہ ان کے دل کو سکون اور قرار آجائے۔ تشریح ختم۔ (مرتب)

اسی گذشتہ آیت میں وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ کا ذکر ہو رہا ہے۔ یعنی آپ ﷺ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا۔ یہاں ایدہ میں ہ ضمیر کا اشارہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے یعنی آنحضرت ﷺ کو ایسے لشکروں سے قوت دی، اور یہ لشکر فرشتوں کے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے پاس غار میں نازل فرمایا اور جنہوں نے آپ ﷺ کو یہ خوش خبری دی کہ آپ ﷺ کے دشمنوں کے مقابلے میں آپ ﷺ کو فتح و نصرت حاصل ہوگی۔

غار ثور میں تیسرا معجزہ :-...... ایک روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو غار میں اچانک پیاس لگنے لگی آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ غار کے درمیان میں جاؤ اور پانی پی لو۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ غار کے اس حصے کی طرف گئے تو وہاں انہیں ایسا بہترین پانی ملا جو شہد سے زیادہ میٹھا دودھ سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والا تھا، انہوں نے اس میں سے پیا اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا۔

" اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حکم فرمایا ہے جو جنت کی نہروں کا نگراں ہے کہ اس غار کے بیچ میں جنت الفردوس سے ایک چشمہ پیدا کر دیں تاکہ تم اس میں سے پانی پی سکو۔ "

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا،

" کیا اللہ تعالیٰ کے یہاں میرا اتنا بڑا مقام ہے "

Presented by Ziaraat.Com

آپ نے فرمایا۔

"ہاں اللہ کی قسم اس سے بھی زیادہ، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے پیغام کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا کہ وہ شخص جو تم سے بغض اور دشمنی رکھتا ہے جنت میں داخل نہیں ہو گا چاہے اس کے اعمال ستر نبیوں کے برابر ہوں۔"

ایک راوی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ میں ابو بکر صدیقؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ انہوں نے کہا۔

"جس شخص سے رسول اللہ نے کوئی وعدہ کیا ہو اور وہ پورا نہ ہو سکا ہو وہ سامنے آجائے۔ اسی وقت ایک شخص کھڑا ہو اور بولا۔

"رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے تین مٹھی کھجوروں کا وعدہ فرمایا تھا"

یہاں مٹھی سے مراد دونوں ہاتھوں میں ایک ساتھ اٹھانے کی صورت میں جتنی چیز آئے وہ مقدار ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حکم دیا کہ علیؓ کو بلاؤ۔ حضرت علیؓ آئے تو صدیق اکبرؓ نے ان سے کہا۔

"یہ شخص ایسا دعویٰ کرتا ہے۔"

حضرت علیؓ نے تین مٹھی کھجوریں اس کے لئے نکالیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اب ہر مٹھی کی کھجوروں کو شمار کرو کہ کتنی ہیں۔ چنانچہ انہیں شمار کیا گیا تو ہر مٹھی کی کھجوروں کی تعداد میں ساٹھ کھجوریں نکلیں کسی ڈھیری میں نہ اس سے زیادہ تھیں اور نہ اس سے کم۔ تب صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔

"اللہ اور اس کے رسول کا قول سچا ہے ہجرت کی رات میں رسول اللہ ﷺ نے غار کے اندر مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ چیز سمانے کی مقدار کے لحاظ سے میری مٹھی اور علی کی مٹھی برابر ہے۔"

(یعنی جتنی میری مٹھی اٹھا سکتی ہے اتنی چیز علیؓ کی مٹھی بھی اٹھاتی ہے)

علامہ ذہبی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ بات بتلانے سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی سچائی بیان کی ہے۔ اس سے غالباً ان کی مراد یہ بتلانا ہے کہ میں نے اس شخص کی ادائیگی کے لئے اپنے بجائے علیؓ کا انتخاب کیوں کیا ہے کہ وہ اپنی مٹھی سے ناپ کر دیں، اس جملے سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہر مٹھی میں ساٹھ ہی کھجوریں آنی چاہئے تھیں۔

قریش کی ناکام واپسی اور آپ ﷺ کی گرفتاری کے لئے اعلان عام :۔......(غرض قریش کے لوگ آنحضرت ﷺ کو تلاش کر کے ثور پہاڑ سے واپس چلے گئے) جب وہ لوگ ان دونوں کی تلاش سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے ساحلی بستیوں میں یہ کہلایا کہ جو شخص بھی محمد ﷺ یا ابو بکرؓ کو گرفتار کرے یا قتل کر دے اس کو سو اونٹنیاں انعام میں دی جائیں گی۔

کہا جاتا ہے کہ ابو جہل نے ایک ڈھنڈورچی سے کہا کہ وہ مکے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ اعلان کر دے کہ جو شخص بھی محمد ﷺ کو پکڑ کر لائے گا یا ان کا پتہ بتلائے گا اس کو میری طرف سے سو اونٹ دیئے جائیں گے۔

غار میں قیام کے اس واقعے کی طرف قصیدہ ہمزیہ کے شاعر نے اپنے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے۔

أَخْرَجُوهُ مِنْهَا وَ آوَاهُ غَارٌ
وَحَمَتْهُ حَمَامَةٌ وَرْقَاءُ

وَكَفَتْهُ بِنَسْجِهَا عَنْكَبُوتٌ ... مَا كَفَتْهُ الْحَمَامَةُ الْحَصْدَاءُ

وَاخْتَفَى مِنْهُمْ عَلَى قُرْبِ مَرْآهُ ... وَمِنْ شِدَّةِ الظُّهُورِ الْخَفَاءُ

مطلب :-...... قریشی مشرکین نے آپ ﷺ کو، آپ ﷺ کے صحابہ کو اور خاص طور پر کمزور مسلمانوں کو اس قدر زبردست تکلیفیں اور ایذائیں پہنچائیں کہ آپ ﷺ کو اس سرزمین سے نکلنے پر مجبور ہونا پڑا جہاں آپ ﷺ پیدا ہوئے پلے بڑھے اور جو آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے آباء واجداد کا وطن تھی۔ یہاں سے آپ ﷺ نکالے گئے تو ایک غار نے آپ ﷺ کو پناہ دی دو جنگلی کبوتروں نے آپ ﷺ کے دشمنوں کو آپ ﷺ سے باز رکھا، اُدھر ایک مکڑی نے اپنے جالے کے ذریعہ دشمنوں سے آپ ﷺ کی حفاظت کی جیسے بال و پر والے کبوتروں نے آپ ﷺ کی حفاظت کی تھی۔ تو گویا وہ کبوتر خاکستری اور بہت زیادہ بال و پر والے تھے آپ ﷺ اپنے دشمنوں کے پہنچنے کی جگہ اور ان کی نگاہوں سے اتنا قریب ہونے کے باوجود ان کی نظروں سے اوجھل رہے۔ آپ ﷺ کے ان لوگوں کے بالکل قریب اور اتنا سامنے ہونے میں کہ اگر وہ لوگ اپنے پیروں کی طرف دیکھتے تو آپ ﷺ پر نظر پڑتی۔ حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے ان لوگوں پر آپ ﷺ کے چھا جانے اور غلبہ پانے کا اظہار ہو سکے اور ان کی بے بسی کا اظہار بھی ہو سکے۔

غار کے دوران قیام شہر سے رابطہ :-...... غرض آپ ﷺ دونوں اس غار میں تین روز تک رہے، ان کے پاس حضرت ابو بکرؓ کے لڑکے عبداللہ بھی رات گزارتے تھے، یہ اس وقت اگرچہ کم عمر تھے مگر معاملات کو سمجھنے لگے تھے۔ یہ اندھیرا پھیلنے کے بعد غار میں آجاتے تھے اور اندھیرے، منہ فجر کے وقت وہاں سے واپس آجاتے جس سے قریش یہ سمجھتے کہ انہوں نے رات یہیں گزاری ہے، چنانچہ قریش میں دن بھر جو باتیں ہوتیں یہ ان کو سنتے اور پھر شام کو آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر بتلا دیتے۔

حضرت ابو بکرؓ کے ایک غلام تھے عامر ابن فہیرہؓ، پہلے ان کا مالک طفیل تھا۔ اسی زمانے میں غلامی کی حالت میں یہ مسلمان ہو گئے، چنانچہ ان کا مالک ان کو اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی وجہ سے بہت سخت تکلیفیں پہنچاتا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تھا جیسا کہ بیان ہوا۔ یہ حضرت ابو بکرؓ کی بکریاں چرایا کرتے تھے، جب آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ غار میں تھے تو یہ شام کو اپنی بکریاں لے کر وہاں پہنچ جاتے اور رات کو وہیں رہتے۔ صبح کو اندھیرے منہ حضرت عبداللہ کے جانے کے بعد یہ بھی وہاں سے اپنی بکریاں اسی راستے سے واپس لاتے تاکہ ان کے قدموں کے نشان مٹ جائیں، ان تین راتوں میں برابر ان کا معمول یہی رہا جو یہ حضرت ابو بکرؓ کی ہدایت پر کرتے تھے۔

چنانچہ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دیا تھا کہ دن بھر وہ لوگوں کی باتیں سنا کریں جو وہ آنحضرت ﷺ اور ان کے بارے میں کریں اور شام کو دن بھر کی باتیں آکر ہمیں سنا دیا کریں اسی طرح انہوں نے عامر ابن فہیرہؓ کو ہدایت کی کہ دن بھر وہ صدیق اکبرؓ کی بکریاں چرایا کریں اور شام کو

Presented by Ziaraat.Com

غار میں لا کر ان کا دودھ دوہ دیا کریں۔ ادھر حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی اسماءؓ شام کے وقت ان کے لئے کھانا پہنچایا کرتی تھیں۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: ذور دہ میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اس غار کا پتہ سوائے عبداللہ ابن ابو بکرؓ اور اسماءؓ کے اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ یہی دونوں بار بار ان کے پاس غار میں جاتے آتے رہے تیز عامر ابن فہیرہؓ بھی غار کا پتہ جانتے تھے جو بکریاں چرانے کے بعد وہاں جا کر ان کے لئے دودھ دوہ دیا کرتے تھے۔

غار ثور سے کوچ کی تیاری :-...... کتاب فصول المہمہ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ تین دن اور تین رات غار میں رہے جبکہ قریش کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ آپ کہاں ہیں۔ حضرت اسماءؓ ان دونوں کے لئے رات کو کھانے پینے کا سامان پہنچا دیا کرتی تھیں۔ تیسرا دن گزرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کو ہدایت کی کہ وہ حضرت علیؓ کے پاس جائیں اور انہیں اس غار کا پتہ بتلا دیں، نیز ان کو ہدایت کر دیں کہ ہمارے لئے کسی رہبر کا انتظام کر لیں اور آج رات کا کچھ پہر گزر جانے کے بعد تین اونٹ لے کر وہ رہبر یہاں آجائے (ی) یہ چوتھی رات تھی۔

چنانچہ حضرت اسماءؓ سیدھی حضرت علیؓ کے پاس گئیں اور انکو یہ سارا پیغام سنایا۔ حضرت علیؓ نے فوراً اجرت پر ایک راہبر کا انتظام کیا جس کا نام اریقط ابن عبداللہ لیثی تھا۔ پھر انہوں نے تین اونٹ دے کر اریقط کو وہاں بھیج دیا۔ یہ راہبر رات کے وقت پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے جیسے ہی اونٹ کے بلبلانے کی آواز سنی آپ ﷺ فوراً حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ غار سے نکل کر نیچے آئے جہاں آپ ﷺ نے راہبر کو پہچان لیا۔

بخاری میں یہ ہے کہ وہ ان دونوں کی سواریاں لے کر تیسری رات گزرنے کے بعد صبح ہی وہاں پہنچ گئے، جس کے بعد آپ ﷺ روانہ ہوگئے، مگر یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ اپنے لئے راہبر کا انتظام کرنے یعنی اجرت پر انتظام کرنے والے خود آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ تھے۔

سفر مدینہ کے لئے اونٹوں اور راہبر کا انتظام :-...... ان دونوں باتوں میں اس طرح مطابقت ہو سکتی ہے کہ حضرت علیؓ کے اجرت پر راہبر کا انتظام کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس کی اجرت انہوں نے ادا کی تھی اب جہاں تک یہ بات ہے کہ حضرت علیؓ نے تین سواریوں کا انتظام کیا تھا اور ان سواریوں کو لے کر وہ خود آئے تھے اس میں کھلا ہوا شبہ ہے۔

غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ بھی سوار ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ اور راہبر بھی سوار ہو گئے۔

کتاب دور منثور میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ تین دن غار میں رہے جس میں عامر ابن فہیرہؓ کھانا لے کر آتے رہے۔ حضرت علیؓ آپ ﷺ کے سفر کی تیاریاں کرتے رہے، انہوں نے تین اونٹ خریدے اور ایک رہبر کا اجرت پر انتظام کیا۔ جب تیسری رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو حضرت علیؓ اونٹ اور راہبر لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے۔ یہ روایت قابل غور ہے کیونکہ پچھلی روایت اس کیخلاف ہے۔

مگر ایک مرسل حدیث میں ہے کہ میں اپنے ساتھی (یعنی صدیق اکبرؓ) کے ساتھ آٹھ دس روز غار میں رہا جہاں ہمارے پاس سوائے پیلو کے کڑوے پھل کے کوئی کھانا نہیں تھا۔ پیچھے بکریاں چرانے کے باب میں یہ بات گزر چکی ہے کہ پیلو کا پھل کڑوا ہوتا ہے جس کو کباث بھی کہتے ہیں۔ مگر علامہ ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث کہ آنحضرت ﷺ غار میں آٹھ دس دن رہے محدثین کے نزدیک غلط اور غیر صحیح ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ جیسا کہ حاکم نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ نے مشرکین سے چھپ کر جتنی مدت غار میں اور راستے میں گزاری وہ آٹھ دس روز ہے۔ جہاں تک اس روایت میں صرف غار کا ذکر کرنے اور راستے کا لفظ چھوڑنے کا تعلق ہے تو یہ اختصار کی وجہ سے کیا گیا (ورنہ دونوں مراد ہیں یعنی یہ روایت اپنی جگہ پر غلط نہیں ہے بلکہ اختصار کے طور پر صرف غار کا ذکر کیا گیا ہے) واللہ اعلم۔

حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو روانہ کیا جو ان کا مال و دولت لے کر گئے یہ مال پانچ ہزار یا چار ہزار درہم تھا جبکہ حضرت ابو بکرؓ جس وقت مسلمان ہوئے تھے تو ان کی دولت چالیس ہزار درہم تھی۔ ایک روایت کے الفاظ کے مطابق چالیس ہزار دینار تھی۔ اس روایت کی تائید حضرت انسؓ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ پر اپنی چالیس ہزار دینار دولت خرچ کیا۔

ابو قحافہ کی ناراضگی اور اسماءؓ کی تدبیر :-...... غرض حضرت عبداللہؓ یہ دولت لے کر ان کے پاس غار میں پہنچے۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ ہمارے پاس میرے دادا حضرت ابو قحافہ آئے۔ یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اس وقت ان کی بینائی جاتی رہی تھی، انہوں نے ہمارے سے کہا،

"میں دیکھتا ہوں کہ ابو بکر اپنی اور اپنے مال کی وجہ سے تمہیں مصیبت میں ڈال گئے ہیں"

یہ سن کر حضرت اسماءؓ نے کہا،

"ہرگز نہیں بابا، وہ ہمارے لئے بڑی خیر و برکت چھوڑ گئے ہیں۔"

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے کچھ پتھر اٹھائے اور ان کو کمرے کے اسی طاق میں رکھ دیا جس میں میرے والد اپنا مال رکھا کرتے تھے، پھر میں نے ان پتھروں کے اوپر کپڑا ڈھک کر اپنے دادا کا ہاتھ پکڑا اور ان کو وہاں لا کر ان سے بولی،

"یہ روپیہ رکھا ہوا ہے اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر دیکھئے!"

ابو قحافہ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر دیکھا اور کہنے لگے،

"اگر وہ یہ مال تمہارے لئے چھوڑ کر گئے ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے، یہ تمہارے لئے کافی ہے۔"

ویسے حقیقت میں خدا کی قسم وہ ہمارے لئے کچھ بھی چھوڑ کر نہیں گئے تھے مگر میں چاہتی تھی کہ ان بزرگ کا دل مطمئن ہو جائے۔

ایک مریض عشق کی جاں سپاری :-...... ادھر جب حضرت حمزہؓ ابن جندب کو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ مکے سے ہجرت کر کے چلے گئے ہیں تو اگرچہ وہ اس وقت بیمار تھے مگر انہوں نے کہا کہ اب میرے مکے میں رہنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے چنانچہ انہوں نے اپنے گھر والوں کو بھی ہجرت کا حکم دیا اور خود بھی مدینہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے، ابھی وہ تنعیم کے مقام تک ہی پہنچے تھے کہ حضرت حمزہؓ کا انتقال ہو گیا، اس واقعہ پر ہی، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی،

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا

Presented by Ziaraat.Com

(سورۂ نساء، پ ۵، ع ۱۴)

ترجمہ:- اور جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہو کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کروں گا پھر اس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں رحمت کرنے والے ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت خالد ابن حزامؓ ابن خویلد ابن اسد کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب یہ حضرت خالد پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور ہجرت کے دوسرے حکم کے موقعہ پر وہ حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے مگر وہاں پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں سانپ کے کاٹ لینے سے مر گئے تھے۔

صدیق اکبرؓ کا مقام:-...... ایک حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے شاعر اسلام حسان ابن ثابتؓ سے فرمایا "کیا تم نے ابو بکرؓ کے متعلق بھی کوئی شعر کہا ہے"

انہوں نے عرض کیا، ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا سناؤ میں سننا چاہتا ہوں، حضرت حسانؓ نے یہ شعر سنائے۔

وَثَانِيَ اثْنَيْنِ فِي الْغَارِ الْمُنِيفِ وَقَدْ
طَافَ الْعَدُوُّ بِهِ إِذَا صَاعَدَ الْجَبَلَا

ترجمہ:- حضرت ابو بکر صدیق جو دو میں کے دوسرے تھے اس بلند و بالا غار میں تھے اور جب وہ پہاڑ پر پہنچ گئے تو دشمن نے ان کے گرد آگر د چکر لگائے۔

وَكَانَ حِبَّ رَسُولِ اللهِ قَدْ عَلِمُوا
مِنَ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهِ رَجُلَا

ترجمہ:- یہ آنحضرت ﷺ کے عاشق زار تھے جیسا کہ ایک دنیا جانتی ہے اور اس عشق رسول میں ان کا کوئی ثانی یا برابر نہیں تھا۔

یہ شعر سن کر آنحضرت ﷺ ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک نظر آ گئے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ مسکرانے لگے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا،

تم نے سچ کہا حسان، وہ ایسے ہی ہیں جیسے تم نے کہا، وہ غار والے کے نزدیک (یعنی خود رسول اللہ ﷺ کے نزدیک) مخلوق میں سب سے زیادہ پیارے ہیں کوئی دوسرا شخص (میری محبت کے لحاظ سے) ان کی برابری نہیں کر سکتا"

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: کتاب ینبوع حیات میں یہ ہے کہ ان دونوں شعروں کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ یہ حضرت ابو بکرؓ کے مرثیہ کے ہیں جو حسانؓ نے لکھا تھا، یہاں تک کتاب ینبوع کا حوالہ ہے۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ممکن ہے ان شعروں کو حضرت حسانؓ نے بعد میں صدیق اکبرؓ کے مرثیہ میں بھی شامل کر دیا ہو (لہذا اس بات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ شعر آنحضرت ﷺ کی زندگی میں نہیں لکھے گئے تھے) واللہ اعلم

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے لوگوں کی ایک جماعت سے کہا۔ "تم میں سے کون شخص سورۂ توبہ پڑھ کر سنائے گا۔"

Presented by Ziaraat.Com

ایک شخص نے کہا میں سناؤں گا (اس کے بعد اس نے تلاوت شروع کی) جب وہ اس آیت پر پہنچا إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ یعنی جب کہ آپ ﷺ اپنے ہمراہی سے فرمارہے تھے کہ تم کچھ غم نہ کرو تو، حضرت ابو بکرؓ رونے لگے اور بولے کہ خدا کی قسم وہ ہمراہی میں ہی ہوں۔

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے مجھے ابو بکرؓ سے آگے آگے چلتے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا،

"اے ابودرداءؓ! کیا تم اس شخص سے آگے چلتے ہو جو دنیا اور آخرت میں تم سے زیادہ افضل ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ انبیاء اور مرسلین کے بعد ابو بکرؓ سے زیادہ افضل آدمی پر نہ کبھی سورج طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا"

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔
"میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ ابو بکرؓ سے مشورہ کیا کیجئے۔"

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،
"میری امت پر ابو بکرؓ کی محبت واجب ہے"

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

باب سی و پنجم (۳۵)

مدینہ منورہ کو ہجرت

واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ کے غار میں داخل ہونے کے بعد جب تیسری رات کی صبح آئی جیسا کہ بیان ہوا تو آپ ﷺ کے پاس راہبر آیا جو دولی قبیلہ کا شخص تھا اور ان دونوں کی سواریاں لے کر آیا تھا۔ آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ سوار ہوئے اور راہبر ان کے ساتھ چلا۔ نیز عامر ابن فہیرہؓ بھی حضرت ابو بکرؓ کے اونٹ پر پیچھے سوار ہو کر چلے تاکہ دونوں کی خدمت کرتے رہیں۔ بخاری میں یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اسی اونٹ پر پیچھے سوار تھے مگر ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا جیسا کہ آگے آنے والی تفصیل سے اندازہ ہوگا۔

ایک روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ غار سے نکلے اور روانگی کے لئے سوار ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے آپ ﷺ کی سواری کی رکاب پکڑلی، یہاں رکاب کے لئے غرز کا لفظ استعمال ہوا ہے جو خاص طور پر صرف اونٹ کی رکاب کے لئے بولا جاتا ہے، اس وقت آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ کیا میں ایک خوش خبری نہ دوں۔ انہوں نے عرض کیا ضرور آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ عزوجل قیامت کے دن تمام مخلوقات کے لئے عام طور پر اپنی تجلی ظاہر فرمائے گا اور تمہارے لئے خاص طور پر اپنی تجلی ظاہر فرمائے گا۔"

مگر علامہ خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ یہ حدیث بے اصل ہے۔ علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ میں نے اسی مضمون جیسی کچھ اور حدیثیں بھی دیکھی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جو دعائیں مانگی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ، اے اللہ میرے اس سفر میں میرا ساتھی ہو اور میرے جانے کے بعد میرے گھر والوں کی حفاظت فرما۔

کاروانِ رسول ﷺ...... غرض وہ راہبر اس قافلے کو سمندر کے ساحل کے راستے سے لے کر چلا، راستے میں اگر کوئی شخص حضرت ابو بکرؓ سے آنحضرت ﷺ کے بارے میں پوچھتا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ یا بعض روایتوں کے مطابق تمہارے سامنے یہ کون ہے؟ یا چونکہ ایک روایت کے مطابق ابو بکر آنحضرت ﷺ کے اونٹ پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے تھے اس لئے ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صدیق اکبرؓ سے یہ پوچھتا

Presented by Ziaraat.Com

کہ تمہارے ساتھ یہ نوجوان کون ہے؟ تو حضرت ابو بکرؓ کہتے کہ یہ شخص مجھے راستہ کی ہدایت و رہنمائی کرنے والا ہے۔ مراد یہ ہوتی کہ یہ مجھے خیر کے راستے کی ہدایت و رہنمائی کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا تھا کہ لوگوں کو مجھ سے ٹالتے رہنا۔ یعنی اگر کوئی میرے بارے میں سوال کرے تو تم ہی میری طرف سے جواب دیتے رہنا، کیونکہ نبی کے لئے کسی بھی حالت میں جھوٹ بولنا مناسب نہیں ہے۔ (ی) چاہے وہ صورتاً ہی جھوٹ ہو جیسے توریہ کہ اصل بات چھپا کر دوسری بات ظاہر کر دینا۔ لہذا جو شخص بھی آنحضرت ﷺ کے بارے میں سوال کرتا تو حضرت ابو بکرؓ وہ جواب دے دیتے جو بیان ہوا۔

جہاں تک خود حضرت ابو بکرؓ کا تعلق ہے تو چونکہ وہ مشہور اور جانے پہچانے آدمی تھے اس لئے خود ان کے بارے میں کسی نے نہیں پوچھا، لوگ ان کو جانتے تھے وہ اکثر تجارت کے سلسلے میں شام جاتے ہوئے وہاں سے گزرا کرتے اس لئے اکثر لوگ ان کو جانتے تھے (جس کا مطلب یہ ہے کہ بہت کم لوگ ایسے بھی تھے جو حضرت صدیق اکبرؓ کو بھی نہیں جانتے تھے) چنانچہ بعض روایتوں میں ہے کہ جب کوئی شخص ان سے پوچھتا کہ آپ کون ہیں تو وہ کہتے کہ میں ایک ضرورت مند آدمی ہوں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ انبیاءؑ کے لئے ایسا جھوٹ بھی جائز نہیں ہے جو حقیقت میں جھوٹ نہیں بلکہ صرف صورتاً جھوٹ ہے۔ اسی کی ایک قسم توریہ بھی ہے (یعنی جیسے صدیق اکبرؓ نے اپنے بارے میں فرمایا کہ میں ایک ضرورت کا طلب گار آدمی ہوں، یہ بات ظاہر ہے جھوٹ نہیں ہے بلکہ اس میں صرف یہ پہلو ہے کہ اصل بات نہیں بتلائی گئی مگر پیغمبروں کے لئے یہ بات بھی مناسب نہیں ہے کہ کسی بات کا جواب گول مول دیں جس سے حقیقت کو چھپانا مقصود ہو اسی کو توریہ کہتے ہیں)۔

مگر آگے غزوۂ بدر کے بیان میں آئے گا کہ ایک موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے بھی توریہ کیا ہے۔

غرض ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ایک ہی اونٹنی پر ان کے پیچھے بیٹھے۔ علامہ ابن عبدالبر کی کتاب تمہید میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی سواری لائی گئی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ سوار ہوں اور وہ خود آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھ جائیں گے، مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تم بیٹھو اور میں تمہارے پیچھے بیٹھوں گا کیونکہ سواری پر آگے بیٹھنے والے شخص سے ہی سوال و جواب کیا جاتا ہے جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پیچھے بیٹھنے والا کون ہے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ یہ میرا راہنما ہے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: گذشتہ اور اس بعد کی روایت میں کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے راستے میں کبھی آنحضرت ﷺ صدیق اکبرؓ کی اونٹنی پر ان کے پیچھے بیٹھتے ہوں اور کبھی خود اپنی اونٹنی پر آگے بیٹھتے ہوں اور صدیق اکبرؓ آپ ﷺ کے پیچھے، اس دوران میں ممکن ہے کبھی اپنی اونٹنی پر ایسے میں آپ عامر ابن فہیرہؓ کو بٹھا دیتے ہوں اور کبھی اس کو خالی چلنے دیتے ہوں تاکہ اس کو آرام مل جائے۔ اب جہاں تک رہنمائی کا سوال ہے تو وہ رہنمائی کرنے والا جیسے پیچھے بیٹھتا ہے اسی طرح کبھی آگے بھی بیٹھتا ہے اگرچہ زیادہ تر پہلی صورت ہی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

آنحضرت ﷺ کی مدینہ کو روانگی کے واقعہ کو قصیدہ ہمزیہ کے شاعر نے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

وَنَحَا المُصطَفٰی المَدِینَۃَ وَ اشتَاقَ
اِلَیہِ مِن مَکَّۃَ الانحاء

ترجمہ :- آنحضرت ﷺ مدینہ کے لئے مکے سے روانہ ہوئے اور مکے کا ذرہ ذرہ آپ ﷺ کا مشتاق رہا۔

یادِ وطن :-.......ایک حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ہجرت کے لئے مکے سے مدینے کے لئے روانہ ہوئے اور جحفہ کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کو مکے کی بہت یاد آئی، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ۔ الآیہ پ ۲۰ سورۂ قصص ع ۹

ترجمہ :- جس خدا نے آپ ﷺ پر قرآن (کے احکام پر عمل اور اس کی تبلیغ کو) فرض کیا ہے وہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے اصلی وطن یعنی مکے میں پھر پہنچائے گا۔

یہاں واپس لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ مکے میں پھر واپس لائے گا۔ مگر ایک فرقہ ہے جس کو اہل الرجعہ کہا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ جس طرح عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے اسی طرح آنحضرت ﷺ بھی دوبارہ اس دنیا میں بھیجے جائیں گے۔ وہ فرقہ اس آیت میں معاد سے مراد دنیا ہی لیتا ہے کہ آپ ﷺ کو دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے گا۔

اس فرقہ کا بانی عبداللہ ابن سبا نامی ایک شخص تھا جو اصلاً یہودی تھا۔ یعنی اس کی ماں ایک سیاہ فام یہودی عورت تھی اسی وجہ سے اس شخص کو ابن سوداء یعنی سیاہ فام کا بیٹا بھی کہا جاتا تھا، اس نے حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے زمانے میں کیا تھا اپنے اسلام کے اعلان سے اس کا مقصد اسلام کو نقصان پہنچانا تھا۔ چنانچہ یہ کہا کرتا تھا،

"اس شخص پر تعجب ہے جو عیسیٰؑ کے دوبارہ دنیا میں آنے کو تو مانتا ہے لیکن محمد ﷺ کے دوبارہ دنیا میں آنے سے انکار کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ لہٰذا (عیسیٰؑ) کے مقابلے میں اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ دوبارہ اس دنیا میں آئیں۔"

آغاز وحی کے بیان میں اس بارے میں کچھ بحث پیچھے گزر بھی چکی ہے، آگے اس سلسلے میں کچھ تفصیل مسجد نبوی کی تعمیر کے سلسلے میں بھی آئے گی۔

انعام کے لالچ میں سُراقہ کا عزم :-...... غرض آنحضرت ﷺ کی روانگی کے بعد جیسا کہ بیان ہوا قریش نے اپنے آدمی ساحل کی بستیوں میں بھیج کر اعلان کرا دیا تھا کہ جو شخص محمد ﷺ یا ابو بکرؓ کو قتل یا گرفتار کرے گا اس کو سو اونٹنیاں انعام میں دی جائیں گی، مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص دونوں کو قتل یا گرفتار کر سکے تو اس کو دو سو اونٹنیاں ملیں گی۔

چنانچہ حضرت سُراقہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس (یعنی ساحلی بستیوں میں) قریشی کافروں کے قاصد آئے اور آنحضرت ﷺ یا صدیق اکبرؓ کو قتل کرنے یا گرفتار کرنے والے کے لئے ان دونوں انعاموں کا اعلان کرنے لگے، میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا، یعنی قدید کی بستی میں جو رابغ کے مقام سے قریب ہے اچانک ایک شخص سامنے آیا اور ہمارے سامنے کھڑے ہو کر بولا،

"اے سُراقہ! میں نے کچھ لوگوں کو ساحل کے قریب جاتے ہوئے دیکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ہیں"

حضرت سُراقہ کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ وہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے ہمراہی ہی ہوں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس لئے میں نے (اس شخص کی توجہ ہٹانے کے لئے) کہا،

"وہ مسافر وہ نہیں ہوں گے بلکہ تم نے شاید فلاں فلاں لوگوں کو دیکھا ہو گا جن کے جانے کی ہمیں خود خبر ہے وہ اپنی گمشدہ چیزوں کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔"

سُراقہ آپ ﷺ کی راہ پر: ...... ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اس شخص نے کہا کہ ابھی میرے سامنے تین سوار گزرے ہیں میرا خیال ہے کہ وہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی تھے۔ حضرت سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو اشارہ کیا کہ وہ خاموش رہے اور پھر مجلس والوں سے کہا کہ وہ بنی فلاں کے لوگ ہیں جو اپنی گمشدہ چیز کی تلاش میں ہیں (مقصد یہ تھا کہ کوئی دوسرا آپ ﷺ کی تلاش میں جا کر کہیں وہ انعام نہ حاصل کرلے)۔

اس کے بعد میں تھوڑی دیر مجلس میں بیٹھا، پھر میں سیدھا اپنے گھر پہنچا اور اپنی باندی کو حکم دیا کہ میری گھوڑی نکال کر چپکے سے وادی کے درمیان میں پہنچادے اور وہیں میرا انتظار کرے، اس کے بعد میں نے اپنا نیزہ نکالا اور اسے لے کر گھر کی پشت پر سے نکلا میں نے نیزے کا لوہے والا حصہ زمین پر ٹکایا اور اوپر سے اس کو پکڑا اور اس کا نچلا حصہ زمین پر کرلیا تاکہ کوئی دوسرا اس کو نہ دیکھ سکے۔

اس سب کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کو گرفتار یا قتل کرنے میں وہ تنہا ہی کامیاب ہو اس میں یا ان کے ساتھ جانے میں قوم کا کوئی دوسرا شخص شریک نہ ہو تاکہ تمام انعام تنہا ان کو ملے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ پھر میں روانہ ہوا میں نے اپنی زرہ پہنی اور اپنے نیزے کے پھل کو سیدھا کرلیا کیونکہ مجھے یہ ڈر تھا کہ کہیں بستی کے لوگ یعنی میری قوم کے لوگ میرے شریک نہ بن سکیں (لہذا انہوں نے نیزہ سنبھال لیا کہ اگر کسی نے اس کام یا انعام میں میرا شریک بننے کی کوشش کی تو میں اس کو ٹھکانے لگا دوں گا)۔

سراقہ کہتے ہیں کہ آخر میں اپنی گھوڑی کے پاس پہنچ گیا، یہ مادہ گھوڑی تھی اور اس کا نام عودر کھا ہوا تھا ویسے فرس نر اور مادہ دونوں کو کہتے ہیں۔

کتاب نور میں ہے کہ یہاں فرس سے مراد گھوڑی ہے کیونکہ آگے اس روایت میں فَرَکِبْتُھَا اور بِالَغْتُ فِیْ اَجْرَائِھَا ہے جس کا مطلب گھوڑی پر سوار ہوتا اور گھوڑی کو تیز دوڑانا ہے۔ اس کے علاوہ بھی روایت میں چند لفظ اور ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ گھوڑی تھی (یہ بحث اس لئے کی گئی کہ روایت میں اکثر جگہ فرس کا لفظ ہے جو اگرچہ نر اور مادہ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر عام طور پر اس سے نر مراد لے لیا جاتا ہے) میں نے گھوڑی کو بے تحاشہ دوڑایا یہاں تک کہ آخر میں آنحضرت ﷺ کو جالیا۔

سُراقہ کے لئے پہلی بدشگونی: ...... سراقہ کہتے ہیں کہ پھر میری گھوڑی کو ٹھوکر لگی۔ (ی) اور وہ ناک کے بل گر پڑی جیسا کہ حضرت اسماءؓ کی حدیث میں بھی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر گھوڑی کھڑی ہو کر ہنہنانے لگی میں اس سے گر پڑا تھا، اب میں کھڑا ہوا اور میں نے اپنا ترکش نکال کر اس میں سے فال کے تیر نکالے، یہ دو تیر ہوتے تھے جن سے عرب فال نکالتے تھے اور اس میں دندانے نہیں ہوتے تھے، پھر میں نے ان سے فال نکالی کہ میں یہ کام یعنی تعاقب کروں یا نہیں، فال میں انکار نکلا جو میری مرضی کی خلاف تھا کہ میں نہ جاؤں، ان تیروں میں سے ایک پر کرو اور ایک پر نہ کرو لکھا ہوتا تھا۔ پہلے کو آمر یعنی حکم دینے والا اور دوسرے کو ناہی یعنی منع کرنے والا کہا جاتا تھا۔

معجزۂ رسول ﷺ اور سُراقہ کی سراسیمگی: ...... غرض فال کے خلاف ہونے کے باوجود میں گھوڑے

Presented by Ziaraat.Com

پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا اور چلتے چلتے آنحضرت ﷺ کے قافلے کے اتنے قریب پہنچ گیا کہ آنحضرت ﷺ کے پڑھنے کی آواز سنائی دینے لگی، آپ ﷺ پیچھے مڑ مڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے مگر حضرت ابو بکرؓ بار بار دیکھ رہے تھے، اسی وقت میری گھوڑی کی اگلی دونوں ٹانگیں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئیں حالانکہ یہاں زمین سخت تھی، میں گھوڑی سے اترا اور اسے ڈانٹا جس سے وہ کھڑی ہو گئی مگر اس کی ٹانگیں زمین سے نہ نکلیں، جیسے ہی وہ سیدھی ہوئی تو اس کے پیر مارنے کی وجہ سے فضا میں دھوئیں کی طرح گرد و غبار اور دھول ہو گئی، حالانکہ یہاں سخت اور پتھریلی زمین تھی، میں نے اسی وقت پھر فال نکالی مگر اس دفعہ بھی فال خلاف ہی نکلی۔

بدخواہی اور امان کی فریاد :-...... آخر اب میں نے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو پکار کر امان مانگی اور کہا "میری طرف دیکھئے، میں نہ آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاؤں گا اور نہ میری طرف سے آپ ﷺ کو کوئی ناگوار بات پیش آئے گی۔"

ایک روایت یہ ہے کہ میں نے ان سے پکار کر کہا۔

"میں سراقہ ابن مالک ہوں میری طرف دیکھئے میں آپ ﷺ کا ہمدرد ہوں نقصان پہنچانے والا نہیں مجھے معلوم نہیں کہ میری بستی کے لوگوں کو میرے آنے کا پتہ ہو چکا ہے یا نہیں۔"

یعنی اگر ان کو اس کا پتہ ہو چکا ہے اور وہ بھی آ رہے ہیں تو میں واپس جا کر ان کو آپ ﷺ کے پیچھے آنے سے روک دوں گا، آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا،

اس سے پوچھو وہ کیا چاہتا ہے؟"

اور وہ رک گئے، تب میں نے ان سے بتلایا کہ لوگ ان کے پیچھے کیوں ہیں (یعنی قریش کی طرف سے انعام کے اعلان کے متعلق اطلاع دی)۔

دعائے رسول ﷺ اور گھوڑی کا چھٹکارہ :-...... ایک روایت میں ہے کہ اس وقت سُراقہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

"اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ میری گھوڑی کو چھٹکارہ مل جائے تاکہ میں واپس چلا جاؤں اور کوئی دوسرا آپ ﷺ کا پیچھا کر رہا ہو تو اس کو بھی روک دوں۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ لوگو! اپنے رب سے دعا کرو اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب تمہارا پیچھا نہیں کروں گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ دعا فرمائی جس سے ان کی گھوڑی کو چھٹکارہ نصیب ہوا، اب گویا سُراقہ کا گھوڑی کو ڈانٹنا اور ان کا کھڑا ہو جانا آنحضرت ﷺ کی دعا کے بعد ہوا، لہٰذا اس گذشتہ جملے کی وجہ سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہوتا۔

نگاہ نبوت سے سُراقہ کی کایا پلٹ :-...... سُراقہ کہتے ہیں کہ گھوڑی کو چھٹکارہ مل جانے اور اس کے اٹھنے کے بعد میں اس پر سوار ہو اور آپ ﷺ کے پاس آیا، اب میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ کو قتل کرنے یا گرفتار کرنے والے کو سو اونٹ انعام دینے کا اعلان کیا ہے"

پچھلی روایت میں جو یہ جملہ گزرا ہے کہ تب میں نے ان سے بتلایا کہ لوگ ان کے پیچھے کیوں ہیں، اس سے یہی اطلاع مراد ہے، اگرچہ یہ اعلان آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ دونوں کے لئے تھا مگر سراقہ نے

آنحضرت ﷺ کے بارے میں اطلاع دینا کافی سمجھا۔

سراقہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے ان حضرات کو زاد راہ یعنی ناشتے اور ضروریات سفر کی پیشکش کی مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہمارے متعلق رازداری رکھنا۔ ایک روایت میں ضروریات سفر کے لئے متاع کے بجائے حملان کا لفظ ہے اس سے مراد یہی ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ سراقہ نے کہا،

"یہ تیر، میرا ترکش اور میری بکری اور میرے اونٹ فلاں فلاں جگہ تک لے جا سکتے ہیں اس لئے ان میں سے جو چاہے لے لیجئے۔"

مگر انہوں نے فرمایا کہ نہیں ہم اپنے آپ کو ہی روکے رکھو۔ سراقہ نے کہا کہ میں اپنے آپ کو آپ ﷺ کا پیچھا کرنے سے روک چکا ہوں۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سراقہ سے کہا،

"اے سراقہ! کیا تمہیں دین اسلام سے رغبت نہیں ہوتی، جہاں تک میرا تعلق ہے تو تمہارے اونٹوں اور مویشیوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

حضرت ابو بکرؓ سے ایک روایت ہے کہ جب سراقہ نے انہیں پالیاں (یعنی ہمارا پیچھا کرتے ہوئے بالکل نزدیک اور سامنے آگئے) تو میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

یا رسول اللہ! یہ تعاقب کرنے والا ہمارے قریب پہنچ چکا ہے۔

"آپ ﷺ نے فرمایا کہ غم مت کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

پیچھے گزرا ہے کہ یہی جواب آپ ﷺ نے ان کو غار میں بھی دیا تھا۔ غرض حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ جب سراقہ اور ہمارے درمیان ایک نیزے یا تین نیزے کا فاصلہ رہ گیا تو میں نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تعاقب کرنے والا ہمارے سروں پر پہنچ چکا ہے، یہ کہتے ہی میں رو پڑا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کس لئے روتے ہو۔ میں نے عرض کیا،

"خدا کی قسم! میں اپنی جان کے خوف سے نہیں روتا بلکہ میں آپ ﷺ کو خطرے میں دیکھ کر روتا ہوں۔"

اسی وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اے اللہ! ہمیں اس سے محفوظ رکھ۔" اس دعا کے ساتھ ہی سراقہ کی گھوڑی پیٹ تک زمین میں دھنس گئی حالانکہ وہاں زمین پتھریلی اور سنگلاخ تھی۔ اس سے پہلی روایت میں گزرا ہے کہ گھوڑی کی اگلی دونوں ٹانگیں زمین میں دھنس گئی تھیں، مگر اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے ایک دم ٹانگیں دھنسی ہوں اور اس کے بعد پیٹ تک دھنس گئی ہو اور یہ سب پہلی مرتبہ ہی میں ہوا ہو (پھر یہ کہ اگر پوری ٹانگیں دھنسیں گی تو بھی یہ کہا جائے گا کہ پیٹ تک دھنس گئی البتہ اس میں پیٹ شامل نہیں ہوگا)۔

کتاب امتاع میں ہے کہ جب سراقہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ گئے تو اس کی گھوڑی کی اگلی ٹانگیں پیٹ تک زمین میں دھنس گئیں، لہٰذا یہ روایت پہلی سے مختلف نہیں ہوتی۔

(یہ معاملہ دیکھ کر سراقہ گھبرا گئے اور) انہوں نے پکار کر آنحضرت ﷺ سے کہا کہ اے محمد میرے چھٹکارے کے لئے دعا کیجئے اس کے بدلے میں میں آپ کا پیچھا کرنے والوں کو آگے بڑھنے سے روک دوں گا۔

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور گھوڑی کی گلو خلاصی ہو گئی۔ مگر سراقہ نے چھٹکارہ ملنے کے بعد پھر آنحضرت ﷺ کا پیچھا کرنا شروع کر دیا، چنانچہ اب دوبارہ ان کی گھوڑی کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں اور اس دفعہ پہلے سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ دھنسیں۔ اب سراقہ نے کہا۔

"اے محمد ﷺ اب میں سمجھ گیا ہوں کہ یہ میرے لئے آپ ﷺ کی بددعا کا اثر ہے"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ٹانگیں دھنسنے کی بات پہلی مرتبہ میں پیش آئی اور دوسری مرتبہ میں پیٹ تک دھنس گیا تھا، اسی بات کی تائید آگے آنے والے قصیدہ ہمزیہ کے شعر سے بھی ہو رہی ہے غالباً مراد یہ ہے کہ دوسری مرتبہ میں گھوڑی کے پیٹ کا کچھ حصہ بھی دھنس گیا تھا۔

ایک روایت میں سراقہ کے یہ جملے ہیں کہ میں سمجھ گیا ہوں کہ یہ آپ ﷺ ہی کا کیا ہوا ہے، اب میرے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مصیبت سے نجات دے۔ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ میرے پیچھے بھی کچھ لوگ آپ ﷺ کی تلاش میں آرہے ہیں۔ غرض پھر آنحضرت ﷺ کی دعا سے ان کو چھٹکارہ ملا۔

ہمدانی کی کتاب سبعیات میں ہے کہ جب سراقہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچے تو انہوں نے چیخ کر کہا۔

"اے محمد ﷺ اب مجھ سے تمہیں بچانے والا کون ہے؟"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

مجھے وہی بچائے گا جو جبار و قہار اور اکیلا ہے۔"

اسی وقت جبرئیلؑ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے پوری زمین کو آپ ﷺ کا تابع فرمان کر دیا ہے اس لئے آپ ﷺ جو چاہیں اس کو حکم دیں۔"

چنانچہ آپ ﷺ نے زمین سے فرمایا کہ اس شخص یعنی سراقہ کو پکڑ لے، چنانچہ زمین نے سراقہ کی سواری کی ٹانگوں کو گھٹنوں تک اپنی گرفت میں لے لیا۔ اب سراقہ نے گھوڑی کو چلانا چاہا مگر وہ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر سکی تب سراقہ نے آپ ﷺ کو پکارا اور کہا۔

"اے محمد ﷺ امان دو۔ میں عزیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر آپ ﷺ نے مجھے اس مصیبت سے نجات دلادی تو آپ ﷺ کا مددگار ثابت ہوں گا دشمن نہیں۔"

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اے زمین اس کو چھوڑ دے۔"

آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ زمین نے اس کو چھوڑ دیا۔

سراقہ کی سات مرتبہ وعدہ خلافی :-...... بعض تفسیروں میں یہ ہے کہ سراقہ نے سات مرتبہ وعدہ کیا کہ اب میں آپ ﷺ کا پیچھا نہیں کروں گا، اور جب چھٹکارہ مل جاتا تو ہر مرتبہ وہ اپنے قول سے پھر جاتے، نتیجہ یہ ہوتا کہ ان کی گھوڑی کی ٹانگیں پھر زمین کی گرفت میں آجاتیں۔

اس حوالے میں گھوڑی کی صرف ٹانگیں دھنسنے کا ذکر ہے پیٹ تک دھنسنے کا نہیں، مگر اس اختصار سے کوئی شبہ پیدا نہیں ہونا چاہئے اور اس سے گذشتہ روایت کی مخالفت نہیں ہوتی۔ غرض ساتویں مرتبہ میں سراقہ

Presented by Ziaraat.Com

نے سچے دل سے توبہ کی۔

کتاب فصول المہمہ میں ہے کہ جب مکے سے آنحضرت ﷺ کی روانگی کی خبر مکے میں پہنچی جو آپ ﷺ کے غار سے روانہ ہونے کے اگلے دن کی بات ہے تو ابو جہل نے لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا اور ان سے بولا۔

"مجھے خبر ملی ہے کہ محمد ﷺ ساحل کے راستے سے مدینے کے لئے روانہ ہو گئے ہیں اور یہ کہ ان کے ساتھ دو آدمی اور ہیں، اب تم میں سے کون ہے جو ان کے متعلق مجھے کوئی خبر لا کر دے۔

یہ سنتے ہی سراقہ اچھل کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ابوالحکم محمد کا میں ذمہ لیتا ہوں (یعنی ان کے متعلق میں خبریں لاؤں گا)۔

اس کے بعد سراقہ جلدی سے اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور اپنی گھوڑی کو انہوں نے اپنے ساتھ رکھا انہوں نے اپنے غلام کو بھی ساتھ لیا جو ایک سیاہ فام حبشی غلام تھا اور مشہور بہادروں میں سے تھا اور پھر سراقہ نہایت تیز رفتاری سے آنحضرت ﷺ کے تعاقب میں روانہ ہو گئے یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کو جا لیا حضرت ابوبکرؓ نے اس تعاقب کرنے والے کو دیکھا تو انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"یہ سراقہ ہے۔ جو ہمارا تعاقب کرتے ہوئے آپہنچا ہے اور اسکے ساتھ اس کا مشہور سیاہ فام غلام بھی ہے۔"

سراقہ نے جیسے ہی آنحضرت ﷺ کو دیکھا وہ اپنی اونٹنی پر سے اتر کر گھوڑی پر سوار ہو گئے، پھر انہوں نے اپنا نیزہ سنبھالا اور آپ ﷺ کی طرف بڑھے جیسے ہی وہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچے آپ ﷺ نے دعا فرمائی،

"اے اللہ! تو جس طرح چاہے جہاں چاہے اور جو چاہے اسی طرح ہمیں سراقہ سے بچا"

آپ ﷺ کا یہ دعا فرمانا تھا کہ سراقہ کی گھوڑی کی اگلی ٹانگیں زمین میں غائب ہو گئیں اور وہ حرکت کرنے کے قابل بھی نہ رہی۔ سراقہ نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ ایک دم وحشت زدہ ہو کر گھوڑی پر سے کود پڑے اور اپنا نیزہ پھینک کر بولے،

اے محمد! آپ آپ ہی ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھی بھی! میرے چھٹکارہ کے لئے اپنے رب سے دعا فرمائیے، میں آپ ﷺ سے عہد اور وعدہ کرتا ہوں کہ آپ ﷺ کا پیچھا چھوڑ کر ہٹ جاؤں گا۔"

آنحضرت ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی،

"اے اللہ! اگر یہ شخص اپنی بات میں سچا ہے تو اس کی سواری کو چھٹکارہ دے دے۔"

(قال) اللہ تعالیٰ نے اس کو خلاصی عطا فرما دی اور گھوڑی اچھل کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

غالباً یہ تفصیل دوسری مرتبہ یا ساتویں مرتبہ کی ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ نیز گزشتہ بیان میں صرف ٹانگیں دھنسنے کے ذکر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ گھوڑی کا پیٹ نہیں دھنسا تھا۔

قریش سے سراقہ کا جھوٹ اور ابو جہل کی تیز بینی:۔...... غرض اس کے بعد سراقہ یہاں سے واپس مکہ گئے اور وہاں انہوں نے لوگوں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ مجھے محمد کہیں نہیں ملے۔ ابو جہل نے ان کی بات پر یقین نہیں کیا اور اصرار کرتا رہا کہ سچی بات بتاؤ۔ آخر سراقہ نے اعتراف کیا کہ وہ آنحضرت ﷺ تک پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئے تھے اور ساتھ ہی انہوں نے وہ سارا واقعہ بھی بتلایا جو ان کو پیش آیا تھا۔ اسی واقعہ میں

Presented by Ziaraat.Com

ابو جہل کو مخاطب کرتے ہوئے سراقہ کہتے ہیں،

أَبَا حَكَمٍ وَاللهِ لَوْ كُنْتَ شَاهِدًا
لِأَمْرِ جَوَادِي إِذْ تَسُوخُ قَوَائِمُهُ

ترجمہ:۔ اے ابوالحکم خدا کی قسم اگر تو اس وقت میری گھوڑی کے ساتھ پیش آنے والا معاملہ دیکھتا جبکہ اس کی اگلی ٹانگیں زمین میں دھنس گئی تھیں۔

عَلِمْتَ وَلَمْ تَشْكُكْ بِأَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولٌ بِبُرْهَانٍ فَمَنْ ذَا يُقَاوِمُهُ

ترجمہ:۔ تو بغیر کسی شک وشبہ کے تو یہ بات جان لیتا کہ محمد ﷺ کھلی دلیلوں کے ساتھ آنے والے پیغمبر ہیں لہٰذا کون ان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

اس روایت کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ سراقہ آنحضرت ﷺ کے تعاقب میں مکے سے روانہ ہوئے تھے، اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ثور پہاڑ پر بھی آنحضرت ﷺ کے نشان قدم تلاش کرنے والوں میں یہ شامل تھے جیسا کہ بیان ہوا، مگر گزشتہ روایت میں گزرا ہے کہ سراقہ آنحضرت ﷺ کے تعاقب میں قدید کی بستی سے روانہ ہوئے تھے جہاں وہ اپنی قوم کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ کہ انہوں نے اپنا جانا اور اپنی گھوڑی کا نکلوانا اپنی قوم سے چھپایا تھا ان دونوں روایتوں میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

اس اختلاف کے سلسلے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا کیونکہ ممکن ہے جب سراقہ مکے سے روانہ ہوئے تو انہوں نے وہ راستہ اختیار نہ کیا ہو جس سے آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے تھے اس لئے یہ آپ ﷺ کو نہ پا سکے ہوں بلکہ آپ ﷺ سے پہلے قدید پہنچ گئے ہوں اور وہاں اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھ گئے ہوں یہاں اچانک انہیں پھر معلوم ہوا ہو کہ فلاں مقام سے آنحضرت ﷺ کو گزرتے ہوئے دیکھا گیا ہے، لہٰذا یہ یہاں سے پھر آپ ﷺ کی تلاش میں گئے ہوں، پھر انہوں نے راہ میں اپنے سیاہ فام غلام کو پایا ہو جس کے ساتھ اس کی اونٹنی بھی تھی، یہاں انہوں نے گھوڑی کو چھوڑ کر اونٹ پر سفر کیا ہو اور اپنے اس غلام کو بھی ساتھ لے لیا ہو۔ اس بارے میں کوئی اشکال نہیں ہوتا کہ سراقہ مکے سے اس وقت روانہ ہوئے ہوں جبکہ آنحضرت ﷺ غار سے چل چکے تھے اور پھر آپ ﷺ سے پہلے قدید پہنچ گئے ہوں۔ اسی طرح سراقہ کے اس جملہ سے بھی کوئی شبہ نہیں پیدا ہونا چاہئے کہ، پھر ہمارے پاس قریش کے قاصد آئے کیونکہ ممکن ہے سراقہ کو مکہ جانے پر اکسانے والی یہی بات رہی ہو کہ ممکن ہے وہ آپ ﷺ کو راستے ہی میں پالیں۔ اسی طرح سراقہ کے ان نشان قدم کے ماہروں میں شامل ہونے پر بھی کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ممکن ہے وہ اس سے پہلے قدید واپس آگئے ہوں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سراقہ نے پیچھے گزرنے والے وہ دو شعر ابو جہل کو لکھ کر بھیجے تھے، مگر اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے ابو جہل کو زبانی سنانے سے پہلے انہوں نے یہ لکھ کر بھی بھجوائے ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب سراقہ آنحضرت ﷺ تک پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ سراقہ کو گرادے چنانچہ وہ اسی وقت اپنے گھوڑے پر سے گر پڑے تب سراقہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

اے اللہ کے نبی! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں"

Presented by Ziaraat.Com

آپ ﷺ نے فرمایا،

"اپنی جگہ پر رہو اور کسی کو بھی ہم تک نہ پہنچنے دو۔"

اب یہاں یہ احتمال ہے کہ جب سراقہ کی گھوڑی زمین میں دھنسی اس وقت سراقہ اس پر سے گر پڑے ہوں نیز یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس سے پہلے ہی گرے ہوں جیسا کہ پہلی روایت کے ظاہر سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے۔ کیونکہ اس میں یہ جملہ ہے کہ، میری گھوڑی نے مجھے اچھال دیا جس سے میں اس پر سے گر پڑا۔ اب یہ کہنا چاہئے کہ گھوڑی کا اچھالنا رسول اللہ ﷺ کی دعا کے نتیجہ میں ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔

سراقہ کے لئے نبی ﷺ کا امان نامہ :-...... سراقہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میرے لئے ایک امان نامہ لکھ کر دیدیں کیونکہ جب مجھے اور میری گھوڑی کو ان کے قریب پہنچ کر یہ حادثہ پیش آیا تو میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا معاملہ ضرور پھیل کر رہے گا اور آپ ﷺ سب پر غالب آئیں گے۔

کتاب سبعیات میں ہے کہ سراقہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"اے محمد ﷺ میں جانتا ہوں کہ آپ ﷺ کا پیغام دنیا میں پھیل کر رہے گا اور آپ ﷺ لوگوں کی گردنوں کے مالک ہوں گے، اس لئے مجھے وعدہ دیجئے کہ جب آپ ﷺ کی سلطنت کے دور میں میں آپ ﷺ کے پاس آؤں تو آپ میرے ساتھ عزت کا معاملہ کریں گے۔"

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے عامر ابن فہیرہؓ کو حکم دیا۔ اور ایک قول کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا جنہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر یہ امان نامہ لکھ کر دیا۔ ایک قول ہے کہ ایک ہڈی پر لکھ کر دیا تھا اور ایک قول کے مطابق کپڑے پر لکھ کر دیا تھا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: یہاں یہ بات ممکن ہے کہ پہلے عامر ابن فہیرہؓ نے یہ تحریر لکھ دی ہو مگر پھر سراقہ نے مطالبہ کیا ہو کہ تحریر حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ کی ہونی چاہئے۔ چنانچہ پھر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو لکھنے کا حکم دیا ہو، اب ان میں سے ایک نے چمڑے پر لکھ کر دیا ہو اور پھر دوسرے نے ہڈی یا کپڑے پر لکھ دیا ہو، یا ممکن ہے کپڑے کے ٹکڑے سے مراد بھی چمڑا ہی ہو، بہر حال ان مختلف روایتوں سے کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا۔

آنحضرت ﷺ کی ایک حیرتناک پیشینگوئی :-...... پھر جب سراقہ نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا،

"اے سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے"

سراقہ نے پوچھا، کیا کسریٰ ابن ہرمز کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں!۔ آگے تفصیل آرہی ہے کہ سراقہ جعرانہ کے مقام پر مسلمان ہوئے تھے، جب یہاں یہ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا، تمہیں خوش آمدید۔

خود سراقہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حنین اور طائف کے معرکوں سے فارغ ہو چکے تو میں آپ ﷺ سے ملنے کے لئے روانہ ہوا میرے ساتھ وہ امان نامہ بھی تھا جو میں نے آپ ﷺ سے حاصل کیا تھا، آخر جعرانہ کے مقام پر میری آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی، میں انصاری سواروں کے درمیان سے لشکر کے اس حصے کی طرف روانہ ہوا جہاں آنحضرت ﷺ تھے، وہ مجھے نیزے کی انیوں پر روکنے اور مجھ سے کہنے لگے کہ

Presented by Ziaraat.Com

ٹھہرو تم کیا چاہتے ہو، مگر میں آگے بڑھتا گیا آخر میں آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے میں نے فوراً وہ امان نامہ ہاتھ میں لے کر اٹھایا پھر میں نے کہا۔

"یا رسول اللہ! یہ میرا وہ امان نامہ ہے اور میں سراقہ ہوں"۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"یہ وعدہ پورا کرنے اور خوش خبری دینے کا دن ہے۔ قریب آجاؤ"

میں آپ ﷺ کے قریب گیا اور آپ ﷺ کو سلام کیا۔

خلافت فاروقی میں پیشین گوئی کی تکمیل :-...... پھر حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانے میں جب کسریٰ فارس کی مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کے بعد اس کے کنگن، اس کا تاج، اس کا پٹکا اور اس کے بیٹھنے کی مسند فاروق اعظمؓ کی خدمت میں لائی گئی یہ مسند ساٹھ ہاتھ مربع تھی جس میں فصل ربیع کے پھولوں کے بعد نگوں کے موتی اور جواہرات پروئے ہوئے تھے، یہ مسند اس کے محل میں اس کے بیٹھنے کے لئے بچھائی جایا کرتی تھی، یہ اس پر بیٹھ کر اس موسم میں شراب پیتا تھا، جب اس فصل کے پھول کھلتے ہوئے نہیں ہوتے تھے (اور اس طرح ان تمام پھولوں کے رنگ موتیوں اور جواہرات میں دیکھ کر دل بہلاتا تھا) ان چیزوں کے ساتھ ساتھ کسریٰ کا زبردست مال و دولت بھی لایا گیا تھا اور شہنشاہ کسریٰ کی تینوں شہزادیاں بھی لائی گئی تھیں، ان کے جسموں پر ایسے ایسے بیش قیمت لباس اور ہیرے جواہرات سے مزین پوشاکیں تھیں کہ زبان ان کی تعریف اور بیان کرنے سے مجبور ہے۔

کسرائے فارس کے کنگن اور شہزادیاں :-...... اسی وقت حضرت عمرؓ نے سراقہؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا۔

"اپنے ہاتھ بڑھاؤ اور یہ کنگن پہن لو۔!"

پھر ساتھ ہی فاروق اعظمؓ نے ان سے فرمایا کہ یہ کہو۔

" تمام تعریفیں اسی ذات خداوندی کو سزاوار ہیں جس نے یہ چیزیں کسریٰ ابن ہرمز (شہنشاہ ایران) سے چھین لیں جو یہ کہا کرتا تھا کہ میں انسانوں کا پروردگار ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ کنگن حضرت سراقہؓ ابن مالک نے پہن لئے۔ حضرت عمرؓ نے بلند آواز سے یہ بات فرمائی تھی، پھر کسریٰ فارس کا وہ تمام مال و دولت مسجد نبوی کے صحن میں ڈھیر کر دیا گیا اور اس کو مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ پھر انہوں نے کسریٰ کی اس قیمتی مسند کو کاٹ کر اس کے ٹکڑے کئے اور اس کو بھی مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا، ان میں سے ایک ٹکڑا حضرت علیؓ کے حصے میں بھی آیا جنہوں نے اس کو پچاس ہزار دینار میں فروخت کیا۔

ایک تماشا گاہ عالم :-...... اس کے بعد بادشاہ کی تینوں شہزادیوں کو سامنے لایا گیا جو فاروق اعظمؓ کے سامنے آکر کھڑی ہو گئیں، اس کے بعد اعلان کرنے والے نے ان شہزادیوں کی بولی لگانے کا اعلان کیا اور کہا کہ ان کے چہروں سے نقاب اتار دیئے جائیں تاکہ مسلمان زیادہ بولی لگا سکیں شہزادیوں نے اپنے چہروں سے نقاب الٹنے سے انکار کر دیا اور اعلان کرنے والے کے سینے میں ٹھوکر ماری۔ حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر غضبناک ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ ان پر اپنا درہ اٹھائیں اس وقت وہ شہزادیاں رو رہی تھیں۔ حضرت علیؓ نے فاروق اعظمؓ سے کہا۔

"رحم کا معاملہ کیجئے اے امیر المومنین! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کسی ذلیل ہونے

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

والی قوم کے معزز لوگوں کے ساتھ رحم اور احترام کا معاملہ کرو اور فقیر ہو جانے والی قوم کے دولت مندوں کے ساتھ عزت کا برتاؤ کرو۔"

یہ حدیث سن کر حضرت عمرؓ کا غصہ فوراً ٹھنڈا ہو گیا، تب حضرت علیؓ نے پھر حضرت عمرؓ سے کہا،
"شہزادیوں کے ساتھ دوسری عورتوں جیسا معاملہ نہیں کیا جانا چاہئے۔"
حضرت عمرؓ نے فرمایا،
"پھر ان کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کیا جانا چاہئے۔"

شہزادیوں سے حسن معاملہ اور حضرت علیؓ کا حسن تدبیر :-...... حضرت علیؓ نے فرمایا،
"ان کی قیمت طے کر کے بتادی جائے اور پھر جب بھی ان کی وہ قیمت لگ جائے تو وہ بولی لگانے والی قیمت لے کر سامنے آجائے جس نے ان کو پسند کیا ہے۔"

چنانچہ ان کی قیمت لگائی گئی پھر ان کو حضرت علیؓ لے گئے، آخر ان میں سے ایک حضرت عبداللہ ابن عمر فاروقؓ کو دی گئی جس سے ان کے بیٹے سالم ابن عبداللہ ہوئے۔ دوسری حضرت محمد ابن ابو بکرؓ کو دی گئی جس سے ان کے بیٹے قاسم ہوئے۔ تیسرے حضرت علیؓ کے بیٹے حضرت حسینؓ کو دی گئی جس سے ان کے بیٹے علیؓ پیدا ہوئے جن کا لقب زین العابدین ہے۔

ایرانی شہزادیوں کے بطن سے علماء اسلام :-...... ان کے یہ تینوں بیٹے اپنے علم و فضل کے اعتبار سے تمام مدینے والوں میں اونچے درجے کے اور سب سے آگے تھے اس واقعہ سے پہلے مدینے کے لوگ باندیوں کے ساتھ ہمبستری کو پسند نہیں کرتے تھے مگر جب یہ تینوں نوجوان ان میں پیدا ہوئے تو وہ بھی اس کو ماننے لگے

ایک حیرتناک واقعہ :-...... ایک بزرگ نے ایک بہت عجیب روایت بیان کی ہے کہ میں حضرت سعید ابن مسیبؒ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا، سعیدؒ نے ایک ایک روز از راہ تعلق مجھ سے پوچھا
"آپ کے ننہال والے کون لوگ ہیں؟"

میں نے کہا کہ میری ماں ایک باندی تھیں، اس خبر کے بعد ایسا محسوس ہوا جیسے میں سعید ابن مسیب کی نظروں میں گر گیا، پھر ایک دن جبکہ میں ان کے پاس بیٹھے ہوا تھا کہ اچانک حضرت سالم ابن عبداللہ ابن عمر فاروقؓ وہاں آگئے (یعنی وہی سالم جو ایک باندی یعنی شہنشاہ فارس کسریٰ کی شہزادی کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔) غرض کچھ دیر بیٹھ کر جب حضرت سالمؒ وہاں سے چلے گئے تو میں نے حضرت سعیدؒ سے کہا۔
"لے چچا یہ کون تھے؟"
انہوں نے حیرت سے کہا،
"سبحان اللہ! کیا تم اپنی قوم کے ان جیسے شخص کو نہیں جانتے، یہ سالم ابن عبداللہ ابن عمرؓ تھے۔"
میں نے کہا،
"کیا آپ جانتے ہیں ان کی ماں کون تھیں؟"
انہوں نے کہا ایک باندی تھیں۔

اس کے بعد اسی مجلس میں حضرت قاسم ابن محمد ابن ابو بکرؓ آئے اور بیٹھ گئے، جب وہ بھی چلے گئے تو میں نے پھر سعیدؒ سے پوچھا کہ چچا یہ کون تھے۔ انہوں نے کہا تم عجیب آدمی ہو کیا تم ان کو بھی نہیں جانتے یہ

Presented by Ziaraat.Com

حضرت قاسم ابن محمد ابن ابو بکرؓ تھے۔ میں نے کہا ان کی ماں کون تھیں، انہوں نے کہا ایک باندی تھیں۔

اسکے بعد اتفاق سے وہاں حضرت علی ابن حسین ابن علیؓ آ گئے، کچھ دیر بیٹھ کر جب وہ بھی چلے گئے تو میں نے پھر پوچھا کہ یہ کون تھے؟ وہ کہنے لگے مجھے تم پر تعجب ہے تم ان کو بھی نہیں جانتے یہ حضرت علیؓ زین العابدین ابن حسینؓ ابن علیؓ تھے، میں نے کہا اور ان کی ماں کون تھیں، انہوں نے کہا ایک باندی تھیں، تب میں نے کہا۔

"اے چچا! میں نے محسوس کیا تھا کہ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ میری ماں ایک باندی تھیں تو میں آپؓ کی نظروں میں گر گیا تھا، اب بتائیے کیا مجھ میں ان ہی حضرات کی سنت موجود نہیں ہے۔"

انہوں نے (اسؓ کو محسوس کرتے ہوئے) کہا کہ بے شک یہی بات ہے۔ اور اس کے بعد وہ میری بہت عزت و توقیر کرنے لگے۔

غرض جب آنحضرت ﷺ سے وہ امان نامہ لے کر سراقہ وہاں سے واپس ہوئے تو وہ آنحضرت ﷺ کے تعاقب میں آنے والے ہر شخص کو واپس کرنے لگے، وہ جس کو بھی آتا دیکھتے اس سے کہتے ہیں کہ میں سارا راستہ دیکھ آیا ہوں مجھے کوئی نہیں ملا۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ قریش کے لوگوں کی جو جماعت آنحضرت ﷺ کے تعاقب میں جا رہی تھی اور اس طرح کہ گویا ان کو اس جگہ اور راستے کا پتہ ہو گیا تھا جس پر آنحضرت ﷺ جا رہے تھے، سراقہ نے ان سے کہا

"آپ کو معلوم ہے کہ ان راستوں کے متعلق مجھے کتنی واقفیت ہے، میں ان راستوں پر بہت چل کر آ رہا ہوں مگر مجھے کوئی بھی نہیں ملا۔"

یہ سن کر وہ قریشی جماعت وہیں سے واپس ہو گئی۔ (ی) کیونکہ قریشی کافروں کو اپنے اعلان کرنے والے اور دوسرے لوگوں کے ذریعہ پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ راستے میں امّ معبد کے خیمے میں ٹھہرے ہیں جیسا کہ آگے آئے گا تو انہوں نے اپنا ایک دستہ آنحضرت ﷺ کے تعاقب میں روانہ کیا اور اس سے انہوں نے کہا کہ محمد ﷺ کو اس سے پہلے ہی پکڑ لو کہ وہ عرب کے کتوں سے مدد حاصل کر سکے۔ لہذا یہاں یہ احتمال ہے کہ سراقہ نے قریش کی جس جماعت کو راستے ہی سے واپس کر دیا تھا وہ یہی دستہ ہو گا۔ اب گویا یوں کہنا چاہئے کہ سراقہ دن کے ابتدائی حصے میں تو خود آنحضرت ﷺ پر حملہ آور کی حیثیت رکھتے تھے لیکن دن کے آخری حصے میں وہی سراقہ خود آنحضرت ﷺ کے بچاؤ کا ایک ہتھیار بن گئے تھے۔

ایک روایت میں سراقہ کہتے ہیں کہ جب میں روانہ ہوا تھا تو میری سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کو پکڑ لوں اور جب میں واپس ہو رہا تھا تو میری سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ آپ ﷺ کے بارے میں کسی کو کچھ نہ معلوم ہونے پائے۔

دشمنان رسول ﷺ کی بادیہ پیمائی: ...... یہ بھی ممکن ہے کہ قریش کی جس جماعت یا دستے کو سراقہ نے راستے میں سے واپس کر دیا تھا وہ لوگ اس کے بعد بھی امّ معبد کے خیمے پر گئے ہوں۔ کیونکہ اسی روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ یہ دستہ امّ معبد کے پاس پہنچا تھا اور انہوں نے اس سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ اس کو ان کی طرف سے آنحضرت ﷺ کے متعلق ڈر ہوا (کہ یہ لوگ کہیں آپ ﷺ کو نقصان نہ پہنچا دیں) اس لئے اس نے اپنی بے خبری اور لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا،

"تم لوگ مجھ سے ایسے معاملہ کے بارے میں پوچھ رہے ہو جس کے متعلق میں نے آج سے پہلے کبھی

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

کچھ نہیں سنا۔"

(قریش کے لوگ اس کے باوجود بھی اس سے الجھتے اور اس کو ڈراتے دھمکاتے رہے تو) پھر اس نے کہا "اگر تم لوگ میرا پیچھا نہیں چھوڑو گے تو میں شور مچا کر اپنی قوم کے لوگوں کو بلا لوں گی۔"

یہ اُمّ معبد اپنی قوم میں بہت معزز عورت تھی اسی لئے قریشی لوگ اس کے پاس سے ناکام ہو کر واپس ہو گئے اور ان کو کچھ پتہ نہ چل سکا کہ آپ ﷺ کدھر گئے ہیں اور آپ ﷺ نے کون سا راستہ اختیار کیا ہے۔ اُمّ معبد کی اس دھمکی سے اندازہ ہوتا ہے کہ قریش کے لوگ اس پر دباؤ ڈال رہے تھے۔

اب اگر سراقہ نے قریش کے اسی دستے کو راستے میں سے واپس کر دیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد ہی یہ لوگ اُمّ معبد کے پاس گئے تھے۔

سراقہ کے واقعہ کی طرف اصل یعنی کتاب عیون الاثر نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

غَرَّتْ سُرَاقَةَ أَطْمَاعٌ فَسَاخَ بِهِ
جَوَادُهُ فَانْثَنَى لِلصُّلْحِ مُطَّلِبًا

ترجمہ:۔ سراقہ کو حرص و ہوس اور لالچ نے اندھا کر دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور وہ صلح اور امن کا طلبگار ہو کر لوٹا۔

قصیدہ ہمزیہ کے شاعر نے اس واقعہ کی طرف اپنے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے۔

وَاقْتَفَى إِثْرَهُ سُرَاقَةُ فَاسْتَهْوَتْهُ
فِي الْأَرْضِ صَافِنٌ جَرْدَاءُ
ثُمَّ نَادَاهُ بَعْدَ مَا سِيمَتِ الْخَسْفُ
وَقَدْ يُنْجِدُ الْغَرِيقَ النِّدَاءُ

<u>مطلب</u>:۔۔۔۔۔۔ سراقہ نے جوں ہی آپ ﷺ کا تعاقب کیا اس کی بہترین کم بالوں والی گھوڑی گر پڑی، (صافن اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو تین ٹانگوں پر زور دے کر کھڑا ہوتا ہے اور چوتھی ٹانگ کا صرف کھر زمین پر ٹکائے رکھتا ہے۔ ایسا گھوڑا اصیل اور عمدہ شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح جرداء بھی، عمدہ گھوڑے کی ایک خوبی ہے کہ اس کے جسم پر کم بال ہوں مقصد یہ ہے کہ سراقہ کے پاس بہترین گھوڑی تھی اس کے گرنے میں گھوڑی کے کسی عیب کو دخل نہیں تھا بلکہ یہ آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ تھا) پھر جب سراقہ نے یہ محسوس کیا کہ گھوڑی کہیں ساری ہی زمین میں نہ دھنس جائے تو انہوں نے گھبرا کر آنحضرت ﷺ سے فریاد کی کہ آپ ﷺ کی دعا ہی ان کو چھٹکارہ دلا سکتی ہے، جیسا کہ حضرت یونسؑ کے ساتھ واقعہ پیش آیا تھا۔

<u>راہ مدینہ میں پہلا قیام</u>:۔۔۔۔۔۔ (قال) غرض حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ اس روز ہم تمام رات چلے یہاں تک کہ چلتے چلتے اگلے دن دوپہر کا وقت ہو گیا اور راستہ خالی ہو گیا آس پاس کوئی نظر نہیں آرہا تھا اچانک ہم نے دیکھا کہ ہمارے سامنے ایک بڑی چٹان کھڑی ہوئی ہے جس کا سایہ کافی جگہ تک پھیل رہا تھا، ہم نے اس چٹان کے پاس پڑاؤ ڈال دیا، اس کے بعد میں چٹان کے پاس گیا، وہاں میں نے اپنے ہاتھ سے جگہ صاف کی تاکہ وہاں چٹان کے سائے میں آنحضرت ﷺ سو سکیں، پھر میں نے اس جگہ ایک پوستین بچھا دی جو میرے ساتھ تھی، اس کے بعد میں نے آپ ﷺ سے کہا۔

"یا رسول اللہ ﷺ! یہاں سو جائیے جن لوگوں کی طرف سے ڈر ہے میں ان کا خیال رکھوں گا کیونکہ

Presented by Ziaraat.Com

میں ان کو خوب پہچانتا ہوں۔"

چنانچہ آپ ﷺ سو گئے، اسی وقت میں نے دیکھا کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں لئے اسی چٹان کی طرف اسی مقصد سے جس مقصد سے ہم آئے تھے یعنی سایہ لینے آرہا ہے میں اس سے ملا اور بولا کہ تم کس کے ہو، اس نے بتلایا کہ وہ مکے کے ایک شخص کا چرواہا ہے، جب اس نے اس شخص کا نام بتلایا اور نام لیا تو میں اس کو پہچان گیا۔

علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ میں اس چرواہے کے نام سے واقف نہیں ہوں اور نہ ہی بکریوں کے مالک کا نام جانتا ہوں، حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا تمہاری بکریوں میں کوئی دودھ دینے والی بھی ہے؟"

اس نے کہا، "ہاں!" پھر وہ ایک بکری سامنے لایا اور اس نے اپنے ایک برتن میں اس کا دودھ دوہ کیا مجھے دیا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ میرے ایک مٹے میں دودھ نکال کر دیا جس میں میں نے کپڑا ڈالا ہوا تھا پھر میں وہ دودھ لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا، میں نے اسے پسند نہیں کیا کہ آپ ﷺ کو سوتے سے جگاؤں چنانچہ میں اس وقت تک کھڑا رہا جب تک کہ آپ ﷺ جاگ نہ گئے۔

اس کے بعد میں نے دودھ میں پانی کی دھار ڈالی جس سے وہ ٹھنڈا ہو گیا، پھر میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یہ دودھ نوش فرمالیجئے چنانچہ آپ ﷺ نے دودھ پی لیا، کیونکہ مسافر کے لئے اس طرح کا دودھ پینا عرب میں پہلے ہی سے جائز تھا بشرطیکہ مسافر ضرور تمند ہوں، چنانچہ ہر چرواہے کو اس کا اختیار ہوتا تھا کہ وہ ایسے موقعہ پر کسی مسافر کے لئے بغیر مالک سے پوچھے دودھ دوہ کر دے سکتا ہے جیسا کہ یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے ورنہ ایک حدیث ہے کہ تم میں سے کوئی کسی شخص کے مویشی کا دودھ بغیر اس کی اجازت کے نہیں نکال سکتا۔ مگر یہ حدیث اس کی مخالف نہیں ہے (کیونکہ ضرورت مند مسافر کے لئے یہ عام اجازت تھی) یا پھر یہ کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ بغیر چرواہے کی اجازت کے کسی کے لئے دودھ لینا جائز نہیں ہے۔

بعض لوگوں نے اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ کے دودھ پینے کو اس لئے جائز قرار دیا ہے کہ یہ ایک حربی یعنی دار الحرب کے آدمی کا مال تھا، مگر یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ حربیوں کا مال اس وقت تک آپ ﷺ کے لئے جائز قرار نہیں دیا گیا تھا۔

دودھ پی لینے کے بعد آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا۔

"کیا روانگی کا وقت ابھی نہیں ہوا؟"

صدیق اکبرؓ نے عرض کیا، بے شک ہو گیا ہے! چنانچہ اسکے بعد ہم روانہ ہو گئے جب کہ سورج ڈھل چکا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ خود حضرت ابو بکرؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ روانگی کا وقت ہو گیا ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے پہلے آنحضرت ﷺ نے وہی سوال کیا ہو اور پھر صدیق اکبرؓ نے یہی جواب دیا ہو۔

ام معبد کے یہاں دوسری منزل:-...... غرض اس کے بعد یہ قافلہ ام معبد کے والے راستے پر بڑھتا رہا ام معبد کا نام عاتکہ تھا اور ان کا گھر بھی قدید میں تھا جس کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ وہ سراقہ کا وطن تھا، اب اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عاتکہ یعنی ام معبد بستی کے اس کنارے پر رہی تھیں جو مدینے کی طرف تھا اور سراقہ کا مکان شہر کی اس سمت میں تھا جو مکے کی طرف تھا اور یہ کہ بستی کی لمبائی کافی زیادہ تھی، بہر حال یہ بات قابل غور ہے۔

غریب مگر شریف خاتون:-...... یہ ام معبد ایک نڈر اور شریف عورت تھیں اور اپنے خیمے کے دالان

Presented by Ziaraat.Com

میں بیٹھی رہتی تھیں، انہوں نے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کی کھانے پینے سے تواضع کی مگر ان کو نہیں معلوم تھا کہ ان کے مہمان کون ہیں۔ (ی) مہمانوں نے ان سے گوشت اور کھجوروں کی درخواست کی اور ایک روایت کے مطابق دودھ کی درخواست کی کہ وہ قیمت دے کر خریدنا چاہتے ہیں، اس پر معبد نے کہا۔

"خدا کی قسم اگر ہمارے پاس کوئی چیز ہوتی تو ہم قیمت لے کر دینے کے بجائے بلا قیمت ہی آپ کو دے دیتے"

ایک اور معجزہ :-......ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ہم آپ حضرات کو کسی چیز کی تکلیف ہی نہ دیتے۔ (ی) کیونکہ یہ حضرات مسکین اور خالی ہاتھ تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اُمّ معبد سے فرمایا۔

"اُمّ معبد! کیا تمہارے پاس دودھ ہے ؟"

انہوں نے کہا نہیں! اسی وقت آپ ﷺ کی نظر وہاں ایک بکری پر پڑی جو اُمّ معبد کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی یہ اتنی کمزور اور دُبلی تھی کہ گلّے کے ساتھ بھی نہیں جا سکی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس کے تھنوں میں دودھ ہے ؟ اُم معبد نے کہا کہ اس کمزور بکری کے تھنوں میں دودھ کہاں سے آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"کیا تم مجھے اس کو دوہنے کی اجازت دو گی ؟"

اُمّ معبد نے کہا

"خدا کی قسم اس کو کسی نر بکرے نے چھوا بھی نہیں، اس لئے خود سوچ لیجئے۔"

خشک تھنوں سے دودھ کی دھاریں :-......یعنی اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے دودھ نکال سکتے ہیں تو ضرور نکال لیجئے میری طرف سے اجازت ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنے قریب منگایا اور اس کی کمر پر ہاتھ پھیرا، ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُمّ معبد کے بیٹے معبد سے کہا جو اس وقت کم عمر تھا کہ یہ بکری اِدھر لاؤ، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ لڑکے کئی بکریاں لے کر آؤ، پھر آپ ﷺ نے ان کی کمر پر ہاتھ پھیرا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے تھنوں اور کمر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اللہ کا نام لیا۔ یعنی آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی اللّٰھم بارک لنا فی شاتنا یعنی اے اللہ! ہماری اس بکری میں ہمارے لئے برکت عطا فرما۔ آپ ﷺ کا دعا پڑھنا تھا کہ ان کے تھن بھر گئے اور ان سے دودھ ٹپکنے لگا۔ یعنی ان کی ٹانگوں کے درمیان باکھ بھر گیا پھر آپ ﷺ نے ایک برتن منگایا جو اتنا بڑا تھا کہ اس سے آٹھ دس آدمی سیر لب ہو سکیں۔ یعنی جس میں اتنا دودھ آ جائے کہ آٹھ دس آدمی آرام سے سیر ہو کر تھکن اور سو جائیں۔ یہاں رھط کا لفظ استعمال ہوا ہے جو تین سے دس آدمیوں تک آدمیوں کی جماعت کے لئے بولا جاتا ہے۔ ایک قول ہے کہ نو سے چودہ آدمیوں تک پر بولا جاتا ہے۔

غرض آپ ﷺ نے قوت صرف کر کے بکری کا دودھ نکالا کیونکہ تھنوں میں دودھ بہت زیادہ بھر گیا تھا۔ اور اس میں اوپر تک جھاگ اٹھ گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ ﷺ نے اُمّ معبد کو بھی دودھ پیش کیا اور انہوں نے سیر ہو کر پیا، اس کے بعد آپ ﷺ کے ساتھیوں نے دو دفعہ سیر ہو کر پیا اور پھر خود آنحضرت ﷺ نے نوش فرمایا۔

یعنی آپ ﷺ نے سب کے بعد میں پیا، آپ نے آخر میں دودھ پیتے ہوئے فرمایا

"قوم کا ساقی خود سب کے بعد میں پیتا ہے"

Presented by Ziaraat.Com

اس کے بعد آپ ﷺ نے پھر دودھ نکالا اور اسے اُمِ معبد کے پاس چھوڑ کر آپ ﷺ وہاں سے آگے روانہ ہو گئے۔

امام سبکی نے اس واقعہ کی طرف اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

مَسَحَتْ عَلٰی شَاۃٍ لِاُمِّ مَعْبَدٍ
بِجَهْدٍ فَاَلْقَتْهَا اَدَرَّ حَلُوْبَةٍ

ترجمہ:۔ ام معبد کے پاس جو بکری تھی اس پر ہاتھ پھیرے جانے کی وجہ سے اس کی کمزوری و لاغری دور ہو گئی اور اس کے تھنوں سے دودھ بہنے لگا۔

اس سفر میں آنحضرت ﷺ کی مبارک اونٹنی کی تعریف میں قصیدہ ہمزیہ کے شاعر نے یہ شعر لکھا ہے۔

دَرَّتِ الشَّاۃُ حِیْنَ مَرَّتْ عَلَیْهَا
فَلَهَا ثَرْوَۃٌ بِهَا وَ نَمَاءُ

ترجمہ:۔ جب آنحضرت ﷺ کی مبارک سواری اس بکری کے پاس سے گزری تو بکری کے خشک تھنوں میں دودھ بھر گیا اور اس سواری کی وجہ سے اُمِ معبد کو مال و دولت میں برکت و کثرت حاصل ہوئی۔

<u>سال رمادہ تک اس بکری کی طویل عمری</u> :۔......اُم معبد سے روایت ہے کہ پھر یہ بکری حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانے تک زندہ رہی یعنی ۱۸ھ یا ایک قول کے مطابق ۱۷ھ تک، اس سال کو سال رمادہ یعنی راکھ کا سال کہا جاتا ہے کیونکہ اس سال میں سخت قحط پڑا اور زمین سوکھ کر بنجر ہو گئی تھی، یہاں تک کہ وحشی درندے بھی گھبرا کر انسانی بستیوں میں آنے لگے یہاں تک کہ اگر کوئی اپنی بکری ذبح کرتا تو اس کا گوشت کھائے بغیر یوں ہی پھینک دیتا کیونکہ خشک سالی کی وجہ سے جانوروں کا گوشت بھی سوکھ کر بدذائقہ ہو گیا تھا، جب ہوا چلتی تو راکھ کی طرح مٹی اڑاتی، اسی وجہ سے اس سال کو ہی سال رمادہ کہا جانے لگا، اس صورت حال کی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ نے عہد کیا کہ وہ اس وقت تک نہ دودھ پئیں گے اور نہ گھی اور گوشت کھائیں گے جب تک کہ بارش نہیں ہوتی، انہوں نے کہا

"جن مصائب اور پریشانیوں کا شکار عوام ہو رہے ہیں اگر میں اس سے ناواقف رہا تو میں کیسے ان کا حکمران کہلا سکتا ہوں!"

اس گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس بکری کا دودھ نکالا تھا وہ اُمِ معبد کے پاس ایک ہی بکری تھی۔ مگر شارح بخاری تاریخ عینی میں یونس نے ابن اسحاق سے ایک روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُمِ معبد کی بکریوں میں سے ایک منگائی اور اس کے تھنوں پر اپنا ہاتھ پھیر کر اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی، اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک بڑے برتن میں دودھ نکالا جو لبریز ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے اُمِ معبد سے فرمایا کہ دودھ پی لو۔ اُمِ معبد نے کہا

"آپ پیجئے، آپ پیجئے، آپ کو زیادہ ضرورت ہے!"

مگر آپ نے پیالہ اُمِ معبد کی طرف ہی بڑھا دیا جس پر انہوں نے دودھ پی لیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے اُمِ معبد کی دوسری بانجھ بکری منگائی اور اس کے ساتھ بھی وہی کیا اور اس کا دودھ آپ ﷺ نے خود پیا، پھر آپ ﷺ نے تیسری بکری منگائی اور اس کے تھنوں سے بھی اسی طرح دودھ نکالا اور اس کا دودھ اپنے رہبر کو پلایا، پھر آپ ﷺ نے چوتھی بکری منگائی اور اسی طرح اس کا دودھ دوھ کر عامر بن فہیرہؓ کو پلایا۔

www.ziaraat.com
Saboor-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

اِدھر قریش آنحضرت ﷺ کی تلاش میں گھومتے گھومتے اُمّ معبد تک پہنچ گئے، یہاں انہوں نے اُمّ معبد سے آنحضرت ﷺ کے بارے میں تحقیق کی اور آپ ﷺ کا حلیہ بتلایا، اُمّ معبد نے یہ حلیہ سن کر کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتی آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں، ہاں ایک بانجھ بکری کا دودھ دوہنے والا شخص میرا مہمان ہوا تھا۔"

اس پر ان لوگوں نے کہا۔

"ہم اسی شخص کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔"

سال رُمادہ کی تشریح :-......(گذشتہ سطروں میں ایک روایت گزری ہے کہ اُمّ معبد کی یہ بکری حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے ۱۷ھ تک زندہ رہی اور یہ کہ ۱۷ھ کا سال سال رُمادہ کہلاتا ہے کیونکہ اس برس وہاں زبردست قحط پڑا تھا، اس کے مسئلے میں روایت کا بقیہ حصہ شاید طباعت اور کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے اس روایت کے ساتھ بیان ہونے کے بجائے درمیان سے رہ گیا اور چند سطروں کے بعد بیان ہوا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے)

جب حضرت عمرؓ نے خود بھی دودھ گھی وغیرہ نہ کھانے کا عہد کیا تو حضرت کعبؓ نے ان سے کہا۔

"امیر المؤمنین! بنی اسرائیل کو اگر اس قسم کی مصیبت پیش آتی تھی تو وہ نبیوں کے رشتہ داروں کے ذریعہ بارش کی دعا کر لیا کرتے تھے!"

حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

تو پھر یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا موجود ہیں جو آنحضرت ﷺ کے والد کے بھائی ہیں اور بنی ہاشم یعنی خاندان رسول ﷺ کے سردار ہیں۔"

چنانچہ اس کے بعد حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کی اس مصیبت کی فریاد کی اس کے بعد حضرت عمرؓ منبر پر چڑھے ان کے ساتھ حضرت عباسؓ بھی تھے۔ منبر پر کھڑے ہو کر حضرت عمر نے دعا کی۔

"اے اللہ! ہم اپنے نبی کے چچا اور آنحضرت ﷺ کے والد کے ماں جائے کے ساتھ تیرے سامنے حاضر ہوئے ہیں تو ہمیں باران رحمت سے نواز دے اور ہمیں مایوسی کا شکار مت بنا۔"

خانوادۂ رسول ﷺ کی دعا اور مدینے کی سیرابی :-......اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے کہا

"اے ابوالفضل! کھڑے ہو کر دعا فرمایئے!"

چنانچہ حضرت عباسؓ نے کھڑے ہو کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور جو دعا مانگی اس کا ایک حصہ یہ ہے۔

"اے اللہ! ہمارے اور ہمارے گھر والوں کے حال پر کرم فرما۔ اے اللہ! ہم تمام بھوک سے بدحال لوگوں کی طرف سے تجھ سے فریاد کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیرے سوا کسی سے کوئی امید نہیں باندھتے۔ نہ تیرے سوا کسی سے مانگتے ہیں اور نہ تیرے سوا کسی کی طرف جھکتے ہیں۔"

حضرت عباسؓ کی اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں کے اپنے گھروں میں پہنچنے سے بھی پہلے بارش شروع

Presented by Ziaraat.Com

ہو گئی اور اس قدر پانی برسا کہ زمین سیراب ہو گئی اور لوگوں کو زندگی مل گئی، یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا،
"خدا کی قسم! یہ اس وسیلے کا نتیجہ ہے جو ہم نے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا۔"
لوگ عقیدت کی وجہ سے حضرت عباسؓ کا جسم چھونے لگے اور کہتے۔
"آپؓ کو مبارک ہو کہ آپ کی وجہ سے ہمیں حرمین میں سیرابی ملی۔"
علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ اسی دن ایک جماعت مدینہ منورہ آرہی تھی، انہوں نے اچانک بادلوں میں سے آتی ہوئی ایک آواز سنی۔
"اے ابو حفص! تمہارے لئے سیرابی آگئی۔ اے ابو حفص! تمہارے لئے سیرابی آگئی!"
علامہ شمی نے اپنی کتاب صواعق من تاریخ دمشق میں لکھا ہے کہ سال رمادہ یعنی ۱۷ھ میں لوگوں نے بار بار باران رحمت کی دعا کی مگر بارش نہ برسی۔ تب ایک روز حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا،
کل میں اس شخص کے ذریعہ بارش کی دعا کراؤں گا جس کے ذریعہ ہمیں اللہ تعالیٰ سیرابی عطا فرماتا ہے۔"
اگلے دن وہ حضرت عباسؓ کے پاس گئے اور ان کے مکان کے دروازے پر دستک دی، انہوں نے پوچھا کون ہے، امیر المومنین نے فرمایا عمر۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے، تو حضرت عمر نے کہا۔
"باہر تشریف لایئے تاکہ آپ کے ذریعہ سے ہم اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگیں۔"
حضرت عباس نے کہا اچھا بیٹھئے، اس کے بعد انہوں نے بنی ہاشم کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا اور ان سے کہلایا کہ وہ پاک و صاف ہو کر اچھے سے اچھے کپڑے پہن کر آئیں، وہ سب آکر جمع ہو گئے تو حضرت عباسؓ نے خوشبو نکال کر خود بھی لگائی اور ان سب آنے والوں کے بھی لگائی، اس کے بعد وہ گھر سے اس حال میں روانہ ہوئے کہ حضرت علیؓ ان کے آگے تھے اور ان کے دائیں طرف حضرت حسنؓ اور بائیں طرف حضرت حسینؓ تھے اور ان کی پشت پر بنی ہاشم کے لوگ تھے۔ پھر حضرت عباسؓ نے امیر المومنین سے کہا،
"اے عمر! ہم (یعنی بنی ہاشم) میں کسی غیر کو شامل نہ ہونے دو!"
پھر حضرت عباسؓ عیدگاہ میں آکر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کر کے انہوں نے یہ دعا مانگی۔
"اے اللہ! تو نے ہمیں پیدا فرمایا اور ہم پر کسی دوسرے کو اونچا نہیں کیا ہمیں پیدا کرنے سے بھی پہلے تو جانتا تھا کہ ہم کیا عمل کرنے والے ہیں اس لئے ہمارے اعمال کے بارے میں تیرا علم تجھے ہم کو رزق پہنچانے سے نہیں روکے گا۔ اے اللہ! جس طرح تو نے ہم پر ابتداء میں فضل و کرم فرمایا اسی طرح آخر میں بھی ہم پر فضل فرما۔"
حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم وہاں سے ہٹنے بھی نہ پائے تھے کہ آسمان پر بادل منڈلانے لگے اور گھنگھور گھٹا چھا گئی اور پھر ابھی ہم اپنے گھروں میں پہنچے بھی نہیں تھے کہ بارش برسنی شروع ہو گئی۔
حضرت عباسؓ اسی لئے کہتے ہیں کہ میں ابن المسقی (یعنی سیرابی دلانے والے کا بیٹا) ابن المسقی، ابن المسقی، ابن المسقی، ابن المسقی یعنی پانچ مرتبہ سیرابی دلانے والے کا بیٹا ہوں۔ اس سے ان کا اشارہ اپنے باپ یعنی عبدالمطلب کی طرف تھا کہ انہوں نے پانچ موقعوں پر سیرابی کی دعا کی اور پانچوں مرتبہ قبول ہوئی، یہاں تک

Presented by Ziaraat.Com

علامہ سہیلی کا کلام ہے اور دونوں روایتوں کا اختلاف قابل غور ہے۔

عم رسول ﷺ کی عظمت و احترام :۔..... ابن شہاب کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ حضرت عباسؓ کے مرتبے اور فضیلت کو جانتے تھے اسی لئے وہ ہر معاملے میں ان کو آگے رکھتے ان سے مشورہ لیتے اور ان کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں اور حضرت عثمانؓ اپنی خلافت کے دور میں اگر گھوڑے وغیرہ پر سوار کہیں سے گزرتے ہوتے اور وہاں راہ میں انہیں حضرت عباسؓ نظر آجاتے تو وہ فوراً اپنی سواری سے اتر کر ان کے احترام میں پیدل چلتے یہاں تک کہ حضرت عباسؓ وہاں سے گزر جاتے، اکثر ایسا ہوتا کہ خلیفہ ان کے اعزاز و احترام کی وجہ سے راستے میں اپنی سواری سے اتر کر ان کے گھر تک ان کے ساتھ ساتھ جاتے۔ اس احترام کی وجہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد تھا کہ عباسؓ کو دیکھ دیکھ کر میری یاد تازہ کیا کرو کیونکہ وہ میرے چچا اور میرے والد کے مثل جانے ہیں۔ ایک روایت میں آپ ﷺ کے یہ لفظ ہیں کہ اس لئے کہ وہ میرے آباء و اجداد کی نشانی ہیں (یعنی خاندانی بڑوں میں وہ ہی باقی ہیں)۔

غرض اس کے بعد ام معبد کے واقعے کی طرف آتے ہیں، ام معبد نے اپنی اس بکری کے بارے میں کہا ہے کہ ہم اس کے بعد صبح شام اس کا دودھ نکالتے رہے حالانکہ چراگاہوں میں تھوڑا یا بہت کچھ بھی چارہ نہیں تھا جس سے مویشی اپنا پیٹ بھر سکتے۔

ابو معبد کو واقعہ کی اطلاع :۔..... شام کو ام معبد کے شوہر ابو معبد آئے۔ علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ ان کا نام معلوم نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام اکثم تھا جیسا کہ گزرا۔ ایک قول یہ ہے کہ حبیس تھا اور ایک قول کے مطابق عبد اللہ تھا۔ یہ شام ہونے کے بعد بھوکی بکریوں کو ہنکاتے ہوئے آئے تو انہوں نے وہاں وہ دودھ رکھا ہوا دیکھا جو آنحضرت ﷺ نے اس بکری سے نکالا تھا، انہیں دودھ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی اور کہنے لگے۔

"اے ام معبد! یہ دودھ کیسا رکھا ہوا ہے؟ گھر میں تو کوئی دودھ دینے والی بکری بھی نہیں ہے؟"

یعنی گھر میں جو بکری تھی وہ تو دے نہیں سکتی کیونکہ اس کو تو کسی نر نے چھوا بھی نہیں ہے، یہاں اس بکری کو عازب کہا گیا ہے جس کے معنی یہ کئے گئے ہیں کہ جسے نر نے نہ چھوا ہو۔ مگر کتاب نور میں عازب کی تشریح دور کی چراگاہ سے کی گئی ہے جہاں سے جانور رات کو گھر واپس نہ آسکے۔ صحاح میں عازب کے معنے یہ دیئے گئے ہیں کہ وہ گھاس جو بہت دور اور ویران جگہ ہو کہ نہ اسے جانور کھا سکیں اور نہ وہ پیروں تلے روندا جاتا ہو

غرض اپنے شوہر کی حیرت دیکھ کر ام معبد نے ان سے کہا

"آج ہمارے پاس ایک بہت مبارک شخص کا گزر ہوا تھا"

شوہر سے مبارک مہمان کا غائبانہ تعارف :۔..... ابو معبد نے کہا اس کی پہچان تو بتاؤ۔ ام معبد نے کہا "میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جن کا چہرہ نورانی تھا اور ان کی آنکھیں ان کی لانبی پلکوں کے نیچے چمکتی تھیں، ان کی آنکھیں گہری سیاہ اور گہری سفید تھیں۔"

مگر اس روایت میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی آنکھوں کی سفیدی گہری سفیدی نہیں تھی بلکہ آپ کو اشکل العینین کہا گیا ہے جس کے معنی ہیں کہ آنکھوں کی سفیدی میں سرخی بھی شامل ہو یہ انسان کی بلندی کا نشان ہوتی ہے اور قدیم آسمانی کتابوں میں اس کو آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک بتلایا گیا ہے جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

غرض اسکے بعد ام معبد نے کہا،

"ان کی آواز میں نرمی تھی اور وہ درمیانہ قد کے تھے یعنی نہ لمبے تھے اور نہ پستہ قد تھے، مطلب یہ ہے کہ نہ تو اتنے لمبے تھے کہ ایسی لمبائی کو دیکھ کرنا گواری محسوس ہو اور نہ ایسے پستہ قد تھے کہ جسے دیکھ کر حقارت پیدا ہو، نہ تو بھاری اور بڑے پیٹ کے تھے، نہ ان کا سر بہت بڑا تھا اور نہ گردن چھوٹی تھی جو بدنما معلوم ہوں، جب وہ خاموش ہوتے تھے تو ان پر باوقار سنجیدگی ہوتی تھی، ان کا کلام ایسا مرتب تھا جیسے کسی لڑی میں موتی پروئے ہوئے ہوں، اپنے ساتھیوں میں وہ سب سے زیادہ خوبصورت اور حسین تھے، ان کے ساتھی ان کے اشارے کے منتظر رہتے تھے، اگر وہ کسی بات کا علم دیتے تھے تو ان کے ساتھی جلد سے جلد اس کو پورا کرنا چاہتے تھے اور اس اگر کسی بات سے روکتے تھے تو اسی گھڑی ترک کر جاتے تھے۔"

(قال) ایک روایت میں ہے کہ ام معبد نے یہ کہا تھا (اس روایت میں عربی الفاظ کے فرق سے وہی صفات بیان کی گئی ہیں البتہ اس میں یہ بھی ہے) کہ جو انتہائی خوش اخلاق شخص تھے، ان کی گردن سے نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں اور ان کی داڑھی نہ زیادہ لمبی تھی اور نہ غیر معمولی گھنی تھی، ان کی دونوں ابرو ئیں ملی ہوئی تھیں، بال نہایت سیاہ تھے جب خاموش ہوتے تو وقار ظاہر ہوتا اور گفتگو کرتے تو ایسی بلندی اور عظمت ظاہر ہوتی جس سے سننے والے متاثر ہو جائیں، دور سے دیکھنے میں بے حد شاندار اور قریب سے دیکھنے میں نہایت حسین و جمیل۔ نہایت میٹھی بات کرنے والے۔ (اس کے بعد وہی تفصیلات ہیں جو گذشتہ روایت میں بیان ہوئیں) ان پر نظر پڑنے کے بعد پھر دوسری طرف نہیں اٹھتی۔ اپنے ساتھیوں میں وہ سب سے زیادہ وجیہہ اور حسین و جمیل تھے اور سب سے زیادہ بلند مرتبہ تھے، ان کے ساتھی ان کے چشم و ابرو کا اشارہ دیکھتے تھے اگر وہ کہتے خاموش ہو جاؤ تو وہ سب اسی لمحہ چپ ہو جاتے، اور اگر کوئی حکم دیتے تو ان کے ساتھی اسی آن اس کو کرتے، وہ مخدوم و محترم تھے اور ہر شخص ان کی خدمت کے لئے پیش رہتا تھا، نہ وہ تنگ مزاج تھے اور نہ غصہ ور اور جھڑکنے والے۔!"

غرض یہ تفصیل اور اجنبی مہمان کی یہ تعریف و توصیف سننے کے بعد ابو معبد نے کہا،

"خدا کی قسم! یہ حلیہ اور صفات تو ان ہی قریشی بزرگ کی ہیں اگر میں ان کو دیکھتا تو ان کی پیروی اختیار کر لیتا اور میں اب اس کی کوشش کروں گا۔"

ابو معبد کے گھرانے کا اسلام:-...... کتاب امتاع میں ہے کہ ام معبد نے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کے لئے ایک بکری ذبح کر کے پکائی تھی آپ ﷺ نے وہ کھائی، پھر باقی گوشت میں سے ام معبد نے آنحضرت ﷺ کے زادِ راہ کے لئے اتنا ساتھ کر دیا جو اس سفر میں کافی ہو سکے، اس کے بعد بھی کافی گوشت ام معبد کے پاس بچ رہا تھا۔

کتاب خصائص کبریٰ میں ہے کہ ام معبد (آنحضرت ﷺ کی بلندی و عظمت دیکھ کر اس قدر متاثر ہو گئی تھیں کہ وہ) آپ ﷺ کی روانگی سے پہلے ہی مسلمان ہو گئیں اور پھر آنحضرت ﷺ نے ان سے بیعت لی۔ علامہ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ ام معبد نے ہجرت کی اور مسلمان ہو گئیں، نیز اسی طرح ان کے شوہر نے بھی ہجرت کی اور مسلمان ہو گئے تھے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: علامہ بغوی کی کتاب شرح السنۃ میں یہ ہے کہ ام معبد اور ان کے شوہر ہجرت

Presented by Ziaraat.Com

کر کے مدینے چلے گئے تھے، نیز ام معبد کے بھائی حبیش ابن اصفر بھی مسلمان ہوگئے تھے اور فتح مکہ کے دن شہید ہوئے تھے۔ ام معبد کے گھر والوں (کے نزدیک ان کے یہاں آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کا واقعہ اتنا اہم ہوا کہ اس کے بعد انہوں) نے اسی دن کو اپنا سال اور تاریخ یعنی کیلنڈر بنالیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو معبد کو گھر آکر جب آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے اور چلے جانے کی خبر ہوئی تو وہ فوراً آپ ﷺ سے ملنے کے لئے آپ ﷺ کے پیچھے گئے یہاں تک کہ آخر انہوں نے آپ ﷺ کو جالیا، پھر یہیں انہوں نے (مسلمان ہو کر) آپ ﷺ سے بیعت کی اور واپس ہوئے۔

ابن عون کی کتاب اجوبہ مسکتہ میں ایک قول یہ ہے کہ ام معبد سے کسی نے کہا،

"یہ کیا بات ہے کہ تم نے آنحضرت ﷺ کا جو حلیہ اور عادات و شمائل بیان کیں وہ آپ ﷺ کے حلیہ اور صفات کے سب سے زیادہ مطابق یعنی ہو بہو ہیں۔"

ام معبد نے کہا

"تمہیں معلوم نہیں کہ مرد کے لئے عورت کی نظر مرد کے لئے مرد کی نظر سے زیادہ گہری اور صحیح ہوتی ہے!"

ام معبد کے یہاں ایک معجزاتی درخت:۔ ...... علامہ زمخشری کی کتاب ربیع الابرار میں ہند بنت الجون سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ میری خالہ ام معبد کے خیمے میں ٹھہرے تھے تو آپ ﷺ نے نیند سے بیدار ہو کر پانی منگایا، اپنے ہاتھ دھوئے کلّی کی۔ آپ ﷺ نے منہ میں پانی لے کر جو کلّی کی وہ ایک کلنجے دار درخت کی جڑ میں کی جو وہیں خیمہ کے ایک طرف کھڑا ہوا تھا اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ درخت اتنا پھلا پھولا کہ اس سے بڑا کوئی دوسرا درخت نہیں رہا اور اس کی شاخیں بے انتہا گھنی ہو گئیں، پھر اس درخت میں ایک پھل پیدا ہونے لگا جو سبز رنگ کا اور بہت بڑا پھل تھا، اس پھل میں عنبر کی سی خوشبو ہوتی تھی اور اس کا ذائقہ شہد کی طرح میٹھا تھا اگر کوئی بھوکا اسے کھالیتا تو سیر ہو جاتا۔ پیاسا کھالیتا تو اس کی پیاس مٹ جاتی، بیمار کھالیتا تو اچھا ہو جاتا اور کوئی بھی اونٹ یا بکری اس درخت کے پتے کھالیتی تو اس کا دودھ بڑھ جاتا، اسی وجہ سے ہم نے اس کا نام مبارک رکھ دیا تھا۔

ایک روز ہم صبح کو اٹھے تو ہم نے دیکھا کہ درخت کے سب پھل گرے پڑے ہیں اور اس کی پتیاں زرد ہو گئی ہیں، یہ دیکھ کر ہم گھبرا گئے، ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کی خبر آگئی۔

(قال) مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ جس طرح بکری کا معاملہ مشہور ہوا اسی طرح اسی واقعہ کی شہرت کیوں نہ ہوئی؟

حضرت ام معبد سے روایت ہے کہ میرے خیمہ پر ایک مرتبہ سہیل ابن عمرو کے غلام کا گزر ہوا، اس کے پاس دو کچھ الیاں تھیں، میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا،

"نبی کریم ﷺ نے میرے آقا سہیل ابن عمرو کو لکھا تھا کہ آپ ﷺ کو زمزم کا کچھ پانی مدینے میں بھیج دیں۔ اب میں بہت تیزی سے اس لئے جا رہا ہوں کہ کہیں یہ گھڑیاں پانی کو چوس نہ لیں۔"

(ی) کیونکہ آنحضرت ﷺ نے سہیل کو یہ لکھا تھا کہ اگر میرا یہ خط تمہیں رات کو ملے تو ہرگز صبح تک انتظار مت کرنا اور اگر دن میں ملے تو زمزم بھیجنے میں شام ہونے کا انتظار نہ کرنا بلکہ فوراً ہی میرے لئے زمزم کا پانی روانہ کر دینا۔ سہیل نے فوراً دو گھڑیاں لیں اور انہیں زمزم سے بھرا اور اسی وقت اپنے غلام ازہر کو ان کے

Presented by Ziaraat.Com

اونٹ پر بیٹھ کر پالان دے کر روانہ کر دیا۔

مکے میں ان دیکھے شخص کی پکار :۔...... غرض (ادھر تو آنحضرت ﷺ ام معبد کے پاس سے ہوتے ہوئے منزل بمنزل مدینہ منورہ کی طرف بڑھ رہے تھے اور ادھر مکے میں اب تک قریش کو یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ آپ ﷺ اور صدیق اکبرؓ کس طرف اور کہاں تشریف لے گئے ہیں۔ اچانک انہیں ایک پکارنے والے کی آواز سنائی دی جو خود تو نظر نہیں آیا البتہ اس کی آواز سب نے سنی، وہ کچھ شعر پڑھ رہا تھا جن میں آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ اور ام معبد کا ذکر کیا گیا تھا۔ ان شعروں میں سے دو شعر یہ ہیں۔

جَزَى اللّٰهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ
رَفِيقَيْنِ قَالَا خَيْمَتَيْ اُمِّ مَعْبَدٍ

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ہمراہیوں کو جزائے خیر دے جنہوں نے ام معبد کے خیمے پر ٹھہر کر آرام کیا۔

هُمَا نَزَلَا بِالْبِرِّ ثُمَّ تَرَحَّلَا
فَاَفْلَحَ مَنْ اَمْسٰى رَفِيقَ مُحَمَّدٍ

ترجمہ :۔ وہ دونوں خیر اور ہدایت لے کر وہاں پہنچے اور پھر آگے چلے گئے، لہٰذا وہ کامیاب و کامران ہو گیا جس نے آنحضرت ﷺ کی ہمراہی اختیار کی۔

اس طرح قریش کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ مدینے کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ یمن کے راستے میں بھی ایک مقام ہے جس کو خیم اور بئر اُمّ معبد یعنی ام معبد کا کنواں کہا جاتا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس سے یہ ام معبد مراد نہیں ہیں جن کے یہاں مدینے جاتے ہوئے آنحضرت ﷺ ٹھہرے تھے۔

جہاں تک اس خبر کا تعلق ہے جو کفار قریش کو آنحضرت ﷺ کے غار سے روانہ ہونے کے اگلے دن ملی تھی تو ممکن ہے وہ یہی کسی ان دیکھے پکارنے والے کی صدا ہو یا پھر ممکن ہے کہ ان شعروں کے سنائی دینے کے بعد، کسی اور شخص نے قریش سے اس کا ذکر کیا ہو جسے لوگوں نے دیکھا بھی ہو۔

اسی پکارنے والے کے متعلق قصیدہ ہمزیہ کے شاعر نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

وَتَغَنَّتْ بِمَدْحِهِ الْجِنُّ حَتّٰى
اَطْرَبَ الْاِنْسَ مِنْهُ ذَاكَ الْغِنَاءُ

مطلب :۔...... جنات نے آنحضرت ﷺ کے بہترین اوصاف کو ایک نغمہ کی صورت میں بیان کیا جس سے دل خوش ہوتے ہیں چنانچہ جب انسانوں نے اس نغمے کو سنا تو ان کے دلوں میں طرب و شادمانی پیدا ہوئی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ کفار قریش کو ایک ان دیکھے پکارنے والے کے اس شعر سے آنحضرت ﷺ کے مدینے جانے کا علم ہوا تھا۔

اِنْ يَسْلَمِ السَّعْدَانِ يُصْبِحْ مُحَمَّدٌ
مِنَ الْاَمْرِ لَا يَخْشٰى خِلَافَ الْمُخَالِفِ

ترجمہ :۔ اگر دونوں سعد مسلمان ہو گئے تو حضرت محمد ﷺ کو کسی بھی معاملے میں کسی مخالف کی مخالفت کا خوف نہیں رہے گا۔

لوگوں نے اس جگہ سعادت اور سعد سے مراد لیتے ہوئے کہا کہ یہ سعد ابن غرض الکادون ہوا تو انہیں پھر اسی پکارنے والے کی آواز آئی جو یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

فَيَا سَعْدُ سَعْدَ الْأَوْسِ كُنْ أَنْتَ مَانِعًا
وَيَا سَعْدُ سَعْدَ الْخَزْرَجِ الْغَطَارِفِ

ترجمہ: پس اے اوس کے سعد اور اے قبیلہ خزرج کے تم دونوں آنحضرت ﷺ کے محافظ بن جاؤ۔

اب لوگوں نے کہا کہ اوس کے سعد حضرت سعد ابن معاذ ہیں اور خزرج کے سعد سعد ابن عبادہ ہیں، مگر اس بات میں شبہ ہے کیونکہ یہ دونوں سعد اس سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے، لہذا یہ کہنا مناسب نہیں رہتا کہ اگر یہ دونوں سعد مسلمان ہو گئے!

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: مگر یہ ممکن ہے کہ یہاں اس شعر میں ان کے معنی لو کے ہوں، یعنی آنحضرت ﷺ کا مامون ہونا اور کسی مخالف کی مخالفت سے محفوظ ہونا ان دونوں سعد کے اسلام کی وجہ سے تھا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ مراد ان دونوں کا اسلام پر باقی رہنا (یعنی اگر یہ دونوں اسلام پر باقی رہے تو آنحضرت ﷺ مامون ہیں، اس امکان کی وجہ یہ ہے کہ اصل یعنی کتاب عیون الاثر میں ہے کہ ان دونوں شعروں کی آواز آنا اور مکے میں ان کا سنا جانا سعد ابن معاذ کے اسلام لانے سے پہلے کی بات ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ سعد نام کے لوگ کل سات تھے جن میں چار تو قبیلہ اوس کے تھے جو یہ ہیں سعد ابن معاذ، سعد ابن خثیمہ، سعد ابن عبید اور سعد ابن زید۔ اور تین قبیلہ خزرج میں تھے جو یہ ہیں۔ سعد ابن عبادہ، سعد ابن ربیع اور سعد ابن عثمان ابو عبیدہ۔ واللہ اعلم۔

یہاں سراقہ کا قصہ پہلے بیان کیا گیا ہے اور ام معبد کا واقعہ بعد میں بیان ہوا ہے، یہ اصل یعنی کتاب عیون الاثر کے مطابق ترتیب ہے، انہوں نے واقعات کی ترتیب کا بہت زیادہ خیال رکھا ہے اگرچہ ترتیبی لحاظ سے ام معبد کا واقعہ سراقہ کے واقعہ سے پہلے کا ہے جیسا کہ ایک بڑی جماعت نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔

اقول مؤلف کہتے ہیں: اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب قریش کے لوگوں کو اس ان دیکھے پکارنے والے کی آواز آنے سے پہلے یہ معلوم نہیں تھا کہ آنحضرت ﷺ کس طرف تشریف لے گئے ہیں اور اس پکارنے والے نے ام معبد کا ذکر کیا تھا (سراقہ کا ذکر نہیں کیا تھا) لہذا سراقہ کا واقعہ اس وقت تک پیش ہی نہیں آیا ہوگا۔

مکے میں حضرت اسماءؓ پر ابو جہل کا غصہ:-...... حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ (غار کے لئے) تشریف لے گئے تو ہمارے پاس قریش کے کچھ لوگ آئے جن میں ابو جہل بھی تھا وہ لوگ آکر دروازے پر ٹھہر گئے، میں باہر نکل کر آئی تو انھوں نے کہا کہ تمہارے باپ یعنی ابو بکر کہاں ہیں، میں نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں، ابو جہل نے اس پر ہاتھ اٹھایا اور پوری قوت سے میرے رخسار پر تھپڑ مارا جس سے میرے کان کی بالی ٹوٹ کر گر گئی۔

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے واپس چلے گئے اور تین راتیں گزر گئیں، ہمیں نہیں معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ کہاں تشریف لے گئے ہیں، یہاں تک کہ اچانک مکے کے زیریں حصے سے ایک جن آیا جو کچھ شعر پڑھ رہا تھا، لوگوں اس کے پیچھے پیچھے چلے اور اس کی آواز سننے لگے وہ شخص اسی طرح چلتے ہوئے بالائی مکہ کی طرف جاکر غائب ہو گیا وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا (جو پیچھے بیان ہو چکے ہیں یعنی جزی اللہ رب الناس) کتاب اصل میں اسی طرح ہے۔

اس میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت اسماءؓ کا ایک طرف یہ قول ہے کہ، جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے، اور اسی روایت میں آگے یہ قول ہے کہ تین راتیں گزر گئیں ہمیں نہیں معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ کہاں تشریف لے گئے ہیں۔ اس شبہ کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ شاید آپ ﷺ کے جانے سے مراد غار کے لئے جانا ہے اور تین راتیں گزرنے سے مراد غار سے روانگی کے بعد کی تین راتیں ہیں، مگر پیچھے یہ بات گزر چکی ہے کہ غار سے آپ ﷺ کی روانگی کے اگلے دن قریش کو آپ ﷺ کے مدینے کی طرف جانے کی خبر ہو چکی تھی، ادھر یہ بھی گزرا ہے کہ قریش کو آپ ﷺ کے مدینے جانے کا حال کسی ان دیکھے پکارنے والے کی زبانی ہی معلوم ہوا تھا۔ روایتوں کا یہ اختلاف قابل غور ہے۔

کتاب اصل کے مصنف نے اپنے شیخ حافظ دمیاطی کی پیروی میں یہ بات کہی ہے کہ سراقہ کا واقعہ اُمّ معبد کے واقعے کے بعد ہوا ہے۔ (جب کہ پیچھے گزرا ہے کہ علماء کی ایک بڑی جماعت سراقہ کے واقعہ کو اُمّ معبد کے واقعہ سے پہلے مانتی ہے، اس بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے حافظ دمیاطی نے ترتیب کی پابندی نہ کی ہو مگر اس صورت میں ان کی پیروی کرنا کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے نیک فالی کا ثبوت :-...... ادھر یہاں ایک روایت ہے جس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہی ام معبد کا واقعہ ہے۔ اس روایت میں ام معبد کے متعلق گزشتہ روایت سے کچھ کمی ہے اور کچھ زیادتی ہے، وہ روایت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس سفر میں بکریوں کے ایک ریوڑ کے پاس سے گزرے، آپ ﷺ نے چرواہے سے پوچھا کہ یہ بکریاں کس کی ہیں، اس نے کہا ایک مسلمان کی ہیں، آپ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور (لفظ مسلمان کی رعایت سے) فرمایا۔

"انشاء اللہ! تمہیں سلامتی حاصل ہے!"

پھر آپ ﷺ نے چرواہے سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا مسعود آپ ﷺ پھر صدیق اکبرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

"انشاء اللہ سعادت اور خوش بختی تمہارا مقدر ہے!"

انعام کے لالچ میں بُریدہ آپ ﷺ کے تعاقب میں :-...... کتاب امتاع میں ہے کہ بُریدہ ابن خصیب اسلمی سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی جو اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ تھے آپ ﷺ نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جس پر یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

کتاب شرف میں ہے کہ بُریدہ کو جب قریش کے اس انعام کے اعلان کے متعلق خبر ہوئی جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو گرفتار کرنے یا قتل کرنے والے کے لئے رکھا تھا تو انہیں لالچ ہوا کہ وہ یہ انعام حاصل کریں چنانچہ وہ اپنے خاندان یعنی گھر کے ستر آدمیوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی تلاش میں نکلے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ یہ لوگ اسی گھروں کے آدمی تھے، اب اس روایت کی روشنی میں گھر والوں سے مراد ان کی قوم کے لوگ ہوں گے۔

غرض انہوں نے آنحضرت ﷺ کو پالیا، آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ بُریدہ لفظ بُرد سے بنا ہے جس کے معنی ٹھنڈک کے ہیں، پھر آپ ﷺ فوراً ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور لفظ بُریدہ کی نسبت سے فرمایا

Presented by Ziaraat.Com

"ہمارا معاملہ (دشمنوں کے حق میں) ٹھنڈا اور ٹھیک ہو گیا۔"

پھر آپ ﷺ نے پوچھا تم کس قوم سے ہو؟ انہوں نے کہا۔

"بنی سہم کے ان لوگوں میں سے جو مسلمان ہو گئے ہیں۔"

سہم تیر کو کہتے ہیں، آپ ﷺ نے سہم اور مسلمان کے لفظوں کی رعایت سے فرمایا۔

"ہمیں سلامتی حاصل ہو گئی اور ابو بکر تمہارا تیر نکل گیا۔"

ان باتوں کی بنیاد یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ فال لے لیا کرتے تھے مگر بدشگونی کی اجازت نہ دیتے تھے جیسا کہ اس بارے میں تفصیل گذشتہ کسی قسط میں گزر چکی ہے۔

بریدہ معہ ساتھیوں کے آغوش اسلام میں :-...... اس کے بعد بریدہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا آپ ﷺ کون ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میں اللہ کا رسول محمد ابن عبد اللہ عبد المطلب ہوں۔"

یہ سنتے ہی بریدہ نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ نیز ان کے ساتھ جو دوسرے لوگ تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ (ی) اور اس کے بعد بریدہ اور ان کے ساتھیوں نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی، اس کے بعد بریدہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! آپ ﷺ مدینے میں داخل ہوں تو آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہونا چاہئے۔"

پھر حضرت بریدہؓ نے اپنا عمامہ کھول کر اسے ایک نیزے میں باندھا اور آپ ﷺ کے آگے آگے جھنڈا اٹھا کر چلے، پھر جیسا کہ کتاب وفا میں ہے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی آپ ﷺ کس کے یہاں جا کر اتریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میری اونٹنی اللہ کی طرف سے مامور ہے۔"

(یعنی اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی حکم ملا ہوا ہے اور یہ اپنی جگہ خود ہی رکے گی وہیں میں ٹھہروں گا) پھر بریدہ نے کہا۔

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بنی سہم یعنی ان کی قوم کے لوگ بغیر کسی کی زبردستی کے خود اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے۔"

منزل مراد مدینہ میں قدم رنجہ

مدینہ میں آمد آمد کا غلغلہ :-...... ادھر جب مدینے کے مسلمانوں کو ان کے یہاں آنے کے لئے آنحضرت ﷺ کی مکے سے روانگی کی خبر ہوئی تو وہ آپ ﷺ کے انتظار میں ایک ایک پل گننے لگے اور آپ ﷺ کی راہ دیکھنے کے لئے وہ روزانہ صبح ہی مدینے سے باہر نکل کر حرّہ کے مقام پر آجاتے اور جب دوپہر کو دھوپ کی تیزی ناقابل برداشت ہو جاتی تو واپس مدینے چلے جاتے۔

استقبال کے لئے شہر سے باہر آنے والوں کی بے تابی :-...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: غالباً مدینے والے تین دن تک آ کر جو مایوس لوٹے وہ اس وجہ سے کہ مکے سے روانہ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ کو جتنی

Presented by Ziaraat.Com

مدت میں مدینے پہنچنا چاہیے تھا اس سے آپ ﷺ کو تین دن زائد لگے کیونکہ آپ ﷺ تین رات غار میں ٹھہرے تھے (لہذا مدینے والے جب پہلے دن آپ ﷺ کے استقبال کے لئے آئے تو ان کے اندازے کے مطابق وہ آپ ﷺ کی مکے سے روانگی کے لحاظ سے مدینے پہنچنے کا صحیح دن تھا پھر اس دن آپ ﷺ نہ آئے تو وہ اگلے اور تیسرے دن آئے کیونکہ ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مکے سے روانگی کے بعد آپ ﷺ تین دن غار میں بھی ٹھہرے ہیں)۔

غبار راہ میں سے قافلۂ رسول ﷺ کی جھلک: ـ......ایک دن مدینے والوں کو شہر سے باہر آپ ﷺ کے انتظار میں آئے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی، جب سورج کی گرمی تیز ہو گئی اور وہ پھر مایوس ہو کر لوٹنے لگے تو اچانک ایک یہودی شخص سامنے پھیلے ہوئے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر چڑھ کر کچھ دیکھنے لگا، اس کو رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ سفید لباسوں میں نظر آگئے، کیونکہ راستے میں آنحضرت ﷺ کو حضرت زبیر ملے جو ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام سے واپس آرہے تھے انہوں نے آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ کو سفید کپڑے پہننے کے لئے ہدیہ کیے تھے جیسا کہ بخاری میں ہے۔ مگر ایک قول یہ ہے کہ آپ دونوں کو حضرت طلحہ ابن عبید اللہ نے یہ لباس پہنوائے تھے۔

ممکن ہے آپ ﷺ کو یہ دونوں حضرات راستے میں یکے بعد دیگرے ملے ہوں اور انہوں نے آپ ﷺ کو صدیق اکبرؓ کو یہ لباس ہدیہ کیے ہوں۔ حافظ دمیاطی نے اگرچہ اس دوسرے قول کو ترجیح دی ہے مگر اس طرح ایک قول کو ترجیح دینے کے مقابلے میں دونوں روایتوں کے درمیان یہ مطابقت زیادہ بہتر ہے۔ اسی لئے علامہ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اگرچہ یہ دوسرا قول محض سیرت کی کتابوں میں ہے جبکہ پہلی حدیث بخاری کی ہے مگر حافظ دمیاطی نے اپنی عادت کے مطابق صحاح کی روایت کے مقابلے میں ایک سیر کے قول کو ترجیح دے دی۔ مگر علامہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حافظ دمیاطی کی یہ عادت ابتدائی دور میں ہی تھی، جب صحیح احادیث پر ان کی نظر گہری ہوتی گئی تو انہوں نے ایسی بہت سی احادیث سے رجوع کو مناسب سمجھا جن کو سیرت نگاروں نے صحیح حدیثوں کی مخالفت کر کے متفقہ طور پر قبول کر لیا تھا۔

غرض جب اس یہودی نے آنحضرت ﷺ کے قافلے کو گرد سے نکل کر بالکل صاف طور پر دیکھ لیا تو وہ ایک دم بلند آواز سے پکار اٹھا۔

"اے گروہ عرب! جن کا تمہیں انتظار تھا وہ آگئے۔!"

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ کا قافلہ مدینے کے قریب پہنچ گیا تو اس نے ایک دیہاتی کو ابی امامہ اور ان کے انصاری ساتھیوں کے پاس اطلاع دے کر بھیجا، ان دونوں باتوں کے پیش آنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اس اطلاع پر مسلمان جلدی جلدی ہتھیار لگا کر دوڑے اور حرہ کے مقام پر آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب وہ لوگ آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ اس وقت ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے، یہ درخت غالباً حرہ کے قریب تھا لہذا ان باتوں میں کوئی مخالفت نہیں رہتی۔

خوش آمدید: ـ...... آپ ﷺ کے پاس پہنچ کر ان انصاری مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ سے عرض کیا

Presented by Ziaraat.Com

"اطمینان اور امن وامان کے ساتھ آپ ﷺ مدینے میں داخل ہو جائیے!"

قباء میں قیام ایک روایت میں ہے کہ پانچ سو سے کچھ زائد انصاریوں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا اور عرض کیا کہ آئیے امن وامان اور عزت واحترام کے ساتھ سوار ہو کر تشریف لائیے۔ مگر آپ ﷺ وہاں سے دائیں جانب کو آگے بڑھے اور بنی عمرو ابن عوف کے یہاں قبا کے مقام پر آپ ﷺ اترے، یہ پیر کا دن تھا اور ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی، آپ ﷺ نے بنی عمرو میں کلثوم ابن ہدم کے گھر قیام فرمایا، یہ بنی عمرو کے ایک بزرگ تھے۔ بنی عمرو کا خاندان قبیلہ اوس میں سے تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس وقت تک یہ کلثوم مشرک تھے بعد میں مسلمان ہو گئے تھے اور غزوۂ بدر سے پہلے ہی یسیر کے مقام پر ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی یہ مسلمان ہو گئے تھے، جس وقت آنحضرت ﷺ ان کے یہاں پہنچے تو کلثوم نے اپنے ایک غلام کو آواز دی جس کا نام نجیح تھا (نج کے معنے کامیاب ہونے کے ہیں) آنحضرت ﷺ نے اس نام سے نیک فال لیتے ہوئے صدیق اکبرؓ سے فرمایا۔

"ابو بکر! اہم کامیاب ہو گئے!"

یہاں قباء میں آپ ﷺ نے قیام تو حضرت کلثوم کے یہاں فرمایا مگر آپ ﷺ اپنی مجلس اور صحابہ کے ساتھ نشست سعد ابن خیثمہ کے مکان پر فرماتے کیونکہ وہ یہاں اکیلے رہتے تھے ان کے گھر والے نہیں تھے!

سعد کو اس روایت میں عزب کہا گیا ہے عزب اس شخص کو کہتے ہیں جس کے بیوی بچے نہ ہوں، ان کے گھر کو منزل عزاب کہا جاتا تھا، مگر اس لفظ سے اعزب کا لفظ نہیں بنتا، اگرچہ ایک قول یہ ہے کہ یہ لفظ تو درست ہے مگر یہ پست درجے کا اور غیر فصیح لفظ ہے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے قیام سعد ابن خیثمہ کے یہاں ہوا تھا، مگر اس دوسری روایت سے ان دونوں باتوں میں موافقت پیدا ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کا قیام تو کلثوم کے مکان پر ہوا اور مجلس سعد کے یہاں ہوئی (جس کو بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ کا قیام ہی سعد کے یہاں ہوا) حافظ دمیاطی نے بھی اسی موافقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت علیؓ کی مکے سے روانگی :-...... حضرت علیؓ جب مدینے آئے تھے تو قباء میں وہ بھی کلثوم کے گھر ہی اترے تھے، وہ آنحضرت ﷺ کی مکے سے روانگی کے تین رات بعد تک وہیں ٹھہرے تھے، ان تین دنوں میں وہ آنحضرت ﷺ کے حکم مطابق ان امانتوں کو ان کے مالکوں کے پاس پہنچاتے رہے جو آپ ﷺ کے پاس جمع تھیں جیسا کہ بیان ہوا، جب آنحضرت ﷺ مدینے کے لئے روانہ ہو گئے تو حضرت علیؓ نے مکے میں ابطح کے مقام پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ جس کی کوئی امانت رسول اللہ ﷺ کے پاس رہی ہو وہ آکر اپنی امانت لے لے، جب یہ کام پورا ہو گیا تو ان کے پاس آنحضرت ﷺ کا خط آیا کہ وہ آپ ﷺ کے پاس آجائیں چنانچہ حضرت علیؓ نے سواریاں خریدیں اور مدینے آگئے ان کے ساتھ فاطمائیں بھی تھیں، نیز ان کے ساتھ ام ایمن ان کے بیٹے ایمن اور کمزور مسلمانوں کی ایک جماعت بھی تھی۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: آگے ایک روایت آرہی ہے جو اس روایت کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینے میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر اترے تو آپ ﷺ نے زید ابن حارثہ اور ابو رافع

Presented by Ziaraat.Com

کو مکے بھیجا، آپ نے ان کے ساتھ پانچ سو درہم اور دو اونٹ بھی بھیجے کہ ان پر حضرت فاطمہ، حضرت اُمّ کلثوم جو آپ ﷺ کی بیٹی تھیں، آپ ﷺ کی اہلیہ حضرت سودہ، اُمّ ایمن، ان کے بیٹے اور اسامہؓ کو لے آئیں۔

اب اس بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلانے کے لئے روانہ کیا تھا وہ جعفر بن زید اور ابورافع کے ساتھ بھیجا ہو اور وہ دونوں حضرت علیؓ کے ساتھ آئے ہوں۔ یہ روایت اس گذشتہ روایت کے خلاف نہیں ہوتی کہ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے جانے کے بعد امانتوں کی واپسی کے لئے تین رات مکے میں ٹھہرے تھے کیونکہ امانتوں کی واپسی میں اتنی ہی مدت لگی اس کے بعد وہ آپ ﷺ کا خط آنے تک ٹھہرے۔ اب گویا حضرت علیؓ قباء میں کلثوم کے یہاں ٹھہرنے کے بعد مدینے میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ لہٰذا یہاں کوئی شبہ نہیں پیدا ہونا چاہئے۔

مگر سیرت ابن ہشام میں یہ ہے کہ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ قبا میں کلثوم کے یہاں ٹھہرے تھے (یعنی حضرت علیؓ قبا میں اسی دوران میں پہنچ گئے تھے جبکہ آپ ﷺ بھی وہاں ٹھہرے ہوئے تھے) اب یہ بات اسی صورت میں درست ہو سکتی ہے جب کہ آنحضرت ﷺ قبا میں آٹھ دس روز ٹھہرے ہوں، جیسا کہ آگے بیان آرہا ہے، مگر اس صورت میں یہ بات اس روایت کے خلاف ہو جائے گی جس میں ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس مکے میں زید اور ابورافع آنحضرت ﷺ کا خط لے کر پہنچے تھے کیونکہ اس میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو قبا سے مدینے پہنچنے کے بعد بھیجا تھا۔

رہگزر عشق میں آبلہ پائی:........ کتاب امتاع میں ہے کہ جب حضرت علیؓ مکے سے ہجرت کر کے روانہ ہوئے تو وہ رات میں سفر کرتے اور دن میں کہیں چھپ رہتے :- یہاں تک کہ چلتے چلتے ان کے پیر زخمی ہو گئے۔ جب وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے ان کو گلے لگالیا اور ان کے پیروں پر ورم دیکھ کر آپ ﷺ رونے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں پر اپنا لعاب دہن لگا کہ ان کو حضرت علیؓ کے پیروں پر پھیر دیا جس کے بعد ان کے پیروں میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

حضرت علیؓ کے پیروں میں چھالے پڑ جانے کی یہ بات ان کے پاس سواری ہونے کے باوجود درست ہو سکتی ہے، کیونکہ ممکن ہے وہ اپنے پاس سواری ہونے کے باوجود محض اسی وجہ سے پیدل ہی روانہ ہوئے ہوں تاکہ زیادہ سے زیادہ ثواب ملے۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت علیؓ قبا میں ایک یا دو رات ٹھہرے تھے، وہاں انہوں نے ایک مسلمان عورت دیکھی جس کے شوہر نہیں تھا، اس عورت کے پاس آدھی رات میں ایک شخص آتا اور دروازہ پر دستک دیتا عورت نکل کر باہر آتی تو وہ آنے والا اپنے پاس سے ان کو کوئی چیز دیتا جسے وہ عورت لے لیتی، حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ عجیب ماجرا دیکھا تو اس سے اس کے متعلق پوچھا، اس نے کہا۔

"یہ شخص سہل ابن حنیف ہے اس کو یہ معلوم ہو گیا کہ میں بے سہارا اور تنہا عورت ہوں، چنانچہ اب یہ شام کو اپنی قوم کے بتوں کو جا کر توڑتے ہیں اور ان کی لکڑی لا کر مجھے دیتے ہیں کہ میں ان کو جلاؤں۔"

چنانچہ حضرت علیؓ سہل ابن حنیف کی اس نیکی سے واقف تھے۔ واللہ اعلم

(قال) حضرت ابوبکرؓ یہاں پہنچ کر حبیب ابن اساف کے یہاں ٹھہرے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ خارجہ ابن زید کے یہاں ٹھہرے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

تاریخ اسلام میں پیر کے دن کی اہم حیثیت :۔...... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ تمہارے نبی پیر کے دن پیدا ہوئے، پیر ہی کے دن ان کی والدہ کو ان کا حمل ہوا تھا، پیر ہی کے دن آپ ﷺ مکے یعنی غار ثور سے مدینے کے لئے روانہ ہوئے اور پیر ہی کے دن آپ ﷺ مدینے میں داخل ہوئے۔

حاکم کہتے ہیں اس بارے میں روایات متواتر ہیں کہ آپ ﷺ کی روانگی بھی پیر کے دن ہوئی اور آپ ﷺ کا مدینے میں داخلہ بھی پیر کے دن ہی ہوا۔ بعض علماء نے اس بارے میں مزید یہ بھی لکھا ہے کہ مکہ بھی پیر کے دن ہی فتح ہوا اور حرم میں رکن یمانی بھی پیر کے دن ہی رکھا گیا۔

بعض علماء نے ربیع مالکی سے ایک عجیب و غریب واقعہ نقل کیا ہے، یہ مصر میں رہتے تھے اور عجیب بات یہ تھی کہ پیر کے دن جب یہ سوتے تھے تو صرف ان کی آنکھیں سوتی تھیں ان کا دل نہیں سوتا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ مکہ سے غار کے لئے جس دن روانہ ہوئے وہ جمعرات کا دن تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ جمعہ کی شب، سنیچر کی شب اور اتوار کی شب میں وہاں رہے اور اس طرح آپ ﷺ تیسری رات کے بعد گویا اتوار کی صبح میں غار سے روانہ ہوئے۔ کیوں بخاری میں ہے کہ تیسری رات کی صبح میں آپ ﷺ کے پاس آپ ﷺ کا راہبر سواریاں لے کر پہنچا تھا۔ مگر پیچھے یہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے غار کے لئے آپ ﷺ دونوں کی روانگی رات کے وقت میں ہوئی تھی، ادھر حضرت ابو بکرؓ کا ایک قول گزرا ہے کہ ہم تمام رات چلے یہاں تک کہ اگلے دن دوپہر کا وقت ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ غار سے رات ہی میں نہیں بلکہ شروع رات میں روانہ ہوئے تھے، کیونکہ تمام رات کے لفظ کا مطلب یہ نہیں ہوسکتا کہ رات کے باقی حصے میں چلتے رہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ پوری رات چلتے رہے۔

ادھر بخاری کے حوالے سے یہ بات گزری ہے کہ پھر وہ یعنی راہبر تیسری رات کی صبح میں آپ ﷺ دونوں کی سواریاں لے کر پہنچ گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ رات کے آخری حصے میں آیا تھا جو صبح کے قریب کا وقت ہوتا ہے (اس لئے اس کو صبح کہہ دیا گیا) لہٰذا یہ مقام قابل غور ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ میں رات کے وقت میں داخل ہوئے تھے جیسا کہ مسلم کی روایت ہے حافظ ابن حجرؒ نے ان دونوں باتوں میں اس طرح موافقت پیدا کی ہے کہ آپ ﷺ آخر شب میں مدینہ شہر تک پہنچے اور دن کے وقت شہر میں داخل ہوئے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: غالباً علامہ ابن حجرؒ کی مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ رات کے وقت مدینے کے قریب پہنچے اور دن کی روشنی پھیلنے تک آپ ﷺ نے اسی جگہ قیام فرمایا۔ پھر آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے تو دوپہر کے وقت مدینہ شہر میں داخل ہوئے۔ اب اس روایت اور گزشتہ روایت میں کوئی اختلاف نہیں رہتا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ مدینے میں جمعہ کے دن داخل ہوئے تھے۔ علامہ ابن حجرؒ نے اس قول کو شاذ یعنی کم بتلایا ہے۔ واللہ اعلم

مدینہ میں خوشی کے رمز :۔...... آنحضرت ﷺ کے مدینہ منورہ پہنچنے پر لوگوں کے دلوں میں خوشی کی زبردست لہر دوڑ گئی، چنانچہ حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ میں نے مدینے والوں کو آنحضرت ﷺ کی آمد پر جتنا خوش اور مسرور دیکھا اتنا کبھی کسی موقعہ پر نہیں دیکھا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب وہ دن آیا جس میں آنحضرت ﷺ مدینے میں داخل ہوئے تو

Presented by Ziaraat.Com

خوشی و مسرت کی وجہ سے گویا سارا شہر جگمگانے لگا، عورتیں چھتوں پر چڑھ کر آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کا فرحتناک منظر دیکھنے لگیں اور بلند آواز سے نغمے گا گا کر آپ ﷺ کو خوش آمدید کہنے لگیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینے میں داخل ہوئے تو عورتیں بچے اور لڑکے یہ نغمہ گا گا کر آپ ﷺ کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

ترجمہ :- ثنیات الوداع کی طرف سے چودھویں رات کا چاند ہم پر طلوع ہوا ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا اس سرزمین پر باقی ہے ہم پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔

أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ

ترجمہ :- اے مبارک آنے والے جو ہم میں پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں آپ ﷺ ایسے احکام لے کر آئے ہیں جن کی پیروی اور اطاعت واجب ہے۔

(قال) یہاں ایک اشکال یہ کیا گیا ہے کہ ثنیات الوداع اس سمت میں نہیں ہے جو کے سے مدینے کو آتی ہے بلکہ یہ شام سے کے کو آنے والی سمت میں ہے چنانچہ حافظ ابن قیم نے کتاب ھدیٰ میں غزوۂ تبوک کے ذیل میں لکھا ہے کہ ثنیۃ الوداع شام کی سمت سے مدینے کی طرف ہے کے سے آنے والا اس جگہ سے نہیں گزرتا۔ مگر حافظ ابن حجر نے ان ہی سے اس کے مخالف بات نقل کی ہے مگر غزوۂ تبوک کے بیان میں نہیں۔

اس شبہ کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ قبا سے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ ثنیات الوداع کی طرف سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ بعض علماء نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ مدینے آنے والا شخص ہمیشہ اسی راستے سے شہر میں داخل ہوتا تھا اور جو شخص اس راستہ سے داخل ہونے کا اہتمام نہیں کرتا تھا وہ پھر مدینے سے زندہ واپس نہیں جاتا تھا بلکہ کسی نہ کسی وبا کا شکار ہو کر مر جاتا تھا جیسا کہ یہودیوں کا اعتقاد تھا۔

اس جگہ کو ثنیات الوداع کہنے کا سبب یہ تھا کہ سفر میں جانے والا اس ٹیکرے پر آکر ٹھہرتا تھا اور رخصت کرنے والے یہیں اس کو رخصت یعنی وداع کرتے تھے اسی لئے اس جگہ کو ثنیۃ الوداع کہا جانے لگا۔ ایک قول یہ ہے کہ وداع کرنے والے لوگ چونکہ ثنیہ تک مسافر کو پہنچانے جاتے تھے اس لئے اس جگہ کا یہ نام پڑ گیا، اور یہ کہ یہ نام بہت پرانا اور جاہلیت کے زمانے کا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسلامی دور کا نام ہے اور اسی وجہ سے اس مقام کو یہ نام دیا گیا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں صحابہ نے ان عورتوں کو رخصت کیا تھا جن سے انہوں نے خیبر میں فائدہ اٹھایا تھا اور ان کی خیبر سے واپسی کے وقت انہوں نے ان کو یہیں پر رخصت کیا تھا، یا ممکن ہے یہاں ان لوگوں کو رخصت کیا گیا ہو جو غزوۂ تبوک کیلئے روانہ ہوئے تھے، یہاں شاید کچھ مسافروں کو خود آنحضرت ﷺ نے اس جگہ رخصت فرمایا ہو، غرض اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر آنحضرت ﷺ کے مدینے میں داخل ہونے کے موقعہ پر پڑھے گئے تھے قبا پہنچنے پر نہیں۔ بعض روایتوں کی تفصیل سے یہی معلوم ہوتا ہے مگر بعض دوسری روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر قباء میں داخل ہونے پر پڑھے گئے تھے۔

اب اگر یہ شعر قبا میں داخلے کے وقت پڑھے گئے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ شہر قبا تک کو شامل

www.Ziaraat.Com
Presented by Ziaraat.Com

ہے اور مدینہ بول کر قبا تک کا علاقہ مراد لیا جاتا ہے، چنانچہ پیچھے یہ لفظ گزرے ہیں کہ "آنحضرت ﷺ کے مدینہ پہنچنے پر لوگوں میں خوشی کی زبردست لہر دوڑ گئی چنانچہ حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ ۔ وغیرہ وغیرہ۔" (کیونکہ روایت میں قبا میں آپ ﷺ کے پہنچنے کا ذکر ہے)۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبا بھی مدینہ ہی کہلاتا تھا، آپ ﷺ کے پیر کے دن مدینہ پہنچنے سے یہی مراد ہے اس بنیاد پر جو پیچھے بیان ہوئی کہ مدینہ شہر قبا تک کو شامل ہے اور قبا بول کر بھی مدینہ مراد لیا جاتا ہے چنانچہ حضرت انسؓ کا جو یہ قول گزرا ہے کہ "جب وہ دن آیا جس میں آنحضرت ﷺ مدینے میں داخل ہوئے، اس سے بھی یہی مراد ہوگی، اور غالباً اس روایت سے بھی یہی مراد ہے جو پیچھے گزری ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن مدینے پہنچے اور جیسا کہ بیان ہوا ہے اس روایت کو علامہ ابن حجرؒ نے شاذ کہا ہے۔

لوگوں کی غلطی اور صدیق اکبرؓ کی بروقت تدبیر :۔۔۔۔۔۔ غرض جب آنحضرت ﷺ بیٹھ گئے تو حضرت ابوبکرؓ آپ ﷺ کے پاس کھڑے ہوگئے حضرت ابوبکرؓ بوڑھے تھے یعنی ان کے چہرے سے بڑھاپا ظاہر ہونے لگا تھا، اور آنحضرت ﷺ جوان تھے، یعنی آپ ﷺ کی داڑھی کے بال سیاہ تھے اگرچہ آپ عمر میں ابوبکرؓ سے بڑے تھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے ہجرت کی تھی ان میں حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ کھچڑی بالوں والا کوئی اور نہیں تھا، چنانچہ انصاری مسلمانوں میں جو بھی ایسا شخص آتا جس نے رسول اللہ ﷺ کو ابھی تک نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آتا اور ان کو رسول اللہ سمجھ بیٹھتا، اسی وقت آنحضرت ﷺ پر دھوپ پڑنے لگی تھی حضرت ابوبکرؓ نے جلدی سے کھڑے ہو کر آپ ﷺ پر اپنی چادر سے سایہ کر لیا جس کی وجہ سے اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو پہچاننے میں لوگوں سے غلطی نہیں ہوئی۔ (ی) یعنی آنحضرت ﷺ کے ظہور سے پہلے آپ ﷺ کو دھوپ سے بچانے کے لئے ایک بدلی سایہ کرتی تھی جو نبوت سے پہلے کے عجائبات میں سے ایک تھی جیسا کہ پیچھے بیان ہوا۔

جن روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قبا سے آپ ﷺ جمعہ کے دن روانہ ہوئے تھے ان میں سے بعض علماء کا یہ قول ہے کہ قباء پہنچنے کے بعد آنحضرت ﷺ بنی عمرو ابن عوف کے یہاں پیر کا باقی دن اور منگل بدھ اور جمعرات کا دن ٹھہرے اور پھر جمعہ کے دن آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ قبا میں آٹھ دس دن رہے یہ امام بخاری سے نقل کیا گیا ہے، ابن عتبہ سے یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ بیس رات ٹھہرے اور کتاب ہدیٰ میں یہ ہے کہ آپ ﷺ چودہ دن ٹھہرے اور یہی صحیح مسلم میں بھی ہے، لہٰذا یہ اختلاف قابل غور ہے۔

قبا میں مسجد تقویٰ کی بنیاد :۔۔۔۔۔۔ قبا میں آنحضرت ﷺ نے ایک مسجد قائم فرمائی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی یعنی جس کے متعلق قرآن پاک کی آیت بھی نازل ہوئی، آپ ﷺ نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی۔

کتاب ہدیٰ میں ہے کہ اس مسجد کو مسجد تقویٰ کہنا آنحضرت ﷺ کے دوسرے ارشاد کے خلاف نہیں ہے جو یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کہ وہ مسجد کون سی ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے تو آپ ﷺ نے مدینے کی اپنی مسجد نبوی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تمہاری یہ مسجد۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک کنکری اٹھا کر زمین پر ماری اور فرمایا کہ

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

تمہاری یہ مسجد۔ یعنی مدینے کی مسجد۔ ان دو باتوں میں اختلاف اس لئے پیدا نہیں ہوتا کہ دونوں ہی مسجدیں تقویٰ پر قائم ہوئی ہیں۔ یہاں تک کتاب حدیٰ کا حوالہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ ان کی رائے میں مدینے کی تمام مسجدیں جن میں قبا بھی شامل ہے تقویٰ کی بنیاد پر اٹھائی گئی ہیں۔ (ی) ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ جس مسجد کے بارے میں قرآن پاک میں تقویٰ کی آیت نازل ہوئی وہ قباء کی مسجد ہے۔

قبا سے جمعہ کے دن آنحضرت ﷺ اس وقت روانہ ہوئے جبکہ سورج بلند ہو چکا تھا۔ (قال) ایک قول یہ ہے کہ مسجد قبا جس جگہ بنائی گئی وہ جگہ وہ تھی جہاں کلثوم ابن ہدم کے چھوارے سکھائے جاتے تھے۔ یہ اسلام کی پہلی مسجد ہے جو عام مسلمانوں کے لئے بنائی گئی، لہذا یہ بات اس کے خلاف نہیں ہے کہ اس سے پہلے ہی کچھ مسجدیں بن چکی تھیں کیونکہ وہ مسجدیں مخصوص تھیں عام مسلمانوں کے لئے نہیں تھیں جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ نے مکے میں اپنے مکان کے صحن میں اپنے لئے مسجد بنا رکھی تھی جیسا کہ بیان ہوا۔ مگر ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جس شخص نے مسجد بنائی وہ عمار ابن یاسرؓ ہیں۔

سیرت ابن ہشام میں حکم ابن عیینہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہاں قیام فرمایا حضرت عمار ابن یاسرؓ نے کہا کہ کیوں نہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک ایسا مکان بنادیا جائے جس میں آپ ﷺ سایہ حاصل کیا کریں اور اسی میں نماز پڑھا کریں چنانچہ انہوں نے پتھر جمع کئے اور مسجد بنادی۔ (ی) یعنی جب انہوں نے پتھر جمع کر لئے تو آنحضرت ﷺ نے اس مسجد کی بنیاد رکھی اور حضرت عمارؓ نے اس کی تعمیر مکمل کی، لہذا حضرت عمار ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عام مسلمانوں کے لئے مسجد بنائی۔

(قال) ادھر حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آنے سے پہلے ہم دو سال مدینہ میں رہے جہاں ہم نے مسجدیں آباد کیں اور ان میں نمازیں قائم کیں۔ روایت میں نعمر المساجد کا لفظ ہے اس کو میم پر تشدید کے بغیر پڑھا جائے تو اس کا مطلب وہی ہوگا جو ہم نے لکھا ہے کہ ہم نے مسجدیں آباد کیں اور پھر آگے ہی کی تفسیر اور تشریح ہے کہ نمازیں قائم کر کے مسجدوں کو آباد کیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نعمر کو میم پر تشدید کے ساتھ پڑھا جائے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے مسجدیں تعمیر کیں، گویا آنحضرت ﷺ کے مدینے آنے سے پہلے مدینہ میں کئی مسجدیں بن چکی تھیں۔

مگر اس روایت میں ایک شبہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے عام مسلمانوں کو ہجرت اور آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے درمیان کی مدت تقریباً ڈھائی مہینے بتلائی ہے جیسا کہ بیان ہوا جبکہ حضرت جابرؓ کی اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان بارہ انصاری مسلمانوں کی آنحضرت ﷺ سے (مکے میں عقبہ کے مقام پر آخری) ملاقات اور پھر ان کی مدینے کو واپسی اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی مدینے کو ہجرت کے درمیان دو سال کا فاصلہ ہے۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ حضرت جابرؓ کی مراد اس وقت سے نہیں ہے جبکہ عقبہ کے مقام پر بارہ انصاری ضامنوں کی آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہوئی تھی یعنی عقبہ کی تیسری بیعت کے وقت سے یہ مدت شمار نہیں ہوگی بلکہ عقبہ کے مقام پر آنحضرت ﷺ سے وہ ملاقات مراد ہے جس میں چھ انصاری مسلمانوں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی تھی اور جن میں سے ایک خود حضرت جابرؓ بھی تھے، مگر اس صورت میں یہ مدت دو سال

Presented by Ziaraat.Com

سے بھی زائد ہو جاتی ہے لہذا یہ بات قابل غور ہے۔ (مگر اس میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حضرت جابرؓ کے دو سال کہنے سے پوری اور ٹھیک ٹھیک دو سال کی مدت ہی ہو بلکہ یہ تخمینی مدت بھی ہو سکتی ہے جو کم و بیش ہو سکتی ہے)۔

تعمیر مسجد میں اپنے ہاتھ سے مشقت و محنت :-...... یہ مسجد قباوہ پہلی مسجد ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ کھلے عام اور بلا خوف اور ڈر کے جماعت سے نماز پڑھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ مسجد قبا انصاری اور مہاجر مسلمانوں نے مل کر بنائی تھی جس میں وہ نماز پڑھا کرتے تھے، جب آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے راستے میں قبا میں ٹھہرے تو آپ نے اسی مسجد میں نماز پڑھی اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی، مگر یہ بات سیرت ابن ہشام کے گذشتہ حوالے کے بھی خلاف ہے اور اس روایت کے بھی خلاف ہے جو طبرانی میں مضبوط سند کے ساتھ شموس بنت نعمان سے بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا میں اس وقت آنحضرت ﷺ کو دیکھ رہی تھی جب قبا میں پہنچے، آپ ﷺ نے وہاں قیام فرمایا اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی میں نے آپ ﷺ کو چھوٹے بڑے پتھر اٹھاتے دیکھا جس سے آپ ﷺ پر تھکن کے آثار ظاہر ہوتے، ایسے میں آپ کے کوئی صحابی آگے بڑھتے اور آپ ﷺ سے عرض کرتے،

"یا رسول اللہ! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، یہ پتھر آپ ﷺ مجھے دے دیجئے انہیں میں رکھ دوں گا!"

آپ ﷺ فرماتے۔

"نہیں، تم دوسرا پتھر اٹھالاؤ تاکہ میں یہاں عمارت کی بنیاد رکھوں۔"

ایک حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے اس مسجد کو بنانے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا

"اے قبا والو! حرہ سے میرے پاس پتھر لے کر آؤ!"

مبارک سنگ بنیاد :-...... چنانچہ صحابہ نے آپ ﷺ کے پاس بہت سارے پتھر لا کر ڈھیر کر دیئے، آپ ﷺ نے قبلہ کا رخ متعین فرمایا اور ایک پتھر اٹھا کر رکھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اے ابوبکر! اب ایک پتھر اٹھا کر میرے پتھر کے پاس تم اپنے ہاتھ سے رکھ دو۔"

(جب انہوں نے رکھ دیا تھا) پھر آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ ابوبکرؓ کے پتھر کے پاس ایک پتھر تم اپنے ہاتھ سے رکھ دو، پھر آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ ایک پتھر اب تم اٹھا کر اپنے ہاتھ سے عمرؓ کے پتھر کے پاس رکھ دو۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس طرح گویا آپ ﷺ نے خلافت کے لئے ان حضرات کی ترتیب کی طرف اسی وقت اشارہ فرما دیا تھا۔ آگے مدینے میں مسجد نبوی کی بنیاد کے بیان میں بھی ایسا ہی واقعہ آرہا ہے۔

بہر حال مسجد قبا کے سلسلے میں ان مختلف روایتوں کے درمیان موافقت کی ضرورت ہے (جو آپس میں ایک دوسری روایت کے مخالف ہیں اگر ان سب روایتوں کو درست مانا جائے تو ان میں موافقت کی ضرورت ہو گی اور اگر یہ سب روایتیں صحیح نہیں ہیں تو اس کی ضرورت نہیں رہتی)۔

مسجد قبا کا بلند و بالا رتبہ :-...... قبا سے مدینہ منورہ جانے کے بعد آنحضرت ﷺ ہر سنیچر کے دن کبھی پیدل اور کبھی سواری پر یہاں اس مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔ نیز اس مسجد کی عظمت کے سلسلے میں

Presented by Ziaraat.Com

آپ ﷺ نے فرمایا،

"جس شخص نے مکمل اور صحیح طور پر وضو کی اور پھر مسجد قبا میں آکر نماز پڑھی تو اس کو ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔"

امام ترمذی اور حاکم نے ایک روایت بیان کی ہے۔ جس کو ان دونوں نے صحیح کہا ہے۔ یہ روایت حضرت اسید ابن حضیرؓ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد قبا میں پڑھی جانے والی نماز ایک عمرہ کے برابر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے پیر اور جمعرات کے دن مسجد قبا میں نماز پڑھی اس کو عمرہ کا ثواب حاصل ہوا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ پیر اور جمعرات کے دن مسجد قبا میں جایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے۔

"چاہے یہ کسی بھی جگہ ہوتی۔ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ، چاہے یہ مسجد دنیا کے کسی کونے میں ہوتی میں اپنے اونٹ کے کھروں کو گھستا ہوا یہاں آیا کرتا۔"

حاکم نے حضرت ابن عمرؓ کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اکثر و بیشتر مسجد قبا میں تشریف لایا کرتے تھے کبھی پیدل چل کر اور کبھی کسی سواری پر۔ حضرت ابو سعید خدریؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں پیر کے دن آنحضرت ﷺ کے ساتھ مسجد قبا میں گیا تھا۔ اسی طرح حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قباء میں اکثر تشریف لایا کرتے تھے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ سے ہی روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ مسجد قبا میں آئے آپ ﷺ وہاں نماز پڑھنے لگے، اسی وقت وہاں انصاری مسلمان آکر آنحضرت ﷺ کو سلام کرنے لگے، میں نے حضرت بلالؓ سے کہا۔

"تمہارے خیال میں آنحضرت ﷺ کیسے ان کے سلام کا جواب دیں گے؟"

انہوں نے کہا

"آپ ﷺ نماز پڑھنے کی حالت میں اپنے ہاتھ سے ان کو اشارہ کر دیں گے۔"

یعنی ہتھیلی نیچے کر کے ہاتھ کی پشت اوپر کر دیں گے۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ جب آپ ﷺ کی صاحبزادی حبشہ سے مدینے تشریف لائیں تو اس وقت آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیا۔

کتاب ہدیٰ میں ہے کہ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ جس شخص نے نماز میں کوئی ایسا اشارہ کیا جس سے کوئی بات سمجھی جا سکے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی نماز لوٹا لے، تو یہ حدیث باطل ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ بات صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے میں آنحضرت ﷺ کو سلام کرتا تھا جب آپ ﷺ نماز میں مشغول ہوتے تو آپ ﷺ سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیتے، اس حدیث کے مقابل صرف ایک حدیث ہے جو مجہول ہے اور وہ وہی ہے جو پیچھے بیان ہوئی، لہذا یہ مجہول حدیث ان صحیح احادیث کی مخالفت میں نہیں پیش کی جا سکتی۔

انصار کی پاکیزگی پر مدح خداوندی :۔..... غرض جب اسی مسجد قبا کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۔ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ۔

(آیت ۱۰۸، سورہ توبہ پ ۱۱، ع ۱۳)

Presented by Ziaraat.Com

ترجمہ:- البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے (مراد مسجد قبا) وہ واقعی اس لائق ہے کہ آپ ﷺ اس میں نماز کے لئے کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے معلوم کرلیا کہ وہ کون سی پاکی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی مرد یا عورت جب بھی بیت الخلاء جاتا ہے تو ہمیشہ اپنی شرمگاہ کو پانی سے دھوتا ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی وہ پاکیزگی ہے۔ ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ مسجد قبا میں صحابہ کے پاس تشریف لائے۔ تفسیر کشاف میں یہ بھی ہے کہ، اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ مہاجر مسلمان بھی تھے، غرض آپ مسجد قبا کے دروازے پر آکر ٹھہر گئے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ مسجد میں انصاری مسلمان بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"کیا تم لوگ مؤمن ہو؟"

اس پر وہ سب خاموش رہے، آپ ﷺ نے پھر اپنا سوال دہرایا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! بے شک یہ لوگ مؤمن ہیں اور میں بھی ان ہی میں سے ایک ہوں!"

اب آپ ﷺ نے سوال فرمایا۔

"کیا تم تقدیر پر ایمان رکھتے ہو؟"

انہوں نے عرض کیا ہاں، پھر آپ ﷺ نے پوچھا

"کیا تم مصیبتوں پر صبر کرتے ہو؟"

انہوں نے عرض کیا، ہاں! پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا

"کیا تم کشادگی اور آسودگی کی حالت میں شکر ادا کرتے ہو؟"

انہوں نے عرض کیا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا

"رب کعبہ کی قسم تم مؤمن ہو۔!"

اس کے بعد آپ ﷺ بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا

"اے گروہ انصار! اللہ عزوجل نے تمہاری تعریف کی ہے، وہ کیا بات جس کا تم وضو اور بیت الخلاء کے وقت اہتمام کرتے ہو؟"

یعنی وہ کون سی پاکی ہے (جس پر حق تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے) انہوں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہم قضائے حاجت کے بعد تین ڈھیلے استعمال کرتے ہیں اور ڈھیلوں کے بعد پانی سے استنجاء پاک کرتے ہیں!"

اس پر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا۔

یہاں تک کتاب ھدیٰ کا حوالہ ہے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب یہ سوال فرمایا تو انصاریوں نے عرض کیا۔

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

"ہم اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتے کہ ہمارے پڑوسی یہودی ہیں جو قضائے حاجت کے بعد اپنی پشت پانی سے دھوتے ہیں لہٰذا ہم بھی ان ہی کی طرح عمل کرنے لگے۔"

ایک روایت کے لفظ اس طرح ہیں کہ۔ "جاہلیت کے زمانے میں ہم پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے جب اسلام آگیا تو بھی ہم نے اس عادت کو نہیں چھوڑا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا، اس عادت کو اب بھی مت چھوڑنا۔ ایک روایت میں صحابہ کا یہ جواب ہے کہ:

"ہم جس پاکی کا اہتمام کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ نماز سے پہلے ہم وضو کرتے ہیں اور ناپاکی کی حالت میں غسل کرتے ہیں۔" آپ ﷺ نے پوچھا۔

"کیا اس کے سوا بھی کوئی اور عادت ہے؟"

صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں سوائے اس کے کہ قضاء حاجت کے بعد پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ ایک روایت میں پاخانے اور پیشاب دونوں کے بعد پانی سے استنجاء کا ذکر ہے۔

نیز ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ، ہم ناپاکی کی حالت میں پوری رات نہیں گزارتے، آپ ﷺ نے فرمایا وہ یہی پاکیزگی ہے اس لئے اس کو ہمیشہ لازم رکھو۔ مسند بزاز میں ابن عباسؓ کی روایت میں آنحضرت ﷺ کے سوال پر ان کا جواب صرف یہ ہے کہ ہم ڈھیلوں کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں۔

ان تمام روایتوں سے جن میں ڈھیلے استعمال کرنے کا ذکر ہے امام نوویؒ کے قول کی تردید ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اسی طرح یعنی قبا میں انصاریوں کی حدیث میں پانی کے ساتھ ڈھیلوں کے ذکر کو فقہاء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے مگر حدیث کی کتابوں میں اس بات کی کوئی اصل نہیں ملتی، بلکہ حدیث میں انصاریوں کے صرف یہ الفاظ ہیں کہ ہم پانی سے استنجاء کرتے ہیں، حدیثوں میں ڈھیلے کے علاوہ کے الفاظ نہیں ہیں۔ (ی) لیکن جن حدیثوں میں ڈھیلے کا ذکر نہیں ہے وہ بھی اس لئے نہیں ہے کہ اس کا استعمال سب کو معلوم تھا (کیونکہ یہ عادت تھی)۔

کتاب خصائص صغریٰ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی امت اور شریعت کے سلسلے میں جو خصوصیت دی گئی وہ ڈھیلے سے استنجاء اور پانی ڈھیلے دونوں کا استعمال بھی ہے (یعنی اس امت اور شریعت کی بہت سی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے۔

قبا کے رہنے والوں میں ایک عویمر ابن ساعدہؓ بھی تھے جن کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ کے بندوں میں ایک بہترین بندہ اور جنت کا مکین عویمر ابن ساعدہؓ ہے۔"

(ی) کیونکہ وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے پانی سے استنجاء کیا جیسا کہ ایک قول ہے۔ (ی) چنانچہ ایک حدیث میں اس پاکیزگی کے متعلق خاص طور پر ان ہی سے سوال کیا گیا ہے۔ چنانچہ بیہقی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عویمر ابن ساعدہؓ کے پاس پیغام بھیج کر ان سے اس پاکیزگی کے متعلق سوال فرمایا تھا جس پر انہوں نے وہ جواب دیا تھا جو پہلی روایت میں بیان ہوا۔

اب اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی سے استنجاء اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے قبا کے سوا دوسری جگہوں پر عام نہیں تھا۔ بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ پانی سے استنجاء کرنے والے پہلے شخص حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

صحابہ میں سے ایک صحابی ایسے تھے جو (پیشاب کے بعد) پانی سے استنجا کرنے کو ناپسند کرتے تھے یہ حضرت حذیفہؓ تھے، شاید یہ اس کو اس لئے ناپسند کرتے تھے کہ اس طرح شریعت کی دی ہوئی رخصت اور رعایت سے گریز ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں بھی ایک روایت ہے کہ وہ پانی سے استنجاء نہیں کیا کرتے تھے۔ غالباً اس کی وجہ بھی وہی ہوگی جو ہم نے بیان کی۔ اسی طرح حضرت ابن زبیرؓ سے بھی روایت ہے کہ ہم ایسا نہیں کرتے تھے۔

امام احمد سے روایت ہے کہ پانی سے استنجاء کرنے کی حدیث صحیح نہیں ہے۔ علامہ مغلطائی تو اتنا آگے بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث کو رد کیا ہے۔ امام مالکؒ نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ آپ ﷺ (پیشاب کے بعد) پانی سے استنجا کیا کرتے تھے، مگر غالباً یہاں انکار سے مراد یہ ہے کہ امام مالکؒ اس حدیث کی صحت سے انکار کرتے ہیں، بہر حال یہ قابل غور ہے۔

بعض روایتوں میں ڈھیلے کا ذکر بھی گزرا ہے۔ ان روایتوں کے ظاہر سے امام شافعیؒ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے جو انہوں نے کتاب الام میں ذکر کیا ہے کہ ڈھیلا اور پانی دونوں استعمال کرنے کی سنت اس بات پر موقوف ہے کہ صرف ڈھیلے سے استنجا کرنا بھی کافی ہو اگر صرف اسی پر بس کی جائے، امام شافعیؒ نے لکھا ہے کہ صرف ڈھیلے سے استنجاء کرنا کافی ہے لیکن اگر کوئی شخص اس کافی استنجاء کے بعد پھر پانی سے بھی دھوئے تو یہ عمل زیادہ محبوب ہوگا۔

یہاں روایت کے ظاہر کا لفظ اس لئے کہا گیا ہے کہ صرف استنجاء کی طرف بھی ضمیر کے لوٹنے کا امکان ہے مگر کافی کی قید کے ساتھ نہیں، بعد کے شافعی علماء نے جس مسلک کو قبول کیا ہے وہ یہ ہے کہ ڈھیلا اور پانی دونوں استعمال کرنے کی صورت میں صرف اصل نجاست کا زائل کر دینا کافی ہے چاہے وہ ایک ہی ڈھیلے سے ہو جائے۔ اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بات محبوب ہے مگر امام شافعیؒ نے جس بات کا ذکر کیا ہے اس کو بہت زیادہ محبوب بتلایا ہے۔

واضح رہے کہ انصاریوں کی اس حدیث میں ڈھیلے اور پانی دونوں کے استعمال کی بات قضائے حاجت کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ قفال نے اپنی کتاب محاسن الشریعت والمفہوم میں کتاب الام کی بنیاد پر یہی بات کہی ہے مگر کتاب الام کی جو عبارت یہاں نقل کی گئی ہے اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ بات صرف قضائے حاجت کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ پیشاب کے بعد بھی ڈھیلا اور پانی دونوں کا استعمال بہت زیادہ محبوب ہے۔

قبا سے کوچ اور مدینہ میں رونق فرمائی :-...... غرض قبا میں مذکورہ مدت تک قیام کرنے کے بعد آپ ﷺ وہاں سے روانگی کے لئے اپنی اونٹنی جدعاء پر سوار ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے، اور ایک قول ہے کہ عضباء پر سوار ہوئے، یہاں سے آپ ﷺ کی منزل مدینہ تھی۔

جہاں تک جدعاء کا تعلق ہے تو اس کے معنی جس کی پوری ناک کٹی ہوئی ہو یا کان کٹا ہوا ہو۔ قصواء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے کان کا کچھ حصہ کٹا ہوا ہو اور عضباء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا کان پھٹا ہوا ہو بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ صرف اونٹنیوں کے القاب تھے ورنہ ان اونٹنیوں میں سے کسی میں بھی ان میں سے کوئی عیب نہیں تھا۔ آگے اصل یعنی کتاب عیون الاثر کے حوالے سے بیان ہوگا کہ یہ تینوں القاب ایک ہی اونٹنی کے تھے۔

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

پروانہ ہائے نبوت کے جلو میں کوچ:-...... جب آنحضرت ﷺ سوار ہو کر قبا سے نکلے اور مدینے کی طرف چلے تو آپ ﷺ کے ساتھ بہت سے آدمی بھی تھے جن میں سوار بھی تھے اور پیدل بھی تھے، ان میں ہر شخص دوسرے سے الجھ رہا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی اونٹنی کی لگام پکڑ کر چلنے کی سعادت اسے حاصل ہو، یہاں تک کہ اسی حالت میں آپ ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔

(قال) مدینے کے سب لوگ اور بچے بڑے اس وقت یہ کہتے جاتے تھے۔

"اللہ اکبر۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ محمد ﷺ آ گئے۔"

حبشیوں نے آپ ﷺ کی آمد کی خوشی میں نیزہ بازی کے کمالات اور کرتب دکھلائے۔

بنی عمرو ابن عوف نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ ہم لوگوں سے اُکتا کر یہاں سے آگے تشریف لے جا رہے ہیں، یا ہمارے گھروں سے بہتر کوئی گھر چاہتے ہیں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا

"مجھے ایک ایسی بستی میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو دوسری بستیوں کو کھا لے گی!"

یعنی دوسری بستیوں پر غالب آجائے گی، مراد ہے دوسری بستیوں کے لوگوں پر اثر انداز ہو جائے گی، یعنی دوسری بستیوں کو فتح کر لے گی اور ان بستیوں کے رہنے والوں کا مال اس کے حصہ میں آئے گا اور ان کے باشندے جنگوں میں قید ہو کر غلام بن جائیں گے۔"

اس پر ان لوگوں نے آپ ﷺ کی اونٹنی کا راستہ چھوڑ دیا۔ (ی) حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ یہ بستی مدینہ منورہ ہے۔ شیخین نے اس روایت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ، مجھے ایک ایسی بستی کا حکم دیا گیا ہے جو یثرب کی بستیوں (یعنی نواح) کو کھا لے گی، وہ بستی مدینہ ہے۔ گویا لفظ مدینہ اپنی ممتاز حیثیت میں ان بستیوں کا مشترکہ نام ہے جیسا کہ لفظ ثریا ستارے کو عام انداز میں نجم یا ستارہ کہہ دیا جاتا ہے مراد وہی ہوتا ہے، اور اگر اس کے سوا کوئی دوسری بستی مراد ہوتی ہے تو مدینے کے باشندے کی نسبت مدنی کہہ کر ظاہر کی جاتی ہے اور کسی دوسرے شہر کے باشندے کو مدینی کہا جاتا ہے جس سے مراد شہر کا رہنے والا ہوتا ہے، تاکہ دونوں میں فرق باقی رہے (کیونکہ مدینہ کے معنی ہیں شہر اور مدنی کے معنی ہیں شہر کا رہنے والا، مگر اب مدنی کے معنی مدینہ منورہ کا باشندہ ہوتے ہیں اور شہر کے رہنے والے کو مدینی کہا جاتا ہے)۔

یثرب:-...... جہاں تک لفظ یثرب کا تعلق ہے تو اصل میں یہ مدینہ شہر میں ایک خاص جگہ کا نام تھا مگر پھر پورے شہر کا نام ہی یثرب پڑ گیا تھا، یہ یثرب ایک شخص کا نام تھا جو نوح کی اولاد میں سے تھا غالباً اس جگہ کا نام یثرب اسی لئے پڑا کہ یثرب نے آکر اس جگہ قیام کیا ہو گا۔

مدینہ کے فضائل اور برکات:-...... ایک حدیث میں ہے کہ مدینہ منورہ برے آدمیوں کو اسی طرح دور کر دیتا ہے جس طرح لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ مدینہ منورہ اپنے یہاں کے برے لوگوں کو علیحدہ نہیں کر دے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ صورت حال آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تھی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ صورت حال دجّال کے زمانے میں ظاہر ہو گی، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ دجّال مدینے کے باشندوں میں ایک بھونچال سا پیدا کر

Presented by Ziaraat.Com

دے گا، چنانچہ ہر منافق اور کافر وہاں سے نکل کر اس کے پاس پہنچ جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ دجال سبخہ میں آکر اترے گا جس سے مدینے میں تین زبردست جھٹکے لگیں گے جن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ وہاں سے ہر منافق اور کافر کو نکال دے گا، چنانچہ اسی بنیاد پر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس بات کا کہ مدینہ برے آدمیوں کو اپنے یہاں سے علیحدہ کر دے گا، یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ زمانے میں اور ہر شخص کے لئے عام ہے۔ (بلکہ ایک خاص زمانے کے لئے ہے اور خاص لوگوں کے لئے ہے) کیونکہ وہاں منافق بھی تھے، اور دوسری طرف وہاں سے بہت سے اچھے اور بلند مرتبہ لوگ بھی نکلے ہیں جیسے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت ابو عبیدہ ابن جراحؓ، حضرت معاذ ابن جبلؓ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ وغیرہ۔ اگرچہ علامہ ابن جوزیؒ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ ان کا انتقال مدینے میں ہی ہوا ہے۔

صحابہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس کی سرزمین میں بھی میرے کسی صحابی کا انتقال ہوا تو قیامت کے دن وہ وہاں کے رہنے والوں کا قائد اور ان کے لئے روشنی کا ذریعہ بنے گا۔ ایک روایت کے یہ لفظ ہیں کہ وہ وہاں کے تمام باشندوں کا شفاعت کرنے والا بنے گا۔

جہاں تک آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ اگر لوگ جانتے ہوں تو مدینہ ہی ان کے لئے سب سے زیادہ کشادگی اور سہولتوں کا شہر ہے، تو اس حدیث کے پہلے حصہ کی بنیاد پر مراد یہ ہے کہ کشادگی اور سہولتوں والے شہروں کے مقابلے میں مدینہ ان کے لئے بہتر ہے۔ (یعنی خود مدینہ کشادگی اور سہولتوں کا شہر تو نہیں مگر ایسے شہروں کے مقابلے میں مدینہ بہتر ہے) اس حدیث کا مکمل متن یہ ہے کہ، لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی اپنے چچازاد بھائی اور دوسرے رشتہ داروں سے کہے گا کہ آؤ کشادگی اور زندگی کی سہولتوں کی جگہ پر چل کر رہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ لوگ اگر جانتے تو مدینہ ہی ان کے لئے زیادہ بہتر جگہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جو شخص بھی اس شہر سے اکتا کر یہاں سے جائے گا، یعنی اس سے بیزار ہو کر کسی سہولت اور کشادگی والے شہر میں جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر آدمی کو اس کی جگہ یہاں بھیج دے گا۔

اس حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے مدینے کا مکے سے افضل ہونا ثابت ہو، (یعنی یہ کہ مدینے کو چھوڑ کر اگر کوئی شخص مکے چلا جائے)۔

مدینے کے ناموں میں سے ایک نام اکالۃ البلدان بھی ہے۔ اسی طرح ایک نام بارہ بھی ہے۔ اس کو فاضحہ یعنی رسوا کرنے والا کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے، یعنی اگر کوئی اس شہر میں رہ کر کوئی چیز چھپائے تو اللہ تعالیٰ اس کو علی الاعلان کھول کر رسوا کر دیتا ہے، یعنی مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی کسی برائی کو یہاں رہتے ہوئے چھپانا چاہے تو وہ چھپ نہیں سکتی۔

<u>یثرب کہنے کی ممانعت</u>:۔۔۔۔۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اب مدینہ کو یثرب کہا وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے یہ طابہ ہے شام کی طرح (یعنی جیسے شام کو خوشبوؤں کی وجہ سے شام کہا جاتا ہے) یہ طابہ ہے، یہ طابہ ہے، آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے، پھر تین مرتبہ فرمایا کہ یہ طیبہ ہے جیسے مدینہ یہ طابہ ہے جیسے کاتب!

Presented by Ziaraat.Com

طیبہ کے معنی ہیں صاف و لطیف اور پاکیزہ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کو طیبہ اس لئے کہا گیا کہ اس میں رہنے کی وجہ سے ایک پاکیزہ خوشبو پیدا ہو جاتی ہے اور اس میں پاکیزہ خوشبوئیں پھیلتی رہتی ہیں، اس شہر میں نہ طاعون کی بیماری داخل ہو سکتی ہے اور نہ دجال اور نہ یہاں کوڑھی ہوتے ہیں، کیونکہ اس کی سرزمین پاکت کوڑھ کے مرض کو ختم کر دیتی ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس کو قرآن پاک میں بھی یثرب کے نام سے یاد کیا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ منافقوں کے قول کی حکایت کے طور پر کہا گیا ہے یعنی ان کو یثرب کہنے کی ممانعت ہو جانے کے بعد بھی جو ان کا قول تھا اس کی حکایت بیان کی گئی ہے۔

ایک ارشاد خود آنحضرت ﷺ کا ہے کہ، میں اس کو یثرب کے سوا کچھ نہیں پاتا، یا اسی طرح اور جہاں جہاں بھی آپ ﷺ نے مدینے کے بجائے اس شہر کو یثرب کے لفظ سے یاد کیا ہے وہ اس نام کی ممانعت سے پہلے کی بات ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایمان اسی طرح مدینے کی طرف سمٹتا ہے جیسے سانپ اپنے بھٹ میں سمٹ جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اسلام اپنی ابتداء میں بھی غریب تھا اور آگے جا کر اپنے آغاز کی طرح پھر غریب ہو جائے گا اور اس طرح سمٹ جائے گا جیسے سانپ اپنے بھٹ میں سمٹ جاتا ہے۔

مدینے کو یثرب کا نام دینا اس لئے ناپسند کیا گیا ہے کہ یثرب کا لفظ تثریب سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں گناہ پر مواخذہ اور گرفت جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

قال لا تثریب علیکم الیوم الآیۃ پ ۱۳ سورۂ یوسف ع ۱۰

ترجمہ:۔ یوسفؑ نے فرمایا کہ تم پر آج کوئی الزام نہیں۔

یا پھر یہ لفظ ثرب سے نکلا ہے جس کے معنی فساد کے ہیں (لہذا دونوں صورتوں میں ایسے مبارک شہر اور پاک بستی کا نام ایسا ہونا مناسب نہیں ہے جس کی اصل میں گناہ پر پکڑ یا فتنہ و فساد موجود ہو چنانچہ اسی لئے مدینے کو یثرب کہنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے)۔

قاسم ابن محمد سے روایت ہے کہ، میں نے سنا ہے کہ توریت میں مدینے کے چالیس نام ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک قول کے مطابق گیارہ نام بتلائے گئے ہیں جن میں سے ایک سکینہ بھی ہے، نیز ان ناموں میں جابرہ یعنی ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا، نیز اس کے نام عذراء اور مرحومہ بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

مدینے کے نام:۔...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس شہر کے تقریباً سو نام ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں اور بالآخر دار الابرار، دار الایمان، دار السنۃ، دار السلام اور دار الفتح۔ امام نووی کہتے ہیں کہ مکے اور مدینے کے علاوہ دنیا میں اور کوئی ایسا شہر نہیں ہے جس کے اتنے زیادہ نام ہوں۔

مدینہ میں جمعہ کی پہلی نماز:۔...... بعض علماء کا قول ہے کہ قبا سے مدینہ منورہ کیلئے آنحضرت ﷺ روانگی جمعہ کے دن ہوئی تھی۔ چنانچہ ایک قول ہے کہ مدینے کو روانگی میں جمعہ کی نماز کا وقت آ گیا اس وقت آپ ﷺ مدینے کے محلے بنی سالم ابن عوف میں تھے چنانچہ وہاں وادی کے وسط جو مسجد تھی آنحضرت ﷺ نے اس میں اپنے تمام صحابہ کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا فرمائی، ان مسلمانوں کی تعداد سو تھی، اسکے بعد آپ ﷺ نے جب مدینہ میں جمعہ پڑھا تو آپ ﷺ کے ساتھ چالیس آدمی تھے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ سے اسی طرح روایت ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

آپ ﷺ نے مدینہ میں چالیس آدمیوں کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی۔ (ی) مگر وہ کہتے ہیں کہ اس سے کم نمازیوں کی تعداد میں نے نہیں دیکھی۔

<u>مدینے میں پہلا خطبہ</u> :-...... جس وقت سے آنحضرت ﷺ نے بنی سالم کی اس مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی اس مسجد کو "مسجد جمعہ" کہا جانے لگا، یہ قبا کی طرف جانے والے راستے کے بائیں جانب ہے اس طرح یہ جمعہ کی پہلی نماز تھی جو آنحضرت ﷺ نے مدینے میں پڑھی۔ (ی) اس نماز سے پہلے آپ ﷺ نے خطبہ دیا تھا جو اسلام کا پہلا خطبہ جمعہ ہے، آپ ﷺ کے اس اولین خطبے کا ایک حصہ یہ ہے۔

"پس جو شخص اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا سکے تو ضرور بچالے چاہے وہ آدھے چھوہارے کے برابر ہی کیوں نہ ہو، جس کو کچھ بھی نہ آتا ہو تو وہ کلمہ طیبہ کو لازم کرلے کیونکہ اس سے نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے، اور سلام ہو رسول اللہ ﷺ پر اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ ایک روایت میں آخری الفاظ یہ ہیں کہ، اور تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔"

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں اس خطبے کو نقل کیا ہے، نیز مواہب میں بھی یہ پورا ذکر ہے مگر اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں جو ہم نے یہاں پیش کئے ہیں۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اگر آپ ﷺ قبا میں پیر، منگل، بدھ اور جمعرات کے دن ٹھہرے تو یہ گزشتہ روایت درست ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی جیسا کہ بیان ہوا، لیکن جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ آپ ﷺ قبا میں آٹھ دس دن یا اس سے زیادہ ٹھہرے جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا تو پھر یہ بات قابل قبول نہیں ہو سکتی کہ اس مدت میں آپ ﷺ نے قبا میں کوئی جمعہ نہ پڑھا ہو (لہذا یہ کہنا درست نہیں ہو سکتا کہ مدینے میں پڑھا جانے والا خطبہ اسلام کا پہلا خطبہ ہے) چنانچہ بعض علماء نے صاف ہی لکھا ہے کہ قبا میں قیام کی مدت کے دوران آنحضرت ﷺ وہاں مسجد قبا میں جمعہ کی نماز پڑھتے تھے اب ظاہر ہے پھر یہ بھی سمجھ میں آنے والی بات نہیں کہ قبا میں پڑھی جانے والی جمعہ کی نمازیں آپ ﷺ نے بغیر خطبے کے پڑھائیں۔

اور کتاب جامع صغیر میں آنحضرت ﷺ کے خطبے میں یہ الفاظ بھی نقل کئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس جگہ جہاں میں کھڑا ہوں اسی وقت، اسی مقام پر اور اسی سال سے قیامت تک کے لئے تم پر جمعہ کی نماز فرض کی ہے، جس شخص نے بغیر کسی عذر کے عادل امام یا جابر امام کے ساتھ جمعہ کی نماز چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ کبھی اس کے منتشر شیرازے کو جمع نہیں کرے گا اور نہ اس کے کاموں میں برکت باقی رہے گی سن لو نہ اس کی نماز درست ہوگی نہ اس کا حج ہوگا نہ اس کے لئے برکت رہے گی اور نہ اس کا صدقہ قبول ہوگا۔"

اب اگر آنحضرت ﷺ نے یہ الفاظ اپنے اس خطبے میں ارشاد فرمائے ہیں جو خطبہ آپ ﷺ نے مدینے کی مسجد جمعہ میں دیا تھا جیسا کہ ظاہر بھی یہی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس سے پہلے خطبہ واجب ہی نہیں تھا، مگر یہ بات شافعی فقہاء کے قول کے خلاف ہے جس میں ہے کہ جمعہ مکے ہی میں واجب ہو چکا تھا مگر وہاں جمعہ اس لئے نہیں پڑھا جاسکا کہ مسلمانوں کو مکے میں اتنی قوت اور شوکت ہی حاصل نہیں تھی کہ کھلے عام جمعہ ادا کرسکتے کیونکہ روزانہ کی پانچوں نمازوں کے مقابلے میں اس کا اظہار زیادہ قوی اور ناگزیر تھا۔

کتاب اتقان میں یہ ہے کہ جمعہ ان احکام میں سے ہے جن کی آیت بعد میں نازل ہوئی مگر ان کا حکم اس سے پہلے نازل ہو چکا تھا، اسی لئے یہ آیت مدنی ہے یعنی مدینے میں نازل ہوئی جبکہ جمعہ مکے ہی میں فرض ہو چکا

Presented by Ziaraat.Com

تھا۔

ادھر ابن عرس کا قول ہے کہ مکے کی زندگی میں کبھی جمعہ قائم نہیں ہوا ہے مگر ابن ماجہ نے ایک حدیث حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن کعب ابن مالک سے پیش کی ہے جو کہتے ہیں کہ جب میرے والد کی آنکھیں جاتی رہیں تو میں ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں لے چلا کرتا تھا، چنانچہ جب میں انہیں جمعہ میں لے کر جاتا اور وہ جمعہ کی اذان سنتے تو ابو امامہ اسعد ابن زرارہ کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تھے، آخر ایک روز میں نے ان سے کہا۔

"بابا! کیا آپ کی نماز اسعد ابن زرارہ کے لئے ہوتی ہے کہ جب بھی آپ جمعہ کی اذان سنتے ہیں ان کے لئے مغفرت مانگتے ہیں، آخر کیوں؟"

انہوں نے کہا

"بیٹے! وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے مکے سے یہاں تشریف لانے سے بھی پہلے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی تھی۔!"

یہاں تک ابن ماجہ کا حوالہ ہے، مگر یہ بات قابل غور ہے کہ اس حدیث سے ابن عرس کے اس دعویٰ کی تردید کس طرح ہوتی ہے کہ مکے میں کبھی جمعہ کی نماز نہیں ہو سکی۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ مدینے میں جمعہ کی نماز کا ثواب ایسا ہے جیسے یہاں کے علاوہ دوسری جگہوں ہزاروں نمازیں پڑھنا، اسی طرح مدینے میں رمضان کے روزے رکھنا ایسا ہے جیسے دوسری جگہ پر ایک ہزار مہینوں کے روزے رکھنا۔ یہ حدیث کتاب وفا میں نافع ابن عمر سے بیان کی گئی ہے۔

<u>دحیہ کلبیؓ کے حسن کی تاثیر اور خطبہ جمعہ میں خریطے</u>:۔...... مدینے کے بعد جس بستی میں سب سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھی گئی وہ بحرین کا شہر عبدالقیس ہے، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آیا جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے تھا یا بعد میں تو اس کے متعلق کتاب الدر میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جمعہ کا خطبہ عیدین کی طرح نماز کے بعد دیا کرتے تھے، ایک روز آپ ﷺ کھڑے ہوئے جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ دحیہ کلبیؓ کا قافلہ مدینے پہنچا، وہ جب آتا تھا تو اس کے گھر والے اس کے استقبال کے لئے گاتے بجاتے باہر نکلا کرتے تھے، ادھر اور لوگ بھی اس قافلے اس کھانا خریدتے اور اسے دل بہلانے کے لئے وہاں جایا کرتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ لوگ دحیہ کے حسین چہرے سے دل بہلانے کے لئے یعنی اسے دیکھ کر جی خوش کرنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ کہاں جاتا ہے کہ وہ اس قدر حسین و جمیل اور خوبصورت شخص تھا کہ جب وہ آتا تو کوئی جوان عورت ایسی نہیں ہوتی تھی جو اس کو دیکھنے کے لئے باہر نہ نکل آتی ہو، اس لئے ممکن ہے کہ لوگ اس گانے بجانے سے لطف اندوز ہونے نیز دحیہ کے چہرے کو ایک نگاہ بھر کر دیکھنے کے لئے وہاں جاتے ہوں۔

غرض اس وقت آنحضرت ﷺ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک دحیہ کا قافلہ مدینے پہنچنے کا شور بلند ہوا، نتیجہ یہ ہوا کہ تمام لوگ اٹھ اٹھ کر قافلے کی طرف بھاگ گئے اور آنحضرت ﷺ کے پاس تقریباً بارہ آدمی بیٹھے رہ گئے۔ علامہ جلال محلی نے اپنی تفسیر میں تقریباً کے بجائے پورے بارہ ہی آدمی رہ جانے کا ذکر کیا ہے، اب ان لوگوں کے علاوہ باقی آدمیوں کا اٹھ کر چلے جانا ممکن ہے خطبہ کے دوران اس کے ارکان پورے ہونے سے پہلے رہا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے بعد گئے ہوں۔ پہلی صورت میں ممکن ہے بھاگنے والے لوگوں میں سے اتنے واپس آ گئے ہوں جن سے چالیس آدمیوں کی تعداد پوری ہو گئی ہو اور اس درمیان میں لمبا

Presented by Ziaraat.Com

وقفہ بھی نہ گزرا ہو، پھر بھاگنے کی وجہ سے انہوں نے خطبہ کے جو ارکان نہیں سنے تھے، آنحضرت ﷺ نے دوبارہ ان کو سنا دیا، لہذا اب یہ بات امام شافعیؒ کے اس مسلک کے خلاف نہیں ہوتی ہے جس میں انہوں نے چالیس آدمیوں کے خطبہ کے ارکان سننے کو ضروری قرار دیا ہے۔

مقاتل کہتے ہیں کہ وہ لوگ خطبہ کے دوران تین مرتبہ اٹھ کر بھاگے جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا الآیۃ پ ۲۸ سورۂ جمعہ ع ۲

ترجمہ:۔ اور بعضے لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کی طرف دوڑنے کے لئے بکھر جاتے ہیں اور آپ ﷺ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔

نماز سے پہلے خطبہ کا معمول:۔..... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ دینے لگے تاکہ لوگ ایسے موقعہ پر نماز کی وجہ سے اٹھ کر نہ جا سکیں، اسی بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے لہذا حسن بصریؒ کی مخالفت کی وجہ سے اس میں کوئی شبہ نہیں پیدا ہوتا لہذا اب بعض ہمارے یعنی شافعی فقہاء کا قول یہ ہے جو جمعہ کی نماز کا دونوں خطبوں کے بعد واجب ہونا بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے جمعہ کی نماز دونوں خطبوں کے بعد ثابت ہے یعنی یہ بات متعین ہو چکی ہے۔

زہری سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ خطبہ دیتے یعنی گزشتہ خطبے کے علاوہ، تو اس میں یہ فرماتے۔

"جو چیز پیش آنے والی ہے وہ بہت قریب ہے، پیش آنے والی چیز تم سے دور نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جلد بازی کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا، اور نہ لوگوں کی وجہ سے کاموں کی رفتار سست کرتا ہے لوگ ایک بات کی خواہش کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ دوسری بات کا ارادہ فرماتا ہے، جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے لوگوں کا چاہا نہیں ہوتا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ ضرور ہو کر رہتا ہے خواہ وہ لوگوں کی خواہش کے کتنا ہی خلاف کیوں نہ ہو، جو چیز اللہ کے نزدیک قریب ہے اس کو دور کرنے والا کوئی نہیں اور جو چیز اللہ کے نزدیک دور ہے اس کو قریب کرنے والا کوئی نہیں، اور کوئی بات اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہرگز نہیں ہو سکتی۔" واللہ اعلم

آنحضرت ﷺ کی میزبانی کے لئے شوق و آرزو:۔..... غرض نماز جمعہ پڑھنے کے بعد آنحضرت ﷺ دوبارہ مدینہ کی طرف جانے کے لئے اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ (ی) آپ ﷺ نے اس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دی، اور اس کو کوئی حرکت نہ دی۔ اونٹنی دائیں اور بائیں (اس طرح) دیکھنے لگی (جیسے وہ چلنے کے لئے سمت اور رخ کا فیصلہ کر رہی ہے) یہ دیکھ کر بنی سالم کے لوگوں نے (یعنی جن کے محلے میں آپ ﷺ نے جمعہ کی نماز پڑھی تھی، آنحضرت ﷺ سے سوال کیا، ان میں عتبان (عین کے زبر کے ساتھ) ابن مالک نوفل ابن عبداللہ ابن مالک اور عبادہ ابن صامت بھی تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

بنی سالم کی درخواست:۔..... "یا رسول اللہ! ہمارے یہاں قیام فرمائیے جہاں لوگوں کی تعداد بھی زیادہ ہے اور عزت و حفاظت بھی پوری حاصل ہوگی۔ ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ، جہاں دولت و ثروت بھی ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ، ہمارے قبیلے میں اتر یئے ہم تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور ہمارے پاس ہتھیار بھی ہیں، نیز ہمارے پاس باغات اور زندگی کی ضروریات بھی ہیں یا رسول اللہ! جب کوئی خوف و دہشت کا موقعہ ہوا عرب اس

Presented by Ziaraat.Com

علاقہ میں آجاتا ہے تو وہ ہمارے ہی یہاں آکر پناہ ڈھونڈھتا ہے۔

آپ ﷺ کا جواب :-...... آپ ﷺ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور مسکرا کر فرمایا۔

"اس کا یعنی اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو یعنی یہ جہاں جانا چاہے اس کو جانے دو کیونکہ یہ مامور ہے۔

یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت خود چلے گی اور اس کو اپنی منزل معلوم ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے۔

بنی بیاضہ اور بنی ساعدہ کی درخواست :-...... غرض اس کے بعد اونٹنی چل پڑی یہاں تک کہ بنی بیاضہ کا محلہ آگیا، مراد ہے بنی بیاضہ کا قبیلہ، یہاں بنی بیاضہ نے آپ ﷺ سے درخواست کی ان میں زیاد ابن لبید اور فروہ ابن عمرو بھی تھے انہوں نے بھی آنحضرت ﷺ سے وہی درخواست کی جو بنی سالم نے کی تھی، آپ ﷺ نے ان کو بھی وہی جواب دیا کہ یہ اونٹنی مامور ہے اس کا راستہ چھوڑ دو، اس کے اونٹنی آگے بڑھی اور بنی ساعدہ کے محلہ میں پہنچی، بنی ساعدہ کے لوگوں میں سعد ابن عبادہ، منذر ابن عمرو اور ابو دجانہ شامل تھے، بنی ساعدہ کے لوگوں نے بھی آنحضرت ﷺ سے وہاں اترنے اور قیام کرنے کی درخواست کی مگر آپ ﷺ نے ان کو بھی یہی جواب دیا کہ یہ مامور ہے اس کا راستہ چھوڑ دو۔

بنی نجار کی درخواست :-...... اس کے بعد اونٹنی آگے بڑھی اور آخر بنی عدی ابن نجار کے محلے میں داخل ہوئی، یہ آنحضرت ﷺ کے دادا عبد المطلب کی ننہال تھی، جوں ہی اس محلّے کے شروع کے حصے میں اونٹنی داخل ہوئی تو بنی عدی کے لوگوں نے بھی آپ ﷺ سے وہی درخواست کی جو پیچھے ذکر ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے کہا۔

"ہم آپ کے ننہالی، یعنی آپ ﷺ کے دادا کی ننہال والے ہیں، اس لئے ہمارے یہاں قیام فرمائیے جہاں رشتے داری کے علاوہ عزت و اعزاز بھی حاصل ہے اور ہم تعداد میں بھی بہت ہیں اور آپ ﷺ کی حفاظت میں بھی پیش پیش ہوں گے، یا رسول اللہ! ہمیں چھوڑ کر کسی اور کے یہاں نہ جائیے۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ، کیونکہ اپنی قوم میں ہی آپ ﷺ کے سب سے زیادہ حقدار ہیں اس لئے کہ ہم آپ ﷺ کے رشتے دار ہیں۔[1]"

بنی نجار کی خوش نصیبی :-...... آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی وہی جواب دیا کہ یہ اونٹنی مامور ہے، چنانچہ اونٹنی چلتی رہی یہاں تک کہ کچھ آگے جا کر بنی نجار کے اسی محلّے میں ایک جگہ بیٹھ گئی، یہی اب مسجد نبوی کی جگہ ہے۔ یعنی اب مسجد نبوی کے دروازے یا منبر کی جو جگہ ہے وہاں اونٹنی بیٹھ گئی، یہ جگہ بنی مالک ابن نجار کے مکان کے دروازے کے پاس تھی اور حضرت ابو ایوب انصاری ؓ کے گھر کے دروازے کے قریب تھی۔

حضرت ابو ایوب ؓ کی بختاوری :-...... حضرت ابو ایوب انصاری ؓ کا نام خالد ابن زید نجار انصاری تھا جو قبیلہ خزرج کے تھے۔ یہ عقبہ کے مقام پر بھی اور دوسری تمام جنگوں پر بھی آنحضرت کے ساتھ رہے تھے، یہ حضرت علیؓ کے ساتھ بھی رہے اور خاص طور پر یہ جنگ جمل، جنگ صفین اور نہروان کی لڑائی میں ان کے ساتھ تھے، حضرت معاویہؓ کے زمانے میں یہ یزید ابن معاویہ کے ساتھ ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں شام کے علاقہ میں لڑے، ان کی وفات قسطنطنیہ شہر کے قریب ہوئی اور وہیں ان کو دفن کیا گیا، یزید نے ان کے دفن کے بعد حکم دیا کہ ان کی قبر پر گھوڑے دوڑا دیئے جائیں تاکہ قبر کا نشان بالکل نہ رہے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس نے ایسا اسلئے کیا کہ کہیں کفار ان

Presented by Ziaraat.Com

کی قبر کھود کر نعش نہ نکال لیں، کیونکہ مشرکوں کو اگر قبر کا پتہ چل جاتا تو وہاں کی قبر کھود ڈالتے اور نعش کی بے حرمتی کرتے۔

غرض بنی نجار کے محلہ میں اس جگہ آکر اونٹنی خود بخود بیٹھ گئی مگر آنحضرت ﷺ فوراً اس پر سے نہ اترے تھوڑی ہی دیر بعد اونٹنی اچانک پھر اچھل کر کھڑی ہوئی اور چل پڑی اور چند ہی قدم چل کر ٹھہر گئی آنحضرت ﷺ نے اسکی لگام چھوڑ رکھی تھی۔ اس کے بعد اونٹنی پھر اسی جگہ واپس ہوئی جہاں پہلے بیٹھی تھی اور دوبارہ وہیں بیٹھ گئی، پھر اس نے اپنی گردن زمین پر رکھ دی اور بغیر منہ کھولے اس نے آواز نکالی، اسی وقت آنحضرت ﷺ اونٹنی پر سے اتر گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اے میرے پروردگار! مجھے مبارک جگہ پر اتارنا اور تو ہی بہترین جگہ ٹھہرانے والا ہے!"

آپ ﷺ نے یہ جملہ چار مرتبہ فرمایا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ پر وہی کیفیت طاری ہو گئی تھی جو وحی کے نازل ہونے کے وقت ہو جایا کرتی تھی، جب کیفیت ختم ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"انشاء اللہ یہی قیام گاہ ہو گی!"

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا سامان اتارنے کا حکم فرمایا۔

ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ حضرت ابوایوب ؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

"مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ ﷺ کا سامان اتار کر اپنے یہاں لے جاؤں!"

چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی اور وہ سامان اتار کر اپنے گھر لے گئے۔ اسی وقت حضرت اسعد ؓ ابن زرارہ آگئے اور انہوں نے اونٹنی کی مہار اپنے ہاتھ میں لی اور چلے گئے، چنانچہ وہ اونٹنی ان ہی کے پاس رہتی تھی،

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب حضرت ابوایوب ؓ سامان اتارنے لگے تو انہوں نے اونٹنی کو اپنے گھر میں لے جاکر بٹھلایا، مگر ممکن ہے کہ اسعد ابن زرارہ اس کے بعد اونٹنی کی لگام پکڑ کر لے گئے ہوں اور پھر وہ ان کے پاس ہی رہی ہو۔

حضرت ابوایوب ؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لائے تو انصاریوں نے قرعہ ڈالا کہ آپ ﷺ کس کے یہاں آکر اتریں گے، اس قرعہ اندازی میں میرا ہی نام نکلا تھا، اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں انصاریوں سے اس محلے یعنی بنی نجار کے انصاری مسلمان مراد ہیں جن کے یہاں اونٹنی بیٹھی تھی۔

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ جب بنی نجار کے محلے میں اس جگہ اونٹنی نے بیٹھ کر اپنی گردن زمین پر ڈال دی تو بنی سلمہ کے ایک شخص جن کا نام جبار ابن صخر تھا اور جو بہت صالح مسلمانوں میں سے ایک تھے، اونٹنی کے پہلو میں کچوکے دے کر اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگے، وہ ایسا اس تمنا میں کر رہے تھے کہ شاید اونٹنی کھڑی ہو جائے اور پھر بنی سلمہ کے محلے میں جاکر بیٹھ جائے (تاکہ آنحضرت ﷺ کے قیام کی سعادت انہیں حاصل ہو) مگر اس کے باوجود بھی اونٹنی اپنی جگہ سے نہ اٹھی۔

<u>انصار میں خیر و سعادت کی ترتیب</u> :۔ ......ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"انصاریوں کے گھروں میں بہترین گھر بنی نجار کا ہے :۔ اس کے بعد بنی عبدالاشہل کا، اس کے بعد بنی

Presented by Ziaraat.Com

حرث کا، اور پھر بنی ساعدہ کا، اور انصاریوں کے سب ہی گھر خیر و برکت والے ہیں۔!"

سعد ابن عبادؓ کے مجروح احساسات اور ردّ عمل:۔۔۔۔۔جب حضرت سعد ابن عبادؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو ان کے دل میں اس کی کچھ کھٹک ہوئی (کیونکہ وہ بنی ساعدہ کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے لہذا) انہوں نے کہا۔

"ہمارا مقام ان چاروں میں سب کے بعد آتا ہے، میرا گدھا لاؤ میں رسول اللہ ﷺ سے جا کر ملوں گا۔"

مگر اسی وقت ان کے بھانجے سہل نے ان سے بات کی اور کہا

بھانجے کی فہمائش پر غلطی کا احساس:۔۔۔۔۔"کیا آپ رسول اللہ ﷺ کو جواب دینے اور آپ ﷺ کی بات آپ ﷺ پر لوٹانے کے لئے جا رہے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ آپ سے زیادہ جانتے ہیں! کیا آپ کے لئے یہی بات کافی نہیں ہے کہ آپ ان بہتر قبیلوں میں سے ایک تو ہیں چاہے چوتھے ہی کیوں نہ ہوں۔"

"بے شک اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔!"

پھر انہوں نے گدھا واپس لے جانے کا حکم دیا اور اس کا سامان اتروا دیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ سہل نے سعد سے یہ کہا۔

"بیٹھ جاؤ، کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ آنحضرت ﷺ نے جن چار خاندانوں کا نام لیا ان میں ایک تمہارا خاندان بھی ہے! جن خاندانوں کو آپ ﷺ نے چھوڑ دیا اور ذکر نہیں فرمایا ان کی تعداد تو ان سے کہیں زیادہ ہے جن کا آپ ﷺ نے نام لیا ہے۔!"

اس پر حضرت سعدؓ خاموش ہو گئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے گفتگو کا خیال چھوڑ دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

بنی نجار میں خوشی کے شادیانے

جس وقت آنحضرت ﷺ مدینہ پہنچ کر بنی نجار کے یہاں اترے اور آپ ﷺ نے ان کے خاندان کو عزت بخشی تو لڑکیاں دف ہاتھوں میں لئے خوشی سے سرشار باہر نکل آئیں اور یہ نغمہ گانے لگیں،

نحن جوار من بنی النجار .
یاحبذا محمد من جار

ترجمہ: ہم بنی نجار کے پڑوسیوں میں سے ہیں اے خوشا بخت کہ محمد ﷺ ہمارے پڑوسی ہیں۔

یہ آوازیں سن کر آنحضرت ﷺ باہر نکلے اور ان کے پاس آئے۔ پھر آپ نے ان لڑکیوں سے فرمایا،

"کیا تم مجھ سے محبت رکھتی ہو؟"

انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا،

"اللہ جانتا ہے کہ میرے دل میں بھی تمہارے لئے محبت ہی محبت ہے"

مسئلہء سماع کے متعلق احادیث...... ایک روایت میں آپ ﷺ کے یہ لفظ ہیں کہ خدا کی قسم میں بھی تم سے محبت رکھتا ہوں۔ ایک روایت میں لفظوں کے تھوڑے فرق سے آپ ﷺ نے یہی بات تین مرتبہ فرمائی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بن بیاہی بچیوں سے دف پر گانا سننا جائز ہے۔ اسی کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی اس مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لڑکی وہاں آگئی جس کا نام سیرین تھا، اس کے ہاتھ میں ایک فانوس تھا جس کو لئے ہوئے وہ لوگوں کے درمیان گھومنے اور یہ نغمہ گانے لگی،

هَلْ عَلَيَّ وَيْحَكُمْ
اِنْ لَهَوْتُ مِنْ حَرَجٍ

ترجمہ: اگر میں تمہارے سامنے اس طرح گاؤں تو آخر اس میں کیا حرج ہے۔

اس پر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور آپ ﷺ نے فرمایا،

"انشاء اللہ، اس میں کوئی حرج نہ ہوگا"

اس بارے میں احقر مترجم آگے کچھ تفصیل پیش کرے گا۔ اس سلسلے میں یہاں متعدد حدیثیں اور علماء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں علمائے دیوبند کا جو مسلک ہے وہ آگے پیش کر دیا جائے گا)۔

عید کے دن حضرت عائشہؓ کا سماع...... اسی طرح حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، اس وقت میرے پاس دو انصاری لڑکیاں بیٹھی ہوئی گا رہی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ دف بجا بجا کر گا رہی تھیں، آنحضرت ﷺ آکر بستر پر لیٹ گئے اور آپ ﷺ نے اس طرف سے رخ موڑ لیا۔ اسی وقت حضرت ابوبکرؓ وہاں آگئے اور انہوں نے مجھے ڈانٹا۔ آنحضرت ﷺ فوراً ان کی طرف مڑے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں سننے دو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے ڈانٹ کر فرمایا،

Presented by Ziaraat.Com

"یہ شیطانی باجے اور رسول اللہ ﷺ کے مکان میں ؟"

حضرت ابو بکرؓ نے مجھے ڈانٹتے ہوئے یہ جملہ دو مرتبہ فرمایا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ چادر سے منہ ڈھکے ہوئے لیٹے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے اپنا چہرہ کھولا اور فرمایا،

"انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو ابو بکر۔ یہ عید کے دن ہیں"

کیونکہ یہ قربانی کی تاریخوں میں سے ایک تاریخ تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عیدالفطر کا دن تھا اور ایک قول ہے کہ عید قربان کا دن تھا۔ لیکن اگر دونوں عیدوں پر بھی یہ واقعہ پیش آیا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ربیع بنت معوذ کی حدیث...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: بخاری میں ربیع بنت معوذ روایت کرتی ہیں کہ ان کی شب عروسی کی صبح میں آنحضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، اس وقت ان کے پاس چھوٹی بچیاں دف بجا کر ایک نغمہ گا رہی تھیں جس میں وہ اپنے ان باپ دادا کا نوحہ کر رہی تھیں جو غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ آخر گاتے گاتے ایک لڑکی نے یہ مصرعہ پڑھا کہ ہمارے درمیان ایسے نبی موجود ہیں جو آئندہ کی باتیں جانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سنا تو اس لڑکی سے فرمایا،

"یہ لفظ مت کہو۔ بس وہی کہو جو پہلے گا رہی تھیں"

آپ ﷺ کی بخیر واپسی پر حبشی لڑکی کی نذر...... حضرت ابوہریرہؓ کی ایک حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ کسی غزوے میں تشریف لے گئے تھے۔ جب آپ ﷺ وہاں سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کے پاس ایک حبشی لڑکی آئی اور اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! میں نے یہ منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بخیریت اور زندہ سلامت مدینہ واپس پہنچا دیا تو میں آپ ﷺ کے سامنے دف بجاؤں گی"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"اگر تم نے یہ نذر مانی تھی تو بجاؤ!"

چنانچہ اب وہ لڑکی دف بجانے لگی۔ اسی وقت وہاں حضرت ابو بکرؓ آگئے مگر وہ دف بجاتی رہی ان کے بعد وہاں حضرت عمر آگئے۔ لڑکی نے حضرت عمرؓ کی شکل دیکھتے ہی جلدی سے دف زمین پر رکھ دیا اور اسے چھپانے کے لئے اس کے اوپر بیٹھ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے لڑکی کا حضرت عمرؓ سے یہ خوف دیکھا تو فرمایا،

"اے عمر! شیطان بھی تم سے کانپتا ہے میں یہاں بیٹھا ہوا تھا اور وہ دف بجا رہی تھی پھر ابو بکر آگئے اور وہ تب بھی بجاتی رہی مگر جیسے ہی تم آئے تو لڑکی نے اپنا دف پھینک دیا۔"

یعنی جب شیطان بھی تم سے پناہ مانگتا ہے تو اس کم عقل عورت کا تو شمار ہی کیا ہے۔

مزامیر اور باجے گاجے کا سماع حرام ہے...... یہاں آنحضرت ﷺ کا ایک عورت سے دف پر سماع سننا اس گزشتہ روایت کے خلاف نہیں جو آنحضرت ﷺ کے بچپن میں آپ ﷺ کی منجانب اللہ حفاظت کے بیان میں گزری ہے کہ آپ ﷺ جاہلیت کی اس برائی سے محفوظ رہے تھے جب آپ ﷺ قریش کی ایک گانے بجانے کی مجلس کی طرف چلے اور راستے میں آپ ﷺ کو نیند آگئی تھی جس کی وجہ سے آپ ﷺ اس مجلس میں نہ پہنچ سکے تھے) کیونکہ یہاں صرف دف تھا جبکہ وہاں قریش کی ان مجلسوں میں دف کے ساتھ مزامیر یعنی باجے اور ساز

Presented by Ziaraat.Com

بھی ہوتے تھے۔

جہاں تک گزشتہ حدیث میں حضرت ابو بکرؓ کا دف کو مزمار کہنے کا تعلق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دف کے سننے کو بھی حرام سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے دف کو مزمار یعنی ساز اور باجے سے تشبیہ دی جس کا سننا حرام ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ سماع صوفیاء کے یہاں عام ہے اور اس کو محبت کی طرف کھینچنے والی چیزوں میں شمار بھی کیا گیا ہے اور اس سے موصوف کیا گیا ہے (مگر واضح رہے کہ اس قول میں صرف سماع کا لفظ ہے) بعض دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ یہ سماع نفوس کے لئے سب سے بڑا جال ہے۔ (ی) اور ان چیزوں میں سے ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے نیز سماع کی تاثیر بے عقل جانوروں بلکہ درختوں تک پر محسوس اور مشاہد کی گئی ہے جو شخص سماع سے بھی متاثر نہ ہو سکے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا مذاق فاسد ہے اور اس کی طبیعت بالکل بے حس ہے۔

حضرت ابو بشر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کا گزر حبشی لڑکوں کے پاس سے ہوا وہ کھیل رہے تھے اور ناچ ناچ کر یہ نغمہ گا رہے تھے۔

یَا اَیُّهَا الضَّیْفُ الْمُعَرَّجُ طَارِقاً
لَوْلَا مَرَرْتَ بِآلِ عَبْدِالدَّارِ

ترجمہ: اے بلند مرتبہ مہمان! تم بنی عبد الدار کے مہمان کیوں نہ بنے

لَوْلَا مَرَرْتَ بِهِمْ تُرِیْدُ قِرَاهُمُ
مَنَعُوكَ مِنْ جَهْدٍ وَمِنْ اِقْتَارِ

ترجمہ: اگر تم وہاں سے گزرتے اور ان کی میزبانی چاہتے تو وہ ہر قسم کی پریشانیوں اور تکلیفوں سے تمہاری حفاظت کرتے۔

(ی) آنحضرت ﷺ نے ان حبشی لڑکوں کی اس حرکت پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ اسی سے ہمارے شافعی علماء اس رقص کے جائز ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں جس میں فحاشی عریانیت اور تصنع نہ ہو کہ بدن کو توڑ مروڑ کر اور لچک کر یا کولھے مٹکا کر بل کھائے جائیں۔

سماع کے سلسلے میں شافعی مسلک ...... غرض ایسی بہت سی صحیح حدیثیں اور متواتر آثار ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے خوبصورت آوازوں میں شعر پڑھے گئے جو کبھی دف کے ساتھ تھے اور کبھی بغیر دف کے تھے۔ چنانچہ ان ہی احادیث کی بنیاد پر ہمارے شافعی علماء نے دف بجانے کو جائز قرار دیا ہے چاہے اس میں گھونگھرو بھی ہوں جو سرور اور مسرت کے اظہار کے لئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے شافعی علماء نے ایسے شعر گانے اور ان کے سننے کو جائز قرار دیا ہے جن میں کسی کی ہجو اور برائی نہ بیان کی گئی ہو یا اس قسم کی کوئی اور برائی نہ ہو جیسے کسی فاسق کے فسق کا اظہار ہے یا کسی عورت یا لڑکے کے حسن و جوانی کی تعریف ہو۔ جہاں تک اس بارے میں اختلاف کا تعلق ہے تو وہ لہو و لعب کے سننے کی وجہ سے جیسے ساز اور باجے گاجے وغیرہ ہیں یا کسی عورت یا خوش شکل اور نوخیز لڑکے کی آواز جس کے سننے سے فتنہ پھیلنے کا ڈر ہوتا ہے۔

حضرت جنیدؒ کا ایک قول ...... حضرت جنید سے ایک قول منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ ساز اور باجے سننے والے لوگوں کی تین قسمیں ہیں (۱) سب سے پہلے تو عوام ہیں ان کے لئے یہ حرام ہے تاکہ وہ تباہی سے محفوظ

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

رہیں (۲) دوسری قسم میں زاہد و عابد لوگ ہیں ان کے لئے جائز ہے تاکہ اس کے ذریعہ وہ اپنے مجاہدات کو پا سکیں۔ اور (۳) تیسری قسم میں عارفین ہیں ان کے لئے یہ مستحب ہے تاکہ ان کے دل زندہ رہیں۔

اسی طرح کا ایک قول ابو طالب مکی کا بھی ہے جس کو علامہ سہروردی نے اپنی کتاب عوارف المعارف میں صحیح قرار دیا ہے۔ بعض دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ تمام نفس یہاں تک کہ بے عقل جانور بھی یہ فطرت اور جبلت لے کر پیدا ہوئے ہیں کہ وہ اچھی آواز کو سننے کے مشتاق ہوتے ہیں چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے نغمے سن کر پرندے تک اڑتے اڑتے ٹھہر کر ان کے سر پر منڈلانے لگتے تھے۔

سماع کے برخلاف صفوان کی حدیث...... مگر ابن ابی شیبہ نے صفوان ابن ابی امیہ سے ایک روایت پیش کی ہے جس سے اس بارے میں اشکال پیدا ہوتا ہے یہ صفوان ان صحابہ میں سے ہیں جن کی دلداری فرمائی گئی ہے یعنی مؤلفہ قلوب میں سے ایک ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ وہاں عمر ابن قرہ آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بدبختی مسلط فرمادی ہے کہ دف بجانے کے سوا کسی اور طریقہ سے روزی نہیں کما سکتا۔ اس لئے فحش گانوں کے سوا دوسرے نغموں کے لئے مجھے اجازت عنایت فرمادیجئے"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"تمہیں اس کی اجازت نہیں مل سکتی اور نہ عزت و نعمت کی۔ اے خدا کے دشمن! تو جھوٹا ہے، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے نیک اور پاک روزی بھی دی مگر تو نے اس میں سے وہ روزی پسند کرلی جس کو اللہ تعالیٰ نے تیرے اوپر حرام کردیا تھا اور اس رزق کو چھوڑ دیا جو حق تعالیٰ نے تیرے لئے حلال کیا تھا۔ اگر آج کے بعد تو نے اس طرح کی بات کہی تو میں تجھے زبردست مار دوں گا!"

اب اس بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کہ کوئی شخص دف بجانے کو بطور پیشہ کے اختیار کرے جو مکروہ تنزیہی ہے۔ جہاں تک آنحضرت ﷺ کے اس فقرے کا تعلق ہے کہ تو نے اس چیز کو اختیار کرلیا جو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر حرام کی تھی۔ تو یہ آپ ﷺ نے بطور مبالغہ کے فرمایا تھا تاکہ اس حرکت سے نفرت پیدا کردی جائے۔

سماع کے سلسلے میں صحیح مسلک...... تشریح: سماع کے سلسلے میں علامہ نے متعدد احادیث پیش کی ہیں جن سے اس کے جائز ہونے کو ثابت کیا ہے۔ سماع میں انہوں نے صرف شعر کو لحن اور ترنم سے گانے کو ہی شمار نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ دف بجانے کو بھی لیا ہے۔ اور نیز امام شافعی کے مسلک کے مطابق اس رقص کو بھی جائز قرار دیا ہے جس میں جسم کو بل دینے ناز و انداز اور فحاشی و عریانیت کا دخل نہ ہو اس بارے میں جیسا کہ راقم الحروف مترجم نے گزشتہ سطروں میں لکھا کچھ تفصیلات ہیں جو حالات و احوال کے تحت ہیں چنانچہ اس سلسلے میں کچھ تفصیلات یہاں پیش کی جاتی ہیں جو علماء دیوبند کے مسلک کے مطابق ہیں اور اپنے اکابر کی تحریروں کی روشنی میں بیان کی جارہی ہیں۔

سماع کے بارے میں ایک مختصر بات یہ ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اسلاف میں صوفیاء و عارفین نے مختلف طریقوں سے اپنے تزکیۂ نفس اور باطن کی صفائی کے لئے جستجو کی، جن کا مقصد عرفان الٰہی اور وصول الی اللہ یعنی حق تعالیٰ تک پہنچنا تھا۔ ان ہی میں سے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ ایسے اشعار خوش آوازی اور ترنم کے

Presented by Ziaraat.Com

ساتھ سنے جائیں جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی گئی ہے اور جو معشوق حقیقی تک پہنچنے کے لئے دلوں میں ایک تازہ ولولہ اور نئی گرمی پیدا کریں اسی کو سماع کہتے ہیں جو حقیقت میں ان ہی عارفین اور زہاد و صوفیاء کا حصہ تھا جن کے قلوب مزکّٰی اور پاکیزہ تھے اور جو ایک صحیح راستے پر مضبوط ہو چکے تھے کہ سماع جیسے نازک اور پُرخطر طریقے ان کے لئے تفریح نفس کا سامان نہیں بنتے تھے بلکہ تزکیۂ نفس اور صفائی باطن کا ذریعہ بنتے تھے۔ اس سے اتنی بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ سماع کا تعلق انسان کے احوال سے بہت لازمی ہے کیونکہ اگر سننے والا قلب کے ان خاص احوال سے بہرہ ور نہیں ہے تو یہ راہ اس کے لئے مخدوش ہی مخدوش ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ چاروں ائمہ میں سے کسی نے سماع کو جائز قرار دیا ہے تو اس بارے میں حضرت تھانویؒ نے امام غزالی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ان آئمہ کی رائے یہی ہے کہ سماع حرام ہے۔ جہاں تک امام ابو حنیفہؒ کا تعلق ہے تو مذہب حنفی کی اہم کتابوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک سماع جائز نہیں ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے امام ابو حنیفہ کی رائے اس کے جائز ہونے کے متعلق نقل کی ہے۔ خود امام غزالی نے سماع کو مشروط طور پر جائز قرار دیا ہے کہ اگر وہ شرطیں پائی جاتی ہوں تو سماع جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔ علامہ حلبی نے اس سلسلے میں کچھ روایتیں نقل کی ہیں جن کی بنیاد پر سماع کا جواز ثابت ہوتا ہے ان میں ایک تو حضرت عائشہؓ کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس دو لڑکیاں گا رہی تھیں اور وہ عید کا دن تھا۔ دوسرا واقعہ حبشی لڑکی کا ہے جس نے آنحضرت ﷺ کی بخیریت واپسی کے لئے نذر مانی تھی۔ تیسرا واقعہ ربیع بنت معوذ کا ہے۔ ان تینوں روایتوں کے جواب میں حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ان روایتوں میں غنا سے مراد لغوی غنا اور ترنم مراد ہے۔ جبکہ غنا صرف اس کا نام نہیں کہ کسی شعر کو ذرا آواز بنا کر اور لہرا کر پڑھ دیا جائے بلکہ غنا موسیقی کے قاعدوں کے مطابق آواز کے مخصوص زیر و بم اور صوتی حرکتوں کا نام ہے اور ان تینوں روایتوں میں اس خاص غنا یا موسیقی کا کہیں نام نہیں ہے۔ یہ تینوں فعلی روایتیں ہیں یعنی ان میں آنحضرت ﷺ کا عمل ظاہر کیا گیا ہے جبکہ اس مخصوص موسیقی کے دور میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد موجود ہیں لہٰذا وہ خاص موسیقی ان روایات کے باوجود جائز قرار نہیں دی جا سکتی جس کا سماع حرام ہے۔

اس تفصیل سے اتنا اندازہ ہو سکتا ہے کہ غنا کی مختلف قسمیں ہیں۔ وہ غنا جس میں سادگی ہو اور جو عریانیت و فحاشی سے پاک ہو جائز ہے۔ مگر جیسا کہ گزشتہ سطروں میں بیان کیا گیا یہ راستہ چاہے کتنا ہی سادہ ہو پُرخطر اور مخدوش ہے اور ان ہی لوگوں کے لئے اس پر چلنا ممکن ہے جو اس راستے کے تمام خطرات سے پوری طرح واقف ہوں اور ان سے بچاؤ کا پورا سامان کر چکے ہوں۔ ظاہر ہے اس کا خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ اس کا تعلق شخصی احوال اور کیفیات و مدارج قلبی سے ہے۔

حضرت تھانویؒ کہتے ہیں کہ جن روایات سے سماع کا ثبوت اور جواز ملتا ہے یہ غنا اور موسیقی کے جائز ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ اصل میں شعر تو ایک منظوم کلام کا نام ہے جو نثر کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ اگر مضمون اچھا ہے تو شعر بھی اچھا ہے اور اگر مضمون برا ہے تو شعر بھی برا ہے۔ جبکہ غنا خاص لحن اور نغمے کا نام ہے۔ آج کل سماع کی محفلوں میں جس طرح موسیقار اور قوال اور ان کے سازندے بزم سجا کر بیٹھتے ہیں ظاہر ہے آنحضرت ﷺ کے روبرو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ لہٰذا سماع کرنے والوں کو اس روشنی میں اپنے عمل کا جائزہ لینا چاہئے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز؟

Presented by Ziaraat.Com

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ سے ایک مرتبہ سماع کے متعلق فتویٰ لیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اصل میں سماع کی مختلف قسمیں ہیں، ان میں فرق کیا جانا چاہئے، ایک سماع وہ ہے جس سے دین میں نفع ہوتا ہے اور ایک وہ ہے جس سے تکلیف و تنگی دور کرنے کے لئے رخصت ہے، حق تعالیٰ کا قرب چاہنے والوں کا بھی ایک سماع ہے اور لہو ولعب پسند کرنے والوں کا بھی ایک سماع ہے جو لوگ مطلق سماع کو یعنی موسیقی اور غنا کو جائز قرار دیتے ہیں انہوں نے اس بارے میں بہت حدیثیں بھی گھڑ رکھی ہیں جو بے سر وپا ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ہاں شادی وغیرہ میں آپ ﷺ نے عورتوں کو دف بجانے کی اجازت دی ہے جہاں تک مردوں کا تعلق ہے تو آپ کے زمانے میں نہ کوئی مرد ڈھول بجاتا تھا اور نہ دف۔ رہی حضرت عائشہؓ والی وہ حدیث کہ عید کے دن وہ لڑکیوں سے گیت سن رہی تھیں، اس بارے میں حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عائشہ ؓ کو ڈانٹنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے لئے اس قسم کی چیزیں بالکل نئی تھیں اور وہ ان کے عادی نہیں تھے، اسی لئے صدیق اکبرؓ نے اس کو شیطانی آواز قرار دیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے اس لئے چشم پوشی فرمائی کہ یہ عید کا دن تھا جس میں بچیاں کھیل کود سے دل بہلاتی ہیں اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ حضرت عائشہؓ کمسن تھیں لہذا آنحضرت ﷺ نے دین میں آسانی کے پیش نظر اس بچکانہ کھیل پر چشم پوشی فرمائی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ہی فرماتے ہیں کہ بعد کے جن علماء نے بحث کی ہے وہ اس لئے کہ وہ گانے بجانے کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ ثابت کریں اور وصل کا شوق دلوں میں پیدا کیا جائے۔ ان کے خیال میں خدا اس سے خوش ہوتا ہے بلکہ بعض نے تو یہاں تک دعویٰ کر دیا ہے کہ خواص کے لئے یہ سماع قرآن کے سماع سے بھی افضل ہے کیونکہ اس سماع سے نفس خدا کی محبت سے سرشار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے لوگ اس سماع کے عادی ہو جاتے ہیں اور قرآن پاک اور اس کی تلاوت سے انہیں دلچسپی اور شغف باقی نہیں رہتا۔ آیات قرآنی کی تلاوت سے ان کے دلوں میں وہ گرمی و حرارت پیدا نہیں ہوتی جو چنگ ورباب پر غزلیں سننے اور تال سُر کی آوازوں سے پیدا ہوتی ہے۔

لہذا ظاہر ہے کہ جو شخص اس قسم کے سماع اور اس گانے میں فرق نہیں کرتا جو عید وغیرہ کے خوشی کے موقعوں پر عورتیں سادگی سے گانے لگتی ہیں تو یہ اس شخص کی غلطی ہے۔

یہاں امام شافعیؒ کا مسلک سماع کو جائز قرار دینے کا بیان کیا گیا ہے مگر ابن تیمیہؒ نے ہی امام شافعیؒ کا مسلک یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا، میں بغداد میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر آیا ہوں جسے دہریوں نے ایجاد کیا ہے یعنی گانا بجانا، اس کے ذریعہ انہوں نے لوگوں سے قرآن پاک چھڑا لیا۔

اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ نے اس کو بدعت کہا ہے اور ناپسند کیا ہے۔

غرض حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ملت میں شامل اور خدا اور رسول پر ایمان رکھنے والے لوگوں میں سے کوئی بھی اس قسم کے سماع کا قائل نہیں ہے۔

لہذا مومن کو ہمیشہ یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے امت کے سامنے وہ تمام باتیں کھول کر بیان فرما دی ہیں جو جنت کے قریب لے جانے والی اور جہنم سے دور کر دینے والی ہیں۔ اگر اس مروج سماع میں کوئی بھی خوبی اور اچھائی ہوتی تو اللہ اور اس کے رسول لوگوں کو اس سے ناآشنا ہرگز نہ رکھتے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس بارے میں اصل یہ ہے کہ پہلے ہر چیز کی حقیقت اور ماہیت پر غور کرنا چاہئے اور اس کے بعد اس کے حلال یا حرام یا مکروہ ہونے کے متعلق فیصلہ کرنا چاہئے۔ لفظ غنایا گانا ایک نام ہے جس کی بہت سی قسمیں اور نوعیتیں ہیں مثلاً ایک وہ گانا ہے جسے گا کر حاجی کعبہ و زمزم وغیرہ کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ یعنی اس قسم کے اشعار ترنم کے ساتھ پڑھتے ہیں، اسی طرح مجاہدین رزمیہ گانے گا کر اپنا اور دوسروں کا شوق شہادت تیز کرتے ہیں، اسی طرح حدی خوانوں کا گانا جسے گا گا کر وہ اونٹوں کو منزلوں کی طرف ہنکاتے ہیں، یہ سب گانے جائز ہیں اور انہیں آنحضرت ﷺ نے بھی سنا ہے۔ یا مثلاً پیچھے ذکر ہوا کہ امام غزالی نے سماع کو بہت سی شرطوں کے ساتھ باندھ دیا ہے۔

اس لئے بہر حال سماع کی موجودہ شکل کو درست یا جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پھر جہاں تک خاص سماع ہے چونکہ اس سے بھی اکثر لاعلمی یا کم فہمی کی وجہ سے اللہ ورسول کی ناراضگی لازم آجاتی ہے اس لئے سماع کا حکم نہ اللہ نے دیا نہ اس کے رسول نے اور نہ مشائخ اور سلف صالحین نے۔

جہاں تک رقص کا تعلق ہے تو اس بارے میں امام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ رقص کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی اجازت نہ خدا اور رسول نے دی اور نہ کسی امام نے۔ یہ ایک عام جملہ ہے جس میں تمام اماموں کے متعلق کہا گیا ہے کہ رقص متفقہ طور پر سب کے نزدیک ناجائز ہے۔ علامہ حلبی نے شافعی علماء کے مسلک میں ایسے رقص کو جائز بتلایا ہے جو بغیر بے حیائی کے ہو اور جس میں جسم کو توڑ اور مٹکایا نہ جائے اور اس کو مصنوعی حرکتیں نہ دی جائیں، ظاہر ہے ان شرائط کے بعد وہ پھر رقص ہی نہیں کہلائے گا بلکہ ایک ایسا گانا ہو جائے گا جسے چل پھر کر گایا گیا ہو یا محض گول گھوم کر گایا گیا ہو کیونکہ رقص اور ناچ ایک مستقل فن ہے جس میں رقاص اپنے جسم کی حرکتوں سے پوری پوری کیفیات کا اظہار، منظر کشی اور بعض اوقات پوری پوری کہانیوں اور واقعات کو پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا جسم کی ایک سادہ حرکت کو جو بغیر کسی خاص مقصد کے ہو رقص سے تعبیر ہی نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ حلبی خود شافعی عالم ہیں اور اپنے دور کے ممتاز علماء اور مشہور اتقیاء و بزرگوں میں سے ہیں۔ لہٰذا اس بارے میں رائے زنی کرنا بے محل اور غیر ضروری ہے۔

جہاں تک اپنے مسلک اور اکابر کی روش کا تعلق ہے وہ تفصیل سے پیش کر دی گئی جو موقعہ کے مناسب تھی تاکہ لوگ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ یہ تفصیلات حضرت تھانویؒ کی تالیف اور امام ابن تیمیہؒ کی آراء کی روشنی میں درج کی گئی ہیں جو حضرات اس بارے میں تفصیلی فتاویٰ اور معلومات کے خواہشمند ہیں وہ حق السماع اور وجد و سماع کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ (تشریح ختم، مرتب)

غرض آنحضرت ﷺ بنی نجار میں حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر میں اترے کیونکہ اس جگہ اونٹنی کے بیٹھنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا،

"ہمارے لوگوں یعنی بنی نجار کے اس محلے کے لوگوں میں یہاں سے سب سے زیادہ قریب مکان کون سا ہے؟"

حضرت ابو ایوب نے عرض کیا،

"میرا یہ گھر سب سے قریب ہے اور ہم نے وہاں آپ ﷺ کا سامان بھی پہنچا دیا ہے"

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا،

Presented by Ziaraat.Com

المرء مع رحلہ یعنی آدمی اپنے سامان کے ساتھ ہوتا ہے"

مطلب یہ ہے کہ جہاں سامان رکھا گیا وہیں سامان والا بھی رہے گا۔ اس کے بعد سے ہی آنحضرت ﷺ کا یہ جملہ عرب کی ایک کہاوت بن گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ابوایوبؓ سے فرمایا،

"جاؤ، ہمارے سونے کی جگہ کا انتظام کرو۔"

حضرت ابوایوبؓ نے فوراً جا کر انتظام کیا اور پھر آپ ﷺ سے آکر عرض کیا،

"آپ ﷺ کے قیام کی جگہ کا انتظام کر دیا گیا ہے یا نبی اللہ اللہ تعالیٰ کی برکتوں کے ساتھ تشریف لے چلئے!"

آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی حضرت زید ابن حارثہ بھی وہیں ٹھہرے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: ایک روایت میں ہے کہ (آپ ﷺ کے آنے سے پہلے ہی) لوگوں میں یہ جھگڑا اچل رہا تھا کہ آپ ﷺ کس کے یہاں ٹھہریں کیونکہ ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ آپ ﷺ کی قیام گاہ میرا گھر یا میرا خاندان یا میرا محلہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا،

"آج رات میں بنی نجار کے یہاں قیام کروں گا جو عبدالمطلب کی ننہال کے لوگ ہیں۔"

یہ بات آپ ﷺ نے ان کا اعزاز کرنے کے لئے فرمائی تھی چنانچہ صبح کو آپ ﷺ سویرے ہی وہاں چلے گئے۔

اب آنحضرت ﷺ کا جو ارشاد گزرا ہے کہ آج رات بنی نجار کے یہاں اتروں گا۔ اس کا مطلب ہو گا کہ اس رات کے بعد آنے والی کل میں۔ اب اس روایت کی روشنی میں بنی نجار کے اس گزشتہ قول سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے جس میں انہوں نے آپ ﷺ سے کہا تھا کہ ہمارے یہاں تشریف لے چلئے۔ نیز ان کو آنحضرت ﷺ کے اس جواب سے بھی کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ یہ اونٹنی مامور ہے۔ کیونکہ ممکن ہے آپ ﷺ کو بنی نجار کے یہاں قیام کرنے کا ہی حکم دیا جا چکا ہو۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ خصوصیت اس خاص جگہ اور مقام کی تھی جو بنی نجار کے محلے میں تھی اور جہاں آپ ﷺ کو اترنا تھا، وہ جگہ وہ تھی جہاں آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھی تھی۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ خود ہی پہلے یہ فرما چکے تھے کہ آپ ﷺ بنی نجار کے یہاں اتریں گے تو دوسرے خاندانوں نے آپ ﷺ سے یہ درخواست کیوں کی، اس بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ شاید ان لوگوں کو آنحضرت ﷺ کی یہ بات معلوم نہیں ہوئی تھی یا انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ ممکن ہے اس بارے میں آنحضرت ﷺ کو اپنی رائے استعمال کرنے کا بھی حق ہو۔

بنی نجار کے یہاں آنحضرت ﷺ کے قیام کرنے کے بارے میں امام سبکیؒ نے اپنے قصیدہ تائیہ میں ان شعروں میں اشارہ کیا ہے،

نَزَلْتَ عَلٰی قَوْمٍ بِاَیْمَنِ طَائِرٍ
لِاَنَّکَ مَیْمُوْنٌ السنا وَالنَقِیْبَۃِ

ترجمہ: آپ ﷺ ایک مبارک مہمان کی حیثیت سے اس قوم میں قیام فرما ہوئے اور آپ ﷺ خود انتہائی بلند شان اور اعلیٰ طبیعت کے مالک ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

فَيَا لِبَنِي النَّجَّارِ مِنْ شَرَفٍ بِهِ
يَجُرُّوْنَ أَذْيَالَ الْمَعَالِي الشَّرِيْفَةِ

ترجمہ: لہٰذا بنی نجار کو آپ ﷺ کے اس قیام فرمانے سے اس قدر اعزاز حاصل ہوا کہ وہ اپنے اعزاز و شرف کے دامن کو کھینچتے ہیں۔

اس گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے آپس میں جھگڑنے اور آنحضرت ﷺ کے ان سے یہ فرمانے کا واقعہ رات کے اخیر حصے میں پیش آیا جبکہ آپ ﷺ قبا میں تھے (اور اگلے دن مدینہ کے لئے روانہ ہونے والے تھے) اس سے ان حضرات کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کے مکہ سے آنے کے فوراً بعد اور قباء میں قیام کرنے سے پہلے کا ہے، مدینہ شہر میں پہنچ جانے کے بعد کا نہیں ہے لہٰذا مدینہ والوں (کے جھگڑنے) سے مراد قباء والے لوگ ہیں۔

اسی طرح علامہ ابن جوزیؒ کے اس قول کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ شاید آپ ﷺ نے رات میں بنی نجار کے یہاں قیام کیا (ی) یعنی اس رات اور پھر بنی عمرو ابن عوف کے یہاں چلے گئے یعنی قباء میں (یعنی مکہ سے آنے کے بعد آپ ﷺ نے پہلے بنی نجار کے یہاں قیام فرمایا اور رات وہاں گزاری، اس کے بعد آپ ﷺ صبح کو قبا میں تشریف لے گئے جہاں آپ ﷺ نے گزشتہ تفصیل کے مطابق بنی عمرو ابن عوف کے یہاں قیام فرمایا)۔

حضرت انس ابن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ بالائی مدینہ کے ایک محلے میں اترے جس میں رہنے والوں کو بنی عمرو ابن عوف کہا جاتا ہے، آپ ﷺ نے انکے یہاں چودہ رات قیام فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے بنی نجار کے ایک مجمع کو بلوایا۔ وہ سب لوگ ہتھیار اور تلواریں لگا کر آئے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اب وقت بھی گویا وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی سواری پر سوار تھے اور حضرت ابو بکرؓ آپ ﷺ کے ہم رکاب تھے اور بنی نجار کے لوگوں کا مجمع آپ ﷺ کے گرد تھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی اونٹنی ابو ایوبؓ کے گھر کے آگے آکر بیٹھ گئی۔

اس روایت میں بہت زیادہ اختصار ہے جو ظاہر ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ عبداللہ ابن ابی ابن سلول کے پاس رکے، وہ کپڑا لپیٹے بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ کا ارادہ اس کے یہاں اترنے کا تھا مگر عبداللہ ابن ابی نے کہا،

"آپ ﷺ ان ہی لوگوں کے پاس چلے جائیے جنہوں نے آپ ﷺ کو بلایا ہے اور ان ہی کے یہاں اتریئے"

اس پر حضرت سعد ابن عبادہؓ نے عرض کیا،

"یارسول اللہ! آپ ﷺ اس کی بات کا کوئی خیال نہ کیجئے آپ ﷺ ہمارے یہاں آئے ہیں اور خزرج والوں کی یہ تمنا ہے کہ وہ یہ سعادت حاصل کریں۔"

سردار منافقین عبداللہ ابن اُبَی ابن سَلُول

ابن اُبَی کی بکواس...... ایک مرتبہ یہ ہوا کہ کسی نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

Presented by Ziaraat.Com

"یا رسول اللہ! اگر آپ ﷺ عبداللہ ابن ابی ابن سلول کے پاس جاتے (یعنی اس کا دل بڑھانے کے لئے) تو اس کے نتیجہ میں اس کی قوم کے وہ لوگ بھی مسلمان ہو سکتے ہیں جو اب تک اسلام نہیں لائے اور خود اس کے دل میں جو نفاق ہے وہ بھی دور ہو سکتا ہے۔"

چنانچہ آنحضرت ﷺ ایک گدھے پر سوار ہو کر اسی وقت روانہ ہوئے اور آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ایک بڑا مجمع پیدل چلا۔ مگر جب آنحضرت ﷺ اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا،

"بس مجھ سے دور ہی رہو، مجھے آپ ﷺ کے گدھے کی بو بہت بری لگ رہی ہے۔"

اس پر ایک انصاری مسلمان نے اس سے کہا،

"خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کے گدھے میں بھی تجھ سے بہتر خوشبو ہے"

اس جواب پر عبداللہ ابن ابی کی قوم کے ایک شخص کو غصہ آگیا اور اس نے اس مسلمان کو گالیاں دیں۔ اس پر اس انصاری کی طرف سے مسلمان غصے میں کھڑے ہو گئے اور عبداللہ کی طرف سے اس کی قوم کے لوگ غضب ناک ہو کر کھڑے ہو گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں گروہوں میں پتھروں جوتوں اور ہاتھوں ہر طرح سے لڑائی شروع ہو گئی اس حادثہ پر حق تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی نازل ہوئی۔

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (سورۂ حجرات پ ۲۶ ع ۱ آیت ۹)

ترجمہ: اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کر دو۔

بخاری میں یہ واقعہ اسی طرح ہے۔ اسی میں یہ حدیث بھی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کا عبداللہ ابن ابی ابن سلول کے پاس سے گزر ہوا، وہ اس وقت کچھ لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ابن ابی نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر فرمایا،

"ابن ابی کبشہ نے اس سرزمین میں زبردست فساد پھیلا دیا ہے۔"

ابن ابی کے بیٹے کا عشق رسول...... یہ بات عبداللہ ابن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ ابن عبداللہ نے سن لی (یہاں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ یہ دونوں باپ بیٹے ایک ہی نام کے تھے، یعنی باپ کا نام عبداللہ ابن ابی ابن سلول تھا اور بیٹے کا نام عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابی تھا باپ زبردست فریب کار اور منافقوں کا سردار تھا جبکہ اس کے بیٹے حضرت عبداللہ ابن عبداللہ نہایت مخلص اور سچے مسلمان تھے اور رسول اللہ ﷺ کے پروانے و شیدائی تھے)

ماں باپ کا اسلام میں بلند درجہ...... غرض حضرت عبداللہؓ نے باپ کا یہ جملہ سن لیا انہوں نے آنحضرت ﷺ سے جا کر کہا کہ اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں اس کا سر کاٹ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں؟ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ کے اس جذبہ کے جواب میں فرمایا،

"نہیں، بلکہ اپنے باپ کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کرو۔"

منافق کا حسن ظاہر...... یہ ابن ابی نہایت خوبصورت اور چھیلے بدن کا آدمی تھا۔ ساتھ ہی اس کی گفتگو بھی بہت فصیح ہوتی تھی۔ چنانچہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی شخص کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ (سورۂ حجرات پ ۲۸، ع ۳)

ترجمہ: اور جب آپ ان کو دیکھیں تو ظاہری شان و شوکت کی وجہ سے ان کے قد و قامت آپ کو

Presented by Ziaraat.Com

خوشنما معلوم ہوں اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ﷺ ان کی باتیں سن لیں گویا یہ لکڑیاں ہیں جو دیوار کے سہارے لگائی ہوئی کھڑی ہیں۔

یہاں مراد تو ابن ابی ہے لیکن آیت میں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ (یعنی اس کو دیکھیں۔ کے بجائے۔ ان کو دیکھیں۔ کہا گیا ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ابن ابی اپنی قوم کا بڑا اور معزز آدمی تھا لہٰذا اس کو ساری قوم کے نمائندے کی حیثیت سے جمع کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

ابن ابی کی بیہودگی اور فتنہ...... زہری نے عروہ ابن اسامہ ابن زید سے روایت کیا ہے کہ غزوہ بدر سے پہلے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ گدھے پر سوار ہو کر چلے جس پر پالان بھی تھا، آپ ﷺ کے پیچھے اسامہ تھے۔ آپ ﷺ سعد ابن عبادہ کی بیمار پرسی کے لئے بنی حرث ابن خزرج میں جارہے تھے راہ میں آپ ﷺ عبداللہ ابن ابیٔ ابن سلول کی ایک مجلس سے گزرے، یہ ایک ملی جلی مجلس تھی جس میں مسلمان بھی تھے بت پرست مشرکین بھی تھے اور یہودی بھی تھے۔ مسلمانوں میں عبداللہ ابن رواحہؓ بھی تھے۔ اس وقت تک خود عبداللہ ابن ابی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ غرض جب آنحضرت ﷺ وہاں پہنچے تو گدھے کے چلنے سے گرد و غبار اڑا ابن ابیٔ نے جلدی سے اپنی چادر اپنی ناک پر رکھ لی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ سے کہنے لگا،

"ہم پر دھول مت اڑاؤ!"

آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو سلام کیا اور اس کے بعد آپ ﷺ وہیں اتر گئے پھر آپ ﷺ نے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلایا اور ان کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ اس کے جواب میں عبداللہ ابن ابی ابن سلول نے آنحضرت ﷺ سے کہا،

"اے شخص! تم جو کچھ کہتے ہو چاہے وہ سچ ہی ہو مگر میں اسے پسند نہیں کرتا۔ اس لئے ہماری مجلسوں میں آکر تم ان باتوں سے ہمیں تکلیف مت پہنچایا کرو۔ تم اپنے لوگوں میں ہی جاؤ اور وہاں جو شخص تمہارے پاس آئے اس کو اپنی باتیں سنایا کرو!"

اس پر عبداللہ ابن رواحہ نے کہا،

"بے شک یارسول اللہ! آپ ﷺ ہمیں نصیحت فرمایئے اور خدا کے خوف سے ڈرایئے کیونکہ ہم اسے پسند کرتے ہیں۔"

ابن ابیٔ کی آنحضرت سے غصہ اور بیزاری کا سبب...... اس پر مسلمان، مشرک اور یہودی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے جس سے لڑائی کا اندیشہ ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ برابر ان کو ٹھنڈا کرتے رہے یہاں تک کہ ان لوگوں کا غصہ فرو ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنی سواری پر سوار ہو کر وہاں سے حضرت سعد ابن عبادہؓ کے پاس تشریف لے گئے آپ ﷺ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا،

"اے سعد! تم نے نہیں سنا ابو حباب یعنی ابن ابیٔ نے کیا کہا، اس نے ایسا ایسا کہا۔"

حضرت سعدؓ نے عرض کیا،

"یارسول اللہ! اس کو معاف فرما دیجئے اور اس سے درگزر فرمایئے، کیونکہ قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ ﷺ پر اپنی کتاب نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر جو کچھ نازل فرمایا اس کے ذریعہ حق بھیج دیا ہے اس سے پہلے اس علاقہ کے لوگ اس کو اپنا بادشاہ بنانے اور تاج پہنانے پر متفق ہو چکے تھے مگر پھر جب آپ ﷺ اپنا

Presented by Ziaraat.Com

سچا پیغام لے کر آئے تو اس وجہ سے ابن ابی کی بادشاہی گھٹائی میں پڑ گئی تو وہ جھنجھلا اٹھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی یہ حرکت بھی اسی وجہ سے۔"

چنانچہ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے اس کو معاف فرمادیا۔ واللہ اعلم

ابو ایوب ؓ کے یہاں قیام کی مدت...... آنحضرت ﷺ اس وقت تک حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان ہی میں ٹھہرے جب تک کہ مسجد نبوی اور آپ ﷺ کا ایک حجرہ تیار نہیں ہو گیا۔ آپ ﷺ کے قیام کا یہ عرصہ ربیع الاول سے اگلے سال کے صفر کے مہینے تک کا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابو ایوب ؓ کے یہاں سات مہینے ٹھہرے۔

انصار کا جذبۂ میزبانی...... (قال) جب آنحضرت ﷺ قباء میں عمرو ابن عوف کے یہاں سے رخصت ہو کر مدینہ تشریف لائے تو اکثر مہاجرین بھی وہاں سے مدینہ ہی آگئے جیسا کہ آگے آنے والی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت انصاریوں کے درمیان اس بارے میں رسہ کشی ہوئی کیونکہ ان میں سے ہر ایک خاندان کی خواہش تھی کہ مہاجر ہمارے یہاں ٹھہریں۔ آخر انصاریوں نے تمام مہاجروں کے لئے دو تیروں سے قرعہ اندازی کی اور ہر ہر مہاجر قرعہ ہی کے ذریعہ انصاریوں میں سے کسی کے یہاں ٹھہرا۔ اس طرح مہاجرین انصاریوں کے گھروں میں ٹھہرے اور انصاریوں نے اپنا مال و دولت ان پر خرچ کیا۔

مسجد نبوی کی جگہ...... مسجد نبوی کی جگہ میں وہ جگہ بھی آگئی تھی جہاں ابو امامہ اسعد ابن زرارہ کی مسجد تھی۔

حضرت ابو امامہ یہاں ان مسلمانوں کے ساتھ جماعت کیا کرتے تھے جو ان کے پاس ہوتے تھے۔ یہ جگہ پہلے سہل اور سہیل کی تھی جہاں وہ کھجوریں خشک کیا کرتے تھے ایسی جگہ کو مرید، جرین، فسطح اور بیدر کہا جاتا ہے یعنی وہ جگہ جہاں غلہ یا کھجوریں خشک کرنے کے لئے پھیلائی جائیں اس کو اردو میں خرمن یا کھلیان کہا جاتا ہے۔

مدینہ آنے کے بعد آنحضرت ﷺ بھی اسی مسجد ابو امامہ میں نماز پڑھتے تھے۔ حضرت ام زید ابن ثابت سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ آنے سے پہلے میں اسعد ابن زُرارہ کو دیکھتی تھی کہ وہ لوگوں کو پانچوں وقت کی نماز پڑھاتے تھے اور سہل اور سہیل کے خرمن میں انہوں نے جو مسجد بنائی تھی اس میں جماعت کیا کرتے تھے۔ پھر اُم زید کہتی ہیں کہ مجھے اب تک یاد ہے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو آپ نے بھی اسی مسجد میں نماز پڑھائی اور پھر یہاں مسجد نبوی بنائی۔ یعنی خرمن کے بقیہ حصے کو بھی شامل کر کے مسجد نبوی بنائی۔

چنانچہ اس تفصیل کے بعد اب حافظ دمیاطی کے اس قول سے کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا جو انہوں نے زہری سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اونٹنی مسجد نبوی کی جگہ پر پہنچ کر بیٹھ گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے بھی اس جگہ پر مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے جو سہل اور سہیل کا خرمن تھا یہاں صرف دیواریں بنی ہوئی تھیں مگر چھت نہیں تھی اور اس مسجد کا قبلہ یعنی رخ بیت المقدس کی طرف تھا۔ یہ مسجد اسعد ابن زرارہ نے بنائی تھی اسی میں وہ پانچوں وقت کی نمازیں اور جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ بھی اسی مسجد میں نماز پڑھتے رہے۔

کتاب امتاع میں ہے کہ اس مسجد میں قبلہ کی دیوار اسعد ابن زرارہ نے بنائی تھی جس کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا۔ وہ ان مسلمانوں کے ساتھ اسی رخ میں نماز پڑھا کرتے تھے جو حضرت مصعب ابن عمیر

Presented by Ziaraat.Com

کے مدینہ آنے سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ پھر حضرت مصعبؓ بھی یہاں آنے کے بعد بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ہی نمازیں پڑھتے رہے۔ یہاں تک کتاب امتاع کا حوالہ ہے۔ مگر حضرت مصعبؓ کے مدینہ آنے کے سلسلے میں پیچھے جو تفصیل بیان ہوئی ہے اس کی وجہ سے اس بات میں شبہ ہے۔

مگر بخاری میں یہ ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر سے پہلے آنحضرت ﷺ مرابض غنم میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ مگر ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کبھی مرابض میں بھی نماز پڑھی ہو کیونکہ آپ ﷺ کی عادت یہ تھی کہ نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ ﷺ جہاں بھی ہوتے وہیں نماز ادا فرمالیا کرتے تھے۔

جگہ کی خریداری اور قیمت...... غرض مدینہ پہنچنے کے بعد جلد ہی آنحضرت ﷺ نے حضرت اسعد ابن زرارہ سے فرمایا کہ وہ پورا قطعہ زمین فروخت کر دیں جس کے ایک حصے میں مسجد بھی بنی ہوئی تھی تاکہ آپ وہاں مسجد بنا سکیں۔ یہ جگہ حضرت اسعد کی نگرانی میں تھی اور اصل میں دو یتیم لڑکوں سہل اور سہیل کی تھی جو حضرت اسعدؓ کی سرپرستی میں تھے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ دونوں لڑکے حضرت معاذ ابن عفراء کی تربیت و نگرانی میں تھے۔ اصل یعنی کتاب عیون الاثر میں ہے کہ یہی دوسرا قول زیادہ مشہور ہے۔ کتاب مواہب میں بھی یہی بات اس طرح کہی گئی ہے کہ پہلا قول مرجوع یعنی کمزور ہے۔ یہ دونوں یتیم لڑکے بنی مالک ابن نجار میں سے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ سہل اور سہیل حضرت ابوایوب کی تربیت و نگرانی میں تھے۔ بعض حضرات نے اس اختلاف کی روشنی میں کہا ہے کہ بظاہر یہ تینوں ہی آدمی یعنی اسعد ابن زرارہ، معاذ ابن عفراء اور ابوایوب انصاری ان یتیم لڑکوں کے وکیل تھے اور ان کی طرف سے معاملات کرتے تھے کیونکہ یہ لڑکے ان کے چچا کی اولاد میں سے تھے۔ اسی بنا پر ان کی سرپرستی کو ان تینوں ہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوایوبؓ نے آنحضرت ﷺ کو پیش کش کی کہ آپ ﷺ یہ زمین لے لیں اور اس کی قیمت وہ اپنے پاس سے ان یتیم لڑکوں کو ادا کر دیں گے مگر آپ ﷺ نے اس سے انکار فرمادیا اور دس دینار میں آپ ﷺ نے زمین کا یہ قطعہ خرید فرمایا۔ یہ قیمت حضرت ابوبکرؓ کے مال میں سے ادا کی گئی۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ (یہ معلوم ہونے کے بعد کہ یہ زمین سہل اور سہیل کی ہے) آپ ﷺ نے ان دونوں یتیم لڑکوں کو بلوایا اور زمین کی خریداری کے سلسلے میں ان سے معاملہ کی گفتگو فرمائی۔ ان دونوں نے عرض کیا،

"یارسول اللہ! ہم یہ زمین آپ کو ہبہ کرتے ہیں۔"

مگر آپ ﷺ نے ان یتیموں کا ہبہ اور ہدیہ قبول کرنے سے انکار فرمادیا یہاں تک کہ پھر آپ ﷺ نے دس دینار میں اس کو خرید فرمایا اور حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ وہ ان دونوں کو قیمت ادا کر دیں۔ اب گویا ان دونوں کو حقیقت کے اعتبار سے ہی یتیم کہا گیا ہے۔

ایک رلویت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بنی نجار کے لوگوں کو بلایا۔ یہ غالباً وہی تینوں تھے جن کا پیچھے ذکر ہوا یعنی اسعد، معاذ اور ابوایوب رضی اللہ عنھم اجمعین۔ ان کے ساتھ سہل اور سہیل بھی تھے آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا،

"تم لوگ اپنی اس زمین کی قیمت لے کر مجھے فروخت کر دو!"

Presented by Ziaraat.Com

انہوں نے عرض کیا،

"نہیں یارسول اللہ ﷺ ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے بلکہ اللہ کے لئے دیدیں گے۔"

مگر آپ ﷺ نے قیمت کے بغیر لینے سے انکار کر دیا۔ (قال) ایک حدیث میں ہے کہ اسعد ابن زرارہ نے ان دونوں یتیموں کو اس کے بدلے میں ایک باغ دیدیا تھا جو خود ان کا تھا اور بنی بیاضہ میں تھا۔ ایک قول ہے کہ اس کے لئے ان کو ابوایوب نے راضی کیا تھا اور ایک قول کے مطابق معاذ ابن عفراء نے تیار کیا تھا۔ اب ان مختلف روایتوں میں موافقت پیدا کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ شاید ان تینوں حضرات نے ہی ان لڑکوں کو کچھ نہ کچھ معاوضہ دیا تھا جو اس دینار قیمت کے علاوہ تھا (جو آنحضرت ﷺ نے دیئے تھے) لہٰذا ان تینوں کی طرف اس بات کی نسبت کر دی کہ ان کی دلدہی کے لئے اس قیمت کے علاوہ ان تینوں نے مزید کچھ نہ کچھ کیا تھا)۔

ایک روایت میں ہے کہ اس زمین میں زمانۂ جاہلیت کا قبرستان تھا جہاں مشرکوں کی قبریں تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ قبریں مٹا کر زمین برابر کر دی جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ مسجد نبوی کی جگہ میں باغ تھا اور وہاں گڑھے اور مشرکوں کی قبریں بھی تھیں۔ آپ ﷺ نے قبریں مٹا دینے گڑھے برابر کر دینے اور باغ کو کاٹ دینے کا حکم دیا۔ علامہ دمیاطی نے اس طرح لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کھجوروں کو کاٹ دینے کا حکم دیا جو اس باغ میں تھیں۔ باغ سے مراد یہی احاطہ تھا جس میں خرمن تھا۔ یہاں کھجوروں کے درخت ہونے کی وجہ سے اس کو باغ کہا گیا ہے نیز یہاں غرقد کے جو درخت تھے ان کو کٹوا دینے کا حکم فرمایا۔ یہ غرقد وہاں کا ایک مشہور درخت ہوتا تھا۔ بقیع غرقد مدینہ والوں کا قبرستان تھا۔ غرقد درخت کو یہودیوں کا درخت بھی کہا جاتا ہے۔

یہودیوں کا ایک درخت اور اس کی تاریخ ...... اس درخت کو یہودیوں کا درخت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نزول ہوگا اور وہ دجال اور اس کے یہودی لشکر کو قتل کریں گے تو اس وقت جو یہودی اس درخت کے پیچھے آکر چھپے گا۔ یہ درخت اس یہودی کی چغلی نہیں کھائے گا اور اس کا پتہ نہیں بتلائے گا، اس کے علاوہ جتنے بھی درخت ہوں گے اگر ان کے پیچھے کوئی یہودی جان بچانے کے لئے چھپے گا تو وہ درخت فوراً پکار اٹھے گا،

"اے روح اللہ! (عیسیٰ علیہ السلام کا لقب) یہاں ایک یہودی چھپا ہوا ہے"

وہ فوراً وہاں آکر یہودی کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے اور پھر یا تو اس کو امان دیدیں گے اور یا قتل کر دیں گے۔ مگر یہ غرقد درخت کسی یہودی کی نشان دہی نہیں کرے گا بلکہ ان کو پناہ دے گا۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس کو یہودیوں کا درخت کہا جاتا ہے۔

مسجد نبوی کا مبارک سنگ بنیاد ...... زمین کی خریداری کے بعد آنحضرت ﷺ نے مسجد کی تعمیر کا ارادہ فرمایا اور اینٹیں بنانے کا حکم دیا۔ گارہ تیار ہونے کے بعد مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی۔ حدیث میں آتا ہے کہ تعمیر شروع ہونے کے وقت آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے پہلی اینٹ رکھی۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا اور انہوں نے آپ کی اینٹ کے برابر ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت عمرؓ کو بلایا جنہوں نے صدیق اکبر کی اینٹ کے پاس اینٹ رکھی۔ پھر حضرت عثمان ؓ آئے اور ایک اینٹ انہوں نے حضرت عمر کی اینٹ کے برابر میں رکھی۔

Presented by Ziaraat.Com

سنگ بنیاد رکھنے کی ترتیب اور خلافت...... ابن حبان نے جو حدیث پیش کی ہے اس میں یوں ہے کہ تعمیر شروع ہونے کے بعد پہلا پتھر آپ ﷺ نے رکھا اور پھر اسی ترتیب سے ان تینوں خلفاء کو ایک ایک پتھر رکھنے کا حکم دیا جب وہ پتھر رکھ چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا،

"میرے بعد یہی خلیفہ ہوں گے۔"

ابو زرعہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند بری نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں پیش کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔ ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ میرے بعد یہی حضرات بااختیار ہوں گے۔ مگر علامہ ابن کثیرؒ نے کہا ہے کہ اس سند کے ساتھ یہ حدیث بہت زیادہ غریب ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے یہ جو فرمایا کہ اپنا پتھر عمرؓ کے پتھر کے پاس رکھ دو۔ اس سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان حضرات کے لئے آنحضرت ﷺ کا یہ حکم دراصل اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ ان تینوں کی قبریں اسی جگہ بنیں گی کیونکہ اگر اس میں قبروں ہی کی طرف اشارہ ہوتا تو اسی جگہ حضرت عثمانؓ بھی دفن ہوتے جیسے حضرت ابو بکرؓ کے برابر حضرت عمرؓ دفن ہوئے۔ اس لئے حقیقت میں یہ ان کی قبروں کی طرف نہیں بلکہ ان حضرات کی خلافت کی ترتیب کی طرف اشارہ تھا۔ کیونکہ اس کے بعد آپ ﷺ کا جو یہ جملہ ہے کہ میرے بعد یہی خلیفہ ہوں گے اس سے خلافت کی ترتیب ہی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں بھی آتا ہے کہ اس کے بعد سنگ بنیاد رکھوانے کے اس واقعہ کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرے بعد خلافت کا معاملہ ہے۔

حاکم کے اس حدیث کی تصحیح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کچھ حضرات کے نزدیک اس بارے میں تامل ہے کہ یہ قول کسی صحیح میں نہیں آیا ہے یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ شیخین کی صحیح مراد ہے۔ جہاں تک حاکم کے اس قول کا تعلق ہے کہ بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابن حبان کی اس مذکورہ حدیث کی موافقت نہیں ہوئی کیونکہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد کہا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے کسی کو اپنا خلیفہ یا جانشین نہیں بنایا تھا۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ان تینوں کی بات کا مطلب یہ ہے کہ وفات کے وقت اپنی جانشینی کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ نے اس قسم کی کوئی بات دوبارہ نہیں فرمائی۔ اب ظاہر ہے اس سے خلافت کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کے اس اشارے کا انکار ثابت نہیں ہوتا نہ ہی اس سے آنحضرت ﷺ کے اس جملے میں کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے کہ میرے بعد یہی خلیفہ ہوں گے کیونکہ خلافت سے صرف انتظام حکومت ہی مراد نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ علم میں آپ ﷺ کے خلیفہ ہوں گے۔

علامہ ابن حجر ہیثمی نے بھی اس سلسلے میں اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں اس بات میں یعنی پتھر رکھوانے اور آپ ﷺ کے یہ فرمانے میں کہ میرے بعد یہی خلیفہ ہوں گے یہ احتمال ہے کہ اس میں علم و ہدایت کی خلافت مراد ہو کیونکہ جہاں تک انتظامی خلافت کے اعلان کا تعلق ہے تو وہ عام طور پر موت کے قریب ہوا کرتا ہے لہٰذا اگر اس کے مقابلے میں کوئی ایسی روایت ہوگی جو اس کے خلاف ہو تو اس سے مضبوط اور محفوظ نص یا دلیل شمار نہیں ہوگی۔ یہاں تک علامہ ہیثمی کا کلام ہے۔

تعمیر مسجد کا آغاز...... غرض اس کے بعد آپ ﷺ نے عام مسلمانوں سے فرمایا کہ اب پتھر لگانے شروع

Presented by Ziaraat.Com

کردو۔ مسلمانوں نے پتھروں سے بنیادیں بھرنی شروع کیں جو تقریباً تین ہاتھ گہری تھیں۔ اس کے بعد اینٹوں کی تعمیر اٹھائی گئی۔ دونوں جانب پتھروں کی دیواریں بنا کر کھجور کی شہنیوں کی چھت بنائی گئی اور کھجور کے تنوں کے ستون بنائے گئے۔ دیواروں کی اونچائی قد آدم تھی۔

مسجد کی نوعیت...... شہر ابن حوشب سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا،

"میرے لئے پھونس اور لکڑی کا ایک ایسا جھونپڑا بنادو جیسا موسیٰ علیہ السلام کا تھا اور ایک ایسا ہی ظلہ یعنی سائبان بنادو جیسا ان کا سائبان تھا مگر یہ کام جلد ہونا چاہئے۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا سائبان یا چھپر کیسا تھا؟ آپ نے فرمایا،

"وہ ایسا تھا کہ جب وہ اس میں کھڑے ہوتے تو ان کا سر چھت سے لگ جاتا تھا۔"

اب گویا مراد یہ ہے کہ میرے لئے جو چھپر ڈالو اس کی اونچائی بھی اتنی ہی ہو کہ میں کھڑا ہوں تو چھت سے سر لگ جائے یا ہاتھ اٹھائیں تو چھت کو چھو جائیں۔ اب ان دونوں روایتوں میں موافقت کی صورت یہ ہے کہ ایسا چھپر ڈالو جو اس تفصیل کے قریب قریب ہو یعنی اس کی چھت بہت زیادہ اونچی نہ ہو۔ اب آگے آنے والی اس روایت سے کوئی شبہ پیدا نہیں ہوگا جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے چھت کی اونچائی سات ہاتھ رکھنے کا حکم فرمایا۔ بہر حال یہ اختلاف قابل غور ہے۔

حافظ دمیاطی کی سیرت میں ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس میں چھت نہ ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پھونس اور لکڑی کا ایسا چھپر ڈال دو جیسا موسیٰ علیہ السلام کے جھونپڑے میں تھا۔ حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا جھونپڑا کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا ایسا کہ جب وہ اس میں ہاتھ اٹھاتے تو وہ چھت سے جا لگتا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی بنانے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا ہے یعنی جبر ئیل علیہ السلام نے کہا ہے کہ اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کے جھونپڑے جیسا چھپر ڈلوایئے جو اونچائی میں سات ہاتھ اونچا تھا (ی) اور وہ سات ہاتھ ایسے تھے کہ چھت تک ان کا سر پہنچتا تھا اور اس میں آرائش نہ ہو۔ مگر اس کام میں جلدی ہونی چاہئے۔

اب یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس کا مطلب ہے موسیٰ علیہ السلام کا قد سات ہاتھ لمبا تھا۔ مگر یہ بات اس مشہور قول کے خلاف ہے جس میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا قد چالیس ہاتھ لمبا تھا اور اتنا ہی لمبا ان کا عصا تھا اور اتنی ہی لمبی اس کی ٹیک تھی۔

مسجدوں کی آرائش...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا،

"مجھے مسجدوں کو سجانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے شاید یہ بات اس وقت فرمائی جبکہ انصاری مسلمانوں نے آپس میں بہت سا مال و دولت اکٹھا کیا اور اس کو آپ ﷺ کے پاس لے کر آئے۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! یہ مسجد بنایئے اور اس کو آراستہ کرایئے ہم اس چھپر کے نیچے کب تک نماز پڑھیں گے؟"

Presented by Ziaraat.Com

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب لوگ مسجدوں کی آرائش وزینت کرنے لگیں گے تب ہی قیامت قائم ہوگی۔ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ قیامت قائم ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط یعنی نشانی یہ ہے کہ لوگ مسجدوں میں ایسے ہی آرائش وزیبائش کرنے لگیں گے جیسے یہودی اور نصرانی اپنے کینسوں اور گرجاؤں میں زیب وزینت کرتے ہیں۔

غرض مسجد کی چھت کھجور کی چھال اور پتّیوں کی تھی اور اس پر تھوڑی سی مٹی تھی۔ اس لئے جب بارش ہوتی تو اندر پانی رستا تھا جو مٹی سے ملا ہوا اور گدلا ہوتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مسجد کے اندر کیچڑ ہو جاتی تھی یہ دیکھ کر مسلمانوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"یارسول اللہ! اگر آپ ﷺ حکم دیں تو چھت پر زیادہ مٹی بچھادی جائے تاکہ اس میں سے پانی رِس کر اندر نہ ٹپکے"

مگر آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں! بلکہ ایسا ہی چھپر جیسا موسیٰ علیہ السلام کا چھپر تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی وفات تک یہ چھت ایسی ہی رہی۔

تعمیر کے کام میں آنحضرت ﷺ کی شرکت...... مسجد کی تعمیر کے وقت تعمیر کے کام میں تمام مسلمان مہاجروں اور انصاریوں نے حصہ لیا۔ یہاں تک کہ خود آنحضرت ﷺ نے بھی بہ نفس نفیس اور اپنے ہاتھ سے کام کیا تاکہ سب مسلمانوں کو کام کی ترغیب ہو۔

(قال) چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے کپڑوں میں بھر بھر کر اینٹیں ڈھوتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اپنی چادر میں بھر کر اینٹیں لارہے تھے یہاں تک کہ آپ کا سینہ مبارک غبار آلود ہو گیا۔ اس وقت آپ ﷺ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

هٰذَا الحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرْ
هٰذَا أَبَرُّ رَبَّنَا وَأَطْهَرْ

ترجمہ: یہ بوجھ خیبر کی کھجوروں کا بوجھ نہیں ہے بلکہ پروردگار! یہی بوجھ سب سے زیادہ عمدہ اور بہتر ہے۔

ان شعروں میں حمال (بوجھ) محمول کے معنی میں ہے ایک روایت میں اس کو جمّال کہا گیا ہے جو جمل کی جمع ہے جس کے معنی ہیں اس کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے پہلی تو صاف ہے مگر یہ دوسری مناسب حال نہیں ہے کیونکہ یہ جب ہی مناسب ہو سکتی ہے جب کہ خیبر کے لوٹ۔

کبھی آپ ﷺ یہ شعر پڑھتے تھے

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَةِ
فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ

ترجمہ: اے اللہ! اصل اور حقیقت میں اجر جو کچھ ہے وہ آخرت ہی کا اجر ہے اس لئے تو انصار اور مہاجرین پر رحمت فرماکہ وہ اسی اجر کی آس اور تمنا کرتے ہیں۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ یہ شعر ایک انصاری عورت کا ہے اس کا دوسرا شعر یا اس قطعے کا آخری بند یہ ہے۔

وَعَاقِهِمْ مِنْ حَرِّ نَارٍ سَاعِرَةٍ
فَاِنَّهَا لِكَافِرٍ وَكَافِرَةٍ

Presented by Ziaraat.Com

ترجمہ: اور آپ ﷺ مسلمانوں کو جہنم کی ہولناک آگ سے بچائیے کیونکہ وہ آگ مشرکوں اور کافروں ہی کے لئے ہے۔

آنحضرت ﷺ اور شعر...... بخاری شریف میں اس مصرعہ کے الفاظ اس طرح ہیں۔ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَه اب خود آنحضرت ﷺ نے ہی اس شعر کو وزن سے نکال کر پڑھا تھا جیسا کہ شعر پڑھنے میں یہ آپ ﷺ کی عادت تھی (کہ آپ شعر کو بے وزن کر کے پڑھا کرتے تھے) اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اسی طرح ایک روایت کے الفاظ میں آپ ﷺ نے فَارْحَمْ کے بجائے فَاَصْلِحْ اور ایک روایت کے مطابق فَاَكْرِمْ پڑھا تھا۔ ایک روایت میں یہ شعر ہی اس طرح ذکر ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَاخَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَةِ
فَارْحَمِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارَه

ترجمہ: اے اللہ! آخرت کی بھلائی اور خیر کے سوا کوئی خیر نہیں ہے پس تو مہاجرین اور انصاریوں پر اپنی رحمت فرما ایک روایت میں فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَه ہے۔ علامہ زہری سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس شعر کو اس طرح پڑھا تھا کہ پہلا مصرعہ اَللّٰهُمَّ لاخیر اور دوسرا مصرعہ فَارْحَمِ الْمُهَاجِرِيْنَ والانصار اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ اگر کبھی کسی مثال کے لئے بھی شعر پڑھتے تو اس کو شعری وزن پر باقی نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ یہاں دوسرا مصرعہ بالکل وزن سے ہٹا ہوا ہے مگر خود پہلا مصرعہ بھی وزن سے گرا ہوا ہے۔ کیونکہ اگر اَللّٰهُمَّ میں سے الف لام نکال کر اس کو لَاهُمَّ پڑھا جائے تب شعر کا وزن درست ہوگا۔ اسی طرح فَارْحَمْ کے بجائے فَارْحَمْ کہا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ شعر جس انصاری عورت کے ہیں اس نے ان کو اسی طرح یعنی لاہم اور فارحم کی صورت میں پڑھا ہوگا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس کو بدل کر وزن سے گرا دیا۔

علامہ زہری سے ہی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مثال کے لئے کبھی کوئی شعر موزوں حالت میں نہیں پڑھا سوائے اس شعر کے هذا الحمال جہاں تک اس شعر هذا الحمال کا تعلق ہے تو اس کے شاعر کا نام ہمیں معلوم نہیں ہے۔ آگے علامہ زہری کا ایک قول آرہا ہے کہ یہ شعر خود آنحضرت ﷺ ہی کا ہے مگر اس بارے میں شبہ ہے وہ بھی آگے آئے گا۔

کیا آپ ﷺ کبھی شعر پڑھتے تھے؟...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ ابن شہاب یعنی زہری کا قول ہے کہ ہمیں کسی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ ان شعروں کے سوا آنحضرت ﷺ نے کبھی کوئی مکمل یعنی موزوں شعر مثال میں استعمال کیا ہو۔ ابن عائذ کہتے ہیں یعنی وہ شعر جو آپ ﷺ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت اینٹیں ڈھوتے ہوئے رجز کے طور پر پڑھ رہے تھے۔

مگر یہ بات علامہ زہری کے اس گزشتہ قول کے خلاف ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے مثال کے لئے سوائے هذا الحمال کے کبھی کوئی شعر موزوں حالت میں نہیں پڑھا (کیونکہ علامہ زہری کے قول کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے علاوہ بھی کوئی شعر وزن کے ساتھ نہیں پڑھا جب کہ بعض علماء نے علامہ کے قول کو ایک دوسرے ہی انداز میں نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اس شعر کے سوا کبھی کوئی اور موزوں شعر مثال میں نہیں پڑھا۔ یہ بات زہری کے مطلب کے بھی خلاف ہے اور) ان کے قول کی یہ تفسیر اس بناء پر بھی مناسب نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے علاوہ بھی مکمل اور موزوں حالت میں مثال کے لئے شعر کا استعمال

Presented by Ziaraat.Com

فرمایا ہے۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ غزوۂ بدر کے مقتولین کے درمیان گھوم رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

نُفَلِّقُ هَامًا مِنْ رِجَالٍ أَعِزَّةٍ
عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوا أَعَقَّ وَأَظْلَمَا

ترجمہ: اور ہم آج ان لوگوں کی کھوپڑیاں توڑتے ہیں جو کبھی ہمارے لئے معزز تھے۔ یہ لوگ بڑے نافرمان اور رشتہ داروں کے حقوق سے غفلت کرنے والے لوگ تھے۔

کیا آپ ﷺ کے لئے شعر کہنا ممکن تھا؟...... کتاب مواہب میں ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے شعر کہنا غیر ممکن تھا شعر پڑھنا نہیں (یعنی آپ ﷺ نے چونکہ کبھی شعر نہیں کہا اس لئے یہ آپ ﷺ کے لئے آسان کام نہیں تھا مگر جہاں تک شعر کو صحیح طور پر پڑھنے کی بات ہے وہ آپ ﷺ کے لئے مشکل نہیں تھا۔ جیسا کہ اکثر وہ لوگ جو شعر و شاعری سے دلچسپی نہیں رکھتے شعر کو صحیح وزن اور اس کے مناسب زیر و بم کے ساتھ پڑھ بھی نہیں سکتے بلکہ شعر کو نثر کی طرح پڑھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے سلسلے میں اسی بات کا انکار کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ میں اگر اپنی طرف سے شعر پڑھوں تو میں اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ میں نے کس طرح کہا ہے۔

تفسیر کشاف میں ہے، یہ صحیح ہے کہ پیغمبر شعر کہنے سے معصوم ہوتے ہیں مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ شعر کو صحیح طور پر پڑھ بھی نہیں سکتے یعنی اس طرح کہ اس کا وزن اور بحر و قافیہ درست ہو۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: حافظ دمیاطی نے علامہ زہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کوئی شعر نہیں کہا سوائے اس شعر کے جو پیچھے ابھی گذرا ہے یعنی هذا الحمال تو گویا یہ شعر خود آنحضرت ﷺ کا ہے مگر یہ بات خود علامہ زہری کے گزشتہ قول کے خلاف ہے۔ غالباً یہاں علامہ زہری کی عبارت میں کچھ حصہ نقل ہونے سے رہ گیا ہے وہ اصل میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کوئی شعر نہیں کہا سوائے اس کے اور اس سے پہلے بھی آپ ﷺ نے کوئی شعر کبھی مکمل اور موزوں حالت میں نہیں پڑھا۔ لہذا اب یہ بات ان کے گزشتہ قول کے خلاف نہیں رہتی۔

شعر بدترین کلام...... جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی شعر کو اس کے وزن پر باقی رکھ کر نہیں پڑھا۔

یعنی اگر مثال کے لئے بھی شعر پڑھتے تو اس کو وزن سے گرا کر پڑھتے تھے۔ تو یہ بات حضرت عائشہؓ سے منقول ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا،

"کیا رسول اللہ ﷺ کبھی کوئی شعر بھی پڑھتے تھے؟"

انہوں نے فرمایا،

آنحضرت ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ برا کلام شعر تھا سوائے اس کے کہ آپ ﷺ کبھی شعر کے ذریعہ مثال دے دیا کرتے تھے مگر اس میں بھی آپ ﷺ شعر کے پہلے حصے کو آخر میں اور آخر کے حصے کو بعد میں کر دیا کرتے تھے۔ یعنی اکثر آپ ﷺ اسی طرح پڑھتے تھے (۔ مثلاً یہ مصرعہ آپ ﷺ یوں پڑھتے)۔

Presented by Ziaraat.Com

ویاتیك من لم تزود بالاخبار یعنی اس مصرعہ کی صحیح صورت آگے ذکر ہو رہی ہے ایسے ہی آپ اس مصرعہ کو اس طرح پڑھا کرتے۔

کَفٰی بِالْاِسْلَامِ وَالشَّیْبِ لِلْمَرْءِ نَاھِیًا

یعنی اسلام ہی سب سے بڑا سہارا ہے اور بڑھاپا آدمی کو برائیوں سے روکنے والا ہے۔

قرآن سے ثبوت...... یہ مصرعہ سحیم عبد بنی حسحاس کا ہے جو مشہور و معروف شاعر ہے اور اصل میں اس کا مصرعہ اسطرح ہے کفی الشیب والاسلام للمرء ناھیا جب آپ ﷺ نے اس مصرعہ کو اس طرح بدل کر پڑھا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ شاعر نے اسے اس طرح کہا ہے اور انہوں نے مصرعہ کو صحیح حالت میں پڑھ کر سنایا مگر آنحضرت ﷺ نے دوبارہ اس کو اسی طرح پڑھا جس طرح پہلے وزن سے گرا کر پڑھا تھا۔ تب حضرت ابو بکرؓ نے کہا،

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں (پھر انہوں نے آیت کا یہ حصہ پڑھا) وَمَا عَلَّمْنَاہُ الشِّعْرَ یعنی ہم نے ان کو شعر و شاعری نہیں سکھلائی ہے۔"

حضرت ابو بکرؓ کا یہ جملہ جس میں انہوں نے وَمَا عَلَّمْنَاہُ الشِّعْرَ پڑھا اس بات کا ثبوت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر کوئی شعر اپنی موزوں حالت میں جاری نہیں ہوتا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ نے سحیم کا یہ شعر سنا،

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا لَا انْقِطَاعَ لَہٗ
فَلَیْسَ اِحْسَانُہٗ عَنَّا بِمَقْطُوْعٍ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لئے ہی تمام تعریفیں ہیں جو کبھی نہ ختم ہونے والی ہیں کیونکہ اس کے احسانات بھی کبھی نہ ختم ہونے والے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خوب کہا اور سچ کہا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے بہترین شاعر کون ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جو یہ کہے کہ،

اَلَمْ تَرَیَانِیْ کُلَّمَا جِئْتُ طَارِقًا
وَجَدْتُ بِھَا وَاِنْ لَّمْ تَطِیْبُ طَیِّبًا

ترجمہ: کیا تم دونوں دیکھتے نہیں کہ میں جب بھی اپنی محبوبہ کے پاس گیا تو میں ہمیشہ اس کے پاس جا کر مسحور ہو گیا چاہے اس نے خوشبوئیں بھی نہ لگا رکھی ہوں۔

یہ اصل میں اس طرح ہے وجدت بھا طیبا وان لم تطیب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے فرماتے تھے،

"یا رسول اللہ! آپ ﷺ شاعر نہیں ہیں اور نہ ہی آپ ﷺ شعروں کی روایت کرنے والے یعنی دوسروں کے شعر سنانے والے ہیں"

(کیونکہ آپ ﷺ شعر کو موزوں حالت میں نہیں پڑھتے تھے) پیچھے حضرت عائشہؓ کی حدیث میں گزرا ہے کہ شعر آپ ﷺ کے نزدیک بدترین کلام تھا۔ اس سے مراد ہے شعر خود موزوں کرنا آپ ﷺ کے نزدیک بدترین تھا۔ ورنہ جیسا کہ پیچھے گزرا آپ ﷺ شعر سنا بھی کرتے تھے اور دوسروں سے پڑھوا بھی لیا کرتے تھے۔ چنانچہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ ﷺ صخر کی ماں شریک بہن خنساء سے شعر پڑھوا کر سنا کرتے تھے اور اس کے شعر پسند فرماتے تھے۔ جب وہ یہ شعر سناتی تو آپ ﷺ داد دیتے اور ہاتھ سے اشارہ فرماتے،

Presented by Ziaraat.Com

بعض مؤرخین نے لکھا ہے، اس بات پر عالم کا اتفاق ہے کہ عورتوں میں اس سے بہتر شاعرہ نہ اس سے پہلے ہوئی اور نہ اس کے بعد ہوئی۔ اپنے اسی بھائی یعنی صخر کے متعلق اس نے جو شعر کہے ان میں سے دو شعر یہ ہیں،

اَعَینَیَّ جُوْدَا وَلَا تَجْمَدَا
اَلَا تَبْکِیَانِ لِصَخْرِ النَّدَا

ترجمہ: اس کی سخاوتوں اور فیاضیوں نے مجھے عاجز کر دیا۔ میرے ہمدم کیا تم اس شخص کے لئے آنسو نہیں بہاتے جو سخاوت کی چٹان تھا۔

طَوِیْلُ النِّجَادِ عَظِیْمُ الرَّمَادِ
وَسَادَ عَشِیْرَتَهٗ اَمْرَدَا

ترجمہ: اس کی تلوار کا پر تلہ لمبا تھا اور مہمانداری کی کثرت کی وجہ سے اس کے یہاں راکھ کے ڈھیر رہتے تھے اور کم عمری ہی میں اپنے قبیلہ کا سردار ہو گیا تھا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے خنساء کی شاعری سے متعلق ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام نزھتہ الجلساء فی اشعار الخنساء ہے جو اس عورت کی شاعرانہ صلاحیتوں اور عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔

پیچھے حضرت عائشہؓ کی حدیث میں گزرا ہے کہ آپ ﷺ کبھی شعر کے ذریعہ مثال دیدیا کرتے تھے۔ اس میں کبھی آپ ﷺ پہلے حصے کو بعد میں اور بعد کے حصے کو پہلے کر دیا کرتے تھے۔ یعنی اکثر آپ ﷺ اسی طرح پڑھتے تھے۔ یہاں لفظ اکثر کی وجہ سے حضرت عائشہؓ ہی کی اس حدیث میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ آپ ﷺ ابن رواحہ کے شعر سے بھی مثال دیا کرتے تھے۔

ویاتیک بالاخبار من لم تزود

یا مثلاً حضرت عائشہؓ ہی کا قول ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو کبھی شعر پڑھتے نہیں سنا سوائے ایک شعر کے،

تَفَاءَلْ بِمَا تَهْوِیْ یَکُنْ فَلَقَلَّمَا
یُقَالُ لِشَیْءٍ کَانَ اِلَّا تَحَقَّقَا

ترجمہ: تم جس چیز کی طرف مائل ہو اس کے متعلق نیک فال لو یہ کہتے ہوئے کہ یہ چیز ضرور ہو جائے گی۔ جس چیز کو اس طرح نہ کہا جائے وہ اکثر نہیں ہوتی۔

آپ ﷺ شعر کو موزوں حالت میں نہیں پڑھتے تھے...... کتاب خصائص صغریٰ میں ہے کہ علامہ مزنی نے کہا ہے کہ مجھ تک ایسی کوئی حدیث نہیں پہنچی کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کوئی پورا شعر درست وزن کے ساتھ پڑھا ہو، بلکہ یا تو آپ ﷺ پہلا مصرعہ پڑھتے جیسے لبید کا یہ مصرعہ ہے، الا کل شئی ماخلا اللّٰہ باطل یعنی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے، یا آپ ﷺ شعر کا صرف دوسرا مصرعہ پڑھتے جیسے طرفہ کا یہ مصرعہ ہے، ویاتیک بالاخبار من لم تزود اس میں یہ شبہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی گزشتہ حدیث میں اس کو ابن رواحہ کا شعر کہا گیا ہے یا مثلاً اعشی بن مازن نے عورتوں کی برائی میں چند شعر پڑھے تھے جو طرفہ ہی کے تھے ان کا آخری مصرعہ ہے۔ وَهُنَّ شَرُّ غَالِبٍ لِمَنْ غَلَبَ یعنی جو شخص ان کے شر میں پھنس جائے اس کے لئے وہ زبردست شر ہیں۔ اس مصرعہ کو آپ ﷺ یوں پڑھتے، وَهُنَّ شَرُّ غَالِبٍ لِمَنْ غَلَبَ لیکن اگر آپ ﷺ کبھی پورا شعر پڑھتے تو اس کو بدل دیتے یعنی اسے وزن سے گرا دیتے۔ یعنی اکثر ایسا کرتے جیسے عباس ابن مرداس کا شعر

Presented by Ziaraat.Com

ہے جو آپ ﷺ نے پورا پڑھا، یعنی ایک مرتبہ آپ ﷺ نے عباس ابن مرداس سے فرمایا،

"تمہیں اپنا وہ شعر یاد ہے نا! ایک روایت میں یوں ہے کہ یہ تمہارا ہی تو شعر ہے کہ

اَصبَحَ نَهبِي وَنَهبُ العَبِيدِ

بَينَ الاقرَعِ وَ عُيَينَهِ

ترجمہ: میری اور میرے غلاموں کی لوٹ مار اقرع اور عیینہ کی نظروں کے سامنے ہوتی تھی۔

اس پر آپ ﷺ سے کسی نے کہا کہ شعر کے لفظ اصل میں اس طرح ہیں بین عیینة والاقرع آپ ﷺ نے فرمایا یہ اصل میں یوں ہے۔ الاقرع وعیینہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر عرض کیا،

"یارسول اللہ! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اشهد انك رسول الله آپ ﷺ حقیقت میں نہ شاعر ہیں اور نہ دوسروں کے شعر سنانے والے ہیں (یعنی نہ صحیح شعر پڑھ سکتے ہیں) اور نہ یہ آپ ﷺ کے لئے مناسب ہی تھا۔ شاعر نے اصل میں بین عیینہ والاقرع کہا ہے۔"

شعر گوئی آپ ﷺ کی شان سے فروتر تھی...... یعنی یہ آپ ﷺ کے لئے مناسب بھی نہیں تھا کہ آپ ﷺ شاعر ہوتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے۔ نہ ہی یہ آپ ﷺ کی شان کے مطابق تھا کہ آپ ﷺ دوسروں کے شعر سنا سکتے۔ یعنی ان کے اصل وزن اور بحر کے ساتھ۔ یعنی آپ ﷺ کی شان ایسی نہیں بلکہ شعر و شاعری سے بلند و بالا ہے (ی) مگر آپ کی شان شعر و شاعری سے بلند ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ کبھی شعر کو اس کی اصل شکل اور وزن کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے تھے۔ روایتوں کا یہ اختلاف قابل غور ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کوئی ایک پورا شعر نہیں پڑھا۔ یعنی جو موزوں اور شعری بحر کے مطابق ہو۔ اب یہ بات مواہب کے گزشتہ حوالے کے خلاف ہے مگر اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے یہ بات حضرت عائشہؓ سے منقول ہو (مواہب کے گزشتہ حوالے میں گزرا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے خود شعر کہنا غیر ممکن ہو سکتا ہے شعر پڑھنا نہیں)۔

علامہ مزنی اور بعض دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ اکثر و بیشتر تو آپ ﷺ کی عادت یہی تھی کہ آپ ﷺ شعر کے پہلے حصے کو بعد میں اور بعد کے حصے کو پہلے کر دیا کرتے تھے۔ کتاب امتاع میں بھی یہی ہے کہ اتفاقاً اور خال خال ہی آپ ﷺ پورا شعر موزوں اور شعری بحر کے مطابق پڑھ دیا کرتے تھے اور پھر مواہب کا قول اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ مثال میں شعر پڑھنا آپ ﷺ کے لئے ہمیشہ غیر ممکن تھا چنانچہ اسی بات کی علامہ زہری کے قول سے تائید ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے مثال میں کبھی کوئی شعر اس کی موزوں حالت میں نہیں پڑھا سوائے هذا الحمال کے جس کو آپ ﷺ نے شعری بحر کے مطابق پڑھا اس بارے میں جو اشکال ہوتا ہے وہ گزر چکا ہے۔

شعر کی تعریف اور بعض موزون قرآنی آیات...... جہاں تک شعر کی بات ہے تو اس کی تعریف یہ ہے کہ یہ ایک ایسا عربی کلام ہوتا ہے جس کو باقاعدہ ارادہ سے موزون یعنی قرآن کے مطابق کیا گیا ہو۔ علامہ بدر دمیاطی کہتے ہیں کہ یہاں باقاعدہ ارادے سے کے الفاظ سے وہ جملے یا کلام شعر کے دائرے سے نکل جاتے ہیں جن میں اتفاقاً موزونیت اور شعری بحر پیدا ہو گئی ہو جیسے قرآن پاک کی بہت سی آیات ہیں جن کے بارے میں یہ اتفاق ہے کہ ان میں موزونیت اور شعری بحر موجود ہے (مگر پھر بھی وہ شعر نہیں ہیں) یعنی شعر کی جو سولہ بحریں

Presented by Ziaraat.Com

اور زمینیں ہیں ان میں سے کوئی نہ کوئی بحر کچھ آیتوں میں پائی جاتی ہے۔ ایسی آیتوں کو علامہ جلال سیوطیؒ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً ایسی آیات پاک میں سے ایک یہ ہے۔

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (سورۂ آل عمران، پ ۴، ع، آیت ۹۲)

یا مثلاً ایک دوسری آیت ہے

وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَاتٍ (سورۂ سبا، پ ۲۲، ع ۲)

اسی طرح ایک اور آیت ہے

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ (سورۂ صف، پ ۲۸، ع ۲ آیت ۱۳)

آنحضرت ﷺ کی زبان سے جاری ہونے والے رجزیہ کلمات...... ایسے ہی مثلاً آنحضرت ﷺ کے کچھ کلمات ہیں جن میں اتفاقی طور پر شعری وزن پیدا ہو گیا جس میں کسی ارادہ کو دخل نہیں تھا جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے،

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيتِ
وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا لَقِيتِ

یعنی یہ بات اسی صورت میں ہے جبکہ اس کلام کو آنحضرت ﷺ کا کلام مانا جائے کیونکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ حضرت عبداللہ ابن رواحہ کا شعر ہے اس لئے کہ یہ شعر ان اشعار میں موجود ہے جو ابن رواحہ نے غزوۂ موتہ کے سلسلے میں کہے تھے یہاں ان کی انگلی زخمی ہو گئی تھی اور اس سے خون بہنے لگا تھا۔ اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں فی سبیل اللہ کے بجائے فی کتاب اللہ ہونے کی بھی روایت ہے۔ مگر یہ ممکن ہے کہ کلمہ آنحضرت ﷺ کا ہی رہا ہو اور ابن رواحہ نے اس کو اپنی نظم میں شامل کر لیا ہو جیسا کہ بیان ہوا۔

ابن دحیہ نے لکھا ہے کہ رجزیہ یعنی جنگی اشعار کی قسموں میں آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر صرف یہ دو قسمیں ہی جاری ہوتی تھیں ایک منہوک اور دوسرے مشطور۔ (یہ دونوں رجزیہ اور رزمیہ شاعری کی اصطلاحیں ہیں۔

منہوک۔ یعنی ایسے رجزیہ مصرعہ کو کہتے ہیں جس کے دو تہائی حصے کو چھوڑ دیا یا نکال دیا گیا ہو یعنی باقی حصے کو منہوک کہتے ہیں۔

مشطور۔ ایسے رجزیہ مصرعہ کو کہتے ہیں جس کے چھ جزوں میں سے تین جز کو حذف کر دیا گیا ہو۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر ان ہی دو قسموں کے مصرعے آتے تھے مثلاً منہوک رجزیہ مصرعہ جو آپ ﷺ کی زبان سے نکلا وہ یہ ہے، اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ یعنی میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔

اسی طرح مشطور رجزیہ مصرعہ جو آپ ﷺ کی زبان پر آ گیا وہ یہ ہے هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيتِ

کیا رجزیہ کلمات شاعری میں شامل ہیں؟...... ایک قول یہ ہے کہ ایک مصرعہ شعر یعنی شاعری کا جز نہیں ہوتا اس قول کی بنیاد یہ ہے کہ مشہور شاعر اخفش کے نزدیک رجزیہ کلمات سرے سے شاعری یا شعر کی جنس میں ہی شامل نہیں ہیں۔ اگرچہ شاعر خلیل اس بات کو نہیں مانتا۔ حقیقت میں اخفش نے رجزیہ کلمات کو خلیل کے نظریہ کی تردید میں ہی شاعری سے خارج قرار دیا ہے کیونکہ خلیل اور اس کے ہمنوا شاعر رجز کو شاعری ہی کی ایک قسم مانتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

اخفش نے اس نظریہ کو ان الفاظ میں رد کیا ہے کہ میں ان لوگوں یعنی خلیل اور اس کے ہمنواؤں کا نظریہ ایک دلیل کی بنیاد پر نہیں مانتا جس کا یہ لوگ اگر اقرار نہیں کرتے تو کفر کرتے ہیں۔ وہ دلیل یہ ہے کہ اگر رجزیہ کلمات شاعری ہوتے تو رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا نہ ہوتے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ یعنی ہم نے اپنے نبی کو شاعری نہیں سکھلائی۔ اور شاعری آنحضرت ﷺ کی شان کے مناسب بھی نہیں ہے۔ یہاں تک اخفش کا کلام ہے۔

مگر کتاب نور میں ہے کہ حقیقت میں صحیح بات یہ ہے کہ رجزیہ کلمات بھی شاعری کی ایک صنف اور قسم ہیں یعنی کتاب نور کے مصنف اس بارے میں خلیل کے نظریہ کو مانتے ہیں اور یہ بات واضح کی جاچکی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر جو موزون اور شعری بحر کے مطابق کلمے جاری ہوگئے وہ شعر نہیں ہیں کیونکہ ان کی بحر اور موزونیت میں آپ کے ارادے کو دخل نہیں تھا بلکہ اتفاقاً ان کلموں میں وزن کی رعایت ہوگئی بہر حال یہ اختلاف قابل غور ہے۔

کیا آنحضرت ﷺ پر شعر کہنا اور سنانا حرام تھا؟...... علامہ ماوردی نے شافعی فقہاء کا قول نقل کیا ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ کے لئے شعر کہنا یعنی خود موزون کرنا ممنوع اور حرام تھا اسی طرح دوسروں کے شعر (شعری خوبیوں کی بناء پر) سنانا بھی حرام تھا۔ (ی) یعنی سوائے اس کے کہ آپ ﷺ کسی مثال کے لئے کوئی شعر پڑھ دیں مگر اس کے متعلق بھی گزر چکا ہے کہ آپ ﷺ شعر کو اس کے وزن اور بحر کے ساتھ نہیں پڑھ پاتے تھے)۔

بعض لوگوں نے شعر سنانے اور شعر پڑھ دینے میں فرق کیا ہے یعنی شعر سنانا یا شعر کی روایت کرنا تو یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ فلاں کا شعر ہے کہ وغیرہ اور شعر پڑھ دینا یہ ہے کہ کسی مثال وغیرہ میں آدمی ایک یا دو مصرعہ پڑھ دے۔ اس صورت میں آدمی کسی شعر کی روایت نہیں کرتا۔ آنحضرت ﷺ بھی مثال کے لئے کبھی شعر پڑھ دیتے تھے لیکن شعر کی روایت نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک ان بعض علماء کا حوالہ ہے۔

مگر اس بارے میں ایک شبہ ہے کہ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا تھا کہ سب سے بہترین شاعر کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ جو یہ کہتا ہے کہ...... وغیرہ۔ ایسے ہی آپ ﷺ نے عباس ابن مرداس سے فرمایا کہ تم ہی نے تو یہ شعر کہا ہے کہ...... وغیرہ۔ چنانچہ اس بارے میں ان ہی علماء نے کہا ہے کہ شعر سنانے اور شعر پڑھنے میں فرق تھا یعنی آپ ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ فلاں نے یوں کہا ہے تو اس قول کی وجہ سے اس میں خود شاعر کی بلندی پوشیدہ ہے جو شعر کی شان کو بھی بلند کرتی ہے جب کہ آنحضرت ﷺ سے جو چیز مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ شعر سے بحیثیت شعر کے گریز فرمائیں۔ لیکن اس کے علاوہ خود ان احادیث میں ہی حضرت ابوبکرؓ کا یہ قول بھی موجود ہے جو آپ ﷺ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ کے لئے شعر کی روایت بھی ممکن نہیں جیسا کہ بیان ہوا۔

ایک دوسرا نظریہ...... شاعر خلیل سے روایت ہے کہ شعر آنحضرت ﷺ کے نزدیک بہت سے کلاموں کے مقابلے میں زیادہ پسندیدہ تھا۔ (ی) کہا جاتا ہے کہ اس بات میں حضرت عائشہؓ کی اس گزشتہ روایت سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہونا چاہئے جس میں ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک بدترین کلام شعر تھا کیونکہ یہاں شعر سے مراد وہ کلام تھا جس میں برائی اور دوسروں کی عیب جوئی وغیرہ ہو۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ شعر ایک کلام ہے جس کی

Presented by Ziaraat.Com

برائیاں بری ہیں اور اچھائیاں اچھی ہیں۔

جامع صغیر میں ہے کہ شعر بھی عام کلام اور بات چیت کی طرح ہی ہے چنانچہ اگر اس میں اچھائی ہے تو وہ عام گفتگو کی اچھائیوں کی طرح اچھی ہے اور برائی ہے تو دوسری باتوں کی برائیوں کی طرح بری ہے۔ اچھا شعر دو خوبصورتیوں میں سے ایک ہے جس سے حق تعالیٰ ایک مسلمان کو آراستہ فرمادیتا ہے۔

اچھے شعر پسندیدہ کلام ہیں...... حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اگر قرآن پاک کی کوئی پوشیدہ حکمت تم سے اوجھل ہو تو اس کو شعر میں تلاش کرو کیونکہ شعر عربوں کے علوم کا خزانہ ہے۔

حضرت عمر کے کلام میں ہے کہ وہ شعر بہت اچھے ہوتے ہیں جو آدمی اپنی ضرورت کے اظہار سے پہلے کہتا ہے اور جن کے ذریعہ فیاض آدمی کا دل ہمدردی سے بھر جاتا ہے اور بخیل آدمی کے دل میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔

اب گویا اس ساری بحث سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور سب کے اقوال سے یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے جو چیز حرام تھی وہ شعر کہنا تھا یعنی باقاعدہ ارادہ کر کے موزون اور شعری بحر کے مطابق کلام کرنا۔ حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب اور مراد بھی یہی ہے وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ لہٰذا اگر آنحضرت ﷺ کی زبان سے کبھی موزون اور شعری بحر کے مطابق کلام ادا ہو گیا تو اس کو اصطلاحی طور پر شعر نہیں کہا جائے گا کیونکہ آپ ﷺ نے اس کو موزون کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا تھا (بلکہ اتفاقی طور پر ایسا کلام آپ ﷺ کی زبان پر جاری ہو گیا) اور یہ بات آپ ﷺ کے لئے ممنوع نہیں تھی۔ ادھر اکثر ایسا ہوتا تھا کہ اگر آپ ﷺ مثال کے لئے یا شاعر کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کوئی شعر پڑھتے تو آپ ﷺ اس کو موزون صورت میں نہیں پڑھتے تھے اگرچہ کبھی کبھی آپ ﷺ نے شعر کو اس کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔

کیا آپ ﷺ شعر کو وزن سے پڑھنے پر قادر تھے...... بعض ادیبوں نے دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ شعر کو صحیح طور پر پڑھ سکتے تھے یعنی ارادہ کر کے اس کو وزن کے ساتھ پڑھنے یا کہنے پر قادر تھے مگر آپ ﷺ ایسا کرتے نہیں تھے یعنی اس کو وزن کے ساتھ پڑھنے کا ارادہ ہی نہیں کرتے تھے۔ پھر وہ ادیب کہتے ہیں کہ یہ بات ماننا اس کے مقابلے میں زیادہ بلند اور بہتر ہے جو ہم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ موزوں انداز میں پڑھ ہی نہیں سکتے تھے۔ مگر اس کے ماننے میں یہ اشکال ہے کہ اس طرح قرآن پاک کی تکذیب ہوتی ہے (کیونکہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کو شعر کا علم دیا ہی نہیں گیا)۔

علامہ بغوی جو شافعی فقہاء میں سے ہیں ان کی کتاب میں ہے کہ ایک قول کے مطابق آپ ﷺ شعر کہنے یا موزون انداز میں پڑھنے پر قادر تھے مگر آپ ﷺ ایسا کرتے نہیں تھے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ ایسا کرنے پر قادر نہیں تھے۔ البتہ آپ ﷺ اچھے اور برے شعر میں فرق کر سکتے تھے (کیونکہ اس کا تعلق سخن فہمی سے ہے یا پھر) غالباً اچھے اور برے سے مراد موزون اور غیر موزون شعر ہے (کہ اگر شعر وزن اور بحر سے گرا ہوا ہے تو آپ ﷺ اس کو پہچان لیتے تھے)۔

مگر کتاب ینبوع حیات میں ہے کہ بعض زندیق اور دہریئے جو اپنے جان و مال کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ ﷺ شعر کہنے پر قادر تھے۔ مگر اس طرح وہ دہریئے صرف قرآن پاک کو جھٹلانا چاہتے ہیں کیونکہ قرآن پاک میں ہے کہ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا

Presented by Ziaraat.Com

یَنْبَغِیْ لَہٗ۔

شعر گوئی مبالغہ اور تخیل آرائی کا نام ہے...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگرچہ قرآن پاک کے کلام میں دوسری تمام کتابوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ موزونیت ہے مگر اس کو شاعری سے بری اور پاک کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک حق و صداقت اور سچائیوں کا خزانہ ہے جبکہ شاعری کی پرواز اور بنیاد ہی یہ ہوتی ہے کہ اس میں تخیلات اور باطل تصورات کو حق و صداقت کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے جن کو ظاہر کرنے کے بجائے اس میں خود بینی و خود پسندی، دوسروں کی برائی میں مبالغہ اور ایذا رسانی کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے اسی لئے حق تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بھی شعر و شاعری سے پاک رکھا۔

چونکہ شاعری کی شہرت جھوٹ اور مبالغہ آرائی ہی کے ساتھ ہے اس لئے اہل علم اور اہل عقل ان قیاسات اور اندازوں کو بھی شاعری کا نام دیتے ہیں جو اکثر و بیشتر جھوٹ اور غلط ہی ثابت ہوتے ہیں۔

مسجدوں میں شعر گوئی کی ممانعت ...... ایک حدیث میں مسجدوں میں بیٹھ کر شعر پڑھنے کو انتہائی ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے،

"جس شخص کو تم مسجد میں شعر سناتے ہوئے دیکھو اس سے تین مرتبہ یہ کہو اللہ تعالیٰ تیرا منہ موڑ دے!"

جیسا کہ ظاہر ہے یہاں بلا تخصیص ہر شعر کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے جو اس بارے میں سختی اور تنگی ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

کتاب عرائس میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ آدم علیہ السلام نے بھی شعر کہا ہے اس نے اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا اور آدم علیہ السلام پر گناہ کا بہتان باندھا۔ محمد ﷺ اور تمام پیغمبر علیہم السلام شعر و شاعری سے ممانعت کے معاملے میں برابر ہیں۔

شیخ محی الدین ابن عربی "وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْبَغِيْ لَهٗ" کی تفسیر میں لکھا ہے،

"یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ شعر ایک ایسا کلام ہے جس میں اجمال ہوتا ہے (یعنی تفصیل نہیں ہوتی) لفظوں کا ہیر پھیر ہوتا ہے اور لفظی دھوکہ ہوتا ہے (یعنی کہا کچھ جاتا ہے اور مراد کچھ ہوتی ہے (ی) جبکہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ ہم نے محمد ﷺ کے لئے نہ تو کوئی چیز اشاروں کنایوں میں کہی نہ لفظی ہیر پھیر کیا اور نہ لفظی دھوکہ کیا کہ کہا کچھ اور مراد کچھ لی نہ ہی ہم نے ان سے کسی گنجلک انداز میں خطاب کیا۔" شیخ نے اس موضوع پر بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

اب اس تفسیر کی روشنی میں کیا ان حروف مقطعہ (جیسے الم کھیعص وغیرہ وغیرہ) سے شبہ پیدا ہو سکتا ہے جو کئی سورتوں کے شروع میں ہیں؟"

اس کا جواب یہ ہے کہ شاید شیخ ابن عربی ان حروف مقطعہ کو ان باتوں میں شمار نہیں کرتے جو متشابہ کہلاتی ہیں یا یہ کہ متشابہ سے وہ چیزیں مراد نہیں ہوتیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے یعنی صرف اپنے تک ہی رکھا ہے۔ (یعنی ان حروف مقطعہ کا علم اللہ تعالیٰ نے کچھ انسانوں کو بھی دیا ہے جیسا کہ امام شافعی کا قول بھی یہی ہے) واللہ اعلم۔

تعمیر میں صحابہ کی جانفشانی...... (غرض اس تفصیل کے بعد دوبارہ اصل واقعہ کی طرف آتے ہیں جو مسجد

Presented by Ziaraat.Com

نبوی کی تعمیر اور آنحضرت ﷺ کے خود محنت و مشقت اٹھانے کے بارے میں چل رہا ہے) جب صحابہ نے آنحضرت ﷺ کو خود اینٹیں ڈھوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے اور زیادہ جانفشانی اور محنت سے کام کیا یعنی اینٹیں ڈھونی شروع کیں۔ مراد بڑے بڑے پتھر ہیں جیساکہ بعض علماء نے اس کی تشریح کی ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ پتھر اٹھا اٹھا کر تیزی سے لارہے تھے۔ مراد وہ پتھر ہیں جن سے دیوار اور دروازے کی دونوں جانبیں بنائی گئیں جیساکہ بیان ہوا۔ یہاں تک کہ کام اور جانفشانی کی رفتار کے سلسلے میں ایک شخص نے کہا،

لئن قعدنا والنبی یعمل
لذاک منا العمل المضلل

ترجمہ: اگر ہم اس حالت میں جان فشانی سے کام نہ کریں جبکہ اللہ کے نبی مشقت اٹھارہے ہیں تو یہ ہمارے لئے بربادی و تباہی کی بات ہو گی۔

عمارؓ کی آرزوئے ثواب میں زیادہ مشقت...... چنانچہ ہر شخص ایک ایک اینٹ اٹھا کر لانے لگا مگر حضرت عمار ابن یاسرؓ ایک دفعہ میں دو اینٹیں لارہے تھے چنانچہ آنحضرت ﷺ اپنے ہاتھ سے ان کے سر سے مٹی جھاڑتے اور فرماتے،

"عمار! تم بھی اپنے ساتھیوں کی طرح ایک ایک اینٹ کیوں نہیں اٹھاتے؟"

انہوں نے عرض کیا،

"اس لئے کہ میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب چاہتا ہوں"

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عمارؓ دو اینٹیں اٹھاتے تو ان میں سے ایک اپنی بیت سے اور دوسری آنحضرت ﷺ کے حصے کی اٹھاتے اس پر آپ ﷺ نے ان کی کمر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا،

اے ابن سمیہ! سب لوگوں کے حصے میں ایک ایک اجر ہے اور تمہارے حصے میں دو دو اجر ہیں اور دنیا میں سے تمہارا آخری زادِ راہ یعنی کھانا دودھ کا ایک گھونٹ ہو گا!"

عمارؓ کے متعلق پیشین گوئی...... حضرت عمارؓ کے حق میں ایک حدیث ہے کہ عمار ابن سمیہ کے سامنے جب بھی دو ایسی باتیں آئیں جن میں سے ان کو ایک کا انتخاب کرنا ہوتا تو ہمیشہ ان کا انتخاب سچائی اور سیدھے راستے کا ہوتا۔ جب بھی لوگوں کے درمیان کسی بات پر اختلاف ہوتا تو حضرت عمارؓ ہمیشہ حق اور سچائی پر ہوتے۔ (خود حضرت عمار سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ) تمہیں باغیوں اور سرکشوں کی ایک جماعت قتل کرے گی تم ان کو جنت کی طرف بلاؤ گے اور وہ تمہیں دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمارؓ کہہ رہے تھے کہ میں تمام فتنوں سے اللہ تعالیٰ اور ایک روایت کے مطابق رحمٰن کی پناہ مانگتا ہوں۔

تشریح: یہ حضرت عمارؓ کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عمارؓ سے فرمایا کہ دنیا میں تمہاری آخری خوراک دودھ کا ایک گھونٹ ہو گا چنانچہ اس پیشین گوئی کی تفصیل مترجم کتاب شرح زرقانی سے لے کر پیش کر رہا ہے۔

پیشین گوئی کی تکمیل...... زرقانی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ علامہ طبرانی نے کبیر میں ابی سنان دولی صحابی سے حسن سند کے ساتھ ایک روایت بیان کی ہے، ابی سنان کہتے ہیں کہ میں نے عمار ابن یاسر کے آخر وقت میں ان کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے ایک غلام کو بلا کر پینے کے لئے کچھ مانگا وہ دودھ کا

Presented by Ziaraat.Com

ایک پیالہ لے کر آیا جو حضرت عمار نے پی لیا۔ پھر انہوں نے کہا،

"اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا آج میں محمد ﷺ اور ان کی جماعت کی محبت کےسوا ہر چیز چھوڑ رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دنیا میں جو چیز آخری یعنی آخری غذا تیرے ساتھ جائے گی وہ دودھ ہو گا۔

پھر انہوں نے کہا،

"خدا کی قسم! انہوں نے یعنی دشمنوں نے ہمیں شکست دیدی اور وہ ہماری طرف پیش قدمی کرنے میں کامیاب ہوگئے تو ہم سمجھ لیں گے کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں"

کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہیں باغیوں اور سرکشوں کی ایک جماعت قتل کرے گی۔

غرض اس کے بعد حضرت عمارؓ صفین کے مقام پر حضرت علیؓ کا ساتھ دیتے ہوئے قتل ہوگئے اور وہیں ان کو دفن کیا گیا یہ واقعہ ۳۷ھ کا ہے اس وقت ان کی عمر تیرانوے ۹۳ یا چورانوے ۹۴ سال کی تھی۔

وہ باغی اور سرکش جماعت شام والوں کی تھی جو حضرت معاویہ کے ساتھی تھے۔

امام بخاری نے اپنے ایک نسخے میں اور مسلم و ترمذی وغیرہ نے مرفوع طور پر روایت بیان کی ہے کہ عمار پر افسوس ہے، ان کو سرکشوں کی ایک جماعت قتل کرے گی وہ ان کو جنت کی طرف بلائیں گے اور وہ جماعت ان کو جہنم کی طرف بلائے گی۔ مراد یہ ہے کہ ایسی چیز اور سبب کی طرف بلائیں گے جو جہنم کی طرف لے جانے والا ہو گا۔

اس بارے میں ایک شبہ کیا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ (خود بھی صحابی تھے اور ان) کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی۔ لہٰذا یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ جہنم کی طرف بلانے والے ہوں گے۔

علامہ ابن حجرؒ نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ جہنم کی طرف بلانے والے یہ سمجھ کر نہیں بلائیں گے کہ وہ جہنم کی طرف بلا رہے ہیں بلکہ وہ اپنی جگہ پر یہ سمجھیں گے کہ ہم جنت کی طرف بلا رہے ہیں۔ اب جہاں تک ان کے ایسا سمجھنے کی بات ہے تو وہ مجتہد تھے اس لئے اس تصور اور سمجھنے کی وجہ سے ان پر کوئی ملامت نہیں ہے چاہے حقیقت میں بات ان کے خیال کے خلاف ہی ہو۔ بات کے برخلاف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت واجب الاطاعت حضرت علیؓ تھے یعنی امیر المومنین تھے اور تمام مسلمانوں پر ان کی اطاعت واجب تھی اور حضرت عمارؓ ان ہی کی اطاعت کی طرف بلا رہے تھے جو جنت میں جانے کا سبب تھا۔ تشریح ختم۔

(حوالہ شرح زرقانی علی المواہب جلد اص ۳۶۶ مطبع ازہریہ مصر۔ مرتب)۔

اس تفصیل سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مستقل طور پر اینٹیں نہیں ڈھوئیں بلکہ کسی کسی وقت آپ ﷺ بھی سب کام کرنے والوں کے ساتھ شریک ہوئے۔ ادھر حضرت عمارؓ کے متعلق ہی مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ مجھے ایک ایسے آدمی نے بتلایا جو مجھ سے بہتر ہے کہ جب حضرت عمارؓ غزوۂ خندق کے وقت خندق کھودنے میں مصروف تھے تو آنحضرت ﷺ کی نظر ان پر پڑی آپ ﷺ حضرت عمارؓ کے سر سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا کہ اے ابن سُمیہ تمہیں ایک سرکش جماعت قتل کرے گی۔

ایک دوسری روایت میں اس حدیث کے بتلانے والے کا نام بھی ظاہر کردیا گیا ہے جس کو حضرت ابو سعیدؓ نے یہاں ظاہر نہیں کیا (بلکہ اپنے سے بہتر آدمی کہہ کر روایت بیان کردی) وہ شخص حضرت ابو قتادہؓ ہیں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ خندق کھود رہے تھے اور لوگ پتھروں سے

Presented by Ziaraat.Com

توڑی ہوئی اینٹیں ایک ایک کر کے لے جا رہے تھے اس وقت حضرت عمارؓ دو دو اینٹیں اٹھا اٹھا کر لے جا رہے تھے حالانکہ اس وقت وہ بیماری کی وجہ سے کافی کمزور ہو رہے تھے۔ اس وقت آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے ابن سُمیہ! تم پر ترس آتا ہے کہ سرکشوں کی ایک جماعت کے ہاتھوں تم قتل ہو گے۔

بعض لوگوں نے (اس اختلاف کے بارے میں کہ یہ واقعہ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت کا ہے یا غزوۂ خندق کے وقت کا) یہ کہا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ یہاں خندق کھودنے کی بات راوی کے وہم اور مغالطے کی وجہ سے ذکر ہو گئی ہے یا پھر آپ ﷺ نے یہ بات مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کی کھدائی کے وقت دونوں موقعوں پر فرمائی ہو گی۔ یہاں تک حوالہ ہے۔ اب گویا یہ کہا جائے گا کہ تعمیر مسجد کے وقت دو دو اینٹیں کر کے لے جا رہے ہوں گے اور غزوۂ خندق کے وقت دو دو پتھر اٹھا کر لے جا رہے ہوں گے۔

تعمیر کے دوران ابن مظعون کا احساس نفاست ...... حضرت عثمان ابن مظعونؓ ایک نہایت نفاست پسند اور صفائی پسند آدمی تھے وہ بھی مسجد کی تعمیر کے وقت پتھر ڈھونے والوں میں شامل تھے جب وہ اینٹ اٹھا کر چلتے تو اسے اپنے کپڑوں سے دور رکھ کر احتیاط سے لے جاتے تاکہ مٹی لگ کر کپڑے خراب نہ ہو جائیں۔ پھر اگر کپڑوں کو مٹی لگ جاتی تو فوراً اس کو چٹکی سے جھاڑتے جاتے تھے حضرت علیؓ نے ان کی یہ احتیاط اور نفاست دیکھی تو طنز یہ طور پر نہیں بلکہ ازراہ مذاق یہ شعر پڑھنے لگے،

حضرت علیؓ کا ان سے مذاق......

لَا يَسْتَوِي مَنْ يَعْمُرُ الْمَسَاجِدَا
يَدْأَبُ فِيهَا قَائِمًا وَقَاعِدًا

ترجمہ: ایک وہ شخص ہے جو مسجدوں کو آباد کرنے کے لئے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ہر حالت میں وہاں پہنچتا ہے۔

وَمَنْ يُرَىٰ عَنِ الْغُبَارِ حَائِدًا

ترجمہ: اور ایک وہ شخص ہے جو گرد و غبار دیکھ کر ہی رک جاتا ہے۔

یہ حضرت عثمان ابن مظعونؓ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے جاہلیت کے زمانے میں ہی اپنے اوپر شراب حرام کر لی تھی۔ وہ کہا کرتے تھے،

"میں شراب ہرگز نہیں پیوں گا کہ جس سے میری عقل اور ہوش و حواس جاتے رہیں اور وہ لوگ مجھ پر ہنسیں جو مجھ سے کم رتبہ ہیں"۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ میں نے کئی بڑے بڑے شاعروں سے پوچھا کہ یہ رجزیہ شعر جو حضرت علیؓ نے حضرت عثمان ابن مظعونؓ کے لئے بطور مثال اور اشارہ کے پڑھا ان کے اپنے شعر ہیں یا دوسرے کے ہیں مگر ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔

عمار کی غلط فہمی اور ابن مظعونؓ کا غصہ ...... غرض حضرت علیؓ نے یہ رجزیہ شعر پڑھے تو حضرت عمارؓ ابن یاسرؓ نے ان کو سن لیا ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ شعر حضرت علیؓ نے کیوں اور کس کے لئے پڑھے مگر چونکہ یہ انہیں پسند آئے اس لئے انہوں نے بھی پڑھنے شروع کر دیئے یہ پڑھتے ہوئے وہ حضرت عثمان ابن مظعونؓ کے پاس سے بھی گزرے۔ حضرت عثمانؓ نے یہ سمجھا کہ حضرت عمارؓ ان پر طنز کر رہے ہیں چنانچہ انہوں نے کہا،

"اے ابن سُمیہ! میں نہیں جانتا کہ تم کس پر طنز کر رہے ہو یا تو تم چپ ہو جاؤ ورنہ میں یہ لوہا تمہارے

Presented by Ziaraat.Com

منہ پر مار دوں گا۔"

آنحضرت ﷺ کی ناراضگی......ان کے ہاتھ میں اس وقت ایک لوہا تھا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ خدا کی قسم میں یہ لاٹھی تمہاری ناک پر مار دوں گا۔ اس روایت کے مطابق ان کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا جس کی طرف انہوں نے اشارہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بات سن لی۔ آپ ﷺ یہ سن کر ناراض ہوئے اور آپ ﷺ نے اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر فرمایا،

"عمار ابن یاسرؓ میری آنکھ کا تارا ہے"

یہ دیکھ کر لوگوں نے حضرت عمارؓ سے کہا،

"رسول اللہ ﷺ ناراض ہوگئے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ ہمارے بارے میں کوئی وحی نہ نازل ہو"

حضرت عمارؓ نے کہا کہ میں آنحضرت ﷺ کو راضی کروں گا۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کے پاس آکر عرض کیا،

"یارسول اللہ! آپ ﷺ کے صحابہ کو مجھ سے کیا ضد ہوگئی ہے؟"

آپ ﷺ نے پوچھا تمہارے ان کے درمیان کیا بات ہوگئی۔ حضرت عمار نے عرض کیا ﷺ

"وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں وہ خود ایک ایک اینٹ کر کے لے جارہے ہیں اور مجھ پر دو دو اینٹوں کا بوجھ لادرہے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ مجھ پر دو دو تین تین اینٹیں لادرہے ہیں"

غالباً کبھی کبھی حضرت عمارؓ نے تین اینٹیں بھی اٹھائی ہوں گی۔ (جیسا کہ زرقانی میں ہے حضرت عمار نے یہ بات بطور مزاح کے اور آنحضرت ﷺ کا غصہ دور کرنے کے لئے کہی تھی) یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے عمارؓ کا ہاتھ پکڑا اور ان کو لے کر تمام مسجد میں گھومے۔ ساتھ ہی آپ ﷺ ان کے سر کے پچھلے حصے پر ہاتھ پھیر کر مٹی صاف کرتے جاتے تھے اور ان سے فرماتے تھے،

"اے ابن سُمیہ! یہ لوگ تمہیں قتل نہیں کریں گے بلکہ تمہیں سرکشوں کی ایک جماعت قتل کرے گی"

کبھی آپ ﷺ یہ فرماتے، افسوس عمار! وغیرہ۔ تم ان کو جنت کی طرف بلاؤ گے یعنی جنت میں لے جانے والے راستے کی طرف اور وہ راستہ سچے امام کی پیروی اور اطاعت کا ہے، کیونکہ حضرت عمار لوگوں کو حضرت علیؓ کی پیروی کی طرف بلاتے تھے جو اس وقت واجب الاطاعت امام تھے۔ جب کہ مخالف فریق کے لوگ جہنم کے راستے کی طرف بلاتے تھے اور وہ راستہ یہ تھا کہ حضرت علیؓ کی اطاعت نہ کریں بلکہ امیر معاویہؓ کی اطاعت کریں۔

اس میں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ حضرت عمار کی قاتل جماعت میں جو صحابہ تھے وہ سرکش کیسے کہلا سکتے ہیں کیونکہ وہ تو معذور تھے اس لئے کہ ان کے نزدیک حضرت علیؓ کی مخالفت کی جو وجہ تھی وہ درست تھی (اور وہ اس کو حق سمجھتے تھے) اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ حضرت عمارؓ کے اعتقاد کے مطابق تو وہ جہنم ہی کا راستہ تھا (کیونکہ وہ امام حق کی مخالفت کی طرف بلارہے تھے) لہٰذا اسی اعتبار سے ان کو باغیوں کی جماعت کہا گیا ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ جہاں تک امیر معاویہؓ کی جماعت کا تعلق ہے وہ باغی جماعت تو تھی مگر فاسق جماعت نہیں تھی کیونکہ ان حضرات کے ذہن میں جو تشریح اور تاویل تھی اس کی وجہ سے یہ معذور تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

بعض راویوں نے گزشتہ حدیث میں جس میں آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی کا ذکر ہے آپ ﷺ کا یہ جملہ بھی ذکر کیا ہے کہ قیامت کے دن میں ان کی شفاعت نہیں کروں گا۔

علامہ ابن کثیرؒ نے کہا ہے کہ جس راوی نے یہ جملہ ذکر کیا ہے اس نے اس اضافہ سے اللہ اور اس کے رسول پر بہتان باندھا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے یہ جملہ نہیں فرمایا تھا اور کسی معتبر راوی نے اس کو نقل نہیں کیا ہے۔

امام ابو العباس ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ یہ جھوٹ ہے جو حدیث میں بڑھا دیا گیا ہے کسی حدیث کا علم رکھنے والے نے کسی معروف سند سے اس کو ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح حضرت عمارؓ کے متعلق یہ جملہ ہے کہ وہ میری آنکھوں کا نور ہیں۔ اس جملے کی بھی کوئی سند نہیں ہے صحیح میں صرف اتنا ہے کہ عمار کو باغیوں کی ایک جماعت قتل کرے گی۔

حضرت عمارؓ کے قاتل...... ابو عالیہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ عمار کا قاتل جہنم میں جائے گا۔ اس بارے میں یہ بات عجیب اور حیرت ناک ہے کہ یہی ابو عالیہ جنہوں نے یہ حدیث بیان کی ہے خود حضرت عمارؓ کے قاتل ہیں جنگ صفین میں یہ حضرت معاویہ کے ساتھ تھے اور انہوں نے حضرت عمار کو قتل کیا جو حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ (ی) اور وہ کہتے تھے کہ جب حضرت عمار میدان جنگ میں اترے تو انہوں نے کہا،

"اے اللہ! اگر میں جانتا کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ میں آگ جلاؤں اور پھر اس میں کود جاؤں تو میں ایسا ہی کرتا یا اپنے آپ کو پانی میں غرق کر لوں تو میں یہی کرتا۔ میں ان لوگوں کے خلاف جنگ کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف تیرے ہی لئے لڑ رہا ہوں۔ میری تمنا ہے کہ تو مجھے رسوا اور ذلیل نہیں فرمائے گا۔"

اس وقت حضرت عمارؓ کے ہاتھ میں ان کا ہتھیار کانپ رہا تھا کیونکہ اس وقت ان کی عمر تہتّر سال کی تھی اس وقت ان کے لئے دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا جسے دیکھ کر وہ ہنسنے لگے لوگوں نے ان سے ہنسنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا،

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مرتے کے وقت آخری چیز جو تم پیو گے وہ دودھ ہو گا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت تمہاری آخری غذا دودھ کے چند گھونٹ ہوں گے!"

شوق شہادت...... اس کے بعد حضرت عمارؓ نے بلند آواز سے کہا،

"آج بہشت کو سجا دیا گیا اور خوبصورت حوروں کو آراستہ کر دیا گیا۔ آج ہم اپنے محبوب محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے جا کر ملیں گے۔"

جب حضرت عمارؓ قتل ہوئے تو حضرت عمرو ابن عاص گھبرائے ہوئے امیر معاویہ کے پاس پہنچے اور بولے کہ عمار قتل ہو گئے ہیں۔ امیر معاویہ نے کہا،

"تم اپنے پیشاب میں پھسلو! کیا ہم نے ان کو قتل کیا ہے۔ ان کے قتل کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو انہیں لے کر آئے تھے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ خاموش رہو۔ تم اپنے ہی پیشاب میں پھسلتے ہو ان کے قتل کے ذمہ دار علی اور ان کے ساتھی ہیں جو انہیں یہاں لے کر آئے اور ہمارے سامنے لا کر ڈال دیا۔"

کہا جاتا ہے کہ جب اس بات پر حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ سے احتجاج کیا اور وہ اپنے اس جملے سے انکار

Presented by Ziaraat.Com

نہ کرسکے تو کہنے لگے کہ ان کے قتل کی ذمہ داری اسی شخص کی ہوگی جو عمار کو ان کے گھر سے نکال کر میدان جنگ میں لایا تھا۔ ان کی مراد حضرت علیؓ سے تھی۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا،

اس کا مطلب ہے کہ حضرت حمزہؓ کو آنحضرت ﷺ نے قتل کیا تھا کیونکہ آپ ﷺ ہی ان کو میدان جنگ میں لائے تھے۔"

عمار کی عظمت اور شہادت کا سخت رّدِ عمل...... جب حضرت عمارؓ قتل ہوئے تو حضرت خزیمہ نے بیتابانہ اپنی تلوار میان سے کھینچ لی اور حضرت علیؓ کے ساتھ مل کر میدان جنگ میں لڑے۔ اس سے پہلے وہ دونوں فریقوں یعنی حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ سے علیحدہ ہو چکے تھے مگر حضرت عمارؓ کے قتل کے بعد انہوں نے یہ کہہ کر جنگ میں شرکت کی،

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ عمار کو ایک سرکش گروہ قتل کرے گا۔ چنانچہ اب معاویہ نے جنگ کی یہاں تک کہ عمار کو قتل کردیا۔"

حضرت ذوالکلاعؓ اس جنگ میں امیر معاویہ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ایک دن امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو ابن عاصؓ سے کہا،

"آخر ہم حضرت علی اور عمار ابن یاسر سے کیسے لڑیں گے؟"

ان دونوں نے کہا،

"عمار تو ہمارے ساتھ آکر مل جائیں گے اور ہماری طرف سے علیؓ کے ساتھ جنگ کریں گے۔"

یہ حضرت ذوالکلاعؓ حضرت عمارؓ سے پہلے ہی قتل ہوگئے تھے جب حضرت عمار قتل ہوئے تو امیر معاویہ نے کہا "اگر اس وقت ذوالکلاع زندہ ہوتے تو ہمارے آدھے آدمیوں کے ساتھ علی سے جا ملتے۔"

عمارؓ کے قتل پر ابن بدیل کا جوش و غضب...... ان کے اس اندیشے کی وجہ بھی غلط نہیں تھی کیونکہ حضرت ذوالکلاعؓ کے اثر میں ان کے خاندان کے چار ہزار اور ایک قول کے مطابق دس ہزار آدمی تھے۔ حضرت علیؓ کی طرف حضرت عبداللہ ابن بدیل ابن ورقاء تھے۔ جب حضرت عمارؓ قتل ہوئے تو انہوں نے جوش میں آکر دو تلواریں دونوں ہاتھوں میں لیں اور دو ہی زرہیں پہنیں اور اپنی تلواروں سے پرے کے پرے صاف کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہ تک پہنچ گئے۔ وہ اس قدر بہادری اور دلیری کے ساتھ لڑتے ہوئے بڑھ رہے تھے کہ امیر معاویہ اور ان کے خاص دستے کو اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ جانے پر مجبور ہونا پڑا۔ پھر حضرت عبداللہؓ نے وہیں میدان جنگ میں کھڑے ہو کر خطبہ دینا شروع کیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور آنحضرت ﷺ پر درود بھیجا اور پھر کہا،

لوگو سن لو! معاویہ اس چیز کے دعویدار بن کر کھڑے ہوئے ہیں جس کے وہ حقدار نہیں ہیں۔ وہ خلافت کے حقدار سے جھگڑا کر رہے ہیں۔ وہ ایک باطل بات کے لئے لڑ رہے ہیں تاکہ اس باطل سے حق کو ذبح کردیں وہ تم پر دیہاتیوں اور گروہوں کے ذریعہ زبردستی کر رہے ہیں انہوں نے ان لوگوں کے سامنے گمراہی کو سجا بنا کر پیش کیا ہے اور ان کے دلوں میں فتنہ و فساد کی محبت پیدا کردی ہے۔ وہ ان کو فریب دے رہے ہیں جہاں تک تم یعنی عام لوگوں کی بات ہے تو تم خدا کی قسم حق اور سچائی پہچاننے والے ہو اور تمہیں تمہارے پروردگار نے نور ہدایت اور کھلی دلیلیں دی ہیں۔ اس لئے ان سرکش باغیوں سے لڑو۔ ان سے لڑو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہی

Presented by Ziaraat.Com

ہاتھوں ان کو انجام تک پہنچائے ان کو ذلیل اور رسوا کرے۔ تمہیں ان پر فتح و نصرت عطا فرمائے اور مومنوں کے دلوں کو شفا عطا فرمائے۔ اس سرکش گروہ سے جنگ کرو جو خود اپنے ہی لوگوں سے سلطنت کے لئے لڑ رہے ہیں چلو اٹھو اور آگے بڑھو۔ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت فرمائے۔"

جب حضرت عمارؓ شہید ہو گئے تو اس وقت حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے اس بات پر پشیمان ہوئے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی مدد اور ان کی طرف سے جنگ کیوں نہیں کی۔ انہوں نے اپنی وفات کے وقت کہا،

"مجھے کسی بات کا افسوس نہیں سوائے اس کے کہ میں سرکشوں کے مقابلے میں کیوں نہ لڑا؟"

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ صفین کے مقام پر نو سوایسے صحابہ ساتھ گئے تھے جو بیعت رضوان میں شریک ہونے والے لوگ تھے ان میں سے تریسٹھ آدمی قتل ہوئے جن میں حضرت عمار ابن یاسرؓ بھی تھے حضرت خزیمہ ابن ثابت جن کی تنہا شہادت کو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا وہ بھی اگرچہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے مگر انہوں نے اپنے ہتھیاروں کو روک رکھا تھا (یعنی لڑ نہیں رہے تھے) مگر جب حضرت عمارؓ قتل ہو گئے تو انہوں نے اپنی تلوار میان سے نکال لی اور آخر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے کیونکہ لڑنے سے پہلے وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ عمار کو ایک سرکش گروہ قتل کرے گا۔

عمار ابن یاسرؓ کا مقام...... ایک حدیث میں ہے کہ جس نے عمار سے دشمنی رکھی اس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھی اور جس نے عمار سے نفرت کی اس سے اللہ تعالیٰ نے نفرت کی۔ عمار حق کے ساتھ ہیں جہاں حق ہو گا وہیں وہ ہوں گے۔ عمار گوشت پوست کے ساتھ ایمان میں رچ بس چکا ہے۔ عمار کے سامنے جب بھی دو مختلف باتیں آئیں گی تو وہ ان میں سے ہمیشہ اس بات کو قبول کریں گے جس میں زیادہ سچائی اور ہدایت ہو گی۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمارؓ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کا استقبال ان الفاظ سے فرمایا،

"خوش آمدید ہو اس شخص کو جو پاک وصاف ہے۔ عمار ابن یاسر وہ شخص ہے جو از سر تا بقدم ایمان میں ڈوبا ہوا ہے ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ عمار سر سے پیر تک ایمان سے لبریز ہے اور ایمان اس کے گوشت اور خون میں رچا بسا ہوا ہے۔"

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ایک سریہ روانہ فرمایا، (سریہ صحابہ کا وہ مختصر لشکر یا فوجی دستہ ہوتا تھا جس کو آنحضرت ﷺ دشمن کی سرکوبی کے لئے بھیجتے تھے خود تشریف نہیں لے جاتے تھے) اس دستے کے امیر حضرت خالد ابن ولید مقرر ہوئے تھے۔ حضرت عمارؓ کا حضرت خالد سے کسی بات پر اختلاف ہو گیا جب یہ حضرات آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا پھر حضرت خالدؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! کیا آپ اس بات سے خوش ہیں کہ یہ عیب دار غلام مجھے گالیاں دے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"اے خالد! عمار کو برا مت کہو کیونکہ جس نے عمار کو برا کہا اللہ نے اس کو برا کہا، جس نے عمار سے

Presented by Ziaraat.Com

دشمنی رکھی اللہ نے اس کے ساتھ دشمنی رکھی اور جس نے عمار پر لعنت کی اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔

اس کے بعد حضرت عمار غصہ میں وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اسی وقت حضرت خالد بھی اٹھ کر عمار کے پیچھے پیچھے چلے یہاں تک کہ حضرت خالد نے ان کی چادر کا پلہ پکڑ لیا اور اس کے بعد ان سے معافی مانگی جس پر حضرت عمارؓ ان سے راضی ہو گئے۔

نبوت کی ایک نشانی اور دلیل...... حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

"حق اور سچائی عمار کے ساتھ ساتھ ہے جب تک کہ کبر تکبر ان کو سرگشتہ نہ کر دے۔"

یہ حدیث آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک ہے کیونکہ حضرت عمارؓ اور حضرت عثمان ابن عفان کے درمیان کچھ دشمنی پیدا ہو گئی تھی (یہ بات حضرت عثمان غنی کی خلافت کے زمانے کی ہے) اس زمانے میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ حضرت عمارؓ حضرت عثمانؓ کو تخت خلافت سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ اس وقت حضرت سعد ابن ابی وقاص نے جو اس زمانے میں بیمار تھے حضرت عمارؓ کو اپنے یہاں بلایا اور کہا،

برا ہو اے ابو یقظان! آپ ہم میں اہل خیر اور بہترین لوگوں میں سے تھے آپ کے متعلق یہ کیا بات سننے میں آرہی ہے کہ آپ مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتے ہیں اور امیر المومنین کے خلاف لوگوں کو برگشتہ کر رہے ہیں۔ آپ کے پاس عقل ہے یا نہیں؟"

حضرت عمار یہ سن کر غصہ ہو گئے اور انہوں نے اپنے سر سے عمامہ اتار کر کہا،

"بس تو سمجھ لو جس طرح (یعنی جتنی آسانی سے) میں نے یہ پگڑی سر سے اتار دی اسی طرح عثمان کو بھی تخت خلافت سے اتار دیا۔"

حضرت سعدؓ نے کہا،

"إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ جب آپ بوڑھے ہو گئے آپ کی ہڈیاں گھل گئیں اور عمر تمام ہونے کو آئی تو آپ نے اسلام کا پھندا اپنے گلے سے اتار پھینکا اور دین کا لباس اتار کر اس طرح ننگے اور خالی ہو گئے جیسے اس وقت تھے جب آپ کی ماں نے آپ کو جنم دیا تھا۔"

اس پر حضرت عمار غصے میں بھرے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے،

"میں سعد ابن ابی وقاص کے فتنے سے اپنے پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں۔"

اس موقعہ پر حضرت سعدؓ نے وہ گزشتہ حدیث بیان کی اور کہا،

"عمار کے ہوش و حواس جاتے رہے اور وہ سٹھیا گئے۔"

حضرت عمار نے اپنی قوم کے لوگوں کو یہ واقعہ بتلا کر مشتعل کیا۔

مسجد نبوی کا قبلہ اور اس کے دروازے...... (قال) غرض اس تفصیل کے بعد اصل بیان کی طرف آتے ہیں کہ مسجد نبوی کا قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا اور اس کے تین دروازے بنائے گئے، ایک دروازہ مسجد کے آخری حصے میں، ایک وہ دروازہ جس کو باب عاتکہ اور باب الرحمت کہا جاتا ہے اور تیسرا وہ دروزاہ جس کو اب باب جبرئیل کہا جاتا ہے۔ یہی وہ دروازہ ہے جس سے آنحضرت ﷺ مسجد میں داخل ہوا کرتے تھے اس کو باب عثمان بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دروازہ حضرت عثمانؓ کے گھر کے دروازے کے پاس تھا یہی وہ دروازہ ہے جس سے اب قبرستان بقیع کی طرف جاتے ہیں۔

www.ziaraat.com Sakeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: آنحضرت ﷺ کا قبلہ بیت المقدس کی طرف تھا۔ پھر اس کے بعد جب قبلہ کی تبدیلی ہوئی تو قبلہ کعبہ کی طرف ہوا چنانچہ آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ میری اس مسجد کا قبلہ جب متعین ہوا تو کعبے کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا گیا اور میں نے اس کا رخ لیا۔ اب گویا اس حدیث سے دوسری مرتبہ قبلے کا تعین مراد ہے۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ میری اس مسجد کا قبلہ متعین ہوا تو اس وقت میرے اور کعبے کے درمیان کے پردے ہٹا دیئے گئے۔ واللہ اعلم

مسجد نبوی کا قطعہ ...... بعض علماء نے مسجد نبوی کے متعلق کچھ حیرت ناک تفصیلات علامہ مغلطائی کے حوالے سے ذکر کی ہیں کہ مسجد نبوی کی جو زمین ہے اس کو آنحضرت ﷺ کے ظہور سے بھی ایک ہزار سال پہلے یمن کے بادشاہ تبع نے آنحضرت ﷺ کے لئے خرید لیا تھا اور یہ زمین آنحضرت ﷺ کی ملکیت تھی۔ یعنی آنحضرت ﷺ سے ہی متعلق اور آپ ﷺ ہی کی ملک تھی کیونکہ اس کا اظہار شاہ تبع کے خط سے ہوتا ہے جو اس نے ایک ہزار سال پہلے زمین خریدنے کے بعد اس مکان میں رہنے والے کو آنحضرت ﷺ کے نام لکھ کر دیا تھا (کہ اگر تم اس نبی کا زمانہ پاؤ تو یہ خط میری طرف سے ان کو پیش کر دینا اور اگر وہ نبی تمہارے زمانے میں ظاہر نہ ہو تو اپنی اولاد کو یہ نصیحت کر نا کہ یہ خط ان کے سپرد کر دیں)۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: آگے تفصیل آرہی ہے کہ تبع بادشاہ نے آنحضرت ﷺ کے لئے اس جگہ مکان بنوالیا تھا کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائیں تو آپ ﷺ اس مکان میں ٹھہریں گے، کہا جاتا ہے کہ وہ مکان ہی حضرت ابو ایوب کا مکان تھا (جو اسی شخص کی اولاد میں سے تھے جس کو تبع نے اس مکان میں بسایا تھا) یہاں پیدا ہونے والے شبہ کو دور کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ شاید وہ زمین جو تبع نے آنحضرت ﷺ کے لئے وقف کی تھی اس خرمن اور ابو ایوب کے مکان دونوں کو ملا کر تھی۔ یعنی یہ پورا علاقہ تبع نے آنحضرت ﷺ کے لئے خرید کر وقف کیا تھا۔ پھر بعد میں یہ علاقہ تقسیم ہو گیا اور ایک حصہ میں حضرت ابو ایوبؓ کا مکان ہو گیا اور باقی حصہ میں وہ خرمن بن گیا۔ پھر اسی طرح یہ مکان اولاد در اولاد ایک سے دوسرے کے پاس آتے آتے حضرت ابو ایوبؓ کے پاس پہنچا۔ چنانچہ اس مکان کے حضرت ابو ایوبؓ تک پہنچنے کے سلسلے میں یہی بات مواہب نے بھی لکھی ہے۔

مگر یہاں ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ اگر اس علاقہ کا ذکر تبع کے خط میں تھا تو آنحضرت ﷺ کے علم میں یہ بات ضرور ہوتی کیونکہ جیسا کہ آگے بیان ہوگا یہ خط آنحضرت ﷺ کے ظہور کے ابتدائی زمانہ میں ہی مکہ میں آپ کی خدمت میں پیش کیا جا چکا تھا۔ جبکہ مکہ میں آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری اور حضرت ابو ایوبؓ کے مکان پر قیام فرمانے کی جو تفصیل گزری ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس زمین کے بارے میں اس تفصیل کی خبر نہیں تھی۔ واللہ اعلم۔

پانچ ماہ تک قبلۂ اول کی طرف نمازیں...... (قال) مسجد کی تعمیر کے بعد آنحضرت ﷺ اس میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پانچ ماہ تک نمازیں پڑھتے رہے پھر جب قبلہ کا رخ بدل گیا تو آپ ﷺ نے مسجد کا دروازہ بند کر دیا جو مسجد کے آخری حصے میں تھا۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ قبلے کی تبدیلی کے بعد سوائے باب جبرئیل کے باقی وہ تمام دروازے بند کر دیئے گئے جن سے آنحضرت ﷺ مسجد میں داخل ہوا کرتے تھے (ی) یعنی صرف یہ دروازہ اپنی جگہ پر باقی رکھا

Presented by Ziaraat.Com

گیا۔ جہاں تک باب رحمت کا تعلق ہے جس کو باب عاتکہ بھی کہا جاتا تھا اس کو اس کی جگہ سے ہٹا کر بنایا گیا۔

مسجد میں کنکریوں کا فرش...... مسجد نبوی میں کنکریاں بچھانے کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک دفعہ بارش ہوئی جس سے تمام فرش بھیگ گیا چنانچہ جو شخص بھی آتا وہ اپنے کپڑوں میں کنکریاں بھر کر لاتا اور اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پر ان کو بچھا دیتا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا،

"یہ فرش (یعنی کنکریوں کا فرش) بڑا اچھا ہے"

ایک روایت اس حدیث کے خلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود حکم دیا تھا کہ مسجد میں کنکریاں بچھادی جائیں مگر اس حکم کی تعمیل سے پہلے ہی آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ نے اپنی خلافت میں کنکریاں بچھوائیں۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: یہ اختلاف دور کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ شاید جب کچھ صحابہ نے اپنے لئے وہاں کنکریاں بچھائی تھیں تو آپ کو یہ بات اتنی پسند آئی کہ آپ نے پوری مسجد میں کنکریاں بچھانے کا حکم فرمادیا تھا کیونکہ کچھ حصے میں تو بچھ ہی چکی تھیں۔ مگر بعض علماء نے لکھا ہے کہ مسجدوں میں فرش بچھانا بدعت یعنی نئی بات ہے۔ اب اس بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ شاید ان علماء کی مراد چٹائی کے فرش سے ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں چٹائیوں کا فرش نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی آپ ﷺ نے اس کا حکم فرمایا تھا۔ ادھر بعض حضرات نے اس بات کو صاف ہی لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے مسجدوں میں چٹائیوں کے فرش بچھائے وہ حضرت عمر فاروق ؓ ہیں جبکہ اس سے پہلے مسجدوں میں کنکریوں کا فرش تھا یعنی خود آنحضرت ﷺ کے زمانے میں۔ جیسا کہ یہ بات پیچھے بیان ہو چکی ہے۔

قرن اول کا احتیاط پسند مزاج...... کتاب احیاء میں ہے کہ اس زمانہ میں بہت سی عام طور پر کی جانے والی باتیں حضرات صحابہ کے زمانے میں منکر اور ناپسندیدہ سمجھی جاتی تھیں جیسے ہمارے زمانے میں مسجدوں کے اندر چٹائی اور کپڑے وغیرہ کے فرش بچھانا بہت عام اور پسندیدہ بات ہے جبکہ مسجدوں میں چٹائیوں کے فرش بچھانا صحابہ کے زمانہ میں بدعت کی بات تھی کیونکہ ان کی رائے تھی کہ ان کے اور فرش زمین کے درمیان کوئی چیز حائل اور رکاوٹ نہ ہونی چاہئے۔ یہاں تک احیاء کا حوالہ ہے۔ (ی) مگر کنکریاں ظاہر ہے نمازی اور زمین کے درمیان حائل نہیں کہلا سکتیں (کیونکہ کنکریوں کا فرش خود بھی ننگا فرش ہوتا ہے)

حضرت عثمان ؓ کی طرف سے مزید زمین کا ہبہ...... آگے ایک روایت آرہی ہے کہ مسجد نبوی قلعہ خیبر کی فتح کے بعد بنائی گئی تھی۔ چنانچہ شاید حضرت خارجہ کے اس قول سے یہی مراد ہے کہ جب لوگ یعنی مسلمان زیادہ ہو گئے تو ایک روز انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اگر اس میں اضافہ کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا اور ایسا کرا دیا گیا۔ غالباً یہی وہ اضافہ ہے جس کے تحت آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں وہ زمین بھی شامل فرمادی جس کو حضرت عثمان نے ایک انصاری مسلمان سے دس ہزار درہم میں خریدی تھی۔

اس خریداری کے بعد حضرت عثمان ؓ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا،

"یارسول اللہ! کیا آپ ﷺ مجھ سے وہ قطعہ خریدنا چاہیں گے جو میں نے انصاریوں سے خریدا ہے؟"

یہ زمین مسجد نبوی سے ملی ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس قطعہ کو خرید لیا اور حضرت عثمان ؓ نے اس کی قیمت جنت میں اپنے لئے ایک مکان کو بنایا۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت عثمانؓ کی مظلومیت کی داستان...... ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ کو ان کی خلافت کے زمانے میں دوسری مرتبہ محصور کیا گیا یعنی ان کو اپنے مکان میں بند ہو جانے پر مجبور کر دیا گیا تو وہ اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر کہا کہ لوگوں کے سامنے آئے اس وقت وہ پیاس سے بے چین تھے، چھت پر سے انہوں نے لوگوں سے پکار کر کہا کیا یہاں علی موجود ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کیا طلحہ موجود ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ تب حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں سے یہ فرمایا،

"میں تم سے اس خدائے برتر کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ کیا تمہیں یاد ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ بنی فلاں کا خرمن یعنی جو مسجد نبوی کے برابر میں تھا جو شخص خرید ے گا (اور اس کو مسجد نبوی میں شامل کر دے گا) تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا۔ اس پر میں نے بیس یا پچیس ہزار درہم میں وہ خرمن خرید لیا تھا۔"

حضرت عثمانؓ کو صحیح قیمت یاد نہیں رہی تھی۔ مگر پیچھے بیان ہوا ہے کہ انہوں نے اسے دس ہزار درہم میں خریدا تھا اس لئے یہ بات قابل غور ہے، غرض اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے لوگوں سے کہا،

"اس خریداری کے بعد میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور میں نے آپ ﷺ کو بتلایا کہ میں نے وہ خرمن خرید لیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو ہماری مسجد بنادو اس کا زبردست اجر و ثواب تمہیں حاصل ہوگا۔"

لوگوں نے حضرت عثمانؓ کی اس بات کی تصدیق کی اور کہا کہ بے شک ایسا ہی ہوا تھا۔ ایک روایت میں حضرت عثمانؓ کی یہی بات تھوڑے سے فرق کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ مثلاً کیا تمہیں یاد ہے کہ جب مسجد نبوی تنگ ہو گئی تھی تو آنحضرت ﷺ نے ایسا ایسا فرمایا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ جو شخص اس قطعہ کو خرید کر مسجد میں شامل کر دے گا اس کو اس نیکی کے برابر اجر ملے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کو اسی کے بقدر خیر جنت میں ملے گی۔ پھر میں نے اس کو خرید کر مسجد میں شامل کر دیا اور اب تم مجھے اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے سے بھی روکتے ہو۔

مسجد نبوی سے متعلق عثمان غنیؓ کی خدمات...... حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں مسجد نبوی میں بہت کافی اضافے کرائے تھے۔ نیز انہوں نے مسجد کی دیواریں منقش پتھروں سے بنوائیں۔ اسی طرح مسجد کے ستون بھی نقشین پتھروں کے بنوائے مسجد کی چھت انہوں نے سال کی لکڑی کی ڈلوائی جیسا کہ بخاری میں ہے۔

غرض حضرت عثمانؓ نے اپنی ان خدمات میں سے بہت سی اس وقت لوگوں کے سامنے گنوائیں۔ مثلاً انہوں نے کہا،

"میں خدا کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں یاد نہیں جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہاں سوائے بئر رومہ کے میٹھے پانی کا کنواں کوئی نہ تھا اور ہر شخص قیمت دے کر اس کا پانی لیا کرتا تھا، تب آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ کون ہے جو چاہ رومہ کو خرید کر عام مسلمانوں کے استعمال کے لئے وقف کر دے اور اس کا صلہ جنت میں حاصل کرے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اور جنت میں اپنے لئے سیرابی کا ٹھکانہ حاصل کرے۔ تب میں نے اپنی گاڑھی کمائی خرچ کر کے اسے خریدا اور امیر و غریب اور مسافر ہر ایک کے استعمال کے لئے اس کو بلا قیمت عام اور وقف کر دیا۔"

Presented by Ziaraat.Com

ایک گھونٹ پانی کے لئے التجا...... یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ بے شک ہمیں یہ سب یاد ہے۔ تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

"مگر آج تم ہی لوگ مجھے اس میں سے پینے اور پانی لینے سے روک رہے ہو۔ کیا کوئی نہیں جو ہمیں پانی کے چند گھونٹ دیدے تاکہ میں نمکین پانی ہی سے اپنا فاقہ توڑ سکوں۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ تم میں سے کوئی اتنی ہی مہربانی کر دے کہ میری پیاس اور تشنگی کا حال علیؓ کو پہنچا دے۔ جب حضرت علیؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے تین مشکے پانی کے بھروا کر حضرت عثمانؓ کے پاس روانہ کئے مگر ان میں سے ایک بھی حضرت عثمانؓ کے پاس نہ پہنچ سکا۔ اس پانی کو امیر المومنین کے پاس نہ پہنچنے دینے کے لئے بنی امیہ کے غلام بنی ہاشم کے غلاموں سے الجھ پڑے جس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ زخمی ہو گئے تھے۔

چاہ رومہ اور حضرت عثمانؓ...... مدینہ میں جو چاہ رومہ تھا اس کو ایک یہودی نے کھدوایا تھا جس کا نام رومہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ یہ اس کنویں کا پانی مسلمانوں کو بیچا کرتا تھا یہ کنواں عتیق کے مقام پر تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کنویں میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا تھا جس سے اس کا پانی میٹھا ہو گیا تھا۔

جب آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ کون ہے جو اس کنویں کو خرید کر عام مسلمانوں کے استعمال کے لئے وقف کر دے اور جنت میں اپنے لئے سیرابی کا ٹھکانہ حاصل کرے۔ تو حضرت عثمانؓ اس کنویں کا سودا کرنے کے لئے رومہ کے پاس پہنچے مگر اس نے پورے کنویں کو فروخت کرنے سے انکار کر دیا حضرت عثمانؓ نے آدھا کنواں بارہ ہزار درہم دے کر خرید لیا اور اس کو عام مسلمانوں کے استعمال کے لئے کھول دیا۔ انہوں نے چونکہ آدھا کنواں خریدا تھا اس لئے ایک دن حضرت عثمان کے استعمال کا ہوتا تھا اور ایک دن اس یہودی کے استعمال کا ہوتا تھا (یعنی حضرت عثمانؓ والے دن میں عام مسلمان وہاں سے مفت پانی بھرتے تھے اور یہودی والے دن میں مفت پانی لینے کی اجازت نہیں ہوتی تھی) اب مسلمانوں نے یہ کیا کہ حضرت عثمان والے دن میں کنویں سے دو دن کا پانی نکال لیتے تھے۔ اس یہودی نے جب یہ معاملہ دیکھا تو اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا،

آپ نے میرا کنواں اور اس کی آمدنی برباد کر دی۔ اس لئے باقی آدھا حصہ بھی آپ ہی آٹھ ہزار درہم میں خرید لیجئے۔ ایک قول یہ ہے کہ پورے کنویں کے لئے حضرت عثمانؓ نے جو رقم ادا کی وہ پینتیس ہزار درہم تھی۔

حضرت عثمانؓ کا یہ قول کہ میں نے اس کنویں کو امیر و غریب اور مسافر سب کے لئے عام کر دیا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ اس کنویں میں میرا یعنی مالک کا ڈول بھی عام مسلمانوں کے ڈول کی طرح پڑے گا (یعنی مالکانہ حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مشترک چیز کی طرح میں بھی اسے استعمال کروں گا۔ تو اپنے ڈول یعنی اپنے استعمال کے بارے میں ان کا یہ کہنا) شرط کے طور پر نہیں تھا بلکہ اس سے مراد یہ تھی کہ کنواں ہر شخص کے لئے برابر کے درجہ میں عام ہو گا۔ لہٰذا اس جملے سے یہ مسئلہ نہیں پیدا ہوتا کہ وقف کرنے والے کو یہ شرط رکھنے کا حق حاصل ہے کہ وہ وقف شدہ چیز سے خود بھی فائدہ اٹھاتا رہے گا اگرچہ بعض علماء نے اس سے یہی مسئلہ نکالا ہے۔

خلیفۂ سوم کا محاصرہ...... حضرت عثمانؓ کا یہ محاصرہ یعنی گھر میں نظر بندی دو مہینے بیس دن تک رہی۔ علامہ سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ان کا پہلا محاصرہ بیس دن تک رہا تھا اور دوسرا محاصرہ چالیس دن رہا۔ محاصرہ کے ان

Presented by Ziaraat.Com

ہی دنوں میں ایک روز حضرت عثمان نے کہا،

"کاش کوئی سچا آدمی مجھے ان پریشان حالات کی وجہ بتلا سکتا"

یعنی میں ان پریشانیوں میں کیوں گھر گیا؟ اس پر ایک انصاری کھڑا ہوا اور کہنے لگا،

امیر المومنین! اس کی وجہ میں بتلاتا ہوں۔ آپ ان لوگوں کے سامنے اتنے جھک گئے کہ یہ آپ پر سوار ہی ہوگئے۔ آپ پر یہ ظلم و ستم کرنے کی جرأت انہیں آپ کی حد سے بڑھی ہوئی رواداری اور شرافت کی وجہ سے ہوئی ہے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا ٹھیک کہتے ہو بیٹھ جاؤ۔

حضرت عثمان کا بے رحمانہ قتل..... اس محاصرہ میں سب سے پہلے ان کے گھر میں جو گھسے وہ محمد ابن ابو بکرؓ تھے۔ یہ اور ان کے ساتھی حضرت عمرو ابن حزم کے مکان کی دیوار پھلانگ کر حضرت عثمانؓ کے گھر میں کود ے۔ محمد ابن ابو بکر نے مکان میں گھس کر حضرت عثمانؓ کی داڑھی پکڑ کر کھینچی۔ حضرت عثمان نے اس پر ابن ابو بکر سے فرمایا،

"بھتیجے اس داڑھی کو چھوڑ دو۔ کیونکہ خدا کی قسم تمہارے باپ بھی اس داڑھی کا احترام کرتے تھے"

یہ سن کر محمد ابن ابو بکر کو شرمندگی ہوئی اور گھر سے باہر نکل آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ محمد ابن ابو بکر نے حضرت عثمانؓ کی داڑھی پکڑ کر اسے جھٹکا دیا اور کہا،

"اس وقت نہ معاویہ تمہیں بچاسکے اور نہ ابن ابو سرح بچاسکے!"

حضرت عثمان نے فرمایا،

بھتیجے میری داڑھی چھوڑ دو! خدا کی قسم تم اس داڑھی کو کھینچ رہے ہو جس کی تمہارے باپ بھی عزت کرتے تھے۔ تمہارے باپ میرے ساتھ تمہارے اس معاملہ کو ہر گز پسند نہ کرتے"

اس پر محمد ابن ابو بکر نے داڑھی چھوڑ دی اور وہاں سے چلے گئے۔ ایک قول ہے کہ محمد ابن ابو بکر نے ان کی داڑھی پکڑ کر کہا،

"میں جس ارادے سے آیا ہوں وہ تمہاری داڑھی پکڑنے سے کہیں زیادہ ہے۔"

حضرت عثمان نے فرمایا،

"میں تمہارے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد اور نصرت مانگتا ہوں۔"

اس کے بعد محمد ابن ابو بکر نے وہ چھری خلیفہ کی پیشانی میں ماری جو ان کے ہاتھ میں تھی۔ پھر ان میں سے کسی نے ان کے تلوار ماری۔ اسی وقت وہاں حضرت عثمان کی بیوی نائلہ آگئیں تو انہوں نے ان کے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں کاٹ ڈالیں۔

نعش کی بے حرمتی..... ابن ماجشون نے مالک سے روایت کیا ہے کہ قتل کے بعد حضرت عثمانؓ کی نعش تین دن تک یوں ہی پڑی رہی۔

ایک قول ہے کہ ان کے قتل کے بعد ان کی لاش تین دن تک گھر میں بند پڑی رہی کسی کو لاش اٹھانے کی اجازت نہ تھی اس لئے تین دن تک اسے دفن نہ کیا جاسکا۔ آخر تیسرے دن کے بعد جب رات آئی تو وہاں بارہ آدمی آئے جن میں حویطب ابن عبد العزیٰ، حکیم ابن حزام اور عبد اللہ بن زبیر بھی شامل تھے۔ ایک قول یہ ہے

Presented by Ziaraat.Com

کہ چار آدمیوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور یہ کہ حضرت ابن زبیرؓ حضرت عثمانؓ کے قتل کے وقت موجود نہیں تھے اس کے بعد ان لوگوں نے خلیفہ کی لاش اٹھائی۔ جب یہ جنازہ لے کر قبرستان میں پہنچے تو خلیفہ کے مخالفین نے ان لوگوں کو روک دیا اور کہا،

خدا کی قسم اس لاش کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنے دیا جائے گا۔"

قبرستان بقیع میں خفیہ تدفین...... آخر ان لوگوں نے لاش اس جگہ دفن کردی جہاں لوگ اپنے مردوں کو دفن کرنے سے پرہیز کرتے تھے چنانچہ حضرت عثمانؓ اپنی زندگی میں جب یہاں سے گزرا کرتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ یہاں ایک صالح انسان دفن ہوگا جس کے بعد دوسرے لوگ یہاں اپنے مردوں کو دفن کر کے مطمئن ہوا کریں گے۔

یہ جگہ پہلے ایک باغ تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اس کو خرید کر قبرستان بقیع میں شامل کر دیا تھا۔ چنانچہ خود حضرت عثمانؓ ہی وہ سب سے پہلے آدمی ہیں جن کو یہاں دفن کیا گیا (کیونکہ پہلے اس جگہ پر لوگ اپنے مردوں کو دفن کرنا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ قبرستان بقیع کے اسی اصل حصے میں دفن کرتے تھے جو پہلے سے چلا آرہا تھا)۔

مخالفوں کا خوف...... جنازہ لے جانے والے مخالفین کے ڈر کی وجہ سے بڑی تیزی سے چل رہے تھے چنانچہ جب وہ ایک دروازے سے جنازہ لے کر تیزی سے نکلے تو لاش کا سر دروازے سے ٹکرا گیا۔ جب انہوں نے حضرت عثمانؓ کو دفن کر دیا تو ساتھ ہی اس ڈر سے قبر اوپر سے برابر کردی کہ کہیں مخالفین قبر کھود کر لاش نہ نکال لیں، حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کے دونوں غلام بھی قتل ہوگئے تھے ان کی لاشوں کو یہ حضرات جلدی سے ٹانگوں سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے ایک ٹیکرے پر ڈال آئے جہاں انہیں کتوں نے کھالیا۔

حضرت عثمانؓ کی مخالفت کا سبب...... اس سارے فتنے اور لوگوں کے حضرت عثمانؓ کے دشمن بن جانے کا سبب یہ ہوا تھا کہ حضرت عثمانؓ نے خلافت سنبھالنے کے بعد ان تمام بڑے بڑے صحابہ کو ان کے عہدوں سے معزول اور سبکدوش کر دیا تھا جن کو رسول اللہ ﷺ نے متعین فرمایا تھا۔ ان میں کچھ حضرات وہ تھے جن کے متعلق حضرت عمرؓ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھا جائے جیسے بصرہ کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے کہ ان کے متعلق حضرت عمر فاروقؓ نے خاص طور پر وصیت فرمائی تھی کہ ان کو ان کے عہدے پر باقی رکھا جائے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے ان کو برطرف کر کے ان کی جگہ اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ ابن عامر کو گورنر بنادیا۔ اسی طرح انہوں نے مصر کی گورنری سے حضرت عمرو ابن عاص کو برطرف کر کے ابن ابو سرح کو مقرر کر دیا۔ ادھر کوفہ سے انہوں نے حضرت مغیرہ ابن شعبہ کو سبکدوش کر دیا۔ نیز حضرت ابن مسعودؓ کو بھی برطرف کر دیا گیا اور مدینہ طلب کر لیا گیا۔ کوفہ ہی سے انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو بھی سبکدوش کر کے ان کی جگہ اپنے ماں شریک بھائی ولید ابن عقبہ ابن معیط کو متعین کر دیا۔ یہ وہی شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فاسق فرمایا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُنَ (سورۂ سجدہ، پ ۲۱، ع ۴۴ آیت ۱۸)

ترجمہ: تو کیا جو شخص مومن ہو گیا وہ اس شخص جیسا ہو جائے گا جو بے حکم (یعنی نافرمان) ہو! وہ آپس میں برابر نہیں ہو سکتے

چنانچہ ولید کے تقرر پر لوگ کہنے لگے کہ حضرت عثمانؓ نے بہت برا کیا کہ ایسے آدمی کو تو برطرف

Presented by Ziaraat.Com

کر دیا جو نرم دل، نیک خو، پرہیزگار اور ایسا تھا جس کی دعائیں مقبول تھیں اور ان کی جگہ اپنے اس بھائی کو مقرر کر دیا جو بددیانت، فاسق اور شرابی ہے (ان تمام الزامات اور بہتانوں کے جوابات خود حضرت عثمانؓ نے دیئے ہیں)۔

غالباً لوگوں کی یہ بیزاری اور ولید کے تقرر پر یہ نفرت آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کی بناء پر تھی جس کو حاکم نے اپنی صحیح میں پیش کیا ہے۔ وہ ارشاد یہ ہے،

آنحضرت ﷺ کا ارشاد...... جس امیر نے لوگوں کی ایک جماعت پر کسی کم درجے کے آدمی کو عہدہ دے دیا جبکہ اس جماعت میں وہ لوگ بھی ہوں جن سے اللہ تعالیٰ اس شخص کے مقابلہ میں راضی اور خوش ہے تو اس امیر نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور سب مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی۔"

اس فتنہ میں حکم ابن ابو العاص کی ذات...... حضرت عثمانؓ کی ان باتوں میں سے جن پر لوگ ان کے دشمن بن گئے ایک یہ بھی تھی کہ انہوں نے اپنے چچا حکم ابن ابو العاص کو مدینہ میں بلالیا۔ یہ شخص مروان کا باپ تھا اس کو آنحضرت ﷺ کا راندہ درگاہ کیا ہوا اور آپ ﷺ کا دھتکارا ہوا شخص کہا جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو طائف کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی حیات پاک اور پھر حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے زمانے میں یہ طائف میں ہی رہا۔ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے زمانے میں حضرت عثمانؓ نے صدیق اکبرؓ سے درخواست کی تھی کہ حکم ابن ابو العاص کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دیدیں مگر صدیق اکبرؓ نے انکار فرمادیا۔ حضرت عثمان نے کہا کہ بہر حال وہ میرے چچا ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

"تمہارا چچا جہنمی ہے۔ ہر گز نہیں۔ ہر گز نہیں۔ میں آنحضرت ﷺ کے کسی فیصلے کو ہر گز نہیں بدلوں گا، خدا کی قسم میں اس کو ہر گز یہاں نہیں آنے دے سکتا۔"

پھر جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا دور آیا تو حضرت عثمانؓ نے فاروق اعظمؓ سے اس بارے میں درخواست کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے غصہ سے فرمایا،

تمہارا برا ہو عثمان! کیا تم اس شخص کے بارے میں بات کرتے ہو جو رسول اللہ ﷺ کا راندہ درگاہ اور آپ ﷺ کا دھتکارا ہوا ہے، جو خدا اور خدا کے رسول کا دشمن ہے۔"

(حضرت عثمانؓ پھر مایوس ہو کر خاموش ہو گئے) پھر جب حضرت عثمانؓ خود خلیفہ بنے تو انہوں نے حکم ابن ابو العاص کو مدینہ بلالیا۔ مہاجروں اور انصاریوں پر اس کا زبردست اور شدید ردّ عمل ہوا (اور صحابہ نے حضرت عثمانؓ پر اپنی ناخوشی کا اظہار کیا) مگر حضرت عثمانؓ نے اس معاملہ میں بڑے بڑے صحابہ کی بات نہیں مانی۔ چنانچہ لوگوں کے حضرت عثمان کی مخالفت اور دشمنی میں اٹھ کھڑے ہونے کا سب سے بڑا سبب یہی تھا۔

حضرت عثمان نے اپنے اس اقدام کی وجہ بتلاتے ہوئے کہا تھا کہ جب آنحضرت ﷺ مرض الموت میں مبتلا تھے اس وقت آپ ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ حکم کو واپس مدینہ بلالیں گے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں نے یہ بات حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے زمانے میں ان سے کہی تھی اور کہا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے اس وعدہ کا میں گواہ ہوں۔ مگر صدیق اکبرؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ تم اکیلے گواہ ہو (جبکہ گواہی میں کم از کم دو آدمی ہونے ضروری ہیں) پھر حضرت عمرؓ کی خلافت کے دوران میں نے ان سے بھی یہی بات کہی مگر انہوں نے یہی کہہ دیا کہ ایک آدمی کی گواہی قبول نہیں کی جاسکتی۔ اس کے بعد اب جبکہ حکومت و خلافت میرے ہاتھ میں آئی

Presented by Ziaraat.Com

تو میں نے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کر دیا اور حکم کو مدینہ میں آنے کی اجازت دے دی)۔

گورنروں کی معزولی کے احکامات اور عوامی ناراضگی کی ابتداء...... (ی) جہاں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو سبکدوش کرنے کا تعلق ہے تو (کہا جاتا ہے کہ) ان کے کارندوں نے شکایت پہنچائی کہ وہ بخیل اور تنگ دل ہیں۔ لہٰذا انہوں نے فتنہ کھڑا ہونے کے خوف سے انہیں برطرف کر دیا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے ان ہی اقدامات میں سے جن کی بناء پر لوگ ان سے ناراض ہو گئے ایک یہ تھا کہ ان کے پاس مصر کے لوگ آئے اور انہوں نے حضرت عثمان سے اپنے گورنر کی شکایت کی یہ ابن ابی سرح تھے جن کو حضرت عثمانؓ نے ہی مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔ مصریوں نے ابن ابو سرح کی شکایت کرتے ہوئے کہا،

"آپ نے ایک ایسے شخص کو کیسے مسلمانوں کا عامل یعنی گورنر بنا دیا جس کا خون آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن جائز قرار دیدیا تھا۔ آپ نے اس کو گورنر بنا دیا اور عمرو ابن عاص کو برطرف کر دیا۔"

اس بات کے جواب میں کہا گیا ہے کہ حضرت عمرو کے خلاف مصریوں کی مسلسل شکایتوں کی وجہ سے عمرو ابن عاص کو سبکدوش کیا گیا تھا۔

مصر کی گورنری اور خلیفہ کے خلاف خوفناک سازش...... جہاں تک ابن ابو سرح کا تعلق ہے تو یہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور ان کے حالات اس کے بعد بہتر ہو گئے تھے اور چونکہ سیاسی معاملات میں (خلیفہ کے خیال کے مطابق) ان کی سوجھ بوجھ حضرت عمرو ابن عاص کے مقابلے میں زیادہ تھی اس لئے ان کا تقرر کر دیا گیا۔

جہاں تک حضرت مغیرہ ابن شعبہ کو برطرف کرنے کا تعلق ہے تو ان کے متعلق حضرت عثمانؓ کو شکایتیں پہنچی تھیں کہ وہ لوگوں سے رشوتیں لیتے ہیں لہٰذا خلیفہ نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ ان کو سبکدوش کر دیا جائے (یعنی الزام غلط ہونے کے باوجود مصلحت یہی تھی کہ ان کو اس عہدہ سے الگ کر دیا جائے)

غرض وہ مصری یہاں سے مایوس ہو کر واپس مصر چلے گئے۔ اسی دوران میں ابن ابی سرح نے ایک مصری کو قتل کر دیا اس پر مصریوں کا یہ وفد پھر مدینہ آیا اور اس دفعہ انہوں نے بڑے بڑے صحابہ سے بات چیت کی جیسے حضرت علیؓ اور حضرت طلحہ ابن عبید اللہ وغیرہ۔ ان حضرات نے خلیفہ سے جا کر کہا،

"آپ ابن سرح کو فوراً سبکدوش کر دیجئے کیونکہ وہاں کے لوگ ان کی جگہ دوسرے آدمی کا آپ سے مطالبہ کرتے ہیں۔"

حضرت عثمان نے کہا،

"وہ اپنے لئے کسی شخص کا خود انتخاب کر کے مجھے بتلا دیں میں اسی کو وہاں کا گورنر بنا دوں گا۔"

محمد ابن ابو بکر کو مصر کی گورنری کا حکم نامہ...... مصریوں نے اس پر محمد ابن ابو بکر کو منتخب کیا چنانچہ حضرت عثمانؓ نے محمد ابن ابو بکر کے نام تقرری کا حکم نامہ لکھا اور ان کو مصر کا گورنر بنا دیا۔ چنانچہ خلیفہ کا فرمان لے کر محمد ابن ابو بکر مصر کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ مہاجر اور انصاری مسلمانوں کی ایک جماعت بھی روانہ ہوئی اور تابعین کی ایک جماعت بھی گئی تاکہ مصر والوں اور ابن ابو سرح کے درمیان معاملات اور صورت حال کو دیکھیں۔ جب محمد ابن ابو بکر مدینہ سے تین منزل کے فاصلے پر پہنچے تو اچانک انہیں ایک حبشی غلام اونٹ پر سوار جاتا ہوا نظر آیا۔ یہ قاصد خلیفہ کا تھا۔ انہوں نے غلام سے پوچھا کہ کس مقصد سے آئے ہو؟ اس نے کہا،

Presented by Ziaraat.Com

"میں امیر المومنین کا غلام ہوں۔ انہوں نے مصر کے گورنر یعنی ابن ابو سرح کے پاس بھیجا ہے۔"

سازش کی بے نقابی...... اس قافلے میں سے ایک شخص نے محمد ابن ابو بکر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ مصر کے گورنر یہ ہیں۔ غلام نے کہا میں انکے پاس نہیں بھیجا گیا ہوں۔ آخر محمد ابن ابو بکر کو اس معاملہ کی خبر ہوئی اور انہوں نے اس غلام کو اپنے پاس بلایا۔ پھر انہوں نے اپنے ساتھ کے تمام مہاجر اور انصاری مسلمانوں کی موجودگی میں اس سے پوچھا کہ تو کس کا غلام ہے؟ اب وہ حبشی کبھی تو کہتا کہ امیر المومنین کا غلام ہوں اور کبھی کہتا کہ میں مروان کا غلام ہوں۔ آخر ان میں سے ایک شخص نے اس کو پہچان لیا اور اس نے کہا کہ یہ حضرت عثمانؓ کا غلام ہے اب محمد ابن ابو بکر نے اس سے پوچھا۔

"تجھے کس کے پاس بھیجا گیا ہے؟"

اس نے کہا،

"مجھے ایک خط دے کر مصر کے گورنر کے پاس بھیجا گیا ہے۔"

ابن ابو بکر کی مدینہ کو واپسی...... ابن ابو بکر نے پوچھا کہ کیا تیرے پاس وہ خط موجود ہے۔ اس نے انکار کیا کہ خط میرے پاس نہیں ہے اس پر ان لوگوں نے اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس سے حضرت عثمانؓ کا خط مل گیا جو مصر کے گورنر ابن ابو سرح کے نام تھا۔ یہ خط سیسے کی ایک نلکی میں رکھا ہوا تھا اور وہ نلکی چمڑے کی ایک تھیلی میں تھی۔ محمد ابن ابو بکر نے وہ خط کھولا اور ان کے تمام ساتھی بھی وہیں آکر جمع ہوگئے اب اس خط کو پڑھا گیا تو اس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

"تمہارے پاس جب محمد اور فلاں فلاں لوگ پہنچیں تو انہیں کسی نہ کسی طرح قتل کر دینا۔ ایک روایت کے مطابق خط کے الفاظ یہ تھے۔ فلاں فلاں لوگوں کے پہنچنے کا خیال رکھنا جیسے یہ تمہارے پاس پہنچیں فوراً ان کی گردنیں مار دینا۔ فلاں کو یہ سزا دینا، فلاں کو یہ سزا دینا۔ ان میں کچھ صحابہ ہیں اور کچھ تابعین ہیں ایک روایت کے مطابق خط کے الفاظ یہ تھے کہ محمد ابن ابو بکر کو ذبح کر کے اس کی کھال میں بھوسہ بھروا دینا اور اپنے کام میں لگے رہو اور میرے خط کا انتظار کرو۔"

حضرت عثمانؓ سے براہ راست تحقیق...... ان لوگوں نے جیسے ہی یہ خط پڑھا سب کے سب گھبرا گئے اور وہیں سے واپس مدینہ آگئے۔ مدینہ پہنچ کر ان لوگوں نے یہ خط تمام صحابہ اور تابعین کو دکھایا۔ جس نے بھی یہ خط پڑھا اس نے اس پر سخت رنج و افسوس کا اظہار کیا۔ آخر حضرت علیؓ وہ خط اور اس غلام کو لے کر حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے ان کے ساتھ بہت سے وہ صحابہ بھی تھے جو غزوۂ بدر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچ کر انہوں نے پہلے خلیفہ سے اس غلام کے متعلق دریافت کیا۔

"کیا یہ شخص آپ کا غلام ہے؟"

انہوں نے کہا، ہاں! پھر انہوں نے اونٹ کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ بھی آپ کا ہی ہے؟ انہوں نے کہا، "ہاں!"۔ اب انہوں نے کہا،

"تو یہ خط آپ ہی نے لکھا ہے۔"

حضرت عثمان نے کہا،

"نہیں۔ میں اللہ کے نام پر حلف اٹھا کر کہتا ہوں کہ نہ میں نے یہ خط لکھا اور نہ میں نے اس کے لکھنے کا

Presented by Ziaraat.Com

کسی کو حکم دیا نہ ہی میں اس کے بارے میں کچھ جانتا ہوں"

حضرت علیؓ نے کہا،

"مگر اس خط پر لگی ہوئی مہر آپ ہی کی مہر ہے"

حضرت عثمانؓ نے کہا ہاں! حضرت علیؓ نے کہا،

پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کا غلام آپ کا اونٹ لے کر اور آپ کا ایک ایسا خط لے کر روانہ ہو جس پر آپ کی مہر لگی ہوئی ہے اور آپ کو ان باتوں کا کچھ پتہ نہ ہو؟"

حضرت عثمان نے پھر کہا،

"میں حلف اٹھا کر کہتا ہوں کہ نہ میں نے اس خط کے لکھنے کا حکم دیا اور نہ اس غلام کو مصر کے لئے روانہ کیا"

حضرت عثمان کی برأت...... اب ان حضرات کو یقین ہو گیا کہ یہ ساری کارروائی اور سازش اصل میں مروان کی معلوم ہوتی ہے حضرت عثمان کی نہیں کیونکہ حضرت عثمان جھوٹا حلف نہیں لے سکتے (کیونکہ قاعدہ یہ تھا کہ خلیفہ کا ایک منشی ہوتا تھا جو تمام حکم نامے اور فرمان لکھا کرتا تھا۔ پھر یہ فرمان حضرت عثمانؓ کو دکھلا کر ان کی مہر لگائی جاتی تھی)۔

ایک روایت میں حضرت عثمان کے یہ لفظ ہیں کہ یہ خط یقیناً میرے ہی منشی کا لکھا ہوا ہے اور اس پر مہر بھی میری ہی ہے (مگر مجھے اس کی کوئی خبر نہیں ہے)۔

ایک روایت میں ہے کہ۔ غلام میرے حکم کے بغیر گیا ہے اور میرے حکم اور اطلاع کے بغیر ہی اونٹ لے جایا گیا ہے۔ تب حضرت علیؓ وغیرہ نے کہا کہ پھر اس فرمان پر لگی ہوئی آپ کی مہر کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت عثمان نے کہا،

"یہ مہر غالباً مروان نے اس پر لگائی ہے۔"

مروان کو سپرد کرنے کا مطالبہ...... اب ان حضرات نے خلیفہ سے مطالبہ کیا کہ مروان کو ہمارے حوالے کر دو یہ مروان خلیفہ کے ساتھ ہی ان ہی کے مکان میں رہتا تھا۔ مگر حضرت عثمان نے مروان کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت علیؓ اور ان کے ساتھی غصہ ہو کر وہاں سے اٹھ گئے۔ وہ یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکلے،

"عثمان اس سازش سے اپنے آپ کو اس وقت تک بری نہیں کر سکتے جب تک کہ مروان کو ہمارے حوالہ نہ کر دیں تاکہ ہم اس خط کے متعلق تحقیقات اور معلومات کریں۔ اگر تحقیق کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس خط کا حکم عثمان نے دیا تھا تو ہم ان کو خلافت کے عہدے سے معزول کر دیں گے اور اگر یہ خط حضرت عثمانؓ کی طرف سے مروان نے لکھوایا ہے تو ہم دیکھیں گے کہ مروان کے لئے کیا کیا جائے۔"

خلیفہ کا انکار اور ان پر حملہ...... مگر حضرت عثمانؓ نے مروان کو ان کے سامنے پیش کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ ان کو ڈر تھا کہ اگر مروان گھر سے نکلا تو لوگ اس کو قتل کر دیں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسی بناء پر حضرت عثمان کے گھر کا لوگوں نے محاصرہ کر لیا اور خلیفہ کو گھر میں نظر بند ہو جانا پڑا۔ لوگوں نے خلیفہ کے گھر کو ہر طرف سے گھیر لیا اور پانی تک گھر میں پہنچنے پر پابندی لگا دی۔ جس کی تفصیل پیچھے بیان ہوئی۔

www.Ziaraat.com
SabeelE-Sakina

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ جب مصریوں نے خلیفہ کے گھر پر دھاوا بولا اور حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے کے لئے گھر میں گھس گئے تو اس وقت حضرت عثمانؓ کی گود میں قرآن پاک رکھا ہوا تھا اور وہ تلاوت کر رہے تھے حملہ آور حضرت عثمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر جھپٹے اور وار کیا حضرت عثمانؓ نے ہاتھوں پر وار روکا جس سے اس ہاتھ پر زخم آیا اور خون کی دھاریں بہہ نکلیں (جو قرآن پاک پر گرا) ایک قول یہ ہے کہ حضرت عثمان کا خون قرآن کے کھلے ہوئے صفحے پر گرا اور جس آیت پر خون گرا وہ یہ تھی۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورۂ بقرہ، پ ۱، ع ۱۶ آیت ۱۳۷)

ترجمہ: تو سمجھ لو کہ تمہاری طرف سے عنقریب ہی نمٹ لیں گے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں۔

حضرت عثمان نے کہا،

"میرا یہ ہاتھ وہ پہلا ہاتھ ہے جس نے قرآن پاک کی مفصّل یعنی طویل سورت لکھی۔"

یہاں تک علامہ ابن جوزی کا حوالہ ہے۔ یہ واقعہ بھی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک ہے چنانچہ حاکم نے ابن عباسؓ سے ایک حدیث پیش کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ سے فرمایا،

آنحضرت ﷺ کی ایک پیش گوئی اور اس کی تکمیل...... اے عثمان! تم اس حالت میں قتل ہو گے کہ تم سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے ہو گے اور تمہارے خون کا ایک قطرہ آیت پاک فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر گرے گا۔"

مگر علامہ ذہبی نے اس حدیث کے آخری حصے کو موضوع قرار دیا ہے۔

حضرت عثمانؓ کے اوصاف...... ایک روایت ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو انہوں نے کہا "خدا کی قسم میں نے نہ جاہلیت کے زمانے میں کبھی زنا کیا اور نہ اسلام قبول کرنے کے بعد اور جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا فرمائی میں نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ میرے لئے میرے دین کا کوئی بدل بھی ہو سکتا ہے۔ نہ ہی کبھی میں نے کسی کو قتل کیا۔ پھر آخر تم مجھے کس لئے قتل کرنا چاہتے ہو۔"

پھر انہوں نے کہا،

"خدانخواستہ میری مخالفت کہیں تمہیں کسی ایسے ہی بھیانک انجام سے دوچار نہ کر دے جس سے قوم نوحؑ یا قوم ہودؑ یا قوم صالح علیہم السلام کو دوچار ہونا پڑا۔ قوم لوط بھی تم سے زیادہ دور نہیں ہے۔ اس لئے اے میری قوم کے لوگو! مجھے قتل مت کرو کیونکہ اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو تمہاری ایسی حالت ہو جائے گی"

اس کے ساتھ ہی حضرت عثمانؓ نے اپنی انگلیاں ایک دوسری میں پھنسا کر اشارہ کیا اس کے بعد انہوں نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات اور اس کی نعمتیں شمار کراتے ہوئے کہا،

جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں اپنے ہاتھ دے کر آپ ﷺ سے بیعت کی تھی اس کے بعد سے آج تک میں نے ان ہاتھوں سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا۔ جب سے میں نے اسلام قبول کیا کوئی جمعہ مجھ پر ایسا نہیں گزرا جس میں میں نے اللہ کے نام پر ایک غلام آزاد نہ کیا ہو اور اگر کسی جمعہ کے دن میں میرے پاس کوئی غلام نہیں ہوتا تو بعد میں جب میسر آجاتا ہے تو میں اس جمعہ کے دن کا قرض پورا کرنے کے لئے آزاد کرتا ہوں۔"

شہادت سے پہلے حضرت عثمانؓ کا خواب...... چنانچہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جن غلاموں کو حضرت عثمانؓ نے آزاد کیا ان کی تعداد تقریباً دو ہزار چار سو ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک روایت ہے کہ جس دن حضرت عثمانؓ قتل ہوئے اس کی رات میں انہوں نے آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو خواب میں دیکھا تھا ان حضرات نے حضرت عثمانؓ سے جو کئی دنوں سے بھوکے پیاسے گھر میں بند تھے، فرمایا،

"صبر کرو! آنے والی رات میں تم ہمارے ساتھ کھاؤ پیو گے"

شہادت کے لئے تیاری...... صبح ہی حضرت عثمان نے قرآن پاک منگایا اور اسے اپنے سامنے کھول کر رکھ لیا اس روز انہوں نے پاجامہ پہنا جب کہ اس سے پہلے جاہلیت یا اسلام کے زمانے میں انہوں نے کبھی پاجامہ استعمال نہیں کیا تھا (بلکہ لنگی باندھتے تھے) اس وقت انہوں نے لنگی کے بجائے پاجامہ اس لئے پہنا کہ کہیں قتل کے بعد ان کی شرمگاہ کسی کے سامنے نہ کھل جائے (کیونکہ حضرت عثمانؓ کو اَشَدُّهُمْ حَيَاءً اور اَحياهُمْ عُثْمَانَ فرمایا گیا ہے۔ یعنی حضرت عثمانؓ اس امت کے سب سے زیادہ باحیا اور شرم و حیا کے پتلے تھے)۔

حضرت عثمانؓ پر الزامات...... حضرت عثمان کے خلاف جن الزامات کی وجہ سے لوگوں میں غیظ و غضب اور انتقام کا جذبہ پیدا ہو ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ انہوں نے اپنے چچازاد بھائی مروان ابن حکم کو ڈیڑھ لاکھ اوقیہ مال دیدیا تھا۔ اسی طرح مدینہ کے بازاروں میں جو مال بکتا تھا اس کا دس فیصدی حرث کو دیدیا تھا۔ اسی طرح ایک دفعہ ان کے پاس حضرت ابو موسیٰ ایک پچھال بھر کر سونا لائے۔ جس کو حضرت عثمانؓ نے اپنی بیویوں اور بیٹیوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اسی طرح انہوں نے بیت المال کا بہت بڑا حصہ اپنے مکانات کی تعمیر اور ان کی زیبائش میں خرچ کر دیا تھا۔ اسی طرح انہوں نے سوائے اونٹوں کے صدقہ کی چیزیں حلال کرلی تھیں (جو سراسر غلط الزام اور بہتان ہے)

نیز انہوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو قید تنہائی میں ڈال دیا تھا۔ اسی طرح عطاء اور ابی بن کعبؓ کو قید میں ڈال دیا تھا۔ نیز انہوں نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو جلاوطن کر کے ربذہ کے مقام پر پہنچادیا تھا۔ انہوں نے عبادہ بن صامت کو معاویہ کی شکایت پر شام سے واپس بلالیا کعب بن عبدہ اور عمار ابن یاسرؓ کے بیس بیس کوڑے لگوائے اور کعب کو جلاوطن کر کے پہاڑوں کی طرف نکال دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ کو کہا کہ تم منافق ہو۔ اسی طرح انہوں نے بیت المال کی اکثر زمینیں قطعات کر کے فروخت کر دیں اور حکم دیا کہ ان کے گماشتہ اور نمائندہ سے پہلے زمینیں کسی کو نہ بیچی جائیں۔ نیز یہ کہ سمندر میں کوئی جہاز ان کے تجارتی مال کے سوا کسی اور کا مال لے کر نہیں چل سکتا۔ اسی طرح انہوں نے کچھ ایسے صحیفے اور تحریریں جلوادیں جن میں قرآن پاک کی آیات بھی لکھی ہوئی تھیں یا اسی طرح جب وہ حج کو گئے تو انہوں نے منیٰ میں نماز میں قصر نہیں کی بلکہ پوری نماز پڑھی۔ اسی طرح انہوں نے عبیداللہ کے قتل کے فیصلے پر عمل نہیں کرلیا حالانکہ اس نے ہرمزان کو قتل کیا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ پر لوگوں نے یہ الزامات لگائے تھے جس پر عوام ان سے ناراض تھے یہاں تک کہ لوگوں کی اسی ناراضگی کے نتیجہ میں وہ شہید ہوگئے۔ مگر ان سب الزامات کا جواب تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے چنانچہ کتاب صواعق نے ان تمام الزامات کا جواب دیا ہے لہٰذا جو حضرات چاہیں وہ صواعق میں جوابات دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت عثمان ﷺ کے خلاف الزامات کی حیثیت...... (تشریح: حضرت عثمان غنیؓ پر جو الزامات

Presented by Ziaraat.Com

تاریخی کتابوں میں ملتے ہیں ان کے جوابات بھی تاریخ ہی میں موجود ہیں جیسا کہ خود علامہ حلبی نے کتاب صواعق کا حوالہ دیا ہے۔ حال ہی میں ایک کتاب اردو میں بھی شواہد تقدس کے نام سے شائع ہوئی ہے جو مشہور مورخ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہ کی تصنیف ہے جس میں خلیفہ مظلوم حضرت عثمان غنیؓ پر لگائے الزامات کا جواب دیا گیا ہے۔ قارئین اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں تو خلیفہ مظلوم کی مظلومانہ حیثیت ان کے سامنے آجائے گی اور ان تمام الزامات کا جواب بھی واضح ہو جائے گا اسی کتاب سے چند اقتباس پیش کر رہا ہوں جن میں خود حضرت عثمان غنیؓ نے ایک بار عوام کے سامنے اپنے خلاف لگائے گئے الزامات کی صفائی کی ہے اور عوام نے آپ کے بیانات کی تصدیق کی ہے)۔

پھر آپ نے کوفہ و بصرہ کے باشندوں کو جو مدینہ میں تھے بلوایا اور عام جلسہ کا اعلان کرا دیا۔ کوفی صاحبان کو منبر کے قریب بٹھایا اور عام مسلمان ان کے گرداگرد بیٹھے۔ پھر آپ نے ان سازشی لوگوں کی مدینہ منورہ میں آمد کا تذکرہ فرمایا۔ پھر ان دونوں کو جنہوں نے پتہ لگا کر رپورٹ دی تھی سامنے کھڑا کیا اور تمام حالات لوگوں کے سامنے بیان فرمائے۔ حاضرین نے ایک آواز ہو کر کہا کہ ان کو قتل کر دیجئے ان کی گردنیں اڑا دیجئے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب ایک امام موجود ہیں تو اگر کوئی شخص خود اپنے سے یا کسی اور شخص سے بیعت کی دعوت دیتا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے اس کو قتل کر دو۔ حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ ایسے شخص کے واسطے میں عام مسلمانوں کے لئے ایک ہی بات جائز قرار دیتا ہوں کہ اس کو قتل کر دیں اور قتل کرنے والے مجھ کو بھی اپنا شریک کار سمجھیں۔

آگے اسی کتاب میں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا،

<u>الزامات کا جواب</u>...... "یہ لوگ کچھ الزام لگاتے ہیں اور ان کے الزامات کے جواب بھی ان کو معلوم ہیں مگر پھر بھی وہ مجھے بار بار ٹوکتے ہیں اور ان الزاموں کو اچھالتے ہیں منشایہ ہے کہ عام لوگ جو واقف نہیں ان کی نظر میں مجھے مجرم گردانیں۔ ایک الزام یہ ہے کہ میں سفر میں نماز قصر نہیں پڑھتا پوری نماز پڑھتا ہوں۔ بے شک میں نے منیٰ میں قصر نہیں کیا پوری نماز پڑھی اس لئے کہ مکہ میں میرے اہل و عیال ہیں اس لئے میری حیثیت مسافر کی نہیں رہتی اور اس لئے بھی کہ بہت بڑی تعداد ان نو مسلموں کی آگئی تھی جو احکام اسلام سے واقف نہیں تھے۔ وہ یہی سمجھ جاتے کہ ان نمازوں کی رکعتیں دو دو ہی ہیں۔ فرمائیے میں نے ٹھیک کیا۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ میں نے مدینہ کا ایک رقبہ چراگاہ کے لئے مخصوص کر دیا۔ یہ صرف میں نے ہی نہیں کیا مجھ سے پہلے بھی رقبے چراگاہوں کے لئے مخصوص کئے جاتے رہے ہیں (تاکہ جو اونٹ زکوٰۃ و صدقات میں آتے ہیں وہ وہاں چر سکیں) حضرت عمر فاروقؓ نے فوج کے گھوڑوں کے لئے ایک چراگاہ مخصوص کی تھی اس پر بھی بہت اعتراض کیا گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق کو اس کا جواب دینا پڑا تھا۔ پھر میں نے کسی کی مملوکہ زمین چراگاہ میں شامل نہیں کی۔ میں نے اسی علاقے کو مخصوص کیا ہے جس پر مدینہ والے زبردستی قابض ہو گئے تھے۔ بایں ہمہ کسی کو وہاں مویشی چرانے کی ممانعت نہیں ہے اور نہ کسی کو وہاں سے ہٹایا گیا۔ یہ چراگاہ صدقات کے اونٹوں کے لئے مخصوص ہے اور یہ تخصیص اور حد بندی اس لئے کی جاتی ہے کہ لوگوں سے جھگڑا نہ ہو۔ بے شک کچھ وہ تھے جو روپیہ خرچ کر کے اپنا حق قائم کرنا چاہتے تھے ان کو بلا شبہ اس کا موقع نہیں دیا گیا۔

جہاں تک میرا تعلق ہے تو میرے پاس میری سواری کی صرف دو اونٹنیاں ہیں اس کے علاوہ نہ میرے

Presented by Ziaraat.Com

پاس اونٹ ہے نہ بکری۔ آپ سب حضرات کو معلوم ہے کہ جب میں خلیفہ بنایا گیا تو مدینہ میں سب سے زیادہ اونٹ اور بکریاں میرے پاس تھیں مگر آج میرے پاس نہ اونٹ ہے نہ بکری صرف یہ دو اونٹ ہیں جو سفر حج کے لئے میں اپنے پاس رکھتا ہوں۔ فرمایئے جو کچھ میں نے کیا صحیح ہے۔ آواز بلند ہوئی بالکل ٹھیک۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ میں نے قرآن پاک کے متفرق نسخوں کو ختم کر کے صرف ایک باقی رکھا ہے تو دیکھئے قرآن ایک ہی ہے اس کی طرف سے نازل ہوا جو واحد ہے میں نے جو کچھ کیا اس میں میں نے اتباع کی ہے بڑوں کے نقش قدم پر چلا ہوں کہ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ نے قرآن کو جمع کیا وہ صرف سینوں میں تھا اس کو مرتب کر کے کاپیوں کی شکل میں رکھا۔ میں نے ان کاپیوں کی ایک کتاب بنا دی۔ فرمایئے میں نے غلط کیا حاضرین نے بالاتفاق کہا۔ غلط نہیں بالکل صحیح کیا۔

اعتراض یہ ہے کہ حکم ابن العاص کو آنحضرت ﷺ نے مکہ سے نکال کر طائف بھیج دیا تھا میں نے اس کو واپس بلا لیا یہ غلط ہے آنحضرت ﷺ نے ہی اس کی اجازت دیدی تھی پس آپ ﷺ ہی اس کے نکالنے والے ہیں اور آپ ﷺ ہی واپسی کی اجازت دینے والے۔ فرمایئے واقعہ یہی ہے حاضرین نے کہا بالکل ٹھیک۔"

آگے اسی کتاب میں ہے،

ایک اعتراض یہ ہے کہ میں نے ابن ابی سرح کو پورا مال غنیمت دیدیا۔ یہ غلط ہے میں نے خمس کا خمس یعنی مال غنیمت میں بیت المال کا پانچواں حصہ ہوتا ہے میں نے اس پانچویں کا پانچواں بطور انعام دیا تھا وہ ایک لاکھ ہوتا تھا اور جہاد کے موقعہ پر حوصلہ افزائی کے لئے ایسے انعامات حضرت ابو بکرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ بھی دیتے رہے ہیں۔ مگر لشکر والوں نے کہا کہ ان کو یہ پسند نہیں ہے اور ان کو اس سے ناگواری ہے۔ میں نے اس کو ابن ابی سرح سے واپس لے کر تمام لشکر والوں پر تقسیم کر دیا۔ حالانکہ لشکر والوں کو یہ ناگواری نہ ہونی چاہئے تھی آپ حضرات بتائیں واقعہ یہی ہے۔ سب نے جواب دیا بے شک واقعہ یہی ہے!

اعتراض یہ ہے کہ میں اپنے اہل بیت (گھر والوں) سے محبت کرتا ہوں اور ان کو عطیہ دیتا ہوں، بے شک مجھے اہل بیت سے محبت ہے مگر یہ محبت ان کے ساتھ کسی ظلم پر کبھی مائل نہیں ہوئی بلکہ اس نے ان کے اوپر حقوق لادے ہیں۔ رہا عطیے دینا تو جو کچھ میں نے کسی کو دیا اپنے پاس سے دیا مسلمانوں کے مال کو میں نہ اپنے لئے جائز سمجھتا ہوں نہ کسی بھی انسان کے لئے اور میں اپنے خاص مال میں سے بڑے بڑے عطیے آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں بھی دیتا رہا ہوں اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے دور میں بھی حالانکہ میں اس وقت اپنی عمر کے اس دور میں تھا جب انسان بخیل اور مال کا حریص ہوا کرتا ہے اور اب جبکہ میں اس عمر کو پہنچ گیا ہوں جو میرے خاندان کے لوگوں کی ہوتی ہے اور میری زندگی بیت چکی ہے اور جو کچھ میرا میرے اہل و عیال میں تھا اس کو رخصت کر چکا ہوں تو یہ بے دین یہ باتیں کہتے ہیں اور حقیقت ہے کہ میں نے کسی بھی شہر پر کسی محصول (یعنی ٹیکس) کا اضافہ نہیں کیا کہ اس طرح کی شکایتوں کا جواز ثابت ہو (بلکہ) واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کے اضافہ کو میں نے مسترد اور نامنظور کیا ہے۔ میرے پاس صرف خمس آتے ہیں ان میں سے کچھ بھی میرے لئے حلال نہیں ہے۔ مسلمان ہی ذمہ دار ہوتے ہیں کہ خمس کی رقوبات کو اس کے مستحقوں کو ادا کر دیں اور جائز موقعوں پر صرف کریں اور اللہ کے مال میں سے ایک پیسہ بھی بے موقعہ صرف نہ کریں۔ میں اس مال میں سے کچھ بھی اپنے لئے وصول نہیں کرتا۔ میرا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا میں صرف اپنے مال میں سے کھاتا ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک اعتراض یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو زمینیں دی ہیں واقعہ یہ ہے کہ اراضی مفتوحہ میں حضرات مہاجرین اور انصار سب شریک تھے پھر جن حضرات نے ان مفتوحہ علاقوں میں قیام فرمایا وہ وہاں کے ساکن ہوگئے تو ان کی وہی حیثیت ہوگئی جو وہاں کے باشندوں کی ہے ان کے وہی حقوق ہیں جو اس علاقے کے دوسرے لوگوں کے حقوق ہیں اور جن حضرات نے وہاں قیام نہیں فرمایا اور اپنے وطن واپس آگئے تو اس سے ان کا وہ حق تو ضائع نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ نے ان مفتوحہ جائیدادوں میں ان کے لئے مقرر کیا ہے میں نے ایسے حضرات کے حصوں کی تحقیق کرائی پھر میں نے ان کے ان حصوں کو ان کی فرمائش پر ان لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دیا جو بلاد عرب میں صاحب جائیداد ہیں فروخت کرنے کے بعد یہ حصے ان کے نام منتقل کر دیئے۔ وہ ان کے قبضے میں ہیں میرے قبضے میں نہیں اور ان کے قبضے میں میری بخشش سے نہیں پہنچے بلکہ انہوں نے قیمت ادا کی تب ان کو ملے ہیں۔

(حوالہ شواہد تقدس ص ۹۲ تا ۹۷)۔

(اس تفصیل سے بہت سے اعتراضات کا جواب خود حضرت عثمانؓ کے بیان سے ہی مل جاتا ہے اور دیگر تمام الزامات کے جواب بھی تاریخ کی معتبر کتب میں محفوظ ہیں۔ نیز خود شواہد تقدس حضرت عثمانؓ کی برات پر ہی مشتمل ہے اس لئے تفصیلی جوابات کے خواہشمند حضرات یہ کتاب مطالعہ فرمائیں۔ مرتب)۔

غرض مسجد نبوی کی تعمیر کا بیان چل رہا تھا۔ اس بارے میں ابن بکار نے حضرت انسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے چار سال کے بعد اینٹیں تیار کرنے اور مسجد نبوی کی تعمیر کا حکم دیا تھا۔ مگر تاریخ مدینہ میں اس روایت کا انکار کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ حضرت انسؓ سے جو روایت پیش کی گئی ہے وہ واہی روایت ہے یا اس کا مضمون سمجھا نہیں گیا ہے کیونکہ یہ بات مشہور قول کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

مسجد نبوی میں توسیعات...... حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری یہ مسجد صنعاء کے مقام تک بھی بن جائے (یعنی پھیل جائے) تو یہ میری مسجد یعنی مسجد نبوی ہی رہے گی۔

چنانچہ اس سلسلہ میں بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کی نشانیوں میں سے ہے (کہ آپ ﷺ نے مسجد نبوی کی عمارت کے دور تک پھیلنے کی پہلے ہی اطلاع دیدی تھی) کیونکہ آپ ﷺ کے بعد مسجد میں توسیع ہوتی رہی۔ سب سے پہلے خلیفہ مہدی نے اس میں توسیع کی۔ یہ توسیع ۱۶۰ھ میں کی گئی پھر ۲۰۲ھ میں خلیفہ مامون عباسی نے مسجد نبوی میں کچھ اور توسیع کی۔

اس تفصیل سے ان لوگوں کے قول کی تردید ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مسجد نبوی کے بڑھنے اور وسیع ہونے کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کا جو ارشاد ہے وہ اسی وقت کے لئے خاص ہے جب آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی تھی) یعنی اس وقت مسجد نبوی جتنی بھی وسیع ہو جائے وہ مسجد نبوی ہی کہلائے گی بعد میں ہونے والا اضافہ اگرچہ مسجد نبوی کا حصہ ہی رہے گا مگر وہاں کا اجر و ثواب وہ نہیں ہوگا جو مسجد نبوی کا ہے)۔۔ (ی) پھر بھی (اس بحث سے علیحدہ ہو کر) اتنی بات واضح ہے کہ مسجد نبوی کے اس حصے میں نماز پڑھنے کی پابندی اور خیال رکھنا زیادہ بہتر ہے جو حصہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا ہے۔

تعمیر مسجد کے ساتھ دو ازواج کے حجروں کی تعمیر...... (قال) مسجد نبوی کے ساتھ ہی ازواج مطہرات یعنی رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں سے حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کے لئے دو حجرے بنائے گئے یہ حجرے مسجد نبوی سے بالکل ملحق اور ملے ہوئے بنائے گئے۔ نیز مسجد ہی کے طرز پر اینٹوں سے تعمیر کئے گئے۔

Presented by Ziaraat.Com

ان حجروں کی چھتیں بھی لکڑی اور کھجور کی چھال سے بنائی گئیں۔

مسجد کی تعمیر کے شروع ہی میں یمامہ کے لوگوں میں سے ایک شخص مدینہ منورہ آئے تھے ان کا نام طلق تھا اور یہ بنی حنفیہ میں سے تھے۔ خود ان ہی سے روایت ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس مدینہ آیا تو اس وقت آپ ﷺ مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ سب مسلمان بھی کام کر رہے تھے میں چونکہ گارا گھولنے کے کام سے خوب واقف تھا اس لئے میں نے ایک ہموار جگہ پر تغار بنایا اور گارا گھولنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا،

"اس کام میں اتنی اچھی مہارت رکھنے والے پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے۔"

اس کے بعد آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا،

"تم یہی کام کرو۔ میں دیکھتا ہوں تم اس کام میں بہت اچھی طرح واقف ہو۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ بنی حنفیہ کا یہ شخص گارا گھولنے کے کام سے خوب واقف ہے۔ ایک روایت کے لفظ یوں ہیں کہ گارا گھولنے کا کام اسی یمانی شخص سے لو۔ کیونکہ اس کام میں وہ تم سب میں زیادہ ماہر اور واقف معلوم ہوتا ہے۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں بنی حنفیہ کے اس شخص کو تغاری بنا دو۔ وہ یہ کام تم سب سے زیادہ اچھی طرح کر رہا ہے۔"

آنحضرت ﷺ کے گھر والوں کی مکہ سے آمد...... جب کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے آپ ﷺ نے حضرت زید ابن حارثہ اور زید بن رافع کو مکہ بھیجا۔ آپ ﷺ نے ان کو پانچ سو درہم اور دو اونٹ دیئے تاکہ وہ آپ ﷺ کے گھر والوں کو مکہ سے یہاں لے آئیں۔

(ی) یہ پانچ سو درہم آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے لے کر ان دونوں کو دیئے تھے تاکہ اس رقم سے یہ سفر کی ضروریات خرید سکیں۔ چنانچہ حضرت زید نے اس میں تین اونٹ خریدے۔ ادھر ان دونوں کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ نے بھی دو یا تین اونٹ دے کر عبداللہ ابن اریقط کو راہبر کے طور پر بھیجا۔ چنانچہ یہ مکہ سے حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم جو آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیاں تھیں اور ان کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی اہلیہ حضرت سودہ بنت زمعہ، آپ ﷺ کی دایہ اُمّ ایمن جو زید ابن حارثہ کی بیوی تھیں اور ان کے بیٹے اسامہ ابن زید کو لے کر مدینہ آگئے۔ یعنی یہ اسامہ ایمن کے ماں شریک بھائی تھے۔ گویا اسامہ خود بھی آنحضرت ﷺ کے چہیتے تھے اور آپ کی دایہ کے بیٹے تھے۔

اسامہ ابن زیدؓ پر آپ ﷺ کی شفقت...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ (جبکہ اسامہ ابن زیدؓ چھوٹے سے تھے) وہ دروازے کی چوکھٹ سے ٹھوکر کھا کر گر گئے اور ان کا چہرہ زخمی ہو گیا جس سے خون بہنے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

"اس کے پاس سے ہٹ جاؤ۔"

مجھے اس وقت گویا ان سے کچھ کراہت سی محسوس ہوئی کیونکہ وہ سیاہ فام اور چپٹی ناک والے حبشی تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ خود بیٹھ کر ان کے چہرے سے خون پونچھنے اور ان کا زخم دھونے لگے۔

صاحبزادی حضرت زینبؓ...... غرض آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے حضرت فاطمہؓ اور حضرت اُم کلثومؓ تو مدینہ آگئیں۔ جہاں تک آپ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا تعلق ہے تو وہ شادی شدہ تھیں اور مکہ میں اپنے شوہر کے پاس رہتی تھیں جو ان کی خالہ کے بیٹے بھی تھے۔ یہ اس وقت تک مسلمان

Presented by Ziaraat.Com

نہیں ہوئے تھے اس لئے انہوں نے حضرت زینبؓ کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا۔

آگے بیان آئے گا کہ اس کے بعد حضرت زینبؓ نے بھی اپنے شوہر سے پہلے مدینہ کو ہجرت کرلی تھی اور شوہر کو کفر کی حالت میں مکہ چھوڑ آئی تھیں۔ ان کا نام ابوالعاص ابن ربیع تھا۔ بعد میں یہ ابوالعاص غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے مگر پھر ان کو چھوڑ دیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی حضرت زینبؓ سے دستبردار ہو جائیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بیوی کو ساتھ رکھنے پر زور نہیں دیا۔ اس کے بعد جب یہ مسلمان ہوگئے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ کو ان کے سپرد کر دیا۔

جہاں تک آنحضرت ﷺ کی چوتھی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا تعلق ہے تو اس بارے میں پیچھے بیان گزر چکا ہے کہ وہ اپنے شوہر حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ ہجرت کر گئی تھیں۔

حضرت ابو بکرؓ کے گھر والوں کی آمد...... غرض حضرت فاطمہ اور ان دوسرے لوگوں کے ساتھ جن کا پیچھے ذکر ہوا حضرت عبداللہ ابن ابو بکرؓ مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے ابن ابو بکر کے ساتھ خود ان کے یعنی حضرت ابو بکرؓ کے گھر والے بھی تھے جن میں حضرت ابو بکر کی بیوی اُمّ رومان حضرت عائشہؓ ان کی بہن حضرت اسماءؓ بھی تھیں جو حضرت زبیرؓ کی بیوی تھیں۔ اس وقت حضرت اسماء حمل سے تھیں اور ان کے یہاں حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ پیدا ہونے والے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ اور ان کی والدہ اُمّ رومان اونٹ پر پالکی میں بیٹھیں اچانک اونٹ بدک کر بھڑک اٹھا۔ میری والدہ ایک دم گھبرا کر چلّانے لگیں کہ ہائے میری بیٹی۔ ہائے میری دلہن۔ (دلہن سے مراد اُمّ المومنین حضرت عائشہ ہی تھیں کیونکہ اس وقت ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی) غرض اس فریاد پر ایک دم اونٹ پُرسکون ہو گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں سلامتی عطا فرمائی۔ ایک روایت میں حضرت عائشہ ہی کہتی ہیں کہ جب میری والدہ نے ہائے میری دلہن، ہائے میری بیٹی کہا تو ایک آواز یہ کہتے سنائی دی کہ اونٹ کی لگام چھوڑ دو۔ چنانچہ انہوں نے فوراً لگام چھوڑ دی اور اللہ کے حکم سے اونٹ پُرسکون ہو گیا اور ہمیں سلامتی ملی۔

صدیق اکبر کی اہلیہ اُمّ رومان کا مقام...... اُمّ رومان کے پیٹ سے حضرت ابو بکرؓ کے یہاں حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ سے پہلے اُمّ رومان کی شادی عبداللہ ابن حرث سے ہوئی تھی جسکے نتیجہ میں طفیل پیدا ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اُمّ رومان کے بارے میں فرمایا،

"جس شخص کو جنت کی حوروں میں سے کوئی حور دیکھنے کی خواہش ہو وہ اُمّ رومان کو دیکھ لیں۔"

ان کی وفات آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی ۶ھ میں ہو گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ ان کی قبر میں خود بہ نفس نفیس اترے اور یہ دعا پڑھی،

"اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ تیرے اور تیرے رسول کے لئے اُمّ رومان نے کیا کیا تکلیفیں جھیلی ہیں۔"

اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان کی وفات آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہوئی ہے۔ یہ اختلاف بخاری میں مسروق کے ایک قول سے پیدا ہوتا ہے، یہ مسروق آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے ہیں اور ان کا ایک قول ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ کی والدہ اُمّ رومان سے پوچھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مسروق کے آنحضرت ﷺ

Presented by Ziaraat.Com

کی وفات کے بعد پیدا ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ بخاری میں جو یہ حدیث ہے وہ صحیح حدیث ہے جو ظاہر ہے کہ سیرت نگاروں کی اس روایت کے مقابلے میں زیادہ مقدم اور قابل قبول ہے جس کے مطابق اُم رومان کی وفات آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہوئی ہے۔

حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ ...... غرض بخاری میں حضرت اسماء سے روایت ہے کہ ہجرت کے اس سفر میں میں قباء کے مقام پر ٹھہری جہاں میرے یہاں عبداللہ ابن زبیر پیدا ہوئے۔ اس کے بعد میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے اپنے بیٹے کو آپ ﷺ کی گود میں دیدیا۔ آپ ﷺ نے ایک کھجور منگا کر اسے چبایا پھر آپ ﷺ نے بچے کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ اس طرح عبداللہ ابن زبیرؓ کے منہ میں دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے جو چیز گئی وہ آنحضرت ﷺ کا لعاب دہن تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے وہ چبائی ہوئی کھجور بچے کو کھلا کر تحنیک کی۔ کتاب مواہب میں اسی طرح ہے کہ آپ ﷺ نے بچے کی تحنیک کی اور اس کے لئے خیر و برکت کی دعا کی۔ یہ پہلا بچہ ہے جو اسلام آنے کے بعد مہاجروں میں پیدا ہوا۔

مہاجروں میں پہلا بچہ ...... (اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماء کے یہاں پیدائش کے وقت آنحضرت ﷺ قباء میں ہی تھے ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ بچے کی پیدائش کے فوراً بعد حضرت اسماء اسے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے گئی ہوں) اس بارے میں شبہ ہوتا ہے کیونکہ حضرت اسماء آنحضرت ﷺ کے قباء سے مدینہ تشریف لے آنے کے بعد قباء پہنچی ہیں کیونکہ ایک قول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر والے جب مکہ سے آئے تو اس وقت آنحضرت ﷺ مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے اور حضرت ابو بکرؓ نے گھر والوں کو سخ میں ٹھہر لیا۔ اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ شاید اس وقت آنحضرت ﷺ مدینہ سے قباء میں آئے ہوئے ہوں گے (جب حضرت اسماء وہاں پہنچیں)۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر ۱ھ میں پیدا ہوئے، ۲ھ میں نہیں جیسا کہ واحدی اور ان کے نقش قدم پر کچھ دوسروں کا قول ہے۔ علامہ واحدی نے لکھا ہے کہ ابن زبیر کی پیدائش ہجرت کے بیس مہینے بعد ہوئی اور مسلمان اس پیدائش پر بے انتہا خوش ہوئے کیونکہ یہودی یہ کہنے لگے تھے کہ ہم نے ان مسلمانوں پر جادو کرا دیا ہے اس لئے ان کے نہ کوئی بچہ پیدا ہو رہا ہے اور نہ ہوگا۔

اس تفصیل سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ واحدی کا قول ہی درست ہے۔ اب اس اختلاف کے سلسلے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ شاید بیس مہینے کی مدت تک ابن زبیر ماں کے پیٹ میں رہے (جس کی بناء پر یہودیوں نے یہ بات کہنی شروع کر دی تھی جہاں تک بچے کے ماں کے پیٹ میں غیر معمولی مدت تک رہنے کا تعلق ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے) چنانچہ کہا جاتا ہے کہ امام مالک دو سال تک ماں کے پیٹ میں رہے۔ اسی طرح ضحاک ابن مزاحم تابعی بھی دو سال تک ماں کے پیٹ میں رہے۔ علامہ سیوطی نے تو محاضرات میں یہ لکھا ہے کہ امام مالک تین سال تک ماں کے پیٹ میں رہے۔ خود امام مالک کہتے ہیں کہ ہماری پڑوسن کے بارہ سال میں چار چار سال کے حمل سے تین بچے ہوئے۔

اب یہ بات ممکن ہے کہ حضرت اسماء قباء پہنچیں تو حضرت عبداللہ ابن زبیر پیدا ہوئے اور اتفاق سے اسی روز آنحضرت ﷺ بھی وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ غرض آنحضرت ﷺ نے ہی ان کا نام عبداللہ رکھا اور ان کے نانا حضرت صدیق اکبرؓ کے لقب پر ان کا لقب ابو بکر رکھا۔

Presented by Ziaraat.Com

ابن زبیرؓ کی کم عمری میں بیعت...... ایک روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی عمر سات یا آٹھ سال کی تھی تو ان کے والد حضرت زبیرؓ نے ان کو حکم دیا کہ جاکر آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کریں چنانچہ یہ بیعت کے لئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ ان کی درخواست پر مسکرائے اور پھر آپ ﷺ نے ان سے بیعت لی۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر والے مدینہ آکر سنخ کے مقام پر ٹھہرے تھے تو اس سے اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ حضرت اسماء قبا کے مقام پر اتریں اور وہیں ان کے یہاں پیدائش ہوئی کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ مدینہ میں پہنچنے سے پہلے حضرت اسماء آرام کی غرض سے قباء میں رک گئی ہوں کیونکہ وہ حاملہ تھیں (اور اس حالت میں جبکہ پیدائش قریب ہو ان کے لئے مسلسل سفر یقیناً تھکن کا باعث ہوا ہوگا) چنانچہ وہ قباء میں ٹھہریں اور وہیں ان کے یہاں ولادت ہو گئی چنانچہ گزشتہ تفصیل سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

جس طرح حضرت عبداللہ ابن زبیر وہ پہلا بچہ ہیں جو مدینہ میں مہاجر مسلمانوں کے یہاں پیدا ہوا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ ابن جعفر ابن ابو طالب بھی وہ پہلا بچہ ہیں جو حبشہ کے مہاجروں کے یہاں پیدا ہوا۔ ان کو عبداللہ جواد کہا جاتا ہے۔ حسن اتفاق سے جس روز عبداللہ پیدا ہوئے اسی روز خود نجاشی بادشاہ کے یہاں بھی بچہ پیدا ہوا، نجاشی نے حضرت جعفر کے پاس آدمی بھیج کر معلوم کرلیا کہ آپ نے اپنے بچے کا کیا نام رکھا ہے؟ حضرت جعفر نے کہا کہ میں نے بچے کا نام عبداللہ رکھا ہے۔ چنانچہ نجاشی نے بھی اپنے بچے کا نام عبداللہ ہی رکھ دیا۔ حضرت عبداللہ ابن جعفر کی والدہ حضرت اسماء بنت عمیس نے اپنے بیٹے کے ساتھ ساتھ شہزادہ عبداللہ کو بھی دودھ پلایا۔ چنانچہ اسی رضاعی رشتے کی وجہ سے ان دونوں میں خط و کتابت رہتی تھی (کیونکہ جیسا آگے بیان ہوگا حضرت جعفر مدینہ تشریف لے آئے تھے)۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کے مدینہ پہنچنے کے بعد انصاریوں میں جو سب سے پہلا بچہ پیدا ہوا وہ مسلمہ ابن مخلد تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ بچہ نعمان ابن بشیر تھا۔

ایک قول ہے کہ حضرت اسماء کی والدہ مدینہ پہنچیں تو اس وقت تک وہ مشرکہ تھیں وہ حضرت اسماءؓ کے لئے ایک ہدیہ لے کر آئیں۔ حضرت اسماء نے اپنی والدہ کو واپس کر دیا اور ان کا ہدیہ بھی انہیں لوٹا دیا۔ حضرت اسماء نے اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت اسماء کو حکم دیا کہ اپنی والدہ کو اپنے پاس ٹھہرائیں اور ان کا ہدیہ بھی قبول کرلیں (چنانچہ حضرت اسماء نے اس کے بعد ایسا ہی کیا)۔

کافر ماں باپ یا کافر اولاد کے حقوق کا ایک اور واقعہ بھی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابو بکر جب مکہ میں تھے اور کافر تھے تو انہوں نے مدینہ میں اپنے والد حضرت ابو بکرؓ کے پاس درخواست بھیجی کہ میرے خرچ وغیرہ کے لئے کچھ بھیجتے رہا کریں۔ مگر حضرت ابو بکرؓ نے ان کے نان نفقہ کی ذمہ داری لینے سے انکار کر دیا (کیونکہ اس وقت تک حضرت عبدالرحمٰن مسلمان نہیں ہوئے تھے) چنانچہ ان دونوں واقعات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی جس میں کافروں پر خرچ کرنے کی اجازت دی گئی۔

بالائی مکان میں قیام کیلئے حضرت ابو ایوبؓ کی آنحضرت ﷺ سے درخواست...... حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ میرے مکان پر آکر اترے تو آپ ﷺ نے مکان کی

Presented by Ziaraat.Com

نچلی منزل میں قیام فرمایا جبکہ میں اور اُمّ ایوب یعنی حضرت ابوایوب کی بیوی اوپر کے حصے میں چلے گئے (مگر مجھے اپنا اوپر رہنا مناسب نہ معلوم ہوا) میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

"یارسول اللہ! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، میرے لئے یہ بات بہت ہی گراں اور نامناسب ہے کہ میں تو اوپر رہوں اور آپ ﷺ نیچے رہیں، اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ ﷺ اوپر کے حصے میں جاکر رہیں اور میں اور اُمّ ایوب نچلے حصے میں آکر رہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"اے ابوایوب! ہمیں نیچے ہی رہنے دو مجھے اور میرے پاس آنے والوں کو اسی میں سہولت رہے گی۔"

(چنانچہ آپ کا قیام نچلے حصے میں ہی رہا اور حضرت ابوایوب اوپر کے حصے میں رہتے رہے) حضرت ابو ایوب ؓ کہتے ہیں کہ ہماری پانی کی ایک گھڑیا ٹوٹ گئی جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ میں اور اُمّ ایوب گھبرا کر اٹھے اور ہم نے اپنے لحاف سے وہ پانی خشک کرنا شروع کر دیا ہمارے پاس یہ ایک ہی لحاف تھا اس کے علاوہ گھر میں اور کوئی لحاف بھی نہیں تھا۔ ہم نے اس ڈر سے جلدی جلدی پانی خشک کرنا شروع کیا کہ کہیں پھونس پرال کی چھت میں سے پانی ٹپک کر آنحضرت ﷺ پر نہ گرے اور آپ ﷺ کو تکلیف ہو۔ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ سے مسلسل یہ درخواست کرتا رہا کہ آپ ﷺ اوپر کے حصے میں تشریف لے آئیں۔ آخر آپ ﷺ مان گئے۔

ایک روایت میں حضرت ابوایوب ؓ کہتے ہیں کہ مدینہ پہنچنے کے بعد جب آنحضرت ﷺ میرے یہاں آکر اترے تو میں اوپر کے حصے میں رہنے لگا۔ رات کو جب میں اپنی بیوی کے پاس پہنچا تو میں نے اس سے کہا،

رسول اللہ ﷺ کا حق یہ ہے کہ آپ ﷺ اوپر رہیں کیونکہ جب ہم یہاں اوپر چلے پھریں گے تو چھت کی مٹی آپ ﷺ کے اوپر گرے گی۔ پھر یہ کہ آپ ﷺ کے پاس ہر وقت فرشتے نازل ہوتے رہیں گے اور وحی نازل ہوا کرے گی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ پر قرآن اترا کرے گا اور جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آیا کریں گے۔"

چنانچہ اس رات بے ادبی کے خیال سے میں اور اُمّ ایوب تمام رات نہیں لیٹے۔ صبح کو میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"یارسول اللہ! تمام رات نہ میں لیٹا اور نہ اُمّ ایوب لیٹیں۔"

آپ ﷺ نے پوچھا کیوں؟ میں نے عرض کیا،

"اس لئے کہ آپ ﷺ ہم سے اوپر رہنے کے زیادہ حقدار ہیں، آپ ﷺ پر وحی اور فرشتے نازل ہوتے ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق اور سچائی دے کر بھیجا کہ میں اس چھت پر کبھی نہ چڑھوں گا جس کے نیچے آپ ﷺ ہوں۔"

(ی) حضرت ابوایوب کے غلام افلح سے بھی روایت ہے کہ جب مدینہ آکر آنحضرت ﷺ حضرت ابو ایوب ؓ کے مکان کے نچلے حصے میں ٹھہرے تو جب حضرت ابوایوب ؓ کو اس کا احساس ہوا تو انہوں نے اور ان کی بیوی نے مکان کے ایک حصے میں رات گزاری اور صبح کو آنحضرت ﷺ سے بات کی۔

<u>ابن عبادہ ؓ اور ابن زرارہ ؓ کے یہاں سے کھانا</u>...... جب رسول اللہ ﷺ حضرت ابوایوب ؓ کے یہاں آکر ٹھہرے تو روزانہ آپ ﷺ کے یہاں حضرت سعد ابن عبادہ ؓ اور حضرت اسعد ابن زرارہ ؓ کے یہاں سے کھانے

Presented by Ziaraat.Com

کے پیالے آتے تھے۔ حضرت سعد ابن عبادہؓ کے یہاں سے جو کھانا آتا وہ اس کے بعد آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی بیویوں کے یہاں جاتا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت سعد ابن عبادہؓ کے یہاں سے کھانے کا جو پیالہ آتا اس میں ثرید ہوتا یعنی گوشت یا روٹی دہی میں ہوتی یا گھی میں ہوتی یا شہد میں ہوتی یا سرکہ میں ہوتی یا زیتون کے تیل میں ہوتی۔ یہ کھانا روزانہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی بیویوں کے یہاں بھی جاتا یعنی جس بیوی کے یہاں آپ ﷺ ہوتے وہیں کھانا جاتا۔ آپ ﷺ کے ابو ایوبؓ کے یہاں قیام کے زمانے میں دوسرے صحابہ کے یہاں سے بھی کھانا آتا تھا۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ کوئی رات ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں آنحضرت ﷺ کے دروازے پر تین تین چار چار آدمی کھانا لئے ہوئے آپ ﷺ کے انتظار میں موجود نہ ہوتے۔ یہاں تک کہ آخر آپ ﷺ ابو ایوبؓ کے یہاں سے مسجد نبوی میں منتقل ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ بنی نجار کے لوگ باری باری ابو ایوبؓ کے یہاں آنحضرت ﷺ کی قیام گاہ پر کھانا لاتے رہتے تھے۔ یہاں آپ ﷺ نو مہینے تک ٹھہرے۔ مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کے پاس جس کے یہاں سے کھانا آیا وہ زید ابن ثابت کی والدہ تھیں جنہوں نے ایک بڑے پیالہ میں کھانا بھیجا تھا۔ چنانچہ حضرت زید ابن ثابتؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ایوبؓ کے یہاں قیام کے زمانے میں سب سے پہلا جو ہدیہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا وہ میری والدہ کی طرف سے بھیجا ہوا کھانا تھا۔ انہوں نے ایک پیالے میں روٹی دودھ اور گھی کا ثرید بھیجا تھا۔ میری والدہ نے یہ کھانا میرے ہاتھ بھجوایا تھا چنانچہ میں نے پیالہ آپ ﷺ کے سامنے لا کر رکھ دیا اور عرض کیا،

"یا رسول اللہ! یہ پیالہ میری والدہ نے بھجوایا ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو برکت عطا فرمائے۔ ایک روایت میں آپ ﷺ نے خود زید کو برکت کی دعا دی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو بلایا اور سب نے مل کر کھایا۔ زید کہتے ہیں کہ اس کے بعد ابھی میں دروازے سے نکلا بھی نہیں تھا کہ حضرت سعد ابن عبادہ کے یہاں سے ایک پیالہ آ گیا اس میں ثرید تھا اور بوٹیاں تھیں ایک حدیث میں آتا ہے کہ ثرید آنحضرت ﷺ کا سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ کھانا تھا۔ ثرید کو ثقل بھی کہا جاتا ہے۔

مسجد نبوی میں مقام صُفّہ...... جب مسجد نبوی کی تعمیر ہو گئی تو اس میں ایک علیحدہ حصہ اور بنایا گیا اور اس پر سائبان ڈال دیا گیا جو کہ غریب اور مسکین صحابہ کی پناہ گاہ کے طور پر بنایا گیا اس جگہ کو صُفّہ کہا جاتا تھا اور یہاں رہنے والے صحابہ کو اصحاب صُفّہ کہا جاتا تھا۔ روزانہ رات کو عشاء کے وقت آنحضرت ﷺ ان اصحاب صُفّہ کو (کھانے کے لئے) اپنے صحابہ میں تقسیم فرما دیتے تھے پھر بھی ان میں سے ایک جماعت آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی کھانا کھاتی تھی۔

اصحاب صُفّہ کی تعریف...... (تشریح: یہ اصحاب صُفّہ ان درویش اور فقیر نش صحابہ کی جماعت تھی جن کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا نہ ان کے پاس گھر در تھا نہ کھانے کو روٹی اور پہننے اوڑھنے کو پورے کپڑے تھے یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے عاشق اور راہ خدا کے فدائی تھے۔ یہ اللہ پر توکل کرنے والوں کی سچی اور مخلص ترین جماعت تھی ان کو نہ تجارت سے کوئی مطلب تھا اور نہ ملازمت یا زراعت سے سروکار۔ دن رات ان کا مشغلہ اللہ اللہ کرنا اور کتاب و سنت کی روشنی اور تعلیم حاصل کرنا تھا، ان میں بہت سے وہ لوگ بھی ہوتے جو آنحضرت ﷺ کے عشق و محبت

Presented by Ziaraat.Com

اور آپ ﷺ کی ہم نشینی کے شوق و جذبہ میں بغیر کسی انتظام کے مدینہ منورہ چلے آتے اور یہاں بارگاہ نبوت میں اللہ کے نام پر بوریہ نشین ہو جاتے۔ ان میں سے بہت سوں کے پاس ایک کپڑا بھی پورا نہیں تھا جس سے یہ بدن ڈھانپ سکیں۔ اس طرح گویا یہ حضرات خانقاہ نبوت کے درویش اور قلندر تھے جنہوں نے خدا اور رسول کے عشق میں اپنی زندگیاں تج دیں اور اپنی جانوں کو اسلام اور قرآن کی خدمت اور نبوت کا فیضان حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیا تھا۔ تشریح ختم۔ مرتب)۔

اصحاب صُفّہ کا مقام...... گزشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صُفّہ کی جگہ مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران ہی بنائی گئی تھی اور اسی وقت سے وہ مسکین صحابہ کا ٹھکانہ تھی۔ مگر بیہقی نے عثمان ابن یمانؓ سے یہ روایت کیا ہے کہ جب مدینہ میں مہاجروں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور ان کے لئے کھانے اور قیام کرنے کا کوئی انتظام نہ رہا تو آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو مسجد نبوی میں ٹھہرا دیا اور ان لوگوں کا نام اصحاب صُفّہ رکھ دیا۔ آپ ﷺ ان کو اپنی مجلسوں میں بٹھاتے اور ان کی دلدہی فرماتے۔ (ی) نیز جب آپ ﷺ نماز پڑھنے جاتے تو ان کے پاس آکر کھڑے ہوتے اور فرماتے،

"اگر تم جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا مقام کتنا بلند ہے تو تم چاہتے کہ اور زیادہ حاجت مند اور فقیر بن جاؤ۔"

مسجد نبوی میں روشنی کا انتظام...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ رات کو جب اندھیرا پھیل جاتا تو مسجد میں روشنی کرنے کے لئے کھجور کی شاخیں جلائی جایا کرتی تھیں۔ پھر جب حضرت تمیم داری مدینہ آئے تو وہ اپنے ساتھ قندیلیں اور رسیاں اور زیتون کا تیل لائے انہوں نے یہ قندیلیں مسجد کے احاطے میں لٹکا دیں اور رات کو ان کو جلا دیا یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"ہماری مسجد روشن ہو گئی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بھی روشنی کا سامان فرمائے۔ خدا کی قسم اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں اس کو تم سے بیاہ دیتا۔"

مگر بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے مسجد نبوی میں چراغ جلائے وہ حضرت عمر فاروقؓ ہیں چنانچہ بعض دوسرے علماء کے اس قول سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے وہ قول یہ ہے کہ مسجدوں میں قندیل جلانا نئی باتوں میں مستحب بات ہے اور سب سے پہلے جس نے یہ نئی بات کی وہ حضرت عمرؓ ابن خطاب ہیں (مراد یہ ہے کہ قندیل روشن کرنے کی جدّت انہوں نے اپنی خلافت کے زمانے میں کی) یعنی جب تراویح کی نماز کے لئے لوگ حضرت ابی ابن کعبؓ کے پاس جمع ہوئے تو فاروق اعظمؓ نے مسجد میں قندیل لٹکوا دیئے۔ حضرت علیؓ نے جب یہ دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور کہا،

"آپ نے ہماری مسجدوں کو روشن کر دیا۔ اے ابن خطاب! اللہ تعالیٰ تمہاری قبر کو روشن فرمائے۔"

یہاں غالباً حضرت عمرؓ کے پہلی بار قندیل جلانے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے کثرت سے قندیل جلا کر مسجد کو روشن اور منور کیا۔ لہٰذا پیچھے تمیم داری کے متعلق جو روایت گزری ہے اس میں اور اس قول میں کوئی اختلاف نہیں پیدا ہوتا۔

ادھر تمیم داری کے غلام سراج کی ایک روایت کتاب اسد الغابہ میں ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم پانچ غلام تھے اور سب تمیم داری کے تھے اور اپنے آقا کے ساتھ مدینہ آئے

Presented by Ziaraat.Com

تھے) یہاں تمیم داری کے حکم پر میں نے مسجد نبوی میں قندیل جلا کر اسے روشن کیا ان قندیلوں میں زیتون کا تیل جلایا گیا۔ اس سے پہلے مسلمان مسجد نبوی میں صرف کھجور کی شاخیں جلا کر اسے روشن کیا کرتے تھے آنحضرت ﷺ نے مسجد کو روشن دیکھا تو فرمایا۔

"ہماری مسجد کو کس نے روشن کیا ہے؟"

تمیم داری نے کہا کہ میرے اس غلام نے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس کا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا فتح ہے آپ نے فرمایا۔

"نہیں اس کا نام سراج ہے۔"

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے میرا نام سراج رکھ دیا۔ واضح رہے کہ عربی میں سراج کے معنی چراغ کے ہیں)۔

ایک عجیب واقعہ...... ایک شخص کی روایت ہے کہ خلیفہ مامون رشید عباسی نے مجھے حکم دیا کہ میں مسجدوں میں زیادہ سے زیادہ چراغ جلانے کا حکم نامہ لکھ کر جاری کروں۔ اب میں حیران تھا کہ حکم نامہ میں کیا لکھوں کیونکہ یہ ایک ایسی ہدایت اور حکم تھا جو اس سے پہلے کسی نے نہیں دیا تھا (کیونکہ حکم نامہ میں اس کی کوئی وجہ اور بنیاد لکھنی ضروری تھی) آخر میں نے خواب میں اپنے آپ کو یہ لکھتے دیکھا۔ مسجدوں میں زیادہ سے زیادہ روشنی کرو کیونکہ اس روشنی کی وجہ سے تہجد پڑھنے والوں کو مسجدوں میں انسیت اور دل بستگی ہوگی اور اللہ کے گھروں سے اندھیرے کی وحشت دور ہوگی۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں نے یہی الفاظ خلیفہ کے حکم نامہ میں لکھ دیئے۔

بعض علماء نے لکھا ہے مگر مسجدوں میں زیادہ روشنی کرنا جیسا کہ پندرہ شعبان کو کی جاتی ہے اور جس رات کو لیلۃ الوقود یعنی شب نور کہتے ہیں اس کا حکم بھی ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا مسجدوں میں چراغاں کرنے اور نقش و نگار بنانے کا ہے جس کو کچھ علماء نے مکروہ سمجھا ہے۔ واللہ اعلم

تُبّع حمیری کا واقعہ

ابن اسحاق نے کتاب مبداء و قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ تُبّع ابن حسان حمیری تبّع اول تھا جس کی حکومت مشرق سے لے کر مغرب تک ساری دنیا میں تھی۔ یمنی زبان میں تبّع کے معنی ہیں جس کے سب تابع فرمان ہوں۔ تبّع کو رئیس بھی کہا جاتا تھا کیونکہ یہ بادشاہ اپنی داد و دہش اور بخشش میں دوسرے تمام امیر و کبیر لوگوں کا سردار یعنی ان سے زیادہ تھا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے مال غنیمت حاصل کیا۔

مکہ پر حملے کا ارادہ اور اس کا انجام...... جب اس نے بیت اللہ شریف کو ڈھانے کے ارادے سے مکہ جانے کا قصد کیا تو اچانک اس کے سر میں پھوڑا نکلا جس میں پیپ اور مواد پیدا ہو گیا اور اس کی وجہ سے سر میں شدید درد پیدا ہو گیا۔ ساتھ ہی وہ زخم سڑ گیا اور اس میں اتنی زبردست بدبو پیدا ہو گئی کہ کوئی شخص اس سے دو تین گز کے فاصلے پر بھی کھڑا نہیں ہو سکتا تھا جیسا کہ پیچھے بھی گزرا ہے۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ پھر اس نے کعبے کا غلاف چڑھایا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

شاہ تبّع مدینہ میں۔ نبی آخر الزماں کی اطلاع...... اس کے بعد تبّع نے مدینہ منورہ کارخ کیا۔ اس سفر میں اس کے ساتھ ایک لاکھ تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پیدل فوج تھی۔ مدینہ پہنچنے کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ جو دانشور اور علماء ہیں ان میں سے چار سو آدمیوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب وہ یثرب سے واپس نہیں جائیں گے۔ تبّع نے ان علماء کو بلا کر پوچھا کہ ان کے اس فیصلے میں کیا حکمت و دانائی ہے انہوں نے کہا،

"اللہ کے گھر کی عزت کو ایک شخص بلند کرے گا جو آئندہ زمانے میں ظاہر ہونے والا ہے اس کا نام محمد ہوگا یہ شہر اس نبی کی ہجرت گاہ اور قیام ہوگا اور وہ یہاں سے واپس نہیں جائے گا۔"

علماء کو یثرب میں قیام کی اجازت اور نبی کے نام خط...... (یعنی اس بناء پر ہماری یہ خواہش ہے کہ ہم اسی مبارک شہر میں رہیں اور یہاں سے واپس نہ جائیں۔ چنانچہ تبّع نے ان علماء کو اس کی اجازت دیدی اور) ان میں سے ہر ایک کے لئے اس نے یثرب میں ایک ایک گھر بنوادیا پھر بادشاہ نے ہر ایک کے لئے ایک ایک باندی خریدی ان کو آزاد کیا اور ان کو ان لوگوں کے ساتھ بیاہ دیا۔ ساتھ ہی بادشاہ نے ان سب کو بہت کچھ انعام و اکرام دے کر مالا مال کیا نیز اس نے ایک خط اس نبی یعنی آنحضرت ﷺ کے نام لکھا اس پر اپنی مہر لگائی اور اس کو ان عالموں میں سے سب سے بڑے عالم کے حوالے کر کے اس سے کہا کہ اگر وہ اس نبی کا زمانہ پائے تو یہ خط میری طرف سے ان کی خدمت میں پیش کر دے۔ اس خط میں تبّع نے لکھا تھا کہ میں آپ ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں اور آپ کے دین کو قبول کرتا ہوں۔

آنحضرت ﷺ کے لئے مکان...... ساتھ ہی تبّع نے آنحضرت ﷺ کے لئے یہاں ایک مکان بنوالیا کہ جب آپ ﷺ اس شہر میں تشریف لائیں تو اس مکان میں قیام فرمائیں جیسا کہ پیچھے بیان ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مکان ہی حضرت ابو ایوب انصاری کا مکان تھا جہاں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی آکر بیٹھی تھی۔ نیز کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو ایوبؓ اسی بڑے عالم کی اولاد میں سے تھے جس کو تبّع نے وہ خط دیا تھا۔ جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ میں آکر خود اپنے ہی مکان میں اترے تھے کسی دوسرے کے مکان میں نہیں (کیونکہ اس خط کی رو سے اس مکان میں رہنے والے صرف آنحضرت ﷺ کے انتظار میں یہاں ٹھہرے ہوئے تھے تاکہ جب آپ یہاں پہنچیں تو آپ ﷺ کی امانت آپ ﷺ کے سپرد کر دیں)۔

ایک ہزار سال بعد تبّع کا خط بارگاہ نبوت میں...... جب آنحضرت ﷺ کا ظہور ہوا اور آپ ﷺ نے مکہ میں اسلام کی تبلیغ شروع فرمائی تو یثرب والوں نے یعنی اس عالم کی اولاد نے وہ خط ایک شخص کے ہاتھ آپ ﷺ کے پاس مکہ بھجوادیا تھا اس شخص کا نام ابو لیلیٰ تھا۔ مزید تعجب کی بات یہ ہے کہ جیسے ہی آنحضرت ﷺ نے اس شخص کو دیکھا تو اس کے کچھ بتلانے سے پہلے آپ ﷺ نے خود ہی اس سے فرمایا،

"کیا تم وہی ابو لیلیٰ نامی شخص ہو جس کے پاس تبّع اول کا خط ہے؟"

ابو لیلیٰ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا،

"میں محمد ہوں۔ لاؤ وہ خط مجھے دو!"

پھر آنحضرت ﷺ نے وہ خط پڑھوا کر سنا بعض علماء نے اس خط کا مضمون یہ بیان کیا ہے،

خط کا مضمون...... امابعد! اے محمد ﷺ میں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے اس پروردگار پر جو ہر چیز کا پروردگار ہے ایمان لاتا ہوں آپ ﷺ ایمان اور اسلام کی جو شریعت اور طریقے اپنے پروردگار کی طرف سے لے کر ظاہر

Presented by Ziaraat.Com

ہوئے ہیں ان پر بھی ایمان لاتا ہوں اور میں ان الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کر چکا ہوں اب اگر خوش قسمتی سے مجھے آپ ﷺ کا زمانہ مل گیا یعنی میری زندگی ہی میں آپ ﷺ ظاہر ہو گئے تو اس سے بہتر بات اور اس سے بڑی نعمت میرے لئے اور کچھ نہ ہو گی۔ لیکن اگر مجھے آپ ﷺ کا زمانہ نہ مل سکے تو آپ ﷺ مجھے فراموش نہ فرمائیں اور قیامت کے دن حق تعالیٰ کے حضور میں میری شفاعت و سفارش فرمائیں اس لئے کہ میں اولین لوگوں میں کا ہوں۔ میں آپ ﷺ کے دنیا میں آنے سے بھی پہلے اور اللہ تعالیٰ کے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجنے سے بھی پہلے آپ ﷺ سے بیعت کر چکا ہوں۔ اب میں آپ ﷺ کی اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی خط تمام ہو تا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی۔

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ (سورہ روم، پ ۲۱، ع ۱ آیت ۴-۵)

ترجمہ: "پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی اور اس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہوں گے" گویا یہ آیت آپ ﷺ کے نازل ہونے سے پہلے تلاوت کی گئی۔ اس خط کا عنوان اور القاب اس طرح تھا "محمد بن عبداللہ خاتم النبیین والمرسلین اور پیغمبر رب العالمین کے نام تبع اول حمیر کی طرف سے۔ جس شخص کے ہاتھوں یہ خط پہنچے وہ اس کو امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کرے اور جس کے نام خط ہے ان تک پہنچائے۔"

تبع نے یہ خط ان علماء میں جو سب سے بڑا عالم تھا اس کے حوالے کیا تھا۔ اس کے بعد یہ خط اسی عالم کی اولاد میں سے کسی شخص کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو اس وقت ملا جب کہ آپ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے روانہ ہو چکے تھے اور مکہ اور مدینہ کے بیچ میں تھے۔

مگر گزشتہ روایت کی تفصیل سے معلوم ہو تا ہے کہ آپ کو یہ خط ظہور کے شروع ہی میں وصول ہو گیا تھا۔ غرض یہ خط پڑھنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"نیک اور صالح بھائی تبع کو مرحبا ہو"

آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا۔ تبع نے جس وقت یہ الفاظ کہے تھے کہ میں محمد ﷺ اور ان کی شریعت پر ایمان لاتا ہوں اس وقت سے آنحضرت ﷺ کی پیدائش تک پورا ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے۔

(ی) یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ تبع نے یثرب میں آنحضرت ﷺ کے ظہور سے (پیدائش سے نہیں) ایک ہزار سال پہلے مسجد نبوی کی جگہ خرید کر وہاں آپ ﷺ کے لئے مکان بنوا دیا تھا۔ (یعنی ایک روایت میں پیدائش سے اس وقت تک ایک ہزار سال کا فاصلہ ذکر ہے اور دوسری روایت میں ظہور سے اس وقت تک ایک ہزار سال کا ذکر ہے جبکہ پیدائش اور ظہور میں چالیس سال کا فرق ہے) اس لئے یہ بات قابل غور ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اوس اور خزرج ان ہی دانشوروں اور تورات کے عالموں کی اولاد میں سے ہیں جو یثرب میں آکر قیام پذیر ہو گئے تھے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: یہ بات گزر چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ کس طرح حضرت ابو ایوب ؓ کے مکان میں آکر ٹھہرے تھے اور یہ کہ آپ ﷺ نے وہ خرمن جہاں مسجد نبوی بنائی گئی کس طرح خریدا تھا جب کہ آپ ﷺ کو تبع کا یہ خط ظہور کے شروع ہی میں یا مکہ اور مدینہ کے درمیان ہجرت کے وقت مل چکا تھا۔ چنانچہ اس تفصیل میں شبہ پیدا ہو تا ہے جس کی طرف گزشتہ سطروں میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔

مدینہ کی تاراجی کا ارادہ اور ایک دانشمند کی نصیحت..... اس سلسلے میں ایک شبہ اور ہے جس کو ابن

Presented by Ziaraat.Com

دحیہ نے اپنی کتاب تنویر میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ بادشاہ تبع اول نہیں تھا بلکہ تبع اوسط تھا اور یہ تبع اوسط ہی تھا جس نے بیت اللہ شریف پر غلاف چڑھایا تھا جبکہ اس سے پہلے وہ بیت اللہ ہی پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ نیز اسی نے یثرب پر چڑھائی کی تھی اور اس کو تاراج کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ یہ شہر نبی آخر الزماں کی ہجرت گاہ ہے جن کا نام محمد ﷺ ہے تو وہ مدینہ کو نقصان پہنچائے بغیر وہاں سے واپس ہو گیا تھا۔ چنانچہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ تبع نے مدینہ کو تاراج کرنے اور یہودیوں کو نیست و نابود کرنے کا ارادہ کیا۔

اس وقت تبع کے ساتھ ایک جہاندیدہ شخص تھا جس کی عمر ڈھائی سو سال ہو چکی تھی، اس بوڑھے نے کہا،

"بادشاہ کی عقل و دانش بہت ہے اور غصہ یا وقتی غضب انہیں کوئی غلط کام کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتا اور جہاں پناہ کی شان اور چشم پوشی اتنی زبردست ہے کہ وہ ہمارے لئے نہ کبھی ختم ہو سکتی ہے اور نہ ہم آپ کی معافی اور درگزر سے کبھی محروم ہو سکتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ شہر ایک نبی کی ہجرت گاہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام کا دین لے کر ظاہر ہو گا۔"

اس شخص سے یہ خبر سن کر بادشاہ نے (مدینہ کو تاراج کرنے کا ارادہ ختم کر دیا اور) ایک خط لکھا جس میں کچھ شعر بھی لکھے) اور وہاں بسنے والے عالموں میں سے وہ خط ایک کے حوالے کیا) جس کے بعد وہ پشت در پشت ان کی نسلوں میں ایک سے دوسرے کے پاس پہنچتا رہا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے اور ان لوگوں نے وہ قدیم اور ہزار سالہ امانت آپ ﷺ کے سپرد کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ خط حضرت ابوایوب انصاری کے پاس تھا اور یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کے ظہور سے سات سو سال پہلے کا ہے۔

تبع کی بیٹیوں کی قبر...... کتاب تنویر ہی میں یہ بھی ہے کہ ابن ابی دنیا نے لکھا ہے کہ انہوں نے اسلام سے پہلے صنعاء کے مقام پر ایک قبر کھودی تو اس میں دو عورتوں کی لاشیں تھیں جو بالکل تر و تازہ تھیں۔ ان کے سرہانے پر چاندی کی ایک تختی رکھی تھی جس پر لکھا ہوا تھا،

"یہ فلاں عورت اور فلاں عورت کی قبر ہے جو دونوں تبع کی بیٹیاں تھیں، جنہوں نے یہ شہادت دی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتی تھیں اور ان سے پہلے بھی تمام نیک اور صالح لوگ اسی اقرار پر مرے ہیں۔"

ایک حدیث میں آتا ہے کہ تبع کو برا مت کہو کیونکہ وہ مومن تھا۔ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ تبع حمیری کو برا مت کہو کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے کعبے پر غلاف چڑھایا۔"

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ یہی حال تبع اول کا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان رکھتا تھا۔ اس نے کچھ شعر بھی کہے تھے جن میں اس نے رسول اللہ ﷺ کے ظہور کی خبر بھی دی تھی۔ واللہ اعلم

مدینہ سے بیماریوں کا اخراج...... جاہلیت کے زمانے میں مدینہ منورہ بیماریوں کا شہر کہلاتا تھا جہاں آئے دن نئی نئی وبائیں پھیلتی رہتی تھیں۔ اس وقت یہ کہا جاتا تھا کہ مدینہ جانے والا اس وادی کے سامنے پہنچ کر اگر گدھے کی آواز میں رینکے تو اس پر مدینہ کی وباؤں اور بیماریوں کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی اجنبی آدمی مدینہ کی وادی میں داخل ہوتا تو اس سے کہا جاتا کہ اگر تم مدینہ کی وباؤں سے سلامتی اور حفاظت چاہتے ہو تو گدھے کی آواز میں رینکو۔ چنانچہ اگر وہ ایسا کرتا تو محفوظ رہتا تھا۔

کتاب حیات الحیوان میں یوں ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں جب لوگ شہر کی کسی وبا سے دہشت زدہ

Presented by Ziaraat.Com

ہوتے تو وہ مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے گدھے کی طرح ایک سانس میں دس مرتبہ گدھے کی آواز نکال کر رینکتے ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ ایسا کرنے کے بعد شہر کی وباان پر اثر نہیں ڈال سکے گی۔

اسی طرح جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہاں کے لوگ ناپ تول کے معاملے میں سب سے زیادہ بے ایمان اور بددیانت ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی بری عادت کے خلاف یہ آیت نازل فرمائی۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ الخ (سورۂ مطففین، پ ۳۰، ع ۱ آیت ۲-۱)

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے اپنا حق ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔

مدینہ پہنچتے ہی صحابہ بیماریوں کا شکار...... چنانچہ اس کے بعد ان لوگوں نے یہ بری عادت چھوڑ دی اور ٹھیک ٹھیک ناپ تول کرنے لگے۔

اسی طرح جب آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو بہت سے صحابہ بخار وغیرہ میں مبتلا ہوئے۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں کہ صحابہ کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی اور وہ بیمار پڑ گئے چنانچہ بہت سے صحابہ بیمار ہو کر اتنے کمزور ہو گئے کہ وہ کھڑے ہو کر نماز بھی نہیں پڑھ سکتے تھے بلکہ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو فرمایا،

"سنو! بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نماز کے آدھی کے برابر ہے اس لئے تکلیف برداشت کرو اور کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔"

حضرت عائشہؓ کو بخار...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہم جب مدینہ آئے تو اس سرزمین میں سب سے زیادہ بیماریاں پھوٹتی تھیں، چنانچہ خود حضرت عائشہؓ کو بخار آنے لگا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا،

"کیا بات ہے تمہاری حالت ایسی کمزور کیوں ہو گئی؟"

حضرت عائشہؓ نے بخار کو برا بھلا کہتے ہوئے عرض کیا،

"آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ مجھے بخار نے آگھیرا ہے اور یہ اسی کا اثر ہے۔"

اس پر آنحضرت ﷺ نے انہیں اس سے روکتے ہوئے فرمایا،

بخار دور کرنے کی دعا...... بخار کو برا بھلا مت کہو کیونکہ یہ خدا کے حکم پر آتا ہے۔ ہاں تم چاہو تو میں تمہیں ایسے کلمے یعنی دعا بتلادوں کہ اگر تم ان کو پڑھ لیا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارا بخار دور فرمادیا کرے گا۔"

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ ضرور بتلائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو،

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ جِلْدِيْ الرَّقِيْقِ وَعَظْمِيَ الدَّقِيْقِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِيْقِ يَا اُمَّ مِلْدَمٍ اِنْ كُنْتِ اٰمَنْتِ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ فَلَا تُصَدِّعِيْ الرَّاْسَ وَلَا تُنْتِنِيْ الْفَمَ وَلَا تَاْكُلِيْ اللَّحْمَ وَلَا تَشْرَبِيْ الدَّمَ وَتَحَوَّلِيْ عَنِّيْ اِلٰى مَنِ اتَّخَذَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔

ترجمہ: اے اللہ! میری نازک کھال اور کمزور ہڈیوں پر رحم فرما اور بخار کی اس تپش اور سختی کو مجھ سے دور فرمادے اے اُمِّ ملدم یعنی بخار! اگر تو اللہ رب العزت پر ایمان رکھتی ہے تو نہ میرے سر میں درد پیدا کر نہ میرے منہ میں بدبو پیدا کر نہ جسم کا گوشت چاٹ اور نہ خون پی بلکہ مجھ سے دور ہو جا اور اس شخص کے پاس جا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرے۔

Presented by Ziaraat.Com

چنانچہ حضرت عائشہؓ نے یہ دعا پڑھی جس کی برکت سے ان کا بخار جاتا رہا۔

اسی طرح حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جب مدینہ پہنچے تو ہم نے یہاں کے پھل کھائے جس کے نتیجہ میں ہمیں بخار نے آپکڑا۔ مدینہ آنے کے بعد جن صحابہ کو بخار آیا ان میں حضرت ابو بکرؓ ان کے غلام عامر ابن فہیرہ اور حضرت بلال بھی شامل تھے۔ جب حضرت ابو بکرؓ کو بخار آیا تو وہ یہ شعر پڑھنے لگے،

كل امرى مصبح في اهله
والموت ادنى من شراك نعله

ترجمہ: ہر شخص کو اپنے اہل و عیال اور گھر والوں کے پاس ہونا چاہئے کیونکہ موت انسان سے اتنی قریب ہے جتنا اس کے جوتے کا تسمہ۔

(ی) یہ شعر حنظلہ ابن یسار کے شعروں میں سے ایک ہے جو اس صحیح قول کی بنیاد پر ہے کہ رزمیہ کلمے شاعری میں شامل ہوتے ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔ یعنی یہ شعر خود حضرت ابو بکرؓ کا اپنا شعر نہیں ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اسلام کے دور میں حضرت ابو بکرؓ نے کبھی شعر نہیں کہا۔ (ی) اور نہ ہی انہوں نے جاہلیت کے دور میں کبھی شعر و شاعری کی جیسا کہ خود حضرت عائشہؓ سے ہی رلاویت ہے کہ خدا کی قسم حضرت ابو بکر نے جاہلیت کے یا اسلام کے کسی بھی دور میں کبھی شعر نہیں کہا یعنی کبھی شاعری نہیں کی یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔

مگر یہ بات کتاب نیبوع کے قول کے خلاف ہے اس میں ہے کہ شعر و شاعری کوئی پست اور رذیل مشغلہ نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم شعر کہا کرتے تھے ان میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مقابلے میں حضرت علیؓ کے شعر زیادہ بلند درجے کے ہوا کرتے تھے ادھر حضرت عائشہؓ کی جو روایت پیچھے گزری ہے وہ بظاہر حضرت انسؓ کی اس روایت کے خلاف ہے جس میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھا کرتے تھے،

امين مصطفى بالخير يدعو
كضوء البدر زايله الظلام

ترجمہ: آنحضرت ﷺ خیر اور بھلائی کی طرف بلاتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ایسا ہے جیسا کہ چاند کی روشنی اندھیروں کو مٹا کر رکھ دیتی ہے۔

اب اس سلسلے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے صدیق اکبرؓ سے کوئی شعر کبھی نہیں سنا یعنی ایسا شعر جو خود حضرت ابو بکرؓ نے ہی موزون کیا ہو۔

مدینہ پہنچ کر حضرت بلالؓ بھی بیمار پڑ گئے تھے جیسا کہ بیان ہوا۔ جب بھی ان کا بخار اترتا تو وہ مکہ کو یاد کرتے ہوئے اپنی آواز بلند کرتے اور یہ شعر پڑھتے۔

الاليت شعرى هل ابيتن ليلة
بواد وحولى اذخر وجليل

ترجمہ: کاش میں جانتا کہ آیا کبھی میں اس وادی یعنی مکہ میں پھر رات گزار سکوں گا جہاں میرے گرد و پیش میں وہاں کی مخصوص گھاس بکھری ہوئی ہو گی۔

وهل اردن يوما مياه مجنة
وهل يبدون لى شامة وطفيل

Presented by Ziaraat.Com

ترجمہ: اور یہ کہ آیا میں کبھی پھر اس جگہ پہنچ سکوں گا جہاں کا پانی شیریں ہے اور جہاں شامہ اور طفیل پہاڑ میری نگاہوں کے سامنے آسکیں۔

ساتھ ہی وہ کہتے۔

"اے اللہ! شیبہ ابن ربیعہ اور امیہ ابن خلف پر لعنت فرما کہ انہوں نے ہمیں وطن سے نکال کر اس بیماریوں کی سرزمین میں آنے پر مجبور کر دیا"

ایک روایت میں چوتھا مصرعہ اس طرح ہے کہ وهل يبدون لي عامر و طفيل یہ عامر بھی مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے مگر شرح بخاری میں خطابی نے لکھا ہے کہ میں شامہ اور طفیل کو مکہ کے دو پہاڑوں کے نام سمجھتا تھا مگر پھر جب میں نے خود وہاں جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں دو پانی کے چشمے ہیں۔ یہاں تک خطابی کا کلام ہے۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے یہ پانی کے چشمے ان دونوں پہاڑوں کے قریب ہوں اور اسی لئے ان کو بھی اسی نام سے پکارا جاتا ہو۔

جہاں تک حضرت بلال کی طرف سے شیبہ اور امیہ پر لعنت بھیجنے کا تعلق ہے تو شاید یہ واقعہ اس کی ممانعت آنے سے پہلے کا ہے کہ متعین طور پر کسی شخص پر لعنت بھیجی جائے کیونکہ صحیح قول کے مطابق کسی شخص کا نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ بات صحیح طور پر اور تحقیق سے معلوم ہو کہ وہ کفر پر ہی مرا ہے جیسے ابو جہل اور ابو لہب ہیں (کہ ان کا کفر پر مرنا تحقیق سے معلوم ہے) مگر کسی زندہ کافر پر لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ اس کا احتمال ہے کہ اس کا خاتمہ درست ہو جائے اور وہ اسلام پر مرے۔ اس لئے کہ لعنت کا مطلب ہے اللہ کی رحمت سے دھتکار دیا جانا جس کے بعد گویا رحمت خداوندی سے مکمل مایوسی ہو جاتی ہے۔

جہاں تک کسی شخص کی کسی بری عادت پر یا اس عادت کے ساتھ موصوف کر کے اس پر لعنت بھیجنے کا تعلق ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ لعنت اصل میں اس شخص کی توہین کا سبب اور شریفانہ مقام سے دھتکارنے کے لئے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکارنے کے لئے نہیں ہوتی جو لعنت کی اصل حقیقت ہے۔

حضرت عائشہؓ اپنے والد وغیرہ کی مزاج پرسی کو...... مدینہ میں حضرت ابو بکرؓ حضرت عامر ابن فہیرہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم ایک ہی مکان میں رہتے تھے اور بیمار تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ان تینوں کی مزاج پرسی کے لئے جانے کی اجازت لی اور پھر ان کے پاس پہنچی۔ یہ واقعہ ہم عورتوں کے لئے پردے کا حکم آنے سے پہلے کا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ان تینوں کو بے حد شدید بخار ہے میں نے ان کو سلام کیا۔ (ی) اور اپنے والد سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ اس پر انہوں نے وہی شعر پڑھا جو پیچھے گزرا ہے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے ان کے منہ سے شعر سن کر کہا،

اِنَّا لِلّٰہِ، میرے والد بخار میں ہذیان بول رہے ہیں۔"

اس کے بعد میں نے عامر ابن فہیرہ سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اس نے جواب دیا،

انی وجدت الموت قبل ذوقه
ان الجبان حتفه من فوقه

ترجمہ: میں نے موت سے پہلے ہی موت کا مزا چکھ لیا جب کہ بزدل آدمی کا موت کے خوف سے ہمیشہ دم گھٹتا رہتا ہے۔

میں نے اس کی زبان سے بھی شعر سن کر کہا۔

"خدا کی قسم اس کو خود بھی خبر نہیں کہ کیا کہہ رہا ہے۔

اس کے بعد میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ آپ کا آج کیا حال رہا۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ بخار کی شدّت کی وجہ سے بات سمجھ ہی نہیں رہے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ کے جواب میں دو شعر پڑھے تھے۔ غرض حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ یہاں سے واپس جاکر میں نے ان تینوں کی کیفیت رسول اللہ ﷺ سے بیان کی اور کہا،

"بخار کی شدّت کی وجہ سے وہ سب یا تو ہذیان بول رہے ہیں اور یا بات ہی نہیں سمجھتے"

مگر سیرت ابن ہشام کی روایت اس تفصیل کے خلاف ہے۔ اس میں ہے کہ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ، عامر ابن فہیرہؓ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم بخار میں گرفتار ہو گئے (یعنی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مدینہ پہنچنے کے فوراً بعد پیش آیا جبکہ پیچھے گزرنے والی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مدینہ پہنچنے کے فوراً بعد نہیں بلکہ اس وقت پیش آیا تھا جبکہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی بھی ہو چکی تھی)

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ شاید ایک دفعہ تو ان کو مدینہ آتے ہی بخار آیا جو کچھ دن بعد دور ہو گیا اور اس کے بعد دوبارہ اس وقت آیا جبکہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہو چکی تھی یا پھر یہ صورت ہو گی کہ چونکہ حضرت عائشہؓ کا نکاح آنحضرت ﷺ سے ہو چکا تھا اس لئے رخصتی نہ ہونے کے باوجود انہوں نے آپ ﷺ سے اجازت لے کر ان کی مزاج پرسی کو جانا پسند کیا۔ نیز یہ کہ شاید حضرت ابو بکر صدیقؓ اس مکان میں نہیں تھے جس میں ان کی بیوی رہتی تھیں۔

تاریخ ازرقی میں حضرت عائشہؓ سے یہ روایت ہے کہ جب مہاجرین مدینہ پہنچے تو ان میں اکثر لوگ بیمار پڑ گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی مزاج پرسی کو تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ جس پر انہوں نے وہ شعر پڑھا جو پیچھے گزرا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کے پاس جاکر ان کی طبیعت پوچھی تو انہوں نے وہ شعر پڑھے جو پیچھے گزرے۔ اس کے بعد آپ ﷺ عامر ابن فہیرہؓ کے پاس پہنچے تو ان کا حال پوچھا اور انہوں نے وہ شعر پڑھا جو پیچھے بیان ہوا۔ اب اس اختلاف کی وجہ سے یہ بات قابل غور ہے۔

مدینہ کی بیماریاں حجفہ میں...... غرض جب حضرت عائشہؓ نے ان تینوں کا حال آنحضرت ﷺ کو جاکر بتلایا تو آپ ﷺ نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا، کیونکہ آسمان دعا کا قبلہ ہے اور پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔

"اے اللہ! مدینہ کی محبت بھی ہمارے دلوں میں اتنی ہی ڈال دے جتنی تو نے مکہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرمادی تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کے مد اور صاع (جو مدینہ کے پیمانے تھے ان) میں ہمارے لئے برکت عطا فرمادے اور اس شہر کی آب و ہوا ہمارے لئے درست فرمادے اور اس شہر کی وباؤں کو مہیعہ یعنی حجفہ کی طرف منتقل فرمادے۔"

ایک روایت میں اسی طرح ہے، یہ جگہ رابغ کے قریب ہے جہاں سے مصر سے آنے والے حاجی احرام باندھتے ہیں۔ اس وقت اس بستی کے لوگ یہودی تھے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ مدینہ کی محبت بھی ہمارے دلوں میں اتنی ہی ڈال دے، اس لئے تھا کہ وطن کی محبت اور اس سے پیار انسان کی فطرت ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص مکہ سے مدینہ آیا تھا تو حضرت عائشہؓ نے اس شخص سے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں پوچھا،

"تم نے مکہ کو کس حال میں چھوڑا؟"

اس پر اس شخص نے مکہ کی خوبیاں اور وہاں کے حالات بتلانے شروع کیے جس پر رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اے فلاں! ہمارے شوق کو اس طرح نہ بھڑکاؤ"

ایک روایت میں ہے کہ "یہاں دلوں کو لگ جانے دو"

طاعون کی بیماری کا مدینہ سے اخراج...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: بخار اور وبا کے مدینہ سے کہیں دور چلے جانے کی دعا آپ ﷺ نے آخر میں فرمائی تھی کیونکہ جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تھے تو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دیا تھا کہ طاعون اور بخار کی بیماریوں میں سے مدینہ کے لئے کوئی ایک اختیار کرلیں۔ چنانچہ بخار کو مدینہ میں رہنے دیا گیا اور طاعون کی بیماری کو ملک شام میں بھیج دیا گیا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام بخار اور طاعون کی بیماریاں لے کر آئے میں نے بخار کو مدینہ کے لئے باقی رکھ لیا اور طاعون کی بیماری کو ملک شام کی طرف بھیج دیا۔ یہاں باقی رکھنے کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ حدیث سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کے آنے سے پہلے مدینہ میں بخار نہیں پایا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے طاعون کے مقابلے میں بخار کی بیماری کو اس لئے اختیار کیا کہ اس وقت صحابہ کی تعداد بہت تھوڑی تھی لہٰذا آپ ﷺ نے بخار کو اختیار فرمالیا کیونکہ اکثر بخار کی وجہ سے مرنے والوں کی تعداد زیادہ نہیں ہوا کرتی۔ برخلاف طاعون کے کہ اس بیماری میں اتفاقاً ہی کوئی شخص بچتا ہے ورنہ اکثر یہ بیماری جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔

بیماریوں کا شہر بیماریوں سے پاک و صاف...... پھر اس کے بعد جب آپ ﷺ کو مشرکوں سے جہاد کی ضرورت پیش آئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کی اجازت دیدی اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ جہاد کرنے والے لوگوں کے جسم بخار گھلائے دے رہا ہے اور وہ کمزور ہوتے جارہے ہیں تو آپ ﷺ نے بخار کو مدینہ سے جحفہ کے مقام پر بھیج دیئے جانے کی دعا فرمائی۔ چنانچہ آپ ﷺ کی دعا قبول ہوئی اور اسکے بعد مدینہ شہر اللہ کی سرزمین میں سب سے زیادہ پاک وصاف اور صحت بخش آب وہوا کا شہر بن گیا جب کہ اس سے پہلے یہ شہر بیماریوں کا گھر کہلاتا تھا۔

اس بارے میں یہی قول ہے کہ جو قابل غور ہو سکتا ہے کیونکہ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ جب بخار مدینہ شہر سے باہر نکال دیا گیا تو وہاں پھر بخار وغیرہ کی بیماری بالکل نہیں پائی جانی چاہئے۔ ادھر یہی بات کتاب خصائص صغریٰ میں بھی ہے جو آگے بیان ہوگی۔

غرض جب بخار کی بیماری مدینہ سے نکل کر جحفہ شہر میں چلی گئی تو وہ شہر ایسا ہوگیا کہ جو شخص بھی بستی میں داخل ہوتا تو فوراً بخار میں مبتلا ہو جاتا۔ بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ اگر اس کے بعد یہاں سے کوئی پرندہ بھی اڑ کر جاتا تو اس کو بیماری لگ جاتی تھی۔

مگر اب اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ پھر اس حالت میں اس شہر کو احرام باندھنے کے لئے میقات کیوں بنایا گیا جب کہ شریعت کے قاعدوں میں یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی

Presented by Ziaraat.Com

کوئی ایسا حکم نہیں دیتے تھے جس میں لوگوں کے لئے کوئی نقصان ہو۔

اس اشکال کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اصل میں بخار کی بیماری اس بستی میں صرف اس وقت تک کے لئے منتقل کی گئی تھی جب تک وہاں یہودی رہتے تھے۔ پھر جب سرزمین حجاز سے یہودیوں کا زوال ہوا تو جحفہ سے بخار بھی زائل ہو گیا اس سے بھی پہلے اسی وقت بخار کی بیماری وہاں سے زائل ہو چکی تھی جب کہ اس شہر کو میقات قرار دیا گیا۔ یہ قول اسی طرح ہے جو قابل غور ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت کو دیکھا جس کے بال الجھے ہوئے تھے وہ مدینہ سے نکلی اور مہیعہ کی بستی میں جا کر اس نے قیام کیا۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر لی کہ مدینہ کی بیماریاں اس شہر سے نکل کر مہیعہ کی بستی میں منتقل ہو گئی ہیں۔

علامہ سیوطی نے خصائص میں یہ لکھا ہے کہ بخار کی بیماری مدینہ سے اسی وقت نکل کر جحفہ کی طرف چلی گئی تھی جب آنحضرت ﷺ مدینہ پہنچے تھے۔ پھر جب جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس بخار اور طاعون کی بیماریاں لے کر آئے تو آپ نے بخار کو مدینہ کے لئے روک لیا اور طاعون کو شام کی طرف بھجوا دیا۔

<u>بخار کی وبا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں</u>...... پھر جب خود آنحضرت ﷺ کے بخار کو اختیار کرنے پر یہ بیماری مدینہ میں آئی تو یہ خود سے مدینہ کے کسی شخص کو نہیں لگ سکی بلکہ آنحضرت ﷺ کے مکان کے دروازے پر آکر ٹھہری اور آپ ﷺ سے اس نے پوچھا کہ میں کن لوگوں کے پاس جاؤں؟ آپ ﷺ نے اس کو انصاری مسلمانوں کے پاس بھیج دیا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ بخار کی بیماری رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"میں امِ ملدم ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ میں بخار کی بیماری ہوں میں گوشت چاٹتی ہوں اور خون پیتی ہوں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"تجھے نہ خوش آمدید ہے اور نہ مرحبا۔ (یعنی تو اس قابل نہیں ہے کہ تجھے خوش آمدید کہا جا سکے)"

یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو بخار کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا تھا (جبکہ یہاں آپ ﷺ نے بخار کو یہ فرمایا کہ تو خوش آمدید کہنے کے قابل نہیں ہے) غرض اس کے بعد بخار نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

"کیا میں آپ ﷺ کی قوم کے ان لوگوں کے پاس جاؤں جو آپ ﷺ کو سب سے زیادہ عزیز ہیں یا آپ ﷺ کے ان صحابہ کے پاس جاؤں جو آپ کو سب سے زیادہ عزیز ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"تو انصاریوں کے یہاں چلی جا!"

چنانچہ یہ بیماری انصاریوں میں چلی گئی اور ان کو لگ گئی جب انصاری مسلمان بیمار پڑے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے لئے صحت یابی کی دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ان سے فرمایا،

"اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ تمہیں اس بیماری سے نجات دیدے اور اگر تم اس کو باقی

Presented by Ziaraat.Com

رکھنا چاہو تو یہ تمہارے گناہوں کو زائل کرتی رہے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ تمہیں تمہارے گناہوں سے پاک کرتی رہے گی"

انصاریوں نے عرض کیا،

"تب تو یارسول اللہ اس کو باقی رہنے دیجئے"

غالباً انصاریوں میں آپ ﷺ نے یہ بیماری سب کے پاس نہیں بھجوائی تھی بلکہ ان میں سے کسی ایک طبقہ کی طرف بھجوائی تھی۔ لہٰذا اب یہ بات اس روایت کے مخالف نہیں رہتی جس میں ہے کہ انصاری مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے بخار کی شکایت کی کیونکہ وہ چھ دن اور رات سے مسلسل اس میں مبتلا تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی جس سے ان کو شفا حاصل ہو گئی۔ صحابہ کی اس بیماری میں آنحضرت ﷺ ایک ایک گھر میں علیحدہ علیحدہ جا کر اس کے لئے صحت وشفا کی دعا فرماتے رہے۔

بخار گناہوں کے ازالہ کا سبب...... خصائص کی جو روایت پیچھے بیان ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بخار کی بیماری مدینہ سے جحفہ کی طرف منتقل ہو گئی تو مدینہ میں اس کا کوئی حصہ اور اثر باقی نہیں رہا تھا اور دوبارہ جو یہ بیماری مدینہ میں آئی تو آنحضرت ﷺ کے اختیار پر ہی آئی انہوں نے جو بات حافظ ابن حجر سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ مدینہ میں وہاں کا شہری یا باہر کا آیا ہوا جو شخص بھی ٹھہرتا تھا اس کو بخار کی بیماری لگ جاتی تھی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی دعا سے یہ بیماری ختم ہو گئی سوائے اس کے کہ ایک آدھ شخص ایسا باقی رہ گیا جس کو یہاں کی آب وہوا موافق نہ آئی۔

ایک حدیث میں آتا ہے

ایک رات کا بخار ایک برس کے گناہوں کا کفارہ ہے جس شخص کو ایک دن بخار آیا اس کو دوزخ کی آگ سے حفاظت مل گئی اور وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو کر ایسا ہو جاتا ہے جیسا اپنی پیدائش کے دن تھا۔"

امام احمد نے اپنی صحیح حدیثوں کے مجموعہ میں ابن حبان سے یہ روایت یوں نقل کی ہے کہ بخار کی بیماری نے آنحضرت ﷺ سے باریابی کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں اُم ملدم ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اس کو قباوالوں کے یہاں چلے جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ لوگ بے حد شدید بخار میں مبتلا ہو گئے۔ آخر انہوں نے آپ ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان سے وہی بات کہی جو پیچھے انصاریوں کے سلسلے میں گزری۔ انہوں نے پوچھا کیا ایسا ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں تو انہوں نے کہا کہ پھر تو اسے رہنے دیجئے۔ واللہ اعلم

مدینہ میں خیر وبرکت کے لئے دعاء نبوی...... غرض پھر آنحضرت ﷺ نے مدینہ کے لئے یہ دعا فرمائی۔

"اے اللہ! تو نے مکہ میں جو برکت پیدا فرمائی ہے اس سے دوگنی برکت یہاں پیدا فرما۔ ایک روایت میں ہے کہ اور یہاں ایک برکت کی جگہ دو برکتیں عطا فرما۔"

ایک حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ کھانا جلد ختم ہو جاتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانا گزارہ کے لائق پکاؤ اس سے تمہیں برکت حاصل ہو گی۔ ایک قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نوالے چھوٹے بناؤ۔ ایسے ہی آپ ﷺ نے مدینہ میں چرنے والی بکریوں کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! مدینہ

Presented by Ziaraat.Com

کی بکریوں کے آدھے پیٹ کو دوسری جگہوں کی بکریوں کے پورے پیٹ کے برابر فرمادے۔

(ی) غالباً یہ دعا صرف ان ہی بکریوں کے لئے نہیں تھی جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں موجود تھیں بلکہ ہمیشہ کے لئے تھی۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے خصائص صغریٰ میں مدینہ کی جو خصوصیات لکھی ہیں ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس میں ہے کہ مدینہ کا گردوغبار کوڑھ کی بیماری کو ختم کرتا ہے اور مدینہ کی بکری کا آدھا پیٹ دوسری جگہوں کی بکری کے پورے پیٹ کے برابر ہوتا ہے۔ حدیث میں کرش کا لفظ استعمال ہوا ہے جو آدمی کے معدہ کی طرح ہوتا ہے (اس کو جگالی کی اوجھ بھی کہا جاسکتا ہے)۔

مدینہ دجّال سے بھی پاک کردیا گیا...... نیز جس طرح مدینہ منورہ کو طاعون کی بیماری سے پاک کردیا گیا یعنی اس بیماری کو ملک شام کے علاقے میں بھیج دیا گیا اسی طرح مدینہ کو دجال سے بھی محفوظ کردیا گیا ہے چنانچہ شیخین نے ابوہریرہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ کے دروازوں پر فرشتے متعین ہیں جو اس شہر میں نہ طاعون کو گھسنے دے سکتے ہیں اور نہ دجّال کو۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ مدینہ کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے پر ایک فرشتہ متعین ہے۔

(طاعون کی بیماری کا نام طعن کے لفظ سے بنا ہے جس کے معنی مارنا اور کچوکے لگانا ہے اس کے بارے میں پیچھے گزرا ہے کہ اس کو مدینہ سے نکال دیا گیا تھا) اب اس بارے میں ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ اس بات کو مدینہ کی تعریف کے طور پر کیسے بیان کیا گیا کہ وہاں طاعون نہیں داخل ہو سکتا اور آنحضرت ﷺ نے کیوں اس بیماری کو مدینہ سے نکال کر ملک شام کو بھیج دیا جب کہ طاعون سے مرنے والا شہید کی موت مرتا ہے۔

اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس بیماری کو جس سبب سے ملک شام کی طرف بھجوایا تھا وہ پیچھے بیان ہو چکی ہے اور پھر آپ ﷺ نے مدینہ کو اس بیماری سے بالکل پاک کردیا کیونکہ طاعون کا سبب کفار جنّات اور شیاطین کے طعن یعنی کچوکے لگانا ہوتا ہے (جس سے یہ بیماری پھیلتی ہے مراد یہ ہے کہ جسم میں اس بیماری کی جو مادی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں وہ اصل میں شیاطین اور جنّات کے کچوکے لگانے سے پیدا ہوتی ہیں جس سے بدن میں سمیت اور زہریلے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں اور طاعون کی گلٹیاں نکل آتی ہیں تو گویا اس کا اصل سبب شیاطین کے کچوکے ہوتے ہیں) للذا مدینہ منورہ کے احترام کے طور پر اس شہر کو اس خوفناک بیماری سے محفوظ کردیا گیا۔

چنانچہ کسی زمانے میں بھی مدینہ میں یہ بیماری نہیں پائی گئی جبکہ اس کے برخلاف مکہ میں بعض سالوں میں یہ مرض پھیلا ہے مثلاً ۷۴۹ھ میں مکہ میں طاعون کی وبا پھوٹی تھی۔ ایک قول ہے کہ ۱۰۳۹ھ میں بھی وہاں یہ وبا پھیلی تھی جبکہ سیلاب کی وجہ سے کعبہ کی وہ دیوار جو حجر اسود کی طرف کی ہے گر گئی تھی۔ چنانچہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جس گھڑی یہ دیوار گری اسی وقت سے شہر میں طاعون پھیل گیا اور جب تک اس حصے کو لکڑیاں اور تختے وغیرہ رکھ کر بند نہیں کردیا گیا یہ وبا پھیلتی رہی جب اس حصے کو مرمت کر کے ڈھک دیا گیا تو فوراً ہی شہر سے وبا ختم ہو گئی۔ مکہ کے کچھ بزرگ اور معتبر حضرات نے اس واقعہ کو اسی طرح بیان کیا ہے۔

جہاں تک مدینہ کے بارے میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہاں کسی بھی زمانے میں طاعون کی بیماری نہیں پھیلی تو بعض حضرات کے قول اس بات کے خلاف ہیں۔ وہ قول یہ ہے کہ ۶ھ میں یعنی آنحضرت ﷺ کے مدینہ پہنچنے کے چھ سال بعد وہاں طاعون کی بیماری پھیلی جس سے بہت سی جانیں فنا ہوئیں۔ اسلام کے دور میں طاعون

Presented by Ziaraat.Com

کی یہ سب سے پہلی وبا تھی تب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ،

"جب یہ وبا کسی بستی میں پھیلے تو اس شہر کو چھوڑ کر مت جاؤ اور اگر تمہیں کسی دوسرے شہر میں اس وبا کے پھوٹنے کی خبر ملے تو اس شہر کے قریب بھی مت جاؤ۔"

ایک روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچے تو ایک روز جبکہ آپ ﷺ منبر پر تھے تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس سرزمین سے وباؤں اور بیماریوں کو منتقل فرمادے۔

یہ روایت اس گزشتہ تفصیل کے خلاف ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ دعا مدینہ پہنچنے کے فوراً بعد نہیں فرمائی تھی بلکہ کافی عرصہ بعد فرمائی تھی۔ اسکے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہاں آپ ﷺ کے مدینہ پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کسی سفر سے مدینہ واپس تشریف لائے تھے۔ ہجرت کر کے مدینہ پہنچنا مراد نہیں ہے۔

مدینہ سب سے زیادہ آسودگی بخش شہر...... ایک حدیث میں آتا ہے،

"عنقریب لوگوں پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ لوگ آسودگی اور خوش حالی کی تلاش میں اپنے گھر والوں سمیت اپنے شہر سے نکلا کریں گے لیکن اگر وہ جانتے تو مدینہ ہی ان کے لئے سب سے بہتر اور آسودگی بخش شہر ہے۔ یہاں رہنے والا جو شخص بھی یہاں کی فاقہ کشی اور سختیوں پر صبر کرے گا اور اسی حالت میں یہیں مر جائے گا تو قیامت کے دن میں اس کا شفیع یعنی سفارشی یا شہید یعنی شہادت دینے والا بنوں گا۔ (ی) یعنی گناہ گار کے لئے سفارشی اور نیکوکار کے لئے شہادت دینے والا بنوں گا۔

مدینہ میں مرنے کی ترغیب...... حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

"تم میں سے جو شخص مدینہ میں مر سکے وہ ضرور یہیں مرنے کی کوشش کرے کیونکہ یہاں مرنے والے کے لئے قیامت میں میں سفارشی بنوں گا۔ یہاں رہنے والا شخص جب کبھی بھی کسی برائی کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرح مٹادے گا جیسے پانی میں نمک گھل کر ختم ہو جاتا ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ

"اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ میں اسی طرح پگھلادے گا جس طرح سیسہ پگھل جاتا ہے یا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مدینہ اپنے یہاں کے ایک ایک شریر اور بدکار کو اسی طرح نکال باہر نہیں کردے گا جیسے بھٹی لوہے کے میل کو نکال کر ختم کر دیتی ہے۔ مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جیسے آگ چاندی کے میل کو صاف کر کے اسے کندن بنادیتی ہے۔"

یہ بات گزر چکی ہے کہ یہ بات نہ تو ہر زمانے میں عام ہے اور نہ تمام لوگوں کے لئے عام ہے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے۔ "مکہ اور مدینہ گناہوں یعنی اپنے گناہ گاروں کو اسی طرح نکال باہر کریں گے جیسے بھٹی لوہے کا میل نکال دیتی ہے۔ جس نے ظلم کے ذریعہ مدینہ کے باشندوں کو ڈرایا تو اللہ عزّ وجل اس کو ڈرائے گا اور اس پر اللہ، اسکے فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہو۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی کوئی بات قبول نہیں فرمائے گا۔

اب جن لوگوں نے یزید پر لعنت بھیجنا جائز قرار دیا ہے وہ اسی حدیث کو اپنی دلیل بناتے ہیں کیونکہ جیسا کہ بیان ہوا اس نے حرّہ کے واقعہ میں مدینہ والوں کا خون بہانا جائز قرار دیا تھا۔ اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نام لے کر یزید پر لعنت بھیجنا جائز ہے۔جب کہ بحث اسی میں ہے کہ نام لے کر لعنت بھیجنا جائز ہے یا نہیں۔اس حدیث سے صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی اس برائی کاذکر کر کے لعنت بھیجنا جائز ہے یعنی یہ کہنا کہ جس شخص نے مدینہ والوں کو ڈرایا اس پر لعنت ہے مگر یہ بات قابل بحث ہی نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ بیان ہوا یہ بات جائز ہے اور ان دونوں باتوں میں بہت فرق ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ مدینہ والے میرے پڑوسی ہیں اور میری امت پر اس وقت میرے پڑوسیوں کی حفاظت ضروری ہے جب تک وہ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں۔جس نے ان کی حفاظت کی میں قیامت کے دن اس کے گناہوں کے لئے سفارشی اور اس کی نیکیوں کے لئے گواہ بنوں گا اور جس نے ان کی حفاظت نہیں کی اس کو قیامت میں دوزخیوں کا پیپ اور لہو پلایا جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس نے انصاریوں کی اس بستی کو (ظلم سے) ڈرایا تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس نے دونوں کے درمیان کو یعنی مجھے ڈرایا۔

مدینہ کو طابہ یعنی خوشیوں کا گھر اس لئے کہا گیا کہ یہاں خوش گوار زندگی میسر آتی ہے اور جیسا کہ طابہ کے معنی خوشبو کے بھی ہیں۔اس کو اس لئے بھی طابہ کہا گیا کہ یہاں کی جو خوشبو اور معطر آب وہوا ہے وہ کہیں اور نہیں پائی جاتی۔مدینہ کی خصوصیات میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اس بستی کی مٹی میں جذام اور بعض حضرات کے اضافہ کے مطابق کوڑھ سے شفا ہے بلکہ ہر بیماری سے شفا ہے اور اس بستی کی کھجور میں زہر سے شفا ہے۔

کیا قیامت سے قبل مدینہ تباہ ہو جائے گا؟...... حدیث میں آتا ہے کہ قیامت قائم ہونے سے چالیس سال پہلے مدینہ منورہ تاراج اور تباہ ہو جائے گا۔اس شہر کی تاراجی بھوک اور فاقہ کشی کی وجہ سے ہوگی جبکہ یمن کی بربادی ٹڈیوں کی وجہ سے ہوگی۔

(ی) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ٹڈیوں کیلئے بددعا فرمائی ہے کہ اے اللہ! ٹڈیوں کو ہلاک فرمادے۔ بڑی اور چھوٹی ہر قسم کی ٹڈیوں تہس نہس فرمادے اور ان کی جڑ ہی ختم فرمادے اور ان کے منہ ہمارے مویشیوں اور ہمارے رزق کی طرف سے پھیر دے۔بے شک تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو فصل کی پہلی کھجور لاکر دی جاتی تو آپ ﷺ یہ دعا فرماتے،

"اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے مدینہ شہر میں برکت عطا فرما۔اس کے پھلوں میں برکت عطا فرما اور اس کے مد اور صاع یعنی غلّہ کے پیمانوں میں برکت عطا فرما اور اس برکت کو دو چند اور دو نا فرمادے۔"

اس کے بعد آپ ﷺ مجلس میں موجود بچوں میں سے سب سے چھوٹے بچے کو وہ کھجور دیتے اور فرماتے،

"اے اللہ! تیرے بندے تیرے دوست اور تیرے نبی ابراہیم علیہ السلام نے تجھ سے مکہ کے لئے دعا فرمائی تھی۔جو دعا انہوں نے تجھ سے مکہ کے لئے مانگی تھی میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی تجھ سے وہی دعا مدینہ کے لئے مانگتا ہوں تو اس شہر کو بھی وہی برکتیں عطا فرمادے۔"

Presented by Ziaraat.Com

ازواج کے بقیہ حجروں کی تعمیر

مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ آپ نے دو حجرے اپنی بیویوں کے لئے بنوائے تھے اور پھر باقی حجرے آپ حسب ضرورت بنواتے رہے۔ چنانچہ یہی بات گزشتہ روایت کے مطابق ہے کہ اپنی بیویوں کے حجروں میں سے کچھ تو آپ نے مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی بنوائے ان میں سے ایک حضرت سودہؓ کا حجرہ تھا اور دوسرا حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ (آپ کی بیویوں کے ان حجروں کو ہی آپ کے اور ان کے گھر کہا جاتا ہے)۔

بعض شافعی علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مکانات مختلف تھے اور ان میں سے اکثر مسجد نبوی سے دور تھے۔ ادھر کتاب عیون الاثر میں جو قول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے تمام مکانات ہجرت کے پہلے سال میں ہی تیار ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس میں ہے کہ۔ ہجرت کے پہلے سال میں مسجد نبوی اور آنحضرت ﷺ کے مکانات تیار ہو گئے۔

ادھر رسول اللہ ﷺ نے ان تمام زمینوں میں جو کسی کی ملک نہیں تھیں مہاجروں کے لئے نشان لگا دیئے اسی طرح ان زمینوں میں بھی جو انصاریوں نے آپ کو ہبہ کیں اور ان جگہوں پر ان مہاجروں کو بسا دیا جو قبا میں کسی انصاری کے یہاں ٹھہرے اور پھر وہاں مکان بنانا ممکن نہ دیکھ کر مدینہ چلے آئے تھے۔

عبداللہ ابن زید ہزلی کہتے ہیں کہ عمر ابن عبدالعزیزؒ نے خلیفہ ولید ابن عبدالملک کے حکم پر جب آنحضرت ﷺ کی بیویوں کے مکانات ڈھائے تو میں اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ ولید ابن عبدالملک کا اس بارے میں یہ فرمان آیا تھا کہ ان مکانات کو گرا کر مسجد نبوی میں شامل کر دیا جائے۔ مدینہ والوں کو جتنا غمزدہ اور زار زار روتے ہوئے اس دن دیکھا جب یہ حکم نامہ پہنچا اتنا کبھی نہیں دیکھا گیا۔

ازواج کے حجروں کی شان...... یہ حجرے کل ملا کر نو تھے جن میں سے صرف چار اینٹوں کے بنے ہوئے تھے مگر ان کی چھتیں بھی کھجور کی ٹہنیوں کی تھیں اور ان کے اوپر مٹی بچھا دی گئی تھی۔ باقی حجرے پورے کے پورے ہی کھجور کی ٹہنیوں کے بنے ہوئے تھے سوائے حضرت اُمّ سلمہؓ کے حجرے کے کہ انہوں نے اپنا حجرہ پکّا بنا لیا تھا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ آنحضرت ﷺ جب دومتہ الجندل کے غزوہ کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت اُمّ سلمہؓ نے اپنا حجرہ پختہ بنوا لیا) آپ وہاں سے واپس تشریف لائے تو اپنی ازواج میں سے سب سے پہلے حضرت اُمّ سلمہؓ کے یہاں ہی تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے پکّا مکان دیکھا تو اُمّ سلمہؓ سے پوچھا۔

"یہ مکان کیسا ہے!"

انہوں نے عرض کیا۔

"میں نے لوگوں کی نظروں سے پردہ رکھنے کے لئے یہ مکان بنا لیا ہے!"

مال مومن کا بدترین مصرف...... آپ نے فرمایا۔

"ایک مسلمان کا مال خرچ ہونے کی بدترین صورت مکان کی تعمیر ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

اسی سلسلے میں حضرت سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک خاص خطہ ہے جس کا نام منتقمان ہے یعنی سزاؤں کا خطہ۔ جب کوئی شخص حرام مال کماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اوپر گارا اور پانی یعنی تعمیر کا خرچ مسلط فرما دیتا ہے اور اس طرح وہ شخص اپنے اس مال سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاپاتا۔

آپ کے جو مکانات خالص کھجور کی ٹہنیوں کے بنے ہوئے تھے ان کی دیواروں پر باہر سے کمبل اور ٹاٹ ڈھک کر پردہ کر دیا گیا تھا ایسے حجرے پانچ تھے جو خالص کھجور کی چھال کے بنے ہوئے تھے ان میں پتھر استعمال ہی نہیں کیا گیا تھا البتہ ان پر مٹی لیپ دی گئی تھی۔ ان کے دروازوں پر ٹاٹ وغیرہ کے پردے پڑے ہوئے تھے (جو کواڑوں کے قائم مقام تھے) ایسے دروازوں کو پلانس کہتے ہیں۔ ان پردوں کو ناپا گیا تو ایک ایک پردے کی چوڑائی ایک ہاتھ اور لمبائی تین ہاتھ تھی۔

مگر علامہ سہیلی نے یہ لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تمام مکانات پتّیوں اور چھال کے بنے ہوئے تھے جن کے اوپر مٹی لیپ دی گئی تھی۔ البتہ ان میں سے ایک آدھ اینٹوں کا تھا مگر چھتیں سب کی کھجور کی چھال کی ڈالی ہوئی تھیں۔ جہاں تک خود رسول اللہ ﷺ کے حجرے کا تعلق ہے تو اس کے اوپر بالوں کا کپڑا ڈھکا ہوا تھا جس کو عرعر کی لکڑی سے باندھا گیا تھا۔ یہاں تک علامہ سہیلی کا کلام ہے۔

جب ولید نے ان حجروں کو توڑنے کا حکم بھیجا تو لوگوں پر بہت اثر ہوا اور کچھ لوگوں نے کہا کہ کاش ان حجروں کو نہ توڑا جاتا کہ عام لوگ بھی اپنے لئے عمدہ مکانات نہ بناسکتے بلکہ دیکھتے کہ اللہ کے نبی کس طرح رہتے تھے جب کہ آپ کے ہاتھ میں ساری دنیا کے خزانوں کی کنجیاں تھیں۔ (ی) یعنی ان حجروں کو دیکھ کر لوگوں میں بڑے بڑے اور آرام دہ مکانات بنانے کا جذبہ نہ پیدا ہوتا جن کے ذریعہ وہ ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں۔

وسائل آسائش سے ناپسندیدگی...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ مدینہ کے ایک بازار میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے ایک عمدہ رہنگوار دیکھی۔ آپ نے وہاں موجود لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ ایک انصاری مسلمان کا راستہ ہے۔ اسی وقت اتفاق سے وہ شخص وہاں آگیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس کے بعد کئی بار ایسا ہی ہوا۔ آخر اس مسلمان کو اصل واقعہ کا علم ہوا تو اس نے اسی وقت اس کو گرا کر توڑ دیا۔

ازواج کے حجروں کے متعلق حسن بصریؒ کی روایت...... حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جب میں قریب البلوغ لڑکا تھا تو حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے مکانات میں جایا کرتا تھا۔ ان حجروں کی چھتیں اتنی نیچی تھیں کہ اس وقت بھی جب کہ میرا قد بھی بہت چھوٹا تھا میں انہیں ہاتھ سے چھو لیا کرتا تھا۔

حضرت حسن بصری کی پیدائش یقینی طور پر اس وقت ہوئی تھی جب کہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے دو سال باقی تھے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی اُمّ سلمہؓ کی باندی کے بیٹے تھے جن کا نام خیرہ تھا۔ حضرت اُمّ سلمہؓ ان کو صحابہ کرام کے پاس بھیجا کرتی تھیں جو ان کو برکت کی دعائیں دیا کرتے تھے۔ وہ ان کو حضرت عمرؓ کے پاس بھی لے گئیں انہوں نے ان الفاظ میں حضرت حسن بصری کے لئے دعا کی کہ اے اللہ! ان کو دین کا تفقہ یعنی سمجھ اور لوگوں میں محبوبیت عطا فرما۔

حضرت حسن بصریؒ...... حضرت حسنؒ کے والد ان قیدیوں میں سے ایک قیدی تھے جن کو حضرت خالد ابن

Presented by Ziaraat.Com

ولید حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے زمانے میں فارس کی جنگ میں شکست دے کر اور گرفتار کر کے لائے تھے۔ حضرت حسن نے براہ راست حضرت علیؓ سے روایتیں بیان کی ہیں کیونکہ حضرت علیؓ کے مدینہ سے کوفہ کو چلے جانے سے پہلے ان کی عمر چودہ سال کی تھی اس وقت حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت ہو چکی تھی۔ ایک مرتبہ ان سے کسی شخص نے کہا۔

"اے ابو سعید! آپ یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ایسے فرمایا حالانکہ آپ نے آنحضرت ﷺ کا زمانہ نہیں پایا!"

حضرت حسنؒ نے جواب دیا۔

جن حدیثوں کے بارے میں تم نے مجھے یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ایسے فرمایا۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایتیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ میں ایسے زمانہ میں ہوں کہ مدینہ میں بیٹھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لے سکتا۔"

اس کی وجہ حجاج ابن یوسف کا خوف تھا جو حضرت علیؓ کا جانی دشمن تھا۔ بڑے بڑے محدثین جیسے امام ترمذی، نسائی، حاکم، دار قطنی اور ابو نعیم نے حضرت علیؓ سے حضرت حسن کی روایتیں جمع کی ہیں جو حسن بھی ہیں اور صحیح بھی ہیں۔ اس قول سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت حسنؒ نے حضرت علیؓ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ اس تردید کی وجہ یہ اصول ہے کہ کسی چیز کو ثابت کرنے والا قول اس کو رد کرنے والے قول کے مقابلے میں مقدم اور قابل قبول ہوتا ہے (لہٰذا یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے روایتیں سنی ہیں) یا پھر اس انکار کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حسنؒ نے حضرت علیؓ کے مدینہ سے جانے کے بعد ان سے کوئی حدیث نہیں سنی (لہٰذا اس صورت میں دونوں باتوں میں کوئی اختلاف ہی نہیں رہتا)۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت حسنؒ کے کلام میں جو زبردست فصاحت اور حکمت تھی وہ اس دودھ کے چند قطروں کی برکت تھی جو انہوں نے اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ کی چھاتیوں سے پیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت حسنؒ کی والدہ خیرہ اکثر گھر میں نہیں ہوتی تھیں اور یہ بھوک سے روتے رہتے تھے ایسے میں حضرت اُمّ المومنین اُمّ سلمہؓ ان کے منہ میں اپنی چھاتیاں دیدیا کرتی تھیں جس سے وہ بہل جاتے تھے۔ اسی میں کبھی ایسا ہوتا کہ چھاتی میں دودھ آجاتا جسے وہ پی لیتے تھے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت حسنؒ بصرہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ خوبصورت بھرے ہوئے بدن کے اور لمبے قد کے تھے۔ یہاں تک ابن کثیر کا حوالہ ہے۔ وہ جب کبھی سامنے پڑتے اور کہیں ملتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ اپنے کسی عزیز کو دفن کر کے آرہے ہیں یعنی ان پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر اس قدر رہتا تھا) کہیں بیٹھتے تو ایسا لگتا جیسے کسی ایسے معاملے میں گرفتار ہیں جس میں ان کی گردن ماردی جائے گی۔ اور ان کے سامنے جہنم کا ذکر آجاتا تو ایسا لگتا جیسے دوزخ صرف ان کے لئے ہی پیدا کی گئی ہے۔

حجروں کے لئے قطعات...... واقدی سے روایت ہے کہ مسجد نبوی کے قریب اور اس کے چاروں طرف حارثہ ابن نعمان کے مکانات تھے۔ آنحضرت ﷺ جب بھی کوئی نکاح فرماتے تو حضرت حارثہ اپنا ایک مکان یعنی حجرہ آپ کو ہبہ کر دیتے جس میں آپ کی بیوی کا قیام ہو جاتا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ حضرت حارثہ نے اپنے

Presented by Ziaraat.Com

سارے مکان اسی طرح آنحضرت ﷺ کو ہبہ کر دیئے۔ مگر یہ بات کتاب عیون الاثر کے اس گزشتہ حوالے کے خلاف ہے جس میں گزرا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تمام مکانات ہجرت کے پہلے سال میں ہی بن گئے تھے۔

غرض پھر آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی حضرت عثمانؓ ابن مظعونؓ کا انتقال ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کی قبر پر پانی کے چھینٹے دیئے جائیں اور یہ کہ قبر کے سرہانے ایک پتھر رکھ دیا جائے۔ آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ ایک پتھر اٹھا کر لائے اس نے اپنی طاقت سے دوگنا پتھر اٹھایا۔ آپ فوراً اس کی طرف بڑھے اور پتھر اس کے کاندھے پر سے اتار کر قبر کے پاس لائے اور سرہانے رکھ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔

"اس پتھر کے ذریعہ مجھے اپنے بھائی کی قبر معلوم رہے گی اور میرے گھر والوں میں سے جو مرے گا اس کو یہیں دفن کروں گا۔

آپ کے صاحبزادے اور حضرت عثمان ابن مظعون کا انتقال...... چنانچہ اس کے بعد جب آپ کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ نے ان کو حضرت عثمان کی پائینتی میں دفن کیا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان ابن مظعون کی لاش کو بوسہ دیا اور میں نے دیکھا کہ آپ کے آنسو حضرت عثمان ابن مظعون کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

میت پر نوحہ وماتم کی ممانعت...... کتاب استیعاب میں یہ ہے کہ ان کا انتقال غزوۂ بدر میں شرکت کے بعد ہوا۔ ان کو غسل دیئے جانے اور کفنائے جانے کے بعد آپ نے ان کی پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان میں بوسہ دیا۔ مگر ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ ان کے انتقال پر عورتیں رونے لگیں۔ حضرت عمرؓ ان کو خاموش ہو جانے کا حکم دے رہے تھے۔ آپ نے یہ دیکھ کر فاروق اعظم سے فرمایا کہ نرمی اختیار کرو۔ پھر آپ نے عورتوں سے فرمایا۔

"یہ نوحہ وماتم اور بلند آوازی شیطان کا شیوہ ہے تم اس سے بچو۔ ایسے موقعہ پر جو کچھ آنکھ سے بہتا ہے وہ اللہ کی طرف سے اور نرم دلی کی وجہ سے ہوتا ہے اور جو کچھ ہاتھوں اور زبان سے ہوتا ہے (یعنی بین کرنا اور نوحہ کرنا) وہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

حضرت عثمان کی بیوہ نے کہا جو خولہ بنت حکیم تھیں۔ ایک قول ہے کہ اُمّ علا انصاریہ نے کہا جن کے یہاں حضرت عثمان مدینہ آکر اترے تھے۔ ایک قول ہے کہ اُمّ خارجہ ابن زید نے لاش کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے ابو سائب! تمہیں جنت میں پہنچنا مبارک ہو۔"

آنحضرت ﷺ نے ان کو غصہ کی نظر سے دیکھا اور پوچھا۔

"تمہیں جنت میں پہنچنے کا حال کیسے معلوم ہے۔"

انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ آپ کے ساتھی اور فدائی تھے۔ آپ نے فرمایا۔

"مجھے اپنے بارے میں بھی معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا!"

اس پر لوگوں کو حضرت عثمان پر بہت ترس آیا اور وہ ان کے لئے دعا کرنے لگے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عثمان ابن مظعون کی بیوی خود بنت حکیم میرے پاس آئیں وہ کافی پریشان نظر آتی تھیں۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے تو انہوں نے کہا۔

"میرے شوہر یعنی عثمان ابن مظعون ساری رات نمازیں پڑھتے رہتے ہیں اور دن بھر روزے سے

Presented by Ziaraat.Com

رہتے ہیں!

اسی وقت رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ ؓ کے پاس تشریف لے آئے۔ حضرت عائشہ نے یہ بات آپ کو بتلائی تو آپ عثمان سے ملے اور فرمایا۔

"اے عثمان! ہمارے دین میں رہبانیت اور دنیا سے بے تعلق ہو جانا ہرگز نہیں ہے کیا میرا عمل تمہارے لئے نمونہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور حدود کا خیال کرنے والا میں ہوں۔

آپ نے حضرت عثمان کو سلف صالح فرمایا۔ چنانچہ اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کے دفن کے وقت آپ نے فرمایا۔

"میں تمہیں سلف صالح کے پاس چھوڑتا ہوں۔"

اسی طرح آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب کو دفن کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے سلف صالح عثمان ابن مظعون کے پاس جارہو۔

اسعد ابن زُرارہ کی وفات...... غرض اسی عرصہ میں حضرت اسعد ابن زرارہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کی وفات پر آنحضرت ﷺ بہت زیادہ غمزدہ اور افسردہ خاطر ہوئے۔ یہ بنی نجار کے نقیب اور نمائندے تھے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کی وفات کے بعد بنی نجار کا کوئی دوسرا نقیب متعین نہیں فرمایا۔ حالانکہ ان لوگوں نے آپ سے آکر عرض کیا۔

"ان کی جگہ ہمارے لئے کسی اور کو نقیب متعین فرما دیجئے جو ہمارے معاملات کی نمائندگی کیا کرتے۔"

اس پر آپ نے ان سے فرمایا۔

"تم میری یعنی میرے دادا کی ننہال والے ہو اور میں ہی تمہارا نقیب ہوں۔"

آنحضرت ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا کہ ایک کو دوسروں کے مقابلے میں خصوصیت اور اہمیت دیدیں اور پھر وہ بات ان میں فخر وغرور کا باعث بن جائے۔ ان کے بارے میں ایک روایت اور بھی ہے۔ یعنی ان ہی ابو امامہ اسعد ابن زُرارہ کو ابن مندہ اور ابو نعیم نے بنی ساعدہ کا نقیب بتلایا ہے مگر اس بارے میں ان دونوں کو وہم اور مغالطہ ہوا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہر قبیلے کا نقیب اسی قبیلے کے کسی آدمی کو بنایا کرتے تھے دوسرے قبیلے کے آدمی کو نہیں چنانچہ بنی ساعدہ کے نقیب حضرت سعد ابن عبادہ تھے۔

ایک قول ہے کہ حضرت براء ابن معرور رسول اللہ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے ہی وفات پاچکے تھے پھر جب آنحضرت ﷺ مدینہ پہنچے تو آپ اپنے صحابہ کے ساتھ ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں نماز جنازہ پڑھی۔ پھر آپ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَارْضَ عَنْهُ وَقَدْ فَعَلْتَ

ترجمہ: اے اللہ! تو ان کی مغفرت فرما ان پر رحمت فرما ان کو اپنی خوشنودی عطا فرما اور بے شک تو یہ معاملہ ان کے ساتھ فرما چکا ہے۔

اب اگر نماز سے نماز کے حقیقی معنی مراد لئے جائیں تو یہ پہلی نماز ہے جو اسلام میں کسی مردہ کے لئے پڑھی گئی ویسے نماز سے صرف دعا بھی مراد لی جاسکتی ہے۔ تو گویا اگر یہاں نماز سے مراد حقیقی نماز ہے تو یہ پہلی نماز

Presented by Ziaraat.Com

جنازہ ہے اور اگر یہاں نماز سے مراد دعا ہے تو پھر یہ بات کتاب استاع کے قول کے مطابق ہے جس میں ہے کہ میں نے کسی سیرت کی کتاب میں نہیں پڑھا کہ نماز جنازہ کب فرض ہوئی۔ اس بارے میں کوئی روایت نہیں ملتی کہ آپ نے حضرت عثمان ابن مظعون کی نماز جنازہ پڑھی جو ۲ھ میں فوت ہوئے۔ اسی طرح اسعد ابن زرارہ بھی ہیں جن کی وفات 1ھ میں ہوئی مگر ایسی کوئی روایت نہیں جس سے معلوم ہو کہ آپ نے ان کی حقیقی نماز جنازہ پڑھی۔ یہ بات پیچھے بھی بیان ہو چکی ہے اور اس میں جو اشکال ہے وہ بھی گزر چکا ہے۔

<u>یہود مدینہ سے صلح کا معاہدہ</u>...... اسی زمانہ میں رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصاری مسلمانوں کے سامنے ایک تحریر لکھوائی جس میں یہودیوں سے صلح کا معاہدہ کیا گیا۔ ان یہودیوں میں ان کے قبیلوں میں سے بنی قینقاع بنی قریظہ اور بنی نضیر شامل تھے۔ آپ نے ان سے دوستی داشتی کا یہ معاہدہ کیا کہ وہ مسلمانوں سے کبھی جنگ نہیں کریں گے اور کبھی ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے اور یہ کہ آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں وہ کبھی کسی کی مدد نہیں کریں گے۔ نیز یہ کہ اگر اچانک مسلمانوں پر کوئی حملہ ہو تو یہ یہودی مسلمانوں کا ساتھ دیں گے اور آپ کی مدد کریں گے۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی طرف سے یہودیوں کی جان و مال اور ان کے مذہبی معاملات میں آزادی کی ضمانت دی۔ کتاب عیون الاثر میں اس تحریر کو جوں کے توں نقل کیا گیا ہے۔

<u>مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ</u>...... اودھر اسی زمانے میں آنحضرت ﷺ نے مہاجر اور انصاری مسلمانوں کے درمیان محبت اور خلوص کا رشتہ مضبوط اور پائیدار کرنے کے لئے برادرانہ رشتے قائم فرمائے جس کو مواخاۃ یا رشتۂ اخوت یعنی بھائی چارہ کہتے ہیں۔ بھائی چارہ کا یہ قیام انس ابن مالکؓ کے مکان پر ہوا۔ یہ مکان اصل میں ابو طلحہ کا تھا جو اُمِّ انس کے شوہر تھے ابو طلحہ کا نام زید ابن سہل تھا یہ ایک جنگ کے سلسلے میں غازی کی حیثیت سے ایک کشتی میں سمندری سفر کر رہے تھے کہ وہیں ان کی وفات ہو گئی۔ ان کے ساتھیوں نے ان کی لاش کو کشتی میں رکھا اور اس انتظار میں رہے کہ کوئی جزیرہ ملے تو ان کو اس میں دفن کر دیں۔ آخر ایک ہفتے کے بعد ان کو ایک جزیرہ نظر آیا اور اس میں ان کو دفن کر دیا۔ مگر سات دن تک لاش کو بغیر کوئی دوا لگائے رکھنے کے باوجود وہ خراب نہیں ہوئی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ابو طلحہ چونکہ اکثر غزوات اور جنگوں میں مصروف رہتے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں زیادہ روزے نہیں رکھا کرتے تھے پھر جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو اس کے بعد یہ لگاتار روزے رکھنے لگے۔

آنحضرت ﷺ نے مہاجروں اور انصاریوں کے درمیان بھائی چارہ کا جو یہ رشتہ قائم فرمایا یہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد کا واقعہ ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس وقت مسجد کی تعمیر جاری تھی۔ یہ بھائی چارہ ہمدردی و غم خواری اور حق کی بنیاد پر کیا گیا کہ اس بھائی چارہ کے تحت بنے ہوئے بھائی رشتے داروں اور عزیزوں کے مقابلے میں اپنے اس شرعی بھائی کا ترکہ اور میراث اس کی موت کے بعد پائیں گے۔ چنانچہ اس بھائی چارہ کے وقت آپ نے مہاجروں اور انصاریوں سے فرمایا۔

"اللہ کے نام پر تم سب آپس میں دو دو بھائی بن جاؤ۔"

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: علامہ ابن جوزی نے زید ابن ابی اوفی سے روایت کیا ہے جو کہتے ہیں کہ میں

Presented by Ziaraat.Com

ایک روز مدینہ منورہ کی مسجد میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اچانک آپ نے صحابہ کو پکارنا شروع کیا کہ فلاں کہاں ہے اور فلاں کہاں ہے۔ ان میں سے اکثر لوگ موجود نہیں تھے آپ نے ان کو بلانے کے لئے آدمی بھیجے۔ آخر جب سب جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا۔

میں تمہارے سامنے ایک بات کہتا ہوں اس کو ذہن نشین کر کے یاد رکھو اور اپنے بعد والوں کو بھی سنا دینا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ایک مخلوق کو انتخاب فرمالیا ہے۔"

اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ الآیہ پ ۷ اسورۂ حج ع ۱۰

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے رسالت کے لئے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے جن فرشتوں کو چاہے احکام پہنچانے والے مقرر فرما دیتا ہے اور اسی طرح آدمیوں میں سے۔ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

یہ آیت تلاوت کر کے آپ نے فرمایا۔

"میں بھی تم میں سے اس شخص کو انتخاب کرتا ہوں جو میرے نزدیک زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں۔ اور تمہارے درمیان اسی طرح بھائی چارہ قائم کرتا ہوں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا ہے۔ اے ابو بکر اٹھو!"

صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ میں بھائی چارہ ...... چنانچہ حضرت ابو بکرؓ اٹھے اور آنحضرت ﷺ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ تب آپ نے فرمایا۔

"تمہارے لئے میرے پاس اللہ کا ہاتھ ہے یعنی اللہ کے لئے تمہارے مجھ پر احسانات ہیں جن کا صلہ اللہ تعالیٰ ہی تمہیں دے گا۔ اگر میں کسی کو اپنا دوست بناتا تو تمہیں ہی بناتا۔ کیونکہ تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے میرے بدن پر میری قمیض!"

اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے ہاتھ سے قمیض کو ہلایا۔ اس کے بعد پھر آپ نے فرمایا۔

"اے عمر! میرے قریب آؤ!"

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اٹھ کر حکم کی تعمیل کی اور آپ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

"اے ابو حفص! اسلام سے پہلے تم ہمارے خلاف بہت زیادہ سخت تھے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اسلام کو تمہارے یا ابو جہل کے ذریعہ عزت و سربلندی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خوش بختی تمہارا مقدر فرمادی اور اس طرح گویا ابو جہل عمرو ابن ہشام اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ نے تمہیں پسند فرمایا۔ پس تم جنت میں میرے ساتھ اس امت کے تین آدمیوں میں سے تیسرے ہو گے۔"

اس کے بعد آپ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان بھائی چارہ کا رشتہ قائم فرمادیا۔ یہاں تک ابن جوزی کا کلام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجروں اور انصاریوں کے درمیان جس طرح ہجرت سے پہلے بھائی چارہ قائم فرمایا اسی طرح ہجرت کے بعد بھی برادرانہ رشتے قائم فرمائے۔ مگر یہ بات جب بھی مکمل ہو سکتی ہے جبکہ آپ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے علاوہ بھی دوسرے مہاجروں میں بھائی چارہ قائم فرمایا ہو۔ اس کا یہ مطلب ہو گا کہ ابن ابی اوفی نے اس روایت میں صرف ان ہی دونوں کا ذکر

Presented by Ziaraat.Com

کر دینے پر بس کی ہے جبکہ ان کے علاوہ دوسروں کے درمیان بھی بھائی چارہ قائم کیا گیا ہوگا۔ مگر اس بارے میں مشہور و معروف روایت یہی ہے کہ یہ شرعی بھائی چارہ دو مرتبہ قائم کیا گیا۔ ایک دفعہ صرف مہاجروں کے درمیان جو ہجرت سے پہلے ہوا اور ایک دفعہ مہاجروں اور انصاریوں کے درمیان جو ہجرت کے بعد ہوا۔ واللہ اعلم

چنانچہ بعض حضرات کے اس قول سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے جس میں ہے کہ اس بھائی چارہ کے وقت پچاس مہاجر اور پچاس انصاری مسلمان تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ دونوں کی مشترک تعداد نوّے تھی (یعنی پینتالیس مہاجر اور پینتالیس انصاری تھے) اس بھائی چارہ کے وقت آپ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ یہ میرے بھائی ہیں اس طرح رسول اللہ ﷺ اور حضرت علیؓ بھائی بھائی ہو گئے۔ پھر آپ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت خارجہ ابن زید کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ یہ خارجہ ابن زید حضرت ابو بکرؓ کے خسر تھے ان کی بیٹی حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں تھیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کو عتبان ابن مالک کا بھائی بنایا۔ ابو رُوَیم خثعمی کو حضرت بلالؓ کا بھائی بنایا۔ اُسید ابن حضیرؓ کو حضرت زید ابن حارثہؓ کا بھائی بنایا۔

یہ حضرت اُسید ان لوگوں میں سے ہیں جن کا لقب آنحضرت ﷺ نے رکھا تھا آپ نے ان کا لقب ابو عبس رکھا تھا ان کی آواز بے حد دلکش اور نغمہ ریز تھی اور یہ بڑے عمدہ انداز میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے۔ ساتھ ہی یہ انتہائی سمجھ دار اور ذی رائے آدمی تھے حضرت ابو بکر صدیقؓ ان کا بہت احترام کرتے تھے اور ان کے سامنے کسی کو آگے نہیں کرتے تھے۔

سعد ابن ربیع کی عالی ظرفی ...... اسی طرح آپ نے حضرت ابو عبیدہ اور حضرت سعد ابن معاذ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ عبدالرحمٰن ابن عوف کو اسعد ابن ربیع کا بھائی بنایا۔ اسی وقت ان سعد ابن ربیع نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا۔

"میں انصاری مسلمانوں میں سب سے زیادہ مالدار آدمی ہوں میں اس مال کو آدھا آدھا تمہارے اور اپنے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ اسی طرح میرے دو بیویاں ہیں میں ان میں سے ایک کو طلاق دے دوں گا جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو تم اس سے نکاح کر لینا۔"

حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ تمہاری جان میں تمہارے گھر والوں میں اور تمہارے مال میں برکت عطا فرمائے!"

کتاب عیون الاثر میں یوں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے مہاجر اور انصاری صحابہ میں برادرانہ رشتے قائم فرمائے تو آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر تم سب دو دو بھائی بن جاؤ۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ نے زید ابن حارثہؓ کو حضرت حمزہؓ کا بھائی بنایا تھا اور غزوۂ احد کے دن حضرت حمزہؓ نے زید کو ہی اپنے مال کا نگراں بنایا تھا۔ یہ بات قابل غور ہے کیونکہ یہ دونوں ہی مہاجر صحابہ ہیں (جبکہ یہ بھائی چارہ مہاجروں اور انصاریوں میں قائم فرمایا گیا تھا)۔

غرض پھر آپ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ یہ میرے بھائی ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔ مگر اس بارے میں بھی وہی اشکال ہوتا ہے کہ یہ بھائی چارہ مہاجر اور انصاری کے درمیان نہ ہوا جبکہ ہجرت سے پہلے آپ نے صرف مہاجروں کے درمیان جو بھائی چارہ قائم فرمایا تھا اس میں جیسا کہ بیان ہوا آپ نے حضرت علیؓ کو اپنا بھائی بنایا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے یہ بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت علیؓ آپ کے پاس اس حال

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

میں آئے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! آپ نے اپنے صحابہ میں بھائی چارہ قائم فرمایا مگر مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا۔"

آپ نے فرمایا۔

"تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ اسی طرح آپ نے حضرت جعفر ابن ابوطالب اور حضرت معاذ ابن جبل کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ حضرت جعفرؓ اس وقت حبشہ میں ہی تھے اور یہ بھائی چارہ ان کی عدم موجودگی میں ہوا۔ یعنی جب حضرت جعفرؓ حبشہ سے مدینہ منورہ آگئے تو اس وقت حضرت معاذؓ نے ان کے سامنے اس بھائی چارہ کا اقرار کیا۔ اس سے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ حضرت جعفرؓ غزوۂ خیبر کے سال یعنی 7ھ میں حبشہ سے مدینہ آئے تھے لہٰذا آنحضرت ﷺ نے مدینہ آتے ہی یعنی جعفر کے آنے سے سات سال پہلے کس طرح حضرت معاذ اور ان کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔

اسی طرح آپ نے ابوذر غفاریؓ اور منذر ابن عمروؓ کے درمیان حذیفہ ابن یمانؓ اور عمار ابن یاسرؓ کے درمیان اور مصعب ابن عمیرؓ اور ابوایوب کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ کتاب استیعاب میں ہے کہ سلمان فارسیؓ اور ابوالدرداءؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا گیا۔

ایک روز حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ابوالدرداء کے پاس ان سے ملنے آئے انہوں نے ابوالدرداءؓ کی والدہ کو بہت افسردہ اور بوسیدہ لباس میں پایا۔ انہوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کا یہ کیا حال ہے۔

اُمّ درداء نے کہا

"تمہارے بھائی ابودرداء کو دنیا کے کسی کام کی ضرورت اور فرصت نہیں ہے!"

یعنی انہیں دینی مشاغل کی وجہ سے اس کی فرصت ہی نہیں کہ وہ میری طرف بھی توجہ دے سکیں۔

یہ سن کر حضرت سلمانؓ نے ابودرداءؓ سے کہا۔

"تم پر تمہارے پروردگار کا حق ہے اور اسی طرح تم پر تمہارے گھر والوں کا بھی حق ہے اور تمہارے بدن کا بھی حق ہے لہٰذا ہر حقدار کو اس کا حق ادا کرو۔"

حضرت ابودرداء نے حضرت سلمان کی اس نصیحت کے متعلق آنحضرت ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے بھی ان سے وہی بات فرمائی جو حضرت سلمانؓ نے کہی تھی۔ غالباً حضرت سلمانؓ کے اور حضرت ابودرداء کے درمیان یہ بھائی چارہ حضرت سلمان کے آزاد ہونے سے پہلے قائم کیا گیا تھا۔ کیونکہ ان کی آزادی غزوۂ احد کے بعد ہوئی ہے اس لئے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے وہ سب سے پہلے جس غزوہ میں شریک ہوئے وہ غزوۂ خندق تھا۔

امام احمد نے حضرت انسؓ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے حضرت ابوعبیدہؓ اور ابوطلحہؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا مگر پیچھے بیان ہوا ہے کہ آپ نے حضرت ابوعبیدہ کو حضرت سعد ابن معاذ کا بھائی بنایا تھا۔

انصاریوں کے جذبۂ خیر پر مہاجروں کا رشک ...... انصاریوں نے مہاجر مسلمانوں کے ساتھ جو بے مثال معاملہ اور سلوک کیا تھا اس کا مہاجروں پر زبردست اثر تھا چنانچہ مہاجروں نے ایک دفعہ آپ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہم نے ان جیسے لوگ کبھی اور کہیں نہیں دیکھے جن کے پاس ہم آتے ہیں۔ انہوں نے جس طرح ہمارے ساتھ ہمدردی و غم خواری کی اور جس طرح فیاضی اور اپنائیت کا معاملہ کیا وہ ان ہی کا حق ہے

Presented by Ziaraat.Com

محنت و مشقت میں وہ ہمیں الگ رکھتے ہیں اور اس کے صلے میں ہمیں برابر کا شریک کرتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آخرت کا سارا اجر یہ تنہا ہی نہ سمیٹ لیں۔"

آپ نے فرمایا۔

"نہیں ایسا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک تم ان کی تعریفیں اور ان کے لئے دعائیں کرتے رہو گے!"

(ی) یعنی تمہاری طرف سے ان کی تعریفیں اور ان کے لئے تمہاری دعائیں تمہارے لئے ان کے نیک سلوک اور ہمدردی و غم خواری کا بدلہ اور صلہ بن جائیں گی (لہٰذا دونوں کے نیک عمل برابر ہو جائیں گے اور جتنا ثواب ان کو ملے گا اتنا ہی تم کو بھی ملے گا)۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ بھائی چارہ کا یہ قیام آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے آپ سے پہلے کسی نبی نے اپنے امتیوں میں اس طرح بھائی چارہ قائم نہیں کیا تھا۔

"دو مظلوموں کی گلو خلاصی ...... ایک روز آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو میری خاطر عیاش ابن ربیعہ اور ہشام ابن عاص کو مکہ سے نکال کر لا سکتا ہے۔ (ی) یہ دونوں مکہ میں قریشیوں کے ہاتھوں میں گرفتار تھے اور انہوں نے ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا۔ اس پر ولید ابن مغیرہ بولے جو مکہ سے خود اپنے والوں کو قید سے نکل کر مدینہ آگئے تھے جیسا کہ بیان ہوا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ان دونوں کو مکہ سے میں نکال کر لاؤں گا۔

چنانچہ اس کے بعد مکہ کے لئے روانہ ہو گئے اور چوری چھپے مکہ میں داخل ہوئے وہاں اتفاق سے ان کو ایک عورت ملی جو کھانا لئے جا رہی تھی۔ انہوں نے اسے دیکھ کر پوچھا کہ اے اللہ کی بندی تو کہاں جا رہی ہے اس نے کہا کہ میں ان دونوں قیدیوں کے پاس کھانا لے کر جا رہی ہوں۔ انہوں نے اس عورت کا پیچھا کیا اور وہ جگہ دیکھ لی جہاں وہ دونوں مسلمان قید تھے۔ یہ ایک گھیر تھا جس میں چھت نہیں تھی رات کو یہ وہاں پہنچے اور دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے انہوں نے ایک پتھر اٹھایا اور قیدیوں کی رسی کے نیچے رکھ کر اس پر تلوار ماری اور رسیاں کاٹ ڈالیں۔ پتھر کو چونکہ عربی میں مروہ کہتے ہیں اس لئے اس واقعہ کے بعد سے ان کی تلوار کو ذوالمروہ کہا جانے لگا تھا۔

غرض اس کے بعد انہوں نے ان دونوں کو اپنے اونٹ پر بٹھایا اور خود اونٹ کو مہار پکڑ کر پیدل چلے راستے میں ان کے پیر میں ٹھوکر لگی اور پیر میں خون نکل آیا۔ اس پر انہوں نے موقعہ کے مطابق اور تشبیہ کے طور پر یہ شعر پڑھا۔

هل انت الا اصبع دميت

وفى سبيل الله مالقيت

یہ شعر اور اس کا ترجمہ اٹھارہویں قسط میں گزر چکا ہے غرض اس کے بعد یہ ولید ان دونوں کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ یہ بات پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ اس روایت سے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ عیاش ابن ابی ربیعہ فتح مکہ کے وقت تک قریش کی قید میں رہے تھے۔

ولید کے چھٹکارہ کے لئے آپ کی دعا...... آنحضرت ﷺ نے خود ولید کے لئے دعائے قنوت میں یہ دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ ولید ابن ولید کو رہائی اور نجات عطا فرما۔ یعنی آپ کی یہ دعا اس وقت کی ہے جبکہ خود ولید

Presented by Ziaraat.Com

ابن ولید کو اپنی مکہ کی قید سے چھٹکارا نہیں ملا تھا کیونکہ یہ ولید غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے تھے۔ ان کو عبداللہ ابن جحش نے گرفتار کر لیا تھا۔ پھر ان کی رہائی اور فدیہ دینے کے لئے ان کے بھائی خالد اور ہشام آئے۔ ان میں خالد ان کے باپ شریک بھائی تھے جبکہ ہشام ان کے سگے بھائی تھے۔ چنانچہ جب عبداللہ ابن جحش نے صرف یہ کہا کہ میں ولید کی جان کی قیمت میں چار ہزار درہم سے کم نہیں لوں گا اور خالد اتنی قیمت یا فدیہ دینے سے انکار کرنے لگے تو ہشام نے خالد سے کہا۔

"اصل میں تمہاری اور ولید کی مائیں الگ الگ ہیں اسی لئے تم اتنا فدیہ برداشت کرنے سے انکار کرتے ہو۔ خدا کی قسم اگر یہ مجھ سے کوئی بڑے سے بڑا مطالبہ کرتے تو میں اس کو ضرور پورا کرتا۔"

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ ابن جحش سے فرمایا تھا۔

"تم ولید کے بدلہ میں ان کے باپ کی زرہ کے علاوہ کوئی چیز قبول نہ کرنا۔"

اس زرہ میں چاندی کا کام تھا اور اس کی قیمت سو دینار تھی۔ چنانچہ وہ دونوں بھائی زرہ لے کر آئے اور اس کو حضرت عبداللہ کے حوالے کر کے اپنے بھائی یعنی ولید کو رہا کرا کے لے گئے۔ پھر مکہ پہنچ کر یہ ولید ابن ولید مسلمان ہوگئے اس پر ان سے لوگوں نے کہا کہ تم اسی وقت کیوں نہ مسلمان ہوگئے جبکہ تمہارا فدیہ یعنی جان کی قیمت نہیں دی گئی تھی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ لوگ کہیں کہ میں قید سے گھبرا کر مسلمان ہوا۔

غرض جب یہ مسلمان ہوگئے تو مکہ والوں نے ان کو قید کر دیا۔ اس کے بعد یہ ایک روز ان کے چنگل سے نکل کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ پھر یہ عمرہ قضا میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ پھر انہوں نے اپنے بھائی خالد ابن ولید کو مسلمان ہونے کے لئے لکھا جس کے نتیجہ میں اسلام کا شوق ان کے دل میں گھر کر گیا۔ یہ خالد ان لوگوں میں سے تھے جو آنحضرت ﷺ کے مکہ پہنچنے کے وقت وہاں سے محض اس وجہ سے فرار ہوگئے تاکہ یہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کو نہ دیکھ پائیں۔ اس کی وجہ اسلام اور اہل اسلام سے نفرت و دشمنی تھی۔ آخر آنحضرت ﷺ نے خالد کے متعلق ان کے بھائی ولید ابن ولیدؓ سے پوچھا اور فرمایا۔

"اگر خالد ہمارے پاس آئیں تو ہم ان کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آئیں گے۔ ان جیسے آدمی کو اسلام سے بے خبر نہ رہنا چاہئے۔"

چنانچہ ان کے بھائی ولید نے یہ بات خالد کو لکھ بھیجی (جس پر ان کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی) جتنے عرصے یہ ولید ابن ولید مکہ میں قید رہے آنحضرت ﷺ روزانہ نماز عشاء کی آخری رکعت میں دعائے قنوت پڑھا کرتے اور یہ دعا مانگتے تھے۔

"اے اللہ! ولید ابن ولید کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! سلمہؓ ابن ہشام کو رہائی عطا فرما۔ اے اللہ! عیاش ابن ربیعہ کو چھٹکارا دلا دے۔ اے اللہ! ہشام ابن عاص کو آزادی عنایت فرما۔ اے اللہ! کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! مضر پر اپنی تنگی اور گرفت کو سخت فرما دے۔ اے اللہ! ان پر ایسا ہی قحط مسلط فرما جیسا تو نے یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط مسلط فرمایا تھا یہاں تک کہ لوگ گندگی کھانے پر مجبور ہوگئے تھے!

غرض آپ اسی طرح کمزور اور مصیبت زدہ مسلمانوں کے لئے دعائیں فرماتے رہے یہاں تک کہ عیاش ہشام اور ولید کے بعد اللہ تعالیٰ نے سب ہی مسلمانوں کو مشرکین کے چنگل سے چھٹکارہ عنایت فرما دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ دعا آنحضرت ﷺ عشاء کی آخری رکعت میں مانگا کرتے تھے۔ مگر بخاری کی ایک میں ہے کہ یہ دعا آپ فجر کی نماز کی آخری رکعت میں فرمایا کرتے تھے۔ اس اختلاف کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کبھی تو یہ دعا عشاء کی آخری رکعت میں پڑھتے تھے اور کبھی صبح کی آخری رکعت میں۔ یا پھر شاید آپ دونوں نمازوں میں پڑھتے تھے چنانچہ جس راوی نے جس نماز میں دیکھا اسی کے مطابق روایت کر دیا۔ واللہ اعلم

اسلامی بھائی چارہ اور میراث...... غرض اس بھائی چارہ کے قائم ہو جانے کے بعد جو لوگ بھائی بنے تھے تو ان میں سے ایک کی موت کے بعد دوسرا بھائی رشتے داری کے بغیر بھی محض اس بھائی چارہ کی بنیاد پر اس کی میراث کا مالک ہو جاتا تھا۔ آخر غزوۂ بدر کے موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (پ ۱۰ سورۂ انفال ع ۱۰)

ترجمہ: اور جو لوگ رشتے دار ہیں کتاب اللہ میں ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حقدار ہیں بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ کیونکہ اس بھائی چارہ کا مقصد یہ تھا کہ مہاجروں میں سے وحشت اور غریب الوطنی کا احساس ختم ہو جائے اور اپنے خاندان اور گھر والوں سے علیحدگی اور اس کی یاد کم ہو۔ نیز یہ کہ یہ سب آپس میں بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے کے لئے طاقت و قوت کا سبب بنیں چنانچہ جب اسلام کو عزت و سربلندی حاصل ہو گئی اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی ہو گئی نیز مہاجروں کے دلوں سے اجنبیت اور وحشت کا احساس ختم ہو گیا تو وراثت کا یہ حکم بھی منسوخ کر دیا گیا۔ اب گویا یہ بھائی چارہ صرف ہمدردی و غم خواری کے لئے رہ گیا اور وراثت کے سلسلے میں ہر شخص کے نسبی رشتے دار ہی حقدار ہو گئے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ زید ابن حارثہ کو بھی ابن حارثہ یعنی حارثہ کا بیٹا کہا جاتا ہے۔ حالانکہ پہلے جب آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا تھا تو ان کو زید ابن محمد کہا جاتا تھا۔ یہ بھائی چارہ ہجرت کے پانچ ماہ بعد قائم کیا گیا تھا ایک قول اس کے علاوہ بھی ہے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ زیدؓ حارثہ کو زید ابن محمد کہنے کی ممانعت ہونے کی وجہ حق تعالیٰ کا یہ فرمان تھا کہ لوگوں کو ان کے اصل باپ کی نسبت سے پکارا کرو۔ یہی صورت مقداد ابن عمرو کے ساتھ بھی پیش آئی تھی کیونکہ ان کو مقداد ابن اسود کہا جانے لگا تھا اس لئے کہ جاہلیت کے زمانے میں اسود نے ان کو منہ بولا بیٹا بنالیا تھا اور جس شخص کے باپ کا پتہ نہیں ہوتا تھا اس کو اس کے آقا کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

اسی وجہ سے سالم کو مولی یعنی غلام ابی حذیفہ ابن عتبہ ابن ربیعہ ابن عبد شمس کہا جانے لگا تھا حالانکہ پہلے ان کو سالم ابن ابی حذیفہ کہا جاتا تھا چنانچہ ابو حذیفہ ان کو اپنے بیٹے کی جگہ سمجھتے تھے اسی وجہ سے انہوں نے اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید ابن عتبہ کی شادی سالم سے کر دی تھی۔

ایک مرتبہ ابو حذیفہ کی بیوی سہلہ بنت سہیل ابن عمرو آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہم سالم کو اپنا بیٹا سمجھتے تھے۔ میں اس کے سامنے آیا کرتی تھی اور وہ اکثر میرے پاس آیا کرتا تھا۔ اب وہ بھی جوان ہو گیا ہے اور ہمیشہ کی طرح میرے پاس آتا رہتا تھا۔ مگر اب میں سمجھتی ہوں کہ اس کے میرے پاس آنے سے ابو حذیفہ کو کچھ شک ہو گیا ہے۔ اب اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

آپ نے فرمایا

"اس کو اپنا دودھ پلا کر اپنے اوپر حرام کر لو۔"

(یہ عام مسئلہ نہیں ہے کیونکہ ایسی حرمت صرف دودھ پینے کی عمر میں ممکن ہے۔ للذا یہ مسئلہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے شمار کیا جائے گا)۔

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے کہا۔

"ہمارا خیال ہے کہ یہ صرف ایک رخصت اور رعایت ہے جو آنحضرت ﷺ نے سالم کے لئے دی ہے۔"

یہ حضرت سالم اولین مہاجروں کو مسجد قباء میں نماز پڑھایا کرتے تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ شامل رہے ہیں۔

اس بھائی چارہ کے سلسلے میں کتاب ینبوع حیات میں ہے کہ مہاجروں اور انصاریوں کے درمیان یہ بھائی چارہ جو قائم کیا گیا تھا اس کے نتیجہ میں ایسے بھائیوں کے درمیان وراثت کا حق بھی قائم ہو گیا تھا مگر یہ حکم اس پر عمل ہونے سے پہلے ہی پھر منسوخ بھی ہو گیا تھا۔ (یعنی اس حکم کے نتیجہ میں کسی کو اپنے شرعی بھائی کی میراث لینے کا موقعہ نہیں آسکا تھا)۔

اب جہاں تک حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ ایسے بھائی وراثت لیا کرتے تھے یہاں تک کہ آیت پاک وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ نازل ہو گئی۔ (اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ میراث لینے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا)۔

مگر اس کے معنی اب یہ لئے جائیں گے کہ مسلمان میراث کے اس حکم پر قائم تھے اور اس کے لئے تیار تھے۔ مگر پھر بھی یہاں ایک اشکال رہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حُتّات اور معاویہ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا تھا۔ پھر جب امیر معاویہ کی خلافت کے زمانے میں حُتّات کا انتقال ہو گیا تو اسی بھائی چارہ کی بنیاد پر امیر معاویہ نے حُتّات کا ترکہ خود لے لیا تھا حالانکہ حُتّات کی اولاد بھی موجود تھی۔

ادھر یہی بات حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب اصابہ میں بھی لکھی ہے مگر اس میں شبہ ہے۔ واللہ اعلم

باب سی و ششم

اذان کی ابتداء اور فرضیت

مراد ہے اذان اور اقامت یعنی تکبیر کی ابتداء اور فرضیت۔ یہ دونوں ہی چیزیں اس امت کی خصوصیات میں سے ہیں جیسے کہ اس امت کی خصوصیات میں سے رکوع جماعت اور بلند آواز سے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھنا ہے۔ گزشتہ امتوں کی نمازوں میں نہ رکوع تھا اور نہ جماعت ہوتی تھی۔ گزشتہ پیغمبر بھی اپنی امتوں کی طرح اپنی نماز توحید کے اقرار اور تسبیح و تہلیل کے ذریعہ شروع کرتے تھے (تہلیل کا مطلب لاالہ الا اللہ کہنا ہے جو توحید خداوندی کا اقرار ہے) نیت باندھنے کے وقت آنحضرت ﷺ کی عادت اللہ اکبر کہنا تھی اس کے سوا نماز شروع کرنے یعنی نیت باندھنے کے سلسلہ میں آپ سے اور کوئی طریقہ نقل نہیں ہے جیسے مثلاً صرف نیت

Presented by Ziaraat.Com

کر کے ہاتھ باندھ لینا ہو سکتا تھا۔

رکوع اس امت کی خصوصیت ہے...... جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ رکوع صرف اس امت کی خصوصیت ہے تو اس کے متعلق قرآن پاک کے اس حکم سے کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے جو حق تعالیٰ نے حضرت مریم کو دیا تھا اور جس کو قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ پ ۳ سورہ آل عمران ع ۵ آیت ۴۳

ترجمہ: اور سجدہ کیا کرو اور رکوع کیا کرو ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرتے والے ہیں۔

کیونکہ یہاں مراد گڑگڑانا ہے یا مراد صرف نماز ہے رکوع کی یہ شکل نہیں ہے جو اس امت کی نماز میں ہے جیسا کہ ایک قول اس بارے میں یہی ہے۔ مگر کتاب بغوی میں ایک قول ہے کہ اس آیت میں سجدہ رکوع سے پہلے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا۔ ایک قول اگرچہ یہ بھی ہے کہ تمام شریعتوں میں رکوع سجدے سے پہلے ہی رہا ہے اور یہاں آیت میں وَاسْجُدِیْ اور وَارْکَعِیْ کے درمیان جو واؤ ہے جس کے معنی اور ہیں یہ واؤ ترتیب ظاہر کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ جمع کے لئے ہے کہ سجدہ اور رکوع دونوں کرو۔ یہاں تک بغوی کا کلام ہے جس کے بعد یہ اختلاف قابل غور ہے (کیونکہ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی امتوں کی نماز میں رکوع جاری رہا ہے)۔

بغیر اذان کی نمازیں...... غرض اذان اور اقامت دونوں چیزوں کا وجود ہجرت کے پہلے ہی سال میں ہو گیا تھا۔ ایک قول ہے کہ دوسرے سال میں ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اذان شروع ہونے سے پہلے لوگ بغیر کسی بلاوے اور پکار کے نماز کا وقت آجانے پر مسجد میں جمع ہو جایا کرتے تھے۔ ابن منذر نے کہا ہے کہ مکہ میں نماز فرض ہونے کے وقت سے مدینہ کو ہجرت فرمانے تک اور اذان کے لئے مشورہ ہونے تک رسول اللہ ﷺ بغیر اذان کے ہی نماز پڑھتے رہے۔

اذان کب فرض ہوئی...... پھر کہتے ہیں مگر کچھ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان مکہ ہی میں ہجرت سے پہلے فرض ہو چکی تھی۔ طبرانی کی ایک حدیث میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے معراج کا سفر فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ پر اذان اتاری چنانچہ آپ اذان لے کر آئے اور حضرت بلالؓ کو سکھلائی۔ مگر حافظ رجب نے اس حدیث کو موضوع یعنی من گھڑت قرار دیا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے جس کو ابن مردویہ نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جب مجھے معراج کے لئے سفر کرایا گیا تو جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی۔ اس پر فرشتوں نے یہ سمجھا کہ جبرئیل علیہ السلام ان کو نماز پڑھائیں گے مگر انہوں نے مجھے آگے بڑھا دیا اور میں نے نماز پڑھائی۔ مگر اس روایت کے بارے میں علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہی نہیں بلکہ موضوع ہے۔ یہاں تک علامہ ذہبی کا حوالہ ہے۔ یہ بات اس بنیاد پر ہو سکتی ہے کہ اذان سے مراد تکبیر ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ اذان سے تکبیر مراد ہے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اذان کے آغاز کے سلسلے میں جو سب سے زیادہ حیرت ناک روایت ہے اس کو ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں بیان کیا ہے اس کی سند میں کچھ مجہول راوی بھی ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اتار اگیا تو جبرئیل علیہ السلام نے ان کے لئے اذان دی تھی۔ علامہ سیوطی سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ کیا ہجرت

Presented by Ziaraat.Com

سے پہلے کبھی مکہ میں بھی حضرت بلالؓ نے یا کسی اور صحابی نے اذان دی ہے تو علامہ نے جواب دیا کہ اس طرح کی کچھ روایتیں ہیں مگر ان کی سندیں ضعیف ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ مشہور قول جس کو اکثر علماء نے صحیح قرار دیا ہے اور جو صحیح حدیثوں سے واضح ہے وہ یہی ہے کہ اذان در حقیقت ہجرت کے بعد فرض ہوئی۔ ہجرت سے پہلے حضرت بلالؓ یا کسی اور نے کبھی اذان نہیں کہی۔

کتاب الدر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ الآیۃ پ 24 سورۂ حم السجدہ ع ۵

ترجمہ: اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے اور خود بھی نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔

اس آیت کے ذیل میں انہوں نے لکھا ہے کہ یہ مؤذنوں کے متعلق ہے اور مکہ میں نازل ہوئی ہے جبکہ اذان مدینہ میں فرض ہوئی ہے۔ لہٰذا یہ ان آیتوں میں سے ہے جن کا حکم بعد میں نازل ہوا اور آیت پہلے نازل ہو گئی۔ یہاں تک کتاب الدر کا حوالہ ہے۔

حافظ ابن حجر نے بھی جو بات لکھی ہے وہ اسی کے موافق ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان ہجرت سے پہلے مکہ میں فرض ہوئی تھی۔ پھر انہوں نے اس سلسلے میں ابن منذر کی وہ روایت بیان کی ہے جو پیچھے گزری کہ آنحضرت ﷺ نماز فرض ہونے کے بعد سے لے کر مدینہ آنے تک اور اذان کے متعلق مشورہ ہونے تک ہمیشہ بغیر اذان نماز پڑھتے رہے۔

اعلان نماز کے لئے مشورہ...... آنحضرت ﷺ نے مدینہ آنے کے بعد اپنے صحابہ سے مشورہ فرمایا کہ لوگوں کو نماز کے لئے جمع کرنے کی کیا صورت اختیار کرنی چاہئے ایک مشورہ یہ دیا گیا کہ نماز کا وقت آجانے پر ایک جھنڈا لہرا دیا جایا کرے۔ لوگ جب اس کو دیکھا کریں گے تو سمجھ لیا کریں گے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے اور ایک دوسرے کو بتلا دیا کریں گے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس رائے کو پسند نہیں فرمایا۔

پھر آپ کے سامنے یہودیوں کے بوق یعنی بگل کا ذکر کیا گیا جس کو شبور اور قبع بھی کہا جاتا ہے۔ ایک قول ہے قنع لفظ ہے علامہ سہیلی نے اسی کو درست قرار دیا ہے ایک قول کے مطابق یہ لفظ قبع اور ایک قول کے مطابق قتع ہے۔ یہ ایک پھکنا یا سنگھا ہوتا ہے جسے بجا کر یہودی اپنی عبادت کے لئے لوگوں کو جمع کرتے ہیں مگر آپ نے اس کو بھی ناپسند کیا اور فرمایا کہ یہ یہودیوں کا طریقہ اور شعار ہے۔

اس کے بعد کسی نے ناقوس بجا کر نماز کا اعلان کرنے کی رائے دی جس سے عیسائی اپنی عبادت کے لئے لوگوں کو جمع کرتے ہیں مگر آپ نے اس مشورہ کو بھی نامنظور فرما دیا اور کہا کہ یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے۔

پھر لوگوں نے عرض کیا۔ ایک شکل یہ ہے کہ ہم کسی بلند جگہ آگ جلا دیا کریں لوگ اس کو دیکھ کر نماز کے لئے جمع ہو جایا کریں گے۔

اعلان نماز کا ابتدائی طریقہ...... آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مجوسیوں یعنی آتش پرستوں کا طریقہ ہے۔

ایک قول ہے جیسا کہ ابن عمرؓ کی حدیث شیخین نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے یہ سب مشورے سننے کے بعد عرض کیا۔

"اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر نماز کے لئے۔ یا نماز کا وقت آجانے کا اعلان کرنے کے لئے کوئی

Presented by Ziaraat.Com

شخص گشت کر لیا کرے!"

چنانچہ اس رائے کو قبول کر لیا گیا اور حضرت بلالؓ کو اعلان کرنے والا مقرر کیا گیا۔ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ وہ الفاظ جن سے حضرت بلالؓ نماز کا اعلان کیا کرتے تھے اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃ تھے یعنی نماز جمع کرنے والی ہے مگر یہ حضرت عبداللہ کے خواب سے پہلے کی بات ہے جیسا کہ ابن سعد اور سعید ابن منصور نے سعید ابن میتب سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگوں کو نماز کا وقت ہو جانے کا اعلان کرانے کے لئے بھیج دیا کروں۔ نیز میں نے یہ سوچا تھا کہ ان لوگوں کو کسی بلند برجی یا قلعہ کی فصیل پر کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے اعلان کرنے کی ہدایت کروں

آنحضرت ﷺ کا یہ ارادہ اس فیصلے سے پہلے کا ہے جو حضرت عمرؓ کے مشورہ پر کیا گیا تھا جس کے بعد آپ نے حضرت بلالؓ کو وہ حکم دیا جس کا پیچھے ذکر ہوا ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے ناقوس بجائے جانے کے بارے میں مشورہ کیا اور اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ چنانچہ اسی مقصد سے لکڑی چھیلی اور تیار کی جانے لگی تاکہ اس کے ذریعہ مسلمانوں میں نماز کا اعلان ہوا کرے۔ یہ ناقوس لکڑی کا ہوتا تھا۔ ایک لمبی لکڑی ایک خاص انداز میں تراشی جاتی تھی اور اس پر ایک چھوٹی لکڑی مار کر آواز پیدا کی جاتی تھی۔

عبداللہ ابن زیدؓ کا خواب...... اسی دوران میں حضرت عبداللہ ابن زیدؓ ایک رات سوئے تو ان کو خواب میں اذان۔ (ی) اور تکبیر اقامت کے الفاظ سنائے گئے۔ چنانچہ ان ہی سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس بجائے جانے کا حکم دیا تو میں نے رات کو خواب میں ایک شخص کو اپنے گرد گھومتے دیکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جبکہ میں سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت میں تھا میں نے ایک شخص کو گھومتے دیکھا۔ مراد یہ ہے کہ وہ بہت ہلکی نیند تھی جو بیداری سے زیادہ قریب تھی یعنی ان کی روح سونے جاگنے کی درمیانی حالت میں تھیں

علامہ سیوطی نے اس کیفیت کے بارے میں لکھا ہے کہ غالباً یہ وہ حالت اور کیفیت تھی جس میں صاحب حال لوگ عجیب و غریب حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور عجیب و غریب چیزیں سنا کرتے ہیں کیونکہ ظاہر ہے صحابہ کرام تمام صاحب حال اولیاء اور عارفین کے سردار ہیں۔

کیا یہ حقیقت میں خواب تھا...... (ی) چنانچہ یہی وہ کیفیت اور حالت ہے جو شیخ عبداللہ الولاصی پر طاری ہوئی تھی اور جس کو انہوں نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے کہ میں ایک روز صبح کی نماز میں مسجد حرام میں تھا۔ جب امام نے نیت باندھی تو میں نے بھی اس کے پیچھے نیت باندھ لی۔ اسی وقت مجھ پر غنودگی سی طاری ہو گئی اور میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ سامنے نماز پڑھا رہے ہیں اور آپ ﷺ کے پیچھے دس صحابہ ہیں۔ میں نے بھی ان ہی کے ساتھ نماز کی نیت باندھی۔ آنحضرت ﷺ نے پہلی رکعت میں سورۂ مدثر پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ عمّ تیساءلون پڑھی۔ اسی وقت امام حرم نے سلام پھیرا تو میں اس کیفیت سے چونکا اور میں نے امام کا سلام سن کر پہچان لیا اور خود بھی سلام پھیر دیا۔

چنانچہ خود حضرت عبداللہ ابن زید کا یہ قول بھی اسی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے کہ اگر مجھے لوگوں کے یقین نہ کرنے کا خیال نہ ہوتا تو میں کہتا کہ اس وقت میں سو نہیں رہا تھا بلکہ حقیقت میں جاگ ہی رہا تھا۔ اس شخص کے جسم پر دو سبز رنگ کے کپڑے تھے اور اس کے ہاتھ میں ناقوس تھا میں نے اس شخص سے کہا۔

Presented by Ziaraat.Com

"اے بندہ خدا! کیا تو یہ ناقوس فروخت کرتا ہے۔"

اس نے پوچھا

"تم اس کا کیا کرو گے۔"

میں نے بتلایا کہ ہم اس کو بجا کر لوگوں کو نماز کے لئے جمع کیا کریں گے۔ اس نے کہا

"کیا میں تمہیں اس کے لئے کوئی ایسی چیز نہ بتلادوں جو اس طریقہ سے زیادہ بہتر ہو۔"

میں نے کہا ضرور بتلایئے

کلمات اذان کی تعلیم ...... ایک روایت میں حضرت عبداللہ کا جواب یوں ہے کہ میں اس کو اس لئے خریدنا چاہتا ہوں تاکہ نماز کی جماعت کے لئے لوگوں کو اس کی آواز سے جمع کر لیا کریں۔ غرض اس شخص نے کہا کہ تم ان الفاظ میں نماز کا اعلان کیا کرو۔

اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ اشہد ان لا الہ الا اللّٰہ اشہدان لا الہ الا اللّٰہ۔ اشہد ان محمدًا الرسول اللّٰہ۔ اشہد انّ محمدًا الرسول اللّٰہ۔ حیَّ علَی الصلاۃ۔ حیَّ علَی الصّلاۃ حیَّ علَی الفلاحَ۔ حی علی الفلاح۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ

کلمۂ اقامت کا اضافہ ...... حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ پھر وہ شخص کچھ دیر خاموش رہا اور پھر کہنے لگا۔

"جب تم نماز کے لئے تکبیر اقامت کہو تو۔ پورے الفاظ دہراتے ہوئے حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصّلاۃ دو مرتبہ کہا کرو۔"

مگر اس دوسری مرتبہ اس نے اذان کے جو الفاظ دہرائے ان میں صرف اللہ اکبر اور قد قامت الصّلاۃ کے الفاظ دو دو مرتبہ کہے باقی الفاظ صرف ایک ایک بار کہے۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے اس سبز کپڑوں میں ملبوس شخص کو مسجد نبوی کی چھت پر کھڑے ہوئے دیکھا تھا۔ نیز ایک روایت میں ہے کہ ایک دیوار کے آثار پر کھڑے دیکھا تھا مگر اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ آگے اس کی وضاحت آرہی ہے۔ غرض یہ کہ مسجد کی چھت پر کھڑے ہوئے اس شخص نے اذان دی اور پھر بیٹھ گیا۔ اسکے بعد پھر کھڑا ہوا اور پھر اس نے وہی الفاظ یعنی اذان کے کلمے دھرائے مگر اذان کے کلموں کے علاوہ اس دفعہ اس نے قد قامت الصّلاۃ بھی دو مرتبہ کہا۔

اب اس روایت میں اقامت کے الفاظ دو دو مرتبہ ہیں جبکہ اذان کی طرح اللہ اکبر چار چار مرتبہ ہے۔ جہاں تک مسجد کی چھت پر یا دیوار کے آثار پر کھڑے ہونے کا تعلق ہے تو اس سے کوئی شبہ اس لئے نہیں ہونا چاہئے کہ جب اس شخص نے اذان کے کلمات بتلائے تو اس وقت وہ مسجد کی چھت پر دیوار کے آثار کے قریب کھڑا ہوا ہو لہٰذا روایتوں میں چھت اور آثار دونوں کا ذکر ہے۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے خواب کی تصدیق ...... غرض حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ صبح کو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ کو اپنا خواب سنایا۔

ایک روایت ہے کہ عبداللہؓ رات ہی میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے خواب بیان کیا۔ سیرت دمیاطی میں یہی دوسری روایت ہے۔ مگر اس سے کوئی اختلاف نہیں ہوتا کیونکہ صبح سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ جب صبح قریب تھی یعنی اندھیرے منہ وہ اٹھ کر آنحضرت ﷺ کے پاس گئے۔ غرض یہ خواب سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

Presented by Ziaraat.Com

"بے شک یہ ایک سچا خواب ہے انشاء اللہ۔ اس لئے تم جاکر وہ سب کلمے جو تم نے خواب میں سنے بلال کو سکھلا دو تاکہ وہ ان کلموں کے ذریعہ اذان دیں کیونکہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند اور اونچی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کی آواز زیادہ خوبصورت اور پُرکشش ہے۔"

حضرت بلالؓ پہلے مؤذن ...... بہر حال ممکن ہے ان سب ہی خصوصیات کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے بلال کو اذان دینے کے لئے ترجیح دی ہو غرض حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں حضرت بلال کے پاس پہنچا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال سے فرمایا۔

"اٹھو اور عبداللہ تمہیں جو کچھ ہدایت دیں وہ کرو۔"

چنانچہ میں نے بلال کو اذان کے وہ کلمات بتلائے اور انہوں نے ان کے ذریعہ اذان دی۔ (ی) لہٰذا حضرت بلالؓ آنحضرت ﷺ کے سب سے پہلے مؤذن ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے مؤذن عبداللہ ابن زید ہیں۔ امام غزالیؒ نے بھی یہی کہا ہے مگر ابن صلاح نے اس بات سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ کافی تحقیق اور تلاش کے باوجود میں اس دعوئی کو صحیح نہ پاسکا۔ یہاں تک ابن صلاح کا حوالہ ہے۔

اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ عبداللہ ابن زید وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کئے اور بلال وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے ان کلموں کے ذریعہ اعلان کیا یعنی اذان دی۔

اولین اذان۔ اذان فجر ...... گویا یوں کہنا چاہئے کہ اذان کی فرضیت صبح کی اذان سے شروع ہوئی جب پہلی بار حضرت بلالؓ نے یہ اذان دی تو اس وقت حضرت عمرؓ اپنے گھر میں تھے انہوں نے جیسے ہی اذان کے یہ کلمے سنے وہ اپنی چادر کے پلّے کھینچتے ہوئے تیزی سے مسجد نبوی کی طرف آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جلدی جلدی پاجامہ پہن کر جھپٹتے ہوئے آئے۔ یہاں پہنچ کر انہیں جب حضرت عبداللہ ابن زیدؓ کے خواب کا واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

حضرت عمر نے بھی یہی خواب دیکھا تھا ...... "یارسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ میں نے بھی بالکل یہی خواب دیکھا جو عبداللہ ابن زیدؓ نے دیکھا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے بھی خواب میں یہی کلمے سنے ہیں جو بلالؓ ادا کر رہے ہیں۔"

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ امام ترمذی نے کہا ہے کہ ان عبداللہ ابن زید ابن عبدربہ سے ہم نے سوائے اس حدیث کے اور کوئی صحیح روایت نہیں سنی۔ یعنی اذان کی اس ایک حدیث کے سوا ان سے اور کوئی روایت نقل نہیں ہے۔

ایک روایت ہے کہ عبداللہ نے جو خواب دیکھا تھا بالکل یہی حضرت ابوبکرؓ نے بھی دیکھا تھا۔ ایک قول ہے کہ بالکل یہی خواب سات اور ایک قول کے مطابق چودہ انصاریوں نے بھی دیکھا تھا۔ مگر ابن صلاح نے کہا ہے کہ پوری تحقیق کے باوجود مجھے اس قول کے ثبوت میں کوئی روایت نہیں مل سکی۔ اسی بات کی تائید علامہ نووی نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ بات نہ ثابت ہے اور نہ مشہور و معروف ہے۔ البتہ جو بات ثابت ہے وہ یہی ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی چادر کھینچتے ہوئے مسجد نبوی کی طرف جھپٹے تھے۔

کیا اذان کے کلمے معراج میں سنائے گئے تھے ...... ایک قول یہ ہے کہ معراج کی رات میں رسول اللہ

Presented by Ziaraat.Com

ﷺ نے ایک فرشتے کو اذان کہتے ہوئے سنا تھا چنانچہ ایک حدیث ہے جس کا ایک راوی متروک ہے بلکہ ایک قول کے مطابق یہ حدیث اسی راوی کی گھڑی ہوئی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اذان سکھلانے کا ارادہ فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس اپنی سواری پر آئے جس کو براق کہتے ہیں۔ وہ آنحضرت ﷺ کو اس پر سوار کرا کے لے گئے یہاں تک کہ آپ اس حجاب اور پردے تک پہنچے جو رحمٰن (یعنی حق تعالیٰ) کے نزدیک ہے آپ یہاں پہنچے ہی تھے کہ اچانک اس پردے میں سے ایک فرشتہ نکلا اور اس نے کہا اللہ اکبر۔ اسی وقت پردے کے پیچھے سے آواز آئی۔

"میرے بندے نے سچ کہا۔ میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ میں ہی سب سے بڑا ہوں۔"

اس کے بعد اس فرشتے نے پوری اذان کے کلمے کہے۔ لہٰذا حضرت عبداللہ ابن زید نے جو خواب دیکھا تھا وہ اسی بات کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ آنحضرت ﷺ نے آسمانوں میں اس رات جو کچھ دیکھا تھا وہ زمین پر ان ہی پانچ نمازوں کے لئے سنت اور طریقہ بنے گا جو اسی رات میں فرض ہوئی تھیں۔ (ی) چنانچہ اسی لئے حضرت عبداللہ کا خواب سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ خواب انشاء اللہ بالکل سچا ہے۔

مگر اس بات میں خصائص صغریٰ کے اس حوالے سے شبہ پیدا ہوتا ہے جو پیچھے بیان ہوا کہ اس اذان سے جو آپ کو فرشتے کے ذریعہ پہنچی حقیقی اذان مراد نہیں تھی بلکہ تکبیر مراد تھی۔ چنانچہ اسی بات کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ فرشتے نے ان کلموں میں دو مرتبہ قد قامت الصّلاۃ قد قامت الصّلاۃ یعنی نماز قائم ہو گئی کہا تھا جس پر حق تعالیٰ نے فرمایا۔

"میرے بندے نے سچ کہا۔ میں نے اس نماز کا فریضہ قائم کیا ہے۔"

اس کے بعد آنحضرت ﷺ سے (اسی معراج کے موقعہ پر فرشتے کے اذان دینے کے بعد) فرمایا گیا۔

"آگے بڑھئے اور آسمان والوں کی امامت فرمائیے جن میں آدم اور نوح علیہما السلام بھی ہیں۔"

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اذان اور اس کے یہ کلمات حضرت عبداللہ ابن زیدؓ کی اس حدیث کے ذریعہ اجماع و اتفاق امت سے ثابت ہو چکے ہیں اس بارے میں علماء امت میں کوئی اختلاف نہیں ہے سوائے اس کے جو محمد ابن حنفیہ سے روایت سامنے آئی ہے۔ ابو العلاء سے روایت ہے کہ میں نے محمد ابن حنفیہ سے کہا۔

"ہم اس بارے میں بات کر رہے ہیں کہ اس اذان کی ابتداء ایک انصاری شخص کے خواب سے ہوئی ہے جو اس نے سوتے میں دیکھا تھا"

ابو العلاء کہتے ہیں کہ یہ سن کر محمد ابن حنفیہ سخت مضطرب ہو گئے اور انہوں نے گھبرا کر کہا۔

"تم نے اس چیز کو نشانہ بنایا ہے جو اسلامی شریعت میں اصل کے درجہ میں ہے اور تمہارے دین کی نشانیوں میں سے ایک ہے تم یہ خیال قائم کر کے بیٹھ گئے کہ اتنی اہم چیز محض ایک انصاری شخص کے خواب کی بنیاد پر جاری ہوئی ہے جس خواب کے متعلق سچ یا جھوٹ دونوں کے ہونے کا احتمال ہے اور جو اکثر اضغاث احلام یعنی بدخوابی بھی ہو سکتا ہے!"

ابن علاء کہتے ہیں کہ اس پر میں نے ان سے کہا۔

"مگر عبداللہ ابن زید کی یہ حدیث لوگوں میں بے حد مشہور اور عام ہو چکی ہے!"

ابن حنفیہ نے کہا

Presented by Ziaraat.Com

"خدا کی قسم یہ حدیث باطل ہے۔" پھر انہوں نے کہا

"مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کی ہے کہ اسراء معراج کی رات میں جبرئیل علیہ السلام نے بیت المقدس میں اذان دی تھی اور تکبیر کہی تھی۔ پھر جب جبرئیل علیہ السلام آپ کو لے کر بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف بلند ہوئے تو انہوں نے دوبارہ اذان کہی۔ یہی اذان کے کلمات عبداللہ ابن زید اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے سنے تھے!"

ان ہی سے ایک روایت میں یوں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے ساتھ آسمانوں میں ایک خاص جگہ پہنچ کر ٹھہر گئے وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا اور اس سے کہا گیا کہ آپ کو اذان سکھلائے فرشتے نے کہا اللہ اکبر۔ حق تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے سچ کہا میں اللہ ہوں سب سے بڑا۔ یہاں تک کہ فرشتے نے قد قامت الصّلوٰۃ دو مرتبہ کہا۔ اس بارے میں جو اشکال ہے وہ گزر چکا ہے کہ یہ تکبیر ہے اذان نہیں ہے۔

اس روایت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر یہ کلمات جبرئیل علیہ السلام کی زبانی آنحضرت ﷺ تک پہنچ چکے تھے تو پھر آپ کو اس بارے میں صحابہ سے مشورہ کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ معراج اس سے بہت پہلے مکہ میں ہوئی تھی۔ لہٰذا بظاہر محمد بن حنفیہ نے آنے والی اس روایت کو اپنی دلیل بنایا ہے جس میں کہ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ ابن زید کا خواب سنکر فرمایا تھا کہ اس بارے میں تم سے پہلے ہی وحی آچکی ہے۔

ابن حنفیہ کی روایت میں گزرا ہے کہ آنحضرت ﷺ براق پر ہی اس آخری حجاب اور پردے تک پہنچے تھے۔ یہ بات اسی قول کی بنیاد پر ہے کہ آپ براق پر ہی بلند ہوئے تھے۔ اس بارے میں جو اشکال ہے وہ گزر چکا ہے مگر اس میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ عروج یا معراج دوسرے کسی موقعہ پر ہوا ہو۔ اس صورت میں یہ بات کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو لے کر ارت کا سفر کیا تو انہوں نے اذان کہی۔ معراج کے گزشتہ واقعہ کے مخالف نہیں رہتی۔ اس میں بھی جو شبہ ہے وہ گزر چکا ہے۔

اسی طرح جبرئیل علیہ السلام کے متعلق حضرت علیؓ کی جو روایت ہے کہ وہ آسمان والوں کے مؤذن ہیں گزشتہ روایت اس روایت کے مخالف بھی نہیں ہوتی کیونکہ (اگرچہ آسمان میں کسی دوسرے فرشتے نے اذان کہی مگر) حضرت جبرئیل کے مؤذن ہونے سے مراد یہ ہے کہ اکثر وہاں کے مؤذن وہی ہیں۔

چنانچہ اس تفصیل کے بعد اب یہ بات اس روایت کے خلاف بھی نہیں رہتی جس میں ہے کہ آسمان والوں کے مؤذن اسرافیل علیہ السلام ہیں اور بیت المعمور میں ان کے امام میکائیل علیہ السلام ہیں۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ میکائیل علیہ السلام بیت المعمور میں فرشتوں کی امامت کرتے ہیں۔ مگر حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آسمان والوں کے امام ہیں۔ مگر گزشتہ تفصیل کی بنیاد پر اس روایت سے بھی کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ آسمان والوں کا مؤذن بارہ مرتبہ دن بھر میں اور بارہ مرتبہ رات بھر میں اذان دیتا ہے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: کتاب نور میں ہے کہ اگر آپ نے معراج کی رات میں اذان ہوتے دیکھی اور سنی تھی تو آپ کو کسی ایسی چیز کی ضرورت ہی نہ تھی جس سے مسلمانوں کو نماز کے لئے جمع کیا جائے۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ عبداللہ ابن زید کے اس خواب سے پہلے آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ

Presented by Ziaraat.Com

آسمانوں میں آپ نے نماز کے لئے جمع ہونے کا جو طریقہ دیکھا وہ زمین میں بھی ان پانچ نمازوں کے لئے جاری ہوگا جو اسی رات میں فرض ہوئی تھیں۔ لہٰذا اس خواب کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوا کہ یہی طریقہ زمین والوں کے لئے بھی ہے جیسا کہ بیان ہوا۔

بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ بیت المقدس میں جبرئیل علیہ السلام کی اذان سے یہ شبہ پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ اذان تو ہجرت کے بعد سامنے آئی ہے کیونکہ ان پانچ نمازوں کے لئے اس کے فرض ہونے سے پہلے ہی بیت المقدس میں اذان کے ہونے سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ مگر یہ سب اشکال اور ان کے جواب اسی صورت میں پیدا ہوتے ہیں جبکہ یہ مانا جائے کہ معراج میں آپ نے جو کلمے سنے تھے وہ حقیقت میں اذان ہی کے لئے تھے تکبیر اقامت کے لئے نہیں تھے۔ اور اس میں جو اشکال ہے وہ بیان ہو چکا ہے۔

بعض فقہاء نے لکھا ہے: علامہ قرطبی کے اس قول میں شبہ ہے کہ اگر آپ نے شب معراج میں اذان سنی تھی تو اس سے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ آپ کے لئے زمین پر بھی ضروری ہوگی۔ کیونکہ اس سلسلے کی حدیث کے شروع ہی میں صاف طور پر یہ لفظ ہیں کہ۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اذان سکھلانے کا ارادہ فرمایا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی اذان سکھلانے کا ارادہ تھا جو زمین پر پانچ نمازوں کے لئے ضروری ہوگی۔

اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اس اذان سے جو شب معراج میں آپ کو سنائی گئی تکبیر اقامت مراد ہے۔

ادھر حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ حقیقت میں یہی روایات سرے سے بالکل غلط ہیں کہ آپ نے معراج کی رات میں اذان یا تکبیر سنی تھی۔ اسی وجہ سے اس حدیث کے بارے میں علامہ ابن کثیر نے کہا ہے کہ بیہقی کے قول کے مطابق یہ صحیح نہیں ہے بلکہ منکر ہے اور صرف زیاد ابن منذر ابوالجارود نے اس کو پیش کیا ہے جس کی طرف جارودی فرقہ کی نسبت کی جاتی ہے اور یہ شخص حدیث کی روایت کرنے کے سلسلے میں متہم ہے اب اسی سے وہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے جو خصائص صغریٰ میں ہے کہ یہ بات آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آدم علیہ السلام کے عہد میں اور ملکوت اعلیٰ یعنی بلند ترین آسمانوں میں آپ کے نام کو اذان میں ذکر کیا گیا۔ واللہ اعلم

واہی سند کے ساتھ ایک روایت ہے کہ نماز کے لئے سب سے پہلے اذان دینے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جنہوں نے آسمان دنیا میں اذان دی اور اس کو حضرت عمرؓ اور حضرت بلالؓ نے سن لیا اس کے بعد حضرت بلالؓ سے پہلے حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر آپ کو اس کی اطلاع دیدی اس کے بعد حضرت بلال پہنچے اور انہوں نے بتلایا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے عمر اس کی اطلاع دے چکے ہیں۔ مگر اس روایت سے کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوتی کیونکہ ممکن ہے اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ بات حضرت عبداللہ کے خواب کے بعد پیش آئی ہو۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ خواب بیس دن پہلے دیکھا تھا مگر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر نہیں کیا پھر حضرت عبداللہ کے خواب کے بعد جب انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے پوچھا کہ تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ چونکہ عبداللہ ابن زید نے مجھ

Presented by Ziaraat.Com

سے پہلے یہ بات خود ذکر کر دی تھی اس لئے مجھے اب یہ بتلاتے ہوئے شرم آئی۔

اذان کا قرآن پاک سے ثبوت ...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس میں شبہ ہے وہ ظاہر ہے اس لئے یہ بات قابل غور ہے۔ اوھر آنحضرت ﷺ نے عبداللہ ابن زیدؓ سے فرمایا تھا کہ یہ انشاء اللہ سچا خواب ہے۔ للذا ممکن ہے عبداللہ ابن زید کے آنے سے پہلے ہی اس بارے میں آپ کے پاس وحی آچکی ہو چنانچہ اسی وجہ سے اس موقعہ پر جیسا کہ بعض روایتوں میں ہے آپ نے عبداللہ سے یہ فرمایا تھا کہ اس بارے میں تم سے پہلے ہی وحی آچکی ہے۔ للذا اب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اذان وحی کے ذریعہ ثابت ہوئی ہے صرف عبداللہ ابن زید کے خواب پر ثابت نہیں ہوئی ہے۔

قرآن پاک میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ط ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ الآیہ پ۶ سورۂ مائدہ ع۹

ترجمہ: اور جب تم نماز کے لئے اعلان کرتے ہو تو وہ لوگ اس کی ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ بالکل عقل نہیں رکھتے۔

بعض علماء نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب اذان کے لئے اعلان ہوتا اور مسلمان نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو یہودی مذاق اڑانے کے لئے کہتے کہ۔ لو یہ کھڑے ہو گئے خدا کرے انہیں کبھی کھڑے ہونا نصیب نہ ہو۔ لو یہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ خدا کرے کبھی انہیں نماز پڑھنا نصیب نہ ہو۔ یہ جملے وہ لوگ ہنس ہنس کر اور مذاق بنانے کے لئے کہتے تھے۔ اس پر ان علماء نے لکھا ہے کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اذان قرآن پاک کی نص سے ثابت ہو رہی ہے صرف خواب ہی کی بنیاد پر نہیں ہے۔ یہاں تک ان علماء کا حوالہ ہے۔

ابو حبان نے اس بات کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ آیت میں لفظ اذا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ جملہ شرطیہ ہے اور یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اذان پہلے ہی شریعت بن چکی تھی اس آیت کے ذریعہ فرض نہیں ہوئی۔ یہاں تک ابو حبان کا حوالہ ہے۔

(ی) مگر یہ نکتہ آفریں تفسیر اسی صورت میں ہے جبکہ یہ مان لیا جائے کہ نماز کے لئے اعلان کے الفاظ سے وہی خاص الفاظ مراد ہیں جو خواب میں بتلائے گئے تھے۔

اذان فجر میں اضافہ

اب پانچوں وقت کی نمازوں کے لئے حضرت بلال اذان دیتے اور ان پانچ نمازوں کے سوا اگر کسی اور اتفاقی حادثہ کے موقعہ پر لوگوں کو جمع کرنا ہوتا مثلاً سورج گرہن اور چاند گرہن کے موقعہ پر پڑھی جانے والی نماز یا بارش طلب کرنے کے لئے پڑھی جانے والی نماز کے موقعہ پر تو وہ الصّلاۃ جامعۃ کہہ کر اعلان کرتے تھے۔

ایک قول ہے کہ جب حضرت بلالؓ اذان دیتے تھے تو وہ اشہدان لا الہ الا اللہ کے بعد حیّ علی الصّلاۃ کہا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ایک دن ان کے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد فوراً ان کو لقمہ دیتے ہوئے کہا اشہد انّ محمد الرسول اللہ آنحضرت ﷺ نے یہ سنا تو بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

"جس طرح عمر کہہ رہے ہیں تم بھی اسی طرح کہو۔!"

Presented by Ziaraat.Com

یہ روایت ابن عمرؓ کی ہے جس میں ایک راوی ضعیف ہے۔ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضرت بلالؓ یوں ہی کہا کرتے تھے یعنی اشہد ان محمد الرسول اللہ نہیں کہا کرتے تھے۔ اب ان الفاظ کی وجہ سے یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت بلال اس دن اشهد انّ محمد الرسول اللّٰہ کہنا بھول گئے ہوں (بلکہ ان الفاظ کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ یہ کلمہ کہا ہی نہیں کرتے تھے) جب کہ پیچھے گزرا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زید نے ان کو جب اذان سکھلائی تو اس میں یہ کلمہ بھی تھا۔

حافظ ابن حجر نے اس سلسلے میں صاف لکھا ہے کہ اذان کے فرض ہونے کی ابتداء کے متعلق جو حدیث ہے وہ ثابت اور صحیح ہے اور وہ اس حدیث کی قطعاً تردید کرتی ہے۔ (لہٰذا اس حدیث کو اس کے مقابلہ میں قبول نہیں کیا جاسکتا) یہاں تک ابن حجر کا حوالہ ہے۔

ایک قول ہے کہ فجر کی اذان میں حیعلات کے بعد دو مرتبہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کا اضافہ حضرت بلالؓ نے کیا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا اور درست قرار دیا۔

اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت بلالؓ جب نماز کے لئے آنحضرت ﷺ کو آپ کے حجرہ مبارک میں سے بلاتے تو وہ باہر سے ہی بلند آواز کے ساتھ الصلوٰۃ کہہ دیا کرتے تھے۔ ایک صبح کو انہوں نے اسی طرح آنحضرت ﷺ کو فجر کی نماز کے لئے بلانے کے لئے پکارا تو ان کو بتلایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ سو رہے ہیں۔ اس پر حضرت بلالؓ نے کافی بلند آواز سے پکار کر یہ کلمہ دو مرتبہ کہا۔ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ یعنی نماز کے لئے جو بیداری حاصل ہو گی وہ سونے میں حاصل ہونے والی راحت سے بہتر ہے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس کلمے کو تثویب کہتے ہیں جو ثواب کے لفظ سے نکلا ہے۔ ہمارے یعنی شافعی فقہاء نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابو محذورہ کو اذان میں یہ کلمہ بھی سکھلایا تھا اور آپ نے ان سے فرمایا تھا کہ اگر فجر کی نماز کا وقت ہو تو اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی کہنا مگر اس روایت سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا (یعنی یہ شبہ پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ یہ کلمہ خود آنحضرت ﷺ نے شروع کیا تھا) کیونکہ ابو محذورہ کو جو اذان کی تعلیم دی گئی وہ آنحضرت ﷺ کے غزوہ حنین سے واپسی کے بعد کی بات ہے جیسا کہ آگے اس کا بیان آئے گا۔

اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ کلمہ یعنی اس کا استعمال سنت ہے۔ اس سے بھی کوئی شبہ نہیں ہوتا کیونکہ شاید یہ بات آپ نے اس کے بعد فرمائی ہے جبکہ آپ حضرت بلالؓ کے اس کلمہ کو درست قرار دے چکے تھے۔ (یعنی اصل میں یہ کلمہ حضرت بلالؓ کا ہی کیا ہوا اضافہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو درست قرار دیا اور اس کے بعد اس کو ایک سنت قرار دیا۔ لہٰذا اس حدیث سے کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا) البتہ ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ حضرت ابن اُم مکتومؓ بھی اپنی صبح کی اذان میں اس کلمہ کو کہتے تھے جبکہ ان سے پہلے حضرت بلالؓ جو اذان دیتے تھے اس میں وہ یہ کلمہ کہہ دیا کرتے تھے۔ اب اس سے اس قول کی تائید ہوتی ہے جس میں ہے کہ اگر یہ کلمہ یعنی الصلوٰۃ خیر من النوم صبح کی پہلی اذان میں کہہ دیا جائے تو دوسری اذان میں اس کو نہیں کہا جاتا۔ واضح رہے کہ حضرت ابن اُم مکتوم اکثر حضرت بلالؓ کی اذان کے بعد اذان دیا کرتے تھے۔

بہت سی حدیثوں میں ایک بات بیان ہوئی ہے اور یہ بات غالباً ان ہی سے لی گئی ہے۔ ان حدیثوں میں

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ حضرت بلالؓ رات کو اذان دیا کرتے تھے اور جو لوگ روزہ رکھنے والے ہوتے اس آواز پر وہ کھاتے رہتے یہاں تک کہ ابن امّ مکتوم اذان دیتے (جو گویا طلوع فجر کا اعلان ہوتی تھی اور اس پر روزے کا ارادہ کرنے والے کھانے سے رک جاتے تھے) جب کہ بعض دوسری روایتوں کے مطابق یہ ہے کہ رات کو پہلے ابن امّ مکتوم یہ پکارا کرتے تھے کہ اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک کہ بلال اذان دیں کیونکہ ابن امّ مکتوم اندھا ہے (یعنی میں نابینا ہونے کی وجہ سے فجر کے طلوع ہونے کے وقت کا اندازہ نہیں کر سکتا) چنانچہ جب ابن اُمّ مکتوم اذان دیتے تو لوگ کھاتے رہتے اور جب حضرت بلالؓ اذان کہتے تو لوگ کھانے پینے سے رک جاتے (اور روزے کی نیت کر لیتے تھے)۔

اب اس سلسلے میں راجح یعنی ترجیحی بات یہی ہے کہ دونوں اذانوں میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہتے تھے۔ مگر مؤطا کی روایت میں ایک دوسری ہی بات ہے کہ (حضرت عمرؓ کی خلافت کے دور میں) مؤذن نے آکر اذان دی تو حضرت عمرؓ کو سوتے ہوئے پایا۔ یہ دیکھ کر اس نے الصلوٰۃ خیر من النوم کہا۔ حضرت عمرؓ کو یہ کلمہ اتنا پسند آیا کہ انہوں نے مؤذن کو حکم دیا کہ صبح کی اذان میں اس کلمے کو مستقل کہا جائے۔

کلمۂ تثویب صرف اذان فجر میں...... ہے ترمذی میں ہے کہ بلال حبشیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی بھی نماز میں یعنی کسی بھی نماز کی اذان میں سوائے فجر کی اذان کے تثویب یعنی اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کا کلمہ نہیں ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ ایک مسجد میں اذان کی آواز سنی اور وہیں نماز پڑھنے کا ارادہ کیا اسی وقت انہوں نے سنا کہ مؤذن تثویب یعنی یہی کلمہ کہہ رہا ہے حالانکہ وہ فجر کی اذان نہیں تھی۔ یہ سن کر حضرت ابن عمر نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"اس بدعتی شخص کے پاس سے واپس چلو۔ کیونکہ یہ بدعت ہے۔"

بدعات...... مگر اس روایت میں تثویب سے مراد اذان کا یہ کلمہ نہیں ہے۔ بلکہ (یہ) حضرت ابن عمرؓ نے مؤذن کو اذان اور تکبیر اقامت کے درمیانی عرصہ میں مسجد کے دروازے پر الصلاۃ الصلاۃ یعنی نماز تیار ہے۔ نماز تیار ہے کہتے سنا تھا۔ یہاں تثویب سے یہی مراد ہے جس کو حضرت ابن عمر نے سنا تھا جیسا کہ بعض علماء نے اس کی تفصیل میں یہی لکھا ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس قسم کی نئی باتیں بدعت ہیں جیسے مثلاً اذان اور تکبیر اقامت کے درمیانی وقفے میں مؤذن مسجد کے دروازے پر آکر یوں کہے حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ یعنی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہو۔

ایک قول ہے کہ یہ بدعت سب سے پہلے جس شخص نے شروع کی وہ امیر معاویہ کا مؤذن تھا۔ وہ اذان دینے کے بعد تکبیر سے پہلے امیر معاویہ کے دروازے پر آکر یہ کلمے کہا کرتا تھا حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ حَیَّ عَلَی الصَّلاۃ حَیَّ عَلَی الفلاح۔ حَیَّ عَلَی الفَلَاح یعنی راستی اور نیکی کی طرف آؤ۔ یَرْحَمُکَ اللہ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے۔

جہاں تک اذان اور تکبیر کے درمیان مؤذن کے الصلاۃ الصلاۃ کہنے کا تعلق ہے تو یہ بدعت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کلمہ خود حضرت بلالؓ بھی اذان کے بعد آنحضرت ﷺ کو بلانے کے لئے کہا کرتے تھے (جیسا کہ بیان ہوا) البتہ جہاں تک اس وقفہ میں حَیَّ عَلَی الصَّلاۃ وغیرہ کہنے کا تعلق ہے تو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایسا کبھی

Presented by Ziaraat.Com

نہیں ہوا۔

پھر میں نے کتاب درراء الحوادث فی احکام البدع والحوادث دیکھی۔ اس میں اس بارے میں فقہاء کا اختلاف بیان کیا گیا ہے کہ آیا مسلمانوں کے امیر کو اذان اور تکبیر کے درمیان نماز کے لئے اس طرح بلانا جائز ہے کہ مؤذن اس امیر کے دروازے پر آئے اور یہ کہے کہ حیّ علی الصّلاۃ حیّ علی الفلاح ایھا الامیر! انہوں نے ان کلموں کو تثویب سے تعبیر کیا ہے۔

جن لوگوں نے اس کو جائز یعنی سنت قرار دیا ہے وہ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ جب حضرت بلالؓ اذان دے چکتے تو آنحضرت ﷺ کے حجرہ کے قریب آتے اور کہتے حیّ علی الصّلاۃ حیّ علی الفلاح یرحمک اللہ (ی) یعنی جیسے امیر معاویہ کے مؤذن کہا کرتے تھے لہٰذا یہ کوئی نئی بات یا بدعت نہیں ہے۔

ایک مشہور حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مرض وفات میں آپ کے پاس بلال حبشی حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے عرض کیا۔

"السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاۃ الصّلاۃ یرحمک اللّٰہ۔ یعنی نماز تیار ہے اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں!"

(گویا اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اذان کے بعد اس طرح یا ان کلموں کے ساتھ امیر کو بلانا جائز ہے) مگر جو علماء اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب مکہ پہنچے تو ان کے پاس ابو محذورہ آئے (یعنی اذان کے بعد) اور ان سے کہا۔

"امیر المومنین! حیّ علی الصّلاۃ حیّ علی الفلاح!"

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا۔

تمہارا برا ہو۔ کیا تم پاگل ہو۔ کیا جس اذان کے ذریعہ تم نے لوگوں کو نماز کی دعوت دی ہے وہ تمہیں کافی نہیں معلوم ہوئی تھی کہ تم اب ہمارے پاس پھر یہ لفظ دہرانے آئے ہو!"

اس روایت کی بنیاد پر یہ علماء کہتے ہیں کہ اگر یہ بات سنت ہوتی تو حضرت عمرؓ اس کو ناپسند کیوں کرتے (ی) اور یہ بات بھی قرین قیاس نہیں ہے کہ حضرت بلالؓ کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ جو عمل تھا وہ حضرت عمرؓ کو معلوم نہ رہا ہو۔ مگر امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ اگر مؤذن مسلمانوں کے امیر کو یوں کہے کہ حیّ علی الصّلاۃ حیّ علی الفلاح یا امیر المومنین۔ الصلاۃ یرحمک اللہ۔ تو میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ امیر ہر وقت مسلمانوں کے کاموں میں مشغول رہتا ہے (اس لئے اس طرح اس کو کاموں سے چھڑایا جا سکتا ہے چنانچہ اسی لئے عمر ابن عبدالعزیز کا مؤذن ایسا کیا کرتا تھا۔

رافضیوں کا طریقہ...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ بنی بویہ کی حکومت میں رافضی اور شیعہ لوگ اذان میں حیّ علی الصّلاۃ حیّ علی الفلاح کے بجائے یہ کلمہ بھی کہا کرتے تھے۔ حیّ علیٰ خیر العمل یعنی بہترین عمل کے لئے اٹھ کھڑے ہو۔ پھر جب سلجوقی خاندان کی حکومت ہوئی تو انہوں نے مؤذنوں کو اس سے روک دیا تھا بلکہ انہوں نے صبح کی اذان میں مؤذنوں کو اس کے بجائے دو مرتبہ الصلاۃ خیر من النوم کہنے کا حکم دیا۔ یہ 448ھ کا

Presented by Ziaraat.Com

واقعہ ہے۔

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت علی ابن حسینؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اپنی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل کہا کرتے تھے۔

(اذان میں اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان محمداً رسول اللہ کو شہادتین کہا جاتا ہے) ایک حدیث میں آتا ہے کہ شہادتین میں ترجیع کرنی چاہئے۔ ترجیع اس کو کہتے ہیں کہ شہادتین میں ایک بار آواز ہلکی رکھے اور دوسری بار بلند آواز سے کہے۔ چنانچہ مسلم میں ابو محذورہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے اذان کا طریقہ سکھلائیے۔ آپ نے میرے سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ پھیرا اور پھر فرمایا۔

"پہلے ہلکی آواز میں کہو اشہد ان لا الہ الا اللہ ۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ!

کلمات اذان میں تکرار...... حضرت ابو محذورہ اذان کی طرح تکبیر کے کلمے بھی دو دو مرتبہ کہا کرتے تھے اور ان کو دوہرا دوہرا کر اس طرح کہا کرتے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان محمداً رسول اللہ۔ حی علی الصلٰوۃ حی علی الصلٰوۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح قد قامت الصلٰوۃ قد قامت الصلٰوۃ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ۔ آنحضرت ﷺ نے انکو یہ اسی طرح سکھلائے تھے۔ یہ وہی دوسری روایت ہے جو حضرت عبد اللہ ابن زیدؓ سے پیچھے گزری ہے۔

امام ابو العباس ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ یہ نقل اور روایت ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابو محذورہؓ کو جو اذان سکھلائی تھی اس میں ترجیع تھی اور تکبیر میں بھی اذان کی طرح دو دو مرتبہ کلموں کو دوہرایا کرتے تھے اور تکبیر میں ہر کلمہ ایک ایک بار کہا کرتے تھے۔ (ی) اور یہ کہ اذان میں ترجیع نہیں کیا کرتے تھے۔

چنانچہ صحیحین میں ہے کہ آپ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ اذان میں ہر کلمے کو دو دو بار کہیں۔ (ی) مگر اذان کے کلموں کو دوہرانے میں بھی شروع میں اللہ اکبر چار مرتبہ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ سے ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس میں اللہ اکبر کے کلمے کو دو ہی مرتبہ بتلایا گیا ہو۔ اگرچہ جیسا کہ آگے بیان آئے گا مدینہ والوں کا عمل یہی تھا۔ ہاں البتہ اذان کے کلموں کو دوہرانے کے باوجود آخر میں لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ ہی کہا جائے گا اس کو دو مرتبہ نہیں کہا جائے گا۔ لہذا یوں کہنا مناسب ہوگا کہ اذان کے اکثر کلموں کو دو مرتبہ کہا جاتا ہے اور تکبیر کو ایک مرتبہ کہا جاتا ہے سوائے کلمہ تکبیر یعنی قد قامت الصلٰوۃ کے کہ اس کو دو ہی مرتبہ کہا جائے گا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے ایسی کوئی صحیح روایت نہیں ہے جس میں اس کلمہ تکبیر کو ایک ایک بار بتلایا گیا ہو۔ اگرچہ جیسا کہ آگے بیان ہوگا مدینہ والوں کا عمل یہی تھا۔

البتہ ایسی صحیح روایت موجود ہے جس کے مطابق تکبیر میں اللہ اکبر کا کلمہ شروع اور آخر دونوں مرتبہ میں صرف دو دو مرتبہ ہی بتلایا گیا ہے۔ لہذا اب یوں کہنا چاہئے کہ تکبیر اقامت میں ہر کلمے کو ایک ایک مرتبہ کہنے سے مراد اکثر حصے کو ایک ایک مرتبہ کہنا ہے۔ چنانچہ تکبیر اقامت ایسے کہا کرتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ ۔ اشھد ان محمداً رسول اللہ ۔ حی علی الصلٰوۃ حی علی الفلاح. قد قامت الصلٰوۃ. قد قامت الصلٰوۃ. اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ

اس بارے میں فقہاء کے مسلک...... پھر یہ کہ ان کی اذان میں ترجیع نہیں ہوتی تھی۔ ترجیع سے مراد وہی ہے کہ شہادتین کو دو دو مرتبہ ہلکی آواز میں کہا جائے اور پھر دو مرتبہ بلند آواز سے کہا جائے جیسا کہ بیان ہوا۔ اب

Presented by Ziaraat.Com

گویا یوں کہنا چاہئے کہ تکبیر اقامت میں کلموں کو ایک ایک بار کہنے کی روایت بھی بلاشبہ درست ہے اور دو دو بار کی نقل بھی بلاشبہ درست ہے اور جیسا کہ معلوم ہوا دونوں ہی روایتیں حضرت عبداللہ ابن زید سے نقل ہیں۔

امام ابن تیمیہ اور امام احمد وغیرہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت بلال کی اذان اور ان ہی کی تکبیر اقامت اختیار کی ہے۔ (ی) للذا ان کے نزدیک اذان میں ترجیع مستحب نہیں ہے اور تکبیر اقامت میں قد قامت الصلاۃ کے کلمے کو ایک مرتبہ کہنا مستحب خیال کرتے ہیں۔

امام شافعی نے اذان تو حضرت ابو محذورہ کی اختیار کی ہے اور تکبیر اقامت حضرت بلالؓ کی اختیار کی ہے۔ للذا ان کے نزدیک اذان میں ترجیع مستحب ہے اور تکبیر میں ہر کلمہ ایک ایک مرتبہ کہنا مستحب ہے سوائے کلمہ اقامت یعنی قد قامت الصّلوٰۃ کے کہ اس کو دہرانا مستحب قرار دیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے اذان تو حضرت بلالؓ کی اختیار کی ہے اور تکبیر اقامت حضرت ابو محذورہ کی لی ہے للذا ان کے نزدیک اذان میں ترجیع مستحب نہیں ہے اور تکبیر اقامت کے الفاظ کو دہرانا مستحب ہے۔

کتاب ھُدیٰ میں ہے کہ امام مالک نے مدینہ والوں کے عمل کو اختیار کیا ہے جو یہ ہے کہ اذان کہتے ہیں۔
(ی) یہ مسلک غالباً اسی عمل کے مطابق ہے جو مدینہ میں ہے۔ ورنہ ابوداؤد میں روایت ہے کہ ابو محذورہ کی اولاد میں جو لوگ ہیں اور جو مکہ میں اذان دیتے ہیں وہ بھی تکبیر اقامت کے اکثر الفاظ کو ایک ایک مرتبہ کہتے ہیں اور اس کو وہ اپنے جد امجد یعنی حضرت ابو محذورہؓ سے نقل کرتے ہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ تکبیر اقامت میں اکثر و بیشتر وہ کلموں کو دہراتے تھے (مگر ایک ایک مرتبہ کہنے کا عمل بھی رہا ہے) اب گویا ابو محذورہ کا تکبیر اقامت کے کلموں کو ایک ایک بار کہنا اور ان کا اور ان کی اولاد کا اس پر عمل باقی رہنا آنحضرت ﷺ کے حکم پر رہا ہوگا۔ جو آپ نے ابو محذورہ کو دیا ہوگا جبکہ اس سے پہلے آپ نے ان کو دو دو مرتبہ کا ہی حکم فرمایا تھا۔ للذا یوں کہنا چاہئے کہ اگرچہ آنحضرت ﷺ کا حکم تکبیر اقامت کے کلموں کو دو دو مرتبہ کہنے کے لئے تھا مگر پھر آپ کا آخری حکم یہی تھا کہ ان کلموں کو ایک ایک مرتبہ کہا جائے۔

ابو محذورہ کو اذان کی تعلیم...... جیسا کہ بیان ہوا امام احمد نے حضرت بلالؓ کی اذان کو اختیار کیا ہے۔ ایک مرتبہ ان سے کہا گیا۔

"کیا ابو محذورہ کی اذان بلال کی اذان سے بعد کی نہیں ہے۔"

(یعنی ابو محذورہ جس طرح اذان دیتے تھے وہ زیادہ صحیح ہونی چاہئے) کیونکہ ان کو آنحضرت ﷺ نے غزوۂ حنین سے واپسی کے وقت اذان سکھلائی تھی جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آئے گی۔

چنانچہ اسی کو امام شافعی نے ابو محذورہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت ابو محذورہ کہتے ہیں کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ روانہ ہوا اس وقت ہم حنین کے راستے میں تھے۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ حنین سے واپس ہوئے حنین کے راستے میں آپ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ وہاں رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے نماز کے لئے اذان دی ہم اس وقت راستے سے ایک طرف ہٹے ہوئے تھے ہم نے مؤذن کی آواز سنی تو ہم بلند آواز سے اس کی نقلیں اتارنے اور اس کا مذاق اڑانے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے ہماری آواز سن لی۔ آپ نے فوراً ہمیں بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ آخر ہم رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ آپ نے پوچھا۔

"تم میں سے وہ کون ہے جس کی آواز اتنی بلند ہوئی کہ میں نے یہاں سن لی۔"

Presented by Ziaraat.Com

اس پر سب لوگوں نے میری طرف اشارہ کردیا جس پر آنحضرت ﷺ نے مجھے روک لیا اور باقی سب لوگوں کو جانے کی اجازت دیدی۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ کھڑے ہو کر اذان دو۔ مجھے اس وقت آنحضرت ﷺ کی ہر بات اور ہر حکم ناپسند تھا مگر میں آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا تو آپ نے خود بہ نفس نفیس مجھے اذان سکھلائی۔

جب میں اذان کے الفاظ کہہ چکا تو آنحضرت ﷺ نے مجھے اپنے قریب بلا کر ایک تھیلی دی جس میں کچھ چاندی تھی۔ اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھا اور ہاتھ کو پیشانی پر سے پھیرتے ہوئے میرے چہرے پر لائے۔ پھر اسی طرح پھیرتے ہوئے اسے میرے سینے پر لائے اس کے بعد جگر تک اور آخر آپ کا ہاتھ میری ناف یعنی سنڈی تک پہنچ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے کاموں میں برکت عطا فرمائے!"

میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے مکہ میں اذان دینے کا حکم فرما دیجئے۔

آپ نے فرمایا میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ان کے دل میں آنحضرت ﷺ کے خلاف جو جذبہ تھا وہ ختم ہو چکا تھا اور اس کے بجائے آپ کے لئے محبت و عشق پیدا ہو چکا تھا۔

غرض امام احمد سے لوگوں نے یہ سوال کیا کہ آپ نے بلال کی اذان کو کیوں اختیار کیا جب کہ ابو محذورہ جس طرح اذان دیتے تھے اس کو اختیار کرنا چاہئے تھا کیونکہ ان کو آنحضرت ﷺ نے بعد میں سکھلائی تھی۔ پھر ان لوگوں نے کہا۔

اس بناء پر بات وہ قبول اور اختیار کرنی چاہئے جو بعد کی ہو کیونکہ (اگر وہ پہلی بات سے مختلف ہو تو) تازہ ترین اور صحیح ترین وہی کہلائے گی۔ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں مؤذنوں کو اذان سکھلائی۔ ان میں چونکہ ابو محذورہ کو بعد میں سکھلائی اس لئے وہی تازہ ترین اور صحیح ترین کہلائے گی کیونکہ بعد کی بات پہلی بات کو منسوخ کر دیتی ہے۔

اس پر امام احمد نے جواب دیا

"مگر جب آنحضرت ﷺ ابو محذورہ کو اذان سکھلانے کے بعد مدینہ آئے تھے تو یہاں جس طرح حضرت بلالؓ اذان دیتے آرہے تھے اسکو سن کر آپ نے اس میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی تھی اور اس طرح اسے درست قرار دیا تھا!"

امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ اذان کے کلموں کو دو دو مرتبہ کہنا اور تکبیر کے کلموں کو ایک بار کہنا بڑے شہروں میں رہنے والے اکثر علماء کا مسلک ہے اور اسی پر حرمین شریفین پورے حجاز، شام و یمن کے شہروں، مصر کے علاقوں اور مغرب کے نواح میں عمل جاری ہے۔ یعنی سوائے مصر کی ان مسجدوں کے جہاں زیادہ تر بحر متوسط کے علاقوں کے لوگ آباد ہیں کیونکہ ان مسجدوں میں تکبیر اقامت کے کلموں کو بھی اسی طرح دو دو مرتبہ کہا جاتا ہے جس طرح اذان کے کلموں کو دہرایا جاتا ہے۔

ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں امام مالک اور رشید کی موجودگی میں امام ابو یوسف نے اس مسئلہ میں امام شافعی سے مناظرہ اور بحث کی۔ امام شافعی نے حضرت بلالؓ اور آنحضرت ﷺ کے دوسرے

www.ziaraat.com
Sibtain.com
Presented by Ziaraat.Com

تمام مؤذنوں کی اولادوں کو وہاں بلوایا اور ان سے کہا۔

"آپ لوگوں نے اپنے باپ دادا سے کس طرح اذان اور تکبیر اقامت سنی۔"

انہوں نے کہا

"اذان کے کلموں کو وہ دو دو مرتبہ کہتے تھے اور تکبیر اقامت کے کلموں کو ایک ایک مرتبہ کہتے تھے۔ ہم نے اسی طرح اپنے باپ دادا سے سنا اور انہوں نے اپنے باپ دادا سے جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تھے۔"

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بلالؓ نماز کے لئے تکبیر اقامت کہہ رہے تھے جب انہوں نے قد قامت الصلوٰۃ کہا تو آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ اس نماز کو قائم و دائم رکھے!"

بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے اس کے لئے قیامت کے دن شفاعت کرنا مجھ پر واجب ہو جائے گا۔"

وہ دعا یہ ہے

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَ الصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ

ترجمہ: اے اللہ! تو پروردگار ہے اس مکمل دعوت یعنی دین کا اور نماز کا۔ تو حضرت محمد ﷺ کو وسیلہ بنادے اور آپ کو اس بلند تر مقام میں پہنچادے جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

مسجد نبوی کے مؤذن...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں صرف دو مؤذن تھے۔ ایک حضرت بلالؓ اور دوسرے ابن اُمّ مکتومؓ۔ پھر جب حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو انہوں نے چار مؤذن کردیئے اور ان کے بعد پھر لوگوں نے یہ تعداد اور بڑھادی۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بلالؓ کی دل گرفتگی...... آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان کہنی چھوڑ دی اور مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے جہاں وہ ایک مدت تک رہے۔ وہیں ایک روز انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے ان سے فرمایا۔

"یہ کیسی سنگدلی اور کٹھور پن ہے بلال! کیا اب تک ہم سے ملنے کا وقت نہیں آیا!"

حضرت بلالؓ کو اس خواب سے تنبیہ ہوئی اور وہ فوراً مدینہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

ایک عرصہ بعد مدینہ میں پھر اذان بلالؓ کی گونج...... مدینہ پہنچے تو لوگ بیتابانہ ان سے ملے حضرت بلالؓ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے اور بے تحاشہ رونے اور بے قراری سے سسکنے لگے۔ اس کے بعد وہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے پاس پہنچے اور ان کو چومنے اور سینے سے لگانے لگے۔ انہوں نے اور دیگر لوگوں نے حضرت بلالؓ پر بہت زیادہ اصرار کیا کہ ایک بار پھر اذان دیں۔ آخر حضرت بلالؓ راضی ہو گئے۔ جب وہ اذان دینے کے لئے اوپر چڑھے تو مدینہ کے سب لوگ مرد و عورت وہاں جمع ہو گئے یہاں تک کہ کنواری دوشیزائیں گھروں سے نکل کر آگئیں تاکہ مؤذن رسول اللہ ﷺ کی اذان ایک مدت بعد پھر سن سکیں۔

حضرت بلالؓ نے اذان شروع کی اور جب انہوں نے اللہ اکبر کہا تو مدینہ شہر لرز اٹھا اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ جب انہوں نے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تو فرط خوف سے لوگوں کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اور

Presented by Ziaraat.Com

پھر جب انہوں نے اشہد انّ محمداً رسول اللہ کہا تو کوئی جاندار ایسا نہیں تھا جو رسول خدا ﷺ کی یاد میں بلک بلک کر نہ رونے لگا ہو۔ اس دن ایسا لگ رہا تھا جیسے آنحضرت ﷺ کی وفات آج ہی ہوئی ہے۔

اس کے بعد حضرت بلالؓ پھر واپس ملک شام چلے گئے۔ اس کے بعد سے وہ ہر سال ایک مرتبہ مدینہ میں ضرور حاضر ہوتے اور یہاں آکر ایک دفعہ ضرور اذان کہتے۔ یہاں تک کہ اسی دستور اور اسی عادت کے ساتھ آخر ان کی وفات ہوگئی۔ رضی اللہ عنہ۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: بعض علماء نے لکھا ہے کہ قباء میں آنحضرت ﷺ کے مؤذن حضرت سعد قرظ تھے پھر آنحضرت ﷺ کی وفات اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے بعد حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں حضرت بلالؓ مدینہ چھوڑ کر ملک شام کو چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت سعد قرظ کو بلا کر مسجد نبوی کا مؤذن بنالیا۔

صدیق اکبرؓ سے بلالؓ کی درخواست...... آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"اے خلیفہ رسول! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مومن کا سب سے بڑا اور افضل عمل اللہ کے راستہ میں جہاد ہے میں چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو اللہ کے راستے میں وقف کر دوں اور دشمن کی سرحد پر مستقل رہوں یہاں تک کہ اسی حال میں مجھے موت آجائے۔"

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔

بلال! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ تمہیں میری حرمت اور میرے حق کا واسطہ کہ تم مجھے چھوڑ کر نہ جانا۔"

اس پر حضرت بلالؓ نے مدینہ چھوڑنے کا ارادہ ملتوی کر دیا بلکہ اس وقت تک وہیں ٹھہرے رہے جب تک حضرت ابو بکرؓ کی وفات نہ ہوگئی۔ اس عرصہ میں وہی مسجد نبوی میں اذان دیتے رہے۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو پھر حضرت بلالؓ ان کے پاس آئے اور ان سے بھی وہی بات کہی جو صدیق اکبرؓ نے کہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے بھی ان کو وہی جواب دیا جو حضرت ابو بکرؓ نے دیا تھا مگر حضرت بلالؓ نے اس وقت اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا اور جہاد کی غرض سے ملک شام کو روانہ ہوگئے۔

بیت المقدس میں بلالؓ کی اذان...... کتاب انس جلیل میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے بیت المقدس فتح کیا تو نماز کا وقت آگیا امیر المومنین نے حضرت بلالؓ سے فرمایا۔

"اے بلال! آج تم ہی ہمارے لئے اذان دو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے۔"

حضرت بلال نے عرض کیا۔

امیر المومنین! خدا کی قسم میں نے ارادہ کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کبھی کسی اور کے لئے اذان نہیں دوں گا مگر چونکہ آپ نے مجھے حکم دیا ہے اس لئے صرف ایک نماز کی اذان دے کر آپ کا حکم بجالاؤں گا۔"

آنحضرت ﷺ کی یاد میں صحابہ کی بے قراری...... اس کے بعد جب حضرت بلال نے اذان دی اور صحابہ نے ان کی آواز سنی تو ان کی نگاہوں میں رسول اللہ ﷺ کی حیات پاک کا نقشہ گھوم گیا اور وہ سب آپ کو یاد کر کے زار و قطار رونے لگے۔ اس روز جو سب سے زیادہ بلک بلک کر روئے وہ حضرت عبیدہ اور حضرت معاذ ابن

Presented by Ziaraat.Com

جبل تھے۔ یہاں تک کہ آخر حضرت عمرؓ کو انہیں سمجھانا پڑا کہ بس کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ لہٰذا کتاب انس جلیل کے مطابق حضرت بلال نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد کبھی اذان نہیں دی سوائے اس موقعہ کے جب کہ حضرت عمرؓ نے ان کو اذان دینے کا حکم دیا تھا۔ یعنی بیت المقدس میں جو اس اذان کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔

مگر یہ بات گزشتہ روایت کے خلاف ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بلالؓ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے پورے زمانے میں اذان دیتے رہے۔ یا اسی طرح وہ روایت جو بیان ہوئی ہے کہ جب وہ ملک شام سے مدینہ آئے تھے اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نے اذان دینے کے لئے ان سے اصرار کیا تھا اور انہوں نے اذان کہی تھی۔

اس اختلاف کے دور کرنے کے سلسلے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ انس جلیل میں جو عبارت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ مدینہ سے باہر انہوں نے آپ کی وفات کے بعد صرف بیت المقدس میں ہی اذان دی تھی۔ لہٰذا اب حضرت حسن و حسینؓ کے اصرار کا واقعہ اس کے خلاف نہیں رہتا۔ نیز یہ کہ شاید یہ حضرت حسن و حسینؓ کا واقعہ بیت المقدس کی فتح کے بعد کا ہی نہیں بلکہ چاروں خلفائے راشدین کی وفات کے بعد کا ہے۔

ادھر علامہ زین عراقی نے یہ لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ نے چاروں خلفائے راشدین میں سے کسی کے لئے بھی اذان نہیں دی سوائے حضرت عمرؓ کے جب کہ وہ شام کی فتح کے وقت وہاں گئے تھے تو حضرت بلالؓ نے اذان دی تھی۔ یہاں تک علامہ زین عراقی کا کلام ہے جو گزشتہ روایت کی روشنی میں قابل غور ہے۔

<u>مؤذنوں کا مرتبہ</u>...... کتاب انس جلیل ہی میں جابر ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا۔

"یا رسول اللہ! مخلوق میں کون سے لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔"

آپ نے فرمایا۔ "انبیاء۔" اس نے پوچھا پھر کون سے لوگ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا "شہید"

اس نے پوچھا ان کے بعد کون۔۔۔ آپ نے فرمایا۔ بیت المقدس کے مؤذن!

اس نے کہا ان کے بعد کون۔۔۔ آپ نے فرمایا۔ بیت اللہ کے مؤذن!

اس نے کہا ان کے بعد!۔ آپ نے فرمایا میری اس مسجد کے مؤذن!

اس نے کہا پھر ان کے بعد۔ تو آپ نے فرمایا کہ پھر تمام مؤذن جنت میں داخل ہوں گے!

علامہ امیری کی شرح منہاج کے ایک نسخہ میں حضرت جابرؓ کی یہی روایت ہے مگر اس میں مسجد حرام کے مؤذن کا ذکر بیت المقدس کے مؤذن سے پہلے ہے۔ بعض دوسری روایتوں میں بھی یہی ہے کہ بیت اللہ کا مؤذن بیت المقدس کے مؤذن سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ ان روایتوں میں سے ایک میں ہے کہ

"میرے بعد سب سے پہلے جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ابو بکر ہوں گے۔ پھر مسکین اور غریب لوگ ہوں گے پھر مسجد حرام کے مؤذن پھر بیت المقدس کے مؤذن۔ پھر میری مسجد کے مؤذن اور اس کے بعد دوسرے تمام مؤذن اپنے اپنے اعمال کے لحاظ سے جنت میں داخل ہوں گے۔"

کتاب بدور السافرہ میں حضرت جابرؓ سے ہی روایت ہے کہ اس میں بھی آپ نے یہی ترتیب بتلائی جس میں بیت اللہ، بیت المقدس اور مسجد نبوی کے اور پھر باقی مؤذن اپنے اپنے اعمال کے لحاظ سے ذکر ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

جنت کی پوشاک پہننے والے پہلے شخص...... اسی کتاب بدور السافرہ میں جابرؓ سے ہی روایت ہے کہ سب سے پہلے جس شخص کو جنت کی خلعت و پوشاک پہنائی جائے گی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر حضرت محمدؐ کو پھر باقی نبیوں اور رسولوں کو اور ان کے بعد مؤذنوں کو یہ اعزاز حاصل ہوگا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! آپ اپنے بعد ہمیں اذان کے متعلق جھگڑتا ہوا چھوڑ رہے ہیں!"

آپ نے فرمایا۔

"تمہارے بعد جو لوگ آنے والے ہیں ان میں ان کے پست ترین اور نچلے درجہ کے لوگ مؤذن ہوا کریں گے اور ایسا اسی صورت میں ہوگا۔"

مؤذن کے سر پر اللہ کا ہاتھ...... اس روایت کے بارے میں ایک قول ہے کہ اس روایت کا اگلا حصہ (جہاں نچلے درجہ کا ذکر ہے) منکر ہے۔ علامہ دار قطنی نے کہا ہے کہ یہ اضافہ محفوظ نہیں ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب مؤذن اذان دینے لگتا ہے تو حق تعالیٰ اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیتے ہیں اور جب تک وہ اذان سے فارغ نہیں ہو جاتا رکھے رکھتے ہیں۔ اور اس کی اذان میں بلند آوازی اس کے لئے مغفرت کا باعث بنتی ہے۔ جب مؤذن اذان سے فارغ ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

میرے بندے نے سچ کہا۔ تو نے حق اور سچائی کی شہادت دی اس لئے تجھے بشارت اور خوش خبری ہو! واللہ اعلم۔

مؤذن کے لئے یہودی کی دریدہ دہنی اور بھیانک انجام...... (قال) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی شخص تھا جو بنی نجار میں سے تھا۔ سدی کی روایت کے مطابق وہ شخص مدینہ کے انصاریوں میں سے تھا۔ ایک دن اس نے مؤذن کو جب یہ کہتے سنا کہ اشھد انّ محمداً رسول اللہ تو اس نے اس پر کہا۔

اللہ اس جھوٹے کو رسوا کرے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ اللہ اس جھوٹے کو آگ میں جلا دے۔

اس کے کچھ ہی وقت بعد جبکہ خود وہ یہودی اور اس کے گھر والے سو رہے تھے ان کی نوکرانی چولھا جلانے کے لئے آگ لے کر آئی۔ اچانک آگ میں سے ایک چنگاری اڑ کر گر گئی جس سے گھر میں آگ لگ گئی اور وہ شخص اور اس کے سب گھر والے وہیں جل کر مر گئے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تشریف لے جا رہے تھے کہ نماز کا وقت آگیا لوگوں نے اذان دینے کے لئے حضرت بلالؓ کو بلانے کو کہا مگر چونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے کچھ دیر بعد روانہ ہوئے تھے اس لئے وہ نہیں مل سکے لہٰذا حضرت زیاد ابن حرث صدائی نے اذان دی کیونکہ آخر کار آنحضرت ﷺ نے ان کو ہی بلا کر یہ حکم دیا کہ تم اذان دو۔ یہ صداء ملک یمن کا ایک خاندان تھا۔

مومن کے لئے امارت میں کوئی خیر نہیں...... ان ہی زیاد ابن حرث سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے میری قوم پر امیر بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ مومن کے لئے امیر بننے میں کوئی خیر نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بس مجھے یہی بات کافی ہے اس کے بعد آنحضرت ﷺ آگے روانہ ہو گئے اور میں آپ کے ساتھ ساتھ چلا۔ سفر کے دوران آپ کے صحابہ آپ سے پیچھے کچھ فاصلے پر رہ گئے۔ اسی وقت فجر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے صدائی بھائی اذان دو چنانچہ میں نے اذان دی۔ اس کے بعد جب نماز کھڑی

Presented by Ziaraat.Com

ہونے لگی (تو اس وقت تک دوسرے صحابہ اور حضرت بلالؓ آپ کے پاس پہنچ چکے تھے) حضرت بلال نے چاہا کہ نماز کے لئے تکبیر کہیں مگر آپ نے ان سے فرمایا کہ تکبیر وہی کہے گا جس نے اذان دی ہے۔

کیا آنحضرت ﷺ نے خود بھی کبھی اذان دی ہے...... اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا آنحضرت ﷺ نے خود بھی کبھی بہ نفس نفیس اذان دی ہے۔ ایک قول ہے کہ ہاں ایک مرتبہ آپ نے خود بھی اذان دی ہے۔ اس قول کی تائید میں ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جو صحیح حدیث ہے کہ ایک سفر میں آنحضرت ﷺ نے اذان دی اور نماز پڑھی۔ اس موقع پر صحابہ نے بھی اپنی سواریوں پر نماز پڑھی اور آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی سواری کو آگے بڑھا کر نماز پڑھائی۔ جس میں آپ اشاروں سے رکوع اور سجدہ فرماتے تھے سجدہ کے لئے آپ رکوع کے مقابلے میں زیادہ جھک جاتے تھے۔

مگر ایک قول یہ ہے کہ آپ نے خود کبھی اذان نہیں دی بلکہ آپ نے حضرت بلالؓ کو ہی اذان دینے کا حکم فرمایا جیسا کہ یہ بات اسی حدیث میں ہے جو بعض دوسری سندوں کے ساتھ ہے۔ چنانچہ کتاب ھُدیٰ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بارش اور کیچڑ کی وجہ سے اس روز سواریوں پر ہی نماز پڑھی تھی۔

امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ سفر کے دوران ایک بہت تنگ گھاٹی میں پہنچ گئے آپ کے ساتھ صحابہ بھی تھے اوپر سے بارش ہو رہی تھی اور نیچے پانی بھرا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں نماز کا وقت آگیا آپ نے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا اس نے اذان اور تکبیر کہی جس کے بعد آنحضرت آگے بڑھے اور آپ نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد گویا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مفصّل حدیث کی روشنی میں ہی مجمل اور مختصر حدیث کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا (یعنی پہلی حدیث مختصر ہے جس میں پوری تفصیلات نہیں ہیں اسی لئے اس میں مؤذن کا نام بھی نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں تفصیل ہے اور مؤذن کا نام بھی ہے لہٰذا اس مفصّل حدیث کی روشنی میں یہ کہا جائے گا کہ اذان دینے والے حضرت بلالؓ ہی تھے خود آنحضرت ﷺ نہیں تھے۔ یہ بات اور دلیل ان لوگوں کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خود کبھی اذان نہیں دی ہے۔ جو اس قول کے دعویدار ہیں ان کی دلیل کی تردید بھی اس سے ہو جاتی ہے) اب جس روایت میں صرف یہ لفظ ہیں کہ آپ نے اذان دی وہ دراصل مختصر جملہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے اذان کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم جس مختصر حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہیں وہ وہی ہے جو پیچھے گزری کہ آپ نے اپنی سواری پر اذان دی اور تکبیر کہی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت بلالؓ کلمہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ میں ش کو س بولا کرتے تھے۔ ایک روز آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلال کا س بھی ہے۔ مگر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس روایت میں کوئی اصلیت نہیں ہے کہ بلال کا س جنت میں ش ہے۔ مگر اس روایت کی کوئی اصلیت نہ ہونے کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ روایت اسی طرح ہوگی۔

تہجد اور فجر کی اذانیں...... مسجد نبوی کے دونوں مؤذن حضرت بلالؓ اور حضرت ابن اُمّ مکتوم باری باری یعنی اپنی اپنی نوبت پر اذان دیا کرتے تھے چنانچہ ان میں سے ایک آدھی رات گزرنے کے بعد اس وقت اذان دیا کرتا تھا جبکہ رات ابھی باقی ہوتی تھی اور دوسرا اس وقت اذان دیتا جبکہ فجر طلوع ہو جاتی تھی۔ شیخین نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت بلالؓ رات میں اذان دیتے تھے جس کے بعد روزہ رکھنے والے لوگ کھاتے پیتے رہتے تھے یہاں تک کہ ابن اُمّ مکتوم اذان دیتے تو لوگ کھانے پینے سے رک جاتے۔

Presented by Ziaraat.Com

مسلم میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بلال کی اذان پر تم میں سے کوئی شخص اپنی سحری کھانے سے نہ رکے۔ان کی اذان اس لئے ہوتی ہے کہ تم میں سے جو لوگ نماز میں مشغول ہیں وہ اب آرام کی نیند سو جائیں۔اور جو سونے والے ہیں وہ جاگ جائیں۔وہ ابتدائی آدھی رات گزر جانے کے بعد اذان دیتے ہیں تاکہ نماز تہجد پڑھنے والا اپنے ٹھکانے میں پہنچ کر آرام کی نیند سو جائے اور صبح کو چاق و چوبند ہو کر اٹھے۔ اور جو سو رہے ہیں وہ صبح کی تیاری کے لئے بیدار ہو جائیں۔

کتاب ہُدیٰ میں یہ ہے کہ بعض راویوں نے اس روایت کو الٹا بیان کر دیا ہے اور اس طرح بیان کیا کہ ابن اُمّ مکتوم رات میں اذان دیتے ہیں اس لئے ان کی اذان سنکر روزہ رکھنے والے کھاتے پیتے رہیں۔ یہاں تک کہ بلال کی اذان سنیں۔

مگر یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ یہ روایت راوی کی غلطی سے الٹی نہیں ہو گئی ہے بلکہ حقیقت میں یہ دونوں مؤذن اذانیں دیا کرتے تھے جس میں کبھی ایسا ہوتا کہ حضرت بلال تو رات کے وقت اذان دیتے اور حضرت ابن اُمّ مکتوم فجر ثانی کے وقت اذان دیتے اور کبھی اس کا الٹا ہوتا تھا۔ لہٰذا دونوں حدیثوں کے راویوں نے اس وقت کی ترجیح کے لحاظ سے روایت بیان کی جو انہوں نے دیکھی۔ان دونوں کی اذانوں کے دوران یہ رہتا کہ ایک اذان کے بعد نیچے اتر کر آتا تو دوسرا اوپر پہنچ جاتا۔ یعنی پہلا مؤذن اذان کہنے کے بعد جب نیچے اترتا تو فوراً ہی دوسرا اوپر پہنچ جاتا تھا جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے لہٰذا جو مؤذن پہلے اذان دیتا وہ اس کے بعد دعا وغیرہ کے لئے اوپر ہی ٹھہرا رہتا اور فجر کا انتظار کرتا۔ جیسے ہی طلوع فجر قریب ہوتی وہ نیچے اتر کر اپنے دوسرے ساتھی مؤذن کو اطلاع کر دیتا جس پر وہ دوسرا مؤذن اوپر جاتا اور وہ فجر طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ یا اس کے فوراً بعد بغیر وقفہ کے اذان دیتا۔ چنانچہ یہی مراد اس قول سے ہے جس میں ہے کہ ابن اُمّ مکتوم اس وقت تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک کہ ان سے پکار کر یہ نہ کہا جاتا کہ صبح ہو گئی۔ صبح ہو گئی۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ابن اُمّ مکتوم فجر کی اذان میں کچھ تاخیر کرتے تھے مگر اس میں غلطی نہیں کرتے تھے۔ابو داؤد میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت بلالؓ نے فجر کے طلوع ہونے سے پہلے اذان کہہ دی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ واپس جا کر یہ اعلان کریں کہ یہ بندہ وقت سے غافل ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ واپس گئے اور انہوں نے یہی اعلان کیا کہ اس بندے سے وقت کے سلسلے میں غفلت ہو گئی۔ اس بندے سے وقت کے سلسلے میں غفلت ہو گئی یا یہ کہ ابھی وقت نہیں ہوا جاؤ سو جاؤ۔

غالباً یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہے جب کہ حضرت ابن اُمّ مکتوم کو دوسرا مؤذن متعین کیا گیا تھا یا پھر یہ کہ اس موقعہ پر حضرت بلالؓ نے ابن اُمّ مکتوم کے بعد اذان دی ہو گی۔ جیسا کہ اس کی بنیاد اور وجہ بیان ہو چکی ہے لہٰذا اس روایت سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہونا چاہئے۔

<u>جمعہ کی اذان</u>...... جمعہ کے سلسلے میں ایک ہی اذان ثابت ہے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے اس وقت دی جاتی تھی جب کہ آپ منبر پر پہنچ جاتے تھے۔ ہمارے فقہاء یعنی شافعی فقہاء نے اسی طرح بیان کیا ہے اور وہ اس بارے میں بخاری کی ایک حدیث سے دلیل لیتے ہیں جو سائب ابن یزید نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں جمعہ کے دن جب امام منبر پر جا کر بیٹھ جاتا اس وقت سو وقت اذان ہوا کرتی تھی۔ مگر اس روایت میں یہ بات ذکر نہیں ہے کہ یہ اذان امام کے سامنے کھڑے ہو کر ہوا کرتی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

پھر جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو حضرت عثمانؓ نے اور ایک قول ہے کہ حضرت عمرؓ نے اور ایک قول کے مطابق امیر معاویہؓ نے حکم دیا کہ جمعہ کے لئے منارہ پر اذان دی جایا کرے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ 24ھ میں حضرت عثمان غنیؓ نے جمعہ کیلئے مینار پر اذان دینے کا اضافہ کیا تاکہ لوگ سن لیا کریں اور مسجد میں پہنچ جایا کریں۔ مکہ معظمہ میں جس نے سب سے پہلے جمعہ کی اذان کا سلسلہ شروع کیا وہ حجاج ابن یوسف ہے۔

<u>اذانوں کے بعد زور سے درود پڑھنے کی رسم</u>...... جہاں تک پہلی اذان سے پہلے ذکر کرنے کا تعلق ہے تو یہ وہ تسبیح ہے جو 700ھ کے بعد خلیفہ ناصر محمد ابن قلاؤن کے زمانے میں جاری ہوئی۔ اُدھر اذان دینے کے بعد مینار پر کھڑے ہوتے ہوئے ہی آنحضرت ﷺ پر درود سلام بھیجنے کا وہ طریقہ شروع کیا گیا جو آج تک (یعنی مؤلف کے زمانے تک) جاری ہے۔ یہ درود سلام مغرب کے علاوہ دوسری اذانوں میں جاری ہے اور اس کو سب سے پہلے سلطان منصور حاجی ابن اشرف شعبان ابن حسن ابن محمد ابن قلاؤن کے ذریعہ خلیفہ محتسب نجم الدین طبدی کے حکم پر شروع کیا گیا۔ یہ طریقہ 800ھ کے آخری دور میں شروع کیا گیا جو آج تک جاری ہے لیکن یہ درود سلام کا طریقہ صبح کی دوسری اذان اور جمعہ کی اول اذان کے سوا دوسری اذانوں میں رائج ہے۔ جہاں تک صبح کی دوسری اذان اور جمعہ کی مذکورہ اذان کا تعلق ہے تو ان دونوں اذانوں میں اذان سے پہلے آنحضرت ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے۔ یہ طریقہ صلاح الدین ایوب کے دور میں جاری ہوا۔

غالباً اس طریقہ کو جاری کرنے میں یہ حکمت یا سبب رہا ہو گا کہ جہاں تک فجر کی پہلی اذان کا تعلق ہے تو اس میں پہلے درود سلام پڑھنا اس لئے شروع کیا گیا تاکہ لوگ جاگ جائیں اور جمعہ کی اول وقت کی اذان سے پہلے اس لئے تاکہ جمعہ کی نماز کے لئے لوگ متوجہ ہو جائیں اور جلد از جلد مسجد میں پہنچ جائیں کیونکہ جمعہ کے دن یہی بات مطلوب ہے۔

واضح رہے کہ جہاں تک مسنون طریقہ کا تعلق ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ اذان سے فارغ ہونے کے بعد آہستہ سے درود پڑھا جائے۔ چنانچہ مسلم شریف میں حدیث ہے کہ جب تم مؤذن کی آواز سنو تو تم بھی اذان کے کلمے دہراؤ اور اس کے بعد مجھ پر درود پڑھو۔ چنانچہ اسی پر تکبیر اقامت کو بھی قیاس کیا گیا اور اس طرح اذان اور تکبیر کے بعد کے وہ موقعے ہیں جن میں آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے جس کی بنیاد حق تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے کہ۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ یعنی ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔ اس ارشاد کی تفصیل کرتے ہوئے ایک قول میں کہا گیا ہے کہ جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے آپ کا ذکر میرے ساتھ ہوتا ہے۔

مگر یہ ذکر اذان اور تکبیر کے فارغ ہونے کے بعد ہوتا ہے اس کے شروع ہونے کے وقت نہیں جیسا کہ بعض بستیوں میں ہوتا ہے کہ نماز کے لئے تکبیر کہنے والا تکبیر کے شروع میں یوں کہتا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اس طرح کہنا بدعت ہے۔

<u>اذان میں تصنع کے ساتھ سُر نکالنا بدعت ہے</u>...... اسی طرح اذان میں گانوں کے سے سُر اور طرز نکالنا بھی بدعت ہے امام شافعی نے لکھا ہے کہ اذان میں الفاظ کو کھینچ کھینچ کر کہنا اور حلق سے پورے زور کی آواز نکالنا غلط ہے بلکہ اذان سیدھے سادے انداز میں ہونی چاہئے۔

اسی طرح نماز کے دوران مقتدیوں تک امام کی تکبیریں پہنچانے کے لئے مؤذن کا بلند آواز سے تکبیرات کہنا بھی بدعت ہے۔ مگر بعض فقہاء نے کہا ہے کہ چونکہ اس میں نفع اور فائدہ ہے اس لئے اس میں

Presented by Ziaraat.Com

کوئی حرج نہیں ہے نفع یہ ہے کہ اگر مقتدیوں تک امام کی آواز نہیں پہنچ رہی ہے تو تکبیر کہنے والے کی تکبیرات سے مقتدیوں تک آواز پہنچ جائے گی۔ لیکن اگر مقتدیوں تک آواز پہنچ رہی ہے تو ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔

چنانچہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس طرح بلند آواز سے بکر کا نماز میں تکبیرات کہنا چاروں اماموں کے نزدیک متفقہ طور پر ایک ناپسندیدہ بدعت ہے اگر اس کے بغیر بھی امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچ رہی ہو۔ یہاں منکریاناپسندیدہ سے مراد مکروہ ہے۔

جہاں تک سحر کے وقت میں تسبیحات جاری ہونے کا تعلق ہے تو یہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اس وقت ہوئی جبکہ وہ میدان تیہ میں تھے۔ پھر یہ اس وقت تک جاری رہی جبکہ داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر فرمائی۔ اس میں انہوں نے ایک جماعت مرتب کی بیت المقدس میں ایک تہائی رات تک اور پھر تہائی رات سے فجر کے وقت تک وہ جماعت آلات کے ذریعہ یہ اعلان کراتی تھی۔

ہماری امت میں اس طریقہ کی ابتداء مصر سے ہوئی۔ اس کا حکم یعنی ان تسبیحات کو سحر کے وقت میں کرو یئے جانے کا حکم مصر کے امیر مسلمہ ابن مخلد نے دیا تھا جو حضرت امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے امیر مقرر کئے گئے تھے جب وہ مصر کی جامع عمرو میں اعتکاف کے لئے بیٹھے تو انہوں نے ناقوس کی بلند آوازیں سنیں۔ انہوں نے اس کی شکایت شرجیل ابن عامر سے کی جو وہاں کے مؤذنوں کے ناظم تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس طریقہ کو آدھی رات سے صبح کے قریب تک کر دیا۔

یہ مسلمہ امیر معاویہ کی طرف سے عتبہ ابن سفیان کے بعد مصر کے گورنر بنے تھے جو امیر معاویہ کے بھائی تھے خود یہ عتبہ مصر کے گورنر حضرت عمرو ابن عاص کے انتقال کے بعد بنے تھے۔ اسی قول سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت عمرو ابن عاص مصر میں ہی دفن ہیں۔ یہ عتبہ ابن سفیان نہایت فصیح اور عمدہ خطیب اور مقرر تھے۔

مشہور ادیب اصمعی کا قول ہے کہ بنی امیہ میں دو ہی خطیب سب سے زبردست ہیں ایک عتبہ ابن ابوسفیان اور دوسرے عبدالملک ابن مروان۔ ایک دن عتبہ نے مصریوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے کہا۔

"اے مصر کے لوگو! تمہاری زبانوں پر حق اور سچائی کی تعریف بہت کم ہو گئی ہے جبکہ باطل چیزوں کی برائی تم ضرور کرتے ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گدھا بڑی بڑی کتابوں کا بوجھ لاد کر چلتا ہے اور اس بوجھ کو وہ محسوس بھی کرتا ہے مگر ان کتابوں میں جو علم پوشیدہ ہے اس سے گدھا بے خبر ہی رہتا ہے۔ اب میں تمہاری بیماریوں کا علاج تلوار ہی سے کروں گا۔ لیکن جہاں کوڑے سے کام چل جائے گا وہاں تلوار استعمال نہیں کروں گا اور جہاں تم ہنٹر سے سیدھے ہو جاؤ وہاں کوڑا استعمال نہیں کروں گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے تم پر جو لازم کر دیا ہے اس کو اپنے اوپر لازم کر لو اور جو تمہارے لئے اللہ نے ہم پر فرض کر دیا ہے اس کے مستحق بن جاؤ آج کا دن وہ ہے کہ نہ اس میں عتاب و سزا ہے اور نہ اس کے بعد ہے۔"

حضرت عتبہ کے جو قول مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ کانوں میں بے شمار باتیں پڑ جائیں تو وہ سمجھ اور عقل کو گمراہ کر دیتی ہیں۔

ایک روز انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا۔ نعمتوں کو صحیح استعمال کر کے ان کے مستحق بنو اور ان پر شکر کر کے زیادہ مانگنے کے حق دار بنو۔

Presented by Ziaraat.Com

جہاں تک مسلمہ کا تعلق ہے تو یہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے مسجدوں میں اذان دینے کے لئے منبر بنائے۔ ان کے بعد جب احمد ابن طولون مصر کا گورنر بنا تو اس نے مسجدوں میں کچھ جماعتیں متعین کیں جو ہر وقت ذکر و تسبیح اور اللہ کی حمد بیان کرتی رہتی تھیں۔ پھر جب سلطان صلاح الدین یوسف ابن ایوب کا دور آیا تو انھوں نے لوگوں کو اشعری مسلک کی طرف متوجہ کیا اور ان سے فاطمیوں کے عقیدے چھڑائے۔ پھر انہوں نے موذنوں کو حکم دیا کہ وہ تسبیح کے وقت ان کے صحیح عقیدے کا بھی اعلان کیا کریں۔

میں نے ان عقائد کا مجموعہ دیکھا ہے جو صرف تین ورقوں کا ہے۔ مگر مجھے اس مضمون کے مؤلف کا نام معلوم نہیں ہے۔ چنانچہ اس شاہی فرمان کے بعد مؤذن ہمیشہ اس ہدایت پر عمل کرتے رہے۔

یہود مدینہ حسد کی آگ میں

قرآن پاک میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا الآیۃ پ ۵ سورۂ نساء ع ۹

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے پاس کو بھی نہیں نکلتے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے سبب کے متعلق ایک قول ہے کہ یہودیوں نے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں کہا تھا کہ جب سے انہوں نے مدینہ میں قدم رکھا ہے یہاں کے پھل کم بھی ہو گئے اور ان کے بھاؤ بھی چڑھ گئے۔

اس پر حق تعالیٰ نے ان کو جواب دیا کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہوتی ہے وہی رزق کو پھیلاتا ہے اور وہی اس کو تنگ کر دیتا ہے۔

جب مدینہ میں اسلام کی قوت و شوکت بڑھی تو یہودیوں کے بہت سے عالم آنحضرت ﷺ کی دشمنی پر کمربستہ ہو گئے۔ اس پر حق تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ الآیۃ پ ۴ سورۂ آل عمران ع ۲

ترجمہ: واقعی بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جس قدر ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے ایک دوسرے موقعہ پر حق تعالیٰ نے فرمایا۔

إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا الآیۃ پ 4 سورۂ آل عمران ع ۲

ترجمہ: اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو ان کے لئے موجب رنج ہوتی ہے اور اگر تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں۔

امّ المومنین کے باپ اور چچا کی نفرت...... حضرت امّ المومنین صفیہ بنت حیی سے روایت ہے کہ میں اپنے والد کی سب سے چہیتی اولاد تھی اور یہی حال میرے ساتھ میرے چچا ابی یاسر کا تھا۔ یہ دونوں یہودیوں کے بہت بڑے عالم اور سربر آوردہ لوگوں میں سے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینے تشریف لائے تو یہ دونوں کے دونوں آپ کے پاس گئے شام کو جب دونوں واپس آئے تو میں نے اپنے چچا کی آواز سنی جو میرے والد سے کہہ رہے تھے۔

"کیا یہ وہی ہیں۔"

میرے والد نے کہا "ہاں خدا کی قسم وہی ہیں۔"

پھر میرے چچا نے کہا کہ کیا تم ان کو پہچان گئے اور ان پر یقین کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں۔"

پھر ابوامامہ نے کہا کہ پھر ان کے لئے تمہارے دل میں کیا جذبہ ہے۔

تو میرے والد نے کہا۔

"خدا کی قسم جب تک دم میں دم ہے ان کی دشمنی اور عداوت کا ہی جذبہ ہے!"

کینہ وحسد کی انتہا...... ایک روایت میں حضرت صفیہ ہی بیان کرتی ہیں کہ میرے چچا ابویاسر آنحضرت ﷺ کی مدینہ تشریف آوری پر آپ کے پاس گئے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کا کلام سنا اور آپ سے باتیں کیں۔ اس کے بعد جب وہ اپنی قوم کے پاس واپس آئے تو یہودیوں سے بولے۔

"اے میری قوم کے لوگو! میری بات مانو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس اس نبی کو بھیج دیا ہے جس کا تم انتظار کیا کرتے تھے۔ اب تمہیں چاہئے کہ ان کی پیروی واطاعت کرو ان کی مخالفت ہر گز مت کرو۔"

اس کے بعد میرے باپ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے انہوں نے بھی آنحضرت ﷺ کی باتیں سنیں اور اس کے بعد اپنی قوم میں واپس آئے اور ان سے کہنے لگے۔

"میں ابھی اسی شخص کے پاس سے آرہا ہوں خدا کی قسم میں ہمیشہ اس کا دشمن رہوں گا!"

اس پر ان کے بھائی ابویاسر نے ان سے کہا۔

"میرے ماں جائے! کم از کم اس معاملے میں تم میری بات مان لو۔ اس کے علاوہ اور ہر معاملہ میں تم میری مخالفت کر لینا۔ اس طرح تم ہلاکت اور تباہی کے غار میں گرنے سے بچ جاؤ گے۔"

یہود کی دریدہ دہنیوں پر آیات قرآنی کا نزول...... مگر میرے والد نے کہا خدا کی قسم ہم ہرگز تمہاری بات نہیں مانیں گے (ی) نتیجہ یہ ہوا کہ آخر ابویاسر بھی بھائی کے تیور دیکھ کر اس کے ساتھ ہو گیا اور اس کے بعد یہ دونوں کے دونوں یہودیوں میں آنحضرت ﷺ کے سب سے بڑے دشمن بنے اور جہاں تک ان سے بن پڑتا تھا یہ دونوں اپنی قوم کے لوگوں کو اسلام سے بچانے کی کوششیں کرتے رہتے تھے۔ اس پر حق تعالیٰ نے ان دونوں اور ان کے دوسرے ہمنواؤں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ الآیہ ۱۰۹

پ۱ سورۂ بقرہ ع ۱۳

ترجمہ: ان اہل کتاب یعنی یہود میں سے بہتیرے دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے پھر کافر کر ڈالیں محض حسد کی وجہ سے جو کہ خود ان کے دلوں ہی سے جوش مارتا ہے حق واضح ہوئے پیچھے۔

کہا جاتا ہے کہ جب یہ آیت پاک نازل ہوئی۔

مَن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ الآیہ پ ۲۷ سورۂ حدید ع ۲

ترجمہ: کوئی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر خدائے تعالیٰ اس پر دیئے ہوئے ثواب کو اس شخص کے لئے بڑھاتا چلا جاوے اور اس کے لئے جو پسندیدہ ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

حق تعالیٰ کی شان میں بد زبانی..... تو اسی حیی ابن اخطب نے کہا کہ ہم سے ہمارا رب بھی قرض مانگ رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ فقیر ہی مالدار سے قرض مانگا کرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ الآیۃ ۱۸۱ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۹

ترجمہ: اے بیشک اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے ان لوگوں کا قول جنہوں نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں۔

اس آیت کے نازل ہونے کے سبب میں ایک قول یہ ہے کہ ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مدراس گئے اور انہوں نے فنحاص سے کہا۔

"اللہ سے ڈرو اور مسلمان ہو جاؤ۔ خدا کی قسم تم دل سے اس بات کو جانتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ کے رسول ہیں!"

اس نے کہا

"اے ابو بکر۔ خدا کی قسم ہم اللہ کے محتاج اور فقیر نہیں بلکہ اللہ ہی ہمارا محتاج اور فقیر ہے!"

حضرت ابو بکرؓ کا غصہ..... حضرت ابو بکرؓ اس گستاخ کی یہ بکواس سنکر اس قدر غضبناک ہوئے کہ انہوں نے فنحاص کے منہ پر پوری قوت سے طمانچہ مارا اور کہا۔

"خدا کی قسم اگر تمہارے یعنی یہودیوں کے اور ہمارے درمیان امن و صلح کا وہ معاہدہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔"

فنحاص نے اس معاملے کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ اس پر حضرت ابو بکر نے اس گستاخ کی بد زبانی کا حال آپ کو بتلایا۔ مگر اس وقت فنحاص اپنی کہی ہوئی بات سے انکاری ہو گیا کہ میں نے اسی بات نہیں کہی تھی۔ اس پر حق تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جو پیچھے بیان ہوئی۔

اسی آیت کے نازل ہونے کے سبب میں ایک قول اور بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو فنحاص ابن عازوراء کے پاس ایک خط دے کر بھیجا تھا۔ یہ شخص بنی قینقاع کے یہودیوں میں اپنے علم اور مرتبہ میں ایک ہی ایک تھا۔ اس کی یہ حیثیت حضرت عبد اللہ ابن سلام کے مسلمان ہونے کے بعد بنی تھی کیونکہ جب تک وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے تو یہودیوں میں سب سے بڑے عالم اور مرتبہ والے وہی تھے اس خط یا تحریر میں آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کو اسلام قبول کرنے نمازیں قائم کرنے زکوٰۃ ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دینے کی دعوت دی تھی۔ فنحاص نے جب یہ خط پڑھا تو کہنے لگا۔

"کیا تمہارا رب اس قدر محتاج ہو گیا ہے کہ اب ہم اس کی مدد کریں گے۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ "اے ابو بکر! تم یہ سمجھتے ہو کہ ہمارا رب ہم سے ہمارا مال قرض کے طور پر لے گا۔ قرض تو فقیر اور مفلس آدمی مالدار سے لیا کرتا ہے۔ اس لئے جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر وہ سچ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ عزّو جل فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں!"

اس پر حضرت ابو بکر نے فنحاص کے منہ پر پوری قوت سے تھپڑ مارا۔ اسی کے متعلق حضرت ابو بکر نے پھر فرمایا۔

Presented by Ziaraat.Com

"میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ تلوار مار کر اس کا کام تمام کر دوں مگر صرف اس خیال سے رک گیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے وہ خط دیا تو یہ فرمایا تھا کہ میرے پاس واپسی تک تم کوئی بات اپنی طرف سے مت کرنا۔"

آنحضرت ﷺ سے شکایت...... غرض اس کے بعد فنحاص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور حضرت ابو بکرؓ کی شکایت کی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی شکایت سن کر صدیق اکبر سے فرمایا۔

"تم نے ایسا کیوں کیا۔"

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! اس نے بہت بڑی بات کہہ دی تھی۔ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کے لئے مجھے غصہ آگیا تھا"

فنحاص یہ سن کر فوراً اپنی بات سے مکر گیا اور کہنے لگا میں نے یہ بات نہیں کہی تھی۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ کی بات کی تصدیق میں وہ آیت نازل ہوئی تھی۔

ایک یہودی نے علماء سے اس سلسلے میں یہ کہا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے قرض مانگا تھا اس لئے ہم نے یہ بات کہی تھی۔ اس پر ان علماء نے جواب دیا۔

"اگر اللہ تعالیٰ تمہارے سے اپنے لئے قرض مانگتا ہے تو وہ فقیر ہے لیکن اگر وہ تم سے تمہارے ہی فقیروں اور مفلسوں کے لئے مانگتا ہے اور پھر اس دیئے ہوئے کو پورا کر دیتا ہے تو بے شک وہ مالدار اور زبردست تعریفوں والا ہے۔"

یہود کی طرف سے آنحضرت ﷺ پر سحر...... یہودیوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ اور اسلام کے لئے جو زبردست نفرت اور دشمنی تھی اس کی ایک مثال یہ ہے کہ لبید ابن اعصم یہودی نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ان بالوں پر سحر کر دیا تھا جو کنگھی کرتے ہوئے نکل آتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ خود کنگھی کے دانتوں پر سحر کیا تھا۔ یہ بال ایک یہودی غلام نے ان یہودیوں کو لے جا کر دیئے تھے۔ یہ غلام آنحضرت ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔

اس شخص لبید ابن اعصم نے آنحضرت ﷺ کی شکل کا ایک پتلا بنایا تھا جو موم کا بنا ہوا تھا۔ ایک قول ہے کہ آٹے کا پتلا بنایا تھا پھر اس نے اس پتلے میں سوئیاں چبھائیں جن میں تانت پروئی گئی تھی۔ اس کے بعد اس نے اس تانت میں گیارہ گرہیں لگائیں۔ ایک قول ہے کہ گرہوں میں سوئیاں چبھائی تھیں پھر اس نے یہ پتلا ایک پہاڑ کے پاس ذی اردان کے کنوئیں میں دفن کر دیا۔

کنوئیں میں جادو کا پُتلا...... حق تعالیٰ نے اس کنوئیں کے پانی کو بدذائقہ اور خراب کر دیا تھا اس کی شکل ہی اتنی بگڑ گئی تھی کہ یہ گھلا ہوا چوڑا معلوم ہوتا تھا۔ غرض اس شخص کے جادو کا اثر یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے جو کام نہیں کیا اس کے متعلق آپ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ نے وہ کام کیا ہے۔ آپ پر یہ کیفیت ایک سال تک رہی۔ ایک قول ہے کہ چھ مہینے تک رہی۔ اور ایک قول ہے کہ چالیس دن تک رہی۔

آنحضرت ﷺ پر سحر کا اثر اور اس کی مدت...... اس اختلاف کے سلسلے میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ ممکن ہے اس کیفیت کی کل مدت ایک سال رہی ہو لیکن اس میں شدت اور زیادتی چالیس دن رہی ہو۔ مگر ایک قول ہے کہ شدت تین دن تک رہی۔ اس بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ اس چالیس دن کی شدت میں تین دن

Presented by Ziaraat.Com

سب سے زیادہ شدید گزرے۔ لہٰذا اس سے بھی کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی سال بھر یا چھ مہینے میں بہت زیادہ شدید کیفیت چالیس دن رہی اور چالیس دن میں سب سے زیادہ شدت تین دن رہی اس کے بعد آپ پر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا۔

"ایک یہودی شخص نے آپ پر سحر کیا ہے اور اس سحر میں اس نے کچھ گرہیں لگا کر اس پشتارے کو فلاں جگہ دفن کیا ہے۔"

انکشاف اور پتلے کی برآمدگی...... اس اطلاع پر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو وہاں بھیجا جو اس کو وہاں سے نکال کر لائے چنانچہ جوں جوں وہ ان گرہوں کو کھولتے جاتے تھے آنحضرت ﷺ کو اپنی اس کیفیت میں کمی محسوس ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ آخرکار آپ نے ایسا محسوس کیا جیسے کسی بندھن سے آزاد ہو گئے ہوں۔

سحر کرنے کے لئے آسمانی علاج کا نزول...... ایک روایت میں ہے کہ اس یہودی نے وہ جادو کا پشتارہ ایک قبر میں دفن کیا تھا۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ فلق اور سورۃ الناس نازل فرمائی جن میں کل ملا کر گیارہ آیتیں ہیں یعنی سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ میں پانچ آیتیں اور سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ میں چھ آیتیں ہیں۔ آپ ان میں سے جوں ہی ایک آیت پڑھتے ایک گرہ کھل جاتی یہاں تک کہ اس کی تمام گرہیں کھل گئیں۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب اس پتلے کو نکال کر لایا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ اس میں ایک تانت ہے جس میں گیارہ گرہیں پڑی ہوئی ہیں مگر کوئی شخص بھی ان گرہوں کو نہ کھول سکا۔ اس پر معوذتین یعنی وہی دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔ حضرت جبرئیل جوں ہی ان کی آیتیں پڑھتے جاتے ایک ایک گرہ کھلتی جاتی۔ ساتھ ہی آنحضرت کو ہر گرہ کے کھلنے پر سکون اور کمی ہوتی جاتی۔ یہاں تک کہ جب آخری گرہ کھل گئی تو آپ نے ایسا محسوس کیا جیسے آپ کسی بندش سے آزاد ہو گئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی شفایابی...... اس عمل کے دوران حضرت جبرئیلؑ یہ الفاظ کہتے جاتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يُؤْذِيْكَ

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ پر دم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر اس بیماری سے شفا دینے والا ہے جو آپ کو ستاتی ہے۔

غالباً حضرت جبرئیل یہ دعا ہر گرہ کے کھلنے پر پڑھتے جاتے تھے جبکہ وہ آیت پڑھ چکتے تھے۔ یہ واقعہ معاہدۂ حدیبیہ اور غزوۂ خیبر کے درمیانی عرصہ میں پیش آیا تھا۔

واقعۂ سحر کی تفصیل...... ایک قول ہے کہ غزوۂ خیبر کے بعد جن یہودیوں نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا تھا اور مدینہ میں رہ گئے تھے وہ سب سردار ایک دن اسی لبید ابن اعصم کے پاس آئے جو یہودیوں میں سب سے بڑا ساحر اور جادوگر تھا۔ ان لوگوں نے لبید سے کہا۔

"اے ابو اعصم! ہمارے کچھ لوگوں نے محمد ﷺ پر سحر کیا تھا مگر اس سے کچھ بھی نہ بنا۔ یعنی اس سحر کا آپ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اب تم دیکھ ہی رہے ہو کہ ان کا معاملہ ہمارے لئے کتنا سخت ہو گیا ہے وہ کس قدر ہمارے دین کی مخالفت کر رہے ہیں اور ہم لوگ کو کس طرح قتل اور جلا وطن کر رہے ہیں۔ اب ہم تم سے درخواست کرتے ہیں کہ تم ان پر سحر کرو جس کے بدلے میں ہم تمہیں تین دینار دیں گے!"

چنانچہ اس پر لبید نے آنحضرت ﷺ پر سحر آزمایا۔ پھر آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے پاس دو

Presented by Ziaraat.Com

شخص آئے (ی) یہ دونوں حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام تھے جیسا کہ بعض دوسری سندوں کے ساتھ اس حدیث میں ذکر ہے۔ ان دونوں میں سے ایک میرے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پائنتی بیٹھ گیا۔ اس کے بعد ایک نے کہا۔

"ان صاحب کو کیا شکایت ہے۔"

دوسرے نے کہا کہ ان پر سحر کر دیا گیا ہے۔ اس نے پوچھا سحر کس نے کیا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ لبید ابن اعصم نے۔ اس نے کہا کس چیز کے ذریعہ سحر کیا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ بالوں اور کنگھی کے ذریعہ۔

ایک روایت میں مشافہ کا لفظ ہے جس کے معنی بھی کنگھی کے ہیں۔ ایک قول ہے کہ اسی کی چھال یا جڑ کو کہتے ہیں یعنی نر کھجور کے درخت کی چھال۔

پھر اس نے کہا کہ سحر کا وہ پشتارہ کہاں ہے۔ دوسرے نے کہا کہ وہ ذی ذروان کے کنویں میں دفن ہے ا یہ ذروان مروان کے وزن پر ہے۔ ایک قول ہے کہ ذی اروان کے کنویں میں ہے۔ ایک روایت میں صرف ذروان مروان کے وزن پر ہے۔ ایک قول ہے کہ ذی اروان کے کنویں میں ہے۔ ایک روایت میں صرف ذروان کا کنواں کہا گیا ہے جو صرف امتاع کی روایت ہے۔

غرض اس نے کہا کہ وہ پشتارہ ذی ذروان کے کنویں میں پانی میں ایک پتھر کے نیچے چھپایا ہوا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اس سحر کی دوا کیا ہے۔ تو دوسرے نے کہا۔

"کنویں کا پانی نکالو اور پھر اس پتھر کو پلٹ کر دیکھو اس کے نیچے ایک پتھر کا پیالہ ہے اس پر ایک پتلا رکھا ہوا ہے جس میں گیارہ گرہیں پڑی ہوئی ہیں اس پتلے کو جلا دو تو اللہ کے حکم سے اس سحر کا اثر دور ہو جائے گا!"

ساحر کا اقبال جرم ...... غرض پھر لبید کو آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ اس کے بعد جب لبید نے اپنے اس جرم کا سبب دیناروں کا لالچ بتلا کر معافی مانگی تو آنحضرت ﷺ نے اس کو معاف فرما دیا۔ اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ نے لبید کو قتل کیوں نہیں کرا دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

"مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے بچا لیا اس کے پیچھے اس سے زیادہ سخت بات اللہ کے عذاب کی صورت میں ہے۔"

اب گزشتہ ان دونوں روایتوں میں اختلاف ہے جن میں سے ایک میں ہے کہ آپ جبرئیل علیہ السلام نے آکر بتلایا تھا کہ آپ پر فلاں یہودی نے سحر کیا ہے۔ اور دوسری میں ہے کہ آپ کے پاس دو شخص یعنی دو فرشتے آئے۔

ادھر آنحضرت ﷺ کا اس ساحر اور جادوگر کو قتل نہ کرانا غالباً اس قول کے خلاف ہے جس کے مطابق ساحر کو قتل کرنا ضروری ہے۔ مگر ہمارے یعنی شافعی فقہاء کے نزدیک اس کا قتل ضروری نہیں۔ یعنی ساحر کو اس وقت تک قتل نہیں کیا جاتا جب تک کہ اس کے سحر میں پھنسا ہوا شخص مر نہ گیا ہو۔ لبید نے یہ اعتراف کر لیا تھا کہ اس کے سحر سے اکثر موت ہو جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ لبید پہلا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی صفات سے انکار کیا ہے۔ جہم ابن صفوان نے بھی اسی طرح صفات باری کی نفی کی ہے اور اس نے اپنے اس عقیدہ کو شہرت دی۔ اسی وجہ سے اس کے ماننے والوں کے فرقہ کو فرقہ جہمیہ کہا جاتا ہے۔

www.Ziaraat.Com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

السلام نے آکر بتلایا تھا کہ آپ ﷺ پر فلاں یہودی نے سحر کیا ہے۔ اور دوسری میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس دو شخص یعنی دو فرشتے آئے۔

ادھر آنحضرت ﷺ کا اس ساحر اور جادوگر کو قتل نہ کرانا غالباً اس قول کے خلاف ہے جس کے مطابق ساحر کو قتل کرنا ضروری ہے، مگر ہمارے یعنی شافعی فقہاء کے نزدیک اس کا قتل ضروری نہیں، یعنی ساحر کو اس وقت تک قتل نہیں کیا جاتا جب تک کہ اس کے سحر میں پھنسا ہوا شخص مر نہ گیا ہو، لبید نے یہ اعتراف کر لیا تھا کہ اس کے سحر سے اکثر موت ہو جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ لبید پہلا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی صفات سے انکار کیا ہے، جہم ابن صفوان نے بھی اسی طرح صفات باری کی نفی کی ہے اور اس نے اپنے اس عقیدہ کو شہرت دی، اسی وجہ سے اس کے ماننے والوں کے فرقہ کو فرقہ جہمیہ کہا جاتا ہے۔

غرض جب ان دونوں شخصوں نے آکر آنحضرت ﷺ کے سامنے وہ گفتگو کی اور اس سحر کے پشتارے کی جگہ بتلائی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت عمار ابن یاسرؓ کو اس کنویں پر بھیجا اور وہ اس سحر کو وہاں سے نکال لائے۔ ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حکم پر جس نے سحر کا وہ پشتارہ نکالا وہ قیس ابن محصن تھے۔

مگر صحیح میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اس کنویں پر تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کا پانی ایسا خراب ہو گیا تھا جیسے مہندی میں گھلا ہوا چھوڑا ہوتا ہے غرض پھر آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کی جماعت نے اس کنویں میں سے سحر کا وہ پتلا نکالا۔

اب اس بارے میں کئی روایتیں جمع ہو گئی ہیں ایک یہ کہ آپ ﷺ نے وہ پتلا نکالنے کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا۔ دوسری یہ کہ آپ ﷺ نے علی اور عمار ابن یاسر کو بھیجا۔ تیسری یہ کہ آپ ﷺ نے قیس ابن محصن کو اس کے نکالنے کا حکم دیا۔ اور چوتھی یہ کہ آپ ﷺ خود صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اس کو نکالنے کے لئے تشریف لے گئے، ان مختلف روایتوں میں موافقت کی ضرورت ہے۔

غرض آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس پتلے میں ایک تانت ہے جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی ہیں اور ہر گرہ میں ایک سوئی پروئی ہوئی ہے، پھر آپ ﷺ پر معوذتین نازل ہوئیں چنانچہ آپ ﷺ ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور گرہیں کھلتی جاتیں یہاں تک کہ تمام گرہیں کھل گئیں اور ساتھ ہی آپ ﷺ پر جو اثر تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔

گزشتہ روایت میں تھا کہ یہ آیتیں جبرئیل علیہ السلام پڑھتے جاتے تھے مگر اس سے کوئی شبہ پیدا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ممکن ہے دونوں پڑھ رہے ہوں اور یا یہ کہ جبرئیل علیہ السلام کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیتیں پڑھی ہوں۔

کتاب امتاع میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ نے اس سحر کے پتلے کو کنویں میں سے نکالا نہیں تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"نہیں، جہاں تک میرا تعلق تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سحر سے نجات عطا فرما دی تھی اس لئے میں نے اسے پسند نہیں کیا کہ لوگوں میں برائی پھیلے!"

اس سوال سے حضرت عائشہؓ کی مراد یہ تھی کہ آپ ﷺ نے بالوں اور کنگھی کے سحر کو نکال کر دیکھا

Presented by Ziaraat.Com

نہیں تھا، اس پر آپ ﷺ نے یہ جواب دیا کہ میں نے لوگوں میں برائی کو پھیلانا پسند نہیں کیا۔

اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن بطال کہتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ اس سحر کو باہر نکالیں اور پھر دیکھنے والوں میں سے کوئی اس سحر کو دیکھ لے، یہ وہ برائی تھی جس کو پھیلانا آپ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔

علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ ممکن ہے شر اور برائی سے مراد اس کے سوا کوئی اور بات ہو، مثلاً اگر اس پشتارہ کو نکال کر لوگوں میں شہرت دی گئی تو ممکن ہے مسلمانوں کی کوئی جماعت غصہ میں آکر اس شخص کو قتل کر دے جو اس سحر کا ذمہ دار تھا، جس کے جواب میں اس یہودی کے خاندان والے بگڑ اٹھیں اور نتیجہ کے طور پر کوئی فتنہ و فساد پھیل جائے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ نے جھاڑ پھونک وغیرہ کا استعمال نہیں فرمایا؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سوال میں جھاڑ پھونک اور منتر کے استعمال میں کراہت نہ ہونے کی دلیل موجود ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے اس سوال پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا، لیکن اکثر علماء نے منتر اور افسون کے استعمال کو مکروہ کہا ہے، اس کی دلیل میں وہ ابوداؤد کی مرفوع حدیث پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ افسوں اور منتر شیطانی کام ہیں، اس روایت کو اس افسوں اور منتر پر بھی محمول کیا گیا ہے جس میں ایسے نام بھی شامل ہوتے ہیں جو نا قابل فہم ہوتے ہیں!

غرض آنحضرت ﷺ نے جب اس کنویں کے پانی کا یہ حال دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کو پاٹ دینے کا حکم دیا، چنانچہ وہ کنواں پاٹ کر دوسرا کنواں کھود دیا گیا، جہاں یہ کنواں پاٹا گیا اسی کے قریب جو دوسرا کنواں کھودا گیا اس کی کھدائی میں آنحضرت ﷺ نے خود بھی حصہ لیا، یہاں تک کتاب امتاع کا حوالہ ہے جو گزشتہ تفصیلات کی روشنی میں قابل غور ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ پر سحر کرنے والا لبید نہیں تھا بلکہ لبید کی بہنیں یعنی اعصم کی بیٹیاں تھیں ان میں سے ایک لڑکی ایک روز حضرت عائشہؓ کے پاس گئی جہاں اس نے حضرت عائشہؓ کو یہ کہتے سنا کہ آنحضرت ﷺ کی بینائی میں کچھ شکایت ہو گئی، اس کے بعد وہ وہاں سے اپنی بہنوں کے پاس واپس آئی اور ان کو آنحضرت ﷺ کی یہ کیفیت بتلائی، اس پر ان میں سے ایک نے کہا۔

"اگر وہ نبی ہیں تو ان کو ہمارے اس سحر کی خبر مل جائے گی اور اگر کچھ اور ہیں تو یہ سحر بہت جلد ان کے حواس خبط کر دے گا جس سے عقل جاتی رہے گی۔"

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اس سحر کی اطلاع دیدی اور اس جگہ کی بھی نشان دہی فرمادی، اب ان دونوں روایتوں میں شبہ ہوتا ہے کہ آیا سحر کرنے والا لبید تھا یا اس کی بہنیں تھیں۔

ان دونوں باتوں میں موافقت پیدا کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ اصل میں سحر کرنے والیاں تو لبید کی بہنیں ہی تھیں مگر اس سحر کی نسبت لبید کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ حدیث کے مطابق وہی اس سحر کے پشتارہ کو لے کر گیا تھا اور اسی نے اس کو کنویں کی تہہ میں دفن کیا تھا۔ (ی) یا قبر میں دفن کیا تھا جیسا کہ بیان ہوا۔ خود کنویں اور قبر کی روایتوں میں بھی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ لبید نے پہلے اس پتلے کو کچھ عرصہ تک کسی خاص تاثیر کے لئے کسی قبر میں رکھا، اور پھر وہاں سے نکال کر اس کنویں کی تہہ میں دفن کیا۔ روایتوں میں کنویں کے

Presented by Ziaraat.Com

پتھر کے نیچے اس پتلے کو چھپانے کا ذکر ہے، یہ پتھر یا تو کنویں کے منہ پر رکھا جاتا ہے جس پر پانی پینے والے لوگ کھڑے ہوتے ہیں اور کبھی کنویں کی تہہ میں رکھا جاتا ہے جس پر کھڑے ہو کر کنویں کی صفائی کرنے والا صفائی کرتا ہے، ان میں اور کبھی کنویں کی تہہ میں رکھا جاتا ہے جس پر کھڑے ہو کر کنویں کی صفائی کرنے اولا صفائی کرتا ہے۔ ان روایتوں میں جو تذکرہ ہے اس کے مطابق یہ دوسرا پتھر ہی مراد ہے جس کے نیچے اس سحر کو دفن کیا گیا تھا۔

سحر کی حقیقت :۔..... کتاب نہر میں ابو حیان کا قول ہے کہ قرآن پاک کی آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سحر اور جادو ایک تخیلی اور نظر بندی کی قسم کی چیز ہوتا ہے جو حقیقت اور کسی چیز کے اصل وجود کو تبدیل نہیں کر سکتا (صرف تخیل پر اثر ڈالتا ہے جس سے آدمی کو حقیقت بدلی ہوئی شکل میں نظر آتی ہے ورنہ حقیقت میں وہ بدلتی نہیں ہے) اس بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جادو اور سحر کا وجود تھا۔

جہاں تک ہمارے موجودہ زمانے (یعنی مؤلف کے زمانے) کا تعلق ہے تو سحر اور جادو کی کتابوں وغیرہ سے ہمیں اس کے بارے میں جس حد تک پتہ چلا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ محض جھوٹ اور بے بنیاد لغو چیز ہے اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اور اسی لئے اس کی کوئی بات بھی ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے۔

کیا انبیاء پر سحر ممکن ہے :۔..... معتزلہ اور بعض بدعتی حضرات نے اس پر طعن کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر سحر کا اثر کیسے ہو گیا (یعنی وہ چونکہ خود اس کو نہیں مانتے اس لئے جو آنحضرت ﷺ پر سحر کے اثر کو مانتے ہیں ان پر اعتراض کرتے ہیں) ان کا کہنا ہے کہ انبیاء پر سحر کا اثر ہونا ممکن نہیں ہے، اگر ان پر سحر کا اثر ممکن ہوتا تو ان کا مجنوں ہونا بھی ممکن ہوتا حالانکہ انسانوں میں یہ حضرات جنون اور دیوانگی کے اثرات سے محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ (مقصد یہ ہے کہ سحر کے ذریعہ انسان کی عقل اور ہوش و حواس کو بھی متاثر کیا جا سکتا ہے، لہٰذا اگر سحر کو پیغمبروں کے لئے ممکن مان لیا جائے تو دیوانگی کو ماننا بھی ضروری ہو جاتا ہے، جبکہ جنون کے بارے میں یہ بات متفقہ اور معلوم ہے کہ پیغمبر اس سے محفوظ ہوتے ہیں)۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اس سحر کے واقعہ کے سلسلہ میں جو حدیث ہے وہ صحیح حدیث ہے (اس لئے اس کو ماننا ضروری ہے) اب جہاں تک پیغمبر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے محفوظ ہونے کا تعلق ہے تو وہ حفاظت ان کی عقل اور دین کے لئے ہے (کہ وہ ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں کیونکہ ان کی حفاظت حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے) جہاں تک انبیاء کے جسموں اور بدنوں کا تعلق ہے تو وہ بیماری سے یقیناً متاثر ہوتے ہیں، اس سحر کا اثر آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کے بعض حصوں پر ہوا چنانچہ حضرت عائشہؓ کی روایت پیچھے بیان ہوئی ہے کہ وہ اس سحر کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی بینائی متاثر ہونے کا ذکر کر رہی تھیں۔

مگر اس جواب میں بھی ایک شبہ ہے پیچھے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس سحر کے دوران بعض باتوں کے متعلق یہ خیال فرماتے کہ وہ آپ ﷺ نے کی ہے حالانکہ وہ نہیں کی ہوتی تھی، اس بات کا تعلق ظاہر ہے جسم سے نہیں ہے بلکہ عقل سے ہی ہے۔

اس بارے میں علامہ ابو بکر ابن عربیؒ نے لکھا ہے کہ سحر کے سلسلے میں جو روایتیں ہیں ان کے سب راویوں نے یہ نہیں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کا تخیل اس طرح متاثر ہو گیا تھا، لہٰذا یہ الفاظ دراصل حدیث میں

Presented by Ziaraat.Com

اضافہ کیے گئے ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

پھر علامہ ابو بکر ابن عربی کہتے ہیں کہ اس قسم کی روایتیں دہریوں اور ملحدوں کی گھڑی ہوئی ہیں اس طرح وہ کھیل بناتے ہیں اور ان کا اصل مقصد معجزات کو باطل کرنا اور ان پر اعتراض کرنا مقصود ہوتا ہے کہ معجزات اور سحر و جادو گری میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ کہ (نعوذ باللہ) یہ سب چیزیں ایک ہی جنس اور قبیل کی ہوتی ہیں، یہاں تک علامہ کا حوالہ ہے۔

ابن اخطب اور اس کی شرارتیں :۔...... حی ابن اخطب کی طرح ایک اور شخص شاس ابن قیس تھا، وہ بھی لوگوں کو اسلام کے خلاف اکسانے میں سب سے پیش پیش رہتا تھا، یہ بھی مسلمانوں کا بہت زبردست دشمن تھا اور ان سے بہت بری طرح جلتا تھا۔

ایک روز اس کا گزر اوس و خزرج کے مسلمانوں کے پاس ہوا، وہ مسلمان اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے چونکہ اوس و خزرج کے درمیان ہمیشہ سے دشمنی اور زبردست جنگیں ہوتی آرہی تھیں (جن سے یہودی فائدہ اٹھاتے اور ان کی دشمنی کو ہوا دیتے رہتے تھے) اس لئے اس وقت شاس کو ان دونوں قبیلوں کے لوگوں کا اکٹھا بیٹھنا اور محبت سے ملنا بہت بری طرح کھل گیا، اس نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا۔

"اگر یہ بنی قیلہ کے لوگ اس طرح ایک ہو گئے اور ان میں آپس میں میل ملاپ ہو گیا تو خدا کی قسم ہمارا ٹھکانہ کہیں بھی نہ رہے گا!"

اوس و خزرج کے مسلمانوں میں فتنہ انگیزی کی سازش :۔...... اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک نوجوان یہودی کو اشارہ کیا اور اس سے کہا۔

"ان لوگوں کے درمیان جاکر بیٹھو اور پھر جنگ بعاث کا ذکر چھیڑ دینا۔" یعنی اس مشہور جنگ کا جو اوس و خزرج والوں کے درمیان ہوئی تھی، اس جنگ کے واقعات کرید کرید کر چھیڑنا اور ساتھ ہی وہ شعر بھی پڑھتے جانا جو اس جنگ کے دوران دونوں قبیلوں نے ایک دوسرے کے خلاف لکھے تھے!"

سازش میں کامیابی :۔...... چنانچہ یہ نوجوان ان مسلمانوں کی مجلس میں پہنچ گیا اور اس نے جنگ بعاث کا ذکر چھیڑ دیا، اس پر بے خیالی میں ان انصاریوں نے بھی اسی جنگ کے واقعات کا ذکر شروع کر دیا، ایک قبیلہ والے نے کہا کہ اس وقت ہمارے شاعروں نے یہ شعر کہے تھے، دوسرے نے کہا کہ ہمارے شاعروں نے یہ شعر کہے تھے آخر جذبات بھڑک اٹھے اور وہ آپس میں جھگڑنے لگے یہاں تک کہ لڑنے اور خوں ریزی کرنے پر آمادہ ہو گئے، انہوں نے اپنے اپنے قبیلہ والوں کو پکارنا شروع کر دیا کہ لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ، انہوں نے کہا اے اوس والو میدان میں آجاؤ، تو خزرج والوں نے آواز لگائی، اے خزرج والو تلواریں سنبھال لو۔

آنحضرت ﷺ کی بروقت تشریف آوری :۔...... چنانچہ اس فریاد اور پکار پر دونوں قبیلوں کے لوگ تلواریں سونت کر اور ہتھیار لے کر نکل آئے اور لڑنے کے لئے آمنے سامنے آگئے، اسی وقت آنحضرت ﷺ کو اس حادثہ اور ہنگامے کی خبر ہوئی، آپ ﷺ فوراً ہی اٹھے اور جو مہاجر مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ تھے ان کو لے کر اس رزم گاہ میں تشریف لائے، یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے ان لوگوں کو مخاطب کیا اور انہیں سمجھاتے ہوئے فرمایا۔

اے مسلمانو! اللہ۔ اللہ یعنی اللہ سے ڈرو، کیا یہ اے اوس اور اے خزرج کہہ کر تم نے پھر وہی جاہلیت کا

Presented by Ziaraat.Com

دعویٰ شروع کر دیا ہے جب کہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی ہدایت دے کر تمہارے درمیان محبت و الفت پیدا فرمادی اور اسلام کے ذریعہ تمہارے درمیان سے جاہلیت کی نفرتیں مٹادی ہیں! اسلام ہی کے ذریعہ اللہ نے تمہیں کفر کے اندھیاروں سے نکالا اور تمہارے درمیان محبت و بھائی چارہ پیدا فرمادیا۔

صلح صفائی :-...... آنحضرت ﷺ کے ان الفاظ پر لوگوں کو ایک دم ہوش آگیا کہ ہم شیطان کے فریب میں پھنس گئے ہیں اور یہ کہ یہ سب ان کے دشمنوں کا پھیلایا ہوا جال تھا، چنانچہ وہ سب فوراً رو پڑے اور پھر اوس کے لوگوں نے خزرج والوں اور خزرجیوں نے اوس والوں کو گلے لگا کر اپنے دل صاف کئے، اس کے بعد یہ سب آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی وہاں سے واپس آگئے۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے شاس ابن قیس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ (سورۂ آل عمران، پ ۴، ع آیت ۹۹)

ترجمہ: آپ ﷺ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب کیوں ہٹاتے ہو اللہ کی راہ سے ایسے شخص کو جو ایمان لاچکا اس طور پر کہ کجی ڈھونڈتے ہو اس راہ کے لئے حالانکہ تم خود بھی اطلاع رکھتے ہو۔

جاہلیت کی نداؤں کی ممانعت :-...... جاہلیت کے زمانے میں جب دو خاندان یا دو قبیلوں میں لڑائی ہو جایا کرتی تھی تو دونوں فریق اپنے اپنے آدمیوں کو یا فلان اور یا فلان کہہ کر پکارا کرتے تھے جس پر دونوں طرف کے لوگ ہتھیار اٹھا اٹھا کر دوڑ پڑتے اور خون ریزی شروع ہو جاتی اس "یا فلان" کے کلمہ کو اسلام نے آکر مٹایا، آنحضرت ﷺ نے اس کلمے سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"اگر تم کسی شخص کو جاہلیت کے کلموں کے ساتھ فریاد کرتے ہوئے سنو تو اسے باپ دادا کے نام سے فریاد کرنے سے منع کرو اور خود بھی اسی کی طرح باپ دادا کا نام پکار کر انہیں برا مت کہو۔"

یعنی اس سے یوں کہو کہ اپنے باپ کا ذکر کر تم جواب میں اس کے باپ کا نام لے کر اس کو برا نہ کہو بلکہ اس نے جو اس طرح فریاد کر کے غلطی کی ہے اس سے اس کو منع کرو اور تنبیہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی تھی :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ۔

(آیت ۱۰۰، سورۂ آل عمران، پ ۴، ع ۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم کہنا مانو گے کسی فرقہ کا ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے تو وہ لوگ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے کافر بنادیں گے۔

آنحضرت ﷺ نے ان آیتوں کو اس وقت پڑھ کر سنایا جبکہ آپ ﷺ اوس و خزرج کی صفوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے جوں ہی بلند آواز سے یہ آیتیں پڑھیں انصاریوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور رو پڑے جیسا کہ بیان ہوا۔

خود را فضیحت دیگراں نصیحت :-...... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ظہور سے پہلے مدینہ کے یہودی قبیلۂ اوس اور قبیلۂ خزرج کے لوگوں پر آنحضرت ﷺ کا ذکر کر کے ان کو دھمکایا کرتے تھے، یعنی یہ کہا کرتے تھے کہ عنقریب ایک نبی ظاہر ہوں گے جو ایسے ایسے ہوں گے اور ہم اس نبی کے

Presented by Ziaraat.Com

ساتھ مل کر تمہیں عاد اور ارم کی قوموں کی طرح تہس نہس کر کے رکھ دیں گے، جیسا کہ یہ بات پیچھے بھی بیعت عقبہ کے بیان میں گزر چکی ہے۔

چنانچہ اب جبکہ آنحضرت ﷺ کا ظہور ہو گیا اور آپ مدینہ تشریف لے آئے (تو یہی یہودی آنحضرت ﷺ کے مخالف ہو گئے اور اوس و خزرج کے لوگ اسلام کے دامن میں آ گئے لہٰذا اب حضرت معاذ ابن جبلؓ اور حضرت بشر ابن براءؓ نے یہودیوں سے کہا۔

"اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کرو، جب ہم مشرک و کافر تھے تو تم لوگ ہمیں آنحضرت ﷺ کا نام لے کر دھمکایا اور ڈرایا کرتے تھے، ہم سے کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ ظاہر ہو چکے ہیں اور یہاں تک کہ تم حضور ﷺ کا حلیہ تک ہمیں بتلایا کرتے تھے۔"

اس پر سلام ابن مشکم نے جو بنی نضیر کے یہودیوں میں ایک سر برآوردہ آدمی تھا، کہا

ان میں یعنی محمد ﷺ میں وہ نشانیاں موجود نہیں ہیں جو ہم تمہارے سامنے بیان کیا کرتے تھے!"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ (سورہ بقرہ پ ۱ ع ۱۱ آیت ۸۹)

ترجمہ: اور جب ان کو ایک ایسی کتاب پہنچی یعنی قرآن جو منجانب اللہ ہے اور اس کی بھی تصدیق کرنے والی ہے جو پہلے سے ان کے پاس ہے یعنی توریت حالانکہ اس کے قبل وہ خود بیان کیا کرتے تھے کفار سے پھر جب وہ چیز آ پہنچی جس کو وہ خوب جانتے پہچانتے ہیں تو اس کا صاف انکار کر بیٹھے سو بس خدا کی مار ہو ایسے منکروں پر۔

ایک یہودی عالم کا احمقانہ غصہ :-...... حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

اِذْ قَالُوا مَا اَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ قُلْ مَنْ اَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ

(آیت ۹۲ سورۂ انعام، پ ۷، ع ۱۱)

ترجمہ: جبکہ یوں کہہ دیا اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز بھی نازل نہیں کی آپ کہئے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ لائے تھے جس کی یہ کیفیت ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لئے وہ ہدایت ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے سبب سے متعلق ایک قول ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مالک ابن صیف سے فرمایا جو یہودیوں کا ایک بڑا سردار اور عابد تھا۔

"میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی کہ کیا تورات میں یہ بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ سنڈے مسنڈے حبر یعنی یہودی راہب سے نفرت فرماتا ہے، کیونکہ تم بھی ایسے ہی مسنڈے عابد ہو، تم اپنا وہ مال کھا کھا کر موٹے ہوئے جو تمہیں یہودی لا لا کر دیتے ہیں!"

یہ بات سن کر وہاں موجود لوگ ہنسنے لگے مگر خود مالک ابن صیف بگڑ گیا اور حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔

"اللہ تعالیٰ نے کسی بھی انسان پر کوئی چیز نہیں اتاری۔"

یعنی اس طرح غصہ اور جھلاہٹ میں اسنے خود اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی

Presented by Ziaraat.Com

کتاب تورات کا بھی انکار کر دیا، جب یہ بات یہودیوں نے سنی تو وہ اپنے اس عابد یعنی مالک ابن صیف پر بگڑ گئے اور انہوں نے اس سے کہا،

"یہ تمہارے متعلق ہم کیا بات سن رہے ہیں۔"

مالک نے کہا کہ محمد ﷺ نے مجھے غصہ دلا دیا تھا (اس لئے میں نے جھنجلاہٹ میں یہ بات کہہ دی تھی) مگر یہودیوں نے اس کی اس حرکت کو معاف نہیں کیا بلکہ اس کو اس سرداری اور بزرگی کے عہدے سے ہٹا دیا اور اس کی جگہ کعب ابن اشرف کو مقرر کر دیا، کیونکہ مالک نے یہ بات کہہ کر خود تورات کی سچائی پر بھی حملہ کیا تھا۔

باہمی جنگوں میں آنحضرت ﷺ کا واسطہ دے کر یہود کی دعائیں :۔..... ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ظہور سے پہلے مدینہ کے یہودیوں میں سے بنی قریظہ اور بنی نضیر وغیرہ کے یہودی جب عرب کے مشرک قبیلوں یعنی بنی اسد بنی غطفان بنی جہینہ اور بنی عذرہ سے لڑتے تو کہا کرتے تھے۔

"اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے اس اُمّی نبی کے واسطے سے مدد اور فتح مانگتے ہیں جس کے متعلق تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس نبی کو آخر زمانے میں ظاہر فرمائے گا، تو ہمیں اس نبی کے واسطہ سے فتح و نصرت عطا فرما۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ، "اے اللہ! ہمیں اس نبی کے نام پر فتح و نصرت عطا فرما جو اخیر زمانے میں ظاہر ہونے والا ہے اور جس کی تعریفیں اور حلیہ توریت میں ذکر ہے،" چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کو فتح عطا فرما دیتا تھا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ اے اللہ! اس نبی کو جلد ظاہر فرما دے جس کا ذکر ہم تورات میں پاتے ہیں اور جو ان دشمنوں کو عذاب دے گا اور ان کو قتل کرے گا"

ایک روایت میں ہے کہ خیبر کے یہودیوں کی اکثر قبیلہ غطفان سے جنگیں ہوتی رہتی تھیں مگر ہمیشہ یہودی ہی شکست کھاتے تھے، آخر ایک دن یہودیوں نے یہ دعا مانگی جو پچھلی سطروں میں بیان ہوئی، اس کے بعد جب بھی ان یہودیوں کی غطفان والوں سے جنگ ہوتی تو وہ ہمیشہ یہی دعا مانگتے اور اس کی برکت سے قبیلہ غطفان کو شکست ہوتی۔

آنحضرت ﷺ سے یہود کے شرارت آمیز سوالات :۔..... غرض اسی طرح مدینہ میں یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر ایسے سوالات پوچھنے شروع کئے جن سے حق اور باطل گڈمڈ ہو جائیں اور بات صاف نہ ہو سکے (مقصد رسول اللہ ﷺ کو پریشان کرنا تھا) چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے روح کے متعلق آپ ﷺ سے سوال کیا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مدینہ کے کھیتوں میں سے گزر رہا تھا، آنحضرت ﷺ کھجور کی ایک ٹہنی کو عصا کے طور پر لئے ہوئے تھے، اسی وقت ہم یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے وہ لوگ آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر آپس میں کہنے لگے۔

"ان سے ایسی کوئی بات نہ پوچھا کرو جس کے جواب میں کوئی ناگوار بات سننی پڑے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ تا کہ یہ تمہیں کوئی ایسی بات نہ سنا سکیں جو ہمارے لئے ناپسندیدہ ہو

Presented by Ziaraat.Com

روح کے متعلق سوال :۔...... یعنی آنحضرت ﷺ انہیں ایسا جواب نہ دیدیں جو اس بات کی دلیل ہو کہ آپ ﷺ ہی وہ امی نبی ہیں، جبکہ ہم آپ ﷺ کی نبوت کو ماننے سے انکار کرتے ہیں، اس کے بعد یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"اے محمد ﷺ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ۔ اے ابوالقاسم! روح کیا چیز ہے؟"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ہمیں روح کے متعلق بتلائیے!

اس پر آنحضرت ﷺ خاموش رہے، حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں یہ سمجھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے، پھر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (سورۂ بنی اسرائیل، پ ۱۵، ع ۱۰ آیت ۸۵)

ترجمہ۔ اور یہ لوگ آپ ﷺ سے روح کو امتحاناً پوچھتے ہیں آپ ﷺ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے۔

یعنی یہ لوگ اس روح کے بارے میں سوال کر رہے ہیں جس سے ایک حیوان یعنی جاندار کو زندگی ملتی ہے لہٰذا ان سے کہہ دو کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے بنی ہے، اس پر ان لوگوں نے کہا کہ اس کے متعلق یہی جواب ہم اپنی کتاب یعنی توراۃ میں بھی پاتے ہیں، اس سلسلے میں تفصیلی بحث فترت وحی یعنی وحی کے رہنے کے وقفہ کے بیان میں گزر چکی ہے۔

کتاب افصاح کے مصنف نے لکھا ہے کہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے یہ سوال اس لئے کیا تھا تاکہ آپ ﷺ کو جواب دینے سے عاجز کر دیں اور آپ ﷺ سے ایسا جواب حاصل کر سکیں جو غلط ہو یعنی آپ ﷺ کو اس کے ذریعہ جھٹلایا جا سکے، کیونکہ جہاں تک لفظ روح کا تعلق ہے یہ ایک مشترک نام ہے جو انسانی روح کے لئے بھی بولا جاتا ہے قرآن پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام جبرئیل علیہ السلام اور دوسرے فرشتوں اور فرشتوں کی دوسری صنفوں مثلاً روح کے لئے استعمال ہوتا ہے، اب یہودیوں کا مقصد یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ ان میں سے جس روح کے متعلق بھی جواب دیں گے اس کے متعلق وہ کہہ دیں گے کہ روح یہ نہیں ہے، مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو ایک گول مول اور اجمالی جواب دیا جو حقیقت میں ان کے سوال اور ان کے فریب کا بھی جواب بن گیا، کیونکہ (اس جواب میں روح کو اللہ کا حکم اور امر قرار دیا گیا ہے اور) جن جن چیزوں کے لئے روح کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے وہ سب ہی اللہ کے امر اور حکم کے مامور اور محکوم ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی کہ:

وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (سورۂ بنی اسرائیل، پ ۱۵، ع ۱۰ آیت ۸۵)

ترجمہ: اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

یہود کا ہمہ دانی کا دعویٰ :۔...... تو یہودیوں نے اس ارشاد کو جھٹلاتے ہوئے کہا کہ ہمیں بہت زیادہ علم دیا گیا ہے، ہمیں توراۃ دی گئی ہے اور جس کو توراۃ دی گئی ہو اس کو حقیقت میں زبردست خیر اور بھلائی دی گئی ہے، اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (سورۂ کہف، پ ۱۶، ع ۱۲ آیت ۱۹)

Presented by Ziaraat.Com

ترجمہ: آپ ﷺ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر کا پانی روشنائی کی جگہ ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے اور باتیں احاطہ میں نہ آئیں اگرچہ اس سمندر کی مثل دوسرا سمندر اس کی مدد کے لئے ہم لے آئیں۔

کتاب کشاف میں ہے کہ- وَمَا أُوتِيتُم کے ذریعہ یہودیوں کے بارے میں جو یہ بات کہی گئی کہ تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے، اس پر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا۔

"کیا یہ بات صرف ہمارے ہی لئے کہی گئی ہے یا آپ ﷺ بھی اس بات میں ہمارے ساتھ شریک ہیں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"ہمیں اور تمہیں دونوں ہی کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔"

اس پر انہوں نے کہا۔

علم کے دریائے بیکنار میں انسانی حصہ :-...... "آپ ﷺ کی باتیں بھی عجیب ہوتی ہیں ایک وقت آپ ﷺ یوں کہتے ہیں کہ جس کو حکمت اور دانائی دیدی گئی اس کو خیر کثیر اور زبردست بھلائی حاصل ہو گئی، دوسرے وقت آپ ﷺ کہتے ہیں (کہ ہمیں اور تمہیں دونوں ہی کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے)"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

(آیت ۲۷ سورہ لقمان، پ ۲۱، ع ۳)

ترجمہ: اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر اور ہو جائیں تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں، بیشک خدا تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

یہاں تک تفسیر کشاف کا حوالہ ہے

قیامت کے متعلق سوال :-...... پھر اسی طرح یہودیوں نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ اگر آپ ﷺ نبی ہیں تو یہ بتلایئے کہ قیامت کب قائم ہو گی اس پر یہ آیت ان کے جواب میں نازل ہوئی۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ (سورہ اعراف آیت، پ ۹، ع ۲۳)

ترجمہ: یہ لوگ آپ ﷺ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہو گا، آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے، اس کے وقت اس کو ماسوا اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا۔

موسیٰ علیہ السلام کی نو نشانیوں کے متعلق سوال :-...... اسی طرح ایک مرتبہ دو یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے ان آیتوں کے بارے میں سوال کیا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَاسْأَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا

(آیت ۱۰۱ سورہ بنی اسرائیل، پ ۱۵، ع ۱۲)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو کھلے ہوئے نو معجزے دیئے جب کہ وہ بنی اسرائیل کے پاس آئے تھے سو

Presented by Ziaraat.Com

آپ ﷺ بنی اسرائیل سے پوچھ دیکھئے تو فرعون نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ان یہودیوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا (یعنی بتلایا کہ وہ نو نشانیاں یہ ہیں)۔

"اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، زنا مت کرو، سوائے حق کے کسی شخص کی جان نہ لو جس کو اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے، چوری مت کرو، سحر اور جادو ٹونے کر کے کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ، کسی بادشاہ اور صاحب اقتدار کے پاس کسی کی چغل خوری نہ کرو، سود کا مال نہ کھاؤ، گھروں میں بیٹھنے والی عورتوں پر بہتان نہ باندھو، اور اے یہودیو! تم پر خاص طور سے یہ بات لازم ہے کہ تم سنیچر کے دن جو یہودیوں کا متبرک دن ہے) کوئی ظلم و زیادتی نہ کرو۔"

تصدیق حق مگر اعتراف حق سے انکار:۔۔۔۔۔ اس پر ان دونوں یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پیر چومے اور بولے۔

"ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نبی ہیں!"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"پھر تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟"

انہوں نے کہا

"ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم مسلمان ہو گئے تو یہودی ہمیں قتل کر ڈالیں گے!"

یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے آسمانوں کی تخلیق کے متعلق بھی سوال کیا، یعنی اس کے زمانے کے میں اور اس طرح زمین کی تخلیق کے متعلق نیز اسی طرح زمین اور آسمان کے درمیان جو کچھ ہے اس کی تخلیق کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اجزائے کائنات کی تخلیق کے دن:۔۔۔۔۔ "زمین کو اتوار اور پیر کے دنوں میں تخلیق کیا گیا، پھر پہاڑوں اور ان کے اندر جو کچھ ہے اس کو منگل کے دن پیدا کیا گیا۔ (ی) چنانچہ اسی لئے منگل کے دن کو ثقیل یعنی بھاری دن بھی کہا جاتا ہے، پھر سمندروں، پانیوں، شہروں، بستیوں اور ویرانوں کو بدھ کے دن تک تخلیق فرمایا، پھر آسمانوں کو جمعرات کے دن پیدا فرمایا، پھر سورج، چاند، ستاروں اور فرشتوں کو جمعہ کے دن پیدا فرمایا۔"

پھر انہوں نے کہا کہ اس کے بعد کیا ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا۔

"پھر حق تعالیٰ کی تجلی عرش پر جلوہ فرما ہوئی!"

یہودیوں نے کہا۔

"اگر آپ ﷺ اس کے بجائے یہ فرماتے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے آرام فرمایا تو بات ٹھیک ہو جاتی۔"

کیونکہ یہودی یہی کہتے ہیں کہ پھر سنیچر کے روز حق تعالیٰ نے آرام فرمایا تھا، اسی وجہ سے یہ لوگ سنیچر کے دن کو یوم الراحۃ بھی کہتے ہیں، اسی سلسلے میں حق تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

(آیت ۳۸ سورہ ق، پ ۲۶، ع ۳)

ترجمہ: اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان سب کو چھ دن میں پیدا کیا

Presented by Ziaraat.Com

اور ہم کو تکان نے چھوا تک نہیں سو ان کی باتوں پر صبر کیجئے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتوار اور پیر کے دن زمین بنائی، منگل کے دن پہاڑ بنائے بدھ کے دن نہریں اور درخت پیدا فرمائے جمعرات کے دن چرند، پرند وحشی جانور اور درندے اور آفتیں و مصیبتیں پیدا فرمائیں جمعہ کے دن انسان کو پیدا فرمایا اور سنیچر کے دن اللہ تعالیٰ تخلیق سے فارغ ہوا۔

مگر اس روایت کے ماننے میں گذشتہ روایت کی وجہ سے مشکل پیدا ہوتی ہے کہ تخلیق کی ابتدا سنیچر کے روز ہو تو تخلیق کا آخری دن جمعہ ہو گا اور یہی بات گذشتہ اقوال کی بنیاد پر زیادہ درست ہے۔

شام کے دو یہودی عالموں کا قبول اسلام :۔...... حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

(سورۂ آل عمران، پ ۳، ع ۲ آیت ۱۹)

ترجمہ: گواہی دی ہے اللہ نے اس کی کہ بجز اس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان کے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں، ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں، وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں، بلا شبہ دین حق اور مقبول اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے سبب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ دو یہودی عالموں کو جو ملک شام کے علاقہ کے تھے آنحضرت ﷺ کے ظہور کی خبر نہیں ہوئی تھی، وہ دونوں ایک دفعہ مدینہ آئے تو ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے کہا۔

"یہ شہر اس نبی کے مدینہ یعنی شہر سے کتنا مشابہ ہے جو آخری زمانے میں ظاہر ہونے والے ہیں!"

اس کے بعد ان لوگوں کو پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے اور آپ ﷺ اس شہر میں ہجرت کر کے آ بھی چکے ہیں، اب جبکہ ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ ہی محمد ﷺ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! انہوں نے کہا۔

"ہم آپ ﷺ سے ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں اگر آپ ﷺ نے اس کا ٹھیک جواب دیا تو ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا پوچھو، تو انہوں نے کہا

"ہمیں اللہ کی کتاب میں سب سے بڑی گواہی اور شہادت کے متعلق بتلایئے؟"

اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے اس کو ان دونوں کے سامنے تلاوت فرمایا جس پر وہ ایمان لے آئے۔

ایک بیہودہ سوال :۔...... (قال) حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی، انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

"اے محمد (ﷺ) یہ جنات اور انسان جس نے پیدا کئے ہیں، اور ایک روایت کے لفظ اس طرح ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور کے پردوں سے پیدا فرمایا، آدم علیہ السلام کو گندے قطرے سے پیدا کیا، ابلیس کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا، آسمان کو دھویں سے پیدا کیا، اور زمین کو پانی کے جھاگ سے پیدا کیا، اب ہمیں

Presented by Ziaraat.Com

آپ ﷺ اپنے پروردگار کے بارے میں بتلایئے کہ اس کو کس چیز سے پیدا کیا گیا"
سورۂ اخلاص کا نزول :۔...... اس بیہودہ بات پر آنحضرت ﷺ کو اس قدر غصہ آیا کہ آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اسی وقت آپ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے کہا۔
"اپنے آپ ﷺ کو قابو میں رکھئے!"
پھر انہوں نے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی پہنچائی۔
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (سورۂ اخلاص، پ ۳۰)
ترجمہ: آپ ﷺ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ اپنے کمال ذات و صفات میں ایک ہے، اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں، اس کی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔
یعنی حق تعالیٰ اپنے جلال اور کمال کی صفات میں یکتا ہے اور جسم وغیرہ سے پاک ہے اپنی ذات بابرکات کے لئے واجب الوجود ہے یعنی اس کی ذات ہی اس کے وجود کا تقاضہ کرتی ہے، وہ ہر ماسوا یعنی اپنے علاوہ ہر ایک سے مستغنی اور بے نیاز ہے، اور یہ کہ اس کے سوا جو چیز بھی ہے وہ اس کی محتاج ہے۔
اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس موقعہ پر جبرئیل علیہ السلام کا نازل ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ان یہودیوں کے سوال پر آنحضرت ﷺ خاموش ہو گئے تھے اور آپ ﷺ نہیں جانتے تھے کہ ان کو کیا جواب دیں، جیسا کہ اس قسم کی صورت اس وقت بھی پیدا ہو گئی تھی جبکہ حضرت عبداللہ ابن سلامؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ آپ ﷺ اپنے رب کی کچھ صفات بتلایئے، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔
مگر شیخین وغیرہ کی جو روایات ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اس سورت کے نازل ہونے کا سبب کچھ اور بیان کیا ہے اور وہ شاید وہی ہے جو آگے حضرت عبداللہ ابن سلام کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ میں آئے گا، اس بات میں کوئی اشکال بھی نہیں ہے کہ یہ سورت ایک سے زائد مرتبہ مختلف اسباب کے تحت نازل ہوئی ہو۔
کتاب اتقان میں تو صاف یہی لکھا ہے کہ سورۂ اخلاص ایک سے زائد مرتبہ نازل ہوئی ہے، ایک مرتبہ تو یہ سورت مشرکین مکہ کی بات کے جواب میں نازل ہوئی اور دوسری مرتبہ مدینہ کے اہل کتاب کی بات کے جواب میں نازل ہوئی، ادھر اس سے پہلے اسی کتاب میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی۔
اس بارے میں ایک شبہ بھی کیا جاتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ سے پہلی مرتبہ مکہ کے مشرک یہی سوال کر چکے تھے اور اس پر یہ سورت نازل ہو چکی تھی تو پھر دوسری مرتبہ جب آپ ﷺ سے یہی سوال کیا گیا تو آپ ﷺ اس وقت بھی کیوں خاموش رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ جواب دینے کے سلسلے میں اس سورت کے دوبارہ نازل ہونے کے محتاج رہے، یہ بات بھی قرین قیاس نہیں کہ آپ ﷺ اس سورت کو بھول گئے ہوں گے۔
اس سلسلے میں کتاب برہان میں یہ ہے کہ اکثر ایک وحی اپنے بلند مرتبے کی وجہ سے نازل کی جاتی ہے اور اس کا سبب اور موقعہ پیدا ہونے پر دوبارہ اس لئے بھی نازل کی جاتی ہے کہ مبادا وہ ذہن سے نکل نہ جائے، مگر واضح رہے کہ کسی وحی کے دو مرتبہ نازل ہونے کا یہ سبب ہونے کے باوجود آنحضرت ﷺ کا اس موقعہ پر جواب

Presented by Ziaraat.Com

دینے سے پہلے جواب کا انتظار کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ (لہٰذا یہ بات قابل غور ہے)۔

ایک یہودی عالم آغوش اسلام میں :۔...... یہودیوں کے بہت بڑے عالموں میں ایک عبداللہ ابن سلام تھے، مسلمان ہونے سے پہلے ان کا نام حصین ابن سلام تھا، جب یہ مسلمان ہوگئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا، یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، حق تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ (سورۂ احقاف، پ ۲۶ ع ۱ آیت ۱۰)

ترجمہ: اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آئے اور تم تکبر ہی میں رہو۔

یہ حضرت عبداللہ ابن سلام قبیلہ بنی قینقاع کے یہودیوں میں سے تھے جیسا کہ بیان ہوا، جس روز رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچ کر ابو ایوب انصاریؓ کے گھر پر اترے تھے اسی دن یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ کا کلام سنا، غالباً انہوں نے آنحضرت ﷺ کا جو کلام اس وقت سنا وہ یہ تھا۔

"لوگو اسلام کو زیادہ سے زیادہ عام کرو، رشتے داروں کے حقوق ادا کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ یعنی اپنا دستر خوان وسیع رکھو، اور راتوں کو اس وقت اللہ کا نام لو اور عبادت کرو جبکہ لوگ سورہے ہوں اور ان اعمال کے نتیجہ میں سلامتی کے ساتھ جنت کے حقدار بن جاؤ۔"

چہرۂ انور دیکھ کر بے اختیار تصدیق :۔...... خود حضرت عبداللہؓ سے ہی روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق آپ ﷺ کی زیارت کرنے کے لئے آپ ﷺ کے پاس پہنچنے لگے، چنانچہ میں بھی ان ہی لوگوں میں شامل تھا، اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ قبا میں جاکر آپ ﷺ سے ملے تھے، اس بارے میں گفتگو آگے آئے گی۔

غرض عبداللہ ابن سلامؓ کہتے ہیں کہ جوں ہی میں نے آنحضرت ﷺ کے چہرے پر نظر ڈالی میں سمجھ گیا کہ یہ چہرہ جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا، اس کے بعد میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے سنا (جو پیچھے بیان ہوا)۔

اس سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے وہ جملہ یا نصیحت قبا میں ارشاد فرمائی تھی یا مدینہ میں، کیونکہ اگر آپ ﷺ نے یہ نصیحت دونوں موقعوں پر فرمائی ہو تو اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں ہے، غرض حضرت عبداللہؓ نے جیسے ہی آنحضرت ﷺ کا یہ کلام سنا تو فوراً پکار اٹھے۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ سچے ہیں اور سچائی لے کر آئے ہیں!"

ابن سلام کے گھر والوں کا اسلام :۔...... یہ کہتے ہیں کہ پھر میں اپنے گھر واپس آیا اور میں نے گھر والوں کو بھی اسلام لانے کا حکم دیا چنانچہ وہ بھی مسلمان ہوگئے مگر میں نے اپنے اور گھر والوں کے اسلام کو یہودیوں پر ظاہر نہیں کیا بلکہ ان سے چھپائے رکھا، اس کے بعد میں حضرت ابو ایوبؓ کے مکان میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے عرض کیا۔

یہود کو راہ راست پر لانے کی ایک تدبیر :۔...... "آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ میں یہودیوں کا سردار ابن سردار ہوں اور اس مذہب کا خود بھی سب سے بڑا عالم ہوں اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں، میں چاہتا ہوں یا رسول اللہ ﷺ کہ میں یہاں ایک طرف پوشیدہ ہو کر بیٹھوں اور پھر یہودی آپ ﷺ کے پاس آئیں، آپ ﷺ ان کو اسلام کی دعوت دیجئے اور اس سے پہلے کہ انہیں میرے اسلام لانے کی خبر ہو آپ ﷺ ان سے میرے

Presented by Ziaraat.Com

بارے میں ان کی رائے پوچھئے کیونکہ یہودا ایسی قوم ہیں کہ ان کے دل میں کچھ ہوتا ہے اور زبان پر کچھ ہوتا ہے۔ یہ لوگ پہلے درجے کے جھوٹے اور مکار ہیں، اگر ان کو معلوم ہو گیا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو یہ مجھ میں ایسے ایسے عیب نکال دیں گے جن سے مجھے دور کا بھی واسطہ نہیں (جبکہ اس اطلاع سے پہلے وہ میرے متعلق اچھی ہی اچھی باتیں کہیں گے) لہٰذا ان کی رائے معلوم کرنے کے بعد ان سے عہد لیجئے کہ اگر میں آپ ﷺ کی پیروی کر لوں اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی کتاب یعنی قرآن مجید پر ایمان لے آؤں تو وہ بھی آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لے آئیں گے۔"

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کو بلا بھیجا، جب وہ لوگ حاضر ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"اے گروہ یہود! تم پر افسوس ہے اللہ سے ڈرو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تم جانتے ہو کہ میں حقیقت میں اللہ کا رسول ہوں اور میں تمہارے پاس حق اور سچائی لے کر آیا ہوں، اس لئے اسلام قبول کر لو!"

<u>ابن سلام بحیثیت یہودی یہود کی نظر میں</u> :-...... اس پر یہودیوں نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کے متعلق کچھ نہیں جانتے، آنحضرت ﷺ نے یہی بات تین مرتبہ ان سے کہی اور ہر مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا، آخر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"تو یہ بتلاؤ ابن سلام تم میں کس قسم کا آدمی ہے؟"

یہودیوں نے کہا۔

"وہ ہمارے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں، ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ وہ ہم میں بہترین آدمی ہیں اور بہترین آدمی کے بیٹے ہیں، یعنی اللہ کی کتاب تورات کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، ہمارے سردار ہیں ہمارے بزرگ ہیں اور ہم میں سب سے افضل انسان ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"تو اگر وہ اس بات کی گواہی دیدیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی کتاب پر ایمان لے آئیں تو کیا اس کے بعد تم لوگ بھی مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟"

یہودیوں نے کہا "ہاں!" چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ابن سلامؓ کو پکار کر فرمایا کہ باہر آجاؤ، جب وہ سامنے آگئے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"اے ابن سلامؓ! کیا تم اس بات کو نہیں جانتے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی کتاب پر ایمان لے آئیں تو کیا اس کے بعد تم لوگ بھی مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟"

یہودیوں نے کہا۔ "ہاں"! چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ابن اسلام کو پکار کر فرمایا کہ باہر آجاؤ جب وہ سامنے آگئے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"اے ابن سلام! کیا تم اس بات کو نہیں جانتے کہ میں اللہ کا رسول ہوں! تم نے میرے متعلق تورات میں خبریں پڑھی ہوں گی جہاں اللہ تعالیٰ نے تم یہودیوں سے عہد لیا ہے کہ تم میں سے جو بھی میرا زمانہ پائے وہ

Presented by Ziaraat.Com

مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کرے۔"

ابن سلام بحیثیت مسلمان یہود کی نظر میں :۔......ابن سلام نے کہا

ہاں اے گروہ یہود! تم پر افسوس ہے، اللہ سے ڈرو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تم یقیناً جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور حق اور سچائی لے کر آئے ہیں۔ بعض رواجوں میں یہ اضافہ بھی ہے کہ تم اپنی کتاب تورات میں آنحضرت ﷺ کا نام اور حلیہ بھی لکھا ہوا پاتے ہو۔"

یہودی یہ بات سن کر اپنی بات سے پھر گئے اور انہوں نے بگڑ کر ابن سلام سے کہا۔

"تو جھوٹ بولتا ہے، تو ہم میں خود بھی بدترین ہے اور بدترین شخص کا بیٹا ہے!"

اس روایت میں یہودیوں نے انتَ اشرُنا وابن اشرنا کہا ہے جو تیسرے درجہ کا اور بازاری قسم کا لفظ ہے کیونکہ فصیح جملہ شرنا وابن شرنا ہوگا۔ (تو گویا یہودی اس قدر آپے سے باہر ہو گئے کہ انہوں نے انتہائی عامیانہ انداز میں حضرت ابن سلامؓ کو برا بھلا کہا) بخاری کی روایت میں اشرنا کا لفظ ہی ہے۔

غرض یہ سن کر حضرت ابن سلامؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں اسی بات سے ڈرتا تھا، میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ یہ لوگ بڑے جھوٹے۔ انتہائی دغاباز اور کینہ خصلت ہیں۔"

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کو واپس کر دیا، ادھر عبداللہؓ نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ (سورۂ احقاف، پ ۲۶، ع ا آیت ۱۰)

ترجمہ: آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دے۔

یعنی تم مجھ کو یہ بتلاؤ کہ اگر یہ آسمانی کتاب یا رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور اس کا انکار تم کر رہے ہو اس وقت کوئی ایسا گواہ آجائے جو خود بنی اسرائیل یعنی تمہاری ہی قوم میں سے ہو، مراد ہیں حضرت عبداللہ ابن سلامؓ، جو ایمان لائے تو تم پھر بھی تکبر ہی میں رہو گے تو اللہ تعالیٰ ایسے ظالم اور سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: مگر کتاب خصائص کبریٰ میں جو بیان کیا گیا ہے وہ اس تفصیل کے مطابق نہیں ہے۔ خصائص میں ابن عساکر کی کتاب تاریخ شام کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ عبداللہ ابن سلامؓ آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے آپ ﷺ کے پاس مکہ ہی میں پہنچ گئے تھے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا۔

"تم وہی ابن سلام ہو جو یثرب والوں کے بڑے عالم ہیں؟"

انہوں نے عرض کیا، ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی کہ کیا تم نے میرا حلیہ اور حالات اللہ کی کتاب یعنی تورات میں پڑھے ہیں؟"

انہوں نے کہا

"اے محمد ﷺ! اپنے رب کا نسب بیان کیجئے؟"

Presented by Ziaraat.Com

یہ سن کر آنحضرت ﷺ خاموش رہ گئے یعنی آپ ﷺ اس بات کا جواب نہ دے سکے، اسی وقت جبرئیل علیہ السلام نے اور انہوں نے آپ ﷺ کو سورۂ اخلاص پڑھ کر سنائی، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ ابن سلامؓ کے جواب میں ان کو یہی سورت پڑھ کر سنائی، جس پر ابن سلام نے کہا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے دین کو دوسرے تمام دینوں پر غالب فرمائے گا، بے شک میں نے آپ ﷺ کا حلیہ اور حالات اللہ تعالیٰ کی کتاب میں پڑھے ہیں جو یہ ہیں کہ۔

اے نبی! ہم نے آپ ﷺ کو گواہ اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، آپ ﷺ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔"

جیسا کہ اس سے پہلے تورات کے حوالے سے یہ بیان ہو چکا ہے۔

غرض اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سلام مکہ ہی میں مسلمان ہو چکے تھے مگر انہوں نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا، لیکن اگر یہ بات صحیح ہے تو مدینہ میں آنحضرت ﷺ سے ملاقات کے وقت ابن سلامؓ نے یہ کیوں کہا کہ جیسے ہی میں نے آنحضرت ﷺ کا چہرۂ مبارک دیکھا میں سمجھ گیا کہ یہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا، اسی طرح وہ یہ نہ کہتے کہ میں آنحضرت کا حلیہ اور نام جانتا تھا، اسی طرح وہ یہاں مدینہ میں آنحضرت ﷺ سے وہ باتیں اور سوالات نہ پوچھتے جو آگے ذکر ہوں گے اور نہ ہی ان کو دوبارہ اسلام قبول کرنے کی ضرورت تھی۔

اب ان کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ علامہ ابن عساکر نے جو کچھ لکھا ہے اگر وہ صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ابن سلامؓ نے مدینہ میں جو کچھ کہا اور کیا اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ یہودیوں پر حجت اور دلیل قائم کر سکیں۔

<u>ابن سلام کے مختلف واقعات</u>:۔...... ان ہی حضرت ابن سلام کا یہ واقعہ ہے کہ ربذہ کے مقام پر حضرت علیؓ سے ان کی ملاقات ہوئی، یہ واقعہ حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد کا ہے جبکہ حضرت علیؓ کو خلافت کے لئے بیعت دی جا چکی تھی، وہ مدینہ سے بصرہ جا رہے تھے کیونکہ ان کو معلوم ہوا تھا کہ حضرت عائشہؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بصرہ جا رہے ہیں، جنگ جمل کا سبب یہی واقعہ ہوا تھا۔

غرض ربذہ سے گزرتے ہوئے حضرت علیؓ کی ملاقات حضرت عبداللہ ابن سلامؓ سے ہوئی، ابن سلامؓ نے جیسے ہی حضرت علیؓ کو دیکھا انہوں نے فوراً ان کے گھوڑے کی لگام پکڑی اور کہا۔

"امیر المؤمنین! آپ ﷺ مدینہ سے نہ جائیے، خدا کی قسم اگر آپ ﷺ یہاں سے چلے گئے تو مدینہ میں مسلمانوں کی شوکت اور سلطنت پھر کبھی واپس نہ آئے گی۔"

اس پر بعض لوگوں نے ابن اسلامؓ کو برا بھلا کہا اور یہ کہا کہ اے یہودی کی اولاد تجھے اس معاملے سے کیا سروکار ہے، اس پر حضرت علیؓ نے کہا۔

"ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو یعنی کہنے دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں یہ بہت اچھے لوگوں میں سے ہیں۔"

Presented by Ziaraat.Com

قبولیت دعا کی گھڑی :۔...... حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ ابن سلامؓ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا۔

"مجھے بتلائیے کہ جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی گھڑی کون سی ہے؟"

انہوں نے کہا کہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی، میں نے کہا

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ گھڑی مسلمان کو دعا کے لئے جب میسر آتی ہے تو اس وقت وہ نماز میں مشغول ہوتا ہے جبکہ آپ ﷺ جو گھڑی بتلا رہے ہیں اس میں کوئی نماز نہیں ہے!"

اس پر ابن سلامؓ نے کہا

"کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص بیٹھ کر نماز کا انتظار کرتا ہے وہ انتظار کی حالت بھی اس کے لئے نماز ہی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ نماز شروع کر دیتا ہے۔"

مگر ابن سلامؓ کے اس جواب پر بھی شبہ باقی رہتا ہے کیونکہ صحیحین کی جو روایت ہے (اس کے بعد یہ شبہ بھی نہیں رہتا کہ آنحضرت ﷺ کی مراد نماز سے نماز کے انتظار کی حالت ہے کیونکہ) اس میں صاف طور پر قائم کا لفظ بھی ہے کہ جمعہ کے دن وہ گھڑی آتی ہے اور جب وہ گھڑی آتی ہے تو اس وقت مسلمان کھڑا ہوا نماز پڑھتا ہوا ہوتا ہے اگر اس گھڑی میں وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے تو یقیناً اس کو حاصل ہوگا۔ ابن ماجہ کے حوالہ سے ایک قول یہ نظر سے گزرا کہ ابن سلامؓ کا جو یہ جواب تھا یہ دراصل آنحضرت ﷺ کے ہی الفاظ تھے جو انہوں نے نقل کئے، ابن ماجہ میں عبداللہ ابن سلامؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"ہماری کتاب یعنی تورات میں ہے کہ جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے، جس میں ایک مومن بندہ اگر کوئی بھی دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے اور اس کی آرزو پوری کرتا ہے۔"

عبداللہ ابن سلام کہتے ہیں کہ اس پر آنحضرت ﷺ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ، یا ایک گھڑی کا کچھ حصہ ہوتا ہے، میں نے عرض کیا۔

"آپ نے سچ فرمایا، یا رسول اللہ کہ یا تو وہ ایک گھڑی ہے یا اس کا کچھ حصہ ہے، پھر میں نے عرض کیا کہ وہ گھڑی کون سی ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا، دن کی گھڑیوں میں سے آخری گھڑی۔

میں نے عرض کیا کہ وہ نماز پڑھنے کی گھڑی نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا۔

"بے شک! حقیقت میں بندۂ مؤمن ایک نماز کے بعد جب بیٹھتا ہے تو اس کو نماز ہی روکتی ہے، لہٰذا وہ نماز ہی کی حالت میں رہتا ہے!"

اب گویا صحیحین کی روایت میں قائم کا جو لفظ ہے اس سے نماز کے لئے قیام کرنے یعنی کھڑا ہونے کا ارادہ کرنے والا مراد ہے (قائم سے مراد قائم نہیں ہے) اور نماز سے مراد عصر کی نماز ہے (یعنی عصر کی نماز قائم کرنے کا ارادہ کرنے والا شخص مراد ہے)

ایک قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد یہ گھڑی اللہ تعالیٰ نے اٹھالی (یعنی اس گھڑی کی یہ تاثیر ختم فرمادی) مگر ایک قول یہ ہے کہ وہ گھڑی اب بھی باقی ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی کی بنیاد پر اس بارے

Presented by Ziaraat.Com

میں ایک قول ہے کہ اس گھڑی کا کوئی زمانہ متعین نہیں تھا۔
ایک قول ہے کہ اس کا زمانہ متعین ہے اور اس قول کی بنیاد پر کہا گیا ہے کہ اس بارے میں گیارہ قول ہیں ایک روایت کے مطابق اس بارے میں چالیس قول ہیں۔

میمونؓ ابن یامین اور سرکش یہود:...... جس قسم کا واقعہ حضرت ابن سلامؓ کو یہودیوں کے ساتھ پیش آیا اسی طرح کا واقعہ میمون ابن یامین کو اپنی قوم کے ساتھ پیش آیا، یہ ابن یامین بھی یہودیوں کے بہت بڑے سردار تھے، ایک دفعہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔
"یا رسول اللہ یہودیوں کو بلوا کر (ان سے بات کیجئے اور) مجھے حکم بنا دیجئے کیونکہ وہ لوگ اپنے سب معاملات میں میرا فیصلہ ہی مانتے ہیں۔"
چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کو اندر کے حصے میں پوشیدہ کر دیا اور پھر یہودیوں کو بلا بھیجا۔ جب وہ لوگ آگئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔
"تم لوگ اپنے اور میرے درمیان کسی شخص کو حکم بنالو!"
(یعنی میرے متعلق تمہارے لئے وہ شخص جو بھی فیصلہ کر دے تم اس کو قبول کرو گے) یہودیوں نے کہا۔
"ہم لوگ اس بارے میں میمون ابن یامین کے فیصلے پر راضی ہو جائیں گے!"
(یعنی ابن یامین کا جو بھی فیصلہ ہو گا وہ ہمارے لئے قابل قبول ہو گا، آپ ﷺ نے اسی وقت ابن یامین کو پکارا کہ باہر آجاؤ، ابن یامین فوراً باہر نکل آئے اور انہوں نے پکار کر اعلان کیا۔
"میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ یعنی آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں!"
یہ سنتے ہی یہودی اپنے وعدہ سے پھر گئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کے متعلق ابن یامین کا فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا۔ واللہ اعلم
آنحضرت ﷺ کی نبوت کو اچھی طرح جاننے اور پہچاننے کے باوجود یہودیوں نے جس طرح اس کا انکار کیا اس کی طرف قصیدۂ ہمزیہ کے شاعر نے اپنے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے۔

عَرَفُوهُ وَانْكَرُوهُ فظلما
كَتَمَتْهُ الشَّهَادَةَ الشُّهَدَاءُ
اَوْ نُورُ الْاِلٰه تَطْفِئُهُ الا
فَوَاهُ وَهُوَ الَّذِيْ بِهِ يَسْتَضَاءُ
كَيْفَ يَهْدِيْ الاله مِنْهُمْ قُلُوْبًا
حَشْوُهَا مِنْ حَبِيْبِهِ الْبَغْضَاءُ

مطلب: وہ لوگ اس بات کو جانتے پہچانتے تھے کہ آپ ﷺ ہی وہ نبی ہیں جن کے لئے زمانہ انتظار کر رہا تھا مگر ظاہری طور پر انہوں نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا، ان کے اسی ظلم کی وجہ سے جو جاننے پہچاننے والے لوگ تھے انہوں نے بھی اس بات کی شہادت اور گواہی کو چھپا لیا، اللہ کے اس نور یعنی نبوت کو وہ لوگ اپنی زبانوں سے مٹا دینا چاہتے ہیں مگر یہ ممکن نہیں ہے اور کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اسی نور سے ظاہر اور باطن میں روشنی ہے، اللہ تعالیٰ کیسے ان کے دلوں کو ہدایت عطا فرما سکتا ہے جبکہ ان سرکشوں نے اپنے دلوں کو اس کے حبیب کی

Presented by Ziaraat.Com

دشمنی سے بھر رکھا ہے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: سورۂ اخلاص کے نازل ہونے کے سبب کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ جب نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا اور انہوں نے تثلیث یعنی تین معبودوں کی بات کی تو مسلمانوں نے ان سے پوچھا کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ نے! اس پر مسلمانوں نے کہا۔

"تو پھر تم اس کے سوا دوسروں کی پرستش کیوں کرتے ہو اور تم نے اللہ کے ساتھ دو اور خدا کیوں بنا لئے؟"

اس پر انہوں نے کہا کہ نہیں خدا تو ایک ہی ہے مگر جب مسیح علیہ السلام اپنی ماں کے پیٹ میں تھے تو خدا نے ان میں حلول کر لیا تھا، اس پر مسلمانوں نے کہا

"کیا مسیح علیہ السلام کھایا پیا بھی کرتے تھے؟"

انہوں نے کہا ہاں وہ کھایا پیا بھی کرتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ اخلاص نازل فرمائی اور آنحضرت ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کی ذات سب سے بے نیاز ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔

اس سے عیسائیوں کے اس قول کی تردید کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تین میں کا تیسرا ہے۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ یعنی وہ بے نیاز ہے، صمد اس کو کہتے ہیں جس کے پیٹ نہ ہو یعنی جس کو کھانے پینے کی ضرورت نہ ہو، لہٰذا اس سے یہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کھانے پینے کی محتاج نہیں ہے۔

اس سورت کے نازل ہونے کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ بات آپ ﷺ سے قریش نے کہی تھی کہ اے محمد ﷺ ہمیں اپنے رب کا نسب بتلایئے، مگر اس بارے میں جو شبہ ہے وہ گزر چکا۔ واللہ اعلم

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ

(آیت ۴۰ سورۂ بقرہ، پ۱، ع ۵)

ترجمہ: اے بنی اسرائیل یاد کرو تم لوگ میرے ان احسانوں کو جو کئے ہیں میں نے تم پر اور پورا کرو تم میرے عہد کو پورا کروں گا میں تمہارے عہدوں کو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

یہود کی ہٹ دھرمی :۔..... اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ یہودی عالموں اور مذہبی پیشواؤں سے فرماتا ہے کہ تم لوگ میرے اس عہد کو پورا کرو جو میں نے تم سے اپنے نبی کی تصدیق اور ان کی پیروی کرنے کے سلسلے میں لیا تھا، پھر میں اس طرح تمہارے ساتھ کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کروں گا کہ تمہارے لئے احکام کی اس سختی اور شدت کو منسوخ کر دوں گا لہٰذا تم لوگ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے اولین کافر نہ بنو (یعنی جس طرح مشرکوں میں قریش مکہ سب سے پہلے کافر کہلائے اسی طرح اہل کتاب میں تم لوگ پہلے کافر نہ بنو) جبکہ تمہارے پاس نبی ﷺ کے متعلق ایسا مکمل علم اور خبریں ہیں جو تمہارے علاوہ دوسروں کے پاس نہیں ہیں، تم لوگ حق اور سچائی کو چھپا رہے ہو حالانکہ تم اس کو جانتے ہو، (ی) یعنی میرے پیغمبر اور ان کے پیغام کے متعلق تمہارے پاس جو علم اور خبریں ہیں ان کو مت چھپاؤ، کیونکہ تمہارے پاس جو قدیم صحیفے ہیں ان کی رو سے تم آنحضرت ﷺ کو جانتے ہو اور ان کتابوں میں ان کا تذکرہ پاتے ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہودی عالموں میں سے اونچے درجے کے لوگوں میں صرف حضرت عبداللہ ابن سلامؓ ہی مسلمان ہوئے۔ علامہ سہیلیؒ نے ان کے ساتھ عبداللہ ابن صوریا کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ بھی مسلمان ہوئے مگر حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ کسی صحیح سند کے ساتھ مجھے عبداللہ ابن صوریا کے اسلام کا حال نہیں معلوم ہو سکا بلکہ یہ بات تفسیر نقاش کے حوالے سے بیان کی گئی ہے۔(ی) نیز عبداللہ ابن سلامؓ کے ساتھ ان کے ماموں ابن یامین کو بھی شامل کیا جاتا ہے جن کا ذکر پیچھے گزرا ہے۔

ابن سلام کا واقعۂ اسلام :۔...... حضرت عبداللہ ابن سلامؓ کے اسلام قبول کرنے یا گزشتہ تفصیل کی بنیاد پر حضرت عبداللہؓ کے اپنے اسلام کا اعلان کرنے کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ان کو آنحضرت ﷺ کے ہجرت کر کے مدینہ آنے کی خبر ہوئی تو وہ قباہی میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، خود ابن سلامؓ سے ہی روایت ہے کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آنحضرت ﷺ کے آنے کی خبر دی، میں اس وقت ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کام کر رہا تھا اور میری پھوپھی درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی خبر کو بہت اہمیت اور اشتیاق کے ساتھ سنا، اس پر میری پھوپھی نے کہا۔

"اگر تم موسیٰ ابن عمران کے متعلق کچھ سنتے تو شاید اس کو بھی اتنی اہمیت نہ دیتے۔"

میں نے اپنی پھوپی سے کہا۔

"یقیناً ایسا ہی ہے کیونکہ آخر یہ موسیٰ ابن عمران کے ہی بھائی تو ہیں اور ان ہی کے دین پر ہیں وہی پیغام یہ لے کر آئے ہیں جو وہ لائے تھے۔"

اس پر انہوں نے کہا۔

"بھتیجے! کیا یہ وہی نبی ہیں جن کے متعلق ہمیں بتلایا جاتا رہتا تھا کہ وہ قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے؟"

میں نے کہا، "ہاں! یہ وہی نبی ہیں!"

آنحضرت ﷺ اور قرب قیامت :۔...... اس سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"میں قیامت کے قریب تلوار دے کر ظاہر کیا گیا ہوں تاکہ میرے ذریعہ اس اللہ کی عبادت ہو جو اکیلا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے، میری مخالفت کرنے والوں پر ذلت اور پستی طاری کر دی گئی ہے۔"

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ کی شہادت اور بیچ کی انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح یعنی ساتھ ساتھ ہیں، یعنی ہم دونوں بالکل قریب قریب ہیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ میں عین قیامت کے وقت ظاہر کیا گیا ہوں، فرق یہ ہے کہ میں قیامت سے اسی طرح پہلے آگیا ہوں جیسے یہ انگلی اس انگلی سے پہلے ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جتنی یہ انگلی اس انگلی سے پہلے ہے اتنا ہی میں قیامت سے پہلے ہوں۔

علامہ طبریؒ نے کہا ہے کہ بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے اتنی ہی زائد ہوتی ہے جتنا انگوٹھوں کو چھوڑ

Presented by Ziaraat.Com

کرسا تویں یعنی کن انگلی کا آدھا حصہ ہوتا ہے بالکل اسی طرح جیسے آدھا دن سات دنوں کے مقابلے میں ایک بٹا سات کا آدھا ہوتا ہے۔

ادھر یہ بات حضرت عباسؓ کی روایت میں گزر چکی ہے کہ دنیا کی عمر سات دن ہے جن میں سے ہر دن ایک ہزار سال کا ہے اور یہ کہ آنحضرت ﷺ کا ظہور ان میں سے آخری دن میں ہوا ہے۔

ادھر ایک اور حدیث پیچھے گزری ہے۔ جس کو ابوداؤد نے پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے عاجز نہیں ہے کہ اس امت کی عمر آدھے دن یعنی پانچ سو سال اور بڑھادے۔

اس بارے میں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایک مرتبہ قیامت کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کب آئے گی؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس بارے میں سوال کرنے والے سے زیادہ میں خود بھی نہیں جانتا، گویا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خود بھی قیامت کے متعلق معلوم نہیں تھا جبکہ گزشتہ روایت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ ﷺ قیامت کے بارے میں جانتے تھے۔

اس شبہ کے جواب میں قرآن کا ارشاد پیش کیا جاتا ہے یعنی خود قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کا علم صرف حق تعالیٰ کو ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کچھ نہیں جانتا، اب جہاں تک آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ میں اور قیامت اس طرح پیدا کئے گئے ہیں جیسے یہ انگلیاں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی آنے والا نہیں ہے جو کوئی دوسری شریعت لے کر آئے جس کے نتیجہ میں میری شریعت مٹ جائے لہٰذا آنحضرت ﷺ قیامت کی شرطوں اور نشانیوں میں سے پہلی نشانی ہیں اس لئے کہ آپ نبی آخر الزماں ہیں، چنانچہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ قیامت کے وقت کے بارے میں صحیح علم رکھتے تھے، غرض حضرت عبداللہ ابن سلامؓ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کا حلیہ اور آپ ﷺ کا نام پہلے سے جانتا تھا کیونکہ میں آپ کے متعلق خبریں توراۃ میں پڑھ چکا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے متعلق یہ سب باتیں جانتے ہوئے میں ان کو چھپاتا تھا اور اس بارے میں بالکل خاموش تھا، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ سے مل کر میں نے عرض کیا۔

آنحضرت ﷺ سے ابن سلامؓ کے تین سوال :۔..... اے محمد ﷺ میں آپ ﷺ سے تین ایسی چیزوں کے متعلق پوچھتا ہوں جن کے متعلق نبی کے سوا اور دوسرا کوئی نہیں جان سکتا، قیامت کی نشانیوں میں اولین نشانی کیا ہے؟ جنت کے لوگ سب سے پہلے کھانا کیا کھائیں گے؟ اور تیسرے یہ کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کے مشابہ ہوتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے یہ سوالات سن کر فرمایا کہ ان کے جوابات مجھے ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام نے آکر بتلائے ہیں، عبداللہ ابن سلامؓ نے کہا۔

"یہ یعنی جبرئیل علیہ السلام فرشتوں میں یہودیوں کے دشمن ہیں۔"

ایک قول ہے کہ یہ جملہ عبداللہ ابن صوریا کا ہے، مگر ہو سکتا ہے دونوں ہی نے یہ بات کہی ہو۔

ابن صوریا سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے کہا۔

"آپ ﷺ پر وحی لے کر کون آتا ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا، جبرئیل علیہ السلام! اس پر ابن صوریا نے کہا۔

"وہ تو ہمارے دشمن ہیں، کاش ان کے سوا کوئی دوسرا فرشتہ آپ ﷺ پر وحی لایا کرتا۔ ایک روایت میں

Presented by Ziaraat.Com

یہ لفظ ہیں کہ، اگر میکائیل علیہ السلام آپ ﷺ پر وحی لایا کرتے تو ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آتے، کیونکہ جبرئیل تباہی بربادی اور ہلاکت لے کر اترتے ہیں جبکہ میکائیلؑ زرخیزی اور سلامتی لے کر نازل ہوتے ہیں۔

جبرئیلؑ سے یہود کی دشمنی :۔...... جبرئیل علیہ السلام سے یہودیوں کی دشمنی کی وجہ یہ تھی کہ ان کے خیال میں جبرئیل علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ آخری نبی جن کا دنیا کو انتظار ہے وہ ان میں یعنی بنی اسرائیل میں سے بنائیں جو اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، مگر جبرئیل علیہ السلام نے یہ نبی اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنادیا۔

دشمنی کے اسباب :۔...... جبرئیل علیہ السلام سے ان کی دشمنی کا سبب ایک اور بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کے نبی پر یہ وحی بھیجی گئی تھی کہ شاہ بخت نصر بیت المقدس کو تباہ و تاراج کرنے والا ہے اس پر بنی اسرائیل نے اپنی قوم کے سب سے زیادہ بہادر اور طاقت ور شخص کو بخت نصر کے قتل کرنے کے لئے بھیجا، مگر جب اس شخص نے وہاں پہنچ کر بادشاہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو جبرئیل علیہ السلام نے اس کو ایسا کرنے سے روک دیا اور کہا۔

"اگر تمہارے پروردگار نے بخت نصر کو تم لوگوں کے ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے تو وہ تمہیں اس بادشاہ پر مسلط نہیں ہونے دے گا۔"

اس شخص نے جبرئیل علیہ السلام کی اس بات کو مان لیا اور وہاں سے واپس آگیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل نے سرکشی اختیار کی اور حضرت شعیاءؑ کو قتل کردیا تو فارس کے بادشاہ بخت نصر نے حملہ کیا اور بیت المقدس کا محاصرہ کرکے زبردستی اس کو فتح کرلیا پھر اس نے تورات کے نسخے جلادیئے اور بیت المقدس کو تباہ و تاراج کیا۔

اسی طرح جبرئیل علیہ السلام سے یہودیوں کی دشمنی کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو یہودیوں کے راز بتلادیا کرتے تھے، بہرحال یہ تمام ہی باتیں ان کی دشمنی اور عداوت کا سبب ہوسکتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا جواب :۔...... غرض رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن سلامؓ کے تین سوالوں میں سے پہلے کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

"جہاں تک قیامت کی اولین شرط کا تعلق ہے تو وہ ایک آگ ہوگی جو مشرق سے مغرب تک بھڑک اٹھے گی، اور جہاں تک جنتیوں کی پہلی غذا کا تعلق ہے تو وہ مچھلی کے جگر کا فاضل حصہ ہوگی۔"

یہ بھی گوشت کا ایک علیحدہ لوتھڑا ہوتا ہے جو جگر کے اوپر لٹکا ہوا ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ یہ سب سے زیادہ لذیذ چیز ہوتی ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ بہترین اور طاقت بخش چیز ہوتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک بیل ہوگا جو اپنا سینگ مار کر مچھلی کو شکار کرے گا جب وہ مرجائے گی تو اس میں سے وہ حصہ جنت والے کھائیں گے اس کے بعد پھر وہ مچھلی زندہ ہوگی اور وہ اپنی دم سے اس بیل کو ذبح کرے گی پھر اس کو بھی جنت والے کھائیں گے اور پھر اسی طرح یہ بیل زندہ ہوجائے گا۔

غرض پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

Presented by Ziaraat.Com

"جہاں تک بچے کا تعلق ہے تو اگر ماں کے رحم میں عورت کے پانی یعنی مادۂ منویہ سے پہلے مرد کا مادہ پہنچ جاتا ہے تو بچہ باپ کی شکل پر ہوتا ہے اور اگر باپ سے پہلے ماں کا مادہ رحم میں پہنچ جائے تو بچہ ماں کی شکل پر ہوتا ہے۔"

مگر کتاب فتح الباری میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہے کہ اگر مرد کا مادہ عورت کے مادہ پر غالب آجاتا ہے تو بچہ اپنی داد ھیال پر جاتا ہے اور اگر عورت کا مادہ مرد کے مادہ پر غالب آجاتا ہے تو بچہ اپنی نانہال پر جاتا ہے، یہاں بھی غالب آنے سے مراد مادہ کا پہلے پہنچنا ہی ہے۔

ثوبان سے یہ روایت ہے کہ اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آجائے تو لڑکا پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی مرد کی منی پر غالب آجائے تو لڑکی پیدا ہوتی ہے، یہ غالب ہونا رحم کے منہ پر ہوتا ہے، یہاں تک ثوبان کا کلام ہے۔ (ی) اور اگر دونوں کی منی برابر ہو جائے تو بچہ خنثیٰ پیدا ہوتا ہے یعنی نہ وہ عورت ہوتا ہے اور نہ مرد ہوتا ہے۔

قیامت کے دن کے انقلابات کے متعلق سوال :۔ ...... یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے یہ بھی پوچھا کہ اس وقت لوگ کہاں ہوں گے جب کہ قیامت کے دن زمین و آسمان کی شکلیں بدل جائیں گی، اور سب سے پہلے جنت میں داخلہ کی کن لوگوں کو اجازت ملے گی، اور لوگ جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کا سب سے پہلا تحفہ کیا ہوگا، اس کے بعد ان کو کیا کھانا ملے گا اور کھانے کے بعد پینے کو کیا ملے گا۔

اس پر آنحضرت ﷺ نے جواب دیا کہ اس وقت لوگ پل صراط کے قریب اندھیرے میں ہوں گے۔ مگر مسلم کی روایت اس طرح ہے کہ اس وقت لوگ کہاں ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا پل صراط پر۔ علامہ بیہقیؒ نے اس بارے میں لکھا ہے کہ پل صراط پر ہونا مجازی طور پر کہا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اس وقت پل صراط کے بالکل قریب ہوں گے۔

پہلا انقلاب :۔ ...... علامہ قرطبیؒ نے افصاح کے مصنف کے حوالے سے لکھا ہے کہ زمین و آسمان میں دو مرتبہ تبدیلی واقع ہوگی، پہلی مرتبہ میں صرف ان کی صورت بدلے گی اور یہ صورت موت کے دھاکہ یعنی صور کی گرج سے پہلے ہوگی، اس وقت اچانک ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرنے لگیں گے، سورج اور چاند ہو جائیں گے، آسمان کسی ہلکی پھلکی چیز کی طرح ٹوٹ کو بکھر جائیں گے، زمین پھٹ جائے گی اور پہاڑ اڑ جائیں گے۔

دوسرا انقلاب :۔ ...... پھر دوسری مرتبہ میں جو تبدیلی اور انقلاب ہوگا اس میں زمین و آسمان کی اصلیت اور ذات ہی بدل جائے گی، یہ اس وقت ہوگا جب لوگ میدان حشر میں جمع ہوں گے اور اپنے حساب کتاب کا انتظار کر رہے ہوں گے، اس وقت زمین میں جو انقلاب اور تبدیلی ہوگی وہ یہ کہ زمین چاندی کی طرح ایسی صاف ہو جائے گی جس پر کبھی کوئی گناہ نہ ہوا ہو، اسی کو ساہرہ کہتے ہیں جس کے معنی زمین یا سطح زمین کے ہیں، اسی طرح آسمان سونے کا ہو جائے گا جیسا کہ حضرت علیؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

صحیحین میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جنتیوں کے لئے قیامت کے دن زمین ایک روٹی کی شکل کی ہو جائے گی جسے باورچی اسی طرح پلٹ دیتا ہے جیسے تم ناشتہ دان میں پلٹ دیتے ہو، چنانچہ مؤمن اپنے پیروں کے نیچے سے روٹی کھائیں گے اور حوض کوثر میں سے پانی پئیں گے (یعنی یہ صورت جنت میں داخل ہونے سے پہلے میدان حشر میں ان لوگوں کے لئے ہوگی جو جنت میں داخل ہونے والے ہوں گے)۔

Presented by Ziaraat.Com

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میدان حشر میں قیام کے پورے عرصہ میں مؤمنوں کو بھوک کا عذاب نہیں دیا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے زمین کے طبق کو ایک روٹی میں تبدیل فرمادے گا تاکہ مؤمنین اللہ کے حکم سے اپنے پیروں کے نیچے سے بغیر کسی تکلیف اور پریشانی کے اپنا پیٹ بھرتے رہیں۔

(قائل) اس حدیث کا یہ مطلب ہونے کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے، اس میں بھی یہی بات دوسرے لفظوں میں فرمائی گئی ہے کہ روئے زمین تبدیل ہو کر ایک سفید روٹی کی طرح بن جائے گی اور اہل اسلام اس وقت تک اس میں سے کھا کر اپنا پیٹ بھرتے رہیں گے جب تک وہ حساب و کتاب سے فارغ نہیں ہو جائیں گے یہاں تک ابن حجرؒ کا حوالہ ہے۔

اب یہ بات گزشتہ روایت کی روشنی میں قابل غور ہے جس میں گزرا ہے کہ یہ زمین چاندی کی زمین میں بدل جائے گی، اور یہ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روٹی کی صورت میں جو زمین کو بدلا جائے گا، وہ میدان حشر میں ہوگا، اسی طرح، پیچھے جو قول گزرا ہے کہ اس وقت پل صراط پر ہوں گے، یا یہ بات پل صراط سے گزرنے کے بعد ہوگی، اس روایت کی روشنی میں علامہ ابن حجرؒ کا قول قابل غور ہے۔

غرض پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

سب سے پہلے جن لوگوں کو حساب کتاب یا جنت میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی وہ مہاجروں میں کے غریب و نادار لوگ ہوں گے اور جنتیوں کو جنت میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے جو تحفہ دیا جائے گا وہ مچھلی کے جگر کا لٹکنے والا حصہ ہوگا، جنتیوں ہی کی خوراک کے لئے ان کے واسطے جنت کا وہ بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے کناروں میں چرا کرتا ہے، اور جنتیوں کو جو مشروب ملے گا وہ اس چشمے کا ہوگا جس کا نام سلسبیل ہے۔

نبی کی پہچان :۔..... اسی طرح ایک مرتبہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"ہمیں نبی کی علامت اور پہچان بتلائیے؟" آپ ﷺ نے فرمایا۔

"نبی کی پہچان یہ ہے کہ اس کی آنکھیں سوتی ہیں تو اس وقت بھی اس کا دل بیدار رہتا ہے۔"

ایک مرتبہ یہودیوں نے آپ ﷺ سے کہا۔

"وہ کون سا کھانا ہے جس کو تورات نازل ہونے سے پہلے بنی اسرائیل نے اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

یعقوب علیہ السلام کی محبوب غذا کے متعلق سوال :۔...... "میں تمہیں اس ذات باری کی قسم دے کر کہتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی، کیا تم جانتے ہو کہ ایک دفعہ حضرت یعقوب اسرائیل اللہ بہت سخت بیمار پڑ گئے تھے، جب بیماری نے بہت طول کھینچا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے منت مانی کہ اگر اس نے انہیں اس بیماری سے شفا عطا فرمادی تو وہ اپنا سب سے پسندیدہ کھانا اور سب سے پسندیدہ مشروب اپنے اوپر حرام کرلیں گے، اور یعقوب علیہ السلام کا محبوب ترین کھانا اونٹ کا گوشت اور محبوب ترین مشروب اونٹ کا دودھ تھا۔"

یہودیوں نے کہا کہ ہاں بے شک یہ بات درست ہے، یعنی یعقوب علیہ السلام نے ان دونوں چیزوں کو نفس کے مارنے اور خواہشات کو فنا کرنے کے لئے اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا ایک قول ہے کہ چونکہ یعقوب

Presented by Ziaraat.Com

علیہ السلام کو عرق النساء یعنی جوڑوں کے ورم اور درد) کی تکلیف تھی اس لئے وہ جب بھی یہ چیزیں استعمال کرتے تھے تکلیف بڑھ جاتی تھی۔

کیا اونٹ کا گوشت پچھلی امتوں پر حرام تھا :۔..... حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَٰٓءِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ ٱلتَّوْرَىٰةُ

(آیت ۹۳ سورۂ آل عمران، پ ۴، ع ۱)

ترجمہ: سب کھانے کی چیزیں نزول تورات کے قبل باستثناء اس کے جس کو یعقوبؑ نے اپنے نفس پر حرام کر لیا تھا بنی اسرائیل پر حلال تھیں۔

اس آیت کے نازل ہونے کے سبب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا،

"آپ ﷺ یہ بات کیسے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور دین پر ہیں حالانکہ آپ ﷺ اونٹ کا گوشت کھاتے اور اس کا دودھ پیتے ہیں جبکہ یہ دونوں چیزیں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام پر حرام تھیں اور حرام رہیں یہاں تک کہ اس کا علم تورات کے ذریعہ ہم تک پہنچا، للذا ابراہیم علیہ السلام کا پیرو ہونے کا دعویٰ کرنے کے بعد آپ ﷺ اور دوسروں کے مقابلے میں ہم زیادہ حق دار ہیں۔"

اس پر ان کا جھوٹ ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جو پیچھے ذکر ہوئی کہ یعقوب علیہ السلام نے اس کو اپنے اوپر خود حرام کر لیا تھا چنانچہ اسی لئے یہود سے کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو تورات لے کر آؤ اور اسے پڑھ کر سناؤ۔

حیض والی عورتوں کے متعلق سوال :۔..... یہودیوں کا دستور تھا کہ ان کی عورتوں کو جب ماہواری کا خون آتا تو اس کو گھر سے باہر کر دیتے اور خون آنے کے عرصہ میں نہ اس کے ساتھ کھاتے نہ پیتے، علامہ واحدیؒ نے مفسروں کا قول نقل کیا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں عربوں کا دستور تھا کہ عورت کو ماہواری کا خون آتا تو اس کا کھانا پینا سب علیحدہ کر دیتے اور مجوسیوں یعنی آتش پرستوں کی طرح اس کو گھر میں اپنے ساتھ بھی نہ رکھتے، یہاں تک علامہ واحدیؒ کا کلام ہے۔

ایک مرتبہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بھی سوال کیا گیا بعض دیہاتیوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! سردی بہت سخت ہے اور ہمارے پاس اوڑھنے کے لئے کپڑے تھوڑے ہیں، اب اگر ہم حیض والی عورتوں کو وہ کپڑے دے کر علیحدہ کر دیں تو باقی گھر والے سردی سے اکڑ کر ہلاک ہو جائیں گے اور اگر کپڑے اپنے لئے رکھ کر حیض والی عورت کو علیحدہ کر دیں تو وہ اکڑ کر مر جائے گی۔"

اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَٱعْتَزِلُوا۟ ٱلنِّسَآءَ فِى ٱلْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ

(آیت ۲۲۲ سورۂ بقرہ، پ ۲، ع ۱۲)

ترجمہ: اور لوگ آپ ﷺ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں آپ ﷺ فرما دیجئے کہ وہ گندی چیز ہے تو حیض میں تم عورتوں سے علیحدہ رہا کرو اور ان سے قربت مت کیا کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جاویں۔

اس بارے میں اسلامی حکم :۔..... چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

Presented by Ziaraat.Com

"حیض کے زمانے میں تم عورتوں کے ساتھ سوائے ہم بستری کے اور سب کچھ کر سکتے ہو!"

یعنی ہم بستری اور اس کے معنی میں جو کچھ آسکتا ہے وہ مت کیا کرو، اس سے مراد یہ ہے کہ ناف سے گھٹنوں تک عورت کے بدن کا جو حصہ ہے اس میں تصرف مت کیا کرو۔ (ی) کیونکہ آیت سے صرف اسی بات کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے کہ حیض کے زمانے میں ہم بستری کے مقصد سے عورتوں کے پاس نہیں جانا چاہئے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ تمہیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ جب عورتوں کو ماہواری آئے تو ان سے ہم بستری چھوڑ دو، یہ ہرگز ظاہر نہیں ہوتا کہ انہیں گھروں سے باہر نکال دو۔ جب یہودیوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا۔

"ان کا یعنی آنحضرت ﷺ کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ جو کچھ ہم کہتے یا کرتے ہیں اس کی مخالفت کی جائے!"

اس پر حضرت اسید ابن حضیر اور حضرت عباد ابن بشر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہودی ایسا کہہ رہے ہیں اس لئے کیوں نہ ہم حیض کی حالت میں اپنی عورتوں کے ساتھ ہم بستری بھی کر لیا کریں۔

یہ سن کر آنحضرت ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، صحابہ نے کہا ہم نے محسوس کیا کہ آنحضرت ﷺ ان دونوں سے ناراض ہو گئے ہیں، جب وہ دونوں وہاں سے چلے گئے تو کسی نے ہدیہ کے طور پر آنحضرت ﷺ کو دودھ لا کر پیش کیا، آپ ﷺ نے فوراً ہی آدمی بھیج کر ان دونوں کو بلوایا اور وہ دودھ انہیں پلا دیا۔ اس سے ہم نے سمجھا کہ آنحضرت ﷺ ان سے ناراض نہیں ہوئے تھے۔

بعض مفسروں نے لکھا ہے کہ ماہواری والی عورت کے ساتھ ہم بستری کو روک کر مسلمانوں کو افراط و تفریط سے روکا گیا ہے، یہودی اس کو اتنی غیر معمولی بات سمجھتے تھے کہ حیض والی عورت کو گھر سے ہی علیحدہ کر دیتے تھے اور عیسائیوں کے یہاں یہ بات اتنی معمولی تھی کہ وہ حیض والی عورتوں کے ساتھ ہم بستری تک کرتے تھے۔

غیر اسلامی شعائر کے متعلق سوال :۔...... کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن سلامؓ اور دوسرے ایسے لوگ جو اصلاً یہودی تھے اور پھر مسلمان ہوئے، وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی سنیچر کے دن کی عظمت پہلے کی طرح ہی کرتے رہے اور اسی طرح وہ اونٹ کا گوشت استعمال کرتے، اور نہ اس کا دودھ پیتے تھے مسلمانوں کو ان کی یہ بات ناگوار ہوئی اور انہوں نے ان سے اس کا اظہار کیا تو ابن سلامؓ وغیرہ نے کہا۔

"تورات بھی تو اللہ تعالیٰ کی ہی کتاب ہے اس لئے کیا حرج ہے اگر ہم اس پر بھی عمل کرتے رہیں۔!"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ (آیت ۲۰۸
(سورۂ بقرہ، پ ۲، ع ۲۵)

ترجمہ :۔ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور فاسد خیالات میں پڑ کر شیطان کے قدم بقدم مت چلو واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

چاند سورج کے متعلق سوال :۔...... ایک مرتبہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا،

Presented by Ziaraat.Com

"چاند میں جو سیاہ دھبہ ہے یہ کیا ہے ؟"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے یہ دونوں بہت روشن تھے اور ایک رات کا سورج تھا تو دوسرا دن کا سورج تھا جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً (سورۂ بنی اسرائیل، پ ۱۵، ع ۲ آیت ۱۲)

ترجمہ: سو رات کی نشانی کو تو ہم نے دھندلا بنایا اور دن کی نشانی کو ہم نے روشن بنایا۔

لہٰذا چاند میں جو سیاہی ہے یہ اسی دھندلاہٹ کا اثر ہے (گویا حق تعالیٰ نے ان دونوں میں پہلے ذاتی روشنی رکھی تھی یا سورج کی روشنی کا جو عکس چاند پر پڑتا ہے وہ پہلے بہت تیز تھا جس کی وجہ سے چاند بھی بہت زیادہ روشن اور چمکدار رہتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس عکس کو ہلکا کر دیا جس کے نتیجہ میں چاند کی روشنی دھندلی اور ٹھنڈی ہو گئی جبکہ سورج جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کی ذاتی روشنی رکھی ہے اسی طرح روشن اور چمکدار ہے)

رات اور دن :۔...... حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ (سورۂ یٰس، پ ۲۳، ع ۳ آیت ۳۷)

ترجمہ: اور ایک نشانی ان لوگوں کیلئے رات ہے کہ ہم اس رات پر سے دن کو اتار لیتے ہیں سو یکایک وہ اندھیروں میں رہ جاتے ہیں۔

بعض علماء نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دن اور رات میں رات نر کے درجے میں ہے اور دن مادہ کے درجہ میں ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ رات آدم ہے تو دن اس کے لئے حوا ہے۔

اسی طرح کہا گیا ہے کہ رات جنت سے آئی ہے اور دن جہنم سے آیا ہے، اسی وجہ سے رات کے وقت سکون زیادہ محسوس ہوتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک یہودی عالم سے گفتگو

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی عالموں میں سے ایک شخص سے فرمایا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا نہیں

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم توریت کو مانتے ہو؟ اس نے کہا ہاں۔

آپ ﷺ نے پوچھا اور انجیل کو؟ اس نے کہا ہاں۔

تب آپ ﷺ نے قسم دے کر اس سے پوچھا کہ کیا تم میرا ذکر توریت اور انجیل میں پاتے ہو۔

اس پر اس یہودی عالم نے کہا،

"ہم آپ ہی جیسے شخص کا تذکرہ بھی اس میں پاتے ہیں۔ اس کا وطن بھی وہی ہے جو آپ ﷺ کا ہے اور اس کا حلیہ بھی وہی ہے جو آپ ﷺ کا ہے۔ پھر جب آپ ﷺ ظاہر ہو گئے تو ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ نبی آپ ﷺ ہی تو نہیں ہیں۔ مگر جب ہم نے آپ ﷺ کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ آپ ﷺ وہ نبی نہیں ہیں۔"

آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہارے ایسا سمجھنے کی وجہ کیا تھی؟ اس نے کہا،

"اس لئے کہ اس آنے والے نبی کے ساتھ اس کی امت کے ستر ہزار آدمی وہ ہوں گے جن کا نہ کوئی حساب کتاب ہو گا اور نہ ان پر کوئی عذاب ہو گا۔ جب آپ ﷺ کو ہم نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ تو بہت ہی تھوڑے سے آدمی ہیں۔"

آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا،

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ وہ میں ہی ہوں اور جہاں تک میرے صحابہ کی بات ہے تو وہ ستر ستر ہزار سے بھی کہیں زیادہ ہیں (جن کا کوئی حساب کتاب نہ ہو گا)۔"

بادلوں کی کڑک چمک...... اسی طرح ایک دفعہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے بادلوں کی گرج اور کڑک چمک کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا،

"یہ اس فرشتے کی آواز ہے جو بادلوں کا نگراں ہے اس کے ہاتھ میں آگ کا ایک کوڑا ہے جس سے وہ بادلوں کو ہانکتا ہوا اس طرف لے جاتا ہے جہاں پہنچنے کے لئے حق تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔"

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ چمکنے والی بجلی آگ کے کوڑے ہوتے ہیں جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں وہ ان سے بادلوں کو ہنکاتے اور دھکاتے ہیں۔ یہاں جس لفظ کا ترجمہ کوڑا کیا گیا ہے وہ مخراق ہے۔ مخراق ایک رومال یا دوپٹی کو کہتے ہیں جس کو اینٹھ کر اس سے کوڑے کی طرح مارا جاتا ہے۔

اب حضرت علیؓ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ حدیث میں ذکر ہونے والے نگراں فرشتہ سے مراد ایک فرشتہ نہیں بلکہ فرشتہ کہہ کر جنس مراد لی گئی ہے۔ ایک روایت ہے کہ بادلوں کو اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے اور پھر یہ بادل بہترین انداز میں بولتے ہیں اور بہترین انداز میں ہنستے ہیں۔ ان کا بولنا ان کی گرج ہے اور ان کا ہنسنا ان کی چمک ہے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جن کو حیلت کہا جاتا ہے۔ وہ جب اپنے پروں کو حرکت دیتے ہیں تو اس سے بجلی چمکتی ہے۔ (ی) یعنی شاید وہ اپنے پروں کو کڑاکے کے وقت حرکت دیتے ہیں کیونکہ بجلی کا جھماکہ گرج کے وقت (یعنی گرج سے پہلے) ہوتا ہے (کیونکہ اصل میں جس ٹکراؤ کے نتیجہ میں بجلی چمکتی ہے اسی کے نتیجہ میں گرج بھی ہوتی ہے یعنی چمک اور گرج ایک ساتھ ہوتی ہے لیکن اکثر بجلی پہلے چمکتی ہے اور گرج بعد میں سنائی دیتی ہے یہ اسی صورت میں ہوتا ہے جبکہ بادل بہت زیادہ بلندی پر ہوں۔ اس صورت میں روشنی پہلے نظر آجاتی ہے کیونکہ روشنی کی رفتار بہت زیادہ تیز ہوتی ہے لہٰذا جیسے ہی ٹکراؤ کے بعد جھماکہ ہوتا ہے وہ فوراً نیچے نظر آجاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں گرج آواز ہے اور آواز کی رفتار روشنی کی رفتار سے کہیں زیادہ کم اور سست ہوتی ہے اس لئے بجلی چمکنے کے کچھ دیر بعد گرج کی آواز زمین تک پہنچتی ہے)۔

کسی کا ایک قول ہے کہ برق یعنی آسمانی بجلی ایک فرشتہ ہے جس کے چار چہرے ہیں۔ ایک انسانی چہرہ دوسرا بیل کے جیسا منہ۔ تیسرا کرگس کے جیسا منہ اور چوتھا شیر کے جیسا منہ۔ جب وہ فرشتہ دم کو حرکت دیتا ہے تو وہ ہی برق ہوتی ہے۔ (ی) یعنی شاید وہ حرکت گرج کے وقت ہوتی ہے۔

حوادث کی شرعی تشریحات اور سائنسی تشریحات..... (تشریح: یہاں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ دنیا میں پیش آنے اور ظاہر ہونے والے واقعات کے اسباب جہاں ایک طرف مادّی ہوتے ہیں وہاں ان کے کچھ اسباب غیر مادّی اور روحانی بھی ہوتے ہیں۔ ہر واقعہ کا اصل سبب جس پر اس واقعہ کے ظہور کی بنیاد ہوتی ہے وہ غیر مادّی اور روحانی سبب ہی ہوتا ہے جو محسوسات اور معقولات کے دائرہ سے علیحدہ ہوتا ہے مگر چونکہ یہ عالم مادّی ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اس میں ایک کارخانۂ اسباب بھی رکھا ہے۔ وہ اسباب مادّی اور محسوسات کے دائرہ میں ہوتے ہیں جن کو انسان مادّی علم کے ذریعہ معلوم کرتا ہے مگر درحقیقت یہ مادّی اسباب ان غیر مادّی اسباب ہی کے تابع ہوتے ہیں جو مادّی علم کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں۔ جو لوگ صرف مادّیات اور عقلی اسباب ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں وہ ان اسباب پر ہی قناعت کر لیتے ہیں اور ان ہی کو کسی واقعہ کے ظہور کا اصل محرک باور کرتے ہیں۔ چونکہ روحانیت کا علم ان کی دسترس اور پہنچ سے باہر ہوتا ہے اس لئے نہ وہ ان روحانی اسباب کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ ان پر غور کرتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھنا چاہئے کہ علم کی دو قسمیں ہیں ایک روحانیات کا علم اور دوسرا مادّیات کا علم۔ روحانیت کا علم شریعت کا موضوع ہے اور شریعت کے ذریعہ ہی اس کے اسرار اس حد تک کھول دیئے جاتے ہیں جس حد تک حق تعالیٰ کی مشیّت ہوتی ہے۔ چنانچہ ان مادّی عالم میں ظاہر ہونے والے مختلف واقعات کے جتنے مثالی اور غیر مادّی اسباب انسان کو بتلانے مناسب سمجھے گئے وہ شریعت نے بتلا دیئے جبکہ ان گنت وہ اسباب ہیں جن کو سمجھنے اور جاننے کی طاقت انسانی دماغ میں نہیں ہے ان کو حق تعالیٰ نے پوشیدہ رکھا۔ ان کے لئے مادّیات کے علم کا شعبہ رکھ دیا گیا ہے تاکہ جو لوگ تحقیق و جستجو کے رسیا ہوں وہ ہر واقعہ کا مادّی سبب معلوم کر کے اس کو سمجھ لیں۔ لیکن کسی واقعہ کا مادّی سبب جان لینا علم کی وہ آخری حد نہیں کہلا سکتی جہاں انسان اس پر مطمئن ہو کر یہ سمجھ سکے کہ اس کے متعلق اس کا علم مکمل ہو گیا کیونکہ اس سبب کے پیچھے جو اصل سبب یا محرک کار فرما ہے وہ غیر مادّی اور آسمانی ہے اور اس تک جس حد تک بھی رسائی ممکن ہے وہ شرعیات اور قرآن و حدیث کے ذریعہ ہی ممکن ہے اور وہ ان مادّی اسباب سے قطعی مختلف ہیں۔ تشریح ختم۔ مرتّب)۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آسمانی بجلی ایک فرشتہ ہے جو یکایک برق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بادلوں کی گرج ایک فرشتہ ہے جو اس طرح بادلوں کو ان کی منزل کی طرف ہانکتا ہے اور بجلی کا چھماکہ اس فرشتے کی نگاہ ہے۔(ی) جس سے اکثر وہ گرج کے وقت دیکھتا ہے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ بادلوں کا نگراں ایک فرشتہ ہے۔ جس کے ہاتھ میں ایک کوڑا ہوتا ہے جب وہ اس کوڑے کو اٹھاتا ہے تو بجلی کا چھماکہ ہوتا ہے، جب وہ اس کو لہراتا ہے تو گرج ہوتی ہے اور جب وہ اس سے مارتا ہے تو کڑاکا ہوتا ہے۔

مجاہد سے روایت ہے کہ گرج ایک فرشتہ ہے اور بجلی اس کے پر ہیں جن سے وہ بادلوں کو ہانکتا ہے لہذا جو آواز سنائی دیتی ہے وہ خود اس فرشتے کی یا اس کے ہانکنے کی آواز ہوتی ہے۔ بہر حال ان تمام روایات میں موافقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو قابل غور ہے۔

فلسفیوں کا نظریہ یہ ہے کہ گرج جو ہوتی ہے وہ دراصل بادلوں کے آپس میں ٹکرانے اور رگڑ کھانے کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی ہے اور بجلی کا جو چھماکہ ہوتا ہے وہ بھی اسی رگڑ اور ٹکراؤ کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے، لہذا فلسفیوں کا کہنا ہے کہ جب بہت سے بادل ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے اور رگڑ کھاتے ہیں تو اس کے نتیجہ میں ایک لطیف مگر نہایت شدید آگ پیدا ہوتی ہے۔ وہ آگ اتنی شدید ہوتی ہے کہ جس چیز کے قریب سے بھی گزرتی ہے اس کو جھلسا دیتی ہے مگر وہ اپنی انتہائی شدت کے ساتھ ہی بہت جلد ختم ہو جانے والی بھی ہے۔

یہود کی الزام تراشیاں...... حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا (سورۂ بقرہ پ ۱ ع ۱۳ آیت ۱۰۶)

ترجمہ: ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں یا اس آیت ہی کو ذہنوں سے فراموش کر دیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل لے آتے ہیں۔

اس آیت کے نازل ہونے کے سبب کے متعلق ایک قول ہے کہ یہودیوں نے آیتوں کے منسوخ ہونے کو ناپسند کیا۔ انہوں نے کہا،

"تم محمد ﷺ کو نہیں دیکھتے کہ اپنے صحابہ کو ایک وقت میں ایک حکم دیتے ہیں اور پھر اس سے روک کر اس کے خلاف دوسرا حکم دے دیتے ہیں، آج وہ ایک بات کہتے ہیں اور اگلے دن اس سے پھر جاتے ہیں۔"

اس پر اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جو پچھلی سطروں میں تحریر ہوئی۔

بچہ کی تخلیق کے متعلق سوال...... اسی طرح ایک دفعہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ بچہ کس چیز سے پیدا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا،

"بچہ مرد اور عورت کے نطفے یعنی منی سے پیدا ہوتا ہے۔ جہاں تک مرد کے نطفے کا تعلق ہے تو وہ سفید اور گاڑھا ہوتا ہے اور اس سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں اور جہاں تک عورت کے نطفے کا تعلق ہے تو وہ پتلا مادّہ ہوتا ہے یعنی زردی مائل ہوتا ہے اور اس سے گوشت اور خون بنتا ہے۔"

اس پر یہودیوں نے کہا،

"آپ ﷺ سے پہلے جو تھے وہ بھی اسی طرح کہا کرتے تھے۔ مراد ہیں آپ ﷺ سے پہلے نبی۔"

Presented by Ziaraat.Com

گزشتہ قسطوں میں سطیح کے جو واقعات گذرے ہیں ان میں حضرت عیسیٰؑ کا ایک قول بھی اس بارے میں گزرا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے خلاف اپنے غیظ اور کینہ کی بناء پر وہ کہا کرتے تھے کہ اس شخص میں ہم سوائے عورتوں اور ان کے ساتھ نکاح کرنے کے، کسی بات کی کی ہمت نہیں دیکھتے۔ اگر یہ نبی ہوتے تو نبوت کی ذمہ داریوں میں ان کو عورتوں کا خیال بھی نہ آتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجاً وَّ ذُرِّيَّةً (سورہ رعد، پ ۱۳، ع ۶ آیت ۳۸)

ترجمہ "اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیئے"

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ سلیمانؑ کی سو بیویاں اور سات سو کنیزیں تھیں۔

زانی کو سنگسار کرنے سے گریز...... اسی طرح ایک مرتبہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود ایک عورت کے ساتھ زنا کیا تھا۔ یہ شخص خیبر کے یہودیوں میں سے تھا اور ایک معزز آدمی سمجھا جاتا تھا۔ اس نے جس عورت کے ساتھ زنا کیا تھا وہ بھی معزز عورت کہلاتی تھی اور وہ بھی شادی شدہ تھی۔ چونکہ یہ دونوں اونچے درجے کے لوگ تھے اس لئے یہودیوں نے ان کو زنا کی سزا میں سنگسار کرنا پسند نہیں کیا بلکہ اپنا ایک وفد مدینہ میں بنی قریظہ کے یہودیوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں پوچھیں۔ انہوں نے اپنے وفد کے لوگوں سے کہا،

"مدینہ میں جو صاحب یعنی آنحضرت ﷺ ہیں ان کی کتاب یعنی قرآن میں سنگسار کی سزا نہیں ہے بلکہ ان کے یہاں صرف مارنے پیٹنے کی سزا ہے اس لئے اس بارے میں ان سے جاکر پوچھو کہ کیا کہتے ہیں۔"

زانی کے متعلق توریت کا حکم چھپانے کی کوشش...... چنانچہ ان لوگوں نے مدینہ آکر آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے سنگساری کی سزا کا ہی حکم دیا۔ مگر یہودیوں نے اس کو نہیں مانا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی علماء کی ایک جماعت سے فرمایا،

"میں تمہیں اس ذات باری کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰؑ پر توریت نازل فرمائی کیا تم نے توریت میں اس شخص کے لئے سنگساری کی سزا نہیں پائی جس نے شادی شدہ ہوتے ہوئے زنا کیا ہو؟"

مگر یہودی عالموں نے اس بات سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عبداللہ ابن سلام نے ان سے کہا،

"تم جھوٹ بولتے ہو کیونکہ توریت میں سنگساری کی آیت موجود ہے۔"

اس کے بعد وہاں توریت منگوائی گئی تو یہودیوں میں سے ایک شخص نے اس سنگساری کی آیت پر اس طرح اپنا ہاتھ رکھ لیا کہ وہ ایک دم نظر نہ آسکے۔ اس پر حضرت عبداللہ ابن سلام نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ چنانچہ اس نے ہاتھ اٹھایا تو دیکھا کہ وہیں پر سنگساری کی آیت لکھی ہوئی تھی۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: یہ واقعہ ۴ھ کا ہے جو ایک دوسری روایت کے خلاف ہے۔ جس میں ہے کہ بعض یہودی عالم جن میں کعب ابن اشرف، سعید ابن عمرو، مالک ابن صیف اور کنانہ ابن ابوالحقیق وغیرہ شامل تھے۔ مدراس یعنی توریت کی تلاوت خانے میں اسی دوران میں جمع ہوئے جبکہ آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے۔ اس مجلس میں یہ لوگ ایک شادی شدہ یہودی شخص اور ایک شادی شدہ یہودی عورت کے معاملے پر غور کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے تھے جنہوں نے زنا کیا تھا۔ (یہودیوں کے یہاں بھی شادی شدہ آدمی کے لئے زنا کی شرعی سزا سنگسار کرنا یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا تھا۔ مگر یہودی شرعی احکام میں بھی اپنی مرضی

Presented by Ziaraat.Com

کے مطابق تبدیلیاں کر لیتے تھے اور سنگسار کرنے کے بجائے صرف کوڑے مار کر بات ختم کر دیتے تھے۔) اس موقعہ پر بھی ایک معزز آدمی کو جس نے زنا کیا تھا یہ لوگ سنگساری سے بچانا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس بارے میں آنحضرت ﷺ کی رائے لینے کا فیصلہ کیا اور آپس میں کہنے لگے۔

"اگر انہوں نے یعنی آنحضرت ﷺ نے بھی صرف کوڑے مارنے کا فتویٰ دے دیا تو ہم فوراً اس فتویٰ کو مان لیں گے اور اللہ کے یہاں بھی ہمارے پاس دلیل ہو گی۔ ہم اللہ سے کہہ دیں گے کہ تیرے ہی نبیوں میں سے ایک نبی نے ہمیں اس بات کا فتویٰ دیا تھا۔ لیکن اگر انہوں نے یعنی آنحضرت ﷺ نے سنگسار کرنے کا ہی فتویٰ دیا تو اس کو نہیں مانیں گے بلکہ اس کی مخالفت کریں گے۔ کیونکہ جہاں تک مخالفت کی بات ہے تو جب ہم توریت کی مخالفت کر سکتے ہیں تو محمد ﷺ کی مخالفت کرنے میں ہمارے لئے کیا رکاوٹ ہو سکتی ہے۔"

صحیح مسلم و بخاری میں ابن عمرؓ کی ایک روایت میں یوں ہے کہ یہودی عالم آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ایک یہودی مرد و عورت نے جو دونوں شادی شدہ ہیں زنا کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"سنگساری کے بارے میں تم توریت میں کیا پاتے ہو؟"

انہوں نے کہا۔

"یہی کہ ان جیسے لوگوں کا خوب فضیحتہ کیا جائے۔ (ی) یعنی ان دونوں کا منہ کالا کر کے انہیں دو گدھوں پر الٹا سوار کریں اور شہر میں گھما کر ان کی رسوائی کریں۔"

ایک روایت کے لفظ یوں ہیں کہ "ان دونوں کو ایک گدھے پر اس طرح بٹھا دیں کہ ان دونوں کی پیٹھ ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہو۔ پھر انہیں شہر میں گھما کر ان کے کوڑے مارے جائیں۔ یعنی کھجور کی چھال کی بٹی ہوئی ایسی رسّی کے کوڑے مارے جائیں جو ایک خاص قسم کے سیاہ روغن میں بھیگی ہوئی ہو۔"

اس پر حضرت عبداللہ ابن سلام نے کہا کہ تم جھوٹے ہو توریت میں سنگسار کرنے کا حکم موجود ہے۔ اس پر وہ توریت لے کر آئے مگر اسے کھول کر انہوں نے چالاکی سے سنگساری کی آیت پر ہاتھ رکھ لیا اور اس آیت سے پہلے اور بعد کی آیتیں پڑھنی شروع کر دیں۔ جس پر ابن سلام نے کہہ کر اس کا ہاتھ ہٹوایا اور وہ آیت دکھلائی۔ اس پر یہودیوں نے کہا۔

"محمد! آپ سچ کہتے ہیں اس میں سنگساری کا حکم موجود ہے۔"

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کے سامنے خطبہ دیا اور کہا۔

"اے بنی اسرائیل! اگر کوئی شخص چوری کرے گا تو ہم اس کا ہاتھ کاٹیں گے، اگر کوئی شخص جھوٹ بہتان باندھے گا تو اس کو اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے اگر کوئی ایسا شخص زنا کرے گا جس کے بیوی نہ ہو تو اس کے سو کوڑے لگائے جائیں گے اور اگر کوئی ایسا شخص زنا کرے گا جس کے بیوی موجود ہے تو اس کو سنگسار کر کے ہلاک کر دیا جائے گا۔" واللہ اعلم

(قال) جب یہودی اس زناکار شخص کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو کہنے لگے۔

"اے ابوالقاسم! ایک ایسے شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کے بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں جنہوں نے زنا کیا ہو؟"

Presented by Ziaraat.Com

آپ ﷺ نے فرمایا اس بارے میں توریت میں کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا،

"آپ ﷺ توریت کی بات چھوڑیئے۔ آپ ﷺ تو یہ بتلائیے کہ آپ ﷺ کے یہاں اس بارے میں کیا حکم ہے؟"

اس پر آپ ﷺ نے سنگساری کا فتویٰ دیا مگر انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سے کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ آپ ان کے مدراس یعنی توریت پڑھنے کی جگہ یعنی تلاوت خانے میں تشریف لائے۔ یہاں دروازے پر کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا؟

"اے گروہ یہود! میرے پاس اپنے سب سے بڑے عالم کو لے کر آؤ!"

یہ سن کر وہ لوگ عبداللہ ابن صوریا، ابویاسر ابن اخطب اور وہب ابن یہود کو آپ کے پاس لے کر آئے اور کہنے لگے کہ یہ ہمارے سب سے بڑے عالم ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کو قسم دے کر وہی بات پوچھی کہ ایسے شخص کے متعلق توریت میں کیا سزا ہے؟"

انہوں نے کہا ہم ایسے شخص کو ذلیل اور رسوا کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔ اس پر حضرت ابن سلام نے انہیں جھٹلایا جیسا کہ بیان ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر جب آپ ﷺ نے ان سے یہ سوال کیا تو ان سب نے وہی غلط جواب دیا مگر ان میں سے ایک نوجوان خاموش رہا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو بار بار قسم دے کر صحیح بات کہنے کا اصرار فرمایا آخر اس نے کہا،

ایک نوجوان یہودی کی طرف سے حق بات...... "بے شک جب آپ ﷺ نے قسم دی ہے تو سچی بات کہوں گا حقیقت میں توریت میں سنگساری کا حکم موجود ہے مگر ہم نے اپنی رائے سے اونچے درجے کے لوگوں کو تو صرف کوڑوں کی سزا دینی شروع کر دی اور نیچ لوگوں کو سنگسار کرنے لگے۔ اس کے بعد ہم نے مل جل کر سب لوگوں کو ایک ہی سزا دینی طے کر لی جو آپ ﷺ کو معلوم ہے (یعنی سب ہی کو صرف رسوا کرنے اور کوڑے مارنے کی سزا دینے لگے)۔"

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"اب میں توریت کے حکم کے مطابق فیصلہ دیتا ہوں۔"

غالباً یہ نوجوان ابن صوریا تھے۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کو حکم دیا کہ اس شخص کو سنگسار کر دیا جائے۔ تو انہوں نے آپ ﷺ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اس وقت جبرئیلؑ نے آپ ﷺ سے کہا،

"اپنے اور ان لوگوں کے درمیان ابن صوریا کو حَکَم بنالیجئے۔"

ساتھ ہی جبرئیلؑ نے آپ کو ابن صوریا کا حلیہ بتلایا۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا،

"کیا تم لوگ اس نوجوان، کمسن، گورے رنگ کے بھینگے لڑکے کو جانتے ہو جو فدک میں رہتا ہے اور جس کا نام ابن صوریا ہے"

یہودیوں نے کہا۔

ہاں جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے توریت کے ذریعے موسیٰؑ پر جو علوم نازل فرمائے ان کا وہ اس روئے

Presented by Ziaraat.Com

زمین پر سب سے بڑا عالم ہے۔!"

بحیثیت حَکَم ابن صوریا کا فیصلہ...... اس طرح وہ ابن صوریا کو حَکَم بنانے پر راضی ہو گئے۔ چنانچہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کی موجودگی میں ابن صوریا سے فرمایا،

"میں تمہیں اس ذات باری کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، جس نے موسیٰ پر توریت نازل فرمائی، دریا میں راستہ کھول دیا اور طور پہاڑ کو تمہارے سروں پر لا کھڑا کیا، جس نے فرعون کو دریا میں غرق کیا اور تمہارے اوپر بادلوں کو سایہ فگن کیا، جس نے تمہارے اوپر من و سلویٰ اتارا، اپنی کتاب نازل فرمائی اور حلال و حرام کے احکام نازل فرمائے۔ اس ذات کی قسم دے کر میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم اپنی کتاب توریت میں ایسے شخص کے لئے جس نے شادی شدہ ہوتے ہوئے زنا کیا ہو، سنگ ساری کی سزا نہیں پاتے ؟"

یہ زبردست قسم سن کر ابن صوریا نے کہا کہ ہاں بے شک پاتے ہیں۔ اس پر یہودی اوباش ابن صوریا پر جھپٹ پڑے۔ (اور ان کو برا بھلا کہنے لگے) ابن صوریا نے جواب دیا،

"مجھے ڈر تھا کہ اگر میں نے ان سے جھوٹ بولا تو ہم پر عذاب نازل ہو گا۔"

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سوال کے جواب میں ابن صوریا نے کہا،

ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کا آپ ﷺ نے ذکر کیا یہ بات صحیح ہے۔ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ جھوٹ بولنے کی صورت میں توریت مجھے جلا کر بھسم کر دے گی تو میں ہرگز آپ ﷺ کے سامنے اس بات کا اقرار نہ کرتا۔ مگر اے محمد ﷺ یہ بتائیے کہ یہ مسئلہ آپ ﷺ کی کتاب یعنی قرآن میں کس طرح ہے ؟"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"اگر چار سچے اور عادل آدمی اس بات کی گواہی دیں کہ مرد نے عورت کے ساتھ اس طرح زنا کیا ہے جیسے سرمہ دانی میں سلائی تو اس زناکار شخص کو سنگسار یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا واجب ہے۔"

یہ سن کر ابن صوریا نے کہا،

قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰؑ پر توریت نازل فرمائی، اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر بھی توریت میں یہی حکم نازل فرمایا تھا۔"

زناکاروں پر شرعی سزا کا اجراء...... اب اگر ان سب مختلف روایتوں کو درست مانا جائے تو ان میں موافقت قابل غور ہے۔

غرض پھر ابن صوریا نے آنحضرت ﷺ سے آپ ﷺ کی نبوت کی بعض ایسی نشانیاں پوچھیں جن کو وہ جانتے تھے۔ اس کے بعد ابن صوریا نے کلمہ شہادت پڑھا اور نبی اُمّی ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ یہ بات ان میں سے ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن صوریا مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر پیچھے گزرا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس قول کو صحیح تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔

غرض یہودیوں پر اس طرح حجت تمام ہو جانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اب چار گواہ لاؤ جو اس شخص کی زناکاری کے شاہد ہوں۔ چنانچہ وہ لوگ چار گواہ لے کر آئے جنہوں نے اس بات کی شہادت دی کہ ہم نے اس شخص کے عضو تناسل کو اس عورت کی شرم گاہ میں اس طرح دیکھا ہے جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس گواہی پر آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ مسجد نبوی کے دروازے کے پاس ان دونوں کو سنگسار کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس سنگساری کے وقت اس زناکار شخص کو دیکھا کہ وہ عورت کے اوپر جھک کر اسے پتھروں سے بچانے کی کوشش کرتا جاتا تھا۔

غرض یہ واقعہ ہی آیت کے نازل ہونے کا سبب بنا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا (سورہ مائدہ، پ ۶، ع ۷، آیت ۴۴)

ترجمہ :- ہم نے توریت نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی اور وضوح (روشنی) تھی، انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اسی کے موافق یہود کو حکم دیا کرتے تھے۔

اسی طرح اس آیت کے نازل ہونے کا سبب بھی یہی تھا۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (سورہ مائدہ، پ ۶، ع ۷، آیت ۴۴)

ترجمہ۔ اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں۔

اس میں ایک آیت میں ہُمُ الظّٰلِمُوْنَ ہے اور ایک میں ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ ہے۔

جانوروں میں سنگساری کا عجیب واقعہ...... عمرو ابن میمون سے روایت ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں ایک دفعہ میں نے سنگساری کی یہ سزا انسانوں کے علاوہ جانوروں میں بھی دیکھی ہے۔ میں اس وقت یمن میں تھا اور اپنی بکریاں چرا رہا تھا، یکایک میں نے دیکھا کہ ایک بندر اور بندریا آئے اور ایک جگہ بیٹھ گئے۔ بندریا نے اپنا ہاتھ زمین پر پھیلا دیا اور بندر اس ہاتھ پر سر رکھ کر سو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں ایک اور بندر آگیا جو پہلے بندر سے ذرا چھوٹا تھا۔ اس نئے بندر نے آکر اس بندریا کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کر دی، بندریا بھی اس پر مہربان ہو گئی اور اس نے آہستگی سے اپنا ہاتھ بندر کے سر کے نیچے سے نکالا اور اس دوسرے بندر کے ساتھ ایک طرف چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد بندریا واپس آگئی۔ اسی وقت گھبرا کر بندر جاگ گیا اور اس نے اپنی بندریا کو سونگھا جس کے بعد یکایک اس نے چیخنا شروع کر دیا۔ اس کی اس چیخ و پکار اور فریاد پر وہاں بہت سے بندر اکٹھے ہو گئے۔ اب اس بندر نے دوسرے بندروں کے سامنے چیخ چیخ کر فریاد کرنا شروع کیا۔ ساتھ ہی وہ ہاتھ سے اپنی بندریا کی طرف اشارہ بھی کرتا جاتا تھا۔ اسی وقت تمام بندر دائیں اور بائیں مختلف سمتوں میں وہاں سے چلے گئے اور کچھ دیر بعد اس نوجوان بندر کو پکڑ کر لائے اس کے بعد ان سب نے ان دونوں مجرموں کے لئے ایک گڑھا کھودا اور انہیں اس میں ڈال کر دونوں کو سنگسار کر دیا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں میں نے ایک بندریا کو دیکھا جس نے زنا کیا تھا اور پھر بندروں نے مل کر اس بندریا کو سنگسار کر کے ہلاک کر دیا۔ ان کے ساتھ میں نے بھی سنگساری میں شرکت کی۔

کتاب استیعاب میں ہے کہ یہ بات اہل علم کی جماعت کے نزدیک منکر ہے کہ غیر مکلف جانداروں کی طرف بھی زنا کی نسبت کی جائے اور جانوروں میں بھی شرعی سزاؤں کے قائم ہونے کا حکم لگایا جائے۔ لہٰذا اگر یہ روایت صحیح ہے تو وہ بندر جنات میں سے رہے ہوں گے۔ کیونکہ جہاں تک عبادات کا تعلق ہے تو وہ انسانوں اور جنات تک ہی محدود ہیں۔ یہاں تک کتاب استیعاب کا حوالہ ہے۔ بہر حال یہ روایت قابل غور ہے۔ واللہ اعلم۔

یہودی توریت میں درج آپ ﷺ کا حلیہ چھپاتے تھے...... بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کے اس حلیہ اور آپ ﷺ کی ان صفات کو بدل دیا تھا جو توریت میں ذکر تھیں، اسکی وجہ ان

Presented by Ziaraat.Com

یہودی علماء کا یہ خوف تھا کہ کہیں آنحضرت ﷺ کی وجہ سے انکی روزی نہ ماری جائے۔ کیونکہ جہاں تک یہودی علماء کی روزی کا تعلق تھا تو اس کے ذمے دار ان کے عوام تھے مگر اسی وقت تک جب تک وہ عوام توریت کے احکام پر عمل پیرا ہوں یعنی یہودی مذہب کے پابند ہوں للذا ان کو یہی ڈر تھا کہ اگر ان کے عوام مسلمان ہوگئے تو ان سے ان کی آمدنی اور روزی کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔(ی) چنانچہ وہ ان لوگوں سے جو مسلمان ہو جاتے تھے کہا کرتے تھے۔

"اپنا روپیہ ان لوگوں یعنی مہاجروں پر مت خرچ کرو ہمیں ڈر ہے کہ تم بالکل قلاش اور کنگال نہ ہو جاؤ۔"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔ (سورۂ نساء، پ ۵، ع ۶ آیت ۳۷)

ترجمہ:- جو کہ بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہوں اور وہ اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے۔

یعنی آنحضرت ﷺ کی صفات جو ان کی کتاب توریت میں موجود تھیں ان کو چھپاتے تھے۔ مثلاً اس میں آپ ﷺ کے متعلق یہ حلیہ تھا کہ آپ ﷺ سرمگیں آنکھوں اور میانہ قد والے ہوں گے اور گھونگریالے بالوں والے اور خوبصورت ہوں گے۔ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر اس حلیہ کو مٹادیا اور اس کی جگہ یہ کہا کہ ہم اپنی کتابوں میں آپ ﷺ کا جو حلیہ پاتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ کا قد لمبا ہوگا، آنکھیں نیلی ہوں گی اور بال سیدھے ہوں گے۔ پھر انہوں نے توریت کے حوالے سے یہی حلیہ اپنے پیروؤں کے سامنے پیش کیا اور کہا،

"یہ ہے اس نبی کا حلیہ جو آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے۔"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا (سورۂ بقرہ، پ ۲، ع ۲۱ آیت ۱۷۴)

ترجمہ:- اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کے مضامین کا اخفا کرتے ہیں اور اس کے معاوضہ میں دنیا کا متاع قلیل وصول کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہود کی نئی شرارت...... یہودی جب آنحضرت ﷺ سے بات کرتے تو کہتے،

"رَاعِنَا سَمِعْتُ وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ۔ یعنی ہماری رعایت فرمایئے۔ ہم آپ کی سنیں آپ ہماری سنئے۔"

یہ کہہ کر وہ لوگ آپس میں ہنستے اور دل لگی کرتے۔ یہ یہودیوں کی ایک نئی شرارت تھی۔ رَاعِنَا کا لفظ عربی زبان میں بھی ہے اور یہودیوں کی عبرانی زبان میں بھی ہے۔ عربی زبان میں تو اس کے معنیٰ وہی ہیں جو اوپر بیان کیے گئے لیکن عبرانی زبان میں اس کے معنی بُرے ہیں۔ گویا عربی میں یہ کلمہ اچھے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اور عبرانی زبان میں بُرے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ یہودی جب یہ لفظ آپ ﷺ سے کہتے تو عبرانی زبان کے معنی مراد لیتے جبکہ مسلمان اس لفظ کے وہی عربی معنے سمجھتے۔ اس شرارت پر یہودی ہنستے اور آپس میں مذاق اڑاتے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں بھی ہے کہ یہودیوں کی عبرانی زبان میں یہ لفظ بہت بُری گالی ہے۔ مگر مسلمان اس کو نہیں سمجھتے تھے لہٰذا جب مسلمانوں نے یہ لفظ سنا تو وہ یہ سمجھے کہ یہ کوئی بُرا لفظ ہے جس کو

Presented by Ziaraat.Com

یہودی اپنے نبیوں کے احترام کے طور پر استعمال کرتے ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ لفظ کہنا شروع کر دیا، جس پر یہودی خوب ہنستے اور بغلیں بجاتے۔

ایک روز یہودی اسی بات پر ہنس رہے تھے کہ حضرت سعد ابن معاذؓ اس شرارت کو سمجھ گئے ان کو غصہ آگیا اور انہوں نے یہودیوں سے کہا،

اے خدا کے دشمنو! اگر آج کے بعد میں نے تم میں سے کسی بھی شخص کے منہ سے یہ لفظ دوبارہ سنا تو میں یقیناً اس کی گردن مار دوں گا۔"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (سورۂ بقرہ، پ ۱، ع ۱۳ آیت ۱۰۴)

ترجمہ:۔"اے ایمان والو تم لفظ راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہہ دیا کرو اور اس کو بھی اچھی طرح سن لو اور ان کافروں کو تو سزائے دردناک ہوگی ہی۔"

ایک روایت میں یوں ہے کہ یہودیوں نے صحابہ کو سنا کہ جب آنحضرت ﷺ ان کو کوئی بات بتلا دیتے تو وہ کہتے، یا رسول اللہ! راعنا یعنی ذرا ٹھہر یئے تا کہ ہم بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ یہ کلمہ عبرانی زبان کا بھی تھا جس کو یہودی گالی کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کے لئے یہ عربی لفظ راعنا استعمال کرتے سنا تو انہوں نے اپنی عبرانی زبان کے لفظ راعنا سے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرنا شروع کر دیا جس سے وہ گالی مراد لیتے۔ اسی لئے جب حضرت سعد ابن معاذؓ نے ان کے منہ سے یہ لفظ سنا تو ان سے کہا،

"اے خدا کے دشمنو! تم پر اللہ کی لعنت ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر اب میں نے تم میں سے کسی کو آنحضرت ﷺ کے لئے یہ لفظ استعمال کرتے سنا تو میں تلوار سے اس کی گردن کاٹ ڈالوں گا۔"

یہودیوں نے کہا،

"کیا تم لوگ خود بھی ان کو یہی لفظ نہیں کہتے؟"

اس پر وہ آیت نازل ہوئی جو گذشتہ سطروں میں ذکر ہوئی۔

یہود کا اپنی معصومیت کے متعلق دعویٰ...... ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہودیوں کی ایک جماعت اپنے بچوں کو لے کر آئی اور انہوں نے آپ ﷺ سے کہا،

"اے محمد ﷺ! کیا ہماری اولاد کے ذمہ بھی کوئی گناہ ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں۔! تو انہوں نے کہا،

"تو قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم آپ ﷺ لیتے ہیں کہ ہم بھی ان ہی کی طرح ہیں۔ جو کوئی گناہ ہم رات کے وقت میں کرتے ہیں اس کا اگلے دن میں ہم سے کفارہ کر لیا جاتا ہے اور جو کوئی گناہ ہم دن میں کرتے ہیں اس کا کفارہ ہم سے رات میں کر لیا جاتا ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا (سورۂ نساء، پ ۵، ع ۷ آیت ۴۹)

ترجمہ:۔"کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں

Presented by Ziaraat.Com

مقدس بنادیں اور ان پر دھاگہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔"

یہود کا حکم بننے سے آنحضرت ﷺ کا انکار...... ایک روایت میں ہے کہ گذشتہ روایت کی بنیاد پر ابن صوریا کے مسلمان ہونے سے پہلے ایک روز یہودی عالم جمع ہوئے جن میں خود ابن صوریا کے علاوہ شاس ابن قیس اور کعب ابن اُسید بھی تھے۔ انہوں نے کہا آؤ محمد ﷺ کے پاس چلیں ممکن ہے ہم ان کو ان کے دین سے پھیرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ چنانچہ یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے،

"اے محمد! آپ ﷺ کو معلوم ہے ہم یہودی عالم اور معزز لوگ ہیں۔ اگر ہم آپ کی پیروی اختیار کر لیں تو سارے یہودی آپ کی پیروی قبول کر لیں گے۔ اب ہمارے اور قوم کے درمیان ایک جھگڑا ہے۔ اگر آپ ﷺ حکم بن کر اس جھگڑے کا فیصلہ ہمارے حق میں کر دیں تو ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے۔!"

مگر آپ ﷺ نے ان کا حکم بننے سے انکار فرمادیا۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی،

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ

(سورۂ مائدہ، پ ۶، ع ۷)

ترجمہ :۔ "اور ہم مکرر حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے اور ان سے یعنی ان کی اس بات سے احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو خدا کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے نہ بچلادیں"۔

منافقین

مدینہ میں جب اسلام کو سربلندی اور فروغ حاصل ہوا اور اس کے مقابلے میں یہودی اقتدار پس کر رہ گیا تو حالات کے دباؤ اور اپنی جانوں کے خوف سے بہت سے یہودی مسلمان ہو گئے مگر ان کا یہ اسلام قہر درویش بر جان درویش کے مصداق تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان ہو جانے کے باوجود ان کی ہمدردیاں اور محبتیں یہودیوں کے ساتھ ہی ہیں۔ یعنی ظاہری طور پر وہ مسلمان ہو گئے اور قلبی طور پر یہودی رہے۔ ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منافقین کا لقب دیا۔

حضرت عُمیر اور جلّاس کا واقعہ...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دور میں ایسے منافق مسلمانوں کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی تھی۔ ان ہی میں ایک شخص جلّاس ابن سُوید ابن صامت بھی تھا۔ ایک روز اس شخص نے کہا،

"اگر یہ شخص یعنی آنحضرت ﷺ سچے ہیں تو ہم لوگ تو گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔"

جُلّاس کی یہ بات حضرت عُمیر ابن سعد نے سن لی جو جُلّاس کی بیوی کے بیٹے یعنی جُلّاس کے سوتیلے بیٹے تھے کیونکہ جب حضرت عُمیر کے باپ کا انتقال ہو گیا تو عُمیر بہت چھوٹے تھے اور ان کی ماں نے جُلّاس سے شادی کرلی اس طرح حضرت عُمیر اس کی پرورش و پرداخت میں آ گئے تھے۔ حضرت عُمیر کے پاس پیسہ بھی نہیں تھا للذا ان کے اخراجات کا ذمہ دار اور کفیل بھی جُلّاس ہی بنا تھا اور وہ ان کے ساتھ بہت اچھا معاملہ کرتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک روز جلاؔس رات میں گھر واپس آیا اور بستر پر لیٹے ہوئے اس نے یہ بات کہی تھی کہ محمد ﷺ جو کچھ کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمیر نے اس سے کہا،

جلاؔس! تم میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور اچھے آدمی ہو۔ اس وقت تم نے ایک ایسی بات کہی ہے کہ اگر میں اس کو تم پر الٹ دوں تو تمہارا فضیحہ ہوگا اور اگر خاموش رہوں تو میرا ایمان خراب ہوگا۔ مگر ان میں سے ایک بات دوسرے کے مقابلے میں میرے لئے آسان ہے۔"

اس کے بعد حضرت عمیر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے جلاؔس کی بات نقل کی۔ آپ ﷺ نے فوراً جلاؔس کو بلوایا اور اس سے پوچھا تو اس نے حلف اٹھا کر اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ عمیر نے مجھ پر جھوٹ الزام لگایا ہے۔ میں نے وہ بات نہیں کہی جو عمیر کہہ رہے ہیں۔

اس پر حضرت عمیر نے کہا،

"بے شک تم نے یہ بات خدا کی قسم کہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن پاک اس بارے میں نازل ہو اور تمہارے ساتھ میں بھی پکڑ میں آجاؤں۔"

وحی کے ذریعہ جلاؔس کے جھوٹ کا پول...... ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے منبر کے پاس جلاؔس سے حلف اٹھانے کے لئے فرمایا تو اس نے حلف اٹھالیا کہ میں نے ایسا نہیں کہا۔ پھر آپ ﷺ نے اس بات کو بیان کرنے والے یعنی حضرت عمیر سے حلف اٹھانے کے لئے فرمایا تو انہوں نے حلف اٹھا کر کہا کہ جلاؔس نے ایسا کہا ہے پھر حضرت عمیر نے یہ دعا مانگی۔

"اے اللہ! اپنے نبی پر وحی نازل فرما جس سے جھوٹے کا جھوٹ اور سچے کا سچ ظاہر ہو جائے۔"

آنحضرت ﷺ نے اس دعا پر آمین فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ وحی نازل فرمائی،

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ (سورۂ توبہ، پ ۱۰، ع ۱۰)

ترجمہ:- وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلانی بات نہیں کہی حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کی بات کہی تھی اور وہ بات کہہ کر اپنے اسلام ظاہری کے بعد ظاہر میں بھی کافر ہوگئے اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی اور یہ کہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے رزق خداوندی سے مالدار کر دیا تھا۔ سو اگر اس کے بعد بھی توبہ کریں تو ان کے لئے دونوں جہان میں بہتر ہوگا"۔

اس پر جلاؔس نے اپنی بات کا اقرار کر لیا اور پھر توبہ کی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی توبہ قبول فرمائی اور پھر اس نے اپنی اس توبہ کا خیال رکھا۔ اس کے بعد جلاؔس نے حضرت عمیر کے ساتھ بھی اپنا طرز عمل نہیں بدلا بلکہ برابر ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا رہا۔ چنانچہ اسی وجہ سے یہ خیال کیا گیا کہ اس نے دل سے توبہ کرلی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عمیر سے فرمایا کہ تم نے اپنے کانوں کو بچالیا۔

منافق کی شکل میں شیطان...... ان ہی منافق مسلمانوں میں سے ایک شخص نبتل ابن حرث تھا، اس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"جو شخص شیطان کو دیکھنا چاہے وہ نبتل ابن حرث کو دیکھ لے۔"

Presented by Ziaraat.Com

"یہ شخص رسول اللہ ﷺ کی مجلسوں میں آکر بیٹھتا اور آپ ﷺ کی باتیں منافقوں کو جاکر بتلاتا۔ اسی نے منافقوں سے کہا تھا،

"محمد ﷺ کانوں کے بہت کچے ہیں، جو کوئی کچھ کہتا ہے اسی کو مان لیتے ہیں۔"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ (سورۂ توبہ پ ۱۰، ع ۸)

ترجمہ:- "ان منافقین میں سے بعض ایسے ہیں کہ نبی کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں"۔

اسی نبتل کے متعلق جبرئیلؑ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے کہا۔

"آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آکر بیٹھتا ہے جس کا حلیہ یہ ہے اور اس نے یہ بات کہی ہے۔ یعنی جو بات اس نے آنحضرت ﷺ کے متعلق کہی تھی وہ بتلائی اور پھر کہا، اس کی فطرت گدھے کی فطرت سے بھی زیادہ خراب ہے۔ وہ آپ ﷺ کی باتیں منافقوں سے جاکر بیان کرتا ہے اس لئے اس سے پرہیز کیجئے۔"

سردار منافقین...... ان ہی منافقوں میں عبداللہ ابن اُبی ابن سلول تھا جو منافقوں کا سردار تھا۔ نفاق کے سلسلے میں اس کی شہرت اتنی زیادہ ہوئی کہ اس کو صحابہ میں شمار نہیں کیا گیا۔ یہ شخص مدینہ کے معزز لوگوں میں سب سے زیادہ سرکردہ آدمی تھی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ والوں نے اس کے لئے لڑیوں کا ایک تاج تیار کیا تھا تاکہ اس کی باقاعدہ تاج پوشی کر کے اسے اپنا بادشاہ بنالیں جیسا کہ پیچھے بیان ہوا۔

ابن اُبی کی آنحضرت ﷺ سے دشمنی کی وجہ...... اس کو بادشاہ بنانے کی وجہ یہ تھی کہ انصاری لوگ قحطان کی اولاد میں سے تھے اور عربوں میں قحطان کے سوا کسی نے تاج نہیں پہنا اور اس تاج کی لڑیوں میں سے صرف ایک لڑی باقی رہ گئی تھی جو شمعون یہودی کے پاس تھی مگر جب مدینہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی عنایت فرمادیا تو ابن اُبی کی قوم کے لوگ اس سے برگشتہ ہو کر اسلام کے دامن میں شامل ہوگئے۔ اسی محرومی کے نتیجہ میں ابن اُبی کے دل میں آنحضرت ﷺ کے خلاف عداوت بیٹھ گئی۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی سلطنت چھین لی ہے۔

اب جب ابن اُبی نے دیکھا کہ اس کی قوم کے لوگ اسلام کے سوا کسی بات پر راضی ہی نہیں ہیں یعنی ہر قیمت پر اسلام ہی کے دامن میں رہنا چاہتے ہیں تو خود ابن اُبی بھی بادل ناخواستہ مسلمان ہوگیا مگر منافق کی حیثیت سے اسلام میں داخل ہوا۔

ابن اُبی کی حرام خوری...... یہ ابن اُبی حرام خور بھی تھا اس کے پاس بہت سی کنیزیں اور لڑکیاں تھیں جن سے یہ زبردستی پیشہ کراتا تھا اور ان کی حرام کمائی خود لے کر عیش و عشرت کے ساتھ رہتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (سورہ نور پ ۱۸، ع ۴ آیت ۳۳)

ترجمہ:- "اور اپنی مملوکہ لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور مت کرو اور بالخصوص جب وہ پاک دامن رہنا چاہیں محض اس لئے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ یعنی مال تم کو حاصل ہوجائے"۔

حق تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے،

Presented by Ziaraat.Com

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ
(آیت ۷۶ سورۂ بقرہ، پ ا، ع ۹)

ترجمہ :- "اور جب ملتے ہیں منافقین یہود، مسلمانوں سے تو ان سے تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہائی میں جاتے ہیں یہ بعضے دوسرے بعض یہودیوں کے پاس تو ان سے کہتے ہیں کہ تم کیا مسلمانوں کو وہ باتیں بتلادیتے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر منکشف کردی ہیں"۔

ابن اُبیّ کی خوشامدی طبیعت...... اس آیت کا نازل ہونے کا سبب یہ بتلایا جاتا ہے کہ ایک روز عبداللہ ابن اُبیّ اور اس کے ساتھی کہیں جارہے تھے راہ میں ان کو مسلمانوں کی ایک جماعت ملی جن میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنھم بھی تھے۔ ان حضرات کو دیکھ کر عبداللہ ابن اُبیّ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا، ۔۔

"دیکھو میں ان بے وقوفوں کا رخ کس طرح تمہاری طرف سے پھیرے دیتا ہوں"

اس کے بعد اس نے آگے بڑھ کر حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا،

"مرحبا ہو صدیق اکبر کو، جو بنی تمیم کے سردار ہیں، شیخ الاسلام ہیں، غار ثور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں اور اپنی جان و مال رسول اللہ ﷺ کی محبت میں خرچ کرنے والے ہیں۔"

پھر اس نے حضرت علیؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا،

مرحبا ہو رسول اللہ کے چچا کے بیٹے کو اور آپ ﷺ کے داماد کو جو آنحضرت ﷺ کے بعد بنی ہاشم کے سب سے بڑے سردار ہیں۔

پھر اس نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا،

"بنی عدی کے فاروق اعظم کو مرحبا ہو، جو اللہ کے دین کے لئے نہایت طاقتور اور جری ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے لئے اپنی جان و مال خرچ کرنے والے ہیں۔"

حضرت علیؓ نے ابن اُبیّ سے کہا،

"اے عبداللہ اللہ سے ڈرو۔ اور منافقت نہ کرو۔ منافقین اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں"

ابن اُبیّ نے کہا،

"ابو الحسن ذرا ٹھنڈے رہو! کیا یہ بات تم مجھے کہہ رہے ہو۔ خدا کی قسم ہمارا ایمان تمہارے ایمان جیسا ہے اور ہماری تصدیق تمہاری جیسی تصدیق ہے۔"

پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تم لوگ میرے اور میرے اسلام کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟ ان لوگوں نے جواب میں ابن اُبیّ کی خوب تعریفیں کیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی جو گذشتہ سطروں میں بیان ہوئی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ منافق کی مثال اس بکری کے جیسی ہے جو گیابھن ہونے کے لئے دو گلوں میں گھومتی ہے۔ کبھی وہ اس گلے میں جاتی ہے اور کبھی دوسرے گلے میں جاتی ہے۔

حضرت عائشہؓ کی رخصتی...... ہجرت کے پہلے سال میں ہی رسول اللہ ﷺ کے یہاں حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی جیسا کہ کتاب عیون الاثر میں ہے۔ مگر کتاب مواہب میں یہ ہے کہ رخصتی ہجرت کے دوسرے سال شوال کے مہینے میں یعنی آنحضرت ﷺ کے مدینہ پہنچنے کے اٹھارہ مہینے بعد ہوئی تھی۔ ایک قول سات مہینے

Presented by Ziaraat.Com

اور ایک قول آٹھ مہینے بعد کا بھی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حالانکہ میری رخصتی شوال میں ہوئی اور اسی وقت خلوت ہوئی مگر آپ ﷺ کی ازواج میں آپ ﷺ کے نزدیک مجھ سے زیادہ کون خوش قسمت تھی۔(ی) یعنی یہاں کسی کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے۔ کہ دو عیدوں کے درمیانی مہینوں میں شادی کرنا منحوس اور مبارک ہوتا ہے جس سے میاں بیوی میں اکثر مفارقت اور علیحدگی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس قسم کے وہموں اور شگونوں کی نہ کوئی حیثیت ہے اور نہ اعتبار ہے(اس دور میں عربوں میں شادی کیلئے یہ مہینے منحوس سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے اسی وہم کی تردید فرمائی ہے)۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رخصتی کے دن رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور آپ ﷺ کے پاس انصاری مرد اور عورتیں آکر جمع ہوگئے۔ میں اس وقت ایک جھولے میں جھول رہی تھی جو دو کھجوروں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔ میری والدہ نے آکر مجھے جھولے سے اتارا۔ میں چونکہ مدینہ آکر بیمار ہو گئی تھی اس لئے میرے بال الجھے ہوئے تھے۔

چنانچہ حضرت براء سے روایت ہے کہ ایک روز میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ان کے یہاں گیا۔ میں نے دیکھا کہ ان کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ لیٹی ہوئی تھیں اور ان کو بخار چڑھا ہوا تھا۔ پھر ان کے والد حضرت ابو بکرؓ نے بیٹی کے رخسار پر پیار کیا اور کہا کہ بیٹی گھبراؤ مت۔

غرض حضرت عائشہؓ کہتی ہیں،

"اس بیماری کی وجہ سے میرے بال الجھے ہوئے تھے جنہیں میری والدہ نے درست کیا اور مانگ چوٹی کی، پھر انہوں نے میرا منہ دھلایا، اس کے بعد وہ مجھے پکڑ کر چلیں اور دروازے کے پاس آکر ٹھہر گئیں کیونکہ میرا کچھ سانس پھول گیا تھا۔ جب میرا سانس درست ہو گیا تو وہ مجھے لے کر اندر داخل ہوئیں جہاں میں نے دیکھا کہ ہمارے گھر یعنی حجرے میں تخت پر رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے پاس بہت سے انصاری مرد و عورت جمع ہیں۔ میری والدہ نے مجھے آنحضرت ﷺ کی بغل میں بٹھادیا اور کہا،

"یہ تمہارے گھر والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ان میں خوش رکھے اور ان کو تمہارے ساتھ خوش رکھے۔"

اسی وقت سب لوگ وہاں سے اٹھ کر باہر چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ہمارے مکان ہی میں میرے ساتھ خلوت فرمائی۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ دن کے وقت میں عروسی منائی۔

عروسی منانے کے لئے اس حدیث میں جو الفاظ ہیں وہ یہ ہیں کہ۔ بنی بیِ رَسُوْلُ اللّٰہ۔ مگر صحاح میں یہ ہے کہ عوام اگرچہ اسی طرح بنی باھلہ کہتے ہیں مگر عربی کے لحاظ سے یہ جملہ غلط ہے صحیح جملہ بنیٰ علیٰ اھلہ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ فصیح لوگ اگر کثرت سے بھی غلط لفظ استعمال کرنے لگیں تو وہ غلط ہی رہتا ہے یعنی جیسا کہ اس حدیث میں حضرت عائشہؓ نے استعمال کیا ہے۔

کتاب استیعاب میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا،

"یا رسول اللہ ﷺ! آپ اپنی اہلیہ کی رخصتی کیوں نہیں کرا لیتے؟"

Presented by Ziaraat.Com

آپ ﷺ نے فرمایا مہر کی رقم کی وجہ سے۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپ ﷺ کو ساڑھے بارہ اوقیہ دیا۔
آپ ﷺ نے یہ مال ہمارے یہاں بھجوادیا اور پھر میرے ساتھ ہمارے اسی مکان میں عروسی فرمائی جس میں میں ہوں۔ پھر اسی مکان میں آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اور اسی میں آپ ﷺ کو دفن کیا گیا۔

یہاں گذشتہ روایت کی وجہ سے اشکال ہوتا ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے مکان میں ہی عروسی منائی جو سنح کے مقام پر تھا۔ بعض دوسرے علماء نے بھی صاف طور پر یہی بات کہی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ سنح کے مقام پر صدیق اکبرؓ کے مکان میں ان کے وقت عروسی فرمائی تھی۔ مگر آج کل جو رواج ہے یہ بات اس کے خلاف ہے (کہ لڑکی کے مکان پر اس کے ساتھ عروسی منائی جائے)۔ یہاں تک ان علماء کا حوالہ ہے۔

ایک روایت میں حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رخصتی کے دن میں اپنی کچھ سہیلیوں کے ساتھ ایک جھولے میں کھیل رہی تھی کہ میری والدہ آئیں اور انہوں نے زور سے مجھے پکارا مگر مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اس حجرے کے دروازے پر لائیں اور رک گئیں۔ میرا سانس درست ہو گیا تو میرا سر اور منہ دھلایا اور پھر حجرے میں داخل ہوئیں جہاں انصاری عورتیں جمع تھیں۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر خیر و برکت اور نیک فالی کی دعائیں دیں۔ پھر میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا جنہوں نے میرا سنگار کیا پھر چاشت کے وقت مجھے رسول اللہ ﷺ نے ہی دیکھا۔ میری والدہ نے مجھے آپ کے سپرد کر دیا اور اس وقت میری عمر نو سال کی تھی۔

<u>حضرت عائشہؓ کے کھیل</u>......ایک قول ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کی آنحضرت ﷺ کے یہاں رخصتی ہوئی تو ان کے کھیل کھلونے بھی ان کے ساتھ ہی تھے۔ خود حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس آکر بھی وہ اپنی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں۔ ان کے پاس ان کی ہم عمر بچیاں آیا کرتیں اور سب مل کر گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں۔ اکثر خود آنحضرت ﷺ بچیوں کو بلوا کر حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیتے تاکہ ان کے ساتھ کھیل سکیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جبکہ آنحضرت ﷺ غزوۂ تبوک یا غزوۂ حنین سے واپس تشریف لائے تو اس وقت ہوا بہت زور سے چل رہی تھی یکایک ہوا کے جھونکے سے مکان میں ایک طرف رکھی ہوئی میری گڑیوں کے اوپر سے کپڑا سرک گیا جس سے ان گڑیوں کا حلیہ نظر آنے لگا۔ آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو پوچھا کہ عائشہ یہ کیا ہیں؟ میں نے کہا، میری گڑیاں ہیں۔
پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ ان گڑیوں کے بیچ میں ایک گھوڑا کھڑا ہوا تھا جس پر کپڑے کے دو پَر بھی لگے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا،

"اور یہ ان گڑیوں کے بیچ میں کیا چیز ہے؟"

میں نے عرض کیا کہ یہ گھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اس کے یہ پَر یعنی پنکھ کیسے ہیں؟ میں نے کہا،
"کیا آپ ﷺ نے سنا نہیں کہ سلیمانؑ کا جو گھوڑا تھا اس کے دو پنکھ تھے"
یہ سن کر آنحضرت ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔
یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو یہ گڑیاں وغیرہ ہٹانے یا ان کی شکل بگاڑ دینے

Presented by Ziaraat.Com

کا حکم کیوں نہیں دیا؟ اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ جاندار کی تصویر کے ناجائز ہونے کا جو حکم ہے یہ بات اس سے مستثنیٰ ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کا سلیمانؑ کے گھوڑے کا ذکر کرنا اور آنحضرت ﷺ کا اس سے انکار نہ کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ سلیمانؑ کے پاس ایسے گھوڑے کا وجود رہا ہوگا۔ چنانچہ بعض دوسرے مورخوں نے بھی حضرت سلیمانؑ کے ایسے ہی گھوڑے کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب یعنی سیرت حلبیہ کے شروع میں جہاں اسماعیلؑ کا ذکر آیا ہے وہاں حضرت سلیمانؑ کے اس گھوڑے کے متعلق بھی کچھ تفصیل پیش کی گئی ہے جو قسط اول میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے ہی روایت ہے کہ ان کی رخصتی کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ کے یہاں نہ تو اونٹ ذبح کئے گئے اور نہ بکری۔ شام کو حضرت سعد ابن عبادہؓ کے یہاں سے روزانہ معمول کے مطابق کھانا آیا جو آنحضرت ﷺ نے میرے پاس بھجوا دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ عروسی کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے کوئی ولیمہ نہیں فرمایا البتہ حضرت سعد ابن عبادہؓ کے یہاں سے ہدیہ میں ایک دودھ کا پیالہ آیا جس میں سے تھوڑا سا آنحضرت ﷺ نے پیا اور باقی حضرت عائشہؓ نے نوش فرمایا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: ممکن ہے حضرت سعد ابن عبادہؓ نے کھانے کا تھال اور دودھ کا پیالہ دونوں چیزیں ہدیہ میں بھیجی ہوں مگر راویوں نے اپنی اپنی روایتوں میں ایک ایک چیز کا ذکر ہی کیا۔

ادھر رخصتی کے روز حضرت عائشہؓ نے اپنے گھر میں اپنی والدہ کی جو مصروفیات بیان کی ہیں اس سلسلے میں دو روایتیں گزری ہیں جن میں تھوڑا سا فرق ہے۔ اس سلسلے میں ممکن ہے پہلی روایت کے واقعات بعد کے ہوں اور دوسری روایت کے واقعات پہلے کے ہوں۔ یعنی دوسری روایت کے مطابق جب عورتوں نے ان کا بناؤ سنگار کر دیا اور ان کی والدہ نے ان کا منہ ہاتھ دھلا دیا تو وہ دوبارہ جھولے میں کھیلنے کے لئے چلی گئی ہوں۔ لہٰذا یوں کہنا چاہئے کہ پہلی روایت میں پوری تفصیلات ذکر نہیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

Presented by Ziaraat.Com

باب سی و ہفتم (۳۷)

آنحضرت ﷺ کے غزوات

غزوات کی تعداد اور نام...... ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے غزوات کی تعداد یعنی جن میں آپ ﷺ نے خود بہ نفس نفیس شرکت فرمائی ہے۔ ستائیس ہے۔ ان غزوات کے نام یہ ہیں غزوۂ بواط، غزوۂ عشیرہ، غزوۂ سفوان، غزوۂ بدر کبریٰ، غزوۂ بنی سلیم، غزوۂ بنی قینقاع، غزوۂ سُویق، غزوۂ قرقرۃ الکدر، غزوۂ غطفان جس کو غزوۂ ذی امر بھی کہا جاتا ہے، غزوۂ نجران یا حجاز، غزوۂ احد، غزوۂ حمراء الاسد، غزوۂ بنی نضیر، غزوۂ ذات الرقاع جس کو غزوۂ محارب اور بنی ثعلبہ بھی کہتے ہیں۔ غزوۂ بدر الآخرۃ جس کو غزوۂ بدر الموعد بھی کہتے ہیں) غزوۂ دومۃ الجندل، غزوۂ بنی مصطلق جس کو غزوۂ مریسیع بھی کہتے ہیں، غزوۂ خندق، غزوۂ بنی قریظہ، غزوۂ بنی لحیان، غزوۂ حدیبیہ، غزوۂ ذی قرد اس کو قُرَد کہتے ہیں جس کے معنی گھٹیا اون کے ہیں غزوۂ حنین، غزوۂ وادی القریٰ، غزوۂ عمرۃ القضاء، غزوۂ فتح مکہ، غزوۂ حنین و طائف اور غزوۂ تبوک۔ (ان غزوات کی ترتیب بھی یہی ہے)۔

جن غزوات میں جنگ ہوئی...... ان میں سے وہ غزوے جن میں قتل و قتال ہوا ہے نو ہیں یعنی جن میں آپ ﷺ کے صحابہ نے جانبازی و سر فروشی کی ہے۔ چنانچہ اصل یعنی کتاب عیون الاثر میں یہی بات یوں کہی گئی ہے کہ وہ غزوات جن میں آنحضرت ﷺ نے قتل و قتال فرمایا ان کی تعداد نو ہے۔

ان غزووں کے نام یہ ہیں۔ غزوۂ بدر کبریٰ، غزوۂ احد، غزوۂ مریسیع یعنی غزوۂ بنی مصطلق، غزوۂ خندق، غزوۂ بنی قریظہ، غزوۂ خیبر، غزوۂ فتح مکہ اور غزوۂ حنین و طائف۔

بعض علماء نے ان میں سے فتح مکہ کو نکال دیا ہے یعنی فتح مکہ کو ان غزوات میں شامل نہیں کیا جن میں خونریزی ہوئی ہے۔ اس بارے میں امام نووی کا قول یہ ہے کہ مکہ صلح کے ذریعہ فتح ہوا ہے۔ جیسا کہ امام شافعی اور ان کے کچھ ماننے والوں کا بھی یہی قول ہے۔ لہٰذا مکہ کے مکانات کو بیچنا اور کرائے پر دینا جائز ہے اس کی دلیل امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر مکہ جنگ کے ذریعہ فتح ہوا ہوتا تو اس کے مکانات اور جائیدادوں کو غازیوں میں

Presented by Ziaraat.Com

تقسیم کر دیا جاتا۔

ان دونوں روایتوں میں موافقت کا بیان آگے آئے گا کہ مکہ کا زیریں حصہ تو جنگ کے ذریعہ فتح ہوا تھا کیونکہ یہاں خالد ابن ولید نے مشرکوں کے ساتھ حملہ کر کے مسلمانوں سے جنگ کی تھی، اور بالائی حصہ صلح کے ذریعہ فتح ہوا تھا کیونکہ وہاں خوں ریزی نہیں ہوئی۔

کتاب ہدیٰ میں یہ ہے کہ جو شخص صحیح حدیثوں پر غور کرے گا تو اسے معلوم ہو گا کہ وہ سب حدیثیں جمہور کے اس قول کو ہی ثابت کرتی ہیں کہ مکہ طاقت کے ذریعہ ہی فتح ہوا ہے کیونکہ وہاں جنگ ہوئی ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ والوں سے مکہ شہر کے متعلق کوئی صلح نامہ نہیں فرمایا تھا ورنہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کو دلیل نہ بنایا جاتا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو کر پناہ حاصل کرے گا اس کو امان ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر یہ کہ آپ ﷺ نے مکہ کی فتح کے مال غنیمت کی کوئی تقسیم نہیں فرمائی کیونکہ وہ ارکان حج کا گھر ہے اور اس شہر میں ہر مسلمان کا برابر حق ہے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: ظاہر ہے یہ حکم مکہ کے گھروں کے علاوہ جگہوں کے لئے ہے (کہ ان پر ہر مسلمان کا حق ہے مکانات ذاتی ملک ہیں اس لئے کہ یہ حکم نہیں) اگرچہ کتاب مواہب میں یہ قول ہے کہ ان میں سے نو غزوات ایسے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے خود بھی جنگ میں عملی حصہ لیا مگر ہماری تحقیق کے مطابق ان تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ نے سوائے غزوۂ احد کے کسی غزوہ میں بھی خود عملی طور پر حصہ نہیں لیا جیسا کہ آگے بیان ہو گا لہٰذا پیچھے جو بعض علماء کا یہ قول گزرا ہے کہ آپ ﷺ نے نو غزوں میں خود بھی قتل و قتال فرمایا، کتاب مواہب کے مصنف کو اسی سے دھوکہ ہوا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے خود شریک ہونے کا جو مطلب ہے وہ بیان کیا جا چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

<u>طاقت کے استعمال پر پابندی</u>...... واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کئی سال تک بغیر جنگ اور قتل و قتال کے اسلام کی طرف تبلیغ فرماتے رہے حالانکہ مکہ میں، عرب اور مدینہ میں یہودی آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے صحابہ کو شدید ترین تکلیفیں پہنچاتے رہے مگر چونکہ آنحضرت ﷺ کو حق تعالیٰ نے لوگوں کو صرف ڈرانے اور تبلیغ کرنے کا حکم دیا تھا (تلوار اٹھانے کا نہیں) اس لئے آپ ﷺ ان تکلیفوں پر صبر فرماتے رہے اور ان کو ڈراتے رہے۔ جس کی بنیاد حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ "وَاَعْرِضْ عَنْهُمْ" ان سے مت الجھو اور یہ کہ "وَاصْبِرْ" یعنی صبر کرو۔ اس کے ساتھ ہی حق تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فتح اور کامیابی کا وعدہ فرمایا تھا۔

چنانچہ جب آنحضرت ﷺ مکہ میں تھے تو اکثر آپ ﷺ کے صحابہ آپ ﷺ کے پاس اس حالت میں آتے کہ کفار کے ہاتھوں پٹ کر اور زخم کھائے ہوئے ہوتے تو آنحضرت ﷺ ان کو دیکھ کر فرماتے،

"صبر کرو، کیونکہ مجھے جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔"

<u>جنگ کی مشروط اجازت</u>...... اس کی وجہ یہ تھی کہ مکہ میں رہتے ہوئے مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ ایک چھوٹی سی جماعت تھے۔ پھر جب ہجرت کے بعد مسلمانوں کی تعداد اور قوت بڑھ گئی اور وہ ایک طاقتور فرقہ بن گئے۔ نیز ساتھ ہی مسلمانوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی محبت اپنے باپ دادا، اپنی اولاد اور اپنی بیویوں سے بھی زیادہ رچ بس گئی اور دوسری طرف مشرکین اپنے کفر اور آنحضرت ﷺ کے جھٹلانے پر تلے رہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو مشرکوں سے جنگ کرنے کی اجازت عطا فرما دی۔ یہ حکم ۲ھ ماہ

Presented by Ziaraat.Com

صفر میں ملا۔ مگر صرف ان لوگوں سے لڑنے کے لئے جو خود مسلمانوں پر حملہ کریں اور جنگ میں پہل کریں۔ جیساکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے،

"فَاِنْ قٰتَلُوْکُمْ فَاقْتُلُوْھُمْ"

بعض علماء نے حق تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق لکھا ہے،

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ (سورۂ حج، پ ۱۷، ع ۱۵ آیت ۳۹)

ترجمہ :- "اب لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے کافروں کی طرف سے لڑائی کی جاتی ہے۔ اس وجہ سے کہ ان پر بہت ظلم کیا گیا ہے۔

جہاد آسمانی عذابوں کا بدل ہے...... لہٰذا یہ جنگ گویا اللہ تعالیٰ کے اس عذاب کے عوض اور بدلے میں تھی جو پچھلی امتوں پر اسی وجہ سے نازل کئے گئے تھے کہ انہوں نے اپنے نبیوں اور پیغمبروں پر ایمان لانے کے بجائے ان کو جھٹلایا تھا (لہٰذا جب اللہ کا عذاب آیا تو پوری پوری قوموں اور علاقوں کو تہس نہس کر گیا مگر اس امت پر اللہ تعالیٰ نے وہ آسمانی عذاب اور بربادیاں نہیں بھیجیں بلکہ ان کی جگہ مشرکوں اور جھٹلانے والوں سے جہاد کرنے کا حکم فرمایا)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (سورۂ نساء، پ ۵، ع ۱۰ آیت ۷۷)

ترجمہ :- "کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ ان کو یہ کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو تھامے رہو اور نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔"

اس آیت کے نازل ہونے کے سبب میں کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت تھی جس میں عبدالرحمٰن ابن عوف، مقداد ابن اسود، قدامہ ابن مظعون اور سعد بن ابی وقاص تھے۔ ان سب کو مکہ میں مشرکین بڑی زبردست تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے۔ آخر ایک دن انہوں نے وہیں آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

"یارسول اللہ! جب ہم مشرک تھے تو بڑے معزز اور محترم لوگ تھے اور اب جبکہ ہم ایمان لے آئے تو انتہائی ذلیل ہو گئے اس لئے آپ ﷺ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ان مشرکوں سے جنگ کریں۔"

اس پر آنحضرت ﷺ نے ان مسلمانوں سے فرمایا،

"تم ان سے اپنے ہاتھ روکے رکھو کیونکہ مجھے ان سے جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔"

اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر مکہ سے مدینہ آگئے اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے جنگ کرنے کا حکم فرمایا تو بعض لوگوں کو یہ کچھ ناگوار محسوس ہوا اور آپ ﷺ کو اس پر گرانی ہوئی۔ اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

کیا آنحضرت ﷺ نے خود بھی قتال فرمایا ہے...... پیچھے ایک قول گزرا ہے کہ ان تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ نے خود جنگ اور قتال فرمایا ہے۔ اس کی تائید بظاہر بعض صحابہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ ہم جب بھی کسی مشرک دستے سے دوچار ہوتے یا کوئی دستہ ہمارے مقابلہ پر آجاتا تو سب سے پہلے ضرب لگانے والے آنحضرت ﷺ ہوتے تھے۔

آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ بہادر تھے...... مگر اس روایت کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اس میں

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

ضرب لگانے سے مراد لڑنا نہیں ہے بلکہ آگے بڑھنا اور مسافت طے کرنا ہے (کیونکہ عربی میں مسافت طے کرنے اور چلنے کے لئے بھی ضرب کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے) لہٰذا اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ ایسے موقعہ پر سب سے پہلے پیش قدمی فرمانے والے یا سفر فرمانے والے آنحضرت ﷺ ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی ایک روایت سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ غزوۂ بدر کے موقعہ پر ہم مشرکوں سے حفاظت کے لئے آنحضرت ﷺ کو آگے کر لیا کرتے تھے کیونکہ آپ ﷺ سب سے زیادہ بہادر اور دلیر انسان تھے۔ اس موقعہ پر ہم میں دشمنوں کے سب سے زیادہ قریب آنحضرت ﷺ ہی ہوا کرتے تھے۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جب جنگ پورے زوروں پر آجاتی اور لشکر ایک دوسرے سے ٹکراتے تھے تو ہم آنحضرت ﷺ کے ذریعہ اپنا بچاؤ کرتے تھے۔ (ی) یعنی آپ ﷺ مجاہدوں کیلئے بہترین ڈھال بن جاتے تھے۔

اس بارے میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ کبھی کسی بھی جنگ میں اور کسی بھی موقعہ پر خود آنحضرت ﷺ اپنی جگہ سے پسپا ہو کر پیچھے ہٹ آئے ہوں۔ بلکہ صحیح حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر موقعہ پر آنحضرت ﷺ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے ہیں اور آگے بڑھے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے خود جنگ کرنے نہ کرنے کے سلسلے میں آگے بدر کے بیان میں سیرت شامی کے حوالے سے ایک روایت آرہی ہے جو غیر اہم ہے جس سے گزشتہ قول میں شبہ ہوتا ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے زبردست قتال فرمایا اور شدید جنگ کی۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے بھی شدید جنگ کی۔ اس وقت یہ دونوں حضرات عریش یعنی اپنے چھپر میں تھے اور مسلسل دعا کے ذریعہ جہاد فرما رہے تھے۔ تو گویا دونوں نے اپنے بدنوں سے بھی جہاد کیا اور دعا کے ذریعہ بھی جہاد کیا۔

اسی طرح آگے غزوۂ خیبر کے بیان میں بھی روایت آئے گی کہ آنحضرت ﷺ نے خود بہ نفس نفیس جنگ اور قتال فرمایا تھا۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں جو اشکال ہے وہ بھی آگے ذکر ہوگا کہ ایسی روایت موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سوائے غزوۂ احد کے کسی غزوہ میں خود قتال نہیں فرمایا جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی نیز یہ کہ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد اور ایک قول کے مطابق غزوۂ احد کے سوا کسی غزوہ میں آپ ﷺ کے ہمراہ فرشتوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ اس روایت میں جو اشکال ہے وہ بھی آگے آئے گا۔

اسی طرح سوائے ان مذکورہ تین غزوات کے کسی اور غزوہ میں آپ ﷺ نے دشمن کے منہ پر کنکریاں نہیں پھینکیں مگر ان میں کے بھی تیسرے یعنی غزوۂ احد کے متعلق اختلاف ہے۔

اسی طرح سوائے غزوۂ احد کے کسی اور غزوے میں آنحضرت ﷺ کے زخم نہیں آئے۔ اسی طرح سوائے غزوۂ طائف کے کسی اور غزوے میں منجنیق نصب نہیں کیا گیا (منجنیق قدیم زمانے کی ایک جنگی ایجاد تھی جس کے ذریعہ بڑے بڑے پتھر دور تک دشمن پر پھینکے جاسکتے تھے مگر عرب میں اس مشین کا رواج نہیں تھا) اس روایت پر اشکال ہوتا ہے کیونکہ ایک روایت کے مطابق آپ نے غزوۂ خیبر کے موقعہ پر خیبر کی بعض حویلیوں پر منجنیق نصب کرائے تھے۔ ان دونوں روایتوں میں موافقت کا ذکر بھی آگے آئے گا۔ ایسے ہی آپ ﷺ نے

Presented by Ziaraat.Com

سوائے غزوۂ احزاب کے کسی غزوہ میں خندق کے ذریعہ دفاع نہیں فرمایا۔

اذن جہاد کا اعلان...... جہاد کے سلسلے میں جو آیت پیچھے گزری ہے یعنی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ الخ اس کے بارے میں بعض علماء نے کہا ہے کہ جہاد کی اجازت کے سلسلے میں یہ پہلی آیت ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی اور جب یہ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو اس کی اطلاع ان الفاظ میں دی،

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ دیں"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ "جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دے دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جب بھی وہ یہ کلمے کہہ دیں گے تو اس کے حق کو چھوڑ کر ہر طرح وہ اپنے خون اور اپنے مال کو مجھ سے محفوظ کر لیں گے۔ وہ ان کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔"

اس پر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس کلمے کا حق یعنی حق تلفی کیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا،

"یہ کہ شادی شدہ ہو کر زنا کرے یا اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کرے یا کسی شخص کی جان لے لے"

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس تفصیل کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے لئے اسی مذکورہ جنگ کا حکم ہے۔ مگر اس بارے میں تامل ہے۔ اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ کو جنگ کا حکم اس آیت کے بغیر یعنی اس سے پہلے ہی مل چکا ہو۔ کیونکہ جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے تو اس میں جہاد کے صرف جائز ہونے کو ظاہر کیا گیا ہے جبکہ جائز ہونے یا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔

اب جہاں تک اس دوسری آیت کا تعلق ہے فَاِنْ قٰتَلُوْکُمْ فَاقْتُلُوْھُمْ تو یہ بھی صرف جائز ہونے کے لئے ہے کیونکہ اس میں جو امر یا حکم کا صیغہ ہے وہ صرف جائز ہونے کے لئے آرہا ہے چاہے اس میں اصل واجب ہونا ہی ہو۔ ادھر آنحضرت ﷺ کا جو یہ ارشاد ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ حکم اس آیت کے بغیر مانا جائے تو آنحضرت ﷺ کے اس لفظ حکم سے بھی جواز مراد لیا جائے گا کیونکہ حکم میں امر اور جواز دونوں ہی چیزیں مشترک ہوتی ہے۔ للذا اب یہ بات اس گذشتہ قول کے خلاف نہیں رہتی جس میں کہا گیا ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں پر قتال کرنا واجب نہیں ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔

غرض جب سارے ہی عربوں نے مسلمانوں کو نشانہ پر رکھ لیا اور ہر طرف سے ان کو جنگ کے لئے مجبور کرنے لگے تو مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ وہ رات کو بھی ہتھیار لگا کر سوتے اور صبح کو ہتھیار لگائے ہوئے اٹھتے اور وہ یہ کہتے،

"کیا کبھی ایسا وقت بھی آئے گا جب ہم امن کے ساتھ رات گزار سکیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہمیں کسی کا خوف نہ ہو۔"

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (سورہ نور، پ ۱۸، ع ۷ آیت ۵۵)

ترجمہ:- "اے مجموعہ امت تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو اس اتباع کی برکت سے زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا ان سے پہلے اہل ہدایت لوگوں کو

Presented by Ziaraat.Com

حکومت دی تھی اور جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے یعنی اسلام اس کو ان کے نفع آخرت کے لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بہ امن کر دے گا۔"

حرام مہینوں کے سوا جہاد کا اذن عام...... اس کے بعد جنگ کی اجازت مل گئی۔ یعنی ایسے شخص کے ساتھ خود سے جنگ کرنے کی اجازت بھی ہو گئی جس نے جنگ نہ چھیڑی ہو۔ مگر یہ اجازت حرام مہینوں کے سوا باقی مہینوں میں تھی۔ اشہر حرم یعنی حرام مہینوں سے مراد یہ مہینے ہیں۔ رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم حق تعالیٰ نے ان مہینوں کو جنگ کی اجازت سے مستثنیٰ فرمادیا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْھُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ (سورۂ توبہ، پ ۱۰، ع ۱ آیت ۵)

ترجمہ:۔ سو جب اشہر حرم گذر جائیں تو اس وقت ان مشرکین کو جہاں چاہو مارو۔

پھر ۲ھ کے بعد جہاد واجب ہو گیا۔ یہ وجوب مطلق یعنی بلا کسی قید کے تھا۔ یعنی اس میں کوئی شرط نہیں تھی اور کسی خاص زمانے یا مہینے کی قید نہیں تھی۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی،

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً کَمَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ کَآفَّۃً (سورۂ توبہ، پ ۱۰، ع ۵ آیت ۳۶)

ترجمہ:۔ اور ان مشرکین سے سب سے لڑنا جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔

بلا شرط اذان عام...... مراد یہ ہے کہ کسی بھی زمانے میں ان سے جنگ کرو۔ اب اس سے معلوم ہوا کہ جہاد ہجرت کے پہلے کے پورے زمانے میں اور ہجرت کے بعد صفر ۲ھ تک حرام تھا۔ کیونکہ اس پورے عرصہ میں آپ کو صرف تبلیغ اور بغیر جنگ کئے ڈرانے کا حکم تھا جیسا کہ آپ ﷺ کو ستر کے قریب آیتوں میں اس سے روکا گیا ہے اس کے بعد آپ ﷺ کو جہاد کی اجازت حاصل ہو گئی یعنی ان لوگوں سے جنگ کرنے کی اجازت مل گئی جو مسلمانوں سے جنگ کریں۔ پھر اس کے بعد ایسے شخص سے بھی جنگ کرنے کی اجازت مل گئی جس نے خود سے ابتداء نہ کی ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ حرام مہینوں میں سے کوئی مہینہ نہ ہو اور پھر مطلقاً بلا کسی قید کے جہاد کرنے کا حکم ہو گیا (یعنی اس میں نہ یہ قید تھی کہ اسی شخص کے ساتھ جنگ کی جائے جس نے خود سے پہل کی ہو اور نہ اشہر حرم کی قید تھی) یعنی اس کے ساتھ بھی جس نے خود سے پہل کی ہو اور اس کے ساتھ بھی جس نے پہل نہ کی ہو اور ہر زمانے میں چاہے وہ حرام مہینے ہوں یا نہ ہوں۔

(اب گویا جہاد کے حکم کی دو حالتیں ہو گئیں۔ ایک پہلی حالت جس میں جہاد کی اجازت قید کے ساتھ تھی اور ایک دوسری حالت میں جو بلا قید تھی) امام اسنوی کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری حالت میں آپ ﷺ کے لئے جہاد کا حکم اور امر تھا یعنی آپ ﷺ جہاد کرنے کے لئے مامور تھے جہاد صرف جائز اور مباح نہیں تھا جیسا کہ پہلی حالت میں صرف مباح تھا (کہ چاہے کیا جائے چاہے نہ کیا جائے) اس بارے میں علامہ اسنوی کے الفاظ یہ ہیں،

جب آنحضرت ﷺ کا ظہور ہوا تو آپ ﷺ کو بغیر جنگ کئے تبلیغ کرنے اور ڈرانے کا حکم ہوا تھا۔ آپ ﷺ کو حکم ہوا تھا کہ ان مشرکوں سے (الجھئے مت بلکہ) دامن بچائے رکھئے۔ نیز آپ ﷺ سے حق تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ صبر کیجئے پھر ہجرت کے بعد آپ ﷺ کو اس طرح جنگ کرنے کا حکم دیا گیا کہ اگر وہ مشرک لڑائی کی ابتداء کریں تو آپ ﷺ ان سے قتال کر سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ فَاِنْ قَاتَلُوْکُمْ فَاقْتُلُوْھُمْ۔ یعنی اگر مشرکین آپ ﷺ سے قتل کریں تو آپ بھی ان کے ساتھ قتال کیجئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا

Presented by Ziaraat.Com

کہ مشرکین کی طرف سے ابتدا ہوئے بغیر بھی آپ ﷺ ان سے جنگ کر سکتے ہیں مگر حرام مہینوں کے سوا دوسرے مہینوں میں جنگ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ حکم اس آیت کے ذریعہ دیا گیافَاِذَا انْسَلَخَ الخ (جو پیچھے ذکر ہو چکی ہے)۔ پھر اس کے بعد آپ کو بلا قید کے جنگ کرنے کا مطلق حکم دے دیا گیااور حق تعالیٰ کاارشاد ہوا کہ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً" یہاں تک امام اسنوی کاکلام ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہنا چاہئے کہ علامہ اردی ان لوگوں میں سے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ امر کا صیغہ کام کو واجب کرنے کے لئے ہی ہوتا ہے، لہٰذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں جو امر یا حکم ہے وہ دوسری حالت میں ہے (جو بلا قید ہے)۔ مگر اکثر کا قول ہے کہ امر کا صیغہ کام کو واجب کرنے اور صرف جائز کرنے دونوں مقصدوں کے لئے استعمال ہوتا ہے (یعنی اس سے وجوب اور اباحت یعنی جواز دونوں فائدے حاصل ہو سکتے ہیں) اور یہ کہ دوسری حالت میں امر یعنی حکمیہ صیغہ استعمال کر کے قتال کو واجب نہیں کیا گیا بلکہ مباح یعنی جائز کیا گیا ہے۔

مسلمانوں سے متقابل کفّار کی پہلی قسم...... پھر سورۂ برأت کے نازل ہونے کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ آنحضرت ﷺ کے مقابل جو لوگ تھے وہ تین قسم کے تھے۔

پہلی قسم ان کفّار کی تھی جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہر وقت برسرپیکار رہتے تھے اور آپ کو ایذائیں پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، یہ جنگ باز اگر اپنے وطنوں میں ہوں تو ہر سال ایک مرتبہ اس طرح ان سے جنگ کرنا ضروری ہے کہ کچھ لوگ جنگ میں شریک ہو جائیں تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ یعنی اس صورت میں صرف چند آدمی جنگ کر کے حکم پورا کر دیں تو کافی ہے جیسے کعبہ کی تعمیر اور اس کو ہر وقت آباد رکھنے کا حکم ہے کہ کچھ لوگ بھی کر لیں تو سب کی طرف سے فرض پورا ہو جائے گا (اسی کو فرض کفایہ کہتے ہیں جیسے نماز جنازہ ہے) اس بات کی دلیل حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے نکلتی ہے،

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ (سورۂ توبہ ،پ ۱۱، ع ۱۵ آیت ۱۲۲)

ترجمہ :- سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت جہاد میں جایا کرے۔

ایک قول یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے جنگ کرنا فرض کفایہ نہیں بلکہ فرض عین تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان تین صحابہ کا واقعہ پیش آیا تھا جو غزوۂ تبوک میں شریک نہیں تھے (یعنی ان سے بازپُرس کی گئی) یہ بات جواب کی محتاج ہے۔ ایک قول ہے کہ اس وقت جہاد انصاریوں کیلئے فرض کفایہ تھا اور مہاجرین کے حق میں فرض عین تھا۔

دوسری قسم...... دوسری قسم میں وہ لوگ آتے ہیں جن سے بغیر جزیہ کے مسلمانوں کا معاہدہ تھا یعنی ان کو امن دینے کے معاوضہ میں ان سے کوئی ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا یعنی ان لوگوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے مصالحت فرمائی اور ان لوگوں نے آپ ﷺ سے یہ عہد لیا کہ ہم آپ ﷺ کے خلاف نہ جنگ کریں گے اور نہ آپ ﷺ کے مقابلے پر آپ ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ سازباز کریں گے۔ یہ لوگ اپنے اس عہد کے باوجود کفر پر ہی تھے مگر انہوں نے اپنی جان و مال کے لئے امان حاصل کر لیا تھا۔

تیسری قسم...... تیسری قسم میں ذمّی لوگ آتے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی جانوں کے بدلے جزیہ دینا طے کر لیا تھا۔ پھر ان کے ساتھ ہی ایک قسم اور بھی بن جاتی ہے یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں کے خوف سے دکھاوے کے لئے اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ لوگ منافق تھے جیسا کہ بیان ہوا۔

Presented by Ziaraat.Com

منافقوں سے متعلق آنحضرت ﷺ کا طرز عمل...... ان منافقوں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دے دیا تھا کہ ان کے ظاہری اسلام کو قبول کرتے ہوئے ان کو مسلمان ہی شمار کریں اور ان کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ (یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ لوگ مسلمان نہیں منافق ہیں) ان سے چشم پوشی فرماتے تھے (اور ان کی حرکتوں کو ٹالتے رہتے تھے، البتہ اسلام کے جو ظاہری شعار اور نشانیاں تھیں ان میں آپ ﷺ چشم پوشی سے کام نہیں لیتے تھے جیسے مثلاً نماز کا معاملہ ہے کہ اس بارے میں آپ ﷺ منافقوں کی بھی غفلت برداشت نہیں فرماتے تھے۔

اب یہ بات شیخین کی اس روایت کے خلاف نہیں رہتی جس میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ

میں نے ارادہ کیا تھا کہ کسی دوسرے کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کا حکم دوں تاکہ نماز جاری رہے اور کوئی امام امامت کرتا رہے۔ پھر میں اس طرح نکلوں کہ میرے ساتھ ایسے لوگ ہوں جو لکڑیوں کے گٹھر لئے ہوئے ہوں اور میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو جماعت میں نہیں آتے (مراد ہیں منافقین) اور وہاں میں ان کے سامنے ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔"

ہمارے یعنی شافعی علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث منافقوں کے بارے میں ہے جو جماعت سے بچتے پھرتے تھے اور نماز نہیں پڑھتے۔ یعنی گذشتہ حدیث کی رو سے قطعاً نماز نہیں پڑھتے تھے۔ کیونکہ جو حدیث بیان ہوئی اس کا شروع کا حصہ اس طرح ہے۔

"منافقوں کے لئے سب سے بھاری نماز عشاء اور فجر کی نماز ہے۔ یعنی ان دونوں نمازوں کو جماعت سے پڑھنا۔ کاش اگر وہ ان دونوں نمازوں کا رتبہ اور اجر جانتے تو لازمی طور پر وہ ان نمازوں کو جماعت سے پڑھنے کے لئے آیا کرتے چاہے انہیں سر کے بل گھسٹتے ہوئے ہی آنا پڑتا۔ میں نے ارادہ کیا ہے......

کتاب خصائص صغریٰ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جہاد شافعی علماء کے نزدیک فرض عین اور فرض کفایہ میں سے فرض عین تھا اور جب کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ خود تشریف لے جائیں تو ہر مسلمان کے لئے آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کے لئے نکلنا حق تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق واجب تھا۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ (سورہ توبہ، پ ۱۱، ع ۱۵ آیت ۱۲۰)

ترجمہ:- مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش رہتے ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ دیں۔

چنانچہ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کا ساتھ نہیں دیا ان کے ساتھ جو کچھ معاملہ ہوا وہ ظاہر ہے (جس کی تفصیل آگے آئے گی)۔

اسلام کا اولین غزوہ...... اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جہاد کا جو حکم ہے اس سلسلے میں فقہ کی کتابوں میں کفار کے دو حال لکھے ہیں۔

جب آنحضرت ﷺ کو جہاد کی اجازت ملی تو آپ ۱۲ ربیع الاول ۲ھ میں پہلی بار جہاد کی غرض سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ (ی) یعنی آپ مکہ سے ہجرت کر کے ربیع اولال ہی کے مہینے میں مدینہ تشریف لائے تھے۔ آپ ﷺ ان بقیہ مہینوں میں مدینہ میں قیام فرما رہے اور پھر ۲ھ کے صفر کے مہینے تک رہے اور بارہ صفر کو غزوہ کے لئے مدینہ سے نکلے اور ودان کے مقام پر پہنچے۔ یہ ایک بڑی بستی تھی اور ابواء کے مقام سے چھ یا آٹھ

Presented by Ziaraat.Com

میل کے فاصلے پر تھی۔ اور خود ابواء مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گاؤں تھا جیسا کہ بیان ہوا اور اس کا نام ابواء اس لئے پڑا کہ یہاں اس علاقہ میں سیلاب بہت زیادہ آتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ چونکہ اس بستی میں کوئی وبا اور بیماری پھیلی ہوئی رہتی تھی اس لئے اس کا نام ابواء پڑا۔ یعنی اس صورت میں وباء کے لفظ کو الٹ کر ابواء کر دیا گیا اور یا اس لئے یہ صورت کی گئی ہوگی کہ یہاں وبائیں بہت کم ہوں گی۔

غرض اب یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابن خفاف نے اس غزوہ کو غزوہ ودان کیوں کہا اور امام بخاری نے اس کو غزوہ ابواء کیوں کہا۔ یعنی چونکہ دونوں بستیاں قریب قریب تھیں اس لئے کسی نے ایک بستی کے نام پر اس غزوہ کا نام متعین کیا اور کسی نے دوسری بستی کی نسبت سے نام متعین کیا۔ کتاب امتاع میں یہ ہے کہ ودان مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ایک پہاڑ کا نام ہے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس اختلاف سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے کہ یہ گاؤں اس پہاڑ کے نزدیک ہو لہٰذا اسی کے نام پر بستی کا نام بھی رکھ دیا اور اس کو بھی ودان کہنے لگے۔ واللہ اعلم۔

اس غزوہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ صرف مہاجر مسلمان تھے جن میں کوئی انصاری نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ قریش کے ایک تجارتی قافلے کا راستہ روکنے اور بنی ضمرہ کی سرکوبی کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ (ی) آنحضرت ﷺ اصل میں بنی ضمرہ کے ارادے سے نکلے تھے مگر آپ کا یہ خروج دونوں مقصدوں کے لئے ہو گیا جیسا کہ اصل یعنی کتاب عیون الاثر کی عبارت سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ ادھر کچھ دوسرے اقوال سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ ستر صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے اور آپ ﷺ کا رخ قریش اور بنی ضمرہ کی طرف تھا۔

بنی ضمرہ کے ساتھ معاہدہ...... کتاب سیرت شامی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی روانگی اصل میں تجارتی قافلے کا راستہ روکنے کے لئے تھی مگر اتفاق سے بنی ضمرہ کا معاملہ بھی پیش آگیا۔ اسی قول کی تائید حافظ دمیاطی نے بھی کی ہے کہ آنحضرت ﷺ قریش کے تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لئے نکلے تھے مگر کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا اور اسی غزوہ میں بنی ضمرہ کے ساتھ صلح معاہدہ ہو گیا (یعنی بنی ضمرہ نے مسلمانوں سے لڑنے کے بجائے صلح کر لی اور پُرامن رہنے کا عہد کیا) یہاں تک حافظ دمیاطی کا کلام ہے یعنی بنی ضمرہ کے سردار نے اس موقعہ پر صلح کر لی۔ اس سردار کا نام مجدی ابن عمرو تھا۔

بعض حضرات نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ابواء کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کو بنی ضمرہ کا سردار مجدی ابن عمرو ضمری ملا اور اس نے آپ ﷺ سے صلح کر لی جس پر آنحضرت ﷺ سے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

بنی ضمرہ سے جن شرطوں پر صلح ہوئی وہ یہ تھیں کہ دونوں فریق ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے نہ ہی آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں حملہ کریں گے اور نہ مسلمانوں کے کسی دشمن کی مدد کریں گے۔

(قال) دونوں فریقوں کے درمیان ایک معاہدہ لکھا گیا جو اس طرح شروع ہوا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ عہد نامہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنی ضمرہ کے لئے ہے کہ ان کو، ان کے مال اور ان کی جانوں کو امان دی جاتی ہے اور ان کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی جائے گی۔

Presented by Ziaraat.Com

جب تک دریائے صوفہ میں تری باقی ہے اس عہد نامہ پر عمل کیا جائے گا (یعنی ہمیشہ کے لئے اس عہد کی پابندی کی جائے گی) مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ لوگ اللہ کے دین کے مقابلے پر نہ آئیں اور یہ کہ جب بھی آنحضرت ﷺ ان کو مدد کے لئے بلائیں ان کو مدد کے لئے آنا ضروری ہوگا۔ اس عہد نامہ کی ذمّے داری اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ہے۔ یعنی یہ امان اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے دی گئی ہے۔"

اس غزوہ میں آنحضرت ﷺ کا جھنڈا سفید رنگ کا تھا اور آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ غزوہ کے لئے روانگی کے وقت آپ ﷺ نے مدینہ میں حضرت سعد ابن عبادہؓ کو اپنا جانشین بنایا تھا۔

غرض اس معاہدہ کے بعد آپ ﷺ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ اس طرح یہ آنحضرت ﷺ کا سب سے پہلا غزوہ ہے جس کے لئے آپ بہ نفس نفیس تشریف لے گئے۔ اس سفر میں آپ کو پندرہ دن لگے۔ واللہ اعلم۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

باب سی و ہشتم (۳۸)

غزوۂ بواط

پھر اسی سال یعنی ۲ھ میں آپ ﷺ دوسرے غزوہ کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ غزوہ ۳ ربیع الاول کے مہینہ میں اور ایک قول کے مطابق ربیع الثانی کے مہینہ میں پیش آیا۔ اس غزوہ میں بھی آپ ﷺ قریش کے ایک تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تھے جس میں امیہ ابن خلف سردار تھا اور اس کے ساتھ قریش کے سو دوسرے آدمی تھے۔ اس قافلے میں دو ہزار پانچ سو اونٹ تھے (جن پر تجارتی سامان لدا ہوا تھا)۔

جنگی پرچم...... اس غزوہ میں آنحضرت ﷺ دو سو صحابہ کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے جن میں مہاجرین ہی شامل تھے۔ اس معرکہ کا جھنڈا بھی سفید تھا جس کو حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ اٹھائے ہوئے تھے اس جھنڈے کو عربی میں لواء کہتے ہیں جو جنگی جھنڈا ہوتا ہے اور اس جھنڈے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ لشکر کا امیر کس جگہ پر ہے۔ کبھی جنگی جھنڈا خود امیر لشکر کے ہاتھ میں ہی رہتا ہے اور کبھی جھنڈا لشکر کے آگے رکھا جاتا ہے۔

سب سے پہلے جس شخص نے جنگی جھنڈا بنایا وہ حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ ان کو خبر ملی کہ ایک قوم نے حضرت لوطؑ پر حملہ کر دیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایک جھنڈا تیار کیا اور اپنے غلاموں اور خادموں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ لواء اور رایت دونوں ہی جنگی جھنڈے کے لئے استعمال ہوتے ہیں لہذا دونوں لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ مگر ابن اسحاق اور ابن سعد کی روایت یہ ہے کہ لفظ رایت غزوۂ خیبر کے بعد جاری ہوا ہے۔

غرض آنحضرت ﷺ جب غزوۂ بواط کے لئے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے مدینہ میں حضرت سعد ابن معاذؓ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ ایک قول یہ ہے کہ عثمان ابن مظعون کے بھائی سائب ابن مظعون کو اور ایک قول کے مطابق سائب ابن عثمان کو قائم مقام بنایا۔ مدینہ سے روانہ ہو کر آپ ﷺ بواط کے مقام پر پہنچے۔ یہ بواط ینبع

Presented by Ziaraat.Com

کے پہاڑ کا نام ہے اسی کی نسبت سے اس غزوہ کا نام غزوۂ بواط پڑ گیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اسی پہاڑ سے سنگ موسیٰ حاصل کیا جاتا ہے اور رضوی پہاڑ کی جانب سے یہ پہاڑی بنی جہینہ کا پہاڑ ہے۔ یہ رضوی پہاڑ ان پہاڑوں میں سے ایک ہے جن کے پتھروں سے کعبہ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔

مگر یہاں اس بارے میں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ پیچھے مشہور اقوال کی بنیاد پر ان پانچ پہاڑوں کا ذکر ہوا ہے جن سے کعبہ کی بنیاد رکھی گئی ہے مگر ان میں رضوی پہاڑ کا ذکر نہیں آیا ہے۔ حدیث میں اس پہاڑ کے حق میں فرمایا گیا ہے کہ رضوی پہاڑ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔

حضرت علیؓ کے غلام کیسان کے ساتھیوں کا ایک فرقہ ہے جو فرقہ کیسانیہ کہلاتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ محمد ابن حنفیہ اسی پہاڑ پر زندہ موجود ہیں اور ان کو رزق فراہم ہو رہا ہے۔ کیسانیوں کے نزدیک محمد ابن حنفیہ آئندہ زمانے میں ظاہر ہونے والے امام ہیں۔

مگر بعض علماء نے لکھا ہے کی شیعوں کے نزدیک آئندہ ظاہر ہونے والا امام محمد قاسم ابن حسن عسکری ہے اسی کو صاحب سرداب یعنی تہہ خانے والا کہا جاتا ہے۔ شیعوں کے اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ ایک روز جبکہ محمد قاسم کی عمر نو سال کی تھی وہ اپنی ماں کے سامنے اپنے باپ کے تہہ خانہ میں گھسا تھا اور اس کے بعد پھر کبھی باہر نہیں آیا اور یہ کہ وہ اب اسی تہہ خانے میں عیسیٰؑ کی طرح مسلسل زندہ ہے اور عنقریب وہ وہاں سے نکل کر ظاہر ہو گا تو ساری دنیا اسی طرح عدل وانصاف سے بھر جائے گی جیسے اس سے پہلے ظلم و ستم سے بھری ہوئی ہو گی۔ اب وہ اپنے دشمنوں کے خوف سے وہاں چھپا ہوا ہے۔

(قال) مگر یہ ایک قطعاً باطل عقیدہ ہے جس کی کوئی اصل اور حقیقت نہیں ہے۔

غرض بواط پہنچنے کے بعد آنحضرت ﷺ کا دشمنوں سے سامنا نہیں ہوا اس لئے آپ ﷺ اس دفعہ بھی بغیر جنگ کے ہی واپس مدینہ تشریف لے آئے (کیونکہ قریشی قافلہ آپ ﷺ کے پہنچنے سے پہلے وہاں سے گزر چکا تھا)۔

یہاں آنحضرت ﷺ کے بغیر جنگ کئے واپس آنے کا جو ذکر ہوا ہے اس سلسلے میں عربی عبارت میں جنگ کے لئے کید کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ کید مکر اور حیلہ و فریب کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے جنگ کو بھی کید یعنی مکر کہا گیا ہے۔ واللہ اعلم

Presented by Ziaraat.Com

باب سی و نہم (۳۹)

غزوۂ عُشیرہ

(ی) امام بخاری نے اپنے غزوات کے باب کو اسی غزوہ سے شروع کیا ہے۔ (یعنی اس طرح انہوں نے غزوۂ عشیرہ کو پہلا غزوہ قرار دیا ہے) اس بات کی تائید حضرت زید ابن اسلم کی ایک روایت سے ہوتی ہے، ان سے پوچھا گیا،

"وہ غزوہ کون سا ہے جس میں آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے؟"

انہوں نے کہا کہ پہلا غزوہ عشیرہ ہے۔"

(اس طرح دونوں باتوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ علامہ حلبی نے پہلا غزوہ ابواء کو قرار دیا ہے۔ اس روایت کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اس سوال سے مراد یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کا وہ پہلا غزوہ کون سا ہے جس میں آپ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔

غرض غزوۂ بُواط کے بعد آنحضرت ﷺ کا تیسرا غزوہ غزوۂ عشیرہ ہے جو آپ ﷺ کو جمادی الاول کے مہینے میں پیش آیا۔ سیرت دمیاطی میں ہے کہ یہ غزوۂ عشیرہ جمادی الثانی میں پیش آیا۔ یہی بات کتاب امتاع میں بھی ہے مگر اس طرح کہ جمادی الثانی میں یہ غزوہ پیش آیا لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جمادی الاولیٰ میں پیش آیا۔

قریشی قافلے کا تعاقب...... اس دفعہ بھی آنحضرت ﷺ قریش کے ایک تجارتی قافلے کے لئے تشریف لے گئے تھے جو ملک شام کو جا رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ قریش نے اس تجارتی قافلے میں اپنا تمام مال و دولت شامل کیا تھا۔ مکہ میں کوئی قریشی مرد و عورت ایسا باقی نہیں تھی جس کا تھوڑا یا بہت مال اس قافلے کے ساتھ نہ ہو۔ ہاں صرف حُویطب ابن عبد العزیٰ ایک ایسا شخص تھا جس کا کوئی مال اس قافلے میں نہیں تھا۔

کہا جاتا ہے کہ اس قافلے کے ساتھ پچاس ہزار دینار تھے (ی) اور ایک ہزار اونٹ تھے۔ اس قافلے کا

Presented by Ziaraat.Com

امیر ابو سفیان تھا۔ اس کے ساتھ ستائیس آدمی تھے۔ ایک قول ہے کہ انتالیس آدمی تھے جن میں مخرمہ ابن نوفل اور عمرو ابن عاص بھی شامل تھے۔ یہی وہ قافلہ ہے جس کا راستہ روکنے کے لئے آپ ﷺ روانہ ہوئے جب کہ یہ قافلہ ملک شام سے واپس آرہا تھا اور یہی واقعہ غزوۂ بدر کا سبب بھی بنا جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

آنحضرت ﷺ اس غزوۂ کے لئے ڈیڑھ سو صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ ایک قول ہے کہ دو سو صحابہ ساتھ میں تھے جن میں صرف مہاجرین ہی شامل تھے۔ غرض آپ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے اور عشیرہ کے مقام پر پہنچے۔

لفظ عشیرہ کا تلفظ اسی طرح ہے اس بارے میں غزوات کے علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ نے کہا ہے، مگر امام بخاری نے لکھا ہے کہ اس لفظ کے آخر میں ہمزہ ہے (یعنی عشیراء) اور بخاری میں عُسَیرہ سین سے بھی ہے اور اس کے آخر میں ہاء ہے اور تصغیر کے وزن سے ہے۔ اور بغیر تصغیر کے جو ہے وہ غزوۂ تبوک کے لئے بولا جاتا ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔ تصغیر کے ساتھ اس کا جو تلفظ ہے وہی ایک جگہ کا نام بھی ہے جو ینبع کے قریب ہے۔ (ی) اور وہی مصری حاجیوں کی منزل ہے اور بنی مدلج کا علاقہ ہے۔

غرض آنحضرت ﷺ اس غزوہ کے لئے مدینے سے روانہ ہوئے تو آپ نے ابو سلمہ ابن عبد الاسد کو مدینے میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اس غزوے میں بھی آپ کے جھنڈے کا رنگ سفید تھا جو آپ کے چچا حضرت حمزہ ابن عبد المطلب کے ہاتھ میں تھا۔

ناکام واپسی ...... یہ اسلامی لشکر میں اونٹوں پر روانہ ہوا (اس طرح کہ باری باری سب سوار ہوتے تھے) آنحضرت ﷺ اس قریشی قافلے کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے مگر عشیرہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ تجارتی قافلہ چند دن پہلے گزر کر ملک شام کی طرف جا چکا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ پھر بغیر جنگ کے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ البتہ اس موقع پر یہاں بنی مدلج کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے امن اور سلامتی کا معاہدہ فرمالیا۔

کتاب عیون الاثر میں ہے کہ یہ معاہدہ بنی مدلج اور بنی ضمرہ میں جو ان کے معاہدہ بردار تھے، ان کے ساتھ کیا گیا۔ کتاب مواہب میں اس موقعہ پر معاہدہ کی تحریر کی نقل کی ہے جو بالکل وہی ہے جو غزوۂ ودان میں آنحضرت ﷺ اور بنی ضمرہ کے درمیان لکھی گئی تھی جیسا کہ بیان ہوا اللہٰذا اس بناء پر یہ بات قابل غور ہے۔

حضرت علیؓ کو ابو تراب کا لقب ...... اس سفر میں آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو ابو تراب کا لقب عطا فرمایا اس کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ یہاں آنحضرت ﷺ نے ایک موقعہ پر حضرت علی اور عمار ابن یاسرؓ کو زمین پر اس طرح سوتے ہوئے پایا کہ ان کے اوپر مٹی لگ گئی تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے اوپر مٹی لگی ہوئی دیکھی جو ہوا سے اڑ کر گرد کی صورت میں پڑ گئی تھی تو آپ ﷺ نے انہیں اپنے پاؤں سے حرکت دے کر اٹھاتے ہوئے فرمایا،

"اٹھو اے ابو تراب! یعنی مٹی والے"

جب حضرت علیؓ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا،

"میں تمہیں بتلاؤں کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت اور شقی آدمی کون ہے؟ ایک تو حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو ذبح کرنے والا اور دوسرا وہ جو تمہارے اس سر پر وار کرے گا۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے سر کے ایک جانب ہاتھ رکھا اور پھر ان کی داڑھی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اور جو اس کو خون سے رنگین کر

Presented by Ziaraat.Com

دے گا"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ "پچھلے لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت انسان وہ تھا جس نے صالح کی لونٹنی کو ذبح کر دیا تھا اور بعد کے لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت وہ شخص ہو گا جو تمہیں قتل کرے گا۔"

حضرت علی کی شہادت کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی...... ایک روایت میں ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ پچھلے لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت شخص کون تھا؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ جس نے (صالحؑ کی) اونٹنی کو ذبح کیا تھا یا رسول اللہ! پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ بعد کے لوگوں میں سب سے زیادہ شقی کون شخص ہو گا؟

انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے سر کے بیچ میں ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ وہ جو اس جگہ وار کرے گا۔

حضرت علیؓ کی فکر آخرت...... چنانچہ اس کے بعد جیسے آنحضرت نے فرمایا تھا اسی طرح یہ واقعہ پیش آیا اور اس طرح آپ ﷺ کا یہ ارشاد آپ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ رمضان ۴۰ھ میں حضرت علیؓ نے اپنا دستور یہ بنایا کہ ایک شام وہ حضرت حسنؓ کے گھر پر روزہ افطار کرتے، ایک شام حضرت حسینؓ کے گھر اور ایک شام حضرت عبداللہ ابن جعفرؓ کے گھر روزہ کھولتے۔ مگر کبھی بھی تین لقموں سے زیادہ کھانا نہ کھاتے اور یہ فرماتے،

"میری آرزو ہے کہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملوں کہ میں خالی پیٹ اور بھوکا ہوں۔"

پیشین گوئی کی تکمیل...... آخر جب وہ رات آئی جس کی صبح میں ان کو قتل کیا گیا تو اس رات حضرت علیؓ بار بار گھر سے باہر آتے اور آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔ پھر یہ کہتے،

"خدا کی قسم یہی وہ رات ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔"

یہاں تک کہ سحر کا وقت ہو گیا اور اس کے بعد مؤذن نے صبح کے اذان دی۔ حضرت علیؓ مسجد کی طرف روانہ ہونے کے لئے گھر سے نکلے تو ان کے مکان میں جو بطخیں پلی ہوئی تھیں وہ ان کے منہ کی طرف چونچیں ہلا ہلا کر چیخنے لگیں۔ حضرت علیؓ کے گھر کی عورتوں میں سے ایک نے بطخوں کو روکنا اور ہٹانا چاہا تو حضرت علیؓ نے فرمایا،

"انہیں چیخنے دو کیونکہ یہ ماتم سرائی کر رہی ہیں"

جب حضرت علی مسجد میں پہنچے تو آپؓ نے الصلاۃ الصلاۃ یعنی نماز تیار ہے پکارا۔ اسی وقت عبدالرحمن ابن ملجم مرادی لعنہ اللہ نے چند دوسرے خارجیوں کے ساتھ اچانک آپؓ پر حملہ کیا اور ان کے سر پر اسی جگہ وار کیا جس کے لئے آنحضرت ﷺ اڑتیں سال پہلے خبر دے چکے تھے۔ اسی وقت چاروں طرف سے لوگ عبدالرحمن پر چڑھ دوڑے اور ایک شخص نے حملہ آور پر قابو پانے کیلئے اس پر ایک چادر اچھالی جس میں الجھ کر وہ گرا اور لوگوں نے فوراً ہی اس سے تلوار چھین کر اس کو باندھ دیا۔ پھر لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا،

"امیر المومنین! آپ ﷺ ہمیں قبیلہ مراد (یعنی حملہ آور کے قبیلے) سے انتقام لینے کے لئے آزاد چھوڑ دیجئے"

مگر حضرت علیؓ نے فرمایا،

Presented by Ziaraat.Com

"ہرگز نہیں۔ مگر تم اس حملہ آور کو گرفتار کرلو! اگر میں مر جاؤں تو اس کو قتل کر دینا اور اگر میں زندہ بچ گیا تو زخم کا بدلہ زخم ہے۔"

شہادت اور تدفین...... چنانچہ حملہ آور کو گرفتار کر کے قید میں رکھا گیا۔ مگر حضرت علیؓ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکے اور ان کی وفات ہو گئی۔ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ ابن جعفرؓ نے ان کو غسل دیا اور محمد ابن حنفیہ پانی ڈال رہے تھے۔ ان کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیص یا کفن اور عمامہ نہیں تھا۔ حضرت حسن نے نماز جنازہ پڑھائی (مجمع بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے سات آدمیوں نے تکبیریں کہیں) رات میں آپ کو دفن کیا گیا۔ ایک قول ہے کہ کوفہ کے ایوان ریاست میں دفن کیا گیا اور ایک قول ہے کہ دفن کی جگہ ایوان ریاست نہیں تھی۔ آپ کی قبر کو پوشیدہ رکھا گیا تاکہ خارجی فرقہ کے لوگ قبر نہ کھود ڈالیں۔

ایک شیعہ فرقہ کا باطل عقیدہ...... ایک قول جو شیعوں کا ہے کہ حضرت علیؓ کو آنحضرت ﷺ کے قریب مدینہ میں دفن کرنے کا ارادہ کیا گیا چنانچہ لاش کو ایک اونٹ پر رکھ کر مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک رات وہ اونٹ جس پر حضرت علیؓ کی میت تھی اچانک کہیں غائب ہو گیا اور کبھی نہ مل سکا۔ چنانچہ لوگوں کا (یعنی شیعوں کا) عقیدہ ہے کہ ان کو آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے اور اب وہ بادلوں میں رہتے ہیں۔

حضرت علیؓ کی بیٹوں کو آخری وصیت...... جب حضرت علیؓ اس حملے میں زخمی ہوئے تو انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا،

"میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا اور دنیا میں سرکشی مت کرنا، کسی چیز سے محرومی پر آنسو مت بہانا، ہمیشہ حق بات کہنا اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنا۔"

اس کے بعد انہوں نے اپنے بیٹے محمد ابن حنفیہ کی طرف دیکھا اور فرمایا؟

"میں نے جو نصیحتیں تمہارے دونوں بھائیوں کو کی ہیں کیا تم نے ان کو ذہن نشین کر لیا ہے؟"

انہوں نے عرض کیا ہاں! تب حضرت علیؓ نے فرمایا،

تمہیں بھی میں وہی نصیحت کرتا ہوں۔ نیز تمہیں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بڑے بھائیوں کی ہمیشہ عزت و توقیر کرنا کیونکہ ان دونوں کا تم پر یہ حق ہے، کسی معاملے میں ان دونوں کے خلاف مت کرنا۔"

اس کے بعد انہوں نے پھر حسنؓ و حسینؓ سے فرمایا،

"میں تم دونوں کو بھی اس کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کی اولاد ہے اور تمہیں یہ معلوم ہے کہ تمہارا باپ اس سے کس قدر محبت کرتا ہے۔"

قاتل کا انجام...... اس کے بعد حضرت علیؓ خاموش ہو گئے اور انہوں نے صرف یہ کلمہ کہا لا الہ الا اللہ اس کے بعد انہوں نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت حسنؓ نے حملہ آور ابن ملجم کو قید خانے سے نکالا اور اس کی گردن مار دی۔

قاتل کی خونی تلوار اور خوفناک عہد...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ بعض علماء نے مبرد سے روایت بیان کی ہے کہ گرفتار ہونے پر حضرت علیؓ کے قاتل ابن ملجم نے حضرت علیؓ سے کہا تھا،

Presented by Ziaraat.Com

"میں نے یہ تلوار ایک ہزار میں خریدی ہے اور میں نے اس کو ایک ہزار مرتبہ ہی زہر میں بجھایا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میں اس تلوار سے اللہ کے سب سے بُرے بندے کو قتل کروں۔"

حضرت علیؓ نے فرمایا،

"تیری دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی ہے!"

اور ساتھ ہی انہوں نے حضرت حسنؓ سے فرمایا،

"اے حسن! جب میں مر جاؤں تو اس کو یعنی ابن ملجم کو اسی کی تلوار سے قتل کر دینا۔"

عہد کی عبرتناک تکمیل...... یعنی اس طرح ابن ملجم کی دعا اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پورا ہو گیا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خود حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ تمہارے سر پر وار کرنے والا آدمی سب سے بدبخت اور شقی انسان ہوگا (چنانچہ ابن ملجم اللہ کی مخلوق میں بدترین شخص کی حیثیت سے قتل ہو کر اپنی تلوار کا حق پورا کر گیا)

چنانچہ حضرت حسنؓ نے اپنے والد کے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد ابن ملجم کی لاش کو جلا دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ پیر وغیرہ کاٹ کر ایک ٹوکرے میں بھرے گئے اور پھر اس کو آگ میں جلا دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت علیؓ نے ابن ملجم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ یہ شخص میرا قاتل ہوگا۔ اس پر ان سے کہا گیا کہ پھر آپ اس کو قتل کیوں نہیں کر دیتے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ پھر مجھے کون قتل کرے گا؟

کتاب عیون الاثر کے مصنف نے بھی اپنے شیخ علامہ دمیاطی کی پیروی کرتے ہوئے یہی لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے علیؓ کو ابوتراب کا لقب اسی غزوۂ عشیرہ میں عطا فرمایا تھا۔ مگر کتاب ھدیٰ میں اس پر اعتراض کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے علیؓ کو یہ خطاب ان کے حضرت فاطمہؓ سے نکاح کے بعد دیا تھا اس کتاب میں ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے اور ان سے پوچھا کہ تمہارے چچا کے بیٹے یعنی تمہارے شوہر کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ ناراض ہو کر گھر سے نکلے ہیں آنحضرت ﷺ وہاں سے مسجد میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرش پر لیٹے ہوئے پایا اور ان کے بدن پر مٹی اور گرد و غبار لگا ہوا تھا، آنحضرت ﷺ نے ان کے بدن سے مٹی یعنی تراب جھٹکتے ہوئے فرمایا۔

"بیٹھ جاؤ ابوتراب! یعنی مٹی والے"

ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو ابوتراب کا لقب اس لئے دیا تھا کہ حضرت علیؓ جب کسی بات پر حضرت فاطمہؓ سے ناراض ہوتے تو نہ تو ان سے بات کرتے اور نہ ان کو کوئی ایسی بات کہتے جو ان کے لئے ناگواری کا باعث ہو بلکہ وہ مٹی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے لگا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ جب بھی ان کے سر پر مٹی دیکھتے تو سمجھ جاتے کہ وہ حضرت فاطمہؓ سے غصے ہو گئے ہیں۔

کتاب نور میں ہے کہ ممکن ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو اس لقب سے دونوں موقعوں پر پکارا ہو اور اس لقب کا سبب ان کے چہرے پر مٹی لگ جانا بھی ہو اور ان کا خود اپنے سر پر مٹی ڈالنا بھی ہو۔ واللہ اعلم۔

www.ziaraat.com
Sebeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

باب چہل و دہم (۴۰)

غزوۂ سفوان

اسی غزوۂ کو غزوۂ بدر اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ جب آنحضرت ﷺ غزوۂ عشیرہ سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ مدینہ میں چند راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔ اس قیام کی مدّت دس رات بھی نہیں ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کو پھر ایک مہم پیش آئی اور آپ کو کرز ابن جابر فہری کی سرکوبی کے لئے نکلنا پڑا۔ یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مدینہ کی چراگاہوں اور مویشیوں پر حملہ کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ اس کی تلاش میں روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک وادی میں پہنچے جس کا نام سفوان تھا۔ یہ وادی بدر کی طرف اس کے قریب ہے۔ اسی وجہ سے اس غزوۂ کو بدر اولیٰ بھی کہا جاتا تھا۔ اس دفعہ بھی آنحضرت ﷺ کرز کو نہ پاسکے کیونکہ وہ وہاں سے نکل چکا تھا۔

اس غزوۂ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے مدینہ میں زید ابن حارثہ کو اپنا جانشین بنایا تھا اور اسلامی جھنڈا جو سفید رنگ کا تھا حضرت علیؓ ابن ابوطالب کے ہاتھوں میں تھا۔

کتاب عیون الاثر میں بھی علامہ دمیاطی کی تقلید میں غزوۂ سفوان کو غزوۂ عشیرہ کے بعد ہی ذکر کیا گیا ہے۔ مگر یہ بات سیرت شامی کے برخلاف ہے جس کی ترتیب سیرت دمیاطی کے مطابق ہے اور وہی ترتیب کتاب امتاع میں بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

Presented by Ziaraat.Com

باب چہل و یکم (۴۱)

تبدیلیٔ قبلہ

اسی سال یعنی ۲ھ کے درمیان رجب کے مہینے میں قبلہ تبدیل ہوا ایک قول ہے کہ شعبان کے وسط میں تبدیل ہوا۔ بعض علماء نے اسی دوسرے قول کے متعلق کہا ہے کہ عام جمہور کا قول یہی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ تبدیلی جمادی الثانی میں عمل میں آئی۔ چنانچہ ایک قول ہے کہ مدینہ میں آنحضرت ﷺ نے سولہ مہینے اور ایک قول کے مطابق سترہ مہینے اور ایک قول کے مطابق چودہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھیں، ایک قول اس کے علاوہ بھی ہے۔

یہ بات گزر چکی ہے کہ مسجد نبوی کے تعمیر ہو جانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس میں پانچ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھیں۔ اکثر حضرت کا قول یہ ہے کہ قبلہ کی تبدیلی ظہر کی نماز میں ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ عصر کی نماز میں تبدیلی کا حکم آیا۔ چنانچہ حضرت براءؓ سے صحیحین میں روایت ہے کہ سب سے پہلی نماز جو کعبہ کی طرف رخ کر کے آنحضرت ﷺ نے پڑھی عصر کی نماز ہے۔ (یہ گویا اس بات کی دلیل ہے کہ تبدیلی قبلہ کا حکم عصر کی نماز میں آیا تھا)۔

<u>کعبہ کے رخ پر پڑھی جانے والی پہلی نماز</u>...... اس طرح یہ دو مختلف قول ہو گئے مگر کہا جاتا ہے کہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ شاید اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ عصر کی نماز وہ پہلی مکمل نماز ہے جو آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی کیونکہ ظہر کی نماز جس میں تبدیلی کا حکم نازل ہوا آپ ﷺ نے اس کا پہلا آدھا حصہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھا تھا اور بقیہ آدھا حصہ کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھا تھا۔

پھر میں نے علامہ ابن حجر کا قول دیکھا کہ انہوں نے بھی یہی تشریح کی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ عصر کی نماز ہی وہ پہلی نماز ہے جو آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں پڑھی یا یہ کہ عصر کی نماز میں تبدیلی انصاریوں کے کسی اور محلہ میں ہوئی۔ (ی) یعنی بنی حارثہ کے محلہ میں۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک قول ہے کہ تبدیلی کا حکم صبح کی نماز میں آیا تھا۔ مگر اس کا مطلب قباء میں تبدیلی قبلہ کا وقت ہے۔ کیونکہ اس تبدیلی کی اطلاع قباء میں عصر کی نماز سے پہلے نہیں پہنچی جیسا کہ آگے بیان ہو گا۔

آنحضرت ﷺ کی آرزو اور تبدیلی قبلہ کا سبب...... قبلہ کی تبدیلی اس لئے ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کی یہ آرزو تھی آپ ﷺ کا قبلہ بیت اللہ شریف ہو۔ خاص طور پر جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہودی یوں کہتے ہیں کہ محمد ﷺ ہماری مخالفت بھی کرتے ہیں اور ہمارے ہی قبلہ کی طرف رخ کر کے عبادت کرتے ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ کے مطابق یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا،

"اگر ہم سیدھے راستے پر نہ ہوتے تو تم ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نمازیں نہ پڑھا کرتے۔ اس بارے میں تم ہماری ہی پیروی کرتے ہو۔"

ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز میں کعبہ کا سامنا حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی پیروی اور محبت میں کرنا چاہتے تھے اور اس بارے میں یہودیوں کی موافقت پسند نہیں فرماتے تھے۔ اودھر یہ کہ قریشی کفار مسلمانوں پر طعن کر کے کہتے تھے،

"تم یہ کیوں کہتے ہو کہ ہم ابراہیمؑ کے طریقہ پر ہیں جبکہ تم نے ان کا قبلہ چھوڑ کر یہودیوں کا قبلہ اختیار کر رکھا ہے۔"

آنحضرت ﷺ کی جبرئیلؑ سے درخواست...... اسی طرح آنحضرت ﷺ کی اس آرزو کی ایک وجہ اور بھی تھی (کہ مکہ میں رہتے ہوئے تو آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تو اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ کعبہ کی طرف آپ ﷺ کی پیٹھ نہ ہو مگر، جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو جب آپ ﷺ بیت المقدس کے صخرہ کی طرف رخ کرتے تو خود بخود آپ ﷺ کی پشت کعبہ کی طرف ہو جاتی۔ یہ بات آپ ﷺ پر بہت شاق گزرتی چنانچہ آپ نے جبرئیلؑ سے فرمایا،

"میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہودیوں کے قبلے کی طرف سے پھیر دے۔"

جبرئیلؑ نے عرض کیا۔

"میں تو ایک غلام ہوں، اس کا کوئی اختیار نہیں رکھتا کہ آپ ﷺ کو کوئی چیز دے سکوں سوائے اس کے جس کے لئے اللہ تعالیٰ مجھے حکم فرماتا ہے اس لئے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے!"

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اور جب آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تو بار بار آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے پاس سے اس بارے میں حکم آجائے۔ (ی) آسمان کی طرف دیکھنے کی وجہ یہ تھی کہ دعا کا قبلہ آسمان ہی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے جبرئیل سے فرمایا،

"میری خواہش ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ میرا رخ کعبہ کی طرف پھیر دے۔"

جبرئیلؑ نے عرض کیا،

"مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ خود سے کوئی بات حق تعالیٰ سے عرض کر سکوں لیکن اگر حق تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا تو میں اس کی جناب میں عرض کر دوں گا۔"

تبدیلی قبلہ کا حکم...... ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت بشر ابن براء ابن معرور کی والدہ سے ملنے کے

Presented by Ziaraat.Com

لئے بنی سلمہ کے محلہ میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا اسی وقت نماز ظہر کا وقت آگیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کے ساتھ اسی محلّے کی مسجد میں نماز شروع کی۔ آپ ﷺ نے ابھی دو رکعتیں ہی پڑھی تھیں کہ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو اشارہ کیا کہ آپ ﷺ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں اور میزاب کا سامان کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ گھوم کر کعبہ کی سمت میں آگئے۔

(ی) اسی طرح جب مقتدیوں نے اپنی جگہ بدلی تو جس جگہ اب تک عورتیں کھڑی ہوئی تھیں یعنی پچھلے حصہ میں وہاں مرد آگئے اور جہاں مرد کھڑے ہوئے تھے یعنی اگلے حصہ میں وہاں عورتیں آگئیں۔ یعنی آنحضرت ﷺ گھوم کر مسجد کے اگلے حصہ سے پچھلے حصہ میں آگئے کیونکہ مدینہ میں جب کوئی کعبہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گا تو لازم ہے کہ اس کی پشت بیت المقدس کی طرف ہو جیسے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے کھڑے ہونے والے کے لئے لازم ہے کہ اس کی پیٹھ کعبہ کی طرف ہو گی۔ اُدھر آنحضرت ﷺ جس جگہ امام کی حیثیت سے کھڑے ہوئے تھے اگر وہیں کھڑے کھڑے گھوم جاتے تو آپ ﷺ کے پیچھے مقتدیوں کی صفوں کے لئے جگہ نہ رہتی۔

ایک قول یہ ہے کہ تبدیلیٔ قبلہ کا حکم جس وقت آیا اس وقت آپ ﷺ رکوع میں تھے۔

ادھر یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ نماز میں تبدیلیٔ قبلہ کے حکم پر آنحضرت ﷺ ایک جگہ سے دوسری جگہ گھوم کر گئے تو یہ ایک کافی لمبی حرکت تھی جس کو فقہاء کی اصطلاح میں عمل کثیر کہتے ہیں اور عمل کثیر اگر مسلسل ہو تو نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اس سے کوئی اشکال نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے یہ تبدیلیٔ قبلہ کا حکم عمل کثیر کی حرمت سے پہلے نازل ہوا ہو اور یا یہ کہ یہ عمل کثیر مسلسل اور پیہم نہ ہوا ہو۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: پیچھے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ امّ بشر کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ اسی طرح آپ ربیع بنت معوذ، ابن عفراء، امّ حرام، بنت ملحان اور ان کی بہن امّ سلیم کے پاس بھی تشریف لے جاتے تھے اور اگر یہ تنہا ہوتیں تو بھی وہاں تشریف رکھا کرتے تھے۔ ان میں امّ حرام آنحضرت ﷺ کا سر بھی کریلا کرتی تھیں اور آنحضرت ﷺ کبھی وہاں سو بھی جایا کرتے تھے۔ ان چیزوں کی وجہ سے واضح رہے کہ اجنبی عورت کو دیکھ لینے یا اس کے پاس تنہائی میں بیٹھنے کی اجازت آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے تھی کیونکہ اس صورت میں کسی فتنہ کا کوئی اندیشہ نہیں تھا (جبکہ امت کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے) آگے اس کا بیان آرہا ہے۔ واللہ اعلم۔

اس مسجد کا نام جس میں تبدیلیٔ قبلہ کا حکم آیا مسجد قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد پڑ گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ نماز یعنی ظہر کی نماز جس میں تبدیلیٔ قبلہ کا حکم آیا مسجد نبوی میں ہو رہی تھی۔

<u>تبدیلیٔ قبلہ کا اعلان</u>...... غرض تبدیلیٔ قبلہ کے بعد حضرت عباد ابن بشرؓ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہ نماز پڑھی تھی مسجد سے نکل کر چلے۔ ایک جگہ وہ انصاریوں کے پاس سے گزرے جو عصر کی نماز پڑھ رہے تھے اور رکوع میں تھے، انہیں دیکھ کر عباد نے کہا،

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ابھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

اس کے بعد قباوالوں تک یہ خبر اس وقت پہنچی جبکہ وہ اگلے دن صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ لوگ اس وقت دوسری رکعت کے رکوع میں تھے۔ اسی وقت منادی کرنے والے نے پکار کر اعلان کیا،

"لوگو! خبر دار ہو جاؤ کہ قبلہ کا رخ کعبہ کی طرف تبدیل ہو گیا ہے۔"

نماز پڑھنے والے یہ سن کر کعبہ کی طرف گھوم گئے۔ بخاری میں یوں ہے کہ جب لوگ قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے وہاں ایک شخص آیا اور اس نے کہا،

"رسول اللہ ﷺ پر رات وحی نازل ہوئی ہے اور آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں لہٰذا تم بھی بیت اللہ یعنی کعبہ کی طرف اپنے رخ کر لو۔"

چنانچہ لوگ کعبہ کی طرف گھوم گئے۔ مسلم میں روایت کے جو لفظ ہیں ان میں صبح کی نماز کے بجائے چاشت کی نماز کا لفظ ہے۔ اس بارے میں علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ لفظ بھی صبح کی نماز کے ناموں میں سے ایک ہے مگر بعض لوگوں نے صبح کی نماز کے اس نام کو مکروہ لکھا ہے۔

(قباء والوں کو صبح کی نماز میں تبدیلی قبلہ کی اطلاع ملی جبکہ یہ تبدیلی گزشتہ دن عصر کی نماز میں ہو چکی تھی) مگر ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ قباوالوں کو عصر، مغرب اور عشا کی نمازوں کے لوٹانے کا حکم دیا گیا تھا نہ ہی یہ کہ صبح کی نماز کی پہلی رکعت کے جو وہ پڑھ چکے تھے لوٹانے کا حکم دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ناسخ کی روایت یعنی گزشتہ حکم کو منسوخ کرنے والی روایت کا حکم اسی وقت سے جاری ہوتا ہے جب اس ناسخ کا علم ہو اس سے پہلے نہیں، چاہے وہ ناسخ حکم کچھ عرصہ پہلے ہی نازل ہو چکا ہو۔

اور یہ کہ پہلا حکم جو قطعی تھا یعنی بیت المقدس کی طرف رخ کرنا اس کو صرف ایسے حکم یا اطلاع پر چھوڑ دینا جو محض ظنی ہو یعنی خبر واحد ہو کہاں تک درست ہے (خبر واحد کی تعریف پہلے بیان ہو چکی ہے)۔

اس شبہ کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اس تبدیلی قبلہ کی خبر کے ساتھ ایسے قرائن موجود تھے کہ لوگوں کو یقین تھا کہ خبر دینے والا سچ کہہ رہا ہے۔ لہٰذا اسی لئے انہوں نے اگر کسی قطعی حکم کو چھوڑا تو قطعی حکم کے بدلے میں ہی چھوڑا (غیر قطعی حکم کے بدلے میں نہیں چھوڑا) کیونکہ منسوخی کا اثر جس پر پڑتا ہے وہ حکم ہوتا ہے اور اس پر خبر متواتر کی دلالت ظنی ہی ہوتی ہے جیسا کہ اس موضوع پر جن کتابوں میں بحثیں ہیں ان سے یہ بات ثابت ہے۔

کہا جاتا ہے کہ قباوالوں کو بھی یہ خبر پہنچانے والے حضرت عباد ابن بشرؓ ہی تھے۔ اب یوں کہنا چاہئے کہ عباد پہلے تو بنی حارثہ کے محلّہ میں پہنچے جبکہ وہاں عصر کی نماز ہو رہی تھی اور اس کے بعد قبا کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں کے لوگوں کو صبح کی نماز کے وقت انہوں نے اس تبدیلی کی اطلاع دی۔ اس سلسلے میں جو آیت نازل ہوئی تھی وہ یہ ہے،

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

(آیت ۱۴۴ سورۂ بقرہ، پ ۲، ع ۱۶)

ترجمہ:- ہم آپ کے منہ کا یہ بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں اس لئے ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کریں گے جس کے لئے آپ کی مرضی ہے۔ لو پھر اپنا چہرہ نماز میں مسجد حرام کعبہ کی طرف کیا کیجئے۔

(ی) اسی واقعہ کی طرف ایک شاعر نے اپنے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے،

Presented by Ziaraat.Com

کَم لِلنَّبِیِّ المصطفیٰ مِنْ اٰیۃ
غَرَّاءُ حَارَ الکُفْرُ فِی مَعْنَاهَا

ترجمہ :- آنحضرت ﷺ کی صداقت نبوت کے لئے کتنی ہی نشانیاں موجود ہیں جو نہایت روشن ہیں اور جن کی حقیقت پانے کے لئے انسانی فکر حیران ہو جاتی ہے۔

لماراٰی البارِی تقلب وجہہ
ولاہ ایمَنَ قبلۃ یرضاھا

ترجمہ :- جب حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو بار بار آسمان کی جانب اٹھتے دیکھا تو اس نے آپ ﷺ کی آرزو کے مطابق ایک مبارک و مسعود قبلہ عنایت فرمایا۔

حضرت عمارہ ابن اوس انصاری سے روایت ہے کہ ہم سہ پہر کی دو نمازوں میں سے ایک نماز یعنی ظہر اور عصر کی نمازوں میں سے ایک نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص مسجد کے دروازے پر آکر کھڑا ہوا جبکہ ہم نماز میں مشغول تھے اور اس نے پکار کر کہا کہ نماز کعبہ کی طرف تبدیل ہو گئی ہے۔ یہ سن کر ہمارے امام نے رخ بدلا اور گھوم کر کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔

حق تعالیٰ نے اپنے ارشاد قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ میں فرمایا ہے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ ﷺ وحی کی امید میں بار بار آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اور پُر شوق انداز میں اس کی تمنا کر رہے ہیں کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آجائے۔ چنانچہ ہم آپ ﷺ کا رخ اسی قبلے کی طرف پھیر دیں گے جو آپ ﷺ کی تمنا و آرزو ہے۔ تو لیجئے اپنا منہ مسجد حرام یعنی کعبہ کی طرف پھیر لیجئے۔

اس کے بعد حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ؕ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ (سورۂ بقرہ، پ ۲، ع ۱۶ آیت ۱۴۴)

ترجمہ :- اہل کتاب بھی یقیناً جانتے ہیں کہ یہ حکم بالکل ٹھیک ہے اور ان کے پروردگار ہی کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی ان کارروائیوں کی طرف سے کچھ بے خبر نہیں ہیں۔

اہل کتاب اس بات کو اس لئے یقیناً جانتے ہیں کہ ان کی قدیم کتابوں میں آنحضرت ﷺ کا ذکر اور آپ ﷺ کا حلیہ وغیرہ بھی درج ہے اور یہ بھی درج ہے کہ آنحضرت ﷺ کا پہلا قبلہ بیت المقدس ہوگا اور پھر ان کا قبلہ بدل کر کعبہ ہو جائے گا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: پچھلی سطروں میں جو روایت عمارہ ابن اوس انصاری سے بیان ہوئی ہے غالباً اسی کو رافع ابن خدیج نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ہمارے پاس ایک شخص آیا جب کہ ہم بنی عبدالاشہل کے محلہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے آکر اعلان کیا کہ آنحضرت ﷺ کو حکم ہوا ہے کہ نماز میں کعبہ کی طرف رخ کیا کریں۔ یہ سن کر ہمارے امام نے اپنا رخ پھیر لیا اور اس کے ساتھ ہم نے بھی رخ پھیر لیا۔ واللہ اعلم۔

یہودیوں کے اعتراضات...... ادھر اس واقعہ پر یہودیوں کے تمام معزز لوگ جمع ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔

"اے محمد ﷺ! آپ نے کس وجہ سے اپنا وہ قبلہ چھوڑ دیا جس کی طرف آپ اب تک رخ کرتے آرہے تھے حالانکہ آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ ابراہیم کے طریقہ اور دین پر چلتے ہیں"

Presented by Ziaraat.Com

یعنی ابراہیمؑ کا قبلہ بیت اللہ نہیں تھا۔ یہ بات یہود کے اس دعویٰ کے مطابق ہے کہ تمام نبیوں کا قبلہ بیت المقدس ہی رہا ہے جیسا کہ آگے اس کا بیان آئے گا۔ نیز اس بارے میں جو اشکال ہو گا وہ بھی آگے ذکر ہو گا۔ غرض اس کے بعد یہودیوں نے پھر آپ ﷺ سے کہا،

"آپ ﷺ اگر پھر اپنے اسی قبلہ کی طرف لوٹ جائیں جس پر اب تک تھے تو ہم آپ ﷺ کی پیروی کرلیں گے اور آپ ﷺ کی تصدیق کریں گے"

فتنہ انگیزی کی کوشش...... حقیقت میں اس ساری گفتگو سے یہودیوں کا منشاء (آنحضرت ﷺ کی تصدیق یا پیروی کرنا ہرگز نہیں تھا بلکہ) فتنہ پیدا کرنا تھا کیونکہ اگر آنحضرت ﷺ ان کی بات مان جائیں تو لوگ سمجھ لیں گے کہ آپ ﷺ اپنے دین کے معاملے میں حیران ہیں (یعنی کبھی ایک راستہ اختیار فرمالیتے ہیں اور کبھی دوسرا راستہ) نیز ان کی اپنی مذہبی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی تفصیلات کے ساتھ چونکہ یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ بیت المقدس کا رخ چھوڑ کر بیت اللہ کا رخ اختیار فرمائیں گے۔ للذا اگر آنحضرت ﷺ نے ان کی بات مان کر دوبارہ بیت المقدس کا قبلہ اختیار فرمالیا تو وہ مسلمانوں کے سامنے اپنی مذہبی کتابوں کا حوالہ دے کر آنحضرت ﷺ کو جھٹلائیں گے کہ نبی آخر الزماں کی نشانی یہ ہے کہ وہ بیت اللہ کا قبلہ اختیار کریں گے جبکہ انہوں نے بیت اللہ کا قبلہ اختیار کر کے ہمارے کہنے سے پھر بیت المقدس کو اختیار کر لیا ہے۔

کیا انبیاء کا قبلہ بیت المقدس رہا ہے؟...... ایک روایت میں ہے کہ تبدیلی قبلہ کے بعد یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا،

"تم نے آخر کس وجہ سے موسیٰؑ و یعقوبؑ اور دوسرے تمام پیغمبروں کا قبلہ چھوڑ دیا ہے"

اس بات کی تائید علامہ زہری کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ آدمؑ کے زمین پر اتارنے کے وقت سے اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کا قبلہ بیت المقدس کا صخرہ یعنی پتھر نہ رہا ہو۔ اسی طرح علامہ سبکی کے ظاہری قول سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنے قصیدہ تائیہ میں کہا ہے،

وَصَلَّيْتَ نَحْوَ الْقِبْلَتَيْنِ تَفَرُّدًا
وَكُلُّ نَبِيٍّ مَالَهُ غَيْرُ قِبْلَةٍ

ترجمہ:- آپ ﷺ تنہا وہ پیغمبر ہیں جس نے دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس اور بیت اللہ کی طرف نماز پڑھی جب کہ دوسرے تمام نبیوں کا ایک کے سوا دوسرا قبلہ نہیں رہا۔

اس قصیدہ کے شارح نے اس شعر کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شاعر کہتا ہے کہ ہر نبی کا قبلہ صرف بیت المقدس تھا جبکہ آنحضرت ﷺ اس قبلہ یعنی بیت المقدس میں تو سب نبیوں کے شریک ہیں ہی لیکن کعبہ کے آپ ﷺ کا قبلہ ہونے میں آپ ﷺ تمام نبیوں میں ممتاز ہیں اور یہ صرف آپ ﷺ کی خصوصیت ہے چنانچہ اسی لئے توریت میں آنحضرت ﷺ کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان میں آپ ﷺ کو صاحب قبلتین بھی فرمایا گیا ہے۔

بیت اللہ کے انبیاء کا قبلہ ہونے کے ثبوت...... مگر اس قول پر ایک شبہ ہوتا ہے کہ ایک روایت کے مطابق تمام انبیاء کا قبلہ بیت اللہ یعنی کعبہ ہی تھا۔ چنانچہ ابو عالیہ سے روایت ہے کہ کعبہ تمام نبیوں کا قبلہ تھا اور موسیٰؑ بیت المقدس کے صخرہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے جو موسیٰؑ اور کعبہ کے درمیان پڑتا تھا

Presented by Ziaraat.Com

(جس کا مطلب یہ ہوا کہ موسیٰ کا رخ کعبہ ہی کی طرف ہوتا تھا کیونکہ جب وہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے تو اسی سمت میں بیت المقدس کے بعد کعبہ پڑتا تھا لہٰذا دونوں قبلوں کا سامنا ہو جاتا تھا) اور ظاہر ہے ایسی بات توقیفی طور پر یعنی شارع سے سن کر ہی کہی جاسکتی ہے۔ لہٰذا اب گزشتہ سطروں میں یہودیوں اور علامہ زہری کا جو قول گزرا ہے اگر اس کو درست مانا جائے کہ بیت المقدس کا صخرہ تمام گزشتہ نبیوں کا قبلہ رہا ہے۔

تو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور بیت المقدس کو اپنے اور کعبہ کے درمیان میں کر لیتے تھے (لہٰذا بیک وقت دونوں کی طرف رخ ہو جاتا تھا) اور اس طرح گزشتہ روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں رہا۔

یہاں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ اس صورت کے مقابلے میں افضل نہیں جو اس کے برعکس ہوتی کہ رخ کعبہ کی طرف اس طرح ہو کہ کعبہ ان کے اور بیت المقدس کے درمیان میں آجائے۔ (جیسا کہ مکہ میں آنحضرت ﷺ کا عمل تھا۔ یعنی اگر یہ صورت ہو تو اس کا مطلب ہو گا کہ اصل مقصود کعبہ کا سامنا کرنا ہے اور بیت المقدس ضمنی طور پر سامنے آجاتا ہے جو کعبہ کے بعد پڑتا ہے)۔

اس شبہ کے جواب میں کتاب اصل یعنی عیون الاثر کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ کتاب اصل نے حق تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے،

وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ۔ (سورۂ بقرہ، پ ۲، ع ۱۶ آیت ۱۴۷)

ترجمہ:۔ اور بعض ان میں سے امر واقعی کو باوجودیکہ خوب جانتے ہیں مگر اخفا کرتے ہیں حالانکہ یہ امر واقعی منجانب اللہ ثابت ہو چکا ہے۔ سو ہرگز شک و شبہ لانے والوں میں شمار نہ ہونا۔

اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ یہودی سچائی کو چھپاتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ کعبہ ہی پچھلے تمام نبیوں کا قبلہ رہا ہے یعنی ان کے نزدیک اصل مقصود کعبہ کا سامنا کرنا ہی ہوتا تھا صرف اس طرح ضمنی طور پر نہیں کہ اصل میں وہ بیت المقدس کے صخرہ کا سامنا کرتے ہوں اور اس کے نتیجہ اور ضمن میں خود بخود کعبہ کا سامنا ہو جاتا ہو (کیونکہ کعبہ بھی اسی کی سمت میں پڑتا تھا)۔

بیت المقدس میں اصل سمت قبلہ کے متعلق ایک قول...... مگر بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ یہودی اپنی کتاب توریت میں کہیں یہ نہیں پاسکے کہ قبلہ جو تھا وہ بیت المقدس کا صخرہ تھا بلکہ اصل میں اس صخرہ یا چٹان پر تابوت سکینہ رکھا ہوا تھا (جس کی طرف رخ کر کے وہ نمازیں پڑھا کرتے تھے) مگر جب اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے ناراض ہوا تو اس نے تابوت سکینہ کو اٹھا لیا لہٰذا اب یہودیوں نے آپس میں مشورہ کے بعد اس چٹان کو ہی قبلہ قرار دے لیا اور اس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھنے لگے اور ساتھ ہی یہ دعویٰ کرنے لگے کہ اصل میں وہ چٹان ہی گزشتہ نبیوں کا قبلہ تھی۔ اس بارے میں گزشتہ سطروں میں علامہ زہری کا قول بھی گزرا ہے اور اس پر جو شبہ تھا وہ بھی بیان ہو چکا ہے۔

غرض اس کے بعد ان یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا،

"خدا کی قسم تم بہت ہی گمراہ لوگ ہو۔"

اس پر حق تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی،

سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى

Presented by Ziaraat.Com

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (آیت ۲ ۱۴ سورۂ بقرہ، پ ۲، ع ۱۶)

ترجمہ:- اب تو یہ بے وقوف لوگ ضرور کہیں گے ہی کہ ان مسلمانوں کو ان کے سابق سمت قبلہ سے (کہ بیت المقدس تھا) جس طرف پہلے متوجہ ہوا کرتے تھے کس بات نے بدل دیا۔ آپ فرما دیجئے کہ سب مشرق اور مغرب اللہ ہی کی ملک ہیں جس کو خدا چاہیں سیدھا طریق بتلا دیتے ہیں۔

یعنی یہ تمام سمتیں چاہے مشرق کی ہوں یا مغرب کی۔ اللہ ہی کی ہیں لہٰذا وہ جس طرف چاہے پھیر دے اس پر کسی کو بولنے یا اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ غرض اس طرح پہلا حکم جو منسوخ ہوا وہ قبلہ کا حکم ہے (یعنی پہلے ایک حکم تھا جس کو حق تعالیٰ نے منسوخ فرما کر بعد میں دوسرا حکم فرمایا) چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قرآن میں سب سے پہلا حکم جو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے منسوخ فرمایا وہ قبلہ کے بارے میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ چنانچہ پہلے آنحضرت ﷺ مکہ اور مدینہ دونوں جگہوں میں بیت المقدس کا رخ فرمایا کرتے تھے جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا رخ کعبہ کی طرف پھیر دیا۔

ادھر حق تعالیٰ کا ارشاد ہے،

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (آیت ۱۱۵ سورۂ بقرہ، پ ۱، ع ۱۴)

ترجمہ:- کیونکہ تم لوگ جس طرف منہ کرو ادھر ہی اللہ تعالیٰ کا رخ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جہان کو محیط ہیں۔

(اس ارشاد میں فرمایا گیا ہے کہ تم جس طرف بھی رخ کرو اللہ کے سامنے ہی رہو گے) تو یہ درحقیقت سفر کی صورت میں ایک رخصت ہے جبکہ سفر کے دوران قبلہ کا رخ معلوم نہ ہو اور مسافر نماز پڑھے تو اس کے لئے ارشاد ہے کہ تم ہر طرف حق تعالیٰ کو پاؤ گے۔

بعض صحابہ نے اس آیت کے نازل ہونے کے سبب کے متعلق بیان کیا ہے کہ ہم ایک دفعہ ایک اندھیری رات میں سفر میں جا رہے تھے ہمیں قبلہ کا رخ معلوم نہیں تھا لہٰذا ہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے رخ پر نماز پڑھ لی۔ صبح کو ہم نے آنحضرت ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

مگر اس روایت کے قبول کرنے میں اشکال ہے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے یا پھر یہ حدیث اس پر محمول ہے جبکہ اجتہاد اور اندازہ سے نماز پڑھی جاتی ہے۔

تبدیلیٔ قبلہ پر مشرکین مکہ کی یاوہ گوئی...... (ی) تبدیلیٔ قبلہ کے حکم کے بعد جب آنحضرت ﷺ کعبہ کی طرف رخ کرنے لگے تو مکہ کے مشرکوں نے کہا،

"محمد ﷺ نے اپنا قبلہ اب تمہاری طرف کر لیا ہے۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہو گئی کہ تم محمد کے مقابلے میں زیادہ ہدایت اور سچائی پر ہو اور اب عنقریب ہی وہ تمہارے دین میں داخل ہو جائیں گے"

مشرکین مکہ کی اس بے سروپا بات پر بعض لوگ اتنے متاثر ہوئے کہ وہ مرتد ہو کر پھر اپنی پچھلی گمراہی میں جا پڑنے اور کہنے لگے کہ کبھی ادھر اور کبھی ادھر کی یہ بات ہم نہیں مانتے۔

مرحوم صحابہ کے متعلق سوال...... جب قبلہ تبدیل ہو گیا تو اس کے بعد آنحضرت ﷺ مسجد قبا میں تشریف لائے اور مسجد کی دیوار کو آگے بڑھا کر اس جگہ بنا دیا جہاں وہ اب ہے۔ اسی قبلہ کی تبدیلی کے واقعہ پر بعض صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! ہم میں سے کچھ صحابہ تبدیلیٔ قبلہ سے پہلے ہی رخصت ہو چکے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ ان کی

Presented by Ziaraat.Com

اور ہماری نمازیں قبول فرمائے گا؟"

اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ (سورۂ بقرہ، پ ۲، ع ۷ا آیت ۱۴۳)

ترجمہ :۔اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع اور ناقص کر دیں اور واقعی اللہ تعالیٰ تو ایسے لوگوں پر بہت ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی تمہاری نمازوں کو ضائع نہیں فرمائے گا (بلکہ ان کا پورا پورا اجر دے گا) کتاب عیون الاثر میں یہ ہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ سے یہ عرض کیا کہ بیت اللہ کی طرف قبلہ کی تبدیلی سے پہلے بہت سے حضرت مر چکے ہیں اور بہت سے قتل ہو چکے ہیں۔

(ی) ان صحابہ کی تعداد دس تھی جو اس تبدیلی سے پہلے قتل یا فوت ہو چکے تھے۔ ان میں اٹھارہ صحابہ تو مکہ کے تھے اور دو انصاری تھے۔ انصاریوں میں حضرت براء ابن معرور اور حضرت اسعد ابن زُراء تھے۔ غرض صحابہ نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ ان مرنے والوں کے بارے میں کیا کہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جو گزشتہ سطروں میں ذکر ہوئی۔

ان گزر جانے والے صحابہ کے متعلق موت اور قتل کے الفاظ گزرے ہیں۔ ان میں سے قتل کا لفظ بخاری میں آیا ہے مگر علامہ ابن حجر نے اس لفظ سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ میں نے سوائے زبیر کی روایت کے کسی میں قتل کا لفظ نہیں دیکھا باقی روایتوں میں صرف موت کا لفظ ہے۔ نہ ہی میں نے کسی بھی حدیث میں یہ دیکھا کہ تبدیلیٔ قبلہ سے پہلے مسلمانوں میں سے کوئی قتل ہوا تھا۔ مگر یہ بھی ہے کہ روایت میں قتل کا لفظ نہ ہونے سے یہ ضروری نہیں ہو تاکہ تبدیلی قبلہ سے پہلے کوئی مسلمان قتل نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا اگر یہ لفظ قتل روایت میں موجود ہے تو اس کا مطلب ہے کچھ مسلمان جن کی شہرت نہیں ہوئی اس عرصہ میں قتل ہوئے تھے اگرچہ جہاد میں قتل نہیں ہوئے (بلکہ ممکن ہے کفار کے ظلم و ستم یا انفرادی لڑائی میں قتل ہوئے ہوں)۔

چنانچہ پھر کہا ہے کہ بعض علماء نے مجھ سے بتایا کہ ممکن ہے اس لفظ سے وہ کمزور اور بے سہارا مسلمان مراد ہوں جو مکہ میں مشرکوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جیسے حضرت عمارؓ کے ماں باپ تھے۔ میں نے اس پر یہ کہا کہ پھر ثابت ہونا ضروری ہے کہ وہ لوگ واقعۂ معراج یعنی نماز کی فرضیت کے بعد قتل ہوئے ہیں، کیونکہ نماز کی فرضیت سے پہلے جو لوگ قتل ہوئے صحابہ نے ان کے بارے میں یہ سوال نہیں کیا تھا۔ یہاں تک حافظ ابن حجر کا کلام ہے۔

مگر یہاں ایک اعتراض ہو سکتا ہے (کہ قتل ہونے والوں کا قتل معراج یا پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے ضروری نہیں ہے کیوں) کہ معراج سے پہلے صبح اور شام کی جو دو دو رکعت نمازیں پڑھی جاتی تھیں وہ بھی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی جاتی تھیں (لہٰذا صحابہ نے آپ ﷺ سے جو سوال کیا اس کے تحت ایسے قتل ہونے والے بھی آجاتے ہیں جو پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے قتل ہو گئے تھے) کیونکہ یہ بات پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ معراج سے پہلے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کعبہ کی طرف منہ کر کے اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ ان کے رخ بیت المقدس کی طرف ہو جائیں چنانچہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ رکن یمانی اور حجر اسود کے گوشے کے درمیان کھڑے ہوا کرتے تھے جس سے بیت المقدس کا بھی سامنا ہو تا تھا اور بیت اللہ بھی سامنے

Presented by Ziaraat.Com

رہتا تھا۔

مگر پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو لازم نہیں کر رکھا تھا بلکہ کبھی آپ ﷺ کعبہ ہی کی طرف رخ کر کے کسی بھی سمت میں کھڑے ہوتے اور نماز ادا فرماتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کرتے اور کعبہ کی طرف پیٹھ کرتے تھے یہاں تک کہ تبدیلی قبلہ کا حکم آگیا۔

کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں ہے کہ مکہ میں رہتے ہوئے جب آپ ﷺ دونوں قبلوں کو سامنے رکھتے یعنی اس طرح کھڑے ہوتے کہ کعبہ آپ ﷺ کے اور بیت المقدس کے درمیان آجائے تو لوگوں کے نزدیک آپ ﷺ کا رخ کعبہ ہی کی طرف ہوتا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ مکہ سے رخصت ہو کر مدینہ آگئے اور وہاں کے محل وقوع کے اعتبار سے آپ ﷺ بیت المقدس کا رخ فرماتے تو کعبہ کی طرف لامحالہ آپ ﷺ کی پشت ہو جاتی تھی۔

سمت قبلہ کے متعلق منسوخی حکم ایک بار ہوئی ہے...... حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے جہاں یہودی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ بھی بیت المقدس کی طرف ہی رخ کر کے نماز پڑھا کریں۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ پہلے کی طرح اب بھی بیت المقدس کی طرف ہی رخ کر کے نماز پڑھا کریں۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ پہلے کی طرح اب بھی بیت المقدس کی طرف ہی رخ کر کے کھڑے ہوا کریں (یہ مطلب نہیں ہے کہ مکہ میں آپ ﷺ بیت اللہ کا رخ کر کے کھڑے ہوتے تھے لیکن اب بیت المقدس کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوا کریں)۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کا ایک دوسرا قول ہے اس سے بھی یہی مراد ہے۔ اس قول کو بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ مکہ میں بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ پہلے کی طرح آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ہی کھڑے ہوا کریں اور کعبہ کی طرف پشت کر لیا کریں۔ پھر آپ ﷺ کو حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بیت المقدس کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہوں اور بیت اللہ کی طرف رخ کیا کریں۔ لہٰذا اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ منسوخی حکم صرف ایک بار ہوئی دو مرتبہ نہیں۔ جیسا کہ روایت کی ظاہری تفصیل سے شبہ ہوتا ہے۔

ابن جریر کا قول یہ ہے کہ پہلی نماز مکہ میں آنحضرت ﷺ نے کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی تھی پھر مکہ میں رہتے ہوئے ہی آپ ﷺ نے بیت المقدس کی طرف رخ کرنا شروع کر دیا اور تین حج یعنی تین سال تک آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد بھی بیت المقدس کی طرف ہی نمازیں پڑھیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا رخ کعبہ کی طرف پھیر دیا۔ یہاں تک ابن جریر کا کلام ہے۔

بیت المقدس کے سمت قبلہ رہنے کی ایک حکمت...... "اسی وجہ سے حافظ ابن حجر نے اس قول کو

Presented by Ziaraat.Com

ضعیف بتلایا ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے منسوخی حکم دو مرتبہ ہوئی ہے۔ایک قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بیت المقدس کو ہی قبلہ باقی رکھنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ مدینہ کے اہل کتاب کے دلوں کو مانوس کیا جاسکے کیونکہ اس وقت ابتدائی معاملہ تھا اور ایسے میں ضروری تھا کہ اہل کتاب کی دلداری جتنی ہو سکے کی جائے خاص طور سے ان معاملات میں جن سے ابھی تک روکا نہیں گیا ہے۔ لہٰذا اب یہ بات اس گزشتہ قول کے خلاف نہیں رہی جس میں گزرا ہے کہ آنحضرت ﷺ کعبہ کی طرف رخ کرنا اس لئے چاہتے تھے کہ بیت المقدس کی طرف رخ کرنے میں یہودیوں کے طریقہ کی موافقت ہوتی تھی جو آپ ﷺ کو ناپسند تھی۔

اسی طرح ایک اور قول ہے کہ آنحضرت ﷺ فتح مکہ سے پہلے ان باتوں میں یہودیوں کے طریقہ کی موافقت کرنا پسند کرتے تھے جن سے حق تعالیٰ کی طرف سے روکا نہیں گیا تھا لیکن فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ یہودیوں کے طریقہ کے خلاف چلنا پسند فرماتے تھے۔ مگر اس قول سے بھی گزشتہ قول پر کوئی شبہ نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے اکثر معاملات میں آپ ﷺ ایسا ہی کرتے ہوں۔

اس بارے میں ایک شبہ اور کیا جاتا ہے کہ گزشتہ ایک روایت کی روشنی میں جب پچھلے تمام نبیوں کا قبلہ بیت اللہ شریف اور کعبہ ہی تھا تو مکہ میں رہتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے بیت المقدس ہی کی طرف رخ کرنا کیوں پسند فرمایا؟

اس شبہ کا جواب بھی اسی بات سے نکل آتا ہے جو پیچھے گزری کہ بیت المقدس کو قبلہ برقرار رکھنے کی وجہ اہل کتاب کی دلداری تھی کیونکہ مکہ میں رہتے ہوئے آپ ﷺ کا بیت المقدس ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا خود آپ ﷺ کا اجتہاد تھا (حق تعالیٰ کی طرف سے اس کا حکم نہیں فرمایا گیا تھا اور آپ ﷺ نے یہ اجتہاد اہل کتاب کی دلداری کے لئے تھا) تو جواب کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بیت المقدس کے قبلہ بنانے کا اگر حکم دیا گیا تو بھی اور آپ ﷺ نے خود یہ فیصلہ فرمایا تو بھی اس لئے کہ آپ ﷺ کو عنقریب ایک ایسی قوم کے درمیان جا کر رہنا تھا جن کا قبلہ بیت المقدس تھا لہٰذا آپ ﷺ کا بھی وہی قبلہ ہونے میں اس قوم کی دلداری ہو جاتی تھی۔

یہی بات اصل کتاب یعنی عیون الاثر میں محمد ابن کعب قرظی کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبیوں میں سے کسی نے بھی قبلہ کے بارے میں ایک دوسرے کے طریقہ کے خلاف نہیں کیا سوائے آنحضرت ﷺ کے کہ آپ ﷺ نے بیت المقدس کی طرف رخ فرمایا۔ (ی) لہٰذا آپ ﷺ اس بارے میں دوسرے نبیوں سے مختلف تھے یہ بات ابو عالیہ کی اس گزشتہ روایت کے مطابق ہے جس میں گزرا ہے کہ کعبہ ہی تمام نبیوں کا قبلہ رہا ہے۔

روزوں اور صدقہ فطر کی فرضیت

پھر اسی سال یعنی ۲ھ میں رمضان کے روزے اور صدقہ فطر کا حکم نازل ہوا۔ (ی) نیز استحباباً قربانی کا حکم ہوا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رمضان کے روزے قبلہ کی بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تبدیلی کے ایک مہینہ بعد شعبان کے مہینے میں فرض ہوئے۔ (ی) یعنی گزشتہ بیان کی بنیاد پر۔ ادھر آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے ہر مہینے تین دن روزے رکھا کرتے تھے۔ یہ تین دن وہ ہوتے تھے جن کو عربی میں ایام بیض کہتے ہیں یعنی مہینے کی تیرہویں، چودہویں اور

Presented by Ziaraat.Com

پندرہویں تاریخیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ روزے واجب تھے۔
چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایام بیض کے دوران آنحضرت ﷺ چاہے سفر میں ہوتے چاہے حضر میں ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور دوسروں کو ان روزوں کے رکھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔
رمضان کی فرضیت سے پہلے کا روزہ..... ایک قول یہ ہے کہ رمضان کے روزوں سے پہلے آنحضرت ﷺ پر یوم عاشوراء کا روزہ واجب تھا۔ پھر رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد یہ روزہ منسوخ ہوگیا۔ عاشوراء، اللہ کے محترم مہینے محرم کی دسویں تاریخ کہلاتی ہے۔ چنانچہ بخاری میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے پھر جب رمضان فرض ہوگیا تو آپ ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنا چھوڑ دیا۔
مگر ہم شوافع کے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ رمضان کے روزوں سے پہلے اس امت پر کوئی روزہ فرض نہیں تھا۔ اب جہاں تک حضرت ابن عباسؓ کی گزشتہ حدیث کا تعلق ہے تو اس سے یہ بات ہرگز نہیں معلوم ہوتی کہ وہ روزے فرض تھے کیونکہ ممکن ہے یہ آنحضرت ﷺ کی عادت رہی ہو کہ آپ ﷺ ان دنوں میں روزے رکھتے ہوں۔ اسی بنیاد پر جو پیچھے ذکر ہوئی اور یہاں تک کہ ممکن ہے کہ رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد بھی آپ ﷺ وہ روزے رکھتے رہے ہوں۔
اسی طرح جہاں تک بخاری کی حدیث کا تعلق ہے تو اس میں بھی ایسی کوئی بات نہیں جس سے معلوم ہو کہ یہ روزہ فرض تھا کیونکہ ممکن ہے آپ ﷺ نے رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد یوم عاشوراء کا روزہ کبھی کبھی صرف اس لئے چھوڑ دیا ہو کہ کہیں لوگ اس روزے کو رمضان کے روزوں کی طرح فرض نہ سمجھنے لگیں۔
عاشوراء کا روزہ..... ترمذی میں بھی ایک ایسی ہی حدیث ہے جس کا جواب شافعی علماء اس طرح دیتے ہیں وہ حدیث حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ عاشوراء کے دن قریش کے لوگ جاہلیت کے زمانے میں روزہ رکھا کرتے تھے، آنحضرت ﷺ بھی ان ہی کی موافقت میں اس دن کا روزہ رکھتے تھے مگر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے کسی کو بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم نہیں دیا۔ مگر جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے خود بھی عاشوراء کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس روزے کا حکم دیا۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو فریضہ کے طور پر رمضان نے اس کی جگہ لے لی اور عاشوراء کا روزہ چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد جس کا دل چاہتا وہ یہ روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا چھوڑ دیتا۔ (ی) یعنی آنحضرت ﷺ نے یہ روزہ اسی بناء پر چھوڑا کہ کہیں اس کو بھی فرض ہی نہ تصور کر لیا جائے۔
یہود کا روزہ..... حضرت عائشہؓ کا یہ جو قول ہے کہ مدینہ آنے کے بعد آپ ﷺ نے خود بھی وہ روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس کے رکھنے کا حکم دیا۔ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اپنے آنے کے ابتدائی دنوں میں جو ربیع الاول کے دن تھے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہودی اس دن روزہ رکھتے ہیں اور اس دن کا بہت احترام کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس بارے میں ان لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا،
"یہ بہت عظیم دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات عطا فرمائی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا جس پر موسیٰ نے اس دن شکرانے کا روزہ رکھا تھا لہٰذا ہم بھی اس دن روزہ رکھتے

Presented by Ziraat.Com

ہیں۔"

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰؑ کے حقدار تم سے زیادہ ہم ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا جیسا کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے۔

حافظ ناصر الدین نے ابن عباسؓ کی ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عاشوراء کے دن مدینہ پہنچے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہودی روزہ رکھے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ آج کے دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا اور موسیٰؑ کو نجات عطا فرمائی تھی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰؑ پر میرا حق زیادہ ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن کے روزہ کا حکم دیا۔ یہ صحیح حدیث ہے جس کو بخاری اور مسلم نے پیش کیا ہے۔

جہاں تک اس روایت میں مدینہ پہنچنے کا ذکر ہے تو اس کا بھی احتمال ہے کہ مدینہ سے مراد قبا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ مدینہ سے خود اندرون شہر مراد ہو۔

پھر حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو آنحضرت ﷺ نے عاشوراء کے روزے کے متعلق صحابہ سے فرمایا،

"جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے"

آنحضرت ﷺ نے یہ بات اس لئے فرمادی تھی کہ کہیں لوگ اس روزے کو بھی رمضان کے روزوں کی طرح فرض نہ سمجھنے لگیں۔ اس روایت میں گزرا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ نے یہودیوں کو اس دن روزے سے پایا۔ اس بارے میں اشکال ہے۔ کیونکہ جیسا کہ بیان ہوا عاشوراء اللہ کے محترم مہینے محرم کی دسویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ یا پھر یہ اس مہینے کا نواں دن ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں پھر یہ ربیع الاول کا مہینہ کیسے ہوگا؟

اس کا جواب یہودیوں کا سال قمری نہیں بلکہ شمسی سال ہے جو سورج کے اعتبار سے ہے (جیسے انگریزی مہینے ہوتے ہیں) للذا عاشوراء کا دن جو محرم کی دسویں تاریخ میں تھا اور جس میں فرعون کی غرقابی کا واقعہ پیش آیا ہمیشہ دسویں محرم کو ہی نہیں ہوگا (کیونکہ یہودیوں کے سنہ کے اعتبار سے اس دن جو تاریخ تھی وہ شمسی مہینے کی تاریخ تھی جو ہر سال دسویں محرم کو ہی نہیں آسکتی) بلکہ اتفاق سے اس وقت جبکہ آنحضرت ﷺ مدینہ پہنچے تو یہی دن تھا۔ اسی لئے آپ ﷺ نے یہودیوں سے پوچھا (یعنی یہودی سال کے اعتبار سے وہی دن تھا جس میں فرعون کی غرقابی ہوئی تھی) لیکن عاشوراء کا دن نہیں تھا ورنہ ظاہر ہے آنحضرت ﷺ یہودیوں سے نہ پوچھتے۔

اس بات کی تائید طبرانی کی کتاب معجم کبیر کی ایک روایت سے ہوتی ہے جو خارجہ ابن زید نے بیان کی ہے کہ عاشوراء وہ دن نہیں ہے جس کو لوگ کہتے ہیں کہ اس دن کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا اور جس میں حبشی بچے آنحضرت ﷺ کے پاس کھیلتے کودتے تھے بلکہ یہ دن پورے قمری سال میں گھومتا تھا۔ لوگ فلاں یہودی کے پاس جا کر اس سے پوچھا کرتے تھے جب وہ مر گیا تو وہ زید ابن ثابت سے آکر اس دن کے بارے میں پوچھنے لگے۔

اس دن آنحضرت ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا ہے اور روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا ہے۔ یہاں تک کہ اس دن آپ ﷺ نے اسلم ابن حارثہ کو ان کی قوم بنی اسلم کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اپنی قوم کو عاشوراء کے دن روزے رکھنے کا حکم دو! انہوں نے عرض کیا کہ اگر وہ لوگ کھا پی چکے ہوں تو کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر وہ اس

Presented by Ziaraat.Com

دن کی تعظیم میں کھانے پینے سے دن کے باقی حصے میں رکے رہیں۔

بیہقی کی کتاب دلائل نبوت میں ایک صحابیہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عاشوراء کے دن کی بڑی عظمت کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اس دن آنحضرت ﷺ شیر خوار بچوں کے لئے دعائیں فرمایا کرتے تھے اور ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال کر بچوں کی ماؤں سے فرماتے،

"آج دن چھپے تک ان بچوں کو دودھ نہ پلانا!"

ظاہری طور پر اس یوم عاشوراء سے مراد وہی دسویں محرم ہے جو چاند کا مہینہ ہے۔ شمسی مہینے کا یوم عاشوراء مراد نہیں ہے (جو یہودیوں کا مقدس دن ہے) یہی بات آگے آنے والی ایک روایت کے بارے میں بھی کہی جاتی ہے۔

یوم عاشوراء کی فضیلت کے اسباب......ایک قول یہ ہے کہ اس دن کو یوم عاشوراء اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن دس نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے دس اعزاز عطا فرمائے تھے جو یہ ہیں کہ اس دن حق تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی، اس دن جودی کی بلندیوں پر نوحؑ کی کشتی کو ٹکایا گیا۔ جس پر نوحؑ اور ان کے ساتھیوں نے روزہ رکھا۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ جو وحشی جانور تھے ان تک نے شکرانے کا روزہ رکھا، اسی دن حق تعالیٰ نے ادریسؑ کو آسمانوں پر اٹھایا، اسی دن موسیٰؑ کو فتح و نصرت عطا فرمائی، اسی دن ابراہیمؑ کو آگ سے نجات دی، اسی دن یوسفؑ کو قید سے آزاد کیا۔ (ی) اور یوسفؑ اسی دن پیدا بھی ہوئے تھے اور اسی دن ان کے والد یعقوبؑ کو بینائی واپس ملی، اسی دن یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا۔ (ی) اور اسی دن ان کے شہر والوں کی دعا قبول فرمائی، اسی دن داؤدؑ کی توبہ قبول فرمائی اور اسی دن ایوبؑ کو عافیت و صحت عطا فرمائی۔

اس قول کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ بظاہر اس عاشوراء سے مراد قمری مہینے محرم کی دسویں تاریخ ہے شمسی مہینے کا دن مراد نہیں ہے۔ حافظ ابن ناصر الدین نے اپنی کتاب میں ابو ہریرہؓ کی روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر سال بھر میں ایک دن کا روزہ فرض فرمایا تھا جو یوم عاشوراء کا تھا اور یوم عاشوراء محرم کی دس تاریخ ہے لہٰذا اس دن تم بھی روزہ رکھا کرو اور اپنے گھر والوں کے لئے اس دن وسعت اور کشادگی پیدا کرو (یعنی دستر خوان وسیع کرو اور کھانا پکاؤ) کیونکہ جو شخص عاشوراء کے دن اپنے گھر والوں پر اپنا مال زیادہ خرچ کرے گا (یعنی زیادہ کھانا پکائے گا) تو اللہ تعالیٰ سال بھر تک اس کے رزق میں وسعت اور کشادگی پیدا فرمائے گا۔ لہٰذا اس دن روزہ رکھو۔ یہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی۔ وغیرہ وغیرہ آخر حدیث تک جو پیچھے بیان ہوئی۔ پھر آخر میں اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا،

"یہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر توریت نازل فرمائی، اسی دن حق تعالیٰ نے اسمٰعیلؑ کی جان کے بدلے میں (بھیڑ) کا فدیہ عنایت فرمایا، یہی وہ دن ہے جس میں یعقوبؑ کو ان کی بینائی واپس ملی، یہی وہ دن ہے۔ جس میں سلیمانؑ کو ان کی سلطنت واپس ملی، یہی وہ دن ہے جس میں حق تعالیٰ نے محمد ﷺ کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرمائے اور دنیا میں جو پہلا دن پیدا کیا گیا وہ یہی عاشوراء کا دن ہے، آسمان سے پہلی بار جو بارش برسی وہ عاشوراء کے دن ہی برسی، اور آسمان سے پہلی بار جو رحمت نازل ہوئی وہ عاشوراء کے دن ہی نازل ہوئی۔ لہٰذا جس نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا اس نے گویا ساری عمر اور سارے زمانے تک روزہ رکھا اور یہی نبیوں کا

Presented by Ziaraat.Com

روزہ ہے۔"

یہاں تک حدیث ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن ناصر الدین نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے رجال راوی ثقہ یعنی معتبر ہیں۔

ان ہی حافظ مذکور نے ایک بزرگ کی روایت نقل کی ہے جو کہتے ہیں کہ میں روزانہ چیونٹیوں کے قریب روٹی کا بھورا ڈالا کرتا تھا آخر جب عاشوراء کا دن آیا اور میں نے بھورا ڈالا تو دیکھا کہ چیونٹیوں نے کچھ نہیں کھایا یہ بات گزر چکی ہے کہ لٹورا پرندہ وہ پہلا پرندہ ہے جس نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا تھا۔

یوم عاشوراء کی شرعی حیثیت...... مگر بعض علماء نے ان احادیث کو جو آدمؑ کی توبہ قبول ہونے اور دوسرے اعزازوں کے بارے میں گزری ہے لکھا ہے کہ یہ سب احادیث موضوع ہیں۔ بعض دوسرے حضرات نے لکھا ہے کہ عاشوراء کے دن بعض لوگ خضاب، سرمہ، نئے کپڑوں، پکوان، غسل اور خوشبو وغیرہ لے کر زینت اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں یہ سب جھوٹے لوگوں کی ڈالی ہوئی رسمیں ہیں۔

خلاصہ یہ کہ رافضیوں نے اس عاشوراء کے دن کو ماتم، نوحہ وزاری اور غم واندوہ کا دن قرار دے رکھا ہے اور جاہلوں نے اس دن کو باقاعدہ ایک مذہبی دن بنالیا ہے۔ دونوں قسم کے لوگ غلطی پر ہیں اور سنت کے خلاف کرتے ہیں۔ جہاں تک اس دن اپنے اہل وعیال اور گھر والوں کیلئے کھانے پینے اور مال میں وسعت کرنے کا تعلق ہے تو اس کے لئے حدیث موجود ہے اگرچہ وہ روایت حدیث صحیح نہیں ہے مگر حدیث حسن ضرور ہے۔

مگر ابن تیمیہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اہل وعیال کے لئے اس دن وسعت پیدا کرنے کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کا کوئی ارشاد نہیں ہے۔ اس دن آنحضرت ﷺ بھی روزہ رکھا کرتے تھے جیسا کہ یہودی رکھتے تھے۔ مگر واضح رہے کہ یوم عاشوراء مختلف ہیں کیونکہ یہودیوں کے نزدیک جو یوم عاشوراء ہے وہ شمسی سال سے ہے اور اہل اسلام کے نزدیک جو یوم عاشوراء ہے وہ قمری سال سے ہے۔

مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عاشوراء کے دن آنحضرت ﷺ نے روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا تو بعض صحابہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"یارسول اللہ! یہ تو یہودیوں کا محترم اور مقدس دن ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا،

آئندہ سال ہم نو تاریخ کو روزہ رکھیں گے۔ (ی) تاکہ یہودیوں کی موافقت نہ رہے۔"

مگر اگلا سال آنے سے پہلے آنحضرت ﷺ کی وفات ہو چکی تھی۔ مگر اس حدیث میں ایک اشکال ہے کہ اس حدیث کی رو سے آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات پاک کے آخری سال میں یہ روزہ رکھا ہے اور دوسروں کو اس روزہ کا حکم فرمایا ہے اس سے پہلے نہیں (جبکہ پیچھے گزرا ہے کہ اس دن آپ ﷺ رمضان کے روزوں سے پہلے ہی روزہ رکھا کرتے تھے) اس لئے یہ بات گزشتہ روایت کے مخالف ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے اس دن کے روزہ کا اہتمام ہمیشگی کے ساتھ کرلیا تب یہ سوال کیا گیا اور یہ سوال اتفاق سے اسی سال میں ہوا جس میں آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔

فتح مکہ سے پہلے تک آنحضرت ﷺ کی شان یہ تھی کہ آپ ﷺ اہل کتاب کی موافقت کرنا پسند

Presented by Ziaraat.Com

فرماتے تھے مگر فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ ان کے اور ان کے طریقوں کے خلاف عمل کرنا پسند فرماتے تھے جیسا کہ بیان ہوا۔

بعد کے بعض شافعی فقہاء کا خیال یہ ہے کہ اوپر ذکر ہوئی حدیث میں جو آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گزرا ہے کہ اگلے سال ہم نویں تاریخ کو روزہ رکھیں گے تو اس حدیث کا تتمہ اور آخری حصہ ہے جو پیچھے اس طرح گزری ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ نے یہودیوں کو روزہ کی حالت میں پایا چنانچہ آپ ﷺ نے بھی روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی روزہ کا حکم فرمایا۔ اس صورت میں اشکال پیدا ہوا جس کا جواب یوں دیا گیا کہ مراد یہ ہے کہ جب آپ ﷺ ایک سفر سے لوٹے جس کے لئے آپ ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ سے گئے تھے اور یہ سفر اور اس سے واپسی اس سال میں ہوئی تھی جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے یہودیوں کو روزہ کی حالت میں پایا۔

(بہر حال یہ بات صرف ان شافعی فقہاء کے متعلق ہے جنہوں نے مذکورہ دونوں حدیثوں کو ایک سمجھا تھا) ورنہ یہ بات گزر چکی ہے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ حدیثیں ہیں اور اس حدیث کا مطلب اور خلاصہ بھی ذکر ہو چکا ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے کہ اگلے سال ہم نویں کو روزہ رکھیں گے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آنحضرت ﷺ جس دن مدینہ پہنچے تو یہ وہ دن تھا جس میں فرعون کو غرقاب کیا گیا تھا اور موسیٰؑ کو نجات دی گئی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دن (جو یہود کے شمسی سن کے اعتبار سے کوئی خاص تاریخ کا ہوگا) اس مہینے سے نکل کر محرم کے دسویں دن میں آگیا تھا جو قمری سال کے اعتبار سے ۲ھ کا مہینہ تھا اور پھر جیسا کہ حدیث کی ظاہری تفصیل سے معلوم ہوتا ہے یہ دن اسی مہینے میں پڑتا رہا۔ (مگر کب تک پڑتا رہا اس کی تفصیل ذکر نہیں ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ شمسی سال کی کوئی تاریخ قمری مہینے میں داخل ہوگی تو ایک خاص مدت تک اس میں باقی رہ کر اس سے گزر جائے گی اور اگلے مہینہ میں داخل ہو جائے گی۔ مثلاً انگریزی مہینہ قمری مہینہ میں داخل ہوتا ہے تو تین سال اس میں باقی رہتا ہے اور پھر اس سے گزر جاتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ قمری مہینہ انگریزی مہینے میں داخل ہوتا اور اس سے گزرتا ہے کیونکہ قمری سال شمسی سال کے مقابلے میں دس دن کے قریب کم ہوتا ہے۔ قمری مہینے موسموں کے ساتھ بندھے ہوئے نہیں ہوتے جیسا کہ شمسی مہینے ہوتے ہیں اس لئے ہر قمری مہینہ کبھی کسی موسم میں آتا ہے اور کبھی کسی موسم میں آتا ہے اور اس طرح ایک قمری سال چھتیس برس میں شمسی سال کا پورا چکر کر لیتا ہے)۔

غرض حدیث کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ غرقابی فرعون اور نجات موسیٰؑ کا دن پھر اسی محرم کے مہینہ میں باقی رہا کیونکہ حدیث میں گزرا ہے کہ اس دن کے روزے پر ہمیشگی پیدا ہو گئی۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے اس دن کے روزے کے سلسلے میں یہودیوں کی موافقت فرمائی اور پھر دوسرے سال ۲ھ اور اس کے بعد کے برسوں میں ان کے خلاف کیا۔ یہ بات بالکل قرین قیاس نہیں ہے۔ میں نے ابوریحان بیرونی کی کتاب آثار باقیہ عن قرون خالیہ دیکھی جس میں انہوں نے اس موضوع پر کافی بحث کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ آنحضرت ﷺ جس روز مدینہ پہنچے تو یہ وہی دن تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرقاب کیا اور موسیٰؑ اور ان کی قوم کو نجات دی۔ یہ ایسی روایت ہے کہ اس کو جانچا اور کسوٹی پر پرکھا جائے تو یہ باطل ثابت ہوگی۔ پھر البیرونی نے اس پر طویل بحث

Presented by Ziaraat.Com

کی ہے۔

لہٰذا اب اس حوالے کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ حدیث اور اس کا اقرار اور آنحضرت ﷺ کا اس دن روزہ رکھنا اور مسلمانوں کو اس روزہ کا حکم دینا سب کا سب کا ان باتوں میں شمار ہوگا جن کو باطل یعنی بے اصل قرار دینا پڑے گا۔

رمضان کی فرضیت اور اختیار...... غرض حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر رمضان کے روزے فرض کئے اور یا ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلانا فرض فرمایا۔ اس بارے میں آیت نازل ہوئی،

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۚ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۚ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (آیت ۱۸۴ سورہ بقرہ، پ ۲، ع ۲۳)

ترجمہ: (اور دوسری آسانی جو بعد میں منسوخ ہو گئی یہ ہے) کہ جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں ان کے ذمہ فدیہ ہے کہ وہ ایک غریب کا کھانا کھلا دینا یا دے دینا ہے اور جو شخص خوشی سے زیادہ خیر خیرات کرے کہ زیادہ فدیہ دے تو یہ اس شخص کے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا اس حال میں زیادہ بہتر ہے اگر تم روزے کی فضیلت سے خبر رکھتے ہو۔

رمضان کی قطعی فرضیت...... یعنی اگر تم روزے رکھو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم بے روزہ رہو اور روزے کے بدلے میں کسی غریب کو کھانا کھلا دو۔ غرض ابتداء میں حق تعالیٰ نے یہ آسانی دی تھی کہ جو شخص چاہے روزہ رکھ لے اور جو نہ چاہے وہ ہر دن کے بدلے میں ایک مد کھانا کھلائے۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ نے اس اختیار کو منسوخ فرما دیا اور رمضان کا روزہ فرض عین قرار دے دیا۔ اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۔ (سورہ بقرہ، پ ۲، ع ۲۳ آیت ۱۸۵)

ترجمہ: سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہئے۔

اہل عذر کے لئے رخصت و رعایت...... تو اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ اختیار ختم فرما دیا کہ جو چاہے رکھے اور جو چاہے روزہ رکھنے کے بجائے غریب کو کھانا کھلا دے بلکہ اب ہر شخص کے لئے فرض ہو گیا کہ وہ رمضان کے روزے رکھے سوائے ایسے آدمی کے جو انتہائی بڑھاپے یا کسی بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو یا اس بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو اس کے لئے اجازت دی گئی کہ وہ غریب کو کھانا کھلا دے۔ بیمار کو اس حکم میں اللہ تعالیٰ نے گنجائش دی۔ جیسا کہ اگر بیمار کو تکلیف کا ڈر ہو تو اس کے لئے تیمم کی اجازت ہے۔ اسی طرح مسافر کے لئے رعایت دی گئی یعنی ایسا مسافر جس کے لئے نماز میں قصر کرنا جائز ہے چاہے اسے پوری نماز پڑھنے سے کوئی تنگی اور وقت نہ پیش آئے مگر اس کے لئے نماز میں قصر کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح چاہے مسافر کو روزہ رکھنے سے کوئی دقت نہ ہو مگر اس کو یہ رعایت دی گئی ہے اور ساتھ ہی اس روزہ کی قضا کرنا واجب قرار دے دیا گیا ہے کہ جب بیمار کا مرض جاتا رہے یا مسافر کا سفر پورا ہو جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ان روزوں کی قضا کرے۔ اس بارے میں حق تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا،

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (سورہ بقرہ، پ ۲، ع ۲۳ آیت ۱۸۴)

ترجمہ: اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا اتنا ہی شمار کر کے ان میں روزہ رکھنا اس پر

Presented by Ziaraat.Com

واجب ہے۔

یعنی بیمار اور مسافر کے لئے یہ گنجائش ہے کہ رمضان کا روزہ نہ رکھے مگر جتنے دن رمضان میں اس نے روزے نہیں رکھے اتنے ہی دن بعد کے دنوں میں شمار کر کے قضا روزے رکھے۔

روزے کے اوقات کا ابتدائی حکم......ابتداء میں یہ حکم تھا کہ رمضان میں غروب آفتاب کے بعد صرف سونے سے پہلے پہلے یا عشاء کا آخری وقت ہونے سے پہلے لوگ کھا پی سکتے تھے یا اپنی عورتوں سے ہم بستری کر سکتے تھے لیکن اگر غروب آفتاب کے بعد سو گئے یا عشاء کا آخری وقت آپہنچا تو اس کے بعد اگلی رات تک نہ کھا پی سکتے تھے اور نہ عورتوں سے ہم بستری کر سکتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم منسوخ فرمادیا اور افطار کے بعد سے طلوع فجر تک کھانا پینا اور عورتوں سے ہم بستری کرنا جائز فرمادیا چاہے اس دوران سو بھی چکے ہیں یا چاہے عشا کا آخری وقت بھی آپہنچا ہو۔ اس بارہ میں حق تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا۔

اُحِلَّ لَکُمۡ لَیۡلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمۡ (سورۂ بقرہ، پ ۲، ع ۲۳ آیت ۱۸۷)

ترجمہ: تم لوگوں کے واسطے روزہ کی شب میں اپنی بیویوں سے مشغول ہونا حلال کر دیا گیا۔

پھر حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا۔

وَکُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الۡخَیۡطُ الۡاَبۡیَضُ مِنَ الۡخَیۡطِ الۡاَسۡوَدِ مِنَ الۡفَجۡرِ (آیت ۱۸۷ سورۂ بقرہ، پ ۲، ع ۲۳)

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو بھی اس وقت تک کہ تم کو سفید خط (کہ عبارت ہے نور) صبح صادق کا متمیز ہو جائے سیاہ خط سے۔

اس حکم میں تبدیلی اور اس کا سبب......اس آیت کے نازل ہونے کے وقت جب بعض صحابہ نے سفید خط یعنی سفید ڈورے اور سیاہ خط یعنی سیاہ ڈورے سے ڈورے کے اصلی معنی یعنی دھاگہ یا رتی مراد لے لئے اور یہاں تک کہ بعض صحابہ نے اپنے تکیے کے پاس سفید اور سیاہ ڈورے رکھ لئے (تاکہ اتنی روشنی کا انتظار کریں کہ سفید ڈورا اور سیاہ ڈورا علیحدہ پہچانے جا سکیں) تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخری لفظ مِنَ الۡفَجۡرِ نازل فرمائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی مراد واضح ہو جائے کہ سفید اور سیاہ ڈورے سے مراد صبح کا نور اور رات کی سیاہی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں سہولت کے دیئے جانے کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ رمضان میں حضرت عمرؓ نے عشا کی نماز پڑھنے کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر لیا مگر غسل کرنے کے بعد وہ روئے اور اپنے آپ کو نفریں کرنے لگے۔ آخر وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! میں اپنے اس گنہ گار نفس کی حرکت پر اللہ تعالیٰ سے اور آپ ﷺ سے معافی مانگتا ہوں کہ آج جب میں اپنے گھر اپنی بیوی کے پاس پہنچا تو مجھے اس کے جسم سے بڑی دل آویز خوشبو نکلتی ہوئی محسوس ہوئی جس پر میں بے اختیار ہو گیا اور میں نے اس کے ساتھ ہم بستری کر لی۔

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اے عمر! تمہارے لئے تو یہ بات زیبا نہیں تھی"

اس پر کئی دوسرے آدمی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بھی اسی بات کا اعتراف اپنے بارے میں کیا اس پر آیت نازل ہوئی۔ (جس کے ذریعہ حق تعالیٰ نے لوگوں کو یہ رعایت اور سہولت عطا فرمائی کہ غروب آفتاب سے طلوع فجر تک وہ کھا پی سکتے ہیں اور اپنی بیویوں سے جماع بھی کر سکتے ہیں)

Presented by Ziaraat.Com

ایک قول ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے بتلایا گیا کہ بعض صحابہ روزے کی وجہ سے غش کھا کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ آنحضرت ﷺ نے اس واقعہ کی تحقیق فرمائی تو آپ ﷺ کو بتلایا گیا کہ بنی حرث کا ایک شخص اپنی بیوی کے پاس یہ دیکھنے کے لئے آیا کہ وہ افطار اور شام کے کھانے کے لئے اس کے واسطے کیا پکا رہی ہے اسی وقت اس پر نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گیا۔ اس کی آنکھ اس وقت کھلی جبکہ آفتاب غروب ہو چکا تھا للذا اس نے اس وقت بھی کچھ نہیں کھایا پیا (جس سے کمزوری پیدا ہوئی) اس واقعہ پر حق تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کُلُوا وَاشْرَبُوا. الخ (جو پیچھے ذکر ہوئی)

اسی طرح حق تعالیٰ کا ایک ارشاد ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (آیت ۱۸۳)

(سورۂ بقرہ، پ ۲، ع ۲۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے امتوں کے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے اس توقع پر کہ تم روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ متقی بن جاؤ۔

گزشتہ روزہ دار اقوام سے مراد..... اس بارے میں کہ پہلی امتوں کے لوگوں سے کون لوگ مراد ہیں ایک روایت میں آتا ہے کہ ان لوگوں سے مراد اہل کتاب ہیں یعنی یہودی اور نصرانی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ایسے لوگوں سے مراد خاص طور پر عیسائی ہیں اور بعض روایتوں میں ہے کہ ان لوگوں سے مراد پچھلی تمام امتوں کے لوگ ہیں (یعنی اسی طرح پچھلی تمام امتوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا)

چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس پر رمضان کے روزے فرض نہ کیے گئے ہوں سوائے اس کے کہ وہ اس مہینہ کو سمجھ نہ پائے اور اس کی طرف ان کی ہدایت نہ ہو سکی۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ امتوں میں سے کسی نے بھی روزہ نہیں رکھا للذا روزہ صرف اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔ ابن قتیبہ کی کتاب انساب میں ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے وہ حضرت نوحؑ ہیں۔ یہاں تک ابن قتیبہ کا حوالہ ہے۔

کیا نصرانی پہلے روزہ رکھتے تھے؟..... بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نصرانی روزہ رکھتے تھے مگر ایک بار رمضان کا مہینہ سخت گرمی کے موسم میں آیا للذا ان لوگوں نے رائے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ روزوں کو سردی اور گرمی کے موسموں کے درمیان رکھا جائے (جب کہ نہ گرمی ہو اور نہ سردی ہی زیادہ ہو) اور روزوں کو اس طرح مؤخر کرنے کے بدلے میں بیس روزے زائد رکھ لئے جائیں۔

اب اس روایت کی بنیاد پر یہ کہنا چاہئے کہ رمضان کے روزے اس امت کی خصوصیت نہیں ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ابن قتیبہ وغیرہ کی جن روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ امتوں نے روزے رکھے ہیں تو ان کے ساتھ اس امت کی تشبیہ صرف روزے میں ہے خاص طور پر رمضان کے روزے میں تشبیہ نہیں ہے کیونکہ گزشتہ امتوں میں سے ہر ایک پر ہر مہینہ میں تین دن کے روزے فرض تھے۔ یہی روزے نوحؑ نے اور دوسرے پیغمبروں نے رکھے یہاں تک کہ خود آنحضرت ﷺ نے بھی یہ روزے رکھے جیسا کہ گزشتہ سطروں میں بیان ہوا ہے۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ یہ دن جن میں آنحضرت ﷺ روزہ رکھا کرتے تھے ایام بیض ہوتے تھے جو چاند کے مہینہ کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخیں ہوتی ہیں۔ نیز یہ بھی بیان ہوا ہے کہ یہ

Presented by Ziaraat.Com

روزے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی امت پر واجب تھے۔
ایک قول یہ ہے کہ رمضان کے روزوں سے پہلے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ پر یوم عاشوراء کا روزہ واجب تھا۔ اس قول کی تردید بھی گزشتہ سطروں میں بیان ہو چکی ہے۔

صدقۂ فطر کی فرضیت

صدقۂ فطر عید سے دو دن پہلے فرض ہوا۔ آنحضرت ﷺ عید سے دو دن پہلے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا کرتے تھے جس میں آپ ﷺ صحابہ کو صدقۂ فطر کی تعلیم دیتے تھے اور یہ حکم دیا کرتے تھے کہ یہ صدقہ عید کی نماز کو جانے سے پہلے دیا جائے۔ یعنی صدقۂ فطر کے واجب ہونے کے بعد آپ ﷺ یہ تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ صدقۂ فطر عیدالاضحیٰ کی نماز کے واجب ہونے کے بعد واجب ہوا ہے۔
اسی طرح صدقۂ فطر کا حکم مال کی زکوٰۃ کے حکم سے پہلے ہوا ہے۔ جہاں تک مال کی زکوٰۃ کا تعلق ہے تو یہ ۲ھ میں فرض ہوئی ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ زکوٰۃ کون سے مہینے میں فرض ہوئی۔
بعض علماء نے کہا ہے کہ بعد کے علماء میں سے ایک عالم نے جو فقہ کے بھی عالم تھے شاید اسی لئے کہا ہے کہ زکوٰۃ کے فرض ہونے کا وقت مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ مراد ہے مال کی زکوٰۃ۔ زکوٰۃ فطر نہیں۔
غالباً یہاں اس بعد کے عالم سے مراد امام سراج الدین بلقینی ہیں کیونکہ ایک مرتبہ امام بلقینی سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ مال کی زکوٰۃ کس سال میں فرض ہوئی؟ انہوں نے اس طرح جواب دیا۔
"حفاظ حدیث اور سیرت نگاروں نے اس سال سے بحث نہیں کی جس میں مال کی زکوٰۃ فرض ہوئی البتہ میری نظر سے دو ایسی حدیثیں گزریں جن سے اس سال کا اندازہ اور تخمینہ ہو سکتا ہے اور مجھ سے پہلے ان حدیثوں تک کوئی اور نہیں پہنچ سکا۔"
پھر انہوں نے کہا،
"یہ بات واضح ہے کہ مال کی زکوٰۃ صدقۂ فطر کے بعد فرض ہوئی ہے اور ضمام ابن ثعلبہ کے مدینہ آنے سے پہلے فرض ہوئی ہے اور ضمام ۵ھ میں آئے ہیں۔"
یہاں تک امام بلقینی کا کلام ہے۔

کیا صدقۂ فطر کا حکم مکہ میں نازل ہوا؟......

ایک قول یہ ہے کہ صدقۂ فطر ہجرت سے بھی پہلے فرض ہو گیا تھا۔ چنانچہ کتاب سفر السعادت میں جو قول ہے اس کے ظاہری الفاظ سے بھی کچھ ایسا ہی اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکے کے بازار، محلوں اور گلی کوچوں میں اعلان کرنے والے بھیج کر اعلان کرایا کرتے تھے کہ لوگو! برادر رہو کہ صدقۂ فطر ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے۔ حدیث۔
مگر اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ مکے میں یعنی ہجرت سے پہلے ایمان کے فرض ہونے کے بعد پانچ نمازوں کے سوا اور کچھ فرض نہیں ہوا باقی تمام فرائض و احکام ہجرت کے بعد فرض ہوئے ہیں۔ مگر اس بارے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جیسا کہ پیچھے بیان ہوا ہے ہجرت سے پہلے ہی تہجد اور صبح و شام کی دو دو رکعت نماز بھی فرض ہوئی تھی۔ اس کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہاں فرائض سے مراد وہ فرائض ہیں جو آج تک

Presented by Ziaraat.Com

موجود ہیں اور جن کی فرضیت اب تک باقی ہے۔

جہاں تک کتاب سفر السعادت کے گزشتہ قول کا تعلق ہے تو ممکن ہے جب مدینہ میں صدقۂ فطر واجب ہوا تو آپ ﷺ نے وہاں رہتے ہوئے اپنے قاصد کے بھیج کر وہاں اعلان کرایا ہو کہ صدقۂ فطر واجب ہو گیا ہے۔

جب صدقۂ فطر واجب ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ چھوٹا اور بڑا، غلام اور آزاد، مرد اور عورت صدقۂ فطر میں ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع گیہوں نکالے، آپ خطبہ سے پہلے عید کی نماز بلا اذان اور تکبیر کے پڑھا کرتے تھے۔ (ی) بلکہ الصلاۃ جامعۃ کہہ کر نماز کی اطلاع کر دی جاتی تھی۔

مگر کتاب سفر السعادت میں ہے کہ آپ ﷺ جب عیدگاہ میں پہنچ کر نماز شروع فرماتے تو اس کے لئے نہ اذان اور تکبیر ہوتی اور نہ الصلاۃ جامعۃ کے ذریعے نماز کی اطلاع کی جاتی۔ سنت یہی ہے کہ ان میں سے کوئی چیز نہ ہو۔ یہاں تک کتاب سفر السعادت کا حوالہ ہے۔

تاریخی عصا...... عیدگاہ جاتے ہوئے آپ ﷺ کے سامنے ایک موٹھ دار عصا لایا جاتا۔ جب آپ ﷺ عیدگاہ میں پہنچ جاتے تو اسے آپ ﷺ کے سامنے نصب کر دیا جاتا۔ یہ ایک عصا تھا جس کی لمبائی آدھے نیزہ کے برابر تھی اور اس کے ایک سرے پر یعنی نچلے سرے پر لوہے کی موٹھ لگی ہوئی تھی۔ یہ عصا حضرت زبیر ابن عوام کا تھا جو وہ حبشہ سے لے کر آئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے یہ عصا لیا تھا آنحضرت ﷺ اس کو سامنے سُترہ کے طور پر نصب کر کے نماز پڑھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت زبیر سے یہ عصا غزوۂ بدر کے بعد لیا تھا۔ غزوۂ بدر میں حضرت زبیرؓ نے اس عصا سے سعید ابن سفید ابن عاص کو قتل کیا تھا عبیدہ کو ابوذات الکرش کہا جاتا تھا۔

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جنگ کے دوران میں نے ابوذات الکرش کو اس طرح لوہے میں غرق دیکھا کہ اس کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں مجھے دیکھ کر اس نے کہا۔ میں ابوذات الکرش ہوں۔ میں نے اس عصا کے ذریعہ اس پر حملہ کیا اور اس کی آنکھوں میں مارا جس سے وہ فوراً ہی مر گیا (کیونکہ یہ عصا اس کی آنکھ میں گھس گیا تھا) میں نے اس کو نکالنے کے لئے اپنا پیر عبیدہ کے اوپر رکھ کر پوری طاقت سے یہ عصا اس کی آنکھ میں سے کھینچا جس سے یہ ایک طرف سے تھوڑا سا مڑ گیا۔ (غرض اس کے بعد یہ عصا آنحضرت ﷺ نے لے لیا) جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت زبیرؓ نے یہ عصا پھر خود لے لیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے ان سے یہ عصا مانگا تو حضرت زبیرؓ نے ان کو دے دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد پھر حضرت زبیرؓ نے اس کو خود لے لیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے لے لے ان سے مانگ لیا۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نے مانگ لیا۔ حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد یہ عصا حضرت علیؓ کو دے دیا گیا۔ پھر ان کے پاس سے یہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے پاس پہنچا اور ان کے قتل ہونے تک ان ہی کے پاس رہا۔

آنحضرت ﷺ جب نماز عید اور خطبہ سے واپس تشریف لاتے تو آپ ﷺ غریبوں اور مسکینوں کے درمیان صدقۂ فطر تقسیم کرتے تھے۔ غالباً یہ لوہ صدقۂ فطر ہے جو خود آپ ﷺ کی مبارک سے متعلق تھا۔ کیونکہ پیچھے بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ نماز عید سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دیا کریں البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ادائیگی کا حکم دینے سے مراد یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے حصہ کا صدقۂ فطر لا کر

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت ﷺ کے پاس نماز عید سے پہلے جمع کر دیا کریں تاکہ آپ ﷺ اسے تقسیم فرما سکیں۔

عید قربان...... اسی طرح جب آنحضرت ﷺ عید الاضحیٰ یعنی عید قربان کی نماز اور خطبہ سے فارغ ہو جاتے تو آپ ﷺ کے پاس دو بھیڑیں لائی جاتیں جبکہ آپ ﷺ عید گاہ میں ہی کھڑے ہوتے تھے۔ آپ ﷺ ان میں سے ایک بھیڑ اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے اور فرماتے،

"یہ میرے ان تمام امتیوں کی جانب سے ہے جنہوں نے تیری توحید کی گواہی دی اور میری تبلیغ کی گواہی دی۔"

حاکم نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک سینگوں والی بھیڑ عید گاہ میں ذبح کی اور ذبح کرنے سے پہلے یہ فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اور ذبح کے بعد فرمایا،

"اے اللہ! یہ میری اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جو ذبیحہ نہیں کر سکے۔"

اس روایت سے یہ مسئلہ نکالا گیا ہے کہ یہ بات آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے تھی کہ آپ ﷺ دوسرے کی اجازت کے بغیر دوسرے کی طرف سے بھی ذبیحہ کر سکتے تھے۔

غرض پھر آپ ﷺ دوسری بھیڑ ذبح کرتے اور فرماتے،

"یہ ذبیحہ محمد اور ان کی آل و اولاد کی طرف سے ہے۔"

پھر ان دونوں بھیڑوں کے گوشت میں سے آپ ﷺ خود اور آپ ﷺ کے گھر والے بھی کھاتے اور غریبوں کو بھی کھلاتے۔ آپ ﷺ نے قربانی کبھی ترک نہیں کی (یہاں یہ ایک سوال ہے کہ) کیا ابراہیمؑ کے بعد سے خود انبیاءؑ اور ان کی امتیں ذبیحہ کرتی تھیں یا صرف انبیاء ہی کرتے تھے،

منبر نبوی ﷺ...... مسجد نبوی میں جب آپ ﷺ کے لئے منبر نصب نہیں کیا گیا تھا تو آپ ﷺ ان کھجور یا کیکر کے تنوں میں سے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوا کرتے تھے جو مسجد نبوی میں بطور ستون کے لگائے گئے تھے اور اسی طرح جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔

بعض علماء نے اس طرح لکھا ہے کہ منبر بننے سے پہلے جب آپ ﷺ جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوتے تو قبلہ کی طرف کی دیوار کے پاس جو کھجور کا تنا ستون کے طور پر نصب تھا اس سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوا کرتے تھے پھر جب لوگوں کی تعداد بڑھ گئی تو صحابہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"مناسب ہوگا کہ آپ کوئی ایسی بلند چیز بنوالیں جس پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کریں تاکہ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ بھی سکیں اور آواز بھی سن سکیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے ایک منبر بنا دو۔ چنانچہ آپ ﷺ کے لئے دو سیڑھی کا ایک منبر بنایا گیا جس کے بعد بیٹھنے کی جگہ تھی۔ اس طرح اس منبر میں تین درجے تھے اور آپ ﷺ اس کے بعد اس منبر پر کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دیتے۔

کھجور کے تنے کی گریہ وزاری...... ایک روایت ہے کہ جب یہ منبر بن گیا اور آپ ﷺ بجائے کھجور کے اس تنے سے سہارا لے کر کھڑے ہونے کے منبر پر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو اس کھجور کے تنے میں سے زبردست آہ و بکا اور رونے کی آوازیں آئیں جن کو تمام لوگوں نے سنا۔ یہ آواز کچھ ایسی دردناک تھی کہ ساری مسجد ہل گئی اور تمام صحابہ بھی رونے لگے۔ اس کے بعد وہ تنا اسی طرح روتا اور آہ و بکا کرتا رہا یہاں تک کہ

Presented by Ziaraat.Com

جلد ہی وہ پھٹ کر ٹوٹ گیا۔ ایک روایت ہے کہ اس تنے میں سے ایسی آواز آئی جیسے پورے دنوں کی گیا بھن لونٹنی بلبلاتی ہے۔ ایک روایت کے لفظ ہیں کہ جیسے وہ لونٹنی روتی ہے جس کا بچہ گم ہو گیا ہو۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جیسے اس لونٹنی کی آہ و بکا ہوتی ہے جس کا بچہ اس سے جدا کر دیا گیا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جیسے بیل کے رونے کی آواز ہوتی ہے۔

غرض اس آواز کو سن کر آنحضرت ﷺ فوراً ہی منبر پر سے اترے اور اس تنے کے پاس جا کر اسے سینے سے لگایا اس وقت اس تنے سے ایک بچے کے سسکنے اور سبکنے کی سی آوازیں آنے لگیں جو رُک رُک کر سسکیاں لے رہا ہو۔

بعض علماء نے اسفرائنی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس تنے سے آہ و بکا کی آوازیں سن کر آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا جس پر وہ تنا زمین کو پھاڑتا ہوا آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ ﷺ نے اس کو اپنے گلے سے لگایا جس کے بعد وہ واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس تنے کے اوپر ہاتھ پھیرا اور اس سے فرمایا، پُر سکون اور خاموش ہو جا! چنانچہ اس سے آواز آنی بند ہو گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس تنے کے رونے کی آواز سن کر فرمایا،

"یہ تنا اس لئے رو رہا ہے کہ یہ اس ذکر الٰہی سے محروم ہو گیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اس کو نہ چمکارتا تو یہ ہمیشہ یعنی قیامت تک اسی طرح نوحہ و زاری کرتا رہتا۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ "آنحضرت ﷺ کے فراق میں اسی طرح روتا رہتا۔"

آنحضرت ﷺ کے جو یہ الفاظ ہیں کہ یہ اس ذکر الٰہی سے محروم ہو گیا تو یہ جملہ پہلی روایت کی روشنی میں تو واضح ہے (کہ ذکر الٰہی اس کے قریب ہونا بند ہو گیا تھا) اور دوسری روایت کی روشنی میں اس کلمہ کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ذکر الٰہی سے یہ محروم ہو رہا ہے۔

اس تنے کے گریہ و ماتم کی طرف امام سبکی نے اپنے قصیدہ کے اس شعر میں اشارہ کیا ہے،

وَحَنَّ اِلَيْكَ الْجِذْعُ حِيْنَ تَرَكْتَهٗ
حَنِيْنَ الثَّكَالٰى عِنْدَ فَقْدِ الْاَحِبَّةِ

ترجمہ: جب آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا تو درخت کا وہ تنا آپ ﷺ کے سامنے بچوں کی طرح بلک بلک کر اس لئے رونے لگا کہ وہ اپنی محبوب چیز سے محروم ہو گیا تھا۔

ایک عالم نے امام شافعی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا،

"اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو جو نعمتیں اور شرف عطا فرمائے وہ کسی دوسرے نبی کو نہیں دیئے"

میں نے عرض کیا کہ عیسیٰؑ کو تو مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا گیا تھا۔

امام شافعی نے فرمایا،

"اور محمد ﷺ کو یہ شرف عطا فرمایا کہ (درخت کا مردہ) تنا ان کیلئے رویا۔ یہ بات اس سے زیادہ ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ اس تنے کے بچوں کی طرح سبک سبک کر رونے پر اس کو ملامت مت کرو۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی جدائی سے جس چیز کو بھی دوچار ہونا پڑا وہ اسی طرح رنج و غم میں گھلنے لگی۔

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت ﷺ کی طرف سے دلاسہ و تسلی..... ایک روایت میں ہے کہ جب وہ تنا رونے لگا تو آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا،

"اگر تو چاہے تو میں تجھے اسی بستان یعنی باغ میں لوٹا دوں جس میں تو تھا کہ تجھ میں پھر کونپلیں پھوٹ آئیں تو پھر ہرا بھرا ہو جائے اور تیرے پھل اور شاخیں دوبارہ اگ آئیں اور اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت میں بو دوں تاکہ اولیاء اللہ تیرے پھل کھائیں۔"

یہ کہہ کر آنحضرت ﷺ اس کی طرف جھک کر اس کا جواب سننے لگے۔ درخت سے ہلکی سی آواز میں جواب آیا جو آنحضرت ﷺ کے قریب کھڑے ہوئے لوگوں نے بھی سنا۔ اس نے کہا،

"آپ ﷺ مجھے جنت میں ہی بو دیجئے۔"

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کر دیا۔ میں نے ایسا ہی کر دیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ اس کی طرف جھک کر جواب سننے لگے تو آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس نے کیا کہا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا،

"اس نے اسے پسند کیا ہے کہ اس کو جنت میں بو دیا جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے دار الفناء کے مقابلے میں دار البقاء کو پسند کر لیا ہے۔"

یہ دوسری روایت پہلی سے مختلف نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے درخت کا جواب آنحضرت ﷺ سے صحابہ نے پوچھا ہو (جو وہاں سے دور رہے ہوں اور) جنہوں نے اس میں سے آنے والی آواز نہ سنی ہو۔

غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس تنے کو منبر کے نیچے دفن کرنے کا حکم دیا۔ ایک قول ہے کہ اس کو مسجد کی چھت میں لگا دیا گیا۔ اس قول کے راوی کہتے ہیں کہ پھر جب مسجد نبوی کی یہ تعمیر منہدم کی گئی اور چھت نکالی گئی تو اس تنے کو میرے والدؓ اتار کر لے گئے۔ پھر وہ ان ہی کے پاس رہا یہاں تک کہ اس کو دیمک نے کھا لیا اور خشک ہوتے ہوتے وہ ٹوٹنے لگا۔

منبر کی تیاری...... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: سیرت دمیاطی میں ہے کہ صحابہ نے بتلایا کہ آنحضرت ﷺ جمعہ کے دن کھجور کے ایک تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے کھڑے خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھڑے ہونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ اس پر حضرت تمیم داری نے آپ سے عرض کیا،

"میں آپ کے لئے ایک ایسا منبر نہ بنا دوں جیسا آپ ﷺ نے دیکھا ہو گا شام میں بنتا ہے؟"

(ی) شام میں نصرانی لوگ اپنے گرجاؤں کے لئے منبر بنایا کرتے تھے جس پر ان کے پادری کھڑے ہوا کرتے تھے اور اس کا نام سیڑھی ہوتا تھا۔ تبلیغی اور مذہبی وعظ کے وقت وہ لوگ اس پر چڑھ کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ غرض اس پر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ فرمایا جس میں سب کی رائے یہ ہوئی کہ ایسا منبر بنوا لیا جائے۔ اس پر حضرت عباس ابن عبد المطلب نے کہا،

"میرے پاس ایک غلام ہے جس کا نام کلاب ہے اور وہ نہایت بہترین بڑھئی ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو منبر بنانے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے اس کو بھیجا کہ جنگل سے جھاؤ کا درخت کاٹ کر لائے۔ وہ جھاؤ کا درخت کاٹ کر لایا اور اس لکڑی سے اس نے دو سیڑھیوں اور ان کے اوپر بیٹھنے کا منبر بنایا۔ منبر تیار کر کے وہ لایا اور اس کو مسجد نبوی میں اس جگہ رکھ دیا گیا جو آج تک منبر رکھنے

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

کی جگہ ہے اور جہاں منبر رکھا رہتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ جب جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے تو آپ ﷺ اسی پر کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

"میں نے بھی منبر اختیار کرلیا ہے کیونکہ میرے باپ ابراہیمؑ نے بھی منبر اختیار کیا تھا۔"

غالباً ابراہیمؑ کے منبر سے آنحضرت ﷺ کی مراد وہ مقام یعنی پتھر تھا جس پر کھڑے ہو کر وہ بیت اللہ کی تعمیر کیا کرتے تھے کیونکہ اگر یہ مراد نہیں ہے تو پھر کسی روایت سے یہ ثابت ہونا ضروری ہے کہ ابراہیمؑ کا کوئی منبر تھا جس پر کھڑے ہو کر وہ لوگوں کے سامنے گفتگو کیا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو منبر کے پاس کھڑے ہوئے یہ فرماتے سنا،

"جبار یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھ میں اٹھا کر فرماتا ہے۔ میں جبار ہوں۔ میں جبار ہوں۔ جباری کا دعویٰ کرنے والے کہاں ہیں؟ متکبر لوگ کہاں ہیں؟"

آنحضرت ﷺ یہ بیان فرماتے جاتے تھے اور دائیں بائیں گھومتے جاتے تھے۔ اسی وقت میری نظر آپ کے منبر پر پڑی میں نے دیکھا کہ منبر لرز رہا ہے اور اتنا زور زور سے ہل رہا ہے کہ مجھے ڈر ہوا کہیں یہ آنحضرت ﷺ سمیت گر نہ پڑے۔

منبر نبوی کا جنت سے تعلق...... ابن عمرؓ سے ہی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ وہ منبر ایسے ایسے تین مرتبہ آیا اور گیا۔ ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ منبر پر تھے تو وہ اچانک اس طرح کانپ اٹھا کہ عورتوں نے اس کی حالت دیکھ کر کہا کہ یہ سخت غمزدہ ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"میرا یہ منبر جنت کی روشوں میں سے ایک روش کے اوپر ہے یعنی اس کا منہ جنت کی روشوں پر ہے اور اس کے پائے جنت میں نصب ہیں۔"

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا منبر میری حوض پر ہے۔

اپنی حوض کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے،

میری حوض اتنی بڑی ہے جتنا عدن سے عمان تک کا فاصلہ ہے۔ وہ یعنی اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کے چھاگلوں کی تعداد اتنی ہے جتنے آسمان پر ستارے ہیں۔ جو شخص اس سے ایک گھونٹ پانی پی لے تو اس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہ ہو قیامت کے دن جو لوگ اس حوض پر سب سے زیادہ پہنچیں گے وہ غریب اور نادار مہاجرین ہوں گے"

ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا،

"وہ لوگ جن کے سروں کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہوں گے، جن کے کپڑے پھٹے ہوئے بوسیدہ ہوں گے، جو مالدار عورتوں سے نکاح نہیں کرتے، جن کے لئے بند دروازے نہیں کھلتے (یعنی جنہیں لوگ دروازوں سے دھتکار دیتے ہیں) جو دوسروں کے حق ادا کرتے ہیں مگر اپنا حق دوسروں سے نہیں لیتے"

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان اور ایک روایت میں حجرہ کا لفظ ہے۔ ان سب سے مراد قبر مبارک ہی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی قبر مبارک آپ ﷺ کے حجرہ میں ہے اور آپ ﷺ کا حجرہ ہی آپ کا گھر ہے۔ غرض

Presented by Ziaraat.Com

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یعنی جنت میں بالکل یہی مقام ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ اس مقام کو جنت میں اٹھالے گا اور اس طرح یہی مقام جنت میں پہنچ جائے گا۔

اس جگہ مانگی جانے والی دعا کی فضیلت..... چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اسی بناء پر اس مقام پر پڑھی جانے والی نماز اور مانگی جانے والی دعا کا اتنا زیادہ ثواب ہے کہ وہ آدمی کو جنت کا مستحق بنا دیتی ہے۔ یہ قول ایسا ہی ہے جیسے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے چاہے یہ تلواریں سرزمین کفر ہی میں کیوں نہ ہوں (جیسے تلواروں کے سائے میں جنت ہونے سے مراد یہ ہے کہ جہاد اور اللہ کی راہ میں تلوار اٹھانا غازی کو اس ثواب کا مستحق بنا دیتا ہے جو اس کے جنت میں جانے کا سبب بن جاتا ہے)

ایک قول ہے کہ قبر سے منبر تک کے حصہ کو اس کی زبردست برکت کی وجہ سے جنت کے باغ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ جیسا کہ دنبہ کے بارے میں ایک قول ہے کہ یہ جنت کے مویشیوں میں سے ہے۔

مگر ابن حزم نے کہا ہے کہ یہ بات نہیں ہے جیسا کہ جاہل لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ قبر مبارک سے منبر تک کا قطعہ جنت کے ٹکڑوں میں سے نکلا ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس منبر کی حرمت و تقدیس کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ جس شخص نے میرے منبر پر کھڑے ہو کر جھوٹا حلف کیا تو چاہے وہ کیکر کی ایک مسواک کے برابر جھوٹے پر ہی ہو اس کو جہنم میں آگ پر بٹھایا جائے گا۔ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ اس کے لئے جہنم واجب ہو جائے گی۔

منبر پر خطبہ دینے کے وقت آنحضرت ﷺ کا طریقہ..... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر ایک کے عصا کا سہارا لئے ہوئے تشریف فرما تھے۔ کتاب ھدیٰ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ خطبہ کے دوران کبھی تلوار کا سہارا لے کر نہیں کھڑے ہوتے تھے بلکہ منبر بننے سے پہلے آپ ﷺ ہمیشہ کمان یا عصا کا سہارا لے کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ (ی) ایک قول ہے کہ جب کہیں جنگ کے دوران آپ ﷺ جمعہ کا خطبہ دیتے تو کمان کا سہارا لے کر کھڑے ہوا کرتے تھے اور جب عام وقتوں میں خطبہ دیتے تو عصا کا سہارا لے کر کھڑے ہوتے تھے۔

اس عصا کے متعلق علماء میں اختلاف ہے کہ آیا یہ وہی موٹھ والا نیزہ تھا جس کو آپ ﷺ نماز کے وقت سترہ بنا کر کھڑا کرتے تھے یا کوئی اور عصا تھا۔ ادھر تلوار کا سہارا لے کر کھڑے ہونے کی جو روایت ہے اس کو بعض لوگوں نے مانتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دین تلوار کے زور سے قائم ہوا ہے۔ مگر یہ بات انتہائی جاہلانہ اور لغو ہے۔ یہاں تک کتاب ھدیٰ کا حوالہ ہے۔

یہاں ایک بات کی وجہ سے اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بعض شافعی فقہاء نے لکھا ہے کہ خطبہ کے دوران آپ ﷺ تلوار کا سہارا لے کر ہی کھڑے ہوا کرتے تھے یہ ایک روایت میں ہے لیکن ثابت نہیں ہے اسی طرح بعض شافعی فقہاء نے اس کی حکمت بیان کی ہے اور لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے عصا یا تلوار یا کمان کے سہارے کھڑے ہونے میں جو حکمت پوشیدہ تھی وہ یہ اشارہ تھا کہ یہ دین ہتھیاروں کے ذریعہ قائم ہوا ہے۔

ادھر کتاب ھدیٰ کی جو عبارت بیان ہوئی ہے کہ منبر بننے سے پہلے آپ ﷺ عصا یا کمان کا سہارا لیا کرتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ منبر تیار ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے ان تمام چیزوں کا سہارا لینا چھوڑ دیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

صاحب قاموس نے کتاب سفر السعادت میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ ﷺ تلوار یا نیزہ کا سہارا لے کر نہیں کھڑے ہوا کرتے تھے بلکہ کمان یا عصا کا سہارا لیا کرتے تھے اور یہ بھی منبر تیار ہونے سے پہلے تک تھا لیکن ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ منبر تیار ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے عصا، کمان یا اور کسی چیز کا سہارا لیا ہو۔ یہاں تک صاحب قاموس کا حوالہ ہے۔ لہٰذا منبر کے اوپر ان چیزوں کا سہارا لینا بدعت یعنی نئی بات ہوگی۔

مگر یہ بات ہمارے ائمہ کے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ ان کا مسلک یہ ہے کہ منبر پر اس طرح کھڑے ہونا سنت ہے کہ دایاں حصہ منبر کے ساتھ لگا ہوا ہو اور بایاں حصہ عصا وغیرہ کی قسم کی چیز کے ساتھ مصروف ہو۔ مگر ان ہی فقہاء نے کہا ہے کہ اس طرح جیسے وہ شخص ہوتا ہے جو تلوار سے حملہ کرنے اور کمان سے تیر پھینکنے کا ارادہ کر رہا ہو۔ مگر یہ صورت نہ تو عصا کے ساتھ پیدا ہو سکتی ہے اور نہ اس صورت میں پیدا ہو سکتی ہے جبکہ میان پوش تلوار کا سہارا لیا جائے۔

مگر بعض مقامات پر خطیب کے خطبہ دینے سے پہلے ایک مُرقی یعنی مُعلن منبر پر چڑھ کر قرآن پاک کی آیت اور حدیث مشہور پڑھتا ہے جن میں فرمایا گیا ہے کہ جب حق تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو تو خاموش رہا کرو اس لئے لوگو خاموش ہو جاؤ اور خطبہ سنو۔ یہ طریقہ بدعت ہے کیونکہ صحابہ کے زمانے میں یہ طریقہ نہیں تھا بلکہ یہ بعد کی ایجاد اور پیداوار ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ یہ طریقہ سب سے پہلے کس نے اور کب شروع کیا؟ تاہم یہ بدعت ہے۔

مگر بعض علماء نے اس طریقہ کو صحیح ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے جب خطبہ دینے کا ارادہ کیا تو فرمایا کہ کوئی شخص آکر لوگوں کو خاموش ہو جانے کی ہدایت کرے لہٰذا اس پر اگر لوگوں کو خاموش ہو جانے کی ہدایت کی گئی ہے تو مُرقی یا مُعلن کا بھی یہی حدیث سنا کر لوگوں کو خاموش کرنا بدعت نہیں ہو سکتا۔

مگر اس کا جواب یہ ہے کہ جمعہ کے خطبہ کے وقت یہ طریقہ اختیار کرنا بدعت ہے (جبکہ آنحضرت ﷺ نے اس کا حکم حجۃ الوداع کے مشہور خطبے کے وقت دیا تھا جمعہ کے خطبہ کے لئے نہیں) کیونکہ رسول اللہ ﷺ جو حدیث بیان فرماتے تھے وہ منبر پر بیان فرماتے تھے لہٰذا سنت یہ ہے کہ خطیب بھی اسی طرح بیان کرے۔

خطبۂ جمعہ کی اہمیت...... چنانچہ کتاب سفر السعادت میں ہے کہ خطبہ کے دوران آنحضرت ﷺ لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی شخص نے اپنے ساتھی کو یہ بھی کہا کہ خاموش رہو تو اس نے غلطی کی اور جس نے غلطی کی اس کا جمعہ نہیں ہوا۔

اسی طرح آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص جمعہ میں امام کے خطبہ کے دوران بول رہا ہے اس کی مثال ایک گدھے کی سی ہے جس کے اوپر کتابیں بوجھ کی طرح لدی ہوئی ہیں اور جو شخص خطبہ کے دوران دوسرے کو خاموش کرنے کے لئے یوں کہہ دے کہ خاموش رہو تو اس کا جمعہ نہیں ہوگا۔

حافظ دمیاطی کا قول پیچھے گزرا ہے کہ آنحضرت ﷺ کھجور کے تنے کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ مجھ پر کھڑے ہونا شاق ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تنے

Presented by Ziaraat.Com

کی آہ و بکا اس وقت ہوئی جب آپ ﷺ لکڑی کے بنے ہوئے اس منبر پر کھڑے ہوئے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس لکڑی کے منبر سے پہلے مٹی کا منبر نہیں بنوایا گیا تھا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

منبر نبوی کی تاریخ..... مگر اس بارے میں اشکال ہے۔ اس لئے پیچھے تمیم داری کا آنحضرت ﷺ سے جو کلام گزرا ہے اس میں بھی اشکال ہے کیونکہ تمیم داری ۹ھ میں مسلمان ہوئے تھے جبکہ لکڑی کا یہ ممبر ۷ھ یا ۸ھ میں تیار ہوا تھا۔ کتاب اصل یعنی عیون الاثر نے حوادث کے ذیل میں اس بارے میں صرف ۸ھ کا ہی ذکر کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اسی سال یعنی ۸ھ میں منبر گھڑ کر بنایا گیا، اس پر خطبہ ہوا اور کھجور کے تنے کے گریہ و ماتم کا واقعہ پیش آیا۔ اور یہ پہلا منبر ہے جو اسلام میں بنایا گیا۔

مگر کتاب اصل نے یہی بات اس سے پہلے یوں کہی ہے کہ اس سے پہلے آپ ﷺ کے لئے مٹی کا منبر بنایا گیا تھا اور یہ کہ اس وقت ہی کھجور کے تنے سے آہ و بکا کی آواز آئی تھی۔ (گھڑے سے مراد لکڑی کا منبر بنانا اور بنانے سے مراد مٹی کا منبر تعمیر کرنا ہے) منبر کے ۸ھ میں گھڑے جانے سے اس بات میں کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا کہ حضرت عباسؓ نے اس کے تیار کرنے کے لئے اپنے غلام کو مشورہ دیا تھا کیونکہ حضرت عباسؓ ۹ھ میں ہی مدینہ آئے تھے۔ مگر بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بلا کر اس سے فرمایا کہ کیا تم میرے لئے ایک منبر تیار کر دو گے؟ اس نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا نام بتلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا تب تم یہ کام نہیں کر سکو گے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک دوسرے شخص کو بلایا اور اس سے بھی یہی فرمایا اور اس نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ پھر آپ ﷺ نے تیسرے شخص کو بلایا اور اس سے پوچھا تمہارا کیا نام ہے۔ اس نے کہا ابراہیمؑ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے منبر تیار کرو چنانچہ اسی نے منبر تیار کیا۔

ایک قول ہے کہ یہ منبر ایک رومی شخص نے گھڑا تھا جس کا نام باقوم تھا اور جو سعید ابن عاص کا غلام تھا۔ غالباً یہ وہی شخص ہے جس کا ذکر اس سے پہلے قریش کے ہاتھوں کعبہ کی تعمیر کے سلسلے میں گزرا ہے۔ ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک عورت کے پاس کہلایا کہ اپنے غلام کو حکم دو کہ میرے لئے لکڑی کا منبر بنا دے جس پر کھڑے ہو کر میں لوگوں سے کلام کیا کروں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے لئے منبر بنا دیا جو بانس کی قسم کی لکڑی سے بنایا گیا تھا۔

ممکن ہے حضرت عباسؓ کا غلام اس عورت کی ملکیت میں آ گیا ہو اور یہ سعید ابن عاص کا غلام رہا ہو اور یہ کہ اس نے ابراہیم کے ساتھ مل کر منبر تیار کیا ہو جس کا ذکر گزشتہ سطروں میں ہوا ہے۔ لہٰذا منبر کے بنانے کا کام دونوں کی طرف منسوب ہو گیا۔

اب گویا کتاب اصل میں حوادث کے ذیل میں جو بات لکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ابتداء میں آنحضرت ﷺ کھجور کے تنے پر خطبہ دیا کرتے تھے پھر مٹی کے بنے ہوئے منبر پر خطبہ دینے لگے اور یہ کہ اس تنے کی گریہ وزاری کا واقعہ اسی وقت پیش آیا جبکہ آپ ﷺ نے مٹی سے بنائے گئے منبر پر خطبہ دینا شروع کیا۔

مگر کتاب اصل میں ہی حوادث کے ذیل میں جو بات بیان کی گئی ہے یہ اس کے خلاف ہے کیونکہ حوادث کے ذیل میں انہوں نے لکھا ہے کہ تنے کی آہ وزاری کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ ﷺ نے لکڑی کے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا شروع کیا۔ اور یہ کہ یہ پہلا منبر تھا جو اسلام میں بنایا گیا (جبکہ ان ہی کے قول

Presented by Ziaraat.Com

کے مطابق اس سے پہلے آنحضرت ﷺ کے لئے مٹی کا منبر بنایا جا چکا تھا) اب اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ لکڑی سے بنایا جانے والا یہ پہلا منبر ہے جو اسلام کے دور میں بنایا گیا (البتہ مٹی کا منبر اس سے پہلے بھی بن چکا تھا)

اب جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ تنے کی گریہ وزاری کا واقعہ اس لکڑی کے منبر پر خطبہ دینے کے وقت پیش آیا تھا تو یہ راوی کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے (کیونکہ یہ واقعہ اس سے پہلے مٹی کا منبر بننے کے وقت پیش آیا تھا) اور ایسی کوئی روایت نہیں جس سے معلوم ہو کہ یہ واقعہ دونوں موقعوں پر پیش آیا اور یہ کہا جاسکے کہ تنے سے گریہ وزاری کی یہ آواز ایک دفعہ اس وقت آئی جب آپ ﷺ نے مٹی کے منبر پر خطبہ دینا شروع کیا اور ایک بار اس وقت آئی جب آپ ﷺ نے لکڑی کے منبر پر خطبہ دینا شروع کیا۔

کتاب نور میں کتاب اصل کے غیر حوادث کے کلام اور حوادث کے کلام کو یکجا کر کے ان میں موافقت پیدا کی گئی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ کتاب اصل نے غیر حوادث میں جو یہ بات کہی ہے کہ آپ ﷺ کے لئے منبر تعمیر کیا گیا یا بنایا گیا یہ محض عام لفظ کے طور پر ہے (یہ مراد نہیں کہ مٹی کا منبر تعمیر کیا گیا کیونکہ آپ ﷺ کے لئے منبر تعمیر کیا گیا یا بنایا گیا یہ محض عام لفظ کے طور پر ہے (یہ مراد نہیں کہ مٹی کا منبر تعمیر کیا گیا کیونکہ آپ کے لئے مٹی کا کوئی منبر نہیں بنایا گیا تھا) اس لئے تعمیر کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لئے منبر اختیار کیا گیا کیونکہ آپ ﷺ کا جو منبر تھا وہ بانس کی لکڑی کا بنا ہوا تھا جو ایک مشہور لکڑی ہے۔ یہاں تک کتاب نور کا حوالہ ہے۔

یہ بات جو کتاب نور نے کہی ہے اگر اس کے برعکس ہوتی تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب سے مسجد نبوی میں خطبہ دینا شروع کیا تھا اس وقت سے ۸ھ تک اس کھجور کے تنے پر ہی خطبہ دیتے رہے اس لئے کہ کتاب اصل کے گزشتہ حوالے کے مطابق لکڑی کا منبر ۸ھ میں تیار کیا گیا تھا

ادھر ۸ھ کی بات حضرت عائشہؓ کے ایک قول سے غلط ہو جاتی ہے یہ قول واقعہ افک یعنی واقعہ تہمت کے سلسلے میں ہے۔ اس قول کے ایک حصہ میں ہے کہ، پھر اوس و خزرج کے قبیلے ایک دوسرے کے خلاف اس قدر برانگیختہ ہوئے کہ ان کے درمیان جنگ کا اندیشہ ہو گیا اور اس وقت آنحضرت ﷺ منبر پر (خطبہ دے رہے) تھے۔" یہ بات معلوم ہے کہ واقعہ افک ۵ھ میں پیش آیا ہے (اور اس وقت آنحضرت ﷺ کے منبر پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ منبر ۸ھ میں نہیں بنا بلکہ اس سے تین سال پہلے بھی موجود تھا)

پھر میں نے آجری کی کتاب الشریعت دیکھی جس میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک لکڑی سے کمر لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب لوگوں کی تعداد بڑھ گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے منبر بناؤ یعنی تعمیر کرو تو آپ ﷺ کے لئے دو سیڑھیوں کا منبر بنایا گیا جو بیٹھنے کی جگہ کے علاوہ تھیں چنانچہ جب آپ ﷺ منبر پر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو اس لکڑی سے گریہ وزاری کی آواز آئی۔

سہل ابن سعد سے روایت ہے کہ جب لوگوں کی تعداد بڑھ گئی اور اتنا مجمع ہونے لگا کہ لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے خطبے کی آواز نہ آتی تو صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا

"یا رسول اللہ! لوگوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور ان میں سے اکثر کے کانوں تک آپ ﷺ کی

Presented by Ziaraat.Com

آواز اور آپ ﷺ کا کلام نہیں پہنچتا۔ اس لئے بڑا اچھا ہو کہ آپ ﷺ کسی ایسی چیز پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کریں جو زمین سے اونچی ہو اور لوگوں تک آپ ﷺ کی آواز پہنچتی رہے۔"

اس پر آنحضرت ﷺ نے ایک غلام کے پاس پیغام بھیجا جو بڑھئی تھا اور ایک انصاری عورت کا غلام تھا اس نے بانس کی لکڑی سے آپ کے لئے دو سیڑھیاں بنائیں۔ جب آپ ﷺ نے اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو کھجور کے تنے سے آہ و بکا کی آواز آئی۔ یہاں تک سہل کا حوالہ ہے۔ یہی بات کتاب اصل کے حوالے سے پیچھے بیان ہوئی ہے جو انہوں نے حوادث کے ذیل میں ذکر کی ہے۔

اب ان روایتوں کے درمیان موافقت کی شکل یہ بنتی ہے کہ بانس کا منبر تیار کرانے سے پہلے آپ ﷺ نے مٹی کا منبر بنوایا تھا۔ بعد میں بانس کی لکڑی کا منبر اس لئے بنولیا کہ وہ مٹی کے منبر کے مقابلے میں زیادہ مضبوطی کے ساتھ اونچا کیا جا سکتا تھا۔ اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آہ و بکا کی آواز اس بانس کے منبر پر خطبہ دینے کے وقت آئی تھی تو یہ راوی کی غلطی سے اس طرح ذکر ہو گیا ہے۔ کیونکہ آہ و بکا کی آواز صرف مٹی کا منبر بن جانے کے بعد آئی تھی اور دوبارہ کسی وقت نہیں آئی جیسا کہ پیچھے بھی بیان ہو چکا ہے۔

اب امیر معاویہ نے خلافت سنبھالی تو انہوں نے اس منبر پر قبطی کپڑے کا غلاف چڑھوایا تھا۔ پھر امیر معاویہ نے اپنے مدینہ کے گورنر یعنی مروان ابن حکم کو لکھا کہ اس منبر کو زمین سے اونچا کرا دیا جائے۔ چنانچہ مروان نے دو بڑھئی بلائے انہوں نے منافت سیڑھیاں بنائیں اور منبر ان پر رکھا اس طرح کل نو سیڑھیاں ہو گئیں۔ اسی سے اس گزشتہ قول کی تائید ہوتی ہے جس میں گزرا ہے کہ بیٹھنے کی جگہ کے علاوہ دو سیڑھیاں بنائی گئیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے پیچھے گزرا ہے کہ آپ ﷺ کے لئے سیڑھیاں بنائی گئیں (یعنی بجائے منبر کے صرف سیڑھیوں کا ذکر ہوا ہے)

<u>منبر نبوی کو منتقل کرنے کی کوشش کا انجام</u>...... ایک قول ہے کہ امیر معاویہ نے اس منبر کو مدینہ سے ملک شام میں منتقل کرنے کا حکم بھیجا مگر جب لوگوں نے منبر کو مسجد نبوی سے اکھاڑنے کا ارادہ کیا تو اچانک سورج کو گہن سا لگ گیا اور مدینہ میں اتنا سخت اندھیرا پھیل گیا کہ ستارے چمکنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی زبردست قسم کی آندھی چلنے لگی۔ یہ دیکھ کر مروان لوگوں کے سامنے آیا اور اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا،

"اے مدینہ والو! تم لوگ شاید یہ سمجھتے ہو کہ امیر المومنین یعنی امیر معاویہ نے میرے پاس حکم بھیجا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے منبر کو یہاں سے اٹھا کر ان کے پاس ملک شام بھیج دوں۔ لیکن امیر المومنین اس بات کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور وہ رسول اللہ تعالیٰ کے منبر کو ہٹانے کی بات نہیں کر سکتے انہوں نے میرے پاس صرف یہ حکم بھیجا ہے کہ میں اس منبر کا احترام کروں اور اس کو بلند کر دوں۔"

اس کے بعد مروان نے منبر کو بلند کرا دیا جس کی تفصیل گزشتہ سطروں میں بیان ہوئی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ امیر معاویہ جب حج کو آئے تو اسی دوران میں انہوں نے منبر کو مدینہ سے شام لے جانے کا ارادہ کیا تھا جس پر اچانک سورج گرہن ہو گیا اور آندھی آئی جیسا کہ بیان ہوا، یہ دیکھ کر امیر معاویہ نے لوگوں کے سامنے صفائی پیش کی اور کہا کہ منبر کو اس کی جگہ سے اکھاڑ کر میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کہیں نیچے اس کو دیمک نہ لگ رہی ہو۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے منبر پر قبطی کپڑے کا غلاف چڑھا لیا۔

یہ بات قرین قیاس ہے کہ دو علیٰحدہ علیحدہ واقعے ہوں اور امیر معاویہ کا واقعہ مروان کے واقعہ سے پہلے کا

Presented by Ziaraat.Com

ہو، جس کی دلیل امیر معاویہ کا یہ قول ہے کہ میں منبر کے نیچے کا حال دیکھنا چاہتا تھا کیونکہ اگر اس واقعہ کو مروان کے بعد کا واقعہ شمار کیا جائے تو مروان تو اس منبر کو بلند کرا چکا تھا اس لئے دیمک وغیرہ اس وقت دیکھی جا سکتی تھی۔

منبرِ نبوی جل جانے کے بعد مسجد کے لئے یمنی منبر...... اس کے بعد جب مسجد نبوی میں پہلی بار آگ لگی تو یہ منبر بھی جل گیا تھا جس کے بعد یمن کے حاکم نے مسجد نبوی کے لئے ایک دوسرا منبر بھیجا جو اس کی جگہ رکھ دیا گیا۔ یہ منبر دس سال تک یہاں رہا۔

کتاب امتاع میں یوں ہے کہ وہ منبر نبوی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بوسیدہ ہوتا رہا۔ آخر بنی عباس کے خلفاء میں سے ایک نے ایک منبر بنوایا اور منبر نبوی میں سے کچھ لکڑی نکال کر تبرک کے طور پر اس نئے منبر میں لگوائی (اور اسے مسجد نبوی میں رکھوادیا) پھر جب مسجد میں آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا تو یہ منبر اس میں جل گیا۔ اس دفعہ یمن کے بادشاہ مظفر نے مسجد نبوی کے لئے منبر بنوا کر بھیجا یہاں تک کتاب امتاع کا حوالہ ہے۔

مصر کے شاہ بیبرس اور شاہ برقوق کی طرف سے منبر...... اس کے بعد بادشاہ ظاہر بیبرس نے مصر میں ایک منبر بنوا کر مسجد نبوی کے لئے بھیجا اور شاہ یمن کا منبر مسجد سے اٹھوا کر شاہ ظاہر کا بنوایا ہوا منبر اس کی جگہ رکھ دیا گیا۔ یہ منبر ایک سو بتیس سال تک رکھا رہا آخر اس میں دیمک لگ گئی۔ اب بادشاہ ظاہر برقوق نے مصر میں منبر بنوا کر مسجد نبوی کے لئے بھیجا اور شاہ ظاہر بیبرس کا منبر وہاں سے ہٹا کر شاہ ظاہر برقوق کا منبر رکھ دیا گیا۔ یہ منبر تیس یا چوبیس سال تک رہا۔

شامی منبر...... اس کے بعد جب مصر کے سلطان موئید شیخ نے قاہرہ میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام مدرسہ موئدیہ ہے تو شام والوں نے سلطان کے لئے ایک منبر بنوایا اور وہ اس کے پاس بھیجا تاکہ وہ اسے مدرسہ میں رکھوا دیں۔ مگر اس وقت معلوم ہوا کہ مدرسہ کے لئے خود مصر والے ایک منبر بنوا چکے ہیں چنانچہ سلطان موئید نے وہ شامی منبر مسجد نبوی کے لئے مدینہ بھجوادیا (اور اس کو مسجد میں رکھوادیا گیا) یہ منبر مسجد میں سرسٹھ سال تک رہا مگر پھر جب مسجد نبوی میں دوسری بار آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا تو یہ منبر اس میں جل گیا۔

مرمریں منبر...... اس دفعہ مسجد نبوی کے لئے اینٹوں کا منبر بنوایا گیا اور اس پر چونے کا پلاستر کرلیا گیا۔ یہ منبر اکیس سال تک مسجد میں رہا۔ اس کے بعد اس کی جگہ سنگ مرمر کا منبر بنوا کر رکھا گیا جو آج تک (یعنی مؤلف کے زمانے تک) موجود ہے۔

جامع قرطبہ میں دنیا کا سب سے قیمتی منبر...... کہا جاتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ خوبصورت منبر جامع قرطبہ کا ہے جو مغرب میں اندلس یعنی اسپین کا پایہ تخت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس منبر میں جو لکڑیاں استعمال کی گئی ہیں وہ صندل، آبنوس اور عود معطر کی لکڑیاں ہیں اس منبر کو بنانے میں اور نقش و نگار سے آراستہ کرنے میں سات سال کی طویل مدت صرف ہوئی۔ سات بہترین فنکار اس پر کام کرتے تھے جن میں سے ہر ایک کی روزانہ اجرت آدھا مثقال سونا تھی۔ اس طرح صرف اس کی جو اجرت ہوئی وہ چار ہزار پچاس مثقال سونا تھا (ایک مثقال کا وزن ڈیڑھ درہم کے وزن کے برابر ہوتا ہے اور کہیں زیادہ بھی ہوتا ہے)

اس مسجد کے دیگر عجائبات...... اسی جامع قرطبہ میں ایک قرآن پاک بھی ہے جو صرف چار ورق کا ہے اور

Presented by Ziaraat.Com

خود حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس قرآن پر حضرت عثمانؓ کے خون کے نشانات بھی ہیں (یعنی وہ قرآن پاک ہے جو حضرت عثمان غنیؓ اس وقت پڑھ رہے تھے جب ان کو شہید کیا گیا۔ غالباً قرآن پاک کا یہ نسخہ اب حکومت روس کے قبضہ میں ہے)

اسی جامع قرطبہ میں تین ستون ہیں جو سرخ رنگ کے ہیں۔ ان میں سے ایک ستون پر رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی تحریر ہے۔ دوسرے ستون پر حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور اصحاب کہف کے حالات لکھے ہوئے ہیں۔ تیسرے ستون پر نوحؑ کے کوّے کی تصویر ہے اور یہ سب چیزیں اس پتھر پر قدرتی طور پر نقش ہیں انسانی ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں ہیں (یعنی قدرتی طور پر پتھر کے جگر میں یہ تحریر اور تصویر نقش ہے۔ اور اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے کیونکہ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ کہ قاہرہ کے ایک حمام میں ایک سنگ مرمر کے ٹکڑے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا ہے اور اس کی پوری تفسیر بھی تحریر ہے جس کو سب لوگ پڑھتے ہیں اور یہ سب تحریر پتھر میں قدرتی طور پر نقش ہے انسانی ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں ہے،

حضرت سہل سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا جب آپ ﷺ پہلی بار اس لکڑی کے منبر پر بیٹھے تو آپ ﷺ نے تکبیر کہی جس پر آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تمام لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ پھر آپ ﷺ نے منبر پر ہی رکوع فرمایا۔ پھر آپ ﷺ واپس کھڑے ہوئے اور الٹے پیروں منبر سے اترے اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا اور پھر آپ ﷺ نے دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا جس طرح پہلی رکعت میں کیا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے اور آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف مڑ کر فرمایا،

لوگو! میں نے ایسا اس لئے کیا تاکہ تم میری پیروی کرو اور میری اس نماز کا طریقہ جان لو"

یعنی اس طرح کی نماز میں تم میری پیروی کر سکو جس میں ایک اونچی جگہ پر، پھر اس پر سے نیچے اترا جاتا اور اس بلند جگہ کے نیچے سجدہ کیا جاتا ہے اور پھر اس پر چڑھا جاتا ہے یہاں تک کہ اسی طرح نماز پوری کی جاتی ہے۔

ہمارے شافعی فقہاء کے نزدیک صرف اسی صورت میں یہ نماز جائز ہے کہ اس میں قبلہ کی طرف پیٹھ نہ ہوتی ہو۔

جہاں تک آپ ﷺ کا یہ جملہ ہے کہ۔ تاکہ تم میری اس نماز کا طریقہ جان لو۔ تو یہ بات اس صورت میں تو درست تھی جبکہ آپ ﷺ نے پہلی بار لوگوں کے سامنے نماز پڑھی ہوتی (جبکہ ایسا نہیں تھا) اس لئے پھر یہ مراد ہو سکتی ہے کہ۔ تاکہ تم میری اس نماز کے جائز ہونے کو جان لو۔

ہمارے شافعی فقہاء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے اتر کر سجدۂ تلاوت کیا کرتے تھے۔ لیکن،

منبر نبوی ﷺ کے درجے..... غرض اب یہ بات معلوم ہو گئی کہ بیٹھنے کی جگہ سمیت آنحضرت ﷺ کے منبر کے تین درجے یعنی سیڑھیاں تھیں۔ مگر اس صورت میں ایک روایت کی وجہ سے اشکال ہوتا ہے اگر وہ روایت صحیح ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ خلافت سنبھالنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے خطبہ کے وقت آنحضرت ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑا ہونا شروع کیا۔ پھر حضرت عمرؓ کا دور آیا تو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی سیڑھی سے ایک سیڑھی نیچے کھڑا ہونا شروع کیا۔ پھر حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے

Presented by Ziaraat.Com

حضرت عمرؓ کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑا ہونا شروع کیا۔ یعنی اس صورت میں بیٹھنے کی جگہ کے علاوہ چار سیڑھیاں ماننی پڑیں گی۔ چنانچہ کتاب نور میں یہی کہا گیا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیڑھیاں تین سے بھی زیادہ یعنی چار تھیں جو بیٹھنے کی جگہ کے علاوہ تھیں۔ ورنہ ظاہر ہے یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے ایک سیڑھی نیچے اترنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر انہوں نے لکھا ہے کہ مگر اس بات کی تاویل ممکن ہے۔ یہاں تک کتاب نور کا حوالہ ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کی تاویل کیا ہوگی۔ کیونکہ بیٹھنے کی جگہ کے علاوہ دو سیڑھیاں ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ دوسری سیڑھی پر خطبہ دیتے تھے اور حضرت عمرؓ زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے نیز حضرت عمرؓ ہی کی طرح حضرت عثمانؓ بھی کرتے تھے۔ لہٰذا یہ بات غلط ہو جاتی ہے کہ پھر حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑا ہونا شروع کیا کیونکہ دوسری سیڑھی کے بعد پھر کوئی سیڑھی ہی کہاں باقی رہی جس سے نیچے کھڑا ہوا جائے،

چنانچہ کتاب امتاع کی عبارت سے بھی اشکال ہوتا ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے منبر میں بیٹھنے کی جگہ کے علاوہ دو درجے تھے اور آنحضرت ﷺ خطبہ کے دوران جب بیٹھتے تو دوسرے درجہ پر آپ ﷺ کے پیر ہوتے اور آپ ﷺ بیٹھنے کی جگہ پر تشریف فرما ہوتے۔ پھر جب حضرت ابو بکرؓ کا دور آیا تو وہ دوسرے درجہ پر کھڑے ہوتے اور پیر نچلے درجہ پر رکھتے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کا دور آیا تو انہوں نے نچلے درجہ کو اختیار کیا اور بیٹھتے تو ان کے پیر زمین پر ہوتے، پھر حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو انہوں نے اپنی خلافت کے ابتدائی چھ سال تک حضرت عمرؓ کی طرح ہی کیا اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ پر کھڑا ہونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کتاب امتاع کا حوالہ ہے۔

مناسب بات یہ تھی کہ یوں کہا جاتا کہ حضرت ابو بکرؓ کا دور آیا تو انہوں نے دوسرے درجہ پر کھڑا ہونا اور دوسرے ہی درجہ پر بیٹھنا شروع کیا اور اسی طرح یوں کہتے کہ جب حضرت عمرؓ کا دور آیا تو انہوں نے نچلے درجہ پر کھڑے ہونا اور نچلے ہی درجہ پر بیٹھنا شروع کیا یعنی زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے اور اسی طرح حضرت عثمانؓ نے کیا۔

ہمارے شافعی فقہاء نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے منبر کے تین درجے تھے جو اس درجہ کے علاوہ تھے جسے بیٹھنے کی جگہ کہا جاتا ہے جسے عربی میں مستراح یا مقعد یا مجلس کہا جاتا ہے۔ اس طرح آنحضرت ﷺ نچلے درجے کے اعتبار سے تیسرے درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو مستراح پر بیٹھتے اور آپ ﷺ کے پاؤں مبارک اس درجہ پر ہوتے جس پر خطبہ کے دوران کھڑے ہوتے تھے۔ پھر اسی طرح تینوں خلیفہ بھی کرتے تھے یعنی ہر ایک اس درجہ پر پیر رکھتے جس پر کھڑے ہوتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ خلیفہ متوکل عباسی نے ایک دن اپنے ہم نشینوں سے کہا جن میں عبادہ بھی تھے،

"کیا تمہیں معلوم ہے ہم عثمان غنیؓ سے کس لئے ناراض ہیں۔ ہم ان سے کئی باتوں کی وجہ سے ناراض ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے منبر پر حضرت ابو بکرؓ نے اس جگہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہونا شروع کیا جس پر آنحضرت ﷺ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ والی سیڑھی سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہونا شروع کیا۔ مگر جب عثمان غنیؓ کا زمانہ آیا تو وہ منبر

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

کی چوٹی پر چڑھ کر کھڑے ہونے لگے۔"

یہ سن کر عبادہ نے متوکل سے کہا،

"امیر المومنین! ایسے کیسے عثمان غنیؓ سے بڑا محسن آپ کے لئے کوئی نہیں ہے"

خلیفہ نے پوچھا وہ کیسے؟ تو عبادہ نے کہا،

"اس طرح کہ اگر ہر نیا خلیفہ اپنے پیشرو کے مقام سے ایک ایک سیڑھی نیچے اتر تا رہتا تو اس وقت آپ ہمیں کسی انتہائی گہرے کنویں میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے۔"

یہ سن کر متوکل اور اس کے ہم نشین ہنسنے لگے۔

جہاں تک حضرت عثمانؓ کے منبر کی چوٹی پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا تعلق ہے تو اس بارہ میں پیچھے گزر چکا ہے کہ انہوں نے (ابتداء میں چھ سال تک حضرت عمرؓ والے درجے سے ہی خطبہ دیا لیکن) آخر میں منبر کے سب سے اوپر کے درجہ پر کھڑا ہونا شروع کر دیا تھا۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے پندرہ سیڑھیوں کا منبر بنایا وہ امیر معاویہؓ ہیں اسی طرح وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں پہلی بار اپنے شاہی حرم میں جو ملازم رکھے ان کو خصی کرا دیا تاکہ حرم سرا کی خواتین ان سے محفوظ رہیں۔

اسی طرح انہوں نے ہی پہلی بار اپنے گھوڑے کے ساتھ دو فالتو گھوڑے لے کر سفر کرنا شروع کیا تاکہ ایک تھک جائے تو دوسرے پر سوار ہو جائیں۔

اسی طرح حضرت عثمانؓ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے پہلی بار قبطی کپڑے سے منبر کو مزین کیا۔

واقدی سے روایت ہے کہ ایک عورت نے وہ غلاف چرالیا جو حضرت عثمانؓ نے منبر پر چڑھایا تھا۔ چنانچہ اس عورت کو پکڑ کر حضرت عثمانؓ کے سامنے لایا گیا تو خلیفہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے غلاف چرا لیا ہے؟ پہلے تو اس نے انکار کر دیا مگر پھر اس نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا جس پر اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

ان کے بعد امیر معاویہؓ نے منبر پر غلاف چڑھوایا جیسا کہ بیان ہوا۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے منبر پر غلاف چڑھایا مگر اس کو بھی ایک عورت نے چرا لیا جس پر عبداللہ ابن زبیرؓ نے بھی اسی طرح اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا جس طرح حضرت عثمانؓ نے کاٹا تھا۔

اس کے بعد پھر دوسرے خلفاء نے بھی اپنے اپنے دور میں منبر پر غلاف چڑھائے۔

Presented by Ziaraat.Com

باب چہل و دوم (۴۲)

غزوۂ بدر کبریٰ

اس غزوۂ کو بدر عظمیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ نیز اس کو بدر قتال اور بدر فرقان بھی کہا جاتا ہے۔ بدر فرقان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس غزوۂ کے ذریعہ حق اور باطل کے درمیان فرق ظاہر فرمادیا تھا۔

غرض جب وہ تجارتی قافلہ جس کے تعاقب میں آنحضرت ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے نہ ملا اور آپ ﷺ اس کا تعاقب کرتے ہوئے عشیرہ کے مقام تک پہنچ گئے تو معلوم ہوا کہ وہ قافلہ کئی دن کی مسافت پر آگے نکل چکا ہے تو آپ ﷺ اس قافلہ کی ملک شام سے واپسی کا انتظار فرمانے لگے (کیونکہ قریش کا یہ تجارتی قافلہ شام میں اپنے مال کا لین دین کرنے اور تجارتی نفع حاصل کرنے گیا تھا اور اسے نفع کما کر واپس ادھر ہی سے ہو کر مکہ جانا تھا)۔

قافلۂ قریش کی واپسی کی اطلاع...... آخر آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ وہ قافلہ شام سے واپسی کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو بلایا اور ان سے فرمایا،

"یہ قریش کا تجارتی قافلہ آرہا ہے جس میں ان کا مال و دولت ہے تم اس پر حملہ کرنے کے لئے بڑھو، ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے فائدہ عطا فرمائے"

اس کو کچھ لوگوں نے تو مان لیا مگر کچھ لوگوں کو یہ بات گراں معلوم ہوئی۔ (ی) یعنی انہوں نے اس خیال سے اس کو نہیں مانا کہ ان کے نزدیک جنگ کرنا آنحضرت ﷺ کے شایان نہیں تھا۔ مگر آپ ﷺ نے اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ یہ فرمایا کہ جو شخص ہمارے ساتھ چلنا چاہتا ہے وہ چلے اور ان کا انتظار نہ کرے جو نہیں چلنا چاہتے۔

ایک خاتون کا جذبۂ جہاد اور آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی...... جب آنحضرت ﷺ مقام بدر کی طرف روانہ ہوئے تو ام ورقہ بنت نوفل نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"یارسول اللہ ﷺ! مجھے بھی جہاد میں چلنے کی اجازت عطا فرمایئے۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے بیماروں کی تیمارداری کروں گی ممکن ہے مجھے بھی اس طرح اللہ تعالیٰ شہادت نصیب فرمادے۔"

Presented by Ziaraat.Com

آپ ﷺ نے فرمایا،

"تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو تمہیں اللہ تعالیٰ شہادت نصیب فرمائے گا"

ان خاتون نے قرآن پاک پڑھ رکھا تھا۔ آنحضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے ان کا نام شہیدہ رکھ دیا تھا چنانچہ عام مسلمان بھی ان کو شہیدہ ہی کہنے لگے تھے۔ پھر جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا دور تھا کہ ایک روز ان پر ان کے ایک غلام اور باندی نے حملہ کر دیا جن کو انہوں نے کہا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو گئے۔ انہوں نے ان خاتون کو ایک موٹی اور خاردار چادر میں بیہوش کر کے باندھ دیا یہاں تک کہ ان کا دم گھٹ گیا (اور وہ شہید ہو گئیں) اس کے بعد قاتلوں کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں لا کر پیش کیا گیا جنہوں نے ان کو پھانسی دینے کا حکم دیا۔ اس طرح یہ دونوں پہلے مجرم ہیں جن کو مدینہ میں پھانسی پر لٹکایا گیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا،

"رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا، آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ میرے ساتھ چلو شہیدہ سے مل کر آئیں گے۔"

ابوسفیان کو لشکر اسلام کی اطلاع اور اس کی گھبراہٹ...... غرض ابوسفیان کی یہ عادت تھی کہ جب وہ کسی تجارتی قافلے کے ساتھ شام سے آتے ہوئے حجاز کی سرزمین کے قریب پہنچتا تو جاسوسوں کے ذریعہ راستے کی خبریں معلوم کیا کرتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے ڈر کی وجہ سے راہ میں جو بھی سوار ملتا اس سے حالات معلوم کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ اسے خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو لے کر اس کے تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے ایک شخص ملا تھا جس نے اسے بتلایا کہ آنحضرت ﷺ شروع ہی میں اس کے قافلے کا راستہ روکنا چاہتے تھے اور یہ کہ اب اس نے آنحضرت ﷺ کو راہ میں اس قافلے کی واپسی کا انتظار کرتے ہوئے چھوڑا ہے۔

ضمضم کے ذریعہ قریش کو خبر دینے کا منصوبہ...... یہ خبر سن کر ابوسفیان بہت خوفزدہ ہوا اور اس نے ایک شخص ضمضم ابن عمرو غفاری سے اجرت پر معاملہ کر کے اس کو مکہ جانے کے لئے تیار کیا۔ اس شخص سے ابوسفیان نے بیس مثقال پر معاملہ کیا تھا۔ نیز یہ کہ اس شخص یعنی ضمضم کے اسلام کے متعلق کوئی روایت نہیں ہے کہ آیا اس نے اسلام قبول کیا تھا۔ البتہ جو ضمضم صحابہ میں شمار ہیں وہ ضمضم ابن عمر خزاعی ہیں۔

غرض ابوسفیان نے ضمضم سے کہا کہ وہ مکہ جائے (ی) اور اپنے اونٹ کے کان کاٹ دے، کجاوہ الٹا کرے اور اپنی قمیض کا اگلا اور پچھلا دامن پھاڑے اور اس حالت میں مکہ میں داخل ہو۔ وہاں وہ قریش کو جنگ پر چلنے کے لئے تیار کرے اور ان سے بتلائے کہ محمد ﷺ ان کے قافلے پر اپنے صحابہ کے ساتھ حملہ کر رہے ہیں۔

مکہ میں عاتکہ کا خواب...... چنانچہ ضمضم نہایت تیز رفتاری کے ساتھ روانہ ہوا۔ ادھر ضمضم کے مکہ پہنچنے سے تین رات پہلے آنحضرت ﷺ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ایک خواب دیکھا۔ اس عاتکہ کے اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

اس نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا جس سے یہ سخت گھبرائی اس نے اپنے بھائی عباس ابن عبدالمطلب کے پاس آدمی بھیج کر انہیں بلایا اور ان سے کہا،

"بھائی! خدا کی قسم میں نے رات ایک نہایت وحشت ناک خواب دیکھا ہے اور مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

شاید تمہاری قوم پر کوئی بڑی تباہی اور مصیبت آنے والی ہے۔ اس لئے جو کچھ میں بتلاؤں اس کو پوشیدہ رکھنا۔"

خواب سنانے سے پہلے عباسؓ سے رازداری کا عہد...... (قال) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ عاتکہ نے حضرت عباسؓ سے کہا،

"جب تک تم مجھ سے یہ عہد نہیں کرو گے کہ تم اس بات کا کسی سے ذکر نہیں کرو گے اس وقت تک میں تمہیں نہیں بتلاؤں گی کیونکہ اگر ان لوگوں نے یعنی قریشی مشرکوں نے یہ بات سن لی تو وہ ہمیں پریشان کریں گے اور ہمیں برا بھلا کہیں گے۔"

چنانچہ حضرت عباسؓ نے اس سے عہد کیا اور پوچھا کہ تم نے کیا دیکھا ہے؟ عاتکہ نے کہا؟

"میں نے دیکھا کہ ایک شخص اونٹ پر سوار آرہا ہے یہاں تک کہ وہ ابطح میں آکر رکا۔ یعنی جو محصب اور مکہ کے درمیان میں ہے۔ وہاں کھڑے ہو کر اس نے پوری آواز سے پکار پکار کر کہا، لوگو! اے آل غدر تین دن کے اندر اپنی قتل گاہوں میں چلنے کو تیار ہو جاؤ۔"

علامہ سہیلی نے آل غدر یعنی غین کے پیش کے ساتھ لکھا ہے یعنی اگر تم لوگ مدد کو نہیں آتے تو تم غدّار ہو۔ غرض اس کے بعد عاتکہ نے آگے بیان کرتے ہوئے کہا،

"پھر میں نے دیکھا کہ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اب وہ آنے والا وہاں سے چل کر مسجد یعنی حرم میں داخل ہوا اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے آئے۔ ابھی لوگ اس کے گرد جمع ہو رہے تھے کہ وہ شخص اچانک اپنے اونٹ سمیت کعبہ کی چھت پر نظر آیا اور وہاں سے وہ پوری طاقت سے پکارا اس کے بعد وہ شخص ابو قبیس پہاڑ پر نظر آیا اور وہاں سے بھی وہ اسی طرح پکارا پھر اس نے ایک پتھر اٹھا کر لڑھکایا جو وہاں سے لڑھکتے لڑھکتے جب پہاڑ کے دامن تک پہنچا تو اچانک ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور پھر مکہ کے گھروں میں سے کوئی گھر اور مکان ایسا نہیں رہا جس میں اس کے ٹکڑے نہ پہنچے ہوں۔"

خواب سن کر حضرت عباسؓ نے عاتکہ سے کہا،

"خدا کی قسم یہ بہت عجیب خواب ہے۔ تم خود بھی اس کو پوشیدہ رکھو اور کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرنا۔"

مکہ میں اس خواب کا چرچا...... اس کے بعد عباس یہاں سے نکلے تو راستہ میں ان کو ولید ابن عتبہ ملا یہ ان کا دوست تھا۔ عباس نے خواب اس سے بیان کر دیا اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ کسی سے نہیں کہے گا۔ ولید نے جا کر یہ ساری بات اپنے بیٹے عتبہ ابن ولید سے بتلا دی اور اس طرح پر خواب ایک سے دوسرے تک پہنچنے لگا اور یہ بات سارے میں عام ہو گئی۔

بنی ہاشم پر ابو جہل کی جھلّاہٹ...... حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ اگلے دن میں صبح کو طواف کرنے گیا تو میں نے دیکھا کہ حرم میں ابو جہل ابن ہشام قریشیوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا اسی خواب کے متعلق باتیں کر رہا تھا۔ جوں ہی اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا کہ ابوالفضل جب تم طواف سے فارغ ہو تو ذرا میرے پاس آنا۔ چنانچہ میں طواف کر کے اس کے پاس آیا تو وہ کہنے لگا،

"ابوالفضل! تم میں اس نبیہ کا ظہور کب ہوا ہے؟"

میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو کہنے لگا کہ عاتکہ کے خواب کے متعلق کہہ رہا ہوں۔ میں نے کہا اس نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا۔ اس پر وہ بولا،

Presented by Ziaraat.Com

"اے عبدالمطلب کی اولاد! تم اس سے زیادہ آخر اور کیا چاہتے ہو۔ تمہارے خاندان کے مرد تو نبی ہوتے ہی تھے اب عورتیں بھی نبوت اور پیغمبری کا دعویٰ کرنے لگیں"

ایک روایت کے لفظ یوں ہیں،

"اے بنی ہاشم! کیا اتنا ہی تمہیں کافی نہیں تھا کہ تمہارے مرد جھوٹ بولتے تھے کہ اب عورتیں بھی جھوٹ گھڑنے لگیں۔"

تین دن تعبیر کا انتظار...... پھر ابو جہل بولا،

عاتکہ کہتی ہے کہ اس نے خواب میں اس آنے والے شخص کو یہ کہتے سنا کہ تین دن کے اندر اندر جنگ کو چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اب ہم تین دن تک انتظار کریں گے۔ اگر جو کچھ عاتکہ کہہ رہی ہے سچ ہے تو تین دن بعد یہ واقعہ ثابت ہو جائے گا اور اگر تین دن گزر گئے اور اس طرح کی کوئی بات پیش نہ آئی تو ہم تمہارے خلاف ایک تحریر لکھ کر لٹکا دیں گے کہ تمہارا گھرانہ عرب کا سب سے جھوٹا گھرانہ ہے۔

حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے اس کے سوا اس سے کچھ نہیں کہا کہ عاتکہ نے کوئی خواب نہیں دیکھا اور اس واقعہ سے انکار کرتا رہا۔

ایک روایت ہے کہ عباسؓ نے ابو جہل سے کہا،

"او بزدل عیب دار ہیجڑے! کیا تو یہ بات کہہ رہا ہے؟ جھوٹا تو خود اور تیرا سارا گھرانہ ہے!"

اس پر وہاں جو دوسرے لوگ جمع تھے انہوں نے حضرت عباسؓ سے کہا،

"اے ابوالفضل! تم ہرگز بے عقل اور سٹھیائے ہوئے نہیں ہو"

خواتین بنی ہاشم میں ابو جہل کے خلاف غصہ...... اس راز کے کھولنے پر حضرت عباسؓ کو ان کی بہن عاتکہ نے سخت اذیتیں پہنچائیں۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ شام کو بنی عبدالمطلب کی ساری ہی عورتیں ایک ایک کر کے میرے پاس آئیں اور ہر ایک (ابو جہل کی بکواس پر غصے کی وجہ سے مجھے ملامت کرتے ہوئے) یہ کہتی تھی،

"تم نے آخر اس خبیث فاسق کی یہ بات کیسے برداشت کر لی کہ وہ تمہارے خاندان کے مردوں کی عیب جوئی کرتا رہا اور پھر اس نے عورتوں کو بھی نہیں بخشا بلکہ ان کے متعلق بھی زبان درازی کی اور تم سنتے رہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم میں غیرت ہی نہیں ہے جو تم یہ باتیں سن کر آگئے۔"

میں نے کہا،

"نہیں یقیناً میں اس سے لڑوں گا اور اگر اس نے دوبارہ ایسی بات کہی تو میں اس سے خونریزی کروں گا۔"

تعبیر خواب کا ظہور...... آخر عاتکہ کے خواب کا تیسرا دن آگیا۔ میں سخت غصے میں تھا کہ اس وقت میں نے اس معاملہ کو کیوں ٹال دیا اور چاہتا تھا کہ پھر کوئی بہانہ مل جائے۔ چنانچہ میں اسی حالت میں حرم میں داخل ہوا جہاں میں نے اس کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ خدا کی قسم میں اس ارادہ سے اس کی طرف بڑھا کہ اس سے الجھوں تاکہ وہ وہی بات ایک بار پھر کہہ دے اور میں اس پر حملہ کروں۔ مگر اسی وقت میں نے دیکھا کہ وہ ڈرتا ہوا حرم کے دروازے کی طرف جھپٹا۔ میں سوچنے لگا کہ اس کم بخت پر خدا کی لعنت ہو شاید یہ مجھ سے ڈر کر بھاگ رہا ہے مگر فوراً ہی میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک ایسی آواز سن کر خوفزدہ ہو رہا تھا جو میں اب تک نہیں سن سکا تھا۔ وہ ضمضم ابن عمرو غفاری کی آواز سن رہا تھا جو وادیٔ مکہ کے بیچ میں کھڑا ہوا پکار رہا تھا۔ وہ اپنے اونٹ پر کھڑا تھا جس کے ناک

کان کٹے ہوئے تھے اور اس نے اپنی قمیص پھاڑ رکھی تھی۔ اس حالت میں وہ چیخ چیخ کر فریاد کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا،

"اے گروہ قریش! اپنے تجارتی قافلے کی خبر لو۔ اپنے تجارتی قافلے کی خبر لو۔ تمہارا جو مال و دولت ابو سفیان لئے آرہا تھا اس پر محمد ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ حملہ کر دیا ہے۔ مجھے ڈر ہے (تم اس کو نہیں پاسکو گے)"

ایک روایت کے لفظ یوں ہیں۔ "اگر محمد ﷺ اس مال و دولت پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تم ہمیشہ کے لئے برباد ہو جاؤ گے۔ مدد۔ مدد۔!"

حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ آواز سن کر میری توجہ ابو جہل کی طرف سے ہٹ گئی اور اس معاملہ کی وجہ سے اس کی توجہ بھی میری طرف سے ہٹ گئی۔ اب لوگوں نے جلدی جلدی جنگ کی تیاری شروع کی۔ وہ سب بے حد گھبرائے ہوئے تھے اور عاتکہ کے خواب کی وجہ سے سخت خوفزدہ ہو رہے تھے۔

قریش کے دم خم...... ایک روایت ہے کہ ان لوگوں نے کہا،

کیا محمد ﷺ اور ان کے ساتھی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تجارتی قافلہ بھی ابن حضرمی کے قافلے کی طرح ثابت ہوگا۔ خدا کی قسم ان کو پتہ چل جائے گا کہ یہ ویسا نہیں ہے۔"

اس تجارتی قافلے میں تمام قریشیوں کا مال لگا ہوا تھا اور قریش میں سے یا تو وہ لوگ تھے جو اس قافلے میں خود گئے تھے اور یا وہ تھے کہ انہوں نے مال دوسرے کے سپرد کر کے اس کو بھیجا ہوا تھا۔

مکہ میں جنگی تیاریاں...... (اسی وجہ سے وہ لوگ بڑی مستعدی کے ساتھ جنگ کے لئے نکلنے کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور) مالی طور پر مضبوط لوگوں نے کمزور اور غریب لوگوں کی مدد کر کے ان کو چلنے پر آمادہ کیا۔ بڑے بڑے قریشی سردار لوگوں کو کوچ کرنے کے لئے اکسانے میں لگ گئے۔ سہیل ابن عمرو نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور کہا،

"اے آل غالب! کیا تم اس کو برداشت کر لو گے کہ محمد ﷺ اور ان کے یثرب کے بے دین ساتھی تمہارے مال و دولت پر قبضہ کر لیں۔ (لہٰذا جنگ کے لئے نکلنے کے سلسلہ میں) تم میں سے جس کو مال کی ضرورت ہو تو میرا مال حاضر ہے اور جس کو کھانے کی ضرورت ہو تو میرا رزق حاضر ہے۔"

ابو لہب کا خوف اور جنگ سے پہلو تہی...... اس طرح قریشی سرداروں میں سے سوائے ابو لہب کے کوئی ایسا نہیں رہا جو جنگ کو جانے کے لئے تیار نہ ہو گیا ہو۔ مگر ابو لہب عاتکہ کے خواب کی وجہ سے بے حد ڈرا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا تھا،

"عاتکہ کا خواب بالکل سچا خواب ہے اور اسی طرح ظاہر ہوگا۔"

ابو لہب کا جنگی قائم مقام...... ابو لہب نے خود جانے کے بجائے عاص ابن ہشام ابن مغیرہ سے چار ہزار درہم میں معاملہ کیا کہ اس کی طرف سے وہ جنگ میں چلا جائے۔ ابو لہب کے چار ہزار درہم عاص پر قرض تھے۔ ابو لہب نے اسی رقم کے بدلے میں اس سے معاملہ کر لیا تھا۔ ابو لہب نے اس سے کہا کہ تم جنگ کے لئے چلے جاؤ اور اس کے بدلے میں میرا قرض جو تمہارے ذمے ہے وہ میں چھوڑتا ہوں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عاص کے ذمہ ابو لہب کے قرض کی یہ رقم سود کی رقم تھی۔ عاص نے اپنی غربت اور تنگ دستی کی وجہ سے ابو لہب سے روپیہ قرض لیا تھا۔ چنانچہ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ ابو لہب نے چار ہزار کے سود در سود پر اس سے معاملہ کیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

روایت میں سود کے لئے لیاط کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مادّہ لاط یلوط لُوطاً ہے۔ اس کے معنی لیپنا اور چپکانا ہیں چونکہ سود اصل معاملہ یعنی بیع کے ساتھ ضروری کر دیا جاتا ہے حالانکہ وہ کوئی معاملہ نہیں ہے اسی لئے اس کو لیاط بھی کہتے ہیں۔ (ویسے عربی میں سود کے لئے ربا کا لفظ استعمال ہوتا ہے)۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ ابولہب اور یہ دونوں جوا کھیلا کرتے تھے۔ اس جنگ کے موقعہ پر ابولہب نے اس بات پر عاص کے ساتھ جوا کھیلا کہ اگر عاص ہار جائے تو وہ ابولہب کی فرمانبرداری اور اطاعت کیا کرے چنانچہ جوئے میں ابولہب جیت گیا۔ اب ابولہب نے اس پر تقاضہ کر کے اس کو تنگ کرنا شروع کیا۔ پھر عاص نے دوبارہ وہی جوا لگایا مگر اس دفعہ بھی ابولہب جیت گیا چنانچہ اس نے عاص کو اپنی جگہ جنگ بدر میں بھیج دیا۔ اس عاص ابن ہشام کو اسی غزوۂ بدر میں حضرت عمر فاروقؓ نے قتل کیا تھا۔

امیّہ کا جنگ سے انکار اور قریش کا دباؤ...... اس جنگ کے لئے قریشی سردار ہر شخص کو لے جانے کے لئے تقاضہ کر رہے تھے۔ امیّہ ابن خلف نے جانے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ بوڑھا بھی تھا اور بے حد موٹا اور بھاری بدن کا تھا۔ یہ اپنی ایک مجلس میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے پاس عقبہ ابن معیط آیا جس کے ہاتھ میں بخوردان تھا اور اس میں بخورات تھے (جن سے عورتیں دھونی دیا کرتی ہیں) عقبہ نے وہ بخوردان امیہ کے سامنے لا کر رکھا اور کہنے لگا،

"اے ابو علی! ذرا دھونی دے دوں کیونکہ تم بھی تو عورتوں ہی کی صنف سے تعلق رکھتے ہو!"

امیّہ نے کہا خدا تمہارا اور اس بخوردان کا ناس کرے۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے یہ عقبہ ابن معیط ایک نہایت بدتمیز اور منہ پھٹ آدمی تھا اور ابوجہل نے ہی اس کو اس کام پر متعین کیا تھا کہ جو لوگ جنگ میں جانے سے پہلو بچائیں ان کو یہ شرمندہ کرے اور غیرت دلائے۔

ایک روایت میں ہے کہ امیہ کے پاس ابوجہل آیا اور کہنے لگا،

"اے ابو صفوان! تم وادی کے سرداروں میں سے ہو۔ ایک روایت کے لفظ ہیں کہ تم وادی کے معزز لوگوں میں سے ہو اگر لوگوں نے تمہیں جنگ سے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رک جائیں گے اس لئے ہمارے ساتھ ضرور چلو چاہے ایک دو دن کے سفر تک ہی ساتھ چلو (اس کے بعد واپس آجانا)۔"

ان دونوں کے درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا کہ عقبہ بھی امیّہ کے پاس گیا ہو اور ابوجہل بھی گیا ہو۔ چنانچہ امیہ بھی ساتھ جانے پر راضی ہو گیا۔

اُمیّہ کے انکار کا سبب...... امیّہ کے جنگ سے پہلو بچانے کا سبب یہ تھا کہ حضرت سعد ابن معاذ مدینہ سے عمرہ کرنے کیلئے مکہ آئے تھے وہ مکہ میں امیّہ کے یہاں آکر ٹھہرے کیونکہ جب یہ امیّہ تجارت کے سلسلے میں شام جایا کرتا تھا تو مدینہ میں حضرت سعد ابن معاذؓ کے یہاں ٹھہرا کرتا تھا یہاں حضرت سعدؓ نے امیّہ سے کہا،

"میرے لئے اس کا خیال رکھنا کہ جب بھی حرم خالی ہو تو مجھے بتانا ممکن ہے میں بیت اللہ کا طواف کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

امیّہ نے کہا،

"ذرا انتظار کرو! جب دوپہر ہو جائے گی اور لوگ غافل ہو جائیں گے تو چل کر طواف کر لینا۔"

سعد ابن معاذ اور ابوجہل کا جھگڑا...... ایک روایت میں ہے کہ دوپہر کے قریب امیہ حضرت سعدؓ کو لے

Presented by Ziaraat.Com

کر حرم میں آیا۔ ابھی حضرت سعد طواف کر رہے تھے کہ ابو جہل وہاں آ گیا۔ اس نے پوچھا یہ طواف کرنے والا کون ہے۔ حضرت سعد نے کہا کہ میں سعد ابن معاذ ہوں۔

یہ سن کر ابو جہل نے کہا،

تم اتنے اطمینان کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہے ہو حالانکہ تم لوگوں نے محمد ﷺ اور ان کے صحابہ کو پناہ دے رکھی ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ تم لوگوں نے ان بے دینوں کو پناہ دے رکھی ہے اور ساتھ ہی یہ خیال بھی کئے بیٹھے ہو کہ تم لوگ محمد ﷺ کی مدد اور حمایت کرو گے! خدا کی قسم اگر تو ابو صفوان یعنی امیہ کے ساتھ نہ ہوتا تو زندہ بچ کر اپنے گھر والوں کے پاس نہ جا سکتا!"

اس پر ان دونوں میں تیز کلامی اور جھگڑا ہونے لگا۔ حضرت سعد بہت زور زور سے کہنے لگے،

"خدا کی قسم اگر تو نے مجھے طواف کرنے سے روکا تو میں تجھے اس چیز سے روک دوں گا جو تیرے لئے اس سے بھی زیادہ سخت بات ہو گی۔ میں تجھے مدینہ سے گزرنے سے روک دوں گا (جہاں سے ہو کر تم لوگ تجارت کے لئے ملک شام کو جاتے ہو)۔"

اُمیّہ کے قتل کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی...... حضرت سعدؓ چونکہ بہت بلند آواز سے بول رہے تھے اس لئے امیہ انہیں بار بار روکتا تھا کہ ابوالحکم یعنی ابو جہل کے سامنے اتنا زور زور سے مت چیخو کیونکہ وہ وادی کے لوگوں کا سردار ہے۔ وہ بار بار حضرت سعدؓ کو خاموش کرنے لگا۔ حضرت سعدؓ نے امیّہ سے کہا،

تم بھی سن لو! میں نے محمد ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ تمہیں قتل کریں گے!"

اُمیّہ کی بدحواسی...... امیّہ نے گھبرا کر پوچھا مجھے۔ انہوں نے کہا، ہاں۔ امیّہ نے کہا مکہ ہی میں۔ حضرت سعدؓ نے کہا یہ میں نہیں جانتا۔ یہ سن کر امیّہ کہنے لگا،

"خدا کی قسم! محمد ﷺ نے کبھی کوئی غلط بات نہیں کہی۔"

امیہ اس خبر پر اتنا بدحواس ہو گیا کہ پاجامے میں اس کا پیشاب نکلنے لگا۔ وہ گھبرایا ہوا گھر پہنچا اور بیوی سے کہنے لگا کہ معلوم ہے میرے یثربی بھائی یعنی سعد ابن معاذ نے کیا کہا ہے؟ اس نے پوچھا کیا کہا ہے، تو امیہ نے بتلایا کہ اس کے دعوئی کے مطابق محمد ﷺ نے کہا ہے کہ وہ مجھے قتل کرنے والے ہیں۔ امیّہ کی بیوی بولی کہ محمد ﷺ نے کبھی کوئی غلط بات نہیں کہی ہے۔

چنانچہ اس واقعہ کے بعد جب ابو سفیان کا قاصد مکہ آیا اور اس نے چیخ چیخ کر قافلے پر حملے کی اطلاع دی اور لوگوں نے جنگ کے لئے نکلنے کا ارادہ کیا تو امیہ کی بیوی نے اس سے کہا کہ کیا وہ بات بھول گئے جو تمہارے یثربی بھائی نے تم سے کہی تھی۔ امیہ نے کہا اب تو میں اس موقعہ پر ہرگز نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا بلکہ حلف اٹھا کر قسم کھائی کہ میں مکہ سے باہر ہرگز نہیں نکلوں گا۔ مگر پھر عتبہ اور ابو جہل نے آ کر اس کو شرم دلائی اور اصرار کیا تو وہ یہ فیصلہ کر کے چلنے پر تیار ہو گیا کہ میں راستے میں سے لوٹ آؤں گا۔

جہاں تک اس جملے کا تعلق ہے کہ آنحضرت ﷺ اس کو قتل کریں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس کے قتل کا سبب بنیں گے ورنہ آنحضرت ﷺ نے سوائے امیہ کے بھائی اُبَی ابن خلف کے کسی کو خود قتل نہیں کیا اس کو غزوۂ احد میں قتل کیا گیا تھا جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔ غرض آنحضرت ﷺ امیّہ کے قتل کا سبب تھے چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ سعد ابن معاذ نے امیّہ سے کہا کہ محمد ﷺ کے صحابہ تجھے قتل

Presented by Ziaraat.Com

کریں گے لوھر یہ بھی ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت سعدؓ کے سامنے یہ فرمایا ہو کہ میں اُبی ابن خلف کو قتل کروں گا اور سعد نے یہ سمجھا ہو کہ آپ ﷺ نے اُبی کے بجائے امیہ ابن خلف کے بارے میں فرمایا ہے۔

پانچ قریشی سرداروں کی قرعہ اندازی...... کتاب امتاع میں ہے کہ امیہ ابن خلف، عتبہ لور شیبہ ابن ربیعہ زمعہ ابن اسود لور حکیم ابن حزام نے تیروں کے ذریعہ پانسہ ڈالا تھا جس میں انکار والا تیر نکلا تھا کہ یہ لوگ جنگ میں نہ جائیں یعنی وہ تیر نکلا تھا جس پر یہ لکھا ہو تا تھا کہ "مت کرو۔" لہٰذا ان سب نے مل کر فیصلہ کر لیا کہ یہ لوگ جنگ میں نہیں جائیں گے۔ مگر پھر ان کے پاس ابو جہل آیا اور اس نے انہیں لے جانے پر اصرار کیا۔ اس سلسلہ میں عقبہ ابن معیط لور نضر ابن حرث نے بھی ابو جہل کا ساتھ دیا اور ان لوگوں پر ساتھ چلنے کیلئے اصرار کیا۔

عداس کی طرف سے آقاؤں کو روکنے کی کوشش...... کہا جاتا ہے کہ عداس نے اپنے آقاؤں عتبہ لور شیبہ ابن ربیعہ سے کہا تھا کہ خدا کی قسم آپ دونوں جنگ میں نہیں بلکہ اپنی قتل گاہ میں جا رہے ہیں۔ اس پر ان دونوں نے جنگ میں نہ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر پھر ابو جہل کا اصرار اتنا بڑھا کہ یہ دونوں اس نیت سے سب کے ساتھ جانے پر تیار ہو گئے کہ راہ میں سے واپس آجائیں گے۔

قریشی لشکر کا طمطراق لور کوچ...... آخر قریش کے لوگ تین دن میں اور ایک قول کے مطابق دو دن میں اپنی تیاریوں سے فارغ ہو گئے اور اب انہوں نے کوچ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان کے لشکر کی تعداد ساڑھے نو سو تھی۔ ایک قول ہے کہ ایک ہزار تھی۔ ان کے ساتھ سو گھوڑے تھے جن کے سوار زرہ پوش، نیز ان کے علاوہ ایک سو پیدل زرہ پوش تھے۔ یہ لوگ جلدی کی وجہ سے سخت لور دشوار گزار راستوں کی پرواہ کئے بغیر روانہ ہوئے ان کے ساتھ گانے بجانے والیاں بھی تھیں۔ کتاب امتاع میں بھی ہے کہ ان کے ساتھ گانے والیاں تھیں جو دف بجا بجا کر ایسے گانے گارہی تھیں جن میں مسلمانوں کی ہجو لور برائی کی گئی تھی۔

قریش لور بنی کنانہ کی پرانی آویزش...... آگے احد کے موقعہ پر قریشی عورتوں کے بھی لشکر کے ساتھ نکلنے کا بیان آئے گا جس میں ہے کہ ان کے ساتھ دف اور باجے تھے۔

غرض اس روانگی کے وقت ان کو بنی کنانہ کی طرف سے بھی اندیشہ تھا کہ کہیں وہ پیچھے سے آکر ان پر حملہ نہ کر دیں کیونکہ قریش لور بنی کنانہ کے درمیان سخت دشمنی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ قریشیوں نے ایک دفعہ بنی کنانہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح بنی کنانہ نے بھی قریش کے ایک نوجوان کو قتل کر دیا تھا جس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ ایک قریشی نوجوان جو نہایت حسین و خوبصورت لور بہترین کپڑے پہنے ہوئے تھا اپنی کسی گمشدہ چیز کی تلاش میں نکلا۔ اس کا گزر بنی کنانہ کے علاقہ میں بھی ہوا۔ وہاں بنی کنانہ کا سردار عامر ابن خلوج بھی بیٹھا ہوا تھا اس نے اس قریشی نوجوان کو دیکھا تو یہ اسے بہت اچھا لگا اس نے اس سے پوچھا کہ لڑکے تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں قریشی ہوں۔ اس کے بعد جب یہ نوجوان وہاں سے واپس ہونے لگا تو عامر نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا۔

"کیا قریش کے ذمہ تمہارا کوئی خون نہیں ہے؟"

لوگوں نے کہا بے شک ہے۔ عامر نے ان لوگوں کو ابھار دیا اور انہوں نے اس نوجوان کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد بنی کنانہ نے قریش سے یہ کہہ دیا کہ ایک آدمی کے بدلے میں ایک آدمی کو قتل کر دیا گیا ہے (لہٰذا

Presented by Ziaraat.Com

آپ کو ہم پر چڑھ دوڑنے کا کوئی موقع نہیں ہے) اس کو قریش نے بھی مان لیا کہ ہاں ایک جان کے بدلے میں ایک جان ہو گئی ہے۔

اس کے بعد اتفاق سے ایک مرتبہ مقتول شخص کے بھائی کو مر ظہر ان کے مقام پر عامر مل گیا اس نے فوراً تلوار بلند کر کے عامر پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا پھر اس نے اسی کی تلوار سے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ پھر اس کے بعد رات کے وقت حرم میں آ کر اس نے عامر کی تلوار غلاف کعبہ کے ساتھ لٹکا دی۔ صبح کو قریش نے عامر کی تلوار وہاں دیکھی۔ وہ اس کو بھی پہچان گئے اور یہ بھی پہچان گئے کہ اس کا قاتل کون ہے۔

سرداران قریش ابلیس کے دام میں..... اس واقعہ پر قریب تھا کہ قریش جنگ کے لئے کوچ کا ارادہ ملتوی کر دیں کہ ان کے سامنے ابلیس ظاہر ہوا جو سُراقہ ابن مالک مُدلجی کی شکل میں تھا۔ سراقہ بنی کنانہ کے معزز لوگوں میں سے ایک شخص تھا۔ اس نے قریشیوں سے کہا،

"میں تمہیں بنی کنانہ کی طرف سے امان دیتا ہوں کہ وہ اس موقعہ پر پشت سے آ کر تم پر نہ حملہ کریں گے اور نہ کوئی ایسی بات کریں گے جس سے تمہارے لئے دشواریاں پیدا ہوں۔"

اس اطمینان دہانی پر قریش کے لوگوں کی گھبراہٹ دور ہو گئی اور وہ تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئے ان کے ساتھ ہی شیطان بھی اسی بھیس میں چلا اور ان کو یہ اطمینان دلایا کہ بنی کنانہ تمہاری مدد کے لئے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ اس نے قریش کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا،

"آج کوئی شخص تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ میں تمہاری مدد پر ہوں۔"

آنحضرت ﷺ کی مدینہ سے روانگی..... ادھر جب آنحضرت ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے بیر عتبہ نامی کنویں کے پاس لشکر کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو اس کنویں سے پانی پینے کا حکم دیا اور خود بھی پیا۔

کتاب امتاع میں ہے کہ آپ ﷺ نے بیوت سقیاء نامی چشمے کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ یہ جگہ مدینہ سے دو دن کے سفر پر تھی۔ اس کنویں سے آنحضرت ﷺ کیلئے پانی لایا جاتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے غلام رباح آپ ﷺ کے لئے ایک دفعہ بیر غرس نامی کنویں سے پانی لاتے تھے اور ایک مرتبہ بیوت سقیاء نامی چشمے سے لاتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیر غرس جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ ہے۔ چنانچہ اسی لئے آپ ﷺ نے اس پانی سے غسل بھی فرمایا تھا جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔ غرس اصل میں ایک غلام کا نام تھا جو اس کنویں کا محافظ تھا (اسی کے نام پر اس کنویں کا نام بھی پڑ گیا) ایک روایت اس کے خلاف بھی ہے۔

کمسن مجاہدوں کو واپسی کا حکم...... جب آپ ﷺ بیوت سقیاء سے نکل گئے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ مسلمانوں کو شمار کیا جائے چنانچہ بیر عتبہ کے پاس ٹھہر کر تعداد شمار کی گئی۔ یہ جگہ مدینہ سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ چنانچہ صحابہ آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوئے۔ ان میں جو کم عمر تھے آپ ﷺ نے ان کو واپس فرما دیا ان واپس کئے جانے والوں میں اسامہ ابن زید، رافع ابن خدیج، براء ابن عازب، اسید ابن ظہیر، زید ابن ارقم اور زید ابن ثابت شامل تھے۔

آپ نے عُمیر ابن وقاص کو بھی واپس ہونے کا حکم دے دیا تھا جس پر وہ رونے لگے، آخر پھر آپ ﷺ

Presented by Ziaraat.Com

نے ان کو جنگ پر چلنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ جنگ میں شریک ہوئے اور شہید ہوگئے۔ اس وقت ان کی عمر سولہ سال تھی۔ مگر ان کو واپسی کا حکم دینے کے سلسلے میں اشکال ہوتا ہے۔ کیونکہ ہمارے شافعی علماء کے نزدیک پندرہ سال کی عمر بالغ ہونے کی عمر ہے۔

لشکر اسلام کا معائنہ...... آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس لشکر میں تین سو پانچ صحابہ تھے۔ ان میں چونسٹھ مہاجرین تھے اور باقی انصاری مسلمان تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ مہاجرین کی تعداد اسّی سے کچھ زیادہ تھی اور انصاریوں کی تعداد دو سو چالیس سے کچھ اوپر تھی۔

مجاہدین بدر کے ناموں کی برکت...... امام دوانی نے لکھا ہے کہ میں نے مشائخ حدیث سے سنا ہے کہ اصحاب بدر کا نام لے کر جو دعا کی جاتی ہے وہ مقبول ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ بھی کیا ہے (جو صحیح ثابت ہوا)۔

حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم...... حضرت عثمانؓ کو آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں ہی چھوڑ دیا تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ یعنی حضرت عثمانؓ کی بیوی بیمار تھیں۔ ایک قول ہے کہ خود حضرت عثمانؓ بیمار تھے اور ان کے چیچک نکلی ہوئی تھی۔ بہر حال دونوں ہی باتیں رہی ہوں تو بھی کوئی شبہ کی بات نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم دے کر فرمایا کہ تمہارے لئے ایک آدمی کا اجر بھی ہے اور ایک آدمی یعنی مجاہد کا حصہ بھی ہے۔

ابو امامہ ابن ثعلبہ کی والدہ اگرچہ بیمار تھیں مگر ابو امامہ نے جنگ میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر پھر آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی والدہ کے پاس ٹھہریں۔ جب آپ ﷺ غزوۂ بدر سے واپس آئے تو ان کا انتقال ہو چکا تھا آپ ﷺ نے ان کی قبر پر جا کر ان کی نماز پڑھی۔

مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی قائم مقامی...... آنحضرت ﷺ نے اس موقعہ پر حضرت ابولبابہ کو مدینہ کے والی کی حیثیت سے اپنا قائم مقام بنایا۔ یہ بیر ابوعتبہ تک آپ ﷺ کے ساتھ ہی تھے۔ مگر یہاں آپ ﷺ نے ان کو اپنا قائم مقام متعین فرما کر واپس مدینہ بھیج دیا۔ کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں یوں ہی ہے۔ دوسرا مشہور قول یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو روحاء کے مقام سے واپس فرمایا تھا۔ یہ مدینہ سے دو رات کی مسافت پر ایک گاؤں تھا جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

مدینہ میں امامت کے جانشین...... اپنی عدم موجودگی کے دوران مدینہ میں آپ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتومؓ کو مسلمانوں کا امام متعین فرمایا کہ وہ نماز پڑھایا کریں۔ اسی طرح قبا والوں کا والی حضرت عاصم کو بنایا۔ نیز ان کو ہی اہل عالیہ کا والی بھی متعین فرمایا جس کی وجہ یہ تھی کہ جن منافقوں نے مسجد ضرار بنائی تھی ان کے متعلق آپ ﷺ کو کچھ تشویشناک خبریں ملی تھیں لہٰذا آپ ﷺ نے ان کے معاملات کو دیکھنے کے لئے حضرت عاصم ابن عدی کو والی بنایا۔

خوّات کی غزوۂ بدر میں شرکت سے معذوری...... اسی طرح روحاء کے مقام پر حضرت خوّات ابن جبیر کے چوٹ آگئی۔ (ی) علامہ ابن عبدالبر نے موسیٰ ابن عقبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ خوّات ابن جبیر آنحضرت ﷺ کی ساتھ روانہ ہوئے مگر جب وہ صفراء کے مقام پر پہنچے تو ان کی ٹانگ میں ایک پتھر سے چوٹ لگ گئی اور خون بہہ نکلا جس کی وجہ سے وہ چلنے کے قابل نہ رہے اس لئے وہ واپس ہوگئے اسی لئے آنحضرت ﷺ نے

Presented by Ziaraat.Com

مال غنیمت میں ان کا حصہ لگایا۔ مگر مؤرخین و محدّثین کہتے ہیں کہ وہ جنگ بدر میں شریک ہوئے ہیں۔

خوات سے آنحضرت ﷺ کا مزاح..... ان کا جاہلیت کے زمانہ کا ایک قصہ ذات النحیین کے ساتھ مشہور ہے جس کے متعلق عرب میں ایک کہاوت بھی چلتی تھی کہ ذالت النحیین کی وجہ سے دھیان بٹ گیا (ذات النحیین ایک لڑکی کا نام تھا) اس کا نام خولہ تھا۔ ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خوات ابن جبیر سے ایک مرتبہ ذات النحیین کے بارے میں پوچھا اور آپ ﷺ مسکرانے لگے خوّات نے کہا،

"یارسول اللہ ﷺ! مجھے اللہ تعالیٰ نے اب اس سے بہتر عورت دے دی ہے اور میں کُور یعنی بھڑوں کے چھتّے کے بعد حور سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی قصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ ان سے پوچھا،

"تمہارے بدکنے والے اونٹ کا کیا ہوا؟"

انہوں نے کہا،

"یارسول اللہ! اس کو اسلام نے گرفتار کر کے باندھ دیا ہے۔"

ایک قول یہ ہے کہ اونٹ کے متعلق اس سوال میں آنحضرت ﷺ نے ذات النحیین کے واقعہ کی طرف اشارہ نہیں فرمایا تھا بلکہ ایک دوسرے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا جو یہ تھا کہ ایک دفعہ جاہلیت کے زمانے میں خوّات کچھ عورتوں کے پاس سے گزر رہے تھے کہ ان کا حسن و جمال ان کو بھا گیا۔ انہوں نے ان عورتوں سے کہا کہ میرے اونٹ کے لئے جو ان کے خیال میں بدکنے والا اونٹ تھا۔ ایک رسّی بٹ دو۔ یہ کہہ کر اس بہانے سے یہ خوّات ان عورتوں کے پاس بیٹھ گئے۔ اسی وقت جبکہ یہ وہاں بیٹھے ان عورتوں سے باتوں میں لگے ہوئے تھے وہاں سے آنحضرت ﷺ کا گزر ہوا۔ آنحضرت ﷺ ان کو دیکھ کر ان کی یا ان عورتوں کی طرف توجہ دیئے بغیر گزر گئے (یعنی آپ ﷺ ان کے وہاں بیٹھنے کا مقصد سمجھ گئے مگر ان کو نظر انداز کر کے گزر گئے) جب یہ خوّات مسلمان ہوئے تو آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے ان سے اس اونٹ کے متعلق سوال کیا (جو گزشتہ سطروں میں بیان ہوا ہے)۔

لشکر اسلام کے جاسوس..... اسی طرح حرث ابن صمہ کے بھی چوٹ آگئی تھی۔ اُدھر رسول اللہ ﷺ نے طلحہ ابن عبید اللہ اور سعید ابن زید کو جاسوس کی حیثیت سے آگے روانہ کیا تاکہ وہ قریش کے تجارتی قافلے کی خبریں لائیں۔

یہاں روایت میں تحسّس کا لفظ استعمال ہوا ہے جو "حا" سے ہے اس کے معنی ہیں کسی مقصد سے خبریں معلوم کرنا۔ دوسرا لفظ تجسّس "جا" سے ہے جس کے معنی بُرے مقصد سے خبریں معلوم کرنے کے ہیں چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ تحسّس کرو تجسّس نہ کرو۔

غرض آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو مدینہ سے ہی خبریں معلوم کرنے کے لئے بھیج دیا تھا۔ اسی لئے یہ دونوں جنگ میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ خبریں معلوم کرنے کے بعد یہ دونوں اس خیال سے واپس مدینہ ہی آئے کہ آپ ﷺ مدینہ میں ہوں گے یہاں جب ان کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ جا چکے ہیں تو یہ دونوں بدر کے لئے روانہ ہوئے مگر راستے ہی میں ان کی آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہو گئی جبکہ آپ ﷺ غزوۂ بدر سے فارغ

Presented by Ziaraat.Com

ہو کر واپس تشریف لا رہے تھے آپ ﷺ نے مال غنیمت میں سے ان دونوں کا حصہ نکالا۔ مجاہدوں میں آپ ﷺ جس کا حصہ بھی دیتے وہ یہی پوچھتا۔

"یا رسول اللہ! میرا جو ثواب ہے وہ بھی باقی ہے؟"

آپ ﷺ فرماتے ہاں تمہارے لئے اجر بھی ہے۔

غزوۂ بدر کے اسلامی پرچم...... اس غزوہ کا جنگی پرچم سفید تھا آنحضرت ﷺ نے یہ اسلامی جھنڈا حضرت مصعبؓ ابن عمیر کو عنایت فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کے آگے آگے لشکر میں دو سیاہ رنگ کے جھنڈے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا اس پرچم کا نام عقاب تھا۔ یہ پرچم حضرت عائشہؓ کی چادر میں سے بنایا گیا تھا۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ ابوسفیان ابن حرب جو قریش کے نہایت بلند مرتبہ سرداروں میں سے تھا اس کے پاس ایک پرچم تھا جس کا نام عقاب تھا اور جنگوں میں اس پرچم کو صرف ابوسفیان ہی اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا یا پھر کوئی ایسا شخص اپنے ہاتھ میں لے سکتا تھا جو اسی کے برابر معزز اور بلند رتبہ سردار ہو۔ آگے بیان آرہا ہے کہ اس غزوۂ بدر میں اس عقابی پرچم کو جس شخص نے اٹھا رکھا تھا وہ امام شافعی کی پانچویں پشت کا باپ یعنی صاحب ابن یزید تھا۔

آنحضرت ﷺ کے آگے آگے لے جایا جانے والا دوسرا پرچم ایک انصاری مسلمان کے ہاتھ میں تھا (اور یہ بھی سیاہ رنگ کا تھا) مگر ابن قتیبہ نے غزوۂ بدر کے ذکر میں صرف اس سفید جھنڈے کا ذکر کیا ہے جو حضرت مصعبؓ کے ہاتھ میں آنحضرت ﷺ نے دیا تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ دوسرا سیاہ پرچم جس انصاری کے ہاتھ میں تھا وہ حضرت سعد ابن معاذؓ تھے اور ایک قول کے مطابق حضرت حباب ابن منذرؓ تھے۔

مگر پیچھے غزوۂ بولاط کے بیان میں ابن اسحاق کی ایک روایت گزری ہے اور آگے غزوۂ بنی قینقاع کے بیان میں ابن سعد کی روایت آرہی ہے کہ اسلامی جنگی پرچم غزوۂ خیبر سے پہلے موجود نہیں تھے بلکہ غزوۂ خیبر میں یہ طریقہ شروع ہوا ہے۔ یہ دونوں روایتیں اس بات کے خلاف ہیں کہ غزوۂ بدر میں اسلامی پرچم موجود تھا مگر ان دونوں روایتوں کی تردید جس روایت سے ہوتی ہے وہ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں آنحضرت ﷺ نے اسلامی پرچم حضرت علیؓ کے ہاتھ میں دیا اور اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی۔

کتاب ھدیٰ میں یہ ہے کہ مہاجرین کا جھنڈا حضرت مصعب ابن عمیرؓ کے ہاتھ میں تھا۔ اسی طرح قبیلۂ خزرج کا جھنڈا حضرت حباب ابن منذرؓ کے ہاتھ میں تھا اور قبیلۂ اوس کا پرچم حضرت سعد ابن معاذؓ کے ہاتھ میں تھا۔ مگر اس روایت میں ان دو سیاہ جھنڈوں کا ذکر نہیں ہے (جن میں سے ایک حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا جو مہاجرین کا پرچم تھا اور دوسرا کسی انصاری کے ہاتھ میں تھا جو انصاریوں کا پرچم تھا)۔

کتاب امتاع میں بھی یوں ہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس موقعہ پر تین جھنڈے بنائے تھے۔ ایک جھنڈا حضرت مصعب ابن عمیرؓ کے پاس تھا باقی دو پرچم سیاہ رنگ کے تھے جن میں سے ایک حضرت علیؓ کے پاس اور دوسرا کسی انصاری کے پاس تھا۔

اس روایت میں پرچم کے لئے لواء کا لفظ استعمال ہوا ہے جبکہ اس سے پہلی روایتوں میں رایہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس بارے میں یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ ان دونوں لفظوں کے معنی جھنڈے کے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی جگہ استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ مدینہ سے آنحضرت ﷺ بغیر پرچم بلند کئے روانہ ہوئے تھے۔

کتاب اصل کے حوالے سے آگے آئے گا کہ آنحضرت ﷺ کے لئے جو عریش یعنی چھپر ڈالا گیا تھا

Presented by Ziaraat.Com

اس کی نگہبانی حضرت سعد ابن معاذؓ کرتے تھے۔ (قال) اصل کے حوالے سے جو بات بیان ہوئی ہے اس کے متعلق کہتے ہیں کہ عریش میدان بدر میں بنایا گیا تھا۔

(ی) حضرت سعد ابن معاذ کے ہاتھ میں پرچم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روانگی کے وقت اور راستے میں ان کے پاس رہا (کیونکہ عریش کی نگہبانی اور پرچم برداری دونوں ایک ساتھ سمجھ میں نہیں آتیں) مگر اس تفصیل کے بعد اس میں کوئی اشکال نہیں رہتا کیونکہ ممکن ہے میدان بدر میں پہنچ کر حضرت سعد ابن معاذؓ نے آنحضرت ﷺ کے حکم پر پرچم کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دیا ہو تاکہ خود عریش میں آپ ﷺ کی نگہبانی کے فرائض انجام دے سکیں۔

عسکری لباس میں آنحضرت ﷺ کی دعا...... آنحضرت ﷺ نے اس موقعہ پر اپنی زرہ زیب تن فرمائی جس کا نام ذات الفضول تھا اسی طرح آپ ﷺ نے اپنی تلوار جس کا نام عضب تھا حائل فرمائی۔ جب آپ ﷺ بیوت السقیاء سے آگے بڑھے تو آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی،

"اللّٰھم انھم حفاۃ فاحملھم و عراۃ فاکسھم و جیاع فاشبعھم و عالۃ فاغنھم من فضلک"

"اے اللہ! یہ مسلمان پیادہ پا ہیں ان کو سواریاں عطا فرمادے، یہ ننگے ہیں ان کو لباس عطا فرمادے، یہ بھوکے ہیں ان کو شکم سیری عطا فرمادے اور یہ لوگ مسکین و غریب ہیں ان کو اپنے فضل و کرم سے غنی اور خوشحال بنادے۔

دعا کی قبولیت...... چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور غزوۂ بدر سے واپس آنے والوں میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا کہ اگر اس نے سواری پر جانا چاہا تو اس کو ایک دو ایسے اونٹ نہ مل گئے ہوں جن کو وہ استعمال کر سکے اسی طرح جن کے پاس کپڑے نہیں تھے ان کو پہننے اوڑھنے کے لئے کپڑے مل گئے، اسی طرح دشمن کا سامان رسد اتنا ملا کہ کھانے پینے کی کوئی تنگی نہیں رہی۔ اسی طرح جنگی قیدیوں کی رہائی کا اتنا زبردست معاوضہ ملا کہ ہر ہر خاندان دولت مند ہو گیا۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے غیر مسلم کی مدد لینے سے انکار...... مدینہ میں حبیب ابن یساف نامی ایک نہایت طاقتور اور بہادر شخص تھا۔ یہ شخص قبیلہ خزرج کا تھا اور غزوۂ بدر کے موقعہ تک مسلمان نہیں ہوا تھا مگر یہ بھی اپنی قوم خزرج کے ساتھ جنگ کے لئے روانہ ہوا اور جنگ جیتنے کی صورت میں اس کو مال غنیمت ملنے کی بھی امید تھی۔ مسلمانوں کو اس سے بہت خوشی ہوئی کہ یہ بھی ان کے ساتھ جنگ میں شریک ہو رہا ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا،

"ہمارے ساتھ صرف وہی جنگ میں جائے گا جو ہمارے دین پر ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس لئے تم واپس جاؤ ہم مشرک کی مدد نہیں لینا چاہتے۔"

آگے غزوۂ احد کے واقعہ میں آئے گا کہ آنحضرت ﷺ نے جب سردار منافقین عبداللہ ابن اُبی ابن سلول کے ساتھیوں کو لشکر سے واپس کیا تو یہ فرمایا تھا کہ ہم مشرکوں کے مقابلے میں مشرکوں کی مدد نہیں لیں گے۔

ان حبیب ابن یساف کو آنحضرت ﷺ دو مرتبہ واپس لوٹا چکے تھے۔ آخر تیسری مرتبہ میں آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں اور اس کے بعد یہ مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے نہایت بہادری کے ساتھ زبردست جنگ کی۔

Presented by Ziaraat.Com

کتاب امتاع میں یوں ہے کہ یہ حبیب ابن یساف مسلمان کی حیثیت سے روحاء کے مقام پر آکر اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے تھے مگر اس سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا کیونکہ ممکن ہے یہ روحاء سے پہلے مسلمان ہوئے ہوں۔

اس غزوہ کیلئے روانگی سے پہلے آنحضرت ﷺ نے ایک یا دو دن روزے رکھے۔ پھر آپ ﷺ کے قاصد نے آپ ﷺ کی طرف سے یہ اعلان کیا کہ اے سرکشوں کے گروہ! میں افطار کر چکا ہوں اس لئے اب تم بھی روزے نہ رکھو۔

اس اعلان کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اس سے پہلے آنحضرت ﷺ نے لوگوں کے پاس کہلایا تھا کہ اب روزے مت رکھو بلکہ کھاؤ پیو مگر لوگوں نے روزہ نہیں چھوڑا تھا۔ آگے فتح مکہ کے بیان میں بھی آئے گا کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو فطور کا حکم دیا تھا مگر کچھ لوگوں نے اس پر عمل نہیں کیا جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ سرکش یعنی گنہگار ہیں۔

لشکر میں اونٹوں کی تعداد...... کوچ کے وقت صحابہ کے اونٹوں کی تعداد جو ان کے ساتھ تھے ستّر تھی اس لئے ایک ایک اونٹ تین تین آدمیوں کے لئے کرنا پڑا اور ہر ایک باری باری سوار ہوتا تھا، البتہ ایک اونٹ چار آدمیوں پر بھی تقسیم تھا جن میں سے حضرت حمزہ، زید ابن حارثہؓ، ابی کبشہ اور آنحضرت ﷺ کے غلام انیسہ شامل تھے یہ چاروں ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حکم پر غزوۂ بدر کے موقعہ پر اونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیاں نکال دی گئی تھیں۔ کتاب امتاع میں یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے موقعہ پر اونٹوں کی کمی کی وجہ سے ایک ایک اونٹ دو دو اور تین تین اور چار چار آدمیوں کے حصے میں آیا تھا۔ یہاں تک امتاع کا حوالہ ہے۔

چنانچہ ایک اونٹ میں رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ اور حضرت مرثدؓ شریک تھے اور باری باری بیٹھتے تھے۔ ایک روایت میں آنحضرت ﷺ اور حضرت علیؓ کے ساتھ مرثدؓ کے بجائے ابولبابہؓ کا نام ہے۔ مگر یہ ابولبابہؓ روحاء کے مقام سے واپس مدینہ بھیج دیئے گئے تھے للذا جب تک یہ ساتھ رہے آنحضرت ﷺ اور حضرت علیؓ کے اونٹ میں شریک تھے پھر ان کے واپس کئے جانے کے بعد ان کی جگہ مرثدؓ نے لے لی۔ ایک قول کے مطابق ان کی جگہ زید ابن حارثہؓ آگئے تھے۔ مگر ایک قول یہ ہے کہ حضرت زیدؓ حضرت حمزہؓ کے ساتھ تھے جیسا کہ گزرا، یہ ممکن ہے کہ حضرت زیدؓ کبھی حضرت حمزہؓ کے ساتھ رہتے ہوں اور کبھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے اونٹ میں شریک رہتے ہوں۔

مساوات کا عملی نمونہ...... (غرض آنحضرت ﷺ کے ساتھ دو ساتھی اس اونٹ میں شریک تھے اور تینوں اپنی اپنی باری پر سوار ہوتے تھے یعنی ایک سوار ہوتا تو بقیہ دو ساتھی پیدل چلتے) مگر جب بھی آنحضرت ﷺ کے پیدل چلنے کی باری آتی تو آپ ﷺ کے دونوں ساتھی عرض کرتے کہ نہیں آپ ﷺ سوار رہیں ہم پیدل چلیں گے۔ مگر آپ ﷺ فرماتے،

"تم دونوں پیدل چلنے میں مجھ سے زیادہ مضبوط نہیں ہو اور نہ میں تمہارے مقابلے میں اس کے اجر سے بے نیاز ہوں"

ایک معجزۂ نبوی...... اسی طرح حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہم ایک اونٹ میں شریک تھے، نیز رفاعہ و خلاد ابن رافع اور عبید ابن یزید انصاری رضی اللہ عنہم ایک اونٹ میں

Presented by Ziaraat.Com

شریک تھے ان کا اونٹ روحاء کے مقام پر پہنچا تو تھک کر بیٹھ گیا۔ اسی وقت وہاں سے آنحضرت ﷺ کا گزر ہوا تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا ہے (یعنی اس کی ہمت جواب دینے لگی ہے) آپ نے فوراً پانی منگوایا اور منہ میں کچھ پانی لے کر ایک برتن میں کلی کر دی۔

امتاع میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے اس پانی سے کلی کی اور وضو کر کے وہ پانی ایک برتن میں جمع کیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ کا منہ کھولو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس برتن کا کچھ پانی تو اونٹ کے منہ میں ڈالا اور باقی اس کے بدن پر ڈال دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب سوار ہو کر روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ اونٹ تیز رفتاری سے چل کر لشکر سے جاملا اور اس پر تھکان کا نشان بھی نہ رہا۔

لشکر اسلام کی تعداد...... یہاں آپ ﷺ نے لشکر کے معائنہ کا حکم دیا۔ ممکن ہے آپ ﷺ نے روحاء کے بعد دوبارہ معائنہ کا حکم دیا ہو کیونکہ اس سے پہلے آپ ﷺ بیرابی عتبہ نامی کنویں پر لشکر کا معائنہ فرما کر ابولبابہؓ کو وہاں سے واپس فرما چکے تھے۔ غرض جب یہاں لشکر کا معائنہ اور شمار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ لشکر کی تعداد تین سو تیرہ ہے۔ آپ ﷺ یہ جان کر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ یہ وہی تعداد ہے جو طالوت کے ان ساتھیوں کی تھی جو اس کے ساتھ نہر تک پہنچے تھے۔

لشکر کی تعداد کے متعلق ابن جریر کے کہنے کے مطابق عام سلف کا قول یہی ہے اب جن لوگوں نے تعداد اس سے زیادہ بتلائی ہے انہوں نے شاید ان لوگوں کو بھی ان میں شامل کر لیا ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے روحاء کے مقام سے واپس فرمادیا تھا اور میدان جنگ میں غیر حاضر ہونے کے باوجود جن کا آپ ﷺ نے مال غنیمت میں حصہ لگایا تھا (جن کی تفصیل گذشتہ سطروں میں ذکر ہوئی ہے)۔

ادھر بعض علماء نے لشکر کی تعداد تین سو تیرہ سے کم بھی لکھی ہے مثلاً تین سو پانچ، تین سو چھ اور تین سو سات تک بیان کی ہے اس کا جواب واضح ہے۔

لشکر میں گھوڑوں کی تعداد...... اس لشکر میں گھوڑوں کی تعداد صرف پانچ تھی ان میں سے دو گھوڑے آنحضرت ﷺ کے تھے، ایک گھوڑا حضرت مرثدؓ کا تھا جس کا نام سبل تھا اور ایک گھوڑا حضرت مقداد ابن اسودؓ کا تھا۔ ان مقداد کو اسود کا بیٹا اس لئے کہا جاتا ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں اسود نے حضرت مقداد کو گود لے لیا تھا اور پرورش کیا تھا جیسا کہ بیان ہوا۔ اس گھوڑے کا نام سبحہ تھا۔ اور پانچواں گھوڑا حضرت زبیرؓ کا تھا جس کو یعسوب کہا جاتا تھا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس لشکر میں صرف دو ہی گھوڑے تھے ایک مقدادؓ کا گھوڑا تھا اور دوسرا حضرت زبیرؓ کا گھوڑا تھا۔ حضرت علیؓ کی روایت یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے موقعہ پر سوائے مقداد کے ہم میں سے کسی کے پاس گھوڑا نہیں تھا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ ممکن ہے مراد یہ ہو کہ غزوۂ بدر میں گھوڑے پر سوار ہو کر سوائے حضرت مقدادؓ کے کوئی نہیں لڑا اور یہ کہ باقی جن لوگوں کے پاس گھوڑے تھے وہ پیادہ پا لڑے۔ چنانچہ اسی بات کی تائید آگے آنے والے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب مال غنیمت تقسیم فرمایا تو آپ ﷺ نے پیدل لڑنے والے کو دوسرے پر ممتاز نہیں فرمایا اور ایک گھوڑے سوار کو دوسرے گھوڑے سوار پر فوقیت نہیں دی (مگر اس روایت سے گذشتہ قول کی تائید ہونا خود قابل غور ہے) لیکن علامہ زمخشری کے قول

Presented by Ziaraat.Com

سے اس بات کی تردید ہوتی ہے کہ گھوڑے پر لڑنے والے صرف حضرت مقدادؓ تھے۔ زمخشری کا یہ قول خصائص عشرہ میں ہے کہ حضرت زبیرؓ غزوۂ بدر میں آنحضرت ﷺ کا پرچم اٹھائے ہوئے تھے اور اس دن میمنہ یعنی دائیں بازو پر سوائے ان کے اور کوئی گھوڑے سوار نہیں تھا (یعنی حضرت زبیرؓ کا بھی گھوڑے سوار ہونا معلوم ہوا) یہاں تک علامہ زمخشری کا حوالہ ہے۔

اب یہی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت زبیرؓ کے دائیں بازو میں گھوڑے سوار ہونے سے یہ لازم نہیں ہوا کہ حضرت مقدادؓ کسی دوسرے ایسے حصے میں گھوڑے پر سوار ہو کر نہیں لڑ رہے ہوں گے جہاں حضرت علیؓ بھی رہے ہوں لہٰذا حضرت علیؓ کا یہ قول قابل غور ہے کہ غزوۂ بدر میں سوائے مقدادؓ کے ہم میں کوئی گھوڑے سوار نہیں تھا۔ واللہ اعلم۔

ایک دیہاتی سے کفّار کے متعلق پوچھ گچھ...... غرض یہ اسلامی لشکر رواں تھا کہ راستے میں عرق ظبیہ کے مقام پر انہیں ایک دیہاتی ملا انہوں نے اس سے لوگوں یعنی دشمن کے بارے میں پوچھا مگر اس نے لاعلمی ظاہر کی جس سے معلوم ہوا کہ اس شخص کے پاس کوئی خبر نہیں ہے۔ پھر صحابہ نے اس سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو سلام کرو۔ اس نے پوچھا کیا تم میں رسول اللہ ﷺ بھی موجود ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں! چنانچہ اس دیہاتی نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور پھر کہنے لگا۔

"اگر آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو مجھے بتلائیے کہ میری اس اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ (یعنی نر بچہ ہے یا مادہ ہے۔)"

یہ سن کر سلامہ ابن وقش نے اس سے کہا،

"تجھے رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں میرے پاس آمیں! تجھے اس کے متعلق بتلاؤں گا۔ تو نے خود اس اونٹنی کے ساتھ بدفعلی کی ہے اور اب اس کے پیٹ میں خود تیرا ہی بچہ موجود ہے"

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے سلامہ کو ڈانٹا اور فرمایا،

"خاموش رہو! تم اس شخص پر ایسا گندہ الزام لگا رہے ہو"

قریشی لشکر کے کوچ کی اطلاع اور صحابہ سے مشورہ...... پھر آپ ﷺ نے سلامہ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ غرض اس کے بعد لشکر آگے بڑھا اور اگلا پڑاؤ ایک وادی میں کیا جس کا نام ذفرانؒ تھا جو ذ کے زیر کے ساتھ ہے یہ صفراء کے مقام کے قریب ایک وادی ہے جب آپ ﷺ ذفران پہنچے تو آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش مکہ ایک لشکر لے کر اپنے تجارتی قافلے کو بچانے کے لئے مکہ سے کوچ کر چکے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو جمع کر کے ان کو یہ خبر سنائی اور ان سے مشورہ مانگا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا،

"قریش کے لوگ انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ کوچ کر چکے ہیں۔ اب بتلاؤ تم کیا کہتے ہو کیا جنگ کے مقابلے میں تم صرف تجارتی قافلے کو ہی ترجیح دیتے ہو؟"

بعض صحابہ کی طرف سے جنگ کے متعلق تامل...... اس پر بعض لوگوں نے یہ کہا کہ ہاں! یعنی چند لوگ ایسے تھے جنہوں نے یہ کہا کہ ہاں، ہم دشمن سے ٹکرانے کے بجائے صرف تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ان چند لوگوں نے یہ کہا،

www.ziaraat.com Saheb-e-Sarima

Presented by Ziaraat.Com

"آپ ﷺ نے ہم سے صرف تجارتی قافلے کا ذکر فرمایا تھا اور اسی کے لئے ہم آئے ہیں ورنہ ہم جنگ کی تیاری کر کے آتے۔"

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں،

"یارسول اللہ! آپ ﷺ صرف تجارتی قافلے پر ہی بس کیجئے دشمن کو چھوڑ دیجئے۔"

اس پر آنحضرت ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ حضرت ابوایوبؓ نے کہا ہے کہ یہ آیت اسی موقعہ پر نازل ہوئی تھی،

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقاً مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ (سورۂ انفال، پ ۹ ع ۱ آیت ۵)

ترجمہ:- جیسا آپ کے رب نے آپ کے گھر اور بستی سے مصلحت کے ساتھ آپ کو بدر کی طرف روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی۔

مہاجرین کی طرف سے جاں نثاری کا اظہار...... مگر اسی وقت حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ جاں نثاری اور فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی نہایت خوبصورت انداز میں جاں نثاری کا اقرار کیا۔ ان کے بعد حضرت مقدادؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا،

"یارسول اللہ! آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ حکم فرمایا ہے اس کے مطابق عمل فرمایئے، ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، خدا کی قسم ہم اس طرح نہیں کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ آپ اور آپ کا رب جا کر جنگ لڑ لیجئے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کا رب جا کر جنگ کریں ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں اور اس وقت تک ساتھ ہی لڑیں گے جب تک کہ ہماری آنکھوں میں روشنی اور حرکت باقی ہے کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا ہے اگر آپ ﷺ ہمیں برک غماد میں بھی لے جائیں گے جو ملک حبشہ کا شہر ہے تو ہم آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلیں گے اور لڑیں گے یعنی اپنی تلواروں سے لڑتے اور راستہ بناتے ہوئے وہیں تک چلیں گے۔ ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے لڑیں گے اور آخر دم تک لڑیں گے۔"

آنحضرت ﷺ کی خوشی...... ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ اس تقریر پر میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کا چہرۂ مبارک خوشی اور مسرت کی وجہ سے چمکنے لگا اور آپ ﷺ بہت مسرور ہوئے۔ تفسیر کشاف میں ہے کہ اس تقریر پر آنحضرت ﷺ خوشی کی وجہ سے مسکرانے لگے اور آپ ﷺ نے حضرت مقدادؓ کے حق میں کلمہ خیر فرمایا اور ان کو دعا دی۔

کتاب عرائس میں روایت ہے کہ غزوۂ حدیبیہ کے موقعہ پر جب آپ ﷺ کو کفار قریش نے بیت اللہ کی زیارت سے روک دیا تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا تھا کہ میں ہدی کے جانور لے کر جا رہا ہوں۔ آپ ﷺ بیت اللہ کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ پھر آپ ﷺ نے اس بارے میں صحابہ سے مشورہ فرمایا اس وقت حضرت مقداد ابن اسودؓ نے عرض کیا تھا کہ خدا کی قسم ہم ہرگز اس طرح نہیں کہیں گے جیسے موسیٰؑ کی قوم نے کہا تھا کہ آپ خود جا کر لڑ لیجئے ہم تو یہیں ہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ لڑیں گے۔

ہم آپ ﷺ کے دائیں بائیں اور سامنے لڑیں گے۔ اگر آپ سمندروں کو بھی عبور کریں گے تو ہم

Presented by Ziaraat.Com

آپ ﷺ کے ساتھ سمندر میں اتر جائیں گے۔ اگر آپ ﷺ پہاڑوں پر چڑھیں گے تو وہاں بھی ہم آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہیں گے اور اگر آپ ﷺ برک غماد کا بھی رخ کریں گے تو وہاں بھی ہم آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔"

انصار کی یقین دہانی کے لئے آنحضرت ﷺ کی خواہش...... تو حدیبیہ کے موقعہ پر جب حضرت مقدادؓ کی یہ عاشقانہ تقریر دوسرے صحابہ نے سنی تو انہوں نے بھی ان ہی جذبات کا اظہار کیا اور آنحضرت ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ حضرت مقدادؓ نے دونوں موقعوں پر یہ بات کہی ہو مگر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے۔

غرض حضرت مقدادؓ کی تقریر سننے کے بعد آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ مجھے مشورہ دو تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! یہ قریش کے لوگ ہیں جنہیں عزت و ناموری حاصل ہے۔ خدا کی قسم جب سے یہ لوگ معزز ہوئے ہیں ان کی کبھی ذلت و رسوائی نہیں ہوئی اور جب سے یہ لوگ گمراہ ہوئے کبھی ان کو ایمان کی روشنی نہیں حاصل ہوئی۔ آپ ﷺ ان سے ضرور جنگ کیجئے اور اس کے لئے پوری تیاری فرمایئے اور ضروری ہتھیار فراہم فرمایئے۔"

آنحضرت ﷺ نے پھر تیسری مرتبہ یہی کلمہ فرمایا کہ مجھے مشورہ دو۔ اب انصاری مسلمان سمجھ گئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ان ہی کی طرف ہے اور آپ ﷺ ان کی طرف سے جاں نثاری کا اظہار سننا چاہتے ہیں کیونکہ انصاریوں کی تعداد ہی سب سے زیادہ تھی۔ چنانچہ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ اس مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے بار بار یہ سوال کرنے کا مقصد یہی تھا کہ آپ ﷺ انصاریوں کا جذبہ اور حال دیکھنا چاہتے تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ کو خیال تھا کہ کہیں انصار کے ذہن میں یہ نہ ہو کہ ان پر آپ ﷺ کی مدد اور حفاظت کی ذمہ داری صرف اس صورت میں ہے جبکہ کوئی دشمن اچانک مدینہ میں آپ ﷺ پر حملہ کر دے۔ یعنی وہ یہ نہ سمجھتے ہوں کہ مدینہ سے آنحضرت ﷺ کے ساتھ کہیں دوسری جگہ جا کر آپ ﷺ کی مدد کرنا اور آپ ﷺ کی حفاظت کرنا ان کی ذمہ داری نہیں ہے۔ کیونکہ عقبہ کے مقام پر جب انہوں نے آپ ﷺ سے بیعت اور عہد کیا تھا تو اس میں یہ کہا تھا کہ جب تک آپ ﷺ ہمارے وطن یعنی مدینہ میں تشریف نہیں لاتے اس وقت تک تو ہم آپ ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری لینے سے معذور ہیں ہاں جب آپ ﷺ ہمارے وطن میں ہمارے درمیان پہنچ جائیں گے تو آپ ﷺ ہماری ذمہ داری اور پناہ میں ہوں گے ہم جن نقصانات سے اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں ان ہی سے آپ ﷺ کی حفاظت بھی کریں گے۔

سعد ابن معاذؓ کی طرف سے جاں سپاری کا اعلان...... غرض اسی وجہ سے حضرت سعد ابن معاذؓ نے جو قبیلہ اوس کے سردار تھے اور ایک قول کے مطابق قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد ابن عبادہؓ نے آپ ﷺ کے بار بار پوچھنے پر عرض کیا۔ صحیح قول یہی ہے کہ حضرت سعد ابن معاذؓ بولے تھے کیونکہ حضرت سعد ابن عبادہؓ کو مجاہدین بدر میں شمار نہیں کیا جاتا اور صحیح قول یہی ہے کہ وہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں تھے کیونکہ انہوں نے جنگ کے لئے کوچ کا ارادہ کیا تھا مگر روانہ ہونے سے پہلے ہی ان کے سانپ نے کاٹ لیا اس لئے وہ مدینہ ہی میں رہ گئے تھے (مگر چونکہ وہ جنگ میں جانے کا فیصلہ کر چکے تھے) اس لئے مال غنیمت میں ان کا حصہ لگایا گیا تھا۔ غرض

Presented by Ziaraat.Com

حضرت سعد ابن معاذؓ نے عرض کیا،

"یارسول اللہ! غالباً آپ ﷺ کا اشارہ ہم انصاریوں کی طرف ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا، بے شک۔ تب حضرت سعدؓ نے عرض کیا،

"تو عرض یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں اور آپ ﷺ کی تصدیق کر چکے ہیں اور گواہی دے چکے ہیں کہ آپ ﷺ جو کچھ دین و شریعت لے کر آئے ہیں وہ حق اور سچی ہے۔ اسی بنیاد پر ہم آپ ﷺ کو یہ عہد و پیمان دے چکے ہیں کہ ہم ہر حال میں آپ ﷺ کے تابعدار اور فرمانبردار رہیں گے۔"

ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ،

"یارسول اللہ ﷺ! شاید آپ ﷺ کو یہ ڈر ہے کہ انصاری یہ سوچتے ہیں کہ وہ صرف اپنے وطن میں آپ ﷺ کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے میں یہ بات سب انصار کی طرف سے آپ ﷺ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ ﷺ جس طرف چاہیں تشریف لے چلیں، جس کے ساتھ چاہیں نیک سلوک کریں اور جس کے ساتھ چاہیں بے تعلقی کا اظہار فرمائیں، جس کو چاہیں امن دیں اور جس سے چاہیں دشمنی رکھیں، ہمارے مال میں سے جتنا چاہیں لے لیں جو کچھ ہمارے مال میں سے آپ کی خدمت میں خرچ ہوگا وہی ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ہوگا۔ ہم جو کچھ آپ ﷺ کو پیش کریں گے تو ہمارے لئے وہ زیادہ خوشی کا باعث ہوگا بہ نسبت اس چیز کے جو آپ ﷺ کو نہیں پیش کر سکیں گے۔ آپ ﷺ جس معاملہ میں بھی ہمیں کوئی حکم فرمائیں گے تو ہم اس کو اپنے معاملات سے مقدم رکھیں گے۔ اس لئے یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے جو ارادہ فرمالیا ہے اس کے مطابق چلئے ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ﷺ ہمیں سمندر کے کنارے لے جاکر اس میں اترنا چاہیں گے تو ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ اس میں چھلانگ لگا دیں گے، ہم میں سے کوئی شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم دشمن سے ٹکرانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے بلکہ ہم جنگوں میں بڑے ثابت قدم رہتے ہیں اور بڑی پامردی سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ خدا کرے آپ ﷺ ہمارے جوہر دیکھیں اور آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔"

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ

"اس لئے اللہ کے نام پر ہمیں لے کر بڑھئے ہم دائیں بائیں اور آگے پیچھے آپ کے قدم بقدم رہیں گے۔"

پیش قدمی کا حکم...... حضرت سعد ابن معاذؓ کی یہ پُر جوش اور مخلصانہ تقریر سن کر آنحضرت ﷺ بے انتہا مسرور ہوئے اور خوشی سے آپ ﷺ کا چہرۂ انور اور زیادہ درخشاں و تابناک ہوگیا چنانچہ اس کے بعد آپ ﷺ نے کوچ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا،

"اب آگے بڑھو۔ تمہارے لئے خوش خبری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ دو جماعتوں میں سے ایک پر مجھ کو فتح عطا فرمائے گا۔"

دو جماعتوں سے ایک تو ابو سفیان کا تجارتی قافلہ مراد ہے اور دوسرا قریش کا وہ لشکر ہے جو اس تجارتی قافلے کی مدد کے لئے مکہ سے بڑے کرّ و فر اور آن بان کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا،

"خدا کی قسم، ایسا ہے جیسے میں قریش کی قتل گاہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں (کہ کون کس جگہ

Presented by Ziaraat.Com

قتل ہوگا)۔

حق تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ اس دوسری جماعت یعنی لشکر قریش پر فتح ونصرت عطا فرمائے گا اور اس کے بعد آپ ﷺ کو قریش کے سرداروں کی قتل گاہیں دکھلا دی تھیں کہ میدان جنگ میں کس کا مقتل کہاں ہوگا چنانچہ آپ ﷺ نے پہلے ہی صحابہ کو اطلاع دے دی تھی کہ انہیں جنگ سے دوچار ہونا ہے وہ تجارتی قافلہ ان کو نہیں مل سکے گا (جس کے لئے وہ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے)۔

ایک بوڑھے سے معلومات...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ذفران کی وادی سے کوچ کیا اور مقام بدر کے قریب ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ یہاں پہنچنے کے بعد آنحضرت ﷺ سوار ہو کر ایک طرف چلے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ بھی تھے۔ ایک قول ہے کہ ابوبکرؓ کے بجائے قتادہ ابن نعمانؓ تھے اور ایک قول کے مطابق آپ ﷺ کے ساتھ حضرت معاذ ابن جبلؓ تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک بوڑھے عرب کے پاس پہنچ کر رکے جس کا نام سفیان تھا۔ کتاب نور میں ہے کہ اس شخص کے اسلام کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اس بوڑھے سے قریش اور خود اپنے اور اپنے صحابہ کے متعلق سوال کیا کہ کیا ان سب کے متعلق اسے کچھ خبر ہے؟ بوڑھے نے کہا،

"جب تک آپ دونوں اپنے متعلق مجھے نہیں بتلائیں گے کہ آپ کون ہیں اس وقت تک میں آپ کو کچھ نہیں بتلاؤں گا۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"پہلے تم ہمیں بتلاؤ تو ہم اپنے بارے میں بتلائیں گے"

بوڑھے نے پوچھا کیا میری خبر کے بدلے میں ہی آپ اپنے بارے میں بتلائیں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! تب بوڑھے نے کہا،

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمد ﷺ اور ان کے صحابہ نے فلاں فلاں دن مدینہ سے کوچ کیا ہے لہٰذا اگر اس بتانے والے نے مجھ سے صحیح بتایا ہے تو آج ان کو فلاں جگہ ہونا چاہیئے۔"

یہ جگہ اس نے وہی بتلائی جہاں مسلمانوں کا لشکر ٹھہرا ہوا تھا۔ پھر اس نے کہا،

"دوسرے مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریش کے لشکر نے فلاں فلاں دن مکہ سے کوچ کیا ہے۔ لہٰذا اگر اس بتانے والے نے مجھ سے صحیح کہا ہے تو آج وہ فلاں جگہ ہوں گے۔"

یہ بھی وہی جگہ تھی جہاں اس روز قریشی لشکر پہنچ چکا تھا۔ غرض جب وہ یہ اطلاعات دے چکا تو اس نے پھر اپنا سوال دہرایا کہ آپ دونوں کون ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"ہم پانی (اچھل کر نکلنے والے پانی یعنی منی) سے تعلق رکھتے ہیں،"

اس طرح آنحضرت ﷺ نے اس بوڑھے کو گول مول جواب دے کر اپنا وعدہ بھی پورا فرما دیا اور اس کو اپنے بارے میں بے خبر بھی رکھا (عرب میں یہ طریقہ تھا کہ مختلف علاقوں میں جہاں لوگ رہتے تھے وہاں کا پتہ وہ پانی کا نام لے کر ہی بتلایا کرتے تھے کہ ہم فلاں علاقہ کے پانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ بوڑھا یہ جواب سن کو اچنبھے میں پڑ گیا اور کہنے لگا،

"پانی سے تعلق رکھتے ہیں کیا عراق کے پانی سے آئے ہیں؟"

Presented by Ziaraat.Com

(یعنی وہ پانی سے مراد اس محاورہ کے مطابق سمجھا جبکہ آپ ﷺ کا اشارہ اس حقیقت کی طرف تھا کہ انسان کی اصل پانی یعنی منی کا ایک قطرہ ہے جس سے وہ اس دنیا میں آتا ہے جس کو قرآن پاک میں مَاءٍ دَافِقٍ یعنی اچھل کر نکلنے والا پانی فرمایا گیا ہے) مگر کتاب امتاع میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ ہم پانی سے آئے ہیں تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے عراق کی سمت میں اشارہ فرمایا تھا۔ اسی لئے اس نے پوچھا کہ کیا عراق کے پانی سے آئے ہیں؟ چونکہ عراق میں پانی کی کثرت اور بہتات تھی اس لئے بوڑھے نے اس اشارہ سے یہ سمجھ لیا کہ عراق کا پانی مراد ہے کہ ہم عراق سے آئے ہیں۔

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس جواب میں توریہ اور مغالطہ دیا گیا ہے کہ ایک بات کہہ کر دوسری بات مراد لی گئی ہے۔ جبکہ ہجرت کے بیان میں گزر چکا ہے کہ نبی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ظاہری طور پر ہی سہی جھوٹ بولے اور مغالطہ آمیز بات کہے۔

مگر قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ وہ روایت جو ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے ابراہیمؑ کے بارے میں فرمایا ہے کہ انہوں نے تین جھوٹ بولے تو وہاں آپ ﷺ نے اسی مغالطہ آمیزی اور تعریض کو جھوٹ کا نام دیا ہے کیونکہ ظاہری طور پر تو وہ جھوٹ ہی ہیں۔ (یہ تین جھوٹ کے متعلق حدیث مسلم کی ہے جس پر بہت طویل اور مفصل بحثیں ہیں جو یہاں غیر ضروری ہیں)۔

غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان واپس تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے ان کیلئے دعا فرمائی جو پیچھے گزر چکی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو میدان بدر میں فتح و نصرت عطا فرمائی اور جب وہ وہاں سے لوٹے تو انکی حالت ہی بدلی ہوئی تھی۔ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کے پاس ایک دو اونٹ نہ ہوں، سب کے پاس لباس اور کپڑوں کی بہتات ہو گئی اور حق تعالیٰ نے ان کو رزق سے مالا مال فرما دیا۔ یہ روایت ابو داؤد نے حضرت عمرو ابن عاصؓ سے پیش کی ہے کہ قریش کا جو سامان رسد اور کپڑے وغیرہ تھے وہ سب مجاہدوں کو مل گئے۔

کتاب امتاع میں یہ ہے کہ یہ دعا آنحضرت ﷺ نے اس وقت فرمائی تھی جب آپ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے یعنی مدینہ میں لشکر کے کوچ سے پہلے جو چھاؤنی بنی ہوئی تھی وہاں سے روانگی کے وقت یہ دعا فرمائی تھی اور وہ جگہ بیوت السقیاء تھی جیسا کہ بیان ہوا۔ پیچھے جو اس دعا کے الفاظ گزرے ہیں ان میں یہ بھی تھا کہ یہ مسلمان نادار ہیں ان کو غنی بنا دے۔ چنانچہ مجاہدوں نے جو جنگی قیدی بنائے ان کی وجہ سے مسلمانوں کو دولت بھی ملی اور ہر خاندان خوشحال ہو گیا۔ بہر حال یہ بات قرین قیاس ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ نے یہ دعا دو مرتبہ فرمائی ہو۔

ایک عربی بھشتی سے پوچھ گچھ...... شام کو آنحضرت ﷺ نے لشکر کے پڑاؤ سے حضرت علیؓ، حضرت زبیر ابن عوامؓ اور حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کو چند دوسرے صحابہ کے ساتھ میدان بدر کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں کے بارے میں تازہ خبریں لے کر آئیں۔ انہیں قریش کا ایک پانی ڈھونے والا جانور نظر آیا اس کے ساتھ ایک تو بنی حجاج کا غلام تھا اور ایک بنی عاص کا غلام تھا۔ صحابہ ان لوگوں کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نماز میں مشغول تھے۔ صحابہ نے ان سے پوچھا کہ تم دونوں کون ہو؟ صحابہؓ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ ابوسفیان کے آدمی ہیں (اور اس تجارتی قافلے سے تعلق رکھتے ہیں) ان دونوں نے کہا،

www.Ziaraat.Com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

"ہم قریش کے پانی ڈھونے والے ہیں۔"

صحابہ نے اس پر یقین نہیں کیا اور انہیں مارا۔ جب ان پر مار پڑی تو انہوں نے جان بچانے کے لئے کہہ دیا کہ ہم ابوسفیان کے آدمی ہیں۔ اس پر صحابہ نے ان کو مارنا چھوڑ دیا۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا،

"جب ان دونوں نے تم سے سچ بولا تو تم نے ان کو مارا اور جب جب انہوں نے جھوٹ بولا تو تم نے مارنے سے ہاتھ روک لئے۔ خدا کی قسم یہ قریش کے لشکر کے آدمی ہی ہیں اور مجھے قریش کے متعلق خبریں دیں گے۔"

رسول خدا کی حکمت عملی...... انہوں نے کہا کہ قریش ریت کے اس ٹیلے کے پیچھے ہیں جو وادی کے بلند کنارے کی طرف ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ ان لوگوں کی تعداد کتنی ہے۔ انہوں نے کہا بہت ہے (یعنی انہوں نے صحیح تعداد نہیں بتلائی) ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا،

"خدا کی قسم ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بڑے بڑے بہادر لوگ ہیں۔"

آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ان کی تعداد کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے بہت کوشش کی کہ ان سے قریش کی صحیح تعداد معلوم فرمالیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر آپ ﷺ نے حکمت عملی کے ساتھ یہ بات معلوم فرمائی۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ وہ لوگ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ ان سقوں نے کہا کہ کسی دن نو اور کسی دن دس جانور ذبح کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بس تو ان کے لشکر کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے۔ یعنی ایک اونٹ کا گوشت سو آدمیوں کو کافی ہوتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا؟

"قریش کے معزز لوگوں میں سے ان کے ساتھ کون کون ہے؟"

انہوں نے کہا کہ عتبہ اور شیبہ ابن ربیعہ، ابوالبختری ابن ہشام، حکیم ابن حزام، نوفل ابن خویلد، حرث ابن عامر ابن نوفل، طعیمہ ابن عدی ابن نوفل، نضر ابن حرث، زمعہ ابن اسود، ابو جہل ابن ہشام، امیّہ ابن خلف، نبیہ اور منبّہ ابن حجاج اور سہیل ابن عمر و عامری۔

یہ حضرت سہیل بعد میں فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوگئے تھے اور قریش کے بڑے سرداروں اور بلند پایہ خطیبوں میں سے تھے۔ آگے آئے گا کہ یہ اس غزوہ میں گرفتار ہوگئے تھے۔ ان کے علاوہ قریشی لشکر میں عمر ابن عبدود بھی تھا۔

غرض یہ سن کر آنحضرت ﷺ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا،

"مکہ نے اپنا دل جگر نکال کر تمہارے مقابلے کے لئے بھیجا ہے۔ یعنی اپنے تمام معزز اور بڑے بڑے لوگ بھیج دیئے ہیں۔"

قریشی لشکر کا سفر...... کہا جاتا ہے کہ قریش کے سفر اور قیام میں دس راتیں لگیں یہاں تک کہ وہ جحفہ کے مقام پر پہنچ گئے جو رابغ کے قریب ایک گاؤں ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ یہاں وہ شام کے وقت پہنچے۔ کتاب امتاع میں ہے کہ جحفہ کے مقام پر پہنچ کر انہوں نے اپنے ساتھ کی گانے ناچنے والیاں واپس بھیج دی تھیں۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: مسلم اور ابوداؤد میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے

Presented by Ziaraat.Com

جب حضرت علیؓ وغیرہ کو قریش کی خبریں لینے کے لئے مقام بدر کی طرف بھیجا تو وہاں قریشی بھشتی انہیں ملے جو پانی ڈھو رہے تھے ان میں بنی حجاج کا ایک سیاہ فام غلام بھی تھا۔ حضرت علیؓ وغیرہ اس شخص کے پاس آئے اور اس سے ابوسفیان کے متعلق معلوم کرنے لگے۔ وہ کہنے لگا کہ ابوسفیان کے متعلق بھلا مجھے کیا معلوم ہے۔ جب وہ یہ کہتا تو صحابہ اس کو مارتے اور جب کہتا کہ یہ لوگ ابوسفیان کے آدمی ہیں تو صحابہ اس کو چھوڑ دیتے۔

کتاب امتاع میں یوں ہے کہ اس رات عبیدہ ابن سعید ابن عاص کا غلام یسار پکڑا گیا۔ منبہ ابن حجاج کا غلام مسلمان ہو گیا۔ نیز امیہ ابن خلف کا غلام ابورافع بھی پکڑا گیا۔ ان سب کو آنحضرت ﷺ کے پاس لایا گیا جو اس وقت نماز میں مشغول تھے وغیرہ وغیرہ۔

اس سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا صرف اتنا ہے کہ بعض راویوں نے تینوں گرفتار ہونے والوں کا ذکر کیا اور بعض نے صرف دو ہی کا ذکر کیا۔ جبکہ بعض راویوں نے صرف ایک ہی شخص کا تذکرہ کیا۔ واللہ اعلم۔

قریش کے ایک لشکری جہیم کا خواب...... قریش کے ساتھ بنی مطلب ابن عبد مناف میں کا ایک شخص بھی تھا جس کا نام جہیم ابن صلت تھا۔ یہ غزوۂ خیبر کے سال میں مسلمان ہو گئے تھے اور آنحضرت ﷺ نے خیبر کے مال غنیمت غنی سے ان کو تیس وسق وزن کا مال دیا تھا (عرب کا ایک وزن جو ساٹھ صاع کا ہوتا تھا اور ایک صاع ساڑھے تین سیر یا تین کلو کا ہوتا ہے۔ وسق ایک اونٹ کے وزن کو بھی کہتے ہیں)۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

غرض ایک دن لشکر میں یہ سونے کے لئے لیٹے جیسے ہی ان کی آنکھ لگی کہ اچانک یہ گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے،

"کیا تم نے وہ سوار دیکھا جو ابھی میرے سامنے آکر رکا تھا؟"

لوگوں نے کہا نہیں (ہم نے تو کچھ نہیں دیکھا) تو یہ کہنے لگے،

"ابھی میرے سامنے ایک سوار آیا تھا وہ یہاں رکا اور کہنے لگا کہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ، زمعہ، ابو البختری، امیہ ابن خلف اور فلاں فلاں شخص قتل ہو گئے"

انہوں نے ان تمام سرداران قریش کے نام گنوائے جو غزوۂ بدر میں قتل ہوئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اس سوار نے پھر کہا کہ سہیل ابن عمرو اور فلاں فلاں لوگ گرفتار ہو گئے۔ انہوں نے ان سب لوگوں کے نام گنائے جو غزوۂ بدر میں گرفتار کر کے قیدی بنائے گئے تھے۔ پھر جہیم ابن صلت نے کہا،

"پھر اس سوار نے اپنے اونٹ کے سینے میں ہتھیار مارا اور اسے قریشی لشکر کی طرف دوڑا کر لے گیا۔ وہاں کوئی خیمہ ایسا باقی نہیں بچا جس میں اس اونٹ کا خون نہ پہنچا ہو۔"

یہ عجیب و غریب بات سن کر ان کے ساتھیوں نے کہا،

"معلوم ہوتا ہے تمہارے ساتھ شیطان آکر کوئی دل لگی کر گیا ہے"

اس کے بعد جلد ہی یہ خواب تمام قریشی لشکر میں مشہور ہو گیا۔ جب ابوجہل نے سنا تو وہ بولا،

"اب بنی ہاشم کے ساتھ ساتھ بنی مطلب کا جھوٹ اور دروغ گوئی بھی سامنے آنے لگی ہے۔ کل تم دیکھ ہی لوگے کہ کون قتل ہوتا ہے۔؟"

ایک روایت میں یوں ہے کہ ابوجہل نے یہ خواب سن کر کہا،

Presented by Ziaraat.Com

"تو بنی مطلب میں یہ دوسرا نبی پیدا ہو گیا ہے۔ کل پتہ چل جائے گا کہ کون مارا جاتا ہے ہم یا محمد ﷺ اور ان کے ساتھی۔"

لشکر میں بدشگونی اور بنی عدی کی واپسی...... قریشی لشکر جب مکہ سے چلا تو سب سے پہلے جس نے اونٹ ذبح کیے وہ ابو جہل ہی تھا۔ اس نے دس اونٹ مر ظہران کے مقام پر ذبح کیے تھے۔ ان میں سے کچھ اونٹ پوری طرح ذبح نہیں ہو سکے اور وہ اٹھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور زخمی حالت میں لشکر کے درمیان چکراتے پھرنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر کے خیموں میں سے کوئی خیمہ ایسا نہیں بچا جس میں ان کا خون نہ پہنچا ہو۔ کتاب امتاع میں یوں ہی ہے۔

لشکر کی ضیافتیں...... ان کے ساتھ بنی عدی کے جو لوگ تھے وہ یہ واقعہ دیکھ کر یہیں سے واپس ہو گئے کیونکہ انہوں نے اس کو بڑی بدشگونی سمجھا۔

پھر عسفان کے مقام پر پہنچے تو اس دفعہ سفیان ابن امیہ نے نو اونٹ ذبح کیے۔ پھر قدید کے مقام پر سہیل ابن عمرو نے دس اونٹ ذبح کیے۔ قدید سے روانہ ہو کر یہ لوگ راستہ بھٹک گئے آخر صبح کو جحفہ کے مقام پر پہنچے تو یہاں عتبہ ابن ربیعہ نے دس اونٹ ذبح کیے۔ اس کے بعد ابواء کے مقام پر پہنچے تو مقیس ابن عمرو جمحی نے نو اونٹ ذبح کیے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابواء کے مقام پر جس نے جانور ذبح کیے تھے وہ نبیہ اور منبہ ابن حجاج تھے انہوں نے دس اونٹ ذبح کیے تھے۔ اسی طرح حضرت عباس نے بھی اپنی طرف سے دس اونٹ ذبح کر کے لشکر کو کھانا کھلایا۔ پھر حرث ابن عامر ابن نوفل نے نو اونٹ ذبح کیے۔ مقام بدر کے پانی پر پہنچ کر ابو البختری نے دس اونٹ ذبح کیے۔ پھر اسی مقام پر مقیس ابن عمرو جمحی نے نو اونٹ ذبح کیے۔

اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی تو سب لوگ اپنے اپنے کھانے میں سے کھانے لگے جو ہر ایک ساتھ لے کر آیا تھا (یعنی اب تک تو اس طرح بڑے بڑے سرداروں کی طرف سے دعوتیں اور ضیافتیں ہو رہی تھیں پھر جنگ کے ہنگامہ میں ہر شخص خود اپنی رسد میں کھانے لگا)۔

مسلم جاسوسوں کی سراغ رسانی...... ادھر آنحضرت ﷺ کے لشکر اور قریشی لشکر کے بدر پہنچنے سے پہلے صحابہ میں سے دو آدمی بدر کے مقام پر پہنچے تھے جیسا کہ آنے والی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں صحابہ ان دونوں لشکروں سے پہلے یہاں پہنچے تھے اگرچہ گزشتہ تفصیل اس کے خلاف ہے۔ یہ دونوں بدر میں ایک ٹیلے کے پاس آکر ٹھہرے (یعنی یہ دونوں آنحضرت ﷺ کی طرف سے روانہ کیے گئے تھے تاکہ قریشی لشکر کے متعلق تازہ خبریں لے کر آئیں) یہاں یہ دونوں بدر کے چشمہ پر پہنچ کر اپنے مشکیزے بھرنے لگے۔ وہاں ایک اور شخص بھی تھا اور وہیں دو لڑکیاں کھڑی ہوئی آپس میں قرض کے لین دین پر جھگڑ رہی تھیں۔ ان میں سے جو قرض خواہ تھی وہ قرض دار پر تقاضہ کر رہی تھی۔ آخر قرض دار لڑکی نے کہا،

"کل یا پرسوں یہاں ایک تجارتی قافلہ پہنچنے والا ہے میں اس کی مزدوری سے تیرا قرض چکا دوں گی۔!"

ابوسفیان کے قافلے کا بحفاظت سفر...... اس پر اس شخص نے جو وہاں کھڑا ہوا تھا کہا کہ تو ٹھیک کہہ رہی ہے۔ پھر اس نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرا دیا۔ یہ بات ان دونوں آدمیوں نے سن لی (کہ کل یہاں تجارتی قافلہ پہنچنے والا ہے) وہ دونوں فوراً اپنے اونٹ پر سوار ہو کر واپس لوٹے اور آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر

Presented by Ziaraat.Com

آپ ﷺ کو یہ اطلاع دی۔ ادھر ابوسفیان اپنے قافلے کو (مسلمانوں کے ڈر سے) بچا کر نکال لے گیا اور دوسرے راستے سے نکلتا ہوا وہیں بدر کے چشمہ پر جا پہنچا۔ وہاں اس نے اسی شخص کو دیکھا تو ابوسفیان نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہاں کسی کو آتے دیکھا۔ اس نے کہا،

"میں نے یہاں کسی کو نہیں دیکھا۔ ہاں دو اونٹ سوار ضرور یہاں آئے تھے انہوں نے اس ٹیلے کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا پھر اپنے مشکیزے پانی سے بھرے اور اس کے بعد وہ دونوں یہاں سے روانہ ہو گئے۔"

ابوسفیان کا تجسس اور اضطراب...... یہ معلوم کر کے ابوسفیان اس جگہ آیا جہاں انہوں نے اپنے اونٹ بٹھائے تھے۔ یہاں سے اس نے اونٹوں کی مینگنیاں اٹھائیں اور انہیں توڑ کر دیکھا۔ ایک مینگنی میں سے ایک گٹھلی نکلی۔ ابوسفیان اس کو دیکھ کر کہنے لگا کہ خدا کی قسم یہ مدینہ کی کھجور کی گٹھلی ہے۔

ابوسفیان کا قریشی لشکر کو واپسی کا پیغام...... اس کے بعد وہ تیزی سے اپنے قافلے میں آیا اور اپنے قافلے کو ایک دوسرے راستے سے اس طرح لے گیا کہ مقام بدر کو بائیں جانب چھوڑتا ہوا بڑھ گیا۔ ابوسفیان نہایت تیزی سے اپنے قافلے کو لئے جا رہا تھا۔ آخر جب اسے اطمینان ہو گیا کہ وہ اپنے قافلے کو بچا لانے میں کامیاب ہو گیا ہے تو اس نے قریش کے پاس پیغام بھیجا کیونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ قریش مکہ اس کے قافلے کو بچانے کے لئے پورا لشکر لے کر مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور اس وقت جحفہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ابوسفیان نے قافلے کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد قریشی لشکر میں قاصد بھیجا جس نے ان سے کہا،

"تم لوگ لشکر لے کر اسی لئے نکلے تھے کہ اپنے قافلے، اپنے آدمیوں اور مال و دولت کو دشمن سے بچا سکو۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے بچا دیا ہے اس لئے اب تم لوگ واپس مکہ کو روانہ ہو جاؤ۔"

ابوجہل کا واپسی سے انکار اور رنگ رلیاں...... مگر یہ پیغام سن کر ابوجہل نے کہا،

خدا کی قسم ہم اس وقت تک واپس نہیں ہوں گے جب تک کہ بدر کے میلے میں تین دن نہ ٹھہر لیں۔ وہاں ہم تین دن تک اونٹ ذبح کریں گے، شراب و کباب میں وقت گزاریں گے اور حوروش رقاصائیں تین روز کے اس جشن میں نغمہ و ساز سے ہمارا دل بہلائیں گی۔ جب عرب کے لوگ ہماری آمد اور ہمارے لشکر کے متعلق سنیں گے تو ان کے دلوں میں ہماری ہیبت بیٹھ جائے گی اور وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔"

یہاں طبلہ و ساز کے لئے معازف کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کے معنی گانے بجانے کے بھی ہیں۔ ایک قول ہے کہ چنگ و رباب کو کہتے ہیں اور ایک قول ہے کہ طنبوروں کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ یمن کے سازوں میں سے ایک قسم کا ساز ہوتا تھا۔

آگے بدر موعد کے بیان میں آئے گا کہ بدر کی بستی میں ہر سال ذی قعدہ کا چاند نظر آنے پر میلہ لگا کرتا تھا جو آٹھ دن تک جاری رہتا تھا۔ مگر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ ابوجہل نے اس میلے تک بدر کے مقام پر ٹھہرنے کا ارادہ کیا ہو کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ اس کے لشکر کو وہاں رمضان کا بقیہ مہینہ اور پورا شوال کا مہینہ ٹھہرنا پڑتا۔ (لہٰذا گذشتہ سطروں میں ابوجہل کا جو قول گزرا ہے کہ ہم بدر کے میلے میں تین دن ٹھہر کر قربانیاں کریں گے وہ قابل غور ہے)۔

(قال) جب ابوسفیان نے اپنے قافلے کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد قریشی لشکر کو واپس مکہ جانے کے لئے کہلایا اور اس پر ابوجہل نے یہ جواب دیا کہ ہم بدر کے میلے تک ٹھہریں گے جیسا کہ بیان ہوا تو اس

Presented by Ziaraat.Com

پر ابوسفیان نے کہا،

"یہ سرکشی کی بات ہے اور سرکشی نقصان اور بدقسمتی کا نشان ہوتی ہے۔"

ابوسفیان کے پیغام پر بنی زہرہ کی واپسی......ابوسفیان کی طرف سے اس پیغام اور ابوجہل کے جواب پر اس کے لشکر میں سے بنی زہرہ کے لوگ فوراً واپس چلے گئے۔ ان کی تعداد تقریباً ایک سو تھی۔ ایک قول ہے کہ تین سو تھی اور ان کا امیر اخنس ابن شریق تھا۔ اسی لئے علامہ ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ غزوۂ بدر میں بنی زہرہ کے لوگوں میں سے ایک آدمی بھی قتل نہیں ہوا۔ مگر ایک دوسرا قول یہ ہے کہ بنی زہرہ میں سے غزوۂ بدر میں دو آدمیوں کے سوا کوئی شریک نہیں ہوا جو دونوں کفر کی حالت میں قتل ہوئے۔ غرض اخنس ابن شریق نے اپنی قوم بنی زہرہ سے کہا،

"اے بنی زہرہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارا مال و دولت بچالیا اور تمہارے آدمی مخرمہ ابن نوفل کو بھی رہائی دلادی تم اسے اور اس کے مال کو ہی بچانے کے لئے ان لوگوں کے ساتھ آئے تھے۔"

سردار بنی زہرہ کی ابوجہل سے گفتگو......(بنی زہرہ کے قبیلے میں سے یہ مخرمہ ابن نوفل، ابوسفیان کے قافلے کے ساتھ تجارت کی غرض سے گیا تھا اور اس کے مال میں قبیلے کے دوسرے لوگوں کا مال بھی رہا ہوگا۔ اس لئے جب ابوسفیان کے قافلے کو بچانے کے لئے قریش کے لوگ لشکر لے کر نکلے تو بنی زہرہ کے لوگ بھی اپنے آدمی اور اس کے مال کو بچانے کے لئے نکلے تھے۔ اب جبکہ ابوسفیان اپنے قافلے کو مسلمانوں سے بچا کر نکال لے گیا تو ابوسفیان نے لشکر کے سردار ابوجہل سے کہلایا کہ تمہارے آنے کا مقصد میرے قافلے کو بچانا تھا سو وہ بچ گیا اس لئے اب واپس مکہ چلے جاؤ مگر ابوجہل نے گھمنڈ میں آکر یہ کہا کہ اب میں بدر کے میلے میں شرکت کر کے ہی جاؤں گا۔ اس پر بنی زہرہ کے سردار اخنس ابن شریق نے اپنے آدمیوں کو واپس چلنے کے لئے کہ کہا ہمارا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا اللہ اب بلاوجہ ہم مسلمانوں نے ٹکرانا نہیں چاہتے غرض اخنس نے کہا)۔

"اب تم میرے ساتھ اس مال کی حفاظت کرو اور لوٹ چلو کیونکہ بے فائدہ تمہیں لشکر لے کر نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اس کی کیا ضرورت ہے کہ بدر کے میلے میں شریک ہوں جیسا کہ یہ شخص یعنی ابوجہل کہتا ہے۔"

پھر اس نے ابوجہل سے علیحدگی میں کہا،

"کیا تمہارا خیال ہے کہ محمد ﷺ جھوٹے ہیں؟"

ابوجہل نے کہا،

"انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا یہاں تک کہ ہم ان کو امین کہا کرتے تھے۔ مگر اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر بنی عبدالمطلب کے خاندان میں منصب سقایہ یعنی حاجیوں کو پانی پلانے کا اعزاز، منصب رفادہ یعنی حاجیوں کے لئے کھانے کے انتظام کا اعزاز اور منصب مشورہ کے ساتھ ساتھ نبوت کا اعزاز بھی چلا گیا تو آخر ہمارے لئے کیا اعزاز اور بڑائی باقی رہ جائے گی۔"

اس پر اخنس وہاں سے ہٹ آیا اور بنی زہرہ کو ساتھ لے کر لشکر سے لوٹ گیا۔ اخنس کا اصل نام اُبی تھا۔ اس کو اخنس اسی وجہ سے کہا جانے لگا تھا جب یہ قریشی لشکر کا ساتھ چھوڑ کر پیچھے ہٹ آیا تھا کیونکہ اخنس کے معنی پیچھے ہٹ آنے کے ہیں۔ یہ اخنس بنی زہرہ کا حلیف یعنی معاہدہ بردار تھا اور ان میں سرکردہ آدمی سمجھا جاتا

Presented by Ziaraat.Com

تھا۔ پھر یہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو گئے تھے اور آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی دلداری کے طور پر کچھ مال عنایت فرمایا تھا جیسا کہ آپ ﷺ نے کچھ دوسرے لوگوں کی بھی اسی طرح دلداری فرمائی تھی۔

مگر علامہ سہیلی نے ایک روایت بیان کی ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں کفر کی حالت میں مارے گئے تھے۔ یہی بات علامہ تلمسانی نے کتاب شفاء کے حاشیہ میں بھی لکھی ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں قاضی بیضاوی کے قول کو دلیل بنایا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَافِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ۔

(آیت ۲۰۴ سورۂ بقرہ، پ ۲، ع ۲۵)

ترجمہ:۔ اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزیدار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر بتاتا ہے اپنے مافی الضمیر پر حالانکہ وہ آپ کی مخالفت میں نہایت شدید ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اخنس ابن شریق کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ اور ھر کتاب اصابہ میں ہے کہ اخنس (مسلمان ہوئے اور) ان لوگوں میں سے ہیں جن کی آنحضرت ﷺ نے مال دے کر دلداری فرمائی ہے اور یہ کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔

سدی سے روایت ہے کہ اخنس نے آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا اور کہا تھا کہ اللہ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں۔ اس کے بعد یہ وہاں سے فرار ہو گئے۔ راستے میں یہ مسلمانوں کے ایک علاقہ سے گزرے تو وہاں انہوں نے مسلمانوں کی کھیتیاں جلادیں اس پر وہ آیت نازل ہوئی جو پیچھے بیان ہوئی۔

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہے کہ اخنس مسلمان ہوئے تھے مگر میں کہتا ہوں کہ صحابہ کی ایک جماعت نے ان کا مسلمان ہونا ثابت کیا ہے لہٰذا اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید وہ مسلمان ہوئے اور پھر بعد میں مرتد ہو گئے اور اس کے بعد پھر مسلمان ہو گئے۔ یہاں تک کتاب اصابہ کا حوالہ ہے۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ اخنس مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ مگر بعض علماء نے یوں لکھا ہے کہ غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے تین آدمی ایسے تھے جو بیٹا، باپ اور دادا تھے یعنی اخنس، ان کا بیٹا یزید اور اس کا بیٹا معن بہر حال روایتوں کے اس اختلاف کی وجہ سے یہ بات قابل غور ہے۔

بنی ہاشم کی واپسی کی خواہش اور ابو جہل کا دباؤ...... (قال) غرض آگے کہتے ہیں کہ پھر بنی ہاشم نے بھی یہیں سے واپس مکہ جانے کا ارادہ کیا مگر ابو جہل نے ان پر بہت زیادہ سختی کی اور لوگوں سے کہا کہ یہ گروہ کسی صورت میں بھی ہمیں چھوڑ کر جانے نہ پائے بلکہ ہمارے ساتھ ہی جائے۔

مسلمانوں کو پانی کی پریشانی اور غیبی امداد...... غرض اس کے بعد یہ قریشی لشکر آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ اس نے عدوۃ القصویٰ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا جہاں سے پانی قریب تھا۔ ادھر آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے لشکر نے پانی سے کافی فاصلے پر پڑاؤ ڈالا۔ مسلم پڑاؤ سے پانی تک ایک منزل کا فاصلہ تھا۔ مسلمانوں کو پیاس کی تکلیف ہوئی اور بہت سوں کو غسل کی ضرورت پیش آگئی ان میں سے اکثر مضطرب ہو گئے اور انکے دلوں میں شیطان نے غصہ پیدا کر دیا اور یہ وسوسہ ڈالا کہ تم اپنے آپ کو اللہ والے سمجھتے ہو کہ تم حق پر ہو اور تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں جبکہ مشرک تم پر اس لحاظ سے غالب آگئے کہ انہوں نے پانی پر قبضہ کر لیا اور تم پیاس سے بلک رہے ہو اور ناپاکی

Presented by Ziaraat.Com

کی حالت میں نماز پڑھ رہے ہو۔ جبکہ تمہارے دشمن صرف اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ پیاس کی وجہ سے تمہارے حوصلے ٹوٹ جائیں اور تمہاری قوت و طاقت ختم ہو جائے تاکہ پھر وہ جیسے چاہیں تمہارے ساتھ معاملہ کریں۔

کتاب شفا میں یہ لفظ ہیں کہ تاکہ جب پیاس سے تم لوگ نڈھال اور کمزور ہو جاؤ تو وہ تمہاری طرف بڑھیں اور جن کو قتل کرنا چاہیں انہیں قتل کر کے بقیہ کو اپنے ساتھ قیدی بنا کر مکہ کی طرف ہنکالے جائیں (یہ وسوسے مسلمانوں کے دلوں میں شیطان نے ڈالنے شروع کئے) اس پر وہ بہت سخت پریشان اور فکر مند ہوئے۔

جس وادی میں مسلمان ٹھہرے ہوئے تھے اس میں مٹی اور ریت بہت تھا اور زمین نرم تھی جس میں پیر دھنستے تھے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی پریشانی دیکھ رہا تھا اس نے اچانک وہاں بارش برسا دی جس سے گرد و غبار دب گیا اور مٹی جم گئی اس طرح آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کی تکلیف ختم ہو گئی۔ سب بارش کے پانی سے تازہ ہو گئے۔ لوگوں کے دلوں سے شیطان کے وسوسے دور ہو گئے۔ سب نے سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے چھاگل بھر لئے اور اپنی سواریوں کو بھی پانی پلایا اور خوب نہا دھو کر تر و تازہ ہو گئے۔ اسی کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ۔

(آیت ۱۱ سورۂ انفال، پ ۹، ع ۲)

ترجمہ :- اور اس کے قبل تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ اس پانی کے ذریعہ تم کو حدث اصغر و اکبر سے پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسے کو رفع کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے پاؤں جما دے۔

یعنی حق تعالیٰ نے تم پر بارش کا پانی نازل فرمایا تاکہ تمہیں گندگیوں سے پاک کر دے اور شیطانی وسوسے تمہارے دلوں سے نکال دے اور تمہارے دلوں کو قوت و حوصلہ عطا فرمائے اور تمہارے پاؤں جما دے یعنی مٹی اور ریت کو جما دے تاکہ اس میں تمہارے قدم نہ دھنسیں۔

غیبی امداد مسلمانوں کے لئے رحمت اور کفار کے لئے زحمت...... ادھر اسی بارش کی وجہ سے قریش سخت مصیبت میں پڑ گئے اور وہ نہ تو اپنے پڑاؤ سے نکلنے کے قابل رہے اور نہ پانی کے چشمے تک پہنچنے کے قابل رہے۔ اس طرح یہ بارش جہاں ایک طرف مسلمانوں کے لئے نعمت اور قوت ثابت ہوئی وہیں دوسری طرف مشرکوں کے لئے ایک مصیبت اور بلا بن گئی۔

آنحضرت ﷺ کی دعائیں...... حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رات میں اچانک بارش ہوئی اور ہم پانی سے بچنے کے لئے درختوں وغیرہ کے نیچے پہنچ گئے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے دعائیں مانگتے ہوئے گزاری۔

حضرت علیؓ سے ہی روایت ہے کہ اس رات ہم میں سے سوائے رسول اللہ ﷺ کے کوئی شخص شب بیدار نہیں تھا۔ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور بہت لمبے لمبے سجدے کر رہے تھے۔ آپ سجدے میں گر کر مسلسل یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ کا ورد فرما رہے تھے یہاں تک کہ اسی طرح صبح ہو گئی۔

(ی) اس لئے کہ اس رات تمام مسلمانوں کو زبردست سستی اور نیند کا خمار محسوس ہوا جس کی وجہ سے ہر شخص پہلو پر لیٹ کر سو گیا۔

(ی) حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل کا سکون حاصل ہو گیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

جہاں تک سستی اور اونگھ کا تعلق ہے تو ایسی سُستی اور اونگھ دو ہی مرتبہ پیدا ہوئی ہے۔ ایک غزوۂ بدر کی سستی اور دوسری غزوۂ احد کی سستی۔ کیونکہ یہاں یعنی غزوۂ بدر میں رات کے وقت یہ اونگھ اور سستی پیدا ہوئی تھی اور غزوۂ احد میں جنگ کے وقت یہ سُستی پیدا ہوئی تھی۔

اب جہاں تک جنگ کے وقت یا جنگ کی تیاری کے وقت جو ٹکراؤ کا وقت تھا اونگھ اور سُستی کے دل کا سکون ہونے کا تعلق ہے تو یہ بات ظاہر ہے ہاں اس سے پہلے نہیں (اور اونگھ اور نیند کا خمار بے فکری کی دلیل ہے تو گویا حق تعالیٰ نے غزوۂ بدر سے پہلے اور غزوۂ احد کی شکست کے وقت مسلمانوں میں سُستی یعنی بے فکری پیدا فرمادی)۔

غزوۂ بدر میں ملائکہ کی شرکت...... علامہ شمس شامی نے لکھا ہے کہ جب اس جنگ میں ملائکہ یعنی فرشتے نازل ہوئے اور لوگ اپنی صفوں میں کھڑے تھے انہوں نے دشمن پر حملہ نہیں کیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے ان کو فرشتوں کے نازل ہونے کی خوش خبری سنائی تو سب لوگوں کو اطمینان اور سکون حاصل ہو گیا، ساتھ ہی ان کو اونگھ اور سُستی بھی پیدا ہوئی جو اطمینان کی دلیل ہے۔ اس کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو عین ٹکراؤ کے وقت نیند کا خمار محسوس ہوا۔ ورنہ کہا جاتا ہے کہ یہ جملہ کہ سب لوگوں کو نیند کا خمار محسوس ہوا۔ جملہ حالیہ مانا جائے گا یعنی یوں کہا جائے گا کہ...... اس حال میں اس رات میں لوگوں کو یہ خمار اور سُستی جنگ کے وقت نہیں بلکہ اس سے پہلے محسوس ہوئی تھی۔ چنانچہ اب اگر جنگ کے بعد بھی یہ خمار مان لیا جائے تو کوئی اشکال کی بات نہیں۔

چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ میدان جنگ میں ٹکراؤ کے وقت سُستی اور خمار کا محسوس ہونا ایمان کی علامت ہے اور نماز میں خمار کا محسوس ہونا نفاق کی علامت ہے۔ (ی) کیونکہ جنگ کے وقت خمار کا محسوس ہونا دل جمعی اور اطمینان قلب کو ظاہر کرتا ہے اور نماز کی حالت میں خمار کا ہونا نماز سے لاپروائی کو ظاہر کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا خطبہ اور فہمائش...... غرض جب صبح ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ لوگو! نماز کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ لوگ درختوں وغیرہ کے نیچے سے نکل نکل کر آگئے اور آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھائی اور پھر آپ نے جو خطبہ دیا اس میں لوگوں کو جنگ کے لئے ابھارا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا،

"اما بعد! میں تمہیں ایسی بات کے لئے ابھارتا ہوں جس کے لئے تمہیں اللہ تعالیٰ نے ابھارا ہے۔ یہاں تک کہ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اور تنگی اور سختی کے موقعوں پر صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ تمام تکلیفوں سے بچالیتا ہے اور تمام غموں سے نجات عطا فرماتا ہے۔"

حُبابؓ کا مشورہ...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ قریش سے پہلے پانی تک پہنچنے کے لئے بڑھے اور کامیاب ہوئے اور آپ ﷺ مقام بدر کے قریب ترین پانی کے چشمے پر پہنچ گئے جو بدر کے سب سے زیادہ قریب تھا اور وہیں آپ ﷺ نے قیام فرمایا۔ حضرت حُباب ابن منذرؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! یہاں جس منزل پر آپ ﷺ نے قیام فرمایا ہے کیا یہ ایسی منزل ہے جہاں قیام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے اور ہم یہاں سے نہ آگے بڑھ سکتے ہیں نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں یا یہ صرف آپ ﷺ کی رائے اور جنگی چال ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں یہ صرف رائے اور جنگی چال ہے۔ تب حضرت حُبابؓ نے عرض کیا،

"تو یا رسول اللہ! یہ جگہ مناسب نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ لوگوں کو یہاں سے ہٹا لیجئے اور وہاں قیام کیجئے جو دشمن کے پانی سے قریب ترین جگہ ہو۔ جب دشمن یعنی قریش پڑاؤ ڈالیں تو وہ چشمہ وہاں سے قریب ترین ہو۔"

پھر حضرت حُبابؓ نے عرض کیا،

"میں اس چشمے کے زبردست سوت اور پانی کی کثرت سے واقف ہوں کہ وہ کبھی خشک نہیں ہوتا ہم وہیں پڑاؤ ڈالیں گے اور پھر اس کے علاوہ جو گڑھے اور سوت ہیں ان کو پاٹ دیں گے۔"

یعنی جو دوسرے خام اور کچے کنویں ہیں ان کو بھر دیں گے پھر ہم اس چشمے پر حوض بنا کر اس میں پانی جمع کر لیں گے اور اس طرح ہمارے پاس پینے کا پانی کافی مقدار میں ہوگا جبکہ ان لوگوں کو پانی نہیں ملے گا کیونکہ دوسرے تمام گڑھے اس چشمے کے پیچھے ہوں گے۔

یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھی رائے دی ہے۔ اسی وقت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ حباب نے جو رائے دی ہے وہ بہت عمدہ اور مناسب ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ اور تمام لوگ وہاں سے روانہ ہوئے اور اس چشمے پر آئے جو اس جگہ سے قریب ترین تھا جہاں قریش نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ مسلمانوں نے یہاں قیام کیا اور پھر آپ ﷺ نے گڑھے بھرنے کا حکم دیا۔

علامہ سہیلیؒ کہتے ہیں کہ چونکہ کنواں عین یعنی چشمہ ہوتا ہے اس لئے اس کو انسان کی عین یعنی آنکھ کے طور پر بولا گیا اور انسانی آنکھ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آنکھیں اندر کو دھنس گئیں۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ دھنسا دی گئیں۔

لشکر اسلامی کے لئے حوض کی تعمیر...... پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کچے کنویں پر ایک حوض بنوائی جہاں آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا تھا اور اس میں پانی بھروادیا اور ڈول ڈلوا دیئے۔ (اور اس طرح حضرت حباب کے مشورے پر عمل فرمایا۔ ایسے کچے اور بغیر منّ کے کنویں کو عربی میں قلیب کہتے ہیں)۔

اسی وقت سے حضرت حُبابؓ کو ذی رائے کہا جانے لگا تھا۔ اگرچہ بعض لوگوں کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حُبابؓ اس سے پہلے اس لقب سے مشہور تھے۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب وہ قلیب مسلمانوں کی پشت پر تھا اور باقی گڑھے اس قلیب کے پیچھے تھے تو پھر ان کو پاٹ دینے کا کیا مطلب ہے کیونکہ اگر ان کو نہ بھی پاٹا جائے تو بھی مسلمانوں کو پانی ملتا رہتا اور مشرکوں کو نہ ملتا۔ للذا اب بھی کہا جا سکتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ مشرکین پشت کی طرف سے نہ آئیں للذا گڑھوں کو پاٹ دینے کی غرض یہ تھی کہ مشرکوں کو پانی کا لالچ بھی نہ رہے۔ بہرحال یہ بات قابل غور ہے۔

حضرت حُبابؓ کے پوچھنے پر آنحضرت ﷺ نے اپنے پڑاؤ ڈالنے کے متعلق یہ فرمایا تھا کہ یہاں خدا تعالیٰ کے حکم پر پڑاؤ نہیں ڈالا گیا ہے بلکہ صرف جنگی چال اور رائے کے پیش نظر پڑاؤ ڈالا گیا ہے۔ اس سے یہ دلیل نکلتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے جنگ میں اجتہاد کرنا جائز تھا۔ اب یہ جواز یا تو مخصوص حالات کے لحاظ سے تھا یا مطلقاً کیونکہ صورت سبب مخصوص نہیں ہوتی۔ البتہ ترجیحی قول یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے مطلقاً اجتہاد کرنا جائز تھا۔ اب احکام کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ سے جو اجتہاد سرزد ہوا اس کی دلیل آپ ﷺ کے اس قول سے ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے حرم کی سب چیزوں یعنی ڈلے، پتھر اور لکڑی وغیرہ کو کاٹنا

Presented by Ziaraat.Com

حرام قرار دیا تھا مگر اسی وقت حضرت عباسؓ نے کہا کہ سوائے گھاس کے۔ تو آپ ﷺ نے اجتہاد کر کے فرمادیا تھا کہ ہاں سوائے گھاس کے۔ مگر علامہ سبکیؒ نے کہا ہے کہ اجتہاد پر یہ دلیل قطعی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے اسی وقت آپ ﷺ کو اس سلسلے میں وحی بھیجی گئی ہو۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ مسلمان اس قلیب کے قریباً آدھی رات کے وقت پہنچے اور تبھی انہوں نے حوض بنا کر اس میں پانی بھرا اور ڈول ڈالے جبکہ اس سے پہلے انہوں نے سیر ہو کر پانی پیا۔ اس روایت کی تائید آگے آنے والی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔

سعدؓ کی طرف سے عریش بنانے کا مشورہ...... ادھر یہاں پہنچ کر حضرت سعد ابن معاذؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا،

"یا نبی اللہ! ہم آپ ﷺ کے لئے ایک عریش یعنی چھپّر نہ بنادیں۔ جو کھجور کے پتوں کا ایک سائبان ہوتا ہے۔ آپ ﷺ اس میں تشریف رکھیں۔ اس کے پاس آپ ﷺ کی سواریاں تیار رہیں اور ہم دشمن سے جا کر مقابلہ کریں۔ اب اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح کی عزت عطا فرمائی اور دشمن پر غالب فرمادیا تو ہمارے دل کی مراد بر آئے گی لیکن اگر دوسری شکل ہوئی (یعنی ہمیں شکست ہو گئی) تو آپ ﷺ سواریوں پر سوار ہو کر اپنے ان ساتھیوں کے پاس پہنچ جائیں جنہیں ہم پیچھے یعنی مدینہ میں چھوڑ آئے ہیں۔ کیونکہ جن لوگوں کو ہم گھروں پر چھوڑ آئے ہیں وہ ہم سے بھی زیادہ آپ ﷺ کے عشاق اور جاں نثار ہیں اور وہ بھی آپ ﷺ کے لئے جہاد کا جذبہ کم نہیں رکھتے۔ اگر انہیں خیال ہوتا کہ اس سفر میں آپ ﷺ کو جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ لوگ ہرگز وہاں نہ رکتے۔ وہ تو صرف یہ سمجھ رہے تھے کہ آپ ﷺ دشمن کے تجارتی قافلے پر حملہ کرنے جارہے ہیں۔ ورنہ شاید ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی حفاظت فرماتا اور وہ انتہائی خیر خواہی کے ساتھ آپ ﷺ کے شانہ بشانہ جہاد کرتے۔"

یہ مشورہ سن کر آنحضرت ﷺ نے حضرت سعدؓ کے جذبہ کی تعریف فرمائی اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا،

"اے سعد! اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس سے زیادہ بہتر چیز کا فیصلہ فرمالیا ہو؟"

یعنی ان کی فتح و نصرت کا اور دشمن پر ان کو غالب کرنے کا ارادہ فرمالیا ہے۔

سائبان کی تیاری...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے لئے ایک چھپّر بنایا گیا جو ایک ایسے اونچے ٹیکرے پر بنایا گیا تھا جہاں سے آپ ﷺ پورے میدان جنگ کو ملاحظہ فرما سکتے تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ اسی میں قیام فرما ہوئے۔

ابو بکرؓ بہادر ترین شخص...... حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا،

"بتلاؤ سب سے زیادہ بہادر شخص کون ہے؟"

صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بہادر شخص ابو بکرؓ ہیں۔ حضرت علیؓ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں جب ہم نے آنحضرت ﷺ کے لئے وہ چھپّر بنادیا تو ہم نے آپ ﷺ میں کہا کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہاں کون شخص رہے گا تاکہ مشرکوں میں سے کوئی شخص آپ ﷺ کے قریب نہ آسکے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں،

Presented by Ziaraat.Com

"خدا کی قسم یہ سن کر ہم میں ابو بکرؓ ہی آگے بڑھے اور آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر اپنی تلوار کا سایہ کر کے کہنے لگے کہ جو شخص بھی آنحضرت ﷺ کی طرف آنے کی جرأت کرے گا اسے پہلے اس سے یعنی ان کی تلوار سے نمٹنا پڑے گا۔"

اسی لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو سب سے زیادہ بہادر شخص قرار دیا۔ چنانچہ اس روایت سے شیعوں اور رافضیوں کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ خلافت کا مستحق حضرت علیؓ کے سوا کوئی شخص نہیں تھا کیونکہ وہ سب سے زیادہ بہادر شخص تھے۔

مگر یہ بات جنگ کی آگ بھڑکنے سے پہلے کی ہے کہ (صرف حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری لی تھی) کیونکہ جنگ کے شروع ہونے کے بعد خود حضرت علیؓ چھپر کے دروازے پر نگہبانی کے فرائض انجام دے رہے تھے جبکہ وہیں یعنی چھپر کے دروازے کے پاس حضرت ابو بکرؓ اور حضرت سعد ابن معاذؓ انصاریوں کے ایک دستے کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے تعینات تھے جیسا کہ آگے آئے گا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت علیؓ سے زیادہ بہادر تھے تو اس کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت علیؓ کو آنحضرت ﷺ پہلے ہی اطلاع دے چکے تھے کہ ان کو ابن ملجم ہی قتل کرے گا۔ اسی لئے حضرت علیؓ جب بھی جنگ میں شریک ہوتے اور دشمن کے سامنے پہنچتے تو ان کو یقین سے معلوم ہوتا تھا کہ ان میں سے کوئی شخص بھی مجھے قتل نہیں کر سکتا لہٰذا وہ ایسے مطمئن رہتے تھے جیسے اپنے بستر پر سو رہے ہوں۔ لیکن جہاں تک حضرت ابو بکرؓ کا تعلق ہے تو ان کو اس کی اطلاع نہیں تھی کہ ان کو قتل کرنے والا کون ہے؟ چنانچہ وہ جب جنگ میں شریک ہوتے تو ان کو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ آیا وہ قتل ہو جائیں گے یا زندہ رہیں گے۔ لہٰذا اس حالت میں بھی وہ جتنی محنت اور ہمت کرتے تھے اتنی کوئی دوسرا نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی مثال میں مرتدوں کے ساتھ ان کی جنگ کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ نیز انہوں نے جس عزم اور حوصلہ کے ساتھ ان لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کا فیصلہ کیا جو زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے تھے وہ اس کا ثبوت ہے حالانکہ حضرت عمرؓ اس وقت نرم پڑ گئے تھے۔

مجاہدین قریشی لشکر کے سامنے..... غرض جب صبح ہوئی تو قریشی لشکر ریت کے ٹیلے کے پیچھے سے نمودار ہوا۔ اس سے اس گزشتہ قول کی تائید ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ رات کے وقت ہی پانی پر قبضہ کرنے کے لئے پہنچ گئے تھے کیونکہ قریش کی آمد فجر طلوع ہونے اور صبح کی نماز کے بعد ہوئی جیسا کہ بیان ہوا کیونکہ راوی کے الفاظ سے یہی ظاہر ہے کہ جس وقت قریش نمودار ہوئے تو مسلمان وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے قریش کی قتل گاہوں کی نشاندہی..... ادھر مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت ہے اس سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ اس روایت میں ہے کہ بدر کی رات میں جب کہ آپ ﷺ میدان جنگ میں پہنچ گئے آپ ﷺ نے زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمایا،

"انشاء اللہ کل یہ جگہ فلاں شخص کی قتل گاہ ہو گی اور یہاں اس جگہ فلاں شخص قتل ہو گا اور یہاں فلاں قتل ہو گا۔"

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے نام آنحضرت ﷺ نے لے کر ان کی قتل کی جگہ بتلائی تھی وہ

Presented by Ziaraat.Com

اسی جگہ قتل ہوئے اس سے بال برابر اِدھر یا اُدھر نہیں ہوئے۔ بہر حال روایتوں کا یہ اختلاف قابل غور ہے اور ان میں موافقت کی ضرورت ہے۔

دعائے نبوی ﷺ ...... رسول اللہ ﷺ نے جب قریش کو دیکھا جو سر سے پیر تک آہن پوش تھے اور جن کا عظیم الشان لشکر پورے ہتھیاروں سے لیس بڑھا چلا آرہا تھا تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی،

"اے اللہ! یہ قریش کے لوگ اپنے تمام بہادر سرداروں کے ساتھ بڑے غرور سے تجھ سے جنگ کرنے یعنی تیری دشمنی کرنے، تیرے احکام کی خلاف ورزی کرنے اور تیرے رسول کو جھٹلانے آئے ہیں۔ پس اے اللہ! تو نے مجھ سے اپنی جس مدد اور نصرت کا وعدہ فرمایا ہے وہ مدد بھیج دے۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں۔ "اے اللہ! تو نے مجھ پر کتاب نازل فرمائی اور مجھے ثابت قدم رہنے کا حکم فرمایا اور قریش کی دو جماعتوں میں سے ایک پر غلبہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان دو جماعتوں میں سے ایک تو ہماری دسترس سے نکل چکی ہے یعنی قریش کا تجارتی قافلہ تو اپنے وعدہ کا سچا ہے (لہٰذا اس دوسری جماعت پر ہمیں غلبہ عطا فرما) اے اللہ ان کو آج ہلاک فرما دے۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ "اے اللہ! اس امت کے فرعون ابو جہل کو کہیں پناہ اور ٹھکانہ نہ دیجئے۔ اے اللہ! زمعہ ابن اسود بچ کر نہ جائے، اے اللہ ابو زمعہ کو راندۂ درگاہ کر دے گا، اے اللہ ابو زمعہ کو کور چشم کر دے، اے اللہ سہیل بچ کر نہ جائے۔!"

قریش کے جاسوس...... غرض جب قریشی لشکر ٹھہر گیا تو انہوں نے عمیر ابن وہب جمحی کو جاسوسی کیلئے بھیجا یہ عمیر بعد میں مسلمان ہوگئے تھے اور نہایت اچھے مسلمان بنے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ قریش نے عمیر سے کہا جا کر محمد ﷺ کے لشکر کی تعداد معلوم کرو اور ہمیں خبر دو۔ عمیر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے اور انہوں نے اسلامی لشکر کے گرد ایک چکر لگایا۔ پھر واپس قریش کے پاس آکر ان سے بولے۔

"وہ لوگ تقریباً تین سو ہیں ممکن ہے کچھ کم یا کچھ زیادہ ہوں۔ مگر ٹھہرو۔ میں ذرا یہ دیکھ لوں کہ ان لوگوں کی کوئی کمین گاہ تو نہیں جہاں اور لوگ چھپے ہوئے ہوں یا کوئی مدد تو آنے والی نہیں ہے۔"

مجاہدوں کے عزم و ہمت پر جاسوس کی حیرت...... یہ کہہ کر عمیر پھر روانہ ہوگئے اور وادی میں بہت دور تک گئے مگر انہیں کوئی چیز نظر نہیں آئی تب وہ پھر واپس آئے اور کہنے لگے،

"مجھے اور کچھ نظر نہیں آیا۔ مگر اے گروہ قریش! میں نے دیکھا ہے کہ یہ سر بکف لوگ موت کو اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں جیسے وہ اونٹنی ہوتی ہے جو اس کے مالک کی قبر پر باندھ دی جاتی ہے نہ اس کو چارہ دیا جاتا ہے نہ پانی یہاں تک کہ اسی حالت میں مر جاتی ہے۔ یعنی یثرب کے یہ جیالے قتل و خون کا بازار گرم کرنے آئے ہیں۔ بعض راویوں نے یہ اضافہ بھی بیان کیا ہے کہ۔ کیا تم دیکھتے نہیں یہ لوگ گونگوں کی طرح خاموش اور مہر بہ لب ہیں، سانپوں کی طرح پھنکارتے ہیں۔ انہیں لوٹ کر اپنے گھروں کو جانے کی تمنا نہیں ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے نہ حمایتی ہیں اور نہ ان کی تلواروں کے سوا ان کا کوئی ٹھکانہ ہے۔ خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں ان میں کا کوئی آدمی اس وقت تک قتل نہیں ہوگا جب تک وہ تمہارے میں سے ایک آدمی کو نہیں مار لے گا۔ اس طرح اگر تمہارے آدمی بھی اتنے ہی مرے جتنے ان کے تو اس کے بعد زندگی کا کوئی مزا نہیں ہوا اس لئے اس بارے میں سوچ لو۔"

Presented by Ziaraat.Com

قریش کی واپسی کے لئے حکیم کی عتبہ سے درخواست...... حکیم ابن حزام نے یہ بات سنی تو وہاں سے عتبہ ابن ربیعہ کے پاس آئے اور کہنے لگے،

"ابو ولید! تم قریش کے بڑے اور سردار ہو اور لوگ تمہاری بات مانتے ہیں۔ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ رہتی دنیا تک تمہارا ذکر بھلائی اور خیر کے ساتھ ہوتا رہے۔"

عتبہ نے پوچھا کیا بات ہے تو حکیم نے کہا کہ بہتری اسی میں ہے کہ قریشی لشکر کو واپس لے چلو۔ عتبہ نے جب ساری بات سنی تو اس کی سمجھ میں آگئی اور اس نے محسوس کیا کہ یہ خوں ریزی نقصان دہ ہے چنانچہ اس نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور کہا،

اے گروہ قریش! خدا کی قسم تمہیں محمد اور ان کے صحابہ سے جنگ کر کے کچھ فائدہ نہیں پہنچے گا (محمد کے صحابہ سب کے سب تمہارے رشتہ دار اور عزیز ہیں اس لئے) خدا کی قسم اگر تم نے ان لوگوں کو مار ڈالا تو تم میں سے ہر شخص (ایک دوسرے کے رشتہ داروں کا قاتل ہوگا اور تم میں سے ہر ایک) ہمیشہ دوسرے کو اس وجہ سے بُری نظر اور نفرت سے دیکھے گا کہ ہر شخص دوسرے کے رشتہ داروں اور خاندان والوں کا قاتل ہوگا۔ للذا بہتری اسی میں ہے کہ واپس لوٹ چلو اور محمد ﷺ سے نمٹنے کے لئے تمام عربوں کو چھوڑ دو۔ اگر انہوں نے محمد ﷺ کو نقصان پہنچا دیا تو یہ تمہارے دل کی مراد ہوگی، اور اگر دوسری صورت ہوئی تو تمہارے اوپر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی بلکہ وہ بھی تمہاری ہی عزت ہوگی للذا تم ان کے ساتھ مت الجھو۔ اے قوم! آج اگر تمہیں اس طرح لوٹنے میں غیرت آتی ہے تو اس کی عار اور ذمہ داری تم مجھ پر ڈال دو اور مجھے بزدل کہہ سکتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تم میں بزدل نہیں ہوں۔"

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حکیم ابن حزام نے عتبہ ابن ربیعہ سے یوں کہا،

تم لوگوں کو اپنی پناہ دے دو اور عمرو ابن حضرمی کا خوں بہا اپنے ذمہ لے لو جو تمہارا حلیف تھا اور اس کے تجارتی قافلے کا جو سامان محمد ﷺ کے دستہ کے امیر عبداللہ ابن جحش کے ہاتھ لگا اس کا تاوان اپنے سر لے لو کیونکہ یہ لوگ محمد ﷺ سے صرف اسی کے خوں بہا اور مال تجارت کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔"

(عمرو ابن حضرمی عتبہ ابن ربیعہ کا حلیف یعنی معاہدہ بردار تھا جو تجارت کی غرض سے سفر میں تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ایک دستہ حضرت عبداللہ ابن جحش کی سربراہی میں نخلہ کی طرف دشمنوں کی سرکوبی اور ان کے قافلے روکنے کیلئے بھیجا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ کا سامنا ابن حضرمی کے قافلے سے ہوا اس مقابلے میں حضرت واقد ابن عبداللہ نے عمرو ابن حضرمی کو قتل کر دیا اور حضرت عبداللہ ابن جحش نے اس قافلے کے مال پر قبضہ کر لیا) اس واقعہ کی تفصیل آگے آئے گی۔

اس طرح عمرو ابن حضرمی وہ پہلا شخص ہے جس کو مسلمانوں نے مقابلے میں قتل کیا۔ (حکیم ابن حزام نے عتبہ کو اسی کے متعلق مشورہ دیا کہ لڑائی کی بنیاد عمرو ابن حضرمی کا قتل ہے للذا تم اس کی جان کی قیمت اپنے ذمہ لے لو اور اس کے قافلے کا جو مال تجارت مسلمانوں کے ہاتھ آگیا ہے اس کی ادائگی بھی اپنے سر لے لو اور اسی طرح اس جنگ کو نہ ہونے دو جو سر پر آچکی ہے) عتبہ اس پر راضی ہو گیا اور اس نے کہا،

"ہاں، میں اس کا خوں بہا اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ وہ میرا حلیف تھا اس لئے اس کی جان کی قیمت اور مال کے نقصان کی ادائگی کا ذمہ میں اپنے سر لیتا ہوں۔ تم نے جو کہا اور جو مشورہ دیا میں اس کو قبول کرتا ہوں۔"

Presented by Ziaraat.Com

اس کے بعد عتبہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر لشکر کی صفوں میں گھوما اور قریش کے سامنے اعلان کرتا گیا۔

"اے قوم کے لوگو! میری بات مانو۔ تم صرف عمرو ابن حضرمی کے خوں بہا اور اس کے لٹے ہوئے مال کا مطالبہ ہی تو کرتے ہو۔ میں ان دونوں کی ادائیگی کا ذمہ لیتا ہوں۔"

بعض علماء نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے،

"اے گروہ قریش! میں تمہیں ان چہروں کی قسم دیتا ہوں جو چراغوں کی طرح روشن اور تابناک ہیں یعنی قریش کے چہرے، کہ تم ان کو ان چہروں کی نظیر بناؤ جو سرچشمۂ حیات کی طرح ہیں یعنی انصار کے چہرے"۔

اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عمرو ابن حضرمی کی جان کی قیمت ادا کر دی تھی مگر اس گذشتہ روایت اور آگے آنے والی ایک دوسری روایت سے اس قول کی تردید ہوتی ہے۔

<u>عتبہ کی کوششوں کی آنحضرت ﷺ کی اطلاع</u>...... ادھر جب رسول اللہ ﷺ نے ریت کے ٹیلے کے پیچھے سے قریشی لشکر کو نمودار ہوتے دیکھا اور اس کے بعد لشکر میں عتبہ ابن ربیعہ کو ایک سرخ رنگ کے اونٹ پر گھومتے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا،

"ان دونوں یعنی لشکریا اونٹ والے میں سے اگر کسی کے ساتھ اس وقت خیر ہے تو وہ سرخ اونٹ والے کے ساتھ ہے۔"

ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر کوئی خیر کا حکم دینے والا شخص ہوتا جس کی بات لوگ مانتے تو وہ سرخ اونٹ والا ہے جس سے یہ لوگ فلاح پاتے۔

جب آنحضرت ﷺ نے اس سرخ اونٹ والے شخص کو قریشی لشکر میں گھومتے دیکھا تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ حمزہ کو آواز دو۔ حضرت حمزہؓ مشرکوں کی صفوں کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہ سے پوچھا،

"یہ سرخ اونٹ والا شخص کون ہے اور کیا کہہ رہا ہے؟"

حضرت حمزہ نے عرض کیا،

"وہ عتبہ ابن ربیعہ ہے جو لوگوں کو جنگ کرنے سے منع کر رہا ہے۔"

اب گویا آنحضرت ﷺ کا عتبہ کے بارے میں وہ گذشتہ ارشاد آپ ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک تھا (کہ آپ ﷺ نے دور سے اس شخص کو دیکھ کر اور بغیر پہنچانے اور بغیر اس کی آواز سنے اس کے متعلق خبر دے دی)۔

<u>ابو جہل کا عتبہ پر غصہ</u>...... غرض حکیم ابن حزام سے بات کرنے کے بعد جب عتبہ نے عمرو ابن حضرمی کا خوں بہا اپنے ذمہ لینے کا اعلان کر دیا تو اب اس نے حکیم سے کہا کہ تم ذرا ابن حنظلیہ یعنی ابو جہل کے پاس جاؤ۔ حکیم کہتے ہیں کہ میں روانہ ہوا یہاں تک کہ ابو جہل کے پاس پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ وہ زرہ بکتر پہن کر ہتھیار لگا رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا،

"مجھے عتبہ نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے۔"

<u>عتبہ کو بزدلی کا طعنہ</u>...... ابو جہل یہ سن کو غضبناک ہو گیا اور اس نے بڑی حقارت سے کہا کہ عتبہ بزدل ہو گیا ہے۔ یہاں عربی کا ایک خاص محاورہ استعمال ہوا ہے جو بزدلی کا طعنہ دینے کے لئے بولا جاتا ہے۔ ایک روایت میں

Presented by Ziaraat.Com

یوں ہے کہ ابو جہل فوراً عتبہ کے پاس آیا اور غصہ کے ساتھ اس نے عتبہ سے کہا،

"یہ بات تم نے ہی کہی ہے۔ خدا کی قسم اگر تمہارے علاوہ کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی تو میں اس کو بزدلی کا زبردست طعنہ دیتا کہ تیرے دل میں دشمن کا خوف اور ڈر بیٹھ گیا ہے۔ خدا کی قسم ہم اس وقت تک ہرگز واپس نہیں جائیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمد ﷺ کے درمیان فیصلہ نہ فرماوے۔"

پھر ابو جہل نے حکیم سے کہا،

"عتبہ نے یہ بات یوں ہی نہیں کہی بلکہ اس لئے کہی ہے کہ وہ جانتا ہے مسلمانوں کی تعداد اس قدر کم ہے کہ ان کو ہمارے اونٹ اور گھوڑے ہی کافی ہو جائیں گے اور ان میں ہی عتبہ کا بیٹا ابو حذیفہ بھی ہے (لہٰذا مسلمانوں کی ہلاکت کا مطلب ہے کہ عتبہ کا بیٹا بھی ہلاک ہو جائے گا) لہٰذا وہ تم لوگوں کو خواہ مخواہ ڈرا رہا ہے۔"

حضرت ابو حذیفہ اسی عتبہ ابن ربیعہ کے بیٹے تھے اور بہت پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ابو جہل نے عتبہ کی بات سن کر قریشی لشکر سے کہا،

"اے گروہ قریش! عتبہ تمہیں یہ مشورہ اس لئے دے رہا ہے کہ اس کا بیٹا بھی محمد ﷺ کے ساتھ ہے اور خود محمد ﷺ اس کے چچازاد بھائی ہیں لہٰذا وہ نہیں چاہتا کہ تم اس کے بیٹے اور اس کے چچازاد بھائی کو قتل کرو۔"

یہ سن کر عتبہ بگڑ گیا اور ابو جہل کو گالیاں دینے لگا۔ پھر بولا،

"جلد ہی پتہ چل جائے گا کہ ہم میں سے کون اپنی قوم کے حق میں کانٹے بو رہا ہے۔!"

کفر واسلام میں عتبہ کے کنبہ کی تقسیم...... ایک عجیب بات یہ ہے کہ اسی عتبہ ابن ربیعہ کی بیٹی ام ابان کے چار بھائی اور دو چچا تھے اور سب ہی اس جنگ بدر میں شریک ہوئے ان میں سے دو بھائی مسلمان تھے اور دو مشرک تھے اور اسی طرح ان دونوں چچاؤں میں سے ایک مسلمان تھے اور ایک کافر تھے۔ دونوں مسلمان بھائی تو حضرت ابو حذیفہ اور حضرت مصعب ابن عمیر تھے۔ یہ حضرت مصعب غالباً ام ابان کے ماں شریک بھائی تھے۔ یعنی عتبہ کے بیٹے نہیں تھے بلکہ عتبہ کی بیوی کے بیٹے تھے۔ اور دو کافر بھائی ولید ابن عتبہ اور ابو عزیر تھے۔ اسی طرح ام ابان کے مسلمان چچا معمر ابن حرث تھے۔ یہ بھی شاید عتبہ کے ماں شریک بھائی تھے۔ اور کافر چچا شیبہ ابن ربیعہ تھا۔

غیبی نصرت و حمایت...... اللہ کی حکمت اس موقع پر یہ ظاہر ہوئی کہ جب تک جنگ شروع نہیں ہوئی مشرکوں کو مسلمانوں کی تعداد بہت کم نظر آتی رہی جس سے پیش قدمی کرنے کے لئے ان کے حوصلے بڑھ گئے مگر جب جنگ شروع ہو گئی تو حق تعالیٰ نے کافروں کی نظر میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ کر دی یعنی اس وقت انہیں مسلمان بہت زیادہ تعداد میں نظر آنے لگے تاکہ ان کے دلوں میں خوف اور رعب بیٹھ جائے۔ ادھر جنگ شروع ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نظر میں مشرکوں کی تعداد بہت کم کر دی تاکہ حملہ کرنے کے لئے ان کے حوصلے بڑھ جائیں۔

چنانچہ ایک روایت میں حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں،

غزوۂ بدر کے موقعہ پر مشرکین ہمیں اتنے کم نظر آرہے تھے کہ میں نے ایک شخص سے کہا کہ شاید یہ سب ملا کر ساٹھ آدمی ہیں۔ اس پر اس نے کہا کہ نہیں سمجھتا ہوں ان کی تعداد سو تک ہے۔"

چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی،

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ

Presented by Ziaraat.Com

الاموره (سورۂ انفال، پ ۱۰، ع ۵ آیت ۴۴)

ترجمہ :- اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم کو جب کہ تم مقابل ہوئے وہ لوگ تمہاری نظر میں کم کر کے دکھلا رہے تھے اور اسی طرح ان کی نگاہ میں تم کو کم کر کے دکھلا رہے تھے تا کہ جو اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے اور سب مقدمے اللہ ہی کی طرف رجوع کئے جائیں گے۔

چنانچہ حق تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے،

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ

(آیت ۱۳ سورۂ آل عمران، پ ۳، ع ۲)

ترجمہ :- بے شک تمہارے لئے بڑا نمونہ ہے دو گروہوں کے واقعہ میں جو کہ باہم ایک دوسرے سے مقابل ہوئے تھے ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے تھے یعنی مسلمان اور دوسرا گروہ کافر لوگ تھے یہ کافر اپنے کو دیکھ رہے تھے کہ ان مسلمانوں سے کئی حصہ زیادہ ہیں کھلی آنکھوں دیکھنا۔

نبوت کی ایک اور نشانی...... ایک روایت ہے کہ قباث ابن اشیم جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے اور غزوۂ بدر میں کافر کی حیثیت سے شریک تھے اپنے دل میں سوچنے لگے (کہ مسلمان اتنے تھوڑے سے ہیں) کہ اگر قریش کی عورتیں بھی ساری کی ساری نکل آئیں تو وہی محمد ﷺ اور ان کے صحابہ کو پسپا کر دیں گی۔

پھر اس واقعہ کے کئی سال بعد یعنی غزوۂ خندق کے بعد قباث مسلمان ہونے کے لئے پہنچے۔ وہ کہتے ہیں کہ مدینہ پہنچ کر میں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتلایا کہ آپ ﷺ مسجد نبوی میں صحابہ کے مجمع میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں وہاں پہنچا مگر صحابہ کے مجمع میں آپ ﷺ کو پہچان نہ سکا۔ میں نے سلام کیا تو آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا،

"قباث! غزوۂ بدر کے موقعہ پر یہ بات تم نے ہی تو کہی تھی کہ اگر قریش کی عورتیں بھی ساری کی ساری نکل آئیں تو وہی محمد ﷺ اور ان کے صحابہ کو پسپا کر دیں گی۔"

قباث نے کہا،

"قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا کہ یہ بات میری زبان سے نکلی نہیں تھی اور نہ ہی میرے ہونٹوں تک یہ لفظ آئے تھے، نہ ہی اس بات کو کسی نے سنا تھا کیونکہ یہ بات تو میرے دل میں صرف ایک خیال کے طور پر گزری تھی۔"

اس کے بعد قباث فوراً ہی کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اب گویا آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بات تم نے ہی تو اپنے دل میں سوچی تھی! قباث نے فوراً ہی کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور جو پیغام وہ لے کر آئے ہیں وہ سچائی اور حق ہے۔

عتبہ کا ابوجہل پر غصہ...... غرض جب عتبہ کو معلوم ہوا کہ ابوجہل نے اس کو بزدل کہا ہے تو عتبہ نے کہا،

"اس شخص کو جو اپنے سُرین خوشبوؤں سے رنگ رہا ہے۔ جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون شخص بزدل ہے۔ میں یا وہ۔؟"

سُرین کو خوشبو سے رنگنے کا مطلب پیچھے گزر چکا ہے۔ اس موقعہ پر اس محاورہ کے استعمال کی تشریح

Presented by Ziaraat.Com

کرتے ہوئے علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ کلمہ عتبہ کا ایجاد کیا ہوا نہیں تھا نہ وہ اس کو سب سے پہلے استعمال کرنے والا شخص ہے بلکہ یہ محاورہ اصل میں ایک بادشاہ کو طعنہ کے طور پر کہا گیا تھا (جس کا نام قابوس ابن نعمان یا قابوس ابن منذر تھا) یہ بادشاہ بہت زیادہ عیش پسند تھا اور جنگوں سے جان چراتا تھا یعنی ہر وقت خوشبوؤں میں معطر عیش و نشاط میں غرق رہتا تھا) اس لئے اس کو کہا گیا کہ وہ بدن پر خوشبوئیں ملے ہوئے یعنی زعفران وغیرہ لگائے رنگ رلیوں میں مصروف رہتا ہے۔ تو محاورہ میں رنگا ہوا ہونے سے مراد خوشبوؤں یعنی زعفران وغیرہ کی زردی ہے۔ چنانچہ سرداران عرب صرف آسودگی اور سکون و چین کے وقت ہی خوشبوئیں لگاتے تھے۔ جنگ کے موقعوں پر خوشبوئیں لگانا بے انتہا بُرا اور معیوب سمجھتے تھے (کیونکہ اس سے نزاکت اور عیش پسندی کا اظہار ہوتا ہے)۔

علامہ سہیلی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ جب ابو جہل کو یہ معلوم ہوا کہ ابو سفیان کا تجارتی قافلہ صحیح سلامت بچ کر نکل گیا ہے تو اس خوشی میں اس نے اونٹ ذبح کئے۔ بدر کے مقام پر شراب و کباب کی محفل سجائی اور اس میں طوائفوں کے رقص و نغمہ سے دل بہلایا اسی وقت اس نے شاید خوشبو بھی لگائی یا اس کا ارادہ کیا۔ اسی لئے عتبہ نے اس کے متعلق یہ محاورہ استعمال کیا جس سے اس کا مقصد یہ طعن کرنا تھا کہ وہ میدان جنگ میں خوشبوئیں لگاتا اور بنتا سنورتا ہے۔

جہاں تک سُرین کا لفظ بولنے کا تعلق ہے تو اس سے مراد تو سارا بدن ہے لیکن انتہائی نفرت و بیزاری ظاہر کرنے کیلئے جسم کے سب سے گندے اور ارذل حصے کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں تک علامہ سہیلی کا کلام ہے۔

ابو جہل کی ضد اور سرکشی...... ایک روایت ہے کہ جنگ سے پہلے آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر ابن خطاب کو مشرکین کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ کیونکہ یہ معاملہ اگر میں تمہارے سوا دوسروں کے ساتھ کروں تو یہ میرے لئے زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تمہارے ساتھ پیش آئے۔ یہ پیغام سن کر حکیم ابن حزام نے کہا،

"خدا کی قسم یہ انصاف کی بات ہے۔ اس انصاف کے بعد تم لوگ ہرگز ان پر فتح نہیں حاصل کر سکتے"

مگر ابو جہل بولا،

"اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمارے قابو میں کر دیا ہے تو خدا کی قسم ہم ہرگز نہیں لوٹیں گے۔"

عتبہ کے خلاف عامر کا اشتعال...... اس کے بعد ابو جہل نے عامر ابن حضرمی کو بلایا جو اس مقتول شخص یعنی عمرو ابن حضرمی کا بھائی تھا اور اس سے کہا،

"یہ عتبہ تمہارا دوست اور معاہدہ بردار ہے اور لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ یہ چاہتا ہے کہ سب لوگوں کو رسوا کرے۔ اس نے تمہارے بھائی کی جان کی قیمت اپنے پاس سے ادا کرنے کا اعلان کیا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ تم اس خوں بہا کو قبول کر لو گے۔ تمہیں اپنے بھائی کا خوں بہا عتبہ کے مال سے لیتے ہوئے شرم نہیں آئے گی جبکہ تم اس کا حشر اپنی آنکھ سے دیکھ چکے ہو۔ اٹھو اور اپنے بھائی کے خون کا واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کرو۔ ا"

یہ عامر ابن حضرمی بھی اپنے بھائی عمرو ابن حضرمی کی طرح عتبہ کے معاہدہ برداروں میں سے تھا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ چنانچہ عامر اٹھا اور اس نے اپنا بدن کھول کر اس پر مٹی ملی اور لوگوں کے درمیان چیختا

Presented by Ziaraat.Com

شروع کیا۔ ہائے میرا بھائی۔ ہائے میرا بھائی۔ یہ سن کر لوگوں میں جوش و خروش پھیل گیا۔

عامر کے بھائی علاء کا مرتبہ...... عامر ابن حضرمی کے مسلمان ہونے کی کوئی روایت نہیں ہے۔ کتاب استیعاب میں ہے کہ عامر جنگ بدر میں کافر کی حیثیت سے قتل ہوا۔ جہاں تک کہ ان دونوں کے بھائی حضرت علاء کا تعلق ہے تو وہ بڑے جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔ ایک قول ہے کہ وہ مستجاب الدعوات تھے یعنی ان کی دعا قبول ہوتی تھی اور یہ سمندر پر چلے تھے۔ یہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے کی بات ہے جب انہوں نے ان کو ایک دستہ کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے لئے دریا خشک ہو گیا تھا یہاں تک کہ گھوڑوں کے کھروں پر گرد و غبار جم گیا۔ یہ ان کلموں کا اثر تھا جو انہوں نے سمندر میں داخل ہونے سے پہلے کہے تھے انہوں نے ان کلموں کے ساتھ دعا کی تھی،

یَا عَلِیُّ یَا حَکِیْمُ یَا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ اِنَّا عَبِیْدُکَ وَفِیْ سَبِیْلِکَ نُقَاتِلُ عَدُوَّکَ اَللّٰھُمَّ فَاجْعَلْ لَنَا اِلَیْھِمْ سَبِیْلاً

ترجمہ:۔ اے بلند و برتر اور اے حکمت والے، اے بلند و برتر اور اے عظمت والے میں تیرا ایک حقیر بندہ ہوں اور تیری راہ میں نکلا ہوں، ہم تیرے دشمنوں سے لڑنے کے لئے نکلے ہیں۔ پس اے اللہ! ان تک پہنچنے کے لئے ہمارے لئے راستہ بنا دے۔

ایک اور عجیب واقعہ...... اسی قسم کا ایک واقعہ بغیر کشتی وغیرہ کے سمندر میں داخل ہو کر سفر کرنے کا ایک اور بھی پیش آیا ہے۔ یہ واقعہ ابو مسلمؒ خولانی تابعی کا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب یہ رومیوں سے لڑنے کے لئے اپنا لشکر لے کر نکلے تو راستے میں ایک بہت بڑا دریا پڑا جو ان کے لشکر اور رومیوں کے لشکر کے درمیان حائل تھا۔ اس وقت حضرت خولانی نے دعا کی اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا،

"اے اللہ! تو نے بنی اسرائیل کو سمندر عبور کرا دیا تھا۔ ہم تیرے بندے ہیں اور تیری راہ میں نکلے ہیں اس لئے آج ہمیں بھی یہ دریا عبور کرا دے۔"

اس دعا کے بعد انہوں نے اپنے لشکر سے کہا،

"بسم اللہ پڑھ کر دریا عبور کر لو۔"

چنانچہ سب دریا میں اتر گئے اور اسے عبور کر لیا۔ دریا کا پانی گھوڑے کے پیٹ تک بھی نہیں پہنچا۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت ابو عبیدؓ ثقفی تابعی کے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔ یہ بھی حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں ایک اسلامی لشکر کے امیر تھے اور دشمن کی طرف بڑھ رہے تھے کہ ایک جگہ دریائے دجلہ ان کے اور دشمن کے درمیان حائل ہو گیا۔ اس وقت انہوں نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کی،

وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ کِتٰبًا مُّؤَجَّلاً (سورۂ آل عمران، پ ۴، ع ۲ آیت ۱۴۵)

ترجمہ:۔ اور کسی شخص کی موت کا آنا ممکن نہیں بدون حکم خدا کے اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے۔

اس کے بعد انہوں نے اللہ کا نام لیا اور اپنا گھوڑا پانی میں اتار دیا ساتھ ہی ان کے لشکر نے بھی اپنے گھوڑے پانی میں ڈال دیئے۔ جب ان کو مجوسیوں یعنی دشمنوں نے پانی میں اس طرح اترتے دیکھا تو وہ ایک دم چیخ اٹھے کہ یہ دیوانے اور پاگل ہیں، یہ مجنون ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے ان کا پیچھا کر کے ان کو قتل کرنا شروع کیا اور ان کے مال و دولت کو مال غنیمت کے طور پر حاصل کیا۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت عُلاء ابن حضرمی کے ایک بھائی اور بھی تھے جن کا نام میمون تھا۔ ان ہی میمون نے مکہ کے بالائی حصہ میں وہ کنواں کھدوایا تھا جس کا نام بیر میمون ہے۔ مگر ان کے اسلام کے بارے میں مجھے معلوم نہیں ہے البتہ ان کی ایک بہن تھیں جن کا نام صعبہ تھا اور یہ حضرت طلحہ ابن عبید اللہ کی والدہ تھیں اور صحابیہ تھیں۔ پہلے یہ ابوسفیان ابن حرب کی بیوی تھیں پھر انہوں نے صعبہ کو طلاق دے دی تو عبید اللہ نے ان سے نکاح کر لیا جن سے حضرت طلحہ پیدا ہوئے۔ حضرت طلحہؓ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

"جو شخص روئے زمین پر چلتے پھرتے شہید کو دیکھنا چاہے وہ طلحہؓ ابن عبید اللہ کو دیکھ لے۔"

اَسود مخزومی کا عہد اور انجام...... غرض مسلمانوں نے پانی کے جس چشمہ پر حوض بنائی تھی اس سے مشرکین زیادہ غضبناک تھے ان میں ایک شخص تھا جس کا نام اسود ابن عبد الاسد مخزومی تھا اور انتہائی بیہودہ اور بدفطرت آدمی تھا اور رسول اللہ ﷺ کا شدید ترین دشمن تھا۔ اس کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جس شخص کے بائیں ہاتھ میں سب سے پہلے اس کا اعمال نامہ تھمایا جائے گا وہ یہی اسود ہو گا جیسا کہ اس روز سب سے پہلے جس شخص کے دائیں ہاتھ میں اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا وہ اس کے بھائی ابو سلمہ ہوں گے جیسا کہ بیان ہوا۔ غرض اس شخص اسود نے قسم کھا کر کہا،

"میں اللہ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ یا تو مسلمانوں کی بنائی ہوئی اس حوض سے پانی پیوں گا یا اس کو توڑ دوں گا اور یا اس کوشش میں جان دے دوں گا۔!"

اس کے بعد جنگ شروع ہونے کے وقت جب یہ اسود میدان میں آیا تو اس کے مقابلے کے لئے حضرت حمزہ ابن عبد المطلب نکلے جب یہ دونوں آمنے سامنے ہوئے تو حضرت حمزہ نے اس پر تلوار کا وار کیا اور ایک ہی وار میں اس کی پنڈلی کٹ کر دور جا گری اس وقت یہ اسود حوض کے قریب تھا، یہ زخمی ہو کر زمین پر چت گرا اور اس کی ٹانگ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا اسی حالت میں یہ حوض کی طرف سر کا یہاں تک کہ اس نے حوض میں منہ ڈال دیا اور اس میں سے پانی پی لیا ساتھ ہی اس کی جو ٹانگ صحیح وسالم تھی اس سے اس نے حوض کو توڑ دیا۔ اس کا مقصد اپنی قسم پوری کرنا تھا۔ حضرت حمزہ نے اس کو حوض کے پاس دیکھا تو وہ فوراً اس کے سر پر پہنچے اور دوسرا وار کر کے اس کو حوض کے اندر ہی قتل کر دیا۔

حوض کی طرف پیش قدمی کی کوشش...... اس کے بعد قریش کے کچھ اور لوگ حوض کی طرف بڑھے ان میں حکیم ابن حزام بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو حوض کے پاس آتے دیکھ کر صحابہ سے فرمایا،

"ان کو آنے دو۔ آج کے دن جو شخص بھی اس حوض سے پانی پئے گا وہ یہیں کفر کی حالت میں قتل ہو گا۔"

سوائے حکیم ابن حزام کے کہ وہ قتل نہیں ہوئے بلکہ اس کے بعد اسلام لے آئے اور بہت اچھے مسلمان بنے چنانچہ اس کے بعد اگر وہ کوئی بڑی قسم کھاتے تو کہتے کہ نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے جنگ بدر کے وقت مجھے بچایا تھا۔

جنگ کا آغاز...... جہاں تک اس حوض کا تعلق ہے تو اس کے متعلق گزر چکا ہے کہ یہ حوض آنحضرت ﷺ کے یعنی آپ ﷺ کے چھپر کے پیچھے تھے۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ لوگ جو حوض کی طرف آئے تھے آنحضرت ﷺ کی پشت کی طرف سے آئے تھے۔ یہ بات قابل غور ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

عتبہ اور اس کے بھائی اور بیٹے کی مقابلے کے لئے للکار...... غرض عتبہ ابن ربیعہ اور ابو جہل کے درمیان یہ تکرار ختم ہونے کے بعد عتبہ نے جنگ کے لئے اپنے سر پر اوڑھنے کی خود تلاش کی مگر پورے لشکر میں کوئی اتنی بڑی خود نہ مل سکی جو اس کے سر پر صحیح آجاتی کیونکہ اس کا سر بہت بڑا تھا۔ آخر اس نے اپنی چادر ہی عمامہ کی طرح لپیٹ لی مگر اس کی گردن کھلی رہی۔ اس کے بعد وہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کے ساتھ کفار کی صفوں سے نکل کر میدان میں آیا (سب سے پہلے خود اور اپنے خاندان کو لے کر میدان جنگ میں نکلنے سے عتبہ کا مقصد یہ بھی تھا کہ ابو جہل نے اس کو بزدلی کا جو طعنہ دیا تھا اس کا جواب ہو جائے) غرض ان تینوں نے میدان میں آکر مسلمانوں کو للکارا کہ ہم سے کوئی مقابلہ کرنے والا ہو تو نکل کر سامنے آئے۔

اس للکار پر مسلمانوں میں سے تین انصاری نوجوان نکلے جو تینوں بھائی تھے۔ ان کے نام معوذ، معاذ اور عوف تھے اور ان کی ماں کا نام عفراء تھا۔ ایک قول ہے کہ عوف کے بجائے عبداللہ ابن رواحہ تھے۔ غرض ان تینوں نوجوانوں کو سامنے دیکھ کر عتبہ، شیبہ اور ولید نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم انصاری مسلمان ہیں تو انہوں نے کہا،

"ہمیں تم سے کوئی مطلب نہیں۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں۔ نہیں ہمارے برابر کے اور معزز لوگ یعنی مہاجرین میں سے بھیجو۔ ہم اپنی قوم کے آدمیوں سے مقابلہ کریں گے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ نہیں ہمارے خاندان کے آدمی ہمارے سامنے لاؤ۔"

شیران خدا سے معرکہ ایک روایت میں ہے کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ نے ان کو حکم دیا کہ واپس آجائیں چنانچہ وہ اپنی صفوں میں واپس آکر کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی کیونکہ آنحضرت ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ جنگ کی ابتداء آپ کے خاندان والوں کے علاوہ کسی اور کے ذریعہ ہو۔ اسی وقت مشرکوں کی طرف سے کسی نے پکار کر کہا

"اے محمد! ہمارے سامنے ہماری برادری اور قوم کے لوگوں میں سے کسی کو بھیجو!"

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"عبیدہ ابن حرث اٹھو! اے حمزہ اٹھو! اے علی اٹھو!" ایک روایت میں یہ ہے کہ،

"اے بنی ہاشم اٹھو اور اپنے اس اعزاز کی بنیاد پر مقابلہ کرو جس کے تحت تم میں نبی کا ظہور ہوا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اس کو جھٹلانے اور اللہ کے نور کو بجھانے کے لئے آئے ہیں۔ عبیدہ اٹھو! حمزہ اٹھو! علی اٹھو!"

جب یہ تینوں سر فروش اپنی صفوں سے نکل کر ان کے قریب پہنچے تو عتبہ وغیرہ نے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو مشرکین ان تینوں کو اس لئے نہیں پہچان سکے کہ یہ سر اور منہ ڈھکے ہوئے تھے۔ اس پر حضرت عبیدہ نے کہا۔ عبیدہ، حضرت حمزہ نے کہا حمزہ اور حضرت علی نے کہا علی۔ اس پر ان تینوں نے کہا،

"ہاں تم لوگ برابری کے اور معزز لوگ ہو!"

تینوں سرکش موت کی آغوش میں...... حضرت عبیدہؓ ابن حرث بہت عمر رسیدہ تھے، ان کی عمر رسول اللہ ﷺ سے دس سال زیادہ تھی۔ ان کا مقابلہ عتبہ ابن ربیعہ سے ہوا، حضرت حمزہ کا مقابلہ شیبہ سے ہوا اور حضرت علی کا مقابلہ ولید سے ہوا۔ حضرت حمزہ نے تو شیبہ کو وار کرنے کا موقعہ بھی نہ دیا اور ایک ہی ہاتھ میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اسی طرح حضرت علی نے ولید کا پہلے ہی وار میں صفایا کر دیا۔ البتہ حضرت عبیدہ اور عتبہ کے درمیان تلواروں کے وار ہونے لگے اور دونوں زخمی ہو گئے حضرت حمزہ اور حضرت علی اپنے اپنے مقابل کا کام تمام کرنے کے بعد مڑے اور انہوں نے ان دونوں کی لڑائی دیکھی تو وہ اپنی تلواریں تولتے ہوئے عتبہ پر جھپٹے در اصل

Presented by Ziaraat.Com

ختم کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت عبیدہ کو اٹھایا اور اپنے لشکر میں آ کر ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لٹا دیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے اپنا گھٹنا پھیلایا اور حضرت عبیدہؓ نے اپنا رخسار آپ ﷺ کے قدم مبارک پر رکھ کر آپ ﷺ سے دریافت کیا،

"یا رسول اللہ! کیا میں شہید نہیں ہوں!" آپ ﷺ نے فرمایا،

"میں گواہی دیتا ہوں کہ تم شہید ہو!"

حضرت عبیدہؓ کی شہادت...... اس کے بعد صفراء میں حضرت عبیدہ کا انتقال ہو گیا اور ان کو وہیں دفن کر دیا گیا جبکہ مسلمان غزوۂ بدر سے فارغ ہو کر مدینہ کو لوٹ رہے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ عتبہ سے حضرت حمزہ کا مقابلہ ہوا تھا، شیبہ سے حضرت عبیدہؓ کا اور ولید سے حضرت علیؓ کا پھر شیبہ اور حضرت عبیدہ کے درمیان تلواروں کے وار ہوتے رہے یہاں تک کہ دونوں زخمی ہو گئے۔ حضرت عبیدہ کی پنڈلی میں زخم آیا تھا جس سے ان کا ایک پیر جاتا رہا اور پنڈلی کی ہڈی سے خون کی دھار نکل رہی تھی۔ اسی وقت حضرت حمزہ اور حضرت علی شیبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو ختم کر دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبیدہؓ کے وار سے شیبہ زمین پر گرا مگر فوراً ہی اٹھ کر اس نے وار کیا۔ اسی وقت حضرت حمزہ اس کے مقابلے میں آ گئے اور دونوں میں تلواروں کے وار ہونے لگے مگر دونوں کے وار بے کار گئے تو دونوں ایک دوسرے کو لپٹ گئے۔ اس وقت حضرت عبیدہ جو زمین پر گرے ہوئے تھے اٹھنے لگے تو شیبہ نے ان پر وار کیا جس سے ان کی پنڈلی کٹ گئی۔ اسی وقت حضرت حمزہ نے شیبہ کا کام تمام کر دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ شیبہ سے حضرت علیؓ کا مقابلہ ہوا تھا اور ولید سے حضرت عبیدہ کا مقابلہ ہوا اور عتبہ سے حضرت حمزہ نبرد آزما ہوئے تھے، چنانچہ حسن سند کے ساتھ حضرت علیؓ نے روایت بیان کی ہے کہ میں اور حمزہ ولید کے مقابلے میں عبیدہ کی مدد کو پہنچے اس پر آنحضرت ﷺ نے ہم پر اعتراض نہیں فرمایا۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ مگر مشہور یہی ہے کہ حضرت علیؓ کا مقابلہ ولید سے ہوا تھا اور یہی بات مناسب بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ عتبہ اور شیبہ حضرت عبیدہؓ اور حضرت حمزہؓ کی طرح پختہ کار اور عمر رسیدہ تھے جبکہ ولید اور حضرت علیؓ دونوں نوجوان اور کم عمر تھے۔

اسی طرح حضرت حمزہ نے مطعم ابن عدی کے بھائی طعیمہ۔ ابن عدی کو بھی قتل کیا۔ یہ بات پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ خود مطعم اس غزوۂ بدر سے چھ مہینے پہلے کافر کی حیثیت سے مر چکا تھا۔ ایک قول ہے کہ حضرت حمزہ وغیرہ اور عتبہ وغیرہ کے درمیان جو یہ مقابلہ ہوا یہ اسلام میں پہلا مقابلہ ہے۔

صحیحین میں روایت ہے کہ حضرت ابوذرؓ قسم کھا کر اس آیت پاک کے بارے میں کہا کرتے تھے،

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ

(آیت ۱۹ سورۂ حج، پ ۱۷، ع ۲)

ترجمہ:- یہ جن کا اوپر آیت میں ذکر ہوا دو فریق ہیں جنہوں نے دربارے اپنے رب کے دین کے باہم اختلاف کیا۔ سو جو لوگ کافر تھے ان کے پہننے کے لئے قیامت میں آگ کے کپڑے قطع کئے جاویں گے اور ان کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑا جاوے گا۔

کہ یہ آیت حضرت حمزہؓ اور ان کے ساتھیوں یعنی حضرت عبیدہ اور حضرت علیؓ اور عتبہ اور اس کے

Presented by Ziaraat.Com

ساتھیوں یعنی شیبہ اور ولید کے غزوۂ بدر کے سلسلے میں نازل ہوئی تھی۔

بخاری میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جو لوگ باہمی دشمنی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوں گے۔ اور ایک قول کے مطابق حق تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے وہ علی اور معاویہ ہوں گے۔

لشکروں کا ٹکراؤ...... غرض اس کے بعد دونوں لشکر آپس میں ٹکرا گئے اور لوگ ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کی صفوں کو ایک نیزے کے ذریعے سیدھا کیا تھا جو آپ ﷺ اپنے ہاتھ میں لے رہے تھے۔ اس موٹھ میں پھل یا نیزہ لگا ہوا نہیں تھا۔ آپ ﷺ جب اس موٹھ کے ذریعہ صفوں کو سیدھا کرتے ہوئے سواد ابن غزیہ کے پاس سے گزرے جو بنی نجار کے حلیف تھے تو وہ اپنی صف سے کچھ آگے کو کھڑے ہوئے تھے آپ ﷺ نے اس موٹھ سے ان کے پیٹ میں ٹھوکا دیا اور فرمایا،

"سواد سیدھے یعنی صف میں کھڑے ہو!"

اس پر حضرت سواد نے عرض کیا،

شیدائے رسول ﷺ...... "یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے مجھے ٹھوکر مار کر تکلیف پہنچائی۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حق اور انصاف دے کر بھیجا ہے لہٰذا مجھے موقعہ دیجئے کہ میں آپ ﷺ سے بدلہ لوں!"

آنحضرت ﷺ نے فوراً اپنا پیٹ کھولا اور حضرت سواد سے فرمایا،

"لو! تم اپنا بدلہ لے لو۔"

حضرت سواد فوراً آنحضرت ﷺ کے سینے سے لگ گئے اور آپ ﷺ کے شکم مبارک کو بوسہ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ سواد تم نے ایسا کس لئے کیا تو حضرت سواد نے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں کہ جنگ سر پر ہے اسلئے میری تمنا تھی کہ آپ ﷺ کے ساتھ میرے آخری جو لمحے گزریں وہ اس طرح کہ میرا جسم آپ ﷺ کے جسم مبارک سے مَس کرے۔" اس پر آپ ﷺ نے حضرت سواد کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ ہمارے یعنی شافعی فقہاء کے نزدیک ایسے معاملے میں قصاص اور بدلہ واجب نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ بات قابل غور ہے۔

ان ہی حضرت سوادؓ کو آنحضرت ﷺ نے خیبر فتح ہونے کے بعد وہاں کا عامل یعنی حاکم بنا دیا تھا جیسا کہ آگے بیان آرہا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف سے ایک حسن حدیث ہے کہ غزوۂ بدر کے موقعہ پر جبکہ آنحضرت ﷺ ہماری صفیں درست فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ صفوں سے آگے بڑھ کر (جوش جہاد میں) پیش قدمی کرنے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ٹھہرو میرے ساتھ ساتھ رہو۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: سواد ابن غزیہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا جو واقعہ پیش آیا ایسا ہی ایک واقعہ ایک انصاری کے ساتھ بھی آپ ﷺ کو پیش آیا تھا جن کا نام سواد ابن عمرو تھا۔ چنانچہ ابوداؤد میں روایت میں ہے کہ ایک انصاری شخص جو بہت پُر مذاق آدمی تھے وہ لوگوں کے ساتھ باتیں کر رہے تھے اور ان کو ہنسا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے ان کے پہلو میں ایک چھڑی سے ٹھوکا دیا جو آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

کھجور کے چھپے کی ٹہنی سے اور ایک روایت کے مطابق اپنے عصا سے ٹھوکا دیا۔ اس پر سواد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے بدلہ لینے کی اجازت دیجئے! آپ ﷺ نے فرمایا تم بدلہ لے سکتے ہو۔ اس پر حضرت سواد نے عرض کیا،

"مگر آپ تو کرتہ پہنے ہوئے ہیں جبکہ میرے آپ نے مارا تو میں کرتہ پہنے ہوئے نہیں ہوں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے اپنا کرتہ اٹھادیا۔ حضرت سواد اسی وقت آپ کے پہلو سے لپٹ گئے اور آپ کے جسم مبارک پر اس جگہ بوسے دینے لگے۔

خصائص صغریٰ میں آنحضرت ﷺ کی یہ خصوصیت ذکر ہے کہ جس مسلمان نے بھی آپ ﷺ کے جسم مبارک کو چھولیا اس کے جسم کو آگ نہیں چھوئے گی۔ خصائص صغریٰ میں ہی ایک دوسری جگہ ہے کہ جو چیز آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک سے لگ گئی آگ اس کو نہیں جلائے گی اور تمام انبیاءؑ کا یہی حال ہے۔

پھر جب آپ ﷺ نے صفوں کو سیدھا کر دیا تو صحابہ سے فرمایا،

"جب دشمن تم سے قریب آجائے تو ان کو تیر اندازی کر کے پیچھے دھکیلنا مگر اپنے تیروں کو اس وقت تک مت چلانا جب تک دشمن قریب نہ آجائے کیونکہ فاصلے سے تیر اندازی اکثر بے کار ثابت ہوتی ہے اور تیر ضائع ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح تلواریں بھی اس وقت تک نہ سونتنا جب تک کہ دشمن بالکل قریب نہ آجائے۔"

پھر آپ ﷺ نے صحابہ کے سامنے خطبہ دیا جس میں ان کو جہاد کی ترغیب دی اور صبر کی تلقین فرمائی۔ خطبہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا،

"مصیبت کے وقت صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ پریشانیاں دور فرماتا ہے اور غموں سے نجات عطا فرماتا ہے۔"

یعنی یہ جملے آپ ﷺ نے غزوۂ بدر میں دو موقعوں پر فرمائے۔ ایک تو میدان جنگ میں پہنچنے سے پہلے اور ایک دفعہ میدان جنگ میں پہنچنے کے بعد (کیونکہ آپ ﷺ کے یہ کلمات اس سے پہلے بھی گزرے ہیں) اس بارے میں کوئی اشکال کی بات نہیں ہے۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنے عریش یعنی چھپر میں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ بھی تھے ان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ چھپر کے دروازے پر حضرت سعد ابن معاذؓ کچھ انصاری مسلمانوں کے ساتھ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے کھڑے تھے تاکہ دشمن سے آنحضرت ﷺ کی حفاظت کر سکیں۔ نیز آنحضرت ﷺ کے لئے سواریاں بھی تیار کھڑی تھیں تاکہ اگر ضرورت پڑے تو فوراً سوار ہو کر روانہ ہو سکیں۔

جب مسلمان جنگ کے لئے صف بندی کر کے فارغ ہوئے تو ابن عامر نے ایک پتھر اٹھا کر دو صفوں کے درمیان ڈال دیا اور کہا، اگر یہ پتھر یہاں سے فرار ہو سکتا ہے تو میں بھی فرار ہوں گا (یعنی میں ہرگز یہاں سے فرار نہیں ہوں گا)

مہجع اور حارثہ کی شہادت..... مسلمانوں میں سب سے پہلے مہجع نامی شخص آگے بڑھے جو حضرت عمر فاروقؓ کے غلام تھے۔ ان کو عامر ابن حضرمی نے تیر مار کر شہید کر دیا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس امت کے وہ پہلے

Presented by Ziaraat.Com

شخص ہیں جن کو شہید پکارا جاتا ہے۔ اور اسی دن آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ مہجع اس امت کے شہیدوں کے سردار ہیں۔

یہ بات اس حدیث کے مخالف نہیں ہے جس میں ہے کہ قیامت کے دن شہیدوں کے سردار حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہ السلام ہوں گے۔ وہی جنت کی طرف شہیدوں کی رہنمائی کریں گے اور وہی قیامت کے دن موت کو ذبح کریں گے، وہ موت کو زمین میں گرائیں گے اور ایک چھری سے جو ان کے ہاتھ میں ہوگی اس کو ذبح کردیں گے۔ تمام لوگ یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

مگر ایک حدیث میں آتا ہے کہ شہیدوں کے سردار ہابیل ابن آدم ہیں۔ اس لئے مطلب یہ ہوگا کہ یہاں ہابیل کا ذکر اضافی ہے یعنی آدمؑ کی براہ راست اولاد ہیں جو شہید ہیں ہابیل ان کے سردار ہیں۔

اسی طرح مہجع کو مسلمانوں میں پہلا شہید کہنا اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں ہے کہ مسلمانوں کے پہلے شہید عُمیر ابن حمام ہیں کیونکہ مہجع مہاجر مسلمانوں میں سب سے پہلے شہید ہیں اور عُمیر انصاری مسلمانوں میں سب سے پہلے شہید ہیں۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ انصاری مسلمانوں میں سب سے پہلے شہید حارثہ ابن قیس ہیں مگر اس سے بھی کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ حارثہ انصاری مسلمانوں میں ایسے پہلے شہید ہیں جو ایک ان دیکھے تیر سے ہلاک ہوئے یعنی قاتل کا پتہ نہیں ہوا۔ چنانچہ بخاری میں حمید سے روایت ہے کہ حضرت انسؓ کہتے ہیں غزوۂ بدر میں حارثہ کے ایک تیر آکر لگا اس وقت حارثہ نوعمر لڑکے تھے۔ (ی) گویا تیر آکر لگا مگر تیر انداز کا پتہ نہیں کہ کس نے وہ تیر پھینکا تھا۔ اس وقت حارثہ حوض میں سے پانی پی رہے تھے۔

پیکر صبر و شکر...... بعض حضرات نے لکھا ہے کہ مسلمانوں میں جو شخص سب سے پہلے قتل ہوا وہ حضرت عمرؓ کے غلام مہجع تھے اور ان کے بعد حارثہ ابن سراقہ تھے۔ حضرت حارثہ کی والدہ جو حضرت انسؓ ابن مالک کی پھوپی تھیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں،

"یا رسول اللہ! مجھے حارثہ کے متعلق بتلایئے اگر وہ جنت میں ہے تو میں اس پر نہیں روؤں گی بلکہ صرف اس کا غم کروں گی اور اگر وہ جہنم میں ہے تو جب تک اس دنیا میں زندہ رہوں گی اس پر روتی رہوں گی۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ... اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو زیادہ سے زیادہ رونے کی کوشش کروں گی۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"اے امّ حارثہ! جنت ایک نہیں ہے بلکہ وہاں بہت سی جنتیں ہیں اور حارثہ فردوس اعلیٰ میں ہیں۔ یہ سن کر امّ حارثہ بہت خوش بخوش اور مطمئن ہو کر واپس گئیں وہ کہتی جاتی تھیں۔

"آفریں ہے تمہیں اے حارثہ!"

مگر جنت کے متعلق یہ بات زمخشری کی طرح ابن قیمؒ کے قول کے خلاف ہے جس میں ہے کہ جنت جو دار ثواب یعنی ثواب کا گھر ہے وہ اپنے ذات کے اعتبار سے ایک ہی ہے البتہ ناموں اور اپنی صفات کے اعتبار سے بہت سی ہیں۔ جہاں تک لفظ جنت کا تعلق ہے تو یہ نام جنت کے ناموں میں تمام جنت کو شامل ہے جیسے جنت عدن، فردوس، ماویٰ، دار السلام، دار الخلد، دار المقامہ، دار النعیم اور مقعد صدق وغیرہ۔ جنتوں کے کل نام

Presented by Ziaraat.Com

بیس سے زائد ہیں جن میں لفظ جنت سب پر بولا جاتا ہے۔

واقدی سے یوں روایت ہے کہ جب حارثہ کے قتل کی خبر مدینہ میں ان کی والدہ اور بہن کو پہنچی تو ام حارثہ نے کہا کہ خدا کی قسم میں آنحضرت ﷺ کے مدینہ واپس تشریف لانے تک نہیں روؤں گی۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھوں گی کہ اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو اس کے لئے روؤں گی نہیں بلکہ صبر کروں گی اور اگر دوزخ میں ہے تو میں اس پر روؤں گی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ...... پھر دوسری صورت میں دیکھوں گی کہ کیا کروں؟

چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر سے فارغ ہو کر مدینہ واپس پہنچے تو حارثہ کی والدہ نے آپ ﷺ کے پاس آکر عرض کیا،

"یا رسول اللہ! میرے دل نے مجھے حارثہ کی موت کی خبر دے دی تھی میں نے اس پر رونا چاہا مگر پھر سوچا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق نہ پوچھ لوں اس وقت تک نہیں روؤں گی۔ اگر وہ جنت میں ہے تو نہیں روؤں گی اور جہنم میں ہے روؤں گی۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"تمہارا بُرا ہو کیا تم سمجھتی ہو کہ وہاں صرف ایک جنت ہے۔ جنتیں بہت سی ہیں اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ فردوس اعلیٰ یعنی سب سے اونچی جنت میں ہیں۔"

پھر آنحضرت ﷺ نے پانی سے بھرا ایک پیالہ منگایا، آپ ﷺ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈالا پھر منہ میں پانی لے کر اس میں ڈالا اور وہ پیالہ اُمّ حارثہ کو عنایت فرمایا۔ انہوں نے تھوڑا سا پانی پیا اور پھر وہ پیالہ اپنی بیٹی کو دیا اور انہوں نے بھی وہ پانی پیا پھر آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ کچھ پانی اپنے اوپر چھڑک لیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہاں سے واپس ہوئیں۔ اس کے بعد جب تک یہ دونوں عورتیں زندہ رہیں مدینہ میں ان سے زیادہ مطمئن اور خوش و خرم کوئی دوسری عورت نہیں تھی۔

شوق شہادت...... حضرت حارثہؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ ﷺ ان کے لئے شہادت کی دعا فرمائیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک صبح جب حارثہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا،

"حارثہ! تم نے کس حال میں صبح کی؟"

انہوں نے عرض کیا،

"میں اس حال میں صبح کو اٹھا کہ اللہ تعالیٰ پر صدق دل سے ایمان رکھتا تھا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"تم جو کچھ کہہ رہے ہو دیکھ کر کہو کیونکہ ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔"

حارثہ نے عرض کیا،

یا رسول اللہ! میں نے اپنے نفس کو دنیا سے بیگانہ کر لیا ہے۔ لہٰذا اب میں نے اپنی راتوں کو بے خواب اور دنوں کو پیاسا کر لیا ہے۔ گویا میں اپنے پروردگار کے عرش کے سامنے کھڑا ہوں اور گویا میں جنت والوں کو کیف و نشاط میں دیکھ رہا ہوں اور گویا دوزخ والوں کو بلبلاتے دیکھ رہا ہوں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا،

Presented by Ziaraat.Com

"تم نے صحیح دیکھا۔ تم ایسے بندے ہو جس کے دل میں حق تعالیٰ نے ایمان کا بیج بو دیا ہے۔"

حارثہ کہتے ہیں پھر میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے لئے شہادت کی دعا فرمائیے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

غرض جب اس پہلے اور انفرادی مقابلے میں مشرکوں کے تین بڑے سردار عتبہ، شیبہ اور ولید قتل ہو گئے تو ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا:

"صبر کرو! ہمارے ساتھ ہمارا معبود عزّیٰ ہے جبکہ تمہارے ساتھ عزّیٰ نہیں ہے۔"

اس پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک شخص نے پکار کر کہا،

ہمارے ساتھ ہمارا معبود اللہ ہے جب کہ تمہارے ساتھ اللہ نہیں ہے، اور ہمارے مقتولین یعنی شہید بھی ہیں جبکہ تمہارے مقتولین جہنم میں ہیں۔"

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں۔ آگے بیان آئے گا کہ یہی جملے غزوۂ احد کے موقع پر ابو سفیان نے کہے تھے اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے ان کا اسی طرح جواب دیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ اپنے پروردگار کے سامنے گڑگڑا رہے تھے اور اس سے وہ فتح و نصرت مانگ رہے تھے جس کا آپ ﷺ سے وعدہ کیا گیا تھا۔

<u>فتح و نصرت کے لئے نبی کی دعائیں</u>...... جہاں تک آنحضرت ﷺ کے اس عریش کا تعلق ہے جس کا ذکر گذشتہ سطروں میں ہوا ہے تو بخاری میں اس کو قبہ کہا گیا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ غزوۂ بدر کے دن جبکہ آنحضرت ﷺ اپنے قبہ میں تھے آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میں تجھ سے تیرا وعدہ مانگتا ہوں جو تو نے مجھے دیا تھا۔ آپ ﷺ دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر فرماتے تھے۔

"اے اللہ! اگر آج مومنوں کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔"

مسلم شریف میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے اس طرح فرمایا تھا کہ اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے عبادت گزار زمین پر باقی نہ رہیں۔ یعنی آپ ﷺ نے غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں یہی جملے کہے تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس جملے میں حق تعالیٰ کی تقدیر کے سامنے تسلیم و رضا کا مکمل اظہار بھی ہے اور اسی سے ان لوگوں کے عقیدے کی تردید بھی ہو جاتی ہے جو قدریہ کہلاتے ہیں اور جن کا عقیدہ یہ ہے کہ شر اور برائی کا وجود اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہوتی اور نہ ہی حق تعالیٰ کو شر اور برائی پیدا کرنے کی قدرت ہے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ان جملوں کے بارے میں جو یہ قول ہے کہ یہ آپ ﷺ نے غزوۂ بدر میں فرمائے تھے تو یہی مشہور قول ہے اور تفسیر اور غزوات کی کتابوں میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ دعا غزوۂ احد میں مانگی تھی۔ مگر دونوں باتوں سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں موقعوں پر یہ بات فرمائی ہو یہاں تک علامہ نووی کا کلام ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دعا میں یہ فرمایا تھا کہ اے اللہ! اگر مومنوں کی یہ جماعت مغلوب ہو گئی تو کفر و شرک کا بول بالا ہو جائے گا اور تیرا دین باقی نہیں رہے گا۔ (ی) کیونکہ آنحضرت ﷺ جانتے تھے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں لہٰذا اگر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی ہلاک ہو گئے تو اس شریعت پر چلنے اور عمل کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اے اللہ! مجھے نہ تو چھوڑیئے اور نہ رسوا فرمایئے میں تجھے تیرے اس وعدے کا واسطہ دیتا ہوں جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔ یعنی وہ وعدہ جو حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فتح و نصرت عطا فرمانے کے لئے دیا تھا۔

سوز صدیق...... ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اسی طرح قبلہ رو بیٹھے ہاتھ اٹھائے دعا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر آپ ﷺ کے شانے سے سرک کر گر گئی۔ حضرت ابو بکرؓ نے چادر سنبھالی اور اٹھا کر دوبارہ آپ ﷺ کے شانوں پر ڈال دی۔ پھر وہ آپ ﷺ کے پیچھے ہی بیٹھے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ اپنے پروردگار سے بہت مانگ چکے ہیں حق تعالیٰ نے آپ ﷺ سے جو وعدہ فرمایا ہے اسے ضرور پورا کرے گا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ...... خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی ضرور مدد فرمائے گا اور آپ ﷺ کو سرخ رو فرمائے گا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ...... آپ ﷺ اپنے رب کے سامنے بہت گڑگڑا چکے ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بغیر پورا ہوئے نہیں رہ سکتا تو یہ حقیقت ہے اور بہت زیادہ گڑگڑانے اور دعا مانگنے سے اس حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ اللہ تعالیٰ دعاؤں میں گڑگڑانے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے یہ بات آنحضرت ﷺ سے اس لئے عرض کی کہ اس شدت سے گڑگڑا کر دعا مانگنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو جو تعب ہو رہا تھا حضرت ابو بکرؓ اس سے بے چین ہو رہے تھے کیونکہ صدیق اکبرؓ بہت تھوڑے دل کے، رقیق القلب تھے اور آنحضرت ﷺ سے بے اندازہ محبت و عشق رکھتے تھے۔

مقام خوف اور مقام رجاء...... حضرت ابو بکرؓ کے اس قول کی ایک تشریح یہ کی گئی ہے کہ صدیق اکبرؓ اس وقت رجاء یعنی امید و آس کے مقام پر تھے اور رسول اللہ ﷺ مقام خوف میں تھے کیونکہ حق تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ دونوں ہی مقام فضیلت میں برابر ہیں یعنی مقام رجاء اور مقام خوف۔

فرشتوں کے ذریعہ مدد...... غرض جب مسلمانوں نے دیکھا کہ جنگ کی آگ بھڑک اٹھی ہے تو وہ سب بھی انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ کامیابی کی دعا مانگنے لگے۔ اسی وقت حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

اِذۡ تَسۡتَغِيۡثُوۡنَ رَبَّكُمۡ فَاسۡتَجَابَ لَكُمۡ اَنِّىۡ مُمِدُّكُمۡ بِاَلۡفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ مُرۡدِفِيۡنَ (سورۂ انفال، پ ۹، ع ۱ آیت ۹)

ترجمہ:- اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلے وار چلے آئیں گے۔

مردفین کے یہ معنی تو سلسلے وار کے کئے گئے ہیں اور ایک قول کے مطابق یہ ہیں کہ بطور تمہاری مدد کے ہوں گے ایک قول ہے کہ یعنی ہر فرشتے کے پیچھے دوسرا فرشتہ ہوگا۔ اسی بات کی تائید حضرت ابن عباسؓ کے قول سے بھی ہوتی ہے جس میں کہ بدر کے دن اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں سے اپنے نبی کی مدد فرمائی، پانچ سو فرشتے جبرئیل کے ساتھ تھے اور پانچ سو میکائیل کے ساتھ تھے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ مدد فرمائی اور ایک ہزار فرشتے جبرئیلؑ کے ساتھ تھے اور ایک ہزار میکائیلؑ کے ساتھ تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک روایت میں ہے کہ تین ہزار فرشتوں کے ذریعہ مدد فرمائی گئی جن میں سے ایک ایک ہزار جبرئیل و میکائیلؑ کے ساتھ تھے اور ایک ہزار اسرافیلؑ کے ساتھ تھے۔ یہ روایت بیہقی نے کتاب دلائل النبوۃ میں حضرت علیؓ سے بیان کی ہے مگر اس کی سند میں ضعف ہے۔

ایک قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کی جائے گی پھر اس وعدے میں دو ہزار کا اضافہ ہوا اور پھر دوبارہ دو ہزار کا اضافہ ہوا۔ ایک قول کے مطابق تین ہزار فرشتوں سے مدد دی گئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تعداد پورے پانچ ہزار فرمادی۔

حق تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے،

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ۔ (سورۂ آل عمران، پ ۴، ع ۱۳) آیت ۱۲۴-۱۲۵

ترجمہ:- جب کہ آپ مسلمانوں سے یوں فرمارہے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے تین ہزار فرشتوں کے ساتھ جو اتارے جاویں گے۔ ہاں کیوں نہیں اگر مستقل رہو گے اور متقی رہو گے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آپہنچیں گے تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمائے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو کہ ایک خاص وضع بنائے ہوئے ہوں گے۔

یہاں تین ہزار کا جو ذکر ہے اس میں ایک ہزار جبرئیلؑ کے ساتھ اور ایک ایک ہزار میکائیلؑ و اسرافیلؑ کے ساتھ مراد ہیں۔ غرض کہ پانچ ہزار فرشتوں کا جو ذکر ہے یہ اکثر علماء کے نزدیک غزوۂ بدر کے سلسلے میں ہی مراد ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ مراد غزوۂ احد ہے۔ جس میں تین ہزار کی امداد تھی پھر اس تعداد کو پورے پانچ ہزار تک کر دینے کا وعدہ دیا گیا اس شرط پر کہ مجاہدین تقویٰ اختیار کریں گے اور مال غنیمت جمع کرنے کے سلسلے میں صبر سے کام لیں گے مگر انہوں نے مال غنیمت کے سلسلہ میں صبر نہیں کیا لہٰذا تین ہزار سے اوپر کی جو امداد تھی وہ نہیں ملی۔

یہ دوسری جو روایت ہے یہ کتاب نہر میں ابو حیان نے پیش کی ہے کہ بدر کے دن ایک ہزار فرشتوں کی مدد تھی اور غزوۂ احد کے موقعہ پر تین ہزار فرشتوں سے مدد کا وعدہ تھا۔ پھر پانچ ہزار کا وعدہ اس شرط پر ہوا کہ مسلمان مال غنیمت جمع کرنے کے سلسلے میں صبر کریں۔ انہوں نے اس پر صبر نہیں کیا لہٰذا بقیہ مدد نہیں آئی یہاں تک کتاب نہر کا حوالہ ہے۔

اب یہ بات واضح جاتی ہے کیونکہ مال غنیمت جمع کرنے کے سلسلے میں مسلمانوں کا صبر نہ کرنا اور حکم خدا اور رسول کو پورا نہ کرنا غزوۂ احد میں پیش آیا تھا بدر کے دن نہیں۔

مشرکوں پر قہر خداوندی...... بیہقی نے حکیم ابن حزام سے روایت نقل کی ہے کہ بدر کے دن مشرکوں پر آسمان سے چیونٹیاں گریں اور اس قدر زیادہ تعداد میں گریں کہ افق نظروں سے اوجھل ہو گیا اور پوری وادی میں چیونٹیوں کا سیلاب آگیا۔ اسی وقت میرے دل میں یہ بات جم گئی کہ یہ یقیناً رسول اللہ ﷺ کی مدد کے لئے ہوا ہے اور یہ فرشتے ہیں۔

اسی طرح ایک حسن سند سے جبیر ابن مطعم سے روایت ہے کہ مشرکوں کے شکست کھانے سے پہلے

Presented by Ziaraat.Com

جبکہ خوں ریزی کا بازار گرم تھا میں نے سیاہ دھاریاں سی دیکھیں جو اس قدر تھیں کہ ساری وادی ان سے بھر گئی۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ حقیقت میں یہ فرشتے ہیں اور قوم یعنی مشرکوں کو شکست ضرور ہو گی۔

روایت میں بجاد کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی سیاہ دھاری دار کپڑے کے ہیں۔ آگے بیان آئے گا کہ اسی قسم کا واقعہ غزوۂ حنین میں بھی پیش آیا۔

فرشتوں کی مدد کی نوعیت...... (قال) جہاں تک فرشتوں کا تعلق ہے تو وہ مسلمانوں کے ساتھ ان کی کچھ کوششوں میں صرف شریک تھے تاکہ ان کوششوں کی نسبت رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کی طرف ہی رہے ورنہ تنہا جبرئیلؑ کو ہی یہ طاقت ہے کہ وہ اپنے بازوؤں کے صرف ایک پَر سے مشرکوں کو پیچھے دھکیل دیں۔ جیسا کہ انہوں نے مدائن میں لوطؑ کی قوم کے ساتھ کیا تھا اور اپنی صرف ایک گرج سے قوم ثمود اور صالحؑ کی قوموں کو ہلاک کر دیا تھا اس لئے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ دشمن کے دل میں یہ ہیبت بیٹھ جائے کہ مسلمانوں کے ساتھ فرشتے بھی جنگ میں شریک ہیں۔

اس تفصیل سے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے جس میں ہے کہ بدر کے دن فرشتے جنگ نہیں کر رہے تھے بلکہ وہ صرف مسلمانوں کی تعداد کو اپنی شرکت سے بڑھا رہے تھے ورنہ صرف ایک فرشتہ ساری دنیا کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے۔

فرشتوں کی ہیبت...... حدیث میں آتا ہے کہ بدر کے دن جو فرشتے نازل ہوئے تھے اگر ان کے اور ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ پردے حائل نہ فرماد یتا تو ان کی گرج اور ہیبت ناک آوازوں سے ڈر کر ساری دنیا کے لوگ ختم ہو جاتے۔

مشرکوں کو ابلیس کی شہ...... ایک مرسل حدیث میں آتا ہے کہ یوم عرفہ کے علاوہ کبھی شیطان اتنا ذلیل دریچ اور بے بس نہیں دیکھا گیا جتنا بدر کے دن دیکھا گیا۔ (ی) اور اسی طرح تمام مغفرت اور دوزخ سے چھٹکارے کے موقعوں پر بھی جیسا کہ رمضان کے دن ہوتے ہیں اور خاص طور پر شب قدر میں۔

حدیث میں آتا ہے کہ بدر کے دن ابلیس سُراقہ ابن مالک مُدلجی کنانی کی صورت میں شیاطین کے ایک لشکر کے ساتھ آیا جو سب کے سب بنی کنانہ کے لوگوں کے بھیس میں تھے۔ اس کے ہاتھ میں اس کا جھنڈا بھی تھا اس نے مشرکوں سے آکر کہا،

"آج کوئی انسان تم پر غالب نہیں آسکتا اور میں تمہارا محافظ ہوں۔"

یہی بات شیطان نے مشرکوں کی مکہ سے روانگی کے وقت بھی ان سے کہی تھی جو بنی کنانہ یعنی سُراقہ کی قوم کی وجہ سے بہت ڈر رہے تھے (کہ ایسے میں کہیں وہ قریش سے اپنی دشمنی نہ نکالیں) اگرچہ اس موقعہ پر بیان ہوا ہے کہ شیطان تنہا تھا مگر اس سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ شاید ابلیس کا لشکر یعنی جنات کے مشرکین بعد میں آکر اس کے ساتھ شامل ہوئے۔

جبرئیل کو دیکھ کر ابلیس کی بدحواسی اور فرار...... (قال) اسی وقت جبرئیلؑ اور دوسرے ملائکہ نے ابلیس کو دیکھا جو ایک مشرک کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے کھڑا تھا۔ (ی) یہ مشرک ابوجہل کے بھائی حرث ابن ہشام تھے جو اس وقت تک مشرک تھے۔ ابلیس ان کو دیکھ کر بدحواس ہو گیا اور اسی طرح اس کے ساتھ ہی اس کے لشکری بھی بدحواس باختہ ہو گئے۔ اسی وقت حرث ابن ہشام نے ابلیس سے کہا،

Presented by Ziaraat.Com

"سُراقہ! کیا تم واقعی ہمارے محافظ بن کر آئے ہو؟"

اس نے کہا،

"میں تم لوگوں سے بَری اور بیزار ہوتا ہوں کیونکہ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔"

حرث ابن ہشام نے یہ جواب سن کر اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا اور کہا،

"خدا کی قسم میں تو صرف یہ دیکھ رہا ہوں کہ یثرب کی چمگادڑیں نکل کر سامنے آگئی ہیں۔"

سُراقہ یعنی ابلیس کے فرار پر ابو جہل کی تلملاہٹ...... اس پر ابلیس نے حرث کے سینے پر ہاتھ مار کر انہیں دھکا دیا جس سے وہ گر پڑے۔ دوسری طرف حرث ابن ہشام کے بھائی عمرو ابن ہشام یعنی ابو جہل نے سُراقہ یعنی ابلیس کی دغابازی دیکھی تو اس نے لوگوں سے کہا،

"لوگو! تم سُراقہ کی دغا پر ہمت نہ ہارنا کیونکہ وہ پہلے ہی محمد ﷺ کے ساتھ یہ سازش کر کے آیا تھا نہ ہی تم لوگ عتبہ و شیبہ اور ولید کے قتل پر بھی بددل نہ ہونا کیونکہ انہوں نے جلد بازی سے کام لیا تھا۔ لات و عُزّیٰ کی قسم ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو رسّیوں سے نہیں جکڑ لیں گے۔"

پھر وہ لوگوں سے پکار پکار کر کہنے لگا،

"انہیں قتل مت کرو بلکہ پکڑ لو!"

سُراقہ کی حقیقت کا علم...... علامہ سہیلیؒ نے روایت بیان کی ہے کہ جنگ کے بعد جو قریشی زندہ بچے اور بھاگ کر مکہ پہنچے تو انہوں نے سُراقہ ابن مالک مُدلجی کو مکہ میں موجود پایا (جبکہ وہ ابلیس کو سُراقہ کی شکل میں میدان بدر میں دیکھ چکے تھے اور اس کو سُراقہ ہی سمجھ رہے تھے) انہوں نے مکہ میں سُراقہ کو دیکھ کر کہا،

"سُراقہ! تم ہماری صفیں توڑ کر بھاگ آئے اور ہمیں جنگ میں ناکام کرادیا۔"

سُراقہ نے کہا،

خدا کی قسم! تمہارے معاملات کا مجھے کچھ پتہ نہیں ہے نہ میں میدان بدر میں گیا اور نہ مجھے کچھ خبر ہے۔"

ابلیس کے قول کا تجزیہ...... مگر ان لوگوں نے سُراقہ کی بات کا یقین نہیں کیا یہاں تک کہ یہ لوگ جب مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اس بارے میں نازل ہونے والی وحی سنی تب انکو پتہ چلا کہ میدان جنگ میں جو شخص ان سے سُراقہ کی صورت میں ملا تھا وہ سراقہ نہیں بلکہ اصل میں ابلیس تھا۔ یہاں تک علامہ سہیلی کا حوالہ ہے۔

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ یہ بات تو ابلیس نے سچ کہی کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ رہے ہو مگر یہ اس نے جھوٹ کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ خدا کی قسم اس میں خدا کا ذرا بھی خوف نہیں ہے۔

کتاب ینبوع حیات میں ہے کہ مجھے اس بات پر کوئی تعجب نہیں کیونکہ ابلیس اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے وہ اس سے یقیناً ڈرتا ہے۔ یعنی چاہے حقیقت میں جس طرح اللہ سے ڈرنا چاہئے اس طرح ابلیس نہ ڈرتا ہو۔

ایک قول یہ ہے کہ ابلیس اس لئے ڈرا تھا کہ کہیں یہ دن وہی متعین دن نہ ہو جس کے بارے میں حق

Presented by Ziaraat.Com

تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰئِکَةَ لَا بُشْرٰی یَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ وَ یَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (سورۂ فرقان، پ ۱۹، ع ۳) آیت ۲۲

ترجمہ :۔ جس روز یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے اس روز مجرموں یعنی کافروں کے لئے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور کہیں گے کہ پناہ ہے پناہ ہے۔

میں نے حضرت شیخ علی الخواص کا قول دیکھا کہ یہ ضروری نہیں کہ ابلیس باطن میں بھی یہی عقیدہ رکھتا ہو جس کا وہ اظہار کر رہا ہے جیسا کہ تمام منافقین کی حالت بھی یہی ہوتی ہے۔

ابلیس کا خوف...... وہب کا قول ہے کہ وہ متعینہ دن جس تک ابلیس کو مہلت دی گئی تھی یہی بدر کا دن تھا جس میں فرشتوں نے اس (کی ذرّیت) کو قتل کیا۔ مگر مشہور قول یہ ہے کہ ابلیس کو قیامت کے دن تک مہلت دی گئی ہے۔ اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب ابلیس حرث کے سینے میں ہاتھ مار کر بھاگا تو بھاگتے بھاگتے آخر وہ سمندر میں جا گرا۔ سمندر میں گر کر اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا،

"اے پروردگار یہ تیرا وہی متعینہ دن ہے جس تک تو نے مجھ کو مہلت دی تھی۔ اے اللہ! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری طرف نظر کرم فرما!"

اس وقت اس کو ڈر لگ رہا تھا کہ وہ قتل نہ کر دیا جائے۔

ابلیس اور قیامت اور موت کی ترتیب...... جامع صغیر کے زوائد میں مسلم سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے اترنے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ابلیس کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے اور مسلمان ان کی تلوار ابلیس کے خون سے رنگی ہوئی دیکھیں گے۔

ایک قول ہے کہ قیامت کے اس دن سے مراد جس تک شیطان کو مہلت دی گئی ہے وہ نفخہ یا پھونک نہیں ہے جس سے سب لوگ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے بلکہ وہ صعق یا ہوش اڑا دینے والی پھونک مراد ہے جس سے آسمان و زمین کے وہ تمام باقی جاندار بھی مر جائیں گے جو اس وقت تک نہیں مرے تھے۔ مگر ایک قول کے مطابق سوائے ان فرشتوں کے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل یعنی ملک الموت کے کہ یہ اس کڑاکے پر نہیں مریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں ان کو مستثنیٰ فرما لیا ہے۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (سورۂ زمر، پ ۲۴، ع ۷) آیت ۶۸

ترجمہ :۔ اور قیامت کے روز صور میں پھونک ماری جاوے گی سو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جاویں گے مگر جس کو خدا چاہے۔

اس کے بعد جبرئیل اور میکائیل کو موت آئے گی، پھر عرش اٹھانے والے فرشتوں کو موت آئے گی، پھر اسرافیل کو موت آئے گی اور ان سب کے بعد عزرائیل یعنی ملک الموت کو موت آئے گی۔ اس طرح ملک الموت مرنے والوں میں سب سے آخری جاندار ہوں گے۔

موت کا پہلا دھاکہ...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ صعق موت کے مقابلے میں اپنے مفہوم کے اعتبار سے زیادہ عام ہے یعنی اس سے غشی طاری ہونا اور شعور کا ختم ہونا مراد ہے۔ لہٰذا جو لوگ اس پھونک سے پہلے مر چکے ہیں اور برزخ میں زندہ ہیں جیسے انبیاء اور شہید وہ اس صعق سے نہیں مریں گے بلکہ ان پر غشی طاری ہو جائے گی اور شعور ختم ہو جائے گا اور وہ ملائکہ کی اس قسم سے مستثنیٰ رہیں گے جس کا ذکر پیچھے ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

موسیٰؑ اور موت کا دھماکہ...... دوسری قسم میں موسیٰؑ ہیں کہ ان کو اس غشی سے مستثنیٰ کیا گیا ہے یعنی ان پر یہ غشی طاری نہیں ہوگی کیونکہ ان پر طور کی آواز کے موقعہ پر غشی طاری ہو چکی ہے (لہٰذا اس وقت ان کو اس غشی سے مستثنیٰ رکھا جائے گا)۔

دھماکہ کے بعد غشی سے ہوش کی طرف...... مگر اس بارے میں یہ شبہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موسیٰؑ کے متعلق یہ بات یقین کے ساتھ نہیں بتلائی بلکہ آپ ﷺ نے اس بارے میں تردّد کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا،

"پھر اس وقت سب سے پہلے سر اٹھانے والا یعنی اس غشی سے ہوش میں آنے والا میں ہوں گا۔ مگر اچانک میں اپنے آپ کو موسیٰؑ کے ساتھ عرش کا پایہ تھامے ہوئے پاؤں گا۔ اب میں نہیں جانتا کہ کیا پہلے سر اٹھانے والے موسیٰؑ ہوں گے یعنی آیا وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آچکے ہوں گے یا وہ ان میں سے ہوں گے جن کو حق تعالیٰ نے اس غشی سے مستثنیٰ فرما دیا ہے اور وہ بیہوش ہی نہیں ہوں گے۔"

اسی طرح بخاری و مسلم کی ایک روایت بھی ہے کہ جس میں ہے کہ سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی۔ مگر بعض راویوں نے شاید غلط فہمی کی وجہ سے اس روایت کو اور غشی ٹوٹنے والی روایت کو ملا کر ایک کر دیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی مگر اچانک میں اپنے آپ کو موسیٰؑ کے پاس کھڑا دیکھوں گا وغیرہ وغیرہ مگر اس بات میں شبہ ہے کیونکہ قیامت کے دن سے مراد دوبارہ زندہ ہونے کی پھونک مراد ہے جبکہ صعق یعنی ہوش اڑا دینے والی پھونک اس سے پہلے ہوگی جیسا کہ بتلایا گیا۔

موسیٰؑ کے متعلق آنحضرت ﷺ نے اگرچہ تردد ظاہر فرمایا ہے کہ نہیں معلوم ان کو پہلے ہوش آچکا ہوگا یا وہ بے ہوش ہی نہیں ہوئے ہوں گے مگر خود اپنے بارے میں یقین سے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے سر اٹھانے والے آپ ﷺ ہوں گے۔ اب اگر یہ دونوں روایتیں ایک ہیں تو اس تردّد اور یقین کی وجہ سے یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب موسیٰؑ کے بارے میں تردّد موجود ہے تو آپ ﷺ نے اپنے بارے میں یقین سے یہ کیسے فرمایا کہ آپ ﷺ سب سے پہلے سر اٹھانے والے ہوں گے۔

شیخ الاسلام نے اس کا جو جواب دیا ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ دو علیحدہ علیحدہ روایتیں ہیں ایک نہیں ہے، مگر پھر بھی ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے موسیٰؑ پر فوقیت مت دو کیونکہ قیامت کے دن جب سب لوگ بیہوش ہوں گے تو میں بھی ان کے ساتھ بیہوش ہوں گا پھر سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو موسیٰؑ کو وہاں کھڑا پاؤں گا...... آخر حدیث تک۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ موسیٰؑ سے افضل نہیں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک دوسرے موقعہ پر یہ فرمایا کہ جس نے میرے بارے میں یہ کہا کہ میں یونس ابن متیٰؑ سے بہتر ہوں وہ جھوٹا ہے۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان تواضع اور انکساری ظاہر کرتا ہے یا پھر یہ فرمان اس وقت کا ہے جب آپ ﷺ کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ آپ ﷺ تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔

پیچھے بیان ہوا کہ وہ متعینہ دن جو ابلیس کو نظر آرہا تھا، تو ایک قول کے مطابق یہاں متعینہ دن یا وقت معلوم سے مراد وہ وقت ہے جب کہ وہ جانور ظاہر ہوگا اور وہ اس کو اپنے پیروں سے روند کر ہلاک کر دے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

ابلیس اور بڑھاپا..... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب ابلیس پر زمانے اور صدیاں گزر جاتی ہیں اور وہ بالکل بوڑھا ہو جاتا ہے تو اچانک پھر تیس سالہ نوجوان بن جاتا ہے۔

جہاں تک صعق یعنی اس آواز کا تعلق ہے جس سے تمام جانداروں کے ہوش اڑ جائیں گے اور ان پر موت کی غشی طاری ہو جائے گی تو اس سے پہلے ایک اور آواز ہو چکی ہو گی جس کو نفخہ فزع کہتے ہیں۔ اس آواز سے تمام آسمان اور زمین والوں میں زبردست ابتری اور گھبراہٹ پیدا ہو جائے گی۔ اس آواز پر زمین کی حالت اس کشتی کے مانند ہو جائے گی جو پانی میں ڈول رہی ہو اور جس کو موجوں کے تھپیڑے ادھر سے ادھر تیرا رہے ہوں۔ بڑے بڑے پہاڑ بادلوں کی طرح فضا میں اڑتے پھریں گے، آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، چاند، سورج گہن کھا کر ماند ہو جائیں گے۔ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے،

یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ (سورۂ نازعات، پ ۳۰، ع الآیت ۷-۶)

جس دن ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی (مراد نفخہ اولیٰ ہے) جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آوے گی (مراد نفخۂ ثانیہ ہے)۔

اسی طرح ایک اور ارشاد باری ہے،

اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ. يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (سورۂ حج، پ ۱۷، ع الآیت ۲-۱)

ترجمہ:- کیونکہ یقیناً قیامت کے دن کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہو گی جس روز تم اس زلزلے کو دیکھو گے اس روز تمام دودھ پلانے والیاں مارے ہیبت کے اپنے دودھ پیتوں کو بھول جاویں گی اور تمام حمل والیاں اپنے حمل پورے دن ہونے سے پہلے ڈال دیں گی اور اے مخاطب! تجھ کو لوگ نشے کی سی حالت میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ واقعہ میں نشے میں نہ ہوں گے۔ لیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز۔

اسی طرح حق تعالیٰ کا ارشاد ہے،

ففزع من في السموات ومن في الارض الا من شاء الله (سورۂ نمل، پ ۲۰، ع ۷)

ترجمہ:- سو جتنے آسمان اور زمین میں ہیں سب گھبرا جاویں گے مگر جس کو خدا چاہے وہ اس گھبراہٹ سے اور موت سے محفوظ رہے گا۔

شہداء کا مقام بلند..... ان لوگوں کے بارے میں جن کا اس آیت میں استثنیٰ کیا گیا ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ شہید لوگ ہوں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اس دن مردہ لوگوں کو ان باتوں کا کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ اس پر ہم نے یعنی صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

"یارسول اللہ! پھر حق تعالیٰ نے اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ کے ذریعہ کن لوگوں کو مستثنیٰ فرمایا ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"وہ شہید ہوں گے ابتری اور گھبراہٹ زندہ لوگوں میں ہوتی ہے اور وہ یعنی شہداء اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں اور ان کو وہاں رزق بھی پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ فرما دیا ہے اور ان کو اس سے امان دے دی ہے۔"

یہاں آنحضرت ﷺ نے صرف شہداء کا ذکر فرمایا ہے اس کے ساتھ انبیاء کا ذکر نہیں کیا اس کی وجہ

Presented by Ziaraat.Com

یہ ہے کہ یہ بات اصولی طور پر معلوم ہے کہ انبیاء کا مقام اور رتبہ شہداء سے بلند تر ہے چاہے نچلے طبقہ میں کوئی ایسی چیز بھی ہو جو اونچے طبقہ میں موجود نہ ہو۔ اسی لئے ایک قول ہے کہ رزق کی فراہمی صرف شہیدوں تک ہی مخصوص ہے اور اسی لئے (شافعی فقہاء کے نزدیک) ان کے جنازے کی نماز ضروری نہیں ہے۔

غزوۂ بدر میں جنّات کی شرکت...... کہا جاتا ہے کہ بدر کے دن مسلمانوں کے ساتھ جنّات میں کے ستّر افراد بھی شریک تھے جو مومن تھے۔ مگر یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آیا انہوں نے جنگ میں بھی حصہ لیا یا وہ صرف مدد کے طور پر ساتھ تھے۔

نصرت کی بشارت...... پھر وہاں عریش میں آنحضرت ﷺ کو کچھ دیر کے لئے غنودگی آگئی یعنی غنودگی کی وجہ سے آپ ﷺ کی گردن مبارک ایک طرف ڈھلک گئی مگر فوراً ہی آپ ﷺ چونک گئے اور آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا،

"اے ابوبکر! تمہیں خوشخبری ہو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد آگئی ہے۔ یہ جبرئیلؑ اپنے گھوڑے کی لگام تھامے کھڑے ہیں۔" ایک روایت میں یہ لفظ ہیں،

"اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوئے اسے گرد و غبار میں ہنکاتے ہوئے لے جا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ جو۔ تم نے مانگی تھی اللہ کی وہ مدد تمہارے لئے آگئی ہے۔" ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ بدر کے معرکہ سے فارغ ہوگئے تو جبرئیلؑ آپ ﷺ کے پاس ایک ایسے سرخ رنگ کے گھوڑے پر آئے جس کی پیشانی پر داغ تھا اور اس کا منہ غبار آلود تھا جبرئیلؑ زرہ بکتر پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

"اے محمد ﷺ! مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے اور اس وقت تک آپ ﷺ کے پاس سے نہ جاؤں گا جب تک کہ آپ ﷺ مطمئن نہ ہو جائیں۔"

بہر حال اس میں اشکال کی بات نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس موقعہ پر دو مرتبہ جبرئیلؑ کو دیکھا ہو اور یہ کہ یہ واقعہ اس کے بعد رہا ہو۔ جہاں تک پہلی روایت کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل سے انداز ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس وقت جبرئیلؑ کو خواب میں دیکھا تھا۔ اب جہاں تک غبار کا تعلق ہے تو وہ پہلی مرتبہ میں بہت زیادہ تھا اتنا کہ اس کا منہ بھی گرد آلود ہو گیا تھا۔

مجاہدوں کے سامنے آنحضرت کے ولولہ انگیز کلمات...... غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنے عریش یعنی چھپر سے باہر نکل کر لوگوں کے درمیان تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ان کو جنگ پر ابھارتے ہوئے فرمایا،

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ جو شخص بھی آج ان مشرکوں کے مقابلے میں صبر و ہمت کے ساتھ لڑے گا، ان کے سامنے سینہ تانے جما رہے گا اور پیٹھ نہیں پھیرے گا اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔"

صحابہ کا جوش و خروش اور شوقِ شہادت...... یہ سن کر حضرت عُمیر ابن حمام نے جن کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھا رہے تھے کہا،

"واہ واہ، تو میرے اور جنت کے دروازے کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہے کہ ان میں سے کوئی مجھے قتل کر دے۔"

Presented by Ziaraat.Com

یہ کہہ کر انہوں نے ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں اور تلوار سونت کر دشمنوں سے بھڑ گئے یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"اس جنت کی طرف بڑھو جو زمینوں اور آسمانوں سے بڑی ہے اور متقیوں کے واسطے تیار کی گئی ہے۔"

یہ سن کر حضرت عمیر ابن حمام نے واہ واہ کہا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

"تم کس بات پر حیرت اور خوشی کا اظہار کر رہے ہو؟"

"عمیر نے کہا اس پر کہ وہ وقت آگیا ہے جب میں جنت والوں میں شامل ہو جاؤں گا۔"

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم نے کس بناپر واہ واہ کہا؟ عمیرؓ نے کہا،

"یارسول اللہ! اور کچھ نہیں صرف اس امید و آرزو میں کہ میں بھی جنت کے باسیوں میں کہلاؤں۔"

پھر وہ جلدی جلدی کھجوریں چبانے لگے اور بولے،

"خدا کی قسم اگر میں ان کو کھاتا رہا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ...... اگر میں ان کو کھانے کی وجہ سے اتنی دیر اور زندہ رہا تو یہ بڑی طویل زندگی ہو جائے گی۔"

یہ کہہ کر انہوں نے باقی کھجوریں پھینک دیں اور لڑنا شروع کر دیا۔ جنگ کے دوران وہ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے،

رَکضاً ...... اِلَی اللّٰہِ بغیرِ زادٍ
اِلاَّ التقیٰ وَ عملَ المعادٗ

ترجمہ :- ہم اللہ تعالیٰ کی طرف اس حالت میں سفر کر رہے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی زادِ راہ نہیں ہے سوائے اللہ کے خوف اور تھوڑے سے عمل کے۔

وَالصبر فِی اللّٰہِ علی الجِہاد
وَکل زاد عرضۃ النفاد
غیر التقی والبر و الرشاد

ترجمہ :- اس کے علاوہ اپنی کوشش اور اس جہاد میں ہمارے پاس اللہ کی راہ میں صبر کا سرمایہ ہے اور ہر سرمایہ اور زادِ راہ ختم ہونے والی چیز ہے۔ سوائے اس زادِ راہ کے جو اللہ کے خوف، نیکی اور راستی کی شکل میں ہو۔

آخر حضرت عمیرؓ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

آگے غزوۂ احد میں اسی قسم کا ایک واقعہ ایک دوسرے صحابی کے متعلق بھی آرہا ہے جنہوں نے اسی طرح کھجوریں پھینک کر لڑنا شروع کیا تھا ان کی روایت حضرت جابرؓ نے بیان کی ہے مگر ان کا نام ظاہر نہیں کیا۔

چنانچہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد میں ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو کہاں ہوں گا؟"

آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں یہ سن کر اس شخص نے وہ کھجوریں پھینک دیں جو ہاتھ میں لے رہا تھا اور پھر لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ اس روایت کو بخاری، مسلم اور نسائی نے پیش کیا ہے اس میں جو شبہ ہے وہ بھی آگے بیان ہو گا۔

Presented by Ziaraat.Com

اللہ تعالیٰ کی ہنسی...... حضرت عوف ابن عفراء نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! بندے کے کس عمل پر پروردگار کو ہنسی آتی ہے۔ یعنی کس عمل پر اللہ تعالیٰ بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"مجاہد کے بغیر زرہ بکتر پہنے دشمن پر حملہ آور ہونے پر۔"

یہ سن کر حضرت عوف نے اپنے جسم پر سے زرہ بکتر اتار کر پھینک دی اور تلوار سونت کر دشمن پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

یہاں حق تعالیٰ کی ہنسی سے اس کی انتہائی پسندیدگی اور خوشی مراد ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت طلحہ ابن عمرؓ کے متعلق فرمایا،

"اے اللہ! طلحہ سے اس طرح ملاقات فرما کہ وہ تیرے لئے ہنستا ہو اور تو اس کے لئے ہنستا ہو۔"

یعنی اس کی اور تیری ملاقات ایسی ہو جیسے دو محبوب ایک دوسرے سے ملتے ہیں کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے جو انتہائی محبت و عشق ہوتا ہے وہ ہنسی بن کر ان کے چہروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس طرح یہ ایک نہایت نادر کلمہ ہے جس میں خوشنودی، محبت اور بندگی کے تمام پہلو شامل ہیں اور یہ آنحضرت ﷺ کے جامع کلام کا ایک بہترین نمونہ اور مثال ہے۔

غزوۂ بدر میں حضرت معبد ابن وہب دونوں ہاتھوں میں تلواریں لے کر لڑے۔ یہ حضرت معبدؓ، ہریرہ بنت زمعہ کے شوہر تھے جو ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ کی بہن تھیں۔ اس طرح یہ حضرت معبدؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمزلف تھے۔

مشرکوں پر آنحضرت ﷺ کی طرف سے مشت خاک...... غرض پھر آنحضرت ﷺ نے زمین سے مٹھی میں کچھ باریک کنکریاں اٹھائیں۔ اس کا حکم آپ ﷺ کو حضرت جبرئیلؑ نے دیا تھا جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ جبرئیلؑ نے آپ ﷺ سے کہا،

"زمین سے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھا کر ان لوگوں یعنی دشمن پر پھینک دیجئے!"

آنحضرت ﷺ نے مٹی اٹھائی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ مجھے مٹی اٹھا کر دو۔ پھر وہ مٹی لے کر آپ ﷺ نے قریش کی طرف رخ کیا اور فرمایا،

"یہ چہرے خراب ہو جائیں۔ ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ...... اے اللہ! ان کے دلوں کو خوف سے بھر دے اور ان کے پاؤں اکھاڑ دے"

مشرکوں پر مشت خاک کا اثر...... یہ کہہ کر آپ ﷺ نے وہ مٹی قریش کی طرف اچھال دی۔ قریش میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہا جس کی آنکھ میں یہ مٹی نہ پہنچی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ جس کی ناک اور منہ میں یہ مٹی نہ پہنچی ہو۔ اور ہر شخص اس قدر بدحواس ہو گیا کہ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کدھر جائے اور کس طرح آنکھوں سے مٹی صاف کرے۔

بندگان کفر کی پسپائی...... آخر نتیجہ یہ ہوا کہ مشرکین شکست کھا کر بھاگے اور مسلمان ان کا پیچھا کر کے انہیں قتل اور گرفتار کرنے لگے۔

Presented by Ziaraat.Com

مگر اس سلسلے میں مشہور اور روایتی قول یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ حنین میں پیش آیا تھا۔ مگر بعض علماء نے ایک روایت نقل کی ہے جس سے اسی پہلے قول کی تائید ہوتی ہے (کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر میں پیش آیا تھا) وہ قول یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے،

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (سورۂ انفال، پ ۹، ع ۲ آیت ۱۷)

ترجمہ:۔اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی۔

جو غزوۂ بدر میں نازل ہوا تھا۔ یہی بات عروہ، عکرمہ، مجاہد اور قتادہ نے بھی کہی ہے۔ ان ہی بعض علماء کا قول ہے کہ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے غزوۂ احد میں بھی مٹی اٹھا کر پھینکی تھی۔ یہاں تک اس قول کا حوالہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تین مٹھی خاک اٹھائی تھی۔ آپ ﷺ نے ایک مٹھی خاک دشمن کے میمنہ یعنی دائیں جانب پھینکی، دوسری مرتبہ میسرہ یعنی بائیں حصے میں پھینکی اور تیسری مرتبہ دشمن کے سامنے کے حصہ میں پھینکی اور وہی جملہ فرمایا کہ یہ چہرے بگڑ جائیں جس پر دشمن کو شکست ہو گئی۔

حضرت جابر ابن عبداللہ ؓ کہتے ہیں کہ یہ تینوں مشت خاک بدر کے دن آسمان سے اس طرح نازل ہوئیں جیسے کسی طشت میں بھر کر ڈالی گئی ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو اٹھا کر مشرکوں کے چہروں کی طرف پھینک دیا یعنی دائیں بائیں اور سامنے کے حصوں میں۔ جب آپ ﷺ نے یہ مشت خاک مشرکوں کی طرف پھینکی تو صحابہ سے فرمایا کہ تیزی سے حملہ کرو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کو بری طرح شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی وقت حق تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جو گذشتہ سطروں میں بیان ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کی معرکہ فرمائی..... اس سلسلے میں ایک بات کہی جاتی ہے کہ دونوں صورتوں کے مان لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور دونوں ہی باتیں آیت سے مراد ہو سکتی ہیں۔

(قال) اس روز آنحضرت ﷺ نے زبردست جنگ فرمائی اور اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے بھی۔ یعنی جس طرح آپ ﷺ دونوں حضرات اپنے عریش میں دعا کے ذریعہ جہاد فرما رہے تھے اسی طرح آپ دونوں نے اپنے جسموں سے بھی جہاد فرمایا اور اس طرح ان حضرات نے دونوں مقامات کو حاصل کیا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: یہ روایت اموی سے اسی طرح بیان کی گئی ہے مگر اس کے قبول کرنے میں تامل کیا گیا ہے کیونکہ یہ روایت سوائے ان کے اور کسی کے کلام میں نہیں ملتی۔ ایسا لگتا ہے کہ اس راوی کو آنحضرت ﷺ کے جنگ کے درمیان موجود رہنے سے غلط فہمی ہوئی ہے۔ جیسا کہ پیچھے حضرت علیؓ کی روایت بیان ہوئی ہے کہ بدر کے دن ہم آنحضرت ﷺ کے ذریعہ مشرکوں سے اپنا بچاؤ کرتے تھے (یعنی انتہائی خطرناک موقعوں پر بھی آنحضرت ﷺ مردانہ وار اپنی جگہ جمے رہتے تھے اور ہم آپ ﷺ کو اپنی ڈھال بنالیتے تھے) اور آنحضرت ﷺ ہم میں سب سے زیادہ بہادر اور دلیر تھے۔ تو اگرچہ اس روایت سے کہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ نے خود بھی جنگ فرمائی مگر شاید گذشتہ روایت کے راوی کو اسی روایت سے غلط فہمی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

ہاں البتہ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ جب مشرکوں کو شکست فاش ہو گئی اور وہ میدان جنگ سے بھاگے تو آنحضرت ﷺ کو تلوار سونتے ان کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھا گیا اس وقت آپ ﷺ یہ آیت تلاوت فرما

Presented by Ziaraat.Com

رہے تھے،

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (سورۂ قمر، پ ۲۷، ع ۲ آیت ۴۵)

ترجمہ:- عنقریب ان کی یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پھر پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

کتاب اتقان میں ہے کہ یہ آیت ان میں سے ہے جن کا حکم آیت کے نازل ہونے کے بعد نازل ہوا کیونکہ یہ آیت تو مکہ میں نازل ہو چکی تھی اور یہ واقعہ جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے غزوۂ بدر میں پیش آیا۔

چنانچہ حضرت عمرؓ سے بھی روایت ہے کہ یہ آیت تو پہلے نازل ہو چکی تھی۔ جب بدر کا واقعہ پیش آیا اور مشرکین مکہ شکست کھا کر بھاگے تو میں نے آنحضرت ﷺ کو تلوار لئے ان کے تعاقب میں دیکھا۔ آپ ﷺ اس وقت یہ آیت پڑھتے جاتے تھے جو اوپر بیان ہوئی۔ لہٰذا یہ آیت غزوۂ بدر کے لئے نازل ہوئی تھی۔ اس روایت کو طبرانی نے اوسط میں پیش کیا ہے۔

اگر آنحضرت ﷺ نے خود جنگ فرمائی ہوتی تو آپ ﷺ نے مقابل کو زخمی یا قتل کیا ہوتا اور اگر ایسا کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں زخمی یا قتل ہوا ہوتا تو اس واقعہ کی کوئی نہ کوئی روایت ضرور ملتی کیونکہ ایسی بات کی روایت کے اسباب موجود ہیں۔

کتاب نور کے حوالے سے غزوۂ احد کے بیان میں آگے آرہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سوائے ابی بن خلف کے نہ پہلے نہ بعد میں کبھی کسی شخص کو اپنے دست مبارک سے قتل نہیں کیا (لہٰذا جو روایت گزری وہ قابل غور ہے)۔

جہاں تک آنحضرت ﷺ کے مشرکوں پر مشت خاک پھینکنے کا تعلق ہے تو اس واقعہ کی طرف قصیدہ ہمزیہ کے شاعر نے بھی اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے،

وَرَمیٰ بِالْحَصَا فَاقْصَدَ جَيْشًا
مَا الْعَصَا عِنْدَهُ وَمَا الْالْقَاءُ

مطلب: یعنی آنحضرت ﷺ نے دشمن کے لشکر پر مشت خاک اٹھا کر پھینکی جو ان میں سے ہر ایک شخص تک پہنچی۔ یعنی ایک ایسی ہی چیز جیسے موسیٰؑ نے فرعون کے ساحروں کی رسیوں اور لکڑیوں پر جو سانپ بن گئی تھیں اپنا عصا پھینکا تھا مگر پھر بھی عصا پھینکنے کا واقعہ، مشت خاک پھینکنے کے واقعہ کے برابر اور ہم پلّہ نہیں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے اس مٹی پھینکنے کے واقعہ کی کوئی نظیر نہیں ہے جبکہ موسیٰؑ کے عصا پھینکنے اور اس کے سانپ بن جانے کی نظیر موجود ہے کہ فرعون کے ساحروں اور جادوگروں نے رسیاں پھینکی تھیں جو سانپ بن گئیں تب موسیٰؑ نے عصا پھینکا جو اژدہا بن گیا۔ مگر آنحضرت ﷺ کے مشت خاک پھینکنے کا واقعہ بے مثال ہے۔ جس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

ادھر اسی وقت آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمایا کہ مسلمانوں میں جس نے جس شخص کو قتل کیا ہے اس کے جسم پر کا سامان مارنے والے کا ہے۔ اسی طرح جس نے جس مشرک کو گرفتار کیا وہ قیدی اسی شخص کا ہوگا۔ جیسا کہ کتاب امتاع میں ذکر ہے۔

حضرت سعدؓ کا کفر کے خلاف شدید جذبہ...... آخر جب دشمن نے شکست کھا کر ہتھیار پھینک دیئے اور

Presented by Ziaraat.Com

صحابہ ان کو گرفتار کرنے لگے تو آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ حضرت سعدؓ کے چہرے پر اس منظر سے ناگواری کی آثار ہیں یعنی مسلمانوں کے اس عمل کو وہ ناپسندیگی کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا،

"اے سعد! ایسا لگتا ہے کہ تم قوم کی اس حرکت کو یعنی مشرکوں کے گرفتار کرنے کو ناپسند کر رہے ہو۔

انہوں نے عرض کیا،

بے شک یا رسول اللہ! مشرکوں کے ساتھ یہ ہماری پہلی اور کامیاب جنگ ہے لہٰذا اس میں میرے نزدیک مشرکوں کو زندہ رکھنے کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ قتل کر دینا بہتر ہے۔

<u>بنی ہاشم کو قتل نہ کرنے کی ہدایت</u>...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا

"تمہیں معلوم ہے کہ مشرکوں کے لشکر میں بنی ہاشم کے بھی کچھ لوگ تھے"

جو زبردستی قریش کے ساتھ چلے آئے تھے ورنہ انہیں ہم سے جنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لہٰذا تم میں سے جو بھی ہاشمی شخص کو پکڑے وہ اس کو قتل نہ کرے۔(ی) بلکہ اس کو گرفتار کرلے۔

ان لوگوں میں آپ ﷺ نے ابوالبختری ابن ہشام کا بھی ذکر کیا اور فرمایا۔

"جو شخص ابوالبختری کو پکڑے وہ اسے قتل نہ کرے"

کیونکہ یہی وہ ابوالبختری ہے جو اس وقت مسلمانوں کی حمایت میں سب سے آگے آگے تھا جب قریش نے مکہ میں رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمانوں کا مقاطعہ اور بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ اس نے کوشش کی تھی کہ قریش کے اس عہد نامے کو پھاڑ دے جو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کیا تھا اور جسے حرم میں لٹکا رکھا تھا جیسا کہ بیان ہوا۔

<u>اس ہدایت پر ابوحذیفہ کو ناگواری</u>...... اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت عباسؓ کو بھی قتل نہ کرنے کی ہدایت فرمائی اس پر حضرت ابوحذیفہؓ نے کہا،

"کیا ہمارے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور خاندان والوں کو تو قتل کر دیا جائے اور عباسؓ کو چھوڑ دیا جائے۔"

کیونکہ جیسا کہ بیان ہوا ان کا باپ عتبہ، ان کا چچا شیبہ اور بھائی ولید وہ لوگ ہیں جو غزوہ بدر میں شخصی مقابلے کے دوران سب سے پہلے قتل کئے گئے تھے۔ اسی طرح ان کے یعنی حضرت ابوحذیفہؓ کے خاندان کے دوسرے کئی لوگ جنگ کے دوران قتل کئے گئے تھے (لہٰذا انہوں نے ناراض ہو کر کہا)۔

"اگر عباس مجھے کسی جگہ مل گئے تو میں یقیناً ان کو تلوار پر رکھ لوں گا۔ یعنی قتل کر دوں گا۔"

<u>آنحضرت ﷺ کو گرانی</u>..... حضرت ابوحذیفہؓ کی یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا،

"اے ابوحفص! کیا خدا کے رسول کے چچا کی گردن تلوار سے ناپ دی جائے گی؟"

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ پہلا دن تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ابوحفص کا لقب عطا فرمایا۔ غرض یہ سن کر انہوں نے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں خود ابوحذیفہ ہی کی گردن اپنی تلوار سے ناپ دوں کیونکہ خدا کی قسم اس نے منافقانہ بات کہی ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

ابو حذیفہ کو ندامت و افسوس......اس کے بعد خود حضرت ابو حذیفہؓ کو اپنے اس جملے پر سخت افسوس اور رنج ہوا وہ کہا کرتے تھے کہ وہ کلمہ جو اس دن میں نے کہہ دیا تھا اس کی وجہ سے میں ہمیشہ بے چین رہتا ہوں اور ہمیشہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہوں۔ اب میں اس غلطی کو اسلام کے لئے شہید ہو کر ہی اپنے اوپر سے دھو سکتا ہوں۔ چنانچہ جنگ یمامہ میں جہاد کرتے ہوئے دوسرے صحابہ کے ساتھ شہید ہوئے۔ اس جنگ میں چار سو پچاس صحابہ قتل ہوئے تھے۔ ایک قول ہے کہ چھ سو صحابہ شہید ہوئے تھے۔

ابو البختری کو قتل نہ کرنے کی ہدایت...... غرض اس کے بعد جب کہ مسلمان مشرکوں کو پکڑ پکڑ کر گرفتار کر رہے تھے۔ ابو البختری حضرت مجذرؓ کے ہاتھ آیا۔ مجذرؓ نے اس سے کہا،

"رسول اللہ ﷺ نے تمہیں قتل کرنے سے ہمیں منع کیا ہے۔"

اپنے ساتھی کیلئے ابو البختری کی قربانی...... ابو البختری نے کہا اور میرے ساتھی کے بارہ میں کیا کہا ہے؟ اسکے ساتھ اس کا ایک ساتھی بھی جو مکہ سے اس کے ساتھ ہی آیا تھا اس کا نام جنادہ ابن ملیحہ تھا۔ مجذر نے کہا،

"نہیں۔ خدا کی قسم ہم تمہارے ساتھی کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے ہمیں صرف اکیلے تمہارے متعلق ہی حکم دیا ہے۔"

ابو البختری نے کہا،

"نہیں۔ خدا کی قسم تب پھر ہم دونوں اکٹھے ہی مریں گے ورنہ مکہ کی عورتیں مجھے طعنہ دیں گی کہ وقت پڑنے پر میں اپنے ساتھی سے منہ پھیر گیا۔"

یعنی اپنی جان بچانے کی خاطر اس کو قتل کرا دیا۔ یہ کہہ کر ابو البختری نے مجذرؓ سے مقابلہ کیا اور ان کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت مجذرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے۔

"قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ ظاہر فرمایا میں نے پوری کوشش کی کہ وہ گرفتار ہو جائے اور میں اس کو آپ ﷺ کی خدمت میں لاکر پیش کروں مگر اس نے انکار کر دیا اور لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ آخر لڑتے ہوئے میں نے اس کو قتل کر دیا۔"

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: شاید مجذرؓ آنحضرت ﷺ کے حکم کا مطلب یہ سمجھے تھے کہ جن لوگوں کو قتل کرنے کی آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے ان کے علاوہ جو بھی دوسرے لوگ ہاتھ آئیں وہ چاہے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کریں ان کو قتل کیا جائے گا۔ اسی لئے انہوں نے یہ کہا کہ ہم تمہارے ساتھی کو نہیں چھوڑیں گے یعنی وہ اگر ملا تو چاہے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرے اسے قتل ہی کیا جائے گا۔ ان کے اسی جواب پر ابو البختری نے خود کو گرفتار کرانے سے انکار کر دیا کہ اپنے ساتھی کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا کہ اسے قتل کر دیا جائے اور میں زندہ رہ کر قریشی عورتوں کے طعنے سنوں۔ واللہ اعلم۔

جنگ بدر کے لئے مشرکوں کے ساتھ جو لوگ مکہ سے آئے تھے ان میں حضرت عبدالرحمٰن ابن ابو بکر بھی تھے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اسلام سے پہلے ان کا نام عبدالکعبہ تھا۔ ایک قول ہے کہ عبدالعزیٰ تھا۔ ان کے اسلام قبول کر لینے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا تھا۔ یہ انتہائی بہادر قریشیوں میں سے تھے۔ بہت طاقتور اور بہترین تیر انداز تھے۔ یہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سب بڑے

Presented by Ziaraat.Com

بیٹے تھے۔ ساتھ ہی یہ بہت نیک اور سیدھے بھی تھے۔

جب یہ مسلمان ہوئے تو اپنے والد حضرت ابو بکرؓ سے کہنے لگے،

"جنگ بدر میں کئی بار آپ میرے تیر کے نشانے پر آئے مگر ہر دفعہ میں نے آپ کو چھوڑ دیا"

حضرت ابو بکرؓ نے کہا،

"اگر تم میرے تیر کی زد پر آجاتے تو میں ہر گز نہ چھوڑتا۔"

یہاں تیر کی زد پر آنے سے مراد یہ ہے کہ نادانستگی میں تیر انداز کے سامنے آگئے اور اس سے بے خبر رہے کہ تیر کے نشانے پر پہنچ گئے ہیں۔ چنانچہ اب یہ بات اس قول کے خلاف نہیں ہے کہ بدر کے دن عبدالرحمٰن بن ابو بکر نے مسلمانوں کو للکارا کہ کوئی ان کے سامنے شخصی مقابلے کے لئے آئے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے بڑھ کر بیٹے کے مقابلے پر جانا چاہا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو روکتے ہوئے ہوئے فرمایا،

حضرت ابو بکرؓ کا مرتبہ بلند...... "ابو بکر! تمہاری جان ہمارے لئے قیمتی ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم میرے لئے آنکھوں اور کان کی حیثیت رکھتے ہو۔

سیرت کی بعض کتابوں میں ہے کہ بدر کے دن جبکہ عبدالرحمٰن مشرکوں کے ساتھ تھے حضرت ابو بکرؓ نے ان سے کہا۔

اے خبیث! میرا مال کہاں ہے"

عبدالرحمٰن نے جواب دیا،

"ہر گز نہیں۔ ہمارے پاس کچھ نہیں بچا سوائے ان ہتھیاروں کے اور تیز رفتار گھوڑوں کے اور باغوں کے جن کے لئے بڈھے اور عمر رسیدہ لوگ باہم دست و گریباں ہو رہے ہیں۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب صدیق اکبرؓ نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو وہ اپنا مال اپنے گھر والوں کے پاس چھوڑ آئے تھے۔ مگر اس بات سے حضرت اسماء بنت ابو بکر کی اس گذشتہ روایت کی مخالفت ہوتی ہے جس میں گزرا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ ﷺ کو بھیجا تھا جو وہاں سے ان کا مال و دولت غار ثور میں لے آئے تھے اس مال کی مقدار پچاس ہزار درہم تھی۔ عبداللہ کے مال لے جانے کے بعد ہمارے پاس ہمارے دادا ابو قحافہ آئے وغیرہ وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مال سے حضرت ابو بکرؓ کی مراد نقد روپیہ نہیں تھی بلکہ سامان اور مویشی وغیرہ تھے۔ اس طرح ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد میں حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو جو مشرکوں کے ساتھ تھے مقابلے کے لئے للکارا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے وہ جملے فرمائے تھے جو پیچھے بیان ہوئے کہ تمہاری جان ہمارے لئے قیمتی ہے وغیرہ۔ اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (سورۂ انفال، پ ۹، ع ۳) آیت ۲۴

ترجمہ :- اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہیں۔

مگر اس سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہونا چاہئے کیونکہ اس بات کے ایک سے زائد مرتبہ پیش آنے میں کوئی اشکال نہیں ہے حتیٰ کہ آیت کے ایک سے زیادہ مرتبہ نازل ہونے میں بھی کوئی شبہ کی بات نہیں ہے ہاں البتہ

Presented by Ziaraat.Com

اس آیت کا غزوۂ احد میں نازل ہونا قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ جب یہ آیت ایسے ہی موقعہ پر غزوۂ بدر میں نازل ہو چکی تھی تو اس کے بعد غزوۂ احد میں دوبارہ حضرت ابو بکرؓ کا بیٹے کو مقابلے کے لئے للکارنا ممکن نہیں معلوم ہوتا۔

لوھر علامہ ظفر نے کتاب ینبوع حیات میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا بیٹے کو مقابلہ لئے للکارنا ثابت نہیں ہے مگر یہ واقعہ تفسیر کی کتابوں میں ہی کہیں کہیں ملتا ہے کہ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی جو پچھلی سطروں میں بیان ہوئی ہے۔

جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے یہ مدینہ میں نازل ہونے والی آیت ہے مکہ میں نہیں ہے۔ اس بات سے وہ روایت غلط ثابت ہو جاتی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے باپ کو برے انداز میں آنحضرت ﷺ کا ذکر کرتے سنا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے ابو قحافہ یعنی اپنے باپ کے منہ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ وہ زمین پر گر پڑے۔ اس کے بعد صدیق اکبرؓ نے آنحضرت ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا،

"آئندہ ایسا کبھی مت کرنا۔"

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا،

"خدا کی قسم اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں ان کو قتل کر دیتا۔"

(تو گویا بعض علماء کے قول کے مطابق اس موافقہ پر مذکورہ آیت نازل ہوئی تھی۔ مگر اس قول سے جس کے مطابق یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی مکہ میں نہیں اس روایت کی تردید ہو جاتی ہے)۔

علامہ زمخشری کے کلام میں ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن ابن ابو بکر حدیبیہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے تھے۔ اس کے بعد ہی انہوں نے مدینہ کو ہجرت کی اور ۵۳ھ میں مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک مقام پر ان کا انتقال ہوا یہاں سے ان کا جنازہ کاندھوں پر اٹھا کر مکہ لے جایا گیا۔ پھر ان کی بہن ام المومنین حضرت عائشہؓ مدینہ سے مکہ آئیں تو وہ اپنے بھائی کی قبر پر گئیں اور وہاں نماز پڑھی۔

<u>ابو عبیدہؓ کے ہاتھوں باپ کا قتل</u> ...... غرض اسی بدر کے دن حضرت ابو عبیدہ ابن جراح نے اپنے باپ کو قتل کیا جو مشرک تھا۔ ان کے باپ نے پہلے خود بیٹے پر حملہ کیا تھا حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کو طرح دے کر وہاں سے ہٹ جانے کی کوشش کی مگر باپ نے پیچھا نہ چھوڑا آخر حضرت ابو عبیدہ پلٹ پڑے اور حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اسی سلسلے میں حق تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ یہ آیت نازل فرمائی،

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ (سورۂ مجادلہ، پ ۲۸، ع ۳ آیت ۲۲)

ترجمہ :- جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول ﷺ کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں۔

<u>امیہ ابن خلف کی گرفتاری</u> ...... حضرت عبد الرحمٰن ابن عوفؓ سے روایت ہے کہ (میدان بدر میں) مجھے امیہ ابن خلف ملا جو جاہلیت کے زمانے میں میرا دوست تھا۔ امیہ کے ساتھ اس کے بیٹے علی بھی تھے جو باپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ یہ علی مسلمان تھے اور اسی زمانے میں اسلام قبول کر چکے تھے جبکہ آنحضرت ﷺ مکہ میں تھے

Presented by Ziaraat.Com

یعنی ہجرت سے پہلے کا زمانہ تھا۔ اس وقت ان کے اور ان جیسے دوسرے لوگوں کے رشتہ داروں نے انہیں اسلام سے پھیرنے کی کوشش کی آخر کار وہ لوگ اپنی کوشش میں کامیاب ہوگئے۔ اور پھر یہ لوگ کفر کی حالت میں ہی مرے۔ ان ہی لوگوں کے بارے میں حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ (سورہ نساء، پ ۵، ع ۱۴) آیت ۹۷

ترجمہ:- بے شک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنے کو گنہگار کر رکھا تھا تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم سرزمین میں محض مغلوب تھے۔

ایسے لوگوں میں علی ابن امیہ کے علاوہ جو دوسرے لوگ تھے ان کے نام یہ ہیں۔ حرث ابن ربیعہ، ابو قیس ابن فاکہ، ابو قیس ابن ولید، عاص ابن منبہ وغیرہ۔ (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر لوگوں کے دباؤ سے مرتد ہوگئے)۔

کتاب سیرت ابن ہشام میں ہے کہ ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے ہی اسلام قبول کیا تھا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو ان کے باپ دادا اور خاندان والوں نے ان لوگوں کو مکہ میں زبردستی روک لیا اور دین سے پھیرنے کی کوشش کرنے لگے۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ ان کے دباؤ میں آکر پھر کفر و شرک کی ظلمتوں میں گم ہوگئے۔

اس کے بعد جب غزوۂ بدر کا وقت آیا تو دوسرے مشرکوں کے ساتھ یہ لوگ بھی مسلمانوں سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے مگر میدان بدر میں ان لوگوں کو ان کی موت کھینچ کر لائی تھی کیونکہ یہ سب کے سب وہیں قتل ہوگئے تھے۔

اس پوری تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے اپنے دین سے نہیں پھرے بلکہ آپ ﷺ کے مکہ سے تشریف لے جانے کے بعد مرتد ہوئے۔ جبکہ حضرت عبدالرحمٰن کی روایت سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے ہی مرتد ہوگئے تھے۔

غرض عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میدان بدر میں مجھے امیہ ابن خلف اپنے بیٹے علی کے ساتھ ملا۔ میرے ساتھ کئی زرہیں تھیں جن کو میں اٹھائے ہوئے تھا۔ جب امیہ نے مجھے دیکھا تو اس نے مجھے میرے جاہلیت کے نام سے اے عبد عمرو کہہ کر پکارا۔ میں نے اس کو جواب نہیں دیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب میرا نام عبدالرحمٰن رکھا تھا تو فرمایا تھا،

"کیا تم اپنے اس نام کو چھوڑنا پسند کرو گے جو تمہارے باپ دادا نے رکھا تھا؟"

میں نے عرض کیا۔ "جی ہاں"۔

آپ ﷺ نے فرمایا،

"عبدالرحمٰن۔ مگر یہ نام سنا نہیں گیا۔ اس لئے میں تمہارا نام عبداللہ رکھتا ہوں۔"

سرکش امیہ کی بے بسی..... جیسا کہ بیان ہوا، پھر اس کے بعد جب اس نے مجھے عبداللہ کہہ کر پکارا تو میں نے اس کو جواب دیا۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جب امیہ نے ان کے پرانے نام سے پکارا تھا تو یہ سمجھ تو گئے تھے کہ مراد یہی ہیں مگر انہوں نے اس پکار پر اس لئے جواب نہیں دیا کہ پکارنے والے نے ان کو ایک بت کا بندہ کہہ کر پکارا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

ساتھ ہی اس بات کا بھی بڑی حد تک امکان ہے کہ وہ سمجھے ہی نہ ہوں کہ ان کو پکارا گیا ہے کیونکہ یہ نام چھوڑے ہوئے ان کو کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ پھر جب امیہ نے ان کے موجودہ نام سے پکارا تو وہ سمجھ گئے کہ وہی مراد ہیں اور وہ جواب دے کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ تب امیہ نے ان سے کہا،

"اگر میرا تم پر کچھ حق ہے تو میں تمہارے لئے ان زرہوں سے بہتر ہوں جو تم ہاتھ میں لئے ہوئے ہو"

میں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر میں نے زرہیں پھینک دیں اور اس کا اور اس کے بیٹے علی کا ہاتھ پکڑ لیا (چونکہ مشرکوں کو بری طرح شکست ہو چکی تھی اس لئے جو مشرکین زندہ بچے تھے وہ جان بچانے کے لئے پناہ ڈھونڈتے پھر رہے تھے) امیہ کہنے لگا،

"میں نے زندگی میں کبھی ایسا دن نہیں دیکھا تھا"

کچھ وقفہ کے بعد پھر اس نے کہا،

"اے عبداللہ! تم میں وہ شخص کون ہے جس کے سینہ پر زرہ میں بال و پر کا نمدہ لگا ہوا ہے؟"

میں نے کہا حمزہ ابن عبدالمطلب ہیں۔ تو امیہ نے کہا،

"یہ سارا کیا دھرا اسی شخص کا ہے۔"

اپنے ظالم کو دیکھ کر بلال کی فریاد...... ایک قول یہ ہے کہ یہ بات امیہ کے بیٹے نے کہی تھی۔

اس کے بعد میں ان دونوں کو لے کر روانہ ہوا۔ ابھی ہم جا ہی رہے تھے کہ اچانک بلال نے امیہ کو میرے ساتھ دیکھ لیا۔ مکہ میں یہ امیہ ابن خلف ہی حضرت بلال کو اسلام سے پھیرنے کے لئے بڑے بڑے ہیبت ناک عذاب دیا کرتا تھا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ حضرت بلال اس کو دیکھتے ہی بولے،

"کافروں کا سردار امیہ ابن خلف یہ رہا اگر امیہ بچ گیا تو سمجھو میں نہیں بچا۔"

(حضرت عبدالرحمٰن چونکہ اس کے دوست تھے اس لئے چاہتے تھے کہ امیہ کو قتل کرنے کے بجائے گرفتار کر لیا جائے ممکن ہے اس سلوک کی وجہ سے اس کو اسلام قبول کرنے کی توفیق ہو جائے) بلال کی فریاد سن کر انہوں نے کہا،

"اے بلال! کیا یہ معاملہ تم میرے قیدیوں کے ساتھ کر رہے ہو۔"

حضرت بلال نے پھر بار بار یہی جملہ کہا کہ اگر امیہ بچ گیا تو سمجھو میں نہیں بچا۔ پھر انہوں نے لوگوں کو جمع کرنے کے لئے پکار کر فریاد کی۔

"اے انصاریو! اے اللہ کے مددگارو! یہ کافروں کا سردار امیہ ابن خلف ہے۔ اگر یہ بچ گیا تو سمجھو میں نہیں بچا۔"

اُمیہ کا قتل...... عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ یہ سن کر انصاری دوڑ پڑے اور انہوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر اس شخص یعنی بلال نے تلوار کھینچ لی اور حملہ کیا (حضرت عبدالرحمٰن نے امیہ کو بچانے کے لئے اس کے بیٹے کو آگے کر دیا) بلال کی تلوار اس کے لگی اور وہ کشتہ ہو کر گرا۔ امیہ نے اس پر خوف کی وجہ سے ایسی بھیانک چیخ ماری کہ ایسی چیخ میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس کے بعد لوگوں نے ان دونوں پر تلواریں بلند کیں اور انہیں ختم کر دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

"اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: بخاری میں حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کی روایت اس طرح ہے کہ جب بلالؓ نے چیخ کر انصاریوں کو بلایا تو مجھے امیہ کی طرف سے ڈر ہوا اس لئے میں نے اس کے بیٹے کو حملہ کرنے والوں کے آگے کر دیا تاکہ وہ اس میں لگ جائیں اور امیہ کی طرف سے ان کی توجہ ہٹ جائے۔ مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد پھر ہماری طرف بڑھے یہاں تک کہ ہمیں گھیر لیا۔

امیہّ موٹے بدن کا آدمی تھا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اس لئے میں نے اس سے کہا کہ زمین پر لیٹ جاؤ اور اس کے بعد خود اس کے اوپر لیٹ گیا اور اس کو نیچے چھپا لیا کہ لوگ تلواریں نہ چلائیں مگر لوگوں نے میرے نیچے ہاتھ ڈال کر اس پر وار کئے اور اسے قتل کر دیا۔ اسی جدو جہد میں ان میں سے ایک شخص کی تلوار میرے پاؤں پر بھی لگی اور پیر کے اوپر کا حصہ زخمی ہو گیا۔

علامہ ابن عبدالبر نے ابن ہشام کے حوالے سے لکھا ہے کہ امیہ ابن خلف کو قتل کرنے والے حضرت معاذ ابن عفراء، خارجہ ابن زید اور حبیب ابن اساف تھے یعنی ان سب نے مل کر اسے قتل کیا۔

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں کہ امیہ کے بیٹے علی کو عمار ابن یاسر اور حبیب ابن اساف نے قتل کیا۔ یہ حبیب ابن اساف آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے ہیں۔ انہوں نے بنت خارجہ سے نکاح کر لیا تھا جبکہ ان کے پہلے شوہر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انتقال ہو گیا۔ یہی حبیب حضرت مالکؒ کے شیخ حبیب کے دادا تھے۔ واللہ اعلم۔

(غرض حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے امیہ کو بچانے کیلئے وہ زر ہیں بھی پھینک دی تھیں جو ان کو میدان جنگ سے حاصل ہوئی تھیں اور اس وقت ہاتھ میں لے رہے تھے جب امیہ ان کو ملا تھا) اسی لئے حضرت عبدالرحمٰن کہا کرتے تھے کہ خدا بلال پر رحم فرمائے میری زر ہیں بھی گئیں، قیدی بھی گئے اور زخم بھی کھایا۔

حضرت عبدالرحمٰن اس واقعہ کو ایک دوسری روایت میں بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں مجھے دو زر ہیں حاصل ہوئیں راہ میں مجھے امیہ ملا اور بولا کہ میرا اور میرے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لو کیونکہ میرا تم پر ان زرہوں سے زیادہ حق ہے۔ میں نے زر ہیں ایک طرف پھینک دیں اور دونوں کا ہاتھ پکڑ لیا پھر جب امیہؓ اور علیؓ قتل ہو گئے تو عبدالرحمٰن کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بلالؓ پر رحم کرے میرے حصہ میں نہ زر ہیں ہی آئیں اور نہ قیدی ہی ملا۔

انکے ایسا کہنے کی وجہ آنحضرت ﷺ کا وہ اعلان تھا جس کے مطابق ہر قیدی اس شخص کا حق ہو گا جو اس کو گرفتار کرے گا جیسا کہ بیان ہوا۔ نیز آگے بیان آئے گا کہ اسی اعلان کے مطابق اگر قیدی کا کوئی عزیز یا دوست وغیرہ ان کی جان کی قیمت یعنی فدیہ دے کر اسے چھڑانا چاہے تو وہ فدیہ اسی شخص کو ملے گا جس کا وہ قیدی تھا۔

مگر یہ بات شافعی علماء کے اس قول کے خلاف ہے جس میں ہے کہ قیدی کا فدیہ اور جان کی قیمت دوسرے تمام مال غنیمت کے حکم میں ہی ہوتا ہے (اس شخص کی ملک نہیں ہوتا جس نے قیدی کو گرفتار کیا تھا)

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ شروع اسلام میں جان کی قیمت گرفتار کرنے والے کو ہی دینے کا حکم تھا تاکہ لوگوں کو جہاد میں حصہ لینے کی ترغیب ہو اور پھر جب اسلام نے دلوں میں گھر کر لیا تو وہ حکم ہو گیا جو شافعی فقہاء نے بیان کیا ہے۔

دشمن خدا نوفل کا قتل...... غرض پھر میدان بدر میں ہی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا کسی کو نوفل ابن خویلد کا بھی پتہ ہے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا،

Presented by Ziaraat.Com

"اس کو میں نے قتل کیا ہے!"
اس پر رسول اللہ ﷺ نے تکبیر کہی اور فرمایا،
"اس پروردگار کا شکر ہے جس نے اس شخص کے متعلق میری دعا قبول فرمائی۔"
اس کی تفصیل یہ ہے کہ جنگ شروع ہونے پر جب دونوں لشکر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے تو نفل نے نہایت بلند آواز سے کہا تھا،
"اے گروہ قریش! آج کا دن عزت و سربلندی کا دن ہے"
یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا،
"اے اللہ! نوفل ابن خویلد کا انجام مجھے دکھلا"
بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ نوفل ابن خویلد کو پہلے حضرت جبار ابن صخر نے گرفتار کر لیا تھا مگر پھر حضرت علیؓ نے اس کو قتل کر دیا۔
چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت جبارؓ نوفل کو گرفتار کر کے لئے جارہے تھے کہ اس کی نظر حضرت علیؓ پر پڑی، نوفل نے جبار سے کہا،
"اے انصاری بھائی! یہ شخص کون ہے؟ لات و عزیٰ کی قسم یہ میری تاک میں رہا ہے"
جبار نے کہا کہ یہ علی ابن ابو طالب ہیں۔ اسی وقت حضرت علیؓ نوفل کی طرف بڑھے اور اس کو قتل کر دیا۔
ابو جہل کی لاش ڈھونڈنے کا حکم اور اس کی علامت...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ قتل شدہ لوگوں میں ابو جہل کو تلاش کیا جائے۔ ساتھ ہی آپ ﷺ نے فرمایا۔
"اگر تم لوگ اس کو شناخت نہ کر سکو۔ یعنی اگر اس کی گردن کاٹ ڈالی گئی ہو اور جسم سے علیحدہ پڑی ہو۔ تو اس کی لاش کی شناخت یہ ہے کہ اس کے گھٹنے میں زخم کا ایک نشان تلاش کرنا۔ کیونکہ جب میں اور وہ دونوں نو عمر لڑکے تھے تو ایک دن ہم دونوں عبداللہ ابن جدعان کے یہاں دعوت میں گئے وہاں بہت زیادہ بھیڑ تھی اور ہم دونوں ہی گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں ابو جہل سے عمر میں کچھ بڑا تھا میں نے اس کو دھکا دیا تو وہ گھٹنوں کے بل گرا جس سے اس کے ایک گھٹنے میں چوٹ آگئی اور اس زخم کا نشان آج تک اس کے گھٹنے پر باقی ہے۔"
غالباً یہی واقعہ ہے جس کو بعض راویوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ اور ابو جہل کے درمیان زور آزمائی ہوئی تھی جس میں آپ ﷺ نے ابو جہل کو پچھاڑ دیا تھا لیکن یہ روایت غلط ہے کہ کبھی آنحضرت ﷺ اور ابو جہل میں زور آزمائی ہوئی۔
نیز شاید اسی نشان کی طرف حضرت ابن مسعودؓ نے بھی اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ جب میں نے ابو جہل کو قتل کر دیا (یعنی ابن مسعودؓ نے اس کو اس وقت قتل کیا جبکہ وہ زخموں سے چور پڑا تھا) اور میں نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی کہ میں نے ابو جہل کو قتل کیا ہے تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس عقیل بھی موجود تھا جو جنگی قیدی تھا اس نے میری بات سن کر کہا کہ تو جھوٹا ہے تو نے اس کو قتل نہیں کیا میں نے کہا،
"او خدا کے دشمن! تو خود جھوٹا اور گنہگار ہے خدا کی قسم میں نے ہی اس کو قتل کیا ہے"
اس پر اس نے کہا کہ اچھا اس کی یعنی ابو جہل کی کوئی علامت بتلاؤ۔ میں نے کہا،

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

"اس کی ران پر ایک ایسا گول نشان ہے جیسا منڈے ہوئے اونٹ کے سر پر ہوتا ہے"

ابو جہل کے منہ سے خود اپنے انجام کی دعا..... اس نے کہا، تو ٹھیک کہتا ہے۔ ابو جہل نے اپنے انجام کے لئے خود ہی دعا کی تھی کیونکہ جب جنگ شروع ہوئی اور دونوں لشکر ٹکرائے تو اس نے کہا،

"اے اللہ! ہم نے آج خونی رشتوں کے سب علاقوں کو ختم کر دیا ہے۔ ہمارے سامنے ایسی چیز لائی گئی ہے جس کو ہم نہیں جانتے اس لئے ایسی چیز لانے والے کو ہلاک کر دے۔"

بعض راویوں نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ

"اے اللہ! تیرے نزدیک ہم میں جو زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہو" ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ.....

"اے اللہ! ہم میں حقانیت اور سچائی کے لحاظ سے جو بہتر ہے اسی کی آج مدد فرما۔"

چنانچہ جو گروہ حق پر تھا، حق تعالیٰ نے اس کی مدد فرمائی اور یہ آیت نازل فرمائی،

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ (سورۂ انفال، پ ۹، ع ۲ آیت ۱۹)

ترجمہ:- اور اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آموجود ہوا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: یہ بات کہ ابو جہل نے خود ہی اپنے انجام کی دعا کی تھی اور اپنی جان کا فیصلہ چاہا تھا اس صورت میں تو واضح تھا کہ اس نے اپنی دعا میں یہ نہ کہا ہوتا کہ ہمارے سامنے ایسی چیز لائی گئی ہے جس کو ہم نہیں جانتے۔ کیونکہ اس جملہ میں اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف صاف اشارہ کیا ہے (کیونکہ اگر وہ صرف یہ کہتا کہ ہم میں سے جو حق پر ہے اس کی مدد فرما تو یہ کہنا ٹھیک تھا کہ اس نے خود ہی اپنا انجام مانگ لیا تھا کیونکہ اس کے قتل اور شکست سے ظاہر ہو گیا کہ وہی ناحق پر تھا۔ لیکن اس نے ساتھ ہی آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو کچھ کہا اس سے اس نے یہ ظاہر کر دیا کہ حق پر وہ خود ہے اور فیصلہ اللہ تعالیٰ پر نہیں چھوڑا)۔

سہل کی تفسیر میں یہ ہے کہ ابو جہل نے بدر کے دن یہ کہا تھا کہ اے اللہ! دونوں دینوں میں جو دین تیرے نزدیک زیادہ افضل اور پسندیدہ ہو اسی کی مدد اور نصرت فرما۔ اس پر حق تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جو گزشتہ سطروں میں بیان ہوئی۔ واقدی نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے غریب اور کمزور مہاجروں کے ذریعہ فیصلہ چاہا تھا۔ واللہ اعلم۔

ابو جہل تلوار کی زد میں..... حضرت معاذ ابن عمرو ابن جموح کہتے ہیں کہ جنگ کے دوران میں نے دیکھا کہ ابو جہل کو بہت سے لوگ اپنی حفاظت میں لئے ہوئے تھے اور اس کے چاروں طرف گھیر اڈالے ہوئے تھے۔ وہ لوگ کہہ رہے تھے کہ ابوالحکم یعنی ابو جہل کے پاس تک کوئی پہنچ نہیں پائے گا۔ میں نے جب یہ سنا تو میں اس کی طرف بڑھا اور اس پر حملہ کر کے تلوار کا ایک ہاتھ مارا اور اس کی ٹانگ پنڈلی سے کاٹ ڈالی۔ خدا کی قسم میں نے جب اس کی پنڈلی پر ایک زوردار وار کیا تو بالکل ایسا ہی لگا جیسے کھجور کی گٹھلی کٹ کر گر جاتی ہے۔ یہاں "مرضحۃ النوی" کا لفظ استعمال ہوا ہے جو خشک کھجور اور تازہ کھجور کی پھٹن یا اس کی گٹھلی کے شگاف کو کہتے ہیں۔

حضرت معاذؓ کی سر فروشی..... ابو جہل کے بیٹے عکرمہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ دیکھا تو میرے مونڈھے پر تلوار کا وار کیا جس سے میرا بازو کٹ گیا صرف ذرا سی کھال کا تسمہ باقی رہ گیا جس سے ہاتھ لٹکا ہوا تھا۔ میں جنگ میں مصروف رہا مگر اس ہاتھ کے لٹکنے کی وجہ سے میرا دھیان بٹ رہا تھا۔ میں

Presented by Ziaraat.Com

تمام دن لڑتا رہا اور وہ لٹکا ہوا ہاتھ میرے ساتھ جھول رہا تھا۔ جب اس کی وجہ سے مجھے زیادہ تکلیف ہونے لگی تو میں نے اس پر اپنا پاؤں رکھ کر جھٹکا دیا۔ جس سے وہ کھال کا تسمہ ٹوٹ گیا اور میں نے اپنے ہاتھ کو اٹھا کر پھینک دیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت معاذؓ اس ہاتھ کو اسی طرح لٹکائے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے کٹے ہوئے حصہ پر اپنا لعاب دہن لگایا اور اسے ملادیا وہ ہاتھ وہیں چپک گیا۔

امام سبکیؒ نے اسی واقعہ کی طرف اپنے قصیدۂ تائیہ میں اشارہ کیا ہے مگر اس میں انہوں نے معاذؓ کے بجائے ابن عفراء کا ذکر کیا ہے مگر اس سے کوئی شبہ نہیں ہوتا کیونکہ شاید انہوں نے (ضرورت شعری کی وجہ سے) معاذ ابن عمرو ابن جموح ابن عفراء کو صرف ابن عفراء لکھا ہے۔ آگے آنے والی روایت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ امام سبکی کے قصیدے میں اس سلسلے کا شعر یہ ہے

وَبِاَنَتَ بِهَا كَف ابن عفراء فَاشتكي
اِلَيكَ فعادت بَعد احسن عَودة

ترجمہ:- ابن عفراء کا ہاتھ اس غزوہ میں کٹ کر علیحدہ ہو گیا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے فریاد کی تو آپ کی برکت سے وہ ہاتھ بالکل پہلے کی طرح جوں کا توں ہو گیا۔

البتہ یہاں یہ بات ضرور ہے کہ اس شعر میں بہا (یعنی اس غزوہ میں) کا اشارہ غزوۂ احد کی طرف ہے جبکہ اب واضح ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر میں پیش آیا تھا۔ نیز یہ بات بھی تقریباً ناقابل یقین ہے کہ ایک ہی واقعہ ایک ہی شخص کے ساتھ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد دونوں میں پیش آیا ہو۔ سوائے اس کے کہ ایسی بات روایتوں سے ثابت ہوتی ہو تو مانی جا سکتی ہے۔

ابو جہل موت کی سرحد پر...... اس کے بعد جب کہ ابو جہل سخت زخمی حالت میں تھا اس کے پاس سے معوذ ابن عفراء کا گزر ہوا۔ انہوں نے اس پر وار کیا جس سے وہ گر گیا اور وہ اس کو مردہ سمجھ کر وہیں چھوڑ گئے مگر ابو جہل میں ابھی زندگی کی رمق باقی تھی۔

بعض روایتوں میں یوں ہے کہ...... معوذ نے اس پر وار کیا یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ مگر اس سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ مراد یہ ہو سکتی ہے کہ وہ مردوں کی طرح بے حس و حرکت ہو کر گر گیا۔

چنانچہ بعض روایتوں میں برد (ٹھنڈا) ہونے کے بجائے برث کا لفظ ہے کہ وہ زمین پر گر گیا۔ یعنی وہ پہلو کے بل گرا۔ یعنی اگرچہ اس کی ٹانگ آدھی پنڈلی سے کٹی ہوئی تھی اور ایسی حالت میں آدمی عموماً پہلو کے بل نہیں گرتا۔ حضرت معوذ اس کے بعد آگے بڑھ گئے اور مسلسل جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ خود بھی شہید ہو گئے۔

ابن مسعودؓ ابو جہل کے سر پر...... حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جہل کو (جنگ ختم ہونے کے بعد) تلاش کیا تو ایک جگہ پڑے ہوئے پایا اس میں کچھ جان باقی تھی میں نے اسے پہچان لیا اور اپنا پیر اس کی گردن پر رکھ کر اس سے کہا،

"اے خدا کے دشمن! کیا تجھے خدا نے رسوا نہیں کر دیا۔؟"

ابو جہل نے کہا،

موت کے منہ میں ابو جہل کی سرکشی...... "کیوں میری کیا رسوائی ہوئی؟ کیا جس شخص کو تم نے قتل کیا

Presented by Ziaraat.Com

ہے اس کے لئے یہ کوئی عار اور شرم کی بات ہے۔"

یعنی تم نے مجھے قتل کر دیا تو یہ بات میرے لئے کوئی عار اور شرم کی چیز نہیں ہے ایک روایت میں ہے کہ "تم نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو اپنی قوم کا بڑا ستون ہے یعنی میں اپنی قوم کا بڑا سردار ہوں کیونکہ قوم کا ستون قوم کا سردار ہوتا ہے۔ لہٰذا تم لوگوں کا مجھے قتل کر دینا میرے لئے شرم کی کیا بات ہے۔"

ابو جہل کو ایک انصاری مسلمان نے مارا تھا اور انصاری مسلمان زیادہ تر کھیتی باڑی کرتے تھے لہٰذا ایک روایت میں ہے کہ پھر ابو جہل نے کہا،

"اگر ان کسانوں کے علاوہ کسی اور نے مجھے قتل کیا ہوتا تو وہ بات میرے لئے زیادہ اونچے درجہ کی اور میری شان کے مطابق ہوتی اور اس میں بھی میری شان سے کمتر درجہ کی بات نہ ہوئی۔ مگر تو...... اے بکریوں کے چرانے والے۔!" بڑی اونچی جگہ کھڑا ہوا ہے۔ (کیونکہ ابن مسعودؓ ابو جہل کی گردن پر پیر رکھے کھڑے تھے) مجھے بتا۔ آج فتح و کامیابی کس کو حاصل ہوئی ہے۔"

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ...... "ہمیں فتح ہوئی ہے یا دشمن کو ہم پر فتح ہوئی ہے؟" میں نے کہا،

"اللہ اور اس کے رسول کو فتح ہوئی ہے"

یہاں ابو جہل نے فتح کے لئے دبر اور دبرہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس کے معنی کامیابی اور فتح کے کئے گئے ہیں مگر صحاح میں دبر اور دبرہ کے معنی جنگ میں شکست کے لئے گئے ہیں۔ مگر پہلے معنی کی تائید ابو جہل کے اس گذشتہ جملہ سے ہوتی ہے کہ ہمیں فتح ہوئی ہے یا ہم پر دشمن کو فتح ہوئی ہے۔

فرعون امت کے لئے نبی ﷺ کی بد دعا...... موسیٰ ابن عقبہ کی کتاب مغازی میں ہے کہ جس کے متعلق امام مالک نے کہا ہے کہ غزوات پر یہ سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے، کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین کی لاشوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کی نگاہیں ابو جہل کی لاش کو تلاش کر رہی تھیں مگر آپ ﷺ کو وہ لاش نظر نہیں آئی۔ اس تلاش و جستجو کا اثر آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے بھی ظاہر ہو رہا تھا۔ آخر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اے اللہ! اس امت کا فرعون بچ کر نہ نکلا ہو۔"

اسی وقت لوگ ابو جہل کی تلاش میں دوڑ پڑے یہاں تک کہ حضرت ابن مسعودؓ اس کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے جو ابو جہل کو تلاش کر کے لائے۔ تو حضرت ابن مسعودؓ اس کی تلاش میں نکلے انہوں نے اس کو اس حالت میں پایا کہ ابن عفراء نے اس کو مار کر ٹھنڈا کر دیا تھا۔

مسلم میں یوں ہے کہ کہ مار کر گرا دیا تھا۔ ٹھنڈا کر دینے سے بھی یہی مراد ہے جیسا کہ بیان ہوا۔

ابو جہل کا قتل...... حضرت ابن مسعودؓ نے ابو جہل کی داڑھی پکڑ کر اس سے کہا کہ تو ہی ابو جہل ہے۔ وغیرہ یہاں داڑھی پکڑنا اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں گزرا ہے کہ ابن مسعودؓ نے اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا تھا کیونکہ ممکن ہے ان سے دونوں باتیں سرزد ہوئی ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

غرض حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

ایک دوسری روایت میں ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب میں اس کے تلوار مارنے لگا تو ابو جہل کا اور کچھ بس نہ چلا تو اس نے میرے منہ پر تھوک دیا۔ پھر وہ کہنے لگا،

"میری تلوار لے لو اور اس سے میری گردن شانوں کے پاس سے کاٹنا تاکہ (زمین پر رکھی جائے تو) ممتاز اور اونچی رہے۔"

(یعنی گردن کے نچلے حصے کی جڑ میں سے کاٹنا تاکہ یہ سر اونچا ہے اور معلوم ہو کہ ایک بڑے سردار کا سر ہے) چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اسے لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا،

فرعون امت کا سر بارگاہ نبوت میں...... "یا رسول اللہ! یہ اللہ کے دشمن ابو جہل کا سر ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا،

"برتری ہے اسی ذات خداوندی کے لئے جس کے سوا کوئی سزاوار الوہیت نہیں"

آپ ﷺ نے یہ کلمہ تین بار فرمایا۔ طبرانی نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ابن مسعودؓ سے یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا،

"کیا واقعی تم نے ابو جہل کو قتل کر دیا ہے؟"

میں نے عرض کیا،

"ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔"

آنحضرت ﷺ کا سجدۂ شکر...... پھر میں نے ابو جہل کا سر آنحضرت ﷺ کے سامنے رکھ دیا جس پر آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس پر آنحضرت ﷺ نے شکرانے کے لئے پانچ سجدے کئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا،

"اللہ اکبر، تعریف و حمد ہے اس ذات کے لئے جس کا وعدہ سچ ہوا، جس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا نے تمام فرقوں کے لشکر کو شکست دی۔"

مگر جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ ابو جہل نے ابن مسعود کے منہ پر تھوکا اور ان سے کہا کہ میری تلوار سے میری گردن کاٹو۔ تو یہ بات اس قول کے خلاف ہے جس میں گزرا ہے کہ ابو جہل زخمی ہونے کے بعد بے حس و حرکت ہو کر مردوں کی طرح گر پڑا تھا۔

اس سلسلے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ شاید شروع میں تو وہ مردوں ہی کی طرح بے حس و حرکت ہو گیا تھا مگر پھر بعد میں اس کو ہوش آگیا تھا یہاں تک کہ اس نے مذکورہ باتیں کہیں۔ بہر حال یہ بات آئندہ ذکر ہونے والی روایت کی روشنی میں قابل غور ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت مفصل و مستند تصنیف

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی کی مایہ ناز عربی تصنیف کا اردو ترجمہ

انسان العیون

سیرۃ حلبیہ اردو

مع اضافات

جلد دوم نصف آخر ۴

مرتب و مترجم اردو ○ مولانا محمد اسلم قاسمی فاضل دیوبند

زیر سرپرستی ○ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب

دارالاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون 2631861

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں
کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر 8143

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : مئی ۲۰۰۹ء علمی گرافکس
ضخامت : ۴۲۰ صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

Presented by Ziaraat.Com

فہرست عنوانات سیرت حلبیہ جلد دوم نصف آخر

عنوان	صفحہ
آنحضرتؐ کے سامنے کس کس کے سر لائے گئے	۲۱
فرشتوں کے لگائے ہوئے زخم۔	۲۲
فرشتوں کی ضرب	؍
ابوجہل کی تلوار ابن مسعود کا انعام	۲۳
فرعون امت ابوجہل	۲۴
دو کمسن مجاہد	؍؍
آنحضرت کی طرف سے ہمت افزائی۔	۲۵
عفراء کے بیٹے ابوجہل کے قاتل	؍؍
ابوجہل کے قتل میں ملائکہ کی شرکت۔	۲۶
بدر میں شریک ملائکہ کی شرکت	۲۸
بدر میں حضرت زبیرؓ کی سرفروشی	؍؍
فرشتوں کے گھوڑوں کی نشانی۔	۲۹
انصار اور مہاجرین کے جنگی نعرے۔	؍؍
جبرئیل علیہ السلام کا گھوڑا۔	؍
حیزوم حیات کا مظہر گھوڑا	۳۰
حیزوم کی خاک قدم اور سامری کا بچھڑا	؍؍
زمین پر رحمت یا مصیبت کیلئے جبرئیل کے نزول	؍
بدر میں جبرئیل کے نزول کا مقصد	؍
زندگی اور موت کے مظہر	۳۱
بادلوں پر فرشتے	؍
وہ بادل	۳۲
آندھی کی صورت میں مدد خداوندی	؍
مددگار فرشتوں کی تعداد	؍
جنگ کے دوران معجزات نبوی ﷺ	۳۳
قلیب بدر یعنی مشرک مقتولوں کی مشترکہ قبر یا گڑھا	۳۴
امیہ ابن خلف کا انجام	؍؍

عنوان	صفحہ
آنحضرتؐ کے نزدیک لاش کی پردہ پوشی کا اہتمام۔	۳۵
مقتولین بدر سے آنحضرت کا خطاب۔	؍
کیا مقتولین نے آپ کی آواز سنی تھی۔	۳۶
شہید اور نبی اس دار فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں	۳۷
برزخ میں شہیدوں کا کھانا پینا۔	؍؍
کیا انبیاء و شہداء کو جنسی لذت بھی میسر ہے	۳۹
آنحضرتؐ کے نکاحوں کی غرض۔	؍
حیات النبی ﷺ	۴۰
فتح کی خوشخبری کے پیغامبر	۴۲
فتح کی خبر پر کعب یہودی کا پیچ و تاب	؍
صاحبزادی حضرت رقیہ کی وفات۔	۴۳
بیوی کی وفات پر حضرت عثمانؓ کی دلگرفتگی	؍
دوسری صاحبزادی کا حضرت عثمانؓ سے نکاح	؍؍
حضرت عثمانؓ کا مقام۔	۴۴
فتح کی خبر اور منافقین	؍
مال غنیمت کی تقسیم۔	۴۵
تقسیم پر مسلمانوں میں اختلاف۔	؍
آسمانی فیصلہ۔	۴۶
غازیوں اور بیت المال کے حصے۔	۴۷
معذورین کا حصہ۔	۴۹
شمشیر ذوالفقار۔	؍
جاہلیت میں تقسیم غنیمت کے طریقے۔	۵۰
نضر ابن حرث کا قتل	۵۱
نضر کے قتل پر بہن کا مرثیہ اور آنحضرتؐ کا تاثر۔	؍
عقبہ ابن معیط کا قتل۔	۵۲

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
مدینے میں آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری	۵۵
زہر خورانی کی کوشش۔	//
مدینے میں استقبال	۵۶
مکے میں شکست کی اطلاع	//
قاصد کے ہوش و حواس پر شبہ	//
غیر انسانی مخلوق کے متعلق خبر اور ابو رافع کی تصدیق۔	۵۷
ابو لہب کی ابو رافع پر دست درازی	۵۸
ابو لہب کی عبرت ناک موت	//
مکے میں شکست پر صف ماتم	۵۹
قریش کی طرف سے نوحہ و ماتم پر پابندی	//
ابتداء اسلام میں اسود کی اور یہ دو ہنی اور دعائے رسول ﷺ کا اثر۔	//
مدینے میں مشرک قیدیوں کے متعلق مشورہ	۶۰
صدیق اکبرؓ کی طرف سے جاں بخشی کا مشورہ	//
فاروق اعظمؓ کی طرف سے قتل کا مشورہ	۶۱
ابن رواحہؓ کی طرف سے آگ میں جلانے کا مشورہ۔	//
صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ کے متعلق ارشادات رسول۔	//
قیدیوں کی جاں بخشی اور فدیہ کا اعلان	۶۴
جاں بخشی پر عتاب خداوندی	//
قیدیوں کے فدیہ لینے کے متعلق اللہ کی طرف سے مشروط اختیار۔	۶۶
ابو وداعہ کی رہائی اور فدیہ کی پہلی وصولیابی	۶۸
نادار قیدیوں کی رہائی کے لئے شرط۔	۶۹
آنحضرتؐ کی احسان شناسی۔	//
ابو سفیان کا بیٹے کو چھڑانے سے انکار۔	//
بیٹے کے بدلے ابو سفیان کے ہاتھوں ایک مسلمان کی گرفتاری۔	۶۹
ابو سفیان کے بیٹے کی رہائی۔	۷۰
قیدیوں میں آنحضرتؐ کے داماد	//
ابو العاص کی بیٹی اور آنحضرت کی لاڈلی نواسی	//
صاحبزادی کی طرف سے آنحضرتؐ کی خدمت میں فدیہ کا ہار۔	۷۱
حضرت خدیجہؓ کا ہار دیکھ کر آنحضرتؐ کی دلگیری	//
ابو العاص کی رہائی۔	//
حضرت زینبؓ کو لانے کیلئے زید کی روانگی	۷۲
حضرت زینب کے نکل جانے پر قریش کا غصہ	//
سہیل کی رہائی۔	۷۵
ولید ابن ولید کی رہائی اور اسلام	۷۶
وہب ابن عمیر کی رہائی	۷۷
صفوان سے عمیر کا آنحضرت کو قتل کرنے کا عہد۔	//
قتل کی نیت سے عمیر مدینے میں	//
عمیر آنحضرتؐ کے روبرو۔	۷۸
معجزۂ نبوی دیکھ کر قبول اسلام۔	۷۹
قیدیوں میں آنحضرتؐ کے چچا عباس۔	۸۰
حضرت عباس کا فدیہ۔	۸۱
حضرت عباس کا فدیہ پر احتجاج۔	۸۲
انصار کا عباس کو قتل کرنے کا ارادہ	۸۳
حضرت علی و حضرت عباس کا مکالمہ۔	//
ایک احسان فراموش	۸۶
شاہ حبشہ کی فتح بدر پر بے پایاں مسرت	۸۷
شکست کے بعد قریش کی ایک اور سازش	۸۹

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
نجاشی کے پاس قریشی وفد میں عمرو ابن عاص	۸۹
نجاشی کے پاس آنحضرتؐ کا سفیر	//
عمرو ابن عاص پر نجاشی کا غصہ۔	۹۰
عمرو آغوش اسلام میں۔	//
عمرو ابن عاص کا عزم مدینہ۔	۹۱
نجاشی کا اسلام۔	۹۲
نجاشی قوم کی عدالت میں۔	//
قوم کی رضامندی	۹۳
نجاشی کا بیٹا	//
عمرو ابن امیہ ضمری۔	۹۴
آنحضرتؐ کے ایک سفیر	//
دشمن خدا ابوجہل کا عذاب	۹۵
غازیان بدر کے فضائل	۹۶
غازیان بدر پر اللہ کی نظر کرم	//
غازیان بدر کے گناہوں کی بخشش	//
غازی بدر قدامہ کا واقعہ	۹۷
آنحضرتؐ کی نگاہوں میں غازیان بدر کا احترام	۹۹
باب ۴۳۔ غزوہ بنی سلیم	۱۰۰
مدینے میں قائم مقامی	//
بلا جنگ کے واپسی	//
حضرت فاطمہ و حضرت علی کی شادی۔	//
رشتہ پر آنحضرتؐ کا صاحبزادی سے استفسار	۱۰۲
حضرت علیؓ کا ایک عجیب واقعہ۔	۱۰۳
خطبہ نکاح	۱۰۴
چھوہاروں کی لوٹ	۱۰۵
دولہا دلہن کے لئے دعا	//
حضرت علی و حضرت فاطمہ کا بستر	۱۰۶
موسیٰ ابن عمران کی مثال	//
زبان نبوت سے حضرت علیؓ کے مناقب	//

عنوان	صفحہ
حضرت علی کے بارے میں آیات قرآنی	۱۰۷
حضرت علیؓ کے اقوال زریں۔	//
باب ۴۴۔ غزوہ بنی قینقاع	۱۰۹
یہود کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی	//
ایک مسلمان عورت کے ساتھ یہود کی چھیڑ خانی	۱۱۰
مسلمانوں اور یہود میں اشتعال	//
معاہدہ سے براءت کا اعلان	//
بنی قینقاع کی کھلی دھمکی	۱۱۱
یہود کا محاصرہ	//
جلاوطن ہونے کی پیشکش	۱۱۲
فئی اور مال غنیمت	//
بنی ہاشم کا حصہ اور بنی نوفل و عبدشمس کی محرومی	۱۱۳
بنی ہاشم کی فضیلت	//
یہود کے لئے ابن اُبی کی سفارش	۱۱۴
آنحضرتؐ پر بیجا اصرار	//
یہود کی جاں بخشی	۱۱۵
نبی کی دعا کا نتیجہ	//
غنیمت میں سے آنحضرتؐ کا انتخاب	//
باب ۴۵۔ غزوہ سویق	۱۱۷
ابوسفیان کا عہد۔	//
دور جاہلیت میں ابراہیمی سنتیں۔	//
جاہلیت کی نماز جنازہ	//
عہد کی تکمیل کے لئے ابوسفیان کی مہم۔	۱۱۸
یہود سے سازباز	//
آنحضرتؐ ابوسفیان کے تعاقب میں۔	//
سویق یعنی ستو کے تھیلے	۱۱۹
باب ۴۶۔ غزوہ قرقرۃ الکدر	۱۲۰
بنی سلیم اور غطفان کی جنگی تیاریاں	//
سرکوبی کیلئے آنحضرتؐ کی روانگی۔	//

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
دشمن کا فرار۔	۱۲۰	قریش کی جنگی تیاریاں	۱۳۳
مال غنیمت کے اونٹ	″	ایک احسان فراموش	۱۳۴
باب ۴۷۔ غزوہ ذی امر	۱۲۲	تیرانداز وحشی	۱۳۵
بنی محارب و ثعلبہ کے جنگی ارادے۔	″	شمشیر و سناں اور طاؤس و رباب	″
سرکوبی کے لئے نبی کا کوچ	″	عباسؓ کی طرف سے آنحضرتؐ کو اطلاع	″
کمین گاہوں میں دشمن کی روپوشی	″	خبر کی رازداری	″
آنحضرتؐ پر تنہائی میں حملہ	″	قریشی لشکر کا کوچ	۱۳۶
غیبی حفاظت اور دشمن نبی کی تلوار کی زد میں	۱۲۳	بنی مصطلق و بنی ہون سے دفاعی معاہدہ	″
دشمن کے سرگروہ کا اسلام۔	″	حضرت آمنہ کی قبر کھودنے کا ارادہ	۱۳۷
باب ۴۸۔ غزوہ نجران۔ بنی سلیم کے جنگی عزائم	۱۲۴	سمجھدار قریش کی طرف سے مخالفت	″
آنحضرتؐ کا کوچ اور دشمن کا فرار	″	آنحضرتؐ کا خواب اور اس کی تعبیر	″
دوسری صاحبزادی کا عثمان غنیؓ سے نکاح	″	صحابہ سے مشورہ اور نبی کی رائے	″
حفصہ بنت عمرؓ سے آنحضرتؐ کا نکاح۔	۱۲۵	ابن ابی کی رائے	۱۳۸
زینب بنت خزیمہ سے نکاح۔	″	نوجوان صحابہ کا جوش اور حملہ کیلئے اصرار	″
زینب بنت جحش سے زید کی خواہش نکاح	۱۲۶	اکثریت کی رائے پر حملہ سے اتفاق	۱۳۹
نبی سے سفارش	″	آنحضرتؐ کی تیاری	″
نبی کی کوشش سے زید و زینب کا نکاح	″	حضرت اسید کی نوجوانوں کو ملامت	″
زید و زینب میں ناچاقی	۱۲۷	آنحضرتؐ کا جنگی لباس	″
طلاق	″	نوجوانوں کا اظہار ندامت	۱۴۰
زینب سے آنحضرتؐ کا نکاح	″	اٹل فیصلہ اور نبی کا مقام	″
آسمان پر زینب سے نبی کا نکاح	″	اسلامی لشکر کی تعداد	۱۴۱
لے پالک کی بیوہ سے نکاح کا جواز	۱۲۸	یہود کی مدد لینے سے انکار	″
دعوت ولیمہ اور صحابہ کی طویل نشست	۱۲۹	لشکر کا معائنہ اور کمسنوں کی واپسی	″
آنحضرتؐ کو گرانی	″	دو کمسنوں کا جوش جہاد	۱۴۲
پردے کا حکم	″	حمزہ کی شہادت کی پیشین گوئی	۱۴۳
آنحضرتؐ کا حضرت عائشہؓ سے تعلق خاطر	۱۳۰	ابن ابی اور منافقوں کی غداری	″
باب ۴۹۔ غزوہ احد	۱۳۲	ابن حرام کی منافقوں کو ملامت	″
احد پہاڑ	″	منافقوں کے متعلق صحابہ میں رائے زنی	۱۴۴
غزوہ احد کا سبب	۱۳۳	ایک جماعت صحابہ کی مجانب اللہ دستگیری	″
		ایک اندھے منافق کی بکواس	۱۴۵

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
میدان جنگ میں صف بندی اور آنحضرتؐ کا خطبہ۔	۱۴۶
دائیں بائیں بازوؤں پر دستوں کی تعیناتی	//
پشت کی حفاظت کیلئے تیر انداز دستے کی تعیناتی	۱۴۷
اس دستے کے لئے سخت ترین ہدایات	//
نبی کی تلوار کا حق ادا کرنے والا کون ہے؟	//
ابو دجانہ کو تلوار کی بخشش	۱۴۸
ابو سفیان کے انصار کو ورغلانے کی کوشش اور مایوسی۔	//
زبیر ابن عوام کا شخصی مقابلہ	//
حضرت زبیرؓ کو حواری رسول کا لقب	//
طلحہ کی مبارزت طلبی اور لاف و گزاف	۱۴۹
شیر خدا کے ہاتھوں طلحہ جہنم رسید	//
طلحہ کے بھائی کا حمزہ کے ہاتھوں انجام	۱۵۰
تمام قریشی پرچم بردار موت کی راہ پر	//
احد میں بنی عبدالدار کی تباہی	۱۵۱
مسلم اور مشرک جنگی نعرے	۱۵۲
صدیق اکبرؓ کی بیٹے سے مقابلے کی کوشش	//
خالد ابن ولید کے ناکام حملے	۱۵۳
قریشی عورتیں میدان عمل میں	//
ابو دجانہ شمشیر نبویؐ کے صحیح حقدار	۱۵۴
ابو دجانہ کی بے مثال سرفروشی	۱۵۵
شیر خدا حمزہؓ کی کفن بردوشی	//
وحشی کا تیر اور شیر خدا کی شہادت	۱۵۶
مشرکوں میں ابتری اور فرار	//
تیر انداز دستہ اور حکم رسول کی خلاف ورزی	//
دستے کے امیر کی اطاعت شعاری اور شہادت	//
خالد ابن ولید کا خالی عقب سے حملہ	۱۵۷
فتح شکست میں تبدیل اور مسلمانوں میں ابتری	//

عنوان	صفحہ
قریشی پرچم پھر سربلند	۱۵۷
آنحضرت ﷺ کے قتل کی افواہ مسلمانوں میں ہراس	//
افراتفری میں باہم دست و گریبان	۱۵۸
بعض مسلمانوں کی مایوسی	۱۵۹
کچھ صحابہ پسپا ہو کر مدینے میں	//
منافقوں کی دریدہ دہنی اور مسلمانوں کی سراسیمگی	۱۶۰
مضطرب دلوں کو نیند کے ذریعہ تسکین۔	//
دشمن کے نرغہ میں نبی کی ثابت قدمی	۱۶۲
شمع نبوت کے پروانے	//
آنحضرتؐ کی تیر افگنی۔	۱۶۳
آنحضرتؐ کیلئے ابن ابی وقاصؓ کی جاں سپاری	//
سعدؓ ابن ابی وقاص مستجاب الدعوات تھے	۱۶۴
سعد کیلئے آنحضرتؐ کے محبت آمیز کلمات	۱۶۵
حضرت سعد پر آنحضرت کا فخر	۱۶۶
ایک بہادر خاتون کی نبی کیلئے جاں فروشی	۱۶۷
ایک قابل فخر گھرانہ	۱۶۸
جنت میں آنحضرتؐ کے ساتھی	//
نسیبہ کے بیٹے مسیلمہ کذاب کے قاتل	//
مسیلمہ کے قتل کا واقعہ	//
ایک مثالی موت	۱۶۹
حضرت مصعب کی جاں نثاری	//
امیہ کی آنحضرتؐ پر حملہ کی کوشش	۱۷۰
امیہ آنحضرتؐ کے دست مبارک سے زخمی	//
اس زخم کی شدت وسوزش	//
نبی کے دست مبارک سے پہلا اور آخری قتل	۱۷۱
نبی کے ہاتھوں مقتول کا عبرتناک انجام	۱۷۲
آنحضرتؐ کا گڑھے میں گرنا	۱۷۳
ایک باپ اور ایک بیٹا	//
آنحضرتؐ پر پیاپے حملے	//

www.ziaraat.com
Sayyed-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
حملہ آور عتبہ اپنے انجام کو	۱۷۳
آنحضرت حملہ آوروں کی نگاہ سے اوجھل	۱۷۴
ابن قمیئہ کیلئے نبی کی بددعا	۱۷۵
ابن قمیہ جنگلی بکرے کا شکار	//
قوم کی حالت پر افسوس	//
پیغمبروں کا اجر و ثواب	۱۷۶
مالک ابن سنان کا نبی کے زخموں کا خون چوسنا	//
مالک کو جنت کی بشارت	//
بے خبری میں پیشاب پی لینے کا واقعہ	۱۷۷
آنحضرتؐ کے پچھنوں کا خون پینے کا واقعہ	۱۷۸
کیا نبی کے فضلات پاک ہوتے ہیں	۱۷۹
دانتوں کے ذریعہ چہرہ مبارک سے زرہ کی کڑیاں نکالنا	//
قتل کی افواہ کے بعد آنحضرت کا اچانک دیدار	//
پروانہائے نبوت آنحضرتؐ کے گرد	۱۸۰
رافضیوں کی لغو روایات	//
آنحضرت ﷺ پر ایک اور حملہ	//
آنحضرتؐ کے زخموں کی دھلائی	۱۸۱
ٹیلے پر چڑھنے کیلئے طلحہ کے شانوں کا سہارا	//
طلحہ کو اس خدمت کا انعام	//
آنحضرتؐ کو پیاس	//
حضرت فاطمہؓ کے ذریعہ مرہم پٹی	۱۸۲
کیا آنحضرتؐ کے زخموں کو داغا گیا تھا	//
جسم گودنا جائز نہیں ہے	//
علاج کے تین طریقے	۱۸۳
جسم گودوانے کی ممانعت	//
اس ٹیلے پر دشمن کا سامنا اور نبی کی دعا	//
صرف ایک تیر سے دشمن دستے کی پسپائی	۱۸۴
کمزوری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز	۱۸۵
صحابہ کے زخموں کی کیفیت	//
طلحہ کا عشق رسول	//
قزمان ایک شہید قوم	۱۸۶
قزمان کی سرفروشی اور محرومی	//
زخموں سے بیتاب ہو کر قزمان کی خودکشی	۱۸۷
عمل کا ظاہر و باطن	//
ایک مشرک کو توفیق خداوندی	۱۸۸
بغیر نماز پڑھے جنت کا حقدار	۱۸۹
ابو عامر فاسق	//
ابو عامر قریش کے دامن میں	//
ابو عامر کے بیٹے حضرت حنظلہؓ	۱۹۰
حنظلہ جنہیں فرشتوں نے غسل دیا	//
نوشاہ حنظلہ اور نئی نویلی دلہن جمیلہ	۱۹۱
دولہا کے متعلق دلہن کا خواب	//
ابو عامر کی وجہ سے حنظلہ کی لاش کے ساتھ رعایت	//
لاشوں کی بے حرمتی پر قتادہ کا غصہ	//
بددعا کا ارادہ اور ممانعت	۱۹۲
ایک مشرک کی مبارزت طلبی	//
ایک معذور صحابی کا جوش جہاد	۱۹۳
شہادت کی دعا اور قبولیت	//
اللہ جن کی قسموں کا پاس کرتا ہے	//
ایک اور قسم کے سچے صحابی	۱۹۴
عظیم المرتبہ لوگ	//
اللہ کے ہاں حضرت براءؓ کی قسم کا پاس	//
براء کا ایک اور واقعہ	۱۹۵
اویس قرنی کی قسم کا پاس	//

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
ہندہ کے شوہر بھائی اور بیٹے کی شہادت	۱۹۵
ہندہ کا صبر اور عشق نبویؐ	〃
لاشیں مدینے میں دفن کرنے کا ارادہ اور اونٹ کا چلنے سے انکار۔	۱۹۶
عائشہ صدیقہ اور ام سلیم زخمیوں کو پانی پلانے پر۔	〃
دو بوڑھوں کا جذبہ جہاد۔	〃
حضرت یمان کا غلط فہمی میں قتل۔	۱۹۷
حضرت یمان۔	〃
قریشی عورتوں کے ہاتھوں مسلم لاشوں کا مثلہ۔	〃
شیر خدا حمزہؓ کا جگر ہندہ کے منہ میں۔	۱۹۸
حضرت حمزہؓ کا بلند مقام۔	〃
وحشی کو ہندہ کا انعام۔	〃
ہندہ کے گلے میں حمزہ کی آنکھ ناک اور کانوں کا ہار	〃
ہندہ کی خوشی اور ابوسفیان کا اعلان فتح۔	۱۹۹
ابوسفیان اور پانسہ کے تیر۔	〃
جنگ ایک بازی ہے۔	〃
لاشوں کے متعلق ابوسفیان کا خطاب۔	〃
شیر خدا کی لاش پر ابوسفیان کی بہادری۔	۲۰۰
ابوسفیان پر بنی کنانہ کا طعن۔	〃
ابوسفیان کا نعرہ ہبل۔	〃
آنحضرتؐ کی طرف سے جواب	〃
ابوسفیان و عمر فاروقؓ کا مکالمہ	〃
ابوسفیان آنحضرتؐ کے قتل کی غلط فہمی میں	〃
حقیقت کا انکشاف	۲۰۱
ابوسفیان کی غلط فہمی کا سبب	〃
ابوسفیان کا اگلے سال میدان جنگ میں	〃
ملاقات کا وعدہ۔	〃
دشمن کی واپسی اور علی کو تعاقب کا حکم	۲۰۲

عنوان	صفحہ
مدینے پر حملے کا ارادہ اور صفوان کی مخالفت۔	۲۰۲
ابن ربیع کے متعلق تحقیق حال کا حکم۔	〃
ابن ربیع کو نبی کا سلام۔	〃
لب دم حالت میں ابن ربیع کی دریافت۔	〃
ابن ربیع کو نبی کا سلام اور قوم کو پیغام۔	〃
ابن ربیع کا دم واپسیں۔	۲۰۳
پروانہ نبوت کا سوز و گداز عشق۔	〃
ابن ربیع کے متعلق کلمات رسول ﷺ۔	〃
ابن ربیع کے پسماندگان۔	〃
خلفاء رسول کے دلوں میں ابن ربیع کا احترام	۲۰۴
صدیق اکبر کی زبانی بنت ربیع کا تعارف۔	〃
آنحضرت حمزہؓ کی نعش کی تلاش میں۔	〃
شیر خدا کی آخری دعا۔	〃
انس ابن نضر کی یہی دعا۔	〃
نبیؐ کے قتل کی افواہ پر انسؓ کا رد عمل۔	〃
یہ خلد آشیاں روحیں	۲۰۵
انسؓ کی لاش کا مثلہ	〃
چچا کی مثلہ شدہ لاش پر نبی کی افسردگی	〃
دشمن کی لاشیں مثلہ کرنے کیلئے آنحضرتؐ کی قسم۔	〃
آنحضرتؐ کے شدید رد عمل پر صحابہ کا جوش	〃
قسم پر وحی کا نزول	۲۰۶
نبی کی طرف سے عفو اور قسم کا کفارہ۔	〃
چچا کی لاش پر گریہ بے اختیار	〃
اہل فلک میں حمزہ کی شہرت	۲۰۷
بہن کو لاش نہ دکھانے کی کوشش۔	〃
شیر دل بھائی کی شیر دل بہن۔	〃
صفیہ کے صبر و ثبات کے لئے نبی کی دعا۔	〃
کفن کی جستجو اور دو انصاریوں کی پیشکش۔	〃

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
بے سر و سامانی۔	۲۰۸
شہیدوں کا کفن۔	//
مصعب ابن عمیر کا کفن۔	//
مصعبؓ اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد۔	۲۰۹
مصعبؓ کا زہد اور خوف خدا۔	//
مشترک کفن اور مشترک قبریں۔	//
چچا کی بے کسی پر آنحضرتؐ کے شدید جذبات	//
حمزہؓ اور دوسرے شہیدوں کی نماز۔	//
کیا شہداء احد کی تجہیز و تکفین اور نماز نہیں ہوئی	۲۱۰
شہداء کی تجہیز و تکفین کے متعلق شافعی مسلک	//
شیر خدا کے قاتل وحشی۔	۲۱۲
لہو پکارے گا آستین کا۔	//
وحشی کا اسلام اور آنحضرتؐ سے ملاقات	//
حمزہ کے قاتل اور فطرت کا انتقام۔	//
ابن جحش کی لاش ان کی آرزو کے مطابق۔	۲۱۳
موت کی تمنا کب ناجائز ہے	//
ابن جحش کی تلوار ایک معجزہ نبوی	//
ابن عمرو اور ابن جموح ایک قبر میں۔	//
ابن عمرو کا خون شہادت	//
چالیس سال بعد شہداء احد کی تر و تازہ لاشیں	//
وہ لوگ جن کی لاشیں خراب نہیں ہوتیں	۲۱۴
خارجہ اور ابن ربیع کی مشترک قبر۔	۲۱۵
خارجہ کے قتل پر صفوان کا اطمینان۔	//
کشادہ اور گہری قبریں بنانے کی ہدایت۔	//
لحد میں حافظ قرآن کو آگے رکھنے کا حکم۔	//
لاشوں کو مدینے سے واپس لانے کا حکم۔	//
کیا میت کو ایک سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے۔	//
میت کو مکے مدینے اور یروشلم منتقل کیا جاسکتا ہے۔	//
مشترک قبر کا مسئلہ۔	۲۱۶
آنحضرتؐ شہداء احد کے گواہ۔	//
وہ شہیدان وفا یہ طائران خوش نوا۔	//
برزخ میں شہداء کے مختلف نشیمن۔	۲۱۷
شہید اُحد ابو جابر سے کلام خداوندی۔	//
باپ کی لاش پر جابر کی بے قراری اور حمزۂ رسول۔	//
باپ کے بدلے بشیر کیلئے بہترین ماں باپ۔	۲۱۸
ایک عورت کی متاع و عشق محمد۔	//
نبی کے ہوتے ہوئے باپ بھائی اور شوہر کی موت ہیچ۔	//
نکلی ہوئی آنکھ پر آنحضرت کی مسیحائی۔	//
آنکھ جاتے رہنے پر قتادہ کا ملال۔	۲۱۹
نبی کا دست شفا۔	//
قتادہ کی نسلوں کا اس واقعہ پر فخر۔	۲۲۰
ایک اور زخمی کی معجزانہ مسیحائی۔	//
غزوۂ احد میں فرشتوں کی شرکت۔	//
شرکت کی نوعیت۔	//
عبدالرحمٰن ابن عوف کو فرشتوں کی مدد۔	۲۲۱
فرشتوں کی عام مدد نہ ملنے کا سبب۔	//
اسلامی پرچم کو فرشتے کا سہارا۔	//
مصعب کی زبان پر نزول سے پہلے آیت قرآنی	۲۲۲
مصعب کی شکل میں فرشتہ۔	//
میدان احد سے واپسی اور نبی کی دعا۔	//
حمنہ کو عزیزوں کے قتل کی اطلاع۔	۲۲۳
ماموں اور بھائی کے قتل پر حمنہ کا صبر و ثبات	//
شوہر کی خبر پر دامان صبر تار تار۔	//
عورت کے لئے شوہر کا درجہ۔	//
حمنہ اور یتیم بچوں کے لئے دعا۔	//

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
آنحضرت ﷺ کی عمرو کی والدہ کو تعزیت	۲۲۳
شہداء کے عزیزوں کو بشارت۔	۲۲۴
پسماندگان کے لئے صبر و سکون کی دعا۔	"
حمزہؓ کی بے کسی پر آنحضرت کی دلگیری۔	"
خواتین کے رونے کی آواز اور آپ کی طرف سے دعا۔	"
انصار کے جذبۂ ہمدردی کی قدردانی۔	۲۲۵
مسجد کے دروازے پر تمام رات پہرہ۔	"
نوحہ وشیون کی ممانعت۔	"
صحابہ کے جوش جہاد کی تعریف۔	"
شہدائے احد کی تعداد۔	۲۲۶
مشرک مقتولین کی تعداد۔	"
کیا اویس قرنی احد میں شریک تھے۔	۲۲۷
اویس قرنی کی روایت۔	"
فاروق اعظم کی روایت۔	"
کیا اویس قرنی صحابی تھے۔	"
اویس کے متعلق آنحضرت کی پیشین گوئی	۲۲۸
ایک شخص کا اویس کے ساتھ تمسخر۔	"
فاروق اعظم کی زبانی اویس کے مقام کا علم	"
اویس سے دعا کی درخواست۔	"
احد کی شکست پر یہود و منافقین کی خوشیاں۔	۲۲۹
دریدہ دہنوں پر عمر کا غصہ۔	"
ابن ابی کا مومن بیٹے پر غصہ۔	"
ابن ابی کی ظاہرداریاں۔	"
صحابہ کی ابن ابی کو پھٹکار۔	"
ابن ابی کی خودسری۔	"
باب پنجاہ۔ غزوہ حمراء الاسد۔	۲۳۰
قریشی لشکر کے تعاقب کا ارادہ۔	"
قریش کے خطرناک ارادے۔	"

عنوان	صفحہ
آنحضرت ﷺ کو اطلاع۔	۲۳۱
تعاقب کا مشورہ اور فیصلہ۔	"
صرف شرکائے احد کو تیاری کا حکم۔	"
جابر کے احد میں شریک نہ ہوسکنے کی وجہ۔	"
تعاقب میں ہمراہی کی درخواست۔	"
سردار منافقین کی درخواست رد۔	۲۳۲
اسلامی پرچم اور مدینے میں قائم مقامی۔	"
زخمی صحابہ اور حکم رسول کی بجاآوری۔	"
آنحضرت کا زخمی حالت میں کوچ۔	۲۳۳
نبی کی پیشین گوئی۔	"
حمراء اسد میں پڑاؤ۔	۲۳۴
دو انصاریوں کا ذوق اطاعت۔	"
زخمی حالت میں پیدل سفر۔	"
نبی کی طرف سے دعائے خیر۔	"
حکمت عملی سے قریش پر رعب۔	"
معبد خزاعی کی طرف سے احد کے نقصان پر تعزیت۔	۲۳۵
معبد کی ابوسفیان سے ملاقات۔	"
معبد مسلمانوں کا ایک مشرک ہمدرد۔	"
مسلمانوں کے جوش پر ابوسفیان کا خوف و دہشت	"
مسلمانوں کو ابوسفیان کا جھوٹا پیغام۔	۲۳۶
مسلمانوں کی واپسی۔	"
ابوعزہ شاعر کی دوبارہ گرفتاری۔	"
ابوعزہ کی گزشتہ بدعہدی۔	"
جان بخشی کیلئے ابوعزہ کی دوبارہ خوشامد۔	۲۳۷
ابوعزہ کا قتل۔	"
نبی کے ایک ارشاد کی وضاحت۔	۲۳۸
معاویہ کو عثمان غنیؓ کی پناہ کی تلاش	"
معاویہ کی تلاش کا حکم	"

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
گرفتاری اور مشروط رہائی۔	۲۳۹
فرار کے لئے تین دن کی مہلت۔	〃
معاویہ کی خلاف ورزی اور قتل۔	〃
دو مسلم جاسوسوں کا قتل۔	〃
حرث اور مجذر نامی دو مسلمانوں کا واقعہ۔	〃
حرث کے ہاتھوں مجذر کا قتل۔	۲۴۰
حرث کی گرفتاری۔ حرث کے قتل کا آسمانی حکم	〃
اقبال جرم اور معافی کی درخواست۔	〃
حرث کا قتل۔	〃
حسن ابن علیؓ کی پیدائش۔	۲۴۱
شراب کی حرمت کا حکم۔	〃
شراب کی ممانعت کے لئے تین حکم۔	〃
حضرت حمزہؓ کی ایک بار شراب نوشی۔	۲۴۲
مدہوش حمزہ کا نبی سے کلام۔	〃
حرمت کا حکم اور صحابہ کا ذوق اطاعت۔	۲۴۳
دوا کیلئے بھی شراب سازی کی حرمت۔	〃
اعشیٰ ابن قیس کا اسلام اور شراب سے توبہ	۲۴۴
مرحوم صحابہ کے متعلق اضطراب۔	〃
حضرت انسؓ خادم رسول ﷺ	۲۴۵
باب پنجاہ و یکم۔ غزوہ بنی نضیر۔	۲۴۶
تاریخ غزوہ۔	〃
اس غزوہ کا سبب۔	〃
عمرو کے ہاتھوں یہود کے دو حلیفوں کا قتل۔	〃
آنحضرتؐ مشورہ کے لئے بنی نضیر میں	۲۴۷
آنحضرتؐ کے قتل کیلئے یہود کی سازش	〃
وحی کے ذریعہ آنحضرت کو سازش کا علم۔	〃
یہود کا فریب۔	۲۴۸
ایک مسلمان کے ذریعہ آنحضرت کو اطلاع	〃
یہود کی ناکامی و خواری۔	〃
یہود کو جلاوطنی کا حکم۔	۲۴۹
شہر خالی کرنے کے لئے دس دن کی مہلت	〃
منافقوں کی طرف سے یہود کو سہارا۔	〃
ابن ابی کی طرف سے مدد کا وعدہ۔	〃
یہود کو ڈھارس اور جلاوطنی سے انکار۔	۲۵۰
ابن مشکم کی حیی کو فہمائش۔	〃
نصیحت ماننے سے حیی کا انکار۔	〃
بھیانک نتائج کی طرف انتباہ۔	〃
حیی کیلئے بنی نضیر کی تابعداری۔	〃
مسلمانوں کا بنی نضیر کی طرف کوچ۔	۲۵۱
یہود کی ہٹ دھرمی و سرکشی۔	〃
یہود کا محاصرہ۔	〃
قبہ نبوی پر غزول کی تیر اندازی۔	〃
غزول کا سر نیزہ حیدری پر۔	۲۵۲
اسلامی دستہ یہود کی تلاش میں۔	〃
بنی نضیر کے باغات کاٹنے کا حکم۔	〃
باغات کی مشہور کھجوریں۔	〃
فضیلت نبوی سے کھجور کا نام۔	〃
کھجوروں کی اقسام۔	۲۵۳
عجوہ کھجور کی تاثیر۔	〃
آدم کے ساتھ نازل شدہ تین چیزیں۔	〃
کھجور کی فضیلت۔	۲۵۴
کھجوریں کٹنے پر یہود کی آہ و بکا۔	〃
یہود کی طرف سے امن و انصاف کی دہائی۔	〃
جواب میں وحی کا نزول۔	〃
ابن ابی کی یہود کو یقین دہانیاں۔	〃
ابن ابی کی دغابازی۔	〃
حیی کی پشیمانی و بیچارگی۔	۲۵۵
آخر جلاوطنی پر آمادگی۔	〃

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
سوائے ہتھیاروں کے کل سامان کے ساتھ یہود کی روانگی۔	۲۵۵	انصار کے دیئے ہوئے مال کی واپسی کا حکم	۲۶۳
		ام ایمن کی غلط فہمی اور ضد۔	〃
یہودی عورتوں کی آن بان۔	〃	باب پنجاہ ودوم۔ غزوہ ذات الرقاع۔	۲۶۴
سلمیٰ ام وہب ایک یہودی داشتہ۔	〃	عجائبات کا غزوہ۔	〃
سلمیٰ اور عُروہ۔	〃	تاریخ غزوہ۔	〃
عروہ کے لئے سلمیٰ کے جذبات۔	۲۵۶	اسلامی لشکر کا کوچ۔	〃
جلاوطنی کا عبرتناک منظر۔	〃	اس غزوہ کا ترتیبی مقام۔	〃
یہود کی دولت۔	〃	اس غزوہ کے نام کا سبب۔	۲۶۵
مدینے کے بعد خیبر میں یہود کا مسکن۔	〃	دشمن کا فرار اور عورتوں کی گرفتاری۔	۲۶۶
یہود کے ساتھ انصاریوں کی اولاد۔	〃	پہلی نماز خوف۔	〃
بنی نضیر کے دو مسلمان۔	۲۵۷	نماز خوف کا طریقہ۔	〃
یامین کے ہاتھوں یہودی بدنہاد کا قتل۔	〃	نماز خوف آنحضرتؐ کی خصوصیت۔	۲۶۷
بنی نضیر کے متعلق سورت قرآنی۔	〃	لشکر کیلئے عبادؓ و عمار کی پہرہ داری۔	〃
یہود کا اولین حشر۔	۲۵۸	قیدی عورت کا شوہر انتقام کی راہ پر۔	〃
دوسرا حشر۔	〃	عباد پر نماز میں تیر افگنی۔	〃
یہود پر مسلمانوں کی ہیبت۔	〃	عباد کا ذوق عبادت۔	۲۶۸
بنی نضیر سے حاصل شدہ فئی کا مال۔	۲۵۹	نماز کے لئے جان کی بازی۔	〃
نبی کا مال مخصوص۔	〃	آنحضرتؐ کے قتل کے لئے غورث کا عزم	〃
اہل قربیٰ	۲۶۰	نبیؐ سے فریب کی کوشش۔	〃
تقسیم مال کیلئے انصار سے مشورہ اور تعریف	〃	غورث کی بدحواسی۔	۲۶۹
مہاجرین کیلئے انصار کی قربانیاں۔	۲۶۱	غورث کا عاجزانہ وعدہ۔	〃
انصار کی سیر چشمی۔	〃	غورث کی ذہنی کایاپلٹ۔	〃
انصار کے جذبہ ایمانی پر نبی کی دعا۔	〃	اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ۔	〃
صدیق اکبرؓ کی طرف سے شکریہ۔	〃	مدینے میں خوش خبری۔	۲۷۱
انصار کی تعریف میں وحی کا نزول۔	〃	ایک ماندہ اونٹ اور نبی کی مسیحائی۔	〃
مہاجروں میں مال کی تقسیم۔	۲۶۲	جابر سے اونٹ کی خریداری۔	〃
سعد ابن معاذ کو ابن ابوالحقیق کی تلوار۔	〃	اونٹ کا بھاؤ تاؤ۔	〃
		جابر کے لئے آنحضرتؐ کا استغفار۔	〃
زمینوں کی تقسیم۔	〃	خریدے ہوئے اونٹ کا جابر کو ہدیہ۔	۲۷۲

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
اس غزوہ کے نام کے دوسرے اسباب۔	۲۷۳
آنحضرتؐ کی ایک اور مسیحائی۔	"
نبی کے دربار میں ایک پرندہ کی دہائی۔	"
شتر مرغ کے انڈے اور معجزے کا ظہور	"
مالک کے خلاف ایک اونٹ کی فریاد۔	"
مظلوم جانور کی نبی سے سرگوشیاں۔	۲۷۴
اونٹ کی شکایت۔	"
مالک کی طرف سے شکایت کی تصدیق۔	۲۷۵
اونٹ کی خریداری اور رہائی۔	"
نبی اور امت کے لئے اونٹ کی دعائیں۔	"
ام سلمہؓ سے آنحضرتؐ کا نکاح۔	۲۷۶
باب پنجاہ و سوم۔ غزوہ بدر آخر۔	۲۷۷
ابوسفیان سے کیا ہوا جنگ کا وعدہ۔	
تاریخ غزوہ۔	"
بدر کا میلہ۔	"
مدینے میں قائم مقامی۔	۲۷۸
قریش کی طرف سے مسلمانوں کا کوچ رکوانے کی کوشش۔	"
نعیم کی مدینے میں ہراس پھیلانے کی کوشش	"
ابوبکر و عمر کا جوش اور نبی سے گفتگو۔	"
آنحضرتؐ کی مسرت اور کوچ کا عزم۔	"
لشکر اسلام کی بدر کو روانگی۔	۲۷۹
ابوسفیان کی حیلہ جوئی۔	"
قریش کا پر فریب کوچ۔	"
راہ میں سے واپسی۔	"
دشمن کیلئے آنحضرتؐ کا بدر میں انتظار۔	"
مفسدوں و منافقوں کی طرف سے افواہیں۔	۲۸۰
وحی کے ذریعہ مسلمانوں کی ثابت قدمی کی تعریف	"
قریش کو مسلمانوں کی بدر میں آمد کی اطلاع	۲۸۱
باب پنجاہ و چہارم غزوہ دومتہ الجندل۔	۲۸۲
دومہ کا محل وقوع۔	"
مشرکین کے اجتماع کی خبر اور آنحضرتؐ کا کوچ	"
تاریخ غزوہ۔	"
مسلمانوں کی آمد پر مشرکوں کا فرار۔	"
سرکوبی کیلئے فوجی دستوں کی روانگی۔	۲۸۳
ایک دشمن کا قبول اسلام۔	"
عیینہ کی احسان فراموشی۔	"
عیینہ کی گستاخی۔	"
عیینہ کا اسلام، ارتداد اور پھر اسلام	۲۸۴
پردے اور قصر نماز کا حکم۔	"
حضرت حسن کی پیدائش۔	"
نواسے کا نام۔	"
یہود کی سنگساری و حج کی فرضیت	۲۸۵
تیمم کا حکم۔	"
سعد کی والدہ کی وفات۔	"
باب پنجاہ و پنجم غزوۂ بنی مصطلق۔	۲۸۶
اس غزوہ کا نام۔	"
بنی مصطلق۔	"
اس غزوہ کا سبب۔	"
تحقیق حال کیلئے بریدہ کی روانگی۔	"
بریدہ بنی مصطلق میں۔	۲۸۷
اسلامی لشکر۔	"
مسلم لشکر میں منافقین۔	"
ایک شخص کو اسلام کی ہدایت۔	"
دشمن کے جاسوس کا قتل۔	۲۸۸
دشمن پڑاؤ میں بھگدڑ۔	"

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
آمنا سامنا اور تبلیغ۔	۲۸۸
جنگ میں پسپائی اور گرفتاری۔	〃
مال غنیمت۔	〃
قیدیوں میں سردار بنی مصطلق کی بیٹی۔	۲۸۹
برہ یا حضرت جویریہ سے نکاح۔	۲۹۰
حضرت عائشہؓ اور حضرت جویریہ۔	〃
عورت کی فطرت۔	〃
قیدی عورتیں اور مسلمانوں کی خواہش۔	۲۹۲
اٹل تقدیرات۔	〃
قیدیوں کی رہائی کیلئے بنی مصطلق کا وفد۔	۲۹۳
خاندانی منصوبہ بندی کی ایک شکل۔	〃
جویریہ کے باپ کا اسلام۔	۲۹۴
جویریہ کو اختیار اور اللہ ورسول کا انتخاب۔	۲۹۵
جویریہ کے بھائی آغوش اسلام میں۔	〃
جویریہ سے آنحضرتؐ کے نکاح کی برکت	۲۹۶
قیدیوں کی رہائی کیسے ہوئی۔	۲۹۷
بنی مصطلق کا اسلام بریدہ کی بھیانک غلط فہمی	〃
تحقیق کیلئے حضرت خالد کا کوچ۔	۲۹۸
بنی مصطلق کی اسلام سے محبت۔	〃
حقیقت حال۔	〃
آنحضرت کو اطلاع اور بریدہ کے متعلق وحی	〃
ولید ابن عقبہ ابن معیط۔	۲۹۹
حضرت سعد کی جگہ ولید کوفہ کی گورنری پر۔	〃
خلافت وملوکیت۔	〃
ولید کی گورنری پر لوگوں کا اضطراب۔	۳۰۰
ولید کا فسق وفجور۔	〃
ولید پر لوگوں کا غصہ۔	〃
خلیفہ کے حکم سے ولید پر شرعی سزا	〃
حد شرعی میں کوڑوں کی تعداد۔	۳۰۱
ولید کی معزولی اور حضرت سعدؓ کی بحالی۔	۳۰۱
مسلمانوں کی لشکر کشی سے پہلے حضرت جویریہ کا خواب۔	〃
غزوہ بنی مصطلق میں فرشتوں کی شرکت۔	۳۰۲
غلط فہمی میں مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا قتل	〃
مقتول کے بھائی کا اسلام اور ارتداد۔	〃
انصار ومہاجرین میں تصادم کا امکان۔	۳۰۳
کلمات جاہلیت۔	〃
جہجاہ وسنان کا تصفیہ۔	〃
جہجاہ اور عثمان غنی۔	۳۰۴
جہجاہ پر ابن ابی کا غصہ اور مہاجرین کو گالیاں	〃
ابن ابی کی یاوہ گوئی۔	〃
ابن ابی خزرجیوں کو مشتعل کرنے کی کوشش میں	۳۰۵
زید کی آنحضرت کو اطلاع اور صحابہ کی بے یقینی۔	〃
خبر کو تسلیم کرنے میں آنحضرت کا تامل۔	〃
زید کا ابن ابی کو جواب۔	۳۰۶
ابن ابی کے قتل کیلئے عمر فاروقؓ کی اجازت طلبی	〃
غیر وقت میں غیر معمولی رفتار سے کوچ۔	〃
ابن ابیؒ کے شکستہ خواب۔	۳۰۷
آنحضرت کی حکمت عملی۔	〃
ابن ابی کو معافی خواہی کیلئے فہمائش۔	〃
ابن ابیؒ کو آنحضرت کی فہمائش۔	〃
ابن ابی کا جھوٹا حلف۔	۳۰۸
لوگوں کا حسن ظن۔	〃
کافر باپ کو قتل کرنے کیلئے بیٹے کی پیشکش	〃
نبی کی طرف سے مہربانی کا معاملہ۔	〃
کافر کی ناپاک روح کا تعفن۔	۳۰۹
رفاعہ کی موت کے متعلق آسمانی اطلاع۔	۳۱۰
رفاعہ اور زمانہ جاہلیت کا ایک دستور۔	〃

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
اونٹنی کی گمشدگی اور ایک منافق کی بکواس۔	۳۱۱
نبی کو واقعہ کے متعلق آسمانی خبر۔	۳۱۲
منافق سچے دل سے مسلمان۔	"
نبی کے سامنے اقبال اور دعائے مغفرت کی درخواست۔	"
اونٹوں اور گھوڑوں کی دوڑ۔	"
آنحضرتؐ اور عائشہؓ کا دوڑ میں مقابلہ۔	۳۱۳
نبی کی بے تکلفی اور مزاح۔	"
ابن ابی کا بیٹے کے سامنے اعتراف شکست و ذلت	"
ابن ابی کی نبی سے شکایت۔	۳۱۴
زید ابن ارقم کی تصدیق۔	"
زید کی مزاحاً گوش مالی۔	۳۱۵
نبی کی رائے اور دور اندیشی۔	"
ابن ابی کی کج فہمی اور خیر خواہوں کو جواب	"
ابن ابی جیسوں کے متعلق ارشاد حق۔	"
بیٹے کی خیر خواہی اور ابن ابی کی رذالت۔	۳۱۶
باپ کی حرماں نصیبی پر بیٹے کا غم و غصہ۔	"
اس سفر کے متفرق واقعات۔	"
افک یعنی حضرت عائشہؓ پر تہمت تراشی کا واقعہ	۳۱۷
لشکر سے دور ہار کی گمشدگی۔	"
واپسی میں تاخیر اور لشکر کا کوچ۔	"
لشکر گاہ میں سناٹا اور حضرت عائشہؓ کی حیرانی	۳۱۸
لشکر کے عقب میں چلنے والے صفوان سلمی	"
صفوان کی آمد۔	"
ام المومنین کو دیکھ کر حیران و ششدر صفوان	۳۱۹
ام المومنین کے لئے صفوان کا احترام۔	"
صفوان کی ساربانی میں حضرت عائشہؓ کی روانگی	۳۲۰
حضرت عائشہؓ کیلئے تمام امت کے لوگ محرم	"

عنوان	صفحہ
ام المومنین اور صفوان کو دیکھ کر ابن ابی کی دریدہ دہنی!	۳۲۱
ابن ابی کی شرمناک بکواس اور واقعہ کی تشہیر	"
ابن ابی کی مجلسوں میں چرچے۔	"
حضرت عائشہؓ کی بیماری اور آنحضرتؐ کی سردمہری۔	"
حضرت عائشہؓ ام مسطح کے ساتھ۔	"
بہتان کی اچانک اطلاع اور شدید رد عمل۔	۳۲۲
مرض کا اعادہ۔	"
ام المومنین اپنے میکے میں۔	"
والدہ سے تذکرہ اور ان کی فہمائش۔	۳۲۳
ازواج مطہرات اس طوفان سے علیحدہ رہیں	"
حضرت عائشہؓ کی بے قراری۔	۳۲۴
آنحضرتؐ کا عائشہؓ سے استفسار۔	"
حضرت عائشہؓ کی حالت میں پرجوش تغیر	۳۲۵
بے لاگ جواب۔	"
حضرت عائشہؓ کی تمنا۔	"
صدیق اکبرؓ کا تاثر اور حزن و ملال۔	"
نزول وحی کے آثار۔	۳۲۶
آثار وحی پر حضرت عائشہؓ کا اطمینان۔	"
ام المومنین کو نبی کی طرف سے خوشخبری۔	"
نازش عفت۔	"
عظیم باپ اور عظیم بیٹی۔	"
آیات برأت۔	"
حضرت عائشہ پر تہمت تراشی کا مسئلہ۔	۳۲۷
خواب میں الفاظ دعا کی تعلیم۔	"
چار لوگوں کی چار براتیں۔	۳۲۸
مسطح کے خلاف ابو بکر کی کارروائی۔	"

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
ابو بکر کا حلف۔	۳۲۸
قسم کا کفارہ اور مسطح کی امداد۔	۳۲۹
ایک مسئلہ۔	//
ایک دلچسپ واقعہ۔	//
حضرت ابو بکرؓ کے عالی اوصاف۔	۳۳۰
تہمت کے متعلق صحابہ سے مشورہ۔	//
حضرت علیؓ کی رائے۔	//
بریرہ سے پوچھ گچھ۔	//
بریرہ پر سختی اور ان کی بے لاگ رائے۔	۳۳۱
بریرہ سے ایک روایت۔	//
ام المومنین زینبؓ کی رائے۔	۳۳۲
حضرت زینبؓ	//
آنحضرتؐ کا خطبہ اور ابن ابی کی طرف اشارہ	//
سعد ابن معاذؓ کی پرجوش پیشکش	۳۳۳
سعد ابن عبادہ کا غصہ اور جواب۔	//
اسید حضرت سعد کی حمایت میں۔	//
اوس و خزرج میں تصادم کا خطرہ۔	//
غلط فہمی پر ایک نظر۔	۳۳۴
ابن عبادہ کے عار کا سبب۔	//
تہمت تراشوں کو شرعی سزا کا حکم۔	۳۳۵
ابن عبادہ و ابن معاذ میں نبی کے ذریعہ مصالحت	۳۳۶
صفوان سلمی نامرد تھے۔	//
حضرت یحییٰ علیہ السلام کا یہی وصف۔	۳۳۷
چار ملعون۔	//
کیا حسان تہمت تراشوں میں شامل تھے۔	۳۳۸
حسان کے متعلق حضرت عائشہؓ کی رائے۔	//
ام المومنین کے دل میں حسان کا احترام۔	۳۳۹
شاعر اسلام حسان ابن ثابت۔	۳۴۰
حسان اور ان کے باپ دادا اور پڑدادا کی عمریں	//

عنوان	صفحہ
حسان کی کمزوری قلب۔	۳۴۱
حسان کی اطاعت رسول ﷺ	//
حسان کو برحا کا تحفہ	۳۴۲
ابو طلحہ اور باغ برحا	//
برحا آنحضرت کی خدمت میں۔	//
نبی کی طرف سے حسان کیلئے سیرین۔	//
حسان اور صفوان کا جھگڑا۔	۳۴۳
جھگڑے میں ابن عبادہ کی مداخلت۔	۳۴۴
تصفیہ اور انعام۔	//
حسان کی زبان یا شاعری اسلام کی تلوار۔	//
حسان کی زبان۔	//
ابن ابی پر حد کیوں نہیں لگائی گئی۔	۳۴۵
کیا ابن ابی کو سزا دی گئی۔	//
تمام انبیاء کی بیویاں پاک دامن تھیں۔	۳۴۶
نبی کی بیوی کافر ہو سکتی ہے زناکار نہیں۔	//
ایک واقعہ اور ازواج کی پاک دامنی۔	//
قرآنی دلیل۔	۳۴۷
مکھیوں کے ذریعہ حضرت عائشہؓ کی برات۔	//
سائے سے عائشہ کی برات کی دلیل۔	//
مسلمانوں کو ایذا رسانی یہود کا مذہب۔	۳۴۸
صدیقہ کی پاک دامنی پر علی کی دلیل۔	//
تہمت تراشی کے متعلق ابو ایوب کی بیوی سے گفتگو۔	//
حضرت عائشہ اور مرض موت۔	۳۴۹
حضرت عائشہؓ کی فضیلتیں	//
حضرت عائشہ کے ہار کا دوسرا واقعہ۔	//
ہار کی تلاش اور نماز کا وقت۔	۳۵۰
عائشہؓ پر ابو بکر کی ناراضگی۔	//
تیمم کا حکم۔	//

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
آل ابوبکر کی برکات اور مبارک باد۔	۳۵۰	سلمان کی ہمت وطاقت۔	۳۶۳
ہار کی بازیافت۔	۳۵۱	نبی کو تسخیر مشرق ومغرب کی بشارت۔	۳۶۴
چاند گرہن اور نماز خسوف۔	۳۵۳	آسمانی خبریں اور تصدیق۔	//
غزوۂ خندق۔	۳۵۴	بشارتوں پر منافقین کا تمسخر۔	//
اس غزوہ کا سبب۔	//	دشمن لشکر کی آمد۔	۳۶۵
یہود کی قریش کے ساتھ سازش۔	//	دونوں لشکروں کی تعداد اور پڑاؤ۔	//
یہود کی ابن الوقتی اور بت پرستی۔	//	عورتوں وبچوں کا تحفظ۔	//
قریشی جوانوں کا عہد۔	۳۵۵	یہود کی سازش۔	۳۶۶
یہود اور یوم سبت۔	۳۵۶	لشکروں میں چھیڑ چھاڑ۔	//
قریشی لشکر اور جنگی تیاریاں۔	۳۵۷	خندق عبور کرنے کی کوشش اور نوفل کا انجام	//
غطفان کا لشکر۔	//	حیی کا دشمن سے ساز باز۔	۳۶۷
دیگر لشکر۔	۳۵۸	بنی قریظہ پر حیی کا دباؤ۔	//
لشکر کی ترتیب اور سالاری۔	//	کعب کا عہد شکنی سے انکار۔	//
آنحضرت کو اطلاع اور صحابہ سے مشورہ۔	//	کعب کی سپر اندازی۔	۳۶۸
خندق کھودنے کا مشورہ۔	//	قوم میں عہد شکنی کا اعلان۔	//
اہل فارس کا جنگی طریقہ۔	۳۵۹	آنحضرت کو اطلاع اور تشویش۔	//
کھدائی میں نبی کی شرکت۔	//	تحقیق حال کی جستجو۔	//
نبی اور مسلمانوں کا رجز۔	//	یہودی دغابازی کی تصدیق۔	۳۶۹
صحابہ کی جانفشانی اور خالی پیٹ۔	//	نصرت خداوندی کی خوش خبری۔	//
نبی کی محنت ومشقت۔		زبیرؓ کے ذریعہ تحقیق اور حسان ابن ثابت	//
عمار کے متعلق نبی کی پیشین گوئی۔	۳۶۲	خوں ریزی سے حسان کا خوف۔	۳۷۰
صحابہ کی لگن اور جذبہ اطاعت۔	//	حسان سے مایوسی اور صفیہ کی دلیری۔	//
منافقوں کی کاہلی۔	//	حضرت زبیرؓ سے نبی کی محبت۔	//
زید کی تھکن اور صحابہ کا مذاق۔	//	زبیرؓ کا تقویٰ اور صدقات۔	//
پتھریلی زمین نبی کے سامنے موم۔	//	زبیرؓ کی امانت داری۔	۳۷۱
صدیق اکبر وفاروق اعظم کی محنت۔	//	مسلمانوں کو عہد شکنی کی اطلاع اور اضطراب	//
جھماکے اور بشارتیں۔	۳۶۳	منافقوں کی زبان زوری۔	//
سلمانؓ کی مقبولیت ومحبوبیت۔	//	بنی فزارہ ومرہ سے آنحضرت کی خفیہ معاہدہ	

www.ziaraat.com
Saheefa-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
کی کوشش۔	۳۷۱	جنگی فریب کے لئے اجازت	۳۸۴
		نعیم کا پہلا جنگی فریب۔	//
		دوسرا جنگی فریب۔	۳۸۵
سردار لوبس کی مخالفت اور معاہدہ کی منسوخی	۳۷۲	تیسرا جنگی فریب۔	//
فزارہ و مرہ کو کورا جواب۔	//	فریب کے اثرات۔	//
عمر ابن عبدود کی مقابل طلبی اور لاف و گزاف	//	احزابی لشکر میں پھوٹ۔	۳۸۶
حضرت علیؓ کا جوش مقابلہ۔	۳۷۳	سرد آندھی کا طوفان۔	//
علی کی دعوت اسلام اور عمرو کا انکار۔	۳۷۴	دشمن کا حال معلوم کرنے کی کوشش۔	۳۸۷
علی کے ہاتھوں عمرو کا قتل۔	//	صحابہ کی پریشانیاں۔	//
عمر ابن عبدود۔	۳۷۵	حذیفہؓ دشمن کی ٹوہ میں۔	۳۸۸
حضرت علی کی شجاعت و بہادری۔	//	حذیفہ کو نبی کی دعائیں۔	//
عمرو کی بے قیمت لاش کی قیمت۔	//	ابوسفیان کی بوکھلاہٹ اور واپسی۔	۳۸۹
باقی مشرکوں کا فرار اور تعاقب۔	۳۷۶	مسلمانوں کے تعاقب کا خطرہ۔	//
عمر فاروق کا بھائی سے مقابلہ۔	//	حذیفہ رازدان رسول ﷺ۔	۳۹۰
غلطی سے مسلمانوں کا آپس میں مقابلہ۔	۳۷۷	طوفانی ہوا کی تباہ کاریاں۔	۳۹۱
سعد ابن معاذؓ زخمی۔	//	باد صبا۔	//
حضرت سعدؓ کی دعا۔	//	اس غزوہ کی تاریخ۔	//
دوران جنگ کی قضا نمازیں۔	۳۷۸	غزوہ خندق نبوت کی نشانیاں۔	۳۹۲
نماز خوف اور نماز شدت خوف۔	۳۷۹	صوم وصال۔	//
دشمن کی رسد مسلمانوں کے قبضہ میں۔	۳۸۱	نبیؐ پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے۔	//
خالد ابن ولید کا ناکام حملہ۔	//	جابرؓ کی طرف سے دعوت اور نبی کا معجزہ۔	۳۹۳
صحابہ کو دعا کی تلقین۔	۳۸۲	ایسی ہی شیخ شعرانی کی کرامت۔	۳۹۴
فتح و نصرت کی بشارت۔	//	شیخ شناوی کی کرامت۔	//
ان دعاؤں کے دن	//	کرامات اولیاء و معجزات انبیاء۔	//
بدھ کے دن کی فضیلت	//	آنحضرتؐ کے نام ابوسفیان کا خط۔	//
مہینے کے آخری بدھ کی مذمت	//	ابوسفیان کے نام نبی کا جوابی خط۔	۳۹۵
آنحضرت ﷺ کا مورچہ۔	//	باب پنجاہ و ہفتم غزوہ بنی قریظہ۔	۳۹۶
مشرک لشکر میں سے نعیم ابن مسعود کا اسلام	۳۸۳	بنی قریظہ پر حملہ کیلئے جبرئیل کا پیغام۔	//
جنگ ایک دھوکہ ہے۔	۳۸۴	بنی قریظہ کی طرف کوچ کا اعلان۔	۳۹۷

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
یہود کے مقابلہ کے لئے مسلم لشکر۔	۳۹۸	سعد کا فیصلہ۔	۴۰۷
یہود بندروں اور خنزیروں کے بھائی	۳۹۹	مال غنیمت۔	؍
یہود کو بندر و خنزیر کہنے کی وجہ	؍	قتل کے فیصلے کی تکمیل۔	۴۰۸
حکم رسول اور عصر کی نماز۔	۴۰۰	حیی کا آخری کلام۔	؍
بنی قریظہ کا شدید محاصرہ۔	؍	ایک یہودی عورت کا قتل۔	۴۱۰
کعب کی یہود کو فہمائش۔	؍	یہودی کا احسان اور مسلمان کی احسان شناسی	؍
کعب کی تجویزیں۔	۴۰۱	بنی قریظہ کے نابالغ بچے اور عورتیں۔	۴۱۲
عمرو ابن سعدی کی فہمائش۔	۴۰۲	سعد ابن معاذ کی وفات۔	۴۱۴
یہود کی زود پشیمانی اور آنحضرت کا انکار۔	؍	حضرت سعد کی فضیلت و تدفین۔	؍
ابولبابہ کو بلانے کی درخواست۔	۴۰۳	ضغطہ قبر۔	۴۱۵
ابولبابہ کو خیانت کا احساس۔	؍	مومن و کافر کے ضغطہ قبر	۴۱۶
پشیمانی اور خود کو سزا۔	۴۰۴	ابولبابہ کی قبولیت توبہ۔	؍
بنی قریظہ کی سپر اندازی۔	۴۰۵	یہودی باندیوں کی فروختگی اور اسلحہ کی خریداری	۴۱۸
ابن سلام کی ہمدردی۔	؍؍	باندیوں کے ساتھ انسانیت کا معاملہ۔	؍؍
اوسیوں کی ہمدردی اور سعد ابن معاذ کا حکم	؍؍	ریحانہ بنت عمرو نبی کا انتخاب۔	۴۱۹
سعدؓ سے اوسیوں کی سفارش۔	۴۰۶	ریحانہ کا اسلام۔	؍؍

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت ﷺ کے سامنے کس کس کے سر لائے گئے

ایک قول کے مطابق اس روایت سے کہ ابو جہل کا سر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لاکر پیش کیا گیا علامہ زہری کے قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کوئی سر کبھی نہیں لایا گیا۔ ایک سر حضرت ابو بکرؓ کے سامنے لایا گیا تھا مگر اس بات کو انہوں نے بھی ناپسند کیا تھا۔

اس کے جواب میں علامہ بیہقی کا قول ہے کہ ابو جہل کا سر لائے جانے کی جو روایت ہے اس میں کلام کیا گیا ہے اور اس کو صحیح جو مانا گیا ہے تو وہ اس طرح کہ ایک جگہ سے سر اٹھا کر دوسری جگہ تو لایا جا سکتا ہے مگر ایک شہر سے دوسرے شہر میں لانا درست نہیں ہے یعنی دار الکفر سے دار الاسلام میں لانا درست نہیں ہے اور یہی وہ بات ہے جس کو حضرت ابو بکرؓ نے ناپسند کیا ہے کیونکہ انہوں نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر کی تھی کہ کسی کا سر دار الکفر سے دار الاسلام میں لایا جائے۔

شافعی علماء میں علامہ ماوردی اور امام غزالی نے اس بات کو اس صورت میں جائز قرار دیا ہے کہ اس طرح کفار کے لئے کوئی فریب اور مکر مقصود ہو۔

کتاب نور میں یہ ہے کہ ہمیں ایسے بہت سے لوگوں کے نام معلوم ہیں جن کے سر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے گئے ایسے لوگ یہ ہیں۔ ابو جہل، سفیان ابن خالد، کعب ابن اشرف، مرحب یہودی، ایک روایت کی بنیاد پر اسود عنسی، عصماء بنت مروان، رفاعہ ابن قیس یا قیس ابن رفاعہ، اور عقبہ ابن ابی وقاص کا سر جس نے غزوہ احد میں آنحضرت ﷺ کے سامنے کے چار دانت توڑ دیئے تھے اور آپ کے ہونٹوں کو زخمی کر دیا تھا جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آئے گی۔

حضرت ابن مسعودؓ نے ابو جہل کی گردن پر جو پیر رکھا اور پھر اس کا سر کاٹا تو اس میں ان کے خواب کی تعبیر کی تصدیق ہے جو انہوں نے ابو جہل کے متعلق دیکھا تھا اور اس سے کہا تھا کہ اگر میرا خواب سچا ہے تو میں تیری گردن کو اپنے پاؤں سے پامال کروں گا اور تجھے بکرے کی طرح ذبح کروں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اس کو لوہے میں غرق یعنی زرہ بکتر میں سر سے پیر تک ملبوس پایا۔ وہ زخمی حالت میں بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ ابن مسعودؓ نے اس کے خود کو گردن پر سے سرکایا اور پھر اس پر وار کیا جس سے اس کا سر کٹ کر ایک طرف جا پڑا۔

روایت میں خود کے نچلے حصہ کے لئے سابغة البیضہ کا لفظ استعمال ہوا ہے کیونکہ اس لفظ کے معنی ہیں وہ چیز جو گردن کو ڈھک لے اسی لئے کہا جاتا ہے بیضہ لہا سابغ

طبرانی کی کتاب معجم الکبیر میں خود ابن مسعودؓ ہی کی روایت ہے کہ جب میں ابو جہل کے پاس پہنچا تو وہ زمین پر پڑا تھا اور اس کے پاس اس کی تلوار بھی تھی جو نہایت عمدہ قسم کی تھی جبکہ میری تلوار نہایت گھٹیا قسم کی تھی۔ میں اس کی کھوپڑی پر ٹھوکریں مارنے لگا اس وقت مجھے وہ ضربیں یاد آرہی تھیں جو مکے میں ابو جہل میرے

Presented by Ziaraat.Com

سر پر مار اکر تا تھا۔ اس کے بعد میں نے اس کی تلوار اٹھالی۔ اسی وقت ابو جہل نے اپنا سر اٹھایا اور کہنے لگا۔

"شکست کس کو ہوئی ہے۔ کیا تو مکے میں ہماری بکریوں کا چرواہا نہیں تھا۔"

فرشتوں کے لگائے ہوئے زخم...... غرض اس کے بعد ابن مسعودؓ نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے جسم پر جو ہتھیار وغیرہ تھے وہ اتار لئے۔ اس کے بعد ابو جہل کی لاش پر ان کی نظر پڑی تو انہوں نے دیکھا کہ اس کے جسم پر زخم کا کہیں نشان نہیں ہے بلکہ جلنے کے نشانات ہیں یعنی اس کی گردن پر ہاتھوں پر اور مونڈھوں پر ورم سا ہے اور ایسے آثار ہیں جیسے یہ حصے آگ کا کوڑا لگنے سے سیاہ ہو گئے ہیں یعنی اس کے جسم پر زخموں کے وہ اندرونی حصے تھے وہ ایسے نہیں تھے جیسے آدمی کے ہاتھ سے زخم لگتے ہیں۔

لہٰذا اس تشریح کے بعد یہ بات اب اس گزشتہ روایت کے خلاف نہیں رہی جس میں تھا کہ ابن جموح نے اس کی ٹانگ کاٹ دی تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ابن عفراء کی جس ضرب سے وہ زمین پر گر پڑا تھا اس سے بدن کے اندر کوئی زخم نہیں پڑا تھا۔

غرض اس کے بعد ابن مسعودؓ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو یہ حیرت ناک بات بتلائی تو آپ نے فرمایا۔

"یہ ملائکہ اور فرشتوں کے لگائے ہوئے زخموں کے نشانات ہیں۔"

(ی) فرشتے یہ نہیں جانتے تھے کہ آدمیوں کو کیسے قتل کیا جاتا ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعہ ان کو اس کا طریقہ بتلایا۔

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ الایہ پ ۹ سورہ انفال ع ۲ آیت ۱۲

ترجمہ: سو تم کفار کی گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو۔

چنانچہ اسی وجہ سے مشرک مقتولین میں جن کو فرشتوں نے مارا تھا ان کے بدن پر جلنے کے جیسے نشانات دیکھ کر پہچان لیتے تھے کہ یہ نشانات فرشتوں کی لگائی ہوئی ضربوں کے ہیں اور ان کو فرشتوں نے مارا ہے

فرشتوں کی ضرب ...... بعض روایتوں میں ابو جہل کے جسم پر سبزی مائل نشانات کا ذکر ہے مگر اس سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اکثر گہرا سبز رنگ جس کو کاہی سبز کہتے ہیں سیاہی مائل ہوتا ہے اور اس کو سیاہ بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ پھر سر یا ہاتھ کٹ جانے کے باوجود گردن اور پوروں پر ان نشانات کا باقی رہنا بظاہر اسی لئے تھا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ سر اور ہاتھ فرشتوں نے ان کے تن سے جدا کئے ہیں۔ نیز اکثر حالات میں تو فرشتوں کی ضربیں گردن اور جوڑوں کے اوپر ہی ہوتی تھیں لیکن اس کا اثر مونڈھوں پر بھی ظاہر ہو جاتا تھا جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا لہٰذا اس سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہوتا۔ اسی لئے ان ضربوں کے آثار چہرے اور ناک پر بھی مل جاتے تھے۔ چنانچہ بعض صحابہ سے روایت ہے کہ ہمیں اپنے سامنے کسی مشرک کی لاش پڑی نظر آتی تو دیکھتے کہ اس کی ناک ٹوٹی ہوئی ہے اور چہرہ ایسے پھٹا ہوا ہے جیسے کسی کوڑے کی ضرب سے پھٹا ہو اور وہ جگہ سبزی مائل ہو گئی ہے (یعنی جیسے سخت چوٹ کی وجہ سے نیل پڑ جاتا ہے)۔

بعض مفسروں نے گردنوں کے لفظ کی تفسیر سر سے کی ہے مگر یہ بات غیر مناسب ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اور وجہ گزشتہ سطروں میں بیان کی گئی ہے (۔ یعنی فوق الاعناق سے مراد گردنوں کے اوپر کے بجائے سر لیا گیا ہے جو درست نہیں ہے)۔

Presented by Ziaraat.Com

سہل ابن حنیف اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ بدر کے دن میں نے دیکھا کہ ہم میں سے کوئی بھی مسلمان مشرک کے سامنے پہنچ کر اس کو قتل کرنے کے لئے تلوار بلند کرتا مگر تلوار کے اس تک پہنچنے سے پہلے اس کا سر تن سے جدا ہو کر گر جاتا تھا۔

اب اس موجودہ اور گزشتہ روایت کے درمیان اس طرح موافقت پیدا ہو جاتی ہے کہ کبھی تو فرشتوں کی ضرب سے گردن علیحدہ ہو جاتی تھی اور کبھی نہیں ہوتی تھی مگر دونوں حالتوں میں گردن پر سیاہ نشان ضرور ہوتا تھا تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ یہ فرشتوں کی لگائی ہوئی ضرب ہے جیسا کہ بیان ہوا۔

حضرت ابن مسعودؓ ایک دوسری روایت میں یہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب میں ابو جہل کے پاس پہنچا اور وہ زمین پر پڑا ہوا اپنی تلوار کے ذریعہ لوگوں کو قریب آنے سے روک رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ اے خدا کے دشمن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تجھے رسوا کیا۔ اس نے کہا۔

"اس سے زیادہ اور کیا بات ہے کہ ایک شخص کو اسی کی قوم نے قتل کر دیا۔"

ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ پھر میرے ہاتھ میں جو چھوٹی سی تلوار تھی میں اس سے اس کے کچوکے لگانے لگا آخر اس کے ہاتھ پر میری تلوار لگی اور اس کی تلوار چھوٹ کر گر گئی۔ میں نے فوراً اس کی تلوار اٹھا کر اس کو قتل کر دیا۔ پھر میں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تو خوشی کی وجہ سے اپنے آپ کو انتہائی ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ پھر میں نے آپ کو یہ خوش خبری سنائی تو آپ نے وہی جملہ فرمایا جو پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔ اس موقعہ پر آپ کا ایک دوسرا جملہ بھی گزرا ہے جو آپ نے تین مرتبہ فرمایا تھا۔

ایک روایت میں حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس خبر پر آنحضرت ﷺ نے مجھ سے تین مرتبہ حلف لیا اور پھر یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا۔

"حمد ہے اس خدائے پاک کی جس نے اسلام اور مسلمانوں کو یہ عزت عطا فرمائی۔"

ابو جہل کی تلوار ابن مسعود کا انعام ...... پھر آپ سجدے میں گر گئے اور آپ نے شکرانے کے پانچ سجدے کئے جیسا کہ ذکر ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دو رکعت نماز شکرانہ پڑھی۔ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ پھر آپ میرے ساتھ ابو جہل کی لاش دیکھنے کے لئے تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہو کر آپ نے بھی وہی جملہ فرمایا کہ اے خدا کے دشمن! حمد ہے اس خدائے پاک کی جس نے تجھے رسوا اور ذلیل کیا۔ یہ شخص اس امت کا فرعون تھا۔ ایک روایت میں آپ کے یہ لفظ بھی ہیں کہ۔ اور کافروں کے گروہ کا سرغنہ تھا۔

پھر آنحضرت ﷺ نے ابو جہل کی تلوار مجھے عنایت فرمائی یہ تلوار لمبائی میں چھوٹی اور چوڑائی میں زیادہ تھی۔ اس پر چاندی کا کام تھا اور اس کا دستہ بھی چاندی کا تھا۔ یعنی اس کی تلوار ابن مسعودؓ سے چھوٹی تھی۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: یہاں آنحضرت ﷺ کے ابو جہل کی لاش کے پاس جانے کا ذکر ہے بظاہر آپ کے قدموں میں ابو جہل کا سر لائے جانے کے بعد آپ اس کی لاش تک تشریف لے گئے کیونکہ اس کا قتل بہت بڑا معاملہ تھا۔

ادھر اس روایت میں ابن مسعودؓ نے نہ تو ابو جہل کا سر کاٹنے کا ذکر کیا اور نہ ہی اسکو آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر آنے کا ذکر کیا ہے مگر اس سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہونا چاہئے (جیسا کہ ظاہر ہے)۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک مرتبہ مکے میں ابو جہل نے رسول اللہ ﷺ کا دامن پکڑ کر کھینچا۔ آپ نے اس کو یہ جواب دیا جو قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى الآیہ پ ۲۹ سورہ قیامہ ع ۲ آیت ۳۵،۳۴

ترجمہ: تیری کمبختی پر کمبختی آنے والی ہے پھر مکرر سن لے کہ تیری کمبختی پر کمبختی آنے والی ہے۔

یعنی اس کے لئے وعید یعنی دھمکی پر دھمکی ہے۔ اس پر ابو جہل نے جواب دیا۔

"تم اور تمہارا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں اس وادی کے لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت اور بلند مرتبہ آدمی ہوں!"

اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى الآیہ پ ۲۹ سورہ قیامہ ع ۲ آیت ۳۱ تا ۳۳

ترجمہ: تو اس نے نہ تو خدا اور رسول کی تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی لیکن خدا اور رسول کی تکذیب کی تھی اور احکام سے منہ موڑا تھا اور پھر ناز کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت گزشتہ آیت کی طرح عدی ابن ربیعہ کے سلسلے میں ہی نازل ہوئی تھی جب کہ اس نے آپ سے قیامت کے دن کے متعلق پوچھا تھا۔ آپ نے اس کو روز قیامت کے متعلق بتلایا تو عدی نے کہا۔

"اگر اس دن کو میں خود اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لوں تب بھی تمہاری تصدیق نہیں کروں گا۔ کیا اللہ تعالیٰ ان ہڈیوں کو جوڑ کر پھر انسان بنائے گا!"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جو اس سے پہلے اسی سورت میں ہے۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ الآیہ پ ۲۹ سورہ قیامہ ع ۱ آیت ۳

ترجمہ: کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز نہ جمع کریں گے۔

فرعون امت ابو جہل ...... حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"ہر امت کا ایک فرعون ہوتا ہے اور اس امت کا فرعون ابو جہل ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ بہت بری حالت میں قتل کرایا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اس کو ابن (عفراء) اور فرشتوں نے قتل کیا اور ابن مسعود نے اس کو ہلاک کیا۔"

جہاں تک ابن عفراء کا تعلق ہے تو یہ حضرت معاذ ابن عمرو ابن جموح بھی ہو سکتے ہیں اور ان کے بھائی معاذ ابن حرث بھی ہو سکتے ہیں۔ ان کو ابو جہل کا قاتل اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس کو زخمی کر کے ادھ مرا کر دیا تھا (اگرچہ وہ اس کے بعد مرا نہیں تھا مگر مردوں کی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا) جیسا کہ بیان ہوا۔

دو کمسن مجاہد ...... مسلم میں حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف سے روایت ہے کہ غزوہ بدر کے دوران جبکہ میں اپنی صف میں کھڑا ہوا جنگ میں مصروف تھا میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو اپنے آپ کو دو انصاری نوجوانوں کے درمیان پایا جو دونوں ابھی کمسن تھے۔ اسی وقت ایک نے ان میں سے مجھے آنکھ سے اشارہ کیا اور کہا۔

"اے چچا! کیا آپ ابو جہل ابن ہشام کو پہچانتے ہیں۔"

میں نے کہا۔

Presented by Ziaraat.Com

"ہاں۔ تمہیں اس سے کیا کام ہے۔"

اس نے کہا۔

"میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو وہ مجھ سے بچ کر نہیں جاسکتا۔ یہاں تک کہ ہم میں سے وہ موت کے گھاٹ اتر جائے جس کا وقت آچکا ہے۔"

اسی وقت دوسرے نے مجھے آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے وہی بات کہی جو پہلے نے کہی تھی میں اس بات پر اور ان دونوں کے اس جذبے پر حیران ہو رہا تھا کہ دونوں اپنے اس ارادہ کو ایک دوسرے سے چھپا رہے تھے۔ یعنی دونوں کا مقصد ایک تھا مگر ان میں سے ہر ایک دوسرے کو اپنے اس ارادہ سے بے خبر رکھنا چاہتا تھا تا کہ وہ اکیلے ہی یہ کارنامہ انجام دے سکے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اتفاق سے ابو جہل پر میری نظر پڑ گئی جو لوگوں کو جوش دلاتا ہوا ادھر سے اودھر پھر رہا تھا۔ میں نے ان سے کہا۔

"وہ دیکھو۔ یہی تو وہ شخص ہے جس کے متعلق تم پوچھ رہے تھے!"

یہ سنتے ہی وہ دونوں اپنی تلواریں بلند کر کے اس کی طرف بڑھے اور اس پر وار کئے یہاں تک کہ ابو جہل کشتہ ہو کر گر پڑا۔ یعنی انہوں نے اوہ مار کر کے ڈال دیا جس سے وہ بے حس و حرکت ہو کر زمین پر گر پڑا یہ دونوں سمجھے کہ وہ مر چکا ہے) اس کے بعد یہ دونوں کمسن مجاہد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے ہمت افزائی...... "تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے۔"

اس پر دونوں نے اپنے متعلق کہا کہ میں نے قتل کیا ہے۔ آخر آپ نے فرمایا "کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کرلی ہیں۔"

انہوں نے کہا نہیں۔ تب آپ نے ان کی تلواروں کو دیکھا اور دونوں تلواروں کو خون آلود دیکھ کر فرمایا۔

"تم دونوں ہی نے اسے قتل کیا ہے!"

پھر آپ نے فیصلہ دیا کہ ابو جہل کے جسم کے کپڑے اور زرہ بکتر وغیرہ ان دونوں کو دی جائیں البتہ ابو جہل کی تلوار کے متعلق آپ نے یہ حکم نہیں دیا تھا۔ لہذا اب یہ حدیث اس گزشتہ روایت کے خلاف نہیں رہی جس کے مطابق ابو جہل کی تلوار آپ نے حضرت ابن مسعودؓ کو عنایت فرمائی تھی۔

عفراء کے بیٹے ابو جہل کے قاتل ...... یہ دونوں کمسن غازی معاذ ابن عمرو ابن جموح اور معاذ ابن عفراء ابن حرث تھے اب یوں کہنا چاہئے کہ معاذ ابن عمرو ابن جموح اور معاذ ابن حرث دونوں ہی معاذ ابن عفراء ہوئے یعنی پہلے معاذ اپنے باپ عمرو ابن جموح کی نسبت سے مشہور ہوئے اور دوسرے معاذ اپنی ماں کی نسبت سے مشہور ہوئے جو عفراء تھیں۔ اب جہاں تک علامہ ابن حجر کا یہ قول ہے کہ معاذ ابن عمرو ابن جموح کی ماں کا نام عفراء نہیں تھا تو ممکن ہے یہاں ان کا مقصد ابن جموح کے مقابلے میں ابن عفراء رہے ہوں اور یہ بات اس کلام کے لحاظ سے ہو جس سے یہ مفہوم نکلتا ہے۔

اس بات پر کتاب نور کے کلام سے بھی کوئی اشکال نہیں ہوتا جو امام نووی سے نقل کیا گیا ہے کہ عمرو ابن جموح اور ابن عفراء نامی دونوں شخص یعنی معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہم ابو جہل کے قتل میں برابر کے

Presented by Ziaraat.Com

شریک تھے۔ یہاں اشکال اس لئے نہیں ہوتا کہ دوسرے معاذ جو ہیں وہ ابن حرث ہیں۔ لہٰذا یوں کہا جائے گا کہ ان دونوں کے باپ یعنی عمرو ابن جموح اور حرث نے عفراء نامی عورت سے شادی کی اور دونوں ہی نے اس عورت کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچوں کا نام معاذ رکھا۔ چنانچہ آگے آنے والی امتاع کی روایت سے بھی اسی قول کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ عفراء کے دونوں بیٹوں پر رحمت فرمائے کہ وہ دونوں ہی اس امت کے فرعون کے قتل میں شریک ہیں۔"

ابو جہل کے قتل میں ملائکہ کی شرکت ...... پھر جب آپ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ ان دونوں کے ساتھ اور کون شریک تھا تو آپ نے فرمایا کہ ملائکہ۔ یہ نہیں فرمایا کہ عمرو ابن جموح۔ مگر بعض علماء نے لکھا ہے کہ عفراء کے سات بیٹوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی جن میں سے تین تو اس کے پہلے شوہر حرث ابن رفاعہ سے تھے جن کے نام معوذ، معاذ اور عامر تھے اور چار بیٹے عفراء کے دوسرے شوہر بکر ابن عبدیالیل سے تھے جن کے نام یہ ہیں، خالد، اساس، عاقل اور عامر اور ان میں سے معاذ، معوذ اور عاقل غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ یہاں تک ان بعض علماء کا حوالہ ہے۔

یہاں پہلے شوہر کی اولاد میں عامر (یعنی عامر ابن حرث ابن عفراء) کا جو ذکر آیا ہے پیچھے اس کے بجائے عوف ابن حرث ابن رفاعہ گزرا ہے جو واضح ہے یعنی پیچھے ایک روایت گزری ہے جس میں ہے کہ عوف ابن حرث ابن عفراء نے آنحضرت ﷺ سے حق تعالیٰ کی ہنسی کے متعلق سوال کیا تھا۔

بہر حال ان بعض علماء نے یہ نہیں لکھا کہ اسی عفراء نامی عورت کی اولاد میں معاذ ابن عمرو ابن جموح بھی تھے۔ اب اس بات سے ابن حجر اور امام نووی کے گزشتہ قول کی تائید ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ بات قابل غور ہے۔

(غرض یہ ذکر چل رہا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے ابو جہل کے قتل کی اطلاع پاکر اس کے جسم پر کا سامان معاذ ابن عمرو ابن جموح اور معاذ ابن عفراء ابن حرث کو دیئے جانے کا فیصلہ فرمایا) ایک قول یہ ہے کہ آپ نے معاذ ابن عمرو ابن جموح کو دیئے جانے کا فیصلہ دیا۔ یعنی اس قول میں معاذ ابن عفراء ابن حرث کا ذکر نہیں ہے۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ معاذ ابن عمرو نے ہی ابو جہل کی مدافعت کی قوت کو ختم کیا تھا (جس سے وہ ناکارہ ہو کر مردوں کی طرح گر گیا تھا) لہٰذا ان ہی کو ابو جہل کے جسم پر کا سامان دیئے جانے کا حکم دیا گیا۔ مگر اس بات سے آنحضرت ﷺ کے اس گزشتہ قول کی مخالفت نہیں ہوتی جس میں گزرا ہے کہ تم دونوں ہی نے اس کو قتل کیا ہے۔ کیونکہ شاید آپ نے دوسرے کی دلداری کے لئے یہ بات فرمادی ہو تاکہ دوسرے کا دل بھی بڑھے اور جہاد کی ترغیب بھی ہو کیونکہ بہر حال ابو جہل کے قتل میں شرکت تو اس کی بھی یقیناً تھی اور اس نے بھی وار کر کے اس کو مزید زخمی کیا تھا۔

ادھر اس بات سے اس کی تردید بھی ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابو جہل کے جسم پر کا ساز و سامان دونوں قاتلوں کے درمیان تقسیم کرنے کا حکم کر دیا تھا۔ چنانچہ اسی لئے ہمارے یعنی شافعی فقہاء کا قول ہے کہ جسم پر کا سامان اس کو دیا جاتا ہے جو زخمی کر کے دشمن کی قوت اور مدافعت ختم کر دے اس کو نہیں جو اس ادھ مرے دشمن کی گردن کاٹ کر اسے قتل کر دے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ابو جہل کے جسم پر کا سامان اس کو ادھ مرا کرنے والوں یعنی دونوں ابن عفراء کو دیا۔ ابو جہل کے قاتل حضرت ابن مسعود کو نہیں دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

مگر جہاں تک اس گزشتہ قول کا تعلق ہے کہ یہ سامان معاذ ابن عمرو ابن جموح کو دیا گیا تو ہمارے بعض فقہاء نے بھی یہ بات کہی ہے اور یہی بات بخاری میں بھی ہے جو مال غنیمت کا پانچواں حصہ فرض ہونے کے باب میں بیان ہوئی ہے کہ معاذ ابن عمرو ابن جموح اور معاذ ابن عفراء نے ابوجہل کو قتل کیا اور پھر ان دونوں کے درمیان اس سلسلے میں جھگڑا ہوا۔ یہ اس بناء پر کہ آنحضرت ﷺ نے دونوں کی تلواریں دیکھیں تو دونوں کو خون آلود پایا اور فرمایا کہ دونوں ہی نے ابوجہل کو قتل کیا ہے اور اس کے بعد آپ نے معاذ ابن عمرو ابن جموح کو ابوجہل کے جسم کا سامان دیئے جانے کا فیصلہ فرمایا۔ اس کی وجہ یہ بتلائی گئی کہ معاذ ابن عمرو نے ابوجہل کی مدافعت اور قوت ختم کی اور دوسرے نے اس کے بعد اس کو مزید زخمی کیا۔ آپ نے دونوں کو اس کا قاتل ولد لمری کے طور پر فرمایا۔ یہاں تک بخاری کا حوالہ ہے اور یہ اختلاف قابل غور ہے۔

جہاں تک میرا خیال ہے یہ بات کہ آپ نے دونوں کی تلواروں کو خون آلود پایا۔ تو یہ راوی کی غلط فہمی ہے کیونکہ یہ واقعہ کعب ابن اشرف یہودی کے قتل کے موقعہ پر پیش آیا تھا (جس کا بیان آگے آئے گا) راوی کو اس روایت سے مغالطہ ہوا اور اس نے یہ بات ابوجہل کے قتل میں بیان کر دی۔ ادھر ابن مسعودؓ کی گزشتہ روایت سے بھی اس مغالطہ کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے ابوجہل کے بدن کے اندرونی حصوں میں زخم کے نشانات نہیں دیکھے۔

کتاب امتاع میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عفراء کے دونوں بیٹوں پر رحمت فرمائے کہ ان دونوں نے اس امت کے فرعون کے قتل میں شرکت کی جو کفر کے سرغنوں کا سردار تھا اس پر آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! ان دونوں کے ساتھ اور کس نے ابوجہل کو قتل کیا تو آپ نے وہی فرمایا کہ فرشتوں نے اور ابن مسعود نے اس کا کام تمام کیا۔ اب آنحضرت ﷺ سے یہ سوال کیا جانا کہ ان دونوں کے ساتھ اور کس نے شرکت کی اور خود آپ کا ان دونوں کے بارے میں شرکت کا لفظ استعمال کرنا۔ خود اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں کے ساتھ ان کے علاوہ کسی اور نے بھی اس کام میں شرکت کی تھی۔ یہ بات قابل غور ہے۔

کتاب روض الانف کی شرح میں ہے جو ہماری یعنی شوافع کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے کہ عبداللہ ابن رواحہ اور عفراء کے دونوں بیٹے ابوجہل کو مقابلے کے لئے للکار کر یعنی مبارزت کے ساتھ لڑے اور پھر جب آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے ان کے اس قتل کو درست قرار دیا اور اسی سے انہوں نے یہ دلیل پیدا کی کہ ایک طاقت ور کا کسی ایسے کافر کو للکار کر اس سے لڑنا جائز ہے جس نے مبارزت یعنی مقابلے کے لئے للکارا نہ ہو۔

اب جہاں تک اس گزشتہ واقعہ کا تعلق ہے جس میں آپ نے حضرت حمزہ علی اور عبیدہ رضی اللہ عنہم کو عتبہ و شیبہ ابن ربیعہ اور ولید ابن عتبہ کے مقابلے کے لئے روانہ فرمایا تو وہ ایک ایسے کافر کے معاملے میں تھا جس نے مبارزت اور مقابلہ طلب کیا تھا چنانچہ پیچھے اس سلسلہ میں بیان ہوا ہے کہ عتبہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے ساتھ اپنی صف سے نکل کر آیا اور مقابلہ کے لئے للکارا جس پر تین انصاری نوجوان معاذ و معوذ اور عوف ابن عفراء جو تینوں سگے بھائی تھے آگے بڑھے۔ ایک قول ہے کہ عوف کے بجائے عبداللہ ابن رواحہ تھے مگر عتبہ وغیرہ نے ان سے مقابلہ کرنا گوارا نہیں کیا تب آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہ وغیرہ کو بھیجا۔ مگر میرے نزدیک شرح روض الانف میں جو عبداللہ ابن رواحہ اور دونوں ابن عفراء کی ابوجہل سے جس مبارزت کا ذکر کیا ہے اس

Presented by Ziaraat.Com

میں ابو جہل کا نام غلط فہمی کی وجہ سے ذکر ہو گیا ہے بلکہ اصل میں یہ وہی مقابلہ ہے جس کے لئے عتبہ نے للکارا تھا اور پہلے یہ تینوں بڑھے تھے تو گویا ان تینوں نے مبارزت اور مقابلہ کی دعوت نہیں دی تھی بلکہ مقابلے کے لئے ان کو پکارا گیا تھا۔ مگر یہ مقابلہ واقع نہیں ہو سکا کیونکہ للکارنے والوں نے اس سے لڑنا پسند نہیں کیا تھا) ویسے بھی تین آدمیوں کا ایک شخص کو مقابلے کے لئے للکارنا سمجھ میں نہیں آتا۔ بہر حال یہ بات قابل غور ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابو جہل کے قتل پر فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے اس امت کے فرعون ابو جہل کو قتل فرمادیا۔ پس شکر ہے اس خدائے پاک کا جس نے اپنا وعدہ سچا فرمادیا اور اپنے دین کی مدد فرمائی۔ واللہ اعلم۔

بدر میں شریک ملائکہ کی ہیئت ...... بدر کے دن جو ملائکہ مجاہدوں کی مدد کے لئے بھیجے گئے تھے ان کے سروں پر سفید عمامے تھے جن کے پلے انہوں نے اپنی پشت پر لٹکا رکھے تھے سوائے جبرئیل علیہ السلام کے کہ وہ زرد رنگ کا عمامہ اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک قول کے مطابق سرخ رنگ کا تھا بعض علماء نے یوں لکھا ہے کہ بعض فرشتوں کے عمامے سبز تھے۔ بعض کے زرد اور بعض کے سرخ تھے۔ اسی طرح بعض کے عمامے سفید تھے اور بعض کے سیاہ تھے۔ مگر اس سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔

ایک روایت ہے کہ جس روز فرعون کو غرق کیا گیا اس روز جبرئیل علیہ السلام کا عمامہ سیاہ رنگ کا تھا۔

(قال) ایک روایت میں ہے کہ ان کے سروں پر سیاہ عمامے تھے۔ ابن مسعود کے نزدیک بدر کے دن ملائکہ کی پیشانیوں پر سبز زرد اور سرخ عمامے تھے جن کے پلے انہوں نے دونوں شانوں کے بیچ میں پشت پر لٹکا رکھے تھے (ی) نیز ان کے رنگ سیاہ اور سفید بھی تھے۔ بعض علماء نے یوں لکھا ہے کہ بدر کے دن فرشتے اس حالت میں نازل ہوئے کہ ان کے عمامے زرد تھے۔ اور جہاں تک سیاہ و سفید رنگ کے عمامے کی روایت ہے تو وہ ضعیف ہے۔

ابن اسحاق نے ابن عباس کی روایت نقل کی ہے انہوں نے بھی وہی بات کہی ہے کہ بدر کے دن فرشتوں کے عمامے سفید تھے مگر جبرئیل علیہ السلام کا عمامہ اپنے نور کی وجہ سے زرد رنگ کا تھا۔ جبکہ غزوہ احد کے دن ان سب کے عمامے سرخ رنگ کے تھے۔ اسی طرح غزوہ حنین میں بھی سرخ رنگ کے تھے کتاب جامع صغیر میں اس طرح ہے کہ بدر کے دن سیاہ تھے) احد کے دن سرخ تھے۔ بہر حال ان باتوں سے اس قول کی تردید نہیں ہوتی جس میں بدر کے دن زرد عمامے بتلائے گئے ہیں۔

ایسے ہی وہ روایت ہے کہ بدر کے دن حضرت زبیرؓ زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے آنحضرت ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ آج میرے پاس جو فرشتے نازل ہوئے وہ ابو عبداللہ یعنی زبیرؓ کے عمامے جیسے عمامے باندھے ہوئے تھے۔ بہر حال ان باتوں سے گزشتہ روایتوں کی مخالفت نہیں ہوتی کیونکہ ممکن ہے ان میں سے اکثر کے عماموں کا رنگ زرد ہی رہا ہو۔

بدر میں حضرت زبیرؓ کی سر فروشی...... ایک روایت میں ہے کہ بدر کے دن حضرت زبیرؓ نے نہایت زبردست جنگ کی کہ ان کے جسم پر اتنے بڑے اور اتنے زیادہ زخم پائے گئے کہ کمر کے زخم میں سے ہاتھ ڈال کر گردن میں سے نکل آتا تھا۔

گزشتہ قسط میں قرآن پاک کی یہ آیت ذکر ہوئی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۳ آیت ۱۲۵

ترجمہ: تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمائے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو کہ ایک خاص وضع بنائے ہوئے ہوں گے۔

یہاں مُسَوِّمِین کا ترجمہ کیا گیا ہے خاص وضع والے۔ شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے اس لفظ کا ترجمہ کیا ہے۔ نشانی کرنے والے۔ اسی لفظ کے متعلق ایک مرتبہ علامہ سیوطیؒ سے پوچھا گیا کہ سمت اور خاص وضع سے کیا مراد ہے جو اس وقت فرشتے اختیار کئے ہوئے تھے۔

فرشتوں کے گھوڑوں کی نشانی...... علامہ نے جواب میں کہا ہے کہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت علیؓ کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ وہ نشانی یہ تھی کہ ان فرشتوں کے گھوڑوں کی پیشانیوں اور دموں پر سفید اون یعنی داغ تھے (۔ گویا اس روایت کے مطابق وہ فرشتے اس نشانی کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ مگر مکحول وغیرہ سے روایت ہے کہ اس نشانی سے مراد خود فرشتوں کے عمامے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی روایت ہے کہ وہ فرشتے سفید عمامے باندھے اور ان کے پلے لٹکائے ہوئے تھے۔ مگر اس سند میں ایک راوی ضعیف ہے ان ہی سے ایک روایت کے مطابق سیاہ عمامے تھے۔ مگر اس سند میں ایک راوی متروک ہے۔ اس کے بعد ابن ابو حاتم نے کہا ہے کہ سیاہ اور سفید والی روایت ضعیف ہے۔ یہاں تک ابن ابو حاتم کا حوالہ ہے۔ بہر حال اس حوالے کو اگر درست مانا جائے تو ہمارے گزشتہ قول کی مخالفت نہیں ہوتی بلکہ وہی جواب دیا جائے گا جو پیچھے بیان ہو چکا ہے۔

انصار اور مہاجرین کے جنگی نعرے...... غزوہ بدر میں انصاریوں کا شعار یا نشان جسے نعرہ کہنا چاہئے اَحَد اَحَد تھا جو اس لئے متعین کیا گیا تھا کہ رات کے اندھیرے میں یا بے حد گھمسان کی لڑائی کے دوران اس نعرہ سے پہچانا جاسکے کہ یہ انصاری ہیں۔ اسی طرح مہاجر مسلمانوں کا نعرہ یا بنی عبدالرحمٰن تھا۔

حضرت زید ابن علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نعرہ یعنی مہاجرین کا یا خود آنحضرت ﷺ کا یا منصور امت تھا تاکہ دوسروں کے ساتھ مغالطہ نہ پیدا ہو۔ ایک قول کے مطابق آپ کا نعرہ اَحَد اَحَد تھا۔

اسی طرح قبیلہ خزرج کا نعرہ یا بنی عبداللہ تھا اور قبیلہ اوس کا نعرہ یا بنی عبیداللہ تھا۔ ابن سعدؓ سے یہ روایت ہے کہ غزوہ بدر میں سب کا مشترکہ نعرہ یا منصور امت تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں اور گزشتہ روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہاں سب یا جمیع سے مراد مجموع ہے یعنی تمام مہاجرین کا نعرہ یہی تھا۔ مگر اس صورت میں گزشتہ تمام روایتوں کو درست ماننے کی صورت میں ان کے درمیان موافقت کی ضرورت ہے۔

اس روز فرشتوں کے گھوڑے سیاہ و سفید رنگ کے تھے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اس روز فرشتوں کی پیشانیاں یعنی فرشتوں کے گھوڑوں کی پیشانیاں سفید اون یعنی سفید رنگ کی تھیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ان گھوڑوں میں سے اکثر کی پیشانیاں اور دمیں سرخ رنگ کی تھیں۔ اس سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ مراد بظاہر یہ ہے کہ کچھ ایسے تھے اور کچھ ایسے تھے۔

پھر اسی وقت آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنے گھوڑوں کے نشان لگاؤ کیونکہ فرشتوں نے بھی نشان لگائے ہیں۔ اس طرح یہ پہلا دن تھا کہ جب گھوڑوں کی پیشانیوں اور دموں پر اون باندھا گیا مگر مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ اون کس رنگ کا تھا۔

جبرئیل علیہ السلام کا گھوڑا...... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے بنی غفار کے ایک شخص نے

Presented by Ziaraat.Com

یہ روایت بیان کی کہ غزوہ بدر کے موقعہ پر میں اور میرا ایک چچازاد بھائی جنگ میں شریک تھے اس وقت ہم دونوں مشرک تھے ہم ایک پہاڑ کے سامنے پہنچے اور اس پر چڑھ گئے جہاں سے ہم میدان بدر کو دیکھ رہے تھے ہم وہاں اس کا انتظار کر رہے تھے کہ کس کو فتح ہوتی ہے تاکہ جو بھی مال غنیمت لوٹنے والا لشکر ہو ہم اسی کے ساتھ شامل ہو کر مال لوٹیں۔ اچانک ایک بادل ہمارے قریب آیا پھر اس میں سے ہم نے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنی۔ ساتھ ہی مجھے کسی کے بولنے کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا۔

"حیزوم۔ آگے بڑھ!"

(حیزوم جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے) اس وحشت ناک آواز پر میرے چچازاد بھائی کا تو سینہ پھٹ گیا اور وہ اسی جگہ مر گیا اور خود میں بھی خوف و دہشت کی وجہ سے موت کے کنارے پر پہنچ گیا تھا مگر پھر سنبھل گیا۔

حیزوم یا حیات کا مظہر گھوڑا...... یہاں فرشتے کی جو آواز سنائی دی تھی وہ یہ کلمہ تھا اقدم حیزوم یہ اقدم کا کلمہ گھوڑوں کو ڈپٹنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور حیزوم جس کو کہیں حیزون بھی کہا گیا ہے جبرئیل علیہ السلام کا گھوڑا ہے اور غالباً زندگی کا مظہر یہی ہے اور ان دونوں لفظوں میں سے ایک تو اس کا نام ہے اور دوسرا لقب ہے۔ اس گھوڑے کو حیات یا زندگی کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ جس چیز کو بھی چھو دیتا ہے اس چیز میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے یہی وہ گھوڑا یا زندگی کا سرچشمہ ہے جس کا ہلکا سا اثر یعنی اس گھوڑے کی گرد یا وہ مٹی جس پر اس کا کھر پڑا تھا سامری کو حاصل ہوئی تھی۔ یہ سامر ایک گاؤں یا جتھے کا نام تھا اسی کی نسبت سے اس شخص کو سامری کہا جاتا ہے۔

غرض سامری نے اس گھوڑے کی وہ خاک قدم اپنے اس بچھڑے کے اندر ڈال دی جو اس نے قبطیوں کے زیورات سے بنایا تھا۔ (قبطی مصر میں نصرانیوں کی ایک جماعت کا نام تھا) اس مٹی کے اس بچھڑے میں ڈالنے کا اثر یہ ہوا کہ اس بچھڑے سے ایک غراہٹ کی آواز آنے لگی۔ چنانچہ جب بھی اس کے اندر سے آواز آتی تو سامری کے چیلے اس بچھڑے کے سامنے سجدے میں گر جاتے اور جب وہ بچھڑا خاموش ہوتا یہ لوگ اٹھ جاتے۔ کتاب نہر میں ہے کہ اس بچھڑے میں زندگی پیدا ہو گئی تھی۔

حیزوم کی خاک قدم اور سامری کا بچھڑا...... ایک قول یہ ہے کہ جب سامری نے وہ بچھڑا بنایا تو اس میں آواز پیدا کرنے کے لئے اس نے بچھڑے کو کھوکھلا کر کے اس میں ایک طرح کی کاریگری کی تھی یعنی اس کے کھوکھلے پیٹ میں اس نے مشک کی قسم کے کھوکھلے خانے بنا دیئے تھے اور ان کو اس طرح بنایا تھا کہ ان میں سے ہوا داخل ہو سکے چنانچہ جب ہوا ان کھوکھلے خانوں میں داخل ہوتی تو ایک گونج دار سی آواز اسی بچھڑے کے پیٹ میں سے نکلتی تھی۔

زمین پر رحمت یا مصیبت کے لئے جبرئیل کے نزول...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے حیزوم کی آواز یعنی ہنہناہٹ جو ہے وہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس کرتا ہے اور جب جبرئیل علیہ السلام اس پر سوار ہو کر زمین پر اترتے ہیں تو تمام فرشتے جان لیتے ہیں کہ اس پر ان کا نزول رحمت کے لئے ہو رہا ہے اور جب وہ اپنے پر پھیلا کر یعنی اڑتے ہوئے زمین پر اترتے ہیں تو سب فرشتے جان لیتے ہیں کہ وہ عذاب کے لئے اتر رہے ہیں۔

بدر میں جبرئیل کے نزول کا مقصد...... اب گویا غزوہ بدر کے دن جبرئیل علیہ السلام کا اپنے گھوڑے

Presented by Ziaraat.Com

حیزوم پر سوار ہو کر نازل ہونا مسلمانوں کے لئے رحمت خداوندی کی علامت تھا اگرچہ ان کا یہی نزول کافروں کے لئے عذاب تھا۔ اور اگر وہ صرف عذاب دینے کے لئے اترتے ہیں تو اپنے پر پھیلا کر اڑتے ہوئے ہی اترتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی ممکن ہے کہ حیزوم وہ گھوڑا نہ ہو جو سرچشمہ حیات و زندگی ہے بلکہ زندگی کا گھوڑا اسکے علاوہ کوئی دوسرا ہو۔ علامہ سہیلی کا قول یہی ہے کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ حیات نامی گھوڑا بھی جبرئیل علیہ السلام کا ہی گھوڑا ہے۔

زندگی اور موت کے مظہر...... علامہ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ واہی روایتوں کے مطابق موت ایک مینڈھے کی شکل میں ہے جس چیز کو بھی اس کی ہوا لگ جاتی ہے وہ ہلاک ہو جاتی ہے اور زندگی ایک ابلق یعنی سیاہ و سفید گھوڑی کی شکل میں ہے اور کتاب عرائس کے مطابق اس کی ایک ٹاپ یعنی قدم اتنا لمبا ہوتا ہے جتنی دور تک آدمی کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ یہی حیات وہ گھوڑی ہے جس پر جبرئیل اور انبیاء علیہم السلام سوار ہوتے ہیں۔ یعنی تمام ہی انبیاء اس پر سوار ہوئے ہیں جیسا کہ عرائس میں ہے یہ گھوڑی جس چیز کے پاس سے گزر جاتی ہے اور جس کو بھی اس کی ہوا چھو جاتی ہے اس چیز میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک مرسل اثر یعنی صحابی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا
"غزوہ بدر کے دن فرشتوں میں سے کس نے اقدم حیزوم یعنی حیزوم آگے بڑھ۔ کہا تھا۔"
جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔
"اے محمد! آسمان کے تمام رہنے والوں کو میں نہیں جانتا!"

اب ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ اس روایت سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ حیزوم جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے۔ مگر یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ کسی دوسرے فرشتے نے جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کو اقدم حیزوم کہہ دیا ہو اور کہنے والے کا پتہ نہ چلا ہو کہ کون ہے۔ ابن کثیر اس روایت میں آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے کہ یہ جملہ کہنے والا کون ہے۔ یہ سمجھے ہوں کہ وہ گھوڑا کہنے والے کا ہی رہا ہوگا۔

ہاں اگر یہ روایت اس روایت کے بعد واقع ہوئی ہے جو اس کے بعد ذکر ہونے والی ہے تو علامہ ابن کثیر نے جو کچھ سمجھا ہے وہ درست ہو سکتا ہے یا یہ کہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں ایک لفظ اور رہا ہو جو روایت میں ذکر ہونے سے چھوٹ گیا ہو یعنی روایت کے الفاظ یہ رہے ہوں کہ۔ بدر کے دن فرشتوں میں سے کس نے اپنے گھوڑے کے لئے یہ کہا تھا کہ اقدم حیزوم۔ تو بھی علامہ ابن کثیر کا ایسا سمجھنا صحیح ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ بات قابل غور ہے۔

بادلوں پر فرشتے...... ایک روایت میں اسی گزشتہ واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب کہ ہم اس پہاڑ پر تھے اچانک ایک بدلی آئی ساتھ ہی ہمیں لوگوں کے بولنے اور ہتھیاروں کے کھنکھنانے کی آواز آئی۔ پھر ہم نے کسی شخص کو اپنے گھوڑے کو اس طرح ڈپٹتے سنا کہ حیزوم آگے بڑھ۔ اس کے بعد وہ سب کے سب رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب آکر اتر گئے۔ اس کے بعد ایک دوسری بدلی آئی اور اس میں سے جو فرشتے اترے وہ آنحضرت ﷺ کے بائیں جانب صف آرا ہو گئے۔ اب جو ہم نے ان آنے والوں کی تعداد دیکھی تو معلوم ہوا کہ قریشی لشکر سے دو گنے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ ہیبت ناک منظر دیکھ کر میرا چچازاد بھائی تو اسی دم ہلاک ہو گیا اور میں موت کے منہ سے بال بال بچا۔ اس کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حیرت ناک واقعہ کی اطلاع دی اور مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ اس شخص کو صحابہ میں شمار کیا گیا ہے۔ کتاب نور میں ہے کہ یہ شخص صحابہ میں سے ہیں۔ گزشتہ سطروں میں جو پہلی روایت بیان ہوئی ہے اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ جس سے ان کے اسلام اور مسلمان ہونے کا ثبوت ملتا ہو سوائے اس کے کہ اس شخص کا رسول اللہ ﷺ کے اس معجزے کو ابن عباسؓ سے بیان کرنا اس شخص کے اسلام کو ظاہر کرتا ہے۔ یہاں تک کتاب نور کا حوالہ ہے۔

یہاں یہ شبہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس شخص کا یہ کہنا کہ ہم مشرک تھے اس بات کی دلیل ہے کہ اس واقعہ کو ابن عباسؓ سے ذکر کرنے کے وقت وہ شخص مسلمان ہو چکا تھا (لہذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ روایت سے کہیں یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ راوی مسلمان ہے)۔

وہ بادل...... حضرت عباسؓ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ جس بادل نے میدان تیہ میں بنی اسرائیل پر سایہ کیا تھا وہی وہ بادل ہو گا جس پر جلوہ فگن ہو کر قیامت کے دن حق تعالیٰ آئیں گے اور وہی وہ بادل تھا جس پر سوار ہو کر بدر کے دن فرشتے آئے تھے۔

آندھی کی صورت میں مدد خداوندی...... حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ غزوہ بدر کے دوران اس قدر زبردست آندھی آئی کہ ایسی شدید ہوا میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ تھوڑی دیر بعد پھر ایسی ہی شدید آندھی آئی۔ تھوڑی دیر بعد پھر تیسری دفعہ ایسی ہی طوفانی ہوا چلی اور اس کے تھوڑی دیر بعد پھر ایسی ہی خوفناک ہوا چلی۔ یعنی پہلی مرتبہ میں جبرئیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ یعنی آپ کے قول کی روشنی میں دیکھا جائے تو وہ آنحضرت ﷺ کے آگے آکر اترے۔ دوسری دفعہ میں میکائیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے دائیں جانب آکر اترے۔ اور تیسری دفعہ میں اسرافیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے جلو میں آکر آنحضرت ﷺ کے بائیں جانب اترے۔ مگر اس روایت میں چوتھی مرتبہ کی آندھی کے متعلق کوئی تشریح نہیں ہے کہ وہ کس کی آمد تھی۔

کتاب امتاع میں اس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اسرافیل علیہ السلام اپنی صف کے بیچ میں تھے مگر دوسرے فرشتوں کی طرح وہ نہیں لڑ رہے تھے۔ اب اس روایت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام دونوں ہی خود بھی لڑ رہے تھے۔

مددگار فرشتوں کی تعداد...... ادھر پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ غزوہ بدر میں ایک قول کے مطابق ان فرشتوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد نہیں ہوئی تھی اور دو ہزار کی روایت ضعیف روایت ہے جو حضرت علیؓ کی ہے۔ لہذا حضرت علیؓ کی یہ روایت بھی ضعیف ہو گی۔ نیز گزشتہ اس قول کو اہمیت دینے کی ضرورت نہیں کہ بدر کے دن ابتداء میں تین ہزار فرشتوں کے ذریعہ امداد کی گئی تھی اور ان کو وعدہ دیا گیا تھا کہ اگر انہوں نے یعنی صحابہ نے ثابت قدمی اور صبر سے کام لیا تو ان کو مزید پانچ ہزار فرشتوں کی مدد دی جائے گی۔ اکثر علماء کا قول بھی یہی ہے۔ مگر اس قول کو اہمیت دینے کی ضرورت یوں نہیں کہ یہ واقعہ غزوہ احد کے سلسلے کا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ اس سلسلے کی مزید تفصیلات آگے احد کے بیان میں آئیں گی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ فرشتوں نے سوائے غزوہ بدر کے کسی اور غزوہ میں جنگ نہیں کی۔ یعنی ان

Presented by Ziaraat.Com

کے علاوہ دوسرے غزوات میں جنگ کئے بغیر شامل رہے عملی طور پر انہوں نے جنگ میں شرکت نہیں کی۔ مگر آگے بعض روایتیں ذکر ہوں گی جن میں ہے کہ فرشتوں نے غزوہ احد اور غزوہ حنین میں بھی جنگ کی تھی۔ چنانچہ مسلم میں سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے دائیں اور بائیں دو شخص دیکھے جو سفید کپڑوں میں تھے اور ان دونوں کو میں نے نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد دیکھا۔ یعنی یہ جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔ جو زبردست جنگ کر رہے تھے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ فرشتوں کی عملی جنگ صرف غزوہ بدر میں ہی مخصوص نہیں تھی اور یہی بات درست ہے سوائے ان لوگوں کے جو یہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کی عملی جنگ صرف غزوہ بدر ہی کی خصوصیت ہے۔ کیونکہ امام نووی کا قول صاف طور پر ان لوگوں کے قول کی تردید کرتا ہے۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: ان روایتوں اور اقوال میں اس طرح موافقت ممکن ہے کہ بدر کے دن کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ فرشتوں نے آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ سب کی طرف سے جنگ کی جبکہ دوسرے غزوات میں فرشتوں کی جنگ صرف آنحضرت ﷺ کی طرف سے تھی۔ اس طرح دونوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا۔

موافقت کی یہی صورت غزوہ احد کے بیان میں ہے جو علامہ بیہقی کے حوالے سے بھی بیان کی گئی ہے مگر اس کے بعد ہی یہ روایت ہے کہ اس دن یعنی غزوہ احد میں فرشتوں نے عبدالرحمٰن ابن عوف کی طرف سے جنگ کی۔ اب اس بات کو تسلیم کرنے کی صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر فرشتے غزوہ احد میں بھی جنگ میں عملی حصہ لیتے تو ان کے لگائے ہوئے زخموں کے نشان اس دن بھی لوگوں کے جسموں پر اسی طرح ظاہر ہوتے جیسے غزوہ بدر میں ظاہر ہوئے تھے۔

اس سلسلے میں ایک جواب یہ دیا جاتا ہے کہ غزوہ احد میں فرشتوں کے جنگ کرنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے عملی طور پر جنگ کئے بغیر مسلمانوں کی دشمن سے مدافعت کی جبکہ غزوہ بدر میں جنگ سے مراد ان کی عملی جنگ ہے۔ واللہ اعلم

<u>جنگ کے دوران معجزات نبوی ﷺ</u>...... غزوہ بدر کے دوران حضرت عُکاشہ (اس کو عُکاشہ بھی پڑھا جاتا ہے) ابن محصن کی تلوار لڑتے لڑتے ٹوٹ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو ایک لکڑی کا تنہ دیا اور فرمایا کہ عکاشہ اس سے لڑو۔ حضرت عکاشہ نے وہ لکڑی آنحضرت ﷺ کے ہاتھ سے لے کر جیسے ہی بلند کی وہ اسی دم ایک نہایت لمبی بے حد مضبوط اور سفید چمک دار اور آبدار تلوار بن گئی۔ حضرت عکاشہ وہ تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ آخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ اس تلوار کا نام عون تھا اور بدر کے بعد ہمیشہ یہ تلوار حضرت عکاشہ کے پاس رہی پھر وہ تمام غزووں میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک رہے اور اسی تلوار سے جنگ کرتے رہے۔ عکاشہؓ کے انتقال کے بعد یہ تلوار انکی اولاد در اولاد وراثت میں ایک سے دوسرے کے پاس پہنچتی رہی۔

یہ نام عکاشہ لفظ عکش سے نکلا ہے جس کے معنی حملہ کرنا ہیں۔ عکاشہ مکڑی کو بھی کہتے ہیں۔ اسی قسم کا ایک واقعہ آگے غزوہ احد کے بیان میں بھی آئے گا جو عبداللہ ابن جحش کے ساتھ پیش آیا تھا۔

اسی طرح سلمہ ابن اسلم کی تلوار بھی ٹوٹ گئی تھی آنحضرت ﷺ نے ان کو کھجور کے تنے کی جڑ دی

Presented by Ziaraat.Com

اور فرمایا کہ اس سے لڑو۔ انہوں نے جیسے ہی اس کو اپنے ہاتھ میں لیا وہ ایک نہایت بہترین تلوار بن گئی اور اس غزوہ کے بعد ہمیشہ ان کے پاس رہی۔

(قال) حضرت خبیب ابن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ غزوہ بدر کے موقعہ پر خبیب نے (غالباً اسی نام کا کوئی مشرک شخص تھا) میرے دادا پر ایک وار کیا جس سے ان کی ایک پسلی الگ ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے زخم پر لعاب دہن لگا کر اس ٹوٹے ہوئے عضو کو وہیں لگایا جس کے بعد وہ پہلے ہی کی طرح جم گیا اور ٹھیک ہو گیا۔

حضرت رفاعہ ابن مالک سے روایت ہے کہ غزوہ بدر میں میرے ایک تیر آ کر لگا جس سے میری آنکھ پھوٹ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے میری آنکھ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا جس سے وہ اسی گھڑی ٹھیک ہو گئی اور پھر کبھی اس آنکھ میں مجھے کوئی تکلیف نہیں محسوس ہوئی۔

قلیب بدر یعنی مشرک مقتولوں کی مشترکہ قبر یا کنواں ...... غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ مشرکین کی لاشوں کو ان جگہوں سے اٹھا لیا جائے جہاں جہاں آپ نے ان کی قتل گاہوں کی پہلے ہی خبر دیدی تھی جبکہ اس وقت تک جنگ بھی شروع نہیں ہوئی تھی چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بدر میں قتل ہونے والے مشرکوں کی قتل گاہیں دکھادی تھیں۔

۔ آپ یہ قتل گاہیں دکھاتے

ہوئے فرماتے جاتے تھے کہ کل انشاءاللہ یہ عتبہ ابن ربیعہ کی قتل گاہ ہو گی۔ یہ شیبہ ابن ربیعہ کی قتل گاہ ہو گی۔ یہ امیہ ابن خلف کی قتل گاہ ہو گی۔ یہ ابو جہل ابن ہشام کی قتل گاہ ہو گی اور یہ فلاں کی قتل گاہ ہو گی۔

آپ اپنا دست مبارک زمین پر

رکھ کر یہ نشان دہی فرماتے جاتے تھے۔ اور پھر اگلے دن غزوہ بدر میں جو لوگ مرے ان کی لاشیں اس جگہ سے ذرا بھی ادھر ادھر نہیں تھیں جہاں جہاں آپ نے اپنا دست مبارک رکھا تھا جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت سے یہ بات ذکر ہو چکی ہے۔ نیز یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بدر کی رات کا ہے جب کہ آنحضرت ﷺ میدان جنگ میں پہنچ چکے تھے کیونکہ ظاہر ہے میدان جنگ میں پہنچے بغیر یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ آپ نے اپنا دست مبارک رکھ کر ان جگہوں کی نشان دہی فرما دی تھی۔

ادھر اسی سے وہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے جو بعض حضرات نے بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قتل گاہوں کی نشاندہی دو مرتبہ فرمائی ایک دفعہ تو غزوہ سے ایک دن یا اس سے زائد پہلے اور دوسری مرتبہ خاص غزوہ بدر کے دن۔ یہاں تک ان بعض علماء کا حوالہ ہے۔

اب اس سلسلے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ خاص غزوہ بدر کے دن سے مراد یہ ہے کہ آپ دن کے وقت میدان بدر میں پہنچے تھے۔ جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ یہ نشاندہی رات کے وقت کی گئی تھی تو وہ اس قول کی بنیاد پر ہے کہ آپ میدان بدر میں رات کے وقت پہنچے تھے۔ بہر حال یہ مسلمہ ہے کہ آپ نے اپنا دست مبارک رکھ کر ان جگہوں کی نشاندہی فرمائی تھی۔

امیہ ابن خلف کا انجام ...... غرض آپ نے صحابہ کو ان مشرکوں کی لاشیں اٹھانے کا حکم فرمایا کہ ان سب کو ایک گڑھے میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ صحابہ نے سب کو اٹھا کر گڑھے میں ڈال دیا سوائے امیہ ابن خلف کے کہ اس کی لاش اس کی زرہ کے اندر ہی پھول کر اس میں پھنس گئی۔ صحابہ نے اس کو ہلا کر زرہ نکالنی چاہی مگر اس کے

Presented by Ziaraat.Com

نتیجہ میں اس کے بدن کے ٹکڑے علیحدہ ہوگئے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس کو اسی حالت میں ایک جگہ ڈال کر اس پر مٹی اور پتھر ڈال دیئے تاکہ لاش چھپ جائے۔

اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ حربی کو دفن کرنا ضروری نہیں ہے چنانچہ یہی بات ہمارے یعنی شافعی فقہاء نے کہی ہے۔ بلکہ انہوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ حربیوں کی لاشوں کو کتوں کو کھلا دینا بھی جائز ہے۔

آنحضرت ﷺ کے نزدیک لاش کی پردہ پوشی کا اہتمام ...... کتاب دار قطنی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ غزوہ میں جب بھی آپ کا کسی انسانی لاش کے پاس سے گزر ہوتا تو آپ اس کو دفن کرنے کا حکم دیتے اور یہ نہیں پوچھتے تھے کہ وہ مومن تھا یا کافر تھا۔

غزوہ بدر میں چونکہ مشرکوں کی لاشیں بہت زیادہ تھیں اس لئے آنحضرت ﷺ نے اسے گوارا نہیں فرمایا کہ اپنے صحابہ کو ان سب کے دفن کا حکم فرما کر تکلیف میں ڈالیں۔ اس کے مقابلے میں ان لاشوں کو کھینچ کر ایک کنویں میں لا ڈالنا بہت آسان تھا (اس لئے آپ نے ایسا کرنے کا حکم دیا) یہ کنواں بنی نجا کے ایک شخص کا کھود ہوا تھا اور گویا جیسا کہ علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ اس کنویں کا وجود مشرکوں کے لئے ایک پیشگی بدشگونی تھی۔

جب حضرت ابو حذیفہ کے باپ عتبہ کو گڑھے میں ڈالا گیا تو ابو حذیفہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس تبدیلی کو محسوس فرما کر کہا۔

"شاید تمہیں اپنے باپ کا خیال ہو رہا ہے۔"

ابو حذیفہ نے عرض کیا۔

"خدا کی قسم نہیں۔ بلکہ دراصل میں اپنے باپ کو ایک ذی رائے بلند مرتبہ اور دور اندیش آدمی سمجھتا تھا اسی لئے میری تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا مگر جب میں نے اس حالت میں ان کی موت دیکھی تو مجھے اس سے بہت افسوس ہوا"

اس پر رسول اللہ ﷺ نے ابو حذیفہ کے لئے دعائے خیر فرمائی اور ان کی تعریف فرمائی۔

اقول مولف کہتے ہیں: ہمارے یعنی شافعی فقہاء نے بیان کیا ہے کہ اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو حذیفہؓ کو اس بات سے منع فرما دیا تھا کہ وہ اپنے باپ کو قتل نہ کریں کیونکہ ابو حذیفہ نے ایسا ارادہ کیا تھا۔ واللہ اعلم

مقتولین بدر سے آنحضرت ﷺ کا خطاب ...... غرض مشرکوں کی لاشوں کے گڑھے میں ڈالے جانے کے بعد ایک قول کے مطابق تین دن بعد آنحضرت ﷺ اس گڑھے کے کنارے پر آکر کھڑے ہوئے یہ رات کا وقت تھا۔ صحیحین میں حضرت انسؓ سے یوں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب غزوہ میں فتح حاصل ہوئی تھی تو آپ اسی مقام پر تین رات قیام فرمایا کرتے تھے۔ تیسرے دن آپ نے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور وہاں سے کوچ کے وقت آپ صحابہ کے ساتھ آکر اس گڑھے کے کنارے کھڑے ہوئے۔ وہاں آپ نے لاشوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"اے فلاں ابن فلاں۔ اور اے فلاں ابن فلاں! کیا تم نے دیکھ لیا کہ اللہ اور اسکے رسول کا وعدہ سچا تھا۔ میں نے تو اس وعدہ کو سچ پایا جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا تھا!"

Presented by Ziaraat.Com

بعض سندوں کے ساتھ اس حدیث میں ہے کہ آپ نے ان لوگوں کے نام لے کر پکارے اور اس طرح فرمایا کہ اے عتبہ ابن ربیعہ اے شیبہ ابن ربیعہ اے امیہ ابن خلف اور اے ابو جہل ابن ہشام وغیرہ وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں یا فلاں ابن فلاں ہی کہا گیا تھا مگر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے۔ لہٰذا یہ الفاظ قابل غور ہیں۔

اس سلسلے میں ایک شبہ یہ کیا گیا ہے کہ امیہ ابن خلف کو تو اس گڑھے میں نہیں ڈالا گیا تھا جیسا کہ بیان ہوا (پھر آپ نے دوسروں کے ساتھ اس کا نام لے کر بھی کیوں پکارا۔"

اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ جہاں اس کو دبایا گیا تھا وہ جگہ اس گڑھے سے قریب ہی تھی)۔

غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان لاشوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"تم لوگ نبی کا خاندان ہوتے ہوئے بہت برے ثابت ہوئے۔ تم مجھے جھٹلاتے تھے جبکہ لوگ میری تصدیق کر رہے تھے۔ تم نے مجھے وطن سے نکالا جبکہ دوسروں نے مجھے پناہ دی۔ تم نے میرے مقابلہ میں جنگ کی جبکہ غیروں نے میری مدد کی!"

یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے کہا۔

"یا رسول اللہ! آپ ان مردوں سے بات کر رہے ہیں جو بے روح لاشے ہیں۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جو گلی ہوئی لاشیں ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جو گل سڑ چکی ہیں!"

آپ نے فرمایا۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو تم لوگ اتنا نہیں سن رہے ہو جتنا یہ سن رہے ہیں۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ جو کچھ میں نے کہا انہوں نے اس کو سنا ہے مگر یہ لوگ اب جواب نہیں دے سکتے!"

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان مردوں میں جان ڈال دی تھی تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی گفتگو سنیں اور خود پر پھٹکار اور حسرت و افسوس کریں۔

کیا مقتولین نے آپ ﷺ کی آواز سنی تھی ...... اقول۔ مولف کہتے ہیں: ان کے زندہ کئے جانے سے مراد یہ ہے کہ ان کی روحوں کا ان کے جسموں سے قریبی تعلق پیدا کر دیا گیا جس سے وہ زندوں کی طرح ہو گئے مقصد وہی تھا جو بیان ہوا۔ کیونکہ جسم سے جدا ہو جانے کے بعد بھی روح کا جسم سے کچھ نہ کچھ تعلق باقی رہتا ہے یا کم از کم اتنا ہی کہ اس جسم کی وجہ سے وہ باقی رہتی ہے چاہے وہ تعلق کتنا ہی کم کیوں نہ ہو۔ کیونکہ چاہے جسم کو مٹی کھا کر فنا کر دے یا درندے یا مردار خوار پرندے کھالیں یا آگ میں جل کر نیست و نابود ہو جائے مگر روح فنا نہیں ہوتی وہ باقی رہتی ہے (اور جب روح باقی رہتی ہے تو جو جسم اس کا مسکن رہا ہے اس سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور باقی رہتا ہے) چنانچہ اسی تعلق کے واسطہ سے مردہ ہر اس شخص کو پہچانتا ہے جو اس کی قبر پر جاتا ہے۔ مردہ اس آنے والے سے انسیت محسوس کرتا ہے اور جب وہ سلام کرتا ہے تو مردہ جواب دیتا ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے (کیونکہ اگر روح کا جسم سے کوئی تعلق نہ ہوتا تو مردے کے کسی کو دیکھنے یا سننے یا جواب دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) مگر اس تعلق کے باوجود مردہ اس کی وجہ سے ایسا زندہ نہیں کہلاتا جیسا وہ اپنی دنیا کی زندگی میں تھا بلکہ وہ زندہ اور مردہ کی اس درمیانی کیفیت میں رہتا ہے جس کی روح کا اس کے جسم سے تعلق باقی نہ رہا ہو۔ عام طور پر تو

Presented by Ziaraat.Com

بھی ہوتا ہے مگر بھی یہ تعلق مضبوط ہو جاتا ہے تو وہ شخص ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا وہ دنیا کی زندگی میں تھا۔ مگر شاید اس کے باوجود بھی اس کو یہ قدرت حاصل نہیں ہوتی کہ وہ اپنے فعل اور حرکتیں کر سکے۔ لہذا اب یہ بات سعد کے اس قول کے خلاف نہیں رہتی جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں میں قدرت اور اختیاری فعل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھی۔ یہاں تک سعد کا حوالہ ہے۔

شہید اور نبی اس دار فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں...... یہ تمام گفتگو انبیاء اور ان شہداء کے علاوہ ہے جو کسی جنگ میں شہید ہوئے ہیں۔ کیونکہ جہاں تک انبیاء علیہم السلام اور شہداء کا تعلق ہے تو ان کی روحوں کا ان کے جسموں سے ایسا تعلق ہوتا ہے کہ اسی طرح زندہ رہتے ہیں جیسے اپنی دنیا کی زندگی میں زندہ تھے اور انہیں اپنے اختیاری فعل کرنے کی قدرت بھی رہتی ہے۔

چنانچہ علامہ بیہقی نے جو کتاب قبروں میں انبیاء کی زندگی کے موضوع پر لکھی ہے اس میں حضرت انس کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ میری موت کے بعد میرا علم ایسا ہی رہے گا جیسا میری زندگی میں ہے۔

ابو یعلی نے حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یقیناً آسمان سے اس دنیا میں آئیں گے اس وقت وہ اگر میری قبر پر کھڑے ہو کر مجھے خطاب کرتے ہوئے یا محمد کہیں گے تو میں ان کو جواب دوں گا۔ اسی لئے امام سبکی نے کہا ہے کہ انبیاء اور شہداء کی زندگی موت کے بعد بھی ان کی دنیا کی زندگی کی طرح ہی ہوتی ہے۔ اس بات کی شہادت موسیٰ علیہ السلام کے اپنی قبر میں نماز پڑھنے سے ملتی ہے (جو حدیث میں بتلایا گیا ہے) کیونکہ نماز کے لئے ضروری ہے کہ زندہ جسم ہو (اس کے بغیر نماز نہیں پڑھی جاسکتی) اسی طرح شب معراج میں آنحضرت ﷺ نے انبیاء کی جو صفات اور مصروفیات دیکھی اور بتلائی ہیں وہ سب بھی زندہ جسم والوں کی صفات ہیں۔ مگر اس زندگی کے حقیقی اور اصلی زندگی ہونے کے ساتھ یہ ضروری نہیں کہ روح کے ساتھ بدن کھانے پینے کا اسی طرح محتاج ہو جیسا وہ دنیا میں رہتا تھا۔ البتہ جہاں تک ادراکات اور فہم و حواس کا تعلق ہے جیسے علم ہے اور سننے کی قوت ہے تو یہ بلاشک ثابت ہے کہ ان میں اور تمام مردوں میں یہ ادراکات اسی طرح برقرار رہتے ہیں۔ یہاں تک امام سبکی کا کلام ہے۔ یہاں تمام مردوں میں کفار کے مردے بھی شامل ہیں۔

برزخ میں شہیدوں کا کھانا پینا...... اب جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ شہید عالم برزخ میں کھاتے پیتے ہیں تو ان کا یہ کھانا پینا ضرورت مندی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ صرف ان کا اکرام اور اعزاز ہے مگر یہ صرف شہداء کی خصوصیت ہے (کہ وہ عالم برزخ میں کھاتے پیتے ہیں) انبیاء کی نہیں۔ لیکن اس بات میں کوئی اشکال بھی نہیں ہے کیونکہ کبھی کبھی مفضول یعنی نچلے درجہ کی چیز کو بھی کوئی ایسی خصوصیت حاصل ہوتی ہے جو فاضل یعنی اونچے درجہ کی چیز میں نہیں ہوتی (اس سے دونوں کے مقام میں کوئی فرق نہیں آتا) مثلاً سامنے کی بات ہے کہ پیغمبروں پر نماز پڑھنا واجب ہے جبکہ شہیدوں پر حرام ہے۔

اس تفصیل سے ان بعض حضرات کی تردید ہو جاتی ہے جو قبروں میں انبیاء کی حیات کے متعلق اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ الآیہ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۷ آیت ۱۶۹

ترجمہ: اور اے مخاطب جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کر بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے۔

تو بعض علماء نے اس آیت سے دلیل لیتے ہوئے کہا ہے کہ کھانے پینے کا جو اکرام اور اعزاز شہیدوں کو حاصل ہے (وہ انبیاء کو بھی حاصل ہے! انبیاء اس اعزاز کے لئے زیادہ مقدم ہیں کیونکہ وہ اپنے مرتبہ میں کہیں زیادہ بلند اور بالاتر ہیں۔ نیز یہ کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کو نبوت کے ساتھ ساتھ شہادت کا مقام بھی حاصل نہ ہو لہٰذا آیت کا جو اشارہ اور مفہوم ہے اس میں انبیاء بھی شامل ہیں۔

نیز یہ کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا تھا کہ میں نے خیبر میں جو کھانا کھایا تھا اس کی تکلیف مجھے اب تک محسوس ہوتی ہے (یہ زہر خورانی کا واقعہ ہے جس کی تفصیل آگے خیبر کے واقعات میں آئے گی) اور اس وقت اس زہر کی وجہ سے رگیں کٹتی ہوئی سی محسوس ہو رہی ہیں (جس سے آپ کی شہادت ثابت ہوئی) لہٰذا یہ بات قرآن پاک سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اب یا تو یہ کہ آپ ﷺ آیت کے عام مفہوم اور معنی کے مطابق حیات ہیں (یعنی شہداء کی طرح کھاتے پیتے بھی ہیں) اور یا صرف حیات کی حد تک اس آیت کے مفہوم میں شامل ہیں (کہ حیات کامل ہے مگر کھانا پینا نہیں ہے)۔

یہاں تردید کی وجہ یہ ہے کہ اولیت اور تقدیم کبھی کبھی موثر نہیں رہتی بلکہ قیاس کی اصل ہی یہ ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ کبھی کبھی مفضول یعنی نچلے درجہ کی چیز میں وہ خصوصیت پائی جاتی ہے جو فاضل یعنی بلند درجہ کی چیز میں نہیں ہوتی۔ جہاں تک انبیاء علیہم السلام کا تعلق ہے تو اگرچہ ان میں نبوت اور شہادت دونوں فضیلتیں جمع ہیں مگر آیت میں شہادت سے مراد وہ شہادت ہے جو کسی معرکہ اور جنگ میں نصیب ہوئی ہو محض شہادت مراد نہیں ہے (جیسے بعض بیماریوں میں موت شہادت کے درجے کی ہوتی ہے) اب جہاں تک معرکہ میں حاصل ہونے والی شہادت کا تعلق ہے تو وہ شہادت انبیاء میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے۔

پھر یہ کہ جو بات ثابت ہے وہ قبروں میں انبیاء کی زندگی ان کا نماز پڑھنا اور حج کرنا ہے اور جہاں تک قبروں میں روزے رکھنا یا کھانا پینا ہے تو اس بارے میں میرے سامنے کوئی حدیث یا صحابی کا قول نہیں ہے۔ جہاں تک انبیاء کو شہیدوں پر قیاس کرنے اور اس بناء پر قیاس کرنے کا تعلق ہے کہ وہ مرتبہ میں یقیناً شہداء سے زیادہ ہوتے ہیں تو اس کا جواب وہی ہے کہ کبھی فاضل کو وہ خصوصیت حاصل نہیں ہوتی جو مفضول کو حاصل ہوتی ہے۔

جہاں تک وفات کے بعد انبیاء کے حج کرنے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکے اور مدینے کے درمیان سفر میں تھے کہ ایک وادی سے ہمارا گزر ہوا۔ آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا وادی ازرق یعنی نیلی وادی تب آپ نے فرمایا۔

"میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالے لبیک پڑھتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔

اس کے بعد ہم چلتے رہے یہاں تک کہ ہم ثنیہ کے مقام پر پہنچے تو آپ نے فرمایا۔

"میں یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں جو سرخ اونٹنی پر سوار ہیں اونی جبہ پہنے ہوئے ہیں اور تلبیہ یعنی لبیک پڑھتے ہوئے اس وادی میں سے گزر رہے ہیں!"

Presented by Ziaraat.Com

ایک روایت میں موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یوں ہے کہ وہ اونٹ پر سوار تھے اور ایک روایت کے مطابق بیل پر سوار تھے۔ مگر اس سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہونا چاہئے کیونکہ ممکن ہے انہوں نے بار بار حج کیا ہو یا ایک دفعہ اونٹ پر سوار ہوئے ہوں اور دوسری دفعہ بیل پر سوار ہوں۔

کیا انبیاء و شہداء کو جنسی لذت بھی میسر ہے...... واضح رہے کہ شہداء کو رزق پہنچائے جانے یعنی ان کے کھانے پینے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہم بستری بھی کرتے ہیں کیونکہ ہم بستری سے بھی لذت حاصل ہوتی ہے جیسے کھانے اور پینے سے لذت ملتی ہے۔

میں نے اس سلسلے میں شیخ ابو المواہب شاذلیؒ کی کتاب لال السر المصون فی کشف عورات اہل المجون دیکھی جس میں انہوں نے لکھا ہے۔

حق تعالیٰ نے شہیدوں کے متعلق بتلایا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور کھاتے پیتے ہیں۔ علماء نے اس بات کو حقیقت پر محمول کرتے ہوئے یعنی اس زندگی کو حقیقی زندگی تسلیم کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ حقیقت میں کھاتے ہیں پیتے ہیں اور نکاح کرتے ہیں۔ اور جو شخص اس کے خلاف معنی لیتا ہے یعنی یہ کہتا ہے کہ کھانے پینے اور نکاح کرنے سے حقیقت میں کھانا پینا اور ہم بستری کرنا مراد نہیں بلکہ اس سے وہ لذت مراد ہے جو کھاتے پینے اور ہم بستری کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ تو وہ شخص بلاوجہ آیت کے ظاہری معنی کو چھوڑ کر ایک دوسرے اور دور از کار معنی پیدا کر رہا ہے جبکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

پھر اس کے بعد شیخ ابو المواہب نے انبیاء علیہم السلام کو بھی شہیدوں پر قیاس کیا ہے اور وہی دلیل دی ہے جو پیچھے ذکر ہوئی کہ ان کا مرتبہ چونکہ شہیدوں سے بھی بلند تر ہے اس لئے یہی خصوصیات ان کو بھی حاصل ہیں نیز یہ کہ تمام پیغمبروں کو نبوت کے ساتھ ساتھ شہید کا مقام بھی حاصل ہے۔ مگر اس کا جواب پیچھے گزر چکا ہے کہ انبیاء کو شہیدوں پر قیاس کرنا یہاں درست نہیں ہے۔

پھر میں نے اس سلسلے میں شیخ شمس رملی کا فتویٰ دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء اپنی قبروں میں کھاتے پیتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں۔ البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حضرات نکاح یعنی ہم بستری بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ کرتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ نہیں کرتے۔ نیز یہ کہ ان حضرات کو ان کے نماز روزے اور حج کا ثواب اور جزاء بھی ملتی ہے اگرچہ وہ اب ان فرائض کے مکلف نہیں ہیں یعنی ان پر اس کی پابندی اور ضرورت نہیں ہے کیونکہ موت نے ان پر سے یہ پابندی ختم کر دی ہے لیکن ان کو ان عبادتوں کا ثواب ان کے اعزاز اور درجات کی بلندی کے لئے ملتا ہے۔ یہاں تک شیخ رملی کا فتویٰ ہے۔

غالباً شیخ رملی نے بھی نماز اور حج کے علاوہ انبیاء کے لئے کھانا پینا جو ثابت کیا ہے اس کے لئے انہوں نے بھی اس قیاس کو ہی دلیل بنایا ہے جو شہیدوں پر کیا گیا ہے اور پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ اس بارے میں جو شبہ ہے وہ ذکر ہو چکا ہے۔

ادھر شیخ نے انبیاء کے نکاح کرنے کے سلسلے میں جس اختلاف کا ذکر کیا ہے اس کے بارے میں معلوم نہیں کہ آیا وہ ان کے ہم زمانہ علماء کے درمیان پیدا ہوا ہے یا ان سے پہلے علماء کا اختلاف ہے۔

آنحضرت ﷺ کے نکاحوں کی غرض ...... انبیاء کے نکاح کے سلسلے میں جو اختلاف ہے وہ اس بنیاد پر

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ایک ارشاد ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وفات کے بعد انبیاء نکاح یعنی ہم بستری نہیں کرتے۔ یعنی اس ارشاد کی جو حکمت بیان کی گئی ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء اس لذت سے لطف اندوز نہیں ہوتے۔ وہ ارشاد یہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔

"تمہاری دنیا میں سے مجھے جو چیزیں محبوب اور پسندیدہ ہیں وہ عورتیں اور خوشبو ہیں۔"

اس ارشاد میں آپ نے نہ تو یہ فرمایا کہ اپنی دنیا میں سے اور نہ یہ فرمایا کہ اس دنیا میں سے۔ کیونکہ آپ نے اس لفظ تمہاری سے یہ اشارہ فرمایا کہ عورتیں اور خوشبو لوگوں کی دنیا ہیں کیونکہ وہ ان دونوں چیزوں کو اپنے لطف و عیش اور سرمستی کے لئے حاصل کرتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ لطف و عیش کی تمنا سے پاک اور بری ہیں۔ آپ عورتوں کو اس لئے پسند فرماتے تھے کہ وہ ہر وقت کی شریک حیات ہونے کی وجہ سے آپ کی خوبیوں آپ کے باطنی معجزات اور پوشیدہ احکام کو امت تک پہنچا سکیں کیونکہ عام حالات میں ان صفات اور خوبیوں سے بیویوں کے علاوہ دوسرے لوگ واقف نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی طرح بیویوں کے ذریعہ دوسرے دینی فائدے بھی لوگوں کو حاصل ہوتے تھے۔

اور خوشبو آپ کو اس لئے پسندیدہ تھی کہ آپ فرشتوں سے ملاقات فرماتے تھے اور فرشتے خوشبو کو پسند کرتے ہیں اور بدبو سے نفرت کرتے ہیں۔

حیات النبی ﷺ ...... اب وہ علماء کہتے ہیں کہ حقیقی اکرام اور اعزاز کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کو برزخ میں وہی لذتیں اور خوشیاں حاصل ہوں جو آپ کو دنیا میں حاصل تھیں تاکہ برزخ میں بھی آپ کے حالات وہی رہیں جو دنیا میں تھے (۔ مگر اس حکمت سے تو اور یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ برزخ میں انبیاء نکاح نہیں کرتے)۔

ادھر ایک اشکال یہ ہے کہ یہ حکمت آپ کے اس قول کے مطابق نہیں رہتی جس میں ہے کہ مجھے چار چیزوں میں لوگوں پر فوقیت حاصل ہے۔ ان چار چیزوں میں آپ نے کثرت جماع کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

اس تعلق میں وہ دوسروں ہی کی طرح ہوتے ہیں اور اپنے مقامات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے کم زیادہ ہوتے ہیں اور جسم میں روح کی اسی واپسی کو زندگی کے دوبارہ لوٹ آنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ قتادہ سے روایت ہے کہ روح دوبارہ لوٹ آتی ہے۔ نیز بعض علماء نے کہا ہے کہ انبیاء اور شہداء کی روحیں اپنے جسموں سے نکل جانے کے بعد جسم کے قبر میں پہنچنے پر دوبارہ اس میں لوٹ آتی ہیں اور ان کو اپنی قبروں سے باہر نکلنے اور بلند و پست فضاؤں میں گھومنے پھرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے علامہ ابن عربی نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو آپ کی برتر صفات کے ساتھ دیکھنا آپ کا حقیقت میں ادراک اور دیکھنا ہے اور ان برتر صفات کے بغیر دیکھنا آپ کا مثالی ادراک اور دیکھنا ہے۔

اسی کو روح کے جسم کی طرف لوٹائے جانے سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب بھی کوئی شخص مجھے سلام کرتا ہے تو حق تعالیٰ میری روح کو میرے جسم میں لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس شخص کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میری روح کے جسم سے تعلق کو زیادہ مضبوط فرماتا ہے اور یہ بات اس مسلمان کے اعزاز کے طور پر کی جاتی ہے تاکہ آنحضرت ﷺ اس شخص کو سلام کا جواب دیتے ہیں تو اس حالت میں کہ آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسم مبارک سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔

روح کو اگر غیر عرضی یعنی غیر مادی چیز مانا جائے تو اگرچہ اس کا اپنا علیحدہ مقام ہوتا ہے (جو جسم کے

Presented by Ziaraat.Com

مقام سے الگ ہوتا ہے) مگر پھر بھی جسم سے اور اس چیز سے اس کا تعلق رہتا ہے جو اس کے ذریعہ باقی رہتی ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ مثلاً سورج چوتھے آسمان پر ہے مگر زمین سے اس کا تعلق ہے۔ روح اور جسم کا یہ تعلق جب کمزور ہو جاتا ہے تو اسی کو روح کے پرواز کرنے یا نکل جانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

دوسری صورت میں اگر روح کو عرضی یعنی کسی دوسری چیز سے اس کے وجود کو وابستہ اور پابند مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ موت کے وقت زائل ہو جاتی ہے اور پھر دوبارہ آجاتی ہے۔

میں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام النفحة العلوية في الاجوبة الحلبية من الاسئلة القروية ہے اس کتاب میں اس موضوع پر تفصیل اور وضاحت کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔ مصر کے بعض دیہاتیوں نے مجھ سے روح کے متعلق کچھ سوالات کیے تھے ان کے جوابات کے سلسلے میں ہی یہ کتاب مرتب کی گئی تھی۔ اس میں میں نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو طول طویل جوابات علامہ سیوطی نے دیئے ہیں اور ان پر لمبی بحثیں کی ہیں اور ان پر جو واضح قسم کے شبہات پیدا ہوتے ہیں ان کے مقابلے میں یہ جوابات زیادہ بہتر ہیں۔

حضرت عمار ابن یاسر کی ایک حدیث میں نے دیکھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے تمام بندوں کی باتیں سننے کی قوت عطا فرمائی ہے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ فرشتہ اس کو مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس گناہ درود بھیجے گا۔

علامہ ذہبی نے اس حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس مضمون اور اس سند کے ساتھ یہ روایت تنہا اسی راوی نے بیان کی ہے (یعنی یہ حدیث اور یہ سند اور کسی راوی نے بیان نہیں کی ہے) واللہ اعلم

پیچھے بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس گڑھے کے کنارے کھڑے ہو کر جس میں غزوہ بدر کے مشرک مقتولین کی لاشیں ڈالی گئی تھیں یہ فرمایا تھا۔ کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ ان مردوں نے سن لیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کے اس قول کا انکار کیا ہے کہ آپ نے ایسے نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ فرمایا تھا کہ۔ انہوں نے یہ جان لیا ہے کہ میں جو کچھ کہتا تھا وہ حق تھا!

حضرت عمرؓ کے سوال پر اسی وقت آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو یہ لوگ تم سے زیادہ سن رہے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس جملہ سے آپ کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت وہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہا کرتا تھا وہی حق اور سچائی تھی۔ آپ کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ اس وقت اس طرح اپنے کانوں سے میری آواز سن رہے ہیں جیسے اس دنیا میں سنا کرتے تھے۔ پھر حضرت عائشہؓ نے اپنی دلیل کے طور پر باری تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت کیا۔

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ الآیہ پ ۲۰ سورہ نمل ع ۶ آیت ۸۰

ترجمہ: آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہیں خصوصاً جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں اسی طرح حضرت عائشہؓ نے اپنی دلیل کے طور پر دوسری آیت پڑھی۔

وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ الآیہ پ ۲۲ سورہ فاطر ع ۳ آیت ۲۲

ترجمہ: اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

(تو گویا حضرت عائشہؓ اس سے انکار کرتی ہیں کہ اس وقت ان مردوں نے آنحضرت ﷺ کی آواز سنی تھی) اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں ہے کہ اس موقعہ پر ان مردوں کی سماعت یعنی سننے کی طاقت حقیقی طور پر باقی رہی ہو کیونکہ جب ان کفار کی روحوں کا تعلق ان کے جسموں سے اتنا قوی اور مضبوط ہو گیا کہ وہ اسی طرح زندہ ہو گئے تھے جیسے دنیا کی زندگی میں تھے۔ اور اس کا مقصد یہی تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی آواز سن سکیں۔ تو اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں کہ انہوں نے اپنے ہی کانوں سے یہ آواز سنی ہو کیونکہ ان کے سننے کی قوت کی جگہ یعنی کان موجود تھے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے جسم اور روح کے اسی تعلق کی بنا پر قبر کے اندر جسم میں یہ طاقت آجاتی ہے کہ وہ منکر نکیر کے سوالوں کے جوابات دینے کے لئے اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔

جہاں تک ان دونوں آیتوں کا تعلق ہے جو پیچھے بیان ہوئیں تو ان میں اگرچہ مردوں کے سننے کی نفی کی گئی ہے مگر اس سے وہ سننا مراد ہے جو انسان کے لئے فائدہ مند ہوتا ہے (یعنی کچھ سن کر اسے سمجھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یا نصیحت حاصل کرتا ہے جو اس کے کام آسکے۔ یہی سننے کا فائدہ ہے۔ ان آیتوں میں اسی کی نفی کی گئی ہے کہ آپ مردوں کو اپنی بات سنا کر ان کے لئے کوئی فائدہ اور نفع نہیں پہنچا سکتے)۔

اسی بات کو علامہ جلال سیوطی نے نظم کیا ہے اور اپنے ان شعروں میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

سماع موتی کلام الخلق فاطبة
جاء ت به عندنا لآ ثار فی الکتب

ترجمہ: مردوں کا سننا تمام لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہے جس کی دلیل میں بہت سی روایتیں کتابوں میں موجود ہیں۔

وابة النفی معنا ها سماع هدی
لا یقبلون ولا یصغون للادب

ترجمہ: اور وہ آیت جس سے اس بات کا انکار ثابت ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مردے کلام ہدایت کو نہیں سن سکتے گویا وہ ہدایت قبول نہیں کرتے اور گوش ہوش کو اس طرف متوجہ نہیں کر سکتے۔

کیونکہ حق تعالیٰ نے زندہ کافروں کو ایسے مردوں سے تشبیہ دی ہے جو قبروں میں ہوں کہ قبر کے مردوں کو اگر اسلام کی طرف بلایا جائے تو وہ اس تبلیغ اور دعوت سے کوئی نفع اور فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔

فتح کی خوشخبری کے پیغامبر ...... غرض غزوہ بدر سے فارغ ہونے اور اسلام کی پہلی اور عظیم الشان فتح حاصل کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو خوشخبری دے کر عالیہ کے مقام کی طرف بھیجا جو مدینے منورہ کے قریب اس سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔ اسی طرح حضرت زید ابن حارثہؓ کو آپ نے سافلہ کے مقام کی طرف یہ خوشخبری دے کر بھیجا۔ حضرت زیدؓ کو آنحضرت ﷺ نے اپنی اونٹنی قصوی پر سوار کر کے بھیجا اور ایک قول ہے کہ عضباء نامی اونٹنی پر بھیجا کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی اور مسلمانوں کو جو عظیم فتح نصیب فرمائی ہے اس کی اطلاع لوگوں کو پہنچا دیں چنانچہ عالیہ کے علاقوں میں حضرت عبداللہ ابن رواحہ اور سافلہ کے علاقوں میں حضرت زید ابن حارثہؓ نے جا کر اعلان کیا۔

"اے گروہ انصار! تمہیں خوشخبری ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی سلامتی اور مشرکوں کے قتل اور گرفتاری کی

فتح کی خبر پر کعب یہودی کا پیچ و تاب ...... ساتھ ہی یہ دونوں کہتے جاتے تھے کہ قریشی سرداروں میں سے فلاں اور فلاں قتل ہو گئے اور فلاں فلاں گرفتار ہو گئے۔

ان دونوں کے منہ سے یہ اعلان سن کر اللہ کا دشمن کعب ابن اشرف یہودی ان کو جھٹلانے لگا۔ وہ کہنے

Presented by Ziaraat.Com

لگا۔

"اگر محمد ﷺ نے ان بڑے بڑے سورماؤں کو مار ڈالا ہے تو زمین کی پشت پر رہنے سے زمین کے اندر رہنا۔ یعنی زندہ رہنے سے موت بہتر ہے۔"

صاحبزادی حضرت رقیہ کی وفات...... حضرت اسامہ ابن زیدؓ کہتے ہیں کہ فتح کی یہ خبر ہمیں اس وقت ملی جبکہ ہم مدینہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ کو دفن کر کے قبر کی مٹی برابر کر رہے تھے۔

آنحضرت ﷺ کو جب حضرت رقیہؓ کی تعزیت پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا۔

"الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے شریف بیٹیوں کا دفن ہونا بھی عزت کی بات ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ۔ بھلائیوں میں سے ہے بیٹیوں کا دفن ہونا۔"

اس سلسلے میں علامہ باخرزی کا قول بھی قابل تحسین ہے۔

القبر اخفی سترة للبنات
ودفنها یروی من المکرمات

ترجمہ: قبر لڑکیوں کے لئے سب سے بہترین پردے کی جگہ ہے اور ان کا دفن کرنا بھی ایک باعزت کام مانا گیا ہے۔

اما رایت اللہ عزاسمه
قدوضع النعش بحجب البنات

ترجمہ: کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ حق تعالیٰ نے لڑکیوں کے جنازے پر مزید ستر پوشی کے لئے گہوارہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

بیوی کی وفات پر حضرت عثمانؓ کی دل گرفتگی۔ یہ حضرت رقیہؓ حضرت عثمانؓ کی بیوی تھیں حضرت عثمانؓ کے ان سے ایک بیٹا تھا اسی لئے بیٹے کے نام سے پھر حضرت عثمان کا لقب پڑگیا تھا اس سے پہلے حضرت عثمان کا لقب ابو عمرو تھا حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد حضرت عثمانؓ کا نکاح آنحضرت ﷺ کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ کی بہن سے وحی کے آنے پر ہوا۔ چنانچہ ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت رقیہ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کو بہت غمگین اور اداس دیکھا تو فرمایا۔

"کیا بات ہے تم مجھے بہت رنجیدہ اور مغموم نظر آتے ہو۔"

حضرت عثمانؓ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! کیا مجھ سے بڑا صدمہ بھی کسی پر پڑا ہو گا! آپ کے اور میرے درمیان سے سسرالی رشتہ ختم ہو گیا۔"

دوسری صاحبزادی کا حضرت عثمانؓ سے نکاح...... ابھی حضرت عثمانؓ آپ سے بات ہی کر رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دے رہے ہیں کہ میں ان کی یعنی رقیہ کی بہن ام کلثوم کو اسی کے مہر پر اور اسی کی طرح تم سے بیاہ دوں!"

چنانچہ پھر آپ نے حضرت ام کلثومؓ کو ان سے بیاہ دیا۔ حضرت ام کلثوم کا نکاح کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ ایک دفعہ ان کے پاس گئے اور فرمایا۔

"بیٹی! ابو عمرو یعنی عثمان کہاں ہیں۔"

حضرت ام کلثومؓ نے عرض کیا کہ کسی کام سے گئے ہوئے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

Presented by Ziaraat.Com

"تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا۔"
حضرت ام کلثوم نے عرض کیا۔
"ابا جان! وہ بہت اچھے اور بلند مرتبہ شوہر ثابت ہوئے ہیں۔"

حضرت عثمانؓ کا مقام...... آپ نے فرمایا۔
"بیٹی کیوں نہ ہوں۔ وہ دنیا میں تمہارے دادا ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے باپ محمد ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں!"
ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عثمانؓ میرے صحابہ میں سب سے زیادہ میرے اخلاق و عادات سے مشابہ ہیں۔
حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔
"اگر آپ زمین والوں میں یوسف صدیق علیہ السلام کا شبیہ اور ہم شکل تلاش کرنا چاہیں تو عثمان ابن عفان کو دیکھ لیں!"
چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیوں کی شادی ہوتی اس لئے ان کو ذی النورین یعنی دو نور والے کہا جاتا ہے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک یہ شرف اور اعزاز حضرت عثمان غنیؓ کے سوا کسی دوسرے شخص کو حاصل نہیں ہوا کہ اس کے گھر میں نبی کی دو بیٹیاں رہی ہوں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔
"وہ شخص وہ ہیں جن کو آسمانوں میں ذی النورین کہا جاتا ہے۔"
پھر ۹ھ میں آنحضرت ﷺ کی ان دوسری صاحبزادی یعنی حضرت عثمانؓ کی بیوی ام کلثومؓ کی بھی وفات ہو گئی اس وقت آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا۔
"عثمان کی شادی کر دو۔ اگر میرے کوئی تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں اس کو بھی عثمان سے بیاہ دیتا بیٹی کا نکاح میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پر کیا تھا۔
ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا۔
"اگر میرے چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں ایک کے بعد ایک سب کو تم سے ہی بیاہتا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہتی۔"
حضرت عثمانؓ کی والدہ اروی بنت عبد المطلب رسول اللہ ﷺ کی پھوپی یعنی آنحضرت ﷺ کے والد عبد اللہ کی جڑواں بہن تھیں۔

فتح کی خبر اور منافقین...... غرض جب حضرت زید ابن حارثہؓ نے مدینے کے سافلہ کے علاقہ میں آکر فتح کی خوش خبری سنائی تو ایک منافق شخص نے کہا۔
"اصل بات یہ ہے کہ تمہارے ساتھی یعنی صحابہ شکست کھا کر اس بری طرح تتر بتر اور منتشر ہو گئے ہیں کہ اب کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکیں گے۔ محمد ﷺ قتل ہو گئے ہیں اور ان کے صحابہ شکست کھا گئے ہیں۔ دیکھو یہ محمد ﷺ کی اونٹنی ہے جس پر زید ابن حارثہ بیٹھ کر آئے ہیں۔ (یعنی اگر محمد ﷺ زندہ ہوتے تو اپنی اونٹنی پر

Presented by Ziaraat.Com

خود سوار ہوتے) مگر یہ زید ایسے بد حواس ہو رہے ہیں کہ انہیں خود بھی پتہ نہیں کہ کیا کہہ رہے ہیں!"

اسامہ ابن زیدؓ کہتے ہیں کہ منافقوں کی باتیں سن کر میں تنہائی میں اپنے والد حضرت زیدؓ کے پاس آیا اور ان سے اس منافق کی افواہوں کے بارے میں پوچھا۔ اس پر انہوں نے مجھے پوری تفصیل بتلائی۔ اس پر اسامہ نے (انتہائی مسرت کی وجہ سے) کہا

"کیا آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے۔"

حضرت زیدؓ نے کہا۔

"ہاں بیٹے! خدا کی قسم جو کچھ میں کہہ رہا ہوں بالکل سچ ہے!"

اسامہ کہتے ہیں۔ اب میرے دل کو اطمینان ہو گیا تو میں اسی منافق شخص کے پاس واپس آیا اور اس سے بولا۔

"تو آنحضرت ﷺ کے بارے میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والے! رسول اللہ ﷺ کو یہاں آنے دے ہم تجھے آپ کے سامنے پیش کریں گے۔ اس وقت تیری گردن مار دی جائے گی۔

یہ سن کر اس شخص نے کہا۔

"یہ باتیں تو میں نے لوگوں کو کہتے سنیں اور وہی خود بھی بیان کر دیں۔"

یہ باتیں اسامہ نے اس وقت سنی تھیں جبکہ اپنے والد سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی تھی (اسی لئے یہ وحشت ناک افواہ سن کر وہ فوراً اپنے والد حضرت زید ابن حارثہ کے پاس گئے اور ان سے صحیح حالات معلوم کئے)۔

<u>مال غنیمت کی تقسیم</u> ...... غرض فتح کے ان پیغامبروں کو بھیجنے کے بعد آنحضرت ﷺ خود میدان بدر سے مدینہ واپسی کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں جب آپ صفراء کی گھاٹی میں پہنچے تو وہاں آپ نے مال غنیمت تقسیم فرمایا۔ اس مال میں ایک سو پچاس اونٹ اور دس گھوڑے تھے۔ اس کے علاوہ ہر قسم کا سامان ہتھیار، کپڑے اور بے شمار کھالیں اور اون وغیرہ تھی جو مشرک اپنے ساتھ تجارت کے لئے لے کر آئے تھے۔ اس تقسیم کے وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک شخص نے اعلان کیا۔

"جس شخص نے کسی کو قتل کیا اس کے جسم کا سامان اسی کو ملے گا اور جس نے جس شخص کو گرفتار کیا وہ قیدی اسی کا ہے۔"

جیسا کہ بیان ہوا۔ غالباً یہ اعلان آنحضرت ﷺ کی طرف سے دو مرتبہ کرایا گیا ایک مرتبہ جنگ کے وقت تاکہ مجاہدین کو جہاد کی ترغیب ہو اور دوسری مرتبہ مال غنیمت تقسیم کئے جانے کے وقت یہی اعلان دہرایا گیا۔

<u>تقسیم پر مسلمانوں میں اختلاف</u> ...... چنانچہ مرنے والوں کے جسموں کے ساز و سامان اور قیدیوں کے علاوہ جو مال بچا وہ مسلمانوں میں برابر تقسیم کیا گیا۔ تقسیم کے وقت اس بارے میں مسلمانوں کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ جن لوگوں نے دشمن سے جنگ کی اور ان کی پیش قدمی کو روکا وہ کہتے تھے کہ مال غنیمت کے ہم سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ دوسری طرف جن لوگوں نے مال غنیمت کو جمع کیا تھا وہ کہتے تھے کہ ہم اس کے حقدار ہیں۔ اسی طرح جن صحابہ نے عریش یعنی اس چھپر میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت اور نگہبانی کی تھی وہ کہتے تھے کہ ہمارے مقابلے میں دوسرے اس کے حقدار نہیں ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

"حضرت سعد ابن معاذ اس عریش کے دروازے پر محافظ تھے جس میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کچھ انصاریوں کے ساتھ مقیم تھے۔ حضرت عبادہؓ ابن صامت سے روایت ہے کہ دشمن جس وقت شکست کھا کر بھاگا تو صحابہ کی ایک جماعت نے اس کا پیچھا کیا ایک جماعت مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مشغول ہو گئی اور اس نے تمام مال ایک جگہ جمع کیا اور صحابہ کی تیسری جماعت دشمن کے پسپا ہونے کے وقت اس عریش کے گرد آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے ٹھہر گئی کہ مبادا دشمن اچانک دوسری طرف سے آنحضرت ﷺ کو گزند پہنچانے کی کوشش کرے۔ غالباً یہ جماعت ان لوگوں کے علاوہ تھی جو حضرت سعد ابن معاذ کی سربراہی میں پہلے سے عریش کے گرد پہرہ دے رہے تھے۔

غرض اب ان لوگوں نے جنہوں نے مال غنیمت اکٹھا کیا تھا دعویٰ کیا کہ اس کے حقدار سب سے زیادہ ہم ہیں۔ ادھر ان کے علاوہ جو دوسرے لوگ تھے انہوں نے ان کے دعوی کو تسلیم نہیں کیا اور کہا کہ تم سے زیادہ ہم اس کے حقدار ہیں۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ دشمن کے پسپا ہونے کے وقت ایک جماعت آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے عریش کے گرد پہرہ دے رہی تھی۔ تو اس قول سے حضرت سعدؓ کی اس گزشتہ روایت کی تردید نہیں ہوتی جس میں گزرا ہے کہ جب مشرک پسپا ہوئے تو آنحضرت ﷺ ننگی تلوار لئے ان کے تعاقب میں تشریف لے گئے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے کہ سیہزم الجمع ویولون الدبر کیونکہ یہ ممکن ہے آنحضرت ﷺ تھوڑی دیر کے لئے مشرکوں کے تعاقب میں نکلے ہوں اور اس کے بعد فوراً ہی واپس عریش میں تشریف لے آئے ہوں اور اس وقت ان حضرات نے عریش کے گرد آپ کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا ہو!"

<u>آسمانی فیصلہ</u>...... غرض صحابہ کے درمیان مال غنیمت کی تقسیم کے وقت پیدا ہونے والے اختلاف پر حق تعالیٰ نے یہ سورہ انفال نازل فرمائی۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ص وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ الآیہ پ ۹ سورہ انفال ع ۱ آیت ۱

ترجمہ: یہ لوگ آپ سے خاص غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور رسول کی ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

یہاں نفل (انفال) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ نفل کا لفظ مال غنیمت کے لئے بھی بولا جاتا ہے جس طرح یہاں ہوا ہے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا۔ یہاں حق تعالیٰ نے نفل کے بجائے اس کی جمع انفال کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے معنی ہیں غنیمتیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مال سے مسلمانوں کے مال میں اضافہ ہوا ہے اور یہ اس کے علاوہ ہے۔ اسی طرح انفال کے علاوہ فئی کا لفظ ہے جو سورہ حشر میں ذکر ہوا ہے سورہ حشر غزوہ بنی نضیر کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔ وہاں فئی کا لفظ بھی مال غنیمت کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

فئی کے معنی لوٹائی ہوئی چیز کے ہیں مال غنیمت کو حق تعالیٰ نے اس لئے فئی فرمایا ہے کہ خدا نے اس مال و دولت کو کفار سے لے کر مومنوں کے پاس لوٹا دیا کیونکہ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کی (یعنی مومنوں کی) اعانت اور مدد کے لئے مال کو پیدا فرمایا ہے کیونکہ مخلوق کو عبادت کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے چنانچہ

Presented by Ziaraat.Com

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے پاس وہ چیز لوٹادی جس کے وہ مستحق تھے جیسا کہ اگر کسی شخص کی میراث غصب کرلی گئی ہو اور وہ اس کو ولادی جائے چاہے اس سے پہلے بھی وہ میراث اس کے قبضے میں نہ رہی ہو (مگر اس کا مستحق وہی ہوگا)۔

اسی بنیاد پر بعض علماء کا قول ہے کہ فئی کے مستحق صدقہ کے مستحق لوگوں سے علیحدہ ہیں اور صدقہ کے مستحق فئی کے مستحقوں سے علیحدہ ہیں۔ صدقہ سے یتیموں، مسکینوں اور کمزوروں کی امداد کی جاتی ہے۔

پھر جب وہ یتیم بالغ ہو جائے تو وہ صدقہ کے بجائے فئی یعنی مال غنیمت کا مستحق ہو جاتا ہے اور صدقہ کے استحقاق سے نکل جاتا ہے۔

لہذا حق تعالیٰ نے وہ مال ان مشرکوں کے ہاتھوں سے نکال کر اپنے رسول کے ہاتھ میں دیدیا۔ یعنی اس نے جہاں چاہا اس مال کو پہنچادیا۔ لہذا یہ آیت جو اوپر تحریر ہوئی اس بات کی دلیل ہے کہ تمام مال غنیمت خاص رسول اللہ ﷺ کا تھا اس میں سے کوئی چیز ان لوگوں کی نہیں تھی جنہوں نے جہاد کیا تھا۔ مگر پھر اس کے بعد اس آیت کا حکم حق تعالیٰ کے اس دوسرے ارشاد سے منسوخ ہو گیا جو یہ ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ الآیہ پ ۱۰ سورہ انفال ع ۵ آیت ۴۱

ترجمہ: اور اس بات کو جان لو کہ جو شئے کفار سے بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کا ہے اور ایک حصہ یتیموں کا ہے اور ایک حصہ غریبوں کا ہے اور ایک حصہ مسافروں کا ہے۔

غازیوں اور بیت المال کے حصے...... اب گویا پانچواں حصہ بیت المال کے لئے نکالنے کے بعد باقی چار حصے سرفروشوں اور غازیوں کے ہیں۔ گویا یہ پانچواں حصہ جو ہے اس کے پانچ حصے کئے جائیں گے۔ ایک رسول اللہ ﷺ کا ہوگا جس میں سے آپ جو چاہیں کریں اور اس پانچویں حصے کے باقی چار حصے ان لوگوں کا حق ہوں گے جن کا آیت پاک میں ذکر کیا گیا ہے اور باقی چار عدد پانچویں حصے مجاہدین اور غازیوں کا حق ہوں گے۔

آگے حضرت عبداللہ ابن جحش کے نخلہ کے سریہ میں بیان ہوگا کہ جو مال غنیمت حضرت عبداللہؓ لے کر آئے آپ نے ان کو اسی طرح تقسیم فرمایا کہ آپ نے اس کا پانچواں حصہ تو اللہ کے لئے نکالا اور باقی چار حصے غازیوں میں تقسیم فرمائے۔ ایک قول یہ ہے کہ خود حضرت عبداللہ نے ہی اس مال کے اسی طرح پانچ حصے کر دیئے تھے اور آنحضرت ﷺ نے اس کو درست قرار دیا تھا۔

اس طرح یہ مال غنیمت اسلام کا پہلا غنیمت ہے اور یہی وہ غنیمت ہے جس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا تو گویا اس غنیمت کے پانچ حصے سورہ انفال کی اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کئے گئے جس میں غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ جیسا کہ بتلایا گیا۔ یہ آیت غزوہ بدر کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ آیت ان آیتوں میں سے ہے جن کا حکم پہلے نازل ہو گیا اور آیت بعد میں نازل ہوئی۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس امت کے لئے مال غنیمت کو حلال کئے جانے کی ابتدا غزوہ بدر میں ہی ہوئی جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیثوں سے ثابت ہے۔ غنیمت کو حلال کئے جانے کا حکم حق تعالیٰ کے اس ارشاد

Presented by Ziaraat.Com

میں دیا گیا ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ الآیہ پ ۱۰ سورہ انفال ع ۹ آیت ۶۹

ترجمہ: سو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں۔

لہٰذا اس حکم کے ذریعہ مال غنیمت مسلمانوں کے لئے حلال کر دیا گیا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اب یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نخلہ کے معرکہ کی غنیمت کی تقسیم کو غزوہ بدر سے اپنی واپسی تک روک کے رکھا تھا (یعنی اگر غزوہ بدر کے مال غنیمت کو وہ پہلی غنیمت مانا جائے جو مسلمانوں کے لئے حلال کی گئی) مگر یہ بات اس گزشتہ قول سے کمزور ہو جاتی ہے کہ نخلہ کے مال غنیمت کو غزوہ بدر سے پہلے فوراً آنحضرت ﷺ نے پانچ حصوں میں تقسیم فرمایا تھا یا عبداللہ ابن جحش نے تقسیم کیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے اس کو درست قرار دیا تھا۔ یہ بات علم میں آچکی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ بدر کے مال غنیمت کو مسلمانوں کے درمیان برابر برابر تقسیم فرمایا تھا۔ یعنی اس میں ایک دوسرے کے درمیان کوئی فرق اور امتیاز نہیں فرمایا تھا۔ پیدل کو پیدل کے برابر اور گھوڑے سوار کو گھوڑے سوار کے برابر رکھا تھا۔ مگر یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس دن گھوڑے سوار کو پیدل پر فضیلت حاصل تھی (یعنی اس کا حصہ زیادہ تھا) اس کا جواب آگے آئے گا۔

اس سے اس قول کی بھی تائید ہوتی ہے جس کے مطابق اس روز اسلامی لشکر میں پانچ یا دو گھوڑے تھے بخلاف اس قول کے جس کے مطابق بدر میں صرف ایک ہی گھوڑا تھا جیسا کہ بیان ہوا۔ (اس قول کی تائید اس لفظ سے ہوتی ہے کہ گھوڑے سوار کو گھوڑے سوار کے برابر حصہ ملا جس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے سوار ایک سے زائد تھے)۔

یہاں تک کہ خود آنحضرت ﷺ کا بھی ایک ہی حصہ لگا یعنی جتنا دوسرے گھوڑے سواروں کو ملا اتنا ہی آپ کو بھی ملا (یعنی ایک گھوڑے سوار کے برابر حصہ ملا) یہ وضاحت اس قول کی بنیاد پر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس غزوہ بدر میں دو گھوڑے تھے۔ البتہ آپ کو جو چیز زائد ملی وہ ذوالفقار نامی تلوار تھی جو آپ نے اپنے لئے منتخب فرمائی تھی جس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

اب حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جو یہ قول ہے کہ کیا آپ گھوڑے سوار کو بھی اتنا ہی دے رہے ہیں جتنا کمزور کو دے رہے ہیں۔ جس سے وہ ناراض ہو رہے ہیں۔ تو اس میں گویا گھوڑے سوار سے ان کی مراد قوی ہے چنانچہ مسند امام احمد میں حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! گھوڑے سوار جس کی قوم کو ضرورت ہوتی ہے کیا اس کا اور دوسرے کا حصہ برابر ہوگا!"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"تمہارا برا ہو۔ کیا تم اپنے کمزور لوگوں کے بغیر فتح پا سکتے ہو۔"

اب گویا مسند امام احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے سوار سے حضرت سعدؓ کی مراد قوی ہے کیونکہ انہوں نے اس کے مقابلہ میں پیدل کہنے کے بجائے کمزور کا لفظ استعمال کیا ہے۔ لہٰذا جب یہاں گھوڑے سوار مراد نہیں تو اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ گھوڑے سوار کو اس کے گھوڑے کے دو حصے دیئے گئے اور

Presented by Ziaraat.Com

خود سوار کو پیدل کی حیثیت سے ایک حصہ دیا گیا۔

معذورین کا حصہ...... آنحضرت ﷺ نے اس مال غنیمت میں ان لوگوں کے حصے بھی نکالے جو غزوہ بدر میں حاضر نہیں تھے جیسے وہ لوگ جن کو خود آنحضرت ﷺ نے ان کے کسی عذر کی وجہ سے غزوہ میں شرکت سے منع فرمادیا تھا جیسے حضرت عثمان ابن عفان کہ ان کو آنحضرت ﷺ نے ان کی بیوی یعنی آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ کی بیماری کی وجہ سے مدینے میں ٹھہرنے کا حکم فرمایا جیسا کہ بیان ہوا یا اس وجہ سے کہ خود حضرت عثمانؓ کے چیچک نکلی ہوئی تھی جیسا کہ بیان ہوا۔ اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے ان کو اصحاب بدر میں شمار فرمایا۔

اسی طرح حضرت ابولبابہ تھے کہ خود آنحضرت ﷺ نے ان کو مدینے والوں کے پاس چھوڑا تھا۔ اسی طرح حضرت عاصم ابن عدی تھے کہ ان کو آپ نے قبا اور عالیہ والوں کے پاس چھوڑا تھا۔

اسی طرح آپ نے ان لوگوں کا حصہ بھی لگایا جن کو آپ نے جاسوس کے طور پر دشمن کی خبریں لانے کے لئے بھیجا تھا اور وہ لوگ اس وقت واپس آئے جبکہ غزوہ بدر ختم ہو چکا تھا۔ یہ لوگ حضرت طلحہ ابن عبید اللہ اور سعید ابن زید تھے جیسا کہ بیان ہوا۔

ان کے علاوہ حرث ابن حاطب تھے کہ ان کو بنی عمرو ابن عوف کے واقعات کے سلسلے میں آپ نے بھیجا تھا۔ اسی طرح خوات ابن جبیر اور حرث ابن صمہ تھے کہ وہ لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے مگر روحاء کے مقام پر دونوں کے چوٹ آگئی اور وہ چلنے کے قابل نہ رہے اس لئے آپ نے ان کو واپس فرمادیا جیسا کہ بیان ہوا۔

مگر ان کے مسئلہ میں علامہ سیوطی نے تامل کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے خصائص صغری میں بیان کیا کہ آپ نے غزوہ بدر میں غیر حاضر لوگوں میں حضرت عثمان کا ایک حصہ لگایا۔ ان کے علاوہ غیر حاضر لوگوں میں آپ نے کسی اور کا حصہ نہیں نکالا۔ اس روایت کو ابوداؤد نے ابن عمر سے بیان کیا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ مال غنیمت میں کا یہ حصہ صرف حضرت عثمانؓ کے لئے خاص ہے کیونکہ وہ مدینے میں رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی یعنی اپنی بیوی کی تیمارداری کر رہے تھے۔ یہاں تک علامہ خطابی کا حوالہ ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے چودہ ایسے شہیدوں کا حصہ بھی نکالا جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے غالباً یہ حضرات جنگ کے دوران شہید نہیں ہوئے بلکہ زخمی ہو کر غزوہ ختم ہونے کے بعد ان کی وفات ہوئی لہذا یہ بات ہمارے یعنی شافعی فقہاء کے قول کے خلاف نہیں رہتی جس کے مطابق وہ حضرات جو غزوہ کے دوران شہید ہو جائیں مال غنیمت میں سے ان کا حصہ نہیں نکالا جاتا۔

شمشیر ذوالفقار...... آنحضرت ﷺ نے مال غنیمت میں کے اپنے حصے سے زیادہ وہ تلوار لی جس کا نام ذوالفقار ہوا۔ یہ تلوار منبہ ابن حجاج کی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے بیٹے عاص کی تھی وہ بھی بدر کے دن ہی قتل ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے چچا نبیہ کی تھی۔ مگر ابی العباس ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ یہ تلوار ابو جہل کی تھی۔

اب یہ بات ممکن ہے کہ اصل میں یہ تلوار ابو جہل کی ہی رہی ہو اور پھر اس نے اس کو منبہ ابن حجاج یا ان دونوں میں سے کسی کو دیدی ہو جن کا گزشتہ سطروں میں ذکر ہوا۔ مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے برعکس بھی ممکن ہے (کہ اصل میں منبہ کی رہی ہو اور اس نے ابو جہل کو دیدی ہو) کیونکہ گزشتہ سطروں میں بیان ہو چکا ہے کہ ابو جہل کی تلوار حضرت ابن مسعودؓ کو ملی تھی۔ بہرحال اس تفصیل کے ساتھ گزشتہ روایتوں میں کوئی

Presented by Ziaraat.Com

مخالفت باقی نہیں رہتی۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے ابو جہل کا اونٹ بھی اپنے لئے لے لیا تھا (جو آپ کے حصے کے علاوہ تھا) یہ اونٹ مہری یعنی نہایت بہترین اور بے حد تیز رفتار تھا۔ (تیز رفتار اونٹ کو مہری کہتے ہیں۔ یہ لفظ مہر ابن حیدان کی طرف نسبت کیا جاتا ہے کہ تیز رفتاری اور بھاگنے میں کوئی دوسرا اونٹ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا)۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے سب غزوؤں میں اسی اونٹ پر سوار ہو کر شرکت فرمائی یہاں تک کہ حدیبیہ کے موقعہ پر آپ نے اس کو قربانی کے لئے حرم میں بھیج دیا۔ جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔

اپنے حصہ سے زیادہ آپ نے جو چیزیں لیں۔ یعنی غنیمت کی تقسیم سے پہلے اس صورت میں جبکہ آنحضرت ﷺ بھی لشکر کے ساتھ ہوں تو اس کو صفی اور صفیہ کہتے ہیں وہ چیز چاہے غلام ہو یا باندی۔ سواری ہو یا تلوار یا زرہ بکتر۔

مگر کتاب امتاع میں محمد ابن ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے ہر مال غنیمت میں صفی ہوتی تھی چاہے آپ اس لشکر کے ساتھ رہے ہوں یا غیر حاضر رہے ہوں۔ (یعنی ہر مال غنیمت میں آنحضرت ﷺ کو اپنے لئے کسی بھی چیز کے انتخاب کا حق تھا جس کو صفی کہتے ہیں اور جو آپ کے حصے کے علاوہ ہوتی تھی)۔

مگر بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ یہ صفی اور انتخاب کی چیز جب آنحضرت ﷺ پسند کر لیتے تھے تو اس کے برابر چیز آپ کے حصے میں سے کم کر دی جاتی تھی۔ مگر ایک قول یہ ہے کہ وہ چیز آپ کے حصے کے علاوہ ہوتی تھی۔

اس بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ چیزیں جن کے متعلق یہ اختلاف ہوا پانچواں حصہ نکالنے کی آیت کے نزول کے بعد کی ہیں جبکہ یہ بات اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کی ہے۔ لہٰذا اب یہ بات اس گزشتہ تفصیل کے خلاف نہیں رہی کہ آپ نے تقسیم سے پہلے جو چیزیں لے لی تھیں وہ آپ کے اس حصے سے زائد تھیں جو سب لوگوں کے حصوں کے برابر تھا (یعنی مال غنیمت کے حصے کئے جانے اور اسے تقسیم کرنے سے پہلے آپ نے اپنے لئے صفی کا انتخاب فرما لیا تھا)۔

جاہلیت میں تقسیم غنیمت کے طریقے ...... جاہلیت کے زمانے میں جب سردار خود لشکر کے ساتھ ہوتا تھا اور اپنے حصے سے زائد کوئی چیز چھانٹ لیتا تھا تو اس کو مرباع کہتے تھے یہ لفظ ربع یعنی چوتھائی سے بنا ہے کہ سردار مال غنیمت کا چوتھا حصہ لے لیتا تھا۔

مرباع کے بارے میں یہی سننے میں آیا ہے کہ وہ چوتھائی ہی ہوتا تھا۔ بخلاف اس کے پانچواں حصہ اور اس کے بعد کے حصے ہوتے تھے۔ دوسری طرف صفایا یعنی صفی ہوتے تھے۔ صفی وہ ہوتا تھا جس کو قوم کا سردار اپنے اختیار کے تحت مال غنیمت میں سے چن لیتا تھا۔ تیسری چیز نشیطہ ہوتی تھی۔ نشیطہ اس مال کو کہتے ہیں جو لشکر کو اس کی اصل منزل اور مقصد تک پہنچنے سے پہلے راستے میں حاصل ہو جاتا تھا۔

اس طرح سردار قوم کے لئے ایک چیز اور ہوتی تھی جو صرف اسی کا حق سمجھی جاتی تھی اس کو نقیعہ کہتے ہیں نقیعہ وہ اونٹ ہوتا تھا جس کو قوم کا سردار مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے چھانٹ کر ذبح کرتا تھا اور اس سے لوگوں کی دعوت کرتا تھا۔ یہ سب تفصیلات علامہ تبریزی کی کتاب شرح حماسہ میں درج ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

(قال) اسلام آنے کے بعد جہاں جاہلیت کے زمانے کی اور رسمیں اور قاعدے قانون ختم ہوئے وہیں نقیعہ اور نشیطہ کے قاعدے بھی ختم کر دیئے گئے (اسلام نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال کے لئے وقف کیا اور باقی سب کے لئے رکھا)۔

نضر ابن حرث کا قتل ...... غرض غزوہ بدر سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دے کر صفراء کے مقام پر نضر ابن حرث کو قتل کرلیا۔

کتاب امتاع میں ہے کہ نضر ابن حرث جنگی قیدی کی حیثیت سے آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اس پر نضر نے یسیر سے کہا جو اس کی برابر میں کھڑے تھے۔

"خدا کی قسم یہ محمد ہی میرے قاتل ہوں گے کیونکہ انہوں نے جن نظروں سے مجھے دیکھا ہے ان میں موت پوشیدہ ہے!"

یسیر نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ یہ صرف تمہارا خوف اور دہشت ہے!"

پھر نضر نے حضرت مصعب ابن عمیر سے کہا۔

"مصعب! تم رشتے کے لحاظ سے ان کے مقابلے میں مجھ سے زیادہ قریب ہو اس لئے اپنے ان صاحب یعنی آنحضرت ﷺ سے کہو کہ میرے دوسرے ساتھیوں یعنی قیدیوں کی طرح مجھے بھی سمجھیں۔ خدا کی قسم یہی میرے قاتل ہوں گے!"

حضرت مصعب نے کہا۔

"تو اللہ کی کتاب کے بارے میں کیا کچھ نہیں کہتا تھا۔ تو خدا کے رسول کے متعلق کیا کیا کہا کرتا تھا اور تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو بڑی بڑی اذیتیں دیتا تھا۔"

علامہ سیوطی کی کتاب اسباب نزول میں اس کے سلسلے میں ایک روایت ہے جس کو علامہ نے درست قرار دیا ہے حضرت مقداد نے نضر ابن حرث کو گرفتار کیا تھا۔ اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے نضر کے قتل کا حکم دیا تو مقداد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ میرا قیدی ہے (کیونکہ آنحضرت ﷺ یہ اعلان فرما چکے تھے کہ جس شخص نے جس قیدی کو گرفتار کیا ہے وہ اسی کا غلام ہوگا) حضرت مقداد کی یہ بات سن کر آپ نے ان سے فرمایا کہ یہ کتاب اللہ کے بارے میں بدزبانی کیا کرتا تھا۔

نضر کے قتل پر بہن کا مرثیہ اور آنحضرت ﷺ کا تاثر ...... غرض صفراء کے مقام پر آپ کے حکم سے نضر ابن حرث کو ہلاک کر دیا گیا اس کی موت پر اس کی بہن نے اس کا مرثیہ لکھا تھا۔ ایک قول ہے کہ بیٹی نے لکھا تھا۔ یہ اس کے بعد فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو گئی تھیں۔ ان کے کہے ہوئے مرثیہ کے چند مصرعے یہ ہیں۔

امحمد یا خیر ضنء کریمہ حماسہ میں اس مصرعہ کو میں نے اس طرح دیکھا ہے۔

امحمد ولانت ضنء نجیبة . فی قومها والفحل فحل معرق

ترجمہ: محمد ﷺ اپنے قبیلے میں ایک شریف ترین انسان ہیں اور جواں مرد ہی ہے جو قبیلے کا شریف ترین انسان ہو۔

ماکان ضرك لومننت وربما . من الفتی وهوا المغیظ المحنق

Presented by Ziaraat.Com

ترجمہ: اے محمد اگر اس مقتول پر رحم کھا کر اس کو چھوڑ دیتے تو آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچتا کیونکہ شریف آدمی بھی ایسے شخص پر بھی احسان کر دیتا ہے جو اس کے نزدیک گردن زدنی ہو۔

آنحضرت ﷺ نے جب یہ شعر سنے تو آپ آبدیدہ ہوگئے اور اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہوگئی۔ پھر آپ نے فرمایا۔

"اگر اس کو قتل کرانے سے پہلے میں یہ شعر سن پاتا تو اس کو معاف کر دیتا۔"

مطلب یہ ہے کہ ان شعروں کو بطور سفارش کے قبول کر کے اس کو امان دیدیتا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نضر کے قتل کرانے پر نادم ہوئے یا پچھتائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ بھی حکم فرماتے تھے اور جو کچھ کرتے تھے وہ حق اور صرف حق ہوتا تھا۔

اسی نضر ابن حرث کے ایک بھائی تھے جن کا نام نضیر تھا یہ سب سے بوڑھے مہاجر تھے۔ ایک قول ہے کہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہونے والوں میں سے تھے۔ غالباً اسی بات کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ غزوہ حنین کے مال غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ نے ان کو سو اونٹ مرحمت فرمائے۔ اس پر ایک شخص نضیر کے پاس سو اونٹوں کی خوش خبری لے کر آیا تو انہوں نے کہا۔

"میں یہ اونٹ نہیں لوں گا۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں آنحضرت ﷺ یہ سو اونٹ مجھے اس لئے دے رہے ہیں کہ اسلام پر میرا دل جم جائے۔ مگر میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ اس سلسلے میں کوئی رشوت قبول کروں!"

ان سے کہا گیا کہ یہ تو آنحضرت ﷺ کا عطیہ ہے۔ اس پر انہوں نے یہ سو اونٹ قبول کر لئے اور ان میں سے دس اونٹ خوشخبری لانے والے کو دیئے اور باقی نوے اونٹ آنحضرت ﷺ کے عطیہ کے طور پر اپنے پاس رکھے)۔

<u>عقبہ ابن معیط کا قتل</u>...... غرض صفراء کے مقام پر نضر ابن حرث کو قتل کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ وہاں سے آگے روانہ ہوئے اور عرق ظبیہ کے مقام پر آپ نے عقبہ ابن معیط کو قتل کئے جانے کا حکم دیا۔ یہ عرق ظبیہ ایک درخت تھا جس کے نیچے مسافر سائے میں آرام کرتے تھے۔

جب عقبہ کو قتل کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کے سامنے لایا گیا تو اس نے کہا کہ اے محمد! ایک بے دین کا ٹھکانہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا جہنم۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب عقبہ کو قتل کے لئے لایا گیا تو اس نے فریاد کرتے ہوئے مسلمانوں سے کہا۔

"اے گروہ قریش! مجھے کس وجہ سے تمہارے سامنے یوں بے کسی کے ساتھ قتل کیا جا رہا ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"تمہارے کفر اور فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ میرے منہ پر تھوکنے کی وجہ سے!"

یہ عقبہ آنحضرت ﷺ کے پاس اکثر بیٹھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے یہاں ایک دعوت کا اہتمام ہوا اس نے رسول اللہ ﷺ کو بھی دعوت میں بلایا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ اس وقت تک اس کا کھانا نہیں کھائیں گے جب تک کہ یہ کلمہ شہادت نہیں پڑھے گا۔ یعنی مسلمان نہیں ہو جائے گا۔ عقبہ نے کلمہ شہادت پڑھ دیا (تاکہ

Presented by Ziaraat.Com

مہمان کی بات پوری ہو جائے) ابی ابن خلف عقبہ کا دوست تھا اس نے عقبہ کو بہت ملامت کی اور کہا کہ تو بے دین ہو گیا ہے۔ عقبہ نے کہا۔

"انہوں نے اس کے بغیر کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ اس وقت میرے گھر میں تھے اس لئے مجھے شرم آئی کہ وہ بغیر کھائے چلے جائیں! اس لئے میں نے ان کی خواہش کے مطابق شہادت کا کلمہ کہہ دیا مگر میرے دل میں کچھ نہیں ہے۔"

اس پر ابی ابن خلف نے کہا۔

"اچھا تو اس وقت تک تم پر میری صورت دیکھنا حرام ہے جب تک کہ تم ان کی گردن کو پامال نہ کرو اور ان کے منہ پر نہ تھوکو اور ان کی آنکھوں پر تھپڑ نہ مارو!"

چنانچہ اس کے بعد ایک دن عقبہ نے آنحضرت ﷺ کو دار الندوہ میں دیکھا۔ آپ اس وقت سجدہ میں تھے۔ عقبہ نے وہی سب کیا جو ابی ابن خلف نے اس سے کہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے عقبہ سے فرمایا۔

"مکے سے باہر میں تجھ سے جب بھی ملوں گا تو اسی حالت میں ملوں گا کہ تلوار سے تیرا سر قلم کروں گا!"

کشاف میں یہ تفصیل اسی طرح ہے۔ غرض جب عرق ظبیہ کے مقام پر آنحضرت ﷺ نے عقبہ کو قتل کرنے کے لئے بلوایا اور عقبہ نے فریاد کی تو آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تجھے تیری ان بیہودگیوں کی وجہ سے قتل کیا جا رہا ہے۔ ایک روایت میں آپ کے الفاظ یہ ہیں کہ

"تیرے کفر، تیری بد تمیزیوں اور تیری اس سرکشی کی وجہ سے جو تو نے اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں کی۔"

اسی عقبہ کے متعلق حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا الآیہ پ ۱۹ سورہ فرقان ع ۳ آیت ۲۷

ترجمہ: اور جس روز ظالم یعنی آدمی غایت حسرت سے اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھاوے گا اور کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دین کی راہ پر لگ جاتا۔

ابن قتیبہ نے روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کے قتل کا حکم دیا اور اس نے فریاد کی کہ اے گروہ قریش! مجھے تمہارے سامنے کیوں اس بے کسی کے ساتھ قتل کیا جا رہا ہے جبکہ میں بھی تم ہی میں سے ایک ہوں تو اس کے بعد اس نے آنحضرت ﷺ سے کہا۔

"اے محمد! میں تمہیں خدا کا اور رشتہ داری کا واسطہ دیتا ہوں!"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"تم صرف صفوریہ کے یہودیوں میں سے ایک یہودی ہو!"

یعنی تم سے قبیلے یا خاندان کی کوئی رشتہ داری نہیں ہے کہ تم صلہ رحمی کا واسطہ دے رہے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عقبہ ابن معیط قبیلہ قریش سے نہیں تھا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عقبہ کے باپ معیط کا دادا امیہ اپنے چچا ہاشم کے ساتھ ملک شام کو گیا تھا

Presented by Ziaraat.Com

جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ پھر وہ وہیں صفوریہ کے مقام پر رہ پڑا۔ وہیں ایک یہودی عورت سے اس کے تعلقات ہوگئے اور امیہ نے اس کے ساتھ زنا کیا جبکہ اس کا شوہر بھی تھا جو صفوریہ کے یہودیوں میں سے تھا۔ اس زنا کے نتیجہ میں اس عورت کے یہاں اپنے شوہر کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کو ابو عمرو کہا جاتا تھا یہی ابو عمرو عتبہ کا باپ میںظ تھا لہٰذا جاہلیت کے زمانے کی رسم کے مطابق وہ بچہ باپ کے حوالے کیا گیا۔ امیہ اس کو لے کر کے آگیا یہاں اس نے بچے کا نام ذکوان رکھا اور اس کا لقب ابو عمرو رکھا حالانکہ وہ اس کا ناجائز بیٹا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ ابو عمرو۔ امیہ کا غلام تھا پھر اس نے اس غلام کو منہ بولا بیٹا بنالیا۔ اس کے بعد جب امیہ کا انتقال ہوا تو جاہلیت کے دستور کے مطابق ابو عمرو اپنے باپ کی بیوی کا مالک ہو گیا۔

اسی دوسرے قول کی تائید بعض مورخوں نے بھی کی ہے کہ امیر معاویہ کی خلافت کے زمانے میں ایک دفعہ ان کے پاس ایک شخص آیا انہوں نے اس سے اس کی عمر پوچھی تو اس نے بتایا کہ دو سو چالیس سال۔ امیر معاویہ نے پوچھا کہ تم نے زمانے میں کیا کیا دیکھا تو اس نے کہ۔

"مصیبتوں اور بلاؤں کے دور بھی اور فراغت کے دور بھی۔ باپ مرگئے اور بیٹے جانشین بنتے گئے۔ اگر مرنے والے نہ مرتے تو یہ دنیا انسانوں سے بھر جاتی اور اگر اولادیں نہ پیدا ہوتیں تو آج دنیا ویران ہو چکی ہوتی!"

پھر امیر معاویہ نے اس بوڑھے سے پوچھا کہ کیا تم نے عبدالمطلب کو بھی دیکھا ہے۔ اس نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے ان کے بڑھاپے کا زمانہ دیکھا ہے جب کہ وہ بھاری بھرکم باوقار اور شاندار آدمی تھے۔ ان کے دس بیٹے ان کے گرد اس طرح رہتے تھے جیسے چاند اور ستارے ہوتے ہیں۔"

پھر امیر معاویہ نے بوڑھے سے اپنے دادا امیہ ابن عبد شمس کے بارے میں پوچھا کہ کیا تم نے ان کو بھی دیکھا ہے۔ اس نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے ان کو دیکھا ہے وہ کمزور نظر کے اور گہرے رنگ کے ایک بد شکل آدمی تھے اور ان کو ان کا غلام ذکوان راہبر کے طور پر لے کر چلتا تھا!"

امیر معاویہ نے یہ سن کر کہا۔

"تیرا برا ہو۔ خاموش ہو جا۔ تو ذکوان کو ان کا غلام کہتا ہے حالانکہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ذکوان امیہ کا بیٹا تھا۔"

اس پر اس بوڑھے نے کہا کہ یہ بات تم خود ہی تو کہتے ہو۔

غرض عرق ظبیہ کے مقام پر اسکو آنحضرت ﷺ کے حکم پر حضرت عاصم ابن ثابت نے قتل کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا۔ نیز عقبہ کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کو ایک درخت پر لٹکا کر پھانسی دی گئی تھی۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: محمد ابن صہیب ہاشمی نے کہا ہے کہ اسلام آنے کے بعد یہ عقبہ پہلا شخص ہے جس کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔ مگر علامہ ابن جوزی نے اس قول کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ اسلام میں وہ پہلا شخص جس کو پھانسی دی گئی خبیب ابن عدی ہیں۔

مگر ان دونوں اقوال سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہونا چاہئے کیونکہ خبیب ابن عدی کو جن لوگوں نے پہلا

Presented by Ziaraat.Com

پھانسی پانے والا قرار دیا ہے وہ اس لحاظ سے ہے کہ یہ مسلمانوں میں پہلے شخص ہیں جن کو سولی پر لٹکایا گیا اور عقبہ مشرکوں میں ایسا پہلا شخص ہے۔

کہا جاتا ہے کہ دنیا میں وہ پہلا شخص جس نے جان لینے کے لئے پھانسی کا طریقہ ایجاد کیا وہ فرعون ہے یہاں غالباً موسیٰ ابن عمران علیہ السلام کا فرعون مراد ہے ابراہیم علیہ السلام کا فرعون مراد نہیں ہے جو فرعونی سلسلے کا پہلا فرعون ہے۔ نہ ہی یوسف علیہ السلام کا فرعون مراد ہے اور نہ یعقوب علیہ السلام کے زمانے کا فرعون مراد ہے جو فرعونی سلسلے کا دوسرا فرعون تھا۔

ایک قول ہے کہ یوسف علیہ السلام کے زمانے کا جو فرعون تھا وہی موسیٰ علیہ السلام کا فرعون تھا۔ یعنی یوں کہنا چاہئے کہ فرعون یوسف موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک زندہ رہا اور پھر موسیٰ علیہ السلام ہی کے ہاتھوں وہ ہلاک ہوا۔

ابن قتیبہ نے سعید ابن جبیر سے روایت بیان کی ہے کہ طعیمہ ابن عدی کو بھی عقبہ ابن معیط اور نضر ابن حرث کیساتھ ہی شامل کیا جاتا ہے کیونکہ طعیمہ بھی اسی طرح ان کے ساتھ بے کسی میں قتل کیا گیا (یعنی جس طرح غزوہ بدر سے واپسی کے دوران راہ میں نضر ابن حرث اور عقبہ ابن معیط قتل کیئے گئے اسی طرح اسی راستے میں طعیمہ کو بھی قتل کیا گیا)۔

مگر اس روایت کو ماننے میں تامل ہوتا ہے کیونکہ پیچھے بیان ہوا ہے کہ طعیمہ کو حضرت حمزہؓ نے جنگ کے دوران ہلاک کیا تھا۔ ادھر آگے غزوہ احد میں بیان آرہا ہے کہ غزوہ بدر میں اسی طعیمہ کو قتل کرنا غزوہ احد میں حضرت حمزہؓ کے قتل کئے جانے کا سبب بنا۔

مدینے میں آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری ...... غرض اس کے بعد رسول اللہ ﷺ آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ قیدیوں سے ایک دن پہلے مدینے پہنچے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں مدینے پہنچا تو مجھے بھوک لگی تھی۔ اسی وقت ایک یہودی عورت نے میرا استقبال کیا جو اپنے سر پر بکری کا بھنا ہوا گوشت ایک پیالے میں اٹھائے ہوئے تھی اس نے کہا۔

"اے محمد! اس خدائے پاک کا شکر ہے جس نے آپ کو صحیح سلامت رکھا۔ میں نے منت مانی تھی کہ اگر آپ صحیح سلامت مدینے پہنچے تو میں اس بکری کو ذبح کروں گی اور اس بکری کا گوشت بھون کر آپ کے لئے لاؤں گی اور اس سے آپ کی تواضع کروں گی۔"

زہر خورانی کی کوشش ...... اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس بکری کو بولنے کی قوت عطا فرمادی اور اس نے کہا۔

"اے محمد ﷺ! میرا گوشت نہ کھائیے کیونکہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔

مگر خیبر کے موقع پر جب اسی طرح ایک یہودی عورت آپ کے لئے بکری کا بھونا ہوا گوشت لائی تھی تو اس نے آپ کو اس میں ملے ہوئے زہر کی خبر نہیں دی یہاں تک کہ اسے منہ میں رکھنے کے بعد آپ کو پتہ چلا جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آئے گی۔ وہیں یہ بھی ذکر آئے گا کہ آپ نے اس عورت سے گوشت میں زہر ملانے کا سبب بھی پوچھا تھا مگر یہاں آپ نے نہیں پوچھا۔

آنحضرت ﷺ جب مدینے کے قریب پہنچے تو مسلمان آپ کا استقبال کرنے اور فتح پر آپ کو مبارک

Presented by Ziaraat.Com

باد دینے کے لئے شہر سے باہر آئے یہ لوگ آپ سے روحاء کے مقام پر ملے۔ جب مسلمان مبارک باد دینے لگے تو غازیوں میں سے حضرت سلمہ ابن سلامہ ابن وقش نے ان سے کہا۔

"تم کس چیز پر ہمیں مبارک باد دے رہے ہو۔ خدا کی قسم ہمارا تو بوڑھی عورتوں سے سابقہ پڑا ایسا لگتا تھا جیسے مشرکین رسیوں میں بندھے ہوئے اونٹ تھے جن کو ہم ذبح کرتے چلے گئے۔"

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور آپ نے فرمایا۔

"وہی لوگ تو مکے کے بڑے بڑے سردار اور اشراف تھے!"

مدینے میں استقبال ...... غرض اس کے بعد جب آپ مدینے میں داخل ہوئے تو شہر کی بچیوں نے آپ کا استقبال اس طرح کیا کہ ان کے ہاتھوں میں دف تھے اور وہ یہ گیت گا رہی تھیں۔

طلع البدر علینا . من ثنیات الوداع

ترجمہ: ہمارے سامنے ثنیات وداع کی طرف سے بدر کامل طلوع ہوا ہے۔

وجب الشکر علینا . مادعاللہ داع

اس نعمت کے بدلے میں ہم پر ہمیشہ حق تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔

پھر آپ کو حضرت اسید ابن حضیر ملے اور انہوں نے کہا۔

"اس خدائے پاک کا شکر و احسان ہے جس نے آپ کو کامیاب و کامران فرمایا اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی فرمائیں۔"

غزوہ بدر سے واپسی میں ایک جگہ اچانک لوگوں کو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ موجود نہیں ہیں۔ سب لوگ وہیں رک گئے۔ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ کے ساتھ تشریف لائے لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کو کھو دیا تھا۔ آپ نے حضرت علیؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"ابوالحسن کے پیٹ میں اچانک درد ہو گیا تھا۔ میں ان کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تھا۔"

پھر آنحضرت ﷺ کے مدینے پہنچنے کے اگلے دن بدر کے جنگی قیدی مدینے پہنچے۔ آپ نے ان کو صحابہ میں تقسیم فرمایا اور ہدایت کی کہ ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا معاملہ کرو!"

مکے میں شکست کی اطلاع ...... دوسری طرف جنگ بدر میں قریش کی شکست کے بعد مکے میں جو شخص سب سے پہلے یہ خبر لے کر پہنچے وہ ابن عبد عمرو تھے جو اس وقت تک کافر تھے اور بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ انہوں نے وہاں پہنچتے ہی پکار پکار کر لوگوں سے کہنا شروع کیا۔

"عتبہ و شیبہ قتل ہو گئے۔ ابوالحکم یعنی ابوجہل اور امیہ بھی قتل ہو گئے اور سرداران قریش میں سے فلاں فلاں بھی قتل ہو گئے!"

قاصد کے ہوش و حواس پر شبہ ...... ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بتایا کہ فلاں فلاں لوگ گرفتار ہو گئے۔

یہ وحشت ناک خبر صفوان ابن امیہ نے بھی سنی جس کو بطحا کا سردار کہا جاتا تھا اور جو قریش کے سب سے زیادہ فصیح لوگوں میں سے تھا۔ یہ اس وقت حرم میں حجر اسود کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ (اس نے ابن عبد عمرو کا یقین نہیں کیا بلکہ وہ سمجھا کہ شاید یہ شخص پاگل ہو گیا ہے) اس لئے اس نے لوگوں سے کہا۔

"اگر یہ شخص صحیح الدماغ ہے تو اس سے ذرا میرے بارے میں تو پوچھنا۔"

Presented by Ziaraat.Com

چنانچہ لوگوں نے ابن عبد عمرو سے پوچھا کہ صفوان کا کیا ہوا۔ اس پر انہوں نے جواب دیا۔

"وہ تو یہ سامنے حجر اسود میں بیٹھا ہوا ہے مگر میں نے اس کے باپ اور بھائی کو قتل ہوتے خود دیکھا ہے!"

ابن عباس کے غلام عکرمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے غلام ابورافع نے ان سے بتایا تھا کہ میں پہلے عباس ابن عبدالمطلب کا غلام تھا۔ یعنی بعد میں حضرت عباسؓ نے ان کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہبہ کر دیا تھا آگے سرایا یعنی صحابہ کی فوجی مہمات کے بیان میں اس پر تفصیلی بحث آئے گی (حضرت عباسؓ قریش کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے)۔

غرض حضرت عباس اور ان کی بیوی ام فضل اس وقت مسلمان ہو چکے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد ام فضل پہلی عورت ہیں جو مسلمان ہوئیں جیسا کہ بیان ہوا۔ حضرت عباسؓ کی اولاد ان ہی کے پیٹ سے تھی جو یہ ہیں۔ عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمٰن، فضل، قثم و معبد اور ام حبیب۔ ام حبیب کے بارے میں ایک کمزور قول ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کے سامنے گھٹنوں چل رہی تھیں تو آپ نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"اگر اس کے بالغ ہونے کے وقت تک میں زندہ رہا تو میں اس سے شادی کروں گا۔"

مگر پھر ام حبیب کے بالغ ہونے سے پہلے آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی۔

علامہ ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ صحابیات میں اس لقب یعنی ام فضل نام کی صرف یہی خاتون تھیں جن سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے شادی کی۔

غرض ابورافع کہتے ہیں کہ میں بھی مسلمان ہو چکا تھا اور ہم اپنا اسلام قریش سے چھپایا کرتے تھے کیونکہ حضرت عباس اپنی قوم کو اپنا مخالف بنانا پسند نہیں کرتے تھے اس لئے کہ حضرت عباسؓ بہت دولت مند آدمی تھے اور ان کی دولت کا اکثر حصہ تجارت کے سلسلے میں قریش کے ہاتھوں میں رہتا تھا۔ اس بات کا جواب آگے آئے گا کہ مسلمان ہونے کے باوجود حضرت عباسؓ کیوں گرفتار کئے گئے اور ان کی جان کی قیمت یعنی فدیہ کیوں لیا گیا۔ آگے یہ بھی بیان آئے گا کہ انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فتح مکہ کے دن کیا تھا۔

غیر انسانی مخلوق کے متعلق خبر اور ابورافع کی تصدیق...... ابورافع کہتے ہیں کہ جب مکے میں یہ خبر پہنچی کہ میدان بدر میں قریش کو ذلت ناک شکست اٹھانی پڑی تو ہمیں اس سے بہت خوشی ہوئی خدا کی قسم ابھی میں بیٹھا ہی ہوا تھا کہ ابولہب گھسٹتا ہوا آیا اور آکر ہمارے پاس بیٹھ گیا۔ اسی وقت وہاں ابوسفیان ابن حرث آیا جو جنگ بدر میں قریش کے ساتھ شریک تھا۔ ابولہب نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

"میرے پاس آؤ۔ تمہاری کیا خبریں ہیں۔"

ابوسفیان نے کہا۔

"خدا کی قسم بس یوں سمجھ لو کہ جیسے ہی دشمن سے ہمارا ٹکراؤ ہوا تو گویا ہم نے اپنی گردنیں ان کے سامنے پیش کر دیں اور انہوں نے جیسے چاہا ہمیں قتل کرتے رہے اور جیسے چاہا گرفتار کرتے رہے۔ پھر بھی میں لوگوں یعنی قریش کو الزام نہیں دوں گا کیونکہ ہمارا جن لوگوں سے پالا پڑا وہ سفید رنگ کے تھے اور سیاہ و سفید گھوڑوں پر سوار آسمان و زمین کے درمیان پھر رہے تھے۔ خدا کی قسم ان کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی۔"

ابورافع کہتے ہیں میں نے یہ سنتے ہی کہا۔

Presented by Ziaraat.Com

"تب تو خدا کی قسم وہ فرشتے تھے!"

ابو لہب کی ابو رافعؓ پر دست درازی ...... میری بات سنتے ہی ابو لہب نے غصہ میں ہاتھ اٹھا کر پوری طاقت سے میرے منہ پر تھپڑ مارا اور اس کے بعد ابو لہب نے مجھے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور میرے سینے پر چڑھ کر بے تحاشہ مجھے مارنے لگا۔ ام فضل یعنی میری مالکن بھی وہاں موجود تھیں انہوں نے ایک لکڑی کا پایہ اٹھایا اور اتنی زور سے ابو لہب کے سر پر مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ ساتھ ہی ام فضل نے ڈپٹ کر ابو لہب سے کہا۔

"تو اس کو کمزور سمجھ کر مار رہا ہے کہ اس کا آقا یعنی عباسؓ یہاں موجود نہیں ہیں!"

اس طرح ابو لہب ذلیل و خوار ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

ابو لہب کی عبرت ناک موت ...... جنگ بدر میں قریش کی اس ذلت ناک شکست کے حادثہ کے بعد ابو لہب سات دن بھی زندہ نہیں رہ سکا یہاں تک کہ وہ پھنسی یعنی طاعون کی گلٹی کی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ یعنی اس مرض میں گرفتار ہونے سے پہلے سات ہی دن وہ ٹھیک رہا۔

یہ گلٹی مسور کی دال کے دانے جیسی پھنسی ہوتی ہے جو طاعون کی بیماری کی علامت ہے۔ وہ اسی مرض میں مر گیا۔ اسی وجہ سے لوگوں نے اس کو دبانے کے لئے کوئی گڑھا بھی نہیں کھودا بلکہ اس کو اس کے گھر کے پاس کوڑی پر پھینک کر اس کے اوپر پتھر ڈال دیئے اور اس کو ڈھانپ دیا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ طاعون کی بیماری نہایت گندی بیماری ہے اور عرب کے لوگ اس بیماری سے بہت ڈرتے تھے وہ اس کو بے حد متعدی اور چھوت کی بیماری سمجھتے تھے۔ اسی لئے جب ابو لہب کو یہ بیماری ہوئی تو اس کے بیٹے بھی اسے چھوڑ کر وہاں سے بھاگ گئے۔ چنانچہ وہ اس بیماری میں مرا تو کوئی شخص اس کے پاس نہیں تھا۔ تین دن تک اس کی لاش گھر میں پڑی سڑتی رہی کوئی شخص نہ تو اس کے پاس جانے کی ہمت کرتا تھا اور نہ اس کو دفن کرنے کی جرأت کرتا تھا۔ آخر اسی حالت میں اس کی لاش سڑنے لگی اور شدید بدبو پھیلنے لگی۔ اس وقت اس کے بیٹوں کو ڈر ہوا کہ لوگ ان کے باپ کی لاش سڑنے کے لئے چھوڑنے پر برا بھلا کہیں گے اسی لئے انہوں نے اتنا کیا کہ اس کو کھینچ کر کوڑی پر ڈال دیا اور اس پر پتھر پھینک پھینک کر اسے ڈھک دیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور ایک لکڑی کے ذریعہ اس کی لاش کو دھکیلتے ہوئے لے گئے پھر لکڑی مار کر اس کو گڑھے میں گرا دیا اور پھر دور کھڑے ہو کر اس گڑھے میں پتھر پھینکے یہاں تک کہ اسے پاٹ دیا۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: کتاب نور میں ہے کہ وہ قبر ابو لہب کی قبر نہیں جو باب شبیکہ کے باہر ہے اور جس پر اب پتھر مارے جاتے ہیں بلکہ وہ قبر ان دو آدمیوں کی ہے جنہوں نے کعبے میں پاخانہ ڈال کر اس کو آلودہ کیا تھا۔ یہ واقعہ عباسی خلافت کے دور کا ہے۔ کہ ایک دن لوگ صبح کو اٹھ کر کعبہ میں گئے تو دیکھا کہ وہاں گندگی پڑی ہوئی ہے۔ لوگوں نے یہ حرکت کرنے والے شخص کی تلاش شروع کی اور پوشیدہ طور پر اس کے لئے گھات لگائی۔ آخر وہ دونوں آدمی چند دن بعد پکڑے گئے۔ ان دونوں کو اس جگہ پھانسی پر لٹکایا گیا اور ان ہی دونوں پر آج تک پتھر مارے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم

یہاں پڑھنے والوں کو یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ یہ وہ جگہ نہیں ہے جہاں حج کے دوران کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ تین جگہیں مکہ کے باہر منیٰ میں ہیں اور ان کو جمرات کہا جاتا ہے)۔

Presented by Ziaraat.Com

مکے میں شکست پر صف ماتم...... غرض جب قریش کی اس ذلت ناک شکست کی خبر پھیلی تو کفار مکہ نے مہینوں اپنے مقتولوں کا نوحہ و ماتم کیا۔ عورتوں میں آہ و فغاں کا شور مچ گیا۔ انہوں نے اپنے بال بکھیر لئے وہ اپنے آدمیوں کے گھوڑوں اور سواریوں کے پاس جاتیں ان پر ماتمی کپڑے ڈھانپ دیتیں پھر ان سواریوں کے گرد نوحہ و شیون کرتیں اور اسی حالت میں گلیوں اور سڑکوں میں نکل آتیں۔

قریش کی طرف سے نوحہ و ماتم پر پابندی...... آخر لوگوں نے عورتوں کو نصیحت کی اور مشورہ دیا کہ ایسا مت کرو۔ یہ باتیں محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں تک پہنچیں گی تو ہمارا مذاق اڑائیں گے لوگوں نے عورتوں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

ابتداء اسلام میں اسود کی دریدہ دہنی اور دعاء رسول کا اثر...... ہم اپنے مقتولوں پر آنسو نہیں بہائیں گے بلکہ ان کے خون کا انتقام لیں گے۔

اسود ابن زمعہ ابن عبدالمطلب کی جنگ بدر میں تین اولادیں ہلاک ہوئیں تھیں دو بیٹے اور ایک پوتا۔ وہ ان پر رونا اور آنسو بہانا چاہتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی بددعا سے اس کی آنکھیں جاتی رہی تھیں کیونکہ جیسا کہ پیچھے گزرا یہ اسود جب بھی آنحضرت ﷺ اور صحابہ کو دیکھتا تو ان کا مذاق اڑاتا اور کہتا۔

"دیکھو یہ تمہارے سامنے روئے زمین کے بادشاہ پھر رہے ہیں جو قیصر و کسریٰ کے ملکوں کو فتح کریں گے۔"

یہ آنحضرت ﷺ سے ایسی باتیں کہتا جن سے آپ کو سخت تکلیف پہنچتی۔ آخر آنحضرت ﷺ نے اس کو اندھا ہو جانے کی بددعا دی۔ اس کی تفصیل اور اندھے ہونے کا واقعہ گزشتہ قسطوں میں بیان ہو چکا ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسود کو یہ بددعا دی تھی کہ وہ اندھا ہو جائے اور اس کی اولاد ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے اس کے اندھا ہونے کی دعا قبول فرمائی اور اس کے بعد جنگ بدر کے موقعہ پر اس کو یہ صدمہ پہنچا کہ اس کے بیٹے کی موت کی خبر آئی یعنی زمعہ کی جوان تین لوگوں میں سے ایک تھا جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے قریشی لشکر کے سواروں کو زلو رلا دیا تھا جیسا کہ بیان ہوا۔ دوسرے اسود کے بھائی عقیل اور حرث تھے کیونکہ وہ دونوں کفر کی حالت میں غزوہ بدر کے موقعہ پر قتل ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔

غرض چونکہ جنگ بدر کے بعد مشرکوں کی طرف سے اپنے مقتولین پر ماتم سرائی کرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی اس لئے یہ اسود ابن زمعہ رونا چاہنے کے باوجود نہیں رو سکتا تھا۔ ایک رات جبکہ وہ اپنے گھر میں پڑا ہوا تھا اس نے کسی عورت کے رونے کی آواز سنی تو فوراً اپنے غلام سے کہا۔

"ذرا دیکھو تو کیا رونے اور ماتم کرنے کی اجازت ہو گئی ہے۔ کیا قریش نے اپنے مقتولوں پر رونا شروع کیا ہے۔ شاید میں بھی رو سکوں کیونکہ ایسا لگتا ہے جیسے میرے سینے میں آگ لگی ہوئی ہے!"

غلام فوراً دیکھنے گیا کہ کیا ماجرا ہے مگر اس نے واپس آکر کہا۔

"کوئی عورت اپنے اونٹ کے گم ہو جانے پر رو رہی ہے۔"

اسود نے یہ سنا تو فوراً یہ شعر پڑھے۔

Presented by Ziaraat.Com

ابکی ان یضل لھا بعیر
ویمنعھا من النوم السھود

ترجمہ: کیا وہ عورت اس لئے رو رہی ہے کہ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اور اس کی وجہ سے وہ ذات رات بھر بے خواب اور بے چین رہتی ہے۔

فلا تبکی علی بکر و لکن
علی بدر تقا صرت الجدود

ترجمہ: اسے چاہئے کہ وہ اونٹ کو رونے کے بجائے جنگ بدر کو روئے جس نے خوشیوں اور مسرتوں کو کاٹ ڈالا ہے۔

یہاں پہلے شعر میں سہود کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی بے خوابی کے ہیں۔ اسی طرح بکر نوجوان اونٹ کو کہتے ہیں۔ جدود جد کی جمع کے معنی خوشی اور نشاط اور خوش بختی کے ہیں۔ ان دو شعروں کے بعد ایک شعر اور ہے۔

الاقد ساد بعد ھمو رجال
ولا لا یوم بدر لم یسودوا

ترجمہ: کیا اس آفت کے اور لوگوں کو تباہ کرنے کے بعد کچھ لوگ سردار نہیں بن گئے۔ اگر جنگ بدر نہ ہوتی تو ان کو سرداری کہاں سے ملتی۔

اس شعر میں اس نے ابوسفیان پر طنز کیا ہے کیونکہ قریش کا سردار و سرغنہ وہی بن گیا تھا۔

مدینے میں مشرک قیدیوں کے متعلق مشورہ...... (قال) جنگ بدر کے بعد جو مشرک قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے ان کے متعلق بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان کچھ اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ یہ اختلاف اس وقت پیدا ہوا جب آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے قیدیوں کے بارے میں سوال فرمایا۔ آپ نے فرمایا تھا۔

"ان قیدیوں کے بارے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر تمہیں قابو عطا فرمایا ہے!"

مگر یہ بات اس گزشتہ روایت کے خلاف ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ جس نے جس شخص کو گرفتار کیا ہے وہ اسی کا ہوگا (کیونکہ جب یہ واضح اعلان موجود تھا تو اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہتی) اس سلسلے میں ایک جواب یہ دیا جاتا ہے کہ قیدی کا گرفتار کرنے والے کا ہونے سے مراد یہ تھی کہ اس کو اختیار ہے چاہے وہ اس قیدی کو قتل کردے اور چاہے اس سے جان کی قیمت لے کر اسے چھوڑ دے۔

یہ بات غالباً اس گزشتہ روایت کے خلاف بھی نہیں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے نضر ابن حرث کو قتل کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت مقداد نے جنہوں نے نضر کو گرفتار کیا تھا رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ تو میرا قیدی ہے اور اس پر آنحضرت ﷺ نے جواب دیا تھا کہ یہ شخص کتاب اللہ کے بارے میں بیہودہ باتیں کرتا تھا۔

صدیق اکبر کی طرف سے جان بخشی کا مشورہ...... ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قیدیوں کے بارے میں حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔

ایک روایت میں حضرت علیؓ کے بجائے عبداللہ ابن جحش کا نام ہے۔ غرض آپ نے ان حضرات سے

Presented by Ziaraat.Com

مشورہ فرمایا کہ آیا ان قیدیوں کو قتل کرنا مناسب ہو گا یا ان کا فدیہ یعنی جان کی قیمت لینی مناسب ہو گی اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ۔ یہ لوگ آپ کے خاندان اور قوم کے ہیں۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ یہ لوگ آپ کے داد ھیالی اور آپ کے خاندان کے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح اور ان لوگوں پر کامیابی عطا فرمائی ہے اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ ان کو زندہ رہنے دیں اور ان لوگوں سے فدیہ لے لیں۔ اس صورت میں ہم جو کچھ ان سے لیں گے اس سے کفار کے مقابلے میں ہماری قوت میں اضافہ ہو گا۔ اور پھر یہ بھی امید ہے کہ (آپ کے اس احسان کے نتیجہ میں) ان لوگوں کو حق تعالیٰ کی طرف سے ہدایت میسر ہو جائے اور اس طرح یہ لوگ ہمار از در بازو بن جائیں۔

یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

"اے ابن خطاب! تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو۔"

فاروق اعظمؓ کی طرف سے قتل کا مشورہ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا۔ آپ کو وطن سے نکالا اور آپ سے جنگ کی۔ اس لئے ابو بکرؓ کی جو رائے ہے میں اس سے متفق نہیں ہوں بلکہ میری رائے یہ ہے کہ ان قیدیوں میں جو میرے رشتے دار ہیں ان کو میرے حوالے فرما دیجئے تاکہ میں ان کی گردن مار دوں۔ علیؓ کا جو بھائی عقیل ہے اس کو علیؓ کے حوالے فرمائیے تاکہ اس کی گردن وہ مار دیں۔ حمزہؓ کا جو بھائی ہے یعنی عباسؓ اس کو حمزہ کے حوالے کیجئے کہ اس کی گردن وہ مار دیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ مشرکوں کے لئے ہمارے دلوں میں کوئی محبت نہیں ہے۔ میری رائے یہ نہیں ہے کہ آپ ان کو قیدی بنا کر رکھیں بلکہ ان کی گردنیں مار دیجئے یہ قریش کے سرغنے اور ان کے سرگردہ ہیں۔

ابن رواحہ کی طرف سے آگ میں جلانے کا مشورہ...... عبداللہ ابن رواحہ نے کہا تھا۔

"کوئی ایسی وادی تلاش کرو جس میں بہت زیادہ لکڑیاں یعنی خشک درخت اور ٹہنیاں ہوں اور وہاں ان سب کے اوپر آگ دہکا دو۔"

حضرت عباسؓ نے جو اس وقت خود قیدی تھے اور یہ باتیں سن رہے تھے ابن رواحہ کا یہ مشورہ سن کر فوراً کہا۔

"تیرے رشتے دار خود برباد ہو جائیں۔"

صدیق اکبر و فاروق اعظم کے متعلق ارشادات رسول...... غرض یہ مشورے سن کر رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ آپ گھر میں چلے گئے۔ اب لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہونے لگیں کسی نے کہا کہ آپ حضرت ابو بکرؓ کا مشورہ مانیں گے کسی نے کہا عبداللہ ابن رواحہ کا مشورہ مانیں گے مگر یہ کسی نے نہیں کہا کہ آپ حضرت عمرؓ کا مشورہ مانیں گے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کے قلب اتنے نرم و ملائم بنا دیتا ہے کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہوتے ہیں اور کچھ لوگوں کے دل اتنے سخت فرما دیتا ہے کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ اے ابو بکر! فرشتوں میں تمہاری مثال میکائیل علیہ السلام کی سی ہے جو رحمت لے کر نازل ہوتے ہیں!"

غالباً میکائیل علیہ السلام رحمت کے بغیر کبھی زمین پر نہیں اترتے۔ لہذا اب یہ بات اس روایت کے

Presented by Ziaraat.Com

خلاف نہیں رہی جس کے مطابق حضرت جبرئیلؑ کبھی رحمت لے کر بھی نازل ہوتے ہیں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کے متعلق ایک حدیث میں آتا ہے کہ میری امت میں میرے امتی کے ساتھ سب سے زیادہ نرم دل ابو بکرؓ ہیں۔ غرض پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اور (اے ابو بکر) پیغمبروں میں تمہاری مثال ابراہیم علیہ السلام کی سی ہے جو یہ فرماتے تھے کہ جس نے میری پیروی اور اطاعت کی وہ مجھ سے وابستہ ہے اور جس نے میری خلاف ورزی کی تو اے اللہ اس کے لئے تو معاف فرمانے والا اور رحمت والا ہے۔ اور اے ابو بکر۔ پیغمبروں میں ہی تمہاری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اگر تو ان (سرکشوں کو) عذاب دیتا ہے تو بہر حال وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرماتا ہے تو بڑا غالب حکمت والا ہے جس کو چاہے معاف کر دے تیری معافی حکمت سے خالی نہیں ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا قرآن پاک میں بیان ہوئی ہے جو یہ ہے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ الآیہ پ ۷ سورہ مائدہ ع ۱۶ آیت ۱۱۸

ترجمہ: اگر آپ ان کو سزا دیں گے تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

ایک قول ہے کہ اس آیت میں فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ مشکلات فواصل میں سے ہے کیونکہ آیت کے ظاہری الفاظ کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ کے بعد فَاِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ہونا چاہئے جس کے معنی ہیں کہ۔ کیونکہ آپ نہایت معاف فرمانے والے اور نہایت رحمت والے ہیں۔

اس سلسلے میں عزیز اور حکیم کی تفسیر کرتے ہوئے ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ عزیز کے معنی ہیں وہ ذات جس کے اوپر کوئی دوسرا غالب نہ ہو اور عذاب کے مستحق شخص کو صرف وہی ذات معاف کر سکتی ہے جس کے اوپر کوئی دوسری ایسی طاقت نہ ہو جو اس کے حکم اور فیصلہ کو ختم کر سکے۔ اور حکیم سے مراد وہ ذات ہے جو ہر کام کو اس کی صحیح جگہ میں کرے (یعنی انتہائی حکمت اور دانائی والا کہ اس کا کوئی کام غلط نہ ہو۔ لہذا اس تفسیر کے بعد ظاہر ہے کہ اس آیت میں عزیز اور حکیم کے لفظ ہی آنے چاہئیں۔

غرض آنحضرت ﷺ نے پھر حضرت عمرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اور اے عمر! ملائکہ میں تمہاری مثال جبرئیل علیہ السلام کی سی ہے جو جب بھی زمین پر اترتے ہیں تو اللہ کے دشمنوں کے حق میں سختی اور شدت و مصیبت لے کر اترتے ہیں۔

مراد یہ ہے کہ زیادہ تر جبرئیل علیہ السلام سختی و شدت لے کر ہی اترتے ہیں۔ لہذا یہ بات اس قول کے خلاف نہیں ہے جس میں ہے کہ کبھی کبھی جبرئیل علیہ السلام رحمت لے کر بھی اترتے ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔ پھر آپ نے آگے فرمایا۔

"اور (اے عمر) پیغمبروں میں تمہاری مثال نوح علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے اپنے پروردگار سے عرض کیا تھا کہ

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا الآیہ پ ۲۹ سورہ نوح ع ۲ آیت ۲۶

ترجمہ: اے میرے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک بھی باشندہ مت چھوڑ۔

Presented by Ziaraat.Com

اور نبیوں ہی میں تمہاری مثال موسیٰ علیہ السلام کی سی ہے جنہوں نے حق تعالیٰ سے عرض کیا تھا۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ الآیہ پ ۱۱ سورہ یونس ع ۹ آیت ۸۸

ترجمہ: اے ہمارے رب ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو زیادہ سخت کر دیجئے جس سے ہلاکت کے مستحق ہو جائیں سو یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ عذاب الیم کے مستحق ہو کر اس کو دیکھ لیں۔

علامہ جلال سیوطی نے خصائص صغریٰ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ بات بھی ہے کہ آپ کے صحابہ میں وہ بھی ہیں جو جبرئیل علیہ السلام سے مشابہ ہیں اور وہ بھی ہیں جو حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ حضرت یوسفؑ اور لقمان حکیم اور صحاب یٰس سے مشابہ ہیں۔ یہاں تک علامہ سیوطیؒ کا حوالہ ہے۔

گزشتہ روایت میں حضرت ابو بکرؓ کو میکائیل علیہ السلام کے مشابہ بھی قرار دیا گیا ہے مگر علامہ سیوطیؒ نے میکائیل علیہ السلام کا تذکرہ نہیں کیا۔ اودھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آپ کے صحابہ میں یوسف علیہ السلام سے مشابہ کون ہے۔ مگر ہم نے گزشتہ سطروں میں قریب ہی میں ذکر کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام سے مشابہ حضرت عثمان ہیں۔ مگر پھر بھی یہ بات قابل غور رہتی ہے کہ آپ کے صحابہ میں لقمان حکیم اور صاحب یٰس سے مشابہ کون لوگ ہیں۔

غرض حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق یہ ارشاد فرمانے کے بعد پھر آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"اگر تم دونوں کسی ایک رائے پر متفق ہوتے تو میں تمہاری رائے کی مخالفت نہ کرتا اور ان میں سے کوئی بھی اس کے بغیر نہ بچتا کہ یا تو اس کو فدیہ دینا پڑتا (یعنی اپنی جان کی قیمت ادا کرنی ہوتی) اور یا اس کی گردن مار دی جاتی۔

آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک اور موقعہ پر بھی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی رائے میں ایک دوسرے میں اختلاف ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ بنی تمیم پر دو آدمیوں میں سے ایک کو بنی تمیم کا والی بنانا چاہتے تھے مگر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی رائیں مختلف رہیں کہ ان میں سے ایک نے کسی کی تائید کی اور دوسرے نے کسی اور کے نام کی رائے دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فلاں شخص کو ان لوگوں پر عامل یعنی امیر بنائیے۔ اور حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فلاں کو ان کا عامل بنائیے۔ تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اگر تم دونوں ایک رائے پر متفق ہوتے تو میں تمہارے مشورے پر عمل کرتا مگر کبھی کبھی میرے لئے تم دونوں کا مشورہ مختلف ہو جاتا ہے۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ الآیہ پ ۲۶ سورہ حجرات ع ۱ آیت ۱

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور رسول کی اجازت سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب اقوال کو سننے والا اور تمہارے سب افعال کو جاننے والا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کے متعلق قرآن پاک سے جو مثالیں دیں ان سے یہ

Presented by Ziaraat.Com

دلیل مل جاتی ہے کہ قرآن پاک سے مثال دینا جائز ہے یعنی یہ بات اس صورت میں جائز ہے کہ مذاق کے معاملے اور لغویات میں یہ مثال نہ دی جائے۔ ورنہ قرآن پاک کی آیات سے مثال دینا جائز ہے۔

ادھر بدر کے قیدیوں کے متعلق حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے درمیان جو رائے کا اختلاف ہوا ہے تو اس سے اس گزشتہ قول پر کوئی اثر نہیں پڑتا جس میں صحابہ کو مختلف انبیاء سے نسبت دی گئی ہے مگر رائے کا اختلاف صرف ان ہی دونوں حضرات کا قابل ذکر سمجھا گیا ہے) کیونکہ اس قول میں صحابہ سے مراد صرف یہی دونوں حضرات ہیں۔

اب جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مشورہ میں حضرت علیؓ کو یا حضرت عبداللہ ابن جحش کو بھی شریک کیا گیا مگر ان کی رائے کا کوئی ذکر نہیں ہے تو ممکن ہے ان کی رائے حضرت ابو بکرؓ یا حضرت عمرؓ میں سے کسی ایک کے موافق رہی ہو یعنی انہوں نے ان میں سے کسی کی رائے کی تائید کی ہو اسلئے اس کو ذکر نہیں کیا گیا۔ اُدھر حضرت عبداللہ ابن رواحہ کی رائے علیحدہ سے ذکر کی گئی ہے حالانکہ وہ مشورہ میں شامل بھی نہیں تھے (مگر اس کا جواب بھی وہی ہے کہ ان کی چونکہ ایک علیحدہ اور مستقل رائے تھی اس لئے اس کو علیحدہ بیان کیا گیا)۔

امام احمدؒ نے یوں لکھا ہے کہ غزوہ بدر کے قیدیوں کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے مشورہ کیا اور وہی جملہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر تمہیں قابو عطا فرمایا ہے (لہٰذا بتاؤ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے) اس پر حضرت عمر نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ان کی گردنیں مار دی جائیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور پھر وہی جملہ ارشاد فرمایا اور اس میں یہ الفاظ بھی فرمائے۔

"لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر قابو عطا فرمایا ہے اور یہ لوگ کل تک تمہارے بھائی بند تھے!"

اس پر پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور آپ نے وہی مشورہ دیا کہ ان کی گردنیں اڑا دیجئے۔ آپ نے پھر ان کی طرف توجہ نہیں دی۔ اور تیسری مرتبہ وہی جملہ فرمایا اور لوگوں سے ان قیدیوں کے بارے میں مشورہ مانگا۔ تب حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہماری رائے ہے کہ آپ ان کو معاف فرما دیں اور ان سے فدیہ لے لیں!"

قیدیوں کی جان بخشی اور فدیہ کا اعلان...... یہ رائے سن کر آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک سے غم کا غبار چھٹ گیا اور آپ نے ان لوگوں کی جاں بخشی فرما دی اور ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دینے کا فیصلہ فرمایا اگلے دن حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ دونوں رو رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! آپ دونوں کس لئے رو رہے ہیں۔ ایک روایت کے لفظ یوں ہیں کہ آپ اور آپ کے ساتھی کس بات پر رو رہے ہیں۔ تاکہ اگر رونے کی بات ہے تو میں بھی رووں ورنہ آپ کی گریہ وزاری میں شرکت کے لئے رونے کی کوشش کروں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

جان بخشی پر عتاب خداوندی...... "ابن خطاب! تمہاری رائے کی مخالفت کرنے میں اللہ تعالیٰ کا زبردست عذاب ہمارے سامنے پیش کیا گیا۔ اگر یہ عذاب خداوندی نازل ہوتا تو سوائے ابن خطاب کے یعنی سوائے تمہارے کوئی نہ بچتا!"

Presented by Ziaraat.Com

مسلم اور ترمذی میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔
"تمہارے ساتھیوں پر فدیہ لینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عذاب پیش کیا گیا اس پر روتا ہوں۔"

یعنی چونکہ تمہارے ساتھیوں نے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی رائے دی تھی اس لئے اس کے نتیجہ میں ان کا عذاب میرے سامنے اس درخت سے بھی قریب پیش کیا گیا۔ آپ نے یہ بات اس درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمائی جو آپ کے قریب تھا۔ اس عتاب کے سلسلے میں جو آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِىْ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ الآیات پ ۱۰ سورہ انفال ع ۱۰ آیت ۶۷ تا ۷۰

ترجمہ: نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح کفار کی خون ریزی نہ کر لیں۔ تم تو دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کی مصلحت کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑے حکمت والے ہیں۔ اگر خدائے تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔ سو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کو حلال سمجھ کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں۔ اے پیغمبر آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہوگا تو جو کچھ تم سے فدیہ میں لیا گیا ہے دنیا میں اس سے بہتر تم کو دیدے گا اور آخرت میں تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان آیتوں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ پیغمبروں کے لئے اجتہاد کرنا جائز ہے کیونکہ ان آیات میں جو عتاب ہے وہ نہ تو اس بات پر عمل کرنے سے ہو سکتا ہے جو وحی کے ذریعہ نازل ہوئی ہے اور نہ صحیح فیصلے پر ہوتا ہے بلکہ جب فیصلے میں غلطی ہوتی ہے تو اس پر ان کو چھوڑا نہیں جاتا بلکہ صحیح بات کی طرف تنبیہ کی جاتی ہے۔

اس سلسلے میں علامہ سبکی نے یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت میں جس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ ما کان لنبی غیرک یعنی آپ کے سوا یہ شان کسی نبی کی نہیں رہی۔ مگر اس سلسلے میں جو اشکال ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔

بعض علماء نے کچھ اس طرح لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے علاوہ جو نبی گزرے ہیں ان کے حق میں یہ جائز تھا کہ وہ کسی غلطی پر برقرار رہ جائیں کیونکہ غلطی کرنے والے کے بعد جو نبی آنے والا ہے وہ اس کی غلطی کو واضح کر سکتا ہے جبکہ اس کے برخلاف آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے جو آپ کی غلطی کو واضح کر سکے لہذا آپ کے لئے کسی غلطی پر برقرار رہ جانا جائز یا ممکن نہیں ہے (مگر یہ اسی اجتہاد کی صورت میں ہے جس میں غلطی کا امکان ہوتا ہے)۔

مگر اس بارے میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ دوبارہ اس عالم میں آنے

Presented by Ziaraat.Com

والے ہیں اور ان پر وحی بھی نازل ہوگی۔ (لہٰذا ان بعض علماء کا یہ قول سرے سے ہی غلط ہو جاتا ہے)۔

بعض علماء نے انبیاء سے غلطی کے سرزد ہونے اور پھر اس پر برقرار ہ جانے کے سلسلے میں کلام کیا ہے کہ یہ ان کی شان کے لائق نہیں ہے کیونکہ غلطی کو محسوس کر لینے والا جو ہوگا اس کے وجود سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غلطی کرانے والے اسباب ان میں موجود نہ ہوں۔ اس طرح اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ غلطی کو محسوس کریں ان سے غلطی کا واقع ہونا اور اس پر عمل کر لینا ممکن ہے۔ یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے اجتہاد صرف جنگ کے وقت ہی جائز نہیں تھا بلکہ مطلقاً یعنی کسی وقت بھی جائز تھا۔

ان آیات میں جس عذاب کا ذکر کیا گیا ہے آنحضرت ﷺ نے صرف حضرت عمرؓ کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ عمرؓ کے سوا سب اس عذاب کی لپیٹ میں آجاتے (کیونکہ حضرت عمرؓ کی پہلے ہی یہ رائے تھی قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کے بجائے قتل کر دیا جائے) بہرحال صرف حضرت عمرؓ کو مستثنیٰ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی تمام صحابہ حضرت ابوبکرؓ کی اس رائے سے متفق تھے کہ قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ نیز یہ کہ سب لوگوں نے حضرت عمرؓ کی اس رائے کی مخالفت کی تھی کہ قیدیوں کی گردنیں مار دی جاتی۔ ادھر گزشتہ صفحات میں یہ بات حضرت سعد ابن معاذؓ کے متعلق بھی گزر چکی ہے کہ انہوں نے غزوہ بدر کے دوران حضرت عمرؓ سے بھی پہلے اس بات کو ناپسند کیا تھا کہ مشرک قیدیوں کو زندہ چھوڑا جائے۔ کیونکہ پیچھے گزرا ہے کہ جب مسلمان مشرکوں کی شکست کے بعد ان کو گرفتار کرنے لگے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت سعد ابن معاذؓ کی طرف دیکھا جن کے چہرے پر مسلمانوں کے اس فعل کی وجہ سے ناگواری کے آثار تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ایسا لگتا ہے تمہیں مسلمانوں کی یہ حرکت ناگوار ہے کہ وہ مشرکوں کو گرفتار کر رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا بے شک یا رسول اللہ خدا کی قسم یہ پہلی جنگ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں مشرکوں سے لڑنے کا موقع عطا فرمایا اور فتح عطا فرمائی۔ اس لئے میرے نزدیک زیادہ بہتر یہ ہے کہ ان سب کا خون بہا دیا جائے بہ نسبت اس کے کہ ان کو زندہ رکھا جائے۔ چنانچہ اسی بناء پر آگے آنے والی روایت میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو سوائے ابن خطاب یعنی حضرت عمرؓ اور حضرت سعد ابن معاذؓ کے کوئی اس سے نہ بچتا۔

اس بارے میں ایک شبہ یہ ہوتا ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن رواحہ نے بھی قیدیوں کو چھوڑنے کی نہ صرف مخالفت کی تھی بلکہ یہ رائے دی تھی کہ ان سب کو آگ میں جلا دیا جائے (مگر عذاب سے جن کو مستثنیٰ کیا گیا ہے ان میں ابن رواحہ کا نام نہیں ہے)۔

قیدیوں سے فدیہ لینے کے متعلق اللہ کی طرف سے مشروط اختیار ...... کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں یہ روایت ہے کہ جنگ بدر کے قیدیوں کے سلسلے میں جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا

اگر آپ لوگ چاہیں تو ان قیدیوں سے فدیہ لے سکتے ہیں (یعنی اپنے صحابہ کو یہ اختیار دیدیں) مگر یہ شرط لگا دیں کہ اس کے بعد یعنی آئندہ سال تم میں سے ستر آدمی شہید کئے جائیں گے۔

اس پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے لوگوں کو بلانے کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ سب صحابہ یا ان میں سے اکثر جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے فرمایا۔

"یہ جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں جو تمہیں یہ اختیار دے رہے ہیں کہ چاہے تو تم آگے بڑھ کر ان

قیدیوں کو قتل کردو اور چاہے فدیہ لے کر چھوڑ دو مگر فدیہ لینے کی صورت میں یہ شرط ہے کہ آئندہ سال تم میں سے اتنی ہی تعداد لو کو شہید کیا جائے گا۔"

صحابہ نے عرض کیا۔

"نہیں ہم ان سے فدیہ ہی لیں گے تاکہ اس طرح اس کے ذریعہ ان کے مقابلے میں ہماری طاقت مضبوط ہو اور پھر آئندہ سال ہم میں سے ستر آدمی شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ آئندہ سال ہم میں سے اسی تعداد میں شہید ہو جائیں گے۔"

اس دوسری روایت کے الفاظ کے بعد اس روایت میں کوئی شبہ کی بات نہیں رہتی۔ بہر حال اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ نے حضرت ابو بکرؓ کی رائے کی تائید کی تھی کہ قیدیوں کو قتل کرنے کے بجائے ان سے فدیہ لے لیا جائے۔

اب جہاں تک جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے یہ اختیار لانے کا تعلق ہے تو شاید یہ اس مشورہ کے بعد نازل ہوا جس میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنا اپنا مشورہ دیا تھا اور یہ کہ آنحضرت ﷺ کے رونے کا جو واقعہ پیش آیا وہ شاید اس دوسرے مشورہ کے بعد کا ہے۔

کتاب ھُدٰی کے مصنف نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے رونے کا سبب آپ کی رحمت و شفقت تھی اور یہ خوف تھا کہ یہ عذاب عام ہو گا خاص ان ہی لوگوں پر اس کا اثر نہیں ہو گا جن کے لئے یہ نازل ہو گا۔ اب اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فدیہ لینے کی رائے تمام صحابہ کی نہیں تھی بلکہ ان میں صرف ایک جماعت کی تھی۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: مگر اب اس روایت میں اشکال ہوتا ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو سوائے ابن خطاب اور سعد ابن معاذؓ کے کوئی اس سے نہ بچتا کیونکہ اس ارشاد میں صراحت موجود ہے کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو وہ عام نہ ہوتا اور اس سے صرف وہی متاثر ہوتے جنہوں نے فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا۔

یہاں ایک شبہ اور اشکال اور ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا انہوں نے حق تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیار میں سے زیادہ سے زیادہ یہ کیا تھا کہ صلح کے علاوہ دوسری صورت اختیار کر لی تھی جو اختیار کے دو پہلوؤں میں سے ایک تھا (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قتل اور فدیہ میں سے ایک بات کو قبول کرنے کا اختیار دیدیا گیا تھا) اور صلح کے علاوہ دوسری صورت کو قبول کرنے میں عذاب ضروری نہیں ہوتا کیونکہ فدیہ قبول کرنے کا جائز ہونا حضرت عبداللہ ابن جحش کے اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے جس میں عمرو ابن حضرمی قتل ہوا تھا کیونکہ اس واقعہ میں عثمان ابن مغیرہ اور حکم ابن کیسان گرفتار ہوئے تھے۔ (جن کا فدیہ قبول کر کے انہیں رہا کر دیا گیا تھا) مگر حق تعالیٰ نے اس کو ناپسند نہیں فرمایا تھا۔ یہ واقعہ غزوہ بدر سے ایک سال سے بھی زیادہ پہلے کا ہے (جس کی تفصیل آگے سرایا یعنی صحابہ کی فوجی مہموں میں بیان ہو گی)۔

اب اس شبہ کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ غزوہ بدر میں چونکہ قیدیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور اس میں مشرکوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ بہت شدید جنگ کی تھی اس لئے یہاں فدیہ قبول نہ کرنے کا حکم دے کر حق تعالیٰ کو اس واقعہ کی عظمت کا اظہار مقصود تھا۔

کتاب مواہب میں اس آیت پر جو بحث ہے وہ قابل غور ہے۔ اس کتاب میں ہے کہ حضرت ابن

Presented by Ziaraat.Com

عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے۔

"اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اپنے نافرمانوں کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک ان کے لئے حجت تمام نہ کردوں تو تمہارے فدیہ قبول کرنے پر تم پر کوئی بڑا عذاب واقع ہوتا۔"

اعمش سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ کا نوشتہ جو مقدر ہو چکا تھا یہ تھا کہ وہ غزوہ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔ چنانچہ ایک حدیث جو آگے بیان ہوگی کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! میرا بھتیجا منافق ہو گیا ہے۔ یعنی مجھے اجازت دیجئے کہ اس کی گردن ماردوں!"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"وہ غزوہ بدر کے شریک ہونے والوں میں سے ہے اور تمہیں کیا معلوم بے شک اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر پر نظر کرم فرمائی ہے اور یہ کہہ دیا ہے کہ جو چاہے کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم

اب اس بات سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ اگلے سال یعنی غزوہ احد میں مسلمانوں میں سے ستر مجاہد قتل ہوئے حالانکہ ان میں سے چند قیدی جو بدر میں گرفتار ہوئے تھے قید کی حالت میں ہی اس سے پہلے مر گئے تھے اور ان سے فدیہ بھی نہیں لیا جا سکا تھا جیسے مالک ابن عبید اللہ جو طلحہ ابن عبید اللہ کا بھائی تھا اور بعض کو بغیر فدیہ لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ شبہ اس لئے نہ ہونا چاہئے کہ جو چیز حق تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ تھی وہ ان ستر آدمیوں کو قتل نہ کرنا تھا جو قیدی بنائے گئے تھے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے

اَوَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا الآیہ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۷ اآیت نمبر ۱۶۵

ترجمہ: اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس سے دوچند تم جیت چکے تھے تو کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو کہ یہ کدھر سے ہوئی۔

اس ارشاد کے مخاطب اصحاب احد ہیں یعنی بدر کے دن جتنا نقصان تم نے مشرکوں کو پہنچایا تھا اتنے ہی تمہارے آدمی غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ کہ ستر شہید ہوئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ واللہ اعلم

ابوواعہ کی رہائی اور فدیہ کی پہلی وصولیابی...... قریش نے آپس میں یہ طے کیا کہ قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ کی بات چیت میں جلدی نہ کرنی چاہئے تاکہ محمد ﷺ اور ان کے صحابہ فدیہ کی رقم بڑھا چڑھا کر نہ مانگ بیٹھیں۔ مگر مطلب ابن ابی وداعہ سہمی نے قریش کے اس فیصلہ کی کوئی پروا نہ کی بلکہ خاموشی کے ساتھ رات کو مکے سے روانہ ہو کر مدینے پہنچا اور چار ہزار درہم دے کر اپنے باپ کو چھڑا لے گیا۔

جب یہ ابووداعہ بدر میں قید ہوا اور آنحضرت ﷺ نے اس کو دیکھا تو آپ نے صحابہ سے فرمایا۔

"مکے میں اس کا ایک بیٹا ہے جو بہت مالدار تاجر ہے۔ وہ اپنے باپ کو فدیہ دے کر چھڑانے کے لئے تمہارے پاس آئے گا۔"

اس طرح ابووداعہ پہلا قیدی ہے جس کو فدیہ لے کر مسلمانوں نے رہا کیا۔ ابووداعہ کا نام حرث تھا اور صحابہ میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ زبیر ابن بکار کہتے ہیں لوگوں کا خیال تھا کہ جب آنحضرت ﷺ مکے میں تھے تو ابووداعہ آپ کا تجارتی شریک تھا۔ مگر مشہور قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے شریک سائب ابن ابو سائب

Presented by Ziaraat.Com

تھے جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ جب لوگ ان کی تعریفیں کرنے لگے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔

"میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ یہ میرے شریک ہیں اور بہت اچھے شریک ہیں جو نہ فریب کرتے تھے اور نہ دھوکہ دیتے تھے!"

ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق یہ فرمایا تو انہوں نے کہا۔

"آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ نے سچ فرمایا۔ میں آپ کا شریک تھا اور بڑے بہترین ساتھی کا شریک تھا جو نہ دھوکہ دیتا تھا اور نہ فریب کرتا تھا۔"

غرض اس کے بعد پھر تمام قریشیوں نے قیدیوں کے فدیہ کے لئے بات چیت کی۔ فدیہ ہر شخص کی مالی حیثیت کے مطابق رکھا گیا۔ چنانچہ فدیہ کی رقم چار ہزار درہم سے تین ہزار درہم تک بھی تھی اور دو ہزار درہم سے ایک ہزار درہم تک بھی تھی۔

نادار قیدیوں کی رہائی کے لئے شرط...... کچھ لوگ ایسے تھے جن کا کوئی فدیہ نہیں ملا یعنی ان کے پاس مال ہی نہ تھا تو ان کی آزادی کی یہ شرط رکھی گئی کہ اگر وہ اچھی طرح لکھنا پڑھنا جانتا ہے تو مدینے کے لڑکوں میں سے دس دس لڑکے اس کے سپرد کئے گئے تاکہ وہ ان کو لکھنا سکھلائے یعنی جب وہ لڑکے لکھنا سیکھ جائیں گے تو یہی اس قیدی کا فدیہ ہو جائے گا۔

آنحضرت ﷺ کی احسان شناسی...... جبیر ابن مطعم جب کافر تھے تو بدر کے قیدیوں کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کے پاس درخواست اور سفارش کرنے کے لئے آئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اگر تمہارا بزرگ یا تمہارے باپ کا بزرگ زندہ ہوتا اور وہ ہمارے پاس ان قیدیوں کی سفارش لے کر آتا تو ہم اس کی سفارش قبول کر لیتے۔"

ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر مطعم زندہ ہوتا اور ان لوگوں کے لئے مجھ سے بات کرتا۔"

ایک روایت کے لفظ ہیں کہ۔ اگر ان قیدیوں کی سفارش کرتا۔ تو میں اس کے لئے ان سب کو چھوڑ دیتا۔"

اس کی وجہ یہ تھی کہ مطعم ابن عدی نے آنحضرت ﷺ کو مکے کے دشمنوں سے اس وقت پناہ دی تھی جب آپ طائف سے واپس تشریف لائے تھے۔ اور پھر آنحضرت ﷺ کے خلاف قریش نے مقاطعہ یعنی بائیکاٹ کر کے جو تحریر حرم میں لٹکائی تھی اس کو پھاڑنے کے سلسلے میں بھی مطعم نے بہت کوشش کی تھی جیسا کہ اس کی تفصیلات گزر چکی ہے۔

ان قیدیوں میں امیر معاویہ کا بھائی عمرو ابن ابوسفیان ابن حرب بھی تھا۔ اس کو حضرت علیؓ نے گرفتار کیا تھا۔ چنانچہ لوگوں نے ابوسفیان سے کہا کہ اپنے بیٹے کا فدیہ دے کر اسے رہا کرالو۔ تو ابوسفیان نے کہا۔

ابوسفیان کا بیٹے کو چھڑانے سے انکار...... اس کا مطلب ہے کہ ان کے یعنی مسلمانوں کے ذمہ میرا ایک خون بھی باقی رہے اور اب میں ان کو فدیہ کی رقم بھی دوں۔ انہوں نے حنظلہ یعنی ابوسفیان کے بیٹے کو قتل کیا۔ جو ام المومنین حضرت ام حبیبہ کا سگا بھائی تھا۔ اور اب میں دوسرے بیٹے عمرو کے لئے ان کی فدیہ کی رقم دوں اسے ان کے ہاتھوں میں رہنے دو جب تک جی چاہے قید رکھیں!"

بیٹے کے بدلے ابوسفیان کے ہاتھوں ایک مسلمان کی گرفتاری...... اسی دوران میں اچانک ابو

Presented by Ziaraat.Com

سفیان نے سعد ابن نعمان کو دیکھا جو مدینہ سے عمرہ کرنے کے لئے مکے آئے تھے۔ یہ مدینے کے خاندان بنی عمرو ابن عوف سے تعلق رکھتے تھے۔ ابوسفیان نے جیسے ہی سعد کو دیکھا اس نے جھپٹ کر ان پر حملہ کیا اور ان کو اپنے بیٹے کے بدلے میں پکڑ کر قید کر لیا۔

ابوسفیان کے بیٹے کی رہائی...... بنی عمرو ابن عوف کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو سعد ابن نعمان کے واقعہ کی اطلاع دے کر آپ سے درخواست کی کہ عمرو ابن ابوسفیان کو ہمارے حوالے کر دیا جائے تاکہ ہم اس کو چھوڑ کر اس کے بدلے میں سعد کو رہا کرائیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے عمرو کو بنی عمرو ابن عوف کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے اپنے آدمی کے ساتھ عمرو کو مکے بھیجا جس پر ابوسفیان نے سعد کو آزاد کر دیا۔

ان قیدیوں میں جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے اس میں اس عمرو کا نام نہیں آتا۔ بظاہر یہ کفر و شرک کی حالت میں ہی مرا ہے۔

قیدیوں میں آنحضرت ﷺ کے داماد...... ادھر ان ہی قیدیوں میں آنحضرت ﷺ کے داماد (یعنی آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے شوہر ابوالعاص ابن ربیع بھی تھے۔ اصل یعنی کتاب عیون الاثر میں ابوالعاص کو آنحضرت ﷺ کا ختن یعنی داماد کہا گیا ہے۔ یہ اس بناء پر کہ عوام میں بیٹی کے شوہر کو ختن کہا جاتا ہے۔ مگر مشہور یہ ہے کہ ختن بیوی کے قریبی رشتے داروں کو کہتے ہیں یعنی سسرال کو جیسے بیوی کا باپ اور بھائی وغیرہ ہوتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود آنحضرت ﷺ کو ابوالعاص یا حضرت علیؓ کا ختن کہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ تنقص کا شائبہ ہے۔

میری معلومات کے مطابق امام مالکؒ کے یہاں تو یہاں تک سختی ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو یتیم ابوطالب کہا (یعنی ابوطالب کی پرورش میں رہنے والے یتیم) اور حضرت علیؓ کا ختن کہا تو وہ شخص مرتد یعنی خارج از اسلام ہوگا۔ اس قول میں یتیم ابوطالب اور ختن حیدرہ ہے یعنی اور کا لفظ ہے اور ایک روایت میں اور کے بجائے یا کا لفظ ہے یعنی یتیم ابوطالب یا ختن حیدرہ کہا۔ گویا ان میں یا والی روایت اور بھی زیادہ واضح ہے۔ کیونکہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اور والی روایت میں بھی جمعیت مراد نہیں ہے کہ اگر دونوں باتیں کسی نے کہیں تو وہ مرتد ہو جائے گا بلکہ مراد یہی ہے کہ ان دونوں کلموں میں سے کوئی ایک بھی کہا تو مرتد ہو جائے گا۔ جہاں تک لفظ حیدرہ کا تعلق ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔

غرض یہ ابوالعاص بعد میں مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی یعنی اپنی بیوی حضرت زینبؓ کی خالہ کے بیٹے بھی تھے یعنی ہالہ بنت خویلد کے بیٹے جو حضرت خدیجہ بنت خویلد کی بہن تھیں۔

ابوالعاص کی بیٹی اور آنحضرت ﷺ کی لاڈلی نواسی...... ابوالعاص کے یہاں حضرت زینبؓ کے پیٹ سے ایک بیٹا بھی ہوا تھا جس کو فتح مکہ کے دن آنحضرت ﷺ نے اپنے ساتھ سواری پر بٹھا رکھا تھا اس بچے کا انتقال اس وقت ہوا جب یہ مراہق یعنی سن بلوغ کو پہنچنے کے قریب تھا۔ اسی طرح ابوالعاص کے یہاں حضرت زینبؓ کے پیٹ سے ایک بیٹی بھی ہوئی تھی جس کا نام امامہ تھا اور جس کو آنحضرت ﷺ نماز کے وقت گود میں لے کر آتے تھے اور جس سے آنحضرت ﷺ بے حد محبت فرماتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کو ایک ہدیہ پیش کیا گیا جس میں لکڑی کا ایک ہار تھا۔ آپ نے فرمایا۔

"میں یہ ہار اس کو دوں گا جو اپنے گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے!"

آنحضرت ﷺ کی ازواج یہ سن کر کہنے لگیں کہ تب تو یہ ہار ابی قحافہ کی بیٹی یعنی حضرت عائشہؓ کو ملے گا مگر آنحضرت ﷺ نے اپنی نواسی حضرت امامہ کو بلایا اور خود اپنے دست مبارک سے یہ ہار ان کے گلے میں پہنایا۔

حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد جو حضرت امامہ کی خالہ تھیں ان کی وصیت کے مطابق حضرت علیؓ نے ان سے شادی کرلی۔ ان کی شادی حضرت زبیر ابن عوام نے کی کیونکہ حضرت امامہ کے والد حضرت ابوالعاص ان کو حضرت زبیر کے سپرد کر گئے تھے۔ پھر حضرت علیؓ کا انتقال ہو گیا تو مغیرہ ابن نوفل ابن حرث ابن عبدالمطلب نے ان سے شادی کرلی اور ان ہی کے نکاح میں حضرت امامہ کا انتقال ہوا۔ مغیرہ سے ان کی شادی حضرت علیؓ کی وصیت کے مطابق ہوئی تھی کیونکہ جب حضرت علیؓ کا آخر وقت ہوا تو انہوں نے حضرت امامہؓ سے کہا۔

"مجھے خطرہ ہے کہ میرے بعد معاویہ تم سے رشتہ بھیجے گا۔ ایک روایت کے لفظ یوں ہیں کہ وہ سرکش میری موت کے بعد تم سے اپنا رشتہ بھیجے گا لہذا اگر تمہیں کسی سے وابستہ ہونے کی ضرورت ہی پیش آئے تو میری خوشی مغیرہ ابن نوفل کے ساتھ تمہارے نکاح کر لینے میں ہوگی۔"

اس کے بعد جب حضرت علیؓ کی وفات ہو گئی تو امیر معاویہ نے مروان کے پاس کہلایا کہ (امامہ سے) میرا پیغام لے کر جائے اور انکو ایک لاکھ دینار پیش کرے۔ جب حضرت امامہ کو یہ رشتہ ملا تو انہوں نے مغیرہ ابن نوفل کے پاس کہلایا کہ یہ شخص یعنی معاویہ مجھ سے رشتہ بھیج رہا ہے۔ لہذا اگر تمہیں ضرورت ہو تو فوراً آؤ۔ چنانچہ نوفل فوراً ہی ان کے پاس آئے اور حضرت حسن ابن علیؓ کے ذریعہ اپنا رشتہ بھیجا اور حضرت حسن نے حضرت امامہ سے نوفل کی شادی کر دی۔

یہ روایت اس گزشتہ روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں ہے کہ ان کا نکاح کرنے والے حضرت زبیر ابن عوام تھے کیونکہ ممکن ہے حضرت زبیرؓ کے ذریعہ ان کا نکاح پڑھوانے کا سبب حضرت حسنؓ ہی رہے ہوں۔

<u>صاحبزادی کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں فدیہ کا ہار</u>..... (غرض آنحضرت ﷺ کے داماد ابوالعاص بھی غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے۔ ان کی بیوی حضرت زینبؓ مکے میں تھیں انہوں نے وہ ہار اپنے شوہر کے فدیہ میں بھیجا جو ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے ان کی شادی کے موقعہ پر بیٹی کو پہنایا تھا یہ فدیہ لے کر آنے والا ابوالعاص کا بھائی عمرو ابن ربیع تھا۔ اس عمرو کے اسلام کے بارے میں کوئی تحقیق نہیں ہے۔

<u>حضرت خدیجہ کا ہار دیکھ کر آنحضرت ﷺ کی دل گیری</u>..... غرض آنحضرت ﷺ نے جب یہ ہار دیکھا تو آپ بہت زیادہ دل گیر اور آبدیدہ ہو گئے۔ پھر آپ نے صحابہ سے فرمایا۔

"اگر تم مناسب سمجھو تو زینبؓ کے قیدی کو رہا کر دو اور اس کا یہ ہار بھی واپس کر دو!"

<u>ابوالعاص کی رہائی</u>..... صحابہ نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ۔ چنانچہ ابوالعاص کو رہا کر دیا گیا اور حضرت زینب کا ہار بھی لوٹا دیا گیا مگر آنحضرت ﷺ نے ابوالعاص کو اس شرط پر رہا کیا کہ مکے جاتے ہی وہ حضرت زینب کو اجازت دیں کہ وہ مدینے کو ہجرت کر سکیں۔

Presented by Ziaraat.Com

واضح رہے کہ حضرت زینبؓ کی شادی کے بعد مشرکین قریش نے ابوالعاص پر زور دیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو طلاق دیدیں جیسے ابولہب کے دونوں بیٹوں نے آنحضرت ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں حضرت رقیہ اور حضرت کلثوم کو ان کے ساتھ خلوت کرنے سے بھی پہلے طلاق دیدی تھی جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ مشرکوں نے ابوالعاص سے آکر کہا تھا کہ ہم قریش کی کسی بھی اس عورت سے تمہاری شادی کر دیں گے جس کو تم پسند کرتے ہو۔ مگر ابوالعاص نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا اور کہا۔

"خدا کی قسم! میں اپنی شریک زندگی کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اور نہ میں قریش کی کسی عورت سے شادی کا آرزومند ہوں!"

جب آنحضرت ﷺ کو یہ معلوم ہوا تھا تو آپ نے اس پر ابوالعاص کا شکریہ ادا کیا تھا اور ان کے حق میں کلمہ خیر فرمایا تھا۔

<u>حضرت زینبؓ کو لانے کے لئے زیدؓ کی مکے کو روانگی</u>...... غرض مدینے سے رہا ہونے کے بعد ابوالعاص مکے پہنچے تو انہوں نے اپنی بیوی حضرت زینبؓ سے کہا کہ تم اپنے والد کے پاس مدینے چلی جاؤ حضرت زینبؓ فوراً مکے سے روانہ ہو گئیں۔

ادھر آنحضرت ﷺ نے حضرت زید ابن حارثہؓ اور ایک انصاری مسلمان کو ابوالعاص کے پیچھے روانہ کیا تھا تاکہ وہ حضرت زینبؓ کو مدینے لے آئیں۔ آپ نے ان دونوں کو ہدایت فرمائی۔

"تم دونوں مکے کے قریب فلاں جگہ پر ٹھہر جانا۔ جب حضرت زینب وہاں پہنچیں تو تم ان کے ساتھ ہو جانا اور انہیں یہاں لے آنا۔"

<u>حضرت زینب کے نکل جانے پر قریش کا غصہ</u>...... کہا جاتا ہے کہ حضرت زینبؓ کے دیور کنانہ ابن ربیع نے کسی کی پرواہ نہ کی بلکہ اپنی بھاوج کے لئے اونٹ لایا، اپنی کمان اور ترکش سنبھالا اور حضرت زینبؓ کو اونٹ پر سوار کرا کے دن دہاڑے مکے سے لے کر چلا۔ حضرت زینبؓ اونٹ پر ہودج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور کنانہ اونٹ کی نکیل پکڑے چل رہا تھا۔ حضرت زینبؓ ان دنوں حاملہ یعنی امید سے تھیں۔ یہ بات قریش کو معلوم ہوئی تو وہ فوراً ان کا پیچھا کرنے کے لئے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ذی طویٰ کے مقام پر انہوں نے حضرت زینبؓ کو جا لیا۔ یہاں سب سے پہلے جو شخص حضرت زینبؓ کی جانب بڑھے وہ ھبار ابن اسود تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے اپنے نیزے سے اونٹ کو زخمی کر دیا۔ اس دھکے سے حضرت زینبؓ اونٹ پر سے گریں اور ان کا حمل ضائع ہو گیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ھبار اور ایک دوسرا شخص جس کا نام نافع تھا۔ اور ایک روایت کے مطابق۔ خالد ابن عبد قیس تھا حضرت زینبؓ کی طرف بڑھے۔ یہ دیکھ کر کنانہ بیٹھ گیا اور اس نے فوراً تیر چڑھا کر کمان ان لوگوں کی طرف تان لی اور کہا۔

"جو شخص بھی میرے قریب آئے گا یہ تیر اس کے جسم میں پیوست کر دوں گا!"

یہ صورت دیکھ کر ابوسفیان کچھ دوسرے قریشیوں کے ساتھ آگے آیا اور ان سے کہنے لگا۔

"اپنا تیر کمان ہماری طرف سے ہٹالو ہم تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

کنانہ نے تیر کمان گرا لیا تو ابوسفیان نے کہا۔

Presented by Ziaraat.Com

"تم نے جو کچھ کیا اچھا نہیں کیا کہ دن دہاڑے سب لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اس عورت کو لے کر روانہ ہو گئے تمہیں ہماری مصیبت کا حال معلوم ہے جو محمد ﷺ کی طرف سے ہم پر آئی ہے۔ اگر زینب اس طرح کھلے عام اور ہماری نظروں کے سامنے نکل گئی تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ سب ہماری اسی ذلت اور رسوائی کے نتیجہ میں ممکن ہو سکا ہے جو ہو چکی ہے۔ اس کو لوگ ہماری کمزوری سمجھیں گے۔ میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہمیں اس لڑکی کو اس کے باپ سے جدا کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مگر یہ چاہتا ہوں کہ اس وقت تم اسے لے کر واپس مکے چلے جاؤ۔ اور پھر جب لوگوں کا غصہ اور چہ میگوئیاں دب جائیں اور وہ یہ سمجھ لیں کہ ہم لڑکی کو واپس لے آئے ہیں تو تم اسے خاموشی کے ساتھ لے کر نکل جانا اور اسے اس کے باپ کے پاس پہنچا دینا۔"

کنانہ نے یہ بات مان لی اور انہیں واپس لے آیا۔ پھر حضرت زینبؓ چند دن تک مکے میں رہیں اور اس کے بعد ایک رات کنانہ ان کو لے کر خاموشی سے روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ (مکے سے نکل کر) اس نے انہیں حضرت زید اور ان کے ساتھی کے سپرد کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب زیدؓ ابن حارثہ کو حضرت زینبؓ کے لانے کے لئے بھیجنے کا ارادہ کیا تو زیدؓ سے کہا

"کیا تم زینب کو یہاں لانے کے لئے سفر کر سکتے ہو۔"

انہوں نے عرض کیا۔ "بے شک یا رسول اللہ!" آپ نے فرمایا۔

تو میری یہ انگوٹھی لو اور اس کو دیدینا!"

زید روانہ ہو گئے مکے کے قریب انہیں ایک چرواہا ملا حضرت زیدؓ نے اس سے پوچھا کہ تم کس کے چرواہے ہو اس نے کہا ابوالعاص کا زید نے پوچھا یہ بھیڑیں کس کی ہیں۔ اس نے کہا۔

"یہ بھیڑیں زینب بنت محمد کی ہیں۔"

اب حضرت زید نے اس سے بات چیت شروع کی پھر کہا۔

"اگر میں تمہیں زینب کے لئے کوئی چیز دوں تو کیا تم وہ ان تک پہنچا سکتے ہو مگر اس طرح کہ کسی دوسرے سے اس کا ذکر مت کرنا۔"

چرواہا راضی ہو گیا۔ حضرت زیدؓ نے اس کو انگوٹھی دی۔ چرواہا انگوٹھی لے کر روانہ ہوا گھر پہنچ کر بھیڑوں کو ان کے ٹھکانے پر پہنچایا اور پھر وہ انگوٹھی لے جا کر حضرت زینبؓ کو دی حضرت زینب انگوٹھی کو دیکھتے ہی پہچان گئیں۔ انہوں نے چرواہے سے پوچھا کہ تمہیں یہ انگوٹھی کس نے دی تھی۔ اس نے کہا ایک آدمی نے دی تھی۔ حضرت زینبؓ نے پوچھا تم نے اس آدمی کو کہاں چھوڑا تھا۔ اس نے کہا فلاں فلاں جگہ پر چھوڑا تھا۔ اس کے بعد حضرت زینبؓ خاموش ہو گئیں۔

جب رات کا اندھیرا پھیل گیا تو وہ گھر سے نکل کر روانہ ہوئیں اور حضرت زیدؓ کے پاس پہنچ گئیں حضرت زید نے ان کو دیکھ کر کہا کہ میرے آگے اونٹ پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت زینب نے کہا نہیں میں پیچھے بیٹھوں گی تم آگے بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ زید بیٹھ گئے تو ان کے پیچھے حضرت زینب بیٹھ گئیں یہاں تک کہ منزلیں طے کرتے ہوئے وہ مدینہ منورہ اپنے والد رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئیں۔ یہ واقعہ غزوہ بدر کے دو ماہ بعد کا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

"میری بیٹیوں میں زینب سب سے زیادہ افضل ہے جو میری وجہ سے مبتلائی ہوئی تھی۔"

مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ امام سراج الدین بلقینی نے آنحضرت ﷺ کا یہی جملہ اپنے فتاوی میں حضرت فاطمہؓ کے لئے نقل کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے۔

علامہ بزاز نے اپنی مسند میں حضرت عائشہؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ کیلئے فرمایا کہ۔ وہ میری بہترین بیٹی ہے جو میری وجہ سے مبتلا ہوئی۔ یہاں تک علامہ بزاز کا حوالہ ہے۔

اب یہ بات بھی غور طلب ہے کہ حضرت فاطمہؓ آنحضرت ﷺ کی وجہ سے کب کسی پریشانی میں مبتلا ہوئی تھیں۔ ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ حضرت فاطمہؓ جو مبتلا ہوئی تھیں وہ ان کا وہ صدمہ تھا جو آنحضرت ﷺ کی وفات کا تھا کہ آپ کی وفات حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں ہوئی تھی (جبکہ آپ کی دوسری تمام صاحبزادیوں کا انتقال آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں ہو چکا تھا۔

پھر میں نے اس سلسلے میں علامہ ابن حجر کا جواب دیکھا جنہوں نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی فضیلت اس لیے تھی کہ آپ نے یہ جملہ حضرت فاطمہؓ کے لئے اس لئے فرمایا تھا کہ صاحبزادیوں میں تنہا انہوں نے آپ کی وفات کا صدمہ دیکھا اور یہ صدمہ ان کے مقدر میں لکھا ہوا تھا۔ تو گویا یہ بات رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوئی۔ اب جہاں تک حضرت فاطمہؓ کی فضیلت کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے تو حضرت فاطمہؓ کو اللہ تعالیٰ نے جو کمالات و فضائل عطا فرمائے وہ ان سے پہلے کی بات ہے۔

ایک دفعہ امام بلقینی سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت فاطمہؓ کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی جو صاحبزادیاں ہیں وہ اپنی اپنی فضیلت میں سب برابر ہیں یا ایک دوسری سے فضیلت رکھتی ہے۔ مگر امام مذکور نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

ان گزشتہ روایتوں کے درمیان کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ حضرت زینبؓ خود زید ابن حارثہؓ کے پاس گئی تھیں اور دوسری روایت کے مطابق ان کے دیور انہیں لے کر گئے تھے (کیونکہ اس شبہ کا جواب ظاہر ہے)۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینبؓ نے آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بہت عرصہ بعد ہجرت فرمائی اس سے ابن اسحاق کے اس قول میں شبہ پیدا ہو جاتا ہے جس میں ہے کہ۔ جہاں تک آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں کا تعلق ہے تو ان سب نے اسلام کا زمانہ پایا۔ مسلمان ہوئیں اور سب نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہجرت کی مگر اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہجرت کے معاملے میں آپ کی تمام صاحبزادیاں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سب مسلمان ہوئیں ان بارے میں جو شبہ ہے وہ گزر چکا ہے۔

گزشتہ سطروں میں بیان ہوا ہے کہ ابوالعاص کا فدیہ لے کر ان کا بھائی عمرو ابن ربیع آیا تھا۔ مگر ایک حدیث سے اس بات کی تردید ہو جاتی ہے جو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے ابوالعاص اور ان کے بھائی عمرو ابن ربیع دونوں کا فدیہ بھیجا۔ انہوں نے جو مال بھیجا اس میں وہ ہار بھی تھا۔ وغیرہ

مگر غالباً اس روایت میں الفاظ کارد و بدل ہو گیا ہے ورنہ اصل حقیقت یہی ہے کہ حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر ابوالعاص کا فدیہ ان کے بھائی عمرو ابن ربیع کے ہاتھ بھجوایا تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے بھی اسی بات کا پتہ چلتا ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ اگر تم مناسب سمجھو تو زینب کے قیدی کو رہا کر دو۔ کیونکہ آپ نے یہاں قیدیوں یا دونوں قیدیوں کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

سہیل کی رہائی......ان ہی جنگی قیدیوں میں سہیل ابن عمرو العامری تھے جن کے متعلق پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ قریش کے معزز لوگوں میں سے تھے اور بہت بہترین خطیب تھے۔ چنانچہ جاہلیت کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت سعید ابن مسیبؓ سے پوچھا گیا کہ قریش کے مشہور خطیب یعنی بہترین اور فصیح گفتگو کرنے والے کون کون لوگ ہیں۔ انہوں نے جواب دیا اسود ابن عبد المطلب اور سہیل ابن عمرو ابن عامری۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ مسلمانوں میں بہترین خطیب کون کون ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ معاویہ ابن ابو سفیان اور ان کا بیٹا یعنی یزید۔ اور سعید ابن عاص اور ان کے بیٹے عمرو ابن سعید اور عبد اللہ ابن زبیر۔ بظاہر یہ بات اصمعی کے اس قول کے خلاف نہیں ہے جو پیچھے گزر چکا ہے اور جس میں ہے کہ بنی مروان کے خطیبوں میں امیر معاویہ کے بھائی عتبہ ابن ابو سفیان اور عبد الملک ابن مروان ہیں (کیونکہ بظاہر اصمعی کے اس قول میں تمام خطیبوں کا ذکر نہیں کیا گیا ہے)۔

عتبہ کے جو قول مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ۔ کانوں میں طرح طرح کی اور بہت زیادہ باتوں کا پڑنا سمجھ کو گمراہ کر دیتا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔

غرض یہ سہیل ابن عمرہ قریش کے زبردست خطیب تھے اور آنحضرت ﷺ کے خلاف زبان درازی کیا کرتے تھے جس وقت یہ قید ہو کر آئے تو حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کے سامنے کے دانت توڑ دوں کہ اس کی زبان باہر نکل آئے۔"

مقصد یہ تھا کہ یہ شخص بہت زبان دراز اور بہترین کلام کرنے والا آدمی ہے لیکن اگر کسی خطیب کے سامنے کے دانت نہ ہوں تو کلام کرنے کی اس میں قدرت نہیں رہتی کیونکہ بولتے ہوئے الفاظ کے بننے سے پہلے ہوا باہر نکل جاتی ہے۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔

"تاکہ اس کے بعد وہ کبھی بھی کسی جگہ کھڑے ہو کر آپ کے خلاف زبان درازی نہ کر سکے!"

آپ نے فرمایا۔

"میں اس کو عیب دار نہیں کروں گا کہ پھر اللہ تعالیٰ میرے ساتھ بھی یہی معاملہ نہ فرمائے اگرچہ میں نبی ہی کیوں نہ ہوں۔ کیا خبر کسی وقت وہ کسی بلند مقام پر پہنچ جائے اس لئے اس کی برائی نہ کرو۔"

چنانچہ آگے چل کر ایسا ہی ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو مکے کے اکثر لوگوں نے اسلام کو چھوڑنا چاہا یہاں تک کہ مکے کے امیر حضرت عتاب ابن اسیدؓ اس صورت حال سے اس قدر گھبرا گئے اور اتنے خوفزدہ ہوئے کہ لوگوں سے چھپ کر بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت سہیل ابن عمرو ہی تھے جنہوں نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات کا تذکرہ کیا اور اس کے بعد کہا۔

"لوگو! جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ محمد ﷺ کی وفات ہو چکی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور کبھی نہیں مر سکتا کیا تم نہیں جانتے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ الآیہ پ ۲۴ سورۂ زمر ع ۳ آیت ۳۰

ترجمہ: آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے متعلق فرمایا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ الآیہ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۵ آیت ۱۴۴

ترجمہ: اور محمد نرے رسول ہی تو ہیں۔ آپ سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں۔

اس کے علاوہ حضرت سہیل نے دوسری آیتیں بھی تلاوت کیں اور پھر کہا۔

خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ یہ دین سورج کی طرح مشرق سے مغرب تک پھیلے گا اس لئے تم اس شخص یعنی ابوسفیان کی وجہ سے اپنی جانوں کو مصیبت میں ہرگز مت ڈالو کیونکہ یہ شخص اس دین کے متعلق اگرچہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو میں جانتا ہوں مگر اس کے سینے میں بنی ہاشم کے خلاف حسد کی مہر لگ چکی ہے۔ لہذا تم لوگ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کرو کیونکہ اللہ کا دین قائم رہنے والا ہے اور اس کا کلمہ پورا ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدد فرمائے گا جنہوں نے اس کے دین کی مدد کی اور وہ اپنے دین کو قوت و طاقت عطا فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو ایک ایسے شخص یعنی حضرت ابوبکرؓ پر متفق کر دیا ہے جو تم میں سب سے بہتر ہیں۔

پھر انہوں نے کہا۔

"تم لوگوں کی حرکتوں سے بھی اس دین کو قوت و طاقت ہی ملے گی یہ کمزور نہیں ہوگا۔ لہذا کان کھول کر سن لو کہ جس کو ہم نے مرتد ہوتے دیکھا ہم اس کی گردن اڑا دیں گے!"

حضرت سہیل کی اس ولولہ انگیز اور ایمان افروز تقریر سے لوگ اپنے ارادوں سے باز آگئے اور جو کچھ انہوں نے سوچا تھا اس کو دلوں سے نکال دیا۔ اسی وقت عتاب ابن اسید یعنی امیر مکہ بھی اپنی روپوشی سے نکل آئے۔

غرض ان ہی سہیل ابن عمرو کو فدیہ کے بدلے آزاد کرانے کے لئے مکے سے مکرز ابن حفص آیا۔ بات چیت کے بعد سہیل کے فدیہ کے لئے جب مال کی ایک مخصوص مقدار پر مسلمانوں اور مکرز میں سمجھوتہ ہو گیا تو صحابہ نے مکرز سے کہا کہ لاؤ فدیہ کی رقم دیدو۔ (مگر مکرز اس وقت صرف بات چیت کرنے آیا تھا مال لے کر نہیں آیا تھا لہذا) اس نے صحابہ سے کہا۔

"تم سہیل کی جگہ مجھے روک لو اور سہیل کو رہا کر دو۔ جب وہ مکے پہنچ کر اپنے فدیہ کی رقم بھیج دے گا تو مجھے چھوڑ دینا۔"

مسلمان اس پر راضی ہو گئے اور انہوں نے سہیل کو رہا کر دیا اور ان کی جگہ مکرز کو اس وقت تک مدینے میں روکے رکھا جب تک فدیہ کی رقم نہیں آگئی۔

ولید ابن ولید کی رہائی اور اسلام...... ان ہی قیدیوں میں حضرت خالد ابن ولید کے بھائی ولید ابن ولید بھی تھے۔ ان کو ان کے بھائیوں ہشام اور خالد ابن ولید نے رہا کرایا تھا۔ جب وہ ان کا فدیہ دے کر انہیں چھڑا لے گئے تو ولید ابن ولید مکے جا کر مسلمان ہو گئے۔ اس پر بھائیوں نے ان کو بہت برا بھلا کہا (کہ رہا ہونے سے پہلے ہی اسلام قبول کیوں نہ کر لیا) اس پر ولید ابن ولید نے کہا۔

"مجھے یہ گوارا نہیں تھا کہ لوگ میرے بارے میں یہ کہیں کہ میں قید سے گھبرا کر مسلمان ہوا ہوں۔"

مکے پہنچ کر جب یہ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے مدینے کو ہجرت کرنے کا فیصلہ کر لیا مگر ان کے بھائیوں نے انہیں ہجرت سے روک دیا اور وہیں قید کر لیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نماز کے دوران دعائے قنوت میں

www.ziaraat.com Sebeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

ان کی رہائی کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ اس کے بعد ایک دن ولید ابن ولید مکے سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے اور عمرہ قضا کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے آملے جیسا کہ آگے بیان ہو گا۔

ان قیدیوں میں سائب بھی تھا جو امام شافعی کی پانچویں پشت میں دلوا ہوتا ہے غزوہ بدر میں یہ سائب بنی ہاشم کا پرچم بردار تھا۔ اس جنگی پرچم کو عقاب کہا جاتا تھا۔ اس پرچم کو سرداروں کا پرچم یعنی پرچم رؤسا بھی کہا جاتا تھا۔ جنگ کے وقت اس پرچم کو سردار قوم ہی اٹھا سکتا تھا۔ یہ پرچم اصل میں ابوسفیان کے ہاتھ میں رہتا تھا یا اسی کے برابر کے سردار کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ چونکہ جنگ بدر کے موقع پر ابوسفیان تجارتی قافلے کے ساتھ گیا ہوا تھا اس لئے اس موقع پر یہ پرچم عقاب سائب کے ہاتھ میں تھا کیونکہ ابوسفیان کے بعد اپنی قوم میں وہی سب سے بلند مرتبہ سردار تھا۔ سائب نے اپنا فدیہ خود ادا کر کے اپنے کو رہا کرالیا۔

جہاں تک امام شافعی کے چوتھی پشت کے دلوا یعنی سائب کے بیٹے شافع کا تعلق ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ سے اس زمانے میں ملے تھے جبکہ وہ کم عمر تھے اور پھر مسلمان ہو گئے تھے۔ ان ہی شافع کی نسبت سے امام صاحب کو شافعی کہا جاتا ہے۔

<u>وہب ابن عمیر کی رہائی</u>...... ان ہی قیدیوں میں وہب ابن عمیر بھی تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے ان کو رفاعہ ابن رافع نے گرفتار کیا تھا۔ ان کا باپ عمیر قریش کے شیطانوں میں سے ایک شیطان تھا جس نے مکے میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو زبردست تکلیفیں پہنچائیں مگر پھر بعد میں یہ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔

<u>صفوان سے عمیر کا آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کا عہد</u>...... مسلمان ہونے سے پہلے ایک دن مکے میں حجر اسود کے پاس یہ عمیر اور صفوان ابن امیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ صفوان بھی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ یہاں یہ دونوں جنگ بدر میں اپنی شکست اور اپنے ان بڑے بڑے سرداروں کے متعلق باتیں کر رہے تھے جو اس جنگ میں قتل ہو گئے تھے۔ صفوان نے کہا۔

خدا کی قسم! ان سرداروں کے قتل ہو جانے کے بعد زندگی کا مزہ ہی ختم ہو گیا۔"

عمیر نے کہا

"خدا کی قسم تم سچ کہتے ہو۔ خدا کی قسم اگر میرے اوپر ایک شخص کا قرض نہ ہوتا جس کی ادائیگی کا میرے پاس کوئی انتظام نہیں ہو رہا ہے اور پھر اپنے پیچھے اپنی بیوی بچوں کی پریشانی کا خیال نہ ہوتا جو میرے بعد تنگ دستی میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو میں محمد کے پاس پہنچ کر ان کو قتل کر دیتا کیونکہ میرے وہاں پہنچنے کی وجہ بھی موجود ہے کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھوں میں قید ہے۔"

یہ سنتے ہی صفوان نے عمیر کے قرض وغیرہ کی ذمہ داری لے لی اور کہا۔

"تمہارا قرضہ میرے ذمہ رہا میں اس کو ادا کر دوں گا اور تمہارے بیوی بچے میرے بیوی بچوں کے ساتھ رہیں گے اور جب تک وہ زندہ ہیں میں ان کی کفالت اور پرورش کا ذمہ لیتا ہوں۔"

عمیر یہ سنتے ہی جانے پر راضی ہو گیا اور صفوان سے بولا۔

تو پھر میرے اور تمہارے درمیان جو یہ معاملہ ہوا ہے اس کو راز میں رکھنا۔"

<u>قتل کی نیت سے عمیر مدینے میں</u>...... صفوان نے وعدہ کر لیا۔ اب عمیر نے گھر جا کر اپنی تلوار نکالی اس پر دھار لگائی اور اس کو زہر میں بجھایا اور اس کے بعد مکے سے روانہ ہو کر وہ مدینے پہنچے جب عمیر مسجد نبوی پر پہنچے تو

وہاں حضرت عمر فاروقؓ کچھ دوسرے مسلمان کے ساتھ بیٹھے ہوئے غزوہ بدر کی باتیں کر رہے تھے۔ عمیر نے جوں ہی مسجد نبوی کے دروازے پر اپنی اونٹنی بٹھائی تو حضرت عمرؓ کی ان پر نظر پڑی کہ عمیر ننگی تلوار ہاتھ میں لئے اتر رہے ہیں حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھتے ہی کہا۔

"یہ کتا خدا کا دشمن عمیر ابن وہب ضرور کسی برے ارادے سے یہاں آیا ہے!"

پھر حضرت عمرؓ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر آنحضرت ﷺ کے پاس آپ کے حجرہ مبارک میں گئے اور عرض کیا۔

"اے پیغمبر خدا! خدا کا یہ دشمن عمیر ابن وہب ننگی تلوار لئے آیا ہے!"

آپ نے فرمایا۔

"اسے میرے پاس اندر لے آؤ!"

حضرت عمرؓ سیدھے عمیر کے پاس آئے اور تلوار کا جو پٹکا ان کی گردن میں پڑا ہوا تھا اس کو مضبوطی سے پکڑ کر عمیر کو لے چلے حضرت عمرؓ کے ساتھ اس وقت جو انصاری مسلمان موجود تھے ان سے فاروق اعظمؓ نے کہا۔

"میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس اندر چلو اور آپ کے قریب ہی بیٹھو کیونکہ اس خبیث کی طرف سے مجھے اطمینان نہیں ہے۔"

اس کے بعد حضرت عمرؓ انہیں لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس اندر آئے۔ آنحضرت ﷺ نے جب دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس حال میں آرہے ہیں کہ ہاتھ سے عمیر کی تلوار کا وہ پٹکا مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں جو ان کی گردن میں تھا تو آپ نے فرمایا۔

"عمر اس کو چھوڑ دو۔ عمیر قریب آؤ۔!"

عمیر آنحضرت ﷺ کے روبرو......

چنانچہ عمیر قریب آئے اور انہوں نے جاہلیت کے آداب کے مطابق انعموا صباحا یعنی صبح بخیر کہا۔

آپ نے فرمایا۔

"عمیر! ہمیں اسلام نے تمہارے اس سلام سے بہتر سلام سے سرفراز فرمایا ہے جو جنت والوں کا سلام ہے۔ تم کس لئے آئے ہو۔"

عمیر نے کہا۔

"میں اپنے اس قیدی یعنی اپنے بیٹے کے سلسلے میں بات کرنے آیا ہوں جو آپ لوگوں کے قبضے میں ہے! میری درخواست ہے کہ اس کے سلسلے میں آپ لوگ اچھا اور نیک معاملہ کریں!"

آپ نے فرمایا۔

"پھر اس تلوار کا کیا مطلب ہے۔"

عمیر نے کہا۔

"خدا اس تلوار کا ناس کرے۔ کیا آپ نے ہمیں کسی قابل چھوڑا ہے!"

آپ نے فرمایا۔

"مجھے سچ سچ بتلاؤ تم کس مقصد سے آئے ہو۔"

عمیر نے کہا کہ میں واقعی اس کے سوا اور کسی ارادے سے نہیں آیا کہ اپنے قیدی کے متعلق آپ سے

Presented by Ziaraat.Com

بات کروں)۔ تب آپ نے فرمایا۔

معجزہ نبوی دیکھ کر قبول اسلام...... نہیں بلکہ ایک دن تم اور صفوان ابن امیہ حجر اسود کے پاس بیٹھے تھے اور اپنے ان مقتولوں کی باتیں کر رہے تھے جن کو جنگ بدر میں قتل کر کے گڑھے میں ڈالا گیا ہے۔ اس وقت تم نے صفوان سے کہا تھا کہ اگر مجھ پر ایک قرض نہ ہوتا اور اپنے بیوی بچوں کی فکر نہ ہوتی تو میں جا کر محمد کو قتل کر دیتا۔ صفوان نے میرے قتل کی شرط پر تمہارا قرض اتارنے اور بیوی بچوں کی ذمہ داری لے لی۔ مگر اللہ تعالیٰ تمہارے اور اس ارادے کے درمیان حائل ہے!

عمیر جو ہکا بکا کھڑے یہ بات سن رہے تھے) فوراً بول اٹھے۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ آپ کے پاس آسمان سے جو خبریں آیا کرتی ہیں اور آپ پر جو وحی نازل ہوتی ہے ہم اسکو جھٹلایا کرتے تھے۔ اور جہاں تک اس معاملہ کا تعلق ہے تو اس وقت حجر اسود کے پاس میرے اور صفوان کے سوا کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا (اور نہ ہی کسی اور کو ہماری اس گفتگو کی خبر ہے۔ کیونکہ ہم نے رازداری کا عہد کیا تھا) اس لئے خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کے سوا آپ کو اور کوئی اس کی خبر نہیں دے سکتا۔ پس حمد و ثنا ہے اس ذات باری کے لئے جس نے اسلام کی طرف ہماری رہنمائی اور ہدایت فرمائی اور مجھے اس راہ پر چلنے کی توفیق بخشی!"

اسکے بعد عمیر نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا۔

"اپنے بھائی کو دین کی تعلیم دو اور اس کو قرآن پاک پڑھاؤ اور اس کے قیدی کو رہا کر دو۔"

صحابہ نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی اور ان کے قیدی کو رہا کر دیا پھر حضرت عمیر نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں ہر وقت اس کوشش میں لگا رہتا تھا کہ اللہ کے اس نور کو بجھا دوں اور جو لوگ اللہ کے دین کو قبول کر چکے تھے ان کو زبردست تکلیفیں پہنچایا کرتا تھا۔ اب میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ مجھے مکے جانے کی اجازت دیں تاکہ وہاں مکے والوں کو اللہ کی طرف بلاؤں اور اسلام کی دعوت دوں ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرما دے۔ ورنہ پھر میں ان لوگوں کو ان کی بت پرستی کی بناء پر اسی طرح تکلیفیں پہنچاؤں گا جیسے میں اسلام کی وجہ سے آپ کے صحابہ کو تکلیفیں پہنچاتا رہا ہوں۔"

آنحضرت ﷺ نے ان کو مکے جانے کی اجازت عطا فرما دی۔ چنانچہ وہ مکے واپس پہنچ گئے جہاں ان کے بیٹے وہب ابن عمیر بھی مسلمان ہو گئے۔

ادھر عمیر کے مکے سے روانہ ہونے کے بعد صفوان لوگوں سے کہا کرتا تھا۔

"میں تمہیں ایک ایسے واقعہ کی خوش خبری سناتا ہوں جو عنقریب رونما ہونے والا ہے اور اس کے نتیجہ میں تم جنگ بدر کے حادثے اور مصیبت کو بھول جاؤ گے!"

ادھر صفوان ہر آنے والے سوار سے عمیر کی کارگزاری کے متعلق پوچھا کرتا تھا۔ آخر ایک سوار مکے پہنچا اور اس نے صفوان کو بتلایا کہ عمیر اسلام قبول کر چکے ہیں۔ (صفوان اس خبر پر بھونچکا رہ گئے) انہوں نے حلف اٹھایا کہ کبھی اس سے بات نہیں کروں گا اور اپنی ذات سے کبھی ان کو کوئی نفع نہیں پہنچنے دوں گا۔

اس کے بعد جب عمیر مکے پہنچے تو وہ پہلے صفوان کے گھر نہیں گئے بلکہ سیدھے اپنے گھر گئے۔ وہاں

Presented by Ziaraat.Com

انہوں نے گھر والوں کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کیا اور ان کو مسلمان ہونے کی دعوت دی۔ جب صفوان کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہا۔

"میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ کیوں وہ پہلے میرے پاس آنے کی بجائے اپنے گھر گیا ہے۔ وہ بے دین اور گمراہ ہو گیا ہے میں اب کبھی اس سے بات نہیں کروں گا اور نہ اسے یا اس کے گھر والوں کو کبھی میری ذات سے کوئی فائدہ پہنچے گا۔"

اس کے بعد عمیر صفوان کے پاس پہنچے اور اس کو پکار کر کہا۔

"تم ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار ہو تمہیں معلوم ہی ہے کہ ہم پتھروں کی پوجا اور ان کے لئے قربانیاں کیا کرتے تھے۔ کیا یہ کوئی دین ہوا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

مگر صفوان نے عمیر کی بات کا نہ کوئی جواب دیا اور نہ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ آگے بیان آئے گا کہ فتح مکہ کے وقت عمیر نے ہی رسول اللہ ﷺ سے صفوان کے لئے امان مانگی تھی۔"

اسی طرح ان قیدیوں میں ابو عزیز ابن عمیر بھی تھا جو حضرت مصعبؓ ابن عمیر کا سگا بھائی تھا۔ ابو عزیز کہتا ہے کہ میرے پاس سے میرے بھائی مصعب ابن عمیر گزرے اور اس شخص سے کہنے لگے جس نے مجھے گرفتار کر رکھا تھا۔

"اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو کیونکہ اس کی ماں بہت دولت مند عورت ہیں ممکن ہے وہ اس کے فدیہ کی رقم تمہیں دے کر اسے رہا کرائے۔"

میں نے بھائی کے منہ سے یہ بات سن کر ان سے کہا۔

"بھائی! کیا میرے ساتھ تمہارا یہی تعلق ہے۔"

غرض اس کے بعد ابو عزیز کی ماں نے بیٹے کی رہائی کے لئے فدیہ کی رقم بھیجی جو چار ہزار درہم تھی۔ چنانچہ اس کے بدلے میں ابو عزیز کو رہا کیا گیا۔

<u>قیدیوں میں آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس</u>...... اسی طرح ان ہی جنگی قیدیوں میں آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس بھی تھے لوگوں نے ان کی رسی بہت سخت کر کے باندھی تھی جس کی وجہ سے حضرت عباس مسلسل کراہتے رہے۔ ان کی اس تکلیف کی وجہ سے آنحضرت ﷺ رات بھر بے چین اور بے خواب رہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ سے کسی نے پوچھا۔

"یا رسول اللہ! آپ کس لئے رات بھر جاگتے رہے۔"

آپ نے فرمایا کہ عباس کی کراہتوں کی وجہ سے۔

اسی وقت ایک شخص اٹھا اور اس نے عباس کی رسیاں ڈھیلی کر دیں۔ ساتھ ہی انہوں نے دوسرے تمام قیدیوں کی رسیاں اور بندشیں بھی ڈھیلی کر دیں۔

حضرت عباس کو ابوالیسر کعب ابن عمرو نے گرفتار کیا تھا۔ یہ ابوالسیر ناٹے قد کے اور دبلے پتلے آدمی تھے جبکہ حضرت عباس بہت موٹے اور لمبے قد کے تھے۔ چنانچہ کسی نے حضرت عباس سے کہا۔

"اگر آپ ابوالیسر کو اپنے ہاتھ سے نکوتے تو وہ آپ کی ہتھیلی میں ہی سما جاتے!"

Presented by Ziaraat.Com

یعنی ایک اتنے مختصر اور کمزور آدمی نے آپ جیسے لحیم شحیم آدمی کو کیسے گرفتار کیا۔ حضرت عباس نے کہا حقیقت یہ ہے کہ جب وہ یعنی ابوالیسر میرے سامنے آیا تو مجھے وہ خندمہ پہاڑ کے برابر نظر آیا۔ جو مکے کا ایک پہاڑ تھا۔"

ان ابوالیسر نے ہی مشرکوں کا جنگی پرچم چھین کر سرنگوں کیا تھا۔ یہ جنگی پرچم ابوعزیز ابن عمیر کے ہاتھ میں تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابوالیسر کعبؓ سے پوچھا کہ تم نے عباس کو کیسے گرفتار کیا۔ توانہوں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ان کو گرفتار کرنے میں ایک مبارک فرشتے نے میری مدد کی تھی۔"

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عباسؓ سے ان کی گرفتاری کے متعلق وہ بات کہی گئی جو پیچھے بیان ہوئی توانہوں نے یہ جواب دیا۔

"خدا کی قسم اس شخص نے مجھے گرفتار نہیں کیا بلکہ مجھے تو ایک بڑے خوبصورت اور لمبے تڑنگے آدمی نے گرفتار کیا تھا جو ایک سیاہ و سفید گھوڑے پر سوار تھا مگر میں نے پھر اس شخص کو تم لوگوں میں نہیں دیکھا۔"

اس وقت اس شخص نے جس نے ان کو قید کیا تھا یعنی ابوالیسر نے آنحضرت ﷺ سے کہا۔

"یارسول اللہ! خدا کی قسم میں نے ہی توان کو گرفتار کیا ہے!"

آپ نے فرمایا۔

"خاموش رہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں ایک فرشتے کے ذریعہ تمہاری مدد فرمائی ہے!"

تفسیر کشاف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس کو جب مسلمانوں نے گرفتار کیا توان کے لئے کسی کے پاس ان کے ناپ کی قمیص نہیں نکلی کیونکہ حضرت عباس بہت لمبے قد کے تھے۔ آخر ان کو منافقوں کے سردار عبداللہ ابن ابی ابن سلول نے اپنی قمیص پہنائی۔

<u>حضرت عباس کا فدیہ</u>...... آنحضرت ﷺ نے حضرت عباس کا فدیہ چار سو اوقیہ۔ اور ایک روایت میں سو اوقیہ۔ اور ایک روایت کے مطابق چالیس اوقیہ سونا متعین فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عباس پر ہی ان کے بھتیجے عقیل کا فدیہ بھی عائد کیا جو اسی اوقیہ متعین کیا گیا تھا۔ اسی طرح ان ہی کو ان کے دوسرے بھتیجے نوفل ابن حرث کے فدیہ کا ذمہ دار بھی ٹھہرا لیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عباس سے فرمایا۔

"عباس! اپنا فدیہ اور اپنے دونوں بھتیجوں عقیل ابن ابوطالب اور نوفل ابن حرث ابن عبدالمطلب کا فدیہ اور اپنے حلیف عتبہ ابن عمرو کا فدیہ ادا کرو۔"

چنانچہ حضرت عباس نے اپنا فدیہ سو اوقیہ دے کر لوا کیا۔ اور باقی تینوں میں سے ہر ایک کے لئے چالیس چالیس اوقیہ سونا فدیہ ادا کیا۔

آگے ایک روایت آئے گی کہ حضرت عباس نے صرف اپنا اور اپنے ایک بھتیجے عقیل کا فدیہ ادا کیا اور آنحضرت ﷺ سے کہا۔

"آپ نے مجھے بالکل کنگال اور فقیر کر دیا ہے اب میرے پاس کچھ بھی نہیں بچا۔ ایک روایت میں یہ

Presented by Ziaraat.Com

لفظ ہیں۔ آپ نے مجھے اس طرح فقیر اور تہیدست کر دیا ہے کہ میں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے قابل ہو گیا ہوں!" تب آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"پھر وہ مال کہاں ہے جو آپ ام فضل یعنی اپنی بیوی کو دے کر آئے ہیں اور ان سے کہہ کر آئے ہیں کہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل و عبداللہ اور قثم کا ہے۔"

ابن قتیبہ نے یہ روایت یوں نقل کی ہے کہ۔ تو اس میں سے فضل کا اتنا حصہ ہے عبداللہ کا اتنا حصہ ہے اور قثم کا اتنا حصہ ہے۔"

حضرت عباس نے (حیرت زدہ ہو کر یہ سنا اور) کہا۔

"خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ بات جو آپ نے بتلائی ہے میرے اور ام فضل کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عباس نے آنحضرت ﷺ سے جب یہ کہا کہ آپ نے تو مجھے قریش میں بالکل ہی کنگال کر دیا ہے تو آپ نے ان سے فرمایا۔

آپ کنگال کیونکر ہو گئے حالانکہ آپ ام فضل کو سونے کی تھیلیاں دے کر آئے ہیں اور یہ کہہ کر آئے ہیں کہ اگر میں قتل ہو گیا تو بھی تمہاری زندگی بھر کے لائق مال چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک روایت میں آنحضرت ﷺ کے یہ لفظ ہیں کہ وہ مال کہاں ہے جو آپ نے اور ام فضل نے دفن کر رکھا ہے اس پر حضرت عباس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کہہ رہے ہیں وہ درست ہے اور یہ بات آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہی بتلائی ہے۔

حضرت عباس کا ہر فدیہ پر احتجاج...... مگر پیچھے حضرت عباس کے غلام ابو رافع کا یہ قول گزرا ہے کہ حضرت عباس اور ان کی بیوی ام فضل مسلمان ہو چکے تھے اور یہی نہیں بلکہ ام فضل کو حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلی مسلمان ہونے والی خاتون کہا ہے۔ نیز یہ کہ وہ دونوں اپنا اسلام چھپایا کرتے تھے اور خود ابو رافع کا بھی یہی معاملہ تھا۔

ادھر ایک دوسری روایت سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ گرفتاری کے وقت حضرت عباس مسلمان تھے۔ اس روایت میں ہے کہ (جب آنحضرت ﷺ نے ان سے فدیہ کا مطالبہ کیا تو) انہوں نے کہا۔

"ہم سے فدیہ کیوں لیا جا رہا ہے جبکہ ہم پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جبکہ مسلمان ہوں مگر میری قوم اس کو پسند نہیں کرتی۔" آپ ﷺ نے فرمایا۔

"آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو حق تعالیٰ آپ کو جزا دے گا مگر ظاہری معاملہ تو یہی ہے کہ آپ ہمارے مقابل اور خلاف تھے۔"

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّمَن فِي أَيْدِيكُم مِّنَ الْأَسْرَىٰ إِن يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ الآیہ پ ۱۰ سورہ انفال ع ۱۰ آیت ۷۰

ترجمہ :اے پیغمبر آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہو گا تو جو کچھ تم سے فدیہ میں لیا گیا ہے دنیا میں اس سے بہتر تم کو دے دے گا اور آخرت میں تم کو

Presented by Ziaraat.Com

بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔

اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"تب تو کاش آپ مجھ سے اس کا دوگنا لے لیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں مجھے اس سے بہتر مال عطا فرمایا کہ سو غلام۔ اور ایک روایت کے مطابق۔ چالیس ایسے غلام عطا فرمائے جو سب کے سب تاجر ہیں۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا بھی امیدوار ہوں۔"

یعنی حق تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ تو پورا فرمادیا کہ اس مال سے بہتر مال عطا فرمایا اور اس کے دوسرے وعدے کے پورا ہونے کا میں امیدوار ہوں کہ وہ میری مغفرت بھی فرمائے گا۔ حضرت عباسؓ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اسی موقعہ پر نازل نہیں ہوئی تھی جب ان سے فدیہ کا مطالبہ کیا گیا تھا بلکہ بعد میں نازل ہوئی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت عباس جنگ بدر کے لئے روانہ ہوئے تھے تو اپنے ساتھ بیس اوقیہ سونا لے کر چلے تھے تاکہ اس سے مشرکوں کو کھانا کھلائیں اور ان کی ضیافت کریں۔ وہ سونا جنگ میں ان سے لے لیا گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے بات کی کہ اس بیس اوقیہ سونے کو بھی ان کے فدیہ میں شمار کرلیں مگر آپ نے اس بات کو ماننے سے انکار کردیا اور فرمایا۔

"جو مال آپ ہمارے مقابلے میں ہمارے خلاف استعمال کرنے کے لئے لے کر چلے تھے اس کو ہم آپ کے لئے نہیں چھوڑیں گے۔"

انصار کا عباس کو قتل کرنے کا ارادہ...... ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عباس قیدی بنائے گئے تو کچھ انصاری مسلمانوں نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔

"میں اپنے چچا عباس کی وجہ سے تمام رات نہیں سو سکا۔ انصار ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔"

حضرت عمرؓ انصاریوں کے پاس آئے اور ان سے بولے کہ عباس کو چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر آنحضرت ﷺ اس بات پر راضی ہوں تو۔

انصاریوں نے کہا۔

"اگر رسول اللہ ﷺ اس بات پر راضی ہوں تو آپ ان کو لے جاسکتے ہیں۔ ا"

حضرت عمرؓ ان کو لے کر روانہ ہوگئے۔ جب حضرت عباس حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں آگئے تو فاروق اعظم نے ان سے فرمایا۔

"عباس! تم مسلمان ہو جاؤ۔ خدا کی قسم تمہارا مسلمان ہونا میرے لئے اس سے زیادہ پسندیدہ کہ خطاب یعنی میرے باپ مسلمان ہو جائیں!"

حضرت علی و حضرت عباس کا مکالمہ...... علامہ واحدی کی کتاب اسباب نزول میں ہے کہ بدر کے دن جب عباس گرفتار ہوئے تو مسلمان ان کو شرم دلانے لگے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور صلہ رحمی یعنی رشتہ داریوں کا خیال نہیں کرتے۔ حضرت علیؓ نے ان کو سب سے زیادہ ہی کہا سنا۔ آخر حضرت عباسؓ نے کہا۔

Presented by Ziaraat.Com

"تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ تم صرف ہماری برائیاں ہی بیان کر رہے ہو۔ ہماری خوبیوں کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔"

حضرت علی نے کہا۔

"اچھا۔ کیا آپ میں خوبیاں بھی ہیں۔"

حضرت عباس نے کہا۔

"بے شک۔ ہم مسجد حرام کو آباد رکھتے ہیں۔ کعبہ کو زندہ یعنی پر رونق رکھتے ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور غلاموں کو آزاد کرتے ہیں!"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ الآیہ پ ۱۰ سورہ توبہ ع ۳ آیت ۱۷

ترجمہ: مشرکین کی یہ لیاقت ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جس حالت میں کہ وہ خود اپنے اوپر کفر کی باتوں کا اقرار کر رہے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے مسلمانوں سے کہا۔

"اگر تم لوگ اسلام لانے، ہجرت کرنے اور جہاد کرنے میں ہم سے سبقت لے گئے تو ہم بھی مسجد حرام کو آباد کرنے اور حاجیوں کی خدمت میں لگے ہوئے تھے!"

اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ الآیہ پ ۱۰ سورہ توبہ ع ۳ آیت ۱۹

ترجمہ: کیا تم لوگوں نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کی برابر قرار دے لیا جو کہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یہ لوگ برابر نہیں اللہ کے نزدیک اور جو لوگ بے انصاف ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عباس قریش کے ایک بڑے سردار تھے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے کی ذمہ داری ان ہی کی تھی۔ حضرت عباس کسی شخص کو حرم میں عاشقانہ شعر پڑھنے اور فحش کلام کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ قریش نے متفقہ طور پر طے کر کے یہ خدمت ان کے سپرد کر دی تھی اور اس سلسلے میں وہ ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا کرتے تھے۔ اسی لئے حضرت عباس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ خدا کی قسم یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور بے تہذیبوں کو تہذیب و سلیقہ سکھاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عباس کا کھانا غریبوں کے لئے تھا اور ایک قول کے مطابق ان کا کوڑا بنی ہاشم کے بے تمیزوں کو ادب سکھانے کے لئے تھا۔ اور جب یہ کوڑا بنی ہاشم کے بے تمیزوں کے لئے تھا تو دوسرے خاندانوں کے بے تمیزوں کے لئے یقیناً تھا۔ بظاہر یہ بات ان شریروں کے مسجد حرام میں ٹھہرنے ہی کے لئے مخصوص نہیں تھی جیسا کہ گزشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا ایک قول پیچھے گزرا ہے جو انہوں نے حضرت عباسؓ سے کہا تھا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ جبکہ پیچھے عباس کے غلام ابو رافع کا قول یہ بیان ہوا ہے کہ عباسؓ مسلمان تھے اور خود انہوں نے بھی آنحضرت ﷺ

Presented by Ziaraat.Com

سے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا تھا اور کلمہ شہادت پڑھا تھا۔ مگر ان دونوں باتوں میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حضرت عباسؓ نے سب کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان نہیں کیا تھا بلکہ صرف آنحضرت ﷺ کے سامنے اس بات کا اظہار کیا تھا حضرت عمر اور دوسروں کو اس کی خبر نہیں تھی۔ ادھر آنحضرت ﷺ نے بھی حضرت عباس کی خاطر اس بات کو کسی کے سامنے ظاہر نہیں فرمایا تھا اس کی وجہ جیسا کہ بیان ہوئی یہ تھی کہ ان کا بہت سا روپیہ قریشیوں کے ذمہ قرض تھا اور حضرت عباسؓ ڈرتے تھے کہ اگر انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کر دیا اور قریش کو اس کا پتہ چل گیا تو وہ لوگ ان کا قرض دبا بیٹھیں گے چنانچہ جب فتح مکہ کے دن قریش نے اسلام کی سربلندی اور شوکت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے تو حضرت عباسؓ نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ تو گویا فتح مکہ سے پہلے حضرت عباس کے مسلمان ہونے کا کسی کو پتہ نہیں تھا۔

اس دوران میں انہوں نے کئی دفعہ آنحضرت ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ان کو ہجرت کی اجازت دیدیں کہ وہ مکہ چھوڑ کر مدینے پہنچ جائیں مگر ہر مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ لکھوا دیا کہ مکے میں آپ کا قیام زیادہ بہتر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو جواب میں لکھا۔

"چچا۔ آپ جہاں ہیں وہیں رہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ پر ہجرت کو اسی طرح ختم فرمائے گا جس طرح اس نے مجھ پر نبوت کو ختم فرمایا ہے۔ !چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی نوفل ابن حرث ابن عبدالمطلب سے کہا۔

"نوفل تم اپنا فدیہ خود ادا کرو!"

نوفل نے کہا۔

"میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے کہ میں اپنے فدیہ کی رقم دے سکوں!"

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"تم اپنا فدیہ اپنے اس مال میں سے۔ اور ایک روایت کے مطابق۔ اپنے ان ہتھیاروں میں سے کیوں ادا نہیں کرتے جو جدہ میں ہیں۔"

نوفل یہ سنتے ہی پکار اٹھے۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو یہ بات معلوم نہیں کہ جدہ میں میرے ہتھیار رکھے ہوئے ہیں۔"

اس کے بعد انہوں نے خود اپنا فدیہ ادا کر دیا حضرت عباسؓ نے ان کے فدیہ کی رقم نہیں دی۔

اسی بات کی تائید بخاری میں حضرت انسؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس بحرین سے خراج کا مال آیا آپ نے فرمایا کہ اس مال کو مسجد میں ڈھیر کر دو۔ یہ خراج کا سب سے زیادہ مال تھا جو آپ کے پاس لایا گیا۔ اس کی تعداد ایک لاکھ کی مالیت کی تھی اور یہ سب سے پہلا خراج تھا جو آپ کو پیش کیا گیا اور یہ خراج ہر سال ادا کیا جاتا تھا۔

یہاں ایک شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جابرؓ سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آگیا تو

Presented by Ziaraat.Com

میں اس سے تمہیں بھی دوں گا۔ مگر پھر اس روایت میں ہے کہ لیکن بحرین کا مال نہیں آیا یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ مگر یہ شبہ غلط ہے کیونکہ مراد یہ ہے کہ اس سال بحرین کا مال نہیں آیا تھا جس میں آپ نے جابرؓ سے وعدہ فرمایا تھا۔

غرض آنحضرت ﷺ کے حکم پر جب بحرین کے خراج کا یہ مال مسجد میں ڈھیر کر دیا گیا تو آپ نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے مگر آپ نے اس مال کی طرف توجہ نہیں دی۔ نماز پڑھنے کے بعد آپ وہاں آکر بیٹھے جہاں وہ مال ڈھیر تھا۔ پھر جو بھی سامنے آتا گیا آپ اس مال میں سے اس کو دیتے گئے یہاں تک کہ حضرت عباسؓ بھی آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"یارسول اللہ! مجھے بھی کچھ مال عنایت فرمادیجئے کیونکہ میں نے اپنا بھی فدیہ ادا کیا ہے اور بھتیجے عقیل کا فدیہ بھی ادا کیا ہے۔

یہاں حضرت عباسؓ نے اپنے دوسرے بھتیجے نوفل کا بھی ذکر نہیں کیا اور اپنے حلیف عتبہ ابن عمرو کا بھی ذکر نہیں کیا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ لے لو۔ حضرت عباسؓ نے فوراً کپڑا پھیلا کر اس میں بہت سارا مال بھر لیا اور اس گٹھڑی کو اٹھا کر چلنے لگے مگر مال زیادہ تھا اس لئے اتنی بھاری گٹھڑی ان سے اٹھ نہ سکی۔ آخر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

آپ کسی کو حکم فرمادیجئے کہ مجھے گٹھڑی اٹھوادے!"

آپ نے فرمایا نہیں! حضرت عباسؓ نے کہا۔

"پھر آپ خود ہی اٹھوا کر میرے سر پر رکھوا دیجئے۔

آپ نے اس سے بھی انکار فرمادیا۔ آخر وہ خود کوشش کرنے لگے مگر جب اٹھاتے تو توازن نہ کر سکنے کی وجہ سے گٹھڑی گر جاتی اور اس میں سے ہر دفعہ کچھ نہ کچھ مال گر کر بکھر جاتا۔ یہاں تک کہ گرتے گرتے گٹھڑی میں اتنا مال رہ گیا جس کو وہ اٹھا سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت عباس نے اس کو اٹھا کر اپنی پیٹھ پر لاد لیا اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

"میں نے اتنا مال لے لیا تھا جتنا اللہ نے مجھے دینے کا وعدہ فرمایا تھا مگر خیر میں اپنی ضرورت پوری کر لوں گا۔

ان کے اس لالچ کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی نگاہیں حیرانی کے ساتھ ان پر اس وقت تک لگی رہیں جب تک کہ وہ نظر آتے رہے۔

ایک احسان فراموش...... چند قیدیوں پر آنحضرت ﷺ نے یہ احسان فرمایا کہ ان کو بغیر فدیہ لئے ہی رہا فرمادیا ان میں سے ایک ابو عزہ عمرو جمحی شاعر تھا جو آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف شعر لکھ لکھ کر آپ کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

یارسول اللہ! میں ایک غریب اور عیالدار آدمی ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ خود بہت ضرورت مند ہوں اس لئے مجھ پر احسان فرمائیے۔"

چنانچہ آپ نے اس پر احسان فرمایا اور اسے رہا کر دیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ اس نے آپ سے عرض کیا۔

Presented by Ziaraat.Com

"میرے پانچ بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے اس لئے ان کی خاطر مجھ پر کرم فرمائیں۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس کی درخواست فرمائی۔ نیز آپ نے اس سے عہد لیا کہ وہ کسی کو آپ کے خلاف نہیں اکسائے گا۔ اور اس کے بعد اسے رہا فرمادیا۔ مگر جب یہ یہاں سے چھوٹ کر کے پہنچا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ میں نے محمد پر جادو کر دیا تھا۔ پھر جنگ احد کے موقعہ پر یہ مشرکوں کے لشکر کے ساتھ تھا اور ان کو اپنے شعروں کے ذریعہ مسلمانوں کے خلاف جوش دلا رہا تھا۔ اس وقت یہ پھر گرفتار کر لیا گیا اور قتل کیا گیا۔ نیز اس کا سر کاٹ کر مدینے لایا گیا تھا جیسا کہ آگے بیان ہو گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنگ بدر کے قیدیوں میں کچھ تو وہ تھے جن کو فدیہ لے کر آزاد کیا گیا اور ان میں کچھ ایسے بھی تھے جن کو بغیر کسی قسم کا فدیہ اور مال لئے رہا کر دیا گیا تھا۔ ایسے لوگوں میں ابوالعاص ابو عزہ اور وہب ابن عمیر تھے۔ اسی طرح ان قیدیوں میں کچھ وہ بھی تھے جو قید کے دوران ہی مر گئے اور کچھ ایسے تھے جو قتل کر دیئے گئے ایسے لوگوں میں ایک تو نضر ابن حرث تھا اور دوسرا عقبہ ابن معیط تھا جیسا کہ بیان ہوا۔

شاہ حبشہ کی فتح بدر پر بے پایاں مسرت...... ادھر جب غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کی فتح اور کامیابی کی اطلاع حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو پہنچی تو وہ بے حد خوش ہوا۔ چنانچہ حضرت جعفر ابن ابو طالب سے روایت ہے کہ ایک دن نجاشی نے ان کو اور حبشہ میں موجود ان کے دوسرے ساتھیوں کو اپنے پاس بلایا۔ جب یہ نجاشی کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ مٹی پر بیٹھا ہوا ہے اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ ان لوگوں نے بادشاہ کو اس حالت میں دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا۔

"جہاں پناہ یہ کیا ہے۔"

نجاشی نے کہا۔

"میں نے تمہیں ایک ایسی خوشخبری سنانے کے لئے بلایا ہے جسے سن کر تم لوگ بے حد خوش ہو گے۔ تمہارے علاقے سے میرے پاس میرا ایک جاسوس آیا ہے اور اس نے مجھے بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو فتح و نصرت عطا فرمائی ہے اور ان کے دشمنوں میں فلاں فلاں کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس نے بہت سے مشرکوں کے نام بتلائے۔ یہ جنگ جس میدان میں ہوئی اس کا نام بدر ہے جہاں پیلو کے درخت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اور یہ کہ میں وہاں اپنے بنی ضمرہ کے آقا کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

حضرت جعفرؓ نے کہا۔

"آپ ان پھٹے پرانے کپڑوں میں اور زمین پر کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

نجاشی نے کہا۔

"عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے جو کتاب یعنی انجیل نازل فرمائی تھی اس میں ہم یہ تعلیم پاتے ہیں کہ بندوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت اور خوش خبری حاصل ہو تو وہ تواضع اور انکساری کے اظہار میں مٹی پر بیٹھ کر اس کو بیان کریں۔"

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ

"عیسیٰ علیہ السلام کو جب حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت حاصل ہوتی تو وہ اور زیادہ تواضع اور

Presented by Ziaraat.Com

انکساری کا اظہار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو فتح و نصرت کی نعمت سے نوازا تو میں اس طرح اپنی تواضع کا اظہار کر رہا ہوں۔"

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ

"انجیل میں ہم یہ تعلیم پاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کسی نعمت سے نوازے تو بندے پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے لئے تواضع اور انکساری کا اظہار کرے۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور تمہیں ایک بے حد عظیم نعمت سے نوازا ہے......"

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

شکست کے بعد قریش کی ایک اور سازش

(قال) جب حق تعالیٰ نے بدر کے دن مشرکوں کو ذلیل و خوار کیا اور ان کو زبردست شکست اٹھانا پڑی تو انہوں نے غصہ سے پیچ و تاب کھا کر کہا۔

"ہماری انتقامی کارروائی حبشہ کی سرزمین میں ہے۔ ہم اب حبشہ کے بادشاہ کے پاس پیغام بھیجیں گے کہ محمد ﷺ کے جو اطاعت گزار اس کے پاس ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دے۔ پھر ہم ان لوگوں کو اپنے آدمیوں کے بدلے میں قتل کریں گے۔"

نجاشی کے پاس قریشی وفد میں عمرو ابن عاص...... اس کے بعد قریش نے کے پہنچ کر عمرو ابن عاص اور عبداللہ ابن ابی ربیعہ کو نجاشی کے پاس بھیجا۔ یہ دونوں بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ قریش نے ان دونوں کو یہ درخواست دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا کہ جو مسلمان اس کے پاس پناہ لئے ہوئے ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دے۔ نجاشی کو خوش کرنے کے لئے انہوں نے اس کے واسطے ہدیہ اور تحفے بھی بھیجے تھے۔

نجاشی کے پاس آنحضرت ﷺ کا سفیر...... اودھر رسول اللہ ﷺ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے حضرت عمرو ابن امیہ ضمری کو نجاشی کے نام ایک خط دے کر بھیجا جس میں بادشاہ کو مسلمانوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔

کتاب اصل میں بھی یہ روایت اسی طرح ہے مگر اس میں ایک اشکال یہ ہے کہ حضرت عمرو ابن امیہ ضمری اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کیونکہ اصل یعنی کتاب عیون الاثر میں ہی ہے کہ عمرو ابن امیہ ضمیری جنگ بدر اور جنگ احد میں مشرکوں کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ وہ جس پہلے غزوہ میں شریک ہوئے وہ غزوہ بیر معونہ ہے۔ اس غزوہ میں وہ گرفتار ہو گئے تھے اور ان کی پیشانی زخمی ہو گئی تھی۔ پھر بعد میں وہ رہا کر دیئے گئے تھے۔ یہ واقعہ ۴ھ کا ہے جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی۔

(قال) غرض جب عمرو ابن عاص اور عبداللہ ابن ابی ربیعہ مشرکوں کے قاصدی حیثیت سے نجاشی بادشاہ کے پاس پہنچے تو بادشاہ نے ان کو مایوس کر کے لوٹا دیا۔ چنانچہ حضرت عمرو ابن عاص اس واقعہ کو خود بیان کرتے ہیں کہ جب میں نجاشی بادشاہ کے دربار میں پہنچا تو میں نے اس کو سجدہ کیا۔ اس نے میرا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

"خوش آمدید میرے دوست! کیا تم اپنے وطن سے میرے لئے کوئی تحفہ لائے ہو۔"

میں نے کہا

"جی ہاں! جہاں پناہ! میں اپنے وطن سے بہت سی عمدہ اون آپ کے لئے ہدیہ کے طور پر لایا ہوں!"

اس کے بعد میں نے وہ اون بادشاہ کو نذر کی۔ بادشاہ نے میرے ہدیہ کو بے حد پسند کیا۔ اس نے ان تحفوں میں سے کچھ چیزیں اپنے امیروں اور مقرب لوگوں کو تقسیم کیں اور باقی سامان کو محل میں بھجوا دیا اور حکم دیا

Presented by Ziaraat.Com

کہ اس کی فہرست بنا کر اس کو محفوظ کر دیا جائے۔ عمرو ابن عاص کہتے ہیں کہ جب میں نے بادشاہ کو ان ہدیوں پر اس قدر خوش اور مسرور دیکھا جو ہم لائے تھے تو میں نے اس کے سامنے زبان کھولی اور کہا۔

"اے بادشاہ! میں نے ابھی ایک شخص کو آپ کے پاس سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا! یعنی عمرو ابن امیہ ضمر کو۔ وہ ہمارے اس دشمن کا ایلچی ہے جس نے ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ہمارے سرداروں اور بہترین آدمیوں کو قتل کر دیا ہے۔ آپ اس ایلچی کو میرے حوالے کر دیجئے تاکہ میں اسے قتل کر دوں!"

عمرو ابن عاص پر نجاشی کا غصہ...... یہ سنتے ہی نجاشی بادشاہ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور اس نے اچانک ہاتھ اٹھا کر اس زور سے میری ناک پر گھونسہ مارا کہ مجھے خیال ہوا میری ناک ٹوٹ گئی ہے۔ میری ناک سے خون بہہ کر میرے کپڑوں کو رنگین کرنے لگا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ نجاشی نے ہاتھ بلند کر کے غصے میں خود اپنی ناک پر اس زور سے مارا کہ مجھے خیال ہوا اس کی ناک ٹوٹ گئی۔ بہر حال ممکن ہے نجاشی سے یہ دونوں ہی فعل سرزد ہوئے ہوں جیسا کہ اس کی تشریح کی جاتی ہے۔

غرض حضرت عمرو کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے اس قدر خوف اور ذلت محسوس ہوئی کہ دل چاہتا تھا زمین پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں۔ میں نجاشی کے غصہ سے بے حد خوفزدہ تھا۔ آخر میں نے کہا۔

"جہاں پناہ! کاش میں جانتا کہ میں آپ سے جو درخواست کر رہا ہوں وہ آپکو اس قدر گراں گزرے گی۔"

نجاشی نے کہا۔

"اے عمرو! تم یہ چاہتے ہو کہ میں اس شخص کے ایلچی کو تمہارے حوالے کر دوں جس کے پاس وہی ناموس اکبر یعنی جبرئیل علیہ السلام آتا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا اور پھر عیسیٰ ابن مریم کے پاس آتا تھا۔ اور پھر تم اس ایلچی کو قتل کر دو!"

میں نے کہا

جہاں پناہ! کیا آپ بھی یہ گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

نجاشی نے کہا

"ہاں۔ عمرو! میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ تم بھی میری بات مانو اور ان کی اطاعت قبول کرو۔ خدا کی قسم وہ حق اور سچائی پر ہیں!"

عمرو آغوش اسلام میں...... میں نے کہا۔

"کیا پھر آپ ان کی طرف سے اسلام پر میری بیعت لے سکتے ہیں۔"

نجاشی نے کہا۔ ہاں۔ اور فوراً ہی بیعت لینے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ میں نے اسی وقت اس کے ہاتھ پر اسلام کے لئے بیعت کر لی۔ اس کے بعد میں وہاں سے اٹھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا۔ بادشاہ نے مجھے ایک بیش قیمت خلعت پہنایا تھا میں وہی پہنے ہوئے آیا۔ میرے ساتھیوں نے جب شاہی خلعت دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے۔

"کیا بادشاہ نے تمہاری بات پوری کر دی۔ یعنی عمرو ابن امیہ ضمری کے قتل کو منظور کر لیا۔"

میں نے کہا۔

Presented by Ziaraat.Com

"نہیں۔ میں نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ پہلی ہی ملاقات میں بادشاہ سے اپنا مقصد بیان کر دوں!۔
پھر میں نے کہا۔

"میں ان کے پاس پھر جاؤں گا!"

میرے ساتھیوں نے کہا تمہاری رائے بالکل ٹھیک ہے۔ اسکے بعد میں ان لوگوں کے پاس سے اٹھ گیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو ابن عاص اور عبداللہ ابن ابی ربیعہ کے ساتھ قریش کے کچھ اور لوگ بھی تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عمرو ابن عاص نے جہاں اپنے ساتھیوں کا لفظ بولا ہے تو اس سے ان کی مراد اپنے ساتھی عبداللہ ابن ربیعہ ہوں۔ مگر پہلی بات کی تائید آگے آنے والی روایت سے بھی ہوتی ہے اس لئے یہ دوسرا پہلو قابل غور ہے۔

عمرو ابن عاص کا عزم مدینہ...... غرض عمرو ابن عاص کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس سے اس طرح اٹھا گویا مجھے کسی کام سے جانا ہے۔ پھر میں سیدھا بندر گاہ پر پہنچا جہاں میں نے ایک جہاز دیکھا جس پر مال اور مسافر بار کئے جا چکے تھے۔ میں بھی اسی جہاز میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جہاز فوراً ہی روانہ ہو گیا یہاں تک کہ ہم شعیبہ کے ساحل پر پہنچ گئے۔ یہ جدہ کی مشہور بندرگاہ تھی جہاں اس علاقہ کے لئے جہاز آکر لگتے تھے۔ یعنی جدہ آباد ہونے سے بھی پہلے اسی مقام پر جہاز لنگر انداز ہوا کرتے تھے جیسا کہ بیان ہوا۔

میں نے جہاز سے اتر کر ایک اونٹ خریدا اور مدینے کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں حدلت کے مقام پر پہنچا (جو راستے کی ایک منزل تھی) وہاں میں نے دو آدمیوں کو دیکھا۔ یہ دونوں خالد ابن ولید اور عثمان ابن ابی طلحہ تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر خوش آمدید کہا۔ پھر گفتگو کے دوران معلوم ہوا کہ وہ دونوں بھی اسی مقصد سے مدینے جا رہے ہیں جس مقصد سے میں جا رہا تھا۔ چنانچہ ہم تینوں ساتھ ہی مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔

گزشتہ سطروں میں وہ شبہ بیان ہو چکا ہے جو غزوہ بدر کے فوراً بعد عمرو ابن امیہ ضمری کو مسلمانوں کی طرف سے نجاشی بادشاہ کے پاس بھیجنے کی روایت پر ظاہر کیا گیا ہے کہ اس وقت تک عمرو ابن امیہ ضمری مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ کافر تھے کیونکہ غزوہ احد میں وہ مشرکوں کی طرف سے شریک ہوئے تھے چنانچہ اصل یعنی کتاب عیون الاثر میں اس جگہ یہ کہا گیا ہے کہ جب ربیع الاول اور ایک قول کے مطابق محرم ۷ھ اور ایک قول کے مطابق ۶ھ کا مہینہ آیا جو عبدالبر نے واقدی سے نقل کیا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے نجاشی بادشاہ کو ایک فرمان بھیجا جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ آپ کا یہ خط حضرت عمرو ابن امیہ ضمری لے کر گئے تھے۔ نجاشی نے یہ فرمان نبوت پڑھا اور فوراً مسلمان ہو گیا آنحضرت ﷺ نے نجاشی کو یہ بھی لکھا تھا کہ حضرت ام حبیبہ سے آپ کا نکاح کر دے چنانچہ نجاشی نے اس حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے نجاشی کو یہ بھی لکھا تھا کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ ابھی تک حبشہ میں موجود ہیں ان کو مدینے بھیج دے۔ بادشاہ نے اس حکم کی بھی فوراً ہی تعمیل کی۔

ادھر جہاں حبشہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت کا بیان گزرا ہے وہیں اس پر بھی گفتگو ہوئی ہے کہ حضرت عمرو ابن امیہ ضمری آنحضرت ﷺ کے دو خط نجاشی بادشاہ کے پاس لے کر گئے تھے جن میں سے ایک میں تو آپ نے نجاشی کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی اور دوسرے خط میں ام حبیبہ کے ساتھ اپنے نکاح کے لئے لکھا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ عمرو ابن امیہ کو ربیع الاول ۶ھ میں بھیجا گیا تھا۔ آگے جہاں آنحضرت ﷺ

Presented by Ziaraat.Com

کے ان خطوں اور فرمانوں کا ذکر آئے گا جو آپ نے مختلف بادشاہوں کے نام بھیجے تھے وہیں آنحضرت ﷺ کے ان دونوں خطوں کا بیان بھی ہوگا جو آپ نے حضرت عمرو ابن امیہ ضمری کے ہاتھ نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس بھیجے تھے۔ یہ سب کتاب عیون الاثر کا کلام ہے اور اس میں جو اشکال ہوتا ہے وہ قابل غور ہے۔

نجاشی کا اسلام...... پھر میں نے اس سلسلے میں کتاب نور کا مطالعہ کیا جس میں ہے کہ ایک سے زائد حضرات نے یہ بات لکھی ہے کہ نجاشی بادشاہ ۷ھ میں مسلمان ہوا مگر اس سے اس روایت پر اشکال پیدا ہوتا ہے جس کے مطابق غزوہ بدر کے فوراً بعد جب قریش نے عمرو ابن عاص اور عبداللہ ابن ربیعہ کو نجاشی کے پاس بھیجا تو نجاشی نے عمرو ابن عاص کے سامنے آنحضرت ﷺ کی نبوت کی شہادت دی اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہاں تک کتاب نور کا حوالہ ہے۔ لہٰذا یہاں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب نجاشی پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا تو ۷ھ میں اس کو رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دعوت کیسے دی۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ مراد ہے اسکو اپنے اسلام کا اعلان کرنے کی دعوت دی گئی یعنی آپ نے عمرو ابن امیہ ضمری کو یہ پیغام دے کر بھیجا تھا کہ اب نجاشی اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھنے کے بجائے اس کا اعلان کر دے اور اپنی قوم کو اس سے آگاہ کر دے کیونکہ اس وقت تک نجاشی اپنی قوم سے اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھا۔

پھر جب نجاشی کی قوم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ان کا بادشاہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے کے بجائے اللہ کا بندہ ماننے لگا ہے اور اس بارے میں حضرت جعفر ابن ابو طالب کا ہمنوا ہو گیا ہے تو قوم کے لوگ اس سے سخت ناراض ہوئے کہ تم نے تو ہمارا دین چھوڑ دیا۔ اور اسکی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ نجاشی نے فوراً حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کو بلوالیا۔ ان کے لئے کشتیوں کا انتظام کر کے ان سے بولا۔

"تم لوگ جہازوں میں سوار ہو جاؤ۔ اور یہیں رہو۔ اگر قوم کی دشمنی کی وجہ سے مجھے بھاگنا پڑا تو تم لوگ جہاں چاہے بھاگ جانا اور اگر میں ان کی مخالفت کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا تو تم یہیں ٹھہرنا۔"

پھر اس نے ایک تحریر لکھی جس میں لکھا کہ یہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور شہادت دیتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول اور اس کی وہ روح اور کلمہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مریم میں ڈالی تھی۔

نجاشی قوم کی عدالت میں...... نجاشی نے یہ تحریر اپنے کپڑوں کے نیچے دائیں شانے کے پاس رکھ لی اور اس کے بعد حبشی قوم کے سامنے پہنچا وہ لوگ صفیں باندھے بادشاہ کے انتظار میں کھڑے تھے نجاشی نے ان کے سامنے پہنچ کر کہا۔

"اے گروہ حبشہ! کیا میں تم میں سب سے زیادہ نرم دل آدمی نہیں ہوں۔"

انہوں نے کہا "بے شک!" پھر نجاشی نے کہا۔

"اور میرے طور طریقوں اور سیرت کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔"

انہوں نے کہا ہم آپ کو ایک نیک سیرت آدمی کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ نجاشی نے کہا پھر تمہیں کیا ہوا کہ یہاں چڑھ کر آئے ہو۔ انہوں نے کہا۔

"آپ نے ہمارا دین چھوڑ دیا ہے اور یہ کہنے لگے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں!"

نجاشی نے کہا۔

Presented by Ziaraat.Com

"تم خود عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو۔"

قوم کی رضامندی......انہوں نے کہا ہم انہیں اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔

نجاشی نے اپنا ہاتھ اپنے سینے پر قباء کے اوپر رکھتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ تو شہادت دیتا ہے کہ عیسیٰؑ مریم کے بیٹے ہیں۔"

نجاشی اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ اس کا مقصد اس تحریر کی طرف اشارہ کرنا تھا۔ غرض اس کے بعد قوم کے لوگ نجاشی سے راضی ہو گئے۔

نجاشی کا بیٹا......ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے مکے میں ایک تاجر کے پاس نجاشی کے بیٹے کو غلام کی حیثیت سے دیکھا جسے وہ بیچ رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس کو خرید الور نجاشی کے ان احسانات کے بدلے میں اس کو آزاد کر دیا جو اس نیک دل بادشاہ نے مسلمانوں کے ساتھ کئے تھے نجاشی کے اس بیٹے کا نام نیزر تھا اور اس کو نیزر غلام علی کہا جاتا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب حبشیوں کو نیزر کے متعلق خبر پہنچی تو انہوں نے اپنا ایک وفد اس کے پاس بھیجا کہ وہ آجائے تاکہ وہ اس کو اپنا بادشاہ بنالیں اور اس کی تاج پوشی کر دیں۔ اس کے متعلق کسی کو اختلاف نہیں تھا مگر نیزر نے انکار کر دیا اور کہا۔

"اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اسلام کی نعمت سے نواز دیا ہے تو مجھے ملک و سلطنت کی کوئی تمنا نہیں ہے۔"

مگر علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ عمرو ابن عاص قریش کی طرف سے غزوہ بدر کے بعد نجاشی کے پاس نہیں گئے تھے بلکہ یہ واقعہ غزوہ احزاب کے بعد کا ہے جبکہ وہ قریش کے ساتھ اس غزوہ کے بعد واپس ہوئے تھے چنانچہ حضرت عمرو ابن عاص خود روایت کرتے ہیں کہ جب ہم غزوہ خندق کے بعد احزاب یعنی مختلف جتھوں کے ساتھ ہوئے تو قریش کے ان لوگوں کو ایک دن میں نے جمع کیا جو میرے مرتبہ کی وجہ سے میری بات مانتے تھے چنانچہ میں نے ان سے کہا۔

"آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ محمد ﷺ کا معاملہ میرے خیال میں نا قابل برداشت حد تک بڑھتا چلا جارہا ہے۔ اب اس سلسلے میں میری ایک رائے ہے اس کے بارے میں آپ کا مشورہ لینا ہے!"

لوگوں نے کہا آپ کی کیا رائے ہے، تو عمرو ابن عاص نے کہا۔

"میری رائے ہے کہ ہم لوگ نجاشی بادشاہ سے سمجھوتہ کر کے اسی کے پاس رہنا شروع کر دیں۔ اب اگر محمد ﷺ ہم لوگوں یعنی قریش پر غالب آگئے تو (ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا کیونکہ) ہم نجاشی کے پاس اس کی پناہ میں ہوں گے اس لئے کہ ہمارے نزدیک نجاشی کے ماتحت رہ کر زندگی گزار دینا اس سے بہتر ہے کہ ہم محمد ﷺ کے ماتحت ہوں۔ اور اگر آخر کار ہماری قوم محمد ﷺ پر غالب آگئی تو ہم بہر حال اپنی قوم کے ممتاز لوگ ہیں اور ہماری قوم کے لوگ ہمارے ساتھ اچھا ہی معاملہ کریں گے۔"

لوگوں نے کہا

"واقعی یہ رائے بہت مناسب اور عمدہ ہے!"

پھر میں نے ان لوگوں سے کہا

"بس تو پھر نجاشی کو پیش کرنے کے لئے ہدیئے جمع کرو!"

Presented by Ziaraat.Com

خود میرے نزدیک اس کو تحفہ میں دینے کے لئے ہمارے ملک کی بہترین چیز لون تھا۔ چنانچہ ہم نے بادشاہ کے لئے بہت زیادہ لون جمع کیا اور پھر حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی ہم حبشہ میں پہنچے ہی تھے کہ وہاں عمرو ابن امیہ ضمری پہنچ گئے جو مسلمان تھے اور بادشاہ کے پاس مدینے سے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کی حیثیت سے آئے تھے اور آپ نے ان کو حضرت جعفر ابن ابو طالب اور ان کے ساتھی مسلمانوں کے سلسلے میں بھیجا تھا۔ وغیرہ وغیرہ

عمرو ابن امیہ ضمری...... مگر اس روایت سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمرو ابن عاص عبداللہ ابن ربیعہ کے ساتھ غزوہ بدر کے بعد نجاشی کے پاس نہیں گئے تھے۔ بس اتنا ہے کہ اس صورت میں حضرت عمرو کا نجاشی کے پاس تین مرتبہ جانا ثابت ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ عمارہ کے ساتھ اس وقت جبکہ کچھ مسلمانوں نے مکے سے حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ دوسری مرتبہ عبداللہ ابن ابی ربیعہ کے ساتھ غزوہ بدر کے بعد اور تیسری مرتبہ غزوہ احزاب کے بعد اس موقع پر جس کی تفصیل گزشتہ سطروں میں بیان ہوئی۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ عمرو ابن امیہ ضمری کا حبشہ پہنچنا اور عمرو ابن عاص کا نجاشی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا اسی تیسری مرتبہ کا واقعہ ہے۔ اب عمرو ابن امیہ ضمری کے حبشہ پہنچنے پر کوئی اشکال نہیں رہتا کیونکہ اس وقت عمرو ابن امیہ یقیناً مسلمان ہو چکے تھے۔

لہٰذا یوں کہنا چاہئے کہ عمرو ابن امیہ ضمری اس وقت حبشہ گئے تھے جبکہ حضرت عمرو ابن عاص تیسری مرتبہ یعنی غزوہ احزاب کے بعد حبشہ گئے تھے۔ عمرو ابن عاص کے دوسرے سفر یعنی غزوہ بدر کے بعد حبشہ جانے کی روایت میں عمرو ابن امیہ کا حبشہ پہنچنا جن روایتوں میں بیان کیا گیا ہے وہ مغالطہ ہے جو بعض راویوں کو اس سلسلے میں ہوا۔ اسی طرح اس دوسرے سفر میں حضرت عمرو ابن عاص کا نجاشی کے ہاتھ پر مسلمان ہونا بھی راوی کی غلط فہمی اور مغالطہ کی وجہ سے ہے کہ اس نے ایک روایت کی بات دوسری میں بیان کر دی۔

پھر میں نے اس بارے میں کتاب امتاع کا مطالعہ کیا جس میں ہے کہ حبشہ کو مسلمانوں کی ہجرت اور نجاشی کے مسلمان ہونے کا واقعہ مختلف سندوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جن میں کچھ سندیں مختصر ہیں اور کچھ طویل طویل ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے ایک سفیر...... آنحضرت ﷺ اپنے مختلف اہم معاملات میں حضرت عمرو ابن امیہ ضمری کو اپنا قاصد اور نمائندہ بنا کر بھیجا کرتے تھے کیونکہ وہ بے حد ذی رائے اور سمجھ دار لوگوں میں سے تھے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ انہیں ان کے مسلمان ہونے کے بعد ہی بھیجتے رہے ہوں گے اور ان کے اسلام کے بارے میں یہ بات معلوم ہے کہ وہ ۴ھ میں مسلمان ہوئے ہیں۔

کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک مال "سفیان ابن حرب کے لئے ایک ہدیہ دے کر مکے بھیجا تھا۔ غالباً اس بات سے وہ واقعہ مراد ہے جو ایک صحابی نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا آپ کا ارادہ تھا کہ میرے ہاتھ کچھ مال مکے میں ابو سفیان کے پاس بھیجیں جس کو قریش میں تقسیم کرانا تھا۔ یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ساتھ لے جانے کے لئے کسی مناسب آدمی کو تلاش کر لو۔ راوی کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں میرے پاس عمرو ابن امیہ ضمری آئے اور کہنے لگے۔

"میں نے سنا ہے کہ تم مکے جانے کا ارادہ کر رہے ہو اور ساتھ لے چلنے کے لئے کسی مناسب آدمی کی تلاش میں ہو۔"

Presented by Ziaraat.Com

میں نے کہا ہاں میں اسی تلاش میں ہوں۔ عمرو نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں میں اسی وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے بتلایا کہ ہم سفر کے طور پر مجھے ایک شخص مل گیا ہیں۔ آپ نے پوچھا کون ہے۔ تو میں نے کہا عمرو ابن امیہ ضمری ہیں آپ نے فرمایا۔

"جب وہ یعنی عمرو ابن امیہ ضمری اپنی قوم کے درمیان یعنی اپنے علاقے میں پہنچ جائے تو اس سے بچتے رہنا کیونکہ جیسا کہ ایک کہنے والے تمہارے بھائی بکری شخص نے کہا ہے کہ اس سے تم اپنے کو محفوظ مت سمجھنا"

حضرت عمرو ابن عاص سے بھی پہلے ان کے بیٹے حضرت عبداللہ مسلمان ہو چکے تھے۔ ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں باپ بیٹے اور ان کی والدہ یعنی حضرت عمرو ابن عاص کی بیوی کے متعلق فرمایا۔

کیسا اچھا گھرانہ ہے وہ جس میں عبداللہ ابو عبداللہ اور ام عبداللہ ہیں!"

آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ کو ان کے باپ حضرت عمرو ابن عاص سے زیادہ افضل فرمایا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بڑے عابد و زاہد صحابہ میں سے تھے جن کا علم و فضل بہت زیادہ تھا اور انہوں نے بے شمار حدیثیں روایت کی ہیں۔

ابن مرزوق نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ابن عمرو حضرت عبداللہ میدان بدر سے گزرے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص کو سخت عذاب دیا جارہا ہے۔ جس سے وہ بلبلا رہا ہے۔ جیسے ہی اس نے ان کو دیکھا وہ ایک دم پکار اٹھا اے عبداللہ! حضرت عبداللہ فوراً اس طرف متوجہ ہوئے تو اس شخص نے کہا۔

"مجھے پانی پلادو!"

حضرت عبداللہ کہتے ہیں میں نے اسے پانی دینے کا ارادہ کیا تو اچانک اس سیاہ مخلوق نے جو اس شخص کو عذاب دینے پر مامور تھے مجھے روکتے ہوئے کہا۔

"عبداللہ۔ اسے پانی مت پلانا کیونکہ یہ ان مشرکوں میں سے ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے قتل فرمایا ہے!"

دشمن خدا ابو جہل کا عذاب ...... اس روایت کو طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے پھر علامہ سیوطی نے خصائص میں اس کے بعد یہ اضافہ بھی بیان کیا ہے کہ پھر میں یعنی حضرت عبداللہ کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا۔

"کیا تم نے اس کو دیکھا تھا۔"

میں نے کہا ہاں! تو آپ نے فرمایا۔

"وہ خدا کا دشمن ابو جہل تھا اور وہ اس کا عذاب تھا جو قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا!"

ابن ابی دنیا اور بیہقی نے شعبی سے ایک روایت پیش کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

"میں میدان بدر سے گزر رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو زمین سے نکلتا ہے اور ایک دوسرا شخص اس کو لوہے کی ایک سلاخ سے مارتا ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ لوہے کی ایک لاٹ سے اس کو مارتا ہے یہاں تک کہ وہ نکلنے والا شخص پھر واپس زمین کے اندر غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر وہ نکلتا ہے اور اس کے ساتھ پھر یہی معاملہ ہوتا ہے!"

آپ نے فرمایا کہ وہ ابو جہل ہے جس کو قیامت تک اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

غازیان بدر کے فضائل...... اصحاب بدر کی فضیلت میں جو احادیث ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"آپ لوگ اصحاب بدر کو اپنے میں کس درجہ کا شمار کرتے ہیں۔"

آپ نے فرمایا کہ افضل ترین مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں۔یا اسی قسم کا کوئی اور کلمہ فرمایا۔

حضرت جبرئیل نے فرمایا۔

"ایسا ہی ان فرشتوں کو بھی شمار کیا جاتا ہے جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے ہیں!"

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

"ان فرشتوں کو جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے ہیں آسمان میں دوسرے فرشتوں پر زبردست فضیلت حاصل ہے۔"

ایک صحابی آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنے اس بھائی کے متعلق شکایت کی جو غزوہ بدر میں شریک ہوا تھا۔

"یا رسول اللہ! میرا چچازاد بھائی منافق ہو گیا ہے۔ کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اسکی گردن مار دوں۔"

آپ نے فرمایا۔

"وہ غزوہ بدر میں شریک ہوا ہے اس لئے بہت ممکن ہے کہ یہ فضیلت اس کی غلطی کا کفارہ بن جائے!"

غازیان بدر پر اللہ کی نظر کرم...... ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

"تمہیں کیا معلوم۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر پر نظر کرم فرمائی ہے اور یہ فرمادیا ہے کہ جو چاہے کرو میں تمہیں بخش چکا ہوں!"

(قال) طبرانی میں بھی ایک عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ کی ایسی ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر پر اپنا خاص فضل و کرم فرمایا ہے اور ان سے کہہ دیا ہے کہ جو چاہو کرو میں تمہارے گناہ معاف کر چکا ہوں۔یا یہ فرمادیا ہے کہ تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔ یعنی تمہارے گزشتہ گناہ بھی معاف کئے جا چکے ہیں اور وہ بھی جو آئندہ تم سے سرزد ہو سکتے ہیں۔

غازیان بدر کے گناہوں کی بخشش...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے جو آئندہ کبیرہ گناہ سرزد ہو سکتے ہیں ان کے لئے انہیں توبہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جیسے ہی ان سے کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو گا ساتھ ہی اس کی بخشش اور معافی بھی ہو جائے گی۔ گزشتہ گناہوں کے سلسلہ میں اس روایت میں مبالغہ ظاہر کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔

نیز یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ یہ معافی اور بخشش کا اعلان آخرت کے اعتبار سے ہے دنیا کے احکام کے اعتبار سے نہیں ہے۔ (یعنی ان میں سے اگر کوئی کسی گناہ کا مرتکب ہو گا تو دنیا میں شریعت کے قانون کے مطابق اسکو سزا دی جائے گی) چنانچہ حضرت عمر فاروق کی خلافت کے زمانے میں حضرت قدامہ ابن مظعون نے جو اصحاب بدر میں سے ہیں ایک دفعہ شراب پی لی تو حضرت عمرؓ نے ان پر حد یعنی شرعی سزا جاری کی حالانکہ وہ بدری تھے۔

اس بخشش کے اعلان کی تشریح یہ بھی کی جاتی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں توبہ کرنا ضروری اور واجب ہے لیکن اگر توبہ نہیں کی تو آخرت میں اس پر کوئی پکڑ اور گرفت نہیں کی جائے گی۔ جہاں تک توبہ

Presented by Ziaraat.Com

کرنے کا تعلق ہے تو یہ اس لئے ضروری ہے کہ توبہ دنیا کے احکام میں سے ہے آخرت کے نہیں۔

یہاں یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ جب یہ بات تسلیم کرلی گئی کہ جیسے ہی گناہ سرزد ہوگا ساتھ ہی اس گناہ سے معافی بھی ہوجائے گی تو پھر توبہ کے واجب ہونے کے کوئی معنی نہیں رہتے۔ اب جہاں تک حضرت عمرؓ کی طرف سے سزا دیئے جانے کا معاملہ ہے جو انہوں نے حضرت قدامہؓ کو دی تو وہ شراب پینے پر تنبیہ کے طور پر تھی (گناہ کے کفارہ کے لئے نہیں تھی)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں توبہ کا واجب ہونا یقیناً معنی رکھتا ہے چاہے وہ گناہ سرزد ہوتے ہی معاف ہوگیا ہو۔ کیونکہ معافی سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں اس گناہ پر اس بدری شخص کی پکڑ نہیں ہوگی اور یہ بات دنیا میں توبہ کے واجب ہونے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ دنیا میں توبہ کا واجب ہونا اور آخرت میں گناہ کا معاف ہونا ایک دوسرے کے لئے لازم نہیں ہیں۔

ادھر خصائص صغریٰ میں شرح جمع الجوامع سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ وہ گناہ جس کے کرنے سے ایک عام آدمی فاسق ہوجاتا ہے وہ گناہ اگر صحابہ سے سرزد ہوجائے تو ان کو فاسق نہیں کرتا۔

غازی بدر قدامہ کا واقعہ ...... یہ حضرت قدامہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ ایک دوسرے کے سالے بہنوئی تھے یعنی حضرت قدامہ کی بہن حضرت عمرؓ کے گھر میں تھیں اور حضرت قدامہؓ کی بیوی حضرت فاروق اعظم کی بہن تھیں۔ حضرت فاروق اعظم کی یہی بیوی ام حفصہ تھیں یعنی حضرت حفصہؓ کی والدہ تھیں جو آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ اس طرح یہ حضرت قدامہ حضرت حفصہ اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے ماموں تھے اور حضرت عمرؓ کی طرف سے ایک علاقہ یعنی بحرین کے گورنر تھے۔

جب حضرت قدامہ بحرین کے گورنر تھے تو وہاں سے جارود سعد ابن عبدالقیس حضرت عمرؓ کے پاس مدینے آئے انہوں نے حضرت عمر سے آکر شکایت کی کہ قدامہ نے شراب پی تھی اور نشہ میں مدہوش تھے۔ جارود نے یہ اطلاع دے کر امیر المومنین سے عرض کیا۔

"میں سمجھتا ہوں حق تعالیٰ نے اس بارے میں جو سزا مقرر فرمائی ہے مجھ پر حق ہے کہ اس کے لئے آپ کو متوجہ کروں!"

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہارے علاوہ اس بات کا گواہ اور کون ہے۔ انہوں نے کہا ابوہریرہؓ اس کے شاہد ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ نے اس بات کی شہادت دی کہ میں نے قدامہ کو نشہ کی حالت میں دیکھا تھا۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا۔

"میں نے ان کو پیتے ہوئے تو نہیں دیکھا مگر نشہ کی حالت میں اور قے کرتے ہوئے دیکھا ہے!"

اس کے بعد قدامہ کو بلایا گیا تو جارود نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ ان پر حد یعنی شرعی سزا جاری کیجئے حضرت عمرؓ نے جارود سے کہا۔

"تم مدعی اور فریق ہو یا گواہ ہو!"

اس پر جارود خاموش ہوگئے مگر تھوڑی دیر بعد وہ پھر سزا کا مطالبہ کرنے لگے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ڈانٹ کر فرمایا۔

"تم اپنی زبان کو قابو میں رکھو ورنہ میں بہت بری طرح پیش آؤں گا۔"

Presented by Ziaraat.Com

جارود نے کہا۔

"یہ حق نہیں ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ یہ بات درست نہیں ہے کہ آپ کے چچازاد بھائی نے شراب پی اور آپ میرے ساتھ برا معاملہ کریں!"

آخر حضرت عمرؓ نے قدامہ کی بیوی یعنی اپنی بہن کو بلوایا۔ اس سے پہلے حضرت ابوہریرہؓ نے ان سے کہا تھا کہ اگر آپ کو ہماری شہادت میں شک ہے تو آپ ولید کی بیٹی یعنی قدامہ کی بیوی کو بلا کر تصدیق کر لیجئے۔ غرض قدامہ کی بیوی نے بھی آکر شوہر کے خلاف شہادت دی کہ یہ نشے میں پائے گئے تھے۔ تب حضرت عمر نے قدامہ سے کہا کہ میں تم پر حد جاری کروں گا۔ قدامہ نے کہا کہ آپکو اس کا حق نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا الآیہ پ ۷ سورہ مائدہ ع ۱۲ آیت ۹۳

ترجمہ: ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے تاویل کرنے میں غلطی کی کیونکہ بقیہ آیت میں یہ الفاظ ہیں کہ

إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ الآیہ پ ۷ سورہ مائدہ ع ۱۲ آیت ۹۳

ترجمہ: جبکہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں۔

تو اگر تم پرہیز رکھتے تو اس چیز سے بچتے جس کو اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے حکم پر قدامہ پر حد جاری کی گئی (یعنی کوڑے لگائے گئے) اس پر قدامہ ان سے ناراض ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ اور قدامہ نے ایک ساتھ حج کیا۔ حج کے دوران ایک روز حضرت عمرؓ سو رہے تھے کہ گھبرا کر ان کی آنکھ کھل گئی اور انہوں نے کہا کہ جلدی سے قدامہ کے پاس چلو کیونکہ ابھی میرے پاس ایک شخص آیا اور بولا کہ قدامہ سے صلح کر لو یعنی ان کو راضی کر لو کیونکہ وہ تمہارا بھائی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے صلح کر لی۔

اس آیت کو دلیل بناتے ہوئے چند دوسرے صحابہ نے بھی شراب پی لی تھی وہ لوگ یہ تھے۔ ابو جندل ضرار ابن خطاب اور ابوالازور۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے جو کہ ملک شام کے گورنر تھے ان پر حد جاری کرنی چاہی تو ابو جندل نے یہی آیت تلاوت کی۔ یہ سن کر حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ ساری بات حضرت عمر فاروقؓ کو لکھ بھیجی کہ ابو جندل نے میرے سامنے یہ آیت بطور دلیل کے پڑھی ہے۔

حضرت عمرؓ نے جواب میں ان کو لکھا کہ جس چیز نے ابو جندل کے سامنے اس گناہ کو خوبصورت بنا کر پیش کیا ہے اسی نے اس کے سامنے اس دلیل کو آراستہ کیا ہے۔ لہٰذا تم بے فکر ہو کر ان پر شرعی سزا جاری کرو۔ اس پر جب حضرت ابو عبیدہؓ نے حد جاری کرنے کا ارادہ کیا تو ابوالازور نے ان سے کہا کہ ہمیں چھوڑ دو کل ہم دشمن کے مقابلے یعنی جہاد پر جا رہے ہیں اگر ہم قتل ہو گئے تو بات ختم ہو جائے گی اور اگر زندہ واپس آگئے تو آپ ہم پر حد جاری کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد اگلے دن وہ دشمن کے مقابلے پر گئے جہاں ابوالازور تو شہید ہو گئے اور باقی لوگوں کو شرعی سزا دی گئی۔

حافظ دمیاطی نے بخاری کے حواشی میں لکھا ہے کہ حضرت نعیم بھی ان لوگوں میں سے ہیں جو غزوہ

Presented by Ziaraat.Com

بدر اور دوسرے تمام غزوات میں شریک ہوئے اور پھر شراب پینے کے جرم میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے گئے اور آنحضرت ﷺ نے ان کو چار یا پانچ مرتبہ شرعی سزا دی یعنی اتنی ہی مرتبہ ان سے یہ جرم سرزد ہوا۔ اس پر ایک مسلمان نے کہا کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اسنے کتنی مرتبہ شراب پی اور کتنی مرتبہ اس پر حد جاری ہوئی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان پر لعنت مت بھیجو کیونکہ وہ اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ غالباً یہ علت و سبب اپنے مفہوم کے سلسلے میں قابل غور نہیں ہے۔

امام احمد کا مسلک یہ ہے جو حضرت حفصہؓ کی اس روایت کی بنیاد پر ہے کہ آنحضرت ﷺ کو میں نے یہ فرماتے سنا کہ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ جو شخص بھی غزوہ بدر اور غزوہ حدیبیہ میں شریک ہوا ہے جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ یہاں شاید لفظ اور یا کے معنی میں ہے یعنی بدر یا حدیبیہ میں شریک ہونے والا۔ چنانچہ اسی بات کی تائید حضرت جابرؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص نے بھی (مقام حدیبیہ کے) درخت کے نیچے بیعت کی وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا (یعنی اس سے معلوم ہوا کہ صرف حدیبیہ میں شریک ہونے والا بھی آگ سے محفوظ رہے گا لہٰذا یہی صورت صرف بدر میں شریک ہونے والے کی بھی ہے) اب یہ بات مسلم اور ترمذی میں جابر کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ ایک دفعہ حاطب کا غلام آنحضرت ﷺ کے پاس آکر اپنے آقا یعنی حاطب کی شکایت کرنے لگا اور بولا کہ یا رسول اللہ حاطب یقیناً جہنم میں ڈالا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تو جھوٹا ہے وہ جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ غزوہ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوا ہے۔ تو یہاں بھی اور کا لفظ ہے مگر ممکن ہے چونکہ حاطب دونوں موقعوں پر شریک ہوئے اس لئے یہ بات خاص طور پر ان ہی کے لئے فرمائی گئی ہو۔

طبرانی میں حضرت ابو رافع ابن خدیج کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بدر کے دن فرمایا تھا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی بچہ دینداری کے ماحول میں آنکھ کھولے اور چالیس سال تک اللہ کی اطاعت کرے اور ہر قسم کے گناہوں سے بچتا رہے یہاں تک کہ پستی کی عمر تک پہنچ جائے یا اسی طرح عبادت کرتا ہوا وہاں پہنچ جائے جہاں انسان کو کسی چیز کی خبر نہیں رہتی تب بھی وہ تم میں سے کسی کے آج کے رات کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

آنحضرت ﷺ کی نگاہوں میں غازیان بدر کا احترام ...... آنحضرت ﷺ اہل بدر کی بڑی عزت فرماتے تھے اور ان کو دوسروں سے آگے رکھتے تھے چنانچہ ایک دفعہ اہل بدر کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی آپ اس وقت ایک تنگ صف میں اپنے دوسرے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اصحاب بدر سلام کر کے وہاں اس انتظار میں کھڑے ہوگئے کہ لوگ ان کیلئے جگہ چھوڑ دیں گے مگر کسی نے جگہ نہیں چھوڑی۔ آنحضرت ﷺ کو ان کا اس طرح کھڑا ہونا بہت گراں ہوا اور آپ نے بیٹھنے والوں میں ان لوگوں سے فرمایا جو اصحاب بدر میں سے نہیں تھے کہ اے فلاں کھڑے ہو جاؤ اے فلاں کھڑے ہو جاؤ۔ آپ نے اتنے ہی آدمیوں کو کھڑا کر دیا جتنے لوگ اس جماعت میں تھے۔ پھر آپ نے محسوس کیا کہ جن کو کھڑا کیا گیا ہے انکے چہروں پر ناگواری کے آثار ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے بھائی کے لئے جگہ چھوڑتا ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا

Presented by Ziaraat.Com

الآیہ پ ۲۸ سورہ مجادلہ ع ۲ آیت ۱۱

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم کو کہا جاوے کہ مجلس میں جگہ کھول دو تو تم جگہ کھول دیا کرو اللہ تم کو جنت میں کھلی جگہ دے گا اور جب کسی ضرورت سے یہ کہا جائے کہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو جایا کرو۔

چنانچہ اس کے بعد لوگ اصحاب بدر کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ یہاں مراد شاید یہ ہے کہ ان کو اپنی جگہ بٹھادیا کرتے تھے۔ کتاب خصائص صغری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں اہل بدر کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے جنازے پر ان کی فضیلت اور امتیاز کی وجہ سے چار سے زائد تکبیرات کہی جاتی تھیں۔

ایک روایت ہے کہ عمر ابن عبدالعزیز ابن مروان اکثر و بیشتر حضرت عبید اللہ ابن عبداللہ کی مجلس میں جایا کرتے تھے تاکہ ان کی باتیں سنیں۔ پھر حضرت عبید اللہ کو معلوم ہوا کہ عمر ابن عبدالعزیز حضرت علی کی شان کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ اس کے بعد جب عمر حضرت عبید اللہ کے پاس آئے تو حضرت عبید اللہ نے ان سے منہ پھیر لیا اور نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے حضرت عمر ان کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ جب حضرت عبید اللہ نے سلام پھیر لیا تو عمر سے کہنے لگے۔

تمہیں یہ بات کب معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر سے راضی ہونے کے بعد پھر ناراض ہو گیا ہے!"

عمر ابن عبدالعزیز ان کا مطلب سمجھ گئے اور کہنے لگے۔

"میں اللہ تعالیٰ کے اور آپ کے سامنے اپنی معذرت پیش کرتا ہوں خدا کی قسم آئندہ کبھی ایسا نہ کروں گا۔"

اس کے بعد جب وہ حضرت علیؓ کا ذکر کرتے تو خیر اور تعریف کے ساتھ ہی کرتے!

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

باب چہل و سوم (۴۳)

غزوہ بنی سلیم

غزوہ بدر کے بعد آنحضرت ﷺ واپس مدینے تشریف لائے تو وہاں صرف سات رات ہی ٹھہرے اور اس کے بعد وہاں سے خود بہ نفس نفیس بنی سلیم کی سرکوبی کے لئے تشریف لے گئے مدینے میں آپ نے سباع ابن عرفطہ غفاری یا ابن ام مکتوم کو اپنا قائم مقام بنایا۔

مدینے میں قائم مقامی ...... ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ابن ام مکتوم کی قائم مقامی مدینے میں نمازیں پڑھانے کے لئے تھی معاملات اور مقدمات فیصل کرنے کے لئے نہیں تھی کیونکہ ایک نابینا کے لئے جائز نہیں کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرے کیونکہ وہ نہ تو لوگوں کو دیکھ سکتا ہے اور نہ گواہوں کو پہچان سکتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ کس کے حق میں اور کس کے خلاف فیصلہ دے رہا ہوں۔ لہٰذا اب یہ بات ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مقدمات اور احکام کے سلسلے میں حضرت سباع ابن عرفطہ کو متعین فرمایا ہو اس طرح ان دونوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا۔

غرض آنحضرت ﷺ مدینے سے روانہ ہو کر بنی سلیم کے ایک چشمے پر پہنچے جس کو کدر کہا جاتا تھا۔ کدر کے معنی مٹیالے کے ہیں۔ اس چشمے کو کدر اس لئے کہا جاتا تھا کہ یہاں پرندے آتے تھے جن کے رنگوں میں مٹیالا پن تھا۔

بلا جنگ کے واپسی ...... آنحضرت ﷺ نے اس چشمے پر تین رات قیام فرمایا اور اس کے بعد مدینے واپس لوٹ آئے یہاں بھی دشمن سے سامنا نہیں ہوا۔ اس غزوہ میں آپ کے پرچم کا رنگ سفید تھا جسے حضرت علی کرم اللہ وجہ اٹھائے ہوئے تھے۔

حضرت فاطمہ اور حضرت علی کی شادی ...... اسی سال میں آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی۔ یہ نکاح رمضان میں اور ایک قول کے مطابق رجب کے مہینے میں ہوا۔ مگر حضرت علیؓ نے ذی الحجہ کے مہینے میں ان کے ساتھ خلوت کی یعنی رخصت ذی الحجہ میں ہوئی۔ ایک قول میں اس طرح ہے کہ نکاح کے ساڑھے سات مہینے بعد حضرت علیؓ نے ان کے ساتھ خلوت کی۔ اب گویا ذی الحجہ میں

Presented by Ziaraat.Com

خلوت کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ نکاح جمادی الاول کی ابتدائی تاریخوں میں ہوا تھا۔

نکاح کے وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر پندرہ سال کی تھی اور حضرت علیؓ کی عمر اکیس سال پانچ مہینے تھی حضرت علیؓ نے ولیمہ کے لئے حضرت سعدؓ کے پاس سے ایک مینڈھا لے کر ذبح کیا اور انصاریوں کی ایک جماعت سے مکئی لی۔

رشتے پر آنحضرت ﷺ کا صاحبزادی سے استفسار...... جب حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے لئے آنحضرت ﷺ کو اپنا پیغام دیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے جا کر فرمایا۔

"علی تم سے اپنا رشتہ دے رہے ہیں!۔"

حضرت فاطمہ خاموش رہیں۔ ایک روایت میں آنحضرت ﷺ کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

"بیٹی! تمہارے چچا کے بیٹے علی نے تم سے اپنا رشتہ دیا ہے۔ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔"

حضرت فاطمہ یہ سن کر رونے لگیں اور روتے ہوئے عرض کیا۔

"ابا جان گویا آپ مجھے ایک قریشی فقیر کے حوالے کر رہے ہیں!"

آپ نے فرمایا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے اس بارے میں اس وقت تک لب کشائی نہیں کی جب تک اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مجھے اس مقصد کے لئے حکم نہیں فرمادیا۔"

تب حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا۔

"جس معاملے میں اللہ اور اس کے رسول راضی ہیں میں بھی اس پر راضی ہوں!"

اس سے پہلے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی آنحضرت ﷺ کو حضرت فاطمہؓ کے لئے پیغام دیا تھا مگر آنحضرت ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دونوں سے یہ فرمایا تھا کہ ان کے یعنی فاطمہ کے متعلق فیصلے کا انتظار کرو۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم حضرت علیؓ کے پاس آئے اور ان کو مشورہ دیا کہ حضرت فاطمہؓ کے لئے وہ اپنا پیغام دیں۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ان دونوں نے مجھے ایک ایسے معاملے کی طرف توجہ دلائی جس کی طرف سے میں بالکل غافل تھا۔ چنانچہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض گزار ہوا کہ فاطمہ سے میری شادی فرمادیجئے۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ موجود بھی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ صرف ایک گھوڑا اور ایک زرہ موجود ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"جہاں تک تمہارے گھوڑے کا تعلق ہے تو وہ تمہارے لئے ضروری ہے البتہ جہاں تک تمہاری زرہ کا تعلق ہے اس کو تم فروخت کردو۔"

چنانچہ میں نے اپنی زرہ چار سو اسی درہم میں فروخت کردی اور وہ رقم آپ کے سامنے لا کر ڈال دی آپ نے ان درہموں میں سے ایک مٹھی بھر اٹھائی اور پھر حضرت بلالؓ کو آواز دے کر فرمایا۔

"یہ درہم لو اور ہمیں کچھ خوشبو لادو!"

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علیؓ نے اپنا رشتہ دیا تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم ان کو مہر میں کیا دوگے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ کیا اس کو یعنی فاطمہ کو دینے کے لئے تمہارے پاس کچھ مال بھی

Presented by Ziaraat.Com

ہے یا نہیں۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا۔

"تمہاری وہ حطمی زرہ کہاں ہے جو میں نے تم کو فلاں دن دی تھی۔"

حضرت علیؓ نے کہا وہ میرے پاس موجود ہے اس کے بعد حضرت علیؓ نے وہ زرہ چار سو اسی درہم میں حضرت عثمانؓ کو فروخت کر دی مگر خریدنے کے بعد حضرت عثمانؓ نے وہ زرہ بھی حضرت علیؓ کو واپس دیدی حضرت علیؓ وہ زرہ اور درہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے۔ آنحضرت ﷺ کو جب تفصیل معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت عثمانؓ کے لئے دعا فرمائی۔

<u>حضرت علی کا ایک عجیب واقعہ</u>...... علامہ سیوطی کے فتاویٰ میں ایک روایت ہے جس کے بارے میں علامہ سے پوچھا گیا تھا کہ کیا یہ روایت صحیح ہے۔ وہ روایت ہے کہ حضرت علی کی حضرت فاطمہ کے ساتھ عروسی والی رات میں حضرت عثمانؓ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کی زرہ چار سو درہم میں فروخت ہو رہی ہے حضرت عثمانؓ اس زرہ کے فروخت کئے جانے کا مقصد سمجھ گئے اور کہنے لگے۔

"یہ زرہ اسلام کے شہسوار علی کی ہے یہ ہرگز فروخت نہیں ہونے دی جائے گی!"

پھر انہوں نے حضرت علیؓ کے غلام کو چار سو درہم دیئے اور اس کو قسم دی کہ اس واقعہ کی خبر حضرت علیؓ کو نہ کرے۔ ساتھ ہی انہوں نے وہ زرہ بھی واپس بھیج دی۔ صبح ہوئی تو حضرت عثمان کو اپنے گھر میں چار سو تھیلیاں پڑی ہوئی ملیں اور ہر تھیلی میں چار سو درہم تھے اور ہر درہم پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ ضرب رحمٰن یعنی اللہ تعالیٰ کا سکہ ہے اور عثمان ابن عفان کے لئے ہے۔ اس واقعہ کی خبر جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو دی تو آپ نے عثمان غنی سے فرمایا۔

عثمان تمہیں مبارک ہو!

اسی کتاب میں یہ روایت بھی ہے کہ ایک دن (جبکہ حضرت علیؓ بہت زیادہ تنگ دست ہو رہے تھے) وہ حضرت فاطمہؓ کا ازار فروخت کرنے کے لئے نکلے تاکہ جو قیمت ملے اس سے کھانے کا انتظام کریں یہ ازار چھ درہم میں فروخت ہو گیا اور رقم لے کر چلے اسی وقت ایک فقیر نے ان سے خیرات مانگی تو حضرت علی نے وہی قیمت اس فقیر کو دیدی۔ اسی وقت جبرئیل علیہ السلام ایک دیہاتی کی صورت میں ایک اونٹنی لئے ہوئے آئے اور حضرت علیؓ سے بولے۔

"اے ابوالحسن! یہ اونٹنی خرید لو!"

حضرت علیؓ نے کہا میرے پاس قیمت دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ دیہاتی نے کہا کہ قرض لے لو اور ایک مدت متعین کر کے اس وقت قیمت ادا کر دینا۔ اس پر حضرت علی تیار ہو گئے اور سو درہم میں اونٹنی خرید لی۔ اس کے بعد حضرت میکائیل علیہ السلام ایک آدمی کی صورت میں ان کو راہ میں ملے۔ انہوں نے کہا کیا اس اونٹنی کو بیچتے ہو۔ حضرت علی نے کہا ہاں۔ میکائیل نے پوچھا کتنے میں خریدی ہے۔ حضرت علی نے کہا سو درہم میں۔ میکائیلؑ نے کہا۔

"میں اس کو سو درہم میں لیتا ہوں اور ساٹھ درہم تمہارے نفع کے ہوں گے!"

یعنی ایک سو ساٹھ درہم میں خریدتا ہوں۔ حضرت علی نے فوراً وہ اونٹنی بیچ دی۔ اسی وقت جبرئیل علیہ

Presented by Ziaraat.Com

السلام ظاہر ہوئے اور بولے کہ تم نے اونٹنی بیچ دی۔ انہوں نے کہا ہاں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ پھر میرا قرض ادا کر دو۔ حضرت علیؓ نے سو درہم ان کو ادا کیئے اور ساٹھ درہم لے کر گھر آئے۔ حضرت فاطمہؓ نے رقم دیکھ کر پوچھا کہ یہ رقم کہاں سے آئی۔ حضرت علیؓ نے کہا۔

"میں نے چھ درہم سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت کی تھی اس نے مجھے چھ کے بدلے ساٹھ درہم عطا فرما دیئے[1]"

اس کے بعد حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو یہ پورا واقعہ بتلایا آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"ان دونوں آدمیوں میں سے اونٹنی بیچنے والے جبرئیل علیہ السلام تھے اور خریدنے والے میکائیل علیہ السلام تھے اور خود وہ اونٹنی فاطمہؓ کے لئے ہے جس پر وہ قیامت کے دن سوار ہوں گی۔"

ان دونوں روایتوں کے متعلق علامہ سیوطی سے پوچھا گیا کہ ان کی کوئی اصلیت ہے یا نہیں۔ علامہ نے کہا کہ یہ صحیح نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی لہٰذا یہ جھوٹی اور موضوع احادیث ہیں۔

خطبہ نکاح...... غرض آنحضرت ﷺ نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے نکاح کا خطبہ پڑھا جس کا ایک حصہ یہ ہے۔

"اس خدائے پاک کا شکر ہے جو اپنی نعمتوں کے اعتبار سے تمام تعریفوں کا سزاوار ہے اپنی قدرت کے اعتبار سے عبادت کئے جانے کا سزاوار ہے اور جس نے اپنی قدرت سے مخلوق کو پیدا فرمایا اور اپنی حکمتوں سے مخلوق کو ایک دوسرے سے ممتاز فرمایا پھر حق تعالیٰ نے شادی بیاہ کو نسب اور سسرالی رشتے داریوں کا ذریعہ بنایا۔ پس تیرے رب کو ہر بات کی قدرت حاصل ہے۔ پھر مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ میں فاطمہ کو علی کے ساتھ چار سو مثقال چاندی کے عوض بیاہ دوں۔ پس اے علی کیا تم اس نکاح پر راضی ہو۔

حضرت علیؓ نے عرض کیا میں راضی ہوں۔

اس سے پہلے خود حضرت علیؓ نے خطبہ دیا تھا جس کے کچھ الفاظ یہ ہیں۔

حق تعالیٰ کی ذات پر اپنی نعمتوں اور فضل و کرم کے لئے تمام تعریفوں اور شکر کی سزاوار ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے میں اس شہادت کو اُس تک پہنچا کر اس کی خوشنودی چاہتا ہوں۔"

ایک روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔

"اے علی۔ خود اپنے لئے خطبہ پڑھو!"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس طرح خطبہ شروع کیا۔

"تمام تعریفیں اسی ذات خداوندی کی سزاوار ہیں جس کو کبھی موت نہیں آسکتی۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جنھوں نے اپنی صاحبزادی فاطمہ کو چار سو درہم مہر کے عوض میرے نکاح میں دیا۔ لہٰذا آپ جو کچھ فرمائیں اس کو سب سن لیں اور اس کے گواہ رہیں۔[1]"

یہ سن کر لوگوں نے آپ سے عرض کیا۔

www.Ziaraat.com Sibtain.com

Presented by Ziaraat.Com

"یا رسول اللہ! آپ کیا فرماتے ہیں۔"

آپ نے فرمایا۔

"میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے علی کی شادی اسی طرح کردی ہے۔"

یہ روایت ابن عساکر نے بیان کی ہے۔ مگر علامہ ابن کثیر نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس واقعہ کے متعلق بے شمار منکر اور موضوع حدیثیں ملتی ہیں جن کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔

چھوہاروں کی لوٹ...... غرض نکاح ہو جانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے چھوہاروں کا ایک تھال منگایا اور اسے اپنے سامنے رکھ کر حاضرین سے فرمایا کہ لوٹو اور کھاؤ۔ (یہاں انتہبوا کا لفظ فرمایا گیا ہے جس کے معنی ہیں مال غنیمت لوٹنا۔ یہاں مراد ہے جھپٹ جھپٹ کر جو ہاتھ لگے اٹھا لینا اور کھانا)۔

پیچھے حضرت علیؓ کا ایک قول گزرا ہے کہ اس رشتے کی طرف مجھے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم نے توجہ دلائی جبکہ میں اس سے غافل تھا۔ مگر اس کے مقابلے میں حضرت اسماء بنت عمیس کی ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ سے کہا گیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سے نکاح کیوں نہیں کر لیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

"میرے پاس نہ سونا نہ چاندی (میں شادی کہاں سے کروں اور جلدی اس لئے نہیں ہے کہ) میں کوئی بد دین یا تہمت والا آدمی بھی نہیں ہوں (کہ شادی نہ کرنے کی صورت میں بے راہ روی کا شکار ہو جاؤں گا)۔"

مگر ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ جس رات میں حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے ساتھ عروسی منائی اس رات میں اس سے پہلے آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔

"مجھ سے ملنے سے پہلے کوئی بات نہ کرنا!"

دولہا دلہن کے لئے دعا...... اس کے بعد ام ایمن حضرت فاطمہؓ کو لے کر کمرہ میں آئیں حضرت فاطمہ ایک طرف کونے میں بیٹھ گئیں دوسرے کونے میں حضرت علیؓ بیٹھے ہوئے تھے اسی وقت رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ آپ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا۔

"میرے لئے تھوڑا سا پانی لے کر آؤ"

حضرت فاطمہؓ شرم سے اپنے کپڑوں میں لڑکھڑاتی ہوئی اٹھیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ شرم و حیا کی وجہ سے اپنا دوشالہ سمیٹتی ہوئی اٹھیں اور ایک پیالہ میں پانی لے کر آئیں۔ آپ نے پیالہ لیا اور تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اس میں الٹ دیا۔ پھر آپ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا قریب آؤ۔ وہ آگے بڑھ آئیں آپ نے وہ پانی ان کے سینے اور سر پر چھڑکا اور پھر یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

ترجمہ: اے اللہ! میں فاطمہ اور اس کی اولاد کو تیری حفاظت میں دیتا ہوں اور ان کے لئے شیطان مردود سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اس کے بعد آپ نے پھر فرمایا کہ مجھے تھوڑا سا پانی لا کر دو۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں آپ کا مقصد سمجھ گیا چنانچہ میں اٹھا اور پیالہ بھر کے آپ کے پاس لایا۔ آپ نے پیالہ لے کر اس میں سے تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر واپس الٹا اور وہی سب میرے لئے بھی کیا جو فاطمہ کے لئے کیا تھا۔ پھر وہی دعا آپ نے میرے لئے

Presented by Ziaraat.Com

بھی فرمائی جو ان کے لئے فرمائی تھی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے صاحبزادی فاطمہ اور حضرت علیؓ دونوں کے لئے ان الفاظ میں دعا فرمائی۔

اللھم بارک فیھما وبارک علیھما و بارک لھما فی شملھما

ترجمہ: اے اللہ! ان دونوں میں برکت عطا فرما، ان پر برکتیں نازل فرما اور ان کے اس ازدواجی تعلق کو مبارک فرما۔

اس کے بعد آپ نے سورۂ اخلاص اور معوذتین یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ تلاوت فرمائیں اور پھر حضرت علیؓ سے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کے نام پر اور اس کی برکت کے ساتھ اپنی اہلیہ کے پاس جاؤ۔"

حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا بستر ...... حضرت فاطمہؓ کا بستر مینڈھے کی کھال کا تھا۔ دونوں کے اوڑھنے کی جو چادر تھی وہ کپڑے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تھا کہ اگر اس کو لمبائی میں اوڑھتے تھے تو دونوں کی کمر کھلی رہ جاتی تھی اور اگر چوڑائی میں اوڑھتے تھے تو دونوں کے سر کھلے رہ جاتے تھے۔

غرض حضرت فاطمہؓ کی شادی کے بعد تین دن تک آپ ان کے پاس تشریف نہیں لے گئے۔ چوتھے دن ایک سرد شام میں آپ ان دونوں کے پاس تشریف لے گئے اس وقت وہ دونوں اسی چھوٹی سی چادر میں لیٹے ہوئے تھے آپ نے ان دونوں کو دیکھ کر فرمایا کہ یوں ہی لیٹے رہو پھر ان کے سرہانے کی طرف بیٹھے اور اپنے دونوں پاؤں اور ٹانگیں ان کی چادر میں ان دونوں کے درمیان ڈالیں۔ حضرت علیؓ نے آپ کی اپنی طرف کی ٹانگ اپنے سینے اور پیٹ پر رکھ لی تاکہ ٹانگ کو گرمائی ملے۔ اسی طرح حضرت فاطمہؓ نے آپ کی اپنی طرف کی ٹانگ کو گرمائی پہنچانے کے لئے رکھ لیا۔

ایک دن حضرت فاطمہؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہمارے پاس سوائے بھیڑ کی اس کھال کے کوئی بستر نہیں ہے۔ رات کو یہی بچھا کر سوتے ہیں اور دن میں اسی میں اپنے اونٹ کو چارہ رکھ کر دے دیتے ہیں!"

موسیٰ ابن عمران کی مثال ...... آپ نے فرمایا۔

بیٹی اس پر صبر کرو موسیٰ ابن عمران علیہ السلام نے اپنی بیوی کے ساتھ دس سال اسطرح گزارے ہیں کہ انکے پاس سوائے ایک قطوانی عباء کے کوئی چیز نہیں تھی جسے وہ بستر کے طور پر استعمال کرتے تھے۔"

یہ قطوان کوفے کے پاس عراق کا ایک گاؤں تھا۔ غالباً یہاں کی عباء یعنی چوغہ بہت پائیدار ہوتا تھا حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں تھا بس فاطمہ ہی تھیں (جو سب کام کرتی تھیں)۔

زبان نبوت سے حضرت علیؓ کے مناقب ...... حضرت علیؓ سے ہی روایت ہے کہ ایک دن میں آنحضرت ﷺ کے پاس اس حالت میں پہنچا کہ میں نے بھوک سے بے حال ہو کر پیٹ کے ساتھ پتھر باندھے ہوئے تھے اور اس دن میرے کئے ہوئے صدقات کی تعداد چالیس ہزار دینار ہو چکی تھی۔ غالباً دن سے مراد ہے کہ اس سال اس دن تک یہ مقدار ہو چکی تھی۔

امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی حضرت علیؓ کی تعریف اور شان میں جتنی حدیثیں روایت ہوئی ہیں اور کسی صحابی کی شان میں روایت نہیں ہوئیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی کے دشمنوں اور خوارج کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی جو ہر وقت ان پر طعن اور آوازیں کستے تھے۔ اس صورت حال کی وجہ سے

Presented by Ziaraat.Com

صحابہ میں بہت زیادہ اضطراب اور بے چینی پیدا ہوئی اور ہر صحابی کی کوشش یہ ہوئی کہ خوارج وغیرہ کے الزامات کا جواب دینے کے لئے حضرت علیؓ کی شان میں آنحضرت ﷺ کے جو کلمات بھی انہیں یاد ہوں وہ لوگوں کے سامنے بیان کریں (تاکہ دشمنوں کی زبانیں بند ہوں)

__حضرت علی کے بارے میں آیات قرآنی__...... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قرآن پاک میں کسی صحابی کے سلسلے میں اس قدر آیتیں نازل نہیں ہوئیں جتنی حضرت علی کرم اللہ وجہ کے بارے میں نازل ہوئیں ان کے بارے میں تین سو آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

حضرت علیؓ کے اقوال زریں..... حضرت ابن عباسؓ سے ایک دوسری روایت ہے کہ قرآن پاک کی تفسیر میں جو کچھ بھی میں نے جمع کیا ہے وہ سب کا سب حضرت علیؓ کی روایتوں سے لیا ہے حضرت علیؓ کے فصیح اور بلاور ارشادات اور اقوال زریں میں سے ایک یہ ہے۔

"کسی شخص کو سوائے اس کے گناہ کے اور کوئی چیز نہیں ڈرا سکتی (یعنی جس شخص کو خوف ہوتا ہے وہ خود اپنی کمزوریوں کی وجہ سے ہی ہوتا ہے) کسی شخص کو سوائے خدائے پاک کے اور کوئی آرزو نہیں کرنی چاہئے۔ بے علم آدمی کو عالم سے کچھ سیکھنے میں شرمانا نہیں چاہئے۔ اور عالم سے اگر کوئی ایسی بات پوچھی جائے جسے وہ نہیں جانتا تو اسے واللہ اعلم کہنے میں شرم نہ کرنی چاہئے۔ مجھ سے اگر کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کا مجھے علم نہیں تو واللہ اعلم کہنے سے میرے قلب و جگر کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔ اس عالم سے زیادہ کون جان و جگر کو ٹھنڈا کرنے والا ہے جس نے اپنے علم پر عمل کیا اور اپنے عمل کو اپنے علم کے مطابق بنالیا۔ عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو علم کو ایک بوجھ کی طرح اٹھائے ہوئے ہوں گے کہ وہ علم ان کے حلقوم سے نیچے نہیں ہوگا۔ ان کی پوشیدہ زندگی ان کی ظاہری زندگی سے مختلف ہوگی۔ ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہوگا۔ جب وہ حلقے بنا کر اپنی مجلسوں میں بیٹھیں گے تو ہر عالم دوسرے کی عیب جوئی کرتا ہوا نظر آئے گا یہاں تک کہ ایک شخص یعنی عالم اپنے حاشیہ نشین پر صرف اس لئے ناراض ہوگا کہ وہ دوسرے کی مجلس میں کیوں بیٹھتا ہے اور اسی لئے اس کو چھوڑ دے گا۔ ان کے اعمال کی ان کی ان مجلسوں اور حلقوم سے آگے حق تعالیٰ تک رسائی نہیں ہوگی۔"

آنحضرت ﷺ نے ایک بار حضرت علیؓ کو خطاب کر کے فرمایا۔

"تمہارے سلسلے میں دو قسم کے آدمی ہلاک ہوں گے ایک تو وہ لوگ جو تم سے غیر معمولی اور مبالغہ آمیز محبت کریں گے (یعنی جیسے شیعوں کا فرقہ پیدا ہوگیا) اور دوسرے وہ لوگ جو تم سے بے حد نفرت کریں گے اور تمہارے خلاف ریشہ دوانیاں کریں گے (یعنی جیسے خوارج کا فرقہ پیدا ہوگیا کہ وہ لوگ معاذ اللہ حضرت علیؓ کو مسلمانوں میں سے بھی خارج کرتے ہیں)"

اسی طرح ایک دفعہ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔

"اے علی! تمہارے بارے میں میری امت میں اسی طرح پھوٹ پڑ جائے گی جیسے عیسیٰ ابن مریمؑ کے بارے میں ان کی قوم میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔"

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

"میرے سے بنی ہشام ابن مغیرہ اس بات کی اجازت مانگتے ہیں کہ وہ اپنی بیٹی کو علی ابن ابو طالب سے بیاہ دیں۔ میں ان کو اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں ان کو اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں کبھی ان کو

Presented by Ziaraat.Com

اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ سوائے اس صورت کے علی ابن ابو طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی بیٹی سے شادی کرلیں کیونکہ وہ یعنی فاطمہ میری جگر پارہ ہے جس بات سے وہ خوش ہوتی ہے میں بھی خوش ہوتا ہوں اور جس بات سے اس کو تکلیف ہوتی ہے اس سے مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

باب چہل و چہارم (۴۴)

غزوہ بنی قینقاع

یہ لفظ قینقاع نؔ کے پیش کے ساتھ ہے مگر ایک قول کے مطابق زیر کے ساتھ اور ایک قول کے مطابق زبر کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے لیکن مشہور قول یہی ہے کہ اس میں نؔ پر پیش ہے۔

یہ قینقاع یہودیوں کی ایک قوم یعنی قبیلے کا نام تھا۔ یہ لوگ یہودیوں میں سب سے زیادہ بہادر شمار کئے جاتے تھے یہ سب یہودی صراف اور جوہری تھے یعنی سونا ڈھالنے کا کام کرتے تھے۔ قینقاع کے یہ یہودی حضرت عبادہ ابن صامت اور عبداللہ ابن ابی ابن سلول کے حلیف اور معاہدہ بردار تھے۔

جب غزوہ بدر میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائی تو ان لوگوں کی سرکشی کھل کر سامنے آگئی اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں سے ان کا حسد ظاہر ہو گیا۔ اپنی اس جلن اور بغض کی وجہ سے انہوں نے اپنے معاہدہ کو عملاً ختم کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بنی قینقاع بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہودی قبیلوں کے ساتھ ایک معاہدہ فرمایا تھا کہ یہ لوگ نہ کبھی آنحضرت ﷺ کے مقابلے پر آئیں گے اور نہ آپ کے دشمنوں کو مدد دیں گے۔ (یہودیوں کے یہ تینوں خاندان مدینے ہی میں رہتے تھے اور ان کے محلے الگ الگ تھے۔

ایک قول کے مطابق معاہدہ یہ تھا کہ جنگ وغیرہ کی صورت میں یہ لوگ نہ آنحضرت ﷺ کے طرف دار ہوں گے اور نہ آپ کے مخالف ہوں گے یعنی آپ کے دشمن کا ساتھ بھی نہیں دیں گے بلکہ ایسے موقعوں پر غیر جانبدار رہا کریں گے۔ اور ایک قول کے مطابق معاہدہ یہ تھا کہ اگر آنحضرت ﷺ کا کوئی دشمن آپ پر حملہ آور ہوگا تو یہ لوگ آنحضرت ﷺ کا ساتھ دیں گے اور آپ کی پوری پوری مدد کریں گے جیسا کہ بیان ہوا۔

یہود کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی...... غرض یہودیوں کے ان تینوں قبیلوں میں جنہوں نے سب سے پہلے معاہدے کی خلاف ورزی اور غداری کی وہ بنی قینقاع کے یہودی تھے۔ اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ ایک عرب عورت اپنا تجارتی سامان لے کر وہاں آئی جس میں اونٹ اور بکریاں وغیرہ تھیں تاکہ یہ مال فروخت کر کے نفع حاصل کرے۔ یہ مال اس نے بنی قینقاع کے بازار میں فروخت کیا اور اس کے بعد وہیں ایک یہودی جوہری کے پاس بیٹھ گئی۔

Presented by Ziaraat.Com

کتاب امتاع میں یوں ہے کہ یہ عورت ایک انصاری شخص کی بیوی تھی۔ مگر یہ بات ظاہر ہے کہ انصاری مدینے ہی میں رہتے تھے۔ (اس لئے باہر سے اس کے آنے کی بات قابل غور ہو گی) مگر اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے یہ عورت کسی انصاری کی بیوی ہو مگر دیہات کی رہنے والی ہو اور اپنے میکے سے کچھ تجارتی مال لے کر آئی ہو۔

ایک مسلمان عورت کے ساتھ یہود کی چھیڑ خانی...... غرض وہ عورت جوہری کی دکان پر بیٹھی ہوئی تھی اور مسلمان ہونے کی وجہ سے اپنا بدن اور چہرہ چھپائے ہوئے تھی) کہ کچھ یہودی اوباشوں نے اس پر چہرہ کھولنے کے لئے اصرار کرنا شروع کیا مگر اس نے انکار کر دیا۔ اسی وقت اس دکان والہ جوہری نے اٹھ کر اس کے نقاب کا ایک کونہ چپکے سے اس کی پشت کی طرف کسی چیز سے باندھ دیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ اس نے خاموشی سے اس کی چادر کا ایک سرا ایک کانٹے یا کیل میں الجھا دیا۔ عورت کو اس بات کا پتہ نہیں ہوا۔ اس کے بعد جب وہ عورت جانے کے لئے کھڑی ہوئی تو کپڑا الجھا ہوا ہونے کی وجہ سے وہیں رہ گیا اور چہرہ اچانک کھل گیا۔ اس پر یہودیوں نے قہقہے لگائے۔ عورت نے ان کی اس بیہودگی پر چیخنا شروع کر دیا۔

مسلمانوں اور یہود میں اشتعال......وہیں ایک مسلمان گزر رہا تھا اس نے جیسے ہی یہودیوں کی یہ شرارت دیکھی وہ یہودی جوہری کی طرف جھپٹا اور تلوار بلند کر کے اس کو قتل کر دیا یہ دیکھ کر یہودیوں نے اس مسلمان پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ پر دوسرے مسلمانوں نے چیخ چیخ کر مسلمانوں کو جمع کر لیا اور مسلمان غضب ناک ہو کر یہودیوں پر چڑھ دوڑے۔

معاہدے سے برأت کا اعلان......اسی قسم کا ایک واقعہ پیچھے بھی گزر چکا ہے جو پہلی جنگ فجار کا سبب بنا تھا۔ غرض مسلمانوں میں بنی قینقاع کے یہودیوں کے خلاف سخت غم و غصہ پیدا ہو گیا (بنی قینقاع سے مسلمانوں کا امن اور دوستی کا جو معاہدہ تھا وہ حضرت عبادہ ابن صامت کی معرفت ہوا تھا) یہودیوں کی اس حرکت کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اس قسم کی حرکتوں کے لئے ہمارا ان کا سمجھوتہ نہیں ہوا تھا۔ اب عبادہ ابن صامت اس معاہدہ سے بری ہو گئے!"

ادھر خود حضرت عبادہؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کا ساتھی ہوں اور ان کافروں کے معاہدے سے بری ہوتا ہوں۔"

(مسلمانوں کے ساتھ یہودیوں کے اس معاہدے کا دوسرا رکن عبداللہ ابن ابی ابن سلول تھا جس نے مسلمانوں کی طرف سے یہودیوں کے ساتھ یہ معاہدہ کیا تھا یہ شخص ظاہری طور پر مسلمان ہو چکا تھا مگر حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا اور منافقوں کا سردار تھا) یہ شخص اس واقعہ کے بعد بھی اس معاہدہ سے چمٹا رہا اس نے عبادہ ابن صامت کی طرح اس وقت اس معاہدے سے بری ہونے کا اعلان نہیں کیا چنانچہ اسی کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ـ تا ـ فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ

Presented by Ziaraat.Com

الآیات پ ۶ سورہ مائدہ ع ۸ آیت ۵۱ تا ۵۶

ترجمہ: اے ایمان والو تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ آخر آیات تک۔

بنی قینقاع کی کھلی دھمکی...... غرض اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو جمع کر کے ان سے فرمایا۔

اے گروہ یہود! اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی ہی تباہی نازل ہونے سے بچنے کی کوشش کرو جیسی بدر کے موقعہ پر قریش کے اوپر نازل ہوئی ہے اس لئے مسلمان ہو جاؤ کیونکہ تم جانتے ہو کہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں اور اس حقیقت کو تم اپنی کتاب میں درج پاتے ہو اور اس عہد کو بھی جو اللہ نے تم سے لیا تھا۔"

یہودیوں نے کہا۔

"اے محمد! ﷺ آپ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی آپ کی قوم والوں کی طرح ہیں۔ اس دھوکے میں نہ رہیئے کیونکہ اب تک آپ کو ایسی ہی قوموں سے سابقہ پڑا ہے جو جنگ اور اس کے طریقے نہیں جانتے للذا آپ نے انہیں آسانی سے زیر کر لیا لیکن ہم۔ خدا کی قسم اگر آپ نے ہم سے جنگ کی تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ کیسے بہادروں سے پالا پڑا ہے۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ "آپ نے ہم جیسوں سے آج تک جنگ نہیں کی۔"

اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ یہودیوں میں سب سے زیادہ بہادر لوگ تھے۔ ساتھ ہی یہ لوگ خود یہودیوں میں سب سے زیادہ دولت مند اور سخت گیر شمار کئے جاتے تھے اور بے انتہا سرکش اور باغی قسم کے لوگ تھے۔ اس موقعہ پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ الآیہ پ ۳ سورۂ آل عمران ع ۲ آیت ۱۲

ترجمہ: آپ ان کفر کرنے والوں سے فرما دیجئے کہ عنقریب تم مسلمانوں کے ہاتھ سے مغلوب کئے جاؤ گے اور آخرت میں جہنم کی طرف جمع کر کے لے جائے جاؤ گے اور وہ جہنم ہے برا ٹھکانہ۔

دوسری آیت حق تعالیٰ نے یہ نازل فرمائی۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ الآیہ پ ۱۰ سورۂ انفال ع ۷ آیت ۵۸

ترجمہ: اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت یعنی عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو آپ ان کو وہ عہد اس طرح واپس کر دیجئے کہ آپ اور وہ اس اطلاع میں برابر ہو جائیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

یہود کا محاصرہ...... غرض اس دھمکی کے بعد بنی قینقاع کے یہودی وہاں سے جا کر اپنے محلے میں اپنی حویلیوں کے اندر قلعہ بند ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ مجاہدین کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کا پرچم جس کا رنگ سفید تھا آپ کے چچا حضرت حمزہ ابن عبد المطلب کے ہاتھ میں تھا۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ غزوات میں کبھی کوئی پرچم نہیں رہا۔ مگر ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ اس بات کی اس گزشتہ روایت سے تردید ہو جاتی ہے جو غزوہ بدر کے سلسلے میں بیان ہوئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آگے دو سیاہ پرچم تھے جن میں سے ایک حضرت علی کے ہاتھ میں تھا جس کا نام عقاب تھا۔ غالباً یہ نام جاہلیت کے زمانے کے اس پرچم کے مقابلے میں رکھا گیا تھا جو اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس کو پرچم رؤسا یعنی سرداروں کا پرچم بھی کہا جاتا تھا کیونکہ اس پرچم کو جنگ کے وقت سردار کے سوا کوئی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں یہ پرچم ابو سفیان کے لئے مخصوص تھا اور اس کے سوا اس کو کوئی دوسرا نہیں اٹھا سکتا تھا یا پھر کوئی اسی کے مرتبے کا

Presented by Ziaraat.Com

سر دار اٹھا سکتا تھا اگر ابو سفیان موجود نہ ہو جیسا کہ غزوہ بدر کے موقعہ پر ہوا کہ ابو سفیان موجود نہیں تھا۔ اور بدر کے موقعہ پر دوسرا اسلامی پرچم ایک انصاری مسلمان کے ہاتھ میں تھا۔ آگے بیان آئے گا کہ یہ پرچم عقاب حضرت عائشہؓ کی چادر میں کا ایک ٹکڑا کاٹ کر بنایا گیا تھا۔

یہودی علاقے کی طرف کوچ کرتے وقت آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو لبابہ کو مدینے میں اپنا قائم مقام بنایا اور پندرہ دن تک بنی قینقاع کے یہودیوں کا بے انتہا شدید محاصرہ کیا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس غزوہ کے لئے شوال کی پندرہ تاریخ کو کوچ فرمایا تھا اور ذی قعدہ کے چاند تک وہیں رہے۔

جلاوطن ہونے کی پیش کش...... اس شدید محاصرہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا خوف اور رعب پیدا فرمادیا بنی قینقاع کے ان یہودیوں میں چار سو جنگ جو تو قلعہ کی حفاظت پر تھے اور تین سو زرہ پوش جاں باز تھے۔

آخر محاصرہ سے تنگ آکر یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ اگر آپ ہمارا راستہ چھوڑ دیں تو ہم جلاوطن ہو کر مدینہ سے ہمیشہ کے لئے چلے جانے کو تیار ہیں۔ اسکے ساتھ ہی انہوں نے آنحضرت ﷺ کو پیشکش کی کہ صرف ہماری عورتوں اور بچوں کو ہمارے لئے چھوڑ دیجئے جنہیں ہم اپنے ساتھ لے جائیں اور ہمارا مال و دولت آپ لے لیجئے۔ یعنی مال میں ہتھیار وغیرہ بھی شامل ہوں گے جو وہ مسلمانوں کو دے جائیں گے۔

ان کی اس پیشکش سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس باغات اور کھیتی کی زمینیں نہیں تھیں بلکہ ان کا یہ تمام مال و دولت تجارت کے ذریعہ تھا یا سودی کاروبار کے ذریعہ تھا جو آج تک یہودیوں کا خاص مشغلہ ہے۔

فئی اور مال غنیمت...... آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کی یہ بات قبول فرمالی اور ان کے مال و دولت پر قبضہ کر کے ان کو مدینے سے نکل جانے کا راستہ دیدیا) مال غنیمت میں سے آپ کے لئے پانچواں حصہ نکالا گیا حالانکہ آنحضرت ﷺ کے لئے اس میں فئی کا حق تھا (فئی کے متعلق تفصیل سیرت حلبیہ اردو کی تیئسویں قسط میں گزر چکی ہے) کیونکہ یہ مال جنگ کے بعد حاصل نہیں ہوا تھا نہ ہی لشکروں کا ٹکراؤ اور مقابلہ ہوا تھا۔ بہر حال آپ کو اس میں سے پانچواں حصہ ملا اور باقی چار عدد پانچویں حصے صحابہ میں تقسیم کر دیئے گئے۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ یہودیوں سے جو مال غنیمت حاصل ہوا تھا اس میں ان کے مکانات و محلات اور حویلیاں بھی شامل تھیں مگر میری نظر سے ایسی کوئی روایت نہیں گزری جس سے صاف طور پر یہ معلوم ہو سکتا کہ ان مکانات وغیرہ کا کیا کیا گیا۔

یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس فئی کے مال کو مال غنیمت کی طرح قرار دے کر تقسیم فرمایا۔ اس بارے میں ہم شافعیوں کا مذہب یہ ہے کہ مال غنیمت کے مقابلے میں جو فئی کا مال ہوتا ہے جیسا کہ اس غزوہ بنی قینقاع اور آگے آنے والے غزوہ بنی نضیر میں ہوا وہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں پانچ قسموں پر تقسیم کیا جاتا تھا جن میں سے چار قسمیں یعنی چار حصے آنحضرت ﷺ کے ہوتے تھے اور بقیہ ایک قسم یعنی ایک حصہ پھر پانچ قسموں پر تقسیم ہوتا تھا اور ان میں سے ایک قسم یعنی ایک حصہ آنحضرت ﷺ کا ہوتا تھا اس طرح آپ کو چار عدد تو پانچویں حصے ملتے تھے اور پھر پانچویں کا پانچواں حصہ ملتا تھا اور پھر پانچویں حصے کو پانچ پر تقسیم کرنے کے بعد جو اس کے چار عدد پانچویں حصے ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک تو ذوی القربیٰ یعنی رشتہ داروں کا ہوتا تھا۔ دوسرا یتیموں کا ہوتا تھا تیسرا مسکینوں اور غریبوں کا ہوتا تھا اور چوتھا تہی دست مسافر کا ہوتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

اس طرح گویافئی کا تمام مال پچیس حصوں پر تقسیم ہو جاتا تھا جن میں سے اکیس حصے آنحضرت ﷺ کے ہوتے تھے اور چار حصے چار قسم کے افراد کے لئے ہوتے تھے جن میں رشتہ دار یتیم غریب اور تہی دست مسافر ہوتے تھے۔

غالباً امام شافعیؒ نے یہ مسلک اس لئے اختیار کیا کہ ان کی رائے میں اکثر و بیشتر آنحضرت ﷺ ایسا کرتے تھے ورنہ خود اس موقعہ پر یعنی غزوہ بنی قینقاع اور آگے آنے والے غزوہ بنی نضیر میں آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کو بیس پانچ حصوں پر تقسیم فرمادیا۔ پھر آپ نے یہ طریقہ ترک کرادیا یعنی اس میں سے لشکر کو کچھ نہیں دیتے تھے۔

بنی ہاشم کا حصہ اور بنی نوفل اور عبد شمس کی محرومی...... آنحضرت ﷺ نے رشتہ داروں کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے مردوں اور عورتوں کے لئے استعمال فرمایا مگر ہاشم اور مطلب کے دوسرے بھائیوں عبد شمس اور نوفل کی اولاد یعنی بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے لئے استعمال نہیں فرمایا حالانکہ یہ چاروں بھائی عبد مناف کے بیٹے تھے جیسا کہ (سیرت حلبیہ اردو کی پہلی قسط میں) بیان ہو چکا ہے۔ جب آنحضرت ﷺ نے رشتے داروں کا حصہ صرف بنی ہاشم اور بنی مطلب میں تقسیم فرمایا تو بنی نوفل میں سے جبیر ابن مطعم اور بنی عبد شمس میں سے عثمان غنیؓ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور بولے۔

"یارسول اللہ ﷺ بنی ہاشم کے یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں لو۔ ہم ان کی اس فضیلت سے انکار نہیں کرسکتے جو حق تعالیٰ نے آپ کو ان میں سے پیدا کر کے انہیں عطا فرمائی ہے۔ مگر آپ دیکھتے ہیں کہ آپ نے ہمارے بھائیوں بنی مطلب کو تو حصہ عنایت فرمایا ہے مگر ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ہمارے لئے روک لگادی حالانکہ ہمارا اور ان کا رشتہ ایک ہی ہے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کو آپ کے رتبے کی وجہ سے یقیناً شرف اور فضیلت حاصل ہے مگر ہم بھی آپ سے ایک ہی نسب اور ایک درجے کا تعلق رکھتے ہیں پھر آپ نے کس لئے ان لوگوں کو ہم پر فضیلت دی۔"

بنی ہاشم کی فضیلت...... آنحضرت ﷺ نے اس کے جواب میں اپنی انگلیوں کو ایک دوسری میں پھنسا کر اور ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"جہاں تک بنی ہاشم اور بنی مطلب کا تعلق ہے وہ اس طرح باہم ایک ہیں۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ۔ انہوں نے ہمیں نہ تو جاہلیت کے زمانے میں چھوڑا اور نہ اسلام کے زمانے میں چھوڑا!"

اس سے آنحضرت ﷺ کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ جب قریش مکہ نے آپ کے اور مسلمانوں کے خلاف مقاطعہ اور بائیکاٹ کی تحریر مرتب کی تھی تو وہ تحریر بنی ہاشم اور بنی مطلب کے بھی خلاف تھی کیونکہ اس وقت بھی یہ دونوں خاندان آنحضرت ﷺ کی حمایت میں تھے اور مسلمانوں کے ساتھ یہ بھی شعب ابوطالب نامی گھاٹی میں پناہ گزین ہوئے تھے۔

غرض آنحضرت ﷺ کے زمانے میں توفئی کے مال کی وہ تقسیم ہوتی تھی جو پیچھے بیان ہوئی اور آپ کی وفات کے بعد اس کے پانچ حصے کیئے جانے لگے جن میں سے چار حصے تو جہاد اور جنگوں کی رسد کے لئے استعمال ہوتے اور پھر پانچویں حصے کے پانچویں کا پانچواں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے نکالا جاتا اور اسی میں کا دوسرا خمس رشتہ داروں کے لئے ہوتا تیسرا خمس یتیموں کے لئے ہوتا۔ چوتھا خمس مسکینوں اور غریبوں کے لئے علیحدہ

Presented by Ziaraat.Com

کیا جاتا اور باقی خمس تمہید ست مسافروں کے لئے مخصوص کیا جاتا۔

لو صفریہ بات واضح رہنی چاہئے کہ جب آنحضرت ﷺ لشکر کے ساتھ ہوتے ہوئے جنگ کے ذریعہ کوئی مال غنیمت حاصل فرماتے یا لشکر کشی کے ذریعہ حاصل فرماتے یا مد مقابل آجانے کے بعد دشمن کو جلاوطن کر کے حاصل کرتے تو یہ بات آپ کی خصوصیات میں سے تھی کہ آپ اس مال کی تقسیم سے پہلے اس میں سے کوئی چیز پسند فرمالیتے تھے۔ ایسی چیز کو جو آپ اپنے لئے پہلے پسند فرمالیتے تھے صفی اور صفیہ کہا جاتا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: مگر کتاب امتاع کے حوالے سے محمد ابن ابو بکر کی جو روایت گزری ہے وہ اس بات کے خلاف ہے کیونکہ وہاں یہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ جو صفی لیتے تھے آیا وہ آپ کے حصے میں سے کاٹ لی جاتی تھی۔ اس سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ وہ آپ کے حصے میں سے کاٹ لی جاتی تھی اور ایک قول ہے کہ نہیں کاٹی جاتی تھی بلکہ وہ آپ کے حصے سے علیحدہ ہوتی تھی۔ غزوہ بدر کے بیان میں اس کا جواب بھی گزر چکا ہے کہ اس اختلاف اور یقین دونوں کے ہونے سے کوئی شبہ نہ ہونا چاہئے۔ پھر یہ گزرا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا لیا ہوا صفی یعنی منتخبہ مال آپ کے حصے سے زائد ہوتا تھا تو اس لئے کہ اس وقت تک مال غنیمت کا خمس نکالنے کی آیت نازل نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا حصہ اس وقت اتنا ہی ہوتا جتنا کسی دوسرے لشکری کا ہوتا تھا اور اس حصے کے علاوہ آپ کا صفی یعنی انتخاب ہوتا تھا۔

پھر خمس یعنی پانچویں حصے کی آیت نازل ہونے کے بعد کل مال غنیمت کا پانچواں حصہ آنحضرت ﷺ کا ہوتا تھا اب یہیں یہ اختلاف پیدا ہوتا ہے کہ آپ جو صفی یا منتخب مال اپنے لئے پہلے نکالتے تھے وہ آپ کے اس پانچویں حصے کے علاوہ ہوتا تھا یا اسی پانچویں حصے میں سے کاٹ لیا جاتا تھا۔ لہٰذا اس اختلاف اور یقین کے درمیان اب شبہ کی بات نہیں رہی۔ واللہ اعلم۔

یہود کے لئے ابن اُبی کی سفارش ...... غرض جب بنی قینقاع اپنی حویلیوں سے نکلے تو ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی مشکیں باندھ دو۔ چنانچہ ان کی مشکیں کس دی گئیں اور آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو قتل کرنے کا ارادہ فرمایا مگر اسی وقت سردار منافقین عبداللہ ابن ابی ابن سلول جو یہودیوں کا حلیف اور حمایتی تھا آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور ان لوگوں کی سفارش کرنے لگا۔ اس نے گڑگڑاتے ہوئے آپ سے عرض کیا۔

"اے محمد! میرے ان غلاموں یعنی بے بس دوستوں کے ساتھ اچھا معاملہ کیجئے!"

آنحضرت ﷺ پر بیجا اصرار ...... آنحضرت ﷺ نے عبداللہ ابن ابی کی بات ان سنی کرتے ہوئے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ آنحضرت ﷺ اس وقت اپنی وہی زرہ پہنے ہوئے تھے جس کا نام ذات الفضول تھا۔ عبداللہ ابن ابی آنحضرت ﷺ کی پشت کی طرف سے آیا۔ اور آپ کی زرہ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر یعنی آپ کو پشت کی طرف سے اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور اصرار کرنے لگا۔ آپ نے اس کو ڈانٹ کر فرمایا۔

"تیرا برا ہو۔ مجھے چھوڑ دے!"

اس وقت آنحضرت ﷺ کو اتنا سخت غصہ آیا کہ اس کی وجہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا آپ نے پھر فرمایا۔ تیرا برا ہو مجھے چھوڑ دے۔ اس نے کہا۔

Presented by Ziaraat.Com

"خدا کی قسم اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ میرے غلاموں کے ساتھ احسان کرنے کا وعدہ نہیں کرلیں گے۔ یہ لوگ میرے کنبے والے ہیں اور میں مصیبتوں اور حادثوں سے بہت ڈرتا ہوں۔"

یہود کی جان بخشی...... آخر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا۔

"ان لوگوں کو چھوڑ دو۔ ان لوگوں پر اور ان کے ساتھ اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو!"

اس طرح آپ نے بنی قینقاع کے یہودیوں کو قتل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ پھر آپ نے عبداللہ ابن ابی سے فرمایا۔

"انہیں لے جاؤ۔ اللہ تمہیں ان کے ذریعہ کوئی برکت نہ دے۔"

نبی ﷺ کی دعا کا نتیجہ...... پھر آپ نے حکم دیا کہ ان یہودیوں کو مدینہ سے ہمیشہ کے لئے نکال کر جلاوطن کر دیا جائے ان کو جلاوطن کرنے کی ذمہ داری آپ نے حضرت عبادہ ابن صامت کے سپرد فرمائی اور یہودیوں کو مدینے سے نکل جانے کے لئے تین دن کی مہلت دی۔ چنانچہ یہودی تین دن بعد مدینے کو خیرباد کہہ کر چلے گئے۔ اس سے پہلے یہودیوں نے عبادہ ابن صامت سے درخواست کی تھی کہ ان کو تین دن کی جو مہلت دی گئی ہے اس میں کچھ اضافہ کر دیا جائے۔ مگر حضرت عبادہ نے کہا کہ نہیں ایک گھنٹے کی مہلت بھی نہیں بڑھائی جاسکتی۔ پھر عبادہ ابن صامت نے اپنی نگرانی میں ان کو جلاوطن کیا یہ لوگ یہاں سے نکل کر ملک شام کی ایک بستی کے میدانوں میں جابسے۔ مگر ایک سال کی مدت بھی نہیں گزری تھی کہ وہ سب کے سب وہیں ہلاک ہوگئے جو آنحضرت ﷺ کی اس دعا کا اثر تھا جو آپ نے عبداللہ ابن ابی کے سامنے کی تھی کہ اللہ تمہیں ان کے ذریعہ کوئی برکت نہ دے۔

ایک روایت ہے کہ یہودیوں کے مدینے سے جانے سے پہلے ابن ابی آنحضرت ﷺ کے پاس آپ کے مکان پر یہ درخواست لے کر آیا کہ یہودیوں کو معاف کر کے مدینے میں رہنے کی اجازت دیدی جائے مگر آنحضرت ﷺ اس سے ملنے کے بجائے اندر تشریف لے گئے۔ ابن ابی نے اندر جانا چاہا مگر ایک صحابی نے ہاتھ مار کر اس کو پیچھے دھکیل دیا جس کے نتیجہ میں اس کا منہ دیوار سے ٹکرا گیا اور زخمی ہوگیا۔ ابن ابی انتہائی غضب ناک ہو کر وہاں سے واپس ہوا۔ بنی قینقاع کے یہودیوں کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو وہ بولے۔

"ہم اس شہر میں ہرگز نہیں رہیں گے جس میں ابو حباب یعنی ابن ابی کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا ہے نہ ہی ہم اب اس سے کوئی مدد لیں گے۔"

اس کے بعد ان لوگوں نے جلاوطنی کی تیاری شروع کر دی۔ ایک قول یہ ہے کہ بنی قینقاع کو جلاوطن کرنے کے نگراں حضرت محمد ابن مسلمہ تھے۔ مگر اس روایت میں کوئی اشکال نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے عبادہ ابن صامت اور محمد ابن مسلمہ دونوں ہی کو یہ ذمہ داری سپرد کی گئی ہو۔

یہودیوں کے جانے کے بعد آنحضرت ﷺ کو ان کے مکانوں میں سے بے شمار ہتھیار ملے کیونکہ جیسا کہ بیان ہوا بنی قینقاع کے یہودی دوسرے یہودیوں میں سب سے زیادہ مالدار اور سب سے زیادہ بہادر اور جنگ جو لوگ تھے۔

غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ کا انتخاب...... آنحضرت ﷺ نے ان ہتھیاروں میں سے تین کمانیں لیں۔ ان کمانوں میں سے ایک کمان کو کتوم یعنی خاموش کہا جاتا تھا کیونکہ جب اس کمان سے تیر چلایا جاتا تھا تو

Presented by Ziaraat.Com

بالکل آواز نہیں پیدا ہوتی تھی۔ یہی وہ کمان ہے جس سے آنحضرت ﷺ نے غزوہ احد میں تیر اندازی فرمائی اور جس میں سے تیر اندازی کے وقت چنگاریاں سی نکلتی تھیں جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔ نیز اس میں جو اشکال ہے وہ بھی بیان ہو گا۔

ان میں سے دوسری کمان کا نام روحاء تھا اور تیسری کو بیضاء کہا جاتا تھا۔ ان کے علاوہ آپ نے دو زرہیں لیں جن میں سے ایک زرہ کا نام سعدیہ تھا۔ اس زرہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی تھی اور جب جالوت کو قتل کیا گیا تو اس وقت داؤد علیہ السلام یہی زرہ پہنے ہوئے تھے۔ دوسری زرہ کا نام فضہ تھا جو آپ نے یہودیوں کے ہتھیاروں میں سے اپنے لئے منتخب فرمائی۔

اس کے علاوہ آپ نے تین نیزے اور تین تلواریں بھی اپنے لئے منتخب فرمائیں۔ ان میں سے ایک تلوار کو قلعی کہا جاتا تھا۔ دوسری کو بتار کہا جاتا تھا اور تیسری کا کوئی نام نہیں تھا۔ اس تلوار کا نام خود آپ نے صیف رکھا۔ نیز ان میں سے آنحضرت ﷺ نے ایک زرہ محمد ابن مسلمہ کو اور ایک سعد ابن معاذ کو ہبہ فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

باب چہل و پنجم (۴۵)

غزوہ سُوَیق

ابوسفیان کا عہد...... قریش کو جنگ بدر میں ایک شرمناک شکست ہوئی تو ابوسفیان نے عہد کیا اور منت مانی کہ میں اس وقت تک ہم بستری کے غسل کا پانی سر پر نہیں ڈالوں گا جب تک محمد ﷺ کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ نہیں کروں گا۔

یہاں غسل نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت تک عورتوں کے ساتھ ہم بستری نہیں کروں گا یہاں غالباً غسل کا پانی سر پر نہ ڈالنے کا جو مطلب بیان کیا گیا ہے یہ کسی صحابی کا اضافہ ہے اور یہ مطلب انہوں نے اس قول سے لیا ہے جس میں ابوسفیان کے یہ لفظ ذکر ہوئے ہیں کہ اس وقت تک عورتوں کے پاس نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ اسی بات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ابوسفیان کے یہ لفظ ہیں کہ اس وقت تک نہ عورتوں کے پاس جاؤں گا اور نہ خوشبو لگاؤں گا جب تک محمد ﷺ سے جنگ نہیں کرلوں گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ غسل کے لفظ بھی ابوسفیان کے ہی ہوں اور قریش کے لوگ جاہلیت کے زمانے میں ہم بستری کرنے کے بعد غسل کیا کرتے ہوں۔

دور جاہلیت میں ابراہیمی سنتیں...... چنانچہ علامہ دمیری نے لکھا ہے کہ وضو کی آیت میں غسل کا ذکر نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ غسل جنابت یعنی ہم بستری کے بعد کا غسل اسلام کے دور سے پہلے بھی معلوم اور معروف تھا اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے دین کے جو احکام عرب میں باقی رہ گئے تھے یہ ان ہی میں سے ایک تھا۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ یہ غسل قدیم شریعتوں سے چلا آرہا ہے۔

جاہلیت کی نماز جنازہ...... بعض علماء نے لکھا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں قریش کے لوگ غسل جنابت بھی کرتے تھے۔ اپنے مردوں کو بھی نہلاتے تھے اور ان کو کفنا کر ان پر نماز بھی پڑھتے تھے۔ اس نماز جنازہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب مردے کو نہلانے اور کفنانے کے بعد پلنگ پر رکھ دیا جاتا تھا تو مرنے والے کا ولی پلنگ کے ساتھ کھڑا ہو کر پہلے تو اس کی تمام خوبیوں اور اچھائیوں کا ذکر کرتا اور اس کے بعد کہتا۔

"تجھ پر اللہ کی رحمت ہو!" اس کے بعد مردے کو دفن کر دیا جاتا۔

علامہ دمیری نے جو کچھ لکھا ہے اسی کی پیروی میں علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ غسل جنابت کا جاہلیت کے

www.ziaraat.com
Sapeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

زمانے میں بھی معمول اور اہتمام تھا جو ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے دین کے بچے کھچے احکام میں سے تھا جیسے حج اور نکاح کے طریقے باقی رہ گئے تھے لہٰذا یہ بڑی ناپاکی ان کے یہاں معروف و مشہور تھی چنانچہ اسی لئے حق تعالیٰ جل شانہ کا جو یہ ارشاد ہے۔

وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا الآیہ پ ۶ سورہ مائدہ ع ۲ آیت ۶۔

ترجمہ: اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو۔

تو قریش کے سامنے اس ارشاد کی تفسیر کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ وہ پہلے ہی سے اس کو جانتے تھے۔ اور جہاں تک حدث اصغر یعنی چھوٹی ناپاکیوں کا تعلق ہے تو چونکہ وہ جاہلیت کے زمانے میں قریش میں جانی پہچانی چیز نہیں تھی اس لئے حق تعالیٰ نے اس کو اس طرح نہیں فرمایا کہ جب تمہیں کوئی گندگی وغیرہ لگ جائے یا تم پاک نہ ہو تو وضو کر لیا کرو بلکہ اس طرح فرمایا کہ اپنے منہ ہاتھ وغیرہ دھو لیا کرو (جیسا کہ آیت وضو میں ارشاد ہوا ہے۔

عہد کی تکمیل کے لئے ابو سفیان کی مہم...... غرض یہ عہد کرنے کے بعد ابو سفیان قریش کے دو سو سواروں کو لے کر مکے سے روانہ ہوا تاکہ اپنی قسم پوری کر کے اس سے بری ہو جائے۔ یہاں تک کہ اس نے مدینے کے قریب ایک جگہ پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ اس کے بعد وہ بنی نضیر کے پاس پہنچا جن کی بستی وہیں تھی۔ یہ بنی نضیر خیبر کے یہودیوں میں سے تھے اور اپنے آپ کو حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے بتلاتے تھے۔ ابو سفیان راستہ کے اندھیرے میں ان یہودیوں کے سردار حیی ابن اخطب کے پاس پہنچا۔ یہی حیی ابن اخطب رسول اللہ ﷺ کا خسر بھی تھا کیونکہ ام المومنین حضرت صفیہؓ اسی کی بیٹی تھیں۔ غرض یہ حیی بنی نضیر کے سرداروں میں سے تھا۔ ابو سفیان نے اس کے گھر پہنچ کر دروازے پر دستک دی مگر حیی نے ڈر کی وجہ سے دروازہ نہیں کھولا ابو سفیان مایوس ہو کر وہاں سے لوٹ گیا۔

اسکے بعد ابو سفیان یہودیوں کے دوسرے بڑے سردار سلام ابن مشکم کے دروازے پر پہنچا جو یہودیوں کا خزانچی بھی تھا۔ یعنی سلام یہودیوں کے اس خزانے کا محافظ تھا جو وہ اپنے برے وقتوں کے لئے جمع کر رہے تھے۔ اس میں کچھ زیورات بھی تھے جو وہ مکے والوں کو بھی مانگے پر دیدیا کرتے تھے یعنی کرائے پر دیدیتے تھے۔

یہود سے ساز باز...... ابو سفیان نے سلام ابن مشکم کے دروازے پر دستک دی تو اس نے اسے بلالیا اور ملاقات کی۔ اس کے بعد ابو سفیان وہاں سے نکل کر اپنے ساتھی قریشیوں کے پاس پہنچا اور ان میں سے کچھ لوگوں کو لے کر مدینے کی طرف چلا۔ وہ لوگ مدینے کی ایک نواحی بستی یعنی محلے میں پہنچے جہاں ایک باغ کو آگ لگادی۔ وہیں انہیں ایک انصاری شخص ملا۔ کتاب امتاع میں ہے کہ یہ شخص معبد ابن عمرو تھا اور ایک ان کا حلیف تھا۔ مشرکوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد یہ لوگ وہاں سے واپس ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ ابو سفیان کے تعاقب میں...... مسلمانوں کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو آنحضرت ﷺ دو سو مہاجر اور انصاری مسلمانوں کے ساتھ اس کی تلاش میں مدینے سے نکلے۔ اس غزوہ کے موقعہ پر آپ نے مدینے میں حضرت بشیر ابن عبدالمنذر کو اپنا قائم مقام بنایا۔ آپ نے ۵ ذی الحجہ کو مدینے سے کوچ فرمایا (مگر ابو سفیان اس کارنامے پر یہ سمجھ رہا تھا کہ اس نے اپنی قسم پوری کر دی۔ لہٰذا وہ وہاں سے بھاگ گئے مگر راستے میں وہ اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو کے تھیلے پھینکتے جاتے تھے جو اپنے ساتھ لائے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

سُوَیق یعنی ستو کے تھیلے...... یہ ستو جو یا گیہوں کو کوٹ پیس کر بنایا جاتا تھا اور گرمیوں کے موسم میں کبھی پانی اور کبھی گھی میں ملا کر پیا جاتا تھا۔ کبھی شہد اور گھی کے ساتھ ملا کر بھی کھاتے تھے۔ قریش کے لوگ عام طور پر سفر میں جاتے ہوئے ناشتے اور زادِ راہ کیلئے ستو ہی ساتھ لیتے تھے۔ غرض مشرکین مکہ ستو کے جو تھیلے پھینکتے گئے وہ راستے میں مسلمانوں کو ملے (عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں اسی لئے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق یعنی ستو والا غزوہ پڑ گیا)۔

مسلمانوں نے مشرکوں کا دور تک پیچھا کیا مگر وہ ہاتھ نہیں آئے۔ اس طرح اس غزوے میں بھی کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ آخر رسول اللہ ﷺ پانچ دن بعد واپس مدینے تشریف لے آئے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

باب چہل و ششم (۴۶)

غزوۂ قرقرۃ الکدر

بنی سلیم اور غطفان کی جنگی تیاریاں...... اس غزوہ کو قرقرۃ الکدرہ بھی کہتے ہیں اور قراقر بھی کہتے ہیں۔ غزوہ سویق سے واپسی کے بعد آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ بنی سلیم اور غطفان کے لوگ قرقرۃ الکدر کے مقام پر جمع ہو رہے ہیں۔ چونکہ اس سے پہلے بھی آنحضرت ﷺ ان کے مقابلے کے لئے جا چکے تھے اس لئے شاید آپ کو یہ معلوم ہوا کہ وہ لوگ مدینے پر چڑھائی کرنا چاہتے ہیں۔ اس واقعہ کی تفصیل پیچھے غزوہ بنی سلیم کے بیان میں گزر چکی ہے۔

یہ قرقرۃ الکدر ایک جنگلی علاقہ تھا جہاں مختلف پرندے بسیرا کرتے تھے جن کے رنگوں میں دھندلا پن تھا عربی میں کدرہ چونکہ دھندلے اور مٹیالے رنگ کو کہتے ہیں اسلئے اس علاقہ کا نام بھی کدرہ کے نام سے مشہور ہو گیا جیسا کہ پیچھے بیان ہوا کہ انکے علاقے میں جو چشمہ تھا وہاں تک آنحضرت ﷺ پہنچ گئے تھے اور جہاں آپ کو دشمنوں میں سے کوئی نہیں ملا تھا۔ اس علاقہ کو ان پرندوں کے پائے جانے کی وجہ سے کدر کہا جاتا تھا۔

سرکوبی کے لئے آنحضرت ﷺ کی روانگی...... غرض آنحضرت ﷺ بنی سلیم اور غطفان کے لوگوں کی سرکوبی کے لئے دو سو صحابہ کے ہمراہ مدینے سے روانہ ہوئے اس غزوہ میں آپ کا جھنڈا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔ اپنی غیر موجودگی کے دوران مدینے میں آپ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنایا۔

پیچھے بیان ہوا ہے کہ اس غزوہ میں آپ نے ساع ابن عرفطہ یا ابن ام مکتومؓ کو اپنا جانشین بنایا تھا نیز اس بارے میں جو شبہ ہوتا تھا وہ بھی گزر چکا ہے (جو حضرت ابن ام مکتومؓ کے نابینا ہونے کی وجہ سے ہے۔

دشمن کا فرار...... جب آنحضرت ﷺ روانہ ہو کر اس مقام قرقرۃ الکدر پر پہنچے تو وہاں آپ کو دشمنوں میں سے کوئی نہیں ملا۔ پھر آپ نے اپنے صحابہ میں سے ایک جماعت کو وادی کے بالائی حصہ کی طرف روانہ کیا اور خود آپ نے وادی کے اندر ان کو تلاش کیا وہاں آپ کو پانچ سو اونٹ ملے جن کے ساتھ کچھ چرواہے بھی تھے ان میں سے ایک لڑکا تھا جس کا نام یسار تھا۔ مسلمانوں نے ان اونٹوں کو اپنے قبضہ میں کیا اور مدینے کو واپس ہوئے۔

مال غنیمت کے اونٹ...... مدینے سے تین میل کے فاصلے پر آنحضرت ﷺ نے اس مال غنیمت کو پانچ

Presented by Ziaraat.Com

حصوں میں تقسیم فرمایا اور ایک پانچواں حصہ اس میں سے نکالا باقی چار عدد پانچویں حصے آپ نے صحابہ کے درمیان تقسیم فرما دیئے۔ اس طرح ہر صحابی کو دو دو اونٹ ملے۔ وہ لڑکا یسار آنحضرت ﷺ کے حصے میں آیا مگر آنحضرت ﷺ نے اس کو آزاد کر دیا کیونکہ آپ نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ یہ لڑکا گرفتار ہونے کے بعد مسلمان ہو گیا تھا اور اسنے مسلمانوں سے نماز کی تعلیم حاصل کر لی تھی۔

اب اس مال کو غنیمت مانا گیا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کو پانچ حصوں پر تقسیم فرمایا تھا مگر اس کو غنیمت ماننے میں تامل پیدا ہوتا ہے (اسی شبہ اور اس کی جو بنیاد ہے وہ پچھلے ابواب میں بیان ہو چکی ہے)۔

اس غزوہ کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ پندرہ دن مدینے سے باہر رہے۔ اب اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی سلیم کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا غزوہ پیش آیا اور آپ اس غزوہ میں ان کے اس چشمہ تک پہنچ گئے جس کو ان پرندوں کی وجہ سے کدر کہا جاتا تھا۔ نیز یہ کہ اس موقعہ پر آپ نے سباع ابن عرفطہ غفاری یا ابن ام مکتوم کو مدینے میں جانشین بنایا تھا۔ مگر یہاں غزوہ قرقرۃ الکدر میں یقین کے ساتھ ابن ام مکتومؓ کو قائم مقام بنانے کا ذکر ہوا ہے سباع ابن عرفطہ کا تذکرہ ہی نہیں کیا گیا۔ ادھر غزوہ بنی سلیم کے بیان میں یہ کہیں بیان نہیں ہوا کہ اس موقعہ پر آپ کو کوئی مال غنیمت بھی حاصل ہوا تھا۔

لہٰذا ظاہری طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ بنی سلیم اور یہ غزوہ قرقرۃ الکدر دو علیحدہ علیحدہ غزوے ہیں۔ یہی بات کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں ہے۔ اب یوں کہا جائے گا کہ یہ پرندے اس چشمے پر بھی پائے جاتے تھے جس کا ذکر غزوہ بنی سلیم میں گزرا ہے اور اس علاقے میں بھی پائے جاتے تھے جس کا ذکر اس غزوہ قرقرۃ الکدر میں ہے۔

اب یوں کہنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ کو بنی سلیم کے ساتھ دو مرتبہ غزوہ کی نوبت آئی۔ ایک مرتبہ آپ ان کے علاقے میں اس چشمہ تک پہنچے مگر وہاں کسی کو نہیں پایا اور نہ کوئی مال غنیمت حاصل ہوا۔ دوسری مرتبہ میں آپ اس خاص علاقے تک پہنچے جہاں آپ کو یہ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ یہ بات میرے علم میں نہیں ہے کہ آیا وہ چشمہ اس خاص علاقے سے پہلے پڑتا تھا یا اس کے بعد یعنی اس سے آگے تھا۔

مگر کتاب سیرت شامی میں یہ ہے کہ غزوہ بنی سلیم ہی غزوہ قرقرۃ الکدر ہے۔ اس قول کی روشنی میں اب یہ کہا جائے گا کہ آنحضرت ﷺ کو بنی سلیم کے ساتھ ایک ہی مرتبہ غزوہ کی نوبت آئی۔ لہٰذا یوں کہنا چاہئے کہ وہ چشمہ جہاں وہ پرندے پائے جاتے تھے یا تو اسی جنگلی علاقے میں تھا اور یا اس کے قریب ہی تھا۔ بہر حال یہ بات قابل غور ہے ادھر حافظ دمیاطی نے غزوہ بنی سلیم اور آگے آنے والے غزوہ بحران کو ایک قرار دیا ہے اس کی تفصیل آگے بیان ہو گی۔

Presented by Ziaraat.Com

باب چہل و ہفتم (۴۷)

غزوۂ ذی اَمَرّ

بنی محارب و ثعلبہ کے جنگی ارادے...... یہ لفظ امر یعنی رَرِ پر تشدید کے ساتھ ہے حاکم نے اس غزوہ کو غزوہ انمار کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ غزوہ غطفان تھا۔ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ ایک شخص نے جس کا نام دُعثور ابن حرث غطفانی تھا اور جو بنی محارب میں سے تھا ذی امر کے مقام پر ایک لشکر جمع کر لیا ہے جس میں بنی ثعلبہ اور بنی محارب کے لوگ شامل ہیں۔ یہ ذی امر غطفان کے علاقے میں ایک بستی تھی۔ غالباً وہ چشمہ کدر جس کا پیچھے بیان ہوا ہے اسی جگہ تھا۔

سرکوبی کے لئے نبی ﷺ کا کوچ...... غرض آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ مدینے کے گرد و پیش میں لوٹ مار کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ چار سو پچاس صحابہ کے ساتھ ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینے میں آپ نے حضرت عثمان ابن عفان کو اپنا قائم مقام متعین فرمایا۔

کمین گاہوں میں دشمن کی روپوشی...... صحابہ نے ان غطفانیوں کے ایک شخص کو جس کا نام جبار۔ اور ایک قول کے مطابق حباب تھا پکڑ لیا یہ شخص بنی ثعلبہ میں سے تھا۔ یہ شخص آنحضرت ﷺ کے پاس لایا گیا اور اس نے آپ کو ان لوگوں کے متعلق کچھ خبریں دیں۔ ساتھ ہی اس نے آپ سے کہا۔

"وہ لوگ آپ سے مقابلہ نہیں کریں گے اور اگر ان کو یہ پتہ چل گیا کہ آپ ان کے تعاقب میں روانہ ہو چکے ہیں تو وہ لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں میں جا چھپیں گے۔ میں خود بھی آپ کے ساتھ ہی چل رہا ہوں۔"

آنحضرت ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی اور وہ فوراً ہی مسلمان ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس شخص کو حضرت بلالؓ کے حوالے کر دیا۔ وہ شخص مسلمانوں کو ایک دوسرے راستے سے لے چلا اور ان کے علاقہ میں لے آیا۔

آنحضرت ﷺ پر تنہائی میں حملہ...... ادھر ان لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے تعاقب کی خبر مل گئی اور وہ پہاڑوں کی چوٹیوں میں جا چھپے۔ آنحضرت ﷺ پیش قدمی کرتے ہوئے ایک چشمہ پر پہنچے جس کو ذی امر کہا جاتا تھا۔ آپ نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ اچانک وہاں زبردست بارش شروع ہو گئی اور اتنا پانی پڑا کہ آنحضرت ﷺ کے کپڑے بھیگ کر پانی میں شرابور ہو گئے۔ تمام صحابہ بھی سر سے پیر تک بھیگ گئے آنحضرت ﷺ نے اپنے بھیگے

Presented by Ziaraat.Com

ہوئے کپڑے اتارے اور انہیں سکھانے کے لئے ایک درخت پر پھیلا دیا خود آپ وہیں پر لیٹ گئے۔ وہ جگہ ایسی تھی جہاں آپ لیٹے ہوئے تھے کہ مشرکین جو پہاڑوں میں چھپے ہوئے تھے آپ کو اپنی کمین گاہ سے دیکھ سکتے تھے۔ ادھر مسلمان بھی اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے۔

مشرکوں نے جو آنحضرت ﷺ کو ایک جگہ تنہا لیٹے ہوئے دیکھا تو وہ اپنے سردار دعثور کے پاس آئے یہ شخص ان میں سب سے زیادہ بہادر تھا۔ مشرکوں نے اس سے کہا۔

"اس وقت محمد ﷺ بالکل تنہا لیٹے ہوئے ہیں۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ ان سے نمٹ لو!"

ایک روایت میں یوں ہے کہ خود دعثور نے جب آنحضرت ﷺ کو وہاں تنہا لیٹے ہوئے دیکھا تو اس نے کہا "اگر اس وقت بھی میں محمد ﷺ کو قتل نہ کروں تو اللہ خود مجھے ہلاک کر دے!"

یہ کہہ کر دعثور تلوار سونتے ہوئے چلا اور بالکل آنحضرت ﷺ کے سرہانے پہنچ کر رکا۔ پھر اچانک اس نے آپ کو مخاطب کر کے کہا۔

"آج یا اب آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے سکون کے ساتھ فرمایا اللہ!

غیبی حفاظت اور دشمن نبی کی تلوار کی زد میں...... ساتھ ہی جبرئیل علیہ السلام نے دعثور کے سینے پر اپنے ہاتھ سے ایک ضرب لگائی جس سے وہ زمین پر گرا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے فوراً اس کی تلوار اٹھالی اور اس سے فرمایا۔

"اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا!"

دعثور نے کہا۔

"کوئی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ ایک روایت کے مطابق۔ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں!"

دشمن کے سرگروہ کا اسلام...... (اس طرح دعثور جو آپ کو قتل کرنے آیا تھا آپکے غلاموں میں شامل ہو کر لوٹا) آنحضرت ﷺ نے اس کی تلوار اسے واپس فرمادی۔ دعثور وہاں سے اپنی قوم میں واپس پہنچا تو اس کا حال ہی بدلا ہوا تھا اور وہ اپنی قوم کو اسلام کی تبلیغ کر رہا تھا۔ اس نے لوگوں کو بتلایا کہ میں نے ایک بہت لمبا اور قد آور آدمی دیکھا جس نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور اس دھکے سے میں زمین پر گر پڑا۔ اپنا یہ واقعہ سنا کر دعثور نے کہا۔

میں اسی وقت سمجھ گیا کہ مجھے گرانے والا کوئی فرشتہ ہے اس لئے (یہ کھلی نشانی دیکھ کر) میں فوراً ہی مسلمان ہو گیا۔"

اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ

الآیہ پ ۶ سورہ مائدہ ع ۲ آیت ۱۱

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جب کہ ایک قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کریں سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر نہ چلنے دیا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ واپس مدینے تشریف لے آئے اور کہیں کوئی مقابلہ نہیں ہوا اس غزوہ کے موقع پر آپ ﷺ گیارہ دن مدینے سے غیر حاضر رہے۔

Presented by Ziaraat.Com

باب چہل و ہشتم (۴۸)

غزوۂ بحران

یہ لفظ بحران ب کے زبر کے ساتھ ہے۔ حافظ دمیاطی نے اس غزوہ کو غزوہ بنی سلیم کا نام دیا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ یہ بحران حجاز کے علاقے میں ایک مقام کا نام تھا اور اس کے اور مدینے کے درمیان آٹھ منزل کا فاصلہ تھا۔

بنی سلیم کے جنگی عزائم...... آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ مقام بحران میں بنی سلیم کا ایک لشکر جمع ہو رہا ہے آپ جمادی الاول کی چھ تاریخ کو تین سو صحابہ کے ساتھ بنی سلیم کے اس لشکر کی سرکوبی کے لئے مدینے سے روانہ ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے مدینے میں حضرت ابن ام مکتوم کو اپنا قائم مقام بنایا اور کسی کو اپنی روانگی کا مقصد نہیں بتلایا۔ آپ تیزی سے منزلیں سر کرتے ہوئے چلے یہاں تک کہ بحران پہنچ گئے وہاں پہنچ کر آپ کو معلوم ہوا کہ بنی سلیم کے لوگ جو وہاں جمع ہو رہے تھے وہ منتشر ہو کر اپنے مختلف چشموں پر چلے گئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا خروج اور دشمن کا فرار...... بحران پہنچنے سے ایک رات پہلے آنحضرت ﷺ کو راستے میں بنی سلیم کا ایک شخص ملا۔ اس سے آپ کو معلوم ہوا تھا کہ دشمن کے لوگ مختلف جگہوں پر منتشر ہو گئے ہیں۔ آپ نے اس شخص کو ایک دوسرے آدمی کے ساتھ روک لیا اور آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ بحران کے مقام پر پہنچ کر آپ کو اس شخص کی خبر کی تصدیق ہو گئی۔ آپ نے اس شخص کو چھوڑ دیا اور خود اس مقام پر چند دن قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ واپس مدینے کو روانہ ہو گئے اور اس غزوہ میں بھی کوئی مقابلہ اور جنگ نہیں ہوئی۔ اس غزوہ میں آپ کو دس دن لگے۔

کتاب اصل یعنی عیون الاثر اور اس روایت کے مطابق گویا آنحضرت ﷺ کو تین مرتبہ غزوہ کی نوبت آئی ایک مرتبہ تو غزوہ بدر کے فوراً بعد دوسرے یہ غزوۂ بحران اور تیسرے غزوہ ذی امر جو دونوں ۳ھ میں پیش آئے۔

دوسری صاحبزادی کا عثمان غنی سے نکاح...... اسی سال یعنی ۳ھ میں آنحضرت ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیا جبکہ آپ کی پہلی صاحبزادی یعنی حضرت عثمانؓ کی بیوی حضرت رقیہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت رقیہ کی وفات کا وقت اور اس کی تفصیل پیچھے گزر

Presented by Ziaraat.Com

چکی ہے۔

حفصہ بنت عمرؓ سے آنحضرت کا نکاح...... پھر اسی سال آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہ سے اپنا نکاح فرمایا۔ حضرت حفصہ کا پہلا نکاح حضرت خنیس ابن حذافہ سے ہوا تھا۔ یہ حضرت خنیس غزوہ بدر میں شہید ہوگئے تھے۔ شعبان کے مہینے میں جب حضرت حفصہ کی عدت کا زمانہ پورا ہوگیا تو آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح فرمالیا۔

حضرت حفصہ کے بیوہ ہو جانے پر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے درخواست کی تھی کہ وہ ان سے نکاح کرلیں مگر حضرت ابو بکر خاموش ہوگئے اور انہوں نے اس پیشکش کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے درخواست کی کہ وہ حضرت حفصہؓ کے ساتھ نکاح کرلیں مگر وہ بھی خاموش ہوگئے۔ آخر فاروق اعظمؓ نے ایک روز رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں نے عثمان کو حفصہ کی پیشکش کی تھی مگر وہ ٹال گئے!"

آپ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے عثمان کو تمہاری بیٹی سے بہتر لڑکی دیدی ہے اور تمہاری بیٹی کو عثمان سے بہتر شوہر دے دیا ہے!"

اس جملے کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شادی تو آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم سے ہوگئی اور حضرت حفصہؓ کی شادی خود رسول اللہ ﷺ سے ہوگئی۔

زینب بنت خزیمہ سے نکاح...... پھر اسی رمضان ۳ھ میں آپ نے حضرت زینب بنت خزیمہ سے نکاح کیا نیز اسی سال آپ نے اپنی پھوپھی اُمیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی حضرت زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحش سے آپ نے ۴ھ میں نکاح فرمایا تھا۔ کتاب اصل یعنی عیون الاثر نے اسی قول کو درست قرار دیا ہے۔ نیز ایک قول ۵ھ کا بھی ہے۔ ان کا نام برّہ تھا یعنی بے پر زبر کے ساتھ اور ان کی ماں کا نام بُرّہ یعنی بے پر پیش کے ساتھ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا نام تبدیل کر کے زینب رکھ دیا تھا۔ نیز آپ نے ان سے فرمایا۔

"اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اپنے آدمیوں میں سے کسی کے نام پر اس کا نام رکھتے مگر اب میں نے اس کا نام جحش تجویز کیا ہے!"

عربی میں جحش سردار کو کہتے ہیں۔ اس نکاح سے پہلے ایک روز آنحضرت ﷺ حضرت زینب بنت جحش کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے اپنے غلام حضرت زید ابن حارثہ کا رشتہ ان سے دیا۔ انہوں نے کہا میں زید سے نکاح نہیں کروں گی۔ آپ نے فرمایا نہیں تم اس سے نکاح کرلو۔ حضرت زینب نے کہا۔

"اچھا میں اس پر غور کروں گی۔ کیونکہ حسب نسب میں زید سے میں بہتر ہوں!"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ الآیہ پ ۲۲ سورہ احزاب ع ۵ آیت ۳۶

ترجمہ: اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں کہ پھر ان کو ان مومنین کے اس کام میں کوئی اختیار باقی نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تب حضرت زینبؓ نے عرض کیا کہ میں تیار ہوں۔
ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینب نے اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے سپرد کر دیا تھا۔ آپ نے ان کا نکاح حضرت زید ابن حارثہ سے کر دیا۔ یہ بات حضرت زینب اور ان کے بھائی کو گراں ہوئی (کہ ان کو ایک غلام کے حوالے کر دیا گیا) انہوں نے کہا۔
"ہماری مراد تو خود رسول اللہ ﷺ سے ان کا نکاح کرنا تھی مگر آپ نے ان کو اپنے غلام کے حوالے کر دیا!"

زینب بنت جحش سے زید رضی اللہ عنہ کی خواہش نکاح......اس پردہ گزشتہ آیت نازل ہوئی۔ مقاتل سے یوں روایت ہے کہ حضرت زیدؓ نے جب حضرت زینبؓ سے نکاح کرنا چاہا تو وہ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ میرا رشتہ فرما دیجئے۔ آپ نے پوچھا کس کے ساتھ۔ انہوں نے کہا زینب بنت جحش کے ساتھ آپ نے فرمایا "میرا خیال ہے وہ اس رشتہ کو منظور نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ نسب کے اعتبار سے اس رشتہ سے معزز ہے!"
زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

نبی سے سفارش......"یا رسول اللہ! جب آپ ان سے خود بات کریں گے اور یہ فرمائیں گے کہ زید میرے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہے تب وہ مان جائیں گی۔"
آپ نے فرمایا۔
"نہیں وہ ایک فصیح و بلیغ یعنی لسان عورت ہے!"
آخر مایوس ہو کر زید حضرت علیؓ کے پاس پہنچے اور انہیں اس پر تیار کیا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس جا کر ان کے بارے میں آپ ﷺ سے بات کریں۔ چنانچہ حضرت علیؓ زیدؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بات کی۔ آپ نے فرمایا۔
"اچھا میں اس کے لئے تیار ہوں اور علی تمہیں زینب کے گھر والوں کے پاس بھیجوں گا تاکہ تم ان سے اس بارے میں بات کرو۔"
چنانچہ حضرت علیؓ ان کے پاس گئے اور واپس آکر آپ کو بتلایا کہ وہ بھی اس رشتے کو ناپسند کرتی ہیں اور ان کے بھائی بھی ناپسند کرتے ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ان کے پاس کہلایا کہ تمہارے لئے اس رشتے کو میں نے پسند کیا ہے میرا فیصلہ یہ ہے کہ تم اس رشتے کو مان لو اس لئے تم اس سے نکاح کر دو۔

نبی کی کوشش سے زید و زینب کا نکاح......ساٹھ درہم زر مہر اوڑھنیاں لحاف ازار پچاس مد وزن کی کھانے پینے کی چیزیں اور دس مد وزن کی کھجوریں بھیجیں۔ یہ سب چیزیں آنحضرت ﷺ نے حضرت زیدؓ کو دی تھیں۔ اور اس طرح حضرت زید کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا۔
اس شادی کے بعد ایک دن آنحضرت ﷺ زید سے ملنے ان کے گھر تشریف لے گئے مگر زید وہاں موجود نہیں تھے۔ حضرت زینب آگے آئیں تو آپ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ انہوں نے کہا۔
"یا رسول اللہ! وہ تو یہاں موجود نہیں ہیں۔ اندر تشریف لائیے!"
آنحضرت ﷺ نے اندر آنے سے انکار فرمایا۔ اس وقت ہوا کی وجہ سے درمیان کا پردہ جو اڑا تو بلا ارادہ

www.Ziaraat.Com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت ﷺ کی نظر ان پر پڑ گئی۔ آپ وہاں سے فوراً یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے۔

"پاک ہے اللہ کی ذات اور دلوں کو پھیرنے والی ہے! ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ دلوں کو بدلنے والی ہے!"

حضرت زینبؓ نے آپ کا یہ جملہ سن لیا۔ جب زیدؓ واپس آئے تو زینب نے ان سے اس کا ذکر کیا۔ زید آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے۔

"یارسول اللہ! شاید زینب آپ کو پسند آئی ہیں میں ان کو آپ کے لئے طلاق دے سکتا ہوں!"

آپ نے فرمایا۔

"نہیں اپنی بیوی اپنے ہی پاس رکھو!"

مگر اس گھڑی کے بعد کبھی بھی زید اپنی بیوی کے پاس نہیں جاسکے۔ یعنی جب سے آنحضرت ﷺ کی نظر ان پر پڑی تھی زید کبھی بھی ان سے ہم بستر نہ ہو سکے (یعنی چاہنے کے باوجود کبھی اس کی نوبت نہ آسکی) یہاں تک کہ حضرت زینب کو انہوں نے طلاق دیدی۔

چنانچہ خود حضرت زینبؓ سے روایت ہے کہ جب سے آنحضرت ﷺ کے دل میں یہ خیال آیا تھا زید کبھی مجھ سے ہم صحبت نہ ہو سکے حالانکہ میں نے کبھی انکار نہیں کیا تھا (اور خود زید نے بھی ان سے ہم بستر نہ ہونے کا فیصلہ نہیں کیا تھا مگر منجانب اللہ وہ اس موقعہ کے بعد سے کبھی حضرت زینب کو استعمال نہیں کر سکے) اللہ تعالیٰ نے ان کا دل میری طرف سے بدل دیا۔

زید و زینب میں ناچاقی...... پھر ایک دن حضرت زیدؓ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"یارسول اللہ! زینب میرے ساتھ بہت سخت کلامی سے پیش آتی ہیں میں انکو طلاق دینا چاہتا ہوں!"

آپ نے فرمایا۔

"اللہ سے ڈرو۔ اور اپنی بیوی کو اس طرح مت چھوڑو!"

مگر زید نے عرض کیا۔

"اب وہ میرے لئے ناقابل برداشت ہو چکی ہیں!"

طلاق...... آپ نے فرمایا تو پھر تم طلاق دے سکتے ہو۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت زید نے انہیں طلاق دیدی جب ان کی عدت پوری ہو گئی تو آپ نے زید کو ان کے پاس جانے کا حکم دیا اور ان سے کہا۔

"تم زینب کے پاس جاؤ اور ان سے میرا پیغام دو!"

زینب سے آنحضرت ﷺ کا رشتہ...... حضرت زیدؓ وہاں پہنچے۔ وہ کہتے ہیں اب جب میں نے ان کو دیکھا تو میرے دل میں ان کی بڑی عظمت اور احترام پیدا ہوا۔ میں نے کہا۔

"زینب! تمہیں خوش خبری ہو۔ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہارے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے۔"

حضرت زینب نے کہا۔

"میں اس وقت تک کچھ نہیں کروں گی جب تک اپنے پروردگار سے مشورہ یعنی استخارہ نہ کر لوں!"

آسمان پر زینب سے نبی کا نکاح...... ادھر رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے ان سے باتیں کر رہے تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے زینب سے آپ کو بیاہ دیا ہے۔ جب آپ پر سے وحی کے آثار ختم ہوئے تو آپ مسکراتے ہوئے یہ فرما رہے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

زینب کے پاس جا کر کون اسے یہ خوش خبری دے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اس کے ساتھ میرا نکاح کردیا ہے۔"

اس کے بعد آنحضرت ﷺ خود حضرت زینبؓ کے مکان پر پہنچے اور بغیر اجازت لئے اندر تشریف لے گئے حضرت زینبؓ کہتی ہیں کہ میں کھلے سر بیٹھی ہوئی تھی کہ اچانک آپ بلا اجازت لئے اندر آگئے۔ میں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ بلا نکاح اور گواہوں کے!"

آپ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے نکاح فرمایا ہے اور جبرئیل گواہ ہیں۔"

اوھر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ

الآیہ پ ۲۲ سورہ احزاب ع ۵ آیت ۳۷

ترجمہ: اور جب آپ اس شخص سے فرمار ہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈر اور آپ اپنے دل میں وہ بات بھی چھپائے ہوئے تھے۔

تو اس طرح گویا یہ آیت حضرت زید ابن حارثہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے الفاظ کو حضرت زیدؓ کے بیٹے حضرت اسامہ ابن زیدؓ کے بارے میں بھی استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ اپنے اہل و عیال یعنی گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب جن پر اللہ تعالیٰ نے بھی انعام کیا اور میں نے بھی انعام کیا اسامہ ابن زید اور علی ابن ابو طالب ہیں۔

چنانچہ زید اور ان کے بیٹے پر اللہ تعالیٰ کی نعمت تو یہ ہے کہ ان دونوں کو اسلام کی دولت سے مالا مال کیا گیا اور آنحضرت ﷺ کی نعمت یہ ہے کہ آپ نے ان دونوں کو غلامی سے آزاد کیا کیونکہ باپ کی آزادی سے ہی بیٹے کو بھی آزادی ملی۔

لے پالک کی بیوہ سے نکاح کا جواز...... اب کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو پہلے ہی خبر دیدی تھی کہ حضرت زینبؓ آپ کی بیوی بنیں گی۔ چنانچہ جب زید نے آپ سے آکر زینب کی شکایت کی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اپنے بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور اللہ سے ڈرو۔ مگر آپ نے ان سے وہ بات چھپائے رکھی جو آپ کے دل میں تھی (یعنی جس کی اللہ تعالیٰ آپ کو خبر دے چکا تھا) اور جس کو وہ ظاہر فرمانے والا تھا کہ آپ کی عنقریب ان سے شادی ہوگی۔ تو جو بات آپ نے چھپائی اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی خبر دے چکا تھا۔ آپ لوگوں یعنی یہودیوں اور منافقوں کی اس بات سے ڈرتے تھے کہ وہ کہیں گے آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی۔ مگر اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں اور جو بات اس کو پسند ہے اور جس بات پر وہ آپ کیلئے راضی ہے اسکو پورا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زید سے حضرت زینب کو طلاق دلوانے کے بعد آپ سے حضرت زینبؓ کی شادی کی تاکہ متبنیٰ کی حرمت ختم ہو جائے (یعنی تاکہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرنے میں کسی شخص کو کوئی تامل اور شبہ نہ رہے اور لوگ جان لیں کہ یہ بات حلال ہے) چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا

الآیہ پ ۲۲ سورہ احزاب ع ۵ آیت ۳۷

ترجمہ: تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے نکاح کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے جب وہ منہ بولے بیٹے ان سے اپناجی بھر چکیں۔ اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا تھا ہی۔

دعوت ولیمہ اور صحابہ کی طویل نشست...... آنحضرت ﷺ نے اپنی ان بیوی کے لئے جو ولیمہ کیا وہ اپنی کسی دوسری بیوی کے لئے نہیں فرمایا تھا۔ نیز آپ نے اس ولیمہ میں بکری ذبح فرمائی اور لوگوں کی دعوت کی۔ کھانے کے بعد اکثر لوگ تو اٹھ اٹھ کر چلے گئے مگر کچھ صحابہ کھانے کے بعد گھر میں بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہے۔ آنحضرت ﷺ کو اس بات سے تنگی پیش آئی۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اٹھ کر باہر چلے جاتے اور کچھ دیر بعد واپس اندر آتے تو دیکھتے کہ وہ لوگ اب بھی بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔

بخاری میں یہ بھی ہے کہ جب لوگوں کو بیٹھے بہت دیر ہو گئی تو آنحضرت ﷺ وہاں سے اٹھ کر حضرت عائشہؓ کے حجرے میں ان کے پاس چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا۔ السلام علیکم گھر والو۔ ورحمۃ اللہ و برکاتہ، حضرت عائشہؓ نے کہا۔

"وعلیک السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ! آپ کو اپنی بیوی کیسی لگیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے برکت عطا فرمائے!"

آنحضرت ﷺ کو گرانی...... اس کے بعد آپ اپنی تمام بیویوں کے حجروں میں گئے اور ہر ایک کو آپ نے اسی طرح سلام کیا جیسے حضرت عائشہؓ کو کیا تھا۔ آپ کی تمام ازواج نے بھی اسی طرح جواب دیا اور وہی سوال کیا جو حضرت عائشہؓ نے کیا تھا۔ اس کے بعد آپ پھر واپس وہیں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ اب بھی وہاں اسی طرح بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

پردے کا حکم...... حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ میں شرم و لحاظ بے انتہا تھا۔ آپ وہاں سے اٹھ کر پھر حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے اور حضرت زینبؓ کو بھی وہیں بلا لیا۔ پھر کچھ دیر بعد آپ کو اطلاع ملی کہ لوگ اٹھ کر چلے گئے ہیں تو آپ وہیں تشریف لائے حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حجرے کی دہلیز میں قدم رکھا اور دوسرا باہر تھا کہ پردہ میرے اور آپ کے درمیان آ گیا۔ اسی وقت پردے کی آیت نازل ہوئی۔ تفسیر کشاف میں یہ ہے کہ یہ شائستگی کی تعلیم تھی جو اللہ تعالیٰ نے شریف و معزز گھرانوں کو دی۔

مسلم میں حضرت عائشہؓ سے یوں روایت ہے کہ پردے کی آیت نازل ہونے کے بعد ایک دن حضرت سودہؓ گھر سے نکل کر آبادی سے باہر قضائے حاجت کی اس جگہ کی طرف گئیں جہاں ازواج مطہرات جایا کرتی تھیں۔ یہ رات کا وقت تھا۔ یہ ایک موٹی اور بھرے ہوئے بدن کی خاتون تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا تو پہچان لیا اور کہا۔

"سودہ۔ خدا کی قسم تم پہچانی جا رہی ہو۔ دیکھو تم کس طرح نکل آئیں۔"

حضرت سودہؓ وہاں سے ہی واپس آ گئیں۔ اس وقت آنحضرت ﷺ میرے حجرے میں کھانا کھانے کے لئے تشریف لائے تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی اس وقت حضرت سودہ وہاں آئیں اور کہنے لگیں۔

"یا رسول اللہ! میں باہر نکلی تو عمر نے مجھے ایسا ایسا کہا!"

Presented by Ziaraat.Com

اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر بعد وحی کی کیفیت سے آپ کو افاقہ ہوا وہ ہڈی بھی اس وقت تک آپ کے ہاتھ میں ہی تھی آپ نے اسے رکھا بھی نہیں تھا پھر آپ نے فرمایا۔

"تمہارے لئے اس کی اجازت دی گئی ہے کہ تم قضائے حاجت کے لئے گھروں سے باہر جا سکتی ہو!"

حضرت عمرؓ نے حضرت سودہؓ سے جو کچھ کہا تھا وہ اسی آرزو میں کہا تھا کہ عورتوں کے لئے پردے کا حکم نازل ہو جائے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پھر اللہ نے پردے کا حکم فرمایا۔

مگر یہاں ایک شبہ ہوتا ہے پیچھے بیان ہوا ہے کہ یہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت عمرؓ کی مراد یہ تھی کہ عورتیں قضائے حاجت کے لئے بھی باہر نہ نکلا کریں تاکہ ان کی شخصیتیں ہی کسی کو نظر نہ آئیں۔ جب کہ پیچھے جہاں یہ گزرا ہے کہ یہ واقعہ پردے کے حکم کے بعد کا ہے تو وہاں پردے کے لفظ سے مراد یہ ہے کہ عورتوں کے جسموں کا کوئی حصہ کھلا ہوا نظر نہ آئے۔ بہر حال یہ بات قابل غور ہے۔

آنحضرت ﷺ کا حضرت عائشہ سے تعلق خاطر...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز جب رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف فرما تھے حضرت زینب بنت جحش میرے پاس آگئیں۔ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف مڑیں اور بولیں۔

"ہم میں سے ہر ایک آپ کے رحم و کرم پر ہے!"

اس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئیں اور مجھے برا بھلا کہنے لگیں آنحضرت ﷺ نے ان کو روکا مگر وہ خاموش نہیں ہوئیں۔ تب آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم بھی ان کو جواب دو چنانچہ لب میں نے بھی ان کو کہا سنا میں بولنے میں ان سے زیادہ تیز تھی نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی ہی دیر میں ان کا منہ خشک ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ کے چہرے سے خوشی اور اطمینان محسوس ہو رہا تھا۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت زینبؓ پر ناراض ہو گئے کیونکہ انہوں نے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی دوسری بیوی حضرت صفیہ بنت حیی کو یہ لفظ کہہ دیئے کہ وہ یہودی عورت۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ان سے ناراض ہو کر ذی الحجہ اور محرم اور ماہ صفر کے کچھ حصے میں دو مہینے سے زائد تک اسکے پاس جانا آنا اور بولنا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد پھر ایک دن ان کے پاس تشریف لے گئے اور پھر پہلے ہی کی طرح ان کے ساتھ پیش آنے لگے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن جبکہ آنحضرت ﷺ میرے پاس تھے آپ کی ازواج نے حضرت فاطمہؓ کو آپ کے پاس بھیجا۔ حضرت فاطمہؓ نے میرے حجرے پر آ کر اجازت چاہی تو آپ نے ان کو اندر آنے کی اجازت دی۔ وہ اندر آئیں اور آپ سے کہنے لگیں۔

"یا رسول اللہ! مجھے آپ کی ازواج نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور وہ ابو قحافہ کی بیٹی یعنی حضرت عائشہؓ کی وجہ سے آپ سے اپنے لئے انصاف مانگتی ہیں کہ آپ ان کے اور دوسری بیویوں کے ساتھ ایک سا معاملہ فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔

"بیٹی! کیا تم بھی وہی بات پسند نہیں کرتیں جو مجھے پسند ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

انہوں نے عرض کیا بے شک تو آپ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا۔
"تو ان سے محبت کرو!"
اس پر حضرت فاطمہؓ کھڑی ہو گئیں اور وہاں سے آپ کی ازواج کے پاس پہنچیں اور ان کو اپنی اور آنحضرت ﷺ کی گفتگو سنائی۔ یہ سنکر انہوں نے کہا۔
"ابھی ہمارا مقصد پورا نہیں ہوا اس لئے تم آنحضرت ﷺ کے پاس پھر جاؤ!"
حضرت فاطمہؓ نے کہا۔
"خدا کی قسم اب میں ان کے (یعنی حضرت عائشہؓ کے بارے میں آپ سے کبھی بات نہیں کروں گی!"
تب آپ کی ازواج نے حضرت زینب بنت جحش کو آپ کے پاس بھیجا انہوں نے بھی آکر آپ سے اجازت چاہی اس وقت بھی آپ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں ہی تھے۔ آپ کی اجازت پر وہ اندر آئیں انہوں نے بھی آپ سے وہی بات کہی جو حضرت فاطمہؓ نے کہی تھی۔ اس کے بعد زینب نے میرے بارے میں ایسی باتیں کہیں جو میں پسند نہیں کر سکتی تھی۔ میں آپ کی طرف بار بار اس امید میں دیکھنے لگی کہ آپ مجھے بولنے اور جواب دینے کی اجازت دیں۔ آخر میں نے محسوس کیا کہ اگر اس موقعہ پر میں آپ کی طرف سے کچھ بولوں تو آپ اس کو ناپسند نہیں فرمائیں گے۔ چنانچہ اب میں نے جواب میں ایسی باتیں کہیں جو ان کو ناگوار ہوئیں۔ اس وقت آنحضرت ﷺ مسکرائے اور آپ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ ہی کی بیٹی جو ٹھہریں۔ یعنی اپنی فصاحت اور حسن کلام میں ان ہی کی طرح ہو۔

ازواج کی طرف سے آنحضرت ﷺ سے انصاف کی یہ درخواست کئے جانے کا سبب یہ تھا کہ اکثر حضرت عائشہؓ کی باری کے دن لوگ آنحضرت ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آپ کو ہدیئے پیش کیا کرتے تھے (کیونکہ آپ کے ہدیوں میں حضرت عائشہؓ بھی شریک ہوں گی اور ان کی خوشی سے آپ بھی خوش ہوں گے)

Presented by Ziaraat.Com

باب چہل و نہم (۴۹)

غزوۂ احد

یہ غزوہ شوال ۳ھ میں پیش آیا یہی قول جمہور علماء کا ہے البتہ ایک شاذ قول یہ بھی ہے کہ یہ غزوہ ۴ھ میں پیش آیا ہے۔ یہ لفظ احد مدینے کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے ایک قول ہے کہ اس کو احد اس لئے کہا جانے لگا کہ یہ پہاڑ وہاں دوسرے پہاڑوں کے مقابلے میں یکتا اور منفرد ہے جو احد کے معنی ہیں۔ (غزوہ احد میں حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تھے) ان کا اور احد کے دوسرے شہیدوں کے مزارات وہیں ہیں اس لئے اب یہ پہاڑ لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔

احد پہاڑ...... یہ احد مدینے سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ ایک قول ہے کہ تین میل کے فاصلہ پر ہے کہا جاتا ہے کہ اس پہاڑ کے دامن میں موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کی قبر ہے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں حج یا عمرہ کرنے کے لئے جارہے تھے راستے میں اس پہاڑ کے دامن میں موسیٰ علیہ السلام نے اسی جگہ اپنے بھائی کو سپرد خاک کر دیا تھا۔

مگر ابن دحیہ نے کہا ہے کہ یہ روایت بالکل باطل اور غلط ہے کیونکہ تورات کی نص کے مطابق ان کی قبر شام کی ایک بستی کے کسی پہاڑ میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ روایتوں کے اس اختلاف سے کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ اکثر مدینے کو بھی شامیہ کہا جاتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ دونوں کے دونوں تیہہ کے میدان میں دفن ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ احد پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں جب تم لوگ اس کے پاس سے گزرو تو اس کے درختوں کا پھل تبر کا کھالیا کرو چاہے کتنا ہی تھوڑا سا کیوں نہ ہو مقصد رغبت دلانا ہے کہ کبھی کوئی شخص بغیر کھائے ہوئے یوں ہی گزر جائے (اگر اس پر کوئی کھانے کی چیز نہ ہو تو) ایک تنکا ہی منہ میں ڈال لے تاکہ برکت ہو۔

آنحضرت ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ احد پہاڑ جنت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے یعنی جنت کی سمتوں میں سے ایک بہت بڑی سمت ہے۔ ایک روایت ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے

Presented by Ziaraat.Com

دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے یہ جنت کے دروازے کی طرف کا ایک رکن ہو ایک روایت میں ہے کہ احد جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔

یہ بات ممکن ہے کہ پہاڑ کے محبت کرنے سے حقیقی معنی مراد ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ میں محبت کا مادہ اسی طرح رکھ دیا جیسے داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرنے والے پہاڑوں میں تسبیح کا مادہ رکھ دیا تھا۔ جیسے حق تعالیٰ نے ان پتھروں میں اللہ کے خوف اور خشیت کا مادہ رکھ دیا تھا جن کے بارے میں ارشاد باری ہے۔

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ الآیہ پ اسورہ بقرہ ع ۹ آیت ۷۴

ترجمہ: اور ان ہی پتھروں میں بعض ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے خوف سے نیچے لڑھک آتے ہیں اور حق تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ جملہ مختصر ہے مراد یہ ہے کہ احد کے لوگ یعنی انصار ہم سے محبت کرتے ہیں۔ یا اس لئے کہ اس احد پہاڑ کا نام احدیت کے مادے سے نکلا ہے (لہٰذا اس کی فضیلت بیان کی گئی)۔

اسی حدیث سے یہ مطلب نکالا گیا ہے کہ یہ پہاڑ سب سے افضل ترین پہاڑ ہے۔ ایک قول ہے کہ سب سے افضل پہاڑ عرفہ کا ہے ایک قول کے مطابق افضل ترین پہاڑ ابو قبیس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ پہاڑ سب سے افضل ہے جس پر کھڑے ہو کر موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے کلام کیا تھا۔ اسی طرح ایک قول کوہ قاف کے بارے میں بھی ہے۔

<u>غزوہ احد کا سبب</u> ...... غزوہ احد کا سبب یہ ہوا کہ جب غزوہ بدر میں قریش ایک عبرتناک شکست کھا کر وہاں سے مکے پہنچے تو عبداللہ ابن ابو ربیعہ عکرمہ ابن ابوجہل اور صفوان ابن امیہ اور قریش کے کچھ دوسرے معزز لوگ ابو سفیان کے پاس آئے۔ یہاں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ یہ تینوں حضرات جن کے نام گزشتہ سطر میں بیان ہوئے بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ نیز فتح مکہ کے وقت خود ابو سفیان بھی مسلمان ہو گئے تھے۔

<u>قریش کی جنگی تیاریاں</u> ...... غرض یہ سب قریشی سردار کچھ دوسرے معززین کے ساتھ۔ ابو سفیان اور ان کے ان ساتھیوں کے پاس پہنچے جن کا مال ابو سفیان کے اس تجارتی قافلے میں تھا اور جو قافلہ جنگ بدر کا سبب بنا تھا۔ ابو سفیان کا یہ تجارتی مال مکے میں لا کر دار الندوہ میں رکھ دیا گیا تھا اور مالکوں تک اس لئے نہیں پہنچایا گیا تھا کہ جنگ کی وجہ سے مکے کے حالات خراب تھے اور قریش لشکر لے کر گئے تھے ان کی واپسی شکست کے ساتھ ہوئی جس کی وجہ سے وہ سارا مال اب تک دار الندوہ میں ہی رکھا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے آکر ابو سفیان سے کہا۔

"محمد ﷺ نے تمہارے بے شمار آدمیوں کو قتل کر دیا ہے اور ان بہترین لوگوں کا خون تم سے فریادی ہے۔ اس لئے بہتر ہو گا کہ اس مال تجارت سے محمد ﷺ کے ساتھ لڑنے کے لئے اگلی جنگ کی تیاری کریں ممکن ہے ہم اپنے مقتولوں کا بدلہ لینے میں کامیاب ہو سکیں!"

پھر ان لوگوں نے مزید کہا۔

"ہم خوشی سے اس بات پر تیار ہیں کہ اس مال تجارت کے نفع سے محمد ﷺ کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا جائے!"

یہ سن کر ابو سفیان نے کہا۔

"سب سے پہلے میں اس تجویز کو منظور کرتا ہوں اور بنی عبد مناف میرے ساتھ ہیں!"

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

اس کے بعد انہوں نے اس مال میں سے نفع الگ کر کے جو اصل مال تھا وہ مالکوں کو دیدیا جس کی مالیت پچاس ہزار دینار تھی۔ جو اس کا نفع تھا وہ بھی سو فیصدی تھا یعنی کل نفع ملا کر بھی پچاس ہزار دینار ہو لوہ انہوں نے لشکر کی تیاری کے لئے علیحدہ کر لیا۔ ایک قول ہے کہ جو نفع علیحدہ کیا گیا وہ پچیس ہزار دینار تھا ادھر ان لوگوں کے متعلق حق تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ۔

الآیہ پ ۹ سورہ انفال ع ۴ آیت ۳۶

ترجمہ: بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے مگر پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے پھر آخر مغلوب ہی ہو جائیں گے۔

ایک احسان فراموش...... قریش کے ساتھ ساتھ جو دوسرے لوگ ان کی جنگی تیاریوں میں شامل تھے وہ بنی کنانہ اور تہامہ کے عرب قبائل تھے ایک روز صفوان ابن امیہ نے ابو عزہ سے کہا۔

"اے ابو عزہ! تم ایک شاعر آدمی ہو اس لئے تمہیں اپنی زبان اور اس کی صلاحیتوں کے ذریعہ ہماری مدد کرنی چاہئے۔ اس کے صلے میں تمہیں میں یہ وعدہ دیتا ہوں کہ اگر اس جنگ سے زندہ سلامت لوٹ آئیں تو تمہیں مالا مال کر دوں گا اور اگر تم ختم ہو گئے تو تمہاری بیٹیوں کو اپنی بیٹیوں کی طرح رکھوں گا اور تنگی و راحت میں جو کچھ میری بیٹیوں کو میسر ہو گا اس میں وہ بھی شریک رہیں گی!"

ابو عزہ جنگ بدر میں قید ہوا تھا اس کی منت خوشامد پر آنحضرت ﷺ نے اس پر یہ احسان کیا کہ اس کو بغیر فدیہ لئے چھوڑ دیا تھا جیسا کہ پیچھے بیان ہوا۔ اس نے صفوان کی پیشکش سن کر کہا۔

"مگر محمد ﷺ نے میرے اوپر احسان کیا تھا اور مجھے چھوڑتے وقت مجھ سے یہ وعدہ اور شرط لی تھی کہ میں ان کے خلاف کبھی کسی کو نہیں بھڑکاؤں گا۔ اس وقت میں بدر کے جنگی قیدیوں میں ان کے قبضہ میں تھا۔ اب میں نہیں چاہتا کہ ان کے خلاف کوئی کارروائی کروں!"

صفوان نے کہا۔

"ٹھیک ہے مگر تمہیں کم از کم اپنی زبان سے ہماری مدد ضرور کرنی چاہئے!"

آخر ابو عزہ مان گیا اور وہ اور ایک دوسرا شاعر مسافع لوگوں کو اپنے اشعار کے ذریعہ جوش دلانے لگے۔ ان میں جہاں تک اس مسافع کا تعلق ہے تو اس کے اسلام کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے لیکن علامہ ابن عبدالبر کے کلام میں یہ ہے کہ مسافع ابن عیاض ابن صخر قرشی تھی کو اسلام میں آنحضرت ﷺ کی صحبت حاصل ہے۔ یہ ایک شاعر تھے مگر ان سے کوئی روایت نہیں آتی۔ مگر میں نہیں جانتا کہ یہ مسافع بھی مسافع تھا یا کوئی اور شخص تھا۔

جہاں تک ابو عزہ کا تعلق ہے تو اس غزوہ احد کے بعد حمراء اسد کے مقام پر آنحضرت ﷺ نے اس پر قابو پالیا تھا یعنی یہ پکڑا گیا تھا۔ یہ حمراء اسد ایک مشہور مقام کا نام ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے اور کہیں کہیں گزر بھی چکا ہے اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے حکم پر عاصم ابن ثابت نے اس کا سر قلم کر دیا تھا۔ پھر اس کا سر مدینے لایا گیا جیسا کہ بیان ہو گا اور پیچھے بھی ایک آدھ جگہ گزر چکا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تیر انداز وحشی...... غرض قریش ایک نئی اور فیصلہ کن جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے جبیر ابن مطعم کا ایک حبشی غلام تھا یہ جبیر اور وحشی دونوں بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ وحشی ایک بے انتہا ماہر تیر انداز تھے اور ان کا نشانہ اتنا اچھا تھا کہ کبھی غلط نہیں ہوتا تھا جبیر نے وحشی کو بلا کر کہا۔

"تم بھی لوگوں کے ساتھ جنگ پر چلو اگر تم نے میرے چچا طعیمہ ابن عدی کے بدلے میں جن کو حمزہ نے بدر میں قتل کیا تھا محمد ﷺ کے چچا حمزہ ابن عبدالمطلب کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو۔"

ایک قول ہے کہ یہ وحشی خود طعیمہ کا ہی غلام تھا اور طعیمہ کی بیٹی نے اس سے یہ بات کہی تھی کہ اگر تم نے میرے باپ کے بدلے میں محمد یا حمزہ یا علی کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو۔ یہ تین نام میں نے اس لئے بتلائے ہیں کہ میرے خیال میں ان تینوں کے سوا جتنے میں میرے باپ کا ہم پلہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔

شمشیر و سنان اور طاؤس ورباب...... اس جنگ میں قریش کے ساتھ عورتیں بھی تھیں جو دف بجاتی ہوئی چلی جا رہی تھیں۔ علامہ سبط ابن جوزی نے یہ لکھا ہے کہ مشرکوں کے ساتھ طوائفیں اور گانے ناچنے والیاں دف اور شراب اور باجے گاجے ساتھ لے کر نکلی تھیں۔ یہاں تک علامہ ابن جوزی کا حوالہ ہے۔

قریشی عورتوں میں سے پندرہ عورتیں لشکر کے ساتھ روانہ ہوئی تھیں وہ اپنے شوہروں کے ساتھ لشکر میں شامل تھیں۔ ان عورتوں میں ایک تو ابوسفیان کی بیوی ہندہ تھیں جو بعد میں مسلمان ہو گئی تھیں۔ دوسری ام حکیم بنت طارق تھیں جو عکرمہ ابن ابوجہل کی بیوی تھیں۔ یہ دونوں بھی بعد میں مسلمان ہو گئے تھے تیسری سلافہ تھیں جو اپنے شوہر طلحہ ابن طلحہ کے ساتھ تھیں۔ اسی طرح ایک ام مصعب ابن عمیر تھیں۔

یہ سب عورتیں جنگ بدر کے قریشی مقتولوں پر روتی پیٹتی اور ان کا نوحہ و ماتم کرتی ہوئی چل رہی تھیں۔ اسی طرح یہ عورتیں اپنے مردوں کو جنگ پر اکسا بھی رہی تھیں ان میں جوش و جذبہ پیدا کر رہی تھیں اور انہیں شکست کھانے یا میدان جنگ سے بھاگنے پر غیرت دلاتی ہوئی چل رہی تھیں۔

عباس کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو اطلاع...... آنحضرت ﷺ کو قریش کی ان جنگی تیاریوں اور جوش و خروش کی اطلاع مکے میں آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے بھیجی جو مکے میں تھے۔ اس سے پہلے قریش نے حضرت عباسؓ کو اپنے ساتھ اس جنگ میں بھی لے جانے کی کوشش کی مگر عباسؓ نے عذر کر دیا اور قریش کی اس لاپروائی کا ذکر کیا جو جنگ بدر کے موقعہ پر ان کے ساتھ کی گئی تھی کہ وہ گرفتار ہوئے تو کسی نے ان کی رہائی میں ان کی مدد نہیں کی۔

خبر کی رازداری...... حضرت عباسؓ نے آنحضرت ﷺ کو یہ اطلاع ایک خط کے ذریعہ دی تھی جو انہوں نے بنی غفار کے ایک شخص کے ہاتھ بھیجا تھا حضرت عباسؓ نے اس شخص کو خط لے جانے کے لئے اجرت پر تیار کیا تھا اور اس سے یہ شرط کی تھی کہ وہ تین دن رات مسلسل سفر کر کے مدینے پہنچے اور آپ کو یہ خط حوالے کر دے۔ چنانچہ اس نے دن رات سفر کیا اور تیسرے دن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ آپ اس وقت قباء میں تھے۔ جب اس شخص نے یہ خط آپ کو پہنچایا تو آپ نے اس کی مہر توڑی اور اس کے بعد ابی کو خط دے کر سنانے کے لئے کہا۔ ابی ابن کعب نے خط آپ کو سنایا۔ آپ نے ابی سے اس خط اور خبر کو چھپانے کے لئے کہا۔ آنحضرت ﷺ سعد ابن ربیع کے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے آپ نے ان کو اس خط کے متعلق بتلایا اور فرمایا۔

"خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ خیر ہی ہو گی مگر تم اس خبر کو ابھی پوشیدہ رکھنا۔"

Presented by Ziaraat.Com

جب آپ سعد ابن ربیع کے پاس سے تشریف لے گئے تو ان کی بیوی نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کیا کہا ہے۔ انہوں نے کہا۔

"تمہارا برا ہو۔ تمہیں اس سے کیا مطلب!"

ان کی بیوی نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ میں نے سن لیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے آپ کی کہی ہوئی باتیں شوہر کو سنائیں۔ حضرت سعدؓ یہ سن کر بہت خوفزدہ ہوئے اور بیوی کا ہاتھ پکڑ کر انہیں آنحضرت ﷺ کے پاس لے گئے اور آپ کو سارا واقعہ سنا کر کہنے لگے۔

"یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ڈر ہے کہ لوگ اس خبر کو مشہور کر دیں گے اور آپ یہ سمجھیں گے کہ آپ کے منع کرنے کے باوجود میں نے اس خبر کو افشا کیا ہے!"

مگر آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر صرف اتنا فرمایا کہ اس عورت کو جانے دو۔

قریشی لشکر کا کوچ...... تمام تیاریوں کے بعد مکے سے قریشی لشکر روانہ ہوا اس لشکر میں تین ہزار آدمی تھے بعض راویوں نے لکھا ہے کہ ابوسفیان نے تقریباً تین ہزار آدمیوں کا لشکر جمع کیا جس میں قریش کے علاوہ ان حلیفوں اور حبشیوں کی تعداد بھی شامل تھی۔ ابوسفیان کے ساتھ ابوعامر راہب بھی ستر گھوڑے سواروں کا ایک دستہ لے کر چلا۔

بنی مصطلق و بنی ہون سے دفاعی معاہدہ...... کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں ہے کہ ان حبشیوں میں جنہوں نے قریش مکہ کے ساتھ اس جنگ میں شرکت کا معاہدہ کیا بنی مصطلق اور بنی ہون ابن خزیمہ کے لوگ تھے اور حبشی نامی پہاڑ کے پاس آکر جمع ہوئے تھے جو مکے کے زیریں حصے میں ہے۔ ان لوگوں نے قریش کے ساتھ یہ معاہدہ کیا تھا کہ جب تک راتوں کو تاریکیاں ہوتی رہیں گی اور دنوں میں سورج چمکتا رہے گا اور جب تک یہ حبشی پہاڑ اپنی جگہ پر باقی رہے گا ہم لوگ ایک جان ہو کر قریش کے ساتھ رہیں گے اور ان کے مخالفوں کا مقابلہ کریں گے مراد یہ ہے کہ ہم ہمیشہ قریش مکہ کا ساتھ دیتے اور ان کے لئے جان کی بازی لگاتے رہیں گے۔

چونکہ یہ معاہدہ حبشی پہاڑ کے دامن میں ہوا تھا اس لئے ان لوگوں کو احابیش یعنی حبشی کہا جانے لگا۔

ایک قول یہ ہے کہ چونکہ یہ لوگ اس پہاڑ کے پاس آکر جمع ہوئے تھے اس لئے انہیں احابیش کہا گیا۔

احابیش کے اس لشکر میں دو سو گھوڑے سوار تین ہزار اونٹ اور سات سو زرہ پوش تھے۔ غرض یہ لشکر مکے سے روانہ ہو کر مدینے کے سامنے یعنی قریب میں ذی الحلیفہ کے مقام پر فروکش ہوا۔ یہ ذی الحلیفہ مدینے والوں کی میقات ہے جہاں سے وہ احرام باندھ کر مکے جاتے ہیں۔

اس موقعہ پر مدینے کے یہودیوں اور منافقوں نے افواہیں اور ہراس پھیلانا شروع کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے دشمن کا حال معلوم کرنے کے لئے اپنے دو جاسوس روانہ کئے جنہوں نے واپس آکر آپ کو قریشی لشکر کے متعلق اپنی اطلاعات دیں۔

اس قریشی لشکر کے ساتھ عمرو ابن سالم خزاعی بھی بنی خزاعہ کے جوانوں کا ایک دستہ لے کر شامل ہو گیا تھا مگر ذی طوی کے مقام پر پہنچ کر اچانک اس نے اپنے دستے سمیت قریش کا ساتھ چھوڑ دیا اور یہ سب آنحضرت ﷺ کے ساتھ آگئے انہوں نے آپ کو دشمن کے لشکر کی پوری تفصیلات بتلائیں اور اس کے بعد

Presented by Ziaraat.Com

واپس اپنے گھروں کو چلے گئے۔

حضرت آمنہ کی قبر کھودنے کا ارادہ......ادھر قریشی لشکر مکے سے روانہ ہو کر راستے میں جب ابواء کے مقام پر پہنچا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کی قبر کھود کر بے حرمتی کرنے کا ارادہ کیا تاکہ اسی طرح دل کی کچھ بھڑاس نکالیں) یہ مشورہ ابو سفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے دیا تھا۔ اس نے کہا تھا۔

"تم محمد ﷺ کی والدہ کی قبر کھود کر ہڈیاں نکال لو۔ پھر جنگ میں تمہارے جو لوگ گرفتار ہوں تو ہر قیدی کے بدلے میں تم آمنہ کی ہڈیوں میں سے ایک ایک ہڈی فدیہ کے طور پر بھیجنا۔"

سمجھدار قریش......اس پر بعض قریشیوں نے کہا۔

"ہمیں یہ دروازہ نہیں کھولنا چاہئے ورنہ کل بنی بکر ہمارے مقابلے پر آئیں گے تو وہ ہمارے مردوں کی قبریں کھود ڈالیں گے!"

قریشی لشکر نے مدینے کے سامنے پہنچ کر محاصرہ شروع کر دیا۔ حضرت سعد ابن معاذ حضرت اُسید ابن حضیر اور حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہم مسلح ہو کر اور تمام ہتھیار لگائے پوری رات مسجد نبوی ﷺ میں آنحضرت ﷺ کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے۔ یہاں تک کہ اسی طرح نگہبانی کرتے کرتے صبح ہو گئی۔ ادھر آنحضرت ﷺ نے رات میں ایک خواب دیکھا اور فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کا خواب اور اس کی تعبیر......"رات میں نے خواب میں خیر دیکھی میں نے ایک گائے دیکھی جو ذبح کی جارہی تھی اور اپنی تلوار یعنی ذوالفقار کے ایک حصے میں شکستگی دیکھی۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ میری تلوار کا دستہ ٹوٹ گیا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے دیکھا میری تلوار ذوالفقار میں دستے کے پاس تیڑ آگئی ہے اور میں اس صورت حال کو بری سمجھتا تھا۔ یہ دونوں باتیں کوئی مصیبت ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہاتھ ڈال رہا ہوں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ میں ایک مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہوں اور دشمن کے سردار فوج کے سر پر مسلط ہو گیا ہوں۔"

صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ آپ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"جہاں تک گائے کا تعلق ہے تو اس سے یہ اشارہ ہے کہ میرے کچھ صحابہ شہید ہوں گے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ گائے سے مراد میں نے یہ لی ہے کہ وہ ذبح ہونے والی گائے ہم میں سے ہوں گے اور جہاں تک میری تلوار میں تیڑ یا شگاف کا تعلق ہے تو اس سے اشارہ یہ ہے کہ میرے گھر والوں یا خاندان میں سے کوئی شخص قتل ہوگا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ میری تلوار کی دھار میں شکستگی کا مطلب ہے کہ یہ نقصان تم لوگوں میں سے کسی کا نہیں ہوگا۔"

یہاں فلول کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں تلوار کی دھار کا کہیں سے کند ہو جانا یا پھر تلوار کے دستے میں شگاف پڑنا یا اس کا ٹوٹ جانا اس بات کی علامت ہے کہ دو حادثے پیش آئیں گے۔

"اور مضبوط زرہ کا مطلب مدینہ ہے۔ اور مینڈھے سے مراد ہے کہ میں دشمن کے حامیوں کو قتل کروں گا۔"

صحابہ سے مشورہ اور نبی کی رائے......پھر آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے قریشی لشکر کے سلسلے میں مشورہ کیا (خود آپ کی رائے یہ تھی کہ قریش پر حملہ کرنے کے بجائے شہر میں رہ کر اپنا دفاع کیا جائے) آپ نے فرمایا۔

Presented by Ziaraat.Com

"اگر تمہاری رائے ہو تو تم مدینے میں رہ کر ہی مقابلہ کرو ان لوگوں کو وہیں رہنے دو جہاں وہ ہیں۔ اگر وہ وہاں پڑے رہتے ہیں تو وہ جگہ ان کے لئے بدترین ثابت ہوگی اور اگر ان لوگوں نے شہر میں آکر ہم پر حملہ کرنا چاہا تو ہم شہر میں ان سے جنگ کریں گے اور شہر کے پیچ و خم کو ہم ان سے زیادہ جانتے ہیں۔"

ابن ابی کی رائے...... مدینہ شہر کی عمارتوں کو ہر طرف سے اس طرح ایک دوسری کے ساتھ ملا کر اور پیوست کر کے بنایا گیا تھا کہ وہ ایک قلعہ کی طرح ہو گیا تھا۔ مقابلے کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ نے جو رائے دی تھی یہی رائے تمام بڑے بڑے مہاجر اور انصاری صحابہ کی بھی تھی۔ (قال) یہاں تک کہ اس رائے پر منافقوں کے سردار عبداللہ ابن ابی نے بھی اتفاق کیا۔ آپ ﷺ نے اس کے پاس آدمی بھیج کر اس سے مشورہ مانگا تھا جبکہ اس سے پہلے آپ نے کبھی کسی معاملے میں اس سے مشورہ نہیں لیا تھا۔ غرض عبداللہ ابن ابی نے آکر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! آپ مدینے میں ہی رہئے باہر نکل کر مقابلہ نہ کیجئے کیونکہ خدا کی قسم جب کبھی بھی کسی دشمن کے حملہ کے موقعہ پر ہم نے اس شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کیا تو نقصان اٹھایا اور جب بھی کوئی دشمن یہاں شہر میں داخل ہوا تو اس کو نقصان اٹھانا پڑا۔ اس لئے اے پیغمبر خدا ان لوگوں کو وہیں پڑے رہنے دیجئے۔ اگر وہ پڑے رہے تو وہ ان کے لئے بدترین جگہ ثابت ہوگی اور اگر انہوں نے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کی تو آگے لوگ ان سے دوبدو مقابلہ کریں گے اور پیچھے سے بچے ان پر پتھراؤ کریں گے۔ اور اگر وہ انتظار کر کے باہر سے باہر ہی واپس چلے گئے تو ناکام و نامراد اسی طرح چلے جائیں گے جیسے آئے ہیں!"

اس روایت کے مطابق تو بظاہر ابن ابی نے یہ رائے دی تھی مگر یہ بات دوسرے راویوں کے قول کے خلاف ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن ابی کو پہلی بار مشورہ کے لئے بلایا جبکہ کبھی آپ نے اس سے کسی معاملے میں مشورہ نہیں لیا تھا۔ آپ کے مشورہ لینے پر اس نے کہا۔

"یا رسول اللہ! ان کتوں سے جنگ کرنے کے لئے ہمارے ساتھ شہر سے باہر چلئے!"

مگر گزشتہ روایت ہی زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ آگے عبداللہ ابن ابی کے لشکر سے نکل کر واپس چلے جانے کا واقعہ آرہا ہے اور اس کی روشنی میں وہی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے جس کے مطابق اس نے مدینے میں ہی رہنے کا مشورہ دیا تھا۔

<u>نوجوان صحابہ کا جوش اور حملہ کے لئے اصرار</u>...... جہاں تک اس کے اس قول کا تعلق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے میری مخالفت کی۔ وغیرہ۔ تو یہ بات ایک مسلمان نے کہی تھی جو غزوہ احد میں شہید ہوا۔ ادھر جو نوجوان صحابہ تھے وہ اور کچھ پختہ عمر کے لوگ بھی یہ چاہتے تھے کہ شہر سے نکل کر دشمن سے مقابلہ کیا جائے ان میں زیادہ تر وہ لوگ تھے جنہیں بدر میں اپنے شریک نہ ہو سکنے کا افسوس تھا اور اس دفعہ اپنے ارمان پورے کرنا چاہتے تھے ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا۔

"ہمیں لے کر دشمن کے مقابلے کے لئے باہر چلئے تاکہ وہ ہمیں کمزور اور بزدل نہ سمجھنے لگیں! کیونکہ اس طرح ہمارے مقابلے کے لئے ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔ خدا کی قسم عرب یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہم کو دھکیلتے ہوئے ہمارے گھروں میں گھس آئیں"

ایک روایت میں ہے کہ انصاریوں نے آپ سے عرض کیا۔

Presented by Ziaraat.Com

"یارسول اللہ! خدا کی قسم جو دشمن بھی ہمارے علاقے میں آیا ہم سے شکست کھا کر گیا ہے۔ اور اب جبکہ آپ ہمارے درمیان موجود ہیں دشمن کیسے غالب آسکتا ہے!"

حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب نے بھی ان ہی لوگوں کی تائید کی اور کہا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر قرآن پاک نازل فرمایا کہ میں اس وقت تک کوئی چیز نہیں کھاؤں گا۔ جب تک مدینے سے باہر دشمن کے ساتھ جنگ نہیں کرلوں گا۔"

اکثریت کی رائے پر حملہ سے اتفاق...... اودھر تو لوگوں کی ایک بڑی تعداد یہ مشورہ دے رہی تھی اور دوسری طرف آنحضرت ﷺ کو شہر سے باہر جاکر لڑنا پسند نہیں آرہا تھا مگر لوگ جب مستقل طور پر اصرار کرتے رہے تو آخرکار آپ کو ان سے اتفاق کرنا پڑا۔ آپ نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور لوگوں کے سامنے وعظ فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ پوری تندہی اور ہمت کے ساتھ جنگ کریں آپ ﷺ نے ان کو خوش خبری دی کہ اگر لوگوں نے صبر سے کام لیا تو حق تعالیٰ ان کو فتح و کامرانی عطا فرمائے گا۔ پھر آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ دشمن کے سامنے جاکر لڑنے کی تیاری کریں۔

آنحضرت ﷺ کی تیاری...... لوگ یہ حکم سن کر خوش ہوگئے اس کے بعد آپ نے سب کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی اس وقت تک وہ لوگ بھی جمع ہوگئے جو قرب و جوار سے آئے تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔ ان دونوں نے آنحضرت ﷺ کے عمامہ باندھا اور آپ کو جنگی لباس پہنایا باہر لوگ آپ کے انتظار میں صفیں باندھے کھڑے ہوئے تھے اس وقت حضرت سعد ابن معاذ اور حضرت اسید ابن حضیر نے لوگوں سے کہا۔

حضرت اسیدؓ کی نوجوانوں کو ملامت...... "تم لوگوں نے باہر نکل کر لڑنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو آپ کی مرضی کے خلاف مجبور کردیا ہے اس لئے اب بھی اس معاملہ کو آپ کے اوپر چھوڑ دو آپ جو بھی حکم دیں گے اور آپ کی جو رائے ہوگی تمہارے لئے اسی میں بھلائی ہوگی۔ اس لئے آپ ﷺ کی فرمانبرداری کرو۔"

آنحضرت ﷺ کا جنگی لباس...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ نے جنگی لباس پہن رکھا تھا آپ نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی یعنی ایک کے اوپر دوسری زرہ تھی۔ یہ ذات الفضول اور فضہ نامی زرہیں تھیں جو آپ نے بنی قینقاع کے مال غنیمت میں سے لی تھیں جیسا کہ بیان ہوا۔ ذات الفضول وہ زرہ تھی جو اس وقت آپ کو حضرت سعد ابن عبادہ نے بھیجی تھی جبکہ آپ غزوہ بدر کے لئے تشریف لے جارہے تھے اور یہی وہ زرہ تھی کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو یہ زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی پھر حضرت ابوبکرؓ نے اس زرہ کو چھڑا لیا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے زرہ لباس کے اوپر پہنی تھی اور درمیان میں جہاں تلوار کا تسمہ حائل تھا اسی کے ساتھ کمر میں ایک چمڑے کا پٹکہ باندھا ہوا تھا۔ مگر امام ابوالعباس ابن تیمیہ نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ آپ نے پٹکہ بھی باندھا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ایسی کوئی روایت نہیں ملی جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ نے کمر میں پٹکہ یعنی پیٹی باندھی تھی۔

مگر کہا جاتا ہے کہ ابن تیمیہ کی اس سے مراد وہ مشہور اور عام پٹکہ ہے جو لوگ باندھتے ہیں جبکہ یہ پٹکہ وہ عام پٹکہ نہیں تھا (بلکہ مخصوص قسم کا تھا) مگر بعض روایتوں سے اس بات کی تردید ہوتی ہے کیونکہ ان میں ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت ﷺ کے پاس چمڑے کا ایک پٹکہ تھا جس کی تین کڑیاں چاندی کی تھیں اور سرے بھی چاندی کے تھے۔ اس کے جواب میں بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاس پٹکہ کے ہونے سے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ آپ نے اس کو باندھا بھی ہو۔ بہر حال یہ بات قابل غور ہے۔

نوجوانوں کا اظہار ندامت...... غرض اس کے ساتھ ہی آنحضرت ﷺ نے پہلو میں تلوار حائل فرمائی ہوئی تھی اور پشت پر ترکش لگا رکھا تھا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ سکب نامی اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے تلوار حمائل فرمائی اور نیزہ ہاتھ میں لیا۔ بہر حال ممکن ہے دونوں باتیں پیش آئی ہوں۔ غرض حضرت سعد ابن معاذ اور حضرت اسید ابن حضیر کے کہنے پر اب لوگوں کو آنحضرت ﷺ پر اپنے اصرار کا خیال ہوا تھا لہذا انہوں نے آپ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہمارا یہ مقصد نہیں تھا کہ ہم آپ کی رائے کی مخالفت کریں یا آپ کو مجبور کریں۔ لہذا آپ جو مناسب سمجھیں اسی کے مطابق عمل فرمائیں۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اگر آپ شہر سے نکل کر مقابلہ پسند نہیں فرماتے تو یہیں رہئے!"

اٹل فیصلہ اور نبی کا مقام...... آپ نے فرمایا۔

"میں نے تم سے یہیں شہر میں رہنے کو کہا تھا مگر تم نے انکار کر دیا۔ (اب میں ہتھیار لگا چکا ہوں) اور کسی نبی کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ ہتھیار لگانے کے بعد اس وقت تک انہیں اتارے جب تک اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ نہ فرمادے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جب تک وہ جنگ نہ کرے!"

اسی فرمان سے یہ مسئلہ نکالا گیا ہے کہ ہتھیار لگانے کے بعد نبی کے لئے بغیر دشمن سے مقابلہ کئے انہیں اتارنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ ہمارے شافعی علماء کا یہی مذہب ہے۔ ایک قول ہے کہ اس طرح بغیر جنگ کئے ہتھیار اتار دینا نبی کے لئے مکروہ ہے مگر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے۔

ادھر آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ کسی نبی کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے۔ اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ اس مسئلے میں تمام ہی نبی آپ کی طرح ہیں اور یہ مسئلہ اور حکم سب پیغمبروں کے لئے اسی طرح ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہتھیار لگا کر بغیر لڑے اتار دینا بزدلی کو ظاہر کرتا ہے اور بزدلی نبیوں کے لئے ممکن نہیں ہے۔ یہ بات کتاب نور میں کہی گئی ہے۔ اور حرام چیزوں میں اگر کوئی مستثنیٰ ہو تو وہ مکروہ ضرور ہوتی ہے کیونکہ ممانعت کی چیزوں میں حرام کا درجہ ایسا ہے جیسے ان چیزوں میں واجب کا درجہ ہوتا ہے جن سے منع کیا گیا ہو (یعنی یوں کہا جائے کہ فلاں فلاں چیز حرام ہے سوائے اس چیز کے تو یہاں جس چیز کو حرام چیزوں میں مستثنیٰ کیا گیا وہ حرام تو نہیں مگر مکروہ ضرور ہوگی)

اس غزوہ کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے تین پرچم تیار کرائے۔ ایک پرچم قبیلہ اوس کا تھا جو حضرت اسید ابن حضیر کے ہاتھ میں تھا۔ دوسرا پرچم مہاجرین کا تھا جو حضرت علی ابن ابو طالب کے ہاتھ میں تھا۔ ایک قول ہے کہ حضرت مصعب ابن عمیر کے ہاتھ میں تھا۔ یہ قول اس بنیاد پر ہے کہ جب یہ پوچھا گیا کہ مشرکوں کا پرچم کس شخص کے ہاتھ میں ہے تو کہا گیا کہ طلحہ ابن ابو طلحہ کے ہاتھ میں ہے جو بنی عبدالدار میں سے ہے۔ یہ سنکر آنحضرت ﷺ نے مہاجروں کا پرچم حضرت علیؓ کے ہاتھ میں سے لے کر حضرت مصعبؓ ابن عمیر کے ہاتھ میں دیدیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مصعبؓ بھی بنی عبدالدار میں سے تھے اور جاہلیت کے زمانے میں بنی عبدالدار

Presented by Ziaraat.Com

ہی کے لوگ جنگی پرچم اٹھایا کرتے تھے جیسا کہ بیان ہوا اور آگے بھی اس کی تفصیل آئے گی۔

تیسرا اسلامی پرچم قبیلہ خزرج کا تھا جو حضرت حباب ابن منذر کے ہاتھ میں تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت سعد ابن عبادہ کے ہاتھ میں تھا جو اسی قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔

اسلامی لشکر کی تعداد...... آنحضرت ﷺ ایک ہزار صحابہ کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ ایک قول ہے کہ لشکر کی تعداد نو سو تھی۔ مگر شاید روایت کی غلطی سے یہاں سات سو کے بجائے نو سو کہا گیا ہے۔ کیونکہ آگے روایت آئے گی کہ راستے میں سے عبداللہ ابن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس چلا گیا تھا لہٰذا اس کا مطلب ہے کہ ابتداء میں اس لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی پھر ابن ابی کی غداری کی وجہ سے تین سو کم ہو کر کل تعداد سات سو رہ گئی۔ ان سات سو میں سے ایک سو افراد زرہ پوش تھے۔

لشکر میں رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے دونوں سعد یعنی حضرت سعد ابن معاذ اور حضرت سعد ابن عبادہ چل رہے تھے جو قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ یہ دونوں حضرات زرہ پوش تھے۔

یہود کی مدد لینے سے انکار...... آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم کو مدینے میں اپنا قائم مقام بنایا اور مدینے سے کوچ فرما کر شنیہ کے مقام پر پہنچے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ ایک خاصا بڑا فوجی دستہ وہاں پہلے سے موجود ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے تو لوگوں نے کہا۔

"یہ یہود کے وہ لوگ ہیں جو عبداللہ ابن ابی ابن سلول کے حلیف اور معاہدہ بردار ہیں (لہٰذا ابن ابی کی حمایت میں مسلمانوں کے دوش بدوش لڑنے کے لئے آئے ہیں!"

آپ نے پوچھا کیا یہ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تو بتلایا گیا کہ نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

"ہم مشرکوں سے لڑنے کے لئے کافروں کی مدد نہیں لیں گے۔"

اس طرح آپ نے ان لوگوں یعنی ان یہودیوں کو واپس فرمادیا جو بنی قینقاع کے یہودیوں کے علاوہ تھے۔ یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ بنی قینقاع کی جلاوطنی غزوہ احد کے بعد ہوئی تھی مگر یہ بات نہیں ہے کیونکہ ابن ابی کے یہ یہودی حلیف بنی قینقاع کے حلیفوں کے علاوہ تھے جن کا ذکر گزرا ہے اس لئے کہ ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ یہودیوں میں اس کے حلیف صرف بنی قینقاع میں ہی تھے۔

لشکر کا معائنہ اور کمسنوں کی واپسی...... غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے اور شیخین کے مقام پر پہنچ کر آپ نے پڑاؤ ڈالا۔ یہ شیخین دو پہاڑوں کا نام تھا۔ یہاں پہنچ کر آپ نے لشکر کا معائنہ فرمایا اور اس میں سے ان نوجوانوں کو واپس فرمادیا جن کے متعلق آپ نے اندازہ لگایا کہ وہ پندرہ سال کیا چودہ سال کی عمر کے بھی نہیں ہیں۔ امام شافعی سے اسی طرح یہ نقل ہے۔ بعض علماء نے ان سے اس طرح نقل کیا ہے کہ جن کو آپ نے دیکھا کہ وہ چودہ سال کی عمر کے نہیں ہیں۔ ایسے لوگوں میں عبداللہ ابن عمر زید ابن ثابت اسامہ ابن زید زید ابن ارقم براء ابن عازب اسید ابن ظہیر عرابہ ابن اوس۔ ان عرابہ کے متعلق بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ صحابی نہیں ہیں۔ ان ہی عرابہ کے متعلق شماخ نے یہ شعر کہے تھے۔

رایت عرابة الاوسی یسمو
الی الخیرات منقطع بالقرین

ترجمہ: میں نے عرابہ اوسی کو دیکھا جو بے نظیر انداز میں سربلندیوں اور عظمتوں کو چھوتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

اذمارايت		رفعت		لمجد
تلقاها		عرابة		باليمين

ترجمہ: تم جب بھی عزت و شرف کے جھنڈے بلند کرو گے تو ان کے پھریرے عرابہ ہی سے جاکر ملیں گے ان عرابہ کے باپ اوس نے ہی غزوہ احزاب کے موقعہ پر کہا تھا کہ ہمارے گھر ہمارے ستر پوش ہیں جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ غرض ان کمسن لوگوں میں ان کے علاوہ ابو سعید خدری اور سعد ابن خثیمہ بھی شامل تھے۔

دو کمسنوں کا جوش جہاد...... حضرت زید ابن حارثہ انصاری کا باپ حارثہ منافقوں میں سے تھا اور مسجد ضرار کے بنانے والوں میں سے تھا (جس کا ذکر آگے آئے گا مگر خود حضرت زیدؓ اتنے پر جوش مجاہد تھے کہ کمسنی کے باوجود جنگ میں جانے پر آمادہ تھے) اسی طرح ان کمسن مجاہدوں میں رافع ابن خدیج اور سمرہ ابن جندب بھی تھے جنہیں آنحضرت ﷺ نے واپس ہونے کا حکم دیا مگر پھر رافع ابن خدیج کو آنحضرت ﷺ نے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دیدی تھی کیونکہ ان کے بارے میں ایک قول ہے کہ وہ غزوہ احد میں ایک تیر سے زخمی ہوئے تھے اور اس وقت آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا تھا۔

"میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہی دوں گا!"

ان کا انتقال عبدالملک ابن مروان کی خلافت کے زمانے میں ہوا جبکہ ان کا یہی زخم پھر تازہ ہو گیا تھا۔

غرض جب آنحضرت ﷺ نے رافع ابن خدیج کو جنگ میں شرکت کی اجازت دے دی تو انہوں نے اپنے سوتیلے باپ سے کہا۔

"رسول اللہ ﷺ نے رافع ابن خدیج کو اجازت دیدی اور مجھے واپس ہونے کا حکم دیدیا حالانکہ میں ان کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ہوں۔"

جب آنحضرت ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا اچھا تم دونوں کی کشتی ہو جائے۔ چنانچہ دونوں کی کشتی ہوئی اور سمرہ ابن جندب نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت سمرہؓ کو بھی جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دیدی۔

اسی طرح جن لوگوں کو آنحضرت ﷺ نے کمسنی کی وجہ سے غزوہ احد میں شریک کرنے سے روکا ان میں سعد ابن حبتہ بھی تھے حبتہ ان کی ماں کا نام تھا اور یہ اپنی ماں کی نسبت سے ہی مشہور تھے۔ غزوہ خندق کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ یہ بہت شدید جنگ کر رہے ہیں اور انتہائی سر فروشی کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ آپ نے ان کو بلا کر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کو ان کی اولاد اور نسل میں برکت کی دعا دی۔ چنانچہ اس دعا کا اثر یہ تھا کہ یہ چالیس بھتیجوں کے چچا چالیس بھانجوں کے ماموں اور بیس بیٹوں کے باپ ہوئے۔ ان کی اولاد میں امام ابو حنیفہ کے شاگرد خاص امام ابو یوسف بھی ہیں۔

پیچھے غزوہ بدر کے بیان میں گزرا ہے کہ آپ نے بدر کے موقعہ پر بھی حضرت زید ابن ثابت زید ابن ارقم اور اسید ابن حضیر کو واپس فرما دیا تھا (اور اب غزوہ احد کے موقعہ پر بھی ان کو کم عمری ہی کی وجہ سے واپس فرمادیا)

غرض جب آنحضرت ﷺ لشکر کے اس معائنے سے فارغ ہوئے تو سورج غروب ہو گیا۔ حضرت زبیرؓ نے اذان دی اور آنحضرت ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔ کچھ دیر بعد عشاء کی اذان ہوئی اور آپ نے

Presented by Ziaraat.Com

عشاء کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپ آرام فرمانے کے لئے لیٹ گئے۔ لشکر کی حفاظت کے لئے اس رات آپ نے حضرت محمد ابن مسلمہ کو پچاس مجاہدوں کے ساتھ متعین کیا جو تمام رات سارے اسلامی لشکر کے گرد گشت کرتے رہے اور آنحضرت ﷺ سو گئے۔ جب آپ سو رہے تھے تو ذکوان ابن عبد قیسؓ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے وہیں کھڑے رہے۔ وہ آپ کے پاس سے ایک گھڑی کو بھی علیحدہ نہیں ہوئے کیونکہ سونے سے پہلے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔

"کون ہے جو آج رات صبح تک ہمارے پاس پہرہ دے۔"

حمزہ کی شہادت کی پیشین گوئی...... اس پر حضرت ذکوان نے اپنی خدمات پیش کیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ صبح کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ فرشتے حضرت حمزہؓ کو غسل دے رہے ہیں!"

رات کے آخری حصے میں آنحضرت ﷺ نے شیخین کے مقام سے آگے کوچ فرمایا اور مدینے اور احد کے درمیان یعنی احد کے قریب صبح کی نماز کا وقت ہو گیا (اور اس جگہ آپ نے نماز ادا فرمائی) اس جگہ کا نام شوط تھا۔

ابن ابی اور منافقوں کی غداری...... اسی جگہ عبداللہ ابن ابی ابن سلول اپنے ساتھی منافقوں سمیت آنحضرت ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر واپس ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو تھی جو سب منافق تھے۔ واپس ہوتے ہوئے عبداللہ ابن ابی کہنے لگا۔

"انہوں نے یعنی آنحضرت ﷺ نے میری بات نہیں مانی بلکہ لڑکوں کی باتوں میں آگئے جن کی رائے کوئی رائے ہی نہیں ہے اب خود ہی ہماری رائے کا پتہ چل جائے گا ہم خواہ مخواہ اپنی جانیں دیں۔ اس لئے ساتھیو واپس چلو!

واضح رہے کہ عبداللہ ابن ابی کی رائے یہ تھی کہ مدینے ہی میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ شہر سے نکل کر دشمن کا سامنا کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہی رائے خود آنحضرت ﷺ اور تمام بڑے بڑے انصاری اور مہاجر صحابہ کی بھی تھی مگر عام طور پر لوگوں کی رائے یہ تھی جن میں زیادہ تر نوجوان اور پرجوش صحابہ تھے اور کچھ عمر رسیدہ حضرات بھی تھے کہ دشمن جب ہمارے دروازے پر دستک دینے آیا ہے تو اس کے اندر آنے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے بلکہ باہر نکل کر تلواروں اور نیزوں سے اس کا استقبال کرنا چاہئے۔ چنانچہ نوجوانوں کے اس جوش و خروش اور اصرار کو دیکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ شہر سے نکل کر مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس وقت ابن ابی نے اسی بات کو اپنی واپسی کا بہانہ بنایا حالانکہ لڑنا اور مسلمانوں کا ساتھ دینا تو اسے کسی بھی حال میں منظور نہیں تھا لیکن اسے کسی بہانے کی تلاش تھی جس کو بنیاد بنا کر وہ یہاں سے بھاگ سکے۔ بہانے کی ضرورت اس لئے تھی کہ ظاہر میں تو وہ بہر حال اسلام قبول کر چکا تھا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا اس لئے بے سبب کیسے مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ سکتا تھا)

ابن حرام کی منافقوں کو ملامت...... غرض سردار منافقین کے اس حکم پر اس کے منافق ساتھی مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر مدینے کو لوٹ گئے۔ ان کو جاتے دیکھ کر حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن حرام انکے پیچھے لپکے۔ یہ بھی عبداللہ ابن ابی کی طرح قبیلہ خزرج کے بڑے تھے انہوں نے واپس جانے والوں سے کہا۔

Presented by Ziaraat.Com

"میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بات تمہارے لئے مناسب ہے کہ تم عین اس وقت اپنے نبی اور اپنی قوم کے ساتھ غداری کرو جب کہ دشمن اپنی پوری قوت و طاقت کیساتھ انکے سامنے کھڑا ہے۔"

ان لوگوں نے کہا۔

"اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ تم لوگ جنگیں لڑو گے تو ہم تمہارے ساتھ ہی نہ آتے۔ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ جنگ وغیرہ کچھ نہیں ہوگی!"

اس طرح انہوں نے صاف صاف واپسی کا اعلان کر دیا۔ اس پر حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن حرام نے کہا۔

"خدا کے دشمنو! اللہ تمہیں ہلاک و برباد کرے۔ جلد ہی حق تعالیٰ اپنے نبی کو تم سے مستغنی کر دے گا!"

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہ مذکورہ قول ابن ابی کے اس قول کے خلاف ہے کہ ہم کس لئے جنگ کریں (کیونکہ اس قول میں جنگ کے امکان کو وہ مان رہا ہے لیکن اپنے لئے وہ اس کو بے فائدہ سمجھتا ہے جبکہ آگے وہ یوں کہتا ہے کہ اگر ہمیں پتہ ہوتا کہ جنگ بھی کرنی پڑے گی تو ہم تمہارا ساتھ ہی نہ دیتے) اس اشکال کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ اول تو جنگ کا ہمیں خیال ہی نہیں تھا اور اگر بالفرض محال جنگ کا امکان ہو بھی تو ہم کس لئے اپنی جانیں گنوائیں۔

منافقوں کے متعلق صحابہ میں رائے زنی...... (عبداللہ ابن ابی کے اس طرح راستے میں سے ساتھ چھوڑ جانے کے نتیجہ میں مسلمانوں میں دو جماعتیں ہو گئیں) چنانچہ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے واپس ہوتے ہی ایک جماعت یہ کہنے لگی کہ ان منافقوں کو قتل کر دینا چاہئے اور ایک جماعت یہ کہنے لگی کہ انہیں قتل نہیں کرنا چاہئے (وہ بھی مومن ہیں) یہ دو گروہ قبیلہ اوس میں سے بنی حارثہ اور قبیلہ خزرج میں سے بنی سلمہ کے تھے۔ اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا الآیہ پ ۵ سورہ نساء ع ۱۲ آیت ۸۸

ترجمہ: پھر تم کو کیا ہوا کہ ان منافقوں کے باب میں تم دو گروہ ہو گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو الٹا پھیر دیا ان کے بداعمال کے سبب۔

ایک جماعت صحابہ کی منجانب اللہ دستگیری...... علامہ سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ جب بنی مسلمہ اور بنی حارثہ نے عبداللہ ابن ابی کو غداری کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی واپس ہونے کا ارادہ کیا یہ دونوں قبیلے لشکر کے دونوں بازوؤں پر تھے۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں کو اس گناہ سے بچالیا اور انہوں نے واپس جانے کا ارادہ ختم کر دیا۔ اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۳ آیت ۱۲۲

ترجمہ: جب تم میں سے دو جماعتوں نے دل میں خیال کیا کہ ہمت ہار دیں اور اللہ تعالیٰ تو ان دونوں جماعتوں کا مددگار تھا اور بس مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرنا چاہئے۔

غرض ابن ابی اور اس کے تین سو ساتھیوں کی اس غداری کے بعد اب آنحضرت ﷺ کے ساتھ صرف سات سو آدمی رہ گئے۔ چنانچہ مواہب میں جو کچھ ہے اس کو اس پس منظر کے ساتھ دیکھنا چاہئے۔ مواہب میں ہے کہ کہا جاتا ہے ان لوگوں کے کفر کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے ایک مقام پر جس کو شوط کہا جاتا تھا ان کو واپس ہونے کا حکم دیا۔ کیونکہ یہ لوگ جن کو آپ نے ان کے کفر کی وجہ سے لوٹایا عبداللہ ابن ابی ابن سلول کے

Presented by Ziaraat.Com

حلیف اور حمایتی تھے اور یہودیوں میں سے تھے۔ ان لوگوں کی واپسی شوط کے مقام سے پہلے ہوئی تھی اور وہ لوگ جن کے ساتھ عبداللہ ابن ابی واپس ہوا تھا منافق تھے اور یہ لوگ شوط کے مقام سے واپس ہوئے تھے۔

احد کے موقعہ پر اس دن مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے جن میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کا تھا اور دوسرا گھوڑا ابو بردہ کا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے پاس کوئی گھوڑا نہیں تھا۔ یہ قول موسیٰ ابن عقبہ کی روایت سے فتح الباری میں نقل کیا گیا ہے اور اس کو درست قرار دیا گیا ہے۔

ادھر جب عبداللہ ابن ابی واپس ہوا تو انصاریوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! کیا یہودیوں میں جو لوگ ہمارے حلیف اور حمایتی ہیں ان سے اس موقعہ پر مدد نہ لے لیں۔"

ان کی مراد مدینے کے یہودی تھے اور ان میں شاید بنی قریظہ کے یہودی مراد تھے کیونکہ بنی قریظہ کے یہودی حضرت سعد ابن معاذؓ کے حلیف تھے اور حضرت سعد ابن معاذ قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ حضرت سعد کے بارے میں بعض علماء نے کہا ہے کہ انصاریوں میں ان کی حیثیت اور درجہ ایسا ہی تھا جیسا مہاجروں میں حضرت ابو بکرؓ کا مقام تھا۔ غرض انصاریوں کے اس سوال پر آنحضرت ﷺ نے صرف یہ فرمایا۔

"ہمیں ان کی مدد کی ضرورت نہیں ہے!"

اقول۔ مولف کہتے ہیں (: پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہودیوں سے مدد لینے کے سوال پر اس سے پہلے بھی یہ فرمایا تھا کہ ہم مشرکوں کے مقابلے کے لئے کافروں کی مدد نہیں لیں گے۔ (لہذا آپ کے اس ارشاد کے بعد انصاریوں کا یہ سوال بے معنی معلوم ہوتا ہے) لہذا اس روشنی میں مراد یہ ہوگی کہ قبیلہ اوس کے انصاریوں میں سے کچھ ایسے لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے یہ بات دریافت کی جنہوں نے یہودیوں کے بارے میں آپ کا وہ ارشاد نہیں سنا تھا۔ واللہ اعلم

<u>ایک اندھے منافق کی بکواس</u>...... پھر آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"کون ہے جو ہمیں قریب کے راستے سے دشمن کی طرف لے جائے۔"

یعنی ایسے راستے سے جو عام گزرگاہ نہیں ہے۔ اس پر حضرت ابو خثیمہ نے کہا کہ یا رسول اللہ میں لے چلوں گا۔ چنانچہ وہ آپ کو بنی حارثہ کے محلے اور ان کی نجی زمینوں اور املاک میں سے نکالتے ہوئے مع مسلمانوں کے لے چلے یہاں تک کہ وہ مربع ابن قیظی حارثی کے باغ میں داخل ہوئے یہ ایک منافق شخص اور اندھا تھا (اس نے اندازہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کے ساتھ اس کے باغ میں داخل ہوئے ہیں) اس نے مٹی اٹھا اٹھا کر مسلمانوں کے منہ کی طرف پھینکنی شروع کر دی اور چلانے لگا۔

"اگر تم خدا کے رسول ہو تو میں تمہیں اپنے باغ میں گھسنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

اس کے ہاتھ میں مٹی سے بھرا ہوا ایک پیالہ تھا۔ چونکہ یہ شخص اندھا تھا اس لئے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں مٹی پھینکوں تو تمہارے ہی منہ پر لگے گی تو اے محمد! میں اس مٹی کو تمہارے منہ پر مارتا!"

یہ سن کر حضرت سعد ابن زید اس پر جھپٹے اور انہوں نے اپنی کمان مار کر اس کا سر پھاڑ دیا۔ دوسرے مسلمان بھی غضبناک ہو رہے تھے انہوں نے اس شخص کو قتل کرنا چاہا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

Presented by Ziaraat.Com

"اسے قتل مت کرو۔ یہ اندھا دل کا بھی اندھا ہے اور آنکھ کا بھی اندھا ہے!"

اس اندھے کی طرف سے بنی حارثہ کے وہ لوگ بھی بگڑ اٹھے جو اسی کا سا دماغ رکھتے تھے یعنی جو منافقوں میں سے تھے مگر عبداللہ ابن ابی کے ہمراہ لوٹنے والوں کے ساتھ نہیں آئے تھے۔ ان کے ارادے بھانپ کر حضرت اسید ابن حضیر نے ان کی طرف لپکنا چاہا مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو اشارے سے منع فرمادیا۔"

اس کے بعد آنحضرت ﷺ آگے بڑھے یہاں تک کہ احد کی گھاٹی میں پہنچ کر آپ نے پڑاؤ ڈالا یہاں آپ نے اس طرح پڑاؤ ڈالا کہ احد پہاڑ کو تو اپنی پشت کی طرف کر لیا اور مدینے کو سامنے کے رخ پر کر لیا۔

میدان جنگ میں صف بندی اور آنحضرت ﷺ کا خطبہ...... مسلمانوں نے احد پہاڑ میں صفیں بنائیں۔ یہ صف بندی یہاں رات گزارنے کے بعد کی گئی جبکہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ مسلمان اپنے سامنے مشرکوں کو ان کے پڑاؤ میں دیکھ رہے تھے۔

حضرت بلالؓ نے اذان دی اور تکبیر کہی اور آنحضرت ﷺ نے صف بستہ صحابہ کو نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ نے مسلمانوں کے سامنے خطبہ دیا جس میں ان کو جہاد پر ابھارا اس خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے۔

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ اور سب کا ساتھ دینا واجب ہے سوائے بچوں عورتوں، بیماروں اور غلاموں کے جو دوسروں کی ملک ہوں۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ سوائے عورتوں مسافروں، غلاموں یا مریضوں کے!"

یہاں مستثنیٰ محذوف یعنی پوشیدہ ہے کہ سوائے ان چار قسم کے لوگوں کے اس کے بعد جو تفصیل ہے وہ اس کا بدل ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔

"جو شخص اس سے مستغنی ہو گیا اللہ تعالیٰ اس سے مستغنی ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ غنی اور تمام تعریفوں کا سزاوار ہے۔ میرے علم میں اب ایسا جو بھی عمل ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچانے والا ہو وہ میں تمہیں بتلا چکا ہوں اور اس کا حکم دے چکا ہوں۔ اسی طرح میرے علم میں جو بھی ایسا عمل ہے جو تمہیں جہنم سے قریب کرنے والا ہے وہ میں تمہیں بتلا چکا ہوں اور اس سے تمہیں روک چکا ہوں۔ روح الامین یعنی جبرئیل علیہ السلام نے میرے قلب میں یہ وحی ڈالی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اپنے حصے کے رزق کا ایک ایک دانہ نہیں حاصل کر لے گا چاہے وہ کچھ دیر میں حاصل ہو مگر اس میں کوئی کمی نہیں واقع ہو سکتی۔ اس لئے اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو اور رزق کی طلب میں نیک راستے اختیار کرو ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ رزق ملنے میں دیر لگنے کی وجہ سے تم اس کو اللہ کی نافرمانی کر کے حاصل کرنے لگو۔ ایک مومن کا دوسرے مومن سے ایسا ہی رشتہ ہے جیسے سر اور بدن کا رشتہ ہوتا ہے کہ اگر سر میں تکلیف ہو تو سارا بدن درد سے کانپ اٹھتا ہے اور بس تم پر سلام ہو۔"

دائیں بائیں بازوؤں پر دستوں کی تعیناتی...... غرض جب لشکر آمنے سامنے کھڑے ہو گئے تو مشرک لشکر میں خالد ابن ولید اور عکرمہ ابن ابوجہل دائیں بائیں تھے۔ یہ دونوں بعد میں مسلمان ہو گئے تھے آنحضرت ﷺ نے حضرت زبیر ابن عوام کو ایک دستہ دے کر روانہ فرمایا اور ان سے فرمایا۔

"تم لوگ خالد ابن ولید کی طرف اور ان کے مقابل رہنا۔"

دوسرے سواروں کو آپ نے دوسری سمت میں بھیجا کیونکہ مشرکوں کے یہ دونوں سردار اپنے لشکر

Presented by Ziaraat.Com

کے دائیں اور بائیں بازوؤں پر تھے۔ یہاں غالباً سواروں سے مراد صحابہ کی جماعت ہے کہ وہ مشرکوں کے دوسری طرف کے سواروں کے سامنے جائیں۔ کیونکہ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کے پاس صرف ایک یا دو گھوڑے تھے۔

پشت کی حفاظت کے لئے تیر انداز دستے کی تعیناتی...... مگر کتاب ھُدیٰ میں یہ ہے کہ غزوہ احد کے موقعہ پر مسلمانوں میں گھوڑے سواروں کی تعداد پچاس تھی۔ مگر شاید یہ بات سبقت قلم یعنی غلطی سے لکھی گئی (کیونکہ اس بات کی تائید کسی روایت سے نہیں ہوتی)۔

غرض آپ نے حضرت زبیرؓ اور ان کے دستے سے فرمایا۔

اس دستے کے لئے سخت ترین ہدایات...... "اس وقت تک اپنی جگہ سے مت ہلنا جب تک میں اجازت نہ دوں۔ پھر فرمایا کوئی شخص اس وقت تک نہ لڑے جب تک میں حکم نہ دوں۔"

ان تیر اندازوں کی تعداد پچاس تھی۔ آپ نے ان پر حضرت عبداللہ ابن جبیر کو امیر بنایا اور ان سے فرمایا۔

"تم مشرکوں کے گھوڑے سوار دستوں کو تیر اندازی کر کے ہم سے دور ہی رکھنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ پشت کی طرف سے آکر ہم پر حملہ کر دیں۔ اور ہمیں چاہے فتح ہو یا شکست تم لوگ اپنی جگہ سے مت ہلنا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اگر تم پرندوں کو بھی ہم پر اچکتے ہوئے دیکھو تب بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا سوائے اس کے کہ میں خود ہی تم کو بلا بھیجوں۔ اگر تم یہ دیکھو کہ ہم دشمن پر فتح پا گئے ہیں اور ان کو روندتے ہوئے پیش قدمی کر رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے مت ہلنا سوائے اس کے کہ میں ہی تمہیں بلواؤں۔"

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ "اگر تم ہمیں مال غنیمت جمع کرتے ہوئے بھی دیکھو تب بھی ہمارے ساتھ شریک ہونے کی کوشش مت کرنا۔"

(قال) ایک روایت میں ہے کہ تیر اندازوں کے اس دستے کو آپ نے یہ حکم دیا۔

"تم اپنی جگہ جمے رہنا اور وہاں سے مت ہلنا۔ اگر تم یہ دیکھو کہ ہم دشمن کو شکست دے کر ان کا پیچھا کرتے ہوئے ان کے پڑاؤ میں بھی داخل ہو گئے ہیں تب بھی تم اپنی جگہ مت چھوڑنا۔ اور اگر تم ہمیں قتل ہوتے دیکھو تو بھی ہماری مدد کو مت آنا اور نہ ہی دشمن کو پیچھے دھکیلنے کے لئے بڑھنے کی کوشش کرنا بلکہ ان کو تیر اندازی سے ہی روکنا۔ کیونکہ گھوڑے سوار لشکر تیروں ہی کی بوچھاڑ سے روکا جا سکتا ہے۔ جب تک تم اپنی جگہ جمے رہو گے ہم دشمن پر غالب رہیں گے۔ اے اللہ! میں تجھے ان پر گواہ بناتا ہوں!"

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ایک تلوار نکالی جس کے ایک طرف یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

فی الجبن عار وفی الاقبال مکرمة
والمرء بالجبن لاینجو من القدر

ترجمہ: بزدلی شرم کی بات ہے اور روبرو ہونا عزت و سربلندی کی علامت ہے۔ ایک بزدل شخص کی نہ کوئی عزت ہے اور نہ قدر و منزلت ہے۔

نبی کی تلوار کا حق ادا کرنے والا کون ہے...... یہ تلوار نکال کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"یہ تلوار لے کر کون اس کا حق ادا کر سکتا ہے۔"

اس پر کئی آدمی اٹھ کر آپ کی طرف بڑھے مگر آپ ﷺ نے ان میں سے کسی کو وہ تلوار نہیں دی۔ ان

Presented by Ziaraat.Com

لوگوں میں حضرت علیؓ بھی تھے جو یہ تلوار لینے کے لئے اٹھے تھے مگر آپ نے ان سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمرؓ بھی کھڑے ہوئے مگر آپ نے ان کو بھی یہ تلوار نہ دی۔ اسی طرح حضرت زبیرؓ نے تین مرتبہ یہ تلوار لینی چاہی مگر ہر مرتبہ آپ نے انکار کر دیا۔ آخر مجمع میں سے حضرت ابو دجانہ کھڑے ہوئے اور آپ سے بولے۔

"یا رسول اللہ! اس تلوار کا حق کیا ہے۔"

آپ نے فرمایا۔

"اس کا حق یہ ہے کہ اس سے دشمن کے منہ پر وار کر کے اسے کشتہ کیا جائے!"

ابو دجانہ کو تلوار کی بخشش...... حضرت ابو دجانہ نے عرض کیا۔

"میں اس کو لے کر اس کا حق ادا کروں گا!"

آنحضرت ﷺ نے وہ تلوار حضرت ابو دجانہ کو عطا فرمادی۔ ابو دجانہ بے حد بہادر آدمی تھے اور جنگ کے دوران اکڑ کر پر غرور انداز میں چلا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے جنگ کے دوران جب ان کو دونوں لشکروں کے درمیان اس طرح اکڑ کر اور تکبر کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا۔

"یہ چال ایسی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نفرت فرماتا ہے سوائے اس قسم کے موقعوں کے یعنی جنگ کے دوران۔"

اس قسم کے موقعوں پر اس چال کے جائز اور پسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص دشمن کی طاقت سے قطعاً خوفزدہ نہیں ہے اور اس کے جنگی ساز و سامان کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔

ابو سفیان کی انصار کو ورغلانے کی کوشش اور مایوسی...... ادھر جب دونوں لشکروں کی صف بندی ہو رہی تھی تو ابو سفیان نے اپنے لشکر میں سے پکار کر انصاری مسلمانوں سے کہا۔

"اے گروہ اوس و خزرج تم لوگ ہمارے اور ہمارے ان خاندان والوں کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ ہمیں تم سے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

زبیر ابن عوام کا شخصی مقابلہ...... اس پر انصاریوں نے ابو سفیان کو بہت برا بھلا کہا اور اس کو سخت لعنت ملامت کی۔

(قال) اس کے بعد مشرکوں کی طرف سے ایک شخص جو اونٹ پر سوار تھا میدان میں نکل کر آیا اور مبارز طلب کیا۔ یعنی شخصی مقابلے کے لئے مسلمانوں کو للکارا مگر لوگ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ للکارا تو حضرت زبیرؓ اسلامی صفوں میں سے نکل کر اس کی طرف بڑھے حضرت زبیرؓ پیدل تھے اس کے پاس پہنچ کر وہ ایک دم زور سے اچھلے اور اس کے برابر پہنچ کر اس کی گردن پکڑ کر اس کو لپٹ گئے۔ پھر دونوں میں اونٹ کے اوپر ہی زور آزمائی ہونے لگی۔ ان کی زور آزمائی دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"ان میں جو بھی پہلے زمین کو چھوئے گا وہی قتل ہو جائے گا۔"

حضرت زبیر کو حواری رسول کا لقب...... اسی وقت زور آزمائی کے دوران وہ مشرک اونٹ پر سے نیچے گرا اور اس کے اوپر حضرت زبیر گرے۔ انہوں نے فوراً ہی اس مشرک کو ذبح کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت زبیرؓ کی تعریف کی اور فرمایا۔

"ہر نبی کا حواری یعنی دوست ہوا کرتا ہے میرے حواری زبیر ہیں!"

Presented by Ziaraat.Com

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اگر اس مشرک کے مقابلے کے لئے زبیر نہ نکلتے تو میں خود نکلتا!"

کیونکہ آنحضرت ﷺ نے دیکھا تھا کہ مسلمان اس کے للکارنے کے باوجود اس سے گریز کر رہے تھے۔

طلحہ کی مبارزت طلبی اور لاف و گزاف...... اس کے بعد مشرکوں کی صفوں میں سے ایک اور شخص نکلا۔ یہ طلحہ ابن ابوطلحہ تھا اس کے باپ ابوطلحہ کا نام عبداللہ ابن عثمان ابن عبدالدار تھا۔ اور اسی کے ہاتھ میں مشرکوں کا پرچم تھا کیونکہ جنگوں میں یہ پرچم اٹھانے کا اعزاز بنی عبدالدار کے خاندانوں کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ قریشی پرچم بنی عبدالدار کے باپ عبدالدار نے ہی بنایا تھا اور یہ اسی کا تھا (اس کے بعد یہ اعزاز اسی خاندان کے ساتھ مخصوص ہو گیا تھا) جیسا کہ بیان ہوا۔

غرض اب مشرکوں کی صفوں میں سے نکل کر طلحہ ابن ابوطلحہ نے مبارز طلب کیا کہ کون ہے جو میرے مقابلے کو آئے۔ اس نے بھی کئی بار مسلمانوں کو للکارا مگر کوئی شخص بھی اسلامی صفوں میں سے نہیں نکلا آخر طلحہ نے پکار کر کہا۔

"محمد کے ساتھیو! تمہارا تو یہ خیال ہے کہ تمہارے مقتول یعنی شہید جنت میں جاتے ہیں اور ہمارے مقتول جہنم میں جاتے ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ محمد کے ساتھیو! تمہارا خیال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جلدی جلدی تمہاری تلوار کی دھار پر رکھ کر جہنم میں جھونکتا ہے اور تمہیں ہماری تلواروں سے قتل کرا کر فوراً جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ اس لئے تم میں سے کون ہے جو مجھے اپنی تلوار کے ذریعہ جلد از جلد جہنم میں پہنچا دے یا جلد از جلد میری تلوار کے ذریعہ جنت میں پہنچ جائے۔ لات و عزیٰ کی قسم تم جھوٹے ہو۔ اگر تم اپنے عقیدے پر یقین رکھتے تو یقیناً تم میں سے کوئی نہ کوئی اس وقت میرے مقابلے کے لئے نکل کر آتا۔"

شیر خدا کے ہاتھوں طلحہ رسید...... یہ سن کر حضرت علیؓ اسلامی صفوں سے نکل کر مقابلے کے لئے اس کے سامنے پہنچ گئے۔ دونوں میں تلواروں کے وار شروع ہی ہوئے تھے کہ اچانک حضرت علیؓ نے اپنی خار شگاف تلوار بلند کی اور اس کو قتل کر دیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ دونوں لشکروں کے درمیان میں دونوں زور آزما ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ اچانک حضرت علیؓ اس پر جھپٹے اور اس کو زمین سے اکھاڑ کر نیچے دے پٹخا۔ یعنی حضرت علیؓ نے تلوار کے وار سے اس کی ٹانگ کاٹ دی اور اسے گرا دیا۔ اس طرح گرنے کی وجہ سے طلحہ کے جسم کے پوشیدہ حصے کھل گئے اس وقت طلحہ نے کہا۔

"میرے بھائی۔ میں خدا کا واسطہ دے کر تم سے رحم کی بھیک مانگتا ہوں!"

یہ سن کر حضرت علیؓ اسے یوں ہی چھوڑ کر وہاں سے لوٹ آئے اس پر مزید وار نہیں کئے۔ اس پر بعض صحابہ نے حضرت علیؓ سے کہا۔

"آپ نے اس کو قتل نہیں کیا۔"

حضرت علیؓ نے کہا۔

"اس کی شرم گاہ کھل گئی تھی اور اس کا رخ میری طرف تھا اس لئے مجھے اس پر رحم آ گیا اور یہ میں نے جان لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم نے اس کو کس لئے چھوڑ دیا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا۔

"اس نے خدا کا واسطہ دے کر مجھ سے رحم کی بھیک مانگی تھی۔"

آپ نے فرمایا اسے قتل کر آؤ۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اسے قتل کر دیا۔

حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین میں بھی اسی طرح کا واقعہ دو مرتبہ پیش آیا۔ ایک مرتبہ تو یہ واقعہ ہوا کہ حضرت علیؓ نے بسر ابن ارطاۃ پر حملہ کیا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ اب وہ قتل ہی ہوا چاہتا ہے تو اس نے ایک دم اپنی شرمگاہ کھول دی حضرت علیؓ فوراً ہی اسے یوں ہی چھوڑ کر وہاں سے ہٹ آئے۔

دوسری مرتبہ یہ ہوا کہ حضرت علیؓ نے ابن عاص پر حملہ کیا جب انہوں نے دیکھا کہ موت سامنے آگئی ہے تو انہوں نے اپنا ستر کھول دیا۔ حضرت علیؓ فوراً ہی وہاں سے واپس آگئے۔

(واضح رہے کہ اس قسم کی بہت سی روایتیں شیعہ حضرات نے پیش کی ہیں جن کی سند قابل غور ہے)

طلحہ کے بھائی کا حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں انجام...... غرض طلحہ کے قتل کے بعد مشرکوں کا پرچم اس کے بھائی عثمان ابن ابو طلحہ نے لے لیا۔ یہی عثمان اس شیبہ کا باپ ہے جس کی طرف شیبی فرقہ کے لوگ اپنی نسبت کرتے ہیں اور جن کو بنی شیبہ کہا جاتا ہے۔

غرض جب عثمان نے وہ پرچم اٹھایا تو حضرت حمزہؓ نے اس پر حملہ کیا اور اس کا ہاتھ مونڈھے پر سے کاٹ ڈالا اور ان کی تلوار عثمان کی ہنسلی تک کاٹ گئی۔ حضرت حمزہؓ اس کو قتل کرنے کے بعد یہ کہتے ہوئے وہاں سے واپس ہوئے۔

"میں حاجیوں کے ساقی یعنی عبدالمطلب کا بیٹا ہوں!"

تمام قریشی پرچم بردار موت کی راہ پر......اس کے بعد مشرکوں کے پرچم کو عثمان اور طلحہ کے بھائی نے اٹھالیا جس کا نام ابو سعید ابن ابو طلحہ تھا۔ اس پر حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ نے تیر چلایا جو اس کے سینے میں لگا اور یہ بھی ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد طلحہ ابن ابو طلحہ جس کو حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا کے بیٹے نے پرچم اٹھایا تو حضرت عاصم ابن ثابت ابن ابوالاقلح نے اس پر تیر چلایا اور وہ بھی قتل ہو گیا۔ اس شخص کا نام مسافع تھا۔ اس کے بعد مسافع کے بھائی حرث ابن طلحہ نے پرچم سنبھالا تو پھر حضرت عاصم نے تیر چلایا اور اس کو بھی قتل کر دیا۔

طلحہ کے ان دونوں بیٹوں مسافع اور حرث کی ماں بھی مشرک لشکر کے ساتھ تھی۔ اس عورت کا نام سلافہ تھا اس کے یہ دونوں بیٹے اس کی گود میں مرے کیونکہ جس کے بھی حضرت عاصم کا تیر لگتا وہی بیٹا وہاں سے زخمی ہو کر لوٹتا اور ماں کی گود میں سر رکھ کر لیٹ جاتا۔ سلافہ کہتی۔

"بیٹے! تجھے کس نے زخمی کیا۔"

بیٹا جواب میں کہتا۔

میں نے اس شخص کی آواز سنی ہے اس نے مجھ پر تیر چلانے کے بعد کہا تھا۔

"لے اسے سنبھال میں ابوالاقلح کا بیٹا ہوں۔"

اس جملے سے سلافہ سمجھ گئی کہ تیر انداز حضرت عاصم ابن ثابت ابن ابوالاقلح ہیں۔ چنانچہ اس نے منت مانی کہ اگر عاصم ابن ثابت کا سر میرے ہاتھ لگا تو میں اس میں شراب بھر کر پیوں گی۔ ساتھ ہی اس نے اعلان کیا

Presented by Ziaraat.Com

کہ جو شخص بھی عاصم ابن ثابت کا سر کاٹ کر میرے پاس لائے گا تو میں اسے سو اونٹ انعام میں دوں گی۔ مگر حضرت عاصم اس غزوہ احد میں قتل نہیں ہوئے بلکہ آگے بیان آئے گا کہ ان کا قتل سریہ رجیع میں ہوا۔

غرض ان دونوں بھائیوں کے قتل کے بعد مسافع اور حرث کے بھائی نے وہ پرچم اٹھایا اس کا نام کلاب ابن طلحہ تھا اس کو حضرت زبیرؓ نے قتل کر دیا۔ ایک قول میں قزمان کا نام ہے غرض اس کے بعد ان کے بھائی جلاس ابن طلحہ نے پرچم اٹھایا تو اس کو حضرت طلحہ ابن عبید اللہ نے قتل کر دیا۔

اس طرح یہ چاروں بھائی یعنی مسافع حرث کلاب اور جلاس ابن طلحہ اپنے باپ طلحہ کی طرح وہیں قتل ہو گئے اور ان کے ساتھ ہی ان کے دونوں چچا یعنی عثمان اور ابو سعید ابن ابو طلحہ بھی اسی غزوہ احد میں قتل ہو گئے۔

ان کے بعد قریشی پرچم ارطاۃ ابن شرجیل نے اٹھایا تو اس کو حضرت علی ابن ابو طالب نے قتل کر دیا ایک قول ہے کہ حضرت حمزہؓ نے قتل کیا تھا۔ اس کے بعد شریح ابن قارظ نے یہ پرچم سنبھالا تو وہ بھی قتل ہو گیا مگر اس کے قاتل کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ اس کے بعد یہ پرچم ابو زید ابن عمرو ابن عبد مناف ابن ہاشم ابن عبد الدار نے اٹھایا تو اس کو قزمان نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد شرحبیل ابن ہاشم کے بیٹے نے پرچم بلند کیا تو اس کو بھی قزمان نے قتل کر دیا۔

اس کے بعد ان لوگوں کے ایک غلام صواب نے یہ پرچم اٹھالیا یہ ایک حبشی شخص تھا۔ یہ لڑتا رہا یہاں تک کہ اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ یہ جلدی سے بیٹھ گیا اور اپنے سینے اور گردن کے سہارے سے پرچم کو اٹھائے رہا یہاں تک کہ اس کو بھی قزمان نے قتل کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے قاتل حضرت سعد ابن ابو وقاصؓ تھے۔ اور ایک قول کے مطابق حضرت علیؓ تھے۔

<u>احد میں بنی عبد الدار کی تباہی</u>...... ابو سفیان نے مشرکوں کے پرچم بردار بنی عبد الدار کے لوگوں کو جنگ کا جوش دلاتے ہوئے ان سے کہا تھا۔

"اے بنی عبد الدار! جنگ بدر کے موقعہ پر تم نے ہمارا پرچم نہیں اٹھایا تھا اس کے نتیجہ میں ہمیں جس تباہی کا سامنا کرنا پڑا وہ معلوم ہی ہے۔ جنگی پرچم لوگوں کو اس تصور کے ساتھ دیئے جاتے ہیں کہ اگر پرچم سرنگوں ہو گیا تو قوم بھی سرنگوں ہو گئی۔ اس لئے اگر تم بنی عبدالدار کے لوگ ہمارے پرچم کی ذمہ داری سنبھالو تو ٹھیک ہے ورنہ درمیان سے ہٹ جاؤ تو ہم خود ہی اس ذمہ داری کو سنبھالیں گے!"

بنی عبد الدار نے یہ سن کر پرچم اٹھانے کا وعدہ کر لیا تھا۔ اور فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"ہم اپنا جھنڈا آپ کے تحت میں دیتے ہیں (یعنی بنی عبد الدار کا جنگی پرچم اس جنگ میں آپ کی ماتحتی میں قبول کرتے ہیں) اور کل جب ہم دشمن سے ٹکرائیں گے تو آپ ہماری سر فروشی دیکھ لیں گے!"

ابو سفیان کا مقصد بھی یہی تھا جو پورا ہو گیا تھا۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ یہ آیت بنی عبدالدار کے متعلق ہی نازل ہوئی تھی۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ الآیہ پ ۹ سورہ انفال ع ۳ آیت ۲۲

ترجمہ: بے شک بدترین خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو کہ ذرا نہیں سمجھتے۔

ادھر جب مشرکوں کا پہلا پرچم بردار یعنی طلحہ ابن ابو طلحہ مارا گیا تو آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ نے اس کو ایک غیبی بشارت سمجھا کیونکہ وہ اپنے لشکر کا سردار اور پرچم بردار تھا اور اسی سردار قوم کے متعلق آنحضرت

Presented by Ziaraat.Com

ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ دشمن کے سردار فوج پر مسلط ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔ اس خواب کی تعبیر آپ نے یہ بتلائی تھی کہ میں دشمن کے سردار کو قتل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ لہذا یہی وہ دشمنوں کا سردار اور سالار تھا۔

ادھر جب مشرکوں کے پرچم بردار ایک ایک کر کے قتل ہو گئے تو ان کا لشکر چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بٹ گیا۔ مسلمانوں نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے دشمن پر ایک فیصلہ کن حملہ کیا اور ان کو قتل کرنے لگے۔

مسلم اور مشرک جنگی نعرے ...... اس جنگ میں مسلمانوں کا جنگی نعرہ اَمِتْ اَمِتْ تھا اور مشرکوں کا جنگی نعرہ یاللعزیٰ اور یاللہبل تھا۔ یہ عزیٰ ایک درخت تھا جس کو وہ پوجتے تھے۔ اور ہبل ایک بت کا نام تھا جو کعبے کے اندر تھا اور وہاں جو کنواں تھا اس پر نصب تھا۔ مگر آگے فتح مکہ کے بیان میں آئے گا کہ یہ ہبل نامی بت کعبے سے باہر کعبے کے دروازے کے پاس نصب تھا مگر اس سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ممکن ہے یہ پہلے کعبہ کے اندر رکھا ہو اور پھر وہاں سے نکال کر کعبے کے دروازے کے نصب کر دیا گیا ہو۔

صدیق اکبر کی بیٹے سے مقابلے کی کوشش ...... غرض جنگ کا آغاز اسی اونٹ سوار سے ہوا جس نے میدان میں آکر مبارز طلب کیا تھا اور قتل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد شخصی مقابلے کے لئے قریشی لشکر سے لوگ آتے رہے۔ ان میں مشرک لشکر سے عبدالرحمٰن ابن ابو بکر نکلے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے دونوں لشکروں کے درمیان میں آکر کہا۔

"کون ہے جو میرے مقابلے کو سامنے آئے!"

اس پر ان کے والد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تلوار سونت کر اٹھے اور انہوں نے بیٹے کے مقابلہ کو جانا چاہا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"اپنی تلوار میان میں ڈال کر اپنی جگہ واپس جاؤ۔ اپنی ذات سے ہمیں اور فائدے اٹھانے دو!"

پیچھے غزوہ بدر کے میدان میں بھی گزرا ہے کہ عبدالرحمٰن ابن ابو بکر نے بدر میں مبارز طلب کیا تھا۔ ادھر بدر کے بیان میں ہی حضرت ابن مسعودؓ کی روایت گزری ہے کہ غزوہ احد میں حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن ابن ابو بکر کو شخصی مقابلے کی دعوت دی تھی۔ مگر یہاں بیان ہونے والی روایت اس کے خلاف ہے (کیونکہ یہاں تو خود عبدالرحمٰن نے سامنے آکر کسی کو مقابلے کے لئے طلب کیا ہے)۔

اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں دونوں باتیں ممکن ہو سکتی ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے خود بھی اپنے بیٹے کو شخصی مقابلے کی دعوت دی ہو اور عبدالرحمٰن ابن ابو بکر نے بھی اپنے والد کو شخصی مقابلے کی دعوت دی ہو (یعنی دونوں باتوں کا پیش آنا ممکن نہیں ہے)

(حضرت صدیق اکبرؓ کا ہی واقعہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عرب کے قبائل مرتد ہونے یا دین اسلام سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگے تو وہ خود لشکر لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکلے اور لشکر کے آگے خود ننگی تلوار لئے اپنی سواری پر بیٹھے تھے حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو سواری کی لگام پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور حضرت صدیق اکبرؓ سے جو خلیفۃ المسلمین تھے کہنے لگے۔

"اے خلیفۂ رسول کہاں کا ارادہ ہے۔ میں بھی آج آپ سے وہی بات اس طرح کہتا ہوں جس طرح آپ سے غزوہ احد کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی کہ اپنی تلوار میان میں ڈال لیجئے اور ہمیں اپنی

Presented by Ziaraat.Com

شخصیت سے محروم نہ کیجئے بلکہ مدینہ کو لوٹ چلئے۔ خدا کی قسم اگر ہم آپ سے محروم ہوگئے تو پھر کبھی اسلام کا کوئی نظام اور حکومت قائم نہیں ہوسکے گی!"

یہ سن کر حضرت صدیق اکبرؓ مان گئے اور لشکر کو آگے روانہ کر کے خود مدینے لوٹ آئے۔

خالد ابن ولید کے ناکام حملے ...... غرض جنگ احد کے شروع میں مشرکوں کے گھوڑے سوار دستے نے تین مرتبہ مسلم لشکر پر حملہ کیا مگر آنحضرت ﷺ نے پہاڑی کے اوپر جو تیر اندازوں کا دستہ متعین فرمایا تھا وہ ہر دفعہ تیروں کی باڑھ مار کر اس گھوڑے سوار دستے کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتا تھا اور مشرکین بدحواسی کے عالم میں پسپا ہو جاتے تھے۔

قریشی عورتیں میدان عمل میں ......اس کے بعد مسلمانوں نے مشرکوں پر ایک بھرپور حملہ کیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ مشرکوں کی طاقت کو سخت نقصان پہنچا۔ اسی وقت جبکہ لڑائی شباب پر تھی اور گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی مشرک لشکر میں ابوسفیان کی بیوی ہندہ اٹھی اور اسنے اور اس کی ساتھی عورتوں نے اپنے ہاتھوں میں دف سنبھالے۔ پھر یہ عورتیں اپنے جانباز مردوں کے پیچھے دف بجا بجا کر یہ پرجوش گیت گانے لگیں۔

ویھا بنی عبدالدار . ویھا حماۃ الادبار . ضربا بکل بتار ۔

ترجمہ: آگے بڑھو اے بنی عبدالدار۔ ہمت کرو اے ہمارے پشت پناہو۔ ہر شمشیر خار اشگاف سے وار کرو۔

نحن بنات طارق نمشی علی النمارق مشی القطا النوازق ۔

ہم ستاروں کی بیٹیاں ہیں ہم غالیچوں پر چپل قدمی کرنے والیاں ہیں۔ ایک مستانہ اور رعنائی سے بھرپور چال کے ساتھ۔

والمسک فی المفارق . والدر فی المخانق . ان تقبلو نعانق

ہماری مانگ میں مشک کی نکہت ہے۔ گلے موتیوں کے ہاروں سے آراستہ ہیں۔ اگر تم آگے بڑھوگے تو ہم تم سے بغل گیر ہوں گی!"

ونفرش النمارق . اوتدبروا نفارق . فراق غیر وامق ۔

تمہارے لئے دیدہ دل فرش راہ کریں گی۔ لیکن اگر تم پیٹھ پھیروگے تو ہم تم سے اس طرح منہ پھیرلیں گی کہ پھر کبھی تم ہماری رعنائیاں نہ پاسکو گے!"

ان شعروں میں جو ویھا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یہ کلمہ برانگیختہ کرنے اور جوش دلانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں دونک یافلان یعنی ہمت کرو آگے بڑھو۔ اسی طرح ادبار بمعنی اعقاب یعنی پشت سے یہاں پشت پناہ مراد ہیں۔ بتار۔ تلوار خار اشگاف کو کہتے ہیں اور چھٹے مصرعہ میں نوازق کا جو لفظ ہے وہ خفاف کے معنی میں ہے۔ اسی طرح طارق سے مراد ایک ستارہ ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ الآیہ پ ۳۰ سورہ طارق ع ۱ آیت ۱ تا ۳

ترجمہ: قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے وہ روشن ستارہ ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ زحل ستارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کی بیٹیاں ہیں جو اپنے مرتبے کی بلندی میں ستاروں کی طرح اونچے ہیں۔ یہاں عربی زبان کے قاعدے کے اعتبار سے یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر ستارہ

Presented by Ziaraat.Com

مراد ہوتا تو نحن بنات الطارق کہا جاتا۔ ادھر میں نے ایک کتاب میں دیکھا کہ یہ رجز یہ اشعار ایک عورت ہند بنت طارق کے ہیں۔ اس صورت میں ظاہر ہے طارق سے مراد ستارہ نہیں ہوگا بلکہ وہی مشہور شخص مراد ہوگا۔ تو گویا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اس مشہور و معروف شخص طارق کی بیٹیاں ہیں جس کا بلند مرتبہ سب جانتے ہیں۔

ایک روایت میں راوی کہتا ہے کہ ایک دن میں کے میں ضحاک شاعر کی مجلس میں بیٹھا تھا کسی شخص نے ہندہ کا یہ شعر نحن بنات الطارق پڑھا اور ضحاک سے سوال کیا کہ اس مصرعہ میں طارق کا کیا مطلب ہے۔ میں نے کہا یہ ستارے کا نام ہے ضحاک نے کہا یہ کیسے۔ تو میں نے جواب میں بطور دلیل کے سورۂ طارق کی ابتدائی آیات پڑھیں (اور ضحاک نے اس کی تردید نہیں کی)

جہاں تک نمارق کا تعلق ہے تو یہ لفظ چھوٹے تکیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہم تمہارے لئے ایسے بستر بن جائیں گی جن پر تکیہ رکھ کر ان کو آرام دہ بنادیا جاتا ہے یعنی ہم تمہاری اس جانبازی اور سر فروشی کے صلے میں تمہارے لئے دیدہ و دل فرش راہ کریں گی۔

آخری مصرعہ میں جو لفظ وامق ہے اس کا مطلب ہے بیزار اور نفرت کرنے والا۔ یعنی اگر تم اس وقت میدان جنگ میں پیٹھ دکھاؤ گے تو ہم تمہیں بیزاری اور نفرت کے ساتھ اس طرح چھوڑ دیں گی کہ پھر کبھی تمہاری صورت دیکھنا پسند نہیں کریں گی۔ کیونکہ نفرت کرنے والا اگر چھوڑ کر چلا جاتا ہے تو کبھی واپس نہیں آتا برخلاف محبت کرنے والے کے کہ اگر وہ ناراض بھی ہوتا ہے تو پھر مَن بھی جاتا ہے۔ اسی لئے ایک مثل ہے کہ محبت کرنے والے کا غصہ بظاہر تو سیف یعنی تلوار کی چمک ہوتا ہے مگر حقیقت میں صیف یعنی گرمی کے موسم کی بدلی کی طرح ٹھنڈا اور جلد گزر جانے والا ہوتا ہے۔

(قال) آنحضرت ﷺ جب ہندہ کے یہ شعر سنتے جن سے وہ مشرکوں کو جوش دلارہی تھی تو آپ فرماتے۔

"اے اللہ تجھ ہی سے میں طاقت چاہتا ہوں تجھ ہی سے جماؤ اور پامردی مانگتا ہوں اور تیرے ہی نام پر جنگ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے اور وہی سب سے بہتر سہارا اور ذمہ دار ہے!" ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ دشمن سے دو بدو ہوتے تو فرماتے کہ اے اللہ میں تیرے ہی ذریعہ پامردی چاہتا ہوں اور تجھ سے ہی طاقت مانگتا ہوں۔

ابودجانہ شمشیر نبوی ﷺ کے صحیح حقدار...... آنحضرت ﷺ نے حضرت ابودجانہ کو جو تلوار عنایت فرمائی تھی انہوں نے حقیقت میں اس کا حق ادا کیا اور لوگوں میں ان کے چرچے ہونے لگے۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے اس تلوار کے لئے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو اس کا حق ادا کرے گا تو میرے تین دفعہ مانگنے کے باوجود آپ نے وہ تلوار مجھے نہیں دی حالانکہ میں آپ کا پھوپی زاد بھائی تھا۔ بلکہ آپ نے تلوار ابودجانہؓ کو دیدی۔ اس وقت مجھے یہ بات ناگوار گزری اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں خود دیکھوں گا کہ یہ شخص یعنی ابودجانہ کس طرح اس تلوار کا حق ادا کرتا ہے اس کے بعد میں نے ان کا پیچھا کیا اور سائے کی طرح ان کے ساتھ لگا رہا۔

میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے موزے کی ٹانگ میں سے ایک سرخ رنگ کی پٹی نکالی جس کے ایک طرف تو آیت نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ لکھی ہوئی تھی اور دوسری طرف یہ کلمات لکھے ہوئے تھے کہ جنگ میں

Presented by Ziaraat.Com

بزدلی شرم کی بات ہے جو شخص میدان سے بھاگا وہ جہنم کی آگ سے نہیں بچ سکتا۔ ابو دجانہ نے یہ پٹی نکال کر اپنے سر پر باندھ لی انصاری مسلمانوں نے یہ دیکھا تو کہا۔

"ابو دجانہ نے موت کی پٹی نکال لی ہے!"

ابو دجانہ کی بے مثال سر فروشی...... کیونکہ انصاریوں میں مشہور تھا کہ حضرت ابو دجانہؓ جب یہ پٹی سر پر باندھ لیتے ہیں پھر دشمن پر اس طرح ٹوٹتے ہیں کہ جو بھی سامنے آتا ہے وہ بچ کر نہیں جا پاتا (چنانچہ اس پٹی کے باندھنے کے بعد انہوں نے انتہائی خوں ریز جنگ شروع کر دی) انسانی جسموں کو مسلسل کاٹنے کی وجہ سے جب ان کی تلوار کند ہو جاتی تو وہ اس کو پتھر پر رگڑ کر دھار دیتے اور تیز کرتے اور اس کے بعد پھر دشمنوں پر موت بن کر ٹوٹ پڑتے۔ انہوں نے اس تلوار کا اس قدر حق ادا کیا کہ آخر یہ تلوار مڑ گئی اور خم ہو کر درانتی کے جیسی ہو گئی۔

مشرکوں میں ایک شخص تھا جو ہمارے یعنی مسلمانوں کے زخمیوں کو میدان جنگ میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کر رہا تھا۔ جو زخمی بھی اس کو کہیں پڑا ملتا وہ جھپٹ کر اس کو قتل کر دیتا تھا۔

حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس کا ابو دجانہ سے آمنا سامنا ہو جائے چنانچہ میری دعا قبول ہو گئی اور یہ شخص ابو دجانہ کے سامنے پڑ گیا۔ دونوں میں تلواروں کے وار ہونے لگے اچانک اس مشرک نے ابو دجانہ پر تلوار بلند کی جس کو انہوں نے اپنی چمڑے کی ڈھال پر روکا مشرک کی تلوار ان کی ڈھال میں پھنس گئی۔ ابو دجانہ نے فوراً اس پر وار کیا اور اس کو قتل کر دیا۔

پھر ایک موقعہ پر میں نے دیکھا کہ ابو دجانہ نے اپنی وہی تلوار ابو سفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ کو قتل کرنے کے لئے بلند کی۔ ایک قول ہے کہ ہند کے علاوہ کوئی دوسری عورت تھی مگر پھر فوراً ہی انہوں نے اس کے سر سے پیچھے ہٹالی۔

خود حضرت ابو دجانہ سے روایت ہے کہ جنگ کے دوران میں نے دیکھا کہ ایک شخص لوگوں کو جنگ کا جوش دلا رہا ہے اور ان کے حوصلے بلند کر رہا ہے میں فوراً ہی اس کی طرف جھپٹا مگر جب میں نے اس پر حملہ کر کے تلوار اس کے سر پر بلند کی تو اچانک اس نے بلبلا کر چیخنا اور فریاد کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت اس کی آواز سے میں نے پہچانا کہ یہ کوئی عورت ہے۔ میں نے اسے پسند نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار سے ایک عورت کو قتل کروں۔ اس لئے میں اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹ آیا۔

شیر خدا حمزہؓ کی کفن بردوشی...... اسی طرح حضرت حمزہ ابن عبد المطلب انتہائی سر فروشی کے ساتھ زبردست جنگ کر رہے تھے۔ ایک دفعہ سباع ابن عبد العزیٰ کا حضرت حمزہؓ سے سامنا ہو گیا یہ سباع مشرک تھا اور اسکی ماں کا نام ام انمار تھا جو اخنس کے باپ شریق کی باندی تھی اور مکے میں عورتوں کی ختنہ کیا کرتی تھی (جاہلیت میں مکے میں عورتوں کی ختنہ کا بھی رواج تھا۔ اس عورت ام انمار کا یہی پیشہ تھا) حضرت حمزہؓ نے سباع کو سامنے دیکھا تو ایک دم اسے للکارا۔

"سامنے آ۔ او عورتوں کی ختنہ کرنے والی کے بیٹے!"

بخاری میں حضرت حمزہؓ کے یہ کلمات روایت میں ہیں۔ "

"اے سباع اے عورتوں کی ختنہ کرنے والی ام انمار کے بیٹے۔ سامنے آ۔ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے آیا ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

اس روایت میں ایک شبہ ہوتا ہے کیونکہ ایک دوسری روایت کے مطابق جب دونوں لشکروں نے صف بندی کرلی تو مشرک لشکر سے سباع نکل کر سامنے آیا اور اس نے مسلمانوں میں سے شخصی مقابلہ کیلئے مبارز طلب کیا۔ اس پر حضرت حمزہ اس کی طرف بڑھے اور تیزی سے اس کے سر پر پہنچ کر انہوں نے تلوار کا وار کیا اور سباع کو قتل کردیا۔ اس روز حضرت حمزہؓ نے جتنے لوگوں کو قتل کیا ان کی تعداد اکتیس تھی۔ مگر آگے کتاب اصل یعنی عیون الاثر کے حوالے سے یہ روایت آرہی ہے کہ احد کے دن کفار قریش میں سے تیئس آدمی قتل ہوئے۔

وحشی کا تیر اور شیر خدا کی شہادت...... غرض سباع کو قتل کر کے حضرت حمزہؓ اس کی زرہ اتارنے کے لئے اس پر جھکے حضرت جبیر ابن مطعم کے غلام وحشی کہتے ہیں جو اس وقت کافر تھے کہ میں حمزہؓ کو دیکھ رہا تھا کہ ان کی تلوار بے تحاشہ لوگوں کو کاٹ رہی ہے۔ ایک جگہ حمزہ کا پیر پھسلا جس سے ان کی زرہ ان کے پیٹ پر سے سرک گئی۔ میں نے جلدی سے کمان میں تیر چڑھایا اور نشانہ لے کر ان کے کھلے ہوئے پیٹ پر تیر چلادیا۔ تیر ان کی ناف کے نیچے پیوست ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ وہیں نڈھال ہو کر گرے۔ میں چپکے سے اپنی کمین گاہ سے نکل کر ان کے پیروں کی طرف سے ان کی جانب بڑھا۔ اچانک حمزہؓ نے اٹھ کر میری طرف رخ کیا مگر پھر تکلیف اور کمزوری کی وجہ سے لڑکھڑا کر گر پڑے میں اپنی جگہ پر پھر چھپ گیا اور انتظار کرنے لگا کہ یہ ٹھنڈے ہو جائیں تو انکے پاس پہنچوں۔ چنانچہ انکے ختم ہونے کے بعد میں ان کے قریب گیا اور دیکھ کر اطمینان کرلیا۔ اس سے فارغ ہو کر میں نے اپنا تیر کمان اٹھایا اور لشکر سے علیحدہ جا کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ کیونکہ حمزہ کو قتل کرنے کے سوا مجھے اس جنگ سے اور کوئی دلچسپی نہیں تھی (اس لئے کہ حمزہ کو قتل کرنے کی صورت میں ان کو آزاد کرنے کا وعدہ دیا گیا تھا)۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت حمزہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو تلواروں سے لڑ رہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ میں شیر خدا ہوں۔ اسی دوران میں اچانک ان کو ٹھوکر لگی جس سے وہ کمر کے بل گر پڑے اور ان کی زرہ پیٹ پر سے کھل گئی۔ اسی وقت وحشی حبشی نے ان کے پیٹ پر تیر چلادیا۔

مشرکوں میں ابتری اور فرار...... پھر جب مشرکوں کے پرچم بردار ایک ایک کر کے قتل ہوگئے اور کوئی شخص بھی اب پرچم اٹھانے یا اس کے قریب آنے کی ہمت نہ کر سکا تو ایک دم مشرک پسپا ہونے لگے اور پیٹھ پھر کر چیختے اور بلاوجہ بلبلاتے ہوئے بھاگنے لگے۔ ان کی عورتیں بھی جو کچھ ہی دیر پہلے خوش ہو کر اور دف بجا بجا کر گا رہی تھیں دف پھینک پھینک کر پہاڑ کی طرف بھاگیں۔ یہ عورتیں چیختی چلاتی اور بدحواسی میں اپنے کپڑے نوچ نوچ کر بھاگتی ہوئی جارہی تھیں۔

تیر انداز دستہ اور حکم رسول کی خلاف ورزی...... مسلمانوں نے دشمن کو بھاگتے دیکھا تو وہ ان کا پیچھا کر کے ان کے ہتھیار لینے اور مال غنیمت جمع کرنے لگے۔ اسی وقت مسلمانوں کا وہ تیر انداز دستہ جس کو آنحضرت ﷺ نے پہاڑی پر تعینات کر کے حکم دیا تھا کہ کسی بھی حال میں اپنی جگہ سے نہ ہلیں وہاں سے مال غنیمت جمع کرنے کے لئے بھاگا۔ یہ دیکھ کر ان کے امیر حضرت عبداللہ ابن جبیر نے ان کو سختی سے منع کیا کہ ان کو کسی حال میں بھی یہاں سے ہٹنے کا حکم نہیں ہے مگر وہ لوگ نہیں مانے اور کہنے لگے۔

"مشرکوں کو شکست ہو گئی ہے اب ہم یہاں ٹھہر کر کیا کریں گے!"

دستے کے امیر کی اطاعت شعاری اور شہادت...... یہ کہہ کر وہ لوگ پہاڑی سے اتر آئے اور مال غنیمت جمع کرنے لگے اگرچہ ان میں سے اکثر لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر جاچکے تھے مگر انکے امیر حضرت عبداللہ ابن جبیرؓ اور

Presented by Ziaraat.Com

کچھ دوسرے صحابہ اپنی جگہ جمے رہے جن کی تعداد دس سے بھی کم تھی۔ انہوں نے نیچے جانے والوں سے کہا۔
"میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کروں گا۔"

خالد ابن ولید کا خالی عقب سے حملہ...... اسی وقت خالد ابن ولید نے دیکھا کہ وہ پہاڑی جہاں تیر اندازوں کا دستہ جما ہوا تھا خالی ہو چکی ہے صرف چند آدمی وہاں باقی رہ گئے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی وہ اپنے گھوڑے سوار دستے کے ساتھ پلٹے ان کے ساتھ ہی عکرمہ ابن ابو جہل بھی پلٹ پڑے۔ یہ دونوں آدمی بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔

انہوں نے پہاڑی پر پہنچ کر ان چند لوگوں پر حملہ کر دیا جو تیر انداز دستے کے بچے کھچے وہاں موجود تھے۔ ان کا یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ ایک ہی ہلے میں انہوں نے دستے کے امیر حضرت عبداللہ ابن جبیر اور انکے چند ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ ان لوگوں نے حضرت عبداللہ ابن جبیر کی لاش کا مثلہ کیا یعنی ان کے ہاتھ پیر اور جسم کے دوسرے اعضاء کاٹ ڈالے۔ ان کے جسم پر اتنے نیزے لگے کہ ان کی آنتیں باہر نکل آئیں۔

فتح شکست میں تبدیل اور مسلمانوں میں ابتری...... اس کے بعد اس دستے نے نیچے اتر کر اچانک مسلمانوں کو گھیر لیا۔ مسلمان اس وقت بے خبری کے عالم میں مال غنیمت جمع کرنے اور مشرکوں کو قیدی بنانے میں لگے ہوئے تھے کہ اچانک مشرکوں کے گھوڑے سوار دستے گھوڑے دوڑاتے ہوئے ان کے سروں پر پہنچ گئے۔ یہ لوگ یاللعزیٰ اور یالہبل کے نعرے لگا رہے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے پاس پہنچتے ہی بے خبری میں ان کو تلواروں پر رکھ لیا۔ اس اچانک افتاد سے مسلمان بدحواس ہو گئے اور جدھر جس کا منہ اٹھا وہ اسی طرف بھاگنے لگا۔ جو کچھ مال غنیمت انہوں نے جمع کیا تھا اور جتنے قیدی بنائے تھے ان سب کو چھوڑ کر مسلمان ہر طرف بکھر گئے۔ نہ ان کی صفیں باقی رہیں نہ ترتیب۔ ایک کو دوسرے کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اس بے حواسی میں ان کو اپنا نعرہ بھی یاد نہ آیا جس سے ایک دوسرے کی پہچان ہوتی تھی اور اسکے نتیجے میں وہ ایک دوسرے ہی پر حملے کرنے لگے۔ کیونکہ اپنے جنگی نعرے کے ذریعہ ہی وہ رات کے اندھیرے اور گھمسان کے دن میں اپنے پرائے کی شناخت کرتے تھے۔ مسلمانوں کا جنگی نعرہ اَمِتْ اَمِتْ تھا۔

قریشی پرچم پھر سر بلند...... مشرکوں کا پرچم اس وقت تک زمین پر پڑا ہوا تھا کہ اس نئی صورت حال کو دیکھ کر اچانک ایک عورت عمرہ بنت علقمہ نے اس کو اٹھا کر بلند کر دیا۔ بھاگتے ہوئے مشرکوں نے اپنے پرچم کو سر بلند ہوتے دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ جنگ کا پانسہ پلٹ چکا ہے اور سب کے سب) پلٹ کر پھر اپنے جھنڈے کے گرد جمع ہو گئے۔

اسی وقت ابن قمہ نے پکار کر اعلان کر دیا کہ محمد قتل ہو گئے ہیں۔ ایک قول ہے کہ یہ اعلان کرنے والا ابلیس تھا جو جعال یا جعیل ابن سراقہ کی شکل میں تھا۔ یہ جعیل ابن سراقہ ابتداء اسلام میں ہی مسلمان ہو چکے تھے اور ایک صالح اور پاک باز شخص تھے اور یہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ ایک قول ہے کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے ان ہی کا نام تبدیل کر کے عمر رکھ دیا تھا جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ نیز اس قول میں جو شبہ ہے وہ بھی ذکر ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کے قتل کی افواہ اور مسلمانوں میں ہراس...... جنگ کے بعد لوگ جعال پر چڑھ دوڑے تھے تاکہ اسے قتل کر دیں۔ اس وقت جعال نے اپنی برات کی کہ میں نے یہ اعلان نہیں کیا تھا ان کی سچائی کی گواہی خوات ابن جبیر اور ابو بردہ نے دی کہ جب کسی شخص نے پکار کر یہ اعلان کیا اس وقت جعال ہمارے پاس

اور ہمارے برابر ہی میں موجود تھے۔

ایک قول ہے کہ یہ اعلان کرنے والا ازب العقبہ یعنی بالشتیا تھا جس نے تین مرتبہ پکار کر یہ اعلان کیا۔ کیونکہ جب آنحضرت ﷺ کو شیطان کے اس اعلان کے متعلق معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ازب عقبہ ہے۔ یہ ازب الف کے زیر اور زَبر جزم کے ساتھ ہے جس کے معنی بالشتیا کے ہیں جیسا کہ پیچھے گزرا۔

ایک قول ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے ایک دفعہ اپنی رحل پر ایک آدمی کو کھڑے دیکھا جس کا قد دو بالشت کا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے اس سے پوچھا کہ تو کیا چیز ہے۔ اس نے کہا ازب ہوں! انہوں نے کہا ازب کیا ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ جنات کے آدمی کو کہتے ہیں۔ حضرت ابن زبیرؓ نے اپنے درے کی موٹھ اس کے سر پر ماری جس سے وہ بھاگ گیا۔

غرض اس بارے میں کئی قول ہیں کہ یہ اعلان کس نے کیا تھا۔ ممکن ہے تینوں ہی نے کیا ہو یعنی ابن قُمئہ ابلیس اور ازب عقبہ میں سے ہر ایک نے اعلان کیا ہو۔ اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو شکست چند گھڑی پہلے مشرکوں کو ہوئی تھی وہ مسلمانوں پر لوٹ آئی۔ اسی وقت کسی نے پکار کر کہا۔

"اللہ کے بندو! دوسری طرف سے ہوشیار رہو!"

افراتفری میں باہم دست و گریبان...... مسلمان دوسری طرف متوجہ ہوئے اور بدحواسی میں آپس ہی میں ایک دوسرے پر تلواریں چلانے لگے۔ ان میں سے کچھ لوگ مدینے کی طرف پسپا ہوئے مگر شہر میں داخل نہیں ہوئے۔ ادھر جب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ افواہ مشہور ہوئی تو (مسلمانوں نے اس پر اس لئے یقین کیا کہ انہیں ایک دوسرے کا ہوش تھا نہ خبر۔ سب اس طرح تتر بتر ہو گئے تھے کہ کسی کو کسی کا حال معلوم نہیں تھا۔ لہٰذا اس خبر سے مسلمانوں میں اور بدحواسی پھیل گئی یہاں تک کہ مایوسی کے عالم میں) بعض لوگوں نے کہا۔

"اب جبکہ آنحضرت ﷺ قتل ہو چکے ہیں تو تم اپنی قوم کے پاس لوٹ چلو وہ تمہیں امان دیں گے۔"

اس پر کچھ دوسرے لوگوں نے کہا۔

"اگر رسول اللہ ﷺ قتل ہو گئے ہیں تو کیا تم اپنے نبی کے دین اور اس پیغام کے لئے جو تمہارے نبی کا ہے نہیں لڑو گے۔ یہاں تک کہ تم شہید کی حیثیت سے اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو۔"

کتاب امتاع میں ہے کہ حضرت ثابت ابن وحداح نے انصاریوں سے کہا۔

"اے گروہ انصار! اگر محمد ﷺ قتل ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اسے موت نہیں آسکتی۔ اپنے دین کے لئے لڑو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح و کامرانی عطا فرمانے والا ہے!"

یہ سن کر انصاری مسلمانوں کا ایک گروہ اٹھا اور انہوں نے حضرت ثابتؓ کے ساتھ مل کر مشرکوں کے اس دستے پر حملہ کر دیا جس میں خالد ابن ولید عکرمہ ابن ابوجہل عمرو ابن عاص اور ضرار ابن خطاب تھے مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت کو حملہ کرتے دیکھ کر خالد ابن ولید نے ان پر ایک سخت جوابی حملہ کیا اور ثابت ابن وحداح اور ان کے ساتھی انصاریوں کو قتل کر دیا۔

جو لوگ میدان جنگ سے مدینے کی طرف پسپا ہوئے تھے ان میں حضرت عثمان ابن عفان ولید ابن عقبہ۔ خارجہ ابن زید اور رفاعہ ابن معلی بھی تھے۔ یہ تین دن تک وہیں رہے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔

Presented by Ziaraat.Com

"تم اگر چہ چلے گئے تھے مگر اس کو در گزر کر دیا گیا ہے!"

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ

الآیہ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۶ آیت ۱۵۵

ترجمہ: یقیناً تم میں جن لوگوں نے پشت پھیر دی تھی جس روز کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہوئی کہ ان کو شیطان نے لغزش دیدی ان کے بعض اعمال کے سبب سے اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا۔ واقعی اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑے حلم والے ہیں۔

بعض مسلمانوں کی مایوسی...... (قال) بعض لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں افواہ کے اور جنگ کا پانسہ پلٹنے کے بعد کہا۔

"کاش ہمارا کوئی ایلچی عبداللہ ابن ابی (سردار منافقین) کے پاس پہنچ سکتا جو ابوسفیان سے ہمارے لئے امان حاصل کر لیتا۔ لوگو محمد ﷺ قتل ہو چکے ہیں اس لئے اپنی قوم کے پاس لوٹ چلو اس سے پہلے کہ وہ لوگ خود تمہارے سروں پر پہنچ کر تمہیں قتل کرنا شروع کر دیں۔"

کچھ صحابہ پسپا ہو کر مدینہ میں...... ادھر مسلمانوں کی ایک جماعت پسپا ہو کر مدینے میں داخل ہو گئی راستے میں انکو ام ایمن ملیں۔ وہ ان بھاگ کر آنے والوں کے منہ پر خاک ڈالنے لگیں اور ان میں سے کسی سے کہنے لگیں۔

"لو یہ تکلہ اور بیٹھ کر اون کاتو۔ اور تلوار مجھے دو!"

اس طرح گویا پسپا ہونے والوں کی دو جماعتیں تھیں ایک تو وہ جو مدینے کی طرف پسپا ہوئی مگر مدینے میں داخل نہیں ہوئی اور دوسری وہ جو مدینے میں داخل ہو گئی۔ ادھر گزشتہ روایت سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ ام ایمن تو مسلم لشکر کے ساتھ تھیں جہاں وہ زخمیوں کو پانی پلانے کی خدمات انجام دے رہی تھیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حباب ابن عرفہ نے جنگ کے دوران تیر چلایا۔ وہ تیر حضرت ام ایمن کے لگا جو وہاں زخمیوں کو پانی پلارہی تھیں۔ ام ایمن تیر کھا کر گر پڑیں اور ان کا بدن کھل گیا۔ یہ دیکھ کر وہ شخص قہقہے لگانے لگا۔ آنحضرت ﷺ کو اس بات سے تکلیف اور گرانی پیش آئی۔ آپ نے فوراً ایک تیر حضرت سعدؓ کو دیا کہ اس شخص پر تیر چلائیں۔ انہوں نے فوراً تیر چلایا جو حباب ابن عرفہ کی گردن میں لگا۔ وہ خدا کا دشمن کمر کے بل زمین پر گرا اور اس کی شرم گاہ کھل گئی۔ آنحضرت ﷺ اس پر ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک بھی نظر آنے لگے کیونکہ عام طور پر رسول اللہ ﷺ اس طرح نہیں ہنستے تھے بلکہ ہنسی کی بات پر صرف مسکرادیا کرتے تھے) پھر آپ نے فرمایا۔

"سعد نے ان کا یعنی ام ایمن کا بدلہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی یعنی سعد کی دعائیں قبول فرمائے۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ "اے اللہ! جب سعد تجھ سے کوئی دعا مانگے تو اسکی دعائیں قبول فرما۔"

آنحضرت ﷺ کی اس دعا کی برکت سے حضرت سعدؓ مستجاب الدعوات ہو گئے تھے یعنی جو دعا بھی مانگتے تھے وہ قبول ہوتی تھی۔

اب گویا ام ایمن کے متعلق دو روایتیں ہو گئیں۔ ایک کے مطابق وہ مدینے میں تھیں اور دوسری کے مطابق میدان احد میں زخمیوں کو پانی پلانے کی خدمت انجام دے رہی تھیں۔ مگر ان دونوں روایتوں میں کوئی شبہ

Presented by Ziaraat.Com

نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ اس وقت تک ام ایمن احد سے واپس مدینے آچکی ہوں۔

منافقوں کی دریدہ دہنی اور مسلمانوں کی سر اسیمگی...... سردار منافقین عبداللہ ابن ابی کے لشکر سے غداری کر جانے کے بعد بھی کچھ منافقین لشکر کے ساتھ رہ گئے تھے جو ابن ابی کے ساتھ نہیں گئے تھے انہوں نے جب آنحضرت ﷺ کے قتل کے بارے میں یہ افواہ سنی تو کہا۔

"جو کچھ وہ دعویٰ کرتے تھے اگر اس میں اصلیت ہوتی تو ہم یہاں آج اس طرح ہلاک نہ ہوتے!

بعض منافقوں نے یوں کہا۔

"اگر وہ نبی ہوتے تو قتل نہ ہوتے۔ لوگوں اپنے پچھلے دین پر واپس آجاؤ!"

کتاب نہر میں ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا۔

"ہم ہاتھ پھیلا کر ان لوگوں یعنی کفار قریش سے مل جائیں گے کیونکہ وہ لوگ بہر حال ہماری قوم کے اور ہمارے خاندان ہی کے ہیں!"

مضطرب دلوں کو نیند کے ذریعہ تسکین...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات کہنے والے لوگ انصاری مسلمان نہیں تھے بلکہ مہاجرین میں سے تھے۔

(قال) حضرت زبیر ابن عوامؓ ایک روایت میں کہتے ہیں کہ جب جنگ کا پانسہ پلٹا اور ہم سخت بد حواس اور خوفزدہ تھے تو میں نے اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے قریب پایا۔ اسی وقت ہم لوگوں پر نیند کا خمار پیدا کر دیا گیا (جو بے فکری کی علامت ہے اور ذہن سے خوف و پریشانی کو دور کر دیتا ہے) چنانچہ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو نیم بیداری کی حالت میں نہ ہو یہی وجہ ہے کہ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے معتب ابن قشیر کی آواز کہیں دور سے خواب میں سنائی دے رہی ہے جب وہ یہ کہہ رہا تھا کہ جو کچھ وہ دعویٰ کرتے ہیں اگر اس میں اصلیت ہوتی تو ہم یہاں آج اس طرح ہلاک نہ ہوتے۔

معتب ابن قشیر کو ابن بشیر بھی کہا جاتا ہے اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو عقبہ کی بیعت میں شریک تھے۔ میں نے ان کے اس جملے کو یاد کر لیا۔ اس موقعہ کے متعلق حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَ طَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ الآیہ پ ۴ سورۂ آل عمران ع ۱۶ آیت ۱۵۴

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پر چین بھیجا یعنی اونگھ کہ تم میں سے ایک جماعت پر تو اس کا غلبہ ہو اور ایک جماعت وہ تھی کہ ان کو اپنی جان ہی کی فکر پڑی ہوئی تھی۔ وہ لوگ اللہ کے ساتھ خلاف واقع خیالات کر رہے تھے جو کہ محض حماقت کا خیال تھا۔

حضرت کعب ابن عمرو انصاریؓ سے روایت ہے کہ غزوہ احد کے دن ایک موقعہ پر میں اپنی قوم کے چودہ آدمیوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے برابر میں تھا۔ اس وقت ہم پر ایک بے فکری کی سی نیند کا خمار طاری تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے خاص طور سے ایسے موقعہ پر اسی شخص کو نیند کا خمار محسوس ہو سکتا ہے جو ماحول سے بے پرواہ اور بے فکر ہو۔ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کے سینے سے دھونکنی کی طرح خراٹوں کی آواز نہ نکل رہی ہو اور اونگھ میں ان کے سر اپنے ہتھیاروں سے نہ ٹکرا رہے ہوں۔ میں نے دیکھا کہ بشر ابن براء ابن معرور کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر گئی اور انہیں اتنی سخت اونگھ اور خمار تھا کہ تلوار کے گرنے کا احساس بھی نہیں ہوا حالانکہ مشرکین

Presented by Ziaraat.Com

ہم پر چڑھے آرہے تھے۔

پیچھے غزوہ بدر کے بیان میں گزرا ہے کہ اس موقعہ پر مسلمانوں پر نیند کا خمار جنگ کی رات میں ہوا تھا عین جنگ کے دوران نہیں ہوا تھا۔ اس کی وجہ اور سبب بھی وہیں بیان ہوا ہے۔ یہ بھی وہیں بیان ہوا ہے کہ میدان جنگ میں پیدا ہونے والا نیند کا خمار ایمان کی علامت ہے اور نماز میں خمار کا اثر شیطانی چیز ہے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

دشمن کے نرغہ میں نبی اکرم ﷺ کی ثابت قدمی

ادھر جب لڑائی کا پانسہ پلٹنے کے بعد صحابہ بدحواسی میں منتشر اور تتر بتر ہوگئے تو آنحضرت ﷺ اس افراد تفری میں اور اپنے چاروں طرف دشمنوں کے جمگھٹے کے باوجود اپنی جگہ ثابت قدم اور جمے رہے۔ صحابہ کو گھبراہٹ میں ادھر ادھر بھاگتے دیکھ کر ان کو پکارتے ہوئے فرماتے جاتے تھے۔

"اے فلاں میری طرف آؤ۔ اے فلاں میری طرف آؤ۔ میں خدا کا رسول ہوں۔!"

مگر اس بدحواسی میں کوئی آپ کی طرف نہیں پلٹتا تھا۔ ہر طرف سے آپ پر تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی مگر اللہ تعالیٰ ان کا رخ آپ کی طرف سے پھیر دیتا تھا۔ کتاب امتاع میں آپ کے الفاظ یوں ہیں۔

"میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ میں عواتک یعنی عاتکاؤں کا بیٹا ہوں۔!"

یہ بات قابل غور ہے کیونکہ عام طور پر روایات اور سیرت کی کتابوں میں یہ ہے کہ یہ کلمات آپ نے غزوہ حنین میں فرمائے تھے مگر اس میں بھی کوئی اشکال کی بات نہیں ہے کہ یہی کلمے آپ نے احد میں بھی فرمائے ہوں اور حنین میں بھی۔

<u>شمع نبوت کے پروانے</u>...... اس نازک موقعہ پر صحابہ کی ایک جماعت آنحضرت ﷺ کے گرد جمی رہی جو آنحضرت ﷺ پر مشرکوں کے مسلسل حملوں کو روک روک کر آپ پر پروانوں کی طرح نثار ہو رہے تھے اور جانیں دے رہے تھے۔ ان میں ابوطلحہ بھی تھے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے جمے ہوئے تھے اور دشمن کے وار اپنی ڈھال پر روک رہے تھے۔ یہ بڑے بہترین تیر انداز اور سچے نشانہ باز تھے انہوں نے اپنا ترکش رسول اللہ ﷺ کے سامنے بکھیر دیا اور کہہ رہے تھے۔

"میری جان آپکی زندگی کے لئے فدا ہو جائے اور میرا چہرہ آپ کے چہرے کے لئے ڈھال بن جائے!"

ابوطلحہ یہ کہتے اور مسلسل تیر چلاتے جاتے تھے۔ وہاں کوئی مسلمانوں تیروں سے بھرا ترکش لئے گزرتا تو آنحضرت ﷺ اس سے فرماتے۔

"اس کو ابوطلحہ کے سامنے الٹ دو۔!"

اس روز دویا تین کمانیں مسلسل تیر اندازی کی وجہ سے ٹوٹ گئیں۔ آنحضرت ﷺ دشمن کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو جاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ جس طرف سے تیر آ رہے تھے آپ اس طرف رخ کر کے دشمن کو دیکھنے لگے تو ابوطلحہ گھبرا کر کہتے۔

"اے اللہ کے نبی! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں دشمن کی طرف مت دیکھئے کہ ان کا کوئی تیر آکر خدانخواستہ آپ کے لگ جائے۔ آپ کے لئے میری گردن کٹ جائے۔!"

یعنی آنحضرت ﷺ اوپر کو کھڑے ہو کر دشمن کی طرف دیکھنے لگتے تھے تو ابوطلحہ آپ سے یہ کہتے اور

Presented by Ziaraat.Com

پھر گھبراہٹ میں اچک کر آپ کے سینہ مبارک کے سامنے آجاتے تاکہ کوئی تیر آپ کے نہ لگ جائے (یعنی پنجوں کے بل ابھر کر آپ کے سینے کے برابر ہو جاتے تھے تاکہ آنے والے تیروں کو اپنے سینے یا ڈھال پر روک سکیں)۔

اسی سے یہ مسئلہ نکالا جاتا ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی زندگی کو اپنی زندگی پر ترجیح دے۔ (قال) اور یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ جاں نثاری آنحضرت ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے لئے واجب نہیں ہے۔

یہاں حضرت ابو طلحہؓ کا جو یہ جملہ گزرا ہے کہ میری گردن آپ کے لئے کٹ جائے۔ اس کو ابن منیر نے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے ہر مسلمان پر جاں نثاری واجب ہے اسی لئے حضرت سعدؓ نے غزوہ احد میں کہا تھا کہ میری گردن آپ کے لئے کٹ جائے!

(یعنی ابن منیر نے یہ جملہ ابو طلحہ کے بجائے حضرت سعدؓ سے منسوب کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی تیر افگنی ..... اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ مسلسل اپنی کمان سے تیر اندازی فرماتے رہے جس کا نام کتوم تھا کیونکہ اس سے تیر اندازی کے وقت کوئی آواز نہیں پیدا ہوتی تھی۔ آخر مسلسل تیر اندازی کی وجہ سے اس کمان کا ایک حصہ ٹوٹ گیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ۔

یہاں تک کہ آپ کی اس کمان کا ایک سرا ٹوٹ گیا جس میں تانت باندھی جاتی ہے۔ غرض مسلسل تیر چلانے سے وہ کمان ٹوٹ گئی اور آپ کے ہاتھ میں کمان کی بالشت بھر ڈوری باقی رہ گئی۔ حضرت عکاشہ ابن محسن نے کمان کی ڈور باندھنے کے لئے وہ آپ سے لی مگر وہ ڈور چھوٹی پڑ گئی اور انہوں نے آپ سے عرض کیا۔

یا رسول اللہ! یہ ڈور چھوٹی پڑ گئی ہے۔!

آپ نے فرمایا۔

"اسے کھینچو پوری ہو جائے گی۔!"

عکاشہ کہتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آنحضرت ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے وہ ذرا سی ڈور کھینچی تو وہ کھنچ کر اتنی لمبی ہو گئی کہ میں نے اسے کمان کے سرے پر دو تین بل بھی دیئے اور اطمینان سے اس کو باندھ دیا۔

ادھر رسول اللہ ﷺ دشمن پر مسلسل پتھر پھینک رہے تھے اس وقت آپ سب سے زیادہ دشمن کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔

مگر امام ابو العباس ابن تیمیہ نے اس بات سے انکار کیا ہے آنحضرت ﷺ نے اپنی کمان سے اتنے تیر چلائے کہ وہ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اس کی دلیل میں وہ یہ بات کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ تیر چلائیں تو یہ ممکن نہیں ہے کہ تیر نشانے پر نہ لگے اور اگر آپ کے پھینکے ہوئے تیر نے کسی کو زخمی کیا ہوتا تو روایات میں یقیناً اس کا ذکر ہوتا کیونکہ ایسی بات کا نقل ہونا ضروری تھا۔

آنحضرت ﷺ کے لئے ابن ابی وقاصؓ کی جاں سپاری ...... ادھر آنحضرت ﷺ کے پاس موجودہ صحابہ کی ایک جماعت نے زبردست جنگ کی جن میں حضرت سعد ابن ابی وقاص بھی تھے۔ یہ بھی ان ہی تیر اندازوں میں سے تھے جنھوں نے آپ کی کمان سے تیر اندازی کی تھی۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ

Presented by Ziaraat.Com

اس وقت رسول اللہ ﷺ تیر اٹھا اٹھا کر مجھے دے رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔

تیر اندازی کرتے رہو تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔!"

یہاں تک کہ آپ نے مجھے ایسا تیر دیا جس پر پھل نہیں تھا۔ آپ ایسا تیر دے کر فرماتے کہ یہی چلاؤ۔

پیچھے بیان ہوا ہے کہ انہوں نے ایسا ہی بلا پھل کا ایک تیر اس شخص پر بھی چلایا تھا جس نے ام ایمن کے تیر مارا تھا (یعنی ایسا بے پھل کا تیر آدمی کو زخمی نہیں کرتا۔)

ایک روایت میں حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے اپنے آگے بٹھا لیا میں تیر چلاتا اور یہ کہتا جاتا تھا۔

"اے اللہ! یہ تیرا تیر ہے تو اس کو اپنے دشمن کے جسم میں پیوست کر دے۔!"

ساتھ ہی آنحضرت ﷺ یہ فرماتے جاتے تھے۔

"اے اللہ! سعد کی دعا قبول فرما۔ اے اللہ! اس کی تیر اندازی کو درست فرما اور اس کی دعا کو قبولیت عطا فرما۔!"

سعد ابن ابی وقاصؓ مستجاب الدعوات تھے...... یہاں تک کہ جب میرا ترکش تیروں سے خالی ہو گیا تو آپ نے اپنا ترکش میرے سامنے الٹ دیا چنانچہ جیسا کہ بیان ہوا حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ مستجاب الدعوات تھے یعنی وہ جو دعا بھی مانگتے تھے حق تعالیٰ اس کو قبولیت عطا فرماتے تھے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت کے زمانے میں حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کوفہ کے امیر تھے ایک دفعہ کوفہ والوں نے فاروق اعظمؓ کے پاس ان کی چغل خوری کی اور ان کے خلاف جھوٹی سچی شکایتیں پہنچائیں امیر المومنین نے تحقیقات کے ایک جماعت کوفے کو روانہ کی۔ اس جماعت کے لوگوں نے کوفہ پہنچ کر جس کسی شخص سے بھی حضرت سعدؓ کے بارے میں اس کی رائے پوچھی اس نے ان کی تعریفیں کیں اور ان کے حق میں کلمہ خیر کہا صرف ایک شخص ایسا ملا جس نے حضرت سعدؓ کی مخالفت میں رائے دی۔ اس شخص کا نام ابو سعدہ تھا۔ جب اس سے حضرت سعد کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے ان کی برائیاں کیں اور کہا کہ وہ نہ تو مال سب لوگوں میں برابر تقسیم کرتے ہیں اور نہ مقدمات کو انصاف کے ساتھ فیصل کرتے ہیں۔ حضرت سعد کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے ابو سعدہ کے لئے بد دعا کی اور کہا۔

"اے اللہ! اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کو لمبی عمر دے، اس کو ہمیشہ فقر و فاقہ میں مبتلا رکھ، اس کو اندھا فرما دے اور اسے فتنوں میں مبتلا فرما دے۔!"

ان کی دعا قبول ہوئی اور ابو سعدہ اندھا ہو گیا، تنگدستی اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہوا، اس کی عمر بہت زیادہ ہوئی اور وہ کوفہ کے گلی کوچوں میں ٹھوکریں کھاتا ہوا پھرتا تھا۔ جب اس سے کوئی پوچھتا کہ ابو سعدہ کیا حال ہے تو وہ جواب دیتا۔

"مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا ایک بوڑھا آدمی ہوں۔ مجھے سعد کی بد دعا کھا گئی۔!"

ایک دفعہ حضرت سعد سے پوچھا گیا کہ دوسرے صحابہ کے مقابلے میں آپ کی دعائیں کیوں فوراً قبول ہو جاتی ہیں۔ انہوں نے کہا۔

"میں زندگی بھر کوئی لقمہ یہ جانے بغیر اپنے منہ تک نہیں لے گیا کہ یہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں سے نکلا ہے۔!"

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ آیت

Presented by Ziaraat.Com

تلاوت کی۔ آیت ۱۶۸

یَا اَیُّهَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ الآیہ ۲ سورہ بقرہ ع ۲۱

اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں سے شرعی حلال پاک چیزوں کو کھاؤ برتو اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو فی الواقع وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

یہ سنتے ہی حضرت سعد ابن ابی وقاص کھڑے ہو گئے اور بولے۔

"یارسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات فرمادے!"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ بندہ جب بھی کوئی حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔"

ایک حدیث میں آتا ہے۔

"جس کا کھانا حرام ہو، جس کا پینا حرام ہو اور جس کا لباس حرام ہو اس کی دعائیں کیسے قبول ہو سکتی ہیں!"

حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ نے اپنے حرام کمائی سے بچنے کے متعلق جو بات کہی ہے اس کی دلیل میں مصنف نے یہ دلیل دی ہے جو قابل غور ہے کیونکہ یہ بات کسی طرح بھی اس دعوی کی دلیل نہیں بن سکتی جو حضرت سعدؓ نے کہا ہے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنے مستجاب الدعوات ہونے کی دعا کرانے سے حضرت سعدؓ کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں سے فرمادے جو حلال و پاک مال کھاتے ہیں اور کھانے کے وقت حرام اور حلال میں تمیز کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں مستجاب الدعوات ہو جاؤں۔

حرام لقمے کے بارے میں جو حدیث گزری ہے اس میں صرف کھانے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ غالباً یہاں کھانے کے ساتھ پینے کی چیزیں بھی مراد ہیں۔ اور لباس کے سلسلے میں اس حدیث میں جو سکوت ہے وہ اس لئے ہے کہ کھانے اور پینے کے مقابلے میں حرام لباس نادر اور خال خال پیش آنے والی بات ہے۔

حضرت سعدؓ کی اس درخواست کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے جو قسم کھائی ہے وہ گویا اسی بات کو ثابت کرتی ہے جو حضرت سعدؓ سمجھے ہیں کہ جو شخص حرام کی کمائی کھائے گا وہ مستجاب الدعوات نہیں ہو سکتا۔ بہر حال یہ بات قابل غور ہے۔

اس سلسلے میں حقیقت یہ ہے کہ حضرت سعد کے مستجاب الدعوات ہونے کا سبب آنحضرت ﷺ کی وہ دعا ہے جو آپ نے ان کے لئے اس مقصد سے کی تھی مگر جب کسی نے ان سے وہ سوال کیا جو پیچھے گزرا کہ دوسرے صحابہ کے مقابلہ میں آپ کی دعائیں کیوں قبول ہوتی ہیں تو انہوں نے جواب میں اس کا یہ سبب نہیں بتلایا بلکہ دوسری بات بتلائی (جو خود حدیث سے ثابت ہے) اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان کے مستجاب الدعوات ہونے کے لئے آنحضرت ﷺ کی دعا اس واقعہ کے بعد کی ہو مگر یہ سب تفصیل قابل غور ہے۔

سعد کیلئے آنحضرت ﷺ کے محبت آمیز کلمات...... کتاب شرف میں ہے کہ احد کے دن حضرت سعد ابن ابی وقاص نے ایک ہزار تیر چلائے اور ہر تیر پر آنحضرت ﷺ نے ان سے یہ جملہ فرمایا کہ۔ تیر اندازی کرو تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ لہٰذا اس طرح آپ نے ان پر فدائیت کا ایک ہزار مرتبہ اعلان فرمایا۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ جملہ کہ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں

Presented by Ziaraat.Com

سوائے حضرت سعدؓ کے اور کسی کے لئے استعمال کرتے ہوئے نہیں سنا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سوائے حضرت سعدؓ کے کبھی کسی کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع نہیں کیا۔

کتاب نور میں ہے کہ پہلی روایت درست ہے کیونکہ اس میں حضرت علیؓ نے کہا ہے کہ میں نے کسی اور کے لئے یہ جملہ نہیں سنا۔ چنانچہ اس سے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی اس روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے باپ یعنی حضرت زبیرؓ کے لئے اپنے ماں اور باپ دونوں کی فدائیت کو جمع کیا اور حضرت سعدؓ کی طرح ان سے بھی فرمایا کہ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ یہ واقعہ غزوہ خندق کا ہے جب آپ نے حضرت زبیر کے لئے یہ جملہ استعمال فرمایا۔ حضرت زبیرؓ آپ کے پاس بنی قریظہ کے یہودیوں کے متعلق خبر لے کر آئے تھے۔ اسی طرح دوسری روایت کا بھی حال ہے کیونکہ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ کسی اور کے لئے یہ جملہ میں نے نہیں سنا (یعنی دونوں میں صرف اپنے نہ سننے کا ذکر ہے) لہٰذا اگر کسی دوسرے کے لئے بھی آپ کے یہ جملہ استعمال کرنے کی روایت ہے تو وہ اس کے ظاہری الفاظ کے لحاظ سے غلط نہیں ہوگی۔

حضرت سعدؓ پر آنحضرت ﷺ کا فخر..... مگر کتاب نور میں ہے کہ حضرت علیؓ کا اصل مقصد اس روایت میں یہ ہے کہ آپ نے اس طرح ایک ہزار مرتبہ کسی اور کے لئے اپنے ماں باپ کی فدائیت کا اظہار نہیں فرمایا۔ یا یہ کہ خاص غزوہ احد میں کسی اور کے لئے یہ جملہ نہیں فرمایا۔

آنحضرت ﷺ حضرت سعدؓ پر فخر کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔

"یہ سعد میرے ماموں ہیں کوئی مجھے اپنا ایسا ماموں تو دکھائے۔!"

حضرت سعدؓ کو آپ نے اپنا ماموں اس لئے فرمایا کہ وہ بنی زہرہ کے خاندان سے تھے اور اسی خاندان سے آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بھی تھیں جیسا کہ اس کی تفصیلات ابتدائی قسطوں میں گزر چکی ہیں۔

اگر حضرت سعدؓ سے کچھ دیر آنحضرت ﷺ کی ملاقات نہ ہوتی تو آپ (بے چین ہو جاتے اور) فرماتے۔

"کیا بات ہے صبیح ملیح و فصیح نظر نہیں آرہے ہیں۔!"

گویا آنحضرت ﷺ نے ان کو ان خطابات سے نوازا تھا۔ صبیح کے معنی ہیں خوبصورت، ملیح کے معنی بھی خوبصورت کے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ صبیح کے معنی ہیں حسن شیریں اور ملیح کے معنی ہیں حسن نمکین۔ اور فصیح کے معنی عمدہ کلام کرنے والا اور ادیب شخص کے ہیں۔

جب حضرت سعدؓ کی بینائی جاتی رہی تو کسی نے ان سے کہا۔

"آپ دعا کیوں نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بینائی لوٹا دے۔!"

حضرت سعدؓ نے جواب دیا۔

"اپنی بینائی کے مقابلے میں مجھے حق تعالیٰ کا فیصلہ اور تقدیر زیادہ عزیز ہے۔!"

جب حضرت سعد ابن ابی وقاص کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے ایک پرانا اونی جبہ منگایا اور فرمایا۔

"مجھے اس میں کفن دینا کیونکہ یہی جبہ پہن کر میں نے غزوہ بدر کے دن مشرکوں کے ساتھ جنگ کی تھی اور میں نے اس جبہ کو اسی مقصد کے لئے احتیاط سے رکھا ہوا تھا۔"

Presented by Ziaraat.Com

غرض اسی طرح جو دوسرے آدمی تیر اندازی میں مشہور تھے وہ حضرت سہیل ابن حنیف تھے اور غزوہ احد میں اس نازک موقعہ پر جو لوگ آنحضرت ﷺ کے قریب جمے رہے ان میں یہ بھی شامل تھے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ انہوں نے اس دن آنحضرت ﷺ کے ساتھ موت کی بیعت کی تھی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے گرد دشمن کے انتہائی دباؤ کے وقت بھی یہ ثابت قدمی کے ساتھ آپ کی حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ پر سے دباؤ کم ہو گیا اور دشمن پیچھے ہٹ گیا۔ یہ اس سخت وقت میں آپ کے بچاؤ کے لئے دشمن پر تیر برسا رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ اس وقت دوسرے لوگوں سے فرماتے جاتے تھے کہ سہیل کو تیر دیتے رہو۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ماموں اسود ابن وہب ابن عبد مناف ابن زہرہ نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ میرے ماموں اندر آجائیے وہ اندر داخل ہوئے تو آپ نے ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھادی اور فرمایا۔

"اس کے اوپر بیٹھئے کیونکہ ماموں کا رتبہ باپ کے برابر ہوتا ہے۔ ماموں جان جس کے ساتھ کوئی احسان کیا جائے اور وہ اس کا شکریہ ادا نہ کرے تو کم از کم اس کو اس احسان کا تذکرہ ہی کر لینا چاہئے کیونکہ جس نے کسی کے احسان کا تذکرہ ہی کر لیا تو گویا شکریہ ادا کیا ہے۔!"

پھر آپ نے فرمایا۔

"کیا میں آپ کو ایک بات نہ بتلادوں۔ جس کے ذریعہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کو فائدہ پہنچائے۔!"

انہوں نے کہا ضرور بتلائیے۔ آپ نے فرمایا۔

"سب سے بدترین ظلم یہ ہے کہ کوئی شخص بلاوجہ اپنے بھائی کی عزت کے درپے ہو۔!"

ایک بہادر خاتون کی نبی کے لئے جاں فروشی...... حضرت ام عمارہ مازنیہ سے روایت ہے۔ ان کا نام نسیبہ تھا یعنی مشہور قول کے مطابق ان پر پیش اور ن پر زیر کے ساتھ۔ یہ حضرت زید ابن عاصم کی بیوی تھیں۔ ان سے روایت ہے کہ غزوہ احد کے موقعہ پر میں یہ دیکھنے کے لئے روانہ ہوئی کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ میرے پاس پانی سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ بھی تھا جو میں نے زخمیوں کو پلانے کے لئے ساتھ لے لیا تھا۔ یہاں تک کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ گئی اس وقت آپ صحابہ کے درمیان میں تھے اور اس وقت مسلمانوں کا پلہ بھاری ہو رہا تھا۔ پھر اچانک مسلمانوں کو شکست ہو گئی (اور صحابہ افراتفری میں ادھر ادھر ہو گئے۔ ادھر مشرکوں نے چاروں طرف سے آنحضرت ﷺ پر یلغار کر دی) میں جلدی سے آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچی اور کھڑی ہو کر جنگ کرنے لگی۔ میں تلوار کے ذریعہ انہوں کو آپ کے قریب آنے سے روک رہی تھی۔ ساتھ ہی میں کمان سے تیر بھی چلا رہی تھی یہاں تک کہ اسی میں خود میں بھی زخمی ہو گئی۔

ان کے مونڈھے پر ایک بہت گہرا زخم لگا تھا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ تمہیں کس نے زخمی کیا تو انہوں نے کہا۔

"ابن قمیہ نے۔ جب اچانک مسلمان آنحضرت ﷺ کے پاس سے تتر بتر ہو گئے تو وہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ مجھے محمد کی نشاندہی کر دو کیونکہ اگر آج وہ بچ گئے تو سمجھو میں نہیں بچا۔ یعنی یا تو آج وہ رہیں گے یا میں رہوں گا۔ وہ جب قریب آیا تو میں نے اور مصعب ابن عمیر نے اس کا راستہ روکا اس وقت اس نے مجھ پر حملہ کر کے یہ زخم لگایا میں نے اس کے کئی ہاتھ مارے مگر وہ خدا کا دشمن دو زرہیں پہنے ہوئے تھا (اس لئے اس کے زخم نہیں آیا)

Presented by Ziaraat.Com

ایک قابل فخر گھرانہ..... بعض علماء نے لکھا ہے کہ غزوہ احد کے موقعہ پر نسیبہ، ان کے شوہر حضرت زید ابن عاصم اور ان کے دونوں بیٹے خبیب اور عبداللہؓ سب کے سب جنگ کیلئے گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سب کو لشکر بستہ دیکھ کر فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ تم گھر والوں پر رحمتیں نازل فرمائے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گھرانے میں برکت عطا فرمائے!"

جنت میں آنحضرت ﷺ کے ساتھی..... اس پر حضرت ام عمارہ یعنی نسیبہ نے آپ سے عرض کیا۔

"ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ ہم جنت میں آپ کے ساتھ ہوں۔!"

آپ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے اللہ! ان کو جنت میں میرا رفیق اور ساتھی بنا۔"

اسی وقت حضرت ام عمارہ نے کہا۔

"مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ دنیا میں مجھ پر کیا گزرتی ہے۔!"

آنحضرت ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ احد کے دن میں دائیں یا بائیں جدھر بھی دیکھتا تھا ان کو دیکھتا تھا کہ میرے بچاؤ اور میری حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا کر دشمنوں سے لڑ رہی ہیں۔

نسیبہ کے بیٹے مسیلمہ کذاب کے قاتل..... غزوہ احد میں حضرت ام عمارہ کے بارہ زخم آئے جن میں نیزوں کے زخم بھی تھے اور تلواروں کے بھی تھے۔ ان ہی کے بیٹے حضرت عبداللہ اس جھوٹے نبی یعنی مسیلمہ کذاب لعنہ اللہ کے قاتل تھے۔

چنانچہ حضرت ام عمارہ سے روایت ہے کہ جنگ یمامہ کے موقعہ پر جنگ میں مسیلمہ کذاب کو قتل کرنا چاہتی تھی کہ میرا ہاتھ کٹ گیا۔ اس وقت میرے پاس بچاؤ اور حفاظت کا کوئی سامان نہیں تھا۔ اسی وقت میں نے اس خبیث کو کشتہ ہو کر گرتے دیکھا اور ساتھ ہی یہ دیکھا کہ وہیں میرا بیٹا عبداللہ کھڑا ہوا اپنی تلوار پونچھ رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے اس کو قتل کیا ہے۔ اس نے کہا ہاں! میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر ادا کیا۔

مسیلمہ کے قتل کا واقعہ..... یہ روایت اس مشہور روایت کے خلاف نہیں ہے جس کے مطابق مسیلمہ کذاب کے قاتل وحشی ہیں (جنہوں نے غزوہ احد میں حضرت حمزہؓ کو قتل کیا تھا اور بعد میں مسلمان ہو کر اس جھوٹے نبی کو قتل کیا)۔ چنانچہ خود حضرت وحشی سے روایت ہے کہ جب میں بنی ثقیف کے وفد میں آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔

"اے وحشی! جاؤ اللہ کی راہ میں نکل کر اسی طرح جہاد کرو جیسے تم اللہ کا راستہ روکنے کیلئے لڑا کرتے تھے!"

چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے زمانے میں جب مسلمان مسیلمہ کذاب سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوئے جو یمامہ کے علاقہ میں حکمرانی کر رہا تھا اور جبکہ عربوں میں مرتد ہونے یعنی اسلام سے پھرنے کا فتنہ عمل رہا تھا تو میں بھی مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ تھا۔ میں نے اپنا ہتھیار یعنی تیر کمان لیا اور جب میدان جنگ میں مسیلمہ کو دیکھا تو اس پر حملہ کرنے کے لئے نشانہ لیا۔ اسی وقت میں نے نشانہ لے کر تیر چلا دیا جو ٹھیک مسیلمہ کے جا کر لگا اسی وقت اس انصاری شخص نے مسیلمہ پر حملہ کر دیا اور تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ (یعنی

Presented by Ziaraat.Com

دونوں کا حملہ ایک ساتھ ہوا) لہذا اب آپ کا رب ہی جانتا ہے کہ ہم میں سے کس نے اس بدبخت کو قتل کیا۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ انصاری شخص عبداللہ ابن زید ابن عاصم تھے جیسا کہ بیان ہوا۔ ایک کمزور قول یہ بھی ہے کہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص تھا۔

بعض علماء نے یوں لکھا ہے کہ مسیلمہ کذاب لعنہ اللہ کے قتل میں حضرت ابودجانہ، عبداللہ ابن زید اور وحشی تینوں شریک تھے۔ ادھر تاریخ ابن کثیر یعنی البدایہ والنہایہ میں صرف حضرت ابودجانہ اور وحشی کا ہی نام ہے۔ مگر اس اختلاف سے کوئی فرق یوں نہیں پیدا ہوتا کہ ہر راوی نے صرف اس شخص کا ہی ذکر کیا جس کو اس نے حملہ کرتے دیکھا (جس نے تینوں کو حملہ کرتے دیکھا اس نے تینوں کا ذکر کیا اور جس نے دو کو دیکھا اس نے دو کا ہی ذکر کیا) کتاب تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ حضرت ابودجانہ کی روایت سے ان کی طرف جو یہ بات منسوب ہے کہ انہوں نے بھی اس کو کاٹا۔ اس روایت کی سند کمزور ہے اس لئے اس پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں۔

حضرت وحشی سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ کہا۔

"میں نے اپنے اس ہتھیار سے ایک بہترین انسان کو قتل کیا (یعنی حضرت حمزہؓ کو) اور ایک بدترین انسان کو قتل کیا (یعنی مسیلمہ کذاب کو)۔"

مسیلمہ جس وقت قتل ہوا اس وقت اس کی عمر ایک سو پچاس سال کی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ غزوہ احد میں حضرت ابودجانہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں آپ کی ڈھال بنے ہوئے تھے چنانچہ وہ آنحضرت ﷺ کے سامنے آپ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے آنحضرت ﷺ پر بے تحاشہ تیر اندازی ہو رہی تھی مگر جو تیر بھی آتا وہ حضرت ابودجانہ کی کمر پر لگتا وہ جھکے ہوئے کھڑے تھے اور تمام تیر اپنی کمر پر لے رہے تھے تاکہ آنحضرت ﷺ محفوظ رہیں یہاں تک کہ ان کی کمر میں بے شمار تیر پیوست ہو گئے۔

ایک مثالی موت...... اسی طرح حضرت زیاد ابن عمارہ بھی آنحضرت ﷺ کی حفاظت میں مردانہ وار اپنے اوپر زخم کھا رہے تھے یہاں تک کہ ان کو اتنے زخم لگے کہ آخر ان کی قوت جواب دے گئی (اور وہ گر پڑے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کو میرے قریب لاؤ۔ چنانچہ ان کی خوش قسمتی یہ ہے کہ ان کو آپ کے قریب لا کر زمین پر لٹایا گیا تو انہوں نے اپنا منہ اور رخسار رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر رکھ دیئے اور اسی حالت میں ان کا دم آخر ہو گیا کہ ان کے رخسار آنحضرت ﷺ کے مبارک قدموں پر رکھے ہوئے تھے۔

اللہ اللہ! یہ موت ہے جو حاصل زندگی ہے اور جس پر لاکھوں زندگیاں قربان ہیں۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں جنہوں نے مر کر موت کو زندگی سے سربلند کر دیا۔

ساقی کے پاؤں پر ہم غش کھا کے گر پڑے ہیں
اس بے خودی کے صدقے دل آج قبلہ رو ہے

حضرت مصعبؓ کی جاں نثاری...... اسی طرح حضرت مصعب ابن عمیر آنحضرت ﷺ کی مدافعت اور بچاؤ کرتے کرتے ابن قمئہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ ابن قمیہ حضرت مصعبؓ کو رسول اللہ ﷺ سمجھ رہا تھا (کیونکہ حضرت مصعبؓ میں آنحضرت ﷺ کی شباہت آتی تھی) چنانچہ اس نے حضرت مصعبؓ کو محمد مصطفے ﷺ سمجھ کر ہی قتل کیا اور پھر قریش کے پاس جا کر ان کو اطلاع دی کہ میں نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک قول یہ ہے کہ حضرت مصعب ابن عمیر کا قاتل ابی ابن خلف ہے کیونکہ وہ یہ کہتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"محمد کہاں ہیں۔ آج یا تو وہ رہیں گے یا میں رہوں گا۔!"

امیہ کی آنحضرت ﷺ پر حملہ کی کوشش..... مگر اس کا سامنا حضرت مصعبؓ سے ہوا اور اس نے ان کو قتل کر دیا۔ اسکے بعد وہ پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھا تو بہت سے مسلمان اس کا راستہ روکنے کیلئے آگے بڑھے مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ اسکو میری طرف آنے دو۔ چنانچہ آپ یہ کہتے ہوئے اس کی طرف بڑھے

"اے جھوٹے کہاں بھاگنا چاہتا ہے۔!"

امیہ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک سے زخمی..... پھر آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے ایک کے ہاتھ سے ایک ہتھیار لیا۔ یہ صحابی حرث ابن صمہ یا زبیر ابن عوام تھے جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے اس نیزہ کی نوک ابی کی گردن میں بہت ہی آہستہ سے چبھادی۔ آپ نے یہ نیزہ اتنے آہستہ سے چبھایا تھا کہ اس کے خون بھی نہیں نکلا۔ مگر اس ہلکی سی خراش کے لگتے ہی وہ چیختا ہوا وہاں سے بھاگا۔

"خدا کی قسم محمد نے مجھے مار ڈالا۔!"

اس پر مشرکوں نے اس کو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"خدا کی قسم تو تو بہت چھوٹے دل کا نکلا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ خدا کی قسم تیری عقل جاتی رہی ہے۔ تو اپنے پہلو میں تیر لئے پھرتا ہے اور تیر اندازی کرتا ہے پھر یہ کیا ہے۔ یہ تو کوئی ایسا زخم نہیں جس سے تو اتنا چلا رہا ہے۔ ایک معمولی سی خراش ہے جیسی خراش تیرے لگی ہے اگر ہم میں سے کسی آنکھ میں بھی لگتی تو وہ اف نہ کرتا۔"

ابی نے چلاتے اور درد و تکلیف سے بلبلاتے ہوئے کہا۔

اس زخم کی شدت و سوزش..... "لات و عزیٰ کی قسم مجھے اس وقت جتنی زبردست اور اذیتناک تکلیف ہو رہی ہے اگر وہ ذی المجاز کے میلے کے سارے آدمیوں پر بھی تقسیم کر دی جاتی تو وہ سب کے سب مر جاتے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ اگر یہ تکلیف سارے بنی ربیعہ اور بنی مضر کے ہوتی تو سارے ختم ہو جاتے۔"

ایک روایت میں ہے کہ۔ "روئے زمین کے سارے انسانوں کے بھی ہوتی وہ سب ختم ہو جاتے محمد ﷺ نے مکے میں ایک دفعہ مجھ سے کہا تھا کہ میں ہی تجھے قتل کروں گا۔ خدا کی قسم زخم تو بڑی چیز ہے گر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں اسی گھڑی ختم ہو جاتا (چونکہ آپ یہ فرما چکے ہیں اس لئے آپ کا معمولی سا حملہ بھی مجھے ختم کر دے گا)۔"

پیچھے جو ذی المجاز کا لفظ گزرا ہے یہ مکے کے ان مشہور میلوں اور بازاروں میں سے ایک تھا جو جاہلیت کے زمانے میں وہاں لگتے تھے اور جن کا تفصیلی بیان سیرت حلبیہ کے ابتدائی قسطوں میں گزر چکا ہے۔

ابی ابن خلف کے اس خوف کا سبب یہ تھا کہ یہ مکے میں رسول اللہ ﷺ سے کہا کرتا تھا۔

"اے محمد! میرے پاس ایک بہترین گھوڑا ہے جس کو میں روزانہ ایک فرق یعنی بارہ سیر چارہ کھلا کر موٹا کر رہا ہوں اور اس پر سوار ہو کر میں تمہیں قتل کروں گا۔"

Presented by Ziaraat.Com

فرق ایک عربی پیمانہ تھا جس میں آٹھ کلووزن کی چیز آسکتی تھی۔ ابی کی یہ بکواس اور لاف و گزاف سن کر آنحضرت ﷺ اس سے فرماتے تھے۔

"انشاء اللہ میں خود تجھے قتل کروں گا۔"

چنانچہ آپ کے اس فرمان کے مدتوں بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اس بات کو حقیقت کر دکھایا۔

حضرت سعید ابن مسیبؓ سے یوں روایت ہے کہ غزوہ بدر میں ابی ابن خلف گرفتار ہوا تھا جب اس نے اپنا فدیہ ادا کر کے رہائی پائی تب اس نے اپنے گھوڑے کے متعلق یہ بات کہی تھی۔ آنحضرت ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ "نہیں بلکہ میں انشاء اللہ اسے قتل کروں گا۔"

اقول۔ مولف کہتے ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں موافقت اس طرح ممکن ہے کہ ابی نے یہی بات دونوں موقعوں پر کہی ہو اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی دونوں مرتبہ یہی جواب دیا ہو۔ واللہ اعلم۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ابی بن خلف آنحضرت ﷺ کے سامنے پہنچا تو اگرچہ وہ زرہ بکتر اور خود پہنے ہوئے تھے جس سے اس کا سارا جسم ڈھکا ہوا تھا مگر اس کی گردن پر جو زرہ کا حصہ تھا اس میں آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ ایک جگہ سے کھلا ہوا ہے اور ہنسلی نظر آرہی ہے آپ نے اسی جگہ نیزہ سے کچوکہ لگایا جس سے اس کی ایک پسلی ٹوٹ گئی۔ چنانچہ یہی بات اس روایت کے مطابق بھی ہو۔ جس میں ہے کہ جب آپ نے اس کے یہ خراش لگائی تو وہ بار بار اپنے گھوڑے پر لوٹ پوٹ ہو کر گرا اور اس طرح ڈکرانے لگا جیسے ذبح ہوتا ہوا بیل ڈکرایا کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جب ابی کے مارنے کے لئے حرث ابن صمہ یا زبیر ابن عوام سے وہ ہتھیار یعنی نیزہ لیا تو آپ نے پہلے اس کو بڑے زور سے ہلایا اور اس کے بعد ابی کا سامنا کر کے اس کی گردن میں وہ خراش لگائی۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: یہاں گردن اور ہنسلی کے لفظ سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ہنسلی گردن کی جڑ میں ہوتی ہے (لہٰذا کسی نے گردن کے زخم کا ذکر کیا اور کسی نے گردن کے بجائے ہنسلی کا لفظ استعمال کیا۔ ساتھ ہی ان دونوں باتوں میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کچوکے سے اس کے صرف خراش آئی تھی حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر نیزہ کا پورا وار کیا تھا اور پھر وار کے لئے آنحضرت ﷺ کا ارادہ فرمانا ہی کافی تھا کہ آپ کا مقصد اس کو قتل کرنا تھا۔ کیونکہ ظاہر طور پر اگرچہ صرف ایک خراش تھی یعنی دیکھنے والے کو صرف اتنی ہی نظر آتی تھی مگر اندرونی طور پر اس کی شدت اور تکلیف کیا تھی اس کا اندازہ دیکھنے والا صحیح طور پر نہیں کر سکتا (بلکہ خود ابی کی بلبلاہٹ ہی اس کو کسی حد تک ظاہر کر سکتی ہے) پھر یہ کہ اس خراش میں جو شدید تکلیف رہی ہو گی اس کی دلیل ابی ابن خلف کا بار بار گھوڑے پر لوٹ پوٹ ہونا اور گرنا اور اس کا ایک ذبح ہونے والے بیل کی طرح ڈکرانا ہے۔ ادھر گردن میں لگنے والے نیزے کے وار سے پسلی کا ٹوٹ جانا خرق عادات اور معجزات میں سے ہی ہو سکتا ہے مگر ایک روایت میں میں نے یہ دیکھا ہے کہ آپ نے ابی کی بغل کے نیچے وار کیا تھا جس سے اس کی ایک پسلی ٹوٹ گئی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے وہ ہتھیار اس جگہ یعنی بغل سے پار ہو گیا ہو (بہر حال یہ بات سامنے کی ہے کہ بغل میں کئے جانے والے وار سے پسلی ٹوٹ سکتی ہے)

نبی کے دست مبارک سے پہلا اور آخری قتل..... کتاب نور میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے صرف ابی ابن خلف کو قتل کیا اور نہ اس کے سوا آپ نے نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد کبھی کسی کو اپنے ہاتھ

Presented by Ziaraat.Com

سے قتل نہیں کیا (یعنی یہی وہ پہلا اور آخری شخص ہے جو نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں زخم کھا کر مرا اس کے سوا کبھی آپ نے کسی شخص کو قتل نہیں کیا)

غرض آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں یہ زخم کھا کر ابی بلبلاتا اور چیختا ہوا لوٹا۔ قریش مکہ اس کو لے کر واپس مکے کو روانہ ہوئے مگر اس تکلیف سے سرف کے مقام پر ابی ابن خلف نے دم توڑ دیا۔ یہ لفظ سَرَف ہے جو اسراف سے بنا ہے جس کے معنی فضول خرچی اور زیادتی کے ہیں۔ یہی اس کے مناسب بھی ہے کیونکہ ابی بھی حد سے تجاوز کر گیا تھا۔

۔ایک قول ہے کہ یہ جگہ رابغ کے عین درمیان میں واقع تھی۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبکہ رات ڈھل رہی تھی میں رابغ کی وادی میں سفر کر رہا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ میرے سامنے ایک جگہ آگ کی لپٹیں اٹھ رہی ہیں اور اس آگ میں سے ایک شخص جو زنجیروں میں بندھا ہوا تھا اپنی بیڑیاں کھینچتا ہوا آرہا ہے اور پانی پانی چلا رہا ہے پھر اس نے مجھے اے عبد اللہ کہہ کر آواز دی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ شخص میرا نام جانتا تھا یا اس نے یا عبد اللہ یعنی اے اللہ کے بندے اس طرح کہہ دیا تھا جیسے (عرب کے لوگ) انجان آدمی کو یا عبد اللہ کہہ کر پکار لیا کرتے تھے۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا مجھے پانی پلا دو۔ میں نے اس کو پانی دینے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ایک شخص جو اس کو عذاب دینے پر مامور تھا۔ مجھ سے بولا۔

"اس کو پانی مت پلانا۔ یہ شخص وہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا۔ یہ ابی ابن خلف ہے۔ خدا اس پر لعنت کرے۔"

اس روایت کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور یہ روایت اس حدیث کی تائید کرتی ہے جس میں ہے۔

نبی کے ہاتھوں مقتول کا عبرتناک انجام ...... "ہر وہ شخص جس کو نبی نے قتل کیا ہو یا جس کو نبی کی زندگی میں نبی کے حکم پر قتل کیا گیا ہو اس کو اس کے قتل کے وقت سے قیامت کے صور تک عذاب دیا جاتا رہے گا۔"

ایک حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اس کو دیا جاتا ہے جس کو نبی نے خود قتل کیا ہو۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ اس شخص پر حق تعالیٰ کا غضب بے حد شدید ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے فی سبیل اللہ قتل کیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء اللہ کے بندوں پر لطف و کرم اور شفقت کے لئے مامور ہوتے ہیں لہٰذا کسی شخص کو قتل کرنے پر وہ جبھی مجبور ہو سکتے ہیں جب کہ اس شخص کی طرف سے کوئی بہت بڑی خطا سرزد ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ تمام نبیوں میں رسول اللہ ﷺ اپنے لطف و کرم اور شفقت و درگزری میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔

کتاب شرح تقریب میں یہ حدیث جو بیان کی گئی ہے اس کی شرح میں مصنف نے ان لوگوں کے لئے جن کو رسول اللہ ﷺ نے شرعی سزا یا قصاص یعنی جان کے بدلے کے طور پر قتل کرایا ہے فی سبیل اللہ کا لفظ استعمال کرنے سے گریز کیا ہے کیونکہ جس کو رسول اللہ ﷺ خود قتل فرمائیں گے وہ شخص وہی ہوگا جو خود نبی کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوگا۔ اور یہ بات ابی ابن خلف میں پائی جاتی تھی لعنہ اللہ۔

ادھر پیچھے ابن مرزوق کے حوالے سے بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ بدر کے

Presented by Ziaraat.Com

میدان سے گزرے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص کو عذاب دیا جارہا ہے اور وہ بلبلا رہا ہے اس نے ان کو یا عبداللہ کہہ کر پکارا یہ اس ہی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے پانی مانگا۔ انہوں نے پانی دینے کا ارادہ کیا تو ایک سیاہ رو شخص نے جو اس کو عذاب دینے پر مامور تھا ان کو پانی دینے سے روکتے ہوئے کہا کہ اس کو پانی مت پلاؤ کیونکہ یہ ان مشرکوں میں سے ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے یعنی آپ کے صحابہ نے قتل کیا ہے۔ اس روایت کو طبرانی نے کتاب اوسط میں نقل کیا ہے۔ مگر اس واقعہ کے دونوں موقعوں پر پیش آنے میں کوئی اشکال کی بات نہیں ہے۔

چنانچہ میں نے کتاب صغری میں بھی دیکھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ایک سے زائد مرتبہ پیش آیا ہے اس میں علامہ سیوطی نے۔ آنحضرت ﷺ کی ضرورت سے حضرت ابن عمرؓ کے میدان بدر سے گزرنے کا ذکر کیا ہے اور یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ان کو بتلایا کہ وہ شخص ابو جہل تھا اور وہ اس کا عذاب تھا جو قیامت تک اس کو دیا جاتا رہے گا۔ یہ تفصیل ہم غزوہ بدر کے بیان میں ذکر کر آئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا گڑھے میں گرنا...... ابو عامر فاسق نے میدان احد میں بہت سے گڑھے جگہ جگہ کھود دیئے تھے تاکہ مسلمان بے خبری میں ان میں گرتے رہیں اور نقصان اٹھاتے رہیں۔ ان ہی میں سے ایک گڑھے میں رسول اللہ ﷺ گر پڑے۔

ایک باپ اور ایک بیٹا...... یہ ابو عامر فاسق حضرت حنظلہؓ کا باپ تھا اور حضرت حنظلہؓ کا مقام یہ ہے کہ ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا چنانچہ ان کو غسیل الملائکہ کہا جاتا ہے۔ ابو عامر کا نام عبد عمرو تھا اور یہ کفر کی حالت میں سرزمین روم میں مرا کیونکہ فتح مکہ کے بعد یہ فرار ہو کر روم چلا گیا تھا۔

آنحضرت ﷺ بے خبری میں ان میں سے ایک گڑھے میں گر پڑے آپ پر غشی طاری ہو گئی اور آپ کے دونوں گھٹنے زخمی ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے جلدی سے بڑھ کر آپ کو ہاتھوں میں لیا اور حضرت طلحہ ابن عبید اللہ نے آپ کو اوپر اٹھا کر باہر نکالا۔

آنحضرت ﷺ پر پیاپے حملے...... آنحضرت ﷺ کے گرنے کا سبب بھی وہی بدبخت ابن قمیہ بنا تھا کیونکہ اس نے آنحضرت ﷺ پر حملہ کر کے تلوار کا وار کیا، تلوار آپ کی گردن پر پڑی اگرچہ تلوار نے آپ پر کوئی اثر نہیں کیا مگر اس کی چوٹ سے آپ کی گردن مبارک میں اتنا سخت جھٹکا آیا کہ اس کے بعد ایک مہینہ یا اس سے زائد تک آپ کی گردن میں تکلیف رہی۔ ساتھ ہی اس نے آپ پر پتھر چلانے شروع کئے جن میں سے ایک پتھر آپ کے پہلو میں لگا۔ ادھر عتبہ ابن ابی وقاص نے جو حضرت سعد ابن ابی وقاص کا بھائی تھا آنحضرت ﷺ پر ایک پتھر کھینچ کر مارا جو آپ کے منہ پر لگا اور آپ کے نیچے کے چار دانت ٹوٹ گئے ساتھ ہی اس سے نچلا ہونٹ پھٹ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے ان الفاظ میں بددعا فرمائی۔

"اے اللہ! ایک سال گزرنے سے پہلے ہی اس کو کافر کی حیثیت سے موت دے!"

حملہ آور عتبہ اپنے انجام کو...... اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور اس کو اسی دن حاطب ابن ابی بلتعہ نے قتل کر دیا۔

حضرت حاطبؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے عتبہ ابن ابی وقاص کی یہ شرمناک جسارت دیکھی تو میں نے فوراً آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ عتبہ کدھر گیا ہے۔ آپ نے اس سمت اشارہ کیا جس طرف وہ گیا تھا۔ میں فوراً ہی اس کے تعاقب میں روانہ ہوا یہاں تک کہ ایک جگہ میں اس کو پانے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے فوراً ہی

Presented by Ziaraat.Com

اس پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کی گردن کٹ کر دور جا گری۔ میں نے بڑھ کر اس کی تلوار اور گھوڑے پر قبضہ کیا اور اسے لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس گیا آپ ﷺ نے یہ خبر سن کر دو مرتبہ یہ فرمایا رضی اللہ عنک۔ رضی اللہ عنک یعنی اللہ تم سے راضی ہو گیا۔ اللہ تم سے راضی ہو گیا۔

بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ پھر آنحضرت ﷺ کی بددعا کو زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ عتبہ مر گیا۔ مگر دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ ایک روایت اس کے خلاف ہے جس میں ہے کہ فتح مکہ کے بعد وہ مسلمان ہو گیا تھا اور پھر مر گیا۔ اور یہ کہ اس واقعہ کے بعد عتبہ کے جو بھی بیٹا یا پوتا ہوا اس کے سامنے کے چار دانت گر جاتے تھے۔ نیز عتبہ کے منہ سے اتنی شدید بدبو آنے لگی تھی کہ اگر یہ کہیں سے گزر بھی جاتا تو لوگ سمجھ لیتے کہ یہاں سے گندہ دہن عتبہ گزرا ہے۔

اسی حملے میں آنحضرت ﷺ کے سر پر جو خود تھا وہ بھی ٹوٹ گیا۔ نیز دشمن کے مسلسل حملوں میں آپ کا چہرہ مبارک بھی زخمی ہو گیا اور کھال پھٹ گئی۔ آپ کے چہرہ مبارک پر وار کرنے والے حضرت عبداللہ ابن شہاب زہری تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ یہی عبداللہ امام زہری کے دادا ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نانہالی جد یعنی نانا ہوں (کیونکہ عربی میں دادا اور نانا دونوں کے لئے جد کا لفظ استعمال ہوتا ہے)۔

آنحضرت ﷺ حملہ آور کی نگاہ سے اوجھل...... ان کو عبداللہ اصغر کہا جاتا تھا (جو امام زہری کے نانا تھے) ادھر اس سے پہلے یہ ہوا تھا کہ عبداللہ آنحضرت ﷺ کے برابر میں موجود تھے اور اس جگہ آپ کے ساتھ کوئی جاں نثار نہیں تھا بلکہ آپ بالکل تنہا تھے (مگر عبداللہ آپ کو نہیں دیکھ سکے) انہوں نے کہا۔

"مجھے بتاؤ محمد کہاں ہے۔ خدا کی قسم آج یا تو وہ رہیں گے یا میں ہوں گا۔!"

یہ کہہ کر عبداللہ آنحضرت ﷺ کے پاس سے گزر کر آگے چلے گئے۔ اس پر صفوان ابن امیہ نے انکو ڈانٹا اور کہا کہ تم محمد ﷺ کے پاس ہی کھڑے ہو کر یہ کہہ رہے تھے اور انکو چھوڑ کر چلے آئے۔ اس پر عبداللہ نے کہا۔

"خدا کی قسم! میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ اب میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم سے ان کی (غیبی) حفاظت کی جا رہی ہے۔!"

اب یوں کہنا چاہئے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک پر جو زخم لگایا تھا وہ یا تو اس واقعہ سے پہلے کی بات ہے اور یا بعد کی بات ہے (کیونکہ اس موقعہ پر تو یہ آپ کو چھوڑ کر چلے آئے تھے)

امام زہری کے دادا کا نام بھی عبداللہ تھا مگر ان کو عبداللہ ابن شہاب اور عبداللہ اکبر کہا جاتا تھا اور وہ ان قدیم مسلمان ہونے والے صحابہ میں سے تھے جو مکہ سے حبشہ کو ہجرت کر کے گئے تھے ان کا انتقال مکے میں ہوا تھا اور آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے ہی یہ وفات پا چکے تھے۔

قصیدہ ہمزیہ کے شاعر نے آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک کے اسی زخم کی طرف اپنے چند شعروں میں بھی اشارہ کیا ہے کہ اس زخم کے نشان سے آپ کا جمال کچھ اور زیادہ ہو گیا تھا۔

مظهر شجة الجبين على البرء
كما اظهر الهلال البراء

ستر الحسن منه با الحسن فاعجب
لجماله له الجمال وقاء

Presented by Ziaraat.Com

فهو كالزهر لاح من صيف
الاكمام و العود شق عنه اللحاء

مطلب...... آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک پر یعنی جبین مبارک پر جو زخم کا نشان ظاہر ہو گیا وہ ہلالی شکل اختیار کر کے آپ کے حسن و جمال کا ایک نشان بن گیا۔ تو گویا اس زخم کی وجہ سے آپ کے اصلی حسن کے ساتھ ایک عارض یعنی نو پیدا شدہ حسن کا بھی اضافہ ہو گیا۔ اس طرح یہ عارض حسن آپ کے اصلی حسن کے لئے ایک حجاب اور پردہ بن گیا یعنی یہ پردہ گویا اصلی حسن کے تحفظ کے لئے ڈھال اور سپر کی حیثیت میں تھا۔ لہٰذا یوں کہنا چاہئے کہ اس زخم کا اثر جو ظاہر ہوا وہ اس پھول کی طرح تھا جو اپنے حجاب سے اچانک نکل آئے یا جیسے وہ خوشبودار لکڑی ہوتی ہے جس کا چھلکا اتارنے سے اس کی خوشبو کی لپٹیں پھوٹتی ہیں۔

حضرت حسان ابن ثابت نے آنحضرت ﷺ کی جبیں مبارک کے بارے میں ایک شعر کہا ہے۔

متى يبدو فى الداجى البهيم جبينه
يلح مثل مصباح الدجى المتوقد

جس وقت انتہائی تاریکیوں میں ان کی جبیں روشن رونما ہوتی ہے تو وہ اس طرح جگمگاتی ہے جیسے اندھیروں میں شمع۔

<u>ابن قمہ کے لئے نبی کی بددعا</u>...... ابن قمہ کے حملے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے دونوں رخسار بھی زخمی ہو گئے تھے کیونکہ اس چوٹ کی وجہ سے زرہ کی دو کڑیاں رخساروں میں پیوست ہو گئی تھیں۔ ابن قمہ نے جب آنحضرت ﷺ پر وار کیا تو ساتھ ہی اس نے للکار کر کہا۔

"تو یہ سنبھال۔ میں ابن قمہ ہوں۔!"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اقمئك الله عزوجل۔ یعنی اللہ تجھے ذلیل و پست اور برباد کر دے!"

<u>ابن قمہ جنگلی بکرے کا شکار</u>...... حق تعالیٰ نے اس کے حق میں آنحضرت ﷺ کی یہ بددعا قبول فرمائی۔ چنانچہ اس جنگ کے بعد جب وہ اپنی بکریوں کے گلے میں پہنچا تو انہیں لے کر پہاڑ پر چڑھنے اور بکریوں مینڈھوں کو گھیر گھیر کر لے جانے لگا اچانک ایک مینڈھے نے اس پر حملہ کیا اور اس زور سے اس کے سینگ مارا کہ یہ پہاڑ سے نیچے لڑھک گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ۔

"اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط فرمادیا۔ وہ اچھل اچھل کر اس کے سینگ مارتا رہا یہاں تک کہ اس نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں موافقت ممکن ہے کہ اس مینڈھے نے اس کو اپنے سینگوں سے مار مار کر اور زخمی کر کے پہاڑ کی چوٹی سے نیچے دھکیل دیا۔ اور وہاں نیچے اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط فرمادیا اور اس نے وہاں اس کو اپنے سینگوں پر رکھ لیا جس کے نتیجہ میں اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہوا اس طرح گویا اس کی بدبختی اور تباہی و بربادی زیادہ سے زیادہ مکمل ہو گئی۔ لعنہ اللہ علیہ۔ واللہ اعلم۔

قوم کی حالت پر افسوس...... جب آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا تو زخموں سے خون بہنے لگا اور آپ خون پونچھتے اور یہ فرماتے جاتے تھے۔

"وہ قوم کیسے فلاح اور کامگاری پائے گی جنہوں نے اپنے نبی کے چہرے کو اس لئے خون سے رنگین کر

Presented by Ziaraat.Com

دیا کہ وہ ان کو ان کے پروردگار کی طرف بلاتا ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب بے حد شدید ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کو خون سے رنگین کردیا۔ چنانچہ اسی واقعہ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ۔ لآیہ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۳ آیت ۱۲۸

ترجمہ: آپ کو کوئی دخل نہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ یا تو ان پر متوجہ ہو جاویں اور یا ان کو کوئی سزا دے دیں کیونکہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ یہ فرمانے لگے۔

"اے اللہ! فلاں اور فلاں پر لعنت فرما!"

یعنی اے اللہ ابوسفیان پر لعنت فرما۔ اے اللہ حرث ابن ہشام پر لعنت فرما۔ اے اللہ سہیل ابن عمرو پر لعنت فرما۔ اے اللہ صفوان ابن امیہ پر لعنت فرما۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت پاک نازل فرمائی تھی۔

یہاں آنحضرت ﷺ کے زخمی ہونے پر ایک شبہ ہو سکتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ۔

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ لآیہ پ ۶ سورہ مائدہ ع ۱۰ آیت ۶۷

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافر لوگوں کو راہ نہ دیں گے۔

تو اس آیت کے بعد جب آنحضرت ﷺ کو حق تعالیٰ کی حفاظت حاصل تھی۔ آپ کیسے زخمی ہوئے۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ آیت غزوہ احد کے بعد نازل ہوئی ہے۔ لیکن اگر یہ بھی کہا جائے کہ یہ غزوہ احد سے پہلے نازل ہو چکی تھی تو بھی اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اللہ کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو قتل ہونے سے محفوظ فرمادیا ہے۔

پیغمبروں کا اجر و ثواب...... شیخ محی الدین ابن عربی کا قول ہے کہ واضح رہے کہ ہر نبی کے لئے تبلیغ کا اجر و ثواب ان شدتوں اور تکلیفوں پر ہوتا ہے جو اس کو اس تبلیغ دین کے نتیجہ میں اپنے مخالفوں اور دشمنوں کی طرف سے برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اور جو لوگ نبی پر ایمان لاکر ان کے اطاعت گزار بن جاتے ہیں ان کو ہدایت پانے کا اجر و ثواب ملتا ہے۔ جہاں تک آنحضرت ﷺ کا تعلق ہے تو آپکے اجر و ثواب کا مقابلہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تبلیغ کے نتیجہ میں امت کے سرکشوں کی طرف سے آپ کو جو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچیں وہ کسی اور کو نہیں پہنچیں اور اسی طرح امت کے جتنے نیک لوگوں نے آپ کی اطاعت کی اتنی کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔

مالک ابن سنان کا نبی ﷺ کے زخموں کا خون چوسنا...... غرض ان زخموں کے نتیجہ میں آپ کے چہرہ مبارک سے جب خون بہنے لگا تو حضرت مالک ابن سنان خدری نے اس کو اپنے منہ سے چوس کر خشک کیا اور اسے نگل گئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"جس کے خون میں میرا خون شامل ہو گیا اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔!"

ایک روایت میں آپ نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

مالک ؓ کو جنت کی بشارت...... "جو شخص جنت کے باشندوں میں سے کسی کو دیکھنا چاہے وہ ان کو دیکھ لے۔!"

اس کے بعد حضرت مالک ابن سنان خدری اسی غزوہ میں شہید ہو گئے۔ یہ حضرت ابو سعید خدری ؓ کے

Presented by Ziaraat.Com

والد تھے۔ایک روایت میں آپ کے یہ لفظ ہیں کہ۔
"جو شخص ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی تو وہ مالک ؓ ابن سنان کو دیکھ لے۔
بے خبری میں پیشاب پی لینے کا واقعہ......ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ اس شخص کو جس نے آپ کا خون چوسا تھا آنحضرت ﷺ نے منہ دھونے کا حکم فرمایا ہو۔نہ ہی انہوں نے اس کے بعد اپنا منہ دھویا تھا۔اسی طرح آنحضرت ﷺ کی دایہ حضرت ام ایمن برکہ حبشیہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ بے خبری میں آنحضرت ﷺ کا پیشاب پی لیا تھا مگر آپ نے ان کو منہ دھونے کا حکم نہیں دیا تھا نہ ہی انہوں نے اس کے بعد منہ دھویا تھا۔چنانچہ خود حضرت ام ایمن سے ہی روایت ہے کہ ایک رات آنحضرت ﷺ اٹھے۔آپ کے پلنگ کے نیچے جو مٹی کا برتن رکھا ہوا تھا آپ نے اس میں پیشاب کیا۔اس کے بعد میں اٹھی مجھے پیاس لگ رہی تھی میں نے بے خبری میں وہ برتن اٹھا کر منہ سے لگایا اور جو کچھ اس میں تھا وہ پی لیا۔
صبح کو آنحضرت ﷺ اٹھے تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔
"جاؤ یہ برتن اٹھاؤ اور اس کو باہر ایک طرف الٹ آؤ۔!"
ام ایمن نے عرض کیا۔
"خدا کی قسم!اس میں تو جو کچھ تھا وہ رات میں نے پی لیا تھا۔!"
اس پر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپکے دندان مبارک نظر آنے لگے۔پھر آپ نے فرمایا۔
"اب تمہارے پیٹ میں کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ اب تمہارے پیٹ پر آگ اثر نہیں کرے گی۔ایک روایت کے مطابق یہ لفظ ہیں کہ۔اب تمہارا پیٹ کبھی نہیں بڑھے گا۔!"
شاید آنحضرت ﷺ نے یہ تینوں ہی باتیں فرمائی ہیں اور جس راوی نے جو سنا وہی روایت کر دیا اللہ ام ایمن ؓ کو اس کے بعد یہ تینوں ہی خصوصیات حاصل ہوئیں۔
ایک روایت میں مٹی کے پیالے کے بجائے یوں ہے کہ آپ کی چارپائی کے نیچے لکڑی کا ایک برتن تھا۔ اب اگر دونوں روایتوں کو درست مانا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ ام ایمن کے ساتھ یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا۔ اس میں کوئی اشکال کی بات بھی نہیں کہ اگر اس واقعہ کو ایک سے زائد مرتبہ مانا جائے۔
اسی طرح آنحضرت ﷺ کا پیشاب پی لینے کا واقعہ ایک اور عورت کے ساتھ بھی پیش آیا ہے جس کا نام برکہ بنت ثعلبہ ابن عمرو تھا۔یہ عورت ام المومنین حضرت ام حبیبہ ؓ کی خدمت گزار تھی اور حبشہ سے ان کے ساتھ ہی آئی تھی اسی وجہ سے اس کو برکہ حبشیہ کہا جانے لگا تھا۔علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اس خادمہ کا نام برکہ بنت یسار تھا جو ابوسفیان کی باندی تھی اور حبشی تھی اور حضرت ام المومنین حبیبہ ؓ کی خادمہ تھی۔یہاں تک ابن جوزی کا حوالہ ہے۔
اس اختلاف سے کوئی شبہ نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے ثعلبہ کا لقب یسار رہا ہو۔بہر حال یہ حبشہ میں حضرت ام حبیبہ ؓ کے ساتھ تھی اور پھر ان کے ساتھ مکے آئی۔اس عورت کا لقب ام یوسف تھا۔غرض جب آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ اس نے آپ کا پیشاب پی لیا ہے تو آپ نے فرمایا۔
اے ام یوسف!تمہیں اب صحت ہی صحت ہے۔!"
چنانچہ اس کے بعد یہ کبھی بیمار نہیں ہوئی۔صرف آخر وقت میں مرض موت ہوا جس میں اس کا انتقال

Presented by Ziaraat.Com

ہوا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔

"اے ام یوسف! تم نے آگ سے اپنے لئے روک لگالی ہے۔"

آنحضرت ﷺ کے پچھنوں کا خون پی لینے کا واقعہ...... اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا خون پی لینے کے واقعات بھی ہوئے ہیں۔ ایسے لوگ جنہوں نے آپکا خون پیا ابو طیبہ حجام، حضرت علی اور حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ ہیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ سے روایت ہے کہ ایک بار میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ پچھنے لگوا رہے تھے (جسم کا زائد خون نکال دیا جاتا ہے جس سے بہت سی بیماریاں جاتی رہتی ہیں اس کو سنگی لگوانا بھی کہتے ہیں)۔

جب آپ اس سے فارغ ہوئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔

"اے عبد اللہ! یہ خون لے جاؤ اور اسے اتنی دور لے جا کر کہیں پھینکو جہاں تمہیں کوئی دیکھ نہ رہا ہو!"

حضرت عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے وہ خون پھینکنے کے بجائے خود پی لیا۔ جب میں واپس آیا تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ عبد اللہ کیا کر آئے۔ میں نے عرض کیا۔

"میں نے وہ خون ایسی پوشیدہ ترین جگہ پر پہنچایا جہاں اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔!"

آپ نے فرمایا کہ شاید تم نے اسے پی لیا۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں! آپ نے فرمایا۔

"تم جن پر حملہ کرو گے ان کے لئے بھی تباہ کن ثابت ہو گے اور جو تم پر حملہ آور ہوں گے ان کے لئے بھی تباہ کن ثابت ہو گے۔!"

چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ بے انتہا بہادر اور شجاع ہو گئے تھے۔

حضرت عبد اللہؓ کے سگے بھائی حضرت عروہ ابن زبیرؓ مدینے کے سات فقیہوں اور عالموں میں سے ایک تھے عبد الملک ابن مروان کی خلافت کے زمانے میں یہ مدینے سے چل کر اس کے پاس پہنچے۔ ایک دن حضرت عروہؓ نے عبد الملک سے کہا۔

"میری خواہش ہے کہ میرے بھائی عبد اللہ کی تلوار آپ مجھے دے دیں۔!"

عبد الملک نے کہا۔

"وہ دوسری تلواروں کے ساتھ مل گئی ہے اور میں اسے پہچان نہیں سکتا۔!"

عروہ نے کہا۔

"اگر سب تلواریں میرے سامنے ہوں تو میں ان میں سے اس تلوار کو پہچان سکتا ہوں!"

عبد الملک نے حکم دیا کہ سب تلواریں سامنے لائی جائیں۔ جب تلواریں آگئیں تو عروہ نے ان میں سے ایک نہایت تیز اور آبدار تلوار نکال لی اور کہا کہ یہی میرے بھائی کی تلوار ہے۔ عبد الملک نے پوچھا کہ کیا تم اس کو پہلے ہی پہچانتے تھے۔ انہوں نے کہا نہیں! اس نے کہا پھر کیسے پہچانا۔ تو حضرت عروہؓ نے کہا کہ مشہور شاعر نابغہ ذبیانی کے ایک شعر کی مدد سے میں نے اسے پہچانا ہے وہ شعر یہ ہے۔

ولا عیب فیھم غیر ان سیوفھم
بھن فلول من قراع الکتائب

ترجمہ: میرے محبوب میں کسی قسم کا کوئی عیب اور برائی نہیں سوائے اس کے کہ مسلسل جنگ و جدل کی وجہ سے ان کی تلواروں میں دندانے پڑ گئے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

کیا نبی ﷺ کے فضلات پاک ہوتے ہیں...... غرض ان گزشتہ واقعات سے ہی یہ مسئلہ نکالا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فضلات پاک تھے۔ کیونکہ آپ نے پینے والے کو منہ دھونے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی پینے والے نے خود اپنا منہ دھویا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان فضلات کا پینا جائز ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے منہ دھونے کا حکم نہ دینے یا خون پینے کے وقت نہ روکنے سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

اُدھر کتاب استیعاب میں ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کے پچھنے لگائے اور پھر جو خون نکلا اس کو پی لیا تو آپ نے اس سے فرمایا۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہر خون یعنی اس کا پینا حرام ہے۔"

مگر یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند نا معلوم ہے لہٰذا یہ حدیث گزشتہ قول کے خلاف نہیں ہے۔ اور اگر اس کو صحیح بھی مان لیا جائے تو ممکن ہے یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہو جبکہ آپ نے اس فعل کی تصدیق فرمائی۔ واللہ اعلم۔

دانتوں کے ذریعہ چہرہ مبارک سے زرہ کی کڑیاں نکالنا...... غرض جب آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک میں زرہ کی کڑیاں گھس گئیں تو حضرت ابو عبیدہ عامر ابن جراحؓ نے آنحضرت ﷺ کے رخسار سے ان میں سے ایک کڑی اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچی جس سے ان کا سامنے کا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ پھر انہوں نے دوسری کڑی بھی دانت سے پکڑ کر نکالی اور اس دفعہ دوسرا دانت ٹوٹ گیا۔

ایک قول ہے کہ یہ کڑیاں کھینچنے والے عقبہ ابن وہب کلدہ تھے اور ایک قول کے مطابق طلحہ ابن عبیداللہ تھے۔ مگر ممکن ہے کہ تینوں ہی نے اپنے اپنے طور پر کڑیاں نکالنے کی کوشش کی ہو لیکن سب سے زیادہ قوت حضرت ابو عبیدہ نے صرف کی ہو۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابو عبیدہ ابن جراح کے سامنے کے دانت ٹوٹ جانے کی وجہ سے وہ بوڑھے ہو گئے تھے مگر بوڑھوں میں ان سے زیادہ خوبصورت کوئی دوسرا شخص دیکھنے میں نہیں آیا کیونکہ اس بوڑھے پن نے ان کے منہ کے دھانے کو بڑا دلکش بنا دیا تھا۔

قتل کی افواہ کے بعد آنحضرت ﷺ کا اچانک دیدار...... (جنگ کے دوران جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو مشرکوں نے یہ افواہ مشہور کر دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ قتل ہو گئے ہیں) حضرت ابو عبیدہؓ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس وقت سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا کہ آپ زندہ سلامت موجود ہیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو آپ کی آنکھوں کی وجہ سے پہچانا جو خود کے نیچے سے روشن اور منور نظر آرہی تھیں۔ خود وہ خول ہوتا ہے جو جنگ کے وقت سپاہی سر اور چہرے کی حفاظت کے لئے اوڑھتا ہے۔ غرض میں نے جیسے ہی آپ کو پہچانا تو پوری قوت سے چلایا۔

"اے مسلمانو! تمہیں خوشخبری ہو۔ یہ رسول اللہ ﷺ موجود ہیں!"

اسی وقت آنحضرت ﷺ نے میری طرف اشارہ کر کے مجھے روکا کہ خاموش رہو۔

بعض صحابہ سے روایت ہے کہ جب شیطان نے یہ افواہ گرم کی کہ محمد ﷺ قتل ہو گئے ہیں تو ہمیں اس خبر کی سچائی میں کوئی شک نہیں تھا (کیونکہ اچانک جنگ کا پانسہ پلٹ جانے کی وجہ سے صورت حال ایسی ہی نازک اور ناگفتہ بہ ہو گئی تھی) چنانچہ بہت دیر تک ہم اس پر یقین کئے رہے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ حضرت سعد ابن

Presented by Ziaraat.Com

معاذ اور حضرت سعد ابن عبادہ کے درمیان آتے ہوئے نمودار ہوئے اور ہم نے آپ کی چال سے آپ کو پہچان لیا۔ اس وقت ہماری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے نہ ہمیں شکست ہوئی اور نہ ہمارا کوئی نقصان ہوا۔

پروانہ ہائے نبوت آنحضرت ﷺ کے گرد...... پھر جب سب مسلمانوں نے آپ کو دیکھ اور پہچان لیا تو وہ آپ کے گرد پروانوں کی طرح جمع ہو گئے اور آپ ان سب کو لے کر ایک گھاٹی کی طرف روانہ ہوئے اس وقت آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت حرث ابن صمہؓ تھے۔

علامہ زمخشری کی کتاب خصائص عشرہ میں ہے کہ احد کے دن حضرت زبیرؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بڑی ثابت قدمی کے ساتھ رہے اور انہوں نے اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ سے موت کی بیعت کی تھی یعنی یہ عہد کیا تھا کہ آپکی حفاظت میں جان دے دیں گے مگر آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ یہ بات قابل غور ہے۔

رافضیوں کی لغو روایات...... بعض رافضیوں کا قول ہے کہ جنگ احد میں سوائے حضرت علیؓ کے تمام صحابہ آنحضرت ﷺ کے پاس سے پسپا ہو کر ادھر ادھر ہو گئے تھے۔ مگر یہ قول بالکل لغو ہے۔ اسی طرح رافضیوں کا ایک قول ہے کہ احد کے دن حضرت علیؓ کی لڑائی اور اس کی شان دیکھ کر فرشتے بھی حیران ہو رہے تھے اسی طرح ایک روایت کہ جب جبرئیلؑ آسمان کی طرف بلند ہو رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ سوائے ذوالفقار کوئی تلوار نہیں اور سوائے علیؓ کے کوئی جواں مرد نہیں ہے۔ ایک قول ہے کہ اس غزوہ احد میں حضرت علی نے سب سے زیادہ مشرکوں کو قتل کیا اور اس طرح اس جنگ کی فتح کا سہرا حضرت علیؓ کے نام ہی ہے۔

ایک قول ہے کہ حضرت علیؓ نے کہا کہ غزوہ احد میں مشرکوں کے سولہ وار میرے لگے جن میں سے چار چوٹوں سے میں زمین پر گر پڑا۔ اسی وقت میرے سامنے ایک حسین و خوش شکل انسان آیا جس کی داڑھی بھی بڑی خوبصورت تھی اور اس شخص کے جسم میں سے خوشبوئیں پھوٹ رہی تھیں۔ اس نے میری بغلوں میں ہاتھ دے کر مجھے اپنے سہارے سے اٹھایا اور پھر کہا۔

"دشمن پر ٹوٹ پڑو اور اللہ اور رسول کی اطاعت میں جنگ کرو کیونکہ وہ دونوں تم سے راضی ہیں!"

میں نے یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کو سنایا تو آپ نے پوچھا کہ علی کیا تم اس شخص کو نہیں پہچانتے۔ میں نے عرض کیا نہیں مگر مجھے اس میں دحیہ کلبی کی شباہت آرہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر فرمایا۔

"علی اللہ تعالیٰ نے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کیں کیونکہ وہ جبرئیلؑ تھے۔!"

رافضیوں کی پیش کی ہوئی یہ تمام روایتیں لغو ہیں۔ امام ابو العباس ابن تیمیہ نے ان سب کا رد کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ تمام لوگوں کے نزدیک یہ سب قول اور روایات جھوٹ اور باطل ہیں۔ امام ابن تیمیہ نے اس سلسلے میں ایک لمبی بحث کی ہے جس کا ذکر یہاں ضروری ہے۔

آنحضرت ﷺ پر ایک اور حملہ...... (قال) جبکہ آنحضرت ﷺ مشرکوں کے گھیرے سے نکل کر اپنے جاں نثاروں کے ساتھ اس گھاٹی کی طرف جا رہے تھے عثمان ابن عبداللہ ابن مغیرہ ایک سیاہ و سفید گھوڑے پر آنحضرت ﷺ کی طرف بڑھا وہ سر سے پیر تک لوہے میں غرق تھا اور اس گھاٹی کی طرف بڑھ رہا تھا جدھر رسول اللہ ﷺ جا رہے تھے وہ کہہ رہا تھا کہ یا تو وہ زندہ رہیں گے اور یا میں۔ آنحضرت ﷺ اس کی آواز سن کر ٹھہر گئے اسی وقت عثمان کے گھوڑے کو ان گڑھوں میں سے ایک میں ٹھوکر لگی اور وہ اس میں گر پڑا۔ اسی وقت حضرت حرث ابن صمہ اس کی طرف جھپٹے تھوڑی دیر دونوں میں تلواروں کے وار ہوئے اچانک حضرت حرث نے اس کے

Presented by Ziaraat.Com

پاؤں پر تلوار ماری عثمان اس زخم سے ایک دم بیٹھ گیا اسی وقت حضرت حرث نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس کی زرہ بکتر اتار لی آنحضرت ﷺ نے اس دشمن خدا کو کشتہ ہوتے دیکھ کر فرمایا۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس کو ہلاک کر دیا۔!"

اسی وقت عبید اللہ ابن جابر عامری نے حضرت حرث پر حملہ کیا اور ان کے مونڈھے پر وار کر کے انہیں زخمی کر دیا۔ ان کے ساتھی انہیں اٹھا کر لے گئے ساتھ ہی حضرت ابو دجانہ نے لپک کر عبید اللہ پر حملہ کیا اور اسے اپنی تلوار سے ذبح کر کے واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے۔

آنحضرت ﷺ کے زخموں کی دھلائی...... رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ اس گھاٹی کے دہانے پر پہنچ گئے حضرت علیؓ جا کر اپنے مشکیزے میں پانی بھر لائے پھر انہوں نے آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک سے خون دھویا۔ ساتھ ہی وہ کہتے جاتے تھے۔

"ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب بہت سخت ہوگا جنہوں نے اپنے نبی کے چہرے کو خون سے رنگین کر دیا۔!"

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ تو وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون سے رنگین کر دیا۔ تو اس کے بعد انہوں نے بھی وہ جملہ فرمایا تھا جو گزشتہ سطروں میں ذکر ہوا۔ یہ بات آپ کے زخم دھوئے جانے سے پہلے کی ہے۔

ٹیلے پر چڑھنے کے لئے طلحہؓ کے شانوں کا سہارا...... (قال) پھر آنحضرت ﷺ نے اس چٹان کے اوپر جانے کا ارادہ کیا جو گھاٹی کے اندر ابھری ہوئی تھی۔ مگر جب آپ چڑھنے لگے تو خون نکل جانے اور کمزوری کی وجہ سے طاقت نے ساتھ نہیں دیا کیونکہ ان زخموں میں سر مبارک کا بہت سا خون ضائع ہو چکا تھا پھر اس کے ساتھ میں آپ کے جسم پر دو زرہوں کا بوجھ تھا یہ دیکھ کر حضرت طلحہ ابن عبید اللہ جلدی سے آپ کے سامنے بیٹھ گئے اور آپ کو کاندھوں پر بٹھا کر چٹان کے اوپر لے گئے۔ اسی وقت آپ نے فرمایا۔

"طلحہ اس کے اس نیک عمل کی وجہ سے ان کے لئے جنت واجب ہو گئی۔!"

طلحہؓ کو اس خدمت کا انعام...... ایک قول ہے کہ حضرت طلحہؓ کی ایک ٹانگ میں لنگڑاہٹ تھی جس سے وہ صحیح چال کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے جب وہ آنحضرت ﷺ کو اپنے کاندھے پر بٹھا کر لے چلے تو وہ بہت کوشش کر کے اپنی چال اور اپنے قدم ٹھیک رکھ رہے تھے تاکہ لنگڑاہٹ کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔ اس کے بعد ان کے چال سے ہمیشہ کے لئے وہ لنگ ختم ہو گیا اور وہ ٹھیک ہو گئے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ گھاٹی کی طرف روانہ ہوئے اور صحابہ کی اس جماعت کے قریب پہنچ گئے جو چٹان پر چڑھ کر مورچہ بنا چکے تھے یہ چٹان اس گھاٹی کے اندر تھی آپ چٹان کے نیچے ہی تھے کہ اوپر سے صحابہ کی نظر پڑی مگر وہ کچھ تو فاصلے کی وجہ سے اور کچھ اس لئے کہ آپ زرہ بکتر پہنے ہوئے تھے آپ کو پہچان نہیں سکے چنانچہ ان میں سے ایک صحابی نے آپ کو دیکھتے ہی کمان میں تیر چڑھا لیا۔ وہ آپ پر تیر چلانے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ آپ نے پکار کر فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں یہ سنتے ہی وہ لوگ خوشی سے سرشار ہو گئے کہ (ناامیدی میں جبکہ وہ آپ کے قتل کی خبر سن چکے تھے) آپ زندہ سلامت مل گئے۔ ادھر آنحضرت ﷺ بھی اپنے جاں نثاروں کے درمیان پہنچ کر مسرور و مطمئن ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ کو پیاس...... (قال) اسی وقت آنحضرت ﷺ کو سخت پیاس لگی چنانچہ حضرت علیؓ آپ

Presented by Ziaraat.Com

منہ دھلانے کے لئے اپنے مشکیزے میں لے کر آئے تھے اس میں آپ کو کچھ بو محسوس ہوئی اس لئے آپ نے اس میں سے پانی نہیں پیا تھا۔ اب آپ کو پیاس لگی تو حضرت محمد ابن مسلمہ پانی لینے کے لئے گھاٹی میں پھرے مگر کہیں پانی نہ ملا۔ آخر وہ ایک چشمہ پر گئے اور وہاں سے آپ کے لئے ٹھنڈا اور میٹھا پانی لے کر آئے جسے آنحضرت ﷺ نے سیر ہو کر پیا اور حضرت محمد ابن مسلمہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

<u>حضرت فاطمہؓ کے ذریعے مرہم پٹی</u>...... ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کی خیریت معلوم کرنے کے لئے مدینے کی کچھ عورتیں احد کی طرف آئیں۔ ان خواتین میں حضرت فاطمہؓ بھی تھیں جیسے ہی انہوں نے اپنے والد ماجد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا بے اختیار آپ سے لپٹ گئیں اور پھر آپ کو زخمی دیکھ کر آپ کے زخم دھونے لگیں حضرت علیؓ پانی ڈالتے جاتے تھے مگر دھونے کی وجہ سے خون پہلے سے بھی زیادہ نکلنے لگا حضرت فاطمہؓ نے یہ دیکھا تو جلدی سے اپنی چادر میں سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اسے جلایا جب وہ جل کر راکھ ہو گیا تو وہ راکھ انہوں نے آپ کے زخموں میں بھر دی جو جلد ہی زخموں میں چپک گئی اور خون بند ہو گیا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ کپڑے میں خون کو روکنے کی بڑی زبردست صلاحیت ہوتی ہے کیونکہ یہ راکھ زخم میں جم جاتی ہے اور خون نکالنے والی رگوں کا منہ تنگ ہو کر بند کر دیتی ہے (ساتھ ہی جل جانے کی وجہ سے یہ راکھ زخم کو CEPTIC ہونے یعنی خراب ہونے اور پکنے سے بھی روکے دیتی ہے)۔

ایک غریب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جلی ہوئی ہڈی سے اپنے زخموں کا علاج کیا۔ مگر اس حدیث کو صحیح ماننے کی صورت میں کہا جائے گا کہ راوی نے جلے ہوئے کپڑے کو یعنی اس کی راکھ کو جلی ہوئی ہڈی کی راکھ سمجھا۔

<u>کیا آنحضرت ﷺ کے زخموں کو داغا گیا تھا</u>...... آپ کے چہرہ مبارک کے زخموں پر جلے ہوئے کپڑے کی گرم گرم راکھ رکھے جانے کو بعض علماء نے اس طرح تعبیر کیا ہے کہ آپ نے اپنے چہرے کے زخموں کا علاج کرنے کے سلسلے میں ان کو داغنے کا حکم دیا تھا۔ اور اس طرح ان علماء نے اس روایت کو اس صحیح حدیث کے مخالف بتایا ہے جس میں ہے کہ ایسے ستر ہزار آدمی جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے جو اپنے جسموں پر داغ نہیں لگواتے۔ (کیونکہ بہت سے لوگ شوقیہ یا آرائش کے طور پر جسموں کو دغوا لیتے ہیں)۔

<u>جسم دغوانا جائز نہیں ہے</u>...... اسی طرح یہ روایت بھی اس صحیح حدیث کے مخالف ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد ابن معاذؓ کے زخم کے علاج کے سلسلے میں دو مرتبہ زخم کو داغا تاکہ خون بند ہو جائے۔ اسی طرح آپ نے حضرت سعد ابن زرارہ کے علاج کے سلسلے میں بھی ان کا جسم داغا جو ذبحہ کے مرض میں مبتلا تھے (یہ ذبحہ حلق کے درد کی بیماری کو کہتے ہیں) چنانچہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت سعد ابن زرارہ کی موت جس مرض میں واقعہ ہوئی اس کو ذبحہ کہا جاتا ہے۔ اسی کے علاج کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ نے ان کو خود اپنے دست مبارک سے داغا تھا اور فرمایا تھا۔

"ان یہودیوں پر خدا کی مار ہو وہ مجھے کہتے ہیں کہ تم اپنے ساتھی کا مرض بھی دور نہ کر سکے۔ حالانکہ میں اس کے لئے تو کیا خود اپنے لئے بھی کوئی قدرت نہیں رکھتا۔"

ان روایتوں سے جو اس حدیث صحیح پر اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث میں وہ داغنا مراد ہے جو مرض پیدا ہونے کے خطرہ کے پیش نظر ہوتا ہے۔ یا آپ کے زخموں کو اس لئے داغا گیا تھا کہ صحابہ کے نزدیک چونکہ

Presented by Ziaraat.Com

آپ کا معاملہ بہت زیادہ اہم تھا اور انہیں خطرہ تھا کہ بیماری پیدا ہو جائے گی اور اگر انہوں نے اس حصے کو نہ داغا تو یہ عضو شل ہو جائے گا۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی ایک اور حدیث ہے کہ جس نے اپنا بدن دغوایا یا جو شخص دوسری تدبیریں ہونے کے باوجود اس طریقہ کو اختیار کرتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں کیا۔ اس حدیث کا مطلب بھی وہی ہے کہ یہ طریقہ مجبوری کی صورت میں اختیار کیا جاسکتا ہے۔

اس طرح ایک اور روایت ہے کہ فرشتے حضرت عمران ابن حصینؓ کے ساتھ تمیں سال تک مصافحہ کرتے رہے اور ان کے گھر کی طرف رخ کر کے ان پر سلام بھیجتے رہے جبکہ وہ اپنی تکلیف برداشت کرتے تھے مگر پھر وہ اپنے بواسیر کے مرض کے لئے اپنا بدن دغوانے لگے تو فرشتوں نے سلام بھیجنا چھوڑ دیا اس طرح بدن دغوانے سے ان کو وقتی طور پر آرام ملتا تھا۔ لیکن پھر انہوں نے اس عارضی آرام کی خاطر بدن دغوانا چھوڑ دیا (اور اپنی تکلیف پر صبر کرتے رہے) تو فرشتے پھر ان پر سلام بھیجنے لگے۔ یہ بات توکل کے خلاف تھی اس لئے اس روایت سے بھی اس صحیح حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

علاج کے تین طریقے...... اسی طرح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

" شفاء و صحت تین طریقوں سے حاصل ہوتی ہے (یعنی علاج کے تین طریقے ہیں) شہد پینے سے، پچھنے لگوانے سے اور آگ کے ذریعہ بدن کو داغنے سے۔ میں اپنی امت کو داغنے کا علاج اختیار کرنے سے روکتا ہوں۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ. میں داغے جانے کو پسند نہیں کرتا۔!"

جسم دغوانے کی ممانعت...... اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت کراہت کی حد تک ہے حرمت کی نہیں ورنہ حضرت عمران یہ جانتے ہوئے اپنا بدن نہ دغواتے۔ کتاب ھُدیٰ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جو یہ ارشاد ہے کہ میں امت کو داغنے کا طریقہ اختیار کرنے سے روکتا ہوں۔ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ داغنے کا طریقہ صرف اسی وقت اختیار کیا جائے جب کوئی دوا اور کوئی طریقہ اثر نہ کرے یعنی علاج کی ابتداء ہی اس سے نہ کی جائے۔ اسی لئے آپ نے اس کو سب سے آخر میں رکھا۔

ایک قول ہے کہ فصد کھلوانا بھی پچھنے لگوانے میں ہی شامل ہے مگر گرم ملکوں میں فصد کھلوانے کے مقابلے میں پچھنے لگوانا زیادہ مفید اور نفع بخش ہے۔ یہاں تک اس قول کا حوالہ ہے۔

اس ٹیلے پر دشمن کا سامنا اور نبی کی دعا...... غرض جب کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کی جماعت کے ساتھ اس چٹان پہ قیام فرماتے اچانک قریش کی ایک جماعت پہاڑ کے اوپر پہنچ گئی اس جماعت میں خالد ابن ولید بھی تھے۔ آنحضرت ﷺ نے دشمن کو اوپر دیکھ کر دعا فرمائی۔

"اے اللہ! ان کا غالب آجانا ہمارے لحاظ سے مناسب نہیں ہے۔ اے اللہ! ہماری طاقت و قوت صرف تیری ہی ذلت ہے۔"

اسی وقت حضرت عمر فاروقؓ نے مہاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ ان لوگوں کا مقابلہ کیا اور انہیں پیچھے دھکیل کر پہاڑی سے نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔ اسی واقعہ کے سلسلے میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ لآیہ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۴ آیت ۱۳۹

Presented by Ziaraat.Com

ترجمہ: اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر پورے مومن رہے۔

یعنی نہ تو جنگ میں کمزوری دکھاؤ اور نہ اس پر غم کرو کہ مشرکوں کے مقابلے میں کامیاب ہونے کے بعد تمہیں نقصان اٹھانا پڑا۔ غالباً یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے جب کہ آنحضرت ﷺ اس چٹان کے اوپر چڑھے تھے جیسا کہ بیان ہوا۔ ورنہ پھر یہ پہاڑ اس چٹان سے اونچا رہا ہوگا۔

صرف ایک تیر سے دشمن دستے کی پسپائی..... (قال) ایک روایت میں ہے کہ جب مشرک پہاڑ پر نظر آئے تو آپ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ ان کو پسپا کرو۔ انہوں نے عرض کیا۔

"میں اکیلا کس طرح ان کو پسپا کروں گا"

آپ نے پھر فرمایا کہ ان کو پسپا کرو۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ اب میں نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور نشانہ لے کر ایک شخص پر چلایا جو کشتہ ہو کر گرا۔ اس کے بعد میں نے دوسرا تیر نکالا۔ اب دیکھتا ہوں تو یہ وہی تیر ہے جو میں نے ابھی چلایا تھا۔ میں نے وہ تیر پھر چلایا اور ایک اور شخص قتل ہو کر گرا۔ پھر میں نے تیسری مرتبہ تیر نکالا تو پھر یہ وہی تیر تھا جو میں دو مرتبہ ابھی چلا چکا تھا میں نے پھر اسے چلایا اور تیسرا آدمی بھی قتل ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے چوتھی بار تیر نکالا تو میرے ہاتھ میں پھر وہی تیر تھا جو تین بار چلا چکا تھا۔ میں نے پھر اسے چلایا اور چوتھا آدمی بھی ختم ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی مشرکین کی وہ جماعت جو پہاڑ پر آگئی تھی وہاں سے گھبرا کر نیچے اتر گئی (اس کے بعد وہی تیر پھر ترکش میں موجود تھا) میں نے کہا یہ بڑا مبارک تیر ہے۔ اس کے بعد یہ تیر ہمیشہ میرے ترکش میں رہا اور کبھی ترکش سے غائب نہیں ہوا۔ حضرت سعدؓ کے بعد یہ تیر ان کی اولاد کے پاس نسلوں تک باقی رہا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مشرکوں کی اس جماعت کو حضرت سعد نے اکیلے ہی اس تیر سے پسپا کر دیا تھا جبکہ پیچھے بیان ہوا ہے کہ ان لوگوں کو حضرت عمرؓ نے مہاجر صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ پہاڑ سے پسپا کیا تھا۔ ان دونوں روایتوں میں موافقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے (ورنہ ایک کو غلط ماننا ہوگا)۔

حضرت سعدؓ سے ہی ایک روایت ہے کہ احد کے دن میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ میں ایک تیر چلاتا تھا جس کو فوراً ہی ایک گورے رنگ کا خوبصورت آدمی جو میرے لئے اجنبی تھا واپس لا دیتا تھا۔ وہ شخص میرے لئے جنگ کے بعد بھی انجان ہی رہا آخر میں نے سمجھ لیا کہ وہ کوئی فرشتہ رہا ہوگا۔

ان ہی سے ایک روایت میں یہ بات اس طرح بیان کی گئی ہے کہ میں وہ تیر چلاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ وہی تیر مجھے واپس دے دیتے تھے وہ میرا ہی تیر تھا اور میں اس کو پہچان لیتا تھا۔ یہ صورت تقریباً آٹھ یا نو مرتبہ پیش آئی کہ میری تیر افگنی کے بعد آپ مجھے وہی تیر دے دیتے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ بڑا خونی تیر ہے چنانچہ میں نے اس کو ہمیشہ اپنے ترکش میں رکھا۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: پچھلی روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ۔ پھر میں نے اور تیر لیا۔ اور یہاں کہا گیا ہے کہ مجھے آنحضرت ﷺ نے تیر دیا۔ مگر اس سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ سعدؓ نے ترکش میں سے ہی تیر لیا بلکہ یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دینے پر لیا ہو۔ اسی طرح اس بات سے بھی کوئی اشکال نہیں پیدا ہوتا کہ ایک گورے رنگ کا خوبصورت آدمی تیر دے رہا تھا جو میرے لئے اجنبی تھا جو تیر واپس کر دیتا تھا کیونکہ ممکن ہے یہی شخص مرنے والے کے جسم سے تیر نکال کر لاتا ہوتا کہ ان کے ترکش کے تیر ختم

Presented by Ziaraat.Com

نہ ہو جائیں کیونکہ وہ شخص تیر واپس لاکر سعد کو نہیں دیتا تھا بلکہ آنحضرت ﷺ کو دیتا تھا اور آپ ﷺ وہ تیر سعدؓ کو دے دیتے تھے۔

اسی طرح پہلی روایت میں انہوں نے تیر چلانے کا جو ذکر کیا ہے ان کی تعداد پانچ تک پہنچتی ہے جبکہ اس دوسری روایت میں آٹھ نو مرتبہ تیر اندازی کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں ممکن ہے پانچ مرتبہ تو ہر تیر سے ایک ایک آدمی مرا ہو اور باقی تیروں سے دشمن کو نقصان نہ پہنچا ہو (لہٰذا پہلی روایت میں صرف ان ہی تیروں کا ذکر کیا گیا جو نشانے پر لگے اور جن سے کوئی شخص ہلاک ہوا۔ بہرحال یہ اختلاف قابل غور ہے، اللہ اعلم

کمزوری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر ظہر کی نماز پڑھائی کیونکہ زخموں کی وجہ سے آپ نڈھال ہو رہے تھے آپ کے پیچھے صحابہ نے بھی بیٹھ کر ہی نماز پڑھی۔ غالباً یہ نماز دشمن کے واپس چلے جانے کے بعد پڑھی گئی جہاں تک صحابہ کے بھی بیٹھ کر نماز پڑھنے کا تعلق ہے تو انہوں نے ایسا اسلئے کیا تاکہ امام اور مقتدی کی نمازوں میں یکسانیت رہے اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ یا یہ صورت ہو گی کہ جن لوگوں نے بیٹھ کر نماز پڑھی وہ بھی زخمی ہی رہے ہوں گے اور چونکہ اکثریت زخمی صحابہ کی تھی جنہوں نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس لئے یہ لفظ استعمال کئے گئے کہ مسلمانوں نے بیٹھ کر پڑھی (یعنی ان میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے بھی تھے مگر وہ صرف وہ لوگ تھے جو زخمی نہیں تھے اور ایسے لوگوں کی تعداد کم تھی اکثریت زخمیوں کی تھی لہٰذا اکثریت کا لحاظ کرتے ہوئے سب مقتدیوں کے بارے میں یہی کہہ دیا گیا کہ مقتدیوں نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

صحابہؓ کے زخموں کی کیفیت...... صحابہ کے زخمی ہونے کا اندازہ اس حدیث سے ہو سکتا ہے جس میں ہے کہ صرف حضرت طلحہؓ کے جسم پر کم و بیش ستر زخم تھے جن میں کچھ نیزوں اور برچھوں کے تھے کچھ تلوار کے اور کچھ تیروں کے تھے۔ نیز ان کی انگلیاں بھی کٹ گئی تھیں۔ ایک روایت کے مطابق انگلیوں کے پورے کٹ گئے تھے۔ اس وقت انہوں نے کہا کہ بہت اچھا ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اگر تم بسم اللہ کہتے تو ابھی فرشتے تمہیں اس طرح اٹھا کر لے جاتے کہ یہ لوگ تمہیں آسمانوں کی بلندیوں میں گم ہوتے ہوئے کھلی آنکھوں دیکھتے۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ۔ اور تم دنیا میں رہتے ہوئے اپنا وہ محل دیکھ لیتے جو حق تعالیٰ نے جنت میں تمہارے لئے بنایا ہے!"

طلحہ کا عشق رسول ﷺ...... بخاری میں قیس ابن ابو حازم سے روایت ہے کہ غزوہ احد میں حضرت طلحہؓ جس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت فرما رہے تھے وہ لڑتے لڑتے زخمی ہو کر بے کار ہو گیا یعنی اس میں ایک تیر آکر پیوست ہو گیا تھا۔ ایک قول ہے کہ اس میں نیزہ لگا تھا۔ اس سے مسلسل خون بہنے لگا یہاں تک کہ کمزوری کی وجہ سے حضرت طلحہؓ بیہوش ہو گئے حضرت ابو بکرؓ ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے دینے لگے جس سے انہیں ہوش آیا تو انہوں نے فوراً ہی پہلا سوال یہ کیا۔

"رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے۔"

حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔

"آپ بخیریت ہیں اور آپ ﷺ ہی نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔!"

حضرت طلحہؓ نے کہا۔

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ ہر مصیبت کے بعد آسانی ہوتی ہے۔!"

Presented by Ziaraat.Com

حضرت طلحہؓ کا لقب فیاض تھا جو آنحضرت ﷺ نے ان کو غزوہ عشیرہ میں دیا تھا جیسا کہ بیان ہوا پھر احد میں آپ نے ان کو طلحۂ جُود کا خطاب دیا۔ لفظ جُود کے معنی بھی فیاض کے ہیں۔ یہ خطاب آپ نے اس لئے دیا کہ اس غزوہ کے موقعہ پر حضرتِ طلحہؓ نے سات ہزار درہم اپنی طرف سے خرچ کئے تھے غزوہ احد ہی میں آپ نے ان کو طلحہ خیر کا لقب عطا فرمایا۔

اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن کے منہ پر اس غزوہ میں ضرب آئی جس سے ان کے دانت ٹوٹ گئے اس کے علاوہ ان کے جسم پر بیس زخم تھے اور ایک روایت کے مطابق بیس سے بھی زائد ہی رہے ہوں گے ایک زخم ان کے پیر میں بھی آیا تھا جس سے وہ لنگڑے ہو گئے تھے۔

حضرت کعب ابن مالک کے دس زخم آئے تھے اور ایک روایت کے مطابق بیس زخم لگے تھے۔ (اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ میں سے اکثر حضرات بہت زیادہ زخمی حالت میں تھے اسلئے یہ بات بڑی حد تک قرین قیاس ہے کہ سب نے یا اکثر صحابہ نے زخموں سے چور ہونے کی وجہ سے آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی ہو)۔

قزمان ایک شہید قوم...... حضرت عاصم ابن عمر ابن قتادہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس ایک اجنبی آدمی رہتا تھا مگر ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کن لوگوں میں سے ہے اور کس قوم سے ہے ظاہر میں مسلمان ہی معلوم ہوتا تھا اس شخص کا نام قزمان تھا اور یہ بڑا بہادر اور بے خوف شخص تھا مگر جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوتا تو آپ فرماتے کہ وہ جہنمی ہے۔ جب غزوہ احد کا موقع آیا تو وہ بھی مسلمانوں کی طرف سے جنگ میں شریک ہوا اور اس نے بڑی زبردست جنگ کی۔ مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے جس شخص نے تیر چلایا وہ یہی تھا۔ وہ دھواں دھار تیر افگنی کر رہا تھا اور اس کے بعد اس نے اپنی تلوار کے جوہر دکھانے شروع کئے اور زبردست سر فروشی سے لڑا۔ وہ مشرکوں کے لونٹ سوار دستے پر ٹوٹ پڑا اور آٹھ یا دس مشرکوں کو آن کی آن میں خاک و خون میں لٹا دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو قزمان کی اس سر فروشی اور جاں بازی کی خبر ہوئی تو آپ نے پھر یہی فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ مسلمانوں کو اس ارشاد پر بے حد حیرت اور تعجب ہوا۔

قزمان کی سر فروشی اور محرومی...... جب قزمان لڑتے لڑتے بہت زیادہ زخمی ہو گیا تو اس کو میدان جنگ سے اٹھا کر بنی ظفر کے محلے میں پہنچا دیا گیا کیونکہ یہ بنی ظفر کا حلیف تھا (یعنی بنی ظفر سے اس کا معاہدہ تھا کہ ان کی مصیبت کے وقت یہ ان کا ساتھ دے گا) غرض یہاں مسلمان اس سے کہنے لگے کہ قزمان آج تم نے بڑی زبردست جان فروشی کا ثبوت دیا ہے اس لئے تمہیں خوش خبری ہو (یعنی تمہیں اس جاں فروشی کی جزا ضرور ملے گی) یہ سن کر قزمان نے کہا۔

"مجھے کا ہے کی خوش خبری خدا کی قسم میں تو صرف اپنی قوم کی عزت و فخر کے لئے لڑا ہوں اگر قوم کا معاملہ نہ ہوتا تو میں ہرگز نہ لڑتا۔!"

یعنی وہ اللہ اور اس کے رسول کا کلمہ بلند کرنے کے لئے نہیں لڑا تھا اور نہ اللہ اور رسول کے دشمنوں کو مٹانے کے لئے لڑا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت قتادہؓ نے قزمان کو زخموں سے چور حالت میں دیکھ کر کہا۔

قزمان! تمہیں شہادت کا مرتبہ مبارک ہو۔

اس نے کہا۔

Presented by Ziaraat.Com

"ابوعمرو! خدا کی قسم میں کسی دین ومذہب کے لئے نہیں لڑا۔ میں نے تو صرف اس خطرہ کے پیش نظر جنگ کی ہے کہ قریشی حملہ آور ہماری سرزمین کو پامال کر رہے ہیں۔!"

زخموں سے بیتاب ہو کر قزمان کی خودکشی...... جب قزمان کے زخموں میں بہت زیادہ تکلیف اور سوزش ہوگئی تو اس نے اپنے ترکش میں سے ایک تیز نکال کر خود ہی اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔ یعنی اس نے اس تیر کے پھل سے زرہ کے نیچے ایک رگ کاٹ ڈالی جس کو زواہن کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے اپنی تلوار کی نوک اپنے سینے پر رکھی اور پھر اپنا سارا بوجھ اس پر ڈال دیا جس سے تلوار اس کے سینے کے آرپار ہوگئی اور یہ ہلاک ہوگیا۔ کتاب نور میں ہے کہ یہی بات زیادہ صحیح ہے ممکن ہے کہ اس نے دونوں حرکتیں کی ہوں۔

واقعہ دیکھتے ہی ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس دوڑا ہوا آگیا اور کہنے لگا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔!"

آپ نے فرمایا۔ کیا ہوا۔

اس نے کہا۔

"ابھی آپ نے جس شخص کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے اس نے ایسا ایسا کیا ہے یعنی خودکشی کرلی ہے۔!"

ایک حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے تین طرح کے آدمیوں کے بارے میں سوال کیا گیا۔ ایک وہ جو بہادری کی وجہ سے لڑتا ہے۔ دوسرا وہ جو حمیت وغیرت اور خودداری کی وجہ سے لڑتا ہے اور تیسرا وہ جو ریاکاری کی وجہ سے لڑتا ہے۔ یعنی ان تینوں قسموں کے لوگ اس لڑائی میں حصہ لیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہو رہی ہے۔ تو ان کے بارے میں کیا مسئلہ ہے آیا ان کی جنگ فی سبیل اللہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔

"جو شخص اس نیت کے ساتھ لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ ہی سربلند ہونا چاہئے۔ اسی کی جنگ فی سبیل اللہ ہوگی۔!"

اس طرح آپ نے اس شخص کے انجام کی تصدیق فرمادی۔

عمل کا ظاہر اور باطن...... پھر آپ نے اسی شخص کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"بعض دفعہ تم میں کوئی شخص ایسا عمل کرتا ہے جو لوگوں کی نظروں میں جنتیوں کا عمل ہوتا ہے مگر وہ شخص حقیقت میں جہنمی ہوتا ہے اور کبھی کوئی شخص ایسا عمل کرتا ہے جو لوگوں کے نزدیک جہنیوں کا عمل ہوتا ہے لیکن وہ شخص جنتی ہوتا ہے۔!"

اس فرمان میں یہ اشارہ ہے کہ کبھی کبھی عمل کی حقیقت اس کی ظاہری شکل کے خلاف ہوتی ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حمایت ایک ایسے شخص سے بھی کرا دیتا ہے جو فاجر ہوتا ہے۔ امام سبکی نے اسی قزمان کے واقعہ کی طرف اپنے قصیدہ کے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

وقلت لشخص یدعی اللدین الله
بنار فا لقی نفسه للمنیة

ترجمہ: میں نے کہا کہ جو شخص کسی کے بارے میں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ فلاں شخص جہنم میں ہے اس نے خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ علامہ ابن جوزی نے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ہم رسول

Presented by Ziaraat.Com

اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک ایسے شخص کے بارے میں جو خود کو مسلمان کہتا تھا فرمایا کہ یہ جہنمی ہے۔ پھر جب جنگ شروع ہوئی تو اس شخص نے زبردست جنگ کی اور وہ بہت زیادہ زخمی ہو گیا اس وقت آنحضرت ﷺ سے کسی نے کہا۔

"یا رسول اللہ! اس شخص نے جس کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے، آج بڑی خوں ریز جنگ کی ہے اور مر گیا ہے۔!"

آپ نے پھر پہلے کی طرح فرمایا کہ وہ جہنم میں پہنچ گیا۔ پھر آپ کو بتلایا گیا کہ وہ مرا نہیں بلکہ بہت زیادہ زخمی حالت میں ہے۔ غرض پھر رات کو جب اس کے زخموں کی تکلیف ناقابل برداشت ہو گئی تو اس نے خودکشی کر لی۔ اس وقت آپ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا۔

"اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔!"

پھر آپ نے حضرت بلال ؓ کو لوگوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جنت میں سوائے مسلمان کے کوئی دوسرا شخص داخل نہیں ہو گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کی حمایت ایک فاجر شخص سے بھی کرا دیتا ہے۔ اس شخص کا نام قزمان تھا اور یہ منافقوں میں سے تھا۔ یہاں تک ابن جوزی کا حوالہ ہے اور یہ اختلاف قابل غور ہے کیونکہ یہ بات قرین قیاس نہیں کہ ایک شخص کے دو نام ہوں اور دونوں کے ساتھ ایک ہی واقعہ پیش آیا ہو ہاں یہ ممکن ہے راوی نے غلط فہمی کی وجہ سے غزوہ احد کے بجائے غزوہ خیبر کہہ دیا ہو۔

جہاں تک آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کی حمایت ایک فاجر شخص سے بھی کرا دیتا ہے۔ تو یہ ایک عام جملہ ہے جس میں ہر وہ بادشاہ اور عالم بھی شامل ہے جس نے اپنے اقتدار یا علم کو دنیاداری اور حرام خوری میں صرف کیا ہو۔ کیونکہ بسا اوقات ان کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ دلوں کو زندہ فرما دیتا ہے اور ان کے اعمال کے ذریعہ سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرما دیتا ہے حالانکہ وہ دونوں فاجر ہوتے ہیں۔

ایک مشرک کو توفیق خداوندی...... بنی عبد الاشہل کا ایک شخص اصیرم بھی غزوہ احد میں قتل ہوا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اصیرم ہمیشہ اپنی قوم کو اسلام لانے سے روکنے کی کوشش کرتا تھا اور خود بھی مسلمان نہیں ہوا (مگر بنی عبد الاشہل کے لوگ مسلمان ہو گئے)۔

جس روز رسول اللہ ﷺ غزوہ احد کے لئے مدینے سے روانہ ہوئے۔ یہ مدینے آیا اور اپنی قوم کے لوگوں یعنی بنی عبد الاشہل کے متعلق معلوم کیا کہ وہ لوگ کہاں ہیں (بنی عبد الاشہل آنحضرت ﷺ کے ساتھ غزوہ احد کے لئے روانہ ہو چکے تھے) اس کو بتلایا گیا کہ وہ میدان احد کی طرف گئے ہیں۔ اس وقت اچانک اس کو بھی اسلام کی طرف رغبت ہوئی چنانچہ وہ مسلمان ہوا اور اس کے بعد اپنی تلوار و نیزہ لے کر اور زرہ وغیرہ پہن کر گھوڑے پر سوار ہوا اور میدان جنگ میں پہنچ کر مسلمانوں کی ایک صف میں شامل ہو کر لڑنے لگا۔ یہاں تک کہ جنگ کرتے کرتے وہ بے انتہا زخمی ہو کر گر پڑا۔ جنگ کے بعد جب بنی عبد الاشہل کے لوگ اپنے مقتولوں کو تلاش کر رہے تھے اچانک انہیں اصیرم نظر آیا جو زخموں سے چور پڑا تھا۔ وہ لوگ اسے دیکھتے ہی پہچان گئے کہ خدا کی قسم یہ تو اصیرم ہے (انہیں اس کو میدان جنگ میں زخمی دیکھ کر حیرت ہوئی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اصیرم اسلام کا دشمن اور آنحضرت ﷺ کا مخالف ہے) انہوں نے اس سے کہا۔

"تم یہاں کیسے آئے تھے۔ کیا قومی جذبہ سے یا اسلام سے رغبت پیدا ہونے کی بناء پر۔۔۔

Presented by Ziaraat.Com

اصیرم نے کہا

"نہیں۔ اسلام سے رغبت ہونے کی وجہ سے۔ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لالیا۔ پھر میدان میں آکر میں نے جنگ کی یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو کر اس حال کو پہنچ گیا۔!"

بغیر نماز پڑھے جنت کا حقدار...... اس کے تھوڑی ہی دیر بعد اصیرم کا دم آخر ہو گیا۔ بنی عبدالاشہل نے آکر رسول اللہ ﷺ کو یہ سارا واقعہ بتلایا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جنتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ ان کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ مجھے ایسے شخص کے بارے میں بتلاؤ جس نے کبھی نماز نہیں پڑھی اور وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ ان کا اشارہ اصیرم کی طرف ہوتا تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا وہ گزشتہ ارشاد اس واقعہ پر صادق آتا ہے کہ کبھی کوئی شخص ایسا عمل کرتا ہے جو لوگوں کے نزدیک جنتیوں کا عمل ہوتا ہے لیکن وہ شخص جنتی ہوتا ہے۔

اسی طرح ایسے لوگوں میں جو کبھی نماز نہ پڑھنے کے باوجود جنتی ہیں اسود بھی ہے جو خیبر کے ایک یہودی کا چرواہا تھا۔ وہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض گزار ہوا۔

"یارسول اللہ! میرے سامنے اسلام پیش کیجئے۔!"

چنانچہ آپ نے اس کو اسلام پیش کیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد وہ فوراً ہی جہاد میں شریک ہوا جہاں ایک پتھر لگنے سے ہلاک ہو گیا۔ اس نے اس وقت تک ایک دفعہ بھی نماز نہیں پڑھی تھی (مگر وہ شخص جنتی ہے) جیسا کہ آگے غزوہ خیبر کے واقعہ میں اس کی تفصیل آئے گی۔

غرض اسی غزوہ احد میں حضرت حنظلہ ابن ابوعامر فاسق بھی شہید ہو گئے۔ ان کا باپ ابوعامر جاہلیت کے زمانے میں ابوعامر راہب کہلاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا لقب راہب کے بجائے فاسق رکھ دیا جیسا کہ بیان ہوا۔

ابوعامر فاسق...... یہ ابوعامر فاسق اور عبداللہ ابن ابی ابن سلول مدینے کے بڑے سرداروں میں سے تھے اور مدینے والوں پر بادشاہی کے لئے اپنی تاجپوشی کے خواب دیکھا کرتے تھے۔ یہ ابوعامر قبیلہ اوس میں سے تھا اور اس کو ابن صیفی کہا جاتا تھا۔ دوسری طرف عبداللہ ابن ابی قبیلہ خزرج میں سے تھا ان میں سے عبداللہ ابن ابی نے تو ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا مگر ابوعامر فاسق اپنے کفر پر جما رہا یہاں تک کہ اسی حالت میں وہ تن تنہا اور بیکسی کی حالت میں مر گیا۔ اس کی موت کے لئے آنحضرت ﷺ نے بددعا فرمائی تھی جس کے بعد جلد ہی یہ اپنے انجام کو پہنچا۔ اسی واقعہ کی طرف امام سبکی نے اپنے قصیدے کے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

ومات ابن صیفی علی الصفة التی
ذکرت وحیدا بعد طردو غربة

ترجمہ: ابن صیفی اسی طرح سے مرا جیسے آنحضرت ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی یعنی تن تنہا اور راندہ درگاہ ہو کر اور بیکسی و کس مپرسی میں۔

ابوعامر قریش کے دامن میں...... یہ ابوعامر فاسق آنحضرت ﷺ سے کنارہ کشی اور بیزاری کے جذبہ کے ساتھ مدینے سے نکل گیا تھا۔ اسکے ساتھ پچاس غلام تھے۔ ایک قول ہے کہ پندرہ تھے جو سب کے سب اسی کی قوم اوس کے تھے۔ یہ انکو لے کر مکے میں قریش کے پاس پہنچ گیا تھا اس نے قریش کو یقین دلایا تھا کہ (جب میں تمہارے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے جاؤں گا تو) سامنے مسلمانوں میں جو لوگ میری قوم اوس کے ہوں گے وہ

Presented by Ziaraat.Com

سارے متفق ہو کر میرا ساتھ دیں گے اور ان میں دو آدمی بھی ایسے نہیں نکلیں گے جو میرے خلاف جائیں۔ چنانچہ جب وہ قریش کے لشکر کے ساتھ جنگ احد میں آیا تو اس نے مسلم صفوں میں اوسیوں سے پکار کر کہا۔

"اے گروہ اوس میں ابو عامر ہوں۔!"

ان پر مسلمانوں میں سے قبیلہ اوس کے لوگوں نے جواب میں کہا۔

"اے فاسق۔ خدا تجھے ہر نعمت و مسرت سے محروم رکھے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ اے فاسق۔ تو خوش آمدید یا کسی نیک کلمے کا مستحق نہیں۔!"

ممکن ہے مسلمانوں نے یہ دونوں ہی جملے کہے ہوں۔ ابو عامر نے جب اوسیوں کا یہ جواب سنا تو کہنے لگا۔

"میرے بعد میری قوم بہت بڑی برائی میں مبتلا ہو گی۔!"

پھر اس نے مسلمانوں کے مقابلے میں بڑی خوں ریز جنگ کی۔ یہی ابو عامر فاسق ہے جس نے میدان احد میں جگہ جگہ گڑھے کھدوائے تھے تاکہ مسلمان بے خبری میں ان کے اندر گر پڑیں۔ ان ہی میں سے ایک گڑھے میں آنحضرت ﷺ گر پڑے تھے جیسا کہ بیان ہوا۔ یہ ابو عامر فاسق ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے جنگ کی آگ کو ہوا دی اور کفر کی پوری قوت و طاقت ساتھ لے کر مسلمانوں کے سروں پر چڑھ آیا۔

(ابو عامر کے بیٹے حضرت حنظلہ آنحضرت ﷺ کے سچے غلاموں میں سے تھے) انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی کہ اپنے باپ کو خود قتل کریں۔ مگر آپ نے ان کو ایسا کرنے سے روک دیا۔

ابو عامر کے بیٹے حضرت حنظلہؓ..... حضرت حنظلہ کے قتل کا واقعہ یہ ہے کہ جنگ کے دوران وہ ایک دفعہ ابوسفیان کے سامنے پہنچ گئے ابوسفیان گھوڑے پر تھا حضرت حنظلہؓ نے اس کے گھوڑے پر وار کر کے اسے زخمی کر دیا جس کے نتیجہ میں گھوڑے نے ابوسفیان کو نیچے گرا دیا۔ ابوسفیان نیچے گرتے ہی چلانے لگا۔ ادھر حضرت حنظلہؓ نے فوراً تلوار بلند کر کے ابوسفیان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا مگر اسی وقت شداد ابن اوس کی ان پر نظر پڑی۔ کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں شداد ابن اوس ہی ہے مگر ایک قول کے مطابق صحیح نام شداد ابن اسود ہے۔ غرض شداد نے حضرت حنظلہ کو ابوسفیان پر تلوار بلند کرتے دیکھا تو اس نے جلدی سے حضرت حنظلہؓ پر تلوار کا وار کر کے انہیں شہید کر دیا۔

حنظلہ جنہیں فرشتوں نے غسل دیا...... آنحضرت ﷺ نے حضرت حنظلہ کے قتل پر فرمایا۔

"تمہارے ساتھی یعنی حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔!"

ایک روایت میں یوں ہے کہ۔

"میں فرشتوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آسمان و زمین کے درمیاں چاندی کے برتنوں میں صاف و شفاف پانی لئے حنظلہؓ کو غسل دے رہے ہیں۔!"

حضرت حنظلہؓ کی بیوی کا نام جمیلہ تھا اور یہ سردار منافقین عبداللہ ابن ابی ابن سلول کی بیٹی اور حضرت عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابی ابن سلول کی سگی بہن تھیں۔ حضرت جمیلہ نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد سن کر عرض کیا۔

"وہ یعنی حضرت حنظلہ جنابت یعنی ناپاکی کی حالت میں ہی میدان جنگ میں آ گئے تھے۔!"

یعنی ان کو غسل کرنے کی ضرورت تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ احد سے ایک دن پہلے ہی ان کی شادی

Presented by Ziaraat.Com

ہوئی تھی اور اس رات میں انہوں نے حضرت جمیلہ کے ساتھ عروسی اور شادی کی پہلی رات منائی تھی جس کی صبح کو جنگ احد ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت جمیلہ کی بات سن کر فرمایا۔

"اسی لئے فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔!"

نوشاہ حنظلہ اور نئی نویلی دلہن جمیلہ...... حضرت حنظلہ رات کو اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ عروسی منانے کیلئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر گئے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کیلئے روانہ ہوئے تو ان کی بیوی بھی اصرار کر کے ان کے ساتھ ہو گئیں اس طرح وہ ان کے ساتھ تھیں اور حضرت حنظلہؓ کو غسل کی ضرورت ہو گئی مگر اسی وقت آنحضرت ﷺ کی طرف سے لشکر کے کوچ کا اعلان ہو گیا اور حضرت حنظلہ کوچ کی جلدی میں غسل نہ کر سکے۔ ایک روایت میں حضرت جمیلہ نے آنحضرت ﷺ سے یوں کہا تھا کہ جب حنظلہ نے دشمن کے مقابلے کیلئے کوچ کا اعلان سنا تو بغیر غسل کئے ہی نکل کھڑے ہوئے تھے۔

یہاں روایت میں تین لفظ ہیں ایک ھاتفہ دوسرا ھائعہ اور تیسرا ھیعہ ان تینوں کے معنی ہیں وہ اعلان جو گھبراہٹ یا جلدی ظاہر کرنے کے لئے ہو۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ بہترین شخص وہ ہے جو گھوڑے کی لگام پکڑے تیار کھڑا ہو اور جیسے ہی اعلان سنے فوراً چل کھڑا ہو۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت حنظلہ نے غسل شروع کر دیا تھا اور ابھی جسم کے ایک ہی حصے پر پانی ڈال پائے تھے کہ اعلان ہو گیا لہٰذا وہ بقیہ حصے پر پانی ڈالے بغیر ہی نکلے اور میدان جنگ کو روانہ ہو گئے۔

دولھا کے متعلق دلہن کا خواب...... اسی رات میں حضرت جمیلہ نے خواب دیکھا تھا کہ اچانک آسمان میں ایک دروازہ کھلا اور ان کے شوہر حضرت حنظلہ اس دروازے میں داخل ہوئے اس کے بعد فوراً ہی وہ دروازہ بند ہو گیا (جس سے وہ سمجھ گئی تھیں کہ ان کے شوہر کا اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آ گیا ہے)۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جمیلہ نے اپنی قوم کی چار عورتوں کو اس بات کا گواہ بنایا تھا کہ حضرت حنظلہ میرے ساتھ ہم بستری کر چکے ہیں ایسا ان کو اس لئے کرنا پڑا کہ ان کے حمل کے سلسلے میں لوگوں کو شبہات نہ پیدا ہوں۔ حضرت جمیلہ خود کہتی ہیں کہ ایسا اس لئے کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ آسمان میں ایک دروازہ کھلا جس میں وہ داخل ہو گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔ چنانچہ میں سمجھ گئی کہ حنظلہ کا وقت آ چکا ہے اور میں ان کے ذریعہ اسی رات حاملہ ہو گئی تھی۔ اس حمل سے عبداللہ ابن حنظلہ پیدا ہوئے تھے۔ یہی وہ عبداللہ بن حنظلہ ہیں جن کو مدینے والوں نے اس وقت اپنا امیر بنایا تھا جب انہوں نے یزید ابن معاویہ کو برطرف کر دیا تھا۔ یہ واقعہ پھر جنگ حرہ کا سبب بنا۔

ابو عامر کی وجہ سے حنظلہ کی لاش کے ساتھ رعایت...... قریش نے حضرت حنظلہ کو قتل کرنے کے بعد ان کی لاش کے کان اور ناک آنکھ کاٹ کر اسے مثلہ نہیں بنایا کیونکہ ان کا باپ ابو عامر فاسق ان کے ساتھ تھا۔ (یاد رہے کہ قریش مکہ نے دوسرے تمام مقتول صحابہ کی لاشوں کا مثلہ کر دیا تھا)۔

لاشوں کی بے حرمتی پر قتادہ کا غصہ...... کتاب امتاع میں ہے کہ حضرت ابو قتادہ انصاری نے جب دیکھا کہ مشرکوں نے مسلمانوں کی لاشوں کا مثلہ کیا ہے تو انہوں نے مشرکوں کی لاشوں کا بھی مثلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

Presented by Ziaraat.Com

"اے ابو قتادہ! قریش کے لوگ بڑے امانت والے ہیں۔ ان میں جو لوگ سرکشی اور سینہ زوری کرنے والے ہیں ان کی سرکشی کو اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مار دے گا (ورنہ ان کا مقام یہ ہے کہ) شاید جلد ہی (ان کے ہدایت پا جانے کے بعد) تم ان کے اعمال کے سامنے اپنے اعمال کو اور ان کے کارناموں کے سامنے اپنے کارناموں کو کمتر سمجھنے لگو گے۔ اگر مجھے یہ خیال نہ ہو تا کہ قریش اترانے اور اکڑنے لگیں گے تو میں ان کو بتلاتا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا کیا مقام اور درجہ محفوظ ہے۔!"

حضرت ابو قتادہؓ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! مجھے اس وقت جو غصہ آیا تھا وہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی خاطر آیا تھا!"

آپ نے فرمایا۔

"تم نے سچ کہا۔ یہ لوگ اپنے نبی کے لئے بہت بری قوم ثابت ہوئے۔!"

بد دعا کا ارادہ اور ممانعت...... (قال) ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دشمنوں کے لئے بد دعا کرنے کا ارادہ فرمایا اس وقت وہ آیت نازل ہوئی تھی جو گزشتہ صفحات میں ذکر ہوئی۔ یعنی لیس لک من الامر شیئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ ان کے لئے بد دعا کرنے سے رک گئے۔

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ کی اس بد دعا کے بعد ہی نازل ہوئی تھی کہ اے اللہ فلاں شخص پر لعنت فرما۔ اے اللہ فلاں شخص پر لعنت فرما۔ جیسا کہ پیچھے بعض روایتوں کے حوالے سے بیان ہوا (تو گویا بد دعا آپ پہلے بھی فرما چکے تھے جس پر آیت نازل ہوئی تھی)۔

اس کے جواب میں یہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ان کے لئے مستقل اور دائمی طور پر بد دعا کرنا چاہتے تھے جس سے اس آیت نے آپ کو روکا۔ لہذا اب آپ کے بد دعا کرنے اور بد دعا کرنے کا ارادہ کرنے کے سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں رہتا کیونکہ ممکن ہے مراد یہ ہو کہ آپ نے دوبارہ ان دشمنان خدا اور رسول کے حق میں بد دعا کرنے کا ارادہ کیا ہو (اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی)۔

حضرت حنظلہ کے بارے میں پیچھے حدیث بیان ہوئی ہے کہ ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔ اسی لئے ان کو غسیل ملائکہ کہا جاتا ہے) حضرت ابو سعید ساعدی سے روایت ہے کہ ہم حضرت حنظلہ کی لاش کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان کے سر کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے۔

بخاری، مسلم اور نسائی میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ احد کے دن ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر میں جنگ میں قتل ہو گیا تو کہاں ہوں گا۔ آپ نے فرمایا جنت میں۔ یہ سن کر اس نے فوراً وہ کھجوریں پھینک دیں جو ہاتھ میں لئے کھا رہا تھا اور جنگ کی آگ میں کود گیا یہاں تک کہ لڑتے لڑتے قتل ہو گیا۔

کتاب طرح تریب میں علامہ خطیب نے کہا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بدر کا ہے غزوہ احد کا نہیں ہے اس طرح انہوں نے صحیحین کی اس روایت کو ضعیف قرار دیئے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس بات کے لئے کوئی بنیاد نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک ذریعہ دوسری بات کو ضعیف قرار دینے کی ایک مثال ہے کہ انہوں نے ان دونوں کو ایک واقعہ قرار دے دیا جبکہ یہ دونوں واقعے صحیح ہیں اور دو مختلف آدمیوں کے دو علیحدہ علیحدہ واقعے ہیں۔

یہاں تک طرح تریب کا حوالہ ہے۔ غزوہ بدر کے بیان میں اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔ لہٰذا یہ بات قابل غور ہے۔

ایک مشرک کی مبارزت طلبی...... جنگ کے دوران ایک مشرک صفوں میں سے نکل کر سامنے آیا۔ وہ سر

Presented by Ziaraat.Com

سے پیر تک لوہے میں غرق تھا اس نے گویا مقابلہ کے لئے للکارتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ میں ابن عویف ہوں۔ یہ سن کر مسلمانوں میں سے ایک شخص آگے بڑھے جن کا نام رشید انصاری فارسی تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ابن عویف کی گردن پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کی زرہ کٹ گئی۔ ساتھ ہی انہوں نے کہا۔ لے میر اوار سنبھال میں ایک فارسی غلام ہوں۔ رسول اللہ ﷺ یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے اور آپ نے ان دونوں کے جملے بھی سنے تھے آپ ﷺ نے حضرت رشید سے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ لے میر اوار سنبھال میں ایک انصاری غلام ہوں۔

اس کے بعد ابن عویف کا بھائی رشید انصاری کے مقابلے کے لئے آگیا۔ وہ بھی یہی کہتا ہوا آیا کہ۔ میں ابن عویف ہوں۔ یہ بھی اپنے سر پر لوہے کا خود اوڑھے ہوئے تھا۔ حضرت رشید نے اس کے سر پر وار کیا جو خود کو کاٹتا ہوا اس کے سر کو اڑا گیا۔ ساتھ ہی حضرت رشید نے کہا۔ لے میر اوار سنبھال میں ایک انصاری غلام ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور آپ نے فرمایا کہ اے ابو عبداللہ! تم نے خوب کہا۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت رشید کو اس موقعہ پر ابو عبداللہ کہا جسکے معنی ہیں عبداللہ کے باپ حالانکہ اس وقت تک رشید انصاری کے کوئی بیٹا یا اولاد نہیں تھی (یعنی آپ نے یہ لقب ان کو پہلے ہی دے دیا تھا)۔

ایک معذور صحابی کا جوش جہاد...... اس غزوہ احد میں حضرت عمرو ابن جموح شہید ہوگئے ان کی ٹانگ میں بہت سخت لنگ تھا ان کے چار بیٹے تھے جو شیر کی طرح بہادر اور جنگ جو تھے اور ہر غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے غزوہ احد کے موقعہ پر ان چاروں نے اپنے والد حضرت عمرو ابن جموح کو جنگ میں شریک ہونے سے روکنا چاہا اور ان سے بولے کہ آپ کے پاس قدرتی عذر موجود ہے۔ حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"میرے بیٹے مجھے آپ کے ساتھ جنگ میں جانے سے روکنا چاہتے ہیں مگر خدا کی قسم میری تمنا ہے کہ میں اپنے اس لنگ کے ساتھ ہی جنت میں پہنچ جاؤں۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں معذور کر دیا ہے اسلئے تم پر جہاد فرض نہیں ہے!"

پھر آپ نے ان کے بیٹوں سے فرمایا۔

تمہیں انکو جہاد میں شریک ہونے سے روکنا نہیں چاہئے ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کو شہادت نصیب فرما دے۔!"

شہادت کی دعا اور قبولیت...... یہ سنتے ہی حضرت عمرو نے ا۔ تھیار سنبھالے اور جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ اس وقت انہوں نے قبلہ رو ہو کر دعا کی۔

"اے اللہ! مجھے شہادت کی نعمت عطا فرما اور واپس گھر والوں کے پاس زندہ آنے کی رسوائی سے بچا۔!"

چنانچہ یہ اس جنگ میں شہید ہوگئے۔

اللہ جن کی قسموں کا پاس کرتا ہے...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تم میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ کسی بات میں قسم کھا جائیں تو حق تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دیتا ہے۔ ان ہی لوگوں میں سے عمرو ابن جموح بھی ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

میں نے انہیں جنت میں ان کے اسی لنگ کے ساتھ چلتے پھرتے دیکھا ہے۔!

یعنی حق تعالیٰ نے قیامت کے دن کا ان کا حال آنحضرت ﷺ پر آشکار افرمادیا تھا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تھا

"یارسول اللہ! مجھے بتلایئے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا قتل ہو جاؤں تو کیا جنت میں پہنچ کر میری یہ ٹانگ ٹھیک ہو جائے گی اور میں چل سکوں گا۔"

آنحضرت ﷺ نے ان کے قریب آکر فرمایا۔

"یوں سمجھو گویا میں تمہیں جنت میں اس طرح چلتا پھرتا دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری یہ ٹانگ بالکل ٹھیک ہے۔!"

اقول۔ مولف کہتے ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں جو اختلاف ہے وہ اس طرح دور ہو جاتا ہے کہ ابتداً میں جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اسی لنگ کے ساتھ جنت میں چلے پھریں گے اور اس کے بعد ان کی ٹانگ ٹھیک ہو جائے گی۔

یہ عمرو ابن جموح جاہلیت کے زمانے میں بتوں کے خادم اور دربان تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنے ذمہ جو خدمت لی وہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کا جب کوئی نکاح ہوتا تو یہ ولیمہ کی دعوت کا انتظام کرتے تھے۔

ایک اور قسم کے سچے صحابی...... اسی طرح کی قسم کا ایک اور واقعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ پیش آیا تھا۔ یہ واقعہ انس ابن نضرؓ کا ہے جو حضرت انس ابن مالکؓ کے چچا تھے اور یہ حضرت انس ابن مالک رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے۔ ان انس ابن نضر کی بہن ربیع نے ایک دفعہ مار پیٹ میں ایک انصاری باندی کے سامنے کے دانت توڑ دیئے اس باندی کے گھر والوں نے قصاص اور بدلے کا مطالبہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ قصاص کے طور پر ربیع کے سامنے کے دانت توڑ دیئے جائیں اس پر ربیع کے بھائی انس ابن نضرؓ نے کہا۔

"خدا کی قسم ربیع کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔!"

اب آنحضرت ﷺ جب بھی یہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں قصاص کا حکم فرمایا ہے تو وہ ہر دفعہ یہی جملہ قسم کھا کر کہتے کہ خدا کی قسم ربیع کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔ آخر اس باندی کے گھر والے خود ہی دیت یعنی مال لینے پر راضی ہو گئے۔ تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ کے بندوں میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ کے نام پر کوئی قسم کھالیں تو حق تعالیٰ ان کی قسم پوری فرما دیتا ہے۔!"

عظیم المرتبہ لوگ...... یہی بات آنحضرت ﷺ نے حضرت انس ابن مالک کے بھائی براء ابن مالک کے حق میں بھی فرمائی تھی چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

اکثر چیتھڑے حال اور پراگندہ سر آدمی جن کی طرف لوگ توجہ بھی نہیں کرتے ایسے درجے کے ہوتے ہیں کہ اگر کسی معاملے میں وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر قسم کھا جائیں تو حق تعالیٰ ان کی قسم جھوٹی نہیں ہونے دیتا۔ ان ہی لوگوں میں سے ایک براء ابن مالک بھی ہیں۔!"

اللہ تعالیٰ کے یہاں حضرت براءؓ کی قسم کا پاس...... چنانچہ حضرت براء ابن مالک کے ساتھ ایسا ہی ایک

Presented by Ziaraat.Com

واقعہ پیش آیا تھا جس سے اس حدیث کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ مسلمانوں کی جنگ فارسیوں یعنی ایرانیوں سے ہو رہی تھی ان میں حضرت براءؓ بھی موجود تھے۔ ایک موقعہ پر ایرانی فوجیں مسلمانوں پر غالب آنے لگیں۔ اس وقت مسلمانوں نے حضرت براءؓ سے کہا۔

"اے براءؓ! اپنے پروردگار کا نام لے کر (ہماری فتح کی) قسم کھا جاؤ۔!"

حضرت براءؓ نے کہا۔

"اے اللہ! میں اس نام پر تیری قسم کھاتا ہوں کہ تو نے ہمیں ان کے مقابلے کی نعمت عطا فرمائی اور یہ کہ تو مجھے اپنے نبی محمد ﷺ کے پاس پہنچاوے گا۔!"

یہ کہہ کر حضرت براءؓ نے فارسیوں پر حملہ کر دیا اور ان کے ساتھ ہی مسلم فوجوں نے بھی ایک زبردست یلغار کی جس کے نتیجہ میں ایرانی لشکر کا ایک بڑا حصہ تو قتل ہو گیا اور باقی لوگ شکست کھا کر بھاگ اٹھے ساتھ ہی حضرت براءؓ بھی شہید ہو کر رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔

براءؓ کا ایک اور واقعہ...... حضرت براء ابن مالکؓ کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک جنگ میں وہ اپنے بھائی حضرت انسؓ کے ساتھ تھے عراق میں دشمن کے ایک قلعہ کے قریب مسلم لشکر فروکش تھا۔ دشمن قلعہ سے لوہے کی زنجیروں کے ساتھ لوہے کے آنکڑے لٹکاتا تھا اور مسلمان سپاہیوں کو ان آنکڑوں میں الجھا کر زنجیر کھینچتا تھا جس سے سپاہی کے جسم کا بہت گوشت آنکڑے میں الجھ کر ادھڑ جاتا تھا اور آدمی پھنسا رہ جاتا تھا۔ ایسے لوگوں میں جن کا گوشت اس طرح ادھڑا تھا حضرت انسؓ بھی تھے وہ اس میں الجھے ہوئے تھے اچانک حضرت براءؓ نے اپنے ہاتھ پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ہاتھ کا تمام گوشت صاف ہو چکا تھا اور ہڈیاں رہ گئی تھیں مگر اس طرح انہوں نے اپنے بھائی حضرت انسؓ کو بچا لیا۔

اویس قرنی کی قسم کا پاس...... قسم کے متعلق اسی قسم کا ایک ارشاد نبوی ﷺ حضرت اویس قرنی کے بارے میں بھی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ تابعین میں سب سے بہترین آدمی ایک شخص ہوگا جس کا نام اویس ابن عامر قرنی ہوگا۔ تم میں سے جو شخص بھی اس سے ملے وہ اس سے درخواست کرے کہ تمہاری مغفرت کے لئے دعا کرے۔

ایک روایت میں آنحضرت ﷺ نے خود حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

تمہارے پاس اویس ابن عامر یمن والوں کی امداد و حمایت کے ساتھ آئے گا۔ (اس کی پہچان یہ ہے کہ) اس کو برص کا مرض رہا ہوگا جس سے اس کو شفا ہو جائے گی صرف ایک درہم کے برابر جسم پر ایک داغ باقی ہوگا۔ اس کی ماں زندہ ہوگی جس کا وہ بے حد اطاعت گزار اور فرمانبردار ہوگا۔ وہ اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر کسی معاملے میں کوئی قسم کھا لے گا تو حق تعالیٰ اس کی قسم جھوٹی نہیں فرمائیں گے۔ اگر تم ان سے اپنی مغفرت کی دعا کرا سکو تو ضرور کرا لینا۔ واللہ اعلم۔

ہندہ کے شوہر، بھائی اور بیٹے کی شہادت...... غرض غزوہ احد میں حضرت عمرو ابن جموحؓ خود بھی شہید ہوئے اور ایک ان کے بیٹے بھی شہید ہوئے جن کا نام خلاد تھا۔ اسی طرح ان کے سالے یعنی ان کی بیوی ہندہ بنت حزام کے بھائی بھی قتل ہوئے ان کا نام عبداللہ تھا جو حضرت جابر ابن عبداللہ کے بھائی تھے۔

ہندہ کا صبر اور عشق نبوی ﷺ...... حضرت ہندہ ان تینوں یعنی اپنے شوہر، بیٹے اور بھائی کی لاشیں ایک

Presented by Ziaraat.Com

لونٹ پر رکھوا کر لے چلیں تاکہ ان کو مدینے میں دفن کرائیں۔ راہ میں ان کی ملاقات حضرت عائشہؓ سے ہوئی جو کچھ عورتوں کے ساتھ حالات معلوم کرنے کے لئے مدینے سے آرہی تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا کہ کیا لشکر کی خبر آئی ہے۔ حضرت ہندہ نے کہا۔

"جہاں تک رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے تو آپ بخیریت ہیں اور آپ کی خیریت کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد اب ہر مصیبت ہیچ اور بے حقیقت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔!

پھر حضرت عائشہؓ نے ان کے لونٹ پر لاشیں دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے کہا۔

"میرا بھائی عبداللہ، میرا بیٹا خلاد اور میرے شوہر عمرو ابن جموح ہیں۔!"

لاشیں مدینے میں دفن کرنے کا ارادہ اور لونٹ کا چلنے سے انکار...... اسی وقت وہ لاشوں والا اونٹ زمین پر بیٹھ گیا۔ اب اس کو کھڑا کر کے جب بھی مدینے کی طرف ہانکنا چاہتے وہ فوراً بیٹھ جاتا لیکن جب میدان احد کی طرف اس کا رخ کرتے تو فوراً چلنے لگتا۔ آخر حضرت ہندہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس گئیں اور آپ کو پورا واقعہ بتلایا۔ آپ نے فرمایا۔

"یہ لونٹ مامور ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے مدینے نہیں جائے گا) اس لئے ان تینوں کو یہیں میدان احد میں دفن کردو۔!"

پھر آپ نے حضرت ہندہ سے فرمایا۔

"اے ہندہ! جب سے تمہارا بھائی قتل ہوا ہے اس وقت سے اب تک فرشتے اس پر سایہ کئے ہوئے ہیں اور یہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ کہاں دفن کیا جاتا ہے۔!"

غالباً یہ بات اس اعلان سے پہلے کی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ ہر شہید کو اسی جگہ دفن کیا جائے جہاں وہ قتل ہوا ہے۔ حضرت جابر ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ اس غزوہ میں سب سے پہلے میرے والد حضرت عبداللہ ابن حزام قتل ہوئے تھے جن کو ابوالاعور سلمی نے قتل کیا تھا۔

عائشہ صدیقہ اور ام سلیم زخمیوں کو پانی پلانے پر...... صحیح بخاری میں ہے کہ میدان جنگ میں حضرت عائشہؓ اور ام سلیم زخمیوں کو پانی پلارہی تھیں اور اس طرح کہ ہر زخمی کے منہ میں وہ اپنے مشکیزوں سے پانی ڈال دیتی تھیں۔

(پیچھے بیان ہوا ہے کہ حضرت عائشہ میدان احد کی طرف خیریت معلوم کرنے کے لئے کچھ عورتوں کے ساتھ آرہی تھیں جس کا مطلب ہے کہ وہ میدان احد میں موجود نہیں تھیں) مگر اس سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ممکن ہے میدان احد میں پہنچنے کے بعد ان کی یہ مصروفیت رہی ہو۔

دو بوڑھوں کا جذبہ جہاد...... مسلم لشکر میں حضرت حذیفہ کے والد یمان اور ثابت ابن وقش عورتوں کے پاس ان خیموں میں تھے کیونکہ یہ دونوں بہت زیادہ بوڑھے تھے اس لئے خود آنحضرت ﷺ نے ہی ان کو لشکر کے پیچھے عورتوں کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ وہاں ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

"خدا کی مار۔ آخر ہم کس بات کا انتظار کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم اس عمر کو پہنچنے کے بعد اب ہم میں سے کسی کے لئے بھی کوئی کشش باقی نہیں رہتی ہے۔ کیوں نہ ہم اپنی تلواریں اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ

Presented by Ziaraat.Com

جائیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت کی دولت سے سرفراز فرمادے!"

یہ کہہ کر دونوں نے اپنی تلواریں سنبھالیں اور وہاں سے چل کر اس سمت سے جدھر مشرک تھے مسلمانوں کے ساتھ آملے۔ مسلمانوں کو ان دونوں کے آنے کا حال معلوم نہیں تھا۔ جہاں تک ان میں سے حضرت ثابت کا تعلق ہے تو ان کو تو مشرکوں نے قتل کر دیا اور حضرت یمان کے ساتھ یہ ہوا کہ چونکہ مسلمانوں کو خبر نہیں تھی کہ یہ بھی جنگ میں شامل ہوگئے ہیں اس لئے وہ ان کو مشرکوں کی سمت سے آتا دیکھ کر تلواریں لئے ان پر ٹوٹ پڑے اور اس طرح بے خبری میں یہ مسلمانوں کے ہی ہاتھوں قتل ہو گئے۔

حضرت یمان کا غلط فہمی میں قتل...... علامہ سہیلی نے تفسیر ابن عباس کے حوالے سے لکھا ہے کہ یمان کو جس مسلمان نے غلطی سے قتل کیا تھا وہ عتبہ ابن مسعود تھے جو حضرت عبداللہ ابن مسعود کے بھائی تھے۔ یہی عتبہ ہیں جنہوں نے پہلی بار مصحف یعنی قرآن پاک کا نام مصحف رکھا۔ غرض جیسے ہی مسلمانوں نے حضرت یمان پر حملہ کر کے ان کو قتل کیا اور حضرت حذیفہ نے ان کو پہچانا وہ پکار اٹھے کہ یہ تو میرے والد یمان ہیں۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم ان کو قطعاً پہچان نہیں سکے۔ اس واقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ کو ان کے والد کا خون بہا یعنی جان کی قیمت ادا کرنی چاہی مگر حضرت حذیفہؓ نے مسلمانوں کے نام پر اس کو چھوڑ دیا۔ ان کے اس ایثار پر آنحضرت ﷺ کے نزدیک ان کی وقعت اور زیادہ بڑھ گئی۔

حضرت یمان...... حضرت یمان کا اصل نام حسیل تھا۔ یمان اصل میں ان کے دادا یمان ابن حرث کا نام تھا ان ہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کو یمان کہا جانے لگا تھا۔ ان کو یمان کہنے کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے اپنی قوم کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے بعد یہ اپنی قوم میں سے بھاگ کر مدینے آگئے اور یہاں پہنچ کر انہوں نے بنی عبدالاشہل کی پناہ لی اور ان کے حلیف یعنی معاہدہ بردار بن گئے۔ اس پر ان کی قوم نے ان کو یمان کہنا شروع کر دیا کیونکہ انہوں نے یمانیوں یعنی مدینے والوں سے معاہدہ کر لیا تھا۔

حضرت حذیفہؓ کے جو قول مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ زندہ انسانوں میں مردہ شخص کون ہے۔ تو انہوں نے کہا۔

"وہ شخص جو کہ برائی کو اپنے ہاتھوں، اپنی زبان اور اپنے دل سے برانہ سمجھے۔!"

کشاف میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ جبکہ ان کے باپ مسلمان نہیں ہوئے تھے آنحضرت ﷺ سے اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی جو مشرکوں کی صف میں تھے۔ آپ نے فرمایا۔

"تم انہیں نہ چھیڑو۔ ان سے تمہارے علاوہ کوئی دوسرا نمٹ لے گا۔!"

یہاں تک کشاف کا حوالہ ہے۔ مگر میں نہیں جانتا کہ یہ کون سے غزوہ کا واقعہ ہے۔ پیچھے حضرت یمان کے متعلق جو تفصیل بیان ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انصاری تھے اور بنی عبدالاشہل کے حلیف تھے مگر ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ کسی بھی انصاری نے اسلام قبول کرنے سے پہلے آنحضرت ﷺ سے جنگ کی ہو لہٰذا تفسیر کشاف نے جو واقعہ لکھا ہے وہ قابل غور ہے۔

قریشی عورتوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی لاشوں کا مثلہ...... غرض جب اچانک مسلمانوں کو احد میں شکست ہو گئی اور وہ منتشر ہو گئے تو ابوسفیان کی بیوی ہندہ اور دوسری وہ عورتیں جو قریشی لشکر کے ساتھ آئی تھیں میدان جنگ میں مسلمانوں کی لاشیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کا مثلہ کرنے یعنی ان کے کان، ناک اور آنکھ کاٹنے

Presented by Ziaraat.Com

لگیں وہ ان اعضاء کو کاٹ کر ان کے ہار بناتیں اور گلے میں ڈالتیں۔

شیر خدا حمزہ کا جگر ہندہ کے منہ میں...... ابوسفیان کی بیوی ہندہ حضرت حمزہؓ کی لاش پر پہنچی۔ اس نے شیر خدا کا پیٹ چاک کر کے اس میں سے ان کا جگر نکالا اور اس کو منہ میں ڈال کر دانتوں سے چبایا مگر وہ اس کو نگل نہ سکی۔ آخر اس نے چبا کر اس کو اگل دیا۔ ہندہ نے دراصل پہلے سے یہ منت مان رکھی تھی کہ اگر حضرت حمزہ پر اس کا قابو چل گیا تو ان کا جگرہ کھائے گی۔ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا جگر نکال کر چبایا تھا تو آپ نے پوچھا۔

"کیا اس نے کچھ حصہ کھا بھی لیا ہے۔!"

لوگوں نے کہا نہیں وہ کھا نہیں سکی۔

حضرت حمزہ کا بلند مقام...... آپ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے جہنم پر حرام کر رکھا ہے کہ حمزہ کے گوشت کا کوئی حصہ بھی چھوسکے۔"

(ی) یعنی اگر ہندہ ان کے جسم کا کوئی حصہ بھی کھا لیتی یعنی اس کے پیٹ میں پہنچ جاتا تو ہندہ کو جہنم کی آگ نہ چھو سکتی۔ ایک روایت میں ہے کہ۔ اگر ان کا ذرا سا گوشت بھی ہندہ کے پیٹ میں پہنچ جاتا تو ہندہ کو جہنم کی آگ نہ چھو سکتی کیونکہ حق تعالیٰ نے حمزہ کو یہ عزت عطا فرمائی ہے کہ ان کے جسم کا کوئی جز بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔

مگر میں نے سیرت کی بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ ہندہ نے حضرت حمزہ کا کلیجہ بھون کر اس میں سے کچھ حصہ کھا لیا تھا۔ مگر کہا جاتا ہے کہ اس سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہونا چاہئے کیونکہ یہاں کھانے سے مراد صرف چبانا ہے نگلنا نہیں ہے۔

وحشی کو ہندہ کا انعام...... (قال) ایک روایت میں ہے کہ حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کر کے جگر نکالنے والا خود وحشی تھا جس نے حضرت حمزہؓ کو قتل کیا تھا۔ اس نے ان کا جگر نکالا اور اسے لے کر ہندہ کے پاس آیا۔ پھر اس نے ہندہ سے کہا۔

"اگر میں تمہارے باپ کے قاتل کو قتل کر دوں تو مجھے کیا انعام ملے گا۔"

ہندہ نے کہا۔ میرے جسم کا تمام سامان اور لباس وغیرہ۔

وحشی نے کہا۔ تو سنبھالو یہ حمزہ کا جگر ہے۔!"

ہندہ کے گلے میں حمزہ کی آنکھ ناک اور کانوں کا ہار...... ہندہ نے اسی وقت وحشی کو اپنا لباس اور زیورات دے دیئے جو وہ پہنے ہوئے تھی۔ ساتھ ہی اس نے وعدہ کیا کہ مکے پہنچ کر وہ دس دینار مزید دے گی۔ اسکے بعد وحشی اس کو وہاں لایا جہاں حضرت حمزہ کی لاش پڑی تھی۔ یہاں پہنچ کر ہندہ نے لاش کی ناک اور کان کاٹے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ اس نے لاش کے مردانے اعضاء کاٹے اور اس کے بعد ناک اور کان کاٹے۔ پھر اس نے اعضاء کے ہار اور کنگن بنا کر ہاتھوں اور گلے میں پہنے وہ ان کو پہنے پہنے ہی مکہ تک پہنچی۔

ابوحیان کی کتاب نہر میں ہے کہ وحشی کو یہ وعدہ دیا گیا تھا کہ اگر اس نے حمزہ کو قتل کر دیا تو اسے آزاد کر دیا جائے گا مگر جب اس نے حمزہ کو قتل کر دیا تو یہ وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ اس وقت وحشی کو اپنی اس حرکت پر سخت ندامت اور افسوس ہوا۔

Presented by Ziaraat.Com

ہندہ کی خوشی اور ابوسفیان کا اعلان فتح......اس کے بعد ہندہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھی جہاں کھڑے ہو کر اس نے اس خوشی میں گلا پھاڑ پھاڑ کر چند شعر پڑھے۔ اسکے بعد اس کا شوہر ابوسفیان پہاڑ پر چڑھا بخاری میں یہی لفظ ہیں کہ وہ پہاڑ کے اوپر چڑھا۔ مگر ایک روایت میں ہے کہ وہ پہاڑ کے دامن میں تھا۔ ممکن ہے دونوں ہی باتیں رہی ہوں کہ پہلے اس نے نیچے سے آواز لگائی اور پھر اوپر چڑھا ہو۔ غرض پھر ابوسفیان پوری آواز سے چلا کر کہنے لگا۔

"ہمارا ایک شگون صحیح نکلا۔ جنگ ایک ہار جیت کی بازی ہے۔ (کبھی) اور بازی کبھی تمہاری ہے تو کبھی ہماری ہے۔ آج جنگ احد میں جنگ بدر کا بدلہ چکا دیا گیا۔!"

ابوسفیان اور پانسہ کے تیر......یہاں ابوسفیان نے انعمت کا لفظ استعمال کیا ہے یہ لفظ خود اپنے آپ کو مخاطب کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور فال کے تیروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے (جیسا کہ جاہلیت کے دور میں عربوں کا دستور تھا کہ خانہ کعبہ میں کچھ تیر رکھے ہوئے تھے جو پانسہ کے تیر کہلاتے تھے جن کو عربی میں ازلام کہا جاتا ہے۔ ان پر مختلف جملے لکھے ہوئے تھے مثلاً ایک پر لکھا ہوا تھا۔ "کرو"۔ اور ایک پر لکھا ہوا تھا۔ "مت کرو"۔ قریش کوئی کام کرنے سے پہلے ان تیروں کا پانسہ ڈالا کرتے تھے اگر پانسہ میں وہ تیر آگیا جس پر۔ کرو۔ لکھا ہوا تھا تو وہ اس یقین سے کرتے تھے کہ کامیاب ہوں گے اور وہ تیر آگیا جس پر "مت کرو" لکھا ہوا تھا تو اس یقین کے ساتھ رک جاتے تھے کہ اس کام میں کامیابی نہیں ہو گی) ابوسفیان جنگ اُحد کیلئے کوچ کرنے لگا تھا تو اس نے ان تیروں کا پانسہ ڈالا تھا اور وہ تیر نکلا تھا جس پر "کرو" لکھا ہوا تھا۔

آگے ابوسفیان نے فعال کا لفظ بولا ہے اس میں ف پر زبر ہے اور یہ کلمہ کا جز نہیں بلکہ لفظ عال ہے مراد یہ ہے کہ یہ معاملہ پانسہ اندازی یا نفس کی ملامت سے بالاتر ہو گیا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ عال عنی یعنی مجھ سے بلند تر ہو گیا۔

جنگ ایک بازی ہے......ایک روایت میں ابوسفیان کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ

"کوئی دن تمہارا ہے تو کوئی دن ہمارا ہے۔ ایک دن ہم غمگین ہیں تو ایک دن مسرور و مطمئن بھی ہوتے ہیں۔ آج حنظلہ کے بدلے میں حنظلہ اور فلاں کے بدلے میں فلاں کا سب حساب چکا دیا گیا ہے۔"

ایک حدیث میں بھی آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جنگ ایک بازی ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۱۴۰ اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ۔ الآیہ پ ۴۔ سورہ آل عمران ع ۴ آیت

ترجمہ: اگر تم کو زخم پہنچ جاوے تو اس قوم کو بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے اور ان ایام کو لوگوں کے درمیان اولتے بدلتے رہا کرتے ہیں۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت غزوہ احد کے موقعہ پر نازل ہوئی ہے۔

غرض اس کے بعد ابوسفیان نے پکار کر کہا جس سے مسلمانوں کو سنانا مراد تھا۔

مثلہ لاشوں کے متعلق ابوسفیان کا خطاب......"تمہیں لوگوں میں۔ اور ایک روایت کے مطابق۔ اپنے مقتولوں میں کچھ لاشیں مثلہ کی ہوئی بھی ملیں گی۔ مگر اس کے لئے میں نے حکم نہیں دیا تھا نہ ہی مجھے اس بات سے کچھ خوشی ہوئی ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ خدا کی قسم اس حرکت پر نہ تو میں خوش ہوا اور نہ ناراض ہی ہوں۔ نہ میں نے ایسا کرنے کا حکم دیا اور نہ کرنے والوں کو اس سے منع کیا۔ نہ میں نے اسے پسند کیا اور نہ ناپسند کیا۔ نہ مجھے یہ ناگوار گزرا اور نہ خوشگوار ہی معلوم ہوا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ تم اپنے مقتولوں میں

Presented by Ziaraat.Com

نہ ناک کان کٹی لاشیں پاؤ گے جو ہمارے سرداروں کی رائے سے نہیں کیا گیا۔"

اس کے بعد ابوسفیان میں جاہلیت کی ہرک اور حمیت کا جذبہ بیدار ہوا اور وہ کہنے لگا۔

"لیکن اگر یہ ایسا ہی ہوتا تو بھی ہم اس بات کو ناپسند نہ کرتے۔!"

شیر خدا کی لاش پر ابوسفیان کی بہادری...... ابوسفیان کے سامنے سے احابیش کا سردار حلیس گزرا اس وقت ابوسفیان حضرت حمزہؓ کی چاک شدہ لاش میں نیزہ کی نوک مار مار کر کہہ رہا تھا۔

ذُق عقق۔ ہماری مخالفت کرنے کا مزہ چکھ۔ اے اپنی قوم کو چھوڑنے والے شخص اپنی اس حرکت کو بھگت۔!"

اس طرح گویا ابوسفیان نے حضرت حمزہ کے اسلام کو ایک بے مقصد اور نافرمانی کی بات قرار دیا۔ حلیس نے ابوسفیان کی یہ حرکت دیکھی تو بنی کنانہ سے کہا۔

ابوسفیان پر بنی کنانہ کا طعن...... اے بنی کنانہ! دیکھو یہ قریش کا سردار ہے جو اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ یہ برتاؤ کر رہا ہے۔!"

ابوسفیان (کو اس وقت اپنی اس پست اور گری ہوئی حرکت کا احساس ہوا اور اس) نے کہا۔

"اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ واقعی یہ ایک نیچ حرکت ہے۔!"

پھر ابوسفیان نے بلند آواز سے کہا۔

ابوسفیان کا نعرہ ہبل...... ہبل زندہ باد۔ تیرا دین سربلند ہوا۔ یہ اسی طرح سربلند ہوتا رہے۔!

آنحضرت ﷺ کی طرف سے جواب...... آنحضرت ﷺ نے ابوسفیان کا یہ جملہ سنا تو آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا عمر اٹھو اور اس کی بات کا جواب دو۔ اور کہو کہ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سربلند و برتر ہے۔ ہماری تمہاری کوئی بات برابر نہیں ہے۔ ہمارے شہید جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول جہنم میں ہیں۔!"

(حضرت عمرؓ نے بلند آواز سے یہ جملے کہہ کر ابوسفیان کو سنا دیئے تو) ابوسفیان نے ادھر سے پکار کر کہا۔

"تو تم اب بھی یہ سمجھتے ہو کہ ہم ہی رسوا اور خوار ہوئے ہیں۔!"

ہبل کے بارے میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ ایک بت تھا اور اس پر تفصیلی کلام بھی ہو چکا ہے۔ علامہ شیخ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ اب یہ ہبل نامی بت حرم کے باب بنی شیبہ کے نچلے چوکھٹ میں نصب ہے جہاں سے داخل ہونے والے لوگ اس کو پامال کرتے ہوئے اندر جاتے ہیں۔ بادشاہوں نے اس کو وہاں رکھوا کر اس کے اوپر فرش کرا دیا ہے۔

ابوسفیان و عمر فاروقؓ کا مکالمہ...... غرض اس کے بعد ابوسفیان نے پکار کر مسلمانوں سے کہا۔

"ہمارا عزیٰ ہے جبکہ تمہارا کوئی عزیٰ نہیں ہے۔!"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"ہمارا والی و آقا اللہ تعالیٰ ہے جب کہ تمہارا کوئی ایسا آقا نہیں ہے۔!"

ابوسفیان آنحضرت ﷺ کے قتل کی غلط فہمی میں...... (ابوسفیان ابھی تک یہی سمجھ رہا تھا کہ ہم محمد ﷺ کو قتل کر چکے ہیں۔ اور ادھر یہاں سے اس کی باتوں کا جواب بھی آنحضرت ﷺ کے بجائے حضرت عمرؓ دے رہے تھے۔ اس سے اس کو اور زیادہ یقین ہوا) آخر اس نے حضرت عمرؓ کو پکارا کہ عمر! ذرا سامنے آؤ۔

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت ﷺ نے فاروق اعظمؓ کو حکم دیا کہ اس کے سامنے جاؤ اور دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ ابوسفیان کے سامنے آئے تو اس نے فاروق اعظمؓ سے کہا۔

"عمر! کیا واقعی ہمارے کسی شخص نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا ہے۔"

حقیقت کا انکشاف...... حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"ہرگز نہیں۔ بلکہ اس وقت حضور ﷺ تیری باتیں سن رہے ہیں!"

(واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ کے قتل کی خبر ابن قمئہ نے اڑائی تھی۔ ابوسفیان نے کہا۔

"تم میرے نزدیک ابن قمئہ سے زیادہ سچے اور قابل یقین ہو۔!"

ابن قمئہ نے آنحضرت ﷺ کے قتل کی خبر اس لئے اڑائی تھی کہ وہ آپ کی تاک میں آگے بڑھا تھا مگر آنحضرت ﷺ کے بجائے اس کے سامنے حضرت مصعب ابن عمیر آئے ابن قمئہ نے ان کو قتل کر دیا اور یہ سمجھا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو قتل کیا ہے۔ چنانچہ وہاں سے لوٹ کر اس نے سب سے کہا کہ میں نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا ہے۔ یہ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

ابوسفیان کی غلط فہمی کا سبب...... ایک روایت میں ہے کہ (آنحضرت ﷺ کے متعلق اس افواہ کے بعد) ابوسفیان نے پکار پکار کر با آواز بلند کہا۔

"کیا تم لوگوں میں محمد ﷺ موجود ہیں۔ کیا تم لوگوں میں محمد ﷺ موجود ہیں۔"

ابوسفیان نے تین مرتبہ یہ اعلان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ آواز سنی مگر آپ نے صحابہ کو اس کا جواب دینے سے روک دیا۔

پھر ابوسفیان نے پکار کر پوچھا کہ۔ کیا تم لوگوں میں ابن ابوقحافہ یعنی ابوبکر موجود ہیں۔ یہ اعلان بھی اس نے تین مرتبہ کیا۔ پھر اس نے کہا۔ کیا تم لوگوں میں عمر موجود ہیں۔ یہ آواز بھی اس نے تین مرتبہ لگائی۔ ایک روایت میں ابوسفیان کے الفاظ اس طرح ہیں کہ۔ ابن ابوکبشہ کہاں ہیں۔ ابن ابوقحافہ کہاں ہیں۔ ابن خطاب کہاں ہیں۔ (مگر ابوسفیان کو ان میں سے کسی بات کا جواب نہیں ملا تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"جہاں تک ان تینوں کا معاملہ ہے تو یہ تو سب کے سب قتل ہو چکے ہیں اور تم نے ان کا کام تمام کر دیا ہے کیونکہ اگر یہ لوگ زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔!"

ابوسفیان کا یہ جملہ حضرت عمرؓ نے سن لیا تو وہ برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے وہیں سے پکار کر کہا۔

"اے اللہ کے دشمن۔ خدا کی قسم تو بکتا ہے۔ جن جن لوگوں کو تو کہہ رہا ہے وہ سب زندہ ہیں اور تیری تباہی کے لئے باقی ہیں۔!"

ابوسفیان کا اگلے سال میدان جنگ میں ملاقات کا وعدہ...... اس کے بعد ابوسفیان نے پکار کر مسلمانوں سے کہا۔

"اچھا۔ تو آئندہ میدان بدر میں ہم تم پھر ملیں گے۔!"

اس پر آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے ایک شخص سے فرمایا۔

"کہہ دو کہ ہاں ہمارا تمہارا ملنے کا وعدہ رہا۔"

پھر جب قریشی لشکر میدان احد سے واپس روانہ ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ ابن ابی طالب

Presented by Ziaraat.Com

کو۔ اور ایک قول کے مطابق حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص کو ان کے پیچھے جانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

دشمن کی واپسی اور حضرت علیؓ کو تعاقب کا حکم ...... "دشمن کے پیچھے پیچھے جاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کیا چاہتے ہیں اگر وہ لوگ اونٹوں پر سوار ہیں اور گھوڑوں کو اپنے ساتھ ہانکتے ہوئے لے جارہے ہیں تو سمجھ لو کہ وہ مکے ہی جارہے ہیں لیکن اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہیں اور اونٹوں کو برابر میں ہانک رہے ہیں تو سمجھو کہ وہ مدینے جارہے ہیں۔ مگر قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر انہوں نے مدینے کا رخ کیا تو میں ہر قیمت پر مدینے پہنچ کر ان کا مقابلہ کروں گا۔!"

مدینہ پر حملہ کا ارادہ اور صفوان کی مخالفت ...... حضرت علیؓ یا حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ پھر میں ان کے پیچھے یہ دیکھنے کو روانہ ہوا کہ وہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ اونٹوں پر سوار ہوئے اور گھوڑوں کو برابر میں ہانکتے ہوئے مکے کی طرف کوچ کر گئے۔ اس سے پہلے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا تھا اور کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ یہاں سے مدینے پر چڑھائی کر کے لوٹ مار کی جائے۔ مگر صفوان ابن امیہ نے انہیں اس سے روکا اور کہا۔

"معلوم نہیں تم ہی کسی لپیٹ میں آجاؤ لوگ اپنے مقتولوں کی وجہ سے ویسے ہی پریشان ہیں!"

ابن ربیع کے متعلق تحقیق حال کا حکم ...... ادھر مسلمان اپنے مقتول کی وجہ سے پریشان تھے۔ آنحضرت ﷺ ان سے فرمایا۔

"کوئی ہے جو جا کر سعد ابن ربیع کا حال معلوم کر کے آئے۔ آیا وہ زندہ ہے یا مردہ ہے۔ ایک روایت میں آگے یہ لفظ بھی ہیں کہ۔ کیونکہ میں نے اس کے اوپر تلواریں چمکتے ہوئے دیکھی تھیں۔!"

ابن ربیع کو نبی کا سلام ...... اس پر ایک انصاری مسلمان یعنی ابی ابن کعب نے کہا۔ اور ایک قول کے مطابق وہ محمد ابن مسلمہ تھے۔ نیز ایک قول کے مطابق زید ابن حارثہ تھے اور ایک قول کے مطابق کوئی اور تھے۔ ممکن ہے آپ نے ان سب کو ہی بھیجا ہو۔ بہر حال ان میں سے کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میں جا کر دیکھتا ہوں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے ان جانے والے شخص سے فرمایا۔

"اگر تم سعد ابن ربیع کو زندہ پاؤ تو ان سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ رسول اللہ ﷺ تم سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں ہو۔!"

لب دم حالت میں ابن ربیع کی دریافت ...... یہ انصاری مسلمان حضرت سعدؓ کی تلاش میں گئے تو ایک جگہ انہوں نے سعدؓ کو زخموں سے چور پڑا پایا اس وقت تک ان میں زندگی کی کچھ رمق اور آثار باقی تھے۔ انہوں نے فوراً ہی حضرت سعدؓ سے کہا۔

"مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ تمہارا حال معلوم کروں کہ آیا تم زندوں میں ہو یا مردوں میں ہو۔!"

ابن ربیع کا نبی کو سلام اور قوم کو پیغام ...... حضرت سعدؓ نے کہا۔

"میں اب مردوں ہی میں ہوں۔ میرے جسم پر نیزوں کے بارہ زخم لگے ہیں میں اس وقت تک لڑتا رہا جب تک مجھے میں سکت باقی تھی۔ اب تم رسول اللہ ﷺ سے میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ ابن ربیع آپ ﷺ کے لئے عرض کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے وہی بہترین جزاء عطا فرمائے جو ایک امت کی طرف سے اس کے نبی کو مل سکتی ہے۔ نیز اپنی قوم کو بھی میرا سلام پہنچا دینا اور ان سے کہنا کہ سعد ابن ربیع تم سے کہتا

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ اگر ایسی صورت میں تم نے دشمن کو اللہ کے نبی تک پہنچنے دیا کہ تم میں جھپکنے والی ایک آنکھ۔ اور ایک روایت کے مطابق۔ ہلنے والا ایک بھی ہونٹ موجود ہے۔ یعنی ایک شخص بھی زندہ موجود ہے تو اس جرم کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔"

ابن ربیع کا دم واپسیں...... یہ کہنے کے چند ہی لمحوں بعد حضرت سعد ابن ربیع کا دم آخر ہو گیا۔ وہ انصاری شخص کہتے ہیں کہ اسکے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپکو سعد ابن ربیع کے متعلق ساری تفصیل بتلائی۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جس شخص کو آنحضرت ﷺ نے سعد ابن ربیع کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا وہ لاشوں کے درمیان ان کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ حضرت سعدؓ نے جو زخمی پڑے تھے اس شخص سے پوچھا کہ کیا بات ہے تم کس کی تلاش میں ہو۔ اس نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہارا حال معلوم کر کے آپ کو اطلاع دینے کے لئے بھیجا ہے۔ اس پر حضرت سعد نے وہی سب کہا جو بیان ہوا۔

پروانہ نبوت کا سوز و گداز عشق...... ایک روایت میں یوں ہے کہ محمد ابن مسلمہ سعدؓ کی تلاش میں آئے اور انہوں نے لاشوں کے درمیان کھڑے ہو کر اور کئی بار سعد ابن ربیع کہہ کر پکارا مگر انہیں جواب نہ ملا۔ آخر انہوں نے پکار کر کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہارا حال معلوم کرنے کیلئے بھیجا ہے۔ اس پر حضرت سعد ابن ربیع نے نہایت کمزور آواز میں ان کو جواب دیا۔ ایک روایت میں حضرت سعد ابن ربیع کے الفاظ اس طرح ہیں۔

"اپنی قوم سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ سعد ابن ربیع کہتا ہے۔ اللہ اللہ۔ تم نے عقبہ کے مقام پر اس رات رسول اللہ ﷺ کو کیسے کیسے عہد دیئے تھے۔ ان وعدوں اور اس عہد کے بعد اب خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہارا کوئی عذر نہیں سنا جا سکتا۔"

(مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے مکے میں عقبہ کی گھاٹی میں مدینے کے لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو جو بڑے بڑے عہد دیئے تھے انکے بعد اب اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے لئے اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ وہ کسی بھی موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑیں۔ اور جنگ احد کی اس آزمائش میں انہیں اس وقت تک آنحضرت ﷺ کا ساتھ دینا واجب ہے جب تک کہ ان کے جسموں میں خون کا آخری قطرہ بھی باقی ہے)۔

ابن ربیع کے متعلق کلمات رسول ﷺ...... جب آنحضرت ﷺ کو ان کے متعلق تفصیلات معلوم ہوئیں تو آپ نے ان کے حق میں فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے۔ اس نے صرف اللہ اور رسول کے لئے زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں نصیحتیں کیں۔"

ابن ربیع کے پسماندگان...... حضرت سعد ابن ربیع نے پسماندگان میں دو بیٹیاں چھوڑی تھیں آنحضرت ﷺ نے حضرت سعد کی میراث میں سے ان دونوں کو دو تہائی حصہ دیا چنانچہ قرآن پاک میں میراث سے متعلق جو آیت ہے آنحضرت ﷺ کا یہ فیصلہ گویا اس آیت کی عملی تفسیر تھا۔ وہ آیت یہ ہے۔

فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ لآیہ پ ۴ سورہ نساء ع ۲ آیت ع ۱۱

ترجمہ: اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اس مال کا جو کہ مورث چھوڑ مرا ہے۔

یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی تھی کہ دو بیٹیاں ہوں یا دو سے زائد ہوں۔ چونکہ یہ قرآن پاک کا

Presented by Ziaraat.Com

صاف حکم ہے اس لئے اب اس کی ضرورت نہیں رہتی کہ دو بیٹیوں کو دو بہنوں پر قیاس کرتے ہوئے صرف اس لئے ان کا حکم یکساں مانا جائے کہ جب دونوں صورتوں میں اکیلی کو آدھا ملتا ہے تو دو دو کی صورت میں بھی دونوں کا حکم ایک ہی ہو گا۔

خلفاء رسول ﷺ کے دلوں میں ابن ربیع کا احترام...... ان کی ایک صاحبزادی ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس ان کی خلافت کے زمانے میں آئیں تو انہوں نے ان خاتون کے بٹھانے کے لئے اپنی چادر بچھادی۔ اسی وقت وہاں حضرت عمر فاروقؓ تشریف لے آئے فاروق اعظمؓ نے صدیق اکبرؓ سے ان خاتون کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہیں تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔

"یہ اس شخص کی بیٹی ہیں جو مجھ سے اور تم سے بہتر تھا۔!"

حضرت عمرؓ نے پوچھا۔

"اے خلیفہ رسول وہ کون شخص تھا۔"

صدیق اکبر کی زبانی بنت ربیع کا تعارف...... صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔

"وہ شخص وہ تھا جو (سبقت کر کے) جنت نشین بھی ہو گیا اور میں اور تم رہ گئے یہ سعد ابن ربیع کی بیٹی ہیں۔!"

آنحضرت ﷺ حمزہؓ کی نعش کی تلاش میں...... غرض اس کے بعد جبکہ جنگ ختم ہو چکی تھی اور مشرکین جا چکے تھے آنحضرت ﷺ اپنے چچا حضرت حمزہؓ کی نعش کی تلاش میں نکلے۔ اسی وقت ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

شیر خدا کی آخری دعا...... "میں نے ان کو ان چٹانوں کے قریب دیکھا تھا۔ اس وقت وہ یہ کہہ رہے تھے کہ میں اللہ کا شیر ہوں اور اس کے رسول کا شیر ہوں۔ اے اللہ! میں تیرے سامنے ان باتوں اور ان مقاصد سے برات و بیزاری کا اعلان کرتا ہوں جن کو لے کر ابو سفیان اور اس کے ساتھی اس لشکر کے ساتھ یہاں آئے تھے۔ اور میں تیرے سامنے ان لوگوں کی اس حرکت پر معذرت پیش کرتا ہوں جو انہوں نے اس شکست کی صورت میں کی ہے۔!"

انس ابن نضر کی یہی دعا...... یہی دعا حضرت انس ابن نضر کے متعلق بھی نقل کی جاتی ہے جو آنحضرت ﷺ کے خادم حضرت انس ابن مالک کے چچا تھے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ وہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور اس پر انہیں بے حد افسوس تھا۔ اس کے بعد غزوہ احد ہوا اور مسلمانوں کو شکست اٹھانا پڑی۔ انہوں نے غزوہ بدر کے بعد آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تھا۔

"یا رسول اللہ! میں مسلمانوں کے اولین غزوہ میں شریک ہو کر مشرکوں سے جنگ نہ کر سکا۔ خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکوں کے مقابلے میں لڑنے کا کوئی موقعہ عطا فرمایا تو میں دکھاؤں گا کہ میں کیا کرتا ہوں!"

پھر غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست (اور صحابہ کے آنحضرت ﷺ کے پاس سے تتر بتر) ہو جانے پر انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! ان لوگوں یعنی صحابہ نے جو کچھ کیا اس کے لئے میں تیرے سامنے معذرت پیش کرتا ہوں اور ان لوگوں یعنی مشرکوں نے جو کچھ کیا اس سے میں تیرے سامنے برأت و بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔

نبی کے قتل کی افواہ پر انسؓ کا ردعمل...... جب ان انس ابن نضر نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کی خبر سنی تو

Presented by Ziaraat.Com

مجاہدوں سے کہا۔

"آنحضرت ﷺ کے بعد اب زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ چلو تم بھی اسی مقصد کے لئے مر جاؤ جس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جان دی ہے!"

یہ خلد آشیاں رو حیں...... یہ کہہ کر حضرت انسؓ دشمن پر جھپٹے اور حضرت سعد ابن معاذ سے بولے۔

"دیکھو یہ جنت نظر آتی ہے۔ رب کعبہ کی قسم مجھے احد کے پاس سے اس کی خوشبوئیں آرہی ہیں!"

اس کے بعد انہوں نے نہایت خون ریز جنگ کی یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ ان کے جسم پر اسی سے زائد زخم تھے جن میں تلوار کے بھی تھے، برچھے کے بھی تھے، نیزے کے بھی تھے اور تیروں کے بھی۔

انسؓ کی لاش کا مثلہ...... جب یہ قتل ہوگئے تو مشرکوں نے ان کی لاش کو مثلہ کیا یعنی اس کے کان اور ناک آنکھ کاٹ ڈالے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بہن ربیع ان کو صرف ان کی انگلیوں کی وجہ سے پہچان سکیں ورنہ پہچاننے کی اور کوئی صورت نہیں تھی۔

ان حضرت انس ابن نضر کے بھتیجے حضرت انس ابن مالک اس آیت کے سلسلے میں کہتے ہیں۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا لآیہ

پ ۲۱ سورہ احزاب ع ۳ آیت ۲۳

ترجمہ: ان مومنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہدہ کیا تھا اس میں سچے اترے پھر بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعضے ان میں مشتاق ہیں اور انہوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا۔

چچا کی مثلہ شدہ لاش پر نبی کی افسردگی...... جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے کہا کہ یہ انس ابن نضر اور مومنین میں ان جیسوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

غرض اس شخص کے بتلانے پر رسول اللہ ﷺ ان چٹانوں کی طرف چلے جہاں اس نے حضرت حمزہؓ کو دیکھا تھا۔ آخر وادی کے عین درمیان میں آپ کو شیر خدا کی لاش اس حالت میں ملی کہ ان کا پیٹ چاک تھا اور لاش کو مثلہ کر دیا گیا تھا یعنی ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے گئے تھے نیز ان کے مردانہ اعضاء کاٹ دیئے گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے لئے یہ منظر اس قدر اندوہناک تھا کہ ایسی قلبی اذیت آپ کو کبھی کسی چیز پر نہیں ہوئی تھی۔ پھر آپ نے لاش کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"آپ سے زیادہ اندوہناک حادثہ کسی کو نہیں پیش آیا۔ اس جیسا تکلیف دہ منظر میں نے کوئی نہیں دیکھا!"

دشمن کی لاشیں مثلہ کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کی قسم...... اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

"آپ پر حق تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں۔ میں نے آپ کو ہمیشہ نیکوکار اور رشتہ داروں کی خبر گیری کرنے والا پایا۔ خدا کی قسم میں آپ کے بدلے ان کے ستر آدمیوں۔ اور ایک روایت کے مطابق۔ تیس آدمیوں کو مثلہ کروں گا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی اور موقعہ پر مجھے قریش پر غلبہ عطا فرمائے گا تو میں آپ کے بدلے ان کے ستر آدمیوں کو مثلہ کروں گا۔"

آنحضرت ﷺ کے شدید رد عمل پر صحابہ کرام کا جوش!...... جب صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے چچا کے لئے اس قدر حزین و غمگین دیکھا تو انہوں نے کہا۔

"اگر زمانے میں کبھی حق تعالیٰ نے ہمیں قریش پر غلبہ عطا فرمایا تو بے شک ہم لوگ ان کی لاشوں کو اس

Presented by Ziaraat.Com

طرح مثلہ کریں گے کہ سرزمین عرب میں آج تک کبھی کسی نے اس طرح کسی لاش کو مثلہ نہیں کیا ہوگا۔!"

قسم پر وحی کا نزول...... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیات نازل فرمائی۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ۔ لآیہ پ ۱۴ سورہ نحل ع ۱۶) آیت ۱۳۶

ترجمہ: اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے۔ اور صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خاص خدا تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوجئے۔

نبی کی طرف سے عفو اور قسم کا کفارہ...... اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے مشرکوں کو معاف فرمادیا اور آپ نے صبر فرمایا۔ ساتھ ہی آپ نے لاشوں کو مثلہ کرنے کی مسلمانوں کو ممانعت فرمادی۔ نیز آپ نے حضرت حمزہ کا بدلہ لینے کے لئے جو قسم کھائی تھی اس کا کفارہ ادا کر دیا۔

ان آیتوں کا نزول اس واقعہ کے بعد ہوا تھا جب رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی ایک جماعت کو قتل کرا کے ان کی لاشوں کا مثلہ کرایا تھا کیونکہ انہوں نے بے وجہ چند مسلمانوں کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل آگے صحابہ کی فوجی مہمات کے بیان میں آئے گی۔

علامہ ابن کثیر نے جہاں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ آیتیں مکے میں نازل ہوئی تھیں جبکہ غزوہ احد کا واقعہ مدینے میں ہجرت کے تین سال بعد پیش آیا لہٰذا ان آیتوں کو اس واقعہ کے ساتھ کیسے جوڑا جا سکتا ہے۔ یہاں علامہ کا حوالہ ہے۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے یہ آیات ان میں سے ہوں جو ایک سے زائد مرتبہ نازل ہوئیں۔ تاہم یہ بات قابل غور ہے۔

چچا کی لاش پر گریہ بے اختیار...... حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کو اتنا روتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا جتنا آپ حضرت حمزہؓ پر روئے۔ آپ نے لاش کو قبلہ رو کر کے دیکھا پھر آپ جنازے کے پاس کھڑے ہوگئے اور اس قدر زار و قطار روئے کہ آپ پر غشی سی طاری ہونے لگی۔ اس وقت آپ لاش کو مخاطب کر کے کہتے جاتے تھے۔

"اے رسول خدا کے چچا۔ اے اللہ کے شیر۔ اے رسول خدا کے شیر۔ اے حمزہ۔ اے نیکیوں کے کرنے والے۔ اے حمزہ۔ اے برائیوں کو کھونے والے۔ اے رسول خدا کے محافظ۔!"

یعنی آپ نے یہ کلمے اس وقت نہیں فرمائے جبکہ آپ رو رہے تھے لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تو نوحہ و شیون ہے جو حرام ہے۔ بلکہ یہ میت کی خوبیوں کو گنانا تھا کیونکہ وہ نوحہ و ماتم جو حرام ہے رونے کے ساتھ خاص ہے۔ یہ بات جاہلیت کے دور کی وہ فغاں و ماتم بھی نہیں تھی جو اسلام میں ناپسندیدہ سمجھی گئی ہے کیونکہ اس صورت میں میت کا ولی مردے کے سرہانے کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر اور بین کر کر کے مردے کی خوبیاں بیان کیا کرتا تھا جس کو ندا کہا جاتا تھا کیونکہ ایسے موقعہ پر یوں ندا کرنا ناپسندیدہ اور ناجائز فعل ہے کیونکہ وہ ندا فخر و غرور اور تعظیم کے لئے کی جاتی تھی کسی نیک مقصد کے لئے نہیں ہوتی تھی کہ اس کی خوبیاں سن کر لوگ ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

اہل فلک میں حمزہ کی شہرت...... پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل نے آکر مجھے بتلایا کہ ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں میں حمزہ کا نام جو مکتوب ہے وہ یوں ہے۔ "حمزہ ابن عبدالمطلب اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔"

بہن کو لاش نہ دکھانے کی کوشش...... پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو حکم دیا کہ وہ اپنی والدہ حضرت صفیہؓ کو جو حضرت حمزہ کی بہن تھیں حضرت حمزہ کی لاش نہ دیکھنے دیں (کیونکہ ان کی لاش کی اس قدر بے حرمتی ہو چکی تھی کہ اس کو دیکھ کر وہ قابو میں نہ رہ سکتی تھیں) چنانچہ حضرت زبیر نے اپنی والدہ کے پاس جا کر ان سے کہا۔

"ماں۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ آپ واپس چلی جائیں۔!"

اس پر حضرت صفیہ نے بیٹے کے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔

شیر دل بھائی کی شیر دل بہن...... "کیوں آخر۔ مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی کی لاش کو مثلہ کر دیا گیا ہے۔ مگر یہ سب کچھ خدا کی راہ میں ہے لہذا مجھے اس حرکت سے زیادہ یہ بات عزیز ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں ہوا ہے۔ یعنی میں اس پر دوسروں سے زیادہ راضی برضا ہوں۔ میں انشاء اللہ اس حادثہ پر صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہیں دوں گی۔"

حضرت زبیر یہ سن کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپکو ان کی گفتگو بتلائی۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا انہیں آنے دو۔ چنانچہ حضرت صفیہ نے آکر بھائی کی لاش دیکھی۔ اناللہ پڑھی اور پھر ان کیلئے مغفرت کی دعا کی۔

صفیہ کے صبر و ثبات کے لئے نبی کی دعا...... ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت صفیہ کی ملاقات حضرت علی اور حضرت زبیر سے ہوئی۔ انہوں نے ان دونوں سے پوچھا کہ حمزہ کا کیا ہوا انہیں حضرت صفیہ کی حالت پر رحم آیا اور انہوں نے ان سے یہ ظاہر کیا گویا ان کو معلوم نہیں ہے۔ تب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے صفیہ کی ذہنی حالت دیکھ کر ڈر لگتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر رکھا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ اس کے بعد جب حضرت صفیہ نے بھائی کی لاش دیکھی تو اناللہ پڑھی اور رونے لگیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علی اور حضرت زبیر نے ان کو دیکھنے سے روکا تو انہوں نے کہا

"میں اس وقت تک نہیں جاؤں گی جب تک رسول اللہ ﷺ سے نہ مل لوں۔!"

پھر جب وہ آنحضرت ﷺ سے ملیں تو کہنے لگیں۔

"یارسول اللہ! میرا ماں جایا حمزہ کہاں ہے۔"

آپ نے فرمایا وہ لوگوں کے درمیان میں ہیں۔ یہ سن کر وہ غم و اندوہ کی ماری کہنے لگیں کہ جب تک میں ان کو ایک نظر نہ دیکھ لوں گی ہرگز یہاں سے واپس نہیں جاؤں گی۔ اس پر حضرت علی اور حضرت زبیر نے ان کو پکڑ لیا اور وہاں جانے سے روکنے لگے۔ آخر آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا کہ انہیں جاکر دیکھ آنے دو۔ چنانچہ وہ سیدھی لاش کے پاس گئیں اور اسے دیکھ کر بے اختیار رو پڑیں۔ آنحضرت ﷺ ان کو روتے سسکتے دیکھتے تو خود بھی رونے لگتے۔ آخر آپ نے اپنی چادر سے لاش کو ڈھکوا دیا۔

کفن کی جستجو اور دو انصاریوں کی پیشکش...... ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کیا ان کیلئے کوئی کفن

Presented by Ziaraat.Com

یعنی ڈھکنے کو چادر نہیں ہے۔ اس پر ایک انصاری شخص آگے بڑھا اور اس نے اپنی چادر ڈال کر لاش کو ڈھانپ دیا۔ پھر ایک دوسرا شخص اٹھا اور اس نے بھی اپنی چادر میت پر ڈال دی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا۔

"جابر! ان میں سے ایک چادر تمہارے والد کے لئے ہوگی اور دوسری میرے چچا کے لئے رہے گی۔!"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک حضرت جابر کے والد کی لاش بھی دفن نہیں کی گئی تھی مگر یہ بات گزشتہ تفصیل کے ظاہری الفاظ کے خلاف ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ حضرت حمزہ کے لئے دو چادریں لے کر آئی تھیں۔ پھر ان میں سے ایک حضرت حمزہ کے لئے استعمال کی گئی اور دوسری ایک انصاری شہید کے لئے استعمال کی گئی۔ غالباً وہی حضرت جابرؓ کے والد ہوں گے۔

غالباً ایسا ہوا ہے کہ (پہلے ان دو آدمیوں نے اپنی چادریں حضرت حمزہ پر ڈھانپ دیں جن میں سے ایک آپ نے حضرت حمزہ کے لئے رکھ کر دوسری ایک انصاری شہید کے لئے رکھ لی) پھر جب حضرت صفیہ دو چادریں لے کر آگئیں تو آپ نے ان دونوں آدمیوں کی دی ہوئی چادریں چھوڑ دیں اور ان کی دو چادریں ان دونوں شہیدوں کے لئے لے لیں۔

<u>بے سر وسامانی</u>...... ایک روایت میں ہے کہ حضرت حمزہ کو ایک دھاری دار چھوٹے سے اونی کپڑے میں کفن دیا گیا۔ وہ کپڑا اتنا چھوٹا تھا کہ اگر اس سے سر ڈھکتے تھے تو پیر کھل جاتے تھے اور اگر پیر ڈھکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ آخر چادر سے سر ڈھانک دیا گیا اور پیروں پر تنکے وغیرہ اور چھال ڈال کر انہیں ڈھانپ دیا گیا۔ ایک روایت میں پیروں پر ڈالنے کے لئے جو چیز استعمال کی گئی اس کو حرمل کہا گیا ہے۔

<u>شہیدوں کا کفن</u>...... اب اگر ان دونوں روایتوں کو درست مانا جائے تو ان میں مطابقت پیدا کرنے کی ضرورت ہوگی۔ مشہور روایت یہی ہے کہ ایک چھوٹے سے اونی کپڑے کا کفن دیا گیا تھا۔ اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بڑی چادر کے مقابلے میں اس چھوٹے سے کپڑے کو اس لئے ترجیح دی کہ اس پر شہادت کا خون لگا ہوا تھا (یعنی یہ کپڑا یا چھوٹی چادر خود حضرت حمزہؓ کی ہی تھی جو وہ اس وقت اوڑھے ہوئے تھے جب ان کو شہید کیا گیا) تو غالباً آنحضرت ﷺ نے ان کو اس کپڑے میں اس لئے کفنایا کہ ان پر کسی کا کوئی احسان نہ رہے۔ پہلی بات کی تائید آگے آنے والی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ شہیدوں کو ان ہی کپڑوں میں کفنا دیا گیا تھا جن کو پہنے ہوئے وہ قتل ہوئے تھے۔ بہر حال یہ بات قابل غور ہے کیونکہ اس واقعہ کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ضرور نا کیا گیا تھا۔ آگے جو روایات آرہی ہیں ان سے اس بات کی تائید بھی ہوتی ہے اور تردید بھی ہوتی ہے۔ للذا یہ بات قابل غور ہی رہتی ہے۔

<u>مصعبؓ ابن عمیر کا کفن</u>...... حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف سے روایت ہے کہ احد کے دن مصعب ابن عمیر قتل ہوئے اور ان کو کفن کے لئے ایک اتنا چھوٹا اونی کپڑا میسر آیا کہ اگر سر ڈھکتے تھے تو پیر کھل جاتے تھے اور اگر پیر ڈھکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا (اس روایت میں اونی کپڑے کے لئے وبرة کا لفظ استعمال ہوا ہے)

ایک روایت میں ہے کہ وہ قتل ہوئے تو ان کے پاس صرف ایک اونی چادر (نمرة) ملی جس سے ان کی لاش کے پاؤں ڈھکے تو سر کھل گیا۔ یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اس کپڑے سے سر ڈھانپ دو اور پیروں پر چھال اور پھونس ڈال کر ڈھک دو!"

Presented by Ziaraat.Com

مصعب اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد...... یہ حضرت مصعب ابن عمیر اسلام قبول کرنے سے پہلے مکے کے بڑے شوقین مزاج نوجوانوں میں سے تھے۔ یہ ایک خوبصورت جوان رعنا تھے اور ہمیشہ نہایت عمدہ اور بہترین لباس پہنا کرتے تھے جو خوشبوؤں سے مہکتا رہتا تھا۔ پھر جب یہ مسلمان ہوگئے تو شوقین مزاجی ختم کر کے نہایت سادہ اور پراگندہ حال رہنے لگے۔

مصعب کا زھد اور خوف خدا...... حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے متعلق روایت ہے کہ ایک دن وہ روزے سے تھے افطار کے وقت ان کے سامنے کھانا لایا گیا وہ کھانے کو دیکھ کر کہنے لگے۔

"مصعب ابن عمیر قتل ہوگئے جو مجھ سے کہیں بہتر انسان تھے مگر ان کو ایک چھوٹی سی چادر (بردہ) کے سوا کفن بھی میسر نہ آیا جس سے سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ اور ہمارے سامنے اتنی دنیا پھیلی ہوئی ہے اتنی نعمتیں چنی ہوئی ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہمارے لئے یہ سب نعمتیں آخرت کے بجائے اس دنیا ہی میں نہ پوری کردی جائیں۔!"

اس کے بعد وہ زار و قطار رونے لگے اور کھانا واپس کر دیا۔

مشترک کفن اور مشترک قبریں...... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ غزوہ احد کے موقعہ پر میں نے کہا کہ کپڑے موجود نہیں اور شہید اتنے ہیں۔ آخر ایک ایک کپڑے میں دو دو اور تین تین لاشوں کو لپیٹ کر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ کی لاش دیکھ کر فرمایا۔

چچا کی بیکسی پر آنحضرت ﷺ کے شدید جذبات......"اگر صفیہ اور خاندان کی دوسری عورتوں کے صدمہ اور غم کا خیال نہ ہوتا ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ صفیہ اس بات کو بہت زیادہ محسوس کرے گی اور یہ کہ کہیں میرے بعد لوگ اس بات کو سنت نہ بنالیں۔ تو ہم حمزہ کی لاش کو دفن بھی نہ کرتے بلکہ یوں چھوڑ دیتے یہاں تک کہ حشر کے دن وہ پرندوں اور درندوں کے پیٹ میں سے نکل کر حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوتے۔ ایک روایت میں ہے کہ۔ یہاں تک کہ جنگلی جانور ان کو کھالیتے اور حشر کے دن وہ ان کے پیٹ سے برآمد ہو کر خدا کے سامنے حاضر ہوتے تاکہ ان لوگوں پر حق تعالیٰ کا غضب سخت ہو جاتا جنہوں نے ان کی لاش کی یہ بے حرمتی کی ہے۔!"

حمزہ اور دوسرے شہیدوں کی نماز...... پھر آنحضرت ﷺ نے ان کی نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔ اس کے بعد دوسرے صحابہ کی لاشیں لاکر حضرت حمزہ کے برابر ایک کے بعد ایک رکھی جاتی رہیں اور آپ نے حضرت حمزہؓ کے ساتھ ہر ایک کی نماز پڑھی۔ پھر وہ لاش ہٹادی جاتی اور دوسری لاش حضرت حمزہ کے برابر رکھ دی جاتی۔ اس طرح آپ نے ہر ایک کی نماز پڑھی اور ہر نماز میں حضرت حمزہ کو شریک رکھا۔ اس طرح گویا حضرت حمزہ پر آپ نے ۷۲ نمازیں پڑھیں ایک روایت میں بانوے نمازوں کا ذکر ہے مگر یہ غریب روایت ہے۔ اسی طرح ستر والی روایت ضعیف ہے۔ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ احد میں جو صحابہ شہید ہوئے ان کی کل تعداد ۷۲ تھی اور دوسری روایت کے مطابق ۹۲ تھی۔

پیچھے بیان ہوا ہے کہ حضرت حمزہ کے برابر ایک کے بعد ایک لاش رکھی جاتی رہی۔ مگر یہ بات حضرت انسؓ کی اس گزشتہ روایت کے خلاف ہے کہ ایک ایک کفن میں دو دو اور تین تین لاشیں کفنائی گئیں یہ بات قابل

Presented by Ziaraat.Com

غور ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دس دس شہیدوں پر نمازیں پڑھیں۔ یعنی نو لاشیں دوسروں کی لائی جاتی اور دسویں حضرت حمزہ کی ہوتی تھی اور آپ سب کی مشترک نماز پڑھتے تھے۔ پھر وہ نو لاشیں ہٹا دی جاتیں اور حضرت حمزہ کی لاش وہیں رہتی۔ اس کے بعد پھر دوسری نو لاشیں حمزہ کے برابر رکھ دی جاتیں اور آپ حمزہ سمیت سب کی نماز پڑھتے۔ اس طرح آپ نے سات بار کیا۔ اس حساب سے کل لاشیں ۶۳ بنتی ہیں۔ شہداء احد کی تعداد اوپر آگے گفتگو آرہی ہے۔

ایک قول ہے کہ ان جنازوں پر آپ نے نو بار، سات بار اور پانچ بار تکبیرات کہیں یعنی جبکہ اس سے پہلے آپ نے تنہا حضرت حمزہؓ پر چار تکبیرات کہی تھیں۔ بہر حال یہ بات گذشتہ قول کے خلاف نہیں ہے مگر مجھے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ آپ نے کتنی مرتبہ میں تکبیرات کہی تھیں جیسا کہ گذشتہ سطروں میں اس کا ذکر ہوا ہے۔

کیا شہداء احد کی تجہیز و تکفین اور نماز نہیں ہوئی...... ایک حدیث میں ہے کہ غزوہ احد کے شہیدوں کو نہ تو غسل دیا گیا اور نہ ان کی نماز پڑھی گئی۔ ان کا جو کفن تھا وہ بھی صرف وہی کپڑے تھے جن میں وہ شہید ہوئے تھے یعنی سوائے چمڑے کی چیزوں کے (جیسے ڈھال وغیرہ لباس)۔ یہ بات آگے آنے والی روایت کی بنیاد پر کہی گئی ہے۔ جہاں تک ان میں سے بعض کے جسموں کے کھلے ہوئے حصوں کو چھال وغیرہ ڈھک کر چھپایا گیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اب اس حدیث کی روشنی میں کہا جائے گا کہ حضرت حمزہ کی تکفین ان کی چادر (نمرۃ سے) اور حضرت مصعبؓ ابن عمیر کی تکفین ان کے کپڑے (بردۃ) سے ضرورت کے مد میں نہیں کی گئی جیسا کہ گذشتہ سطروں میں عبدالرحمٰنؓ ابن عوف اور انسؓ کی روایتوں میں کہا گیا ہے۔

علامہ مغلطائیؒ نے کہا ہے کہ حضرت حمزہ اور دوسرے شہیدوں کو بغیر غسل دیئے ان پر نماز پڑھی گئی تھی اور یہ بات کہ ان شہیدوں کو بغیر غسل دیئے ہی دفنایا گیا ایسی ہے جس میں ایک آدھ کے سوا سب ہی علماء کا اجماع اور اتفاق ہے اختلاف کرنے والے حضرات بعض تابعین ہیں۔ مگر یہ بات یقیناً قابل غور ہے۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ حمزہ کو غسل دے رہے ہیں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ دیکھنا خواب کی بات تھی چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت قابل غور بن جاتی ہے کہ جب حضرت حمزہ شہید ہوئے تو وہ جنبی تھے یعنی ان کو غسل کی حاجت تھی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی تھی کہ میں نے فرشتوں کو انہیں غسل دیتے دیکھا۔ (یعنی اس تفصیل کے بعد اب آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کو خواب کی بات سمجھنا مناسب نہ ہوگا)۔ لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس راوی نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی اس نے غلطی سے حنظلہ کے بجائے حمزہ کہہ دیا (کیونکہ حضرت حنظلہؓ کے بارے میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ شہادت کے وقت وہ جنبی تھے)۔

شہداء کی تجہیز و تکفین کے متعلق شافعی مسلک...... جہاں تک شہداء احد پر نماز پڑھنے کا مسئلہ ہے تو اس بارے میں امام شافعی کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں مختلف متواتر سندوں سے اتنی حدیثیں ہیں کہ اب یہ بات گویا چشم دید چیز کے درجہ میں آگئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے شہداء احد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

اب جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہؓ پر ستر تکبیر (یا نمازیں) پڑھیں تو یہ روایت درست نہیں ہے۔ اب جو شخص ان صحیح حدیثوں پر بحث اور نکتہ چینی کرتا ہے جن سے نماز نہ پڑھنا ثابت ہے تو اس کے لئے شرم کا مقام ہے کیونکہ وہ حدیث جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شہداء احد کی نماز پڑھی ہے۔ اس کے راویوں میں ایک شخص سعید ابن میسرہ بھی ہے جس نے حضرت انسؓ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے اور اس شخص یعنی سعید بن میسرہ کے متعلق امام بخاری نے کہا ہے کہ یہ شخص منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ شخص موضوع یعنی من گھڑت حدیثیں نقل کرتا ہے۔ اسی طرح اس حدیث کے راویوں میں ایک اور شخص ہے جس کا نام مقسم ہے۔ اس نے یہ حدیث ابن عباسؓ سے نقل کی ہے اس کے بارے میں بھی امام بخاری نے کہا ہے کہ وہ منکر حدیث ہے۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر نے کہا ہے کہ بخاری میں جو یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے شہدائے احد کو بغیر نماز پڑھے ان ہی خون آلود کپڑوں میں بلا غسل دیئے دفن کرنے کا حکم دیا۔ یہ روایت اس سے زیادہ صحیح ہے جس میں ہے کہ آپ نے ان کی نماز پڑھی تھی۔

اس بارے میں ایک حدیث عقبہ ابن عامر کی ہے جس کو شیخین اور ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے احد کے شہیدوں پر آٹھ سال بعد نماز جنازہ پڑھی۔ یعنی آپ نے ان کے لئے اسی طرح دعا کی جیسے میت کے لئے دعا کی جاتی ہے اور اس طرح جیسے زندوں اور مردوں سے رخصت ہونے والا کیا کرتا ہے یعنی آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا تھا۔ تو گویا آپ کی یہ دعا شہدائے احد سے ایک طرح کی رخصتی ملاقات تھی۔

علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ آپ نے کسی بھی غزوہ میں کسی بھی شہید کی نماز جنازہ پڑھی۔ صرف یہی ایک حدیث ہے جو غزوہ احد کے متعلق ہے پھر اسی طرح آپ کے بعد کسی بھی امام نے کسی شہید پر نماز نہیں پڑھی۔

کتاب نور میں ہے کہ آپ نے ایک دوسرے غزوہ میں ایک دیہاتی شخص کی نماز جنازہ پڑھی تھی بخاری میں حضرت جابرؓ سے یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے احد کے شہیدوں کو ان کے خون آلود کپڑوں میں بغیر غسل دیئے اور بغیر نماز دفنانے کا حکم دیا تھا۔

یہاں حضرت جابر کی حدیث کو اس بنیاد پر رد نہ کیا جائے کہ یہ نفی کرنے والی یعنی انکاری قول ہے اور اقرار قول کے مقابلے میں انکاری شہادت یعنی اثبات کے مقابلے میں نفی کی شہادت مردود ہوتی ہے کیونکہ انکاری شہادت اس صورت میں مردود یا نا قابل قبول ہوتی ہے جبکہ اس میں شاہد کا علم بھی شامل نہ ہو اور شاہد کے سامنے وہ واقعہ پیش نہ آیا ہو۔ ورنہ انکاری شہادت بھی متفقہ طور پر قابل قبول سمجھی گئی ہے۔ یہ صورت ایسی ہے کہ اس معاملے میں جابر اور دوسرے راویوں کا صحیح علم بھی شامل ہے۔

ادھر حضرت حنظلہ کے واقعہ کو شافعی علماء نے اس بات کی دلیل بتلایا ہے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا چاہے وہ جنابت یعنی ناپاکی کی حالت ہی میں کیوں نہ شہید ہوا ہو۔ کیونکہ حضرت حنظلہؓ کو اگرچہ فرشتوں نے غسل دے دیا تھا (جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے) مگر انسانوں میں جو لوگ شرعی احکام کے مکلف ہیں جن پر شرعی احکام لاگو ہو سکتے ہیں ان کے لئے فرشتوں کا غسل دے دینا کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ خود غیر مکلف ہیں

Presented by Ziaraat.Com

اس کے برخلاف اگر کسی انسان کو کوئی جن غسل دے دے تو درست ہوگا کیونکہ خود جنات بھی اس حکم کے اور دوسرے شرعی احکام کے مکلف ہیں۔

غرض حضرت جابرؓ کی روایت میں آگے ہے کہ پھر ان شہیدوں کو ان کپڑوں میں دفن کر دیا گیا جو وہ پہنے ہوئے تھے البتہ لوہا یعنی زرہ بکتر اور خود وغیرہ ان کے جسموں سے اتار لئے گئے (جیسا کہ گزشتہ سطروں میں بیان ہوا)۔

شیر خدا کے قاتل وحشی..... حضرت حمزہ کے قاتل وحشی بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ فتح مکہ کے وقت جب مکے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو یہ وحشی مکے سے فرار ہو کر طائف چلے گئے تھے پھر جب طائف کے لوگ مسلمان ہونے کے لئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وحشی بھی ان کے ساتھ مسلمان ہونے کے لئے آئے۔

لہو پکارے گا آستین کا..... ایک قول ہے کہ مسلمان ہونے سے پہلے اور مکے سے فرار ہونے کے بعد وحشی کی زندگی اجیرن ہو گئی تھی اور دنیا ان کے لئے تنگ تھی۔ اس وقت ان سے کسی نے کہا۔

"تم عجیب آدمی ہو۔ خدا کی قسم جو شخص محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو جاتا ہے اس کو وہ قتل نہیں کرتے۔!"

وحشی کا اسلام اور آنحضرت ﷺ سے ملاقات...... وحشی کہتے ہیں کہ پھر آنحضرت ﷺ سے میرا سامنا صرف ایک ہی دفعہ ہوا تھا جبکہ میں نے آپکے پاس کھڑے ہو کر حق و صداقت کی شہادت دی آپ نے پوچھا تم ہی وحشی ہو۔ پھر دریافت کیا کہ تم نے حمزہ کو کیسے قتل کیا تھا۔ میں نے آپ کو وہ واقعہ بتلایا۔ تو آپ نے فرمایا۔

"تیرا برا ہو۔ میرے سامنے سے دور ہو جا۔ میں تجھے دیکھنا نہیں چاہتا۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ "مجھے اپنی صورت مت دکھانا۔!"

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین مرتبہ میرے منہ پر تھوکا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے زمین پر تھوکا۔ اس وقت آپ سخت غصے میں تھے پھر وحشی یہاں سے نکل کر ملک شام کو چلے گئے۔

حمزہ کا قاتل اور فطرت کا انتقام...... حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں وحشی کو برابر شراب پینے کے جرم میں شرعی سزا دی جاتی رہی یہاں تک کہ دیوان خلافت (یعنی مجاہدوں کے رجسٹر) سے ان کا نام ہی کاٹ دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کے متعلق فرمایا۔

"میں جانتا تھا اللہ تعالیٰ حمزہ کے قاتل کو یوں ہی نہیں چھوڑے گا۔!"

یعنی حمزہ کے قاتل کو مصیبتوں میں مبتلا کئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ ظاہر ہے ان پر شراب پینے کے جرم میں بار بار حد یعنی شرعی سزا جاری ہونا اور دیوان مجاہدین سے ان کا نام کاٹ دیا جانا ابتلاء اور مصیبت کی بدترین قسم ہے حق تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

علامہ دار قطنی نے اپنی صحیح میں حضرت سعید ابن مسیب کی روایت بیان کی ہے جو کہا کرتے تھے کہ مجھے تعجب ہوتا تھا کہ حمزہ کا قاتل کیسے مصیبتوں و ابتلاؤں سے نجات پائے گا۔ آخر مجھے خبر ملی کہ وہ شراب کے نشے میں ڈوبا ہوا مر گیا۔ ظاہر ہے گزشتہ سطروں میں جس ابتلاء و مصیبت کا بیان ہوا ہے یہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ابن جحش کی لاش ان کی آرزو کے مطابق...... "غزوہ احد میں جن صحابہ کی لاشوں کو مثلہ کیا گیا ان میں حضرت عبداللہ ابن جحش بھی شامل ہیں اور یہ بات ان کی دعا کے مطابق تھی جو وہ اپنے لئے کیا کرتے تھے چنانچہ غزوہ احد سے ایک دن پہلے انہوں نے یوں دعا کی تھی۔

"اے اللہ! کل کسی نہایت بہادر اور طاقتور آدمی کو میرا مقابل بنا دینا جو مجھے قتل کرے۔ پھر میری لاش اٹھا کر میری ناک کاٹے اور میرے کان کاٹے اور پھر جب قیامت میں میں تیرے روبرو حاضر ہوں تو تو مجھ سے فرمائے کہ۔ اے عبداللہ! تیری ناک اور کان کس وجہ سے کاٹے گئے۔ تو میں کہوں کہ تیری اور تیرے رسول کی وجہ سے۔ اور اس وقت حق تعالیٰ کا ارشاد ہو کہ۔ تو نے سچ کہا۔!"

موت کی تمنا کب ناجائز ہے...... (قال) موت کی تمنا کرنا اگرچہ ناجائز ہے مگر یہ تمنا اس میں شامل نہیں ہے جس کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ موت کی جو تمنا ناجائز ہے وہ یہ ہے کہ کسی آفت یا بیماری سے گھبرا کر آدمی موت کی دعائیں مانگنے لگے۔ یہ بات قابل غور ہے۔

ابن جحش کی تلوار ایک معجزہ نبوی...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ غزوہ احد میں حضرت عبداللہ ابن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی تھی آنحضرت ﷺ نے ان کو کھجور کی ایک ٹہنی دی جو ان کے ہاتھ میں پہنچ کر ایک آبدار تلوار بن گئی۔ اس تلوار کا نام انہوں نے عرجون رکھ دیا تھا (کیونکہ عربی میں ٹہنی کو عرجون کہتے ہیں) یہ عبداللہ اور ان کے ماموں حضرت حمزہ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔ حضرت حمزہ ان کے خالو اس لئے تھے کہ حضرت عبداللہ کی والدہ امیمہ عبدالمطلب کی بیٹی اور آنحضرت ﷺ کی پھوپی تھیں۔ عبداللہ ابن جحش کا قاتل ابوالحکم ابن اخنس ابن شریق تھا۔ یہ ابوالحکم خود بھی اسی غزوہ احد میں کفر کی حالت میں قتل ہوا۔

ابن عمرو اور ابن جموح ایک قبر میں...... پھر آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ عبداللہ ابن عمرو اور عمرو ابن جموح کو ایک ہی قبر میں دفن کیا جائے۔ یہ عبداللہ ابن عمرو حضرت جابر کے والد تھے اور یہ عمرو ابن جموح حضرت جابرؓ کی پھوپی کے شوہر تھے۔ آپ نے ان دونوں کو ایک قبر میں دفن کئے جانے کا حکم ان کی آپکی محبت و تعلق کی وجہ سے دیا تھا۔

ابن عمرو کا خون شہادت... ان عبداللہ ابن عمروؓ کے چہرے پر زخم آیا تھا جس وقت اس زخم کی وجہ سے ان کا دم آخر ہوا تو ان کا ہاتھ اس زخم کے اوپر رکھا ہوا تھا چنانچہ جب ان کی لاش اٹھائی گئی تو ان کا ہاتھ چہرے سے ہٹایا گیا مگر ہاتھ کے ہٹتے ہی پھر خون جاری ہو گیا اس پر ہاتھ کو پھر اسی جگہ رکھ دیا گیا تو خون رک گیا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ احد کے علاقہ میں زبردست سیلاب آیا جس کی وجہ سے حضرت عبداللہ ابن عمرو اور حضرت عمرو ابن جموح کی قبر کھل گئی (یعنی پانی کے زور سے مٹی بہہ گئی اور لاشیں سامنے آگئیں۔ یہ واقعہ غزوہ احد کے ایک طویل مدت کے بعد کا ہے مگر، ان کی لاشیں دیکھی گئیں تو ایسی نکلیں کہ ان میں کوئی فرق یا تغیر نہیں ہوا تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے کل ہی دفن کی گئی ہیں۔ (حضرت عبداللہ ابن عمرو کا ہاتھ اسی طرح ان کے چہرے کے زخم پر رکھا ہوا تھا) اس وقت کسی نے ان کا ہاتھ چہرے سے ہٹا کر برابر میں رکھا مگر جیسے ہی چھوڑا ہاتھ پھر چہرے پر جا کر رکھا گیا۔ یہ واقعہ غزوہ احد کے چھیالیس سال بعد کا ہے۔

چالیس سال بعد شہداء احد کے تر و تازہ لاشیں...... حضرت جابر ابن عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ۔ امیر معاویہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں میدان احد میں شہداء احد کی قبروں کے درمیان نہر کھدوانے کا

Presented by Ziaraat.Com

ارادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے مردے وہاں موجود قبروں میں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیں۔ چنانچہ ہم روتے ہوئے اپنے مقتولوں کی قبروں پر پہنچے جب ہم نے قبروں میں سے لاشوں کو نکالا تو وہ بالکل ترو تازہ اور ملائم تھیں جن کے جسم کے تمام جوڑ نرم تھے۔ یہ واقعہ احد کے پورے چالیس سال بعد کا ہے۔

(پیچھے جو ایک روایت گزری ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمروؓ کی قبر سیلاب کی وجہ سے کھل گئی تھی اور جب ان کے چہرے پر سے ان کا ہاتھ ہٹا کر الگ رکھا گیا تو وہ دوبارہ، اپنی جگہ پہنچ گیا۔ اس کے بارے میں یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ کچھ وقت گزر جانے کے بعد مردہ کا جسم سخت جاتا ہے اور پھر لاش کے اعضاء جس حالت میں ہوتے ہیں اسی طرح رہتے ہیں لہذا اگر چھیالیس سال بعد ان کا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی گئی اور وہ دوبارہ اپنی جگہ پہنچ گیا تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کیونکہ جسم سخت ہو چکا تھا۔ لیکن اس روایت کے بعد یہ شبہ باقی نہیں رہتا اور اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ بات غیر معمولی اور قدرت خداوندی کا مظاہر تھی کیونکہ شہداء احد کے جسم سخت نہیں تھے بلکہ چالیس سال گزر جانے کے باوجود بھی ترو تازہ اور ملائم تھے)

غالباً یہ واقعہ اور اس سے پہلا سیلاب والا واقعہ علامہ سہیلی کے اس قول کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ یہ بات غزوہ احد کے تیس سال بعد کی ہے (کیونکہ ہو سکتا ہے یہاں صرف تخمینی مدت بتلائی گئی ہو)

اسی میں حضرت حمزہؓ کی لاش میں یعنی پاؤں میں کدال لگ گئی تو اس سے خون جاری ہو گیا (یعنی جسم اسی طرح ترو تازہ تھا جیسے زندہ انسان کا جسم ہوتا ہے حتی کہ خون بھی خشک نہیں ہوا تھا اور اس طرح شریانوں میں رواں تھا کہ ذرا سی خراش پر زندہ جسم کی طرح خون بہنے لگتا تھا) نیز یہ کہ اس وقت جب یہ قبریں کھول کر لاشوں کو وہاں سے منتقل کیا گیا تو ان شہداء کی قبروں سے ایسی خوشبو پھوٹ رہی تھی جیسی مشک و عنبر کی خوشبو ہوتی ہے۔

وہ لوگ جن کی لاشیں خراب نہیں ہوتیں...... ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ یہ واقعہ غزوہ احد کے تقریباً پچاس سال بعد کا ہے اور جبکہ مدینے کی مٹی بھی اس قدر شور ہے کہ پہلی ہی رات میں لاش میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ (ی) اس ترو تازگی کی وجہ یہ ہے کہ زمین ان شہیدوں کے جسم کو بھی اسی طرح نہیں کھاتی جو کسی غزوہ یا جنگ میں قتل ہوئے ہوں جیسے نبیوں کے جسموں کو نہیں کھاتی۔ نیز بعض علماء نے ایسے لوگوں میں قرآن پاک کے قاری، عالم اور موذن کو بھی شامل کیا ہے۔ موذن کے متعلق طبرانی میں پیش کردہ ایک حدیث سے تائید ہوتی ہے جسے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے روایت کیا ہے کہ پابندی وقت کے ساتھ اذان کہنے والے شخص کا درجہ ایسا ہی ہے جیسے اپنے خون میں لت پت شخص یعنی جہاد میں قتل ہونے والے شہید کا درجہ ہے کہ قبر میں اس کی لاش گلتی اور سڑتی نہیں یعنی اس کو کیڑے نہیں کھاتے۔ ایسے لوگوں کو شیخ تاج الدین سبکی نے اپنے ان شعروں میں نظم کیا ہے۔

لا تاكل الارض جسما للنبی ولا
لعالم و شهيد قتل معترك

ترجمہ: زمین کسی بھی نبی کے جسم کو نہیں کھاتی اور نہ ہی کسی عالم اور ایسے شہید کے جسم کو کھا سکتی ہے جو جہاد اور معرکہ میں قتل ہوا ہو۔

ولا لقارى قران و محتسب . اذانه لا له مجرى الفلك

Presented by Ziaraat.Com

ترجمہ: نہ ہی قاری قرآن اور وقت پر اذان دینے والے موذن کے جسم کو کھاتی ہے جو لوقات کی رعایت سے اذان کہتا ہے۔

<u>خارجہ اور ابن ربیع کی مشترک قبر</u>...... اسی طرح حضرت خارجہ ابن زید اور حضرت سعد ابن ربیع ایک قبر میں دفن کیے گئے کیونکہ یہ ان کے چچازاد بھائی تھے۔ یعنی زید ابن خارجہ وہی ہیں جنہوں نے مرنے کے بعد کلام کیا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت خارجہؓ پر چاروں طرف سے نیزوں سے حملہ ہوا جس سے ان کے جسم پر دس بارہ زخم آئے اور یہ گر پڑے۔

<u>خارجہ کے قتل پر صفوان کا اطمینان</u>...... جب کہ یہ زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے ان کے پاس سے صفوان ابن امیہ ابن خلف گزرا اس نے ان کو پہچان لیا اور فوراً ہی ایک وار کر کے ان کو ختم کر دیا۔ پھر اس نے کہا۔

"اب میری تسلی ہوئی ہے جبکہ میں نے محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے اپنے برابر کے ایک آدمی کو مار دیا۔ میں نے خارجہ ابن زید کو قتل کیا، میں نے اوس ابن ارقم کو قتل کیا اور میں نے ابونوفل کو قتل کیا۔!"

<u>کشادہ اور گہری قبریں بنانے کی ہدایت</u>...... اسی طرح حضرت نعمان ابن مالک اور بنی حسحاس کے غلام کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ کہیں ایک ہی قبر میں تین تین شہیدوں کو بھی دفن کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ شہیدوں کی تدفین کے وقت قبر کھودنے والوں سے فرماتے جاتے تھے۔

"قبریں کھودو اور انہیں کشادہ بناؤ اور خوب گہری بناؤ۔!"

<u>لحد میں حافظ قرآن کو آگے رکھنے کا حکم</u>...... اسی طرح دفن کے وقت آپ ارشاد فرماتے۔

"دیکھو ان میں (یعنی ایک قبر میں دفن ہونے والوں میں) قرآن پاک جس کو یاد ہو اسے قبر یعنی لحد میں آگے رکھو۔!"

<u>لاشوں کو مدینے سے احد واپس لانے کا حکم</u>...... (یعنی اس کو قبلہ رد کر دو اور دوسرے کو اس کے پیچھے کر دو) بعض لوگ اپنے مقتولوں کو مدینے لے گئے تھے مگر آپ نے ان کی واپسی کا حکم دیا تاکہ ان کو وہیں دفن کیا جائے جہاں وہ قتل ہوئے ہیں۔

<u>کیا میت کو ایک سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے</u>...... اسی بات سے ہمارے شافعی علماء نے یہ دلیل حاصل کی ہے کہ مردے کو دفن سے پہلے اسکے مرنے کی جگہ سے کسی ایسی جگہ منتقل کرنا حرام ہے جو اس جگہ یا بستی کے قبرستان سے یا دور جگہ ہو

<u>میت کو مکے مدینے اور یروشلم منتقل کیا جا سکتا ہے</u>...... یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ شافعی علماء نے ہی یہ بھی کہا ہے کہ لیکن اگر وہ جگہ جہاں وہ شخص مرا ہے مکے یا مدینے یا بیت المقدس سے قریب ہو تو مردے کو وہاں لے جا کر دفن کرنا جائز ہے (لیکن غزوہ احد کے شہیدوں کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا حالانکہ وہ مدینہ منورہ سے بالکل قریب تھے) اس بات کے لئے امام شافعی نے دلیل بھی دی ہے۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ کہ مردے کو مکے مدینے اور بیت المقدس لے جا کر دفن کیا جا سکتا ہے صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو شہید نہ ہوں لیکن شہید کے لئے یہی افضل ہے کہ اسے وہیں دفن کیا جائے جہاں وہ قتل ہوا ہے چاہے وہ جگہ مکے وغیرہ کے قریب ہی کیوں نہ ہو۔ شافعی علماء میں سے بعد کے علماء نے اس مسئلے کے سلسلے میں یہی تحقیق پیش کی ہے اور یہاں یعنی غزوہ احد کے شہیدوں کی تدفین سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مشترک قبر کا مسئلہ...... اسی طرح ایک قبر میں دو دو اور تین تین لاشوں کو دفنانے کے متعلق بھی کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے جو ہمارے یعنی شافعی فقہاء کے اس قول سے پیدا ہو سکتا ہے جس میں انہوں نے ایک قبر میں دو مردے دفنانے کی حرمت بیان کی ہے چاہے وہ باپ اور بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ مگر یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ بے ضرورت ایسا کیا جائے لیکن جہاں بہت سے مردے ہوں تو ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ قبریں کھودنا مشکل ہو گا اس لئے ایسی حالت میں یہ بات جائز ہے۔

پھر میں نے سیرت کی بعض کتابیں دیکھیں جن میں ہے کہ یہ بات صحیح بخاری سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہی قبر میں دو دو اور تین تین مردوں کو دفن کرا رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے لئے یہ رعایت اس لئے فرمائی تھی کہ اگر ہر مرد کے لئے علیحدہ علیحدہ قبر کھودیں گے تو ان کو زحمت اور تکلیف ہو گی۔

ایک روایت میں ہے کہ کچھ لوگ اپنے مقتولوں کو میدان احد سے مدینہ منورہ لے گئے اور وہاں ان کو دفن کر دیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اعلان کرنے والے نے آکر کہا کہ مقتولوں کو ان کے مقتلوں میں واپس لے جاؤ (یعنی اعلان کرنے والا اس وقت پہنچا جب کہ لوگ مقتولوں کو دفن کر چکے تھے) صرف ایک لاش ایسی باقی تھی جو اس وقت تک دفن نہیں کی گئی تھی چنانچہ اس لاش کو واپس احد لے جایا گیا اور جو دفن ہو چکی تھیں ان کو چھوڑ دیا گیا۔

آنحضرت ﷺ شہداء احد کے گواہ...... جب آنحضرت ﷺ غزوہ احد کے شہیدوں کے پاس آکر کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

"میں ان سب کا گواہ ہوں۔ جو زخم بھی کسی کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لگا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس زخم کو دوبارہ اس حالت میں پیدا فرمائے گا کہ اس کا رنگ خون کے رنگ کا سا ہو گا اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہو گی۔"

اس روایت میں زخم کے لئے جرح کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور ایک دوسری روایت جو اسی مضمون کی ہے اس میں زخم کے لئے جرح کے بجائے کلم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

وہ شہیدان وفا یہ طائران خوشنوا...... حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"تمہارے جو بھائی غزوہ احد میں شہید ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے جسموں میں ڈال دی ہیں جو جنت کی نہروں پر آکر اترتے ہیں، جنت کے پھل کھاتے ہیں اور سونے کی ان قندیلوں پر بسیرا کرتے ہیں جو عرش کے سائے میں لٹکی ہوئی ہیں! جب وہ شہید اپنے بہترین مشروبات اور بہترین کھانے اور بہترین کلام دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں۔

"کاش ہمارے بھائی (یعنی دنیا والے) جانتے کہ حق تعالیٰ نے ہم پر کیسے کیسے انعام فرمائے ہیں تاکہ وہ جہاد سے جی نہ چرائیں اور جنگ سے نہ بچیں۔"

اس پر حق تعالیٰ ان سے فرماتے ہیں کہ۔ "تمہاری طرف سے یہ بات ان تک میں پہنچادوں گا۔"
چنانچہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی۔

Presented by Ziaraat.Com

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ لآیہ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۷ آیت ۱۶۹

ترجمہ: اور اے مخاطب جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت خیال کر بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے۔

برزخ میں شہداء کے مختلف نشیمن...... میں نے اپنی کتاب تحفۃ العلویہ میں بیان کیا ہے کہ عالم برزخ میں روحوں کے جو مقام اور درجے ہیں ان میں زبردست فرق پائے جاتے ہیں چنانچہ اس بارے میں جو مختلف اقوال ہیں ان کو ثابت کرنے والی دلیلوں کے درمیان کوئی اور اشکال کی بات نہیں ہے (یعنی ایک دلیل سے کوئی بات ثابت ہوتی ہے تو دوسری سے کوئی دوسری بات اور یہ اس لئے ہے کہ برزخ میں روحوں کے مقام اور درجے الگ الگ ہیں کسی کا درجہ اونچا ہے اور کسی کا نیچا ہے ہر ایک کے حالات الگ ہیں اور ہر ایک پر انعامات اور نوازشیں مختلف ہیں) چنانچہ انبیاء کی روحیں اگرچہ ملاء اعلیٰ یعنی سب سے بلند ترین مقام میں ہیں مگر ان کے درمیان وہاں بھی فرق موجود ہے۔ اسی طرح شہیدوں اور بچوں کے علاوہ جو مومنوں کی روحیں ہیں ان میں کچھ وہ ہیں جو علوی یعنی آسمانی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو ارضی یعنی زمینی ہیں۔ پھر بچوں کی روحیں ہیں جو جنت کے پرندوں یعنی چڑیوں کے پوٹوں میں ہیں اور مشک کے پہاڑوں کے پاس رہتی ہیں۔ پھر شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں بھی رہتی ہیں اور سفید پرندوں کے جسموں میں بھی رہتی ہیں اور کچھ شہید وہ ہیں جن کی روحیں خود ہی پرندوں کی شکل میں رہتی ہیں۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ہمارے علماء کے قول کے مطابق شہیدوں کی روحوں کے طبقات مختلف ہیں اور ان کے مقامات ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں البتہ ان سب کے درمیان جو صفت مشترک ہے وہ یہ کہ وہ سب کھاتی اور پیتی ہیں۔ (ی) جہاں تک شہیدوں کی روحوں کے کھانے پینے کا تعلق ہے تو اس پر تفصیلی بحث پیچھے گزر چکی ہے۔

شہید احد ابو جابر سے کلام خداوندی...... غرض غزوہ احد میں قتل ہونے والے صحابہ میں حضرت ابو جابرؓ بھی ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔ اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے بیٹے جابر سے فرمایا

"اے جابر! کیا میں تمہیں ایک بات نہ بتلادوں۔ کہ اللہ تعالیٰ جب بھی کسی سے۔ یعنی کسی شہید سے۔ کلام فرماتا ہے تو حجاب اور پردوں میں سے کلام فرماتا ہے مگر اس ذات حق نے تمہارے باپ سے روبرو کلام کیا اور فرمایا۔ مجھ سے کچھ سوال کر میں تجھے عطا کروں گا۔ انہوں نے عرض کیا۔ میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میں پھر دنیا میں لوٹادیا جاؤں تاکہ وہاں پہنچ کر میں ایک بار پھر تیری راہ میں قتل ہو سکوں۔

حق تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا یہ میری عادت کے خلاف ہے کہ مردوں کو دوبارہ دنیا میں لوٹاؤں۔ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار! تو جو لوگ میرے پیچھے یعنی دنیا میں باقی ہیں ان تک یہ پہنچادے (کہ ہمیں یہاں کیسے کیسے انعامات سے نوازا جارہا ہے)۔

اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جو پیچھے تحریر ہوئی۔ ولا تحسبن الخ ممکن ہے یہ آیت ایک سے زیادہ بار نازل ہوئی ہو اس لئے اس موجودہ روایت اور گزشتہ روایت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں رہتا۔

باپ کی لاش پر جابرؓ کی بے قراری اور مژدہ رسول ﷺ...... حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب میرے والد قتل ہوئے تو میں رورہا تھا اور بار بار والد کے چہرے سے کپڑا اٹھا کر ان کی صورت دیکھتا تھا۔ صحابہ مجھے روکنے اور منع کرنے لگے مگر آنحضرت ﷺ نے مجھے اس سے منع نہیں کیا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا۔

Presented by Ziaraat.Com

"چاہے تم روؤیا نہ روؤ جب تک ان کی لاش یہاں رکھی ہے فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایہ کئے رہیں گے!"

باپ کے بدلے بشیر کے لئے بہترین ماں باپ...... مگر آگے ایک روایت آرہی ہے کہ خود حضرت جابرؓ اس جنگ میں شریک نہیں تھے۔ حضرت بشیر ابن عفراء سے روایت ہے کہ غزوۂ احد میں میرے والد شہید ہو گئے تھے اس وقت میں رو رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے۔ آپ نے مجھے روتے دیکھ کر فرمایا۔

"کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ عائشہ تمہاری ماں ہو اور میں تمہارا باپ ہوں!"

ایک عورت کی متاع عشق محمد ﷺ...... اسی طرح پھر آنحضرت ﷺ بنی دینار کی ایک عورت کے پاس پہنچے اس عورت کا شوہر، بھائی اور باپ تینوں اس غزوہ میں شہید ہو گئے تھے۔

ایک روایت میں ان تینوں کے علاوہ بیٹے کا بھی ذکر ہے یعنی شوہر، بھائی باپ اور بیٹا چاروں قتل ہو گئے تھے جب لوگوں نے اس کو یہ خبر سنائی تو اس نے فوراً پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے لوگوں نے کہا کہ اے ام فلاں تمہاری خوشی کے مطابق خدا کا شکر ہے کہ آنحضرت ﷺ بخیر و عافیت ہیں! اس پر عورت نے کہا۔

"آنحضرت ﷺ کو مجھے ایک نظر دکھلا دو...... میں آپ کو اپنی آنکھ سے دیکھ لوں۔!

پھر جب اس نے آپ کو دیکھ لیا تو کہا کہ آپ بخیر ہیں تو اب ہر مصیبت ہیچ ہے۔ یہاں ہیچ جس لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے وہ جلل کا لفظ ہے اس سے راوی کا مقصد یہی ہے کہ ہر مصیبت غیر اہم ہے۔ اس لفظ کو جس طرح چھوٹی چیز کے لئے بولا جاتا ہے اسی طرح بڑی چیز کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ گویا یہ لفظ اضداد میں سے ہے یعنی دو مخالف معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

نبی کے ہوتے ہوئے باپ بھائی اور شوہر کی موت ہیچ...... ایک روایت یہ ہے کہ یہ عورت اپنے بھائی، باپ، شوہر اور بیٹے کی لاشوں کے پاس پہنچی جو میدان میں پڑی ہوئی تھیں (چونکہ اس عورت کے تقریباً سب ہی گھر والے کام آچکے تھے (اس لئے) یہ جب بھی کسی لاش کے متعلق پوچھتی کہ یہ کون ہے تو معلوم ہوتا کہ یہ اس کا بھائی ہے یا شوہر ہے یا باپ ہے اور یا بیٹا ہے مگر ان جوابات پر وہ متاثر نہیں ہوتی تھی بلکہ دریافت کرتی تھی کہ آنحضرت ﷺ کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ تمہارے سامنے آرہے ہیں۔ اسی وقت وہ آپ کے پاس پہنچی اور آپ کا دامن پکڑ کر کہنے لگی۔

"یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! آپ جب ہر مصیبت سے محفوظ ہیں تو اب مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے۔!"

نکلی ہوئی آنکھ پر آنحضرت ﷺ کی مسیحائی...... غزوۂ احد میں حضرت قتادہ ابن نعمان کی آنکھ میں زخم آیا یہاں تک کہ آنکھ نکل کر باہر لٹک گئی۔ لوگوں نے اس کو کاٹ ڈالنا چاہا اور اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا نہیں (کاٹو مت) پھر آپ نے حضرت قتادہؓ کو اپنے پاس بلایا اور ان کی آنکھ اپنے دست مبارک میں لے کر ہتھیلی سے اس کی جگہ پر رکھ دی۔ اور یہ دعا پڑھی۔

اللھم اکسہ جمالا۔ اے اللہ! اس آنکھ کو اسکے حسن و خوبصورتی کا ذریعہ بنادے!"

چنانچہ یہ آنکھ دوسری سے بھی زیادہ خوبصورت اور قدرتی نظر آتی تھی اور اس کی بینائی بھی دوسری آنکھ سے زیادہ تیز اور صاف تھی۔ اس کے بعد جب کبھی حضرت قتادہؓ کو آشوب چشم کی تکلیف ہوتی تو وہ دوسری

Presented by Ziaraat.Com

آنکھ میں ہی ہوتی تھی اس آنکھ میں کبھی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

آنکھ جاتے رہنے پر قتادہ کا ملال...... حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ احد کے دن آنحضرت ﷺ پر جو تیر اندازی ہو رہی تھی تو میں نے آپ کے چہرے کو بچانے کے لئے اپنا چہرہ آپ کے سامنے کر رکھا تھا آخری تیر جو آپ کے لئے چلایا گیا وہ میری آنکھ میں آکر لگا۔ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچ لیا تھا۔ پھر میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں اپنی بیوی سے زیادہ محبت کرتا ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ وہ اس حال میں دیکھ کر مجھ سے نفرت کرے گی۔!"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اگر تم چاہو تو صبر کرو جس کے بدلے میں تمہیں جنت ملے گی اور چاہو تو میں اسے اس کی جگہ رکھ دوں۔ (جس سے یہ اصلی حالت پر آجائے گی) اور تمہارے لئے دعا کروں۔"

حضرت قتادہ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! جنت بڑی زبردست جزا اور ایک عظیم انعام ہے جبکہ میں عورتوں کی محبت میں ڈوبا ہوا ہوں۔ اب میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے کانا کہیں گی اور مجھے منہ نہیں لگائیں گی۔ آپ میری آنکھ اصلی حالت پر لوٹا دیجئے اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے جنت کی دعا فرمایئے۔!"

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کی آنکھ اصلی حالت پر لوٹا دی اور ان کے لئے جنت کی دعا فرمائی۔

نبی کا دست شفا...... حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھ پھوٹی ہوئی اور نکلی ہوئی دیکھ تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپ نے اسی وقت دعا فرمائی۔

"اے اللہ! قتادہ کو عافیت عطا فرمایئے جیسے اس نے اپنے چہرے کے ذریعہ تیرے نبی کے چہرے کو بچایا۔ پس اس کی آنکھ کو بہترین بنا دے اور اس کی بینائی کو پہلے سے بھی زیادہ تیز فرما دے!"

یہ دعا آپ نے حضرت قتادہ کی آنکھ کو اپنی ہتھیلی سے اسکی جگہ رکھنے کے بعد فرمائی۔ اسی واقعہ کی طرف قصیدہ ہمزیہ کے شاعر نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے اور آپ کی مبارک ہتھیلی کا وصف بیان فرمایا ہے۔

واعادت علی قتادة عینا

فهی حتی مماته النجلاء

مطلب...... آپ کی ہتھیلی نے حضرت قتادہ کی وہ آنکھ دوبارہ اس کی اصلی حالت پر لوٹا دی اور پھر وہ ایسی تیز ہوئی کہ پہلے بھی اتنی تیز نہیں تھی۔

ایک غریب روایت ہے جس میں حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میری دونوں آنکھیں زخمی ہو کر حلقوں سے باہر نکل آئی تھیں جس پر میں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور آپ نے ان کو اصلی حالت پر لوٹا دیا۔ انہیں ان کی جگہ رکھنے کے بعد آپ نے ان پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور وہ دونوں چمکنے لگیں۔

اس روایت میں دونوں آنکھوں کا ذکر ہے۔ ابن حجر ہیثمی نے ان میں موافقت پیدا کرتے ہوئے کہا ہے کہ کسی راوی نے یہ سمجھا کہ ان کی ایک آنکھ گئی تھی اور کسی راوی نے یہ سمجھا کہ دونوں آنکھیں نکل گئی تھیں۔ لہذا دونوں نے اپنے اپنے علم کے مطابق روایت بیان کر دی۔ اب محدثین کا اصول یہ ہے کہ جو راوی زیادہ ثقہ اور قابل اعتبار ہوتا ہے اس کی روایت کو قبول کر لیتے ہیں اور دوسری کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہاں تک علامہ ہیثمی کا کلام

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔یہ بات قابل غور ہے۔

قتادہ کی نسلوں کا اس واقعہ پر فخر...... حضرت قتادہ کی آنکھ کے اس واقعہ کے سلسلے میں مشہور قول تو یہی ہے کہ یہ غزوہ احد کا واقعہ ہے مگر ایک کمزور قول کے مطابق یہ غزوہ خندق کا واقعہ ہے۔(لہذا) مشہور قول کی بنیاد پر اس کو غزوہ احد کا واقعہ ہی تسلیم کیا گیا ہے)

ابو عمرو ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت قتادہؓ کی اولاد میں سے ایک شخص حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے پاس آیا (حضرت عمر اس کو پہچانتے نہیں تھے) انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو تو اس شخص نے اپنا تعارف اس طرح کرلیا۔

انا ابن الذی سالت علی الخد عینه
فردت بکف المصطفیٰ احسن الرد

ترجمہ: میں اس شخص کا بیٹا ہوں یعنی اولاد میں سے ہوں جس کی آنکھ اس کے رخساروں پر لٹک آئی تھی اور پھر حضرت نبی کریم کے دست مبارک سے پہلے سے بھی بہتر انداز میں اصلی حالت پر آگئی تھی۔

فعادت کما کانت لا ول امرها
فیا حسن ما عین ویا حسن مارد

ترجمہ: پھر اس کے بعد وہ بالکل ایسی ہی ہو گئی جیسے شروع میں تھی۔ کتنی بہترین وہ آنکھ تھی اور کتنے بہترین انداز میں اس کو واپس وہیں رکھ دیا گیا۔

یہ تعارف سنکر حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے یہ شعر پڑھا

تلك المکارم لاقعبان من لبن
شیبا بماء فعاد ابعد ابوا لا

ترجمہ: یہ وہ فضائل ہیں جو بہت بلند ہیں۔ یہ پانی سے شاداب ہیں اور وہ پانی پیشاب سے بہت دور ہے۔

ایک اور زخمی کی معجزانہ مسیحائی......اس کے بعد حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے اس کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور اس کا مقصد پورا کیا۔

اسی طرح حضرت کلثوم ابن حصین کی گردن میں ایک تیر آکر پیوست ہو گیا وہ فوراً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس زخم پر اپنا لعاب دہن ڈالا جس سے وہ زخم اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔

غزوہ احد میں فرشتوں کی شرکت......(غزوہ بدر کے بیان میں گزرا ہے کہ اس موقعہ پر فرشتے مدد کے لئے بھیجے گئے تھے اور انہوں نے جنگ میں حصہ لیا۔ چنانچہ بہت سے مشرکین کی لاشیں ایسی ملیں جن پر تلواروں وغیرہ کے زخم کے بجائے آگ سے جلنے کے سیاہ نشان تھے) غزوہ احد میں بھی فرشتے نازل ہوئے تھے مگر اس موقعہ پر انہوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا۔

(قال) اس بات کی تائید مجاہد کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ فرشتوں نے غزوہ بدر کے سوا کسی دوسری جنگ میں عملی شرکت نہیں کی۔ مگر حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کے دائیں اور بائیں سفید لباس میں دو آدمی دیکھے جو انتہائی شدید انداز میں لڑتے ہوئے آنحضرت ﷺ کا دفاع اور بچاؤ کر رہے تھے ان دونوں شخصوں کو نہ ہم نے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا۔ یعنی وہ دونوں حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل تھے۔

شرکت کی نوعیت...... مگر اس روایت سے کوئی اشکال نہیں پیدا ہوتا کیونکہ علامہ بیہقی نے اس بارے میں کہا ہے کہ غزوہ احد میں فرشتوں نے مسلمانوں یعنی عام مجاہدین کا بچاؤ اور دفاع نہیں کیا۔ لہذا اب یہ بات درست

Presented by Ziaraat.Com

ہو جاتی ہے کہ وہ صرف آنحضرت ﷺ کی طرف سے لڑے تھے۔ (تو گویا دونوں روایتیں درست ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے)۔

عبدالرحمٰن ابن عوف کو فرشتوں کی مدد...... اقول۔ مولف کہتے ہیں: اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتوں کے لڑنے سے مراد صرف یہ ہو کہ وہ آنحضرت ﷺ کا دفاع اور حملوں سے بچاؤ کر رہے تھے (یعنی خود کسی پر حملہ آور ہو کر خون ریزی نہیں کر رہے تھے) مگر اس میں ایک اشکال ہوتا ہے یعنی حضرت حرث ابن صمہ سے ایک روایت ہے کہ جس وقت آنحضرت ﷺ جنگ ختم ہونے کے بعد گھاٹی میں پہنچ گئے تھے تو آپ نے مجھ سے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے ان کو پہاڑ کے بازو میں دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ فرشتے ان کے ساتھ ساتھ لڑ رہے تھے۔ حضرت حرث کہتے ہیں کہ میں وہاں سے فوراً حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کی طرف آیا تو میں نے دیکھا کہ ان کے سامنے سات لاشیں پڑی ہیں۔ میں نے ان سے کہا۔ "آپ نے کمال کر دیا۔ کیا ان سب کو آپ نے ہی قتل کیا ہے۔"

انہوں نے ان لاشوں میں سے دو کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"جہاں تک اس کا اور اس کا تعلق ہے تو ان دونوں کو تو میں نے ہی قتل کیا ہے مگر یہ جو باقی لاشیں ہیں ان کو ان لوگوں نے قتل کیا ہے جن کو میں نے بھی نہیں دیکھا۔!"

اس پر حضرت حرث نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا۔ (ی) یہاں فرشتوں کا خاص طور پر حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کی طرف سے لڑنا اس بات کے خلاف نہیں ہے کہ غزوہ بدر میں وہ سب مسلمانوں کی طرف سے لڑے تھے۔

فرشتوں کی عام مدد نہ ملنے کا سبب...... کتاب امتاع میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے میدان احد کو روانہ ہونے سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۔ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۔ ۱۵ الآیہ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۳ آیت ۱۲۵

ترجمہ: کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہو گا کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے تین ہزار فرشتوں کے ساتھ جو اتارے جاویں گے ہاں کیوں نہیں اگر مستقل رہو گے اور متقی رہو گے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آپہنچیں تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمائے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک خاص وضع بنائے ہوئے ہوں گے۔

مگر مسلمانوں نے اس غزوہ میں صبر نہیں کیا اور منتشر ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کو ایک فرشتے کی مدد بھی نہیں دی گئی۔ (جیسا کہ اس غزوہ کے انجام سے ظاہر ہوتا ہے) بہر حال یہ بات قابل غور ہے۔ واللہ اعلم۔

اسلامی پرچم کو فرشتے کا سہارا...... جنگ کے دوران جب حضرت مصعب ابن عمیر شہید ہوئے اور اسلامی پرچم گرنے لگا تو فوراً ہی ایک فرشتے نے جو حضرت مصعبؓ کی شکل میں تھا آکر اسلامی پرچم کو سربلند کر دیا (ی) کیونکہ جب ایک حملہ میں حضرت مصعب کا دلیاں ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے پرچم کو بائیں ہاتھ میں سنبھال لیا۔ اس وقت وہ آیت تلاوت کرتے جاتے تھے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ الآیہ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۵ آیت ۱۴۴

ترجمہ: اور محمد ﷺ نرے رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

مصعب کی زبان پر نزول سے پہلے آیت قرآنی...... اس کے بعد جب ان کا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو انہوں نے پرچم کو اپنے جسم پر سنبھالا اور اسے اپنے سینے سے لگا کر دو پہلو کے سہارے رو کے رکھا۔ اس وقت بھی وہ یہی آیت تلاوت کر رہے تھے۔ اس وقت تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی بلکہ جب انہوں نے جنگ کے دوران کسی کو یہ کہتے سنا کہ محمد ﷺ قتل ہو گئے تو اچانک یہ کلمات ان کی زبان پر جاری ہو گئے۔ پھر یہی کلمات آیت کی صورت میں اس کے بعد اسی روز نازل ہوئے جیسا کہ کتاب الدر میں ہے۔ گویا یہ آیت وہ قرآن ہے جو پہلے ہی حق تعالیٰ نے ایک صحابی کی زبان پر جاری فرمادیا تھا۔ اس کے بعد حضرت مصعبؓ شہید ہو گئے۔

یہ بات اس گذشتہ روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں گزرا ہے کہ حضرت مصعبؓ آنحضرت ﷺ کی مدافعت میں لڑ رہے تھے یہاں تک کہ ان کو ابن قمرہ نے یہ سمجھ کر قتل کر دیا کہ وہ آنحضرت ﷺ ہیں۔ یا یہ کہ ان کو ابی ابن خلف نے قتل کیا تھا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ابن قمرہ یا ابی ابن خلف نے ان کو اسی حالت میں قتل کیا ہو جو ذکر ہوئی۔ ادھر میں نے بعض روایتوں میں دیکھا ہے کہ حضرت مصعب کو ابن قمرہ نے ہی اس حال کو پہنچایا تھا (کہ ان کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر دوسرے پر وار کیا وغیرہ) اور اس کے بعد آخر ان کو قتل کر دیا۔

مصعبؓ کی شکل میں فرشتہ...... آنحضرت ﷺ اس فرشتے سے جس نے مصعب کی شکل میں آکر پرچم سنبھالیا تھا۔ یہ فرمارہے تھے کہ مصعب آگے بڑھو۔ اس وقت وہ فرشتہ آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ میں مصعب نہیں ہوں۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ ہے جس کے ذریعہ حق تعالیٰ نے مدد فرمائی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے آنحضرت ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ مصعب آگے بڑھو۔ تو انہوں نے آپ سے کہا کہ یا رسول! کیا مصعب ابن عمیر قتل نہیں ہو چکے ہیں۔۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"بے شک۔ مگر ایک فرشتے نے ان کی جگہ لے لی ہے جو ان ہی کے نام سے پکارا جا رہا ہے۔!"

یہ بات فرشتے کے اس قول کے خلاف نہیں ہے جو اس نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ میں مصعب نہیں ہوں کیونکہ (اگرچہ اس کا نام مصعب ہی تھا مگر) اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ میں وہ مصعب نہیں ہوں جو آپ کے ساتھی تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب اسلامی پرچم گر گیا (تو اس کو حضرت مصعبؓ کے بھائی ابو روم نے اٹھالیا اور اس کے بعد یہ اس وقت تک ان ہی کے ہاتھ میں رہا جب تک کہ وہ مدینے میں داخل نہیں ہو گئے۔ اس روایت کی روشنی میں گذشتہ بات قابل غور ہو جاتی ہے۔

پیچھے کتاب امتاع کے حوالے سے بیان ہوا ہے کہ احد میں ایک بھی فرشتے کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی مدد نہیں کی گئی لہذا یہاں اس فرشتے کے وجود سے وہ بات غلط ہوتی ہے۔ (لہذا یہ بات بھی قابل غور ہے)۔

میدان احد سے واپسی اور نبی ﷺ کی دعا...... غرض جنگ ختم ہونے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ مدینے واپس ہونے لگے تو آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ آپ کے تمام صحابہ بھی ساتھ تھے جو عام طور پر زخمی تھے۔ آپ کے یعنی لشکر کے ساتھ چودہ عورتیں بھی تھیں۔ جب یہ لشکر احد کے دامن میں پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ "صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں اپنے پروردگار کے سامنے اس کی حمد و ثنا کر سکوں۔!"

Presented by Ziaraat.Com

چنانچہ تمام صحابہ صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے اور ان کے پیچھے عورتیں کھڑی ہوئیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے یہ دعا شروع کی۔

"اے اللہ! تجھے ہی تمام تعریفیں سزاوار ہیں۔ تو کشادگی عطا فرمائے تو کوئی تنگی پیدا کرنے والا نہیں۔ اور اگر تو تنگی میں ڈالے تو کوئی کشادگی پیدا کرنے والا نہیں ہے۔ جس کو تو گمراہی میں ڈال دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اور جس کو تو ہدایت فرمادے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ جن نعمتوں سے تو محروم فرمادے ان کو کوئی عطا نہیں کر سکتا اور جن نعمتوں کو تو عطا فرمائے ان کو کوئی روکنے والا نہیں۔ جس چیز کو تو دور فرمادے اس کو کوئی قریب نہیں کر سکتا اور جس کو تو قریب فرمادے اس کو کوئی دور نہیں کر سکتا۔ الحدیث

حمنہ کو عزیزوں کے قتل کی اطلاع...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں آپ کو حضرت حمنہ بنت جحش جو آنحضرت ﷺ کی پھوپی زاد بہن تھیں اور آنحضرت ﷺ کی بیوی ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن تھیں ملیں آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"(اپنے عزیز کو کھودینے پر) ثواب کی امیدوار بن جاؤ۔!"

حضرت حمنہ نے پوچھا۔ "کس کی وجہ سے یارسول اللہ ﷺ۔"

آپ نے فرمایا۔

"اپنے ماموں حمزہ کی وجہ سے۔!"

ماموں اور بھائی کے قتل پر حمنہ کا صبر و ثبات...... حضرت حمنہ نے کہا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور شہادت کی اس نعمت کو ان کے لئے مبارک فرمائے۔!"

شوہر کی خبر پر دامان صبر تار تار...... پھر آپ نے فرمایا کہ ثواب کی امیدوار بن جاؤ۔ انہوں نے پوچھا کس کے لئے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے بھائی عبداللہ ابن جحش کے لئے۔ حضرت حمنہ نے ان کے لئے بھی وہی کلمات کہے جو حضرت حمزہؓ کے لئے کہے تھے۔

آپ نے پھر فرمایا کہ ثواب کی امیدوار بن جاؤ۔ انہوں نے پوچھا کس کی وجہ سے۔ آپ نے فرمایا اپنے شوہر مصعب ابن عمیر کی وجہ سے۔ حضرت حمنہ ایک دم چیخ چیخ کر رونے لگیں اور بولیں۔

"آہ۔ ان کا صدمہ بہت سخت ہے۔!"

عورت کے لئے شوہر کا درجہ...... آپ نے دیکھا تھا کہ حضرت حمنہ نے اپنے بھائی اور اپنے ماموں کی موت پر کس قدر صبر و ضبط کا ثبوت دیا اور اپنے شوہر کی شہادت کی اطلاع پر ان سے صبر و ضبط کا دامن چھوٹ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں تب آپ نے فرمایا۔

"عورت کے لئے شوہر کا درجہ ایسا ہوتا ہے کہ اس جیسا اور کا نہیں ہوتا۔!"

حمنہ اور یتیم بچوں کے لئے دعا...... پھر آپ نے ان سے پوچھا کہ تم نے (شوہر کی اطلاع پر) ایسا کیوں کہا حضرت حمنہؓ نے کہا۔

"مجھے ان کے بچوں کی یتیمی کا خیال آیا۔ جس سے میں بیتاب ہو گئی۔!"

آنحضرت ﷺ کی عمرو کی والدہ کی تعزیت...... اس وقت آپ نے ان کے اور ان کے بچوں کے لئے

Presented by Ziaraat.Com

دعا فرمائی۔ حضرت حمنہ کے یہاں حضرت طلحہ ابن عبید اللہ سے محمد ابن طلحہ پیدا ہوئے تھے۔

(قال) اسی طرح حضرت سعد ابن معاذؓ کی والدہ ہانپتی کانپتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں۔ آنحضرت ﷺ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت سعد ابن معاذ گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت سعدؓ نے ان کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ سے کہا کہ یارسول اللہ! میری والدہ ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کو خوش آمدید کہو۔ آپ نے ان کی وجہ سے اپنا گھوڑا روک لیا۔ یہاں تک کہ وہ قریب آکر آنحضرت ﷺ کو دیکھنے لگیں۔ آپ نے ان کو ان کے بیٹے حضرت عمرو ابن معاذؓ کی شہادت پر تعزیت پیش فرمائی تو انہوں نے کہا۔

جب میں نے آپ کو صحیح سلامت دیکھ لیا تو بس اب میری مصیبت اور غم ختم ہو گیا۔!"

شہداء کے عزیزوں کو بشارت..... آنحضرت ﷺ نے ام سعدؓ سے فرمایا۔

"اے ام سعد! تمہیں خوش خبری ہو۔ اور سب شہیدوں کے گھر والوں کو بھی خوش خبری دے دو کہ ان سب کے مقتولین جنت میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور سب نے اپنے اپنے گھر والوں کے لئے (حق تعالیٰ سے) شفاعت اور سفارش کی ہے۔!"

پسماندگان کے لئے صبر و سکون کی دعا..... ام سعدؓ نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! ہم سب راضی برضا اور خوش ہیں۔ اور اس خوش خبری کے بعد بھلا ان پر کون رو سکتا ہے۔!"

پھر انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ یارسول اللہ! سب شہیدوں کے پسماندگان کے لئے دعا فرمایئے چنانچہ آپ نے سب شہداء احد کے گھر والوں کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے اللہ! ان کے دلوں سے غم والم کو مٹا دے، ان کی مصیبتوں کو دور فرما دے اور شہیدوں کے جو جانشین ہیں انہیں ان کا بہترین جانشین بنا دے۔!"

حمزہ کی بے بسی پر آنحضرت ﷺ کی دلگیری..... اسی دوران میں آنحضرت ﷺ نے انصاری عورتوں کو اپنے شوہروں، اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں کے لئے روتے ہوئے سنا۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔

"حمزہ کے لئے کوئی رونے والا بھی نہیں ہے۔!"

یہ کہتے کہتے آنحضرت ﷺ خود رو پڑے۔ غالباً مدینے میں حضرت حمزہ کی نہ کوئی بیوی تھی اور نہ بیٹی تھی۔ چنانچہ حضرت سعد ابن معاذؓ نے اپنے گھر کی عورتوں اور اپنی قوم کی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ مغرب اور عشاء کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے گھر جائیں اور حضرت حمزہ کی شہادت پر اپنے غم کا اظہار کریں اور روئیں۔

خواتین کے رونے کی آواز اور آپ کی طرف سے دعا..... غرض جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ مدینے میں اپنے مکان پر پہنچے تو چونکہ آپ سخت زخمی تھے اس لئے حضرت سعد ابن معاذ اور حضرت سعد ابن عبادہ نے آپ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر گھوڑے سے اتارا۔ پھر آپ ان کا سہارا لئے ہوئے اپنے مکان میں تشریف لے گئے اس کے بعد کچھ ہی دیر میں حضرت بلالؓ نے مغرب کی اذان کہی اور آنحضرت ﷺ اسی طرح باہر تشریف لائے کہ آپ سعد ابن معاذ اور سعد ابن عبادہ کا سہارا لئے ہوئے تھے پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد جب آپ مسجد سے واپس تشریف لے جانے لگے تو آپ کو رونے کی آواز آئی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ انصاری عورتیں حضرت حمزہؓ پر رو رہی ہیں۔ آپ نے ان خواتین کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ تم سے اور تمہاری اولاد سے راضی ہو۔!"

Presented by Ziaraat.Com

پھر آپ نے حکم دیا کہ وہ خواتین اپنے گھروں کو واپس جائیں۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ پھر جب ایک تہائی رات گزر گئی تو حضرت بلالؓ نے عشاء کی اذان کہی کیونکہ وہ عشاء کی اذان اس وقت دیتے تھے جب شفق کی سرخی غائب ہو جاتی تھی۔ اذان کے بعد دیر تک جب رسول اللہ ﷺ اپنے حجرے سے نہیں نکلے اور ایک تہائی رات کے بھی بعد کا وقت ہو گیا تو حضرت بلالؓ نے (حجرے کے قریب جا کر) آپ کو پکارا کہ یا رسول اللہ ﷺ نماز تیار ہے۔ تب یعنی جب کہ ایک تہائی رات کے بعد کا وقت ہو چکا تھا آپ بیدار ہوئے اور حجرے سے باہر تشریف لائے اس وقت تک انصاری عورتیں مسجد کے دروازے پر کھڑی ہوئی حضرت حمزہ کی یاد میں رو رہی تھیں۔

انصار کے جذبۂ ہمدردی کی قدردانی...... یہ روایت گذشتہ روایت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ کا حجرہ مسجد کے دروازے سے ملا ہوا تھا۔ غرض اس وقت آپ نے ان عورتوں سے فرمایا۔

"واپس جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے۔ تم نے میرے ساتھ ہمدردی کی۔ اللہ تعالیٰ انصاریوں پر رحمتیں نازل فرمائے۔ کیونکہ جیسا کہ میں جانتا ہوں ان میں ہمدردی کا جذبہ ہمیشہ ہی سے ہے!"

ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ مغرب کی نماز کے بعد آپ نے جن عورتوں کو رخصت کر دیا تھا وہ شاید دوسری تھیں اور پھر ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد آپ نے جن کو واپس جانے کا حکم دیا وہ دوسری رہی ہوں۔

اس واقعہ کے بعد ان میں سے ایک انصاری عورت نے یہ عادت بنائی تھی کہ اگر اس کے یہاں کوئی موت ہو جاتی تو اپنی میت پر رونے سے پہلے ہمیشہ حضرت حمزہؓ پر روتی اور اس کے بعد اپنی میت پر روتی۔ یہاں رونے سے مراد شاید نوحہ و ماتم ہے (جس کے متعلق مسئلہ آگے آرہا ہے۔

مسجد کے دروازے پر تمام رات پہرہ...... غرض مدینے واپسی کے بعد اس پہلی رات میں اوس و خزرج کے انصاریوں نے تمام رات مسجد کے دروازے آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا کیونکہ یہ ڈر تھا کہ قریش کے لوگ جو میدان احد سے واپس مکے کے لئے روانہ ہو چکے تھے کہیں اچانک لوٹ کر مدینے کا رخ نہ کریں۔

نوحہ و شیون کی ممانعت...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصاری عورتوں کو نوحہ و ماتم کرنے سے منع فرمایا۔ اس پر انصاریوں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے نوحہ اور ماتم سرائی کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ دراصل اس کے ذریعہ ہم اپنے مرنے والوں کی خوبیاں بیان کرتے ہیں جس سے (بے چین دلوں کو) کچھ سکون ملتا ہے۔ لہذا ہمیں اس کی اجازت عطا فرما دیجئے!"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اگر عورتیں ماتم کریں یعنی روئیں، تو نہ تو اپنا منہ نوچیں، نہ سینہ کوبی کر کے چیخیں، نہ بال بکھرائیں اور نہ کپڑے پھاڑیں۔!"

صحابہ کے جوش جہاد کی تعریف...... ایک حدیث میں آتا ہے کہ احد کے دن حضرت علیؓ نے اپنی تلوار حضرت فاطمہؓ کو دی اور کہا کہ اس کی نوک چھوڑ کر باقی ساری تلوار دھو دو۔ آنحضرت ﷺ (غزوہ احد کے سلسلے

میں حضرت علیؓ کی کارگزاری کا اندازہ کرتے ہوئے ان سے فرمایا۔
"اگر تم نے جنگ میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے تو فلاں فلاں لوگوں نے بھی خوب جہاد کیا ہے!"
آپ نے کئی صحابہ کے نام گنائے جن میں سہل ابن حنیف اور ابو دجانہ بھی شامل تھے۔
اسی طرح عکرمہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن یعنی جنگ کے بعد اپنی تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا، صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو دی اور فرمایا۔
"اس پر سے خون دھو دو آج اس نے میرا پورا ساتھ دیا۔!"
یعنی اس نے اپنا حق ادا کر دیا۔
پھر حضرت علیؓ نے بھی اپنی تلوار ان کو دی اور یہی کہا کہ اس پر سے خون دھو دو خدا کی قسم آج اس نے میرا حق ادا کر دیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔
"اگر تم نے جنگ کا حق ادا کیا ہے تو تمہارے ساتھ سہل ابن حنیف اور ابو دجانہ نے بھی جنگ کا حق ادا کر دیا ہے۔!"
ابن عقبہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کی تلوار خون سے رنگین دیکھی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے جنگ کا حق ادا کیا ہے تو عاصم ابن ثابت ابن ابی افلح، حرث ابن صمہ اور سہل ابن حنیف نے بھی کیا ہے۔
امام ابوالعباس ابن تیمیہ نے اس بات کی تردید کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی تلوار دھلوانے کے لئے حضرت فاطمہؓ کو دی۔ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ اس دن رسول اللہ ﷺ نے تلوار سے جنگ ہی نہیں فرمائی۔ مگر کتاب نور میں ہے کہ علامہ ذہبی نے اس حدیث کو کمزور یا غیر صحیح نہیں بتلایا ہے (حالانکہ وہ سب سے بڑے ناقد حدیث ہیں) انہوں نے کہا ہے کہ اس سے ابن تیمیہ کی تردید ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کتاب نور کا حوالہ ہے۔ اور یہ اختلاف قابل غور ہے۔
<u>شہداء احد کی تعداد</u>...... جہاں تک غزوہ احد میں مسلمان شہداء کی تعداد کا تعلق ہے تو اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ اس دن کل مقتولین کی تعداد ۷۰ تھی جن میں سے چار مہاجرین میں سے تھے جن کے نام یہ ہیں: حضرت حمزہؓ، حضرت مصعبؓ، حضرت عبداللہ ابن جحشؓ اور حضرت شماس ابن عثمانؓ۔
ایک قول ہے کہ شہدائے احد کی کل تعداد ۸۰ تھی جن میں سے ۷۴ حضرات انصاری تھے اور چھ مہاجر مسلمان تھے۔ علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ (اگر چھ مہاجر شہید تھے تو) شاید پانچویں حاطب ابن بلتعہ کے غلام سعد اور چھٹے ثقیف ابن عمرو تھے جو بنی عبد شمس کے حلیف یعنی معاہدہ بردار تھے۔
ادھر کتاب اصل یعنی عیون الاثر نے ان کی کل تعداد ۹۶ ..... بتلائی ہے مگر یہ بات آنحضرت ﷺ کے اس قول کے مناسب نہیں ہے جو بدر کے موقعہ پر آپ نے فرمایا تھا کہ اگر تم چاہو تو ان قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو اور اس کے بدلے میں تم میں سے ستر آدمی اس کے بعد شہید ہو جائیں گے۔
<u>مشرک مقتولین کی تعداد</u>...... مشرکوں میں مرنے والوں کی کل تعداد ۲۳ تھی۔ ایک قول ہے یہ تعداد ۲۲ تھی۔
اقول۔ مولف کہتے ہیں: اگر مشرکوں میں قتل ہونے والوں کی تعداد یہی تھی وہ گذشتہ روایت قابل غور بن جاتی ہے کہ اس جنگ میں تنہا حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب نے ۳۱ مشرکوں کو قتل کیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

کیا اویس قرنی احد میں شریک تھے

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ کی کتاب طبقات میں ایک روایت ہے کہ حضرت اویس قرنی اپنی والدہ کی خدمت میں مصروف تھے اس لئے وہ آنحضرت ﷺ کے پاس نہ آسکے۔ ادھر یہ روایت ہے کہ غزوہ احد میں وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک تھے اور اسی غزوہ کے سلسلے میں انہوں نے کہا تھا۔

خدا کی قسم احد میں جب تک میرے سامنے کے دانت نہیں ٹوٹ گئے اس وقت تک آنحضرت ﷺ کے دانت نہیں ٹوٹے اسی طرح جب تک میرا چہرہ زخمی نہیں ہوگیا اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی نہیں ہوا اور جب تک میری کمر (دشمنوں کے پیروں تلے) نہیں پامال ہوئی اس وقت تک آنحضرت ﷺ کی کمر پامال نہیں ہوئی۔!"

علامہ شعرانیؒ کہتے ہیں کہ یہ قول میں نے اسی طرح دیکھا ہے حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ یہاں تک شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب کا حوالہ ہے۔

<u>اویس قرنی کی روایت</u>...... مگر میں نے ایسی کوئی روایت نہیں دیکھی کہ غزوہ احد میں آنحضرت ﷺ کی کمر پامال کی گئی تھی۔ احادیث اور روایات سے جس قدر معلوم ہوا ہے وہ صرف اتنا ہی ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا، دندان مبارک شہید ہوئے، دونوں رخسار زخمی ہوئے اور نچلا ہونٹ اندر سے زخمی ہوا تھا۔ نیز آپ کا مونڈھا ایک جگہ سے پھٹا اور اس کے علاوہ آپ کا گھٹنا زخمی ہوا تھا۔

<u>فاروق اعظم کی روایت</u>...... بعض مورخین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ کو روتے ہوئے یہ کہتے سنا گیا۔

"یارسول اللہ ﷺ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کا مقام اس درجہ کا ہے کہ آپ کی اطاعت کو اس نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ الآیہ پ ۵ سورہ نساء ع ۱۱ آیت ۸۰

ترجمہ۔ جس شخص نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔

آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یارسول اللہ ﷺ۔ حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی فضیلت اس درجہ ہے کہ اس نے آپ کو گناہوں کی خبر دینے سے پہلے آپکی بخشش کی خبر دی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ج لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ الآیہ پ ۱۰ سورہ توبہ ع ۷ آیت ۴۳

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف تو کردیا لیکن آپ نے ان کو ایسی جلدی اجازت کیوں دے دی تھی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے۔

یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آخر میں کہا۔ آپ کی کمر کو پامال کیا گیا، آپ کے چہرہ مبارک کو خون سے رنگین کیا گیا اور دندان مبارک کو شہید کیا گیا مگر آپ نے پھر بھی ان دشمنوں کے حق میں کلمہء خیر کے سوا کچھ نہیں فرمایا۔ آپ نے اسوقت بھی یہی فرمایا کہ۔ اے اللہ تعالیٰ! میری قوم کو معاف فرما کیونکہ وہ ناواقف اور بے خبر ہے۔"

<u>کیا اویس قرنی صحابی تھے</u>...... جہاں تک حضرت اویس قرنی کے آنحضرت ﷺ سے نہ ملنے کا تعلق ہے تو اس کی دلیل وہ گذشتہ روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بہترین تابعی ایک شخص ہوگا جس کا نام

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

اویس قرنی ہوگا۔ (تابعی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے مسلمان ہونے کی حالت میں کسی صحابی کی زیارت کی ہو۔ اور تابعی کی زیارت کرنے والے کو تبع تابعی کہتے ہیں)۔

اویس کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی......اسی طرح علامہ بیہقی نے حضرت عمرؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عنقریب تابعین میں قرن کا ایک شخص ہوگا جس کا نام اویس ابن عامر ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاروقؓ نے حضرت اویس قرنی سے کہا کہ میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیے۔ اویس قرنی نے کہا میں آپ کے لئے کیا مغفرت کی دعا کروں آپ تو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں"

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ بہترین تابعی ایک شخص ہوگا جس کا نام اویس ہوگا۔!"

یہاں مراد یہ ہے کہ تابعین میں بہترین تابعی ہوگا جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اب یہ روایت اس کے خلاف نہیں ہے جس کو امام احمد ابن حنبل وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ تابعین میں سب سے افضل تابعی حضرت سعید ابن مسیب ہوں گے۔

بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اویس قرنی نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ نہیں پایا بلکہ آپ کے بعد ہوئے ہیں چنانچہ کتاب جامع صغیر میں ایک روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ عنقریب میرے بعد میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام اویس قرنی ہوگا۔ میری امت کے لئے اس کی شفاعت اتنے بیشمار لوگوں کے لئے ہوگی جتنے بیشمار آدمی قبیلہ ربیع اور مضر کے ہیں۔

ایک شخص کا اویس کے ساتھ تمسخر......کتاب اسد الغابہ میں یوں ہے کہ حضرت اویس کو رسول اللہ ﷺ کا زمانہ تو ملا لیکن وہ آپ کو دیکھ نہیں پائے۔ وہ کوفہ میں رہتے اور کوفہ کے بہت بڑے تابعین میں سے تھے لوگ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص جو حضرت اویس قرنی کا مذاق اڑایا کرتا تھا کوفہ والوں کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا جو اس وقت خلیفۂ رسول تھے، حضرت عمرؓ نے اس جماعت کے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا

"کیا اس جماعت میں قرنی شخص (یعنی قرن کا رہنے والا بھی ہے۔"

اس وقت وہی شخص سامنے آیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا۔

فاروق اعظم کی زبانی اویس کے مقام کا علم......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں یمن کا ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام اویس قرنی ہوگا۔ اس کے جسم پر بیماری کی سفیدی (یعنی سفید دھبے ہوں گے) وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریگا تو وہ سفیدی ختم ہو جائے مگر ایک دینار یا ایک درہم کے برابر باقی رہ جائیگی۔ پس تم میں سے جو شخص بھی اس سے ملے وہ اس سے درخواست کرے کہ وہ تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرے۔!"

اویس سے دعا کی درخواست......یہ شخص جب کوفہ واپس پہونچا تو اپنے گھر والوں کے پاس جانے سے بھی پہلے حضرت اویس قرنی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت اویس نے اس سے کہا کہ یہ بات تو تمہاری عادت کے خلاف ہے (کہ تم اس طرح میرے پاس آؤ) اس شخص نے عرض کیا۔

"میں نے حضرت عمرؓ کو ایسا ایسا کہتے سنا۔ اب آپ میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیے۔"

"میں اس وقت تک تمہارے لئے دعا نہیں کروں گا جب تک تم یہ وعدہ نہیں کرو گے کہ آئندہ میرا مذاق نہیں اڑاؤ گے اور یہ کہ حضرت عمرؓ کی یہ بات کسی اور سے نہیں کہو گے۔!"

Presented by Ziaraat.Com

اس شخص نے ان سے یہ وعدہ کیا تو انہوں نے اس کی مغفرت کی دعا کی۔ حضرت اویس قرنی جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ لڑتے ہوئے قتل ہوئے۔

احد کی شکست پر یہود و منافقین کی خوشیاں...... غرض جب رسول اللہ ﷺ غزوہ احد کے بعد مدینہ منورہ پہونچے تو مسلمانوں کی شکست پر منافقوں اور یہودیوں کی زبانیں دراز ہو گئیں اور وہ کھلے عام مسلمانوں کو برا بھلا کہنے اور اس خوشی میں بغلیں بجانے لگے۔ اب وہ لوگ آنحضرت ﷺ کے متعلق انتہائی گستاخانہ باتیں کرتے کبھی کہتے۔ "محمد ﷺ صرف ایک جاہ پسند اور حکومت کے شوقین ہیں۔ آج تک کسی نبی نے اس طرح نقصان نہیں اٹھایا جیسے انہوں نے اٹھایا۔ خود بھی زخمی ہوئے اور اپنے اس قدر ساتھیوں کی جانوں سے بھی ہاتھ دھوئے۔!"

کبھی مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہتے۔ "تمہارے جو آدمی قتل ہوئے اگر ہمارے ساتھ رہتے تو یوں اپنی جانیں نہ گنواتے۔!"

دریدہ دہنوں پر عمر کا غصہ...... حضرت عمرؓ نے ان دریدہ دہنوں کی یہ گستاخانہ باتیں سنیں تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں ان لوگوں کے قتل کی اجازت دیں۔ (کیونکہ یہودی تو کھلے عام بددین اور مسلمانوں کے دشمن تھے مگر منافقین آستین کا سانپ ثابت ہو رہے تھے) مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"کیا یہ لوگ (یعنی منافقین) ظاہر میں یہ شہادت نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ میں اس کا رسول ہوں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا" بیشک لیکن صرف تلوار کے خوف سے... اب ان کی حقیقت ظاہر ہو چکی ہے اور ان کے دلوں میں جو کینہ و فساد ہے وہ سامنے آگیا ہے۔" آنحضرتؐ نے فرمایا!

"جو شخص ظاہری طور پر ہی سہی اسلام کا اعلان کرے مجھے اس کے قتل کی ممانعت کی گئی ہے۔!"

ابن ابی کا مومن بیٹے پر غصہ...... ادھر منافقوں کا سردار ابن ابی اپنے بیٹے حضرت عبداللہ ابن ابی کو ڈانٹ پھٹکار رہا تھا جو زخموں سے چور چور ہو کر لوٹے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے لئے اپنی جان جوکھوں میں ڈال گیا تھا) مگر باپ کی ڈانٹ پھٹکار کے جواب میں حضرت عبداللہ نے صرف اتنا کہا۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا وہی ان کے حق میں بہتر ہے۔"

ابن ابی کی ظاہر داریاں...... ہمیشہ سے عبداللہ ابن ابی ابن سلول کی عادت تھی کہ جمعہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے منبر پر بیٹھتے۔ تو کھڑے ہو کر کہتا لوگو! یہ رسول اللہ ﷺ تمہارے درمیان موجود ہیں جن کے ذریعہ حق تعالیٰ نے تمہیں عزت و سربلندی عطا فرمائی ہے، لہذا آپ کی مدد کرو، آپ کا احترام کرو آپ کے ارشادات توجہ سے سنو اور آپ کی اطاعت کرو۔!"

صحابہؓ کی ابن ابی کو پھٹکار...... یہ کہہ کر یہ عبداللہ بیٹھ جایا کرتا تھا۔ احد سے واپسی کے بعد بھی اس نے جمعہ کے دن اپنی عادت کے مطابق ایسا کرنا چاہا تو مسلمانوں نے اس کے کپڑوں کا دامن پکڑ کر کھینچا اور (اس کو ڈانٹتے ہوئے) اس سے کہنے لگے۔

"او خدا کے دشمن بیٹھ جا۔ خدا کی قسم تو ان باتوں کا اہل نہیں ہے۔ تو نے جو کچھ کیا ہے سب کو معلوم ہے۔"

یہ سن کر عبداللہ ابن ابی صحابہ کی گردنوں پر سے پھلانگتا ہوا صفوں سے نکلا اور مسجد سے یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

"گویا میں تو فراق میں مر جاؤں گا۔" بعض انصاریوں اس سے یہ کہا۔

ابن ابی کی خود سری...... "تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر معافی مانگ لو۔ آنحضرت ﷺ تمہارے لئے

Presented by Ziaraat.Com

مغفرت کی دعا کریں گے۔!"

عبداللہ ابن ابی نے کہا۔

"مجھی ضرورت نہیں کہ وہ میری مغفرت کی دعا کریں!" (ان تفصیلات کے ساتھ غزوہ احد کا بیان تمام ہوا) حق تعالیٰ نے اُحد کے واقعات کے سلسلے میں سورۂ آل عمران میں آیات نازل فرمائی ہیں جو یہ ہیں۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ پ ۴ سورہ ۶ آل عمران ع ۱۳ آیت ۱۶۱

ترجمہ اور جبکہ آپ صبح کے وقت اپنے گھر سے چلے مسلمانوں کو مقاتلہ کرنے کے لئے مقامات پر جمار ہے تھے اور اللہ تعالیٰ سب سن رہے تھے سب جان رہے تھے۔

باب پنجاہ (۵۰)

غزوہ حمراء الاسد

قریشی لشکر کے تعاقب کا ارادہ...... آنحضرت ﷺ کے غزوہ احد سے واپس تشریف لانے کے بعد اگلے ہی دن صبح کو رسول اللہ کا قاصد مدینے میں اعلان کر رہا تھا کہ مسلمان قریش کا پیچھا کرنے کے لئے روانگی کو تیار ہو جائیں اور یہ کہ صرف وہی لوگ چلیں گے جو غزوہ احد میں شریک تھے۔

یہ ارادہ قریش کو ڈرانے اور مرعوب کرنے کے لئے کیا گیا تھا تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ ان کے تعاقب میں تشریف لا رہے ہیں۔ نیز ان کو یہ بھی اندازہ ہو جائے کہ مسلمانوں کی طاقت و قوت باقی ہے احد کی شکست کی وجہ سے وہ دشمن کے مقابلے میں کمزور نہیں ہو گئے ہیں۔

قریش کے خطرناک ارادے...... (قال) ایک قول کے مطابق آنحضرت ﷺ کو یہ معلوم ہوا تھا کہ ابو سفیان قریشی لشکر لے کر مدینے پر حملہ کرنے کے لئے راستے میں واپس ہونے لگا ارادہ کر رہا ہے تاکہ آنحضرت ﷺ کے جو صحابہ زندہ بچ گئے ہیں ان کا بھی صفایا کر دے (اس ارادے میں قریش کے کچھ اور سردار بھی ابو سفیان کے ساتھ تھے)) چنانچہ آپ کو معلوم ہوا کہ ان قریشیوں نے دوسروں سے کہا۔

"نہ تو تم نے محمد ﷺ کو ہی قتل کیا اور نہ وہاں سے دوشیزاؤں کو پکڑ لائے۔ کیا حماقت ہے۔ چلو واپس چلو۔"

ایک روایت میں ہے کہ میدان احد سے واپس ہونے کے بعد کچھ ہی دور چلے تھے کہ وہ لوگ رک کر ساتھیوں سے کہنے لگے۔

"کیا حماقت کا کام کیا ہے۔ تم نے ان کو قتل کیا اور جب ان کی تھوڑی سی جماعت باقی رہ گئی تو تم انہیں چھوڑ کر واپس چلے آئے۔ لہٰذا واپس چلو اور اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ اپنی طاقت و قوت جمع کر لیں ان سب کو نیست و نابود کر دو۔!"

مگر لوگوں نے اس بات کو نہیں مانا بلکہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا خوف اور رعب پیدا کر دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت ﷺ کو اطلاع ...... ایک روایت ہے کہ جس رات میں آنحضرت ﷺ احد سے واپس مدینے پہنچے اس کی صبح کو حضرت عبداللہ ابن عوف آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں اپنے گھر والوں کے پاس سے آرہا تھا جب میں فلاں مقام پر پہونچا تو میں نے دیکھا کہ قریش وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ پھر انہوں نے ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کو لشکر سے یہ کہتے سنا۔

"تم نے کچھ بھی نہ کیا۔ ان کے یعنی مسلمانوں کے تمام بڑے بڑے سردار تو زندہ ہیں جو پھر تمہارے خلاف لشکر جمع کر لیں گے۔ آؤ پھر واپس چلو ہم ان سب کا بھی تیاپانچہ کر دیں۔ "مگر صفوان ابن امیہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ان لوگوں کی رائے سے اختلاف کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ "تو گو ایسا نہ کرو۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مسلمان جو لشکر کے ساتھ نہیں تھے تم پر حملہ آور نہ ہو جائیں اس لئے واپس لوٹ چلو۔ ابھی تو فتح اور کامیابی تمہارے ساتھ ہے مگر ڈر ہے کہ اگر تم نے پھر مدینے کا رخ کیا تو کہیں یہ فتح و کامرانی تمہارے خلاف نہ پڑ جائے۔"

حضرت عبداللہ ابن عوف کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"صفوان نے ان لوگوں کو صحیح راستہ دکھلایا حالانکہ وہ خود صحیح راستہ نہیں دیکھتا!"

تعاقب کا مشورہ اور فیصلہ ...... اس کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کو بلایا اور ان کو عبداللہ ابن عوف کی دی ہوئی خبر سنائی۔ ان دونوں نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ ﷺ! دشمن کا پیچھا کیجئے تاکہ وہ لوگ ہماری عورتوں اور بچوں پر حملہ آور نہ ہو سکیں۔"

صرف شرکاء احد کو تیاری کا حکم ...... پھر جب آنحضرت ﷺ صبح کی نماز سے لوٹے تو آپ نے لوگوں کو جوش دلایا اور حضرت بلالؓ کو لوگوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں دشمن کا پیچھا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور یہ کہ صرف وہی لوگ اس وقت تعاقب میں چلیں گے جو کل جنگ میں شریک تھے۔

جابر کے احد میں شریک نہ ہو سکنے کی وجہ ...... جب آپ روانگی کی تیاری فرما رہے تھے تو جابر ابن عبداللہؓ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔

"یا رسول اللہ! میں غزوہ احد میں اس لئے شریک نہیں ہو سکا تھا کہ میری سات بہنیں ہیں اور میرے والد نے مجھے ان کے پاس چھوڑ دیا تھا"۔ ایک قول کے مطابق صحیح یہ ہے کہ ان کی بہنوں کی تعداد نو تھی۔ غرض جابرؓ نے کہا کہ میرے والد نے مجھے حکم دیا۔

"بیٹے! یہ بات میرے لئے مناسب ہے اور نہ تمہارے لئے کہ ہم ان عورتوں کو اس حال میں چھوڑ جائیں کہ ان کے پاس کوئی مرد نہ ہو۔ ادھر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کے لئے اپنے مقابلے میں تمہیں ترجیح نہیں دے سکتا۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی دولت میسر فرما دے۔ لہذا تم اپنی بہنوں کے پاس رہو۔!"

تعاقب میں ہمراہی کی درخواست اور اجازت ...... چنانچہ اس طرح میں بہنوں کی نگرانی کے لئے یہاں رہ گیا تھا اور انہوں نے شہادت کے لئے اپنے آپ کو مجھ پر ترجیح دی لہذا یا رسول اللہ مجھے بھی اپنے ہمراہ چلنے کی اجازت عطا فرمائیں۔!"

اس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت جابر ابن عبداللہ کو اپنے ساتھ چلنے کی اجازت عنایت فرما دی۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ میرے سوا کوئی ایسا نہیں تھا جو غزوہ احد میں شریک نہ ہوا ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

سردار منافقین کی درخواست رد..... اس کے علاوہ کچھ دوسرے ایسے لوگوں نے بھی آنحضرت ﷺ کے پاس آکر ساتھ چلنے کی اجازت مانگی جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے ان ہی میں سردار منافقین عبداللہ ابن ابی ابن سلول بھی تھا۔ اس نے آپ سے آکر عرض کیا۔ میں بھی آپ کے ساتھ چل رہا ہوں۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس کو اور ایسے دوسرے لوگوں کو رد کر دیا۔

اسلامی پرچم اور مدینہ میں قائم مقامی..... اس کے بعد آپ نے اپنا جھنڈا منگایا جو ابھی تک جوں کا توں رکھا ہوا تھا یعنی وہ کپڑا کھولا نہیں گیا تھا۔ آپ نے یہ پرچم حضرت علی ابن ابو طالب کی سپرد فرمایا ایک قول ہے کہ حضرت ابو بکر کے سپرد فرمایا۔ اور مدینے میں حضرت ابن ام مکتومؓ کو اپنا جانشین بنایا۔ پھر آپ اپنے مسکب نامی گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے آنحضرت کے صحابہ میں سے کسی کے پاس گھوڑا نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ زرہ بکتر زیب تن فرمائے ہوئے تھے اور سوائے آنکھوں کے چہرہ مبارک کا کوئی حصہ نظر نہیں آرہا تھا۔

آپ کے ساتھ وہ تمام جان نثار صحابہ بھی روانہ ہوئے جو احد میں آپ کے ساتھ شریک تھے۔ قرآن پاک میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ۔ الآیہ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۸ آیت ۱۷۲

ترجمہ جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے کہنے کو قبول کر لیا بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کے لئے ثواب عظیم ہے۔

اس آیت کے ذیل میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ حضرت عروہ ابن زبیرؓ سے (احد کا حال بتلاتے ہوئے) کہا تھا۔

"بھانجے! جب غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کو زخم لگے اور پھر جبکہ مشرکین میدان احد سے چلے گئے (اور آنحضرت ﷺ بھی واپس مدینے تشریف لے آئے) تو تمہارے والد زبیر اور ابو بکرؓ کو ڈر تھا کہ کہیں مشرکین پھر پلٹ کر مدینے پر حملہ نہ کر دیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے جو ہمارے ساتھ دشمن کا پیچھا کرنے کے لئے چلتا ہے۔ اس پر مسلمانوں میں سے ستر آدمی تیار ہو گئے۔!"

علامہ ابن کثیر اس روایت کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ تفصیل غریب ہے کیونکہ مورخین غزوات کے نزدیک مشہور قول یہی ہے کہ حمراء اسد کے مقام تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس موقعہ پر جو لوگ گئے تھے وہ سب لوگ تھے جو غزوہ احد میں شریک تھے۔ اور ان کی تعداد سات سو تھی جیسا کہ بیان ہوا ان میں سے ستر آدمی شہید ہوئے اور باقی زندہ رہے۔ یہاں تک ابن کثیر کا حوالہ ہے۔ اس کی روشنی میں وہ گذشتہ روایت قابل غور ہے۔

(قال) مگر بظاہر ان دونوں روایتوں میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد پر سب سے پہلے ستر آدمیوں نے لبیک کہی اور اس کے بعد پھر باقی لوگوں نے آپ کے حکم پر رضامندی ظاہر کی۔

زخمی صحابہ اور رسول کے حکم کی بجا آوری..... غرض تمام صحابہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے سب لوگ زخمی تھے مگر کسی نے بھی اپنے زخموں کے علاج اور دوا دارو کی طرف توجہ نہیں کی یعنی سوائے اس کے کہ انہوں نے کپڑا جلا کر زخم پر رکھا اور باندھ دیا بار ایسا کرنے سے زخم کی تکلیف اور درد میں کمی ہو جاتی ہے

Presented by Ziaraat.Com

صحابہ نے اپنے زخموں کا صرف یہی علاج کیا اس سے زائد کچھ نہیں کیا۔ لہٰذا ان کے کچھ نہ کرنے اور یہ تدبیر کرنے کے درمیان کوئی شبہ کی بات نہیں ہے۔ یعنی اس رات صحابہ نے آگ جلائی اور اپنے زخموں کا یہ علاج کیا ان میں سے بعض صحابہ کے جسموں پر نو نو زخم تھے جیسے حضرت اسید بن حضیر اور عقبہ ابن عامر تھے بعض کے دس دس زخم تھے جیسے حضرت خراش ابن صمہ اور بعض کے اس سے بھی زائد زخم تھے جیسے حضرت کعب ابن مالک تھے۔ ایک صحابی ایسے تھے جن کے بدن پر ستر سے بھی زیادہ زخم تھے وہ طلحہ ابن عبید اللہ تھے ان کی ایک انگلی بھی کٹ گئی تھی۔ ایک قول ہے کہ شہادت کی انگلی کٹی تھی۔ اور ایک قول کے مطابق کن انگلی کے برابر والی کٹی تھی۔ اس کی وجہ سے اس ہاتھ کی باقی تمام انگلیاں بھی شل ہو کر بیکار ہو گئی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ انگلیوں کے پورے کٹ گئے تھے جیسے کہ پیچھے گذرا۔ اسی طرح ایک صحابہ کے جسم پر بیس زخم تھے جیسے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ

آنحضرت ﷺ کا زخمی حالت میں کوچ...... بنی سلمہ میں سے چالیس آدمی زخمی ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے جب ان لوگوں کو دیکھا تو فرمایا۔ "اے اللہ! بنی سلمہ پر اپنی رحمت نازل فرما۔ غرض اس موقعہ پر جب کہ یہ زخمی صحابہ احد سے واپسی کے اگلے ہی دن آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل میں پھر جنگ کے لئے روانہ ہوئے تو اس وقت خود آنحضرت ﷺ بھی سخت زخمی تھے اور اسی حالت میں صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے۔ آپکے زخموں کی صورت یہ تھی کہ آپ کا چہرۂ مبارک زرہ کی کڑیاں گڑ جانے کی وجہ سے زخمی تھا۔ چہرۂ مبارک پر پتھر کا ایک زخم بھی تھا نیز آپ کے سامنے کے چاروں دانت ٹوٹ گئے تھے اور نچلا ہونٹ اندر کی طرف سے زخمی تھا۔

کتاب منتقی میں ہے کہ اوپر کا ہونٹ اندر سے پھٹ گیا تھا۔ اسی طرح دایاں شانہ زخمی تھا جس پر ابن قمہ نے وار کیا تھا نیز گڑھے میں گر جانے کی وجہ سے آپ کے دونوں گھٹنے زخمی تھے۔

نبی کی پیشن گوئی...... غرض پھر آنحضرت ﷺ کو طلحہ ابن عبید اللہ ملے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ "طلحہ تمہارے ہتھیار کہاں ہیں۔"

حضرت طلحہؓ نے عرض کیا کہ قریب ہی ہیں یہ کہہ کر وہ جلدی سے گئے اور اپنے ہتھیار اٹھا لائے۔ حالانکہ اس وقت طلحہؓ کے صرف سینے پر ہی نو زخم تھے۔ ان کے جسم پر کل ملا کر ستر سے اوپر زخم تھے جیسا کہ بیان ہوا حضرت طلحہؓ کہتے ہیں۔

"میرے نزدیک آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں اپنے زخموں کی کوئی حیثیت نہیں تھی اور خود زخم کھا کر آپکا بچاؤ کر رہا تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور پوچھنے لگے کہ تم نے دشمن کو کہاں دیکھا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ نشیبی علاقے میں۔"

آپ نے فرمایا۔

"یہی میرا بھی خیال تھا۔ جہاں تک ان کا یعنی قریش کا تعلق ہے تو ان کو ہمارے ساتھ آئندہ کبھی اس طرح کا معاملہ کرنے کا موقعہ نہیں مل سکتا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مکہ کو ہمارے ہاتھوں فتح کر دیگا۔!"

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔

"اے ابن خطاب! آئندہ کبھی قریش ہمارے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کر پائیں گے یہاں تک کہ ہم (فاتح کی حیثیت سے ملے اور حرم میں داخل ہو کر) رکن یعنی حجر اسود کو بوسہ دیں گے۔!"

Presented by Ziaraat.Com

حمراء اسد میں پڑاؤ...... غرض اس غزوہ کے سفر میں آنحضرت ﷺ کے راہبر ثابت ابن ضحاک تھے یہ ثابت جبیر کے بھائی ثابت نہیں تھے۔ اگرچہ ایک قول ہے کہ یہ وہی ثابت تھے جو جبیر کے بھائی تھے۔

غرض یہ لشکر، مشرکوں کے تعاقب میں آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ حمراء اسد کے مقام پر پہنچ کر فروکش ہوا۔ یہ حمراء اسد جس جگہ کا نام ہے وہ مدینے کی آٹھ میل فاصلے پر ہے۔ایک قول کے مطابق دس میل کے فاصلے پر ہے۔

دو انصاریوں کا ذوق اطاعت...... ایک انصاری شخص سے روایت ہے کہ غزوہ احد میں میرا بھائی اور میں دونوں شریک تھے جہاں سے ہم زخمی حالت میں واپس آئے احد سے واپسی کے بعد فوراً ہی جب رسول اللہ ﷺ نے دشمن کے تعاقب میں روانہ ہونے کا اعلان کر لیا تو میرے بھائی نے مجھ سے کہا۔

"کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک ہونے کی سعادت سے محروم رہ جائیں گے۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔

"اگر ہم نے آنحضرت ﷺ کی ہمرکابی میں غزوہ کی نعمت کو چھوڑ دیا تو یہ بہت بری بات ہو گی۔ خدا کی قسم ہمارے پاس تو سواری کے لئے کوئی جانور بھی نہیں ہے!۔"

زخمی حالت میں پیدل سفر......(ادھر دونوں زخمی بھی تھے مگر پھر بھی پیدل ہی روانہ ہو گئے) یہ انصاری شخص کہتے ہیں کہ اپنے بھائی کے مقابلے میں میرے زخم پھر کچھ کم تھے اس لئے جب بھائی چلتے چلتے تھک جاتا تو میں اس کو اپنی پیٹھ پر اٹھا کر چلتا اور پھر خود تھک جاتا تو اتار دیتا اور پھر دونوں پیدل چلنا شروع کر دیتے۔ آخر اسی طرح چلتے چلتے اسی مقام یعنی حمراء اسد تک پہنچ گئے جہاں پہنچ کر مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا تھا۔

یہ عشاء کا وقت تھا اور مسلمان آگ جلا رہے تھے جب یہ دونوں انصاری لشکر کے قریب پہنچے تو پہرہ دینے والے دستے نے ان کو ٹوکا اس رات پہرے پر حضرت عباد ابن بشر ایک دستے کے سربراہ تھے حضرت عباد ان دونوں کو لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔

"تم لوگ کوچ کے وقت کس لئے رک گئے تھے!۔"

ان دونوں نے اپنی مجبوری بتلائی (کہ زخموں سے چور ہونے کی وجہ سے چلنا دوبھر ہو رہا تھا اور سواری بھی نہیں اس لئے گرتے پڑتے یہاں پہنچے ہیں)۔

نبی کی طرف سے دعاء خیر...... یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے انکے حق میں دعائے خیر فرمائی اور پھر فرمایا۔

"اگرچہ آنے میں دیر لگی مگر تم دونوں کو گھوڑے، خچر اور اونٹ ملیں گے اگرچہ وہ تمہارے لئے اس سے بہتر چیز نہیں ہیں!۔"

یہ دونوں انصاری شخص حضرت عبداللہ اور حضرت رافع ابن سہیل تھے اور ان میں جس کے لئے چلنا زیادہ دوبھر ہو رہا تھا وہ حضرت رافع تھے اور ان کو اٹھا کر چلنے والے حضرت عبداللہ تھے۔

حکمت عملی سے قریش پر رعب...... اس مقام پر مسلمانوں نے تین رات قیام کیا۔ ہر رات اپنے پڑاؤ میں صحابہ پانچ سو جگہ آگ روشن کرتے تاکہ بہت دور سے بھی روشنی نظر آتی رہے۔ مسلمانوں کے پڑاؤ سے مختلف آوازیں اور آگ کی روشنی دور دور تک پہنچتی تھی اور اس کے نتیجہ میں دشمن کے دلوں میں خوف اور رعب بیٹھ گیا تھا (کیونکہ دشمن کے جاسوس ہر قسم کی خبریں اپنے آقاؤں تک پہنچاتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت جابر ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ اس غزوہ میں عام طور پر مسلمانوں کے ساتھ جو زاور لو کھانا تھا وہ کھجوریں تھیں۔ حضرت سعد ابن عبادہ اپنے ساتھ تیس اونٹ لے کر چلے تھے جو حمراء اسد تک پہنچ گئے۔ قربانی کے لئے جو جانور ساتھ تھے ان میں سے کسی دن دو اور کسی دن تین کاٹے جاتے۔

ادھر قریشی لشکر کو احد سے چلنے کے بعد راہ میں معبد خزاعی ملے جو اس وقت تک کافر تھے۔ قریش سے ان کی ملاقات روحاء کے مقام پر ہوئی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کے لشکر کے ساتھ قریش کے تعاقب میں کوچ کرتے بھی دیکھا تھا۔ جب قریش نے احد سے واپسی میں اچانک مدینے پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو معبد خزاعی نے ان کو بتلایا کہ ان سے پہلے خود آنحضرت ﷺ ان کا پیچھا کرتے ہوئے آرہے ہیں۔ یہ سن کر قریشی لشکر خوفزدہ ہو گیا اور انہوں نے اسی میں عافیت سمجھی کہ سیدھے مکے کو ہی واپس چلے جائیں۔

معبد خزاعی کی طرف سے احد کے نقصان پر تعزیت......(قال) جب رسول اللہ ﷺ حمراء اسد کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے معبد خزاعی آپ سے آکر ملا۔ یہ معبد بنی خزاعہ کا شخص تھا بنی خزاعہ کے لوگوں میں مسلمان بھی تھے اور کافر بھی۔ مگر سب کے سب رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھتے تھے۔ غرض معبد نے آنحضرت ﷺ سے آکر عرض کیا۔

"اے محمد ﷺ! اس جنگ یعنی احد میں آپ کی ذات کو اور آپ کے ساتھیوں کو جو نقصان اٹھانا پڑا اس سے ہمیں بے حد تکلیف پہنچی ہے۔ ہماری آرزو تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شان بلند فرمائے اور آپ کے دشمنوں کو مبتلا فرمائے!۔"

معبد کی ابوسفیان سے ملاقات......(اس طرح گویا معبد خزاعی نے غزوہ احد کی شکست پر آنحضرت ﷺ کے سامنے تعزیت اور اظہار افسوس کیا تھا) معبد پہلے آنحضرت ﷺ سے ملا تھا اور ان کے بعد وہ یہاں سے روانہ ہوا یہاں تک کہ روحاء کے مقام پر پہنچا۔ ابوسفیان نے معبد کو دیکھا تو فوراً خود سے بولا کہ یہ معبد آرہا ہے اس کے پاس یقیناً نئی خبریں ہوں گی۔ پھر اس نے معبد سے کہا۔

"معبد! تم اپنے پیچھے کیا حالات چھوڑ کر آرہے ہو۔"

معبد مسلمانوں کا ایک مشرک ہمدرد......معبد نے کہا۔

میں اپنے پیچھے محمد ﷺ اور ان کے صحابہ کو چھوڑتا ہوا آرہا ہوں۔ ان کا لشکر تمہارے تعاقب میں نکلا ہوا ہے۔ ان کے ساتھ اتنا بڑا لشکر ہے کہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ وہ سب کے سب تمہارے خلاف غیظ و غضب کا پتلا بنے ہوئے ہیں۔ اس دفعہ ان کے ساتھ قبیلہ اوس اور خزرج کے وہ مسلمان بھی آئے ہیں جو کل کسی وجہ سے جنگ احد میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ ان سب نے آپس میں یہ عہد کیا ہے کہ وہ تم سے ٹکرائے اور انتقام لئے بغیر کسی قیمت پر واپس نہیں جائیں گے سب لوگ اپنی قوم پر بھی ناراض ہیں اور خود قوم کے لوگ اپنی پسپائی پر نادم ہیں۔ ان میں اس قدر جوش و غضب ہے کہ میں نے آج تک کبھی نہیں دیکھا!۔"

مسلمانوں کے جوش پر ابوسفیان کا خوف و دہشت......ابوسفیان نے یہ (وحشت ناک خبر) سن کر کہا۔

"تیرا ناس ہو۔ کیا کہہ رہا ہے!۔"

معبد نے کہا۔

"خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تم لوگ اس طرف کو چلو گے تو فوراً ہی تمہیں ان کے گھوڑوں کی

Presented by Ziaraat.Com

پیشانیاں نظر آنے لگیں گی!۔"

ابو سفیان نے کہا۔

"خدا کی قسم ہم نے تو یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم یہیں سے لوٹ کر مدینے پر حملہ کریں اور بچے کچھے مسلمانوں کا صفایا کر دیں۔"

معبد نے کہا۔

"میں تمہیں ہرگز اس کا مشورہ نہیں دوں گا!۔"

مسلمانوں کو ابو سفیان کا جھوٹا پیغام...... معبد کی زبانی یہ خبر سن کر قریشی لشکر افتاں وخیزاں وہاں سے مکے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ جس وقت ابو سفیان اپنے لشکر کو لے کر وہاں سے جا رہا تھا تو اسے کچھ لوگ ملے جو مدینے کو جا رہے تھے، ابو سفیان نے اس قافلے کے ذریعہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کے پاس کہلایا کہ ہم لوگوں نے (مدینے پر چڑھائی کرنے کے لئے راہ میں سے ہی لوٹنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جب ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر آپ کو ابو سفیان کے یہ پیغام پہنچایا تو آپ نے فرمایا۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین سہارا ہے۔ اور اس وقت حق تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی۔

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لآ یہ پ ۴۔ سورہ آل عمران ع ۱۸ آیت ۱۷۲

ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے کہنے کو قبول کر لیا بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں نے ان کے لئے پتھروں کا ایک نشان مقرر کر دیا ہے۔ اگر وہ لوٹے تو اس نشان پر پہنچ کر وہ سب کے سب اس طرح نیست و نابود ہو جائیں گے جیسے گزری ہوئی کل کا دن۔!"

مسلمانوں کی واپسی...... اُدھر معبد خزاعی نے بھی قریش کو وہاں سے چلتا کر دینے کے بعد ایک شخص کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع بھجوائی کہ ابو سفیان اپنے لشکر کے ساتھ ڈر کر واپس مکے چلا گیا ہے۔ چنانچہ اس خبر کے بعد آنحضرت ﷺ بھی حمراء اسد کے مقام سے ہی مدینے کو واپس ہو گئے۔

ابو عزہ شاعر کی دوبارہ گرفتاری...... یہیں حمراء اسد کے مقام پر آنحضرت ﷺ نے مشرکوں کے شاعر ابو عزہ کو گرفتار کیا۔ یہ وہ ابو عزہ ہے جو غزوہ بدر کے وقت مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوا تھا اور پھر اس کی درخواست اور گریہ وزاری پر آنحضرت ﷺ نے اس پر یہ احسان فرمایا تھا کہ اس کو بغیر فدیہ یعنی جان کی قیمت لئے یوں ہی رہا کر دیا تھا کیونکہ اس نے منت سماجت کی تھی کہ میرے کئی بیٹیاں ہیں اور میں غریب اور تہیدست آدمی ہوں فدیہ کی رقم ادا نہیں کر سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے یہ عہد لے کر اس کو رہا کر دیا تھا کہ آئندہ وہ نہ تو آنحضرت ﷺ سے جنگ کو آئے گا نہ آپ کے خلاف لشکر اکٹھے کرے گا اور نہ آپ کے خلاف کسی کو اکسائے گا۔ (اس نے رسول اللہ ﷺ سے ان سب باتوں کا وعدہ کیا اور رہائی حاصل کر کے مکے چلا گیا) جیسا کہ پیچھے گزرا۔

ابو عزہ کی گزشتہ بد عہدی...... مگر اس کے بعد اس نے اپنا عہد توڑ دیا اور جنگ احد میں قریش کے ساتھ پھر

Presented by Ziaraat.Com

آیا۔یہ لوگوں کو جوش دلاتا تھا اور اپنے شعروں کے ذریعہ انہیں بھڑکاتا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے خلاف جان کی بازی لگا کر جنگ کریں۔ یہ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی کہ یہ شخص اس دفعہ بچ کر نہ نکلنے پائے چنانچہ یہ پھر گرفتار ہو گیا۔ ایک قول ہے کہ جنگ احد کے بعد جب مشرکین وہاں سے واپسی میں حمراء اسد کے مقام پر ٹھہرے تو یہ ابو عزہ سو گیا۔ قریشی لشکر وہاں سے آگے روانہ ہوا تو کسی کو اس کا خیال نہ آیا اور اسے یونہی سوتا چھوڑ کر لشکر آگے بڑھ گیا۔ یہ دن چڑھے تک غافل پڑا سوتا رہا(۔اس کے بعد اگلے دوسرے دن ہی آنحضرت ﷺ اسلامی لشکر کے ساتھ حمراء اسد کے مقام پر پہنچے اور اس کو گرفتار کر لیا گیا) اس کو گرفتار کرنے والے شخص حضرت عاصم ابن ثابت تھے۔ اس غزوۂ حمراء اسد میں یہی تنہا مشرک تھا جو گرفتار ہوا۔ ایک قول ہے کہ اس کو گرفتار کرنے والے عمیر ابن عبداللہ تھے۔ مگر کتاب نور میں ہے کہ عمیر ابن عبداللہ نامی کسی صحابی کو میں نہیں جانتا۔

جان بخشی کے لئے ابو عزہ کی دوبارہ خوشامد...... غرض گرفتاری کے بعد یہ شخص ابو عزہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے لایا گیا۔ آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر اس نے کہا۔

"اے محمد! مجھے چھوڑ دیجئے۔ مجھ پر احسان فرمائیے۔ اور میری بیٹیوں کی خاطر مجھے رہا کر دیجئے میں آپ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی اس قسم کی حرکت نہیں کروں گا۔"

آپ نے فرمایا۔

"نہیں۔ خدا کی قسم اب تیرے چہرے کو مکہ دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ ایک روایت کے لفظ یوں ہیں کہ۔ اب تو اپنی اس داڑھی کے ساتھ حجر اسود کے پاس بیٹھ کر یہ نہیں کہہ سکے گا کہ میں محمد کو دھوکہ دے آیا۔ اور ایک روایت کے مطابق۔ کہ میں نے محمد پر دونوں مرتبہ جادو کر دیا۔ پھر آپ نے حضرت زید کی طرف متوجہ ہو کر حکم دیا۔ زید اس کی گردن مار دو۔"

ابو عزہ کا قتل...... ایک روایت میں ہے کہ یہ حکم آپ نے حضرت عاصم ابن ثابت کو دیا تھا اور ایک روایت کے مطابق حضرت زبیرؓ کو دیا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔

"مومن کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔"

اس کے بعد ابو عزہ کی گردن مار دی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا سر ایک نیزے پر لگا کر مدینے لے جایا گیا تھا۔ اور یہ کہ یہ پہلا انسانی سر ہے جو اسلام کے زمانے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا گیا۔ بعض علماء نے یہی لکھا ہے۔

آگے ایک قول آئے گا کہ اسلام کے دور میں سب سے پہلے جو انسانی سر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا گیا وہ کعب ابن اشرف یہودی کا سر تھا۔ اس کا تفصیلی واقعہ آگے بیان ہو گا جہاں صحابہ کی فوجی مہمات کا ذکر ہے۔ مگر گزشتہ روایت اور اس روایت میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہاں مراد یہ ہے کہ ابو عزہ کا سر وہ پہلا سر ہے جو نیزہ پر رکھ کر مدینے لے جایا گیا۔

اسی طرح آگے ایک روایت بیان ہو گی کہ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے زمانے میں جب ان کے مخالفین ان کے مکان میں گھسے تو ان چاروں آدمیوں میں جو تھے شخص عمرو ابن جموح تھے اور یہ حضرت علیؓ کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک ہوئے تھے۔ پھر جب حضرت امیر معاویہ کی خلافت کا دور آیا تو یہ فرار ہو کر عراق

Presented by Ziaraat.Com

چلے گئے۔ وہاں ان کو ایک سانپ نے ڈس لیا۔ یہ گھبرا کر ایک غار میں گھس گئے اور وہیں مر گئے۔ اس واقعہ کی اطلاع عراق کے حاکم زیاد کو ہوئی تو اس نے ایک شخص کو غار میں بھیج کر ان کا سر کٹوا کر منگایا اور پھر وہ سر امیر معاویہ کے پاس بھیجا گیا۔

اس طرح اسلام کے دور میں یہ پہلا سر ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا گیا۔ مگر اس سے بھی گزشتہ روایت کی تردید نہیں ہوتی جیسا کہ ظاہر ہے (۔ یعنی گزشتہ روایت میں مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دور میں وہ پہلا سر تھا جبکہ یہ اس دور کے بعد کی بات ہے)۔

نبی کے ایک ارشاد کی وضاحت...... پیچھے ایک مثل گزری ہے کہ مومن کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے بعض علماء نے لکھا ہے کہ (ایک بار دھوکہ اٹھانے کے بعد) انسان کو چاہئے کہ وہ پوری طرح ہوشیار اور محتاط ہو جائے۔ یہ مثل آنحضرت ﷺ کے سوا کسی دوسرے سے سننے میں نہیں آئی۔ اس مثل کے استعمال کا موقعہ یہ پیش آیا تھا کہ ایک دفعہ ایک شخص نے اچانک تلوار سونتی اور آنحضرت ﷺ پر وار کیا مگر اس کا وار خالی گیا۔ اس نے فوراً ہی کہا۔

"اے محمد! میں تو مذاق کر رہا تھا!"

آنحضرت ﷺ نے اس کو معاف فرمایا۔ مگر اس کے بعد پھر ایک دفعہ اس شخص نے یہی حرکت کی اور وار خالی جانے پر پھر وہی بات کہہ دی۔ مگر آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا کہ مومن کو ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا۔

معاویہ کو عثمان غنیؓ کی پناہ کی تلاش...... غرض واپسی کے وقت یہیں حمراء اسد کے مقام پر آپ نے معاویہ ابن مغیرہ ابن ابوالعاص کے قتل کا حکم دیا۔ یہ عبدالملک ابن مروان کا نانا تھا۔ اس نے اپنے چچازاد بھائی حضرت عثمان ابن عفان کی پناہ ڈھونڈی تھی یعنی جان بچانے کے لئے اس نے حضرت عثمانؓ کا سہارا تلاش کرنا چاہا تھا۔ یعنی جب کفار قریش جنگ احد کے بعد لوٹ گئے تو معاویہ اپنی ناک کی سیدھ میں چل پڑا۔ پھر یہ حضرت عثمان کے مکان کے دروازے پر آیا اور دستک دی۔ حضرت عثمانؓ کی بیوی یعنی رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا عثمان کا چچازاد بھائی۔ انہوں نے کہا عثمان اس وقت گھر میں موجود نہیں ہیں۔ معاویہ نے کہا۔

"ان کو ذرا ابھی بلوا بھیجو کیونکہ ان کی ایک رقم میرے اوپر واجب ہے۔ میں نے ان کے مال سے کچھ تجارتی سامان خریدا تھا!"

ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ حضرت عثمانؓ آگئے جیسے ہی انہوں نے معاویہ کو دیکھا تو کہنے لگے۔

"تم خود بھی تباہ ہوئے اور مجھے بھی ہلاکت میں ڈال دیا۔"

معاویہ نے کہا۔

"بھائی۔ کل تک تم سے زیادہ میرا ہمدرد اور خیر خواہ کوئی نہیں تھا۔ مجھے پناہ دے دو!"

معاویہ کی تلاش کا حکم...... آخر حضرت عثمانؓ نے ان کو گھر میں بلا لیا اور مکان کے ایک حصہ میں اس کو چھپا کر خود آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تاکہ اس کے لئے آپ سے امان اور جاں بخشی کا وعدہ حاصل کر لیں۔ جیسے ہی حضرت عثمانؓ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے تو انہوں نے سنا آنحضرت ﷺ یہ فرما رہے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

"معاویہ اس وقت مدینے میں موجود ہے اسے وہاں سے تلاش کر کے لاؤ!۔"

گرفتاری اور مشروط رہائی...... لوگ فوراً معاویہ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور کچھ لوگ حضرت عثمانؓ کے مکان میں داخل ہوئے (کیونکہ وہ جانتے تھے کہ معاویہ حضرت عثمان کا چچازاد بھائی ہے) جیسے ہی یہ لوگ مکان کے اندر گھسے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ نے ان لوگوں کو اشارہ سے بتلادیا کہ معاویہ اس حجرے میں چھپا ہوا ہے۔ لوگوں نے اس کو باہر نکالا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے۔ آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس وقت حضرت عثمان غنیؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

فرار کے لئے تین دن کی مہلت...... "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق و صداقت دے کر بھیجا میں اس وقت صرف اس شخص کے لئے امان حاصل کرنے آیا تھا اس لئے اس کو مجھے عنایت فرما دیجئے!۔"

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے معاویہ کو ان کے حوالے کر دیا اور تین دن کے اندر اندر اس کو مدینے سے نکال دینے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی آنحضرت ﷺ نے قسم کھائی کہ اگر تین دن بعد آپ نے اس شخص کو یہاں موجود پایا تو اسے قتل کرا دیں گے۔

معاویہ کی خلاف ورزی اور قتل...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ حمراء اسد کی طرف روانہ ہو گئے۔ ادھر معاویہ تین دن تک مدینے میں ٹھہرا رہا اور آنحضرت ﷺ کے متعلق خبریں معلوم کرتا رہا تاکہ یہاں سے جا کر اپنی جاسوسی کا حال قریش کو سنا سکے اور آنحضرت ﷺ کے متعلق ضروری خبریں قریش کو پہنچا دے۔ چوتھے دن آنحضرت ﷺ مدینے واپس تشریف لے آئے جبکہ معاویہ اس وقت تک بھی مدینے میں موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سن کر وہ مدینے سے فرار ہوا مگر حضرت زید ابن حارثہ اور عمار ابن یاسر نے اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ ایک جگہ انہوں نے معاویہ کو جا لیا اور اس پر تیر چلا کر اسے قتل کر دیا۔ ان دونوں صحابہ کو آنحضرت ﷺ نے ہی معاویہ کے تعاقب میں روانہ کیا تھا اور ان سے فرمایا تھا۔

"تم دونوں کو وہ فلاں جگہ مل جائے گا۔"

یہ جگہ مدینے سے آٹھ میل کے فاصلے پر تھی۔ چنانچہ ان دونوں نے اسے وہیں جا پکڑا اور قتل کر دیا۔ ایک قول ہے کہ اس کا پیچھا کرنے والے حضرت علیؓ تھے اور انہوں نے ہی معاویہ کو قتل کیا تھا!۔"

دو مسلم جاسوسوں کا قتل...... رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حمراء اسد کو روانگی کے وقت بنی اسلم کے تین آدمیوں کو دشمن کے تعاقب میں آگے روانہ فرما دیا تھا (تاکہ وہ ان کے متعلق خبریں معلوم کریں) ان میں سے دو آدمیوں نے دشمن کو حمراء اسد کے مقام پر جا لیا (مگر دشمن نے ان کو پکڑ لیا اور قتل کر کے وہیں ڈال گئے۔ جب آنحضرت ﷺ وہاں پہنچے تو آپ کو ان دونوں کی لاشیں ملیں۔ آپ نے ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرا دیا۔ مقتولین احد کے متعلق جو بات پیچھے بیان ہوئی ہے وہ یہاں صادق نہیں آتی۔

حرث اور مجذر نامی دو مسلمانوں کا واقعہ...... حمراء اسد سے آنحضرت ﷺ کی واپسی کے بعد جبکہ آپ مدینے آ چکے تھے آپ کے پاس جبرئیلؑ آئے اور انہوں نے بتلایا کہ حرث ابن سوید نامی شخص اس وقت قباء میں موجود ہے لہذا وہاں پہنچ کر اس سے اس مسلمان کا قصاص اور بدلہ لیجئے جسے اس نے غداری کر کے احد کے دن قتل کیا تھا۔ حرث ابن سوید نے مجذر کو قتل کیا تھا۔ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ یہ مجذر زیاد کے بیٹے تھے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ جاہلیت کے زمانے میں حرث کے باپ سوید نے مجذر کے باپ

Presented by Ziaraat.Com

زیادہ کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے بعد ایک دن مقتول کے بیٹے مجذر کو سوید پر قابو حاصل ہو گیا اور اس نے اپنے باپ کے قاتل کو مار ڈالا۔ یہ دونوں واقعے اسلام سے پہلے کے ہیں اور یہی واقعہ جنگ بعاث کا سبب بنا تھا۔ اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ مدینے تشریف لے آئے تو دونوں مقتولوں کے بیٹے یعنی حرث ابن سوید اور مجذر ابن زیادہ مسلمان ہو گئے اور دونوں ہی غزوہ بدر میں بھی شریک ہوئے (مگر ان لوگوں کے دلوں میں اس واقعہ کا زخم موجود تھا یعنی حرث کا باپ سوید، مجذر کے باپ زیاد کا قاتل تھا اور مجذر، حرث کے باپ سوید کا قاتل تھا، لہٰذا غزوہ بدر کے دوران بھی حرث اپنے باپ کے قاتل مجذر کی تلاش میں رہا تاکہ موقعہ ملے تو اس کو اپنے باپ کے بدلے میں قتل کرے۔ مگر غزوہ بدر میں اسے اپنے اس مقصد میں کامیابی نہیں ہو سکی۔

حرث کے ہاتھوں مجذر کا قتل...... اس کے بعد غزوہ احد کا موقعہ آیا۔ جب مسلمان جنگ میں مصروف تھے اچانک حرث ابن سوید خاموشی سے مجذر کے پیچھے آیا اور تلوار کے ایک وار میں مجذر کی گردن کاٹ دی۔ ایک قول ہے کہ حرث ابن سوید نے قیس ابن زید کو بھی قتل کر دیا تھا۔

حرث کے قتل کا آسمانی حکم...... غرض جبرئیلؑ کے خبر دینے کے بعد آنحضرت ﷺ فوراً ہی قبا تشریف لے گئے اس روز آپ بالکل ناوقت قبا پہنچے۔ دوپہر کا وقت تھا اور سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ آپ ایسے وقت کبھی وہاں نہیں جایا کرتے تھے۔ آپ وہاں پہنچے تو انصاری مسلمان آپ کے پاس آکر جمع ہو گئے ان میں حرث ابن سوید بھی تھا جو ایک نرم کپڑا پہنے ہوئے تھا۔ ایک روایت کے مطابق ایک نرم چادر لپیٹے ہوئے تھا اور ایک روایت کے مطابق دو نقشین یعنی کامدار کپڑوں میں تھا اسی وقت اچانک رسول اللہ ﷺ نے عویمر ابن ساعدہ کو حکم دیا کہ حرث کی گردن مار دیں آپ نے ان سے فرمایا۔

"حرث ابن سوید کو مسجد کے دروازے پر جا کر پکڑو اور اس کی گردن مار دو۔"

حرث کی گرفتاری...... ایک قول ہے کہ یہ حکم آپ نے حضرت عثمان غنیؓ کو دیا تھا چنانچہ وہ حرث کو ان کی گردن مارنے کے لئے مسجد کے دروازے کے پاس لائے۔ اس وقت حرث ابن سوید نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آخر کیوں (میری گردن ماری جا رہی ہے) آپ نے فرمایا۔

"تمہارے مجذر ابن زیاد اور قیس ابن زید کو قتل کرنے کی وجہ سے!۔"

یہ سننے کے بعد حرث نے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا۔ اس کے بعد ان کی گردن مار دی گئی۔

اقبال جرم اور معافی کی درخواست...... (قال) ایک روایت میں ہے کہ یہ سن کر حرث نے کہا۔

"خدا کی قسم! میں نے اس کو یعنی مجذر کو قتل ضرور کیا ہے مگر اس وجہ سے ہرگز قتل نہیں کیا کہ میں اسلام سے پھر گیا ہوں! نہ ہی اس لئے کہ مجھے اسلام کی سچائی میں (خدانخواستہ) کوئی شک و شبہ ہے، بلکہ صرف اس لئے کہ شیطان نے مجھے غیرت اور عار دلائی تھی۔ اور اب میں اپنے اس فعل سے جس کا آپ کو علم ہے خدا رسول کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ اور مقتول کا خون بہا یعنی جان کی قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں (نیز اس جرم کے کفارہ کے طور پر) مسلسل دو مہینے کے روزے رکھوں گا اور ایک غلام آزاد کروں گا۔"

حرث کا قتل...... مگر رسول اللہ ﷺ نے حرث کی اس معافی کو قبول نہیں فرمایا(۔ چنانچہ حرث کو وہیں قتل کر دیا گیا)۔

اس روایت میں حرث نے صرف مجذر کے قتل کا ذکر کیا ہے قیش ابن زید کے قتل کا ذکر نہیں کیا

Presented by Ziaraat.Com

(جبکہ آنحضرت ﷺ نے حرث کے سامنے دونوں کے قتل کا تذکرہ فرمایا) شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ حرث نے یہ گفتگو صرف مجذر کے قتل پر کی ہو۔ ویسے جب حرث کو مجذر کے مارنے کے بدلے میں قتل کا مستحق قرار دیا گیا تو قیس ابن زید کے بدلے میں یقیناً ہی وہ قتل کے مستحق سمجھے جائیں گے۔

حسن ابن علیؓ کی پیدائش...... یہ واقعات ۳ھ کے ہیں۔ اسی سال حضرت علی ابن ابو طالب کے گھر میں حضرت حسنؓ پیدا ہوئے۔ انہوں نے ان کا نام حرب رکھا مگر پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام حسن رکھا۔ کیونکہ حضرت حسن کی پیدائش کے بعد جب آنحضرت ﷺ وہاں پہنچے تو آپ نے فرمایا۔

"مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ۔ تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے۔"

حضرت علیؓ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! حرب نام رکھا ہے!۔"

تو آپ نے فرمایا۔

"نہیں وہ حسن ہے!۔"

اس کے بعد آپ نے بچے کی تحنیک کی یعنی کھجور چبا کر بچے کے منہ میں ڈالی۔

شراب کی حرمت کا حکم...... اسی سال یعنی ۳ھ میں شراب حرام ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ شراب کی ممانعت ۴ھ میں ہوئی جبکہ آنحضرت ﷺ بنی نضیر کے یہودی قبیلے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے (یہ قبیلہ مدینے ہی کے ایک محلے میں آباد تھا۔) نیز ایک قول یہ بھی ہے کہ شراب کی حرمت و ممانعت غزوہ حدیبیہ اور غزوہ خیبر کے درمیانی عرصہ میں ہوئی تھی۔ اور ایک قول کے مطابق خیبر کے مقام پر ہوئی تھی۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ شراب ان دو درختوں سے حاصل کی جاتی ہے کھجور اور انگور ایک روایت میں نخلہ یعنی کھجور اور عنبہ کا لفظ ہے اور دوسری روایت میں عنبہ کے بجائے کرمہ کا لفظ ہے۔ عنبہ اور کرمہ دونوں لفظ انگور کی بیل کے لئے بولے جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک روایت میں کرم اور نخل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مسلم میں اسی طرح ہے۔

غالباً انگور کے لئے کرم کا لفظ اس حدیث میں اس وقت استعمال کیا گیا جبکہ کرم کو انگور کے لئے استعمال کرنے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص انگور کو ہرگز کرم نہ کہے (کیونکہ کرم کے معنی شریف کے ہیں اور) کرم یعنی شریف و بلند مرتبہ صرف مرد مومن ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ کرم مسلمان کا دل ہوتا ہے۔

(اب یا تو انگور کے لئے اس حدیث میں کرم کا لفظ اس کی ممانعت سے پہلے کا ہے اور) یا قصداً حدیث میں یہ لفظ استعمال کیا گیا تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ ممانعت صرف تنزیہی ہے (یعنی انگور کی بیل کو کرم کہہ دینا حرام نہیں ہے)۔

شراب کی ممانعت کے لئے تین حکم...... شراب کی ممانعت و حرمت تین مرتبہ کی گئی (جس سے اس بارے میں شریعت کی سختی کا اندازہ ہو سکتا ہے، سب سے پہلے حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں ممانعت ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ۔ الآیہ پ ۲ سورہ بقرہ ع ۲۷ آیت ۲۱۹

ترجمہ: جو لوگ آپ سے شراب اور قمار (جوئے) کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان

Presented by Ziaraat.Com

دونوں کے استعمال میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ شراب پیتے تھے اور جوئے کا مال کھاتے تھے۔ پھر لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے ان دونوں چیزوں کے متعلق سوال کیا تو اس پر یہ آیت پاک نازل ہوئی۔

دوسری مرتبہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے دوسرے کچھ صحابہ کو مغرب کی نماز پڑھائی اس وقت وہ شخص نشے کی حالت میں تھا جس کے نتیجہ میں وہ قرآن پاک کی تلاوت میں گڑبڑا گیا اور ادھر کی آیت ادھر کرکے پڑھ گیا۔ تب حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ ۔ لآیہ پ ۵ سورہ نساء ع ۷ آیت ۴۳

ترجمہ : اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

لآیہ پ ۷ سورہ مائدہ ع ۱۲ آیت ۹۰

ترجمہ : اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو۔

حضرت حمزہ کی ایک بار شراب نوشی...... چنانچہ اس تاکید کے بعد لوگ شراب پینے سے رک گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت حمزہؓ نے ایک بار شراب پی لی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے پاس موجود لوگوں سے کہا۔

"تم سب میرے باپ کے غلاموں کے سوا کیا ہو!"

مدہوش حمزہ کا نبی سے کلام...... چنانچہ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت حمزہ نے شراب پی لی تو وہ گھر سے نکلے راہ میں ان کو حضرت علیؓ کی دو اونٹنیاں نظر آئیں حضرت حمزہ نے فوراً ان اونٹنیوں پر اپنی تلوار بلند کی اور ان کے پہلو کاٹ ڈالے۔ پھر انہوں نے ان کے جگر گردے نکالے اور کوہان چیر ڈالے۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ تکلیف دہ منظر دیکھا اور فوراً آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے پاس اس وقت زید ابن حارثہ بھی موجود تھے۔ میں نے آپ کو سارا واقعہ کہ سنایا آنحضرت ﷺ اسی وقت مکان سے نکل کر روانہ ہوئے اور زید آپ کے ساتھ ساتھ تھے۔ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی چلا۔ آنحضرت ﷺ حمزہ کے مکان میں ان کے پاس پہنچے اور آپ ان پر ناراض ہوئے اس وقت حمزہ نے نگاہ اٹھائی اور کہا۔

"تم سب میرے باپ کے غلاموں کے سوا کیا ہو!"

یہ سنتے ہی آنحضرت ﷺ وہاں سے الٹے قدموں پیچھے لوٹے یہاں تک کہ باہر نکل آئے۔ یہ واقعہ شراب کی ممانعت سے پہلے کا ہے۔ اب چونکہ اس وقت تک نشہ جائز تھا اس لئے حضرت حمزہ کے اس قول سے وہ نتیجہ مرتب نہیں ہوگا جو مسئلہ کے مطابق ہے۔ حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ جس شخص نے آنحضرت ﷺ کو یہ کہا کہ

Presented by Ziaraat.Com

تو میرا غلام ہے یا میرے باپ کا غلام ہے وہ کافر ہو جائے گا۔

حرمت کا حکم اور صحابہ کا ذوق اطاعت...... ایک قول سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شراب کی ممانعت کا حکم ۴ھ میں ہوا اور یہ کہ حضرت انس اس وقت کچھ ساتھیوں کے لئے ساقی یعنی شراب پلانے والے کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کی طرف سے یہ اعلان سنا کہ شراب حرام ہو گئی ہے تو انہوں نے وہ مٹکہ جس میں شراب بھری تھی گرا کر شراب بہادی۔ بخاری میں حضرت انسؓ سے ہی روایت ہے کہ میں ایک روز کھڑا ہوا ابو طلحہ اور فلاں فلاں یعنی ابو ایوب، ابو دجانہ، معاذ ابن جبل، سہیل ابن بیضاء، ابی ابن کعب اور ابو عبیدہ ابن جراح کو شراب پلا رہا تھا کہ اچانک ایک شخص وہاں آیا اور کہنے لگا۔

"کیا تم لوگوں تک خبر نہیں پہنچی۔"

میں نے کہا کیسی خبر تو اس نے کہا

"شراب حرام ہو گئی ہے!۔"

یہ سنتے ہی وہاں موجود پینے والوں نے مجھ سے کہا۔

"انس ان مٹکوں کی شراب اسی وقت بہادو!۔"

چنانچہ میں نے تمام شراب بہادی۔

ایک روایت میں حضرت انسؓ کے یہ لفظ ہیں کہ۔ میں یہ سنتے ہی فوراً شراب کے مٹکے کی طرف بڑھا اور میں نے اس کی تلی میں چوٹ ماری جس سے وہ مٹکہ ٹوٹ گیا۔

دوا کے لئے بھی شراب سازی کی حرمت...... مسلم میں ابو طارق سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں دوا کے لئے شراب بناتا ہوں!۔"

آپ نے فرمایا۔

"وہ دوا نہیں ہے بلکہ وہ خود بیماری ہے۔"

گزشتہ روایت کے مطابق حضرت انسؓ نے شراب بہادی تھی حالانکہ اس وقت وہ جائز تھی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کو بہانے کا حکم نہیں فرمایا تھا تو یہاں اس کو بہانا شراب کی حرمت اور ممانعت میں سختی کو ظاہر کرتا ہے تاکہ لوگوں کو اس سے بیزاری پیدا ہو جائے۔

ایک دفعہ لوگوں نے علامہ جلال سیوطی سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ کے پاس سے الٹے قدموں کیوں واپس تشریف لے آئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ شاید حملہ کے خوف کی وجہ سے ایسا کیا تاکہ اس بارے میں ڈرنے والوں کو رہنمائی ہو سکے (یعنی خود آپ خوفزدہ نہیں تھے بلکہ لوگوں کو اس کا جواز بتلانا مقصود تھا اور یا یہ مقصد تھا کہ آپ کی نگاہیں ان پر رہیں۔) اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں راوی نے الٹے قدموں سے مراد صرف واپس گھر چلے جانا مراد لیا ہو۔ یہ نہیں کہ آپ پیٹھ پھیرے بغیر الٹے قدموں وہاں سے نکلے تھے۔

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

لوھر یہ بات ثابت ہے کہ حضرت انسؓ ۲ھ تک رسول اللہ ﷺ کے خادم نہیں بنے تھے بلکہ اس کے بعد خادم بنے للذا اب اگر یہ کہا جائے کہ ۳ھ میں شراب حرام ہو گئی تھی تو اس کو ماننا مشکل ہو گا۔

اعشیٰ ابن قیس کا اسلام اور شراب سے توبہ...... پھر اس سے بھی زیادہ مشکل وہ روایت ہو جاتی ہے جس کو ابن ہشام نے اعشیٰ ابن قیس کے واقعہ میں بیان کیا ہے کہ اعشیٰ اسلام قبول کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ جب وہ مکے پہنچا تو بعض مشرکوں نے اس کو روکنا چاہا اور پوچھا کہ کہاں اور کس مقصد سے جا رہے ہو۔ اعشیٰ نے بتلادیا کہ وہ رسول اللہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس پر ایک مشرک نے کہا۔

"اے ابو نصیر! وہ تو زنا کو حرام قرار دیتے ہیں!۔"

اعشیٰ نے کہا۔

"خدا کی قسم یہ تو ایسا معاملہ ہے جس سے مجھے خود ہی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

پھر اس شخص نے کہا۔

"مگر وہ شراب کو بھی حرام کہتے ہیں!۔"

اعشیٰ نے کہا۔

"جہاں تک اس معاملے کا تعلق ہے تو بے شک نفس کے واسطے اس میں دلکشی ہے اس لئے اب تو لوٹ کر اپنے گھر چلا جاتا ہوں اور پھر اس پورے سال جی بھر کر شراب پیوں گا تاکہ شراب سے سیر ہو جاؤں۔ اس کے بعد میں محمد کے پاس جا کر مسلمان ہو جاؤں گا!۔"

چنانچہ اس کے بعد وہ وہیں سے واپس اپنے وطن چلا گیا پھر اسی سال اس کا انتقال ہو گیا اور اس کو آنحضرت ﷺ کے پاس آنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یہاں تک علامہ ابن ہشام کا کلام ہے۔

مگر اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے مکے کا ہے حالانکہ شراب مکے میں حرام نہیں ہوئی بلکہ ۳ھ یا ۴ھ میں مدینے میں حرام ہوئی۔

بعض علماء نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ اعشیٰ حقیقت میں مدینے ہی جا رہا تھا راستے میں وہ مکے سے گزرا تو وہاں بعض قریشیوں نے اسے روک کر یہ گفتگو کی۔

اس روایت پر ایک شبہ اور ہوتا ہے اور وہ یہ کہ بعض لوگوں کے کہنے کے مطابق اعشیٰ سے یہ گفتگو ابو جہل نے کی تھی۔ اور یہ بات چیت عتبہ ابن ربیعہ کے گھر میں ہوئی تھی۔ حالانکہ ابو جہل ۲ھ میں غزوہ بدر میں ہی قتل ہو چکا تھا (اور ابو جہل کی زندگی میں شراب کے حرام ہونے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا)۔

اب اگر اس روایت کو درست مانا جائے تو اس شبہ کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ شاید اس موقعہ پر ابو جہل نے جان بوجھ کر یہ جھوٹ بولا تاکہ اعشیٰ اسلام سے بیزار ہو جائے کیونکہ ابو جہل جانتا تھا کہ اعشیٰ کو شراب کا بے حد شوق ہے اور وہ اسے چھوڑنا گوارا نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ابو جہل نے شراب کی حرمت کی اطلاع اپنی طرف سے دے دی تاکہ اعشیٰ اسلام نہ قبول کرے۔

مرحوم صحابہ کے متعلق اضطراب...... اقول۔ مولف کہتے ہیں: جب شراب کی ممانعت کا حکم نازل ہوا تو بعض مسلمانوں نے کہا کہ کچھ لوگ آج اس حالت میں قتل ہو چکے ہیں کہ شراب ان کے پیٹ میں

Presented by Ziaraat.Com

تھی۔ کیونکہ کچھ مسلمانوں نے غزوہ احد کی صبح میں شراب پی تھی اور پھر اسی دن وہ لوگ شہید ہو گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

لآ یہ پ ۷ سورہ مائدہ ع ۱۲ آیت ۹۳

ترجمہ: ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جبکہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں۔

حضرت انس خادم رسول ﷺ...... جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ حضرت انس ۴ھ کے بعد ہی آنحضرت ﷺ کے خادم بنے ہیں تو یہ قول اس گزشتہ روایت کے خلاف ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینے پہنچے تو حضرت انسؓ کی والدہ حضرت انسؓ کو آنحضرت ﷺ کے خادم کے طور پر لے آئی تھیں تا کہ وہ آپ کی خدمت کیا کریں۔

بخاری میں حضرت انس سے ہی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے پہنچے تو آپ کا کوئی خادم نہیں تھا۔ پھر ابو طلحہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے اور آپ سے کہنے لگے

"یا رسول اللہ! انس ایک نہایت عمدہ خادم ہیں جو آپ کی خدمت کیا کریں گے!"

چنانچہ اس کے بعد میں نے سفر اور قیام دونوں موقعوں پر آنحضرت ﷺ کی خدمت کی۔

یہاں کئی روایتیں ہیں ایک کے مطابق حضرت انسؓ کو ابو طلحہ آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر آئے اور دوسری روایت کے مطابق انسؓ کی والدہ ان کو لے کر آئی تھیں۔ ان دونوں روایتوں میں موافقت کا بیان گزر چکا ہے۔

بخاری میں حضرت انسؓ سے ہی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت طلحہؓ سے فرمایا۔

"اپنے غلاموں میں سے میرے لئے ایک غلام تلاش کرو جو خیبر کو میرے سفر کے وقت میری خدمت کر سکے!"

چنانچہ ابو طلحہ مجھے ساتھ لے کر چلے۔ میں اس وقت کم عمر تھا اور بلوغ کی عمر کو پہنچ رہا تھا چنانچہ آنحضرت ﷺ جب بھی سواری سے اترتے تو میں ان کی خدمت کرتا۔

ان دونوں روایتوں میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت انسؓ کو اپنے ساتھ خیبر چلنے کا حکم خود نہ دیا ہو اور آپ کو یہ خیال ہوا ہو کہ شاید ان کی والدہ بیٹے کو اجازت نہ دیں مگر پھر جب آپ نے ابو طلحہ سے یہ بات فرمائی تو وہ انس کو ہی آپ کے پاس لے کر آئے۔ واللہ اعلم۔

Presented by Ziaraat.Com

باب پنجاہ و یکم (۵۱)

غزوۂ بنی نضیر

تاریخ غزوہ...... یہ بنی نضیر مدینے کے یہودیوں کا ہی ایک خاندان تھا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ بنی نضیر خیبر کے یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا اور ان کی بستی کو زہرہ کہا جاتا تھا۔ یہ غزوہ ربیع الاول ۴ھ میں پیش آیا۔ ایک قول ہے کہ یہ غزوہ احد سے پہلے کا واقعہ ہے اور راوی کے مطابق امام بخاری کا قول بھی یہی ہے۔ مگر علامہ ابن کثیر نے کہا ہے کہ غزوہ بنی نضیر کو غزوہ احد کے بعد ذکر کرنا ہی درست اور صحیح ترتیب ہے جیسا کہ ابن اسحاق وغیرہ نے کہا ہے جو غزوات کے علم میں امام ہے۔

اس غزوہ کا سبب...... رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ بنی نضیر کے یہودیوں سے جنگ کے لئے تیار ہو جائیں اور ان کے مقابلے کو چلیں۔ اس غزوہ کے سبب میں اختلاف ہے۔

ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ ان لوگوں کے پاس اس لئے تشریف لے گئے تھے تاکہ یہ معلوم کریں کہ ان لوگوں میں دیت کی کیا کیفیت ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان یہودیوں اور ان دو آدمیوں کے قبیلے کے درمیان پیمان اور معاہدہ تھا جن کو عمرو ابن امیہ ضمری نے اس وقت قتل کر دیا تھا جب وہ بیر معونہ سے واپس مدینے آرہے تھے۔

عمرو کے ہاتھوں یہود کے دو حلیفوں کا قتل...... (اس واقعہ کی پوری تفصیل آگے صحابہ کی فوجی مہموں میں ذکر ہوگی۔ یہاں مختصراً اتنا جان لینا کافی ہوگا کہ عمرو ابن امیہ ضمری بیر معونہ سے واپس مدینے آرہے تھے۔ راستے میں قبیلہ بنی عامر کے دو مشرک بھی ان کے ساتھ ہوگئے۔ چلتے چلتے یہ قنات کے مقام پر ایک باغ میں ٹھہرے۔ یہ دونوں مشرک یہاں پہنچ کر پڑتے ہی سو گئے۔ عمرو ابن امیہ ضمری نے اس وقت یہ سوچا کہ ان کے سردار عامر ابن طفیل نے ستر مسلمانوں کو قتل کر دیا ہے لہذا ان کے بدلے میں کم از کم ان دو آدمیوں کو ہی مار دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں آدمیوں کو قتل کر دیا مگر رسول اللہ ﷺ نے اس قبیلہ کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا جس کی عمرو ابن امیہ ضمیر کو خبر نہیں تھی۔ وہاں سے مدینے آتے ہی عمرو نے آنحضرت ﷺ کو یہ سارا واقعہ بتلا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے تو ہمارا معاہدہ ہے اس لئے ان کا خون بہا دینا ضروری ہے اور ادھر بنی عامر کا قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں سے بھی معاہدہ تھا اور بنی نضیر اور مسلمانوں کے درمیان بھی معاہدہ تھا لہذا

Presented by Ziaraat.Com

اس معاہدہ کی رو سے بنی نضیر کو بھی خون بہا ادا کرنے میں مسلمانوں کے ساتھ شرکت کرنی ضروری تھی)۔

چنانچہ ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی مقصد سے بنی نضیر کے محلے میں گئے تھے تاکہ بنی عامر کو ادا کی جانے والی دیت یعنی خون بہا کی رقم میں یہودیوں سے بھی مدد لیں جیسا کہ معاہدے کی رو سے وہ اس کے پابند تھے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے یہودیوں سے یہ معاہدہ کر رکھا تھا کہ جب کسی کا خون بہا دینے کا موقعہ ہوگا تو وہ اس کی فراہمی میں آپ کی مدد کیا کریں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ ان دونوں بنی عامر کے مقتولوں کی دیت ہی وصول کرنے کے لئے بنی نضیر کے پاس تشریف لے گئے تھے کیونکہ بنی نضیر ان دونوں مقتولوں کے قبیلے کے معاہدہ بردار تھے۔

کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں اسی طرح ہے مگر یہ بات قابل غور ہے کیونکہ اس کے مطابق مقتول کے حلیفوں سے بھی خون بہا لیا جا رہا ہے۔

آنحضرت ﷺ مشورہ کیلئے بنی نضیر میں...... آنحضرت ﷺ صحابہ کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ بنی نضیر کے یہاں تشریف لے گئے جن کی تعداد دس سے کم تھی۔ ان میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے (آنحضرت ﷺ نے وہاں پہنچ کر ان سے رقم کی بات کی تو) یہودیوں نے کہا۔

"ہاں ہاں ابوالقاسم! آپ پہلے کھانا کھا لیجئے پھر آپ کا کام بھی کر دیا جائے گا۔"

آنحضرت ﷺ کے قتل کے لئے یہود کی سازش...... (اس طرح یہودیوں نے ظاہری طور پر تو بڑی خندہ پیشانی سے آپ سے بات کی اور اندر اندر آپ کے قتل کی سازش کی) اس وقت آنحضرت ﷺ ایک دیوار کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہودیوں نے آپس میں سازش کی اور کہنے لگے کہ اس شخص کو یعنی آنحضرت ﷺ کو ختم کرنے کے لئے تمہیں اس سے بہتر موقعہ نہیں ملے گا۔ اس لئے بتاؤ کون ہے جو فوراً اس مکان کی چھت پر چڑھ کر دیوار پر سے ایک بڑا پتھر ان کے اوپر گرا دے تاکہ ہمیں ان سے نجات مل جائے۔ اس پر یہودیوں کے ایک سردار عمرو ابن جحاش نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور کہا کہ میں اس کام کے لئے تیار ہوں۔ مگر اسی وقت سلام ابن مشکم نامی ایک دوسرے یہودی سردار نے اس ارادہ کی مخالفت کی اور کہا۔

"یہ حرکت ہرگز مت کرنا۔ خدا کی قسم تم جو کچھ سوچ رہے ہو اس کی انہیں ضرور خبر مل جائے گی۔ یہ بات بدعہدی کی ہے جب کہ ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ موجود ہے۔!"

وحی کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو سازش کا علم...... (مگر یہودی نہیں مانے) پھر وہ شخص جب اوپر پہنچ گیا تاکہ آنحضرت ﷺ پر پتھر پھینک مارے تو آنحضرت ﷺ کے پاس آسمان سے اس سازش کی خبر آئی کہ یہودی کیا کرنے والے ہیں۔ آپ فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنے ساتھیوں کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر اس طرح روانہ ہوگئے جیسے آپ کو کوئی کام ہے۔ آپ تیزی کے ساتھ واپس مدینے چلے گئے۔ آپ کے ساتھیوں کو کچھ خبر نہیں ہوئی کہ آپ کہاں اور کیوں چلے گئے۔ آخر جب دیر ہوگئی تو صحابہ آپ کی تلاش میں اٹھے۔ راستے میں ان کو مدینے سے آتا ہوا ایک شخص ملا صحابہ نے اس سے آنحضرت ﷺ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے آپ کو مدینہ میں دیکھا تھا۔ صحابہ فوراً مدینے میں آپ کے پاس پہنچے۔ تب آپ نے ان لوگوں کو بتلایا کہ بنی نضیر نے کیا سازش کی تھی اور کیوں آپ اچانک اٹھ کر واپس تشریف لے آئے تھے۔

امام سبکی نے اپنے قصیدہ میں اس واقعہ کی طرف اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

وجاءك وحى بالذى اضمرت بنو النضير وقد هموا بالقاء صخرة

ترجمہ۔ بنی نضیر کے یہودیوں نے جو سازش کی اور آپ پر پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا تھا اس کے متعلق آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع مل گئی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ صرف پانچ سات صحابہ کے ساتھ بنی نضیر کی بستی میں پہنچے تو یہودیوں نے اتنے کم صحابہ کو دیکھ کر کہا کہ آؤ ہم محمد ﷺ کو قتل کر دیں اور ان ساتھیوں کو قیدی بنا کر کے لے جائیں اور قریشیوں کے ہاتھوں بیچ دیں۔ بہر حال یہ دونوں باتیں ممکن ہیں۔

یہود کا فریب...... آنحضرت ﷺ کے بنی نضیر کی بستی میں جانے کا ایک سبب اور بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس کہلایا تھا کہ آپ اپنے تیس صحابہ کے ساتھ ہمارے یہاں آیئے اور ہم میں سے تیس مذہبی پیشوا آپ سے ملیں۔ اگر ان سب نے آپ کی نبوت کی تصدیق کر دی اور آپ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

چنانچہ اگلے دن آنحضرت ﷺ تیس صحابہ کے ساتھ ان کے یہاں پہنچے اس وقت یہودی آپس میں کہنے لگے کہ ان کی ساتھ تو تیس آدمی ہیں تم کیسے ان پر ہاتھ ڈالو گے جب کہ ان کا ہر ساتھی چاہتا ہے کہ ان کے لئے جان کی بازی لگا دے۔ اس لئے اب محمد سے کہو کہ اپنے تین صحابہ کے ساتھ آئیں اور ہمارے بھی تین ہی عالم آپ سے ملیں گے اگر وہ آپ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی آپ کی پیروی کو قبول کر لیں گے۔

ایک مسلمان کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو اطلاع...... آنحضرت ﷺ اس پر تیار ہو گئے ادھر یہودیوں کی طرف سے جو تین آدمی سامنے آئے انھوں نے اپنے پاس خنجر چھپا رکھے تھے۔ اس وقت بنی نضیر کی ایک عورت نے اپنے بھائی کو اس سازش کی اطلاع کر دی۔ اس عورت کا بھائی مسلمان ہو چکا تھا۔ اس شخص نے یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کو بتلا دیا۔ آنحضرت ﷺ اس خبر پر فوراً بنی نضیر کے یہاں سے واپس لوٹ آئے۔

اس طرح آنحضرت ﷺ کے بنی نضیر کے یہاں جانے کے سبب میں اختلاف ہے لیکن اس سے کوئی شبہ پیدا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں جانے کا وہ سبب بھی رہا ہو جو پیچھے بیان ہوا اور یہ بھی رہا ہو۔ دونوں باتوں کے پیش آنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ مگر سیرت شمس شامی میں یہ بھی ہے کہ اس سازش کی خبر آنحضرت ﷺ کو بنی نضیر کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی ہو گئی تھی لہٰذا آپ پہلے ہی لوٹ گئے تھے۔

یہود کی ناکامی و خواری...... غرض ادھر وہ شخص مکان کی چھت پر پہونچا اور ادھر آنحضرت ﷺ خاموشی کے ساتھ دیوار کے نیچے سے اٹھکر مدینے تشریف لے گئے۔ یہودیوں کو آپ کے جانے کی خبر نہیں ہوئی۔ وہ لوگ چھت پر پہنچ کر پتھر تول رہے تھے کہ مدینے کے یہودیوں میں سے ایک شخص ان کے پاس پہنچا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو۔ یہودیوں نے بتلایا کہ ہم نے اس وقت ایک پتھر لڑھکا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس شخص نے لوگوں سے کہا۔

"اور محمد کہاں ہیں!"۔

یہودیوں نے (غالباً اوپر سے جھانکے بغیر) کہا کہ یہ نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس شخص نے کہا "خدا کی قسم میں تو ابھی محمد ﷺ کو مدینے کے اندر چھوڑ کر آ رہا ہوں۔!"

یہ سنتے ہی یہودی حیران و پریشان اس شخص کا منہ دیکھنے لگے۔ آخر میں بولے۔ "انھیں ہماری سازش

Presented by Ziaraat.Com

کی خبر ہو گئی!"

یہود کو جلاوطنی کا حکم...... اُدھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے مدینے پہنچنے کے بعد حضرت محمد ابن مسلمہ کو بنی نضیر کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا۔

"میرے شہر یعنی مدینے سے نکل جاؤ۔ کیونکہ یہ شہر مسلمانوں کی علمبرداری میں تھا۔ تم لوگ اب میرے شہر میں نہیں رہ سکتے۔ اس لئے تم نے جو کچھ منصوبہ بنایا تھا وہ غداری تھی۔"

شہر خالی کرنے کے لئے دس دن کی مہلت...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کو ان کی پوری سازش بتلائی کہ کس طرح عمرو ابن حجاش نامی یہودی چھت پر گیا تھا تاکہ آنحضرت ﷺ پر پتھر پھینک مارے (حالانکہ اس سازش کا حال ان چند یہودیوں کے سوا کسی کو معلوم نہیں تھا، آپ کی زبانی یہ تفصیلات سنکر وہ لوگ خاموش رہ گئے اور ایک لفظ بھی منہ سے نہ بول سکے۔ پھر حضرت محمد ابن مسلمہ نے ان سے کہا۔

آنحضرت ﷺ کا حکم ہے کہ تم لوگ دس دن کے اندر اندر یہاں سے نکل جاؤ جو شخص بھی اس مدت کے بعد یہاں پایا گیا اس کی گردن ماردی جائے گی۔

یہاں آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کے پاس جو پیغام بھجوایا اس میں صرف پتھر پھینکنے کی سازش کو فاش کہا گیا آپ کے قتل کے ارادہ کا ذکر نہیں کیا گیا مگر اس سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے (کیونکہ ممکن ہے روایت بالمعنی ہو)۔

ایک قول ہے کہ اس موقعہ پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ

ترجمہ: اے ایمان والوں اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جب کہ ایک قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کریں سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر نہ چلنے دیا۔

یہاں یہ شبہ نہیں ہونا چاہیں کہ یہ آیت جیسا کہ پیچھے غزوہ ذی امر کے بیان میں گزرا دعثور نامی شخص کے واقعہ میں نازل ہوئی تھی کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ ایک ہی آیت مختلف موقعوں پر نازل ہو۔

منافقوں کی طرف سے یہود کو سہارا...... غرض آنحضرت ﷺ کا یہ حکم پہونچنے کے بعد بنی نضیر کے یہودیوں نے مدینہ سے جلاوطنی کی تیاری شروع کردی اور اونٹوں کا انتظام کرنے لگ گئے مگر اسی وقت منافقین نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنے گھر بار اور وطن چھوڑ کر ہرگز کہیں مت جاؤ ہم لوگ تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر تم سے جنگ کی نوبت آئی تو ہم تمہاری مدد کو آئیں گے اور اگر تم لوگوں کو یہاں سے نکلنے اور جلاوطن ہونے پر ہی مجبور ہونا پڑا تو ہم تم سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

ابن ابی کی طرف سے مدد کا وعدہ...... یہودیوں کو روکنے میں سب سے پیش پیش منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی ابن سلول تھا۔ اس نے یہودیوں کو پیغام بھیجا۔ "اپنے گھروں کو چھوڑ کر ہرگز کہیں مت جاؤ بلکہ اپنی حویلیوں میں جے رہو۔ میرے ساتھ دو ہزار جانباز موجود ہیں جن میں میری قوم کے لوگ بھی ہیں اور عرب کے دوسرے قبائل بھی ہیں وہ لوگ وقت پر تمہاری حویلیوں میں تمہارے ساتھ آملیں گے اور آخر دم تک تمہارے لئے جنگ کریں گے۔ تم پر آنچ آنے سے پہلے وہ اپنی جانیں پیش کریں گے۔ اسی طرح بنی قریظہ کے لوگ اور قبیلہ غطفان میں ان کے حلیف یعنی دوست بھی تماری طرف مدد کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔"

Presented by Ziaraat.Com

یہود کو ڈھارس اور جلاوطنی سے انکار ...... ابن ابی کا یہ پیغام ملنے پر بنی نضیر کو زبردست ڈھارس بندھی اور انہوں نے جلاوطنی کا ارادہ ختم کر دیا ساتھ ہی انہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس یہ کہلایا کہ ہم اپنا وطن ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ آپ کا جو دل چاہے کر دیکھئے۔

یہ پیغام سن کر رسول خدا ﷺ نے کلمہ تکبیر بلند کر فرمایا اور مسلمانوں نے آپ کے ساتھ تکبیر کہی۔

پھر آپ نے فرمایا کہ یہود برسرپیکار ہو چکے ہیں۔

ابن مشکم کی حیی کو فہمائش ...... ادھر اس سرکشی میں جو شخص یہودیوں کی سربراہی کر رہا تھا وہ حیی ابن اخطب تھا جو ام المومنین حضرت صفیہ کا باپ تھا اور بنی نضیر کا سردار تھا۔ بنی نضیر کے ایک دوسرے سردار یعنی سلام ابن مشکم نے حیی کو اس سرکشی سے روکا اور کہا۔

"حیی! خدا کی قسم اپنے اس سرکش ارادہ سے باز رہو کیونکہ ابن ابی کی بات اور وعدے کا کوئی بھروسہ نہیں ہے وہ صرف چاہتا ہے کہ تمہیں محمد ﷺ سے لڑا کر ہلاکت میں ڈال دے اور خود گھر بیٹھ کر تماشہ دیکھے۔ دیکھتے نہیں اس نے بنی قریظہ کے سردار کعب ابن اسد قرظی کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ بنی قریظہ کے لوگوں کو اس موقعہ پر تمہاری یعنی بنی نضیر کے یہودیوں کی مدد کرنی چاہئے مگر کعب نے جواب دے دیا ہے کہ ہم میں سے ایک شخص بھی مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے اپنے معاہدے کو نہیں توڑے گا۔ اس پر وہ بنی قریظہ سے مایوس ہو گیا۔ جیسا وعدہ اس نے تم سے کیا ہے ایسا ہی وعدہ بنی قینقاع کے اپنے حلیفوں سے بھی کیا تھا (چنانچہ بنی قینقاع کے لوگ اس کی باتوں میں آگئے اور) انہوں نے محمد ﷺ سے بھی جنگ کی اور معاہدہ توڑ کر اپنے آپ کو قلعہ بند کر لیا اور ابن ابی اور اس کی مدد کا انتظار کرنے لگے مگر وہ اپنے گھر میں چھپا بیٹھا رہا اور محمد ﷺ اپنا لشکر لے کر بنی قینقاع کی سرکوبی کے لئے پہنچ گئے یہاں تک کہ محمد ﷺ کے حکم پر بنی قینقاع کو جلاوطنی اختیار کرنی پڑی۔ اب خود سوچ لو جب ابن ابی نے ان لوگوں کی مدد نہیں کی جو اس کے حلیف اور دوست تھے اور جو اس کے دشمنوں سے اس کی حفاظت کرتے تھے تو ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو ہمیشہ سے قبیلہ اوس کی حمایت میں قبیلہ خزرج سے لڑتے آرہے ہیں۔"

نصیحت ماننے سے حیی ابن اخطب کا انکار ...... کیونکہ قبیلہ اوس قبیلہ خزرج کے درمیان جب بھی جنگ ہوئی تھی تو بنی قینقاع کی یہودی تو قبیلہ خزرج کی حمایت میں میدان میں نکلتے تھے اور بنی نضیر اور بنی قریظہ کے یہودی قبیلہ اوس کی حمایت میں نکلتے تھے۔ غرض یہ سب کہنے کے بعد سلام نے حیی سے کہا۔

اب تم خود سوچ لو کہ ابن ابی کی بات پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

"ہمارے سامنے محمد ﷺ کی دشمنی اور ان سے جنگ کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔"

بھیانک نتائج کی طرف انتباہ ...... سلام نے کہا۔

"تو پھر خدا کی قسم اس کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ ہم اپنے وطن سے بے وطن کر دیئے جائیں گے، ہمارا مال و دولت اور عزت و اعزاز فنا ہو جائیگا، ہمارے گھر والے قیدی اور غلام بنائے جائیں گے اور ہمارے جنگ آزما نوجوان قتل ہو جائیں گے ......"[1]

حیی کے لئے بنی نضیر کی تابعداری ...... مگر حیی آنحضرت ﷺ سے جنگ کرنے پر تلا رہا۔ ادھر بنی نضیر کے یہودیوں نے اس سے کہا۔

"ہمارا معاملہ تمہارے تابع ہے ہم کسی حال میں بھی تمہاری مخالفت نہیں کریں گے۔"[1]

مسلمانوں کا بنی نضیر کی طرف کوچ..... چنانچہ حیی نے رسول ﷺ کے پاس وہ پیغام بھیج دیا کہ ہم اپنا وطن ہرگز نہیں چھوڑیں گے اس لئے جو تمہارے جی میں آئے کر دیکھو۔ اس پیغام پر مسلمان جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے۔ جب تمام مسلمان جمع ہو گئے تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ بنی نضیر کے مقابلے کے لئے کوچ فرمایا۔ اس موقعہ پر آپ نے مدینے میں حضرت ابن ام مکتومؓ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ جنگی پرچم حضرت حضرت علی ابن ابو طالب نے اٹھایا۔ آنحضرت ﷺ مسلم لشکر کے ساتھ آگے بڑھے یہاں تک کہ شام کے قریب آپ نے بنی نضیر کی بستی میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور ان کے چوک میں عصر کی نماز ادا فرمائی۔ ادھر یہودی اپنی حویلیوں میں قلعہ بند ہو گئے تھے اور چھتوں پر سے تیر اور پتھر برسانے لگے۔

یہود کی ہٹ دھرمی و سرکشی..... بعض مورخوں نے یوں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو بنی نضیر کی طرف کوچ کا حکم دیا اور جب آپ اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچے تو آپ نے انکو کعب ابن اشرف یہودی کی موت پر اسکا ماتم کرتے ہوئے پایا۔ کعب ابن اشرف کے قتل کا واقعہ آگے صحابہ کی فوجی مہمات کے بیان میں آئے گا یہودی کہہ رہے تھے۔

"اے محمد ﷺ صدموں پر صدمے دیکھنے پڑ رہے ہیں اور ایک کے بعد دوسرے پر رونا پڑ رہا ہے روتے روتے ہماری آنکھیں خشک ہو چکی ہیں۔ مگر اب تم اپنی فکر کر لو"۔ا۔

غرض آپ نے یہودیوں سے فرمایا۔

"تم لوگ یہاں سے نکل جاؤ اور مدینہ خالی کر دو۔"ا

یہود نے کہا۔

"ہمارے نزدیک اس سے کہیں زیادہ آسان بات یہ ہے کہ ہم اپنی جانیں دے دیں....."ا

اس کے بعد یہودیوں نے جنگ شروع کر دی۔ یہاں تک ان بعض علماء کا کلام ہے۔ (قال) غرض جب عشاء کا وقت ہو گیا تو آنحضرت ﷺ دس صحابہ کے ساتھ واپس اپنے گھر تشریف لے گئے اس وقت آپ زرہ پہنے ہوئے تھے اور گھوڑے پر سوار تھے۔ لشکر میں آپ نے اپنا قائم مقام حضرت علی کو بنا دیا تھا اور ایک قول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو بنایا تھا۔

یہود کا محاصرہ..... مسلمانوں نے رات اسی حالت میں گزاری کہ وہ یہودیوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور بار بار نعرہ تکبیر بلند کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ صبح کا اجالا ہونے لگا حضرت بلالؓ نے فجر کی اذان دی۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ ان دس صحابہ کے ساتھ واپس لشکر گاہ میں تشریف لے آئے جن کے ساتھ گئے تھے اور آپ نے فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ آپ کے لئے ایک قبہ بنا دیں۔ یہ قبہ لکڑی کا تھا اور اس پر اونی کپڑا ڈال دیا گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ اس قبہ میں قیام فرما ہوئے۔

قبہ نبوی پر غزول کی تیر اندازی..... یہودیوں میں ایک شخص تھا جس کا نام غزول تھا۔ یہ شخص نہایت بہترین اور پر زور تیر انداز تھا۔ اس کا پھینکا ہوا تیر دوسروں سے کہیں دور تک جاتا تھا (چنانچہ اس نے حویلی کی چھت پر سے ایک تیر چلایا) جو آنحضرت ﷺ کے اس قبہ تک پہونچا۔ اس پر آنحضرت نے قبہ کو وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ نصب کرانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ صحابہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔

اسی دوران ایک رات حضرت علیؓ لشکر میں سے غائب پائے گئے۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا۔

Presented by Ziaraat.Com

"یا رسول اللہ ﷺ! علی کہیں نظر نہیں آرہے ہیں۔"!

آپ نے فرمایا۔

"ان کی فکر نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے ہی ایک کام سے گئے ہیں۔"

غزول کا سر نیزہ حیدری پر...... اس کے بعد تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت علیؓ اس شخص کا سر لئے ہوئے آئے جس کا نام غزول تھا اور جس کا تیر رسول اللہ ﷺ کے قبہ تک پہنچا تھا۔ حضرت علیؓ اسی وقت غزول کی گھات میں بیٹھ گئے تھے جب وہ مسلمانوں کے کسی بڑے سردار کو مارنے کے لئے چلا تھا اس کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی اس دستے کے ساتھ وہ کسی بڑے مسلمان کے قتل کی فکر میں تھا) حضرت علی نے اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کردیا اس کے ساتھ جو دوسرے لوگ تھے وہ سب فرار ہوگئے۔

اسلامی دستہ یہود کی تلاش میں...... پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کے ساتھ دس آدمیوں کی ایک جماعت روانہ فرمائی جس میں حضرت ابو دجانہ اور حضرت سہل ابن حنیفؓ بھی تھے۔ ان لوگوں نے اس جماعت کو جا پکڑا جو غزول کے ساتھ تھی اور حضرت علیؓ کو دیکھ کر بھاگ گئی تھی ان لوگوں نے ان سب کو قتل کردیا۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس جماعت میں دس آدمی تھے مسلمان ان کو قتل کر کے سر لیکر آئے جنھیں بعد میں مختلف کنوؤں میں ڈال دیا گیا۔ اس روایت سے ان رافضیوں کی تردید ہو جاتی ہے جو کہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ غزول کے ساتھ جو لوگ تھے ان کو حضرت علی نے ہی قتل کردیا تھا۔

بنی نضیر کے باغات کاٹنے کا حکم...... غرض جب یہودیوں کا محاصرہ کئے ہوئے مسلمانوں کو چھ راتیں گزر گئیں تو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے باغات کاٹ ڈالے جائیں اور انھیں جلادیا جائے۔ ایک قول ہے کہ یہ حکم پندرہ دن تک محاصرہ کرنے کے بعد دیا گیا۔ ایک قول بیس رات ایک قول تئیس رات اور ایک قول پچیس رات کا بھی ہے۔

باغات کی مشہور کھجوریں...... محاصرہ کی اس پوری مدت میں حضرت سعد ابن عبادہ مسلمانوں کے لئے کھجوریں لایا کرتے تھے یعنی ان کے یہاں سے کھجوریں لائی جاتی تھیں۔

(قال) کھجور کے باغات کاٹنے پر آنحضرت ﷺ نے حضرت ابولیلیٰ مازنی اور حضرت عبداللہ ابن سلام کو متعین فرمایا حضرت ابولیلیٰ تو وہ کھجوریں توڑتے تھے جو عجوہ کہلاتی تھیں اور حضرت عبداللہ وہ کھجوریں توڑتے تھے جو رطب کہلاتی تھیں۔ ان نرم کھجوروں کو لون کہا جاتا ہے جو عجوہ یعنی خشک کھجوروں اور برنی کے علاوہ ہوتی ہیں۔ یہ دونوں مدینے کی کھجوروں کی قسمیں ہیں۔ مدینے ہی کی کھجور کی ایک اور قسم ہے جس کو صیحانی کہا جاتا ہے (یہ لفظ صیح اور صیاح سے ہے جس کے معنی چیخنے اور پکار کر کہنے ہیں)۔

فضیلت نبوی سے کھجور کا نام...... حضرت علی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جارہا تھا کہ اچانک کھجور کا ایک درخت دوسرے درخت سے پکارا۔ "یہ نبی مصطفےٰ اور علی مرتضیٰ ہیں۔"

اس آواز پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔"

"علی! میری فضیلت سے مدینے کے اس درخت کا نام صیحانی رکھدیا گیا۔"

یعنی کھجور کی اس قسم کا نام صیحانی رکھ دیا گیا جس کی معنے ہیں چیخنے اور پکارنے والا۔ کیونکہ یہ درخت میری فضیلت کی وجہ سے پکارا گیا ہے۔ یہ حدیث مطعون فیہ ہے اور ایک قول ہے کہ اس میں کذب اور جھوٹ

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔

کھجوروں کی اقسام..... لفظ برن فارسی زبان میں عمدہ اور بابرکت ثمر باری کو کہتے ہیں۔ علامہ نووی کی شرح مسلم میں ہے کہ کھجور کی ایک سو بیس قسمیں ہیں۔

علامہ سید سمہودی کی تاریخ المدینۃ الکبر میں یوں ہے کہ مدینے کی کھجوروں کی جو قسمیں شمار کی جا سکی ہیں ان کی تعداد تیس سے کچھ اوپر ہوئی ہے۔ چنانچہ بعض دوسرے علماء کا قول ہے کہ ہم نے ان قسموں کو شمار کر لیا تو ان کی تعداد علامہ نووی کی بتلائی ہوئی تعداد سے زیادہ نکلی۔ پھر کہتے ہیں کہ شاید اس تعداد سے زیادہ جو تعداد بتلائی گئی ہے وہ تعداد اس کے بعد سامنے آئی ہو۔!

جہاں تک مدینے کے علاوہ دوسری جگہوں کی کھجوروں کی قسموں کا تعلق ہے جیسے مغرب کا علاقہ ہے تو وہ شمار سے باہر ہیں۔ چنانچہ ایک روایت ہے کہ فاس کے ایک عالم محمد ابن غازی نے سلجماسہ کے ایک عالم ابراہیم ابن ہلال کے پاس آدمی بھیج کر معلوم کرایا کہ اس شہر یعنی فاس کی کھجوروں کی قسموں کی تعداد معلوم ہو تو بتلایئے علامہ ابراہیم نے علامہ محمد کے پاس ایک جھول یا دو جھول کھجوریں بھیجیں جن میں کھجور کی ہر قسم کا ایک ایک دانہ تھا۔ ساتھ ہی انھوں نے لکھا۔

"فقیر کا علم یہیں تک ہے اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنے بیٹھ جاؤ تو یہ ممکن نہیں ہے!"۔

ادھر میں نے یہ کتاب نشق الازہار میں دیکھا اس شہر میں ایک تر کھجور ہوتی ہے جس کا نام تبوفی ہے یہ سبز رنگ کی ہوتی ہے اور ذائقہ میں شہد سے زیادہ میٹھی ہوتی ہے اور یہ کہ اس کھجور کی گٹھلی بہت زیادہ چھوٹی ہوتی ہے۔

یہ عجوہ کھجور بنی نضیر کی سب سی بڑی دولت تھی کیونکہ وہ لوگ اس کو (سال بھر کے لئے) ذخیرہ کر کے رکھا کرتے تھے۔ عجوہ کے بارے میں ہے کہ عجوہ کھجور کا درخت جنت کا ہے اور اس کا پھل بہترین غذا فراہم کرتا ہے۔ یہ بات پیچھے گذر چکی ہے کہ آدم علیہ السلام عجوہ کھجوروں کے ساتھ جنت سے اتارے گئے تھے۔

عجوہ کھجور کی تاثیر..... بخاری میں حدیث ہے کہ جو شخص روزانہ صبح سب سے پہلے سات عجوہ کھجوریں کھالے تو اس روز اس پر نہ زہر کا اثر ہوگا اور نہ جادو اور سحر کا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ بالائی مدینے کی عجوہ میں شفا ہے اور وہ نہار منہ کھانے کی صورت میں تریاق یعنی ہر بیماری کا علاج ہے جو شخص صبح ہی صبح سات کھجوریں کھالیں تو اس دن اس پر جادو زہر کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ عجوہ کھجور کی وہ قسم ہے جو صیحانی سے بڑی ہوتی ہے اور رنگ میں سیاہی مائل ہوتی ہے۔ اور یہ ان قسموں میں ہے جو آنحضرت ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے مدینے میں بوئی تھیں۔ (ی) مگر یہ بھی بیان ہوا ہے کہ یہ کھجور بنی نضیر کے باغات میں سے تھی۔

آدمؑ کے ساتھ نازل شدہ تین چیزیں..... کتاب عرائس میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آدم علیہ السلام کو تین چیزیں دے کر جنت سے اتارا گیا تھا ایک آسہ جو دنیا کی خوشبوؤں کی سردار ہے، دوسرے گیہوں جو دنیا کے کھانوں کا سردار ہے اور تیسرے عجوہ جو دنیا کے پھلوں کی سردار ہے۔ حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ عجوہ جنت کے پودوں میں سے ہے، اور اس میں شفا ہے صبح ہی نہار منہ کھائی جائے تو یہ تریاق ہے اور تمہیں چاہیئے کہ برنی کھجور کھایا کرو کیونکہ یہ کھجور جب تک درخت پر لگی ہوتی ہے تو اللہ کی حمد و تسبیح کرتی ہے اور پیٹ میں پہنچتی ہے تو کھانے والے کے

Presented by Ziaraat.Com

لئے مغفرت مانگتی ہے۔ یہاں تک کتاب عرائس کا حوالہ ہے۔

کھجور کی فضیلت...... آنحضرت ﷺ نے ان سے یہ فرمایا جو پیچھے بیان ہوا اور فرمایا کہ برنی کھجور تمہاری سب سے بہترین کھجور ہے اور یہ کہ وہ کھجور دوا ہی دواء ہے اس میں کوئی بیماری نہیں ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ وہ گھر جس میں کوئی کھجور نہ ہو اس کے مکین بھوکے ہوتے ہیں۔ یہ بات آپ نے دو مرتبہ فرمائی۔

کھجوریں کٹنے پر یہود کی آہ و بکا...... غرض جب مسلمانوں نے بنی نضیر کے باغات میں عجوہ کھجوروں کی فصل کاٹنی شروع کی تو یہودی عورتوں نے مارے رنج و غم کے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے، اپنے منہ نوچ ڈالے اور رو رو کر واویلا کرنے لگیں۔ اور وہ چند درخت جو جلائے گئے اس مقام پر تھے جو بویرہ کے نام سے مشہور تھا۔ یہ لفظ بورہ کی تصغیر ہے جس کو یہاں حفرہ یعنی گڑھا کہا جاتا ہے۔ نیز اس کو بولہ بھی کہا جاتا ہے۔

غرض مسلمانوں کو باغات کاٹتے اور جلاتے دیکھ کر یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے پکار کر کہا۔

یہود کی طرف سے امن و انصاف کی دہائی...... "اے محمد! ایک روایت میں یوں ہے کہ اے ابوالقاسم آپ تو فساد سے منع کیا کرتے تھے اور جو کوئی کرتا تھا اس کو برا کہا کرتے تھے اب یہ باغات کیوں کاٹ اور جلا رہے ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ۔ پھر اب یہ فساد خود کیوں پھیلا رہے ہو۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ "اے محمد! آپ کا دعویٰ تو یہ تھا کہ آپ صلاح اور امن کے لئے آئے ہیں۔ کیا باغات کاٹنا بھی آپ کی امن پسندی میں شامل ہے اور جس کلام کے متعلق آپ کا دعویٰ ہے کہ وہ آپ پر نازل ہوتا ہے کیا اس میں بھی یہ ہے کہ روئے زمین پر فساد پھیلاؤ۔

جواب میں وحی کا نزول...... تم تو فساد کو ناپسندیدہ چیز قرار دیتے ہو۔ پھر خود ہی فساد کیوں پھیلا رہے ہیں۔ "یہودیوں کی ان باتوں کی وجہ سے بعض مسلمانوں کے دلوں میں خیال اثر کرنے لگا۔ اس وقت حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت ۵ مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ لآیہ پ ۲۸ سورہ حشر ع

ترجمہ: جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جگہ پر کھڑا رہنے دیا سو دونوں باتیں خدا ہی کے حکم اور رضا کے موافق ہیں اور تاکہ کافروں کو ذلیل کرے۔!

(ی) کیونکہ یہودیوں کے قول کے مطابق مسلمانوں کا یہ فعل فساد تھا۔ بعض علماء نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ تمام باغات اور درخت جو مسلمانوں نے کاٹے یا جلائے ان کی تعداد چھ تھی۔

ابن ابی کی یہود کو یقین دہانیاں...... ادھر منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی ابن سلول برابر بنی نضیر کے پاس پیغام بھیجتا رہا کہ تم لوگ اپنی جگہ پر ڈٹے رہو اور مقابلہ کرتے رہو کیونکہ اگر تم نے جنگ جاری رکھی تو ہم بھی تمہاری حمایت میں لڑیں گے اور اگر تم یہاں سے نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے۔

ابن ابی کی دغابازی...... عبداللہ ابن ابی کے اس وعدے میں اس کی قوم کے کچھ لوگ اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ یہودی ابن ابی کے وعدے پر بھروسہ کر کے اپنی حویلیوں میں جمے رہے اور اس کی مدد کا انتظار کرتے رہے مگر ابن ابی نے ان کے ساتھ دغا کی اور نہ ان کی مدد کو آیا اور نہ اس سے یہودیوں کو کوئی سہارا ملا۔ ادھر سلام ابن

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

مشکم اور کنانہ ابن صوریا (جو پہلے ہی ابن ابی پر بھروسہ کرنے کے خلاف تھے) حیی ابن اخطب سے کہنے لگے۔

ابن ابی کی وہ مدد کہاں گئی جس کی تم آس لگائے بیٹھے تھے۔!"

حیی کی پشیمانی و بے چارگی...... حیی ابن اخطب نے جواب دیا۔

"کیا کریں یہ مصیبت ہمارے مقدر میں لکھی ہوئی تھی۔!"

آخر جلاوطنی پر آمادگی...... ادھر آنحضرت ﷺ ان کا سختی کے ساتھ محاصرہ کئے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب پیدا فرمادیا آخر کار انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کو اس شرط پر جلاوطن ہونے کی اجازت دے دی جائے اور جان بخشی کر دی جائے کہ سوائے ہتھیاروں کے انہیں ایسا تمام سامان ساتھ لے جانے دیا جائے جو اونٹوں پر لادا جاسکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ شرط اور درخواست قبول فرمالی۔ چنانچہ یہودیوں نے اپنے اونٹوں پر عورتوں اور بچوں کے علاوہ اپناوہ سامان بھی لاد لیا جو اونٹ لے جاسکتے ہیں صرف ہتھیار چھوڑ دیئے۔ ان کے ساتھ کل ملا کر چھ سو اونٹ تھے۔

سوائے ہتھیاروں کے کل سامان کے ساتھ یہود کی روانگی...... ہر شخص خود اپنا مکان ڈھا کر اس کی لکڑی جیسے دروازے اور کھڑکیاں وغیرہ تک نکال کر اونٹوں پر لاد لے گیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ان لوگوں نے اپنے مکانوں کے ستون اور چھتیں تک توڑ ڈالیں، کواڑ تختے حتی کہ چولیں تک نکال لیں اور محض حسد اور جلن میں اپنے مکانوں کی دیواریں تک منہدم کر دیں تاکہ وہ اس قابل نہ رہ جائیں کہ ان کے جلاوطن ہو جانے کے بعد ان مکانوں کو مسلمان آباد کر سکیں۔

یہودی عورتوں کی آن بان...... ایک روایت میں ہے کہ مسلمان وہ مکان اور حویلیاں ڈھانے لگے جو ان کے قریب تھے اور دوسرے مسلمان اپنے قریب کی حویلیاں منہدم کرنے لگے۔ (قال) ایک روایت میں ہے کہ یہودی عورتیں ہودجوں میں اس شان سے بیٹھ کر روانہ ہوئیں کہ ان کے جسموں پر دیباج وریشم اور سبز سرخ رنگ کے اون اور ریشم کے لباس تھے اور سونے چاندی کے کام والے دوشالے تھے۔ ان کے پیچھے یہودی عورتوں کا جتھا تھا جو دف اور باجے گاجے بجاتی ہوئی چل رہی تھیں۔

سلمی ام وہب ایک یہودی داشتہ...... ان میں سلمی ام وہب بھی تھی۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سلمی ام عمرو بھی تھی جو عروہ ابن ورد کی داشتہ تھی۔ یہ عروہ وہی ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جو شخص حاتم کو عرب کا سب سے زیادہ سخی اور فیاض آدمی کہتا ہے وہ عروہ پر ظلم کرتا ہے۔ اس عروہ نے سلمی ام وہب کی قوم پر یلغار کی تھی اور اسی موقعہ پر سلمی کو قیدی بنایا تھا۔ پھر اس نے سلمی کو اپنی داشتہ بنالیا چنانچہ سلمی کے پیٹ سے عروہ کے اولاد ہوئی۔

سلمیٰ اور عروہ...... پھر بنی نضیر کے یہودیوں میں سے ایک شخص نے سلمیٰ ام وہب کو عروہ سے خرید لیا اس یہودی نے یہ کیا کہ پہلے عروہ کو خوب شراب پلائی اور جب وہ شراب کے نشے میں مدہوش ہو گیا تو اس سے سلمی کی خریداری کی بات کرلی۔ بعد میں جب عروہ کا نشہ اترا تو اسے اپنی حماقت پر سخت افسوس اور رنج ہوا۔ عروہ نے اب اس یہودی سے بات کی۔ آخر دونوں میں اس بات پر اتفاق ہوا کہ خود سلمیٰ کو اس بات کا اختیار دے دیا جائے کہ وہ دونوں میں سے جس کے ساتھ رہنا پسند کرلے وہی اس کو لے جائے۔ چنانچہ سلمیٰ کو یہ اختیار دے کر اس سے پوچھا گیا تو اس نے اسی یہودی کو پسند کر لیا جس نے اسے عروہ سے خریدا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

عروہ کے لئے سلمٰی کے جذبات...... ایک قول یہ ہے کہ سلمٰی کی قوم کے لوگ عروہ کے پاس آئے تھے اور سلمٰی کا فدیہ یعنی آزادی کی قیمت ساتھ لائے تھے تاکہ عروہ سے اس کو خرید کر واپس اس کی قوم میں لے جائیں (انہوں نے عروہ سے بات کی) عروہ کو یہ یقین تھا کہ اب سلمٰی میرا ساتھ چھوڑنا ہرگز پسند نہیں کرے گی اور میرے لئے اپنی قوم کو بھی چھوڑ دے گی۔ چنانچہ اس بھروسہ میں اس نے سلمٰی کو اختیار دے دیا کہ وہ فیصلہ کر لے کہ وہ میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے یا اپنی قوم کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ سلمٰی نے اپنی قوم کے ساتھ جانا پسند کر لیا۔ اس وقت عروہ کو سخت افسوس ہوا۔ پھر جب سلمٰی عروہ کو چھوڑ کر جانے لگی تو عروہ سے بولی۔

"خدا کی قسم میں سمجھتی ہوں عرب کی کسی عورت کا شوہر تم سے زیادہ نیک دل اور پاک نظر نہیں ہو سکتا تم سے زیادہ بلند مرتبہ اور دل کا غنی نہیں ہو سکتا، تم حقیقت میں محلوں کے رہنے والے اور شاہ خرچ آدمی ہو، بہترین شہسوار ہو اور دشمنوں کے لئے موت کا پیغامبر ہو، تم ایک نرم مزاج شوہر اور شریف پڑوسی ہو میں ہرگز تمہارا ساتھ چھوڑ کر اپنے گھر اور قوم والوں کے ساتھ نہ جاتی اگر میں تمہاری چچازاد بہنوں کے یہ لفظ نہ سنتی کہ ام عروہ یوں کہتی ہے اور ام عروہ یوں کرتی ہے۔ مجھے اس بات سے موت کی سی تکلیف ہوتی ہے۔ خدا کی قسم تمہارا کوئی عزیز مجھے جب بھی ملے گا میں ہمیشہ اس کو تمہاری اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی نصیحت کرتی رہوں گی۔"

جلاوطنی کا عبرتناک منظر...... اس کے بعد ام وہب نے بنی نضیر میں ایک شخص سے شادی کر لی۔ غرض بنی نضیر کے لوگ اس شان سے مدینے سے جلاوطنی کے وقت نکلے کہ مدینے کی سڑکیں ان سے بھر گئیں۔ لوگ سڑکوں میں دونوں طرف کھڑے ہوئے اس منظر کو دیکھ رہے تھے اور یہودی قطار اندر قطار گزر رہے تھے۔ سلام ابن ابوالحقیق نے اونٹ کی کھال کا ایک تھیلا اٹھار کھا تھا۔ ایک قول ہے کہ بیل کی کھال کا اور ایک قول کے مطابق گدھے کی کھال کا تھا جو زیورات سے بھرا ہوا تھا اور سلام پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ یہ مال و متاع ہم نے سرد و گرم حالات کے لئے جمع کر رکھا تھا۔ اور جہاں تک باغات کے ہاتھ سے جانے کا تعلق ہے تو باغات ہمیں خیبر میں بھی مل جائیں گے۔ منافقوں کو بنی نضیر کے جلاوطن ہو جانے پر زبردست رنج و صدمہ تھا۔

یہود کی دولت...... یہ تمام مال و دولت اور سونا چاندی اس سودی کاروبار کا تھا جو وہ مکے کے اور دوسرے عربوں سے کرتے تھے۔ یہ تمام دولت ابوالحقیق کی اولاد کے پاس رہا کرتی تھی۔ آگے غزوہ خیبر کے بیان میں آئے گا کہ آنحضرت ﷺ نے اسی مال و دولت کو ساز و سامان اور خزانہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا تھا اور اسی دولت کی وجہ سے ابوالحقیق کے دو بیٹے قتل ہوئے کیونکہ انہوں نے اس خزانہ کو آنحضرت ﷺ سے بچانے کے لئے کہیں چھپا دیا تھا۔

مدینے کے بعد خیبر میں یہود کا مسکن...... غرض بنی نضیر کے یہ یہودی مدینے سے جلاوطن ہو کر کچھ تو خیبر میں جا بسے ان میں یہودیوں کے بڑے اور سر کردہ لوگ تھے جیسے حیی ابن اخطب، سلام ابن ابوالحقیق اور کنانہ ابن ابوربیع ابن ابوالحقیق وغیرہ۔ جب یہ لوگ خیبر پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنے قدم جمانے کے لئے قرضے وغیرہ دیئے۔

یہود کے ساتھ انصاریوں کی اولاد...... اسی طرح کچھ لوگ مدینے سے نکل کر ملک شام کی طرف چلے گئے یعنی کھیتی باڑی کے علاقوں میں پہنچ گئے۔ ان یہودیوں میں کچھ انصاری مسلمانوں کے بیٹے بھی تھے جس کی

Presented by Ziaraat.Com

وجہ یہ تھی کہ اگر کسی انصاری عورت کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی تو اسلام لانے سے پہلے ان میں یہ دستور تھا کہ وہ عورت یہ منت مان لیا کرتی تھی کہ اگر اس کا بیٹا زندہ رہا تو وہ اس کو یہودی بناوے گی (چنانچہ ایسے کئی لوگ تھے جو انصاریوں کے بیٹے تھے مگر وہ یہودی بنا دیئے گئے تھے)۔

جب بنی نضیر کے لوگ جلاوطن ہونے لگے تو ان لڑکوں کے ماں باپ نے کہا کہ ہم اپنے بچوں کو ان کے ساتھ نہیں جانے دیں گے۔ اس پر حق تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے یہ وحی نازل فرمائی۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ الآیہ پ ۳ سورہ بقرہ ع ۳۴ آیت ۲۵۶

ترجمہ: دین میں زبردستی کا کوئی قصہ کوئی موقع نہیں۔

بنی نضیر کے دو مسلمان...... تو یہ آیت ان ہی لوگوں کے لئے خاص طور پر نازل ہوئی تھی جو اسلام سے پہلے یہودی ہو چکے تھے ورنہ حربی کافروں کو اسلام کے لئے مجبور کرنا جائز ہے۔ بنی نضیر کے یہودیوں میں سے صرف دو آدمی مسلمان ہوئے ان میں سے ایک کا نام یامین ابن عمیر تھا اور دوسرے کا نام ابو سعد ابن وہب تھا۔ ان کے اسلام کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

"تمہیں یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پھر آخر ہمیں اسلام قبول کرنے میں کس بات کا انتظار ہے۔ اس سے ہماری جانیں اور ہمارا مال بھی محفوظ ہو جائے گا۔"

(اس پر دونوں متفق ہو گئے اور صبح ہی آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اس طرح ان کا جان و مال بھی محفوظ ہو گیا۔ اس کے بعد یامین نے بنی قیس کے ایک شخص سے معاملہ کیا کہ اگر تم عمرو ابن حجاش کو قتل کر دو تو میں تمہیں دس دینار۔ اور ایک قول کے مطابق پانچ وسق کھجور دوں گا۔ یہ عمرو ابن حجاش وہی شخص تھا جس نے چھت پر سے آنحضرت ﷺ کے اوپر پتھر پھینک کر آپ کی جان لینے کا ارادہ کیا تھا۔

یامین کے ہاتھوں یہودی بد نہاد کا قتل...... اس معاملہ کا سبب یہ ہوا تھا کہ یامین کے مسلمان ہونے کے بعد ایک روز آنحضرت ﷺ نے ان سے کہا۔

"تم جانتے ہو گے کہ تمہارا چچازاد بھائی یعنی عمرو ابن حجاش میرے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہتا تھا اور کس طرح میری جان لینا چاہتا تھا۔!"

اس پر یامین نے بنی قیس کے اس شخص سے عمرو کو قتل کرانے کا معاملہ کیا۔ چنانچہ ایک روز موقعہ پا کر اس شخص نے دھوکہ سے عمرو کو قتل کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس دشمن خدا کے قتل کی خبر ملی تو آپ بہت مسرور ہوئے۔

بنی نضیر کے متعلق سورت قرآنی...... بنی نضیر کے متعلق حق تعالیٰ نے سورہ حشر نازل فرمائی۔ چنانچہ اسی بناء پر حضرت ابن عباسؓ تو اس سورت کو سورۂ بنی نضیر ہی کہا کرتے تھے جیسا کہ بخاری میں ہے۔ علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورہ حشر بنی نضیر کے معاملے میں ہی نازل ہوئی تھی۔

بنی نضیر کے واقعہ کے متعلق قصیدۂ ہمزیہ کے شاعر نے اپنے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے۔

خدعوا بالمنافقين وهل
ينفق الا على السفيه الشقاء

ونهتهم وما انتهت عنه قوم

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

فاید الامار و النہاء

اسلمو ہم الاول الحشر لا...
میعاد ہم صادق ولا الایلاء

سکن الرعب و الخراب قلوبا
وبیونا منہم نعاما الجلاء

مطلب...... بنی نضیر کے یہودیوں نے منافقوں کے اس وعدے میں دھوکہ کھایا کہ وہ ان کے ساتھ رہیں گے اور ان کی پوری پوری مدد کریں گے۔ جہاں تک بدبختی کا اثر ظاہر ہونے کا تعلق ہے تو وہ بے وقوف لوگوں پر ہی ہوتا ہے۔ یہاں منافقین سے مراد عبداللہ ابن ابی اور اس کے دو ساتھی تھے جو نفاق میں اس کے ساتھ تھے۔ کیونکہ جیسا کہ بیان ہوا ابن ابی برابر یہودیوں کے پاس یہ پیغام بھیجتا رہا تھا کہ تم لوگ اپنی جگہ پر ڈٹے رہو اور مقابلہ کرتے رہو کیونکہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر تم مقابلہ کرو گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ مقابلہ کریں گے اور اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ جلاوطن ہوں گے۔ اور ھر سلام ابن مشکم نے بنی نضیر کے سرداروں کو ابن ابی کی بات ماننے اور اس کے وعدوں پر بھروسہ کرنے سے روکا تھا مگر لوگوں نے اس کی بات نہیں مانی۔ چنانچہ ان منافقوں نے یہودیوں کو ان کے اولین حشر اور انجام تک پہنچا دیا۔ اور ان کا حشر و انجام ان کی جلاوطنی اور گھر بار چھوڑ کر نکالے جانے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ لہذا منافقوں کے بنی نضیر سے یہ وعدے کہ ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف تمہاری حمایت کریں گے بالکل جھوٹے ثابت ہوئے۔ اسی طرح اس سلسلے میں منافقوں نے جو قسمیں کھائی تھیں اور عہد کیے تھے وہ بھی قطعاً جھوٹے اور بے بنیاد نکلے۔

یہود کا اولین حشر...... موسیٰ ابن عقبہ نے لکھا ہے کہ ان یہودیوں کو جب سے یہ یہاں آباد ہوئے تھے کبھی جلاوطنی سے دوچار نہیں ہونا پڑا تھا اسی لئے ان کے اس حشر و انجام کو اولین حشر کہا گیا اور وہ حشر ان کی جلاوطنی اور گھر سے بے گھر ہونا تھا۔

مگر ایک قول کے مطابق حشر سے مراد میدان محشر ہے کیونکہ جب ان کو مدینے سے نکلنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے کہا تھا۔

"اے محمد! ہم آخر کہاں نکل جائیں۔"

آپ نے فرمایا۔

"حشر یعنی میدان محشر کی طرف۔!"

دوسرا حشر...... غرض یہ ان کا اولین حشر تھا اور ان کا دوسرا حشر آگ کا حشر ہوگا جو (قیامت کے قریب) عدن سے پھوٹے گی جس کے نتیجہ میں یہ لوگ (بدحواس ہوکر) بھاگیں گے اور اس مقام پر جمع ہوں گے جہاں قیامت میں حساب کتاب کا انتظار ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کا دوسرا حشر حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھوں ظاہر ہوا تھا کہ آپ نے ان لوگوں کو خیبر سے بھی جلاوطن کر کے تیماء اور اریحاء کے علاقوں کی طرف دھکیل دیا تھا جیسا کہ آگے اس کا بیان آئے گا۔

یہود پر مسلمانوں کی ہیبت...... غرض یہودیوں کے دلوں پر آنحضرت ﷺ کا خوف طاری ہوگیا مراد یہ

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ ان کے دلوں میں یہ ڈر بیٹھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ ہم سے زبردست انتقام لیں گے اور اسی طرح ان کے گھروں پر بربادی و تباہی طاری ہو گئی ان گھروں کو گویا یہ خبر دے دی گئی تھی کہ ان کے مکین اس طرح ہلاک ہوں گے کہ ان کے علاقوں سے انہیں نکال کر جلاوطن کر دیا جائے گا۔

اس موقعہ پر حق تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ. لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ. لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ. لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ. بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ. تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ. ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ. كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ. كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ الآیہ پ ۲۴ سورہ حشر ع ۲ آیت ۱۱ تا ۱۶

ترجمہ: کیا آپ نے ان منافقین یعنی عبداللہ ابن ابی وغیرہ کی حالت نہیں دیکھی کہ اپنے ہم مذہب بھائیوں سے کہ کفار اہل کتاب ہیں یعنی بنی نضیر سے کہتے ہیں کہ واللہ اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل جاویں گے اور تمہارے معاملے میں ہم کسی کا کبھی کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے کسی کی لڑائی ہوئی تو تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ واللہ اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ منافقین ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر بفرض محال ان کی مدد بھی کی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی کوئی مدد نہ ہو گی۔ بے شک تم لوگوں کا خوف ان منافقین کے دلوں میں اللہ سے بھی زیادہ ہے اور یہ ان کا تم سے ڈرنا خدا سے نہ ڈرنا اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھتے نہیں۔ یہ لوگ تو سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے۔ مگر حفاظت والی بستیوں میں یا دیوار قلعہ و شہر پناہ کی آڑ میں۔ ان کی لڑائی آپس ہی میں بڑی تیز ہے اے مخاطب تو ان کو ظاہر میں متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے قلوب غیر متفق ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو دین کی عقل نہیں رکھتے۔ ان لوگوں کی یہی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں جو دنیا میں بھی اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں اور آخرت میں بھی ان کے لئے دردناک عذاب ہونے والا ہے۔ شیطان کی سی مثال ہے کہ اول تو انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا۔ پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو اس وقت صاف کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

بنی نضیر سے حاصل شدہ فئی کا مال!...... بنی نضیر جو جو ہتھیار چھوڑ گئے تھے ان میں آنحضرت ﷺ نے پچاس زر ہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں پائیں۔ اس مال غنیمت کا آنحضرت ﷺ نے پانچواں حصہ نہیں نکالا جیساکہ آپ نے بنی قینقاع کے یہودیوں کے مال غنیمت میں پانچ حصے کئے تھے۔

(قال) حضرت عمرؓ نے آپ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! جو مال آپ کو ملا ہے کیا آپ اس کے پانچ حصے نہیں فرمائیں گے۔ جیساکہ آپ نے بنی قینقاع کے مال میں کیا تھا۔!"

نبی کا مال مخصوص...... آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میں اس میں کچھ نہیں کروں گا جو اللہ تعالیٰ نے بغیر مومنین کے میرے لئے اپنے اس ارشاد کے

Presented by Ziaraat.Com

ذریعہ خاص فرمایا ہے۔"

مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی الخ لآیہ پ ۲۸ سورہ حشر ع ۱ آیت ۷۔

ترجمہ: جو کچھ اللہ تعالیٰ اس طور پر اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے کافر لوگوں سے دلوا دے۔ (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسول کا۔ الخ

اہل قریٰ...... یعنی اس مال کے طور پر جس میں دو حصے بنے ہوں۔ چنانچہ بنی نضیر کا مال و متاع اور سازو سامان خاص رسول اللہ ﷺ کے لئے فئی کی حیثیت رکھتا ہے (فئی دشمن کا وہ مال ہے جو بغیر لڑے بھڑے اور جنگ کئے حاصل ہو)۔

اس بارے میں خصوصی تنبیہ غزوہ بنی قینقاع میں گزر چکی ہے۔ مفسرین نے قریٰ کی جو تفسیر کی ہے اس کے مطابق اس سے صفراء اور وادی قریٰ مراد ہیں یعنی اس کا تہائی جیسا کہ کتاب امتاع اور ینبع میں ہے۔ اور قریٰ کی تفسیر بنی نضیر اور خیبر بھی کی گئی ہے یعنی ان علاقوں کے تین قلعے یا حویلیاں جن کے نام کتیبہ وطیح اور سلالم تھے جیسا کہ کتاب امتاع میں ہے۔ اور اسی طرح فدک یعنی اس کا نصف آپ کا تھا جیسا کہ کتاب امتاع میں ہے کہ اس کو رافعی نے شرح مسند امام شافعی میں لکھا ہے۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ پہلا فئی کا مال تھا جو آنحضرت ﷺ کو حاصل ہوا۔ مگر پیچھے غزوہ بنی قینقاع میں جو روایت گزری اس سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ لہٰذا اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ یہ فئی کا وہ پہلا مال ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے خاص فرمایا اور جس کو مال غنیمت کے طور پر تقسیم نہیں فرمایا جیسا کہ گزشتہ روایت سے ظاہر ہوتا ہے (کیونکہ فئی کا مال نبی ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص فرمادیا تھا کہ آپ اس کے مالک ہوتے تھے اور اپنی مرضی کے مطابق اس میں سے اپنے گھر والوں کا سال بھر کا خرچ دیتے تھے اور باقی مال ان مقاصد کے لئے خرچ فرماتے تھے جن کا اسی آیت میں آگے ذکر ہوا ہے)۔

تقسیم مال کے لئے انصار سے مشورہ اور تعریف...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے مسلمانوں کو بلایا اور حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد آپ نے انصاری مسلمانوں کی ان خدمات اور ایثار و قربانی کا ذکر فرمایا جو انہوں نے مہاجر مسلمانوں کے سلسلے میں کیں کہ انہیں اپنے گھروں میں ٹھہرایا اور ان کے لئے اپنے مال و دولت کی قربانی دی۔ اس کے بعد آپ نے انصاری مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"تمہارے مہاجر مسلمان بھائیوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے پاس کسی قسم کا مال و اسباب نہیں ہے اس لئے اگر تم چاہو تو میں یہ مال جو اللہ تعالیٰ نے فئی کے طور پر مجھے مرحمت فرمایا ہے اور جسے میرے لئے مخصوص فرمایا ہے تمہارے موجودہ مال و دولت کے ہوتے ہوئے تمہارے ہی درمیان تقسیم کردوں اور اگر تم راضی ہو تو اپنا مال تم اپنے پاس رکھو اور میں یہ مال صرف مہاجر مسلمانوں میں تقسیم کردوں۔ اس پر انصاری مسلمانوں نے عرض کیا۔

"نہیں بلکہ آپ یہ مال بھی مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرمادیں اور ہمارے مال میں سے بھی جتنا چاہیں لے کر ان کو عنایت فرمادیں۔!"

Presented by Ziaraat.Com

مہاجروں کے لئے انصار کی قربانیاں...... ایک روایت کے الفاظ کے مطابق آنحضرت ﷺ نے انصاریوں سے یوں فرمایا تھا کہ اگر تم پسند کروں تو میں یہ مال جو بنی نضیر سے حق تعالیٰ نے فیٔ کے طور پر مجھے عنایت فرمایا ہے میں تمہارے اور مہاجروں دونوں کے درمیان تقسیم کر دوں جبکہ مہاجروں کی رہائش کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ تمہارے مکانوں میں رہ رہے ہیں اور تمہارے ہی مال پر گزر کر رہے ہیں۔

مہاجرین جب مکے سے ہجرت کر کے مدینے آئے تھے تو وہ بالکل تہیدست اور بے سر و سامان تھے جبکہ انصاریوں کے پاس زمینیں اور جائیدادیں اور دوسرا سازو سامان موجود تھا۔ اس وقت انصاریوں نے اپنے باغات اور درختوں کے ذریعہ مہاجروں کی مدد کی۔ اب بعض مہاجروں نے تو انصاریوں کی اس پیشکش کو اپنی اللہ لو کے طور پر قبول کر لیا کہ محنت مزدوری بھی انصار خود کرتے تھے اور ان کی پرورش کرتے تھے اور بعض نے اس مدد کو اس شرط کے ساتھ قبول کیا کہ وہ باغ اور کھیتوں میں کام کریں گے اور فصل یا بہار کا آدھا حصہ ان کا ہوگا۔ ان لوگوں نے اس بات کو اپنے شرف اور عزت نفس کے خلاف سمجھا کہ وہ اس طرح محض امداد کے طور پر کوئی چیز قبول کریں جس سے ان کی حیثیت پست ہو جائے اور وہ بوجھ بن جائیں۔

غرض آنحضرت ﷺ نے اوس و خزرج کے لوگوں سے فرمایا۔

"اور اگر تم چاہو تو میں یہ مال مہاجروں کو دیدوں۔ (ی) تاکہ وہ تمہارے مکانات خالی کر دیں اور تمہارے مال و متاع یعنی باغات وغیرہ واپس کر دیں۔!"

انصار کی سیر چشمی...... "اس پر حضرت سعد عبادہ اور حضرت سعد ابن معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ" آپ اس مال کو مہاجروں میں ہی تقسیم فرمادیں اور وہ ہمارے گھروں میں ہی رہتے رہیں۔ بلکہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے مکانات، زمین، جائیداد اور مال و متاع کو بھی ان ہی میں تقسیم فرمادیں کیونکہ وہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنے گھر بار، مال و متاع اور خاندانوں کو چھوڑ آئے ہیں ہم تمام مال غنیمت میں بھی ان کو ہی ترجیح دیتے ہیں اور اس میں اپنا کوئی حصہ نہیں چاہتے۔!"

اس پر تمام انصاریوں نے ایک زبان ہو کر کہا۔ "یا رسول اللہ! ہم اس بات پر راضی ہیں اور سر تسلیم خم کرتے ہیں۔"

انصار کے جذبہ ایمانی پر نبی کی دعا...... "رسول اللہ ﷺ نے انصاریوں کے جذبہ ایمانی پر دعا فرمائی۔

"اے اللہ! انصاریوں اور انکی اولاد پر رحمت فرما۔"

ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ۔ "اور انکی اولاد کی اولاد پر بھی رحمت فرما۔"

صدیق اکبر کی طرف سے شکریہ...... پھر حضرت ابو بکر صدیق نے انصاریوں کو مخاطب کر کے انکا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے گروہ انصار۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔!

انصار کی تعریف میں وحی کا نزول...... حق تعالیٰ نے اس موقع پر انصار کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔ الآیہ پ ۲۸ سورہ حشر ترجمہ اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہو۔ اور واقعی جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ یعنی اپنے دینی بھائیوں کیلئے وہ انصاری مسلمان جس چیز اور مال کا

Presented by Ziaraat.Com

ایثار کر رہے ہیں چاہے اس کے دینے کے بعد خود کو فاقہ ہی کیوں نہ کرنا پڑے (مگر وہ اس میں ذرا پس و پیش نہیں کرتے)۔

مہاجروں میں مال کی تقسیم...... غرض اس کے بعد آنحضرت نے وہ مال مہاجرین کے درمیان تقسیم فرمادیا بعض علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت نے اس مال کو تمام مہاجرین میں تقسیم نہیں فرمایا۔ جہاں تک انصاریوں کا تعلق ہے تو آپ نے اس مال میں سے دو انصاریوں کے سوا اور کسی کو کچھ نہیں دیا۔ وہ دو انصاری سہل ابن حنیف اور ابو دجانہ تھے جو بہت زیادہ ضرور تمند تھے ۔ بعض علماء نے ان دونوں کے ساتھ ایک تیسرے انصاری حرث ابن صمہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ مگر بعض علماء نے اس میں یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ حرث بئر معونہ کے واقعہ میں اس سے پہلے قتل ہو چکے تھے۔

سعد ابن معاذ کو ابن ابوالحقیق کی تلوار...... نیز آنحضرت ﷺ نے بنی نضیر کے ایک بڑے سردار ابن ابو الحقیق کی تلوار حضرت سعد ابن معاذؓ کو عنایت فرمائی۔ یہ ایک نہایت بہترین اور عمدہ تلوار تھی جس کا تمام یہودیوں میں بڑا چرچا تھا۔

بنی نضیر کی زمینوں میں سے باغ کی جو زمین تھی آنحضرت ﷺ نے اس کو زراعت کے لئے استعمال فرمایا اور اسکی فصل سے اپنے گھر والوں کے لئے سال بھر کے کھانے پینے کا انتظام فرماتے تھے۔ اور جو مال اس سے زائد ہوتا اس سے آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے جنگی سامان یعنی گھوڑے اور ہتھیار فراہم فرماتے، اقول۔ مولف کہتے ہیں اس روایت میں اس بات کی تصریح ہے کہ آپ نے بنی نضیر کے اس فئی کے مال کو مہاجروں میں تقسیم نہیں فرمایا (کیونکہ اس روایت کے مطابق زمینوں کو خود آپ نے زراعت کیلئے استعمال فرمایا) مگر اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ کچھ زمین کو آپ نے خود استعمال فرمایا ہو اور باقی زمینیں تقسیم فرمادی ہوں)۔

اسی بات کی تائید آگے آنے والی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ ان زمینوں میں سے قابل کاشت یا دوسری زمینوں میں آنحضرت ﷺ کی زراعت کی کیا کیفیت اور نوعیت تھی میں اس سے واقف نہیں۔

خصائص صغریٰ میں ایک صحابی سے روایت ہے کہ بنی نضیر کے باغات رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص تھے جو حق تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائے تھے اور آپ کے لئے مخصوص کئے تھے مگر آپ نے ان میں کا اکثر حصہ مہاجروں کو عنایت فرمادیا اور اسے ان کے درمیان تقسیم کر دیا۔ ان میں سے کچھ حصہ آپ نے دو انصاری مسلمانوں کو بھی عنایت فرمایا۔

اب اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بنی نضیر کے باغات سے مراد ان کا مال و دولت ہے جیسا کہ گذشتہ سطروں میں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص باغات ہی مراد نہیں ہیں (بلکہ ان سے حاصل شدہ ساز و سامان ہے)۔

پھر میں نے بعض دوسرے علماء کا یہ قول دیکھا کہ اکثر روایتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بنی نضیر سے حاصل شدہ مال و متاع یعنی ان کے مویشی جیسے گھوڑے اور ان کے کھیت اور ان کا ساز و سامان خاص رسول اللہ ﷺ کا حق تھا جو حق تعالیٰ نے آپ کے لئے خاص فرمایا تھا۔ چنانچہ نہ آپ نے اس کے پانچ حصے کئے اور نہ اس میں سے کسی کا حصہ نکالا بلکہ آپ جتنا چاہا اس میں سے دیا اور ساز و سامان لوگوں کو ہبہ فرمادیا۔

زمینوں کی تقسیم...... حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ حضرت صہیبؓ اور

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ابوسلمہ ابن عبدالاسد کو آپ نے بنی نضیر کی مشہور ضیاع یعنی زمینیں عنایت فرمائیں (یہاں روایت میں ضیاع کا لفظ استعمال ہوا ہے) غالباً ضیاع سے مراد زمینیں ہی ہیں۔ اسی بات کی تائید بخاری کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر کو بنی نضیر کی زمینوں میں سے زمین کا ایک قطعہ عنایت فرمایا۔ جیسا کہ امتاع کے قول کے مطابق مراد یہی ہے۔

غرض بنی نضیر کا مال آنحضرت ﷺ کے لئے صفی تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی ضروریات کے لئے خاص فرمالیا تھا۔ آنحضرت ﷺ اس میں سے اپنے گھر والوں پر خرچ فرماتے اور اسی میں سے صدقات دیتے تھے۔

(اب بعض روایات سے معلوم ہوا کہ آپ نے اس فئی میں سے زمینیں تقسیم نہیں فرمائیں اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم فرمائی تھیں) مگر اس سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ شاید آپ نے ان میں سے کچھ زمینیں تو کچھ لوگوں کو عنایت فرمادیں اور کچھ اپنے لئے باقی رکھیں جن میں آپ کے لئے زراعت کی جاتی تھی۔

"انصار کے دیئے ہوئے مال کی واپسی کا حکم"...... جب آنحضرت ﷺ نے یہ مال مہاجرین میں تقسیم فرمایا تو ساتھ ہی ان کو حکم دیا کہ انصار کا جو مال انکے پاس ہے وہ اس کو واپس کردیں کیونکہ اس کے بعد انہیں اس مال کی ضرورت باقی نہیں رہی اور دوسرے اس لئے کہ وہ اس کے مالک نہیں ہوگئے تھے جبکہ انصاریوں نے اپنے باغات مہاجروں کو اس لئے دیئے تھے کہ وہاں باغات کی فصلوں اور بہار سے فائدہ اٹھاتے رہیں اور ان کی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔

ام ایمن کی غلط فہمی اور ضد...... حضرت ام ایمن کو انصاری مسلمانوں سے جو کچھ ملا تھا وہ اس کو یہ سمجھ رہی تھیں کہ یہ ان کی ملک ہو گیا ہے۔ اسی لئے انھوں نے اس مال کو واپس کرنے سے انکار کردیا۔ صورت یہ تھی کہ حضرت انس ؓ کی اللہ نے کچھ باغ آنحضرت کو دیئے تھے آپ نے وہ ام ایمن کو دے دیئے تھے۔ اب ام ایمن نے اس کو واپس کرنے سے انکار کیا تو آنحضرت نے ان پر یہ اصرار نہیں فرمایا کہ تمہیں وہ مال واپس کرنا ہی پڑے گا کیونکہ وہ آنحضرت کی دایہ تھیں جنھوں نے آپ کو کھلایا تھا اس لئے آپ ان کی رعایت فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان پر پچھلے مال کی واپسی کے لئے اصرار کرنے کے بجائے ان کو دوگنا مال دیکر چاہا کہ وہ پچھلا مال واپس کردیں۔ وہ پھر بھی نہیں مانیں تو آپ نے اسے تین گنا کردیا مگر وہ پھر بھی انکار کرتی رہیں۔ آخر اسی طرح بڑھاتے بڑھاتے جب آپ نے کو ان کے پچھلے مال سے تقریباً دس گنا زیادہ دیدیا تب وہ راضی ہوئیں۔

مگر اس واقعہ کو بنی نضیر کے واقعات میں بیان کرنا مسلم کی اس روایت کے خلاف ہے جس کے مطابق ام ایمن کا یہ واقعہ فتح خیبر کے موقعہ پر پیش آیا تھا۔ کیونکہ اس روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ خیبر کی جنگ سے فارغ ہو کر مدینے واپس تشریف لے گئے تو مہاجرین نے انصاری مسلمانوں کو ان کی رعایتیں واپس کر دیں جو انصار نے بطور احسان کے اپنے باغات اور فصلوں میں سے دے رکھی تھیں۔ پھر اسی ذیل میں ام ایمن کا یہ واقعہ ذکر کیا گیا ہے جو قابل غور ہے۔ واللہ اعلم

Presented by Ziaraat.Com

باب پنجاہ و دوم (۵۲)

غزوہ ذات الرقاع

عجائبات کا غزوہ...... اس غزوہ کو غزوۂ اعاجیب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس غزوہ میں بہت سے عجیب و غریب واقعات پیش آئے تھے، نیز اسی غزوہ کو غزوہ محارب، غزوہ بنی ثعلبہ اور غزوہ بنی انمار بھی کہا جاتا ہے۔ یہ روایت ابن اسحاق کی ہے۔

تاریخ غزوہ...... غزوہ بنی نضیر سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ ربیع الاول۔ اور ایک قول کے مطابق ربیع الاول اور ربیع الثانی اور جمادی الاول و جمادی الثانی کے کچھ دنوں تک مدینہ منورہ میں قیام فرما رہے۔

اسلامی لشکر کا کوچ...... اس کے بعد آپ نے نجد کے علاقے کی طرف کوچ کیا جہاں آپ بنی محارب اور بنی ثعلبہ کی گوشمالی کرنا چاہتے تھے کیونکہ آپ کو اطلاع ملی تھی کہ ان دونوں قبیلوں نے قبیلہ غطفان میں سے کافی بڑا لشکر جمع کر لیا ہے اور آپ سے جنگ کی تیاری کر رہے ہیں چنانچہ آپ نے چار سو اور ایک قول کے مطابق سات سو اور ایک قول کے مطابق آٹھ سو صحابہ کے ساتھ ان کی طرف کوچ کیا۔

اس غزوہ کا ترتیبی مقام...... امام بخاری نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ یہ غزوہ غزوۂ خیبر کے بعد پیش آیا تھا اور دلیل میں ابو موسیٰ کی روایت پیش کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ غزوہ ذات الرقاع میں خود شریک تھے۔ اس روایت میں ہے کہ ہم چھ آدمی آنحضرت ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے جبکہ ہمارے پاس اونٹ صرف ایک تھا۔ آخر ہمارے پیر پھٹنے لگے۔ خود میرے پیر چلتے چلتے پھٹ گئے اور ناخن اکھڑ گئے جس کی وجہ سے ہم نے کپڑوں کے چیتھڑے پھاڑ پھاڑ کر پیروں کو لپیٹ لئے۔ رقاع چونکہ چیتھڑوں کو کہتے ہیں اس لئے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع پڑ گیا۔

اب اگر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ابو موسیٰؓ غزوہ ذات الرقاع میں شریک تھے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس حبشہ سے غزوہ خیبر کے وقت ہی آئے تھے تو یہ بات ماننی ضروری ہو جاتی ہے کہ یہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا ہے۔

اس صورت میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع کو دو مرتبہ مانا جائے کہ ایک دفعہ غزوہ خیبر

Presented by Ziaraat.Com

سے پہلے ہوا اور دوسری مرتبہ غزوہ خیبر کے بعد ہوا۔ اب جہاں تک اس غزوہ ذات الرقاع کا تعلق ہے جس میں نماز خوف کا واقعہ پیش آیا تھا۔ تو وہ دوسرا غزوہ ذات الرقاع تھا۔

اس غزوہ کے نام کا سبب...... اس غزوہ کا نام ذات الرقاع پڑنے کا سبب وہی ہے جو حضرت ابو موسیٰ کی روایت سے پیچھے بیان ہوا ہے۔ اب اسکو اگر غزوہ خیبر کے بعد تسلیم کیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ یہ غزوہ غزوہ خندق کے بعد پیش آیا ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ نماز خوف غزوہ خندق تک مشروع نہیں ہوئی تھی کیونکہ اگر اس وقت نماز خوف شریعت میں شامل ہو چکی ہوتی تو آنحضرت ﷺ یہ نماز ضرور پڑھتے اور اسے موٴخر نہ کرتے جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔ آگے اس اختلاف کا جواب بھی آئے گا۔

ادھر علامہ شمس شامی نے بھی غزوہ ذات الرقاع کو غزوہ خیبر کے بعد ہی ذکر کیا ہے مگر کتاب اصل نے بخاری کی وہ گذشتہ روایت نقل نہیں کی ہے بلکہ اس کا مفہوم بیان کیا ہے چنانچہ کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں ہے کہ بخاری میں ابو موسیٰ کی حدیث ہم تک اس طرح پہنچی ہے کہ ان کے پیر پھٹ گئے جس پر انھوں نے کپڑے کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے۔ اسی لئے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع پڑا۔

پھر کہتے ہیں. امام بخاری نے ابو موسیٰ کی اس حدیث کو اس بات کے لئے دلیل بنایا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا ہے کیونکہ ابو موسیٰ غزوہ خیبر کے وقت ہی آئے تھے۔ مگر اس روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی (کہ وہ خود بھی غزوہ ذات الرقاع میں شریک تھے بلکہ ممکن ہے انھوں نے یوں کہا ہو کہ غزوہ ذات الرقاع میں جلتے ہوئے صحابہ کے پیر پھٹ گئے تھے۔ لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ ابو موسیٰ نے اس روایت میں خود اپنا واقعہ بیان نہیں کیا بلکہ صرف ان صحابہ کی کیفیت کو روایت کیا ہے جو غزوہ ذات الرقاع میں شریک تھے۔ مگر اس تشریح میں یہ اشکال ہے کہ بخاری کی روایت میں ابو موسیٰ کے صاف الفاظ یہ ہیں کہ پھر میرے پیر پھٹنے لگے اور میرے ناخن اکھڑ گئے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو موسیٰؓ خود اس غزوہ میں شریک تھے۔ کتاب اصل نے ذات الرقاع کو خیبر سے پہلے قرار دیتے ہوئے اپنے شیخ علامہ دمیاطی کا اتباع کیا ہے ساتھ ہی گذشتہ روایت کو بالمعنی بیان کرنے میں بھی ان ہی کا اتباع کیا ہے۔

علامہ دمیاطی نے اس روایت پر بھی کلام کیا ہے جو بخاری نے بالمعنی بیان کی ہے کہ یہ روایت غزوات کے علماء کے خلاف ہے جو ذات الرقاع کو خیبر سے پہلے قرار دیتے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ علامہ دمیاطی نے ایک صحیح حدیث کے غلط ہونیکا دعویٰ کیا ہے اور یہ کہ تمام سیرت نگار ان کی رائے کے خلاف گئے ہیں۔ نیز یہ کہ صحیح بخاری کی۔ اس روایت پر اعتماد کرنا کہ ذات الرقاع خیبر کی بعد پیش آیا زیادہ بہتر اور مناسب ہے کیونکہ غزوات کے علماء کا اس غزوہ کے وقت میں اختلاف ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ اگرچہ امام بخاری نے ابو موسیٰ کی یہ صاف روایت نقل کی ہے غزوہ ذات الرقاع خیبر کے بعد پیش آیا مگر اس کے باوجود انھوں نے بھی ذات الرقاع کو خیبر سے پہلے بیان کیا ہے پھر کہتے ہیں کہ میں نہیں کہہ سکتا آیا انہوں نے اصحاب مغازی یعنی غزوات کے علماء کی بات کو تسلیم کرنے کی وجہ سے ایسا کیا ہے جو کہتے ہیں کہ ذات الرقاع خیبر سے پہلے پیش آیا ہے یا جو راوی ان سے روایت نقل کرتے ہیں انھوں نے ایسا کیا ہے یا یہ ترتیب اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ذات الرقاع دو مختلف غزوؤں کا نام ہے جن میں سے ایک خیبر سے پہلے کا ہے اور دوسرا خیبر کے بعد کا جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

دوسرے غزوہ ذات الرقاع کا یہ نام رکھے جانے کی وجہ ابو موسیٰ کی وہی گزشتہ روایت ہے اب جہاں تک پہلے ذات الرقاع کا یہ نام رکھنے کا تعلق ہے تو اس کا آنے والے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

کتاب امتاع میں ہے کہ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ ذات الرقاع ایک سے زائد مرتبہ پیش آیا ہے جن میں سے ایک غزوہ خندق سے پہلے کا ہے اور دوسرا غزوہ خندق کے بعد پیش آیا ہے۔ یعنی جو خیبر کے بھی بعد کا ہے۔ غرض جب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ ذات الرقاع کے لئے کوچ فرمایا تو مدینے میں حضرت ابو ذر غفاری کو اپنا قائم مقام بنایا۔ ایک قول ہے کہ حضرت عثمان کو جانشین بنایا تھا۔

علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ اکثر علماء نے حضرت عثمانؓ کا نام ہی ذکر کیا ہے۔ ابن عبدالبر نے حضرت ابوذر غفاری کے نام میں شبہ بھی ظاہر کیا ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ مکے میں مسلمان ہونے کے بعد اپنی قوم کی بستیوں کی طرف چلے گئے تھے پھر ، غزوہ بدر، غزوہ احد، اور غزوہ خندق کی جنگیں ہو چکنے کے بعد ہی واپس آئے۔

اقول مولف کہتے ہیں کہ یہ سب شبہ اسی بنیاد پر ہے کہ یہ غزوہ ذات الرقاع خندق سے پہلے پیش آیا ہے کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ خندق اور خیبر کے بعد کا ہے تو حضرت ابوذر غفاریؓ کی قائم مقامی کے متعلق یہ شبہ بے بنیاد ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

__دشمن فرار اور عورتوں کی گرفتاری__...... رسول اللہ ﷺ مدینے سے روانہ ہو کر نجد کے علاقے میں پہنچے مگر وہاں آپ کو دشمنوں میں سے کوئی نہ ملا بلکہ کچھ عورتیں ملیں۔ آپ نے ان عورتوں کو قیدی بنایا۔ ان میں ایک حسین لڑکی بھی تھی۔

__پہلی نماز خوف__...... اس کے بعد آپ کو ایک لشکر ملا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب آنے لگے مگر جنگ کی نوبت نہیں آئی بلکہ ایک دوسرے سے خوف زدہ ہونے لگے یعنی مسلمانوں کو یہ ڈر ہوا کہ کہیں مشرکین اچانک ایسی حالت میں ان پر حملہ نہ کر دیں کہ وہ غافل ہوں۔ یہاں تک رسول اللہ ﷺ نے نماز خوف پڑھائی۔ یہ پہلی نماز خوف ہے جو آنحضرت ﷺ نے پڑھی۔

ایک روایت میں ہے کہ پھر ظہر کی نماز کا وقت آگیا اور آپ نے صحابہ کو نماز ظہر پڑھائی۔ اسی وقت مشرکوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا مگر ان ہی میں سے کسی نے کہا۔

اس وقت ان کو چھوڑ دو کیونکہ ان کے یہاں اس کے بعد ایک اور نماز ہے جو ان کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہے "(یعنی اس وقت حملہ کرنا) اس دوسری نماز سے مراد عصر کی نماز ہے اسی وقت جبریلؑ آنحضرت پر نازل ہوئے اور آپ کو مشرکوں کے اس ارادہ کی خبر دی چنانچہ آپ نے نماز عصر نماز خوف کے طریقہ پر پڑھی۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں۔ یہی سب کلام بعینہ آگے غزوہ حدیبیہ کے بیان میں آئیگا جہاں عسفان کے مقام پر صلوٰۃ خوف پڑھی گئی تھی۔ مگر اس واقعہ کو دو مرتبہ ماننے میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہیے۔ ادھر یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں جگہ اس ایک ہی واقعہ کا بیان ممکن ہے کسی راوی کی غلط فہمی کی وجہ سے رہا ہو۔ واللہ اعلم۔

__نماز خوف کا طریقہ__...... غرض نماز کے وقت دشمن قبلہ کی سمت کے علاوہ دوسری سمت میں تھا۔ لہذا آنحضرت نے دشمن کے حملہ کے خیال سے مسلمانوں کو دو جماعتوں میں تقسیم فرمایا ایک جماعت تو دشمن کا آمنا سامنا کر کے کھڑی ہو گئی اور ایک جماعت کو آنحضرت ﷺ نے قبلہ رو ہو کر ایک رکعت پڑھائی، پھر جب آپ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے لگے تو یہ جماعت آپ سے الگ ہو گئی اور اس نے اپنی نماز پوری کی۔ اس

Presented by Ziaraat.Com

کے بعد یہ جماعت دشمن کے روبرو جاکر کھڑی ہو گئی اور جو جماعت دشمن کے سامنے تھی اس نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے آکر دوسری رکعت میں آپ کی اقتداء کی۔ اس طرح آپ نے اس دوسری جماعت کو بھی ایک رکعت پڑھائی۔ دوسری رکعت میں جب آپ تشہد کے لئے بیٹھے تو یہ دوسری جماعت کھڑی ہو گئی اور اس نے اپنی بقیہ نماز پوری کی اور آپ کے جلوس تشہد میں شامل ہو گئی۔ پھر اس نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ سلام پھیرا۔ نماز کی یہ کیفیت غزوہ ذات الرقاع میں تھی جس کو شیخین نے روایت کیا ہے اور جس کے متعلق قرآن کی آیت بھی نازل ہوئی ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَوٰةَ۔ الآیہ پ۵ سورہ نساء ع ۱۶ آیت ۱۰۲

ترجمہ: اور جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہیں پھر آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ پھر آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو نماز خوف پڑھائی کہ ایک جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں اور دوسری کو باقی دو رکعتیں پڑھائیں۔ مگر آگے بیان ہو گا کہ آنحضرت ﷺ کی یہ نماز نخل کے مقام پر تھی۔

نماز خوف، آنحضرت کی خصوصیت ...... کتاب خصائص صغریٰ میں ہے کہ نماز خوف رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ ہم سے پہلی امتوں میں سے کسی پر بھی یہ نماز نہیں تھی یعنی گذشتہ شریعتوں میں سے کسی میں نماز خوف نہیں تھی۔ اور عین لڑائی کے دوران یعنی سخت خوف خطرہ کے وقت ہونے والی نماز آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔

لشکر کے لئے عبادہؓ و عمارؓ کی پہرہ داری ...... اسی غزوہ کے دوران سفر میں آپ نے ایک رات ایک جگہ قیام فرمایا اس وقت ہوا تیز چل رہی تھی۔ آپ ایک گھاٹی میں فروکش ہوئے تھے۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا۔

"کون ہے جو آج رات ہمارے لئے پہرہ دے گا"

اس پر حضرت عبادہ ابن بشر اور حضرت عمار ابن یاسرؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ سب کا پہرہ دیں گے۔ اس کے بعد دونوں گھاٹی کے درہ یعنی دہانے پر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عبادہ ابن بشر نے حضرت عمار ابن یاسر سے کہا۔

"ابتدائی رات میں تو میں پہرہ دے لوں گا یعنی تم جاؤ اور آخر رات میں تم پہرہ دینا تاکہ میں سو جاؤں۔!"

قیدی عورت کا شوہر انتقام کی راہ پر ...... چنانچہ حضرت عمار تو سو گئے اور حضرت عبادہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ادھر نجد کے علاقے میں آنحضرت ﷺ نے جن عورتوں کو پکڑا تھا ان میں سے ایک کا شوہر اس وقت غائب تھا۔ جب وہ واپس آیا تو اسے پتہ چلا کہ اس کی بیوی کو قیدی بنا کر مسلمان لے گئے ہیں۔ اس نے اسی وقت قسم کھائی کہ میں اس وقت تک چین سے نہ بیٹھوں گا جب تک محمد ﷺ کو نقصان نہیں پہنچالوں گا یا ان کے صحابہ کا خون نہیں بہالوں گا۔

عبادہ پر نماز میں تیر افگنی ...... (چنانچہ وہ پیچھا کرتا ہوا اس وادی کے قریب گیا جہاں آنحضرت ﷺ فروش تھے) جب اس نے وادی کے درہ پر حضرت عبادہ کا سایہ دیکھا تو بولا کہ یہ دشمن کا دیدبان اور پہرہ دار ہے اس کے بعد اس نے تیر کمان چڑھا کر عبادہ کا نشانہ لیا اور چلادیا جو عبادہ کے جسم میں پیوست ہو گیا (حضرت عبادہ اس وقت نماز میں مشغول تھے اس لئے نماز توڑ کر وہ حملہ نہیں کر سکتے تھے) انہوں نے تیر جسم سے نکال کر پھینک دیا اور نماز

Presented by Ziaraat.Com

جاری رکھی اس شخص نے دوسرا تیر مارا وہ بھی نشانے پر بیٹھا اور عبادہؓ کے جسم میں ترازو ہو گیا انھوں نے اس کو بھی نکال کر پھینک دیا اس شخص نے تیسرا تیر چلایا وہ بھی ان کے بدن میں پیوست ہو گیا اب ان کا خون کافی بہہ گیا تھا اس لئے انہوں نے جلدی جلدی نماز پوری کی اور حضرت عمار کو جگا کر کہا کہ اٹھو میں زخمی ہو گیا ہوں۔ جب اس حملہ آور نے حضرت عمار کو اٹھتے دیکھا تو اس نے سوچا کہ اس کی منت پوری ہو گئی ہے۔

پھر جب حضرت عمار نے حضرت عبادہ کو زخمی حالت میں دیکھا تو کہا۔

"بھائی آخر تم نے مجھے اسی وقت کیوں نہ جگایا جب تمہارے پہلا تیر لگا تھا"

حضرت عبادہ نے کہا

حضرت عبادہؓ کا ذوق عبادت...... اس وقت میں نماز میں مشغول تھا اور ایک سورت یعنی سورۂ کہف پڑھ رہا تھا مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہوا کہ میں اس سورت کو درمیان سے چھوڑ دوں "۔ ایک روایت میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دشمن کے مقابلے کیلئے اپنے صحابہؓ میں سے دو آدمیوں کو متعین فرمایا جن کو عبادہؓ ابن بشر اور عمار ابن یاسر کہا جاتا تھا۔ یہ دونوں مہاجر صحابہ تھے ان دونوں میں سے ایک کے ایک تیر آکر لگا جس سے ان کے جسم سے خون جاری ہو گیا اس وقت وہ نماز پڑھ رہے تھے انھوں نے نماز نہیں توڑی بلکہ رکوع اور سجدے کرتے رہے اور نماز جاری رکھی پھر تیر انداز نے ان پر دوسرا اور تیسرا تیر چلایا اور یہ دونوں بھی ان کے لگے مگر انھوں نے نماز نہیں توڑی۔ یہ صحابی حضرت عبادہ بن بشر تھے جیسا کہ بیان ہوا۔

نماز کے لئے جان کی بازی...... حضرت عبادہؓ نے اپنے ساتھی کو جگانے پر ان سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ جس مقصد سے آنحضرت ﷺ نے مجھے متعین فرمایا اور حکم دیا ہے وہ مقصد فوت نہ جائے تو میں ہرگز تمہیں نہ جگاتا یہاں تک کہ اسی حالت میں میری جان چلی جاتی۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں اسی واقعہ سے ہمارے شافعی علماء یہ مسئلہ نکالتے ہیں وہ نجاست جو پیشاب پاخانے کے راستوں کے علاوہ کسی اور طریقہ سے بدن کو لگ جائے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ آنحضرت ﷺ کو عبادہؓ بن بشر کے اس واقعہ کا علم ہوا کہ (ان کے جسم سے خون نکلا مگر آپ نے اس پر کچھ نہیں فرمایا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ خون نکلنے کے باوجود نماز پڑھتے رہے تو شاید ان کے کپڑوں اور جسم کو بہت تھوڑا ہی خون لگا تھا۔ (یعنی جو خون نکلا وہ ٹپک گیا بدن اور کپڑوں کو نہیں لگا۔ واللہ علم۔

آنحضرت ﷺ کے قتل کے لئے غورث کا عزم...... کہا جاتا ہے کہ دشمنوں میں ایک شخص تھا جس کا نام غورث ابن حرث تھا مشہور قول یہی ہے اس کا نام غورث تھا لیکن ایک قول کے مطابق اس کا نام غویرث ابن حرث تھا یعنی تصغیر کے ساتھ لفظ غویرث تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"کیا تمہارے لئے محمد ﷺ کو قتل نہ کر دوں۔"

لوگوں نے کہا۔

"ضرور کر دو۔ مگر قتل کر سکو گے "۔

غورث نے کہا۔

"میں بے خبری میں اچانک ان کے سر پر پہنچ جاؤں گا۔!

نبی سے فریب کی کوشش...... "چنانچہ غورث ایسے وقت آپ کے سامنے پہنچ گیا جب کہ آپ کی تلوار

Presented by Ziaraat.Com

آپ کی گود میں رکھی ہوئی تھی۔ اور کہنے لگا۔

"اے محمد ﷺ ذرا مجھے اپنی یہ تلوار تو دکھلایئے......!"

یہ کہتے ہی اس نے تلوار اٹھالی اور اچانک اسے سونت کر آپ پر وار کرنے کے انداز میں لہرانے لگا مگر اللہ تعالیٰ اس کو نامراد فرمانے والا تھا۔ چنانچہ اسی طرح تلوار کو آپ کے سر پر لہرا کر اس نے آپ سے پوچھا۔

"اے محمد ﷺ تمہیں مجھ سے ڈر نہیں لگ رہا ہے۔

"آپ نے فرمایا۔

"بالکل نہیں...... کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے میری حفاظت فرما رہا ہے۔"

غورث کی بد حواسی...... اسی وقت غورث نے آپ کی تلوار آپ کو واپس کر دی۔ آپ نے تلوار سنبھال "کر اس سے پوچھا۔

"اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا"۔

"غورث نے کہا۔

"تم کو تلوار لے کر نیک سلوک کرنا چاہئے۔"

غورث کا عاجزانہ وعدہ...... "آپ نے فرمایا کہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔"

غورث نے کہا۔

میں آپ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ آپ سے کبھی جنگ نہیں کروں گا اور نہ کبھی ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ کے خلاف صف آرا ہوں!۔"

غورث کی ذہنی کایا پلٹ...... اس پر آنحضرت ﷺ نے اسے نکل جانے دیا۔ وہاں سے وہ سیدھا اپنی قوم کے پاس آیا اور بولا۔

میں اس وقت سب سے بہترین انسان کے پاس سے آرہا ہوں!۔"

بعد میں غورث نے اسلام قبول کر لیا تھا اور ان کو صحابیت یعنی آنحضرت ﷺ کی ہمنشینی کی سعادت حاصل ہوئی۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ غورث آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تو آپ گود میں تلوار رکھے بیٹھے ہوئے تھے۔ غورث نے آکر اسی طرح آپ سے تلوار مانگی اور پھر اسے لہرا کر کہنے لگا کہ آپ مجھ سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں تمہیں تم سے ہرگز خوفزدہ نہیں ہوں۔ اس نے کہا میرے ہاتھ میں تلوار ہے آپ نے کہا اللہ تعالیٰ مجھے بچانے والا ہے۔ غورث نے تلوار میان میں ڈال کر آپ کو واپس کر دی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ غزوہ ذی امر کے بیان میں اور گزر چکا ہے جس میں دعثور نامی شخص نے اسی طرح اچانک آپ کو تنہا دیکھ کر جالیا تھا۔ مگر یہ دو علیحدہ علیحدہ واقعات ہیں ایک دعثور کے ساتھ پیش آیا اور دوسرا غورث کے ساتھ پیش آیا۔ لہٰذا اس سلسلے میں جو یہ قول ہے کہ اصل میں اور بظاہر یہ دونوں واقعات ایک ہی ہیں اس میں اشکال ہے جو بالکل ظاہر ہے۔ بہر حال یہ بات قابل غور ہے۔

اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ...... (قال) ایک روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اس غزوہ کے بعد واپس

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

مدینے تشریف لارہے تھے تو ایک روز دوپہر کے وقت آپ ایک وادی میں پہنچے جہاں بہت بڑے بڑے درخت تھے اور جن میں کانٹے بھی تھے۔ یہاں پڑاؤ ڈالنے کے بعد لوگ وادی میں اِدھر اُدھر مختلف درختوں کے نیچے جالیٹے خود آنحضرت ﷺ بھی ایک سایہ دار درخت کے نیچے تشریف فرما ہوگئے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ چونکہ یہ بہت سایہ دار درخت تھا اس لئے ہم نے اس کو آنحضرت ﷺ کے لئے ہی چھوڑ دیا تھا۔

غرض آنحضرت ﷺ نے اس درخت کے نیچے پہنچ کر اپنی تلوار درخت میں ٹانگ دی۔ اُدھر ہم لوگ مختلف جگہوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ ہم بھی قیلولہ کے لئے لیٹے اور سوگئے۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ ہمیں بلا رہے ہیں۔ ہم آپ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ کے پاس ایک دیہاتی بیٹھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"میں سو رہا تھا کہ اس شخص نے آکر میری تلوار پر قبضہ کر لیا۔ اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے دیکھا کہ یہ شخص تلوار سونتے میرے سامنے کھڑا ہے پھر اس نے کہا۔

"اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا۔"

میں نے کہا۔ اللہ۔ یہ بات اس نے تین مرتبہ کہی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔ اب اس روایت کی تفصیل اور گذشتہ روایت کی تفصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دو علیحدہ علیحدہ واقعات ہیں ایک ہی واقعہ نہیں ہے۔ یہ بات قرین قیاس نہیں کہ یہ شخص وہی غورث ہو جس کا گذشتہ واقعہ میں ذکر ہوا ہے اور اسی نے دو مرتبہ یہ حرکت کی ہو۔

اسی موقعہ پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَیْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَن یَبْسُطُوا إِلَیْكُمْ أَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ أَیْدِیَهُمْ عَنكُمْ

لا آیہ پ ۶ سورہ مائدہ ع ۲ آیت ۱۱

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جبکہ ایک قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کریں سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر نہ چلنے دیا۔

پیچھے اسی آیت کے سلسلے میں یہ بیان ہوا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب بنی نضیر کے ایک شخص نے چھت پر سے آنحضرت ﷺ کے اوپر ایک بڑا پتھر گرانا چاہا اور حق تعالیٰ نے آپ کو اس کی خبر دے کر محفوظ فرما دیا تھا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی گزر چکا ہے کہ ایک ہی آیت مختلف اسباب کے تحت ایک سے زائد مرتبہ نازل ہو سکتی ہے۔

کتاب شفاء میں ہے کہ ایک قول کے مطابق آنحضرت ﷺ کو قریش کی طرف سے خطرہ تھا۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی جو پچھلی سطروں میں ذکر ہوئی تو آپ کو اطمینان ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا۔

"اب جو میرا ساتھ چھوڑنا یعنی مجھ سے دغا کرنا چاہے کرلے۔"

یہاں ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ یہ بات اور یہ اطمینان تو اس آیت کے نازل ہونے کے وقت زیادہ مناسب تھا۔ وَاللَّهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

اس سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کو نقصان پہنچانا چاہے گا تو کامیاب نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرما رہا ہے۔ اگرچہ یہ ممکن رہا ہو کہ یہ حفاظت انفرادی ہو۔ لہذا یہ بات قابل غور ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

پیچھے آنحضرت ﷺ اور اس دیہاتی کا واقعہ گزرا ہے آنحضرت ﷺ نے اس کو اس امید میں سزا نہیں دی کہ ممکن ہے اس طرح کفار کی دلداری ہو اور وہ لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں (کیونکہ اس نیک سلوک کے نتیجہ میں یقیناً لوگ متاثر ہوتے)۔

مدینہ میں خوشخبری...... اس غزوہ کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ پندرہ دن مدینے سے باہر رہے۔ اپنی واپسی سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعال ابن سراقہ کو مدینے بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو آپ کی اور آپ کے صحابہ کی سلامتی کی خوشخبری سنادیں۔

ایک ماندہ اونٹ اور نبی کی مسیحائی...... یہ حضرت جعال ابن سراقہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ یہی وہ شخص ہیں جن کی شکل میں غزوہ احد کے موقعہ پر ابلیس ظاہر ہوا تھا اور اس نے اچانک اعلان کر دیا تھا کہ محمد ﷺ قتل ہوگئے ہیں۔ جیساکہ بیان ہوا۔

جابرؓ سے اونٹ کی خریداری...... اسی طرح راستے میں چلتے چلتے حضرت جابر ابن عبداللہ کا اونٹ تھک کر چور ہو گیا اور اسے چلنا دوبھر ہو گیا آنحضرت ﷺ نے اسے کچوکا دے کر ابھارا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک ڈنڈے سے اس کو ٹھوکا دیا جس کے بعد وہ ایک دم اتنا تیز قدم چلنے لگا کہ سارے قافلے سے آگے آگے ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اب میں اس کو روک رہا تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ سے آگے چلنے سے مجھے شرم آرہی تھی مگر وہ اپنی لگام مجھ سے کھینچے لے رہا تھا حالانکہ میں چاہتا تھا کہ وہ سب کے ساتھ رہے پھر آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔ "کیا تم یہ اونٹ مجھے فروخت کر سکتے ہو۔

اونٹ کا بھاؤ تاؤ...... (حضرت جابرؓ راضی ہوگئے) چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ایک اوقیہ میں ان سے اس کو خرید لیا۔ ایک قول ہے کہ چار اوقیہ میں خریدا تھا اور ایک قول کے مطابق پانچ اوقیہ میں خرید فرمایا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ پانچ دینار میں خریدا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے آپ نے ان کو بطور مذاق کے ایک درہم دیا۔ حضرت جابرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھے فروخت کریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ رفتہ رفتہ ایک ایک درہم بڑھاتے رہے اور حضرت جابرؓ یہ کہتے رہے۔

"خدا کی قسم میں نے اتنے میں لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے یارسول اللہ!"

بعض علماء نے لکھا ہے کہ شاید ایک ایک درہم بڑھانے سے آنحضرت ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ آپ کے لئے ان کی استغفار بھی بڑھتی رہے۔

غرض اونٹ خریدنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا۔

"مدینے تک تمہیں اس پر سواری کی اجازت ہے۔"

جابرؓ کے لئے آنحضرت ﷺ کا استغفار...... ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ طے کر لیا تھا کہ مدینے تک میں ہی اس پر سوار رہوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے اس رات میں حضرت جابرؓ کے لئے پچیس مرتبہ اور ایک قول کے مطابق ستر مرتبہ استغفار فرمائی۔ مدینے پہنچنے کے بعد آپ نے ان کو قیمت ادا کی اور پھر اونٹ بھی ان کو ہبہ کر دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک قول یہ ہے کہ یہ یعنی حضرت جابر کے اونٹ کے تھکنے کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب رسول اللہ ﷺ مکے سے واپس مدینے تشریف لارہے تھے۔ ایک قول ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی کے موقعہ پر یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

بخاری میں خود حضرت جابرؓ سے جو روایت ہے وہ یہ ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا اور ایک تھکے ہوئے اور بھاری اونٹ پر سوار تھا جو سب سے پیچھے چل رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ نے پکار کر پوچھا کہ کون ہے۔ میں نے عرض کیا جابر ابن عبداللہ ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں جس اونٹ پر سوار ہوں یہ بہت تھکا ہوا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی ٹہنی ہے۔ میں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا مجھے دو۔ آپ نے وہ ٹہنی اونٹ کے ماری اور اسے ڈپٹا۔ اچانک وہ اتنا تیز چلا کہ سب سے آگے ہو گیا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو۔ میں نے عرض کیا

"نہیں۔ بس یہ آپ کا ہو گیا!۔"

آپ نے فرمایا۔

"نہیں مجھے فروخت کر دو۔ بس میں نے اس کو چار دینار میں خرید لیا لیکن مدینے تک تم اس کی سواری کرو!۔"

پھر جب میں مدینے پہنچا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا۔

بلال۔ ان کو قیمت ادا کر دو اور کچھ زائد دے دو!۔"

خرید ے ہوئے اونٹ کا جابر کو ہدیہ...... حضرت بلالؓ نے ان کو چار دینار دیئے اور ایک قیراط کا مزید اضافہ کر دیا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ پھر آنحضرت ﷺ نے مجھے اونٹ بھی دے دیا اور مال غنیمت میں سے میرا حصہ بھی عنایت فرمایا۔

ایک اور روایت میں حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ مدینے پہنچ کر آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو میں بھی اندر پہنچا اور پتھر کے چوکوں کی سمت میں اونٹ کھڑا کر کے اس کو چارہ ڈال دیا پھر میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! یہ آپ کا اونٹ ہے!۔"

آنحضرت ﷺ یہ سن کر نکلے اور اونٹ کے چاروں طرف گھومے اور پھر فرمایا۔

"اونٹ اور اس کی قیمت دونوں تمہارے ہیں!۔"

ایک روایت میں ہے کہ۔ حضرت جابرؓ نے وہ اونٹ سونے کے بدلے میں آنحضرت ﷺ کو فروخت کیا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ان کو گھر تک اس پر سوار ہو کر جانے کی اجازت دی۔ مدینے پہنچ کر جب آپ نے جابر کو قیمت ادا کر دی اور وہ لوٹ گئے تو آپ نے ان کے پیچھے آدمی بھیج کر انہیں بلایا اور فرمایا۔

"میں تمہارا اونٹ نہیں لے رہا ہوں۔ اس لئے اپنا اونٹ تم خود ہی رکھو!۔"

حضرت جابرؓ سے ہی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ اونٹ تبوک کے راستے میں ان سے خرید ا تھا اور چار اوقیہ اس کی قیمت دی تھی۔ اور ایک روایت کے مطابق بیس دینار قیمت لگائی تھی۔

اب اگر ان سب روایتوں کو درست مانا جائے تو ان کے درمیان موافقت ضروری ہے جو قابل غور ہے

Presented by Ziaraat.Com

کیونکہ جتنی روایتیں ہیں اگر ہر ایک کو ایک علیحدہ اور مستقل واقعہ مانا جائے تو یہ بات قرین قیاس نہیں ہے۔

اس غزوہ کے نام کے دوسرے اسباب...... جہاں تک غزوہ ذات الرقاع کے نام کا تعلق ہے اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ اس غزوہ کا یہ نام ایک درخت کی وجہ سے رکھا گیا جو اس مقام پر تھا اس درخت کو ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔ یا یہ نام اس لئے پڑا کہ مسلمانوں نے اپنے جھنڈوں کو پھاڑ کر ان کے چیتھڑے کر لئے تھے۔ اور یا اس لئے کہ انہوں نے اپنے پیروں پر چیتھڑے لپیٹ لئے تھے کیونکہ ان کے پیروں میں پھٹن پیدا ہو گئی تھی جیسا کہ بیان ہوا۔ یا اس لئے یہ نام پڑا کہ اس غزوہ میں جو نماز پڑھی گئی وہ رقعہ یعنی ٹکڑوں میں کر کے پڑھی گئی۔

یا اس لئے کہ نجد میں مسلمان جس پہاڑ کے دامن میں فروکش ہوئے اس کی زمین مختلف رنگوں کی تھی جو ٹکڑوں ٹکڑوں کی طرح تھی کہ کسی جگہ سے سرخ تھی، کسی جگہ سے سیاہ تھی اور کسی جگہ سے سفید تھی۔ مگر حافظ ابن حجر نے اس قول کو غریب قرار دیا ہے اور امام نووی کہتے ہیں کہ ممکن ہے ان باتوں کی وجہ سے اس غزوہ کا یہ نام پڑا ہو۔

آنحضرت ﷺ کی ایک اور مسیحائی...... (قال) اسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بدوی عورت اپنے بیٹے کو لے کر آئی اور کہنے لگی۔

"یا رسول اللہ! یہ میرا بیٹا ہے اس پر شیطان کا غلبہ ہے!۔"

آنحضرت ﷺ نے اس کا منہ کھولا اور اس میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ پھر فرمایا۔

"رسوا ہو اے خدا کے دشمن۔ میں اللہ کا رسول ہوں!۔"

پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا۔

"تمہارا بیٹا ٹھیک ہو گیا۔ اس کو جو کچھ روگ تھا اب کبھی نہیں ہوگا!۔"

نبی کے دربار میں ایک پرندہ کی دہائی...... چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس غزوہ میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ آپ کے پاس ایک شخص ایک پرندہ کا چھوٹا سا بچہ لے کر آیا۔ اسی وقت اس پرند بچہ کے ماں باپ میں سے ایک وہاں پہنچا اور آکر اس شخص کے سامنے گر گیا جس نے اس کے بچے کو پکڑا تھا لوگوں کو اس بات پر بہت تعجب ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"کیا تمہیں اس پرندے پر حیرت ہو رہی ہے!۔ تم نے اس کے بچے کو پکڑ لیا اس لئے اس نے اپنے بچے کی محبت میں خود کو یہاں گرا دیا ہے۔ خدا کی قسم تمہارا پروردگار تمہارے ساتھ اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنا یہ پرندہ اپنے بچہ پر ہے۔"

شتر مرغ کے انڈے اور معجزے کا ظہور...... اسی غزوہ میں ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے شتر مرغ کے تین انڈے لائے گئے۔ آپ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا۔

"لو جابر۔ یہ انڈے بنا کر لاؤ۔"

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے وہ انڈے پکائے اور انہیں ایک رکابی میں رکھ کر لایا۔ اب ہمیں روٹی کی تلاش ہوئی تو کسی کے پاس روٹی نہیں تھی۔ آخر آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ بغیر روٹی کے ہی وہ انڈے کھانے لگے یہاں تک کہ ہر ایک نے پیٹ بھر کر کھا لیا مگر رکابی میں انڈے جوں کے توں باقی تھے۔

مالک کے خلاف ایک اونٹ کی فریاد...... اسی طرح اس غزوہ میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک اونٹ

Presented by Ziaraat.Com

جھومتا ہوا آیا اور آنحضرت ﷺ سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور بلبلانے لگا آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"جانتے ہو اونٹ نے کیا کہا ہے۔ یہ اونٹ اپنے مالک سے میری پناہ مانگ رہا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس کا مالک برسوں سے اس سے کھیتی باڑی کے سلسلے میں سخت مشقت لے رہا تھا اور اب اس کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ جابر اس کے مالک کے پاس جاؤ اور سے بلا کر لاؤ!"

حضرت جابرؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ میں تو اس کے مالک کو نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا کہ (اس اونٹ کے ساتھ جاؤ) یہ تمہیں اس کی نشاندہی کرے گا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ پھر وہ اونٹ میرے ساتھ چلا یہاں تک کہ اپنے مالک کے پاس پہنچ کر رک گیا۔ اس کے بعد میں اس شخص کو آنحضرت ﷺ کے پاس لایا اور آپ نے اس سے اونٹ کے متعلق بات کی۔

عبداللہ ابن جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ پھر رہا تھا۔ اس نے جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کو دیکھا وہ اچانک رونے لگا اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ آنحضرت ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کے اوپر ہاتھ پھیرا جس سے وہ خاموش ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔

"اس اونٹ کا مالک کون ہے۔"

اس پر ایک انصاری نوجوان سامنے آیا اور بولا کہ یا رسول اللہ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا۔

"کیا تمہیں اس جانور کے سلسلے میں خدا کا خوف نہیں ہوتا جس کو خدا نے تمہاری ملکیت بنایا ہے یہ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم نے اس کو بھوکوں مار رکھا ہے اور سخت محنت لیتے ہو۔"

مظلوم جانور کی نبی ﷺ سے سرگوشیاں ...... ایک روایت میں ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک اونٹ آیا اور آنحضرت ﷺ کے پہلو میں آکر کھڑا ہو اور بلبلانے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا۔

"اے اونٹ۔ چپ ہو جا اگر تو سچا ہے تو تجھے سچ کا بدلہ مل جائے گا۔ اور اگر تو جھوٹا ہے تو تیرا جھوٹ تیرے سامنے آجائے گا۔ ! حق تعالیٰ نے ہماری پناہ میں آنے والوں کو مامون فرمادیا ہے ہماری پناہ لینے والوں کو وہ محروم نہیں فرماتا۔"

ہم نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ ! یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے۔"

اونٹ کی شکایت ...... آپ نے فرمایا۔ "اس کا مالک اسے ذبح کرنا اور اس کا گوشت کھانا چاہتا ہے اس لئے یہ ان کے پاس سے بھاگ آیا اور اب تمہارے نبی سے فریاد کر رہا ہے !۔"

ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ اس اونٹ کے مالکان اس کی تلاش میں وہاں آگئے۔ اونٹ نے جیسے ہی ان کو دیکھا وہ پھر آنحضرت ﷺ کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا اور آپ کی پناہ لینے لگا۔ ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ ! یہ ہمارا اونٹ ہے اور تین دن سے بھاگا ہوا ہے۔ اتنی تلاش کے بعد اب یہ آپ کے پاس سے ملا ہے !۔"

Presented by Ziaraat.Com

آپ نے فرمایا۔

"یہ مجھ سے فریاد کر رہا ہے!۔"

ان لوگوں نے پوچھا کہ کیا کہہ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"یہ کہتا ہے کہ اس نے برسوں سے تمہارے یہاں پرورش پائی گرمی کے موسم میں تم اس پر بوجھ لاد کر گرم جگہوں پر لے جاتے تھے اور سردی کے موسم میں تم اس پر سامان لاد کر سرد جگہوں پر لے جاتے تھے اور جب یہ بڑا ہو گیا تو تم نے اس کے ذریعہ نسل کشی کی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں مضبوط قسم کے اونٹ عطا فرمائے۔ اب جب کہ یہ اس کمزوری کی عمر کو پہنچ گیا تو تم اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھانا چاہتے ہو!"

مالک کی طرف سے شکایت کی تصدیق...... ان لوگوں نے عرض کیا۔

"خدا کی قسم یا رسول اللہ ﷺ واقعہ تو بالکل یہی ہے!۔"

آپ نے فرمایا۔

"مگر آقا کی طرف سے ایک نیک اور وفادار خادم کا صلہ یہ تو نہیں ہونا چاہئے!۔"

ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے وعدہ کیا کہ ہم اس کو اب نہ پریشان کریں گے اور نہ ذبح کریں گے۔

آپ نے فرمایا۔

"تم جھوٹ کہتے ہو۔ اس نے تم سے فریاد کی تھی مگر تم نے اس کی فریاد رسی نہ کی!۔ میں تمہارے مقابلے میں رحم و ہمدردی کرنے کا زیادہ اہل ہوں۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے رحم اور ہمدردی کے جذبہ کو منافقوں کے دلوں سے نکال دیا ہے اور مومنوں کے دلوں کو اس سے لبریز کر دیا ہے!۔"

اونٹ کی خریداری اور رہائی..... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے سو درہم میں وہ اونٹ ان سے خرید لیا۔

پھر آپ نے اس اونٹ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"اے اونٹ۔ اب تو جہاں چاہے چلا جا!۔"

نبیؐ و امت کے لئے اونٹ کی دعائیں..... اس پر اونٹ نے آنحضرت ﷺ کے پہلو میں یعنی کان کے قریب منہ کر کے کچھ بتلایا تو آپ نے آمین فرمایا۔ پھر وہ دوسری مرتبہ بولا تو آپ نے پھر آمین فرمایا پھر وہ تیسری مرتبہ بولا اور آپ نے پھر آمین فرمایا۔ اس کے بعد وہ چوتھی مرتبہ بلبلایا تو آپ رونے لگے۔ ہم نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"اس نے کہا۔ اے پیغمبر! اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور قرآن کے لئے جزائے خیر عطا فرمائے۔ میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو خوف اور ڈر سے اسی طرح پر سکون فرمادے جس طرح آپ نے میرے دل کو پر سکون فرمایا ہے۔ میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے خون کو اسی طرح محفوظ فرمادے جس طرح آپ نے میرے خون کی حفاظت فرمادی۔ میں نے کہا۔ آمین۔ پھر اس نے کہا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی قوت کو آپس کی لڑائیوں میں خرچ نہ کرائے۔ اس پر میں رو پڑا کیونکہ یہ چوتھی دعا میں نے بھی حق تعالیٰ سے مانگی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے یہ دعا و تمنا پوری کرنے سے انکار فرمادیا۔"

آنحضرت ﷺ کا اونٹ سے یہ فرمانا کہ۔ اب تو جہاں چاہے چلا جا۔ ہمارے شافعی علماء کے اس قول کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جانوروں کو آزاد چھوڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جاہلیت کے

Presented by Ziaraat.Com

اس طریقہ کے مطابق ہے جس میں کفار سائبہ کو چھوڑتے تھے۔ لہذا یہ کہا جائے گا کہ آنحضرت ﷺ کے اس قول سے مراد یہ ہے کہ جس طرح جی چاہے جا یعنی تو نے جو فریاد کی تھی وہ پوری ہو گئی اب ہر حال میں تو محفوظ اور مامون ہے۔

علامہ ابن جوزی نے جو کچھ لکھا ہے اس سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی مقصد سے یہ جملے فرمائے تھے۔ اور ظاہر ہے اس تشریح پر کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

لونٹ کے اس واقعہ کی طرف امام سبکی نے اس قصیدے کے ایک شعر میں اشارہ کیا ہے جو یہ ہے۔

وورب بعير قد شكالك حاله

فاذهبت عنه كُلَّ كَلّ وقلبه

ترجمہ: ایک لونٹ نے جب آپ کے حضور میں اپنی زبوں حالی اور مظلومیت کی فریاد کی تو آپ نے اس کی تمام کلفت اور مصائب دور کر دیئے۔

ام سلمہؓ سے آنحضرت ﷺ کا نکاح..... پھر اسی سال یعنی ٤ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ ہندہؓ سے نکاح فرمایا جبکہ ابو سلمہ ابن عبد الاسد کا انتقال ہو گیا تھا (۔ اور حضرت ام سلمہ بیوہ ہو گئی تھیں)۔

اس سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کی جو یہ روایت پیش کی جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ام سلمہؓ سے ٢ھ میں نکاح فرمایا تھا۔ تو یہ روایت بے معنی ہے۔

ایک قول ہے کہ اسی سال میں تیمم کا حکم بھی نازل ہوا۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

باب پنجاہ و سوم (۵۳)

غزوۂ بدر آخر

ابوسفیان سے کیا ہوا جنگ کا وعدہ...... اس غزوہ کو بدر موعد بھی کہتے ہیں کیونکہ ابوسفیان نے اس جنگ کا وعدہ کیا تھا اس لئے کہ جب جنگ احد کے بعد وہ وہاں سے واپس جارہا تھا تو اس نے کہا تھا۔ آئندہ بدر کے میلے کے زمانے میں ہمارا تمہارا ملنے یعنی مقابلے کا وعدہ رہا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو یہ جواب دینے کا حکم دیا تھا کہ کہہ دو۔ ہاں انشاء اللہ۔ جیسا کہ بیان ہوا۔

غزوہ ذات الرقاع سے واپس تشریف لانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے جمادی الاولیٰ کے باقی دنوں سے رجب کے آخر تک کا وقت مدینہ منورہ میں گزارا اور پھر شعبان میں آپ بدر ثانی کے لئے روانہ ہوئے۔

تاریخ غزوہ...... کتاب اصل یعنی عیون الاثر نے صرف یہی قول نقل کیا ہے۔ مگر ایک قول ہے کہ آپ شوال میں روانہ ہوئے تھے اور ایک قول کے مطابق ذی قعدہ کا چاند نظر آتے ہی روانہ ہوئے تھے۔ مگر ہر قول کے مطابق یہ روانگی ۴ھ میں ہوئی تھی۔

اس بارے میں موسیٰ ابن عقبہ کا یہ قول کہ یہ کوچ ۳ھ کے شعبان میں ہوا تھا۔ صرف وہم ہے کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ غزوہ احد کے بعد ہی تھا اور غزوہ احد ظاہر ہے شوال ۳ھ میں پیش آیا تھا۔

حافظ دمیاطی نے اس غزوہ بدر ثانی کو غزوہ ذات الرقاع سے پہلے قرار دیا ہے۔ اس بارے میں علامہ شمس شامی اور صاحب امتاع نے حافظ دمیاطی کا ہی اتباع کیا ہے (اور اس غزوہ یعنی بدر ثانی کو ذات الرقاع سے پہلے قرار دیا ہے)۔

مدینے سے روانہ ہو کر آنحضرت ﷺ ذی قعدہ کی چاند رات کو میدان بدر میں پہنچے۔ اب یہ بات اسی صورت میں ٹھیک ہو سکتی ہے جبکہ آنحضرت ﷺ کی روانگی شوال کے مہینے میں مانی جائے!۔"

بدر کا میلہ...... اسی زمانے میں ہر سال بدر کا میلہ ہوا کرتا تھا جس میں شرکت کے لئے لوگ جمع ہوتے اور یہاں آٹھ دن تک قیام کرتے جیسا کہ اس سلسلے کا بیان پیچھے گزر چکا ہے (کہ جس طرح مکے کے قریب ذی المجاز وغیرہ کے سالانہ میلے لگا کرتے تھے ایسے ہی مقام بدر میں بھی سالانہ میلہ اور بازار لگا کرتا تھا جس میں شریک ہونے کے

Presented by Ziaraat.Com

لئے جوق در جوق لوگ آتے اور سیر و تفریح اور تجارت کیا کرتے تھے)۔

مدینے میں قائم مقامی...... مدینے سے روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابی ابن سلول کو اپنا قائم مقام بنایا۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن رواحہ کو قائم مقام بنایا تھا۔ اس غزوہ کے لئے آپ ڈیڑھ ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر چلے۔ اس لشکر میں دس گھوڑے سوار تھے۔

قریش کی طرف سے مسلمانوں کا کوچ رکوانے کی کوشش...... حضرت نعیم ابن مسعود اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے چنانچہ جب صحابہ کوچ کی تیاری میں لگے ہوئے تھے نعیم ابن مسعود نے قریش کو جا کر یہ خبر دے دی کہ مسلمان تم سے بدر کے مقام پر جنگ کرنے کے لئے کوچ کی تیاری کر رہے ہیں۔ ابوسفیان نہیں چاہتا تھا کہ آپ اس وقت مقابلہ کے لئے آئیں چنانچہ اس نے نعیم کو وعدہ دیا کہ اگر وہ واپس مدینے جا کر مسلمانوں کو اس کوچ سے روک دیں تو وہ ان کو بیس اونٹ دے گا۔ اور ایک قول کے مطابق دس اونٹ دے گا۔ پھر انہیں اونٹ پر سوار کرا کے ابوسفیان نے ان سے کہا۔

"میں اس وقت لشکر لے کر جانا مناسب نہیں سمجھتا اب اگر محمد ﷺ جنگ کے لئے آئیں اور ہم نہ جائیں تو اس سے ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔ لہٰذا یہ کہلوانے کے بجائے کہ ہم جنگ سے جان چرا گئے میں چاہتا ہوں لوگ یہی بات ان کے متعلق کہیں کہ وہ جنگ سے جان چرا گئے۔ اس لئے تم مدینے جاؤ اور ان لوگوں سے یہ کہو کہ میں بہت زبردست لشکر لے کر آرہا ہوں جس کا وہ کسی حال میں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس خدمت کے انعام میں تمہیں میں اتنے اتنے اونٹ دوں گا جو میں سہیل ابن عمرو کے ہاتھ سے تمہیں دلواؤں گا۔"

نعیم ابن مسعود سہیل ابن عمرو کے پاس آئے اور بولے۔

"اے ابو یزید! تم مجھے ان اونٹوں کی ضمانت دو۔ میں محمد ﷺ کے پاس ان کو کوچ سے روکنے جا رہا ہوں۔"

نعیم کی مدینے میں ہراس پھیلانے کی کوشش...... سہیل نے اس کا اقرار کر لیا تو نعیم مدینے آئے یہاں انہوں نے مسلمانوں سے کہنا شروع کیا کہ ابوسفیان کے پاس زبردست لشکر ہے جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ نعیم ایک ایک مسلمان سے اس قسم کی باتیں کہتے پھرنے لگے جس کا اثر یہ ہوا کہ ان کے دلوں میں خوف بیٹھ گیا اور کوچ کے سلسلے میں ان کے ارادے ڈانواں ڈول ہو گئے۔ ادھر منافقین اور یہودی مسلمانوں پر اس دہشت سے بہت خوش تھے۔ چنانچہ وہ لوگ بھی سہیل کی باتیں سن کر کہتے پھرنے لگے کہ ابوسفیان کے اس لشکر سے محمد ﷺ بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔

ابوبکر و عمر کا جوش اور نبی سے گفتگو...... حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے یہ باتیں سنیں تو وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔

"یا رسول اللہ! حق تعالیٰ اپنے نبی کا بول بالا کرنے والا ہے اور وہی اپنے دین کو سربلند فرمانے والا ہے۔ ہم سے دشمن نے مقابلہ کے لئے آنے کا وعدہ کیا تھا اس لئے ہم اب پیچھے رہنا پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ اس کو ہماری بزدلی سمجھیں گے۔ لہٰذا وعدے کے مطابق چلئے خدا کی قسم اسی میں خیر اور بہتری ہو گی۔"

آنحضرت ﷺ کی مسرت اور کوچ کا عزم...... آنحضرت ﷺ یہ مشورہ سن کر بہت خوش ہوئے

Presented by Ziaraat.Com

پھر آپ نے فرمایا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں مقابلے کے لئے ضرور جاؤں گا چاہے میرے ساتھ کوئی بھی نہ چلے۔"

لشکر اسلام کی بدر کو روانگی...... اس ارشاد کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں مشرکوں کی جو دہشت پیدا ہونے لگی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو دور فرمادیا اور سب کوچ کے لئے آمادہ ہوگئے) آنحضرت ﷺ کا پرچم حضرت علیؓ نے اٹھایا اور مسلمان اپنے ساتھ تجارت کا سامان وغیرہ بھی لے کر بدر کی طرف روانہ ہوئے جس کے نتیجہ میں ان کو دوگنا فائدہ ہوا۔

ابو سفیان کی حیلہ جوئی......ادھر ابو سفیان نے قریش سے کہا۔

"ہم نے نعیم کو بھیجا ہے تاکہ وہ مدینے پہنچ کر محمد ﷺ کے صحابہ کو کوچ سے روک سکے۔ مگر ہم کو بھی (وعدے کے مطابق) کوچ کرنا چاہئے لیکن ہم ایک یا دو رات کی مسافت تک چل کر واپس آجائیں گے۔ اب اگر محمد ﷺ خود روانہ نہیں ہوئے اور ان تک یہ خبر پہنچی کہ ہم نے کوچ کیا تھا لیکن یہ معلوم ہونے کے بعد واپس ہوگئے کہ مسلمان نہیں نکلے تو ہمارا نام اونچا اور ان کا نام نیچا ہو جائے گا۔ اور اگر وہ بھی مقابلے کے لئے روانہ ہوگئے تو بھی ہم یہ کہہ کر راستے سے واپس ہو جائیں گے کہ یہ قحط کا سال ہے اور خوش حالی کے سال کے علاوہ کسی وقت جنگ کے لئے کوچ کرنا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے۔

قریش کا پر فریب کوچ......لوگوں نے ابو سفیان کی رائے کو پسند کیا چنانچہ وہ دو ہزار قریشی لشکر کے ساتھ مکے سے روانہ ہوا۔ اس لشکر میں پچاس گھوڑے سوار تھے یہاں تک کہ چلتے چلتے یہ لشکر مجنہ کے مقام تک پہنچ گیا۔ یہ مجنہ مر ظہران کی سمت میں ایک مشہور بازار اور منڈی تھا (جہاں ہر سال میلہ لگا کرتا تھا) ایک قول ہے کہ قریشی لشکر عسفان کے مقام تک پہنچ گیا۔

اس وقت ابو سفیان نے ان سے کہا۔

"اے گروہ قریش! تمہارے لئے صرف تروتازگی کے سال میں ہی کوچ کرنا مناسب ہو سکتا ہے۔ جس میں درختوں پر سبزہ ہوتا ہے اور تمہیں پینے کا پانی آسانی سے ملتا ہے جبکہ یہ سال سخت خشکی اور قحط کا ہے میں تو واپس جاتا ہوں اس لئے تم بھی چلو۔"

راہ میں سے واپسی...... چنانچہ یہ لوگ بھی اس مقام سے واپس مکے چلے گئے۔ مکے والوں نے اپنے اس لشکر اور کوچ کو جیش السویق کا نام دیا۔ جس کے معنی ہیں ستو والا لشکر۔ وہ کہتے تھے کہ ہم لوگ تو اصل میں ستو پینے کے لئے نکلے تھے (کیونکہ لشکر نے سفر کے دوران ستو پیا اور تھوڑا فاصلہ طے کر کے واپس آگیا)۔

دشمن کے لئے آنحضرت ﷺ کا بدر میں انتظار...... ادھر رسول اللہ ﷺ بدر کے مقام پر پہنچ کر قریشی لشکر کا انتظار کرتے رہے کیونکہ ابو سفیان نے بدر کے میلے کے زمانے میں آنے کا وعدہ کیا تھا جو آٹھ دن تک ہوا کرتا تھا۔ آنحضرت ﷺ بدر کے مقام پر ذی قعدہ کے مہینے کی چاند رات کو پہنچ گئے تھے جیسا کہ بیان ہوا اور صبح سے یعنی ذی قعدہ کی پہلی تاریخ سے میلہ شروع ہوا۔ لہذا مسلمانوں نے ان آٹھ دنوں میں وہیں قیام کیا جن میں میلہ لگا ہوا تھا مسلمان جب بھی قریش کے متعلق پوچھتے تھے اور انہیں جواب ملتا کہ ان لوگوں نے تمہارے خلاف زبردست لشکر جمع کر لیا ہے تو مسلمان صرف اتنا کہتے۔

Presented by Ziaraat.Com

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

"اللہ تعالیٰ ہی ہمیں کافی ہے اور وہی سب سے بہترین چارہ ساز ہے!"

مفسدوں و منافقوں کی طرف سے افواہیں...... آخر جب مسلمان بدر کے قریب پہنچ گئے تھے تو ان سے کہا گیا تھا۔

"جن جانبازوں کو ابو سفیان نے جمع کیا ہے ان سے بدر کا مقام پٹا پڑا ہے!"

ان باتوں سے ایسے مفسدوں کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ مسلمان انتہائی خوف و دہشت زدہ ہو جائیں اور ان کے حوصلے پست ہو جائیں۔ مگر اس پر بھی مسلمان حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ہی کہتے۔

وحی کے ذریعہ مسلمانوں کی ثابت قدمی کی تعریف...... آخر جب مسلمان بدر پہنچ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ یہاں لڑنے والا تو کوئی بھی نہیں البتہ میلے کے بازار لگے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ

الآیہ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۸ آیت ۱۸۳

ترجمہ: یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے سو تم کو ان سے اندیشہ کرنا چاہئے کہ اس نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم کو حق تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کے لئے اچھا ہے۔

اس آیت میں پہلے لفظ ناس یعنی لوگ سے مراد نعیم ابن مسعود ہیں جو اپنی سازش میں ایک جماعت کے قائم مقام تھے۔ امام شافعی کا قول ہے کہ اس طرح مسلمانوں کو دہشت زدہ کرنے والے لوگ چار تھے مگر اس قول سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہونا چاہئے کیونکہ ہو سکتا ہے یہ چار آدمی منافقوں میں سے ہوں اور انہوں نے ایکا کر کے نعیم کے ساتھ وہی سب کچھ کہنا شروع کر دیا ہو۔ حتیٰ کہ ان میں سے ایک نے مسلمانوں سے یہاں تک کہہ دیا کہ (قریشی لشکر اتنا بڑا ہے کہ) تم لوگ ان کے لئے ایک نوالہ کی حیثیت رکھتے ہو۔ اگر تم لوگ ان کے مقابلے کے لئے نکلے تو تم میں سے ایک بھی زندہ واپس نہ آئے گا۔

ایک قول ہے کہ یہ باتیں کہنے والے لوگ بنی عبدالقیس کے ایک قافلے کے تھے جو خوراک کے ذخیرہ کے لئے مدینے جا رہے تھے ابو سفیان نے ان قافلے والوں سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم لوگوں نے مسلمانوں کو ڈرا کر پست ہمت کر دیا اور جنگ کے لئے کوچ کرنے سے روک دیا تو تمہارے اونٹوں کو کشمشوں سے لاد دوں گا۔ اس سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ دونوں یا تینوں باتیں ممکن ہیں (کہ ابو سفیان نے نعیم ابن مسعود سے بھی وعدہ کیا ہو، مدینے کے منافقین بھی نعیم کی ہاں میں ہاں ملانے لگے ہوں اور ابو سفیان نے اس قافلے سے بھی کشمشوں کا وعدہ کیا ہو۔

گزشتہ سطروں میں جو آیت ذکر ہوئی ہے اس کے بارے میں ابن عطیہ نے جمہور کی یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ کے میدان احد سے واپسی میں حمراء اسد کے مقام پر نازل ہوئی تھی۔ یہ اختلاف قابل غور ہے۔

غرض بدر کے میلے میں مشرکوں کا انتظار کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ وہاں سے واپس مدینے تشریف لے آئے۔ ادھر مشرکوں کو یہ خبر مل گئی تھی کہ مسلمان وعدے کے مطابق مقابلہ کرنے کے لئے بدر

Presented by Ziaraat.Com

کی طرف کوچ کر چکے ہیں اور یہ کہ ان میں سے اکثر لوگ میلے میں تجارت کے لئے نکلے ہیں۔

قریش کو مسلمانوں کی بدر میں آمد کی اطلاع...... قریش کو مسلمانوں کے اس کوچ کی خبر معبد ابن معبد خزاعی نے دی تھی کیونکہ بدر کا میلہ ختم ہونے کے بعد وہ نہایت تیز رفتاری کے ساتھ مکے کو روانہ ہوا تھا اور قریش کو مسلمانوں کی بدر میں آمد کے متعلق بتلایا۔ یہ سن کر صفوان ابن امیہ نے ابوسفیان سے کہا۔

"خدا کی قسم میں نے تمہیں اسی دن منع کیا تھا کہ دشمن کو یوں چھوڑ کر مت جاؤ۔ اب ان کا حوصلہ بڑھ گیا ہے اور وہ ہم پر شیر ہو گئے ہیں۔ انہوں نے دیکھ لیا کہ مقابلہ پر آنے سے ہم جان چرا گئے ہیں اور وہ یہ بھی سمجھ گئے ہیں کہ ہم اپنی کمزوری کی بناء پر لڑائی سے دامن بچا گئے ہیں!"

(اس طرح رسول اللہ ﷺ اس غزوہ سے اگرچہ بغیر لڑے واپس تشریف لائے مگر اس سے احد میں کھویا ہوا مسلمانوں کا وقار بحال ہو گیا)۔

Presented by Ziaraat.Com

باب پنجاہ و چہارم (۵۴)

غزوۂ دومتہ الجندل

دومہ کا محل وقوع...... یہ لفظ دُومتہ الجندل د پر پیش کے ساتھ ہے لیکن د پر زبر پڑھنا بھی غلط نہیں ہے مگر حافظ دمیاطی نے صرف د پر پیش والا تلفظ بیان کیا ہے۔ جہاں تک د پر زبر کے ساتھ تلفظ کا تعلق ہے تو یہ ایک دوسرے مقام کا نام ہے۔ اسی لئے علامہ جوہری نے کہا ہے کہ د پر پیش ہی درست ہے زبر کے سلسلے میں محدثین سے غلطی ہوئی ہے۔

اس جگہ کا نام دومی ابن اسماعیل علیہ السلام کے نام کی وجہ سے دومہ پڑا کیونکہ انہوں نے یہیں قیام کیا تھا۔ اس بستی کے اور دمشق کے درمیان پانچ رات کے سفر کی مسافت ہے۔ یہ شام کا علاقہ ہے اور ملک شام کی بستیوں میں مدینے سے قریب ترین بستی ہے اس کے اور مدینے کے درمیان پندرہ یا سولہ رات کے سفر کی مسافت ہے۔ یہ جگہ تبوک کے مقام سے قریب ہے۔

مشرکین کے اجتماع کی خبر اور آنحضرت ﷺ کا کوچ...... آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی کہ اس مقام پر مشرکوں نے ایک بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے اور ہر گزرنے والے پر ظلم و ستم ڈھاتے ہیں اور یہ کہ وہ لوگ مدینے کی طرف بڑھنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا اور اس کے بعد ایک ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر آپ دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔

تاریخ غزوہ...... یہ واقعہ ۵ھ کے آخر کا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ ربیع الاول ۵ھ کا ہے۔ اس بات کی تائید حافظ دمیاطی کے قول سے بھی ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ یہ غزوہ آنحضرت ﷺ کی مکے سے ہجرت کے انچاس مہینے بعد پیش آیا تھا۔

کوچ کے وقت آپ نے حضرت سباع ابن عرفطہ غفاری کو مدینے میں اپنا قائم مقام بنایا۔ آپ راتوں کو سفر فرماتے اور دن کو پڑاؤ ڈالتے تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کا رہبر بھی تھا جو بنی عذرہ کا تھا۔
ان کا نام مذکور تھا رضی اللہ عنہ

مسلمانوں کی آمد پر مشرکوں کا فرار...... جب آنحضرت ﷺ دومتہ الجندل کے قریب پہنچے تو مشرکوں کو آپ کی آمد کی خبر ہو گئی وہ لوگ فوراً وہاں سے تتر بتر ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے وہاں پہنچ کر ان کے مویشیوں اور

Presented by Ziaraat.Com

چرواہوں کو گھیرا جس کے نتیجہ میں کچھ ہاتھ آگئے اور کچھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

سر کوبی کے لئے فوجی دستوں کی روانگی...... آنحضرت ﷺ نے بستی کے میدان میں قیام فرمایا مگر کوئی دشمن سامنے نہیں آیا یہاں سے آپ نے دشمن کی تلاش میں مختلف فوجی دستے ادھر ادھر روانہ فرمائے مگر وہ سب بھی ناکام واپس آگئے کیونکہ انہیں کہیں کوئی شخص یا جماعت نہیں ملی۔ مگر ہر دستہ لوٹنوں کا مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔

ایک دشمن کا قبول اسلام...... حضرت محمد ابن سلمہ کو دشمن کا ایک آدمی ہاتھ آگیا۔ وہ اسے پکڑ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے دشمن کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔

"ان لوگوں نے جب یہ سنا کہ آپ نے ان کے مال پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ بھاگ گئے!"

عیینہ کی احسان فراموشی...... پھر آنحضرت ﷺ نے اس کو اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہو گیا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ مدینے کو واپس ہو گئے۔ اسی سفر سے واپسی میں ایک شخص عیینہ ابن حصن نے جس کا اصل نام حذیفہ فزاری تھا آنحضرت ﷺ سے یہ معاہدہ کیا کہ وہ فلاں مقام پر اپنے مویشی چرائے گا۔ یہ جگہ مدینے سے چھتیس میل کے فاصلے پر تھی اس معاہدہ کا سبب یہ تھا کہ جس علاقہ میں اس کی اپنی زمین تھی وہ قحط اور خشک سالی کا شکار تھی۔ ———— مگر جب اس کے اونٹ اور بکریاں کھاپی کر موٹے تازے ہو گئے اور عیینہ اپنے علاقے میں واپس چلا گیا تو اس نے ایک جھاڑی میں چرتی ہوئی آنحضرت ﷺ کی اونٹنیوں پر حملہ کر دیا۔ جیسا کہ آگے بیان ہو گا۔

اس پر کسی نے اس سے کہا۔

"تم نے محمد ﷺ کو بہت برا بدلہ دیا۔ انہوں نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا کہ تمہیں اپنے علاقے میں مویشی چرانے کی اجازت دی جس کے نتیجہ میں تمہارے جانور کھاپی کر موٹے ہو گئے اور تم ان کے ساتھ یہ معاملہ کر رہے ہو!" عیینہ نے کہا۔

"وہ تو میرے ہی مویشی تھے!"

عیینہ کی گستاخی...... اس کا نام عیینہ اس لئے پڑا کہ اس کو لقوہ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھیں باہر کو نکل آئی تھیں (چونکہ عربی میں آنکھ کو عین کہتے ہیں) لہذا اس کا نام عیینہ پڑ گیا۔ یہ عیینہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گیا تھا۔ پھر غزوہ حنین اور غزوہ طائف میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہوا۔

یہ ان لوگوں میں سے تھا جن کی تالیف قلب اور دلداری کے لئے آنحضرت ﷺ نے ان کی مالی امداد فرمائی۔ جیسا کہ آگے اس کی تفصیل ذکر ہو گی۔ اس کو معزز احمق کہا جاتا تھا کیونکہ دس ہزار نوجوان اس کے اطاعت گزار اور فرماں بردار تھے۔

ایک دفعہ یہ بغیر اجازت لئے رسول اللہ ﷺ کے حجرہ میں داخل ہو گیا اور بے ادبی سے پیش آیا مگر آنحضرت ﷺ نے اس کے اس لاابالی پن کو برداشت فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا۔

"سب سے بدترین شخص وہ ہے جس سے لوگ اس کی بدگوئی اور فحش کلامی کے خطرہ کی وجہ سے ملتے ہوئے ڈریں۔"

ایک قول ہے کہ یہ بات مخرمہ ابن نوفل کے متعلق فرمائی گئی تھی۔ مگر یہ ممکن ہے کہ دونوں ہی کے

Presented by Ziaraat.Com

متعلق یہ بات کہی گئی ہو۔

عینیہ کا اسلام، ارتداد اور پھر اسلام...... بعد میں جبکہ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا یہ عینیہ مرتد ہو گیا تھا کیونکہ یہ طلیحہ ابن خویلد سے جاملا تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اسی پر ایمان لے آیا تھا۔ جب طلیحہ بھاگ گیا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کو گرفتار کر لیا اور رسیوں میں باندھ کر صدیق اکبرؓ کے پاس بھیجا جب یہ مدینے میں داخل ہوا تو شہر کے لڑکے اس کو لوہے وغیرہ سے مارنے اور کچوکے دینے لگے ساتھ ہی وہ کہتے جاتے تھے۔

"اے خدا کے دشمن! تو ایمان لانے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے لگا!"

اس پر یہ کہتا۔

"خدا کی قسم۔ میں ایمان نہیں لایا تھا۔"

پھر صدیق اکبرؓ نے اس کے ساتھ احسان کا معاملہ فرمایا اور یہ دوبارہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد یہ ہمیشہ حلقہ بگوش اسلام ہی رہا۔

پردے اور قصر نماز کا حکم...... اسی سال یعنی ۵ھ میں آیت حجاب یعنی آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کے لئے پردے کی آیت نازل ہوئی۔ اسی سال قصر نماز یعنی سفر کی حالت میں نماز کو قصر کرنے کا حکم نازل ہوا۔

حضرت حسینؓ کی پیدائش...... اسی سال حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کے یہاں حضرت حسینؓ پیدا ہوئے جب یہ پیدا ہوئے تو حضرت علیؓ نے ان کا نام حرب رکھا۔ پھر جب آنحضرت ﷺ نواسے کو دیکھنے تشریف لائے تو دیکھ کر فرمایا۔

"میرا بیٹا۔ تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے۔"

نواسے کا نام...... انہوں نے کہا ہم نے ان کا نام حرب رکھا ہے۔

آپ نے فرمایا نہیں اس کا نام حسین ہے۔ جیسا کہ آپ نے حضرت حسن کے ساتھ کیا تھا جو پیچھے ذکر ہوا ہے۔

پھر جب حضرت علیؓ کے تیسرا بیٹا ہوا تو آنحضرت ﷺ وہاں تشریف لائے اور فرمایا۔

"میرے بیٹے کو مجھے دکھلاؤ۔ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے۔"

حضرت علیؓ نے عرض کیا حرب نام رکھا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

"نہیں اس کا نام محسن ہے۔"

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

"میں نے ان بچوں کے نام ہارون علیہ السلام کی اولاد پر شبر، شبیر اور مبشر رکھے ہیں!"

بعض علماء نے ایک عجیب روایت بیان کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے درمیان کسی بات پر تیز کلامی ہو گئی اور دونوں نے ایک دوسرے سے قطع تعلق کر لیا۔ اس کے بعد ایک دن حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ کے پاس آئے اور جھک کر ان کے سر کو بوسہ دیا۔ اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا۔

"میں نے جس وجہ سے اس بات میں پہل نہیں کی وہ یہ تھی کہ آپ اپنی فضیلت میں مجھ سے بڑے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ لہذا میں نہیں چاہتا تھا کہ اس نیک کام میں خود پہل کر کے آپ سے الجھوں جس کے آپ اپنی بڑائی کی وجہ سے زیادہ مستحق ہیں (یعنی یہ نیک کام اگر میں پہلے کر لیتا تھا تو آپ کو شکایت ہو سکتی تھی کہ تم نے میرا انتظار کر کے مجھے اس کا موقعہ نہیں دیا)۔

یہود کی سنگ ساری حج کی فرضیت...... اسی سال زناکار یہودیوں کو شرعی سزا کے مطابق سنگسار کیا گیا۔

اسی سال حج فرض ہوا۔ اس فرضیت کے متعلق مختلف قول ہیں۔)۔

ایک قول ہے کہ ۵ھ میں حج فرض ہوا۔ اسی طرح ایک قول ۶ھ کا ایک ۷ھ کا ایک ۸ھ کا ایک ۹ھ کا اور ایک ۱۰ھ کا بھی ہے۔

تیمم کا حکم...... ایک قول ہے کہ اسی سال یعنی ۴ھ میں تیمم بھی مشروع ہوا جیسا کہ بیان ہوا۔

ایک قول ہے کہ تیمم اس غزوہ دومۃ الجندل کے بعد والے غزوہ میں مشروع ہوا یعنی غزوہ بنی مصطلق میں تیمم کا حکم نازل ہوا۔ ایک قول کسی دوسرے غزوہ کے متعلق بھی ہے۔

سعدؓ کی والدہ کی وفات...... اس غزوہ کے دوران جبکہ آنحضرت ﷺ مدینے میں موجود نہیں تھے حضرت سعد ابن عبادہؓ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بیٹے اس وقت آنحضرت ﷺ کے ساتھ غزوہ دومۃ الجندل میں گئے ہوئے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ مدینے واپس پہنچے تو آپ نے مرحومہ کی قبر پر ان کی نماز پڑھی۔ یہ واقعہ ان کے انتقال کے ایک ماہ بعد کا ہے۔ پھر حضرت سعدؓ نے آپ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! کیا میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کر سکتا ہوں۔"

آپ نے فرمایا۔ ہاں

انہوں نے پوچھا کون سا صدقہ سب سے افضل ہے۔"

آپ نے فرمایا۔

"پانی کا صدقہ!"

چنانچہ حضرت سعد ابن عبادہ نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ ام سعد کے نام پر ہے۔

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

باب پنجاہ و پنجم (۵۵)

غزوۂ بنی مصطلق

اس غزوہ کا نام...... اس غزوہ کو غزوہ مُریسیع بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح اس کا نام غزوہ محارب بھی ہے۔ ایک قول ہے کہ غزوہ محارب دوسرا غزوہ تھا۔ نیز اس کو غزوہ اعاجیب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں بہت سے عجیب و غریب واقعات پیش آئے تھے جیسا کہ یہ قول گزر چکا ہے اور اسی طرح غزوۂ ذات الرقاع کے متعلق بھی یہ قول گذرا ہے۔

بنی مصطلق...... یہ بنی مصطلق بنی خزاعہ کی ہی ایک شاخ تھی یہ لوگ بنی جُذیمہ تھے اور جذیمہ ہی کو مصطلق کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ مصطلق صلق سے بنا ہے جس کے معنی آواز بلند کرنے کے ہیں۔ مریسیع بنی مصطلق کے چشموں میں سے ایک چشمہ کا نام ہے یعنی یہ چشمے بنی خزاعہ کے تھے لفظ مُریسیع کا مادہ رسع ہے جس کے معنی ہیں بہنا۔ چنانچہ اگر بیماری کی وجہ سے کسی کی آنکھ بہنے لگے تو کہا جاتا ہے رسعت عین الرجل یعنی فلاں شخص کی آنکھیں بہنے لگیں۔ یہ چشمہ قدید کے مقام کی طرف تھا۔

اس غزوہ کا سبب...... اس غزوہ بنی مصطلق کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ بنی مصطلق کے سردار حرث ابن ضرار نے آپ سے جنگ کرنے کے لئے ایک لشکر جمع کیا ہے جس میں اس کی قوم کے لوگ بھی ہیں اور دوسرے ایسے عرب بھی ہیں جن پر حرث کا اثر و رسوخ تھا۔ یہ حرث ابن ضرار بعد میں مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔

تحقیق حال کے لئے بریدہ کی روانگی...... اس اطلاع پر آنحضرت ﷺ نے بریدہ ابن حصیب کو حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔

(قال) چلتے وقت حضرت بریدہ نے آنحضرت ﷺ سے اس بات کی اجازت چاہی کہ اگر کہیں میں دشمن کے ہاتھوں میں پڑ جاؤں تو جان بچانے کے لئے جو کچھ وقت پر سوجھ جائے کہ کر ان سے پیچھا چھڑا لوں چاہے وہ بات واقعہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

حضرت بریدہ مدینہ سے روانہ ہو کر بنی مصطلق میں پہنچے جہاں ان کو دشمن کا ایک بڑا لشکر نظر آیا۔

Presented by Ziaraat.Com

لوگوں نے بریدہ کو دیکھ کر پوچھا کہ تم کون ہو اور کس قوم سے تعلق رکھتے ہو۔ بریدہ نے کہا۔

"تمہاری ہی قوم کا ایک شخص ہوں مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم لوگ اس شخص سے جنگ کرنے کے لئے لشکر تیار کر رہے ہو اس لئے میں بھی چلا آیا۔ اب میں اپنی قوم اور اپنے زیر اثر لوگوں میں پھروں گا تاکہ ہم سب ایک جان ہو جائیں اور اس طرح اس شخص سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا پالیں۔!"

بریدہ بنی مصطلق میں...... یہ سن کر بنی مصطلق کے سردار حرث نے کہا۔

"ہم تو خود یہی چاہتے ہیں اس لئے جو کچھ کرنا چاہتے ہو جلد از جلد کر دو!"

بریدہ نے کہا۔

"میں ابھی جاتا ہوں اور ایک بڑا لشکر لے کر تمہارے پاس پہنچتا ہوں۔!"

اس خبر پر وہ سب لوگ بے حد خوش ہو گئے۔ حضرت بریدہ وہاں سے سیدھے آنحضرت ﷺ کے پاس واپس آئے اور آپ کو تمام صورتحال بتلائی۔ آنحضرت ﷺ نے فوراً ہی جنگ کی تیاری اور کوچ کا اعلان کرا دیا۔ مسلمانوں نے بہت تیزی سے تیاری کی اور جلد ہی جنگ کے لئے کوچ کر دیا۔

اسلامی لشکر...... یہ واقعہ شعبان کا ہے مسلم لشکر کی روانگی ۲ شعبان ۵ھ کو ہوئی۔ ایک قول کے مطابق ۴ھ میں ہوئی تھی جیسا کہ بخاری میں بھی ہے۔ جو ابن عقبہ کی روایت ہے۔ یہی بات امام نووی نے کتاب روضہ میں کہی ہے۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ شاید یہ بات سبقت قلم سے لکھی گئی کہ راوی کو ۵ھ لکھنا تھا مگر غلطی سے ۴ھ لکھا گیا کیونکہ خود مغازی ابن عقبہ میں بھی مختلف سندوں سے جو دلیلات پیش کی گئی ہیں وہ ۵ھ کی ہی ہیں۔ ایک قول ہے کہ یہ ۶ھ تھا اور اس پر اکثر محدثین کا اتفاق ہے۔

مسلمانوں کے اس لشکر میں گھوڑے سوار بھی تھے جن کی تعداد تیس تھی۔ ان میں سے دس گھوڑے مہاجروں کے تھے جن میں سے دو گھوڑے یعنی زار اور ظرب خود رسول اللہ ﷺ کے تھے اور بیس گھوڑے انصاریوں کے تھے۔ اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے مدینے میں حضرت زید ابن حارثہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ ایک قول ہے کہ حضرت ابوذر غفاری کو قائم مقام بنایا تھا۔ اسی طرح ایک قول حضرت ضیلہ ابن عبداللہ لیثی کے بارے میں بھی ہے۔

مسلم لشکر میں منافقین...... اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہ تھیں۔ نیز آپ کے ساتھ اس موقعہ پر منافقوں کی بھی اتنی بڑی تعداد چلی کہ اس سے پہلے کبھی اتنی بڑی تعداد نہیں ہوئی تھی۔ ان میں عبداللہ ابن ابی ابن سلول اور زید ابن صلت بھی تھے۔ ان لوگوں کو حقیقت میں جہاد سے کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ ان کے جانے کی اصل غرض یہ تھی کہ دنیاوی مال و دولت ہاتھ آئے گا اور فاصلہ یعنی سفر بھی زیادہ نہیں طے کرنا پڑے گا کیونکہ جگہ زیادہ دور نہیں ہے۔

ایک شخص کو اسلام کی ہدایت...... آنحضرت ﷺ منزل بہ منزل چلتے ہوئے ایک جگہ پہنچے جہاں آپ نے پڑاؤ ڈالا۔ اسی وقت بنی عبد قیس کا ایک شخص آپ کے پاس آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے گھر والے کہاں ہیں۔ اس نے کہا روحاء کے مقام پر رہتے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا۔

Presented by Ziaraat.Com

"آپ ہی کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ پر ایمان لاؤں اور شہادت دوں کہ آپ جو پیغام لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔ اور پھر آپ کے ساتھ مل کر آپ کے دشمن سے جنگ کروں۔!"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"تمام تعریفیں اسی ذات کو سزاوار ہیں جس نے تمہیں اسلام کا راستہ دکھلایا۔"

پھر اس شخص نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کون سا عمل سب سے زیادہ اچھا عمل ہے۔

آپ نے فرمایا۔ "اول وقت میں نماز پڑھنا۔!"

دشمن کے ایک جاسوس کا قتل...... چنانچہ اس کے بعد وہ شخص ہمیشہ اول وقت میں اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔

پھر مشرکین کا ایک جاسوس آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پڑ گیا اس کو بنی مصطلق کے سردار حرث نے جاسوسی کیلئے بھیجا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس شخص سے دشمن کا حال معلوم کرنا چاہا مگر اس نے کچھ بھی بتانے سے انکار کر دیا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اسکے سامنے اسلام پیش کیا مگر اس نے اس پیشکش کو بھی نہ مانا آخر آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو اس شخص کی گردن مار دینے کا حکم دیا جس پر انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔

دشمن پڑاؤ میں بھگدڑ...... حرث کو جب یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ اس کے مقابلے کے لئے کوچ کر چکے ہیں اور یہ کہ اس کا جاسوس بھی قتل ہو گیا ہے تو اسے سخت گھبراہٹ ہوئی اور وہ اور اس کے ساتھی بہت ہراساں ہو گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ اسی وقت اس کا ساتھ چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگ گئے۔

آنحضرت ﷺ برابر بڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ مُریسیع کے چشمہ پر پہنچ گئے یہاں آپ کے لئے ایک چرمی قبہ نصب کیا گیا جس میں آپ کے ساتھ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما مقیم ہوئیں۔

آمنا سامنا اور تبلیغ...... مسلمانوں نے جنگ کے لئے تیار ہونا شروع کیا۔ آنحضرت ﷺ نے مہاجروں کا پرچم حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دیا۔ ایک قول ہے کہ حضرت عمار ابن یاسرؓ کو دیا تھا۔ اور انصاریوں کا پرچم حضرت سعد ابن عبادہؓ کو دیا۔ پھر آپ نے حضرت عمر فاروقؓ کو حکم دیا کہ مشرکوں سے یوں کہیں۔

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے لہذا اسی کے ذریعہ اپنی جان و مال کو محفوظ کر لو۔"

جنگ، پسپائی اور گرفتاری...... چنانچہ حضرت عمرؓ نے مشرکوں سے یہ بات کہی مگر انہوں نے اس کو نہیں مانا۔ اس کے بعد جنگ کا آغاز ہو گیا اور دونوں فریقوں نے ایک دوسرے پر تیر اندازی شروع کر دی۔ آخر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ایک ساتھ مشرکوں پر عام حملہ کریں۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ مشرکوں میں سے ایک شخص بھی مسلمانوں سے محفوظ نہ رہ سکا۔ ان میں سے دس تو مارے گئے اور باقی تمام کے تمام جن میں مرد و عورت اور بچے شامل تھے گرفتار ہو گئے۔ مسلمانوں نے دشمن کے اونٹوں اور بکریوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ دو ہزار اونٹ تھے اور پانچ ہزار بکریاں تھیں۔ ان سب کو آنحضرت ﷺ نے اپنے غلام شقران کے حوالے کر دیا جن کا نام صالح تھا اور جو حبشی نسل کے تھے۔

مال غنیمت...... قیدیوں کی تعداد دو سو گھرانوں پر مشتمل تھی۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ قیدیوں کی تعداد سات سو سے بھی اوپر تھی۔ ان قیدیوں میں بنی مصطلق کے سردار حرث ابن ضرار کی بیٹی برہ بنت حرث بھی شامل تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دشمن کی بے خبری میں ان پر شب خون مارا تھا جس کے نتیجہ میں ان میں کے لڑنے والے قتل ہو گئے اور باقی لوگ گرفتار ہو گئے۔

بخاری اور مسلم میں یہی قول ہے اور پچھلا قول (جس کے مطابق پہلے تیر اندازی ہوئی اور پھر عام حملہ ہوا سیرت ابن ہشام میں ہے)

ان دونوں روایات میں اس طرح موافقت پیدا کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پہلے دشمن کی بے خبری میں ان پر چھاپہ مارا مگر وہ لوگ جلد ہی سنبھل گئے اور انہوں نے اپنی صف بندی کر لی مگر پھر وہ لوگ شکست کھا گئے اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ اور فتح حاصل ہو گئی۔ اب جن لوگوں نے سنبھل کر مقابلہ کرنا شروع کر دیا تھا وہ قتل ہو گئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا نعرہ یامنصور امت" تھا جس کے ذریعہ وہ رات کی تاریکی اور گھمسان کی جنگ میں ایک دوسرے کو پہچانتے تھے۔ یہ جنگی نعرہ گویا ایک طرح کی نیک فال تھی کہ دشمن کو ہلاکت اور انہیں غلبہ و فتح حاصل ہو گی۔

پھر آنحضرت ﷺ کے حکم پر قیدیوں کی مشکیں کس دی گئیں۔ آپ نے قیدیوں کو حضرت بُریدہ کی نگرانی میں دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کو لوگوں میں تقسیم فرما دیا اور وہ لشکریوں کے قبضے میں پہنچ گئے۔

اس روایت میں امام شافعی کے جدید قول کی دلیل موجود ہے (جدید سے امام شافعی کے وہ قول مراد ہیں جو ان کے مصر پہنچنے کے بعد کے ہیں اور قدیم سے وہ قول مراد ہیں جو مصر پہنچنے سے پہلے کے ہیں)

امام شافعی کا جدید قول یہ ہے کہ عرب قیدی بھی غلام بنائے جاسکتے ہیں چنانچہ بنی مصطلق کے لوگ عرب تھے اور بنی خزاعہ کی شاخ تھے یہ بات امام شافعی کے قدیم قول کے خلاف ہے جس میں ہے کہ عربی شخص کا اپنے شرف کی وجہ سے غلام بننا جائز نہیں ہے۔ کتاب ام میں امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر مجھے اپنے گناہ گار ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو میں تمنا کرتا کہ ایسا ہی ہو تا یعنی عربی شخص کو غلام بنانا جائز نہ ہوتا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ثعلبہ طائی کو مریسیع کے مقام سے فتح کی خوشخبری دے کر مدینے بھیجا۔ پھر دشمن کے پڑاؤ میں سے جو مال و متاع، ہتھیار، ساز و سامان اور مویشی حاصل ہوئے تھے آنحضرت ﷺ نے ان سب کو جمع کر لیا۔ آپ نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا۔

قیدیوں میں بنی مصطلق کے سردار کی بیٹی !...... مال غنیمت کے علاوہ جو قیدی ہاتھ آئے تھے ان میں سردار بنی مصطلق کی بیٹی برہ بنت حرث بھی تھی۔ جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو برہ حضرت ثابت ابن قیس اور ان کے چچازاد بھائی کے حصہ میں آئیں۔ حضرت ثابت نے اپنے چچازاد بھائی کو برہ کے حصے کے بقدر اپنی کھجوروں کے وہ پیڑ دے دیئے جو مدینے میں تھے (اس طرح گویا برہ تنہا ثابت کی ملک ہو گئیں) پھر خود ثابت نے برہ سے مکاتبت کا معاہدہ کر لیا (مکاتبت کا مطلب یہ ہے کہ غلام سے کہہ دیا جائے کہ تیری اتنی قیمت ہے اگر تو یہ رقم فراہم کر کے مجھے ادا کر دے تو تو آزاد ہے) حضرت ثابت نے برہ سے یہ معاہدہ کر لیا اور نو اوقیہ سونا رقم متعین کی۔ اب برہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی۔

"یا رسول اللہ! میں ایک مسلمان عورت ہوں۔ یعنی اسلام قبول کر چکی ہوں کیونکہ میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں قوم کے سردار حرث کی بیٹی برہ ہوں۔ ہمارے ساتھ نیرنگی تقدیر کا جو کرشمہ ظاہر ہوا ہے وہ آپ جانتے ہی ہیں کہ ایک سردار

Presented by Ziaraat.Com

قوم کی بیٹی اچانک باندی بنالی گئی) اب میں ثابت ابن قیس اور اس کے چچازاد بھائی کے حصہ میں آئی ہوں۔ ثابت نے اپنے چچازاد بھائی سے تو دینے کے اپنے کھجور کے درخت دے کر مجھے چھٹکارہ دلادیا اور خود اپنے آپ سے چھٹکارہ کے لئے مجھے ایک ایسی رقم پر مکاتبہ بنایا جو میری طاقت سے کہیں زیادہ ہے۔ اب میری آپ سے درخواست ہے کہ میری مکاتبت کی رقم کی ادائیگی میں میری مدد فرمایئے۔"

بّرہ یا حضرت جویریہ سے نکاح...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس سے بھی بہتر راستہ نہ بتلاؤں۔ برہ نے کہا وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری مکاتبت کی پوری رقم ادا کردوں اور تم سے شادی کرلوں۔ برہ نے کہا یارسول اللہ میں تیار ہوں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ثابت ابن قیس کو بلوایا اور ان سے برہ کو مانگا۔ ثابت نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں وہ آپ کی ہو گئی۔ پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت ثابت کو برہ کی مکاتبت کی رقم ادا کی اور ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا۔ اس وقت برہ کی عمر بیس سال تھی۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ان کا نام برہ کے بجائے جویریہ رکھا۔

اسی طرح حضرت میمونہ اور حضرت زینب بنت جحش تھیں کہ ان دونوں کا نام بھی برہ تھا اور پھر آنحضرت ﷺ نے ان کے نام تبدیل فرمادیئے تھے۔ اسی طرح حضرت ام سلمہ کی بیٹی کا نام برہ تھا پھر آنحضرت ﷺ نے ان کا نام زینب رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت برہ کو گرفتار کرنے والے حضرت علی تھے۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: اس بات سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ ان کو گرفتار کرنے والے حضرت علیؓ تھے لیکن تقسیم کے وقت وہ حضرت ثابت کے حصے میں آئیں کیونکہ اس غزوہ کے متعلق یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہر قیدی اس کے گرفتار کرنے والے کو دے دیا ہو جیسا کہ غزدہ بدر میں ہوا تھا۔ ہاں البتہ ابو سعید خدری کا قول ہے جو آگے آئے گا کہ ہم قیدیوں کا فدیہ یعنی جان کی قیمت لے کر ان کو چھوڑنا چاہتے تھے مگر اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ قیدیوں کی تقسیم کے بعد انہوں نے فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑنا چاہا واللہ اعلم

حضرت عائشہ اور حضرت جویریہ...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت جویریہ نہایت خوبصورت عورت تھیں یہ ممکن نہیں تھا کہ کوئی شخص ان کو دیکھے اور ان کا گرویدہ نہ ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف فرماتے اور مریسیع کے چشمے پر تھے جبکہ جویریہ آپ کے پاس آئیں اور آپ سے اپنی مکاتبت کی رقم میں امداد کی خواہاں ہوئیں۔ خدا کی قسم جوں ہی ان پر میری نظر پڑی مجھے ان کا آپ کے پاس آنا ناگوار گذرا کیونکہ میرے دل میں خیال آیا کہ جیسے مجھے ان کی صورت بھاگئی آپ بھی متاثر ہوں گے۔ پھر انہوں نے آپ سے وہی سب کہا جو پیچھے بیان ہوا۔

عورت کی فطرت...... حضرت عائشہؓ کو آنحضرت ﷺ کے پاس جویریہ کے آنے سے جو گرانی ہوئی اس کا سبب عورتوں کی فطرت اور مسلی غیرت و خودداری تھے (جو شوہر کی محبت کو صرف اپنے لئے مخصوص دیکھنا چاہتی ہے)

چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ایک عورت سے اپنا رشتہ دیا اور حضرت عائشہؓ کو بھیجا کہ وہ ان کو دیکھ آئیں۔ حضرت عائشہؓ واپس آئیں تو کہنے لگیں کہ وہ کوئی خاص خوبصورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔

Presented by Ziaraat.Com

"بے شک۔ تم نے اس کے رخسار میں جو تل دیکھا اس سے تمہارے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہوں گے۔!"

حضرت عائشہؓ سے ہی ایک دوسری روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے مالی امداد لینے کے لئے جیسے ہی جویریہ خیمے کے دروازے پر آکر ٹھہریں اور میری ان کے چہرے پر نظر پڑی تو مجھے ان کے حسن اور ملاحت و نمکینی کا اندازہ ہو گیا۔ ساتھ ہی مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ کو بھی یہ پسند آئیں گی۔ پھر جب جویریہ نے آپ سے بات کی آپ نے ان سے فرمایا کہ اس سے بہتر شکل یہ ہے کہ میں تمہاری مکاتبت کی رقم ادا کر دوں اور تم سے شادی کر لوں۔ پھر آپ نے ان کی رقم ادا کر کے ان سے شادی کر لی۔

تشریح..... یہاں یہ روایت بھی قابل بحث ہو سکتی ہے لیکن اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی کوئی اشکال نہیں ہوتا۔ حسن سے جو حق تعالیٰ کی ایک صفت ہے متاثر ہونا انسانی فطرت ہے اور حسن کو حسن سمجھنا انسانی طبیعت اور شعور ہے۔ اچھی چیز نظر آجائے گی تو اسے اچھا ہی کہا جائے گا البتہ جو چیز غیر مستحسن اور بری ہے وہ اس اچھی چیز کو حاصل کرنے کے لئے غیر شرعی طریقہ اختیار کرنا ہے لیکن اگر اس شے کو جائز اور صحیح طریقوں سے حاصل کیا جائے تو یہ عین اطاعت ہے)

گذشتہ روایت میں حضرت برہ یعنی جویریہ کے حسن کے سلسلے میں ان کو ملاح (نمکین) کہا گیا ہے۔ یہ لفظ ملیح سے زیادہ اعلیٰ اور اونچے درجہ کا ہے۔ اگر کھانے میں نمک کی مقدار مناسب ہو تو اس کو طعام ملیح یعنی نمکین اور عمدہ کھانا کہا جاتا ہے یہ لفظ وہیں سے لیا گیا ہے اور حسن کی تعریف میں بولا جاتا ہے۔ مشہور ادیب و شاعر اصمعی کا قول ہے کہ {

"حسن آنکھوں کا ہوتا ہے، جمال ناک کا ہوتا ہے اور ملاحت یعنی نمکینی منہ کے دہانے کی ہوتی ہے۔"

گذشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جویریہ سے اسی وقت نکاح فرمالیا تھا جبکہ آپ مریسیع کے چشمہ پر فروکش تھے۔ اسی بات کی تائید حضرت عائشہؓ کی آگے آنے والی روایت سے بھی ہوتی ہے۔

علامہ شمس شامی کہتے ہیں کہ حضرت جویریہ پر رسول اللہ ﷺ کی نظر پڑی تو آپ کو ان کے حسن کا احساس ہوا جس کی وجہ سے آپ کو ان کے ساتھ شادی کرنے کا جذبہ پیدا ہوا چونکہ وہ ایک مملوک باندی تھیں اور اس کے علاوہ مکاتبہ بھی تھیں اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان پر نظر ڈال لی تھی ورنہ اگر وہ مملوک باندی نہ ہوتیں تو آنحضرت ﷺ ان کو نگاہ بھر کر نہ دیکھتے۔ یا یہ کہ آنحضرت ﷺ کا چونکہ نکاح کا ارادہ تھا اس لئے آپ نے ان کو دیکھ لیا۔ اور یا یہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: اس پہلو میں مولف نے علامہ سہیلی کا اتباع کیا ہے۔ ادھر یہ بات پیچھے بیان کی جاچکی ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کے لئے اجنبی عورت کی طرف دیکھ لینا اور کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہا ہونا جائز ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ فتنے سے مامون ہیں۔ لہٰذا اب اس کی روشنی میں یہ کہنا مناسب نہیں رہتا کہ اگر وہ مملوک باندی نہ ہوتیں تو آنحضرت ﷺ ان کو نظر بھر کر نہ دیکھتے۔

اسی طرح یہ بات بھی آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ باندی کے ساتھ آپ کا نکاح حرام ہے۔ لہٰذا وہ گذشتہ قول بھی اس روشنی میں مناسب نہیں رہتا کہ چونکہ آنحضرت ﷺ کا ان سے نکاح کا ارادہ تھا

Presented by Ziaraat.Com

اس لئے آپ نے ان کو دیکھ لیا۔ ادھر یہ کہ پردہ کی آیت راجح قول کی بنیاد پر ۳ھ میں نازل ہوئی۔

اسی طرح شوافع کے نزدیک امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ ایک آزاد عورت کی طرح ایک باندی کے تمام بدن کے کسی حصے کو دیکھنا بھی حرام ہے۔ ان شوافع میں علامہ شمس شامی بھی شامل ہیں۔ لہذا اس روشنی میں اب یہ کہنا مناسب نہیں رہتا کہ چونکہ وہ ایک مملوک باندی تھیں اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان پر نظر ڈال لی تھی۔ واللہ اعلم۔

قیدی عورتیں اور مسلمانوں کی خواہش...... شیخین نے ابو سعید خدریؓ سے روایت بیان کی ہے کہ غزوہ بنی مصطلق کے موقعہ پر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔ اس غزوہ میں ہم نے عرب کے بڑے بڑے گھرانوں کی عورتیں گرفتار کیں پھر ہم نے ان کو آپس میں تقسیم کیا اور ان کے مالک بن گئے ادھر ہمیں بیویوں سے دور ہوئے کافی دن ہو چکے تھے (جس کی وجہ سے ہم لوگ ہمبستری کو بیتاب تھے) ساتھ ہی ہم ان عورتوں کا فدیہ لینا بھی چاہتے تھے۔ چنانچہ ہم نے ارادہ کیا کہ ان عورتوں سے فائدہ اٹھائیں لیکن بچوں کی پیدائش روکنے کے لئے عزل کریں (یعنی انزال فرج کے اندر نہیں کریں گے تاکہ حمل نہ ہو سکے) چنانچہ ہم نے کہا کہ ہم ایسا ہی کریں گے۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ ہمیں بہت سی قیدی عورتیں ہاتھ آئیں ادھر ہمیں عورتوں کے ساتھ شہوت بھی تھی کیونکہ بیویوں سے جدا ہوئے ہمیں کافی دن ہو چکے تھے۔ ادھر ہم چاہتے تھے کہ ہم ان عورتوں کو ان کے رشتے داروں کے حوالے کر کے ان کی جان کی قیمت لے لیں۔ ساتھ ہی ہم نے چاہا کہ ہم ان سے فائدہ اٹھائیں مگر عزل کریں چنانچہ ہم نے یہی کیا جبکہ رسول اللہ ﷺ بھی ہمارے سامنے موجود تھے۔ آخر اس بارے میں ہم نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔

اٹل تقدیرات...... "اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ تم ایسا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک پیدا ہونے والے جس جس جاندار کی تخلیق مقدر فرمادی ہے وہ ضرور پیدا ہو گا۔"

ایک روایت میں ہے کہ۔ "یہ قطعاً ضروری نہیں کہ تم لوگ ایسا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت تک جس کو پیدا فرمانے والا ہے اس کو لکھ چکا ہے۔"

ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ "نہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تقدیری معاملات ہیں۔"

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ۔ منی کے ہر قطرے سے بچہ نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرما لیتا ہے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔!"

مطلب یہ ہے کہ اگر تم لوگ عزل نہ کرو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یعنی اگر تم فرج کے اندر ہی منی کا انزال کرو کیونکہ عزل کے معنی ہیں کہ منی کا انزال عورت کی فرج سے باہر کیا جائے کہ آدمی جب ہمبستری کر رہا ہو تو جس وقت انزال قریب ہو عضو تناسل کو فرج سے باہر نکال لے اور باہر ہی انزال کرے۔

غرض آپ ﷺ نے آگے فرمایا کہ قیامت تک جو بچہ بھی پیدا ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ یعنی چاہے تم عزل کرو یا نہ کرو کیونکہ اگر بچہ کی پیدائش مقدر ہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ تم انزال کے وقت عضو تناسل کو باہر نکال لو اور اس سے پہلے منی کا ایک قطرہ رحم مادر میں پہنچ جائے لہذا بچہ پیدا ہو جائے گا۔ اسی طرح اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی فرج میں ہی انزال کرتا ہے مگر بچہ نہیں پیدا ہوتا۔

Presented by Ziaraat.Com

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی مصطلق کے موقعہ پر پیش آیا تو صحیح قول یہی ہے مگر موسیٰ ابن عقبہ نے اس کے خلاف لکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ غزوۂ اوطاس کے وقت پیش آیا تھا۔

پیچھے حضرت ابو سعدؓ کا یہ قول گذرا ہے کہ ہم لوگوں کو عورتوں سے جدا ہوئے کافی عرصہ گذر چکا تھا اور ہمیں عورتوں کے ساتھ ہمبستری کی خواہش ہو رہی تھی۔ تو غالباً حضرت ابو سعید خدریؓ اور ہر وہ شخص جس نے ان کی سی بات کہی مدینے میں بھی عورتوں سے علیحدہ رہتے آرہے ہوں گے کیونکہ ویسے اس غزوہ میں زیادہ دن نہیں لگے بلکہ یہ غزوہ (اور سفر وغیرہ) اٹھارہ دن میں پورا ہو گیا۔

قیدیوں کی رہائی کے لئے بنی مصطلق کا وفد...... حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ (ہماری مدینے واپسی کے بعد) بنی مصطلق کا ایک وفد ہمارے پاس یعنی مدینے میں آیا۔

چنانچہ کتاب امتاع میں ہے کہ مسلمان کچھ قیدیوں کو لے کر مدینے آگئے تو ان قیدیوں کے گھر والے آئے اور انہوں نے قیدی عورتوں اور بچوں میں سے ہر ایک کے لئے چھ فرائض فدیہ دیا اور پھر اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ بنی مصطلق کے وفد کے مدینے آنے سے پہلے میں ایک باندی کو فروخت کرنے کے لئے بازار لے گیا مجھ سے ایک یہودی کہنے لگا۔

"ابو سعید! تم اس باندی کو بیچنا چاہتے ہو حالانکہ اس کے پیٹ میں تمہارا بچہ پرورش پارہا ہے!"

یہاں پیٹ کے بچے کے لئے سخلۃ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو اصل میں بھیڑ کے بچہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ میں تو عزل کیا کرتا تھا۔ اس پر وہ یہودی بولا۔

"ہاں یہ بچے کو زندہ دفن کرنے کی ایک چھوٹی شکل ہے۔!"

یہاں زندہ دفن ہوئے بچے کے لئے وأد کا لفظ استعمال ہوا ہے جو وأد کے اسم مرہ کے طور پر استعمال ہوا ہے جس کے معنے ہیں وہ بچی جس کو زندہ دفن کر دیا گیا ہو۔ جاہلیت کے زمانے میں عربوں میں اور خاص طور پر قبیلہ کندہ میں یہ طریقہ رائج تھا۔

حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ یہودی کی یہ بات سن کر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ واقعہ بتلایا۔ آپ نے فرمایا۔

"یہودی جھوٹے ہیں۔ یہودی جھوٹے ہیں۔"

ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ۔ جب اللہ عزوجل کسی کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو تم اس کو بدل نہیں سکتے۔!"

خاندانی منصوبہ بندی کی ایک شکل...... اس روایت سے جو پیچھے بیان ہوئی ہے کہ عزل نہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ہمارے شافعی علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ ہر غلام یا آزاد عورت کے ساتھ عزل کرنا جائز ہے مگر یہ جواز کراہت کے ساتھ ہے چاہے یہ عزل کسی بھی صورت میں یعنی اس عورت کی رضامندی سے کیا

Presented by Ziaraat.Com

کیا ہو یا بغیر رضامندی کیا گیا ہو۔ ادھر علماء کی ایک جماعت نے عزل کو حرام قرار دیا ہے اور وجہ یہ بتلائی ہے کہ اس طریقہ سے نسل کا سلسلہ قطع ہو جاتا ہے۔

یہود نے عزل کو زندہ دفن کرنے سے تعبیر کیا تھا۔ مسلم کی ایک حدیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عزل کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

"یہ بچے کو زندہ دفن کرنے کی ایک ہلکی شکل ہے۔!"

یعنی عزل کرنا ایسا ہی ہے جیسے بچی کو زندہ دفن کرنا ہے جو جاہلیت کے زمانے میں فقر و فاقہ یا شرم و عار کے خوف کی وجہ سے کیا جاتا تھا۔

اب گویا دونوں روایتوں میں ٹکراؤ پیدا ہو گیا۔ اس کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بات شاید اس وقت فرمائی تھی جب کہ آپ پر عزل کے حلال ہونے کی وحی نہیں آئی تھی۔ جب یہ وحی آگئی تو پہلا حکم منسوخ ہو گیا اور عزل جائز ہو گیا۔ اس طرح دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہا مسلم ہی کی ایک دوسری روایت سے اس بات کی تائید ہوتی ہے جس میں حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم لوگ عزل کیا کرتے تھے جب کہ قرآن کریم بھی نازل ہوتا تھا مگر اس بارے میں کوئی ممانعت نہیں آئی۔

ایک روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

"میرے پاس ایک باندی ہے جو ہماری خادمہ بھی ہے اور باغات میں کام کے دوران ہماری ساقی بھی ہے چونکہ وہ کام کاج بھی کرتی ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ وہ حاملہ ہو (یعنی میں اس سے ہمبستری کرتا ہوں مگر یہ نہیں چاہتا کہ اس کو حمل ہو جس کی وجہ سے وہ کام کاج کے قابل نہ رہ جائے)!"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اگر تم چاہو تو اس کے ساتھ عزل کر لیا کرو مگر جو بچہ اس کے لئے مقدر ہے وہ آکر رہے گا۔!"

چنانچہ اس کے بعد وہ شخص عزل کرتا رہا۔ ایک دن وہ پھر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"یا رسول اللہ وہ باندی تو حاملہ ہو گئی ہے۔!"

آپ نے فرمایا۔

میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ اس کے لئے جو مقدر ہے وہ آکر رہے گا۔!"

تو اس روایت میں گویا آنحضرت ﷺ نے اس شخص کو عزل کی ہدایت فرمائی ہے جس کے نتیجہ میں اکثر و بیشتر بچہ پیدا نہیں ہوتا مگر ساتھ ہی آپ نے اس کو یہ بھی بتلا دیا کہ عزل کرنے سے ان بچوں کی آمد نہیں رک سکتی جو مقدر ہو چکے ہیں۔

جویریہ کے باپ کا اسلام...... حضرت عبد اللہ ابن زیاد سے روایت ہے کہ غزوہ بنی مصطلق میں آنحضرت ﷺ کو جویریہ بنت حرث مال غنیمت میں حاصل ہوئیں۔ جب آنحضرت ﷺ مدینے واپس آگئے تو جویریہ کا باپ اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر مدینے کے لئے روانہ ہوا (اس فدیہ میں بہت سے اونٹ تھے) جب حرث عقیق کے مقام پر پہنچا تو اس نے فدیہ کے اونٹوں پر ایک نظر ڈالی۔ ان میں سے دو اونٹ بہت عمدہ تھے۔ ان کے بارے میں حرث کی نیت بدل گئی اور اس نے ان دونوں اونٹوں کو وہیں ایک گھاٹی میں چھپا دیا۔ اور باقی اونٹ

Presented by Ziaraat.Com

لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"اے محمد تم نے میری بیٹی کو پکڑ لیا ہے۔"

ایک روایت میں یوں ہے کہ۔

"یارسول اللہ! معزز گھرانے کی بیٹی قیدی نہیں بنائی جاسکتی۔ یہ اس کا فدیہ ہے۔!"

آپ نے فرمایا۔

"اور وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم عقیق کی ایک گھاٹی میں چھپا آئے ہو۔"

حرث نے یہ سنتے ہی کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس بات کی خبر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں تھی۔ یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گئے۔ غالباً یہ حرث اپنے لئے امان لے کر مدینے میں داخل ہوئے تھے۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے اور ان کے ساتھ ہی ان کے دو بیٹے اور ان کی قوم کے بہت سے لوگ بھی مسلمان ہوئے تھے۔ لہٰذا اب گذشتہ روایت میں ان کے مسلمان ہونے کا مطلب یہ ہو گا کہ فدیہ لے کر آنے کے وقت انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔

جویریہ کو اختیار اور اللہ و رسول کا انتخاب...... غرض اسی وقت آنحضرت ﷺ نے حرث سے کہا کہ وہ اپنی بیٹی کو ہی اس بات کا اختیار دے دیں کہ وہ واپس اپنی قوم میں جانا چاہتی ہیں یا یہیں رہنا چاہتی ہیں۔ حرث نے اس بات کو پسند کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے صحیح بات کی اور انصاف کا معاملہ کیا۔ پھر انہوں نے اپنی بیٹی سے کہا۔

" بیٹی! اپنی قوم کو شرمندہ نہ کرنا۔!"

اس پر حضرت جویریہ نے کہا کہ میں نے اپنے لئے اللہ اور اس کے رسول کو پسند کر لیا۔

اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ گذشتہ ایک روایت کے مطابق حضرت جویریہ سے نکاح کر چکے تھے تو آپ نے کیسے اپنی بیوی کو اختیار دیا کہ وہ رہنا چاہتی ہیں یا جانا چاہتی ہیں۔ کیونکہ گذشتہ روایت کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ جویریہؓ کے ساتھ اسی وقت نکاح کر چکے تھے جب کہ آپ بنی مصطلق کے چشمہ پر تھے۔ اودھر میں نے امام ابوالعباس ابن تمیہ کا قول دیکھا جو اس بات سے انکاری ہیں کہ حضرت جویریہؓ کے باپ بیٹی کا فدیہ لے کر آئے تھے اور آنحضرت ﷺ نے ان کو اختیار دیا تھا۔ لہٰذا یہ بات قابل غور ہو جاتی ہے۔

جویریہ کے بھائی آغوش اسلام میں...... کتاب استیعاب میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بیوی حضرت جویریہ کے بھائی عبداللہ ابن حرث اپنی قوم یعنی بنی مصطلق کے قیدیوں کا فدیہ لے کر آئے تھے۔ مگر راستے میں انہوں نے ان سب جوان اونٹوں اور ایک حبشی باندی کو ایک مقام پر چھپا دیا۔ اس کے بعد عبداللہ نے آنحضرت ﷺ کے پاس آکر قیدیوں کے فدیہ کے متعلق بات کی۔ آپ نے فرمایا۔

"ہاں۔ مگر تم فدیہ کے لئے کیا لے کر آئے ہو۔"

انہوں نے کہا کہ میں تو کچھ بھی نہیں لایا۔

آپ نے فرمایا اور وہ دو یعنی جوان اونٹ اور سیاہ فام باندی کہاں ہیں جن کو تم نے فلاں فلاں جگہ چھپا دیا ہے۔

یہ سنتے ہی عبداللہ نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور کہا کہ اس وقت میرے ساتھ کوئی نہیں تھا جبکہ میں نے

Presented by Ziaraat.Com

فدیہ کے اس مال کو چھپایا تھا اور نہ ہی اس واقعہ کے بعد مجھ سے پہلے آپ تک کوئی دوسرا شخص پہنچا ہے (جس نے آپ کو یہ خبر سنائی ہو)۔ غرض اس کے بعد وہ مسلمان ہو گئے۔

مگر اس روایت میں وہی اشکال ہوتا ہے جو ان کے والد کے متعلق گذر چکا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم یہاں سے برک غماد تک چلے جاؤ۔ یہاں تک کتاب استیعاب کا حوالہ ہے۔

اس روایت میں جوان اونٹوں کے لئے ذود کا لفظ استعمال ہوا ہے جو تین سے لے کر دس سال تک کی عمر کے اونٹوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ صرف یہ جوان اونٹ اور ایک سیاہ فام باندی ہی فدیہ کیلئے لے کر آئے تھے مگر پھر انہوں نے سوچا کہ لاؤ پہلے بغیر کسی مال کے ہی قیدیوں کی رہائی کیلئے بات کر دیکھوں۔ چنانچہ انہوں نے ان جوان اونٹوں اور اس باندی کو اس لالچ میں چھپا دیا کہ ممکن ہے رسول اللہ ﷺ صرف اس بنیاد پر ہی قیدیوں کو چھوڑ دیں کہ عبداللہ کی بہن آپ کے پاس ہیں (یعنی حضرت جویریہ کے بدلے میں ہی سب قیدیوں کی رہائی ہو جائے)

مگر یہ احتمال بھی ہے کہ اس روایت کے الفاظ میں اختصار ہو اور آنحضرت ﷺ کے سوال کی اصلی تفصیل اس طرح ہو کہ۔ اور فدیہ کا وہ باقی مال کہاں ہے جو اس کے علاوہ تھا جو تم لے کر آئے ہو۔

گویا فدیہ کا مال صرف وہ جوان اونٹ اور ایک سیاہ فام باندی ہی نہ رہی ہوں بلکہ اور مال بھی ہو اور یہ دونوں چیزیں اس مال کا صرف ایک حصہ رہی ہوں۔ اس پر عبداللہ نے جویریہ کہا کہ میں کچھ نہیں لایا تو اس کا مطلب یہ ہو کہ جو کچھ آپ کے سامنے لے کر آیا ہوں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اس احتمال کو اس لئے پیش کیا گیا کہ بغیر مال کے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے آنا قرین قیاس نہیں بہر حال یہ بات قابل غور ہے۔

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ جب حضرت جویریہ کے باپ اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر آئے تو بیٹی نے وہ فدیہ واپس لوٹا دیا پھر وہ مسلمان ہو گئیں اور بہت اچھی مسلمان ثابت ہوئیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت جویریہ کے لئے اپنا رشتہ حرث یعنی جویریہ کے باپ کو دیا جو قبول کر لیا گیا اور حرث نے اپنی بیٹی کی شادی آنحضرت ﷺ سے کر دی آنحضرت ﷺ نے چار سو درہم مہر طے کیا۔

کتاب امتاع میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جویریہ کا مہر یہ متعین کیا کہ بنی مصطلق کے ہر ہر قیدی کو آزاد کر دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے ان کا مہر یہ طے کیا کہ ان کی قوم کے چالیس قیدیوں کو آزادی دے دی۔

جویریہ سے آنحضرت ﷺ کے نکاح کی برکت...... یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ حضرت جویریہ کے باپ کا اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر آنا اس گذشتہ روایت کے ہر صورت میں خلاف ہے جس کے مطابق آپ نے بنی مصطلق کے چشمے پر ہی جویریہ سے شادی کر لی تھی۔ ادھر اس گذشتہ روایت میں اور اس روایت میں بھی موافقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے جس میں ہے کہ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جویریہ سے نکاح کر لیا ہے تو انہوں نے بنی مصطلق کے بارے میں کہا کہ اب یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے سسرالی ہیں۔ اور پھر بنی مصطلق کے جو قیدی بھی ان کے پاس تھے انہوں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔

کتاب امتاع میں یہ عبارت ہے کہ جب مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت ﷺ نے جویریہ سے شادی کر لی ہے تو اس وقت وہ لوگ بنی مصطلق کے قیدیوں کو آپس میں تقسیم کر کے ان کے مالک بن چکے تھے اور

Presented by Ziaraat.Com

ان میں جو عورتیں تھیں ان کے ساتھ ہم بستری کر چکے تھے۔ مگر اس خبر کے بعد انہوں نے کہا کہ اب یہ آنحضرت ﷺ کے سسرالی ہو گئے ہیں لہذا جس کے پاس جو قیدی تھا اس نے اسے آزاد کر دیا۔

خود حضرت جویریہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے آزاد کر دیا اور مجھ سے نکاح فرمالیا تو بھی خدا کی قسم میں نے آپ سے اپنی قوم کے قیدیوں کے متعلق بات نہیں کی بلکہ خود مسلمانوں نے ہی اس کے بعد ان قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ مجھے اس بات کی خبر بھی اپنی چچازاد بہن سے ملی جس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

قیدیوں کی رہائی کیسے ہوئی...... اقول۔ مولف کہتے ہیں: بعض علماء نے یوں لکھا ہے کہ حضرت جویریہ نے اپنی شب عروسی میں آنحضرت ﷺ سے اپنی قوم کے قیدیوں کی رہائی چاہی جو آپ نے منظور فرمالی۔ ان دونوں روایتوں میں موافقت کی ضرورت ہے۔ اب ان قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے یا بغیر فدیہ کے رہا کرنے کی روایتوں میں اختلاف دور کرنے کے لئے یوں کہا جاتا ہے کہ غالباً حضرت جویریہؓ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کرنے سے پہلے کچھ قیدیوں کا فدیہ لیا گیا تھا مگر پھر جویریہ سے نکاح کے بعد آنحضرت ﷺ نے باقی قیدیوں کو یوں ہی چھوڑ دیا۔ لہذا یوں کہنا چاہئے کہ ان میں سے کچھ قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کیا گیا اور باقی دوسرے لوگوں کو یونہی بغیر فدیہ کے چھوڑ دیا گیا۔ قیدیوں کی تعداد بہر حال بہت کافی تھی کیونکہ وہ دو سو گھرانوں کے لوگ تھے۔

بعض علماء کے ایک قول سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے اس قول میں ہے کہ جو قیدی تھے ان میں کچھ وہ لوگ تھے جن کو آنحضرت ﷺ نے بلا فدیہ کے آزاد کر کے ان پر احسان کیا اور کچھ وہ تھے جن کا فدیہ لیا گیا۔ اسی بات کی تائید آگے حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ بلا فدیہ کے جن لوگوں کی رہائی ہوئی وہ ایک سو گھرانوں کے لوگ تھے۔ لہذا معلوم ہوا کہ سو گھرانوں کے لوگوں کو فدیہ لے کر چھوڑا گیا اور سو گھرانوں کو بغیر فدیہ کے آزاد کیا گیا۔

پیچھے حضرت جویریہ کا جو یہ قول گزرا ہے کہ میں نے اپنی قوم کے قیدیوں کے متعلق آپ ﷺ سے کوئی بات نہیں کی۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ فدیہ کے بدلے رہا ہونے والوں کے بعد جو قیدی رہ گئے تھے ان کے متعلق کوئی بات نہیں کی۔

ادھر یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ فدیہ کے سلسلے میں حضرت جویریہ کے والد کا آنا یا ان کے بھائی کا آنا یا بنی مصطلق کے ایک وفد کا آنا اس گذشتہ روایت کے خلاف ہے جس کے مطابق بنی مصطلق کے تمام ہی لوگ یعنی مرد اور عورتیں اور بچے گرفتار ہو گئے تھے اور ان میں سے ایک بھی بچ کر نہیں نکل سکا تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کے ان لوگوں پر حملے کے وقت ان لوگوں کا قبیلے سے غائب ہونا خاص طور پر حضرت جویریہ کے والد کا غائب ہونا قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ وہ یعنی حرث قوم کے سردار تھے۔ لہذا اگر ان تمام روایتوں کو درست مانا جائے تو ان سب کے درمیان موافقت پیدا کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

بنی مصطلق کا اسلام ولید کی بھیانک غلط فہمی...... پھر اس کے بعد بنی مصطلق کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے۔ اس کے دو سال بعد آنحضرت ﷺ نے ولید ابن عقبہ ابن معیط کو بنی مصطلق سے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ ولید ابن عقبہ اور بنی مصطلق کے درمیان جاہلیت کے زمانے سے ایک جھگڑا اور دشمنی چلی آرہی تھی۔ مگر اس وقت جب بنی مصطلق کو معلوم ہوا کہ ولید ابن عقبہ آرہے ہیں تو (انہوں نے جاہلیت کی دشمنی کو فراموش کر دیا اور) وہ ان کے استقبال کے لئے تلواریں حمائل کئے نہایت خوش خوش بستی

Presented by Ziaraat.Com

سے باہر آئے۔ ولید ابن عقبہ اس گذشتہ دشمنی کی وجہ سے یہ سمجھے کہ یہ لوگ ان کو قتل کرنے کے لئے تلواریں لئے آرہے ہیں۔ چنانچہ وہ وہاں سے واپس بھاگ کھڑے ہوئے اور مدینے پہنچ کر آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی کہ وہ لوگ مرتد ہوگئے ہیں یعنی اسلام سے پھر گئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس خبر پر ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ اودھر مسلمانوں میں بھی اس بات کا چرچا ہوگیا (اور وہ لوگ بنی مصطلق سے جنگ کی باتیں کرنے لگے)۔

اسی اثناء میں اچانک بنی مصطلق کا وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور انہوں نے بتلایا کہ ہم لوگ تو ولید ابن عقبہ کا اعزاز کرنے کے لئے ان کے استقبال کو بستی سے باہر آئے تھے۔ ساتھ ہی صدقہ کی واجب رقم بھی آپ کو ادا کردی۔

تحقیق کے لئے حضرت خالدؓ کا کوچ...... ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس واقعہ کی تحقیق حال کے لئے حضرت خالد ابن ولید کو بنی مصطلق میں بھیجا تو لوگوں نے ان کو سارا ماجرا سنایا۔ حضرت خالد کو روانہ کرتے وقت آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"نماز کے وقت ان کا حال دیکھنا اگر ان لوگوں نے نماز چھوڑ دی ہے تو تم مناسب کارروائی کرنا۔"

بنی مصطلق کی اسلام سے محبت...... چنانچہ حضرت خالدؓ سورج غروب ہونے کے وقت وہاں پہنچے اور ایک ایسی جگہ چھپ کر بیٹھ گئے جہاں سے وہ دیکھ سکیں کہ آیا لوگ نماز پڑھتے ہیں یا نہیں۔ اسی وقت انہوں نے دیکھا کہ جیسے ہی سورج غروب ہوا موذن نے اٹھ کر اذان دی۔ پھر اس نے تکبیر کہی اور لوگوں نے نماز پڑھی۔ پھر اس کے بعد جب شفق کی سرخی غائب ہوئی تو پھر موذن نے اذان دی پھر تکبیر کہی اور اس کے بعد لوگوں نے عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر جب آدھی رات گزر گئی تو حضرت خالد نے دیکھا کہ وہ لوگ تہجد پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد جب فجر طلوع ہوئی تو ان کے موذن نے پھر اذان دی۔ پھر تکبیر کہی اور اس کے بعد لوگوں نے فجر کی نماز پڑھی۔

اس کے بعد جب لوگ مسجد سے لوٹے اور دن کا اجالا پھیلنے لگا تو بستی میں انہیں گھوڑوں کی پیشانیاں نظر آئیں۔ انہوں نے حیران ہو کر ایک دوسرے سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ کسی نے بتلایا کہ یہ خالد ابن ولید آئے ہیں۔ اب لوگوں نے حضرت خالدؓ سے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا انہوں نے کہا۔

"خدا کی قسم آپ ہی لوگوں کے لئے آیا ہوں۔ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک شخص نے آکر خبر دی تھی کہ تم لوگوں نے نماز چھوڑ دی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر و شرک کرنے لگے ہو۔!"

حقیقت حال...... یہ سن کر وہ لوگ رو پڑے اور کہنے لگے۔

"اللہ کی پناہ۔ دراصل ولید ابن عقبہ ابن معیط کے اور ہمارے درمیان جاہلیت کے زمانے میں دشمنی تھی۔ جب وہ یہاں آئے تو ہم لوگ احتیاط کے طور پر تلواریں لے کر ان کے استقبال کو نکلے کہ وہ مبادا پرانی دشمنی اور آویزش کا بدلہ لینے نہ آئے ہوں۔!"

آنحضرت ﷺ کو اطلاع اور ولید کے متعلق وحی...... اس پوری تحقیق حال کے بعد حضرت خالدؓ اپنے دستے کے ساتھ وہاں سے واپس ہوئے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی وقت حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ

لآیہ ۲۶۔ سورہ حجرات۔ ع ۱ آیت ۶

ترجمہ: اے ایمان والو۔ اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لادے تو خوب تحقیق کرلیا کرو۔ کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچادو پھر اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔

علامہ ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی اس تاویل کے سلسلے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ آیت جو ذکر ہوئی ولید ابن عقبہ ابن معیط کے متعلق نازل ہوئی تھی جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بنی مصطلق سے صدقات وصول کرنے کے لئے ان کے پاس بھیجا تھا۔

اسی طرح ان ہی ولید اور حضرت علیؓ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ لآیہ پ ۲۱ سورہ سجدہ ع ۲ آیت ۱۸

ترجمہ: تو کیا جو شخص مومن ہو گیا وہ اس شخص جیسا ہو جاوے گا جو بے حکم۔ وہ آپس میں برابر نہیں ہو سکتے تو ان ولید ابن عقبہ کو فاسق کہا جاتا تھا۔

ولید ابن عقبہ ابن معیط...... جہاں تک ان کو بنی مصطلق کے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجے جانے کی روایت ہے تو اس سے کچھ لوگوں کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے جس کے مطابق ولید فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے (کیونکہ بنی مصطلق کا یہ واقعہ اس سے کافی پہلے کا ہے) اور یہ کہ اس وقت ولید سن بلوغ کے قریب پہنچ رہے تھے۔

اسی طرح سے اس روایت کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو بعض علماء نے خود ولید سے ہی بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح فرمالیا تو مکے کے لوگ اپنے بچوں کو آپ کے پاس لے لے کر آئے آپ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور ان کو برکت کی دعا دیتے۔ اس وقت مجھے آپ کے پاس لایا گیا میرے بدن پر اس وقت زعفرانی خوشبوئیں لگائی ہوئی تھیں مگر آپ نے میرے سر پر ہاتھ نہیں پھیرا۔ آپ نے صرف زعفرانی خوشبو کی وجہ سے مجھ پر ہاتھ نہیں پھیرا۔ (تو چونکہ اس روایت میں ولید کی عمر اس قدر کم بیان کی گئی ہے اس لئے یہ روایت پہلی روایت سے رد ہو جاتی ہے)

اسی طرح آگے آنے والی اس روایت کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ یہ ولید اور ان کے بھائی عمارہ اپنی بہن حضرت ام کلثوم کو ہجرت سے روکنے اور لوٹانے کے لئے روانہ ہوئے کیونکہ حضرت ام کلثوم کی ہجرت مدنہ حدیبیہ کے وقت ہوئی تھی (جبکہ ولید گذشتہ روایت کے مطابق غزوہ بنی مصطلق سے بھی پہلے مسلمان ہو چکے تھے)

حضرت سعد کی جگہ ولید کوفے کی گورنری پر!...... یہ ولید ابن عقبہ حضرت عثمان غنیؓ کے ماں شریک بھائی تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے دور میں ان کو کوفہ کا گورنر بنایا تھا اور حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کو جو پہلے سے کوفے کے گورنر تھے، برطرف کر دیا تھا۔ جب ولید کوفہ پہنچ کر حضرت سعد ابن ابی وقاص کے پاس گئے تو حضرت سعدؓ نے کہا۔

"خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کہ ہمارے بعد تم سمجھ داری کا ثبوت دو گے یا تمہیں یہ عہدہ سونپ دینے پر ہم بے وقوف کہلائیں گے۔"

خلافت وملوکیت...... ولید نے کہا۔

Presented by Ziaraat.Com

"بلبلاؤمت ابو اسحاق۔ یہ سلطنت و حکومت تو دھوپ چھاؤں ہے صبح کسی کے پاس ہو تو ہے تو شام کسی کے پاس۔!"

حضرت سعدؓ نے کہا۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں یعنی بنی امیہ نے خلافت کو حکمرانی و سلطنت کی گدی بنالیا ہے!"

ولید کی گورنری پر لوگوں کو اضطراب...... ادھر حضرت عثمانؓ کے اس حکم نامے پر لوگوں نے نکتہ چینی کرتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ عثمان ابن عفان نے بہت برا کیا کہ حضرت سعدؓ جیسے نرم مزاج، بامروت زاہد و پرہیزگار اور مستجاب الدعوات آدمی کو برطرف کر کے اپنے اس بھائی کو گورنر بنادیا جو خائن اور فاسق ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا۔

پھر ولید کی ملاقات حضرت ابن مسعودؓ سے ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کیسے آئے۔ ولید ابن عقبہ نے کہا کہ میں امیر یعنی گورنر کی حیثیت سے آیا ہوں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا۔

"ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے بعد تم بھلائی کرو گے یا فتنہ و فساد پھیلاؤ گے۔!"

ولید کا فسق و فجور...... اگرچہ عام حالات میں یہ ولید ابن عقبہ ایک بہت بذلہ سنج شاعر، حلیم مزاج، بہادر اور شریف طبیعت کا تھا (مگر بہت شراب پیتا تھا) اس نے ایک دفعہ شروع رات سے شراب پینی شروع کی اور مسلسل پیتا رہا یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو گیا۔ جب موذن نے فجر کی اذان دی تو یہ مسجد گیا اور کوفہ والوں کو چار رکعت نماز پڑھائی۔ رکوع اور سجدوں میں یہ بجائے تسبیحات پڑھنے کے یہ کہتا رہا۔ اشرب و اسقنی۔ یعنی خود بھی پیو اور مجھے بھی پلاؤ۔ پھر نماز ہی کی حالت میں اس نے محراب مسجد میں قے کی اور اس کے بعد سلام پھیرا۔ پھر کہنے لگا کہ میں نے کچھ زیادتی کردی ہے۔ اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے کہا۔

"خدا نہ تیری بھلائی میں اضافہ کرے اور نہ اس شخص کی جس نے تجھے ہم پر مسلط کیا ہے۔!"

ولید پر لوگوں کا غصہ...... اس کے بعد انہوں نے پیر کا جوتا لے کر ولید کے منہ پر مارا پھر دوسرے لوگوں نے بھی پتھر اٹھا اٹھا کر اس کے مارے۔ آخر ولید اسی حالت میں پتھر کھاتا ہوا مسجد سے نکلا اور محل میں داخل ہو گیا۔ اس وقت بھی یہ نشے میں سرشار تھا۔ اسی واقعہ کی طرف حطیئہ نے اپنے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے۔

شهد الحطيئة يوم يلقى ربه
ان الوليد احق بالعذر

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے دن حطیئہ گواہی دے گا کہ اے اللہ ولید کا عذر قبول فرمالے کیونکہ یہ واقعی معذور ہے۔

نادى وقد تمت صلاتهم
اازيدكم سكرا وما يدرى

ترجمہ: نماز ختم کرنے کے بعد ولید نے پوچھا تھا کہ میں نے نماز میں کچھ زیادتی کردی۔ وہ نشہ کے عالم میں پوچھ رہا تھا اور اسے کچھ ہوش نہیں تھا۔

خلیفہ کے حکم سے ولید پر شرعی سزا...... پھر جب لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے پاس جا کر ولید کی شراب نوشی کی شہادت دی تو خلیفہ نے ولید کو دار الحکومت میں طلب کیا اور اس پر شرعی سزا جاری کر کے اس کے کوڑے لگوائے۔ خلیفہ نے ولید کے کوڑے مارنے کا حکم حضرت علیؓ کو دیا چنانچہ انہوں نے ولید کے کوڑے

Presented by Ziraat.Com

لگائے۔ ایک قول ہے کہ خلیفہ کے حکم کے بعد بجائے خود کوڑے لگانے کے حضرت علیؓ نے اپنے بھتیجے عبداللہ ابن جعفر سے کہا کہ ولید کے کوڑے تم لگاؤ۔ اس سے پہلے انہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت حسن کو اس کا حکم دیا تھا مگر پھر رک گئے اور اپنے بھتیجے کو حکم دیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ نے کوڑا اٹھایا اور مارنا شروع کیا حضرت علیؓ کوڑے گنتے جاتے تھے یہاں تک کہ جب چالیس کوڑے ہوگئے تو حضرت علیؓ نے ان سے کہا۔

"بس کرو۔ شراب نوشی پر رسول اللہ ﷺ نے چالیس کوڑے ہی لگائے تھے پھر حضرت ابو بکرؓ بھی اپنی خلافت کے دور میں چالیس کوڑے ہی لگواتے تھے البتہ حضرت عمرؓ اسّی کوڑے لگواتے تھے۔ یہ دونوں طریقے سنت ہیں مگر مجھے چالیس کوڑوں کی یہ سنت حضرت عمرؓ کے اسی کوڑوں سے زیادہ محبوب ہے۔!"

حد شرعی میں کوڑوں کی تعداد...... مگر بخاری میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ نے ولید کے اسی کوڑے لگائے تھے۔ اس اختلاف کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ دراصل اس کوڑے کے دوہرے تھے (لہٰذا ہر ضرب کو دو کوڑے شمار کیا گیا)۔

حضرت علیؓ کا جو یہ قول گذرا ہے کہ یہ تینوں طریقے سنت ہیں اب اس کا مطلب یہ ہو گا کہ چالیس کوڑوں کی سزا رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کی سنت ہے اور اسی کوڑوں کی سزا حضرت عمرؓ کی سنت ہے جو انہوں نے اس وقت بعض صحابہ کے مشورہ سے متعین کی جب یہ دیکھا کہ کثرت سے لوگ شراب نوشی میں مبتلا ہونے لگے ہیں۔

ولید کی معزولی اور حضرت سعدؓ کی بحالی...... غرض حضرت عثمانؓ نے ولید کے کوڑے لگوانے کے بعد اس کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور حضرت سعد ابن ابی وقاص کو واپس اس عہدہ پر متعین کیا۔

دوبارہ کوفہ کی گورنری پر مقرر ہونے کے بعد جب حضرت سعدؓ کے ممبر پر چڑھ کر خطبہ دینے کا وقت آیا تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ میں اس ممبر پر اس وقت تک نہیں چڑھوں گا جب تک تم اس ممبر کو دھو نہیں ڈالو گے تاکہ ولید جیسے فاسق شخص کے آثار اس پر سے مٹ جائیں کیونکہ وہ شخص نجس اور ناپاک ہے۔ چنانچہ لوگوں نے ممبر کو دھویا (تب حضرت سعدؓ نے اس پر سے خطبہ دیا) جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

جہاں تک ولید ابن عقبہ کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے بنی مصطلق میں صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجنے کا تعلق ہے تو (اگر یہ روایت درست ہوتی تو اس کا ذکر صحابہ کی فوجی مہمات میں ہونا چاہئے تھا اسی طرح حضرت خالدؓ کو وہاں بھیجنے کا بھی ذکر ہونا چاہئے تھا۔

حضرت جویریہ کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے علم میں اپنی قوم کے لئے جویریہ سے زیادہ بابرکت عورت کوئی نہیں ثابت ہوئی کہ ان سے شادی کر لینے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ایک سو گھرانوں کو آزاد کیا۔

یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ قیدیوں کی رہائی کا یہ واقعہ قبیلۂ اوطاس کے قیدیوں سے پہلے ہے جن کو رسول اللہ ﷺ کی رضاعی بہن کی وجہ سے رہا کیا گیا تھا جس کا بیان آئے گا ان خاتون کے بارے میں بھی اسی قسم کا ایک قول ہے میں نے ان سے زیادہ ان قوم کے لئے کوئی عورت بابرکت نہیں دیکھی۔

مسلمانوں کی لشکر کشی سے پہلے حضرت جویریہ کا خواب...... حضرت جویریہ بیان کرتی ہیں کہ بنی مصطلق پر آنحضرت ﷺ کی یلغار سے تین رات پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ یثرب سے چاند طلوع ہو کر

Presented by Ziaraat.Com

چلا اور چلتے چلتے میری گود میں آرہا۔ جویریہ کہتی ہیں کہ میں نے کسی سے اس خواب کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

پھر جب ہم لوگ آنحضرت ﷺ کے قیدی بن گئے تو میں نے خواب کے پورا ہونے کی آرزو کی۔

حضرت جویریہ سے ہی روایت ہے کہ جب ہم لوگ مریسیع کے چشمہ پر تھے اور وہاں رسول اللہ ﷺ پہنچے تو میں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا کہ لو ہم پر وہ مصیبت آگئی جس کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔

اس وقت میں نے مسلم لشکر پر نظر ڈالی تو مجھے اتنے بے شمار انسان، گھوڑے اور ہتھیار نظر آئے کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ پھر جب میں مسلمان ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح فرما لیا اور ہم مدینے کو روانہ ہوئے تو میں پھر مسلم لشکر کو دیکھنے لگی مگر اب وہ اتنی بڑی تعداد میں نہیں نظر آرہے تھے۔ اس وقت میں نے سمجھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رعب ہے جو مشرکین کے دلوں میں ڈال دیا جاتا ہے (اور انہیں مسلمانوں کی تعداد زیادہ نظر آنے لگتی ہے)

ادھر اسی روایت سے اس گذشتہ حدیث کی مزید تائید ہوتی ہے جس کے مطابق حضرت جویریہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے اس چشمہ پر ہی نکاح فرمالیا تھا جس کا نام مُریسیع تھا۔

غزوہ بنی مصطلق میں فرشتوں کی شرکت...... ان ہی لوگوں میں ایک شخص تھا جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا اور نہایت دیندار مسلمان بنا۔ وہ کہتا ہے کہ مسلم لشکر میں ہمیں کچھ سفید فام لوگ نظر آتے تھے جو سیاہ و سفید گھوڑوں پر سوار تھے اور جنہیں ہم نے نہ اس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد ہی وہ لوگ دیکھنے میں آئے۔

اب ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس غزوہ میں فرشتے مسلمانوں کی مدد کے لئے شریک تھے۔

غزوہ بنی مصطلق میں مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص قتل ہوا جس کو ایک انصاری مسلمان نے غلطی سے قتل کر دیا تھا کیونکہ وہ اس شخص کو دشمن کا آدمی سمجھے تھے ان کا نام ہشام ابن صبابہ تھا۔

غلط فہمی سے مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا قتل...... اقول۔ مولف کہتے ہیں: حافظ دمیاطی نے بھی اپنی سیرت کی کتاب میں یہی بیان کیا ہے کہ اس غزوہ میں صرف ایک مسلمان قتل ہوا تھا۔ کتاب ھدیٰ کے مصنف نے اس قول پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ محض غلط فہمی اور وہم ہے ورنہ اس غزوہ میں کوئی مسلمان قتل نہیں ہوا کیونکہ اس موقعہ پر جنگ نہیں ہوئی تھی۔

مگر یہ اعتراض خود بیجا ہے اور غلط فہمی پر مبنی ہے کیونکہ مصنف ھدیٰ نے یہ سمجھ کر اعتراض کیا ہے کہ وہ مسلمان کسی کافر کے ہاتھوں قتل ہوا تھا حالانکہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ شخص ایک مسلمان ہی کے ہاتھوں قتل ہوا جس نے غلطی سے اس کو دشمن کا آدمی سمجھا تھا۔ واللہ اعلم۔

مقتول کے بھائی کا اسلام اور ارتداد...... اس کے بعد اس مقتول شخص کا بھائی مکے سے آنحضرت ﷺ کے پاس اسلام کا اعلان کر کے آیا۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میں اپنے بھائی کا خون بہا یعنی جان کی قیمت مانگتا ہوں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے دیت اور خون بہا دیئے جانے کا حکم دیا اور اس طرح اس شخص نے سو اونٹ دیت کے لئے۔ اس کے بعد یہ شخص کچھ دن آنحضرت ﷺ کے پاس ٹھہرا اور ایک روز اچانک اس نے اپنے بھائی کے قاتل پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مدینے سے مکے کو فرار ہو گیا۔ چنانچہ پھر فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے خون کو جائز قرار دے دیا اور اسی دن یہ ایک مسلمان کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

Presented by Ziaraat.Com

اس واقعہ کی تفصیل آگے آئے گی۔

اس واقعہ کی جو تفصیل یہاں پیش کی گئی ہے وہ صحیح ہے اگرچہ آگے فتح مکہ کے بیان میں کتاب اصل کے حوالے سے جو تفصیل آئے گی وہ اس کے خلاف ہے وہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کے بھائی کے قتل کا واقعہ غزوہ ذی قرد میں پیش آیا تھا۔

انصار و مہاجرین میں تصادم کا امکان...... غرض غزوہ بنی مصطلق سے فارغ ہونے کے بعد جب کہ مسلمان ابھی اس چشمہ پر ہی تھے کہ حضرت عمر فاروق کے ایک اجیر کی بنی خزرج کے ایک حلیف سے لڑائی ہوگئی۔ یہ شخص حضرت عمر کا اجیر یعنی ان کی پناہ میں تھا جو ان کے گھوڑے کی نگہبانی بھی کرتا تھا۔ اس کا نام جہجاہ تھا۔

غرض قبیلہ خزرج کے ایک حلیف سے اور ایک قول کے مطابق عمرو ابن عمرو کے ایک حلیف سے اس کی لڑائی ہوگئی۔ ایک قول ہے کہ وہ شخص عبداللہ ابن ابی ابن سلول کا حلیف تھا اور اس کا نام سنان ابن فروہ تھا۔ غرض حضرت عمرؓ کے حلیف نے اس پر وار کیا جس سے وہ زخمی ہوگیا اور اس کے خون بہنے لگا۔

ایک روایت ہے کہ جہجاہ نے اس کو دھکا دے کر گرا دیا۔ اس پر اس شخص نے اپنے حامیوں کو پکارتے ہوئے کہا اے گروہ انصار۔ ایک قول کے مطابق اس نے گروہ خزرج کہہ کر فریاد کی ادھر حضرت عمر کے حلیف نے اپنے حامیوں سے فریاد کرتے ہوئے انہیں پکارا کہ اے گروہ مہاجرین

ایک قول ہے کہ اس نے یہ کہہ کر پکارا۔ اے بنی کنانہ۔ اے گروہ قریش۔ فریاد ہے اس فریاد پر ایک طرف سے انصاری دوڑ پڑے اور دوسری طرف مہاجرین دوڑے۔ دونوں نے ہتھیار لہرانے شروع کر دیئے۔ قریب تھا کہ دونوں گروہوں کے درمیان تصادم ہو کر ایک بڑا فتنہ پیدا ہو جائے کہ اسی وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے (آپ نے لوگوں کو اے گروہ خزرج اور اے گروہ قریش و گروہ کنانہ کہتے سنا تھا) آپ نے لوگوں سے فرمایا۔

"یہ جاہلیت کے زمانے کی طرح کیوں فریادیں کی جا رہی ہیں۔"

کلمات جاہلیت...... اس پر آپ کو واقعہ بتلایا گیا کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے ایک انصاری شخص کو مارا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ کلمے یعنی اے فلاں اور اے گروہ فلاں۔ چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ نہایت برے اور زمانہ جاہلیت کے کلمے ہیں۔

چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص نے زمانہ جاہلیت کے کلموں کے ساتھ کسی کو پکارا تو وہ شخص دوزخ کا ایندھن بنے گا۔ اس پر کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ چاہے وہ شخص روزے رکھنے اور نماز پڑھنے والا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں چاہے وہ روزے رکھتا اور نماز پڑھتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرے چاہے وہ بھائی ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ اگر وہ ظالم ہے تو (مدد یہ ہے کہ) اس کو ظلم سے منع کرے اس طرح یہ بھائی کی مدد ہوگی اور اگر وہ مظلوم ہے تو اس کی مدد یوں کرے کہ اس پر ہونے والے ظلم کو دور کرنے کی کوشش کرے۔

جہجاہ و سنان کا تصفیہ...... غرض اس کے بعد لوگوں نے جہجاہ اور سنان ابن فروہ کے جھگڑے میں مضروب اور مظلوم شخص سنان سے بات کی اور اسے سمجھایا جس پر اس نے بدلے کے سلسلے میں اپنا حق اور مطالبہ چھوڑ دیا اور یہ

Presented by Ziaraat.Com

فتنہ دب گیا جو دونوں گروہوں کے تصادم کی صورت میں ظاہر ہونے کو تھا۔

یہ جہجاہ اور سنان دونوں مسلمان تھے۔ جہجاہ سے عطاء ابن یسار نے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کافر پیٹ کے سات خانوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک خانے میں کھاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث ہے کہ فی کفرہ و اسلامہ اس حدیث سے بھی یہی مراد ہے اس میں ان کے متعلق ہے کہ اسلام لانے سے پہلے وہ سات بکریوں کا دودھ پی لیتے تھے اور اسلام لانے کے بعد ان کا یہ حال تھا کہ ان سے ایک بکری کا دودھ بھی نہیں پیا جاتا تھا۔ آگے اسی قسم کی ایک حدیث ثمامہ حنفی کے متعلق بھی آئے گی۔

ابو عبید نے کہا ہے کہ وہ شخص جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا ابو بصرہ غفاری تھے۔ مگر یہ بات ممکن ہے کہ یہی بات جہجاہ کے علاوہ ان کے بارے میں بھی فرمائی گئی ہو۔ لہٰذا اب یوں کہنا چاہئے کہ آپ نے یہ بات تین موقعوں پر تین مختلف آدمیوں کے بارے میں فرمائی کیونکہ یہ لوگ اپنے کفر کے زمانے میں اسلام کے زمانے سے زیادہ پُر خور تھے۔

جہجاہ اور عثمان غنی...... علامہ ابن عبد البر کا قول ہے کہ یہی جہجاہ ہیں جنہوں نے ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں خلیفہ کے ہاتھ سے اس وقت آنحضرت ﷺ کا عصائے مبارک چھین کر توڑ دیا تھا جبکہ وہ خطبہ دے رہے تھے انہوں نے وہ عصا لے کر اپنے گھٹنے پر رکھا اور توڑ دیا۔ اس سے ان کے گھٹنے میں خراش آگئی جو اتنی مہلک ثابت ہوئی کہ اس سے ان کی وفات ہوگئی یہاں تک علامہ ابن عبد البر کا حوالہ ہے۔

علامہ سہیلی نے یوں لکھا ہے کہ جہجاہ نے یہ عصا حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے اس وقت چھینا تھا جب ان کو مسجد نبوی سے نکال دیا اور وہاں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت عثمانؓ کے جو مخالفین تھے ان میں سے ایک جہجاہ بھی تھے۔ یہاں تک سہیلی کا کلام ہے۔

بہر حال ان دونوں باتوں میں کوئی مخالفت نہیں ہے کہ عصا خطبہ کے دوران چھینا گیا یا اس وقت چھینا گیا جب حضرت عثمانؓ کو مسجد سے نکالا گیا کیونکہ ممکن ہے ان کو مسجد سے خطبہ کے دوران ہی نکالا گیا ہو اور اسی وقت عصا چھینا گیا ہو۔

جہجاہ پر ابن اُبی کا غصہ اور مہاجرین کو گالیاں...... غرض غزوہ بنی مصطلق کے بعد جب جہجاہ اور سنان کے درمیان جھگڑا ہوا تو عبد اللہ ابن ابی ابن سلول ایک دم بگڑ اٹھا کیونکہ وہ خود بھی قبیلہ خزرج سے تھا جس کے حلیف کو جہجاہ نے مارا تھا اور دوسرے یہ سردار منافقین تھا جو ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتا تھا) اس کے ساتھ اس وقت اس کے قبیلہ خزرج کے منافقوں کا ایک گروہ تھا۔ وہیں ان لوگوں کے پاس اس وقت حضرت زید ابن ارقمؓ بھی موجود تھے جو اس وقت ایک نوعمر لڑکے تھے۔ غرض عبد اللہ ابن ابی ابن سلول نے غضبناک ہو کر کہا۔

ابن ابی کی یاوہ گوئی...... "خدا کی قسم! آج کی جیسی رسوائی ہماری کبھی نہیں ہوئی۔ اب یہ لوگ (یعنی مہاجرین) ہمارے ہی وطن میں رہ کر ہمیں ہی آنکھیں دکھاتے اور ہمیں دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے ہمارے شیرازہ بندی اور قومیت کو ختم کر دیا ہے۔ خدا کی قسم ہم انصاریوں اور ان خانہ بدوش قریشیوں کی مثال ایسی ہے جیسے پچھلے لوگوں نے کہا ہے کہ اپنے کتے کو خوب کھلاؤ پلاؤ تو وہ سب سے پہلے تمہیں ہی پھاڑ کھائے گا اور اسے بھوکا رکھو تو وہ تمہارے پیچھے دم ہلائے گا خدا کی قسم میں سمجھتا تھا کہ اس سے پہلے کہ کوئی پکارنے والا یہ پکارے جو میں نے آج سنا ہے میں مر جاؤں گا۔ اب خدا کی قسم مدینے واپس پہنچنے کے بعد ہم میں سے معزز گروہ

Presented by Ziaraat.Com

ذلیل گروہ کو نکال باہر کرے گا۔ (یعنی جو عزت دار ہے وہ رہے گا اور جو ذلیل ہے وہ نکال دیا جائے گا)۔"

یہاں معزز سے مراد ابن ابی نے خود اپنی ذات لی اور ذلیل سے مراد (خام بدہن) نبی کریم ﷺ کو لیا تھا۔ کتاب استیعاب میں ہے کہ ابن ابی نے یہ بات غزوہ تبوک کے موقعہ پر کہی تھی یہاں تک استیعاب کا حوالہ ہے مگر اس میں کافی شبہ ہے۔

ابن ابی خزرجیوں کو مشتعل کرنے کی کوشش میں...... گزشتہ روایت میں مہاجروں کے لئے ابن ابی نے "جلابیب قریش" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا ترجمہ ہم نے "خانہ بدوش قریشیوں" کے لفظ سے کیا ہے۔ یہ جلیب کی جمع ہے۔ اصل میں اس کے معنی ہیں وہ لوگ جو ایک شہر سے دوسرے شہر میں جا کر رہنے لگیں مطلب ہے اجنبی لوگ (مگر چونکہ ابن ابی نے یہ لفظ مہاجروں کی توہین کے طور پر استعمال کیا ہے اس لئے ہم نے اس کے معنی خانہ بدوش سے کئے ہیں) ایک قول ہے کہ جلیب اس موٹے چاول کو بھی کہتے ہیں جو کمیاب ہے۔

غرض اس کے بعد ابن ابی ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت وہاں موجود تھے (اور جو اس کی قوم خزرج کے منافقین تھے) اس نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔

یہ سب کچھ تمہارا اپنا کیا دھرا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے گھروں میں بٹھا لیا اور اپنا مال و دولت بھی ان کے حوالے کر دیا۔ خدا کی قسم اگر تم اپنا مال و دولت اور جائیدادیں ان کو نہ دیتے تو یہ لوگ کسی اور شہر میں جا بستے۔ پھر تم لوگوں نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اس کے بعد اپنی جانوں کو بھی ان کی اغراض کے لئے ہیہ کر دیا اور اس شخص کے یعنی رسول اللہ ﷺ کے بچاؤ کے لئے جنگیں شروع کر دیں اور اب تم ان کے لئے اپنی اولادوں کو یتیم کر رہے ہو، اپنی تعداد کو گھٹا رہے ہو اور ان کی تعداد کو بڑھا رہے ہو۔ اس لئے ان لوگوں پر اپنا روپیہ پیسہ اس طرح مت لٹاؤ کہ انجام کار یہ لوگ محمد ﷺ کے ساتھ تم پر چھا جائیں۔"

زید کی آنحضرت ﷺ کو اطلاع اور صحابہ کی بے یقینی...... ابن ابی کی یہ ساری باتیں حضرت زید ابن ارقم نے سن لیں۔ صحیح قول یہی ہے مگر ایک قول کے مطابق یہ باتیں سفیان ابن تیم نے سنی تھیں وہ فوراً ہی رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ کو تمام واقعہ سنایا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عمر فاروق اور کچھ دوسرے مہاجر اور انصاری صحابہ بھی موجود تھے۔

بخاری میں حضرت زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ میں نے یہ ساری باتیں اپنے چچا یا حضرت عمرؓ سے جا کر بیان کیں انہوں نے اس کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو دی۔ آپ ﷺ نے مجھے بلایا تو میں نے آپ کو بھی یہ سب سنایا۔ آنحضرت ﷺ کو یہ باتیں سن کر بہت تکلیف پہنچی اور آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ سے فرمایا۔

"لڑکے! شاید تم اس شخص یعنی ابن ابی سے ناراض ہو۔!"

خبر کو تسلیم کرنے میں آنحضرت ﷺ کا تامل...... زید نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں نے یہ باتیں اسی طرح اس سے سنی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ شاید تم نے سننے میں غلطی کی۔ اس پر ان انصاریوں نے جو وہاں موجود تھے زید کو ملامت کرنی شروع کر دی اور کہا کہ تم اپنی قوم کے سردار کے خلاف زبان زوری کر رہے ہو اور اس کی طرف وہ باتیں منسوب کر رہے ہو جو اس نے نہیں کہیں۔

چنانچہ بخاری ہی میں ایک اور روایت ہے جس میں زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری

Presented by Ziaraat.Com

بات سن کر مجھے جھٹلا دیا۔ اس پر مجھے اس قدر رنج ہوا کہ اس سے پہلے کبھی مجھے ایسی تکلیف اور رنج نہیں ہوا تھا یہاں تک کہ میں اپنے خیمہ میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا۔

میرے چچا نے مجھ سے کہا کہ تمہیں اس سے کیا ملا کہ رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بولا اور آنحضرت ﷺ نے تمہیں جھٹلا دیا۔ زید نے کہا کہ خدا کی قسم جو کچھ ابن ابی نے کہا تھا میں نے وہی سنا تھا۔ اگر یہ بات میں اپنے باپ سے بھی سنتا تو جا کر آنحضرت ﷺ سے اسی طرح بیان کر دیتا۔ اب میری تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر وحی نازل فرما کر میری سچائی کو ثابت فرما دے۔

زید کا ابن ابی کو جواب...... ایک قول ہے کہ جب ابن ابی نے یہ جملہ کہا تھا کہ خدا کی قسم مدینے پہنچ کر جو عزت دار ہے وہ ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔ تو زید ابن ارقم نے اس سے کہا تھا کہ خدا کی قسم تو ہی ذلیل اور اپنی قوم کا بدترین شخص ہے جب کہ محمد ﷺ خدا کے فضل و کرم سے معزز ہیں اور مسلمانوں کی قوت و طاقت ان کے ساتھ ہے۔ یہ سن کر ابن ابی نے کہا خاموش رہو میں تو مذاق کر رہا تھا۔

ابن ابی کے قتل کے لئے عمر فاروقؓ کی اجازت طلبی...... ادھر جب اس اطلاع پر آنحضرت ﷺ کے چہرے کا رنگ بدلا تو حضرت عمرؓ نے آپ سے ابن ابی کو قتل کرنے کی اجازت چاہی اور یہ بھی عرض کیا کہ اگر آپ مجھے اس کا حکم نہ دینا چاہیں تو کسی اور کو حکم دیجئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جب ابن ابی کی اس حرکت کا مجھے علم ہوا تو میں آپ کے پاس حاضر ہوا اس وقت آپ ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے اور ایک لڑکا آپ کی کمر دبا رہا تھا۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شاید آپ کی کمر میں کچھ تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا رات میں او نٹنی پر سے گر گیا تھا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ابن ابی کی گردن مار دوں یا پھر محمد ابن مسلمہ کو حکم فرمایئے کہ وہ اسے قتل کر دیں ایک روایت میں ہے کہ یا عباد ابن بشر کو اس کے قتل کا حکم فرما دیں۔

آپ نے فرمایا۔

"عمر! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں اور صحابہ کو قتل کرتا ہے!"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ اس کو پسند نہ کریں کہ کوئی مہاجر اسے قتل کرے تو کسی انصاری کو اس کا سر قلم کرنے کا حکم فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں اس کے قتل سے یثرب میں بہت سے لوگوں کے کان کھڑے ہوں گے اور بہت سوں کی ناک چڑھ جائے گی۔

غیر وقت میں غیر معمولی رفتار سے کوچ!...... یہاں آنحضرت ﷺ نے مدینے کو یثرب کے لفظ سے یاد کیا ہے حالانکہ اس کے متعلق پیچھے ایک حدیث گزر چکی ہے جس میں آپ نے مدینے کو یثرب کہنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ یہ دراصل اس لئے ہے تاکہ لوگوں کو اس کا جواز معلوم ہو جائے (کہ اگرچہ اب مدینے کو یثرب نہیں کہنا چاہئے مگر یثرب کہنا ناجائز نہیں ہے۔ یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ یہ واقعہ اس ممانعت سے پہلے کا ہو۔

غرض پھر آپ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ لشکر میں کوچ کا اعلان کر دو۔ یہ وقت ایسا تھا جس میں کبھی آنحضرت ﷺ کوچ نہیں فرمایا کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب لوگوں میں ابن ابی کا یہ واقعہ مشہور ہوا تو اس روز سوائے اس کے کوئی ذکر نہیں تھا۔ اسی وقت اچانک کوچ کا اعلان ہو گیا جب کہ ایسے وقت میں روانگی بھی آنحضرت ﷺ کی عادت کے

Presented by Ziaraat.Com

خلاف تھی کیونکہ یہ دوپہر اور شدید گرمی کا وقت تھا۔

غرض لوگ اسی وقت آنحضرت ﷺ کے ساتھ روانہ ہوگئے اسی اثناء میں حضرت اسید ابن حضیرؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام نبوت کے ساتھ آپ کو سلام کیا یعنی انہوں نے کہا السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ غیر وقت میں کوچ فرما رہے ہیں جبکہ اس سے پہلے آپ نے کبھی ایسے شدید وقت میں کوچ نہیں فرمایا کیونکہ آپ ہمیشہ ٹھنڈے وقت میں روانہ ہوا کرتے تھے۔

آپ نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا کہ تمہارے ایک ساتھی نے کیا کہا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کون سے ساتھی نے یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا عبداللہ ابن ابی ابن سلول نے۔ انہوں نے پوچھا اس نے کیا کہا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کہتا ہے کہ مدینے پہنچنے کے بعد عزت دار لوگ ذلیل کو وہاں سے نکال دیں گے حضرت اسیدؓ نے عرض کیا۔

ابن ابی کے شکستہ خواب...... "تب تو خدا کی قسم یارسول اللہ اگر آپ چاہیں تو اسے مدینے سے نکال سکتے ہیں کیونکہ خدا کی قسم وہی ذلیل شخص ہے اور آپ معزز ہیں۔"

پھر حضرت اسیدؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! اس کے ساتھ مہربانی کا معاملہ فرمایئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے آپ کو بھیج دیا ہے ورنہ اس کی قوم کے لوگ اس کے لئے زروجواہر اور نگینوں کا انتظام کر رہے تھے تاکہ تاج شاہی بنا کر اس کی تاجپوشی کر سکیں۔ تمام نگینے آ بھی چکے تھے صرف ایک نگینہ یوشع یہودی کے پاس باقی رہ گیا تھا (کہ آپ تشریف لے آئے) اب وہ یہ سمجھتا ہے کہ آپ نے اس کی حکومت و سلطنت چھین لی ہے۔!"

آنحضرت ﷺ کی حکمت عملی...... حضرت اسید ابن حضیر کی طرف سے ابن ابی کے لئے رحم و کرم کی یہ درخواست اس سے پہلے بھی ایک موقعہ پر گزر چکی ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے کہ آپ اپنی سواری کے پیٹ پر ہنٹر مارتے جاتے تھے۔ آپ اس پورے دن چلتے رہے اور پوری رات چلتے رہے یہاں تک کہ اگلا دن آ گیا اس روز بھی آپ برابر اس وقت تک سفر کرتے رہے جب تک کہ سورج کی تمازت اور تپش قابل برداشت رہی اس کے بعد آپ نے قیام فرمایا۔ لوگ اس قدر تھکے ہوئے تھے کہ زمین پر لیٹتے ہی سو گئے آپ نے یہ طویل اور مسلسل سفر اس لئے فرمایا تھا کہ لوگ ابن ابی کی اس بات کو بھول جائیں اور سفر کی تھکاوٹ میں ان کا خیال بٹ جائے۔

ابن ابی کو معافی خواہی کے لئے فہمائش...... (قال) اسی اثناء میں جن لوگوں نے اسی سلسلے میں آنحضرت ﷺ کی گفتگو اور لڑکے یعنی زید ابن ارقم کو آپ کا جواب سنا تو بعض انصاری عبداللہ ابن ابی ابن سلول کے پاس گئے۔ انہوں نے اس سے کہا۔

"ابو حُباب! اگر تم نے واقعی وہ باتیں کہی ہیں جو آنحضرت ﷺ کے گوش گزار کی گئیں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر آپ کو سب کچھ سچ سچ بتلا دو تاکہ آنحضرت ﷺ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کی دعا فرمائیں کیونکہ ایسی صورت میں اگر تم انکار کرو گے تو تمہارے متعلق وحی نازل ہو جائے گی جس سے تمہارے جھوٹ کا پول کھل جائے گا۔ اور اگر تم نے واقعی یہ باتیں نہیں کہی ہیں تو بھی آنحضرت ﷺ کے پاس جا کر اپنی برات اور صفائی کر دو اور حلف اٹھا کر کہہ دو کہ تم نے یہ سب کچھ نہیں کہا تھا۔"

ابن ابی کو آنحضرت ﷺ کی فہمائش...... ابن ابی نے یہ سنتے ہی وہیں حلف اٹھا کر کہا کہ میں نے ہرگز یہ

Presented by Ziaraat.Com

باتیں نہیں کہیں۔ اس کے بعد وہ آنحضرت ﷺ کے پاس گیا۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔

"اے ابن ابی! اگر وہ بات تمہارے منہ سے یوں ہی نکل گئی تھی تو تم توبہ کر لو۔!"

ابن ابی کا جھوٹا حلف...... اس پر ابن ابی نے قسمیں کھانی اور حلف اٹھانے شروع کر دیئے کہ میں نے یہ باتیں کہی ہی نہیں تھیں جو زید نے بیان کی ہیں۔ میں نے ایسی کوئی بات زبان سے نہیں نکالی۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ یہ باتیں سن کر خود آنحضرت ﷺ نے آدمی بھیج کر ابن ابی کو بلو لیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کیا یہ باتیں تم نے ہی کی تھیں جو تمہارے حوالے سے مجھ تک پہنچی ہیں۔ اس پر ابن ابی نے حلف کے ساتھ کہا۔

"قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی کہ میں نے ان میں سے کوئی بات نہیں کہی۔ زید بالکل جھوٹا ہے۔!"

لوگوں کا حسن ظن...... اس وقت وہاں جو انصاری مسلمان بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ممکن ہے اس لڑکے کو بات کے بیان کرنے میں کچھ بھول چوک ہو گئی ہو اور انہوں نے جو کچھ کہا تھا اس کو صحیح طور پر نہ یاد رکھ سکا ہو۔ ایک روایت کے مطابق ان انصاریوں نے یہ کہا۔

"یا رسول اللہ ﷺ یہ یعنی ابن ابی ہمارا بڑا ہے اور بوڑھا آدمی ہے اس کے مقابلے میں ایک لڑکے کی بات کو وزن نہیں دیا جا سکتا۔"

کافر باپ کو قتل کرنے کے لئے بیٹے کی پیش کش...... ادھر عبداللہ ابن ابی کے لڑکے حضرت عبداللہ تھے (جو آنحضرت ﷺ کے جان نثار اور ایک سچے مسلمان تھے) ان کا اصل نام حُباب تھا (اور ان ہی کی نسبت سے ابن ابی کو ابو حُباب کہا جاتا تھا پھر جب ابن اُبی کا انتقال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حُباب کا نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا تھا۔ غرض جب ان کو حضرت عمرؓ کی گفتگو کا علم ہوا جو انہوں نے ابن ابی کو قتل کرنے یا کسی اور کے ہاتھوں کرا دینے کے متعلق کی تھی تو حضرت عبداللہؓ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔

یا رسول اللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عبداللہ ابن ابی (یعنی ان کے والد) کو قتل کرنا چاہتے ہیں کیونکہ انہوں نے ایسی بیجا بات کہی ہے۔ اس لئے اگر میں ہی یہ کام کر سکوں تو مجھے حکم دیجئے کہ ان کا سر لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ خزرج کے لوگ جانتے ہیں کہ اس قبیلے میں کوئی شخص اپنے باپ کا مجھ سے زیادہ تابعدار نہیں ہے اس لئے مجھے ڈر ہے کہ اگر آپ نے میرے علاوہ کسی اور کو یہ حکم دیا تو وہ مومن (جو میرے باپ کا قاتل ہوگا) میرے ہاتھوں قتل ہو جائے گا اور اس طرح میرا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔"

نبی کی طرف سے مہربانی کا معاملہ...... یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ہم اس کے ساتھ مہربانی کا معاملہ کریں گے اور جب تک وہ ساتھ ہے اس کو ہم نشینی کا موقعہ دیں گے۔

ایک روایت میں حضرت عبداللہ کے یہ لفظ ہیں کہ

آپ مجھے حکم دیجئے تاکہ میں آپ کے یہاں سے اٹھنے سے پہلے اپنے باپ کا سر لا کر خدمت عالی میں پیش کروں کیونکہ اگر آپ نے کسی اور سے یہ کام لے لیا تو مجھے ڈر ہے کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو اطمینان سے چلتا پھرتا نہ دیکھ سکوں گا بلکہ اس کو قتل کر کے جہنم کا مستحق بن جاؤں گا۔ آپ مجھے اس بے ادبی اور گستاخی کے لئے معاف فرمائیں کیونکہ آپ کے عفو و درگزر کی شان بہت بلند ہے۔

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا اس کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ نہ ہی میں نے کسی شخص کو ابن ابی کے قتل کا حکم دیا ہے بلکہ جب تک وہ ہمارے درمیان موجود ہے ہم اسے اپنی ہمنشینی کا موقعہ دیں گے۔ تب حضرت عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابی ابن سلول نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! ابن ابی کے متعلق یہاں کے یعنی مدینے کے لوگوں کا خیال تھا کہ ان کی تاجپوشی کر کے ان کو باقاعدہ یہاں کا بادشاہ بنا دیں مگر اسی دوران میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہاں بھیج دیا جس سے ان کی سلطنت رہ گئی اور حق تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعہ سربلند فرمادیا"

ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ۔

"ان کے ساتھ ان کی قوم یعنی منافقوں کا ایک گروہ بھی ہے جو ہر وقت ان کے گرد گھومتا رہتا ہے اور ان باتوں کی انہیں خبر دیتا رہتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انہیں مغلوب کر دیا ہے۔"

واضح رہے کہ حضرت عبداللہ کے ساتھ اپنے باپ کے متعلق اسی قسم کا ایک واقعہ پیچھے گزر چکا ہے۔

دار قطنی نے ایک مسند روایت نقل کی ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ ایک جماعت کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ ابن ابی بھی موجود تھا آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو سلام کیا اور پھر وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔ اسی وقت عبداللہ ابن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابن ابو کبشہ یعنی آنحضرت ﷺ نے اس علاقے میں بُرا سر ابھار لیا ہے۔ یہ بات ابن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ نے بھی سنی۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اجازت چاہی کہ اپنے باپ کا سر لا کر خدمت گرامی میں پیش کریں۔ مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں بلکہ اپنے باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔!"

کافر کی ناپاک روح کا تعفن...... غرض آنحضرت ﷺ تیزی کے ساتھ مدینے کی طرف رواں تھے۔ مدینے سے کسی قدر قریب پہنچنے پر اچانک ہوا کا شدید طوفان آیا۔ ہوا کا اتنا شدید طوفان تھا کہ ایسا لگتا تھا سوار کو بھی لے اڑے گی (یہ ہوا بدبودار تھی) لوگوں کو خوف تھا کہ شاید مدینے میں اور مدینے والوں پر کوئی بڑا حادثہ پیش آیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور عیینہ ابن حصن کے درمیان جو ناجنگ معاہدہ تھا یہ اس کے ختم ہونے کا زمانہ تھا لہذا لوگوں کو اس کی طرف سے مدینہ کے متعلق اندیشہ تھا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں عیینہ ابن حصن سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب تک مدینے میں ایک بھی دروازہ موجود ہے فرشتہ اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے اور جب تک تم مدینے نہ پہنچ جاؤ وہاں کوئی دشمن داخل ہونے کی جرات نہیں کر سکتا۔

جہاں تک اس گندی ہوا کے چلنے کا تعلق ہے تو یہ کسی بڑے کافر کی موت کی علامت ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ کسی بڑے منافق کی موت کی نشانی ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ آج مدینہ میں کوئی زبردست منافق مرا ہے۔

چنانچہ جب آپ مدینہ پہنچے تو اس بات کی تصدیق ہو گئی کیونکہ اس روز زید ابن رفاعہ ابن تابوت مرا تھا جو منافقوں کا ایک زبردست سرگروہ تھا۔ یہ شخص بنی قینقاع کے سرکردہ یہودیوں میں سے تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جو ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے تھے۔ اسی واقعہ کی طرف امام سبکی نے اپنے قصیدہ کے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

وقد عصفت ریح فاخبرت انها
لموت عظیم فی الیهود بطیبة

ترجمہ: اس روز ایک بدبودار ہوا چلی جس نے پیغام دیا کہ طیبہ یعنی مدینے کے یہودیوں میں سے ایک بڑے یہودی کی موت واقع ہوئی ہے۔

رفاعہ کی موت کے متعلق آسمانی اطلاع......ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نام لے کر اس کافر کی موت کی اطلاع دے دی تھی چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عبادہ ابن صامت نے ابن ابی سے کہا کہ اے ابوحُباب تمہارا دوست مر گیا ہے۔ ابن ابی نے پوچھا کون دوست حضرت عبادہ نے فرمایا وہ دوست جس کی موت سے اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کے لئے فتح کا دروازہ کھول دیا ہے۔ ابن ابی نے کہا کہ آخر وہ کون شخص ہے۔ حضرت عبادہ نے کہا زید ابن رفاعہ۔ ابن ابی نے گھبرا کر کہا آہ افسوس صد افسوس۔ مگر ابو ولید تمہیں اس کی موت کی کیسے خبر ہوئی (کیونکہ ابن ابی اور حضرت عبادہؓ مسلم لشکر اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر کرتے ہوئے مدینے کو جا رہے تھے اور کسی کو مدینے کا حال معلوم نہیں تھا) حضرت عبادہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ ابھی ابھی زید ابن رفاعہ مر گیا ہے۔ یہ سن کر ابن ابی کو سخت صدمہ ہوا۔ پھر مدینہ پہنچنے پر مدینے والوں نے بتلایا کہ ایسی بدبودار ہوا مدینے میں بھی چلتی رہی یہاں تک کہ جب اس خدا کے دشمن کو دفن کر دیا گیا تو یہ ہوا رکی۔

رفاعہ اور زمانۂ جاہلیت کا ایک دستور......اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: مگر علامہ ابن جوزی کے کلام میں زید ابن رفاعہ کے متعلق جو حضرت قتادہ ابن نعمان کا چچا تھا خود حضرت قتادہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ مسلمان تھا اور اس کا اسلام درست تھا۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ زید ابن رفاعہ منافق تھا ہی ممکن ہے اس نے حضرت قتادہؓ کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کو ظاہر کیا ہو تو وہ یہ سمجھے ہوں کہ یہ سچا مسلمان ہے۔

ادھر علامہ ابن جوزی نے اپنے کلام میں لکھا ہے کہ زید کا باپ رفاعہ ابن تابوت محدثین کے نزدیک صحابہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ بات اصابہ میں بیان کی گئی ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ رفاعہ کا ذکر ایک مرسل حدیث میں آیا ہے جو اس طرح ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں عرب میں یہ قاعدہ تھا کہ احرام باندھنے کے بعد سوائے قریش کے باقی کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اپنے گھر میں صدر دروازے سے داخل ہو سکے بلکہ پشت کی طرف سے گھر میں داخل ہوتے تھے۔

(دراصل یہ بھی قریش کی اپنی ایجاد تھی جس سے انہیں عربوں میں اپنا امتیاز پیدا کرنا مقصود تھا چنانچہ ان کے سوا کوئی عرب احرام کی حالت میں گھر کے دروازے سے داخل نہیں ہوتا تھا یہ فخر اور امتیاز صرف قریش کو حاصل تھا کہ وہ اس پابندی سے مستثنیٰ تھے) اور ان لوگوں کو یعنی جو اس حکم کے پابند نہیں تھے حُمس کہا جاتا تھا۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ جو قریش میں سے تھے ایک باغ میں داخل ہوئے پھر جب آپ اس باغ کے دروازے سے نکلے تو آپ کے ساتھ ساتھ ایک شخص اور بھی دروازے سے ایسے ہی نکلا جس کا نام رفاعہ ابن تابوت تھا حالانکہ یہ شخص حُمس میں سے نہیں تھا۔ اس پر صحابہ نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ رفاعہ منافق ہو گیا ہے (کہ حُمس میں سے نہ ہونے کے باوجود وہ بھی احرام کی حالت میں مکان کے دروازے سے

Presented by Ziaraat.Com

نکالا) آپ نے رفاعہ سے پوچھا کہ خمس میں سے نہ ہونے کے باوجود تم نے ایسا کیوں کیا۔ رفاعہ نے کہا اس لئے کہ ہمارا دین ایک ہے۔ اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

لآیہ پ ۲ سورہ بقرہ ع ۲۴ آیت ۱۸۹

ترجمہ: اور اس میں کوئی فضیلت نہیں کہ گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آیا کرو۔ ہاں لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی شخص حرام چیزوں سے بچے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ تم کامیاب ہو۔

آگے اسی قسم کا ایک واقعہ قطبہ ابن عامر کے متعلق بھی آئے گا۔ ممکن ہے یہ واقعہ دونوں ہی کے ساتھ پیش آیا ہو۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جو مسلم نے پیش کی ہے کہ ایک زبردست قسم کی ہوا چلی تھی اور جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ تیز ہوا کسی بڑے اور زبردست منافق کی موت کی علامت ہے اور وہ شخص رفاعہ ابن تابوت ہے۔ تو یہ ایک دوسرے شخص کے متعلق ہے یہ رفاعہ نہیں تھا۔ کیونکہ یہی واقعہ ایک دوسری حدیث میں ذکر ہوا تو اس میں رفاعہ ابن تابوت کے بجائے رافع ابن تابوت ہے لہٰذا یہ سمجھنا چاہئے کہ مسلم کی اس حدیث میں جہاں رفاعہ کا لفظ ہے شاید کسی راوی کی غلطی ہے۔

ادھر کتاب اصابہ میں یہ ہے کہ رفاعہ ابن زید کو جو حضرت قتادہ ابن نعمان کا چچا تھا ابن تابوت کہیں نہیں کہا گیا جیسا کہ اس کو ابن جوزی نے ابن تابوت کہہ دیا ہے۔ (ی) تو گویا ابن جوزی نے کسی راوی کی غلطی کی وجہ سے رفاعہ کو ابن زید کے بجائے ابن تابوت لکھ دیا ہے۔ یہ اختلاف قابل غور ہے واللہ اعلم۔

(قال) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبکہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اچانک نہایت گندی ہوا چلی۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کچھ منافقوں نے کچھ مومنوں کی غیبت کی ہے (جس کی یہ بدبو ہے اور) اسی لئے یہ ہوا چلی ہے۔ مگر جابر نے اس حدیث میں اپنے سفر کو متعین کر کے نہیں بتلایا کہ یہ کون سا سفر تھا۔ اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ اس غزوہ سے متعلق ہو جیسا کہ واقعہ کی تفصیل سے یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ کوئی دوسرا سفر مراد ہو۔

<u>اونٹنی کی گمشدگی اور ایک منافق کی بکواس</u>...... ادھر اسی غزوہ میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک رات اچانک رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی قصواء اونٹوں کے درمیان سے گم ہو گئی مسلمان چاروں طرف اس کی تلاش میں نکل پڑے۔ ادھر مسلمانوں کے ساتھ جو منافق تھے ان میں ایک شخص زید ابن صلت تھا۔

یہ شخص میرے علم کے مطابق بنی قینقاع کے منافقوں میں سے تھا اور اس وقت جبکہ مسلمان اونٹنی کی تلاش میں پھر رہے تھے یہ زید کچھ انصاریوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ یہ کہنے لگا کہ یہ لوگ چاروں طرف کس لئے گھومتے پھر رہے ہیں۔ لوگوں نے بتلایا کہ یہ سب آنحضرت ﷺ کی اونٹنی کی تلاش میں پھر رہے ہیں جو گم ہو گئی ہے۔ زید بولا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو کیوں نہیں بتلا دیتا کہ اونٹنی کہاں ہے۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ پھر یہ شخص کیسے دعویٰ کرتا ہے کہ وہ علم غیب کو جاننے والا ہے جبکہ اسے یہ بھی پتہ نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے۔ نہ ہی اسے اس خدا کی طرف سے خبر ملتی ہے جس کی طرف سے

Presented by Ziaraat.Com

اس کے پاس وحی آتی ہے۔ اس پر لوگوں کو غصہ آگیا اور انہوں نے کہا۔

"تجھ پر خدا کی مار اے اللہ کے دشمن تو نفاق کی باتیں بک رہا ہے۔!"

نبی کو واقعہ کے متعلق آسمانی خبر ...... لوگوں کو اس شخص پر اتنا غصہ آگیا تھا کہ انہوں نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا اور وہ اس پر جھپٹے۔ یہ صورت حال دیکھ کر وہ شخص جان بچانے کے لئے وہاں سے آنحضرت ﷺ کی طرف بھاگا تاکہ آپ کی پناہ حاصل کر سکے۔ یہ شخص آپ کے پاس پہنچا تو اس وقت آپ یہ فرما رہے تھے جسے اس نے بھی سنا کہ۔

"منافقوں میں سے ایک شخص نے جب یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی ہے تو یہ کہا کہ اللہ نے انہیں کیوں نہ بتلا دیا کہ اونٹنی کس جگہ ہے۔ تو خدا کی قسم حق تعالیٰ نے مجھے بتلا دیا ہے کہ میری اونٹنی کہاں ہے لیکن غیب کا علم صرف اللہ کو ہی ہے۔ میری اونٹنی اس گھاٹی میں ہے جو تمہارے سامنے ہے اور اس کی نکیل ایک درخت میں الجھی ہوئی ہے۔!"

منافق سچے دل سے مسلمان ...... یہ سنتے ہی لوگ اس گھاٹی کی طرف دوڑے اور اسی جگہ سے اونٹنی پکڑ لائے جہاں آپ نے بتلائی تھی۔ یہ دیکھتے ہی وہ منافق شخص اپنی جگہ سے اٹھا اور تیزی کے ساتھ چل کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ اس کو آتا دیکھ کر ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے قریب مت آنا۔ اس نے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کسی نے محمد ﷺ کے پاس جا کر کیا میری بات بتلائی تھی۔ ان سب نے کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم ہم تو اس جگہ سے ہلے بھی نہیں۔

یہ سن کر اس شخص نے کہا۔

"ان کے بارے میں جو کچھ میں نے یہاں کہا تھا وہ ان کو معلوم ہو چکا ہے جس کو میں نے خود سنا اس لئے میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ میں اب سے پہلے مسلمان نہیں تھا بلکہ ابھی مسلمان ہو رہا ہوں۔"

نبی کے سامنے اقبال اور دعائے مغفرت کی درخواست ...... لوگوں نے کہا کہ پھر تم ابھی رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ تاکہ آنحضرت ﷺ تمہارے لئے اللہ سے مغفرت چاہیں۔ چنانچہ یہ شخص اسی وقت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور اپنے گناہوں کا اعتراف و اقبال کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی۔

(قال) کہا جاتا ہے کہ پھر یہ عمر بھر نہایت بزدل رہا یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ اسی قسم کا ایک واقعہ غزوہ تبوک میں بھی پیش آیا ہے کہ زبردست ہوا چلی اور آنحضرت ﷺ کی اونٹنی گم ہوئی۔

اونٹوں اور گھوڑوں کی دوڑ ...... پھر رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کی دوڑ کا مقابلہ کرلیا۔ چنانچہ حضرت بلالؓ نے آنحضرت ﷺ کی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر اسے دوڑایا تو وہ سب اونٹوں سے آگے نکل گئی حضرت ابو سعید ساعدی نے آنحضرت ﷺ کے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی دوسرے گھوڑوں سے دوڑ کی۔ اس گھوڑے کا نام ظرب تھا۔ یہ گھوڑا بھی دوسرے سب گھوڑوں سے آگے نکل گیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دوسری اونٹنی عضباء سے کوئی جیت نہیں سکتا تھا۔ اسی اثناء میں ایک دیہاتی اپنی سواری پر آیا اور دوڑ کی تو عضباء سے آگے نکل گیا۔ یہ بات مسلمانوںؓ کو گراں ہوئی مگر

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات تقدیر فرمادی ہے کہ (ہر عروج کو زوال ہوگا اور) جو بھی کامیاب رہنے والی چیز ہے اسے دنیا سے اس وقت تک نہیں اٹھائے گا جب تک ایک بار ناکام نہ فرمادے۔

آنحضرت ﷺ اور عائشہؓ کا دوڑ میں مقابلہ......اقول۔ مولف کہتے ہیں کتاب امتاع میں ہے کہ اسی غزوہ کے سفر میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا انہوں نے اپنے کپڑے سمیٹے اور آپ ﷺ نے بھی قبا سمیٹی اور دونوں دوڑے تو آپ ﷺ حضرت عائشہؓ سے جیت گئے پھر آپ نے ان سے فرمایا۔

یہ اس دفعہ کا بدلہ ہے جبکہ تم مجھ سے جیت گئی تھیں۔!"

نبی کی بے تکلفی اور مزاح......اس جملہ میں آنحضرت ﷺ نے ایک گذشتہ واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ آپ حضرت ابو بکرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے آپ نے حضرت عائشہؓ کے ہاتھ میں کوئی چیز دیکھی۔ آپ نے ان سے دیکھنے کو مانگی تو انہوں نے انکار کردیا اور وہاں سے بھاگیں آنحضرت ﷺ بھی ان کے ساتھ ہی ان کی طرف دوڑے مگر وہ ہاتھ نہ آئیں بلکہ آگے نکل گئیں۔

اور علامہ ابن جوزی نے اپنے کلام میں حضرت عائشہؓ سے ایک روایت نقل کی ہے وہ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر میں گئی اس وقت میں کم عمر اور دبلی پتلی تھی آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ دوڑ لگاؤ چنانچہ سب نے دوڑ لگائی پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ آؤ ہم تم دوڑ میں مقابلہ کریں چنانچہ دوڑے تو میں آگے نکل گئی۔ اس کے بعد کافی عرصہ گزر گیا اس دوران میں میرا بدن کچھ بھاری ہوگیا تھا۔ پھر ایک مرتبہ میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک اور سفر میں گئی۔ اس دفعہ پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ دوڑ لگاؤ چنانچہ سب نے دوڑ لگائی اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا آؤ دوڑ میں مقابلہ کریں چنانچہ مقابلہ ہوا اور اس دفعہ آپ جیت گئے اس وقت آپ ہنسنے لگے اور فرمانے لگے کہ یہ پچھلی دفعہ کا بدلہ ہے۔ ان دونوں روایتوں کا اختلاف قابل غور ہے۔

ابن ابی کا بیٹے کے سامنے اعتراف شکست وذلت......(قال) غرض جب رسول اللہ ﷺ وادی عقیق میں پہنچے (جہاں سے مدینے کی حدود میں داخل ہوتا تھا) تو اچانک عبداللہ ابن ابی ابن سلول کے بیٹے حضرت عبداللہؓ آگے بڑھ آئے اور ٹھہر گئے یہاں تک کہ جب ان کا باپ ابن ابی وہاں سے گزرنے لگا تو انہوں نے اچانک اس کی سواری کی اگلی ٹانگیں دبالیں اور اسے روک لیا۔ ابن ابی نے کہا نالائق کیا کرتا ہے۔

انہوں نے کہا،

"خدا کی قسم آپ اس وقت تک شہر کی حدود میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک یہ اقرار نہ کرلیں کہ آپ ذلیل ہیں اور رسول اللہ ﷺ معزز ہیں اور جب تک رسول اللہ ﷺ آپ کو شہر کی حدود میں داخلے اجازت نہ دے دیں تاکہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ معزز کون ہے اور ذلیل کون ہے۔ آپ یا رسول اللہ ﷺ"

اس پر ابن ابی کہنے لگا۔

"نہیں میں تو بچوں کے مقابلے میں بھی ذلیل ہوں۔ میں تو عورتوں سے بھی گیا گزرا ہوں۔"

اسی وقت آنحضرت ﷺ وہاں پہنچ گئے اور آپ نے حضرت عبداللہؓ سے فرمایا کہ اپنے باپ کا راستہ چھوڑ دو۔ چنانچہ انہوں نے اس کو جانے دیا۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔

جب ابن ابی وہاں سے گزرنے لگا تو اس کے بیٹے حضرت عبداللہ نے اس سے کہا پیچھے ہٹو۔ ابن ابی نے

Presented by Ziaraat.Com

کہا کیا کرتے ہو نالائق۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ آپ اس وقت تک مدینے میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک رسول اللہ ﷺ آپ کیلئے اجازت نہ دے دیں اور آپ کو معلوم ہو جائے کہ آج کون معزز ہے اور کون ذلیل ہے۔

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ۔ جب تک آپ یہ نہ کہہ دیں کہ رسول اللہ ﷺ معزز ہیں اور آپ ذلیل ہیں۔ ابن ابی نے کہا کہ کیا تم بھی میرے لئے عام آدمیوں کی طرح ہو۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ ہاں میں بھی عام لوگوں کی طرح ہوں۔

ابن ابی کی نبی سے شکایت...... آخر ابن ابی آنحضرت ﷺ کی طرف لوٹ کر گیا اور آپ سے اپنے بیٹے کی حرکت کی شکایت کی۔ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کے ذریعہ حضرت عبداللہ کے پاس پیغام بھیجا کہ ابن ابی کو جانے دو۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ نے باپ سے یہ کہا کہ اگر آپ اللہ ورسول کی عزت وسربلندی کا اقرار نہیں کریں گے تو میں آپ کی گردن مار دوں گا۔

ابن ابی نے کہا تیرا ناس ہو کیا تیرے یہ ارادے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے کہا ہاں۔ آخر ابن ابی نے بیٹے کے تیور دیکھے تو فوراً کہہ دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تمام عزت وسربلندی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے لئے ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اس پر حضرت عبداللہؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے رسول اور تمام مومنوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس موقعہ پر حق تعالیٰ نے سورۂ منافقین نازل فرمائی (جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زید کی بات کی تصدیق کی جو انہوں نے ابن ابی کے متعلق کہی تھی۔ نیز ابن ابی کے کہے ہوئے الفاظ اس سورت میں نقل کئے جو یہ ہیں۔

يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ

لآیہ پ ۲۸ سورۂ منافقون ع ۱ آیت ۸

ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینے میں لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا اور یہ کہنا جیل محض ہے بلکہ اللہ کی ہے عزت بالذات اور اس کے رسول کی بواسطہ تعلق مع اللہ کے اور مسلمانوں کی بواسطہ تعلق مع اللہ والرسول کے لیکن منافقین جانتے نہیں۔

زید ابن ارقم کی تصدیق...... (حضرت زید ابن ارقم نے ابن ابی کے وہ جملے سنے تھے کہ مدینے پہنچ کر عزت مند ذلیل کو نکال دے گا۔ پھر جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کو یہ بات بتلائی تو کسی نے ان کی بات کا یقین نہیں کیا تھا) حضرت زید بیان کرتے ہیں کہ اچانک راہ میں میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ پر بہت زیادہ تکان اور بوجھ کے اثرات ظاہر ہوئے آپ کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے نمودار ہوئے اور آپ کی سواری کی ٹانگیں بوجھل ہو گئیں۔

میں نے یہ صورت دیکھ کر سمجھ لیا کہ آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ ساتھ ہی میرے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ کاش اللہ تعالیٰ میری بات کی تصدیق فرما دے۔ آخر جب آنحضرت ﷺ کو افاقہ ہوا تو اچانک آپ نے میرا کان پکڑ کر مجھے اوپر اٹھانا شروع کیا۔ میں اس وقت اپنی سواری پر تھا آپ نے مجھے کان سے پکڑ کر اتنا اٹھایا کہ میرے کولہے سواری کی پشت سے اٹھ گئے۔ ساتھ ہی آپ یہ فرماتے جاتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

زید کی مزاحا گوشمالی...... "سن لو لڑکے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بات کی تصدیق فرمادی ہے اور منافقوں کو جھٹلا دیا ہے۔"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ یہی وہ لڑکا ہے جس کے کانوں کی اللہ تعالیٰ نے تصدیق فرمائی ہے اور وحی نازل فرمائی ہے کہ وَتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَٰعِيَةٌ۔

چنانچہ اس کے بعد حضرت زید ابن ارقم کو ذوالاذن واعیہ یعنی یاد رکھنے والے کانوں والا۔ کہا جانے لگا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے۔

لِنَجۡعَلَهَا لَكُمۡ تَذۡكِرَةً وَتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَٰعِيَةٌ لآیہ پ ۲۹ سورۂ حاقہ ع ۱ آیت ۱۲

ترجمہ: تاکہ ہم اس معاملے کو تمہارے لئے یادگار اور عبرت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اس کو یاد رکھیں۔

بعض رافضیوں نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد "وَتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَٰعِيَةٌ" ایک حدیث کے مطابق حضرت علیؓ کے متعلق نازل ہوا تھا۔ مگر امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع یعنی من گھڑت ہے اور اس بات پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ لیکن اگر اس کو درست بھی مان لیا جائے تو بھی اس آیت کے ایک سے زائد بار نازل ہونے سے کوئی شبہ نہیں ہوتا۔

نبی کی رائے اور دور اندیشی...... ادھر سورۂ منافقون کے نازل ہونے کے بعد عبداللہ ابن ابی کی قوم اس کو لعنت ملامت کرنے اور اس سے نفرت کرنے لگی۔ جب آنحضرت ﷺ کو ابن ابی کے لئے اس کی قوم کی نفرت کا حال معلوم ہوا تو آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ عمر! کیا خیال ہے خدا کی قسم اگر (تمہارے کہنے پر) اس روز میں ابن ابی کو قتل کرنے کا حکم دیتا تو بہت سے لوگ اس کی حمایت میں کھڑے ہو جاتے اور آج اگر میں اس کے قتل کا حکم دے دوں تو تم ہی اس کو قتل کرسکتے ہو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ بے شک میں نے دیکھ لیا کہ رسول اللہ ﷺ کی رائے میری رائے کے مقابلے میں کہیں زیادہ بابرکت اور صحیح ہوتی ہے۔

ابن ابی کی کج فہمی اور خیر خواہوں کو جواب...... ایک حدیث میں ہے کہ جب سورہ منافقون نازل ہوئی جس میں ابن ابی کو جھٹلایا گیا ہے تو اس وقت اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو جاؤ تاکہ آنحضرت ﷺ تمہارے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں مگر اس نے انکار میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم لوگوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں ایمان لے آؤں چنانچہ میں ایمان لے آیا۔ پھر تم نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے مال کی زکوٰۃ دیا کروں چنانچہ میں نے زکوٰۃ دینی شروع کر دی۔ اب اس کے سوا اور کوئی چیز باقی نہیں رہی کہ میں محمد ﷺ کو سجدہ کرنے لگوں۔1"

ابن ابی جیسوں کے متعلق ارشاد حق...... اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡاْ يَسۡتَغۡفِرۡ لَكُمۡ رَسُولُ ٱللَّهِ لَوَّوۡاْ رُءُوسَهُمۡ وَرَأَيۡتَهُمۡ يَصُدُّونَ وَهُم مُّسۡتَكۡبِرُونَ

لآیہ پ ۲۸ سورۂ منافقون ع ۱ آیت ۵

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ استغفار کریں تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ تکبیر کرتے ہوئے بے رخی کرتے ہیں!

تفسیر قرطبی میں ہے کہ حق تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے۔

لَّا تَجِدُ قَوۡمٗا يُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ يُوَآدُّونَ مَنۡ حَآدَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ لآیہ پ ۲۸ سورۂ مجادلہ ع ۳ آیت ۲۲

Presented by Ziaraat.Com

ترجمہ: جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ ور سول کے بر خلاف ہیں۔

بیٹے کی خیر خواہی اور ابن ابی کی رذالت...... اس کے بارے میں سدی کہتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ ابن ابی کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ایک روز اس کے بیٹے آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آنحضرت ﷺ نے کوئی چیز نوش فرمائی تو حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ جو کچھ پی رہے ہیں اس میں سے کچھ بچا دیں تاکہ میں وہ اپنے باپ کو پلا دوں۔ ممکن ہے اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو پاک کر دے۔ آنحضرت ﷺ نے اس میں سے کچھ بچا کر انہیں دے دیا جسے وہ اپنے باپ کے پاس لائے۔ ابن ابی نے پوچھا یہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ نے جواب دیا کہ یہ آنحضرت ﷺ کے مشروب میں کا بچا ہوا ہے۔ یہ میں آپ کے پاس اس لئے لایا ہوں کہ آپ اسے پی لیں شاید حق تعالیٰ اس کی برکت سے آپ کے دل کو پاک فرما دے۔ اس پر ابن ابی نے کہا۔

"تو میرے لئے اپنی ماں کا پیشاب کیوں نہ لے آیا اس سے زیادہ پاک تو میرے لئے وہی ہے!"

باپ کی حرماں نصیبی پر بیٹے کا رنج و غصہ...... یہ سن کر حضرت عبداللہ سخت غضبناک ہو گئے اور فوراً آنحضرت ﷺ کے پاس آکر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا آپ مجھے اجازت نہ دیں گے کہ میں اپنے باپ کا قصہ ہی پاک کر دوں!۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اپنے باپ کے ساتھ مہربانی کا معاملہ کرو اور اس کا ادب کرو۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ اجازت دیں تو میں چاہتا ہوں کہ اپنے باپ کو آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی پلاؤں ممکن ہے اس طرح ان کے قلب میں کچھ نرمی اور نیکی آجائے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے وضو فرمایا اور اس کا پانی انہیں دے دیا۔ حضرت عبداللہ یہ پانی لے کر اپنے باپ کے پاس پہنچے اور اسے پلا دیا۔ جب ابن ابی نے پانی پی لیا تو بیٹے نے کہا آپ کو معلوم ہے میں نے آپ کو کیا پلایا ہے۔ ابن ابی نے کہا۔ ہاں میں جانتا ہوں تم نے مجھے اپنی ماں کا پیشاب پلایا ہے۔ حضرت عبداللہ نے کہا۔ نہیں میں نے آپ کو رسول اللہ ﷺ کا پیشاب پلایا ہے۔

اس سفر کے متفرق واقعات......... غرض بنی مصطلق کے غزوہ سے نمٹ کر آنحضرت ﷺ رمضان کی چاند رات کو مدینے پہنچے۔ آپ اس طرح ستائیس دن مدینے سے غیر حاضر رہے۔

(قال) اسی غزوہ میں ایک عورت اپنے بیٹے کو آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر آئی اور کہنے لگی کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ میرا بیٹا ہے اس پر شیطان کا اثر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس لڑکے کا منہ کھولا اور اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ ساتھ ہی آپ نے فرمایا۔ اللہ کا دشمن خوار ہوا میں رسول خدا ہوں۔ آپ نے یہ جملہ تین بار فرمایا۔ پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا لو اپنے بچے کے ساتھ خوش بخوش رہو اس کو جو عارضہ تھا اب کبھی نہیں ہوگا۔

اسی غزوہ میں ایک شخص آنحضرت ﷺ کے لئے تین انڈے لے کر آیا یہ شتر مرغ کے انڈے تھے آپ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا جاؤ جابر! یہ انڈے بنا کر لاؤ۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے وہ انڈے بنائے اور آپ کے پاس لے کر آیا اب ہمیں روٹی کی تلاش ہوئی مگر کسی کے پاس روٹی نہ ملی۔ آخر آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ سب نے بغیر روٹی کی ہی انڈے کھانے شروع کئے یہاں تک کہ ہر ایک نے سیر ہو کر انڈے کھائے مگر

Presented by Ziaraat.Com

تینوں انڈے جوں کے توں باقی تھے۔

اسی غزوہ میں ایک اونٹ لنگڑاتا ہوا آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور آپ کے پاس آکر زور سے بولا آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے یہ اونٹ اپنے مالک سے میری پناہ چاہ رہا ہے اور کہتا ہے کہ وہ میرے سے کھیتی باڑی کا کام لیتا ہے اور اب مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ جابر اس کے مالک کے پاس جاؤ اور اسے ہمارے سامنے لے کر آؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اس کے مالک کو نہیں جانتا آپ نے فرمایا یہ اونٹ تمہیں بتلائے گا کہ وہ کون ہے۔ چنانچہ وہ میرے آگے آگے چلا اور اپنے مالک کے پاس پہنچ کر ٹھہر گیا۔ میں اس شخص کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آیا تو آپ نے اس سے اونٹ کے متعلق باتیں کیں۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں۔ یہ تینوں واقعے یعنی عورت اور اس کے بیٹے کا واقعہ، انڈوں کا واقعہ اور اونٹ کا واقعہ غزوہ ذات الرقاع میں بھی گزر چکے ہیں۔ اب یہ کہنا کہ یہ واقعات ایک سے زائد بار پیش آئے ہوں گے اور یہ کہ ان ہی واقعات کی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ اعاجیب کہا جاتا ہے قرین قیاس نہیں ہے۔ جہاں تک میری تحقیق کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ ان واقعات کا تکرار کسی راوی کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ بہر صورت یہ بات قابل غور ہے۔

افک یعنی حضرت عائشہؓ پر تہمت تراشی کا واقعہ

اسی غزوہ میں حضرت عائشہؓ پر تہمت تراشی کا واقعہ پیش آیا جس کو واقعۂ افک کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ جیسی پاک دامن و پاکباز خاتون پر جھوٹا بہتان باندھا گیا (جس سے آنحضرت ﷺ اور ام المومنین دونوں کو اور ان کے ساتھ عام مسلمانوں کو سخت تکلیف پہنچی)

لشکر سے دور ہار کی گمشدگی...... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس غزوہ سے فارغ ہو کر مدینے کو واپسی کے دوران ایک رات کوچ کا اعلان ہوا تو میں فوراً ہی قضائے حاجت کے لئے اٹھ کر لشکر سے دور ایک طرف چلی گئی۔ جب میں فارغ ہو گئی تو واپس لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوئی۔ میرے گلے میں نگینوں یعنی اظفار کا بنا ہوا ایک ہار تھا۔ بخاری میں یہ لفظ الف کے ساتھ اظفار ہے۔ ایک روایت میں صرف ظفار کا لفظ ہے اس میں الف نہیں ہے۔

علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ اس میں الف کا اضافہ غلط ہے۔ شاید مطلب یہ ہے کہ اس روایت کے خلاف ہے۔ ایک روایت میں ظفاری کا لفظ ہے یعنی میرے نگینے تھے۔ ایک روایت میں ظفری کا لفظ ہے۔ بہر حال ممکن ہے یہ سب الفاظ حضرت عائشہؓ کی مختلف روایتوں میں ہوں جو انہوں نے مختلف اوقات میں بیان کیں۔

بعض علماء نے کہا کہ جَزْعُ جیم کے زبر زاء پر جزم اور عین کے ساتھ جزع ہے جس کے معنی نگینہ کے ہیں اور لفظ ظفار یعنی ظ کے ساتھ ہے۔ یہ ہار کو بار کا تھا یہ لفظ کو بار تر پر زیر کے ساتھ ہے اور یہ یمن کا ایک گاؤں ہے۔ بہر حال یہ ہار معمولی قیمت کا تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی قیمت بارہ درہم کے برابر تھی۔

واپسی میں تاخیر اور لشکر کا کوچ...... غرض حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ قضائے حاجت کے بعد لشکر گاہ کی طرف آتے ہوئے راستے میں میرا وہ ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ جب مجھے اس کا احساس ہوا تو میں اس ہار کی تلاش میں واپس چلی اور وہاں تک پہنچی جہاں میں نے قضائے حاجت کی تھی۔ غرض اس ہار کی تلاش میں مجھے دیر ہو گئی۔ اودھر وہ لوگ جو میرا ہودج اٹھا کر سواری پر رکھا کرتے تھے آگئے انہوں نے آکر میرا ہودج یعنی محمل اٹھایا اور

Presented by Ziaraat.Com

میرے اونٹ پر رکھ کر روانہ ہو گئے۔ وہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں ہودج میں موجود ہوں۔ اس زمانے میں عورتیں عام طور پر ہلکی پھلکی تھیں کیونکہ وہ بہت تھوڑا کھاتی تھیں اور اکثر حالات میں چربی اور موٹاپا زیادہ کھانے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ غرض تمام لشکر روانہ ہو گیا۔

حضرت عائشہؓ سے ہی روایت ہے کہ وہ شخص جو ان کا ہودج لے کر چلتا تھا اور اس اونٹ کو ہنکاتا تھا رسول اللہ ﷺ کے غلام ابو موہبہ تھے جو ایک نہایت صالح اور نیک آدمی تھے اس روایت سے حضرت عائشہؓ کے اس قول پر شبہ نہیں ہونا چاہئے جس میں ہے کہ پھر ہودج اٹھانے والے لوگ آگئے۔ یا ان کا ایک دوسرا قول ہے کہ۔ جب ان لوگوں نے ہودج اٹھایا اور کاندھوں پر رکھا تو انہیں اس میں وزن نہ ہونے سے شبہ پیدا نہیں ہوا۔

ان دونوں باتوں سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے (کہ ایک جگہ ایک ہی آدمی کا ذکر ہے جبکہ دوسری جگہ کئی لوگوں کا ذکر ہے) کیونکہ ممکن ہے اصل ذمہ دار تو حضرت ابو موہبہ ہی ہوں اور باقی لوگ اس سلسلے میں ان کی مدد کیا کرتے ہوں۔

لشکر گاہ میں سناٹا اور عائشہؓ کی حیرانی...... غرض حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ کافی تلاش کے بعد میرا ہار مل گیا اور تب میں لشکر گاہ میں آئی مگر وہاں دور، دور تک سناٹا تھا نہ کوئی پکارنے والا تھا اور نہ جواب دینے والا۔ میں نے جس جگہ قیام کیا تھا وہیں ٹھہر گئی کیونکہ میں نے سوچا کہ جب انہیں میری گمشدگی کا پتہ چلے گا تو سیدھے یہیں آئیں گے۔ ابھی میں بیٹھی ہوئی تھی کہ تھوڑی دیر میں ہی مجھے نیند آنے لگی اور میں سو گئی۔

لشکر کے عقب میں چلنے والے صفوان سلمی...... ادھر صفوان سلمی ایک صحابی لشکر کے پیچھے پیچھے رہا کرتے تھے وہ ہمیشہ لشکر کے عقب میں چلا کرتے تھے تاکہ اگر کسی شخص کا کوئی سامان گر جائے اور انہیں ملے تو اٹھا لیا کریں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت صفوان اصل میں بہت گہری نیند سویا کرتے تھے چنانچہ لشکر کوچ کر جاتا اور وہ سوتے رہ جاتے تھے۔ چنانچہ ایک حدیث میں بھی ہے کہ ایک مرتبہ ان کی بیوی نے آنحضرت ﷺ سے اس بات کی شکایت بھی کی تھی اور کہا تھا کہ وہ صبح کی نماز نہیں پڑھتے اس پر خود حضرت صفوان نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری نیند بہت گہری ہے اور سورج نکل آنے تک میری آنکھ نہیں کھلتی۔ آپ نے فرمایا کہ خیر جب بیدار ہوا کرو اسی وقت نماز پڑھ لیا کریں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس کا علم تھا کہ وہ صبح کی نماز کے وقت سوتے رہتے ہیں پھر ان کی بیوی نے کہا کہ جب میں قرآن پاک پڑھتی ہوں تو یہ مجھے مارتے ہیں۔ صفوان نے کہا کہ میرے پاس ایک ہی سورت ہے یعنی قرآن پاک کی ایک ہی سورت ہے دوسری نہیں مگر یہ بھی اسی کو پڑھتی ہیں۔

آپ نے فرمایا تم ان کو ملامت کرو کیونکہ یہ ایسی سورت ہے کہ اگر تمام لوگوں میں بھی تقسیم ہو جائے تو سب کو (اپنے ثواب میں) کافی ہو جائے گی۔ آنحضرت ﷺ کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ صفوان کو خیال تھا کہ ان کی بیوی جب اس سورت کی تلاوت کرتی ہیں تو ان کے ثواب میں حصہ دار بن جاتی ہیں (یعنی جو صفوان کا ثواب ہے اسی میں سے بیوی کو بھی حصہ ملتا ہے) یہ بات قابل غور ہے۔

صفوان کی آمد...... غرض حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضرت صفوان جو لشکر کے پیچھے چلا کرتے تھے وہ اپنے

Presented by Ziaraat.Com

مقام سے رات میں روانہ ہوئے اور صبح کو اس جگہ پہنچے جہاں میں بیٹھی ہوئی تھی (ی) یعنی وہ اپنی عادت کے خلاف رات کو اپنے مقام سے روانہ ہو گئے تھے۔ یہاں پہنچے تو سنسان صحرا میں انہیں ایک انسانی ہیولی نظر آیا۔

یعنی انہوں نے دیکھا کہ کوئی شخص پڑا ہوا سو رہا ہے۔ وہ قریب آئے اور مجھے دیکھ کر پہچان گئے انہوں نے مجھے دیکھتے ہی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی۔ ان کی آواز سے میں جاگ گئی۔ انہوں نے انا للہ اس لئے پڑھی کہ حضرت عائشہؓ کا لشکر سے چھوٹ جانا ایک مصیبت اور پریشانی کی بات تھی۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ انہیں دیکھتے ہی میں نے فوراً اپنی اوڑھنی کا پلہ اپنے چہرے پر ڈال لیا۔ یہاں جلباب کا لفظ استعمال ہوا ہے یہ کپڑا دوپٹہ سے چھوٹا ہوتا ہے (اس لئے اس کا ترجمہ اوڑھنی کیا گیا ہے) اس کو عربی میں مقنعہ یعنی نقاب بھی کہا جاتا ہے جس سے عورت اپنا سر ڈھانکتی ہے۔

ام المومنین نے اپنا چہرہ اس لئے چھپایا کہ یہ واقعہ پردہ کا حکم ہونے کے بعد کا ہے جس کے متعلق یہ آیت حجاب نازل ہوئی تھی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ

لآیہ پ ۲۲ سورہ احزاب ع ۷ آیت ۵۳

ترجمہ: اے ایمان والو نبی کے گھروں میں بے بلائے مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔

کیونکہ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ پردے کی آیت ۳ھ میں نازل ہو چکی تھی جیسا کہ کتاب اصل کے مصنف کے نزدیک ترجیحی قول یہی ہے۔ مگر کتاب امتاع میں ہے کہ بعض محدثین کے نزدیک حضرت زینبؓ سے جن کی وجہ سے پردے کی آیت نازل ہوئی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی شادی ذی قعدہ ۵ھ میں ہوئی تھی۔

مگر واضح رہے کہ یہ قول آگے آنے والی حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کے خلاف ہے جس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات میں حضرت زینبؓ ہی وہ بیوی تھیں جو (آنحضرت ﷺ کے نزدیک محبوبیت میں) میرا مقابلہ کرتی تھیں۔

تو اس روایت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت زینبؓ کی آنحضرت ﷺ کے ساتھ شادی حضرت عائشہؓ کے اس واقعۂ افک سے پہلے ہو چکی تھی اور اس واقعہ کے وقت حضرت زینبؓ آپ کی بیوی تھیں کیونکہ خود یہ غزوہ بنی مصطلق ۶ھ میں پیش آیا ہے!

<u>ام المومنین کو دیکھ کر حیران و ششدر صفوان</u>...... غرض حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ صفوان نے مجھے دیکھنے کے بعد خدا کی قسم مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور نہ میں نے ان کے منہ سے ایک کلمہ سنا یعنی نہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے کوئی بات کی اور نہ خود سے ہی کچھ کہا۔ ایک قول ہے کہ اس ہولناک واقعہ کو دیکھ کر وہ حیرت و ادب کی وجہ سے ساکت رہ گئے اور ان کی زبان گنگ ہو گئی۔ غرض جب انہوں نے وہاں پہنچ کر اپنا اونٹ بٹھایا تو سوائے انا للہ کے ان کے منہ سے ایک لفظ نہیں نکلا۔

<u>ام المومنین کے لئے صفوان کا احترام</u>...... پھر انہوں نے اونٹنی کی اگلی ٹانگوں پر پیر مارے یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ اونٹنی پر سوار ہو گئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر حضرت صفوانؓ نے اونٹ کو ام المومنین کے قریب کیا اور عرض کیا کہ سوار ہو جائیے۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ ماں اٹھیے اور سوار ہو جائیے اور وہ خود اونٹ کا سر پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ سوار ہو گئیں تو انہوں نے کہا حسبی اللہ و نعم الوکیل اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مجھے کافی ہے اور وہی میرا بہترین سہارا ہے۔

اب ان تینوں روایتوں کے درمیان موافقت کی ضرورت ہے۔ نیز ان سے گذشتہ قول میں بھی مطابقت پیدا کرنی ہو گی اگر ان سب روایات کو درست مانا جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ اصل میں بات یہ ہے کہ چونکہ حضرت عائشہؓ نے سوائے انا للہ کے ان کے منہ سے اور کچھ نہیں سنا (اس لئے وہ یہی سمجھیں کہ حضرت صفوان کچھ بولے ہی نہیں) نہ حضرت صفوان نے حضرت عائشہؓ کے قریب اپنا اونٹ لانے تک ان سے کچھ کہا اور نہ خود سے بولے جیسا کہ واضح ہو چکا ہے پھر جب وہ اونٹ کو قریب لے آئے تو انہوں نے یہ لفظ کہے کہ ماں اٹھیے اور سوار ہو جائیے۔

یہ جملہ بھی اس لئے کہا گیا کہ اونٹ کو قریب لانے اور اس کو بٹھانے سے یہ ظاہر نہیں ہو سکتا کہ حضرت عائشہؓ کو سوار ہونے کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضرت صفوان نے وہ لفظ استعمال کیا جس سے ام المومنین کی انتہائی عظمت واحترام اور توقیر ظاہر ہوتی تھی۔

اگرچہ بعض راویوں نے صرف اسی قدر الفاظ نقل کئے ہیں کہ۔ "سوار ہو جائیے" پھر جب حضرت عائشہؓ سوار ہو گئیں اور اس اچانک واقعہ کی ہول کم ہو کر اطمینان ہوا تو حضرت صفوان نے یہ لفظ کہے کہ آپ کیسے پیچھے رہ گئیں۔ یہ بات انہوں نے صرف اظہار حیرت کے لئے کہی سوال کے طور پر نہیں کہی تھی۔

صفوان کی ساربانی میں حضرت عائشہؓ کی روانگی...... غرض حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پھر صفوان میری اونٹنی کے آگے آگے اسے ہانکتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ہم اسلامی لشکر میں پہنچ گئے جو نحر ظہیرہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ اس وقت سورج اپنی مسافت طے کر چکا تھا یعنی نصف النہار ہو چکا تھا۔

حضرت عائشہؓ کے لئے تمام امت کے لوگ محرم...... اسی واقعہ سے ہمارے یعنی شافعی فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر اس طرح کوئی اجنبی عورت قافلے سے چھوٹی ملے تو اس کے ساتھ تنہائی یعنی اسے لے کر سفر کرنا جائز ہے بلکہ اگر اس کو وہاں تنہا چھوڑنے یا تنہا بھیجنے کی صورت میں اس عورت کے لئے خطرہ ہو تو اس کو ساتھ لے کر جانا واجب ہے۔

کتاب خصائص صغیر میں امام طحاوی کی معانی آثار کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ تمام لوگ حضرت عائشہؓ کے لئے محرم تھے (کیونکہ وہ سارے مسلمانوں کی ماں ہیں) لہذا حضرت عائشہ کسی بھی مسلمان کے ساتھ سفر کریں تو ان کا یہ سفر محرم کے ساتھ سفر کہلائے گا مگر دوسری عورتیں ان کی طرح نہیں ہیں۔ یہاں دوسری عورتوں میں آنحضرت ﷺ کی دوسری تمام ازواج بھی شامل ہیں۔ لہذا یہ بات قابل غور ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ اور دوسری امت کی ماؤں یعنی ازواج مطہرات کے درمیان فرق نہیں کیا جا سکتا (کیونکہ مسئلہ کی جو نوعیت ہے اس میں سب کا حکم برابر ہونا چاہئے)۔

اسی طرح آگے جو روایت آرہی ہے کہ حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والے شخص کی سزا قتل تھی جبکہ دوسری ازواج مطہرات پر تہمت لگانے والے کی سزا عام شرعی سزا یعنی کوڑے مارنے کی دو سزائیں تھیں (چنانچہ یہ روایت بھی قابل قبول نہیں بلکہ قابل غور ہے)

Presented by Ziaraat.Com

ام المومنین اور صفوان کو دیکھ کر ابن ابی کی دریدہ دہنی...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب ہم لشکر میں پہنچ گئے تو جن لوگوں کے مقدر میں ہلاکت و بربادی تھی وہ بہتان اور تہمت تراشی کر کے برباد ہوئے

(ی) ایسے لوگوں میں منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی ابن سلول سب سے زیادہ پیش پیش تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے اس واقعہ کو سارے لشکر میں شہرت دی۔ یہ شخص اگرچہ سارے لشکر کے ساتھ تھا مگر جہاں بھی لشکر پڑاؤ ڈالتا تو ابن ابی اپنے منافقوں کے گروہ کے ساتھ عام لوگوں سے ہٹ کر ذرا فاصلے سے ٹھہرا کرتا تھا۔

ابن ابی کی شرمناک بکواس اور واقعہ کی تشہیر......اب جب حضرت عائشہ اور حضرت صفوان منافقوں کی گروہ کے پاس سے گزرے تو ابن ابی نے پوچھا یہ عورت کون ہے۔ اس کے ساتھیوں نے کہا عائشہ اور صفوان ہیں۔ ابن ابی نے فوراً کہا کہ رب کعبہ کی قسم ان دونوں کا ملاپ ہو چکا ہے۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ نہ یہ عورت اس شخص سے محفوظ رہی اور نہ یہ مرد اس عورت سے محفوظ رہا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ خدا کی قسم یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مبتلا ہو چکے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ لو تمہارے نبی کی بیوی ایک دوسرے شخص کے ساتھ پوری رات گزار چکی ہے۔

ابن ابی کی مجلسوں میں چرچے......اس کے بعد جب سب لوگ مدینہ پہنچ گئے تو ابن ابی نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی شدید دشمنی اور نفرت کی بناء پر اس بات کو شہرت دینی شروع کی۔ بخاری میں یوں ہے کہ اس کی مجلسوں میں اس کے ساتھی منافقین اس بات کا ذکر کرتے تو یہ اس کی تائید کرتا، بڑی توجہ سے سنتا اور اس معاملے پر بحث مباحثے سے اس میں باریکیاں پیدا کرتا۔

بہر حال دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں ہے ممکن ہے مدینے میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے خود اسی نے اس بات کو پھیلایا ہو اور پھر اپنی مجلسوں میں لوگوں سے سن سن کر اس کی تائید کرتا ہو تاکہ اس بات کی زیادہ سے زیادہ شہرت ہو جائے۔

حضرت عائشہ کی بیماری اور آنحضرت ﷺ کی سرد مہری......پھر حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد ہم مدینے آگئے۔ یہاں پہنچتے ہی میں بیمار ہو گئی اور ایک مہینے تک بیمار رہی جبکہ لوگ تہمت تراشوں کی باتوں پر چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ شدہ شدہ یہ باتیں رسول اللہ ﷺ اور میرے والدین تک بھی پہنچ گئیں لیکن اب تک مجھے کسی بات کا بھی پتہ نہیں تھا مگر مجھے اس بات پر حیرت و افسوس ضرور تھا کہ اس مرتبہ مجھے آنحضرت ﷺ کے طرز عمل میں وہ محبت و مہربانی محسوس نہیں ہوئی جو میری بیماری کے زمانے میں (خاص طور پر) ہوا کرتی تھی۔

یہاں مہربانی کے لئے لطف کا لفظ استعمال ہوا ہے یہ لطف جب کسی آدمی کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کے معنی مہر و محبت کے ہوتے ہیں اور جب اس کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنے توفیق کے ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ ام مسطح کے ساتھ...... غرض حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لاتے جہاں میری والدہ بھی میری تیمارداری کے لئے ٹھہری ہوئی تھیں آپ سلام کرتے اور پھر فرماتے کیا حال ہے۔ آپ اس کے سوا اور کچھ نہ کہتے اور اس کے بعد واپس تشریف لے جاتے۔ اسی اجنبی طرز عمل کی وجہ

Presented by Ziaraat.Com

سے میں پریشان تھی۔ آخر جب مجھے قدرے افاقہ ہوا تو میں کمزوری کی حالت میں گھر سے نکلی میرے ساتھ ام مسطح بھی چلیں۔ یہ ام مسطح حضرت ابو بکرؓ کی خالہ زاد بہن تھیں۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ مسطح حضرت ابو بکرؓ کی خالہ کے بیٹے تھے مگر یہ بات درست نہیں ہے بلکہ بغیر اصل معنی مراد لئے ہوئے کہہ دی جاتی ہے جس کو تجوّز کہتے ہیں۔ یہ مسطح یتیم تھے اور حضرت ابو بکرؓ کی پرورش میں تھے۔ یہ بالکل مفلس آدمی تھے اور ان کے اخراجات حضرت صدیق اکبر ہی پورے کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہم دونوں یعنی وہ اور ام مسطح اس مقام پر جارہے تھے جہاں عورتیں قضائے حاجت کے لئے جایا کرتی تھیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ گھروں میں بیت الخلاء بنانے شروع نہیں کئے گئے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی ازواج کو جب قضائے حاجت کی ضرورت ہوتی تو وہ رات کے وقت مصنع کے مقام پر جایا کرتی تھیں جو کشادہ جگہ تھی۔

بہتان کی اچانک اطلاع اور شدید رد عمل...... چنانچہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب ہم فارغ ہو گئے اور میں چلنے لگی تو ام مسطح اپنے پاجامے میں الجھ گئیں انہوں نے ایک دم کہا مسطح یعنی ان کے بیٹے کا ناس ہو۔ لفظ مسطح اصل میں خیمہ کے بانس کو کہا جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ میں نے کہا بری بات ہے تم ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہو جو غزوہ بدر میں شریک ہو چکا ہے۔ ام مسطح نے کہا لڑکی کیا تمہیں معلوم نہیں مسطح کیا کیا کہتا پھرتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا کہہ رہا ہے۔ انہوں نے مجھے تہمت تراشوں کی باتیں بتلائیں یہ سن کر میرا مرض لوٹ آیا اور میں پھر بیمار ہو گئی اور مرض اور زیادہ بڑھ گیا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ مجھ پر غشی سی طاری ہونے لگی۔

مرض کا اعادہ...... ایک روایت میں حضرت عائشہؓ یوں بیان کرتی ہیں کہ ایک روز میں ایک ضرورت سے نکلی میرے ساتھ مسطح بھی تھیں۔ میں ایک لوٹا لئے ہوئے تھی جس میں پانی بھرا تھا۔ اچانک مجھے ٹھوکر لگی اور لوٹے سے کچھ پانی گر گیا۔ ام مسطح نے کہا مسطح کا ناس ہو۔ میں نے کہا کیا تم اپنے بیٹے کو کوس رہی ہو۔ اس پر وہ خاموش ہو گئیں۔ اس کے بعد اتفاق سے مجھے پھر ٹھوکر لگی۔ ام مسطح نے پھر کہا کہ مسطح کا ناس ہو۔ میں نے پھر کہا کہ کیا تم اپنے بیٹے کو کوس رہی ہو۔ اس کے بعد مجھے پھر تیسری بار ٹھوکر لگی۔ ام مسطح نے پھر وہی لفظ کہے اور میں نے پھر انہیں ٹوکا تو وہ کہنے لگیں کہ خدا کی قسم میں اسے تمہاری ہی وجہ سے کوس رہی ہوں۔ میں نے کہا میری وجہ سے کیوں۔ تو اس وقت انہوں نے ساری بات میرے سامنے کھولی۔ میں نے کہا کیا واقعی یہ سب ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں!"

مجھے اسی وقت لرزہ سے بخار چڑھ آیا اور میں گھر لوٹ آئی۔ گھر پہنچنے کے بعد مجھے پوری رات (بے قراری میں) گزر گئی کہ نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ آنکھوں میں نیند کا پتہ تھا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور میں برابر روتی رہی۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے سلام کے بعد پوچھا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں۔ !

ام المومنین اپنے میکہ میں...... میں چاہتی تھی کہ اپنے والدین سے اس خبر کی تصدیق کروں۔

(ی) کیونکہ جب حضرت عائشہؓ کو کچھ آرام ہو گیا تھا تو ان کی والدہ بیٹی کے پاس سے واپس اپنے گھر چلی گئی تھیں۔ لہٰذا اب یہ بات حضرت عائشہؓ کے اس گذشتہ قول کے خلاف نہیں رہتی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ میری والدہ میرے ہی پاس (یعنی رسول اللہ ﷺ کے یہاں) میری تیمارداری کیلئے ٹھہری ہوئی تھیں۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے میکہ جانے کی اجازت دے دی اور میں اپنے والدین کے گھر آ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے میرے ساتھ غلام کو بھیج دیا تھا۔ میں جب اپنے گھر پہنچی تو اس وقت ام رومان یعنی میری والدہ مکان کے نچلے حصہ میں تھیں اور ابو بکر بالائی حصے میں تلاوت کر رہے تھے۔ میری والدہ نے مجھے اچانک دیکھ کر پوچھا تم کیسے آ گئیں تو میں نے ان کو پورا واقعہ بتلایا۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت عائشہؓ بیماری سے اچھی ہونے کے بعد اور ام مسطح سے تہمت تراشی کا واقعہ سننے کے بعد اپنے میکے گئی تھیں۔ مگر سیرت ابن ہشام میں جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ پہلے ہی اپنے میکے آ چکی تھیں۔ اور یہ کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی میرے پاس آتے تو صرف اتنا پوچھتے کہ کیا حال ہے اس کے سوا کچھ نہ فرماتے یہاں تک کہ آپ کے اس طرز عمل سے میرے دل کو تکلیف ہونے لگی۔

آخر ایک روز جب میں نے آپ کی یہ بے اعتنائی دیکھی تو آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے اجازت دے دیں۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے والدین کے گھر آ گئی جہاں میری والدہ میری تیمارداری کرنے لگیں جبکہ مجھے اس وقت تک کچھ پتہ نہیں تھا کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔

چنانچہ ایک رات میں ام مسطح کے ساتھ جو ابو بکرؓ کی خالہ زاد بہن تھیں قضاء حاجت کیلئے چلی کہ اچانک ام مسطح اپنے ازار میں الجھیں اور انہیں ٹھوکر لگی اور انہوں نے کہا۔ مسطح کا ناس ہو۔ میں نے کہا خدا کی قسم بہت بری بات ہے کہ تم ایک ایسے شخص کو کوس رہی ہو جو مہاجروں میں سے ہے اور غزوہ بدر میں شریک ہو چکا ہے۔

انہوں نے کہا اے بنت ابو بکر! کیا تمہارے کانوں تک کوئی بات نہیں پہنچی۔ میں نے کہا کیسی خبر تو انہوں نے مجھے سارا واقعہ بتلایا کہ تہمت تراش کیا کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا کیا واقعی؟ انہوں نے کہا ہاں خدا کی قسم یہی چرچا ہے۔ یہ سنتے ہی خدا کی قسم میں قضاء حاجت کو بھی نہیں گئی بلکہ وہیں سے لوٹ گئی اور اس کے بعد خدا کی قسم میں اتنا روئی کہ معلوم ہوتا تھا میرا جگر پھٹ جائے گا۔ یہ روایت ابن ہشام سے نقل کی گئی ہے اور گزشتہ روایت اس کے علاوہ ہے۔ ان دونوں میں جو فرق ہے وہ قابل غور ہے اور اگر ان دونوں کو صحیح مانا جائے تو ان کے درمیان موافقت قابل غور ہے۔

والدہ سے تذکرہ اور ان کی فہمائش ...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ خدا آپ کو معاف فرمائے۔ لوگ کیا کیا کہہ رہے ہیں مگر آپ نے مجھ سے کسی بات کا ذکر نہیں کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے والدہ سے کہا۔ ماں۔ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ ایک روایت میں یہی بات دوسرے الفاظ میں ہے۔

تو انہوں نے کہا۔ بیٹی رنج نہ کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ۔ اپنے آپ کو سنبھالو دنیا کا دستور یہی ہے کہ جب کوئی خوبصورت اور خوب سیرت عورت ایسی ہوتی ہے جو اپنے شوہر کے دل میں بھی گھر کیے ہوئے ہو اور اس کی سوکنیں (مراد جلنے اور حسد کرنے والی عورتیں) بھی ہوں تو وہ ہمیشہ اس کے درپے آزار رہتی ہیں یعنی اس کی عیب جوئی کیا کرتی ہیں۔"

ازواج مطہرات اس طوفان سے علیحدہ رہیں ...... یہاں جس لفظ کا ترجمہ سوکن کیا گیا ہے وہ ضرائر ہے

Presented by Ziaraat.Com

جو ضرہ کی جمع ہے اس کے معنی سوکن کے ہیں۔ اب یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی سوکنیں آنحضرت ﷺ کی دوسری ازواج یعنی امہات المومنین تھیں مگر ان میں سے کسی نے بھی اس مسئلے پر لب کشائی نہیں کی تھی اور نہ حضرت عائشہؓ کے متعلق کچھ کہا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ حضرت عائشہؓ کی والدہ نے سوچا ہو کہ چونکہ عام عادت یہی ہے کہ سوکنیں شوہر کے نزدیک مقبول بیوی کے خلاف طرح طرح کی باتیں کیا ہی کرتی ہیں (اس لئے ان ہی نے خدانخواستہ یہ باتیں کہی ہوں گی) لہٰذا ام رومان نے یہ کہہ دیا۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے کہا خدا کی پناہ تو لوگ ایسی ایسی باتیں کہہ رہے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کیا میرے والد کو بھی ان باتوں کا علم ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں! مجھے اس بات سے سخت تکلیف پہنچی اور میں پھر رونے لگی۔ میرے رونے کی آواز ابو بکرؓ نے سنی تو وہ فوراً نیچے اتر کر آئے اور میری والدہ سے پوچھنے لگے کہ اسے کیا ہوا انہوں نے بتایا کہ اس کے بارے میں لوگ جو افواہیں اڑا رہے ہیں وہ اس تک پہنچ گئی ہیں۔ یہ سن کر ابو بکرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

حضرت عائشہؓ کی بے قراری...... اس رات بھی میں صبح تک مسلسل روتی رہی نہ میرے آنسو خشک ہوئے اور نہ اس دوسری رات میں بھی میری پلک جھپکی۔ صبح ہوئی تو میرے والدین میرے پاس آئے وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹا جا رہا تھا۔ میں اس وقت بھی رو رہی تھی میرے ساتھ میرے والدین بھی رو رہے تھے اور گھر کے دوسرے تمام لوگ بھی رو رہے تھے۔ اسی وقت ایک انصاری عورت میرے پاس آئی اور اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے اسے اندر بلا لیا وہ بھی بیٹھ کر میرے ساتھ رونے لگی۔ میں نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ اس وقت حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں جو بلی تھی وہ بھی بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔

آنحضرت ﷺ کا حضرت عائشہؓ سے استفسار...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ابھی ہم سب بیٹھے ہوئے ہی تھے کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے آپ نے سلام کیا اور پھر بیٹھ گئے حالانکہ جب سے یہ باتیں شروع ہوئی تھیں آپ میرے پاس آکر بیٹھتے نہیں تھے (بلکہ کھڑے کھڑے مزاج پرسی کر کے واپس تشریف لے جاتے تھے) ادھر ان واقعات کو چلتے ہوئے ایک مہینہ گزر گیا مگر میرے سلسلے میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے بعد مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"اما بعد! عائشہ۔ مجھے تمہاری متعلق ایسی ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ اب اگر تم ان تہمتوں سے بری اور پاک ہو تو اللہ تعالیٰ خود تمہاری برات فرما دے گا لیکن اگر تم اس گناہ میں مبتلا ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار اور اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔"

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔

"عائشہؓ! لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے تم اللہ سے ڈرو۔ اگر تم نے کوئی برائی اور گناہ کیا ہے جیسا کہ لوگ کہہ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔!"

بعض علماء نے کہا ہے کہ۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو گناہ کا اعتراف کرنے کی دعوت دی ان کو چھپانے کا حکم نہیں دیا۔ (ی) حالانکہ ایسے میں مطلوب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص نے گناہ کیا ہے وہ کسی کو اس

Presented by Ziaraat.Com

ی خبر نہ کرے (یعنی برائی کرے اس کو کہتے پھرنا اور زیادہ برا ہے)

حضرت عائشہ کی حالت میں پر جوش تغیر...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنی بات پوری کر چکے تو میرے آنسو تھم گئے یعنی اس طرح رک گئے کہ ایک قطرہ بھی آنکھ میں محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا جواب دیجئے۔

حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں۔

پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجئے۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں نہیں جانتی رسول اللہ ﷺ سے کیا عرض کروں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔

میں نے اپنے والدین سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجئے۔ تو انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کیا جواب دیں۔

بے لاگ جواب...... آخر میں نے کہا آپ سب نے یہ باتیں سنیں جو آپ کے دلوں میں بیٹھ گئیں (یعنی آپ سب کو ان باتوں پر یقین آگیا ہے) اب اگر میں یہ کہوں کہ میں ان الزامات سے بری ہوں۔ اللہ میرا خدا جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو آپ لوگ اس پر یقین نہیں کریں گے لہٰذا اگر میں ان الزامات کا اقرار کر لوں جبکہ میرا خدا جانتا ہے کہ میں ان سے بری ہوں تو آپ لوگ اس

کا یقین کر لیں گے اس لئے اب خدا کی قسم آپ کے اور اپنے لئے میں وہی مثل پیش کر سکتی ہوں جو یوسفؑ کے والد کا قول ہے۔ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَّاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ الآیہ پ ۱۲ اسورہ یوسف ع ۲ آیت ۱۸

ترجمہ: سو صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہو گا اور جو باتیں تم بناتے ہو ان میں اللہ ہی مدد کرے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس وقت میں نے حضرت یعقوبؑ کا نام یاد کرنے کی کوشش کی مگر باوجود کوشش کے نام یاد نہ آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قرآن حکیم پ ۱۳ اسورہ یوسف ع ۱۰ آیت ۸۶

ترجمہ: میں تو اپنے رنج و غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔

حضرت عائشہؓ کی تمنا...... اس حدیث سے یہ دلیل اور مسئلہ نکالا گیا ہے کہ قرآن کریم کی آیت سے مثال دینا جائز ہے۔

غرض حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں اٹھی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ حق تعالیٰ میرے معاملے میں بھی قرآن پاک نازل فرمائے گا جس کی تلاوت ہوا کرے گی۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ

جس کو مسجد میں اور نمازوں میں پڑھا جایا کرے گا۔ کیونکہ میرے نزدیک میری حیثیت اس بات سے کہیں زیادہ کمتر تھی کہ میرے کسی معاملے میں وحی نازل ہو اور اس کی تلاوت ہوا کرے البتہ میں تمنا ضرور کرتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ میرے متعلق کوئی خواب دیکھ لیں جس کے ذریعہ حق تعالیٰ مجھے بری فرما دے۔

صدیق اکبر کا تاثر اور حزن و ملال...... اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں عرب کے کسی گھرانے پر ایسی افتاد نہیں پڑی ہوگی جیسی مجھ پر پڑی ہے خدا کی قسم جاہلیت کے زمانے میں بھی ہمارے متعلق

Presented by Ziaraat.Com

ایسی بات نہیں کہی گئی جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ جیسی اب اسلام کے زمانے میں کہی جا رہی ہے۔ اس کے بعد وہ غصہ میں حضرت عائشہؓ کی طرف مڑے۔

نزول وحی کے آثار...... اسی وقت دیکھا تو آنحضرت ﷺ پر وہی کیفیت طاری ہو گئی جو وحی کے نزول کے وقت ہوا کرتی تھی یعنی ایک تنگی اور تکلیف کے سے آثار ظاہر ہوئے حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو فوراً کپڑا اڑھا دیا اور آپ کے سر کے نیچے ایک چمڑے کا تکیہ رکھ دیا۔

آثار وحی پر حضرت عائشہؓ کا اطمینان...... ایک روایت میں حضرت عائشہؓ کے یہ الفاظ ہیں کہ جب میں نے آنحضرت ﷺ پر وحی کے آثار دیکھے تو خدا کی قسم مجھے کوئی گھبراہٹ نہیں ہوئی کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں بری ہوں اور حق تعالیٰ ظالم اور بے انصاف نہیں ہے۔ مگر جہاں تک میرے والدین کا تعلق ہے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جب تک آنحضرت ﷺ پر سے وہ کیفیت ختم نہیں ہو گئی اور آپ نے وحی کی اطلاع نہیں دے دی۔ اس وقت ان کی یہ حالت تھی کہ میں سمجھتی تھی اس خوف سے ان کی جانیں نکل جائیں گی کہ اللہ تعالیٰ اب ان باتوں کا کھرا کھوٹا ظاہر فرمادے گا جو لوگ کہہ رہے ہیں۔

ام المومنین کو نبی ﷺ کی طرف سے خوشخبری...... آخر آنحضرت ﷺ پر سے وحی کی کیفیت اور آثار ختم ہوئے تو آپ ہنس رہے تھے اور آپ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے اس طرح جھلملا رہے تھے جیسے موتی ہوں یا چاندی کے دانے ہوں۔ آپ اپنے چہرے مبارک سے پسینے کے قطرے پونچھنے لگے۔ اس وقت آپ نے جو پہلا جملہ ارشاد فرمایا وہ یہ تھا۔

"عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بری کر دیا ہے۔!"

نازشِ عفت...... جبھی میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آؤ۔ میں نے کہا خدا کی قسم نہ میں اٹھوں گی اور نہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کا شکریہ ادا کروں گی۔

ایک روایت میں آنحضرت ﷺ کے یہ لفظ ہیں کہ۔

"عائشہ! خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت اور صفائی میں وحی نازل فرمائی ہے۔"

میں نے کہا کہ ہم اللہ کا شکریہ ادا کریں گے اور کسی کا شکریہ نہیں ادا کریں گے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ یہ آیتیں مختلف اوقات میں نازل ہوئیں۔ وہ کہتی ہیں کہ پھر آنحضرت ﷺ نے میرا کپڑا پکڑ کر کھینچا تو میں نے اپنے ہاتھ سے ایک طرف کر دیا یعنی آپ کا ہاتھ اپنے کپڑے سے ہٹانے لگی۔ ابو بکر نے یہ دیکھ کر مجھے مارنے کے لئے اپنا جوتا اٹھایا۔ میں ان کو روکنے لگی۔ اس وقت آنحضرت ﷺ ہنسنے لگے اور ابو بکرؓ سے بولے کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں یہ مت کرو۔

عظیم باپ اور عظیم بیٹی...... ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی برأت میں آیات نازل فرما دیں تو حضرت ابو بکرؓ اٹھ کر بیٹی کے پاس گئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آپ نے پہلے ہی میری بات کو کیوں نہیں مانا تھا۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔

"بیٹی! کون سی زمین مجھے پناہ دیتی اگر میں وہ بات کہتا جو مجھے معلوم نہیں تھی!"

آیات برأت...... اس روایت اور گذشتہ روایت میں کوئی مخالفت نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے جو پہلی روایت ہے

Presented by Ziaraat.Com

وہ بعد کی رہی ہو۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے جو آیتیں نازل فرمائیں وہ یہ ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۔ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۔ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۔ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ۔ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۔ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۔ تا ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۔

لآیات پارہ ۱۸ سورہ نور ع ۲ ۱۱ تا ۲۰

ترجمہ :۔ جن لوگوں نے یہ طوفان (حضرت صدیقہؓ کی نسبت) برپا کیا ہے اے مسلمانو! وہ تمہارے میں کا ایک چھوٹا سا گروہ ہے تم اس طوفان بندی کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ باعتبار انجام کے تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے۔ ان میں سے ہر شخص کو جتنا کسی نے کچھ کہا تھا گناہ ہوا۔ اور ان میں جس نے اس طوفان میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کو سخت سزا ہو گی۔ (آگے ان قاذفین مومنین کو ناصحانہ ملامت ہے) جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے آپس والوں کے ساتھ گمان نیک کیوں نہ کیا اور زبان سے یوں کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے (آگے اس حسن ظن کے وجوب کی وجہ ارشاد ہے کہ) یہ قاذف لوگ اپنے قول پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ سو جس صورت میں یہ لوگ قاعدہ کے موافق گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا دنیا میں اور آخرت میں تو جس شغل میں تم پڑے تھے اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا جبکہ تم اس جھوٹ کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تم کو کسی دلیل سے مطلق خبر نہیں اور تم اس کو ہلکی بات یعنی غیر موجب گناہ سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات ہے۔ اور تم نے جب اس بات کو اول سنا تھا تو یوں کیونکہ نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے بھی نکالیں معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا بڑا حکمت والا ہے جو لوگ ان آیات کے نزول کے بعد بھی چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں سزا دردناک مقرر ہے اور اس امر پر سزا کا تعجب مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور اے تائبین اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل و کرم ہے جس نے تم کو توبہ کی توفیق دی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق بڑا رحیم ہے تو تم بھی وعید سے نہ بچتے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی برأت میں دس آیتیں نازل فرمائیں مگر تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اٹھارہ آیتیں ہیں۔

علامہ سہیلیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی متعلق برأت کا نزول مسلمانوں کے غزوہ بنی مریسیع سے مدینے واپس آنے کے سینتیس دن بعد ہوا جیسا کہ بعض مفسرین نے بیان کیا ہے۔

حضرت عائشہ پر تہمت تراشی کے متعلق مسئلہ ...... اب جو لوگ حضرت عائشہؓ کی طرف زنا کو منسوب کرتے ہیں وہ کافر ہوں گے کیونکہ اس طرح نص اور آیات قرآنی کو جھٹلانا اور ان سے انکار ثابت ہو گا اور آیات قرآنی کو جھٹلانے والا کافر ہوتا ہے۔

خواب میں الفاظ دعا کی تعلیم ...... کتاب حیات الحیوان میں حضرت عائشہؓ سے ایک روایت ہے کہ جب لوگ تہمت تراشیاں کر رہے تھے تو میں نے خواب میں ایک نوجوان کو دیکھا جس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا بات

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ میں نے کہا کہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں میں اس کی وجہ سے غمگین ہوں۔ اس نے کہا کہ ان کلمات کے ساتھ دعا کرو اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانی دور فرمائے گا میں نے کہا وہ دعا کیا ہے۔ تو اس نے کہا یوں دعا کرو۔

یا سابغ النعم ویا دافع النقم ویا فارج الغمم ویا کاشف الظلم ویا اعدل من حکم ویا حسیب من ظلم ویا اول بلا بدایۃ ویا آخر بلا نہایۃ اجعل لی من امری فرجا و مخرجا

ترجمہ: اے نعمتوں کی تکمیل کرنے والے اور اے غموں کو دور کرنے والے، پریشانیوں کو دور کرنے والے، مصیبتوں کے اندھیروں سے نکالنے والے، فیصلوں میں سب سے زیادہ انصاف کرنے والے اور ظالم سے بدلہ لینے والے اور اے اول اور اے آخر۔ میری اس پریشانی کو دور فرمادے اور میرے لئے گلو خلاصی کی کوئی راہ پیدا فرمادے۔

چار لوگوں کی چار براتیں...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے کہا بہت اچھا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے سکون یعنی برأت نازل فرمادی۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ چار لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کے ذریعہ بری فرمادیا۔ حضرت یوسفؑ کو زلیخا کے گھر والوں میں سے ایک گواہ اور شاہد کے ذریعہ بری فرمایا۔ موسیٰؑ کو ان کے متعلق یہودیوں کے اس قول سے بری فرمایا کہ ان کے اعضاء مردانہ میں نقص اور عیب ہے چنانچہ وہ پتھر ان کے کپڑے لے کر فرار ہوا جس پر کپڑے رکھے تھے۔ حضرت مریم کو ان کے بیٹے یعنی حضرت عیسیٰؑ کے جھولنے میں کلام کے ذریعہ بری فرمایا اور حضرت عائشہؓ کو ان کے متعلق ان آیات کے ذریعہ بری فرمایا۔

مسطح کے خلاف ابو بکر کی کارروائی...... پیچھے مسطح کا ذکر گزرا ہے جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے قریبی عزیز تھے اور اس رشتہ داری کی وجہ سے ہی صدیق اکبر نے ان کے اخراجات اپنے ذمہ لے رکھے تھے۔ پھر یہ کہ مسطح بالکل مفلس اور نادار تھے (اس لئے بھی صدیق اکبر ان کی خبر گیری کرتے تھے مگر اس موقعہ پر مسطح نے بھی حضرت عائشہؓ پر تہمت طرازی میں حصہ لیا۔)

ابو بکر کا حلف...... حضرت ابو بکرؓ نے بیٹی کی برأت نازل ہونے کے بعد حلف کیا کہ آئندہ وہ مسطح پر اپنا کوئی پیسہ خرچ نہیں کریں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس وقت یہ کہا۔

"خدا کی قسم آئندہ کبھی بھی مسطح پر اپنا مال خرچ نہیں کروں گا اس نے عائشہ کے خلاف جو بہتان باندھا اور ہماری آبرو کے درپے ہوا اس کی وجہ سے آئندہ میری ذات سے اسے کبھی کوئی نفع نہیں پہنچے گا۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے مسطح کو اپنے گھر سے بھی نکال دیا اور ان سے کہا کہ آئندہ میں کبھی ایک درہم سے بھی تیری خبر گیری نہیں کروں گا اور نہ کبھی تیرے ساتھ شفقت و محبت کا معاملہ کروں گا۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ لآیہ پ ۱۸ سورہ نور ع ۳ آیت ۲۲

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں دینی بزرگی اور دنیوی وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہئے کہ یہ معاف کردیں اور درگزر کریں کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کردے بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

قسم کا کفارہ اور مسطح کی امداد...... اسی وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادے حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم میں یقیناً چاہتا ہوں کہ میری مغفرت ہو ۔ پھر وہ مسطح کے پاس گئے اور ان کے جو اخراجات بند کر دیئے تھے وہ پھر جاری کر دیئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم آئندہ میں کبھی مسطح کا خرچہ بند نہیں کروں گا۔

کتاب معجم طبرانی کبیر اور نسائی میں ہے کہ اس تہمت سے پہلے حضرت ابو بکرؓ مسطح کو جو اخراجات اور نفقہ دیا کرتے تھے اس کے بعد انہوں نے اس کا دوگنا کر دیا یعنی جتنا پہلے دیتے تھے اس آیت کے بعد اس سے دوگنا دینے لگے۔ بنا تھ ہی چونکہ حضرت ابو بکرؓ نفقہ بند کرنے پر قسم کھا چکے تھے اس لئے انہوں نے قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔

ایک مسئلہ...... صحیح بخاری میں بھی آنحضرت ﷺ کا ایک ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے اور اس کے بعد اس سے بہتر دوسرا کام نظر آئے جس میں زیادہ خیر ہو تو وہ یہ دوسرا کام کر سکتا ہے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے

ان دونوں روایتوں کی روشنی میں ہمارے یعنی شافعی فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جس شخص نے کسی جائز کام کے نہ کرنے پر قسم کھائی ہو تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنی قسم توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کر دے۔

ایک دلچسپ واقعہ...... یہاں ایک لطیفہ بھی ہے کہ ابن مقری کے بیٹے نے کوئی ایسی حرکت کی جس کی بناپر سرزنش اور تادیب کے طور پر ابن مقری نے اس کا خرچہ بند کر دیا۔ اس پر ابن مقری کے بیٹے نے اپنے باپ کو یہ شعر لکھ کر بھیجے۔

لاتقطعن عادة بر ولا
تجعل عقاب المرء فی رزقه

ترجمہ: نیکی کی عادت مت چھوڑو اور کسی کا رزق بند کر کے اس کو سزا نہ دو۔

فان امر الافك من مسطح
يحط قدر النجم من افقه

ترجمہ: دیکھو مسطح کی تہمت تراشی ایسی خوفناک تھی کہ آسمان کے تارے ٹوٹ جاتے۔

وقد جرى منه الذى قد جرى
وعوتب الصديق فى حقه

ترجمہ: اور جو کچھ مسطح نے کیا وہ سب کچھ معلوم ہی ہے لیکن اس کے باوجود جب صدیق اکبرؓ نے ان کا وظیفہ بند کرنا چاہا تو ان سے اس پر بھی مواخذہ فرمایا گیا۔

اس کے جواب میں ان کے والد نے ان کو یہ شعر لکھ کر بھیجے

قد يمنع المضطر من ميتة
اذا عصى بالسير فى طرقه
لانه يقوى على توبة

ترجمہ: کبھی بھوک سے بیتاب شخص کو بھی مردار کھانے سے روک دیا جاتا ہے جبکہ اس کا سفر گناہ کا سفر ہو کیونکہ اس موقعہ پر رزق کی پابندی سے اسے توبہ کی توفیق ہو گی۔

تکون ایضا لا الی رزقہ
لولم یتب مسطح من ذنبہ
ماعوتب الصدیق فی حقہ

ترجمہ: پھر اس توبہ سے اس کا رزق جاری ہو گا۔ اگر مسطحؓ گناہوں سے توبہ نہ کرتے تو صدیق اکبرؓ کو ان کے بارے میں تنبیہ نہ کی جاتی۔

حضرت ابو بکرؓ کے عالی اوصاف...... اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کو بڑے بلند اوصاف اور خوبیوں کا مالک بنایا تھا جو آنحضرت ﷺ کے عالی اوصاف اور بلند خصائل سے موافقت رکھتی تھیں۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے تو اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ آنحضرت ﷺ کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ فوراً اپنی جگہ سے سرکے اور حضرت علیؓ کو اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان بٹھا لیا۔ یہ دیکھ کر خوشی و مسرت سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک چمکنے لگا اور آپ نے فرمایا کہ بزرگوں کی بزرگی کو بزرگ ہی پہچان سکتے ہیں۔

تہمت کے متعلق نبی ﷺ کا صحابہ سے مشورہ...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب تہمت طرازیوں کا سلسلہ چل رہا تھا اور کافی وقت گزر جانے کے بعد بھی وحی نازل نہیں ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس مسئلے میں کچھ صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ عائشہؓ سے آپ کی شادی کس نے کی تھی (یعنی کس نے یہ جوڑی قائم فرمائی تھی) آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ پھر کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے ان کی حقیقت کی پردہ پوشی کی ہو گی (یعنی اگر وہ ایسی ہوتیں خدانخواستہ۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے لئے منتخب نہ فرماتا) پاک ہے وہ ذات اور حقیقت میں یہ زبردست بہتان اور جھوٹی تہمت ہے۔ اس کے بعد وہ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔

حضرت علیؓ کی رائے...... غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ اور اسامہ ابن زیدؓ کو بلایا تاکہ آپ اپنی بیوی یعنی مجھے علیحدہ کرنے نہ کرنے کے بارے میں مشورہ فرمائیں جہاں تک حضرت اسامہؓ کا تعلق ہے انہوں نے تو یہ کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ آپ کی بیوی ہیں آپ ان کو ہرگز علیحدہ نہ فرمائیں ان میں ہم نے ہمیشہ خیر اور بھلائی ہی دیکھی ہے۔

مگر حضرت علیؓ نے اس پر مشورہ دیتے ہوئے یہ کہا۔

"یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے کوئی کمی نہیں کی ہے عائشہ کے علاوہ اور بہت سی عورتیں موجود ہیں آپ کسی اور سے ان کی جگہ پُر کر سکتے ہیں۔!"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔

"آپ کے لئے عورتوں کی کمی نہیں ہے آپ ان کو طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے نکاح کر لیں (جہاں تک تحقیق حال کا تعلق ہے تو) اگر آپ اس باندی یعنی بریرہ سے پوچھیں تو وہ آپ کو صحیح بات بتلائے گی۔!"

بریرہ سے پوچھ گچھ...... حضرت علیؓ نے حضرت بریرہ کا نام اس لئے لیا کہ حضرت بریرہؓ حضرت عائشہؓ کی

Presented by Ziaraat.Com

خادمہ رہ چکی تھیں۔یا تو وہ خریداری سے پہلے ان کی خادمہ تھیں یا خریداری کے بعد فتح مکہ کے بعد ان کو آزاد کر دیا گیا تھا۔ اس رائے کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حضرت بریرہ کو بلایا اور فرمایا کہ اے بریرہ! کیا تم نے (عائشہ) کے متعلق کوئی ایسی بات کبھی دیکھی جس سے تم کو شک ہوا ہو۔ بریرہ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق اور سچائی دے کر بھیجا کہ میں نے کبھی ان کی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس سے ان کا کوئی عیب اور برائی ظاہر ہوتی ہو سوائے اس کے کہ وہ ابھی بہت کم عمر لڑکی ہیں اور گندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری آکر اسے کھا جاتی ہے (یعنی وہ تو اس قدر سیدھی سادھی ہیں کہ ان کو آٹے دال کا بھی پتہ نہیں۔ وہ ان چالاکیوں اور برائیوں کو کیا جانیں)

بریرہ پر سختی اور ان کی بے لاگ رائے...... یہاں جس لفظ کا ترجمہ بکری کیا گیا ہے وہ لفظ داجن ہے۔ داجن کسی بھی پالتو جانور کو کہا جاتا ہے جو گھروں ہی میں رہتا ہے چراگاہ وغیرہ میں نہیں جاتا یہاں اس سے مراد بکری ہے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ!

آنحضرت ﷺ نے بریرہ کو بلایا اور ان سے وہی سوال کیا (جو پیچھے ذکر ہوا) اسی وقت حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور وہ بریرہ کو پکڑ کر بری طرح مارنے لگے۔ ساتھ ہی وہ بریرہ سے کہتے جاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سے سچی سچی بات بتلاؤ مگر بریرہ جواب میں یہی کہتی رہیں کہ خدا کی قسم میں نے ان میں سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں دیکھا۔ میں عائشہ پر سوائے اس کے اور کوئی الزام نہیں لگا سکتی کہ میں اپنا آٹا گوندھ کر ان سے کہہ جایا کرتی کہ اسے اٹھا کر حفاظت سے رکھ دو مگر وہ سو جاتیں اور بکری آکر سارا آٹا کھا جاتی۔

اس روایت میں بیان ہوا ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کو مارا۔ جیسا کہ علامہ سہیلی نے کہا ہے۔ جبکہ بریرہ نے کوئی جرم نہیں کیا اور وہ پٹنے کی مستحق نہیں تھیں نہ ہی حضرت علیؓ نے ان کو مارنے کے لئے آنحضرت ﷺ سے اجازت حاصل کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علیؓ نے بریرہ پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ اصل بات کو چھپا کر اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کر رہی تھیں جب کہ اس کو چھپانے کی ان میں طاقت نہیں تھی۔ یہاں تک علامہ سہیلی کا کلام ہے۔

بخاری میں یوں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے بریرہ سے تحقیق کی تو ایک صحابی نے بریرہ کو ڈانٹا اور کہا کہ اللہ کے رسول سے سچ سچ بات بتلاؤ۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ! خدا کی قسم میں ان کے بارے میں وہی جانتی ہوں جو ایک کاریگر اپنی سونے کی تبر کے بارے میں جانتا ہے (یعنی جیسا کہ سونے کی تبر بنانے والے کو اپنی بنائی ہوئی تبر کے بارے میں پورے یقین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خالص سونے کی ہے اسی طرح مجھے ان کے بارے میں پورے یقین سے معلوم ہے کہ وہ پاکدامن اور عصمت و عفت مآب ہیں)

کتاب امتاع میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بریرہ کے پاس تشریف لائے اور آپ نے ان سے حضرت عائشہؓ کے بارے میں پوچھا تو بریرہ نے کہا کہ وہ یعنی عائشہ صدیقہؓ سونے کے کھرے پن سے زیادہ کھری اور پاک صاف تھیں۔ خدا کی قسم میں نے ان میں خیر اور بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم یا رسول اللہ ﷺ اگر وہ ایسی ویسی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ یقیناً آپ کو بتلا دیتا۔

بریرہؓ سے ایک روایت...... جہاں تک حضرت بریرہ کا تعلق ہے تو عبدالملک ابن مروان نے ان سے روایت بیان کی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا کہ عبدالملک نے کہا کہ خلافت حاصل ہونے سے پہلے میں مدینے میں حضرت بریرہؓ

Presented by Ziaraat.Com

کے پاس جاکر بیٹھا کرتا تھا۔ وہ مجھ سے کہا کرتی تھیں کہ عبدالملک مجھے تم میں کچھ خصوصیات نظر آتی ہیں۔ تم اپنے اخلاق کے لحاظ سے اس قابل ہو کہ مسند خلافت تم کو ملے۔ اس لئے اگر واقعی خلافت تم کو مل جائے تو خون ریزی سے اپنا دامن بچانا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص بغیر حق کے یعنی ظلم کے ذریعہ کسی مسلمان کا خون بہائے گا تو اس کو جنت کے دروازے تک لے جاکر اور دور سے ہی جنت کا نظارہ کرا کے واپس دھکیل دیا جائے گا۔

ام المومنین زینبؓ کی رائے...... حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میرے معاملے میں رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین حضرت زینب بن جحش سے بھی پوچھا تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہیں عائشہ کے متعلق کچھ معلوم ہو یا تم نے کوئی بات دیکھی ہو تو بتلاؤ۔

حضرت زینب نے عرض کیا میرے کان بہرے ہو جائیں اگر میں یوں کہہ دوں کہ میں نے سنا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے کچھ نہیں سنا اور میری آنکھیں پھوٹ جائیں اگر میں یوں کہہ دوں کہ میں نے دیکھا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے کبھی کچھ نہیں دیکھا۔ مجھے ان میں سوائے خیر اور بھلائی کے کبھی کچھ نظر نہیں آیا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ!

"بخدا میرے کان آنکھ جاتے رہیں (اگر میں نے کچھ سنا یا دیکھا ہو) میں نے ان میں خیر ہی خیر دیکھی ہے۔ خدا کی قسم میں ان کے لئے حاضر وغائب کوئی غلط بات نہیں کہوں گی۔ اور جب کہوں گی صرف حق بات ہی کہوں گی۔"

حضرت زینبؓ...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج میں حضرت زینبؓ ہی وہ ہستی تھیں جو آنحضرت ﷺ کے نزدیک محبت والفت میں میرا مقابلہ کرتی تھیں لہذا اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے باوجود محفوظ رکھا۔ اسی لئے کتاب نور میں ان کو حضرت عائشہ وحضرت خدیجہ کے بعد آنحضرت ﷺ کی ازواج میں سب سے افضل خاتون قرار دیا گیا ہے۔

کتاب نور میں ہے کہ یہی بات ہے جو اس کو ظاہر کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج میں حضرت عائشہ وحضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے افضل خاتون حضرت زینب بنت جحش ہیں (یعنی آنحضرت ﷺ کے دل میں اپنی محبت ومنزلت کے لحاظ سے حضرت عائشہؓ کے ہم پلہ وہی تھیں یعنی ایسی صورت میں سوکن کا رشتہ بہت زیادہ ابھرنا چاہئے مگر اس کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لئے ان کے جو الفاظ ہیں وہ حضرت زینبؓ کی عظمت اور انسانی رفعت کو ظاہر کرتے ہیں)

حضرت عائشہؓ ان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ میں نے دین کے لحاظ سے زیادہ باخبر اللہ سے ڈرنے والی، سچ بات بولنے والی، رشتہ داروں کی خبر گیری کرنے والی، صدقات دینے والی اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اپنے نفس کو مارنے والی زینب بنت جحش سے بڑھ کر کوئی دوسری عورت نہیں دیکھی سوائے اس کے کہ وہ مزاج کی تیز تھیں اور بڑی جلدی انہیں غصہ آجاتا تھا مگر اتنی ہی تیزی سے ان کا غصہ ختم بھی ہو جاتا تھا۔

آنحضرت ﷺ کا خطبہ اور ابن ابی کی طرف اشارہ...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب وحی کے آنے میں تاخیر ہوئی اور لوگ منتظر تھے تو ایک دن آنحضرت ﷺ نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا پہلے آپ نے حق تعالیٰ جل شانہٗ کی حمد وثنا بیان کی اور پھر فرمایا۔

لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ مجھے میری اہل یعنی بیوی کے متعلق تکلیف پہنچاتے ہیں اور میرے اہل کے

Presented by Ziaraat.Com

متعلق خلاف حق بات کہتے ہیں۔"

ایک روایت میں ہے کہ!

آنحضرت ﷺ نے ابن ابی کی اس حرکت پر اس کی طرف اشارہ فرمایا چنانچہ آپ ﷺ نے ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

"کون ہے جو اس شخص کے مقابلے میں میری مدد کرے۔ جس نے مجھے میرے اہل کے متعلق ایذا اور تکلیف پہنچائی ہے۔ خدا کی قسم میں نے اپنے گھر والوں میں سوائے خیر کے کبھی کچھ نہیں دیکھا۔ لوگ اس سلسلے میں ایک شخص یعنی صفوان سلمی کا نام لیتے ہیں مگر میں نے اس میں سوائے خیر کے کوئی بات نہیں دیکھی۔"

ایک روایت میں ہے کہ "حالانکہ وہ شخص کبھی ایسے وقت میرے گھر بھی نہیں آتا۔"

ایک روایت میں ہے کہ۔ وہ شخص میرے حجروں میں سے کسی حجرے میں کبھی ایسے وقت نہیں آتا جب میں موجود نہ ہوں اور میں جب کبھی سفر میں جاتا ہوں تو وہ بھی ہمیشہ میرے ساتھ سفر میں ہوتا ہے لوگ اس کے متعلق خلاف حق باتیں کہہ رہے ہیں۔!"

سعد ابن معاذ کی پر جوش پیشکش...... یہ سن کر حضرت سعد ابن معاذؓ جو قبیلہ اوس کے سردار تھے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں اس شخص سے آپ کو چھٹکارہ دلاؤں گا (جو ایسے بہتان اٹھا رہا ہے) اگر وہ قبیلہ اوس میں کا شخص ہے تو بھی میں اس کی گردن مار دوں گا اور اگر ہمارے خزرجی بھائیوں میں سے ہے تو بھی آپ اس کے متعلق ہمیں حکم دیں ہم اس حکم کی تعمیل کریں گے۔

سعد ابن عبادہ کا غصہ اور جواب...... حضرت سعد ابن معاذؓ سے یہ سن کر قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد ابن عبادہ کھڑے ہو گئے انہیں سعد ابن معاذؓ کی بات پر غیرت آئی (کہ ابن معاذؓ اوس کے سردار ہو کر خزرج کے آدمیوں کے متعلق ایسی بات کہہ رہے ہیں)

ایک روایت میں ہے کہ!

انہیں زمانہ جاہلیت کی سی حمیت اور غیرت نے آدبایا جبکہ وہ ہمیشہ ہی ایک صالح اور نیک مسلمان رہے۔ مگر چونکہ حضرت سعد ابن معاذؓ نے ان کی قوم خزرج کا نام لے دیا تھا اس لئے سعد ابن عبادہ کو غصہ آگیا اور اپنی قوم کی غیرت میں انہوں نے جاہلیت کی سی بات کہہ دی۔ انہوں نے غصہ میں کھڑے ہو کر سعد ابن معاذؓ سے کہا کہ خدا کی قسم تم جھوٹے ہو تم کسی خزرج کے آدمی کو قتل نہیں کر سکتے تم میں اس کی ہمت ہی نہیں ہے۔

اُسید حضرت سعدؓ کی حمایت میں!...... اسی وقت حضرت اسید ابن حضیرؓ کھڑے ہوئے جو حضرت سعد ابن معاذؓ کے چچازاد بھائی تھے جیسا کہ بیان ہوا۔ اور انہوں نے سعد ابن عبادہ کو مخاطب کر کے کہا کہ خدا کی قسم تو خود جھوٹا ہے ہم یقیناً ایسے خزرجی کو بھی قتل کر دیں گے اور تو ذلیل ہوگا کیونکہ تو منافق ہے اور منافقوں کی طرف سے لڑ رہا ہے۔ یہاں ان کو منافق کہنے سے مراد یہ ہے کہ تم منافقوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔ چنانچہ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت اسید ابن حضیرؓ کا یہ جملہ سن لینے کے باوجود ان کو اس سے منع نہیں کیا۔

اوس و خزرج میں تصادم کا خطرہ...... غرض اس تکرار کے بعد اوس و خزرج کے دونوں قبیلے غضبناک ہو گئے یہاں تک کہ دونوں قبیلے لڑ جانے پر تل گئے کیونکہ اسلام سے پہلے ان دونوں قبیلوں کے درمیان سخت دشمنی اور نفرت تھی جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ غرض اس وقت جبکہ آنحضرت ﷺ ممبر پر کھڑے

Presented by Ziaraat.Com

ہوئے تھے یہ دونوں قبیلے لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ دونوں کو سمجھاتے اور منع کرتے رہے یہاں تک کہ سب لوگ خاموش ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ وہاں یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور مجھے معلوم نہیں تھا۔

غلط فہمی پر ایک نظر...... اقول۔ مولف کہتے ہیں: یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ ابن معاذ نے یہ ہرگز نہیں کہا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے اہل کے خلاف بہتان اٹھانے والا شخص اگر قبیلہ خزرج میں سے ہے تو ہم اسے قتل کر دیں گے بلکہ انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ تب ہم آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل کریں گے آپ جو بھی فرمائیں۔ لہٰذا اس پر سعد ابن عبادہ کا اتنا سخت رد عمل سمجھ میں نہیں آتا میں نے اس سلسلے میں ایک کتاب دیکھی جس میں ہے کہ میرے نزدیک بظاہر یہ بات ہے کہ سعد ابن عبادہ کا یہ شدید اور سخت رد عمل اپنی قوم کی حمیت اور غیرت کی بناء پر نہیں تھا بلکہ ان کا مقصد سعد ابن معاذ کے اس دعوی کا انکار کرنا تھا کہ وہ اپنی قوم اوس کے ایسے شخص کو قتل کر دیں گے چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی چاہے وہ ظاہری طور پر مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ یہ انکار اس لئے کیا کہ ایسے شخص کو جو اسلام کا اظہار کرتا ہو آنحضرت ﷺ قتل نہیں کرتے تھے (جیسے ابن ابی اور دوسرے منافقین تھے کہ حقیقت میں وہ لوگ منافق تھے مگر ظاہری طور پر چونکہ اسلام قبول کر چکے تھے اس لئے ان کو منافق سمجھنے اور جاننے کے باوجود آنحضرت ﷺ نے قتل نہیں کیا) تو گویا سعد ابن عبادہ کا مقصد اس جواب سے یہ تھا کہ ایسی بات مت کہو جو تم کر نہیں سکتے اور جسے کرنے کی تم میں طاقت ہی نہیں ہے کیونکہ ایسی بات کا حکم آنحضرت ﷺ تمہیں دیں گے ہی نہیں)

اب جہاں تک حضرت اسید ابن حضیر کے دخل دینے اور ابن معاذ کی حمایت میں بولنے کا تعلق ہے تو ان کا مقصد اس نازک وقت میں آنحضرت ﷺ کی حمایت اور مدد کرنا تھا جس میں آنحضرت ﷺ نے تہمت تراشوں کے مقابلے میں صحابہ کو اپنی مدد کے لئے پکارا تھا۔ اسید ابن حضیر کا سعد ابن عبادہ کو جھٹلانا اور ان کا انکار کرنا محض لفظی اور ظاہری انکار تھا اگرچہ وہ باطنی اور قلبی طور پر نیک اور مخلص تھے۔ ایسے کتنے ہی لفظ ہوتے ہیں کہ ظاہری طور پر ان کے ذریعہ بولنے والے کی مراد دوسرے کی تردید ہوتی ہے حالانکہ حقیقت میں وہ مخاطب کے لئے مخلص ہوتا ہے۔ یہاں تک ان کا حوالہ ہے۔

ابن عبادہ کے عار کا سبب...... ادھر میں نے سیرت ابن ہشام دیکھی جس میں ہے کہ اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ کے سوال کے جواب میں کھڑے ہونے اور بولنے والے حضرت اسید ابن حضیر تھے جنہوں نے یہ بات کہی تھی کہ یا رسول اللہ! اگر وہ تہمت طراز ہمارے قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ کی طرف سے ان لوگوں سے ہم نمٹ لیں گے اور اگر وہ لوگ ہمارے خزرجی بھائیوں میں سے ہیں تو بھی آپ ہمیں حکم دیجئے کیونکہ خدا کی قسم وہ لوگ اسی لائق ہیں کہ ان کی گردن مار دی جائے۔ اس پر سعد ابن عبادہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم تو جھوٹا ہے بخدا تو ان کی گردن نہیں مار سکتا۔ قسم ہے خدا کی تو نے یہ بات صرف اسی لئے کہی ہے کہ تو سمجھتا ہے کہ وہ لوگ ہمارے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں اگر ایسے لوگ تیرے قبیلہ اوس کے ہوتے تو ہرگز یہ بات نہ کہتا۔

(ی) انہوں نے یہ بات اس لئے کہی کہ عبداللہ ابن ابی جو اس تہمت تراشی کا بانی مبانی تھا اور اسی طرح حضرت حسان ابن ثابت جو اس میں شریک تھے دونوں قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ حسان ابن ثابت کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ بھی اصحاب افک یعنی تہمت تراشوں میں سے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

بخاری میں یہ ہے کہ سعد ابن معاذ نے آنحضرت ﷺ کے جواب میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان تہمت تراشوں کی گردن ماردوں۔ اس پر ایک خزرجی شخص کھڑا ہو گیا حسان ابن ثابت کی ماں اس شخص کے خاندان میں سے یعنی قبیلۂ خزرج سے تھیں۔ اس نے ابن معاذ کو سخت جواب دیتے ہوئے کہا کہ تو جھوٹا ہے خدا کی قسم اگر وہ لوگ قبیلہ اوس کے ہوتے تو تو کبھی ان کی گردن مارنا پسند نہ کرتا۔ اس روایت کے بعد کوئی اشکال نہیں پیدا ہوتا۔

جہاں تک بخاری کا یہ قول ہے حسان کی ماں اس شخص کے خاندان سے تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسان خود قبیلہ خزرج میں سے نہیں تھے (بلکہ صرف ان کی ماں خزرجی تھیں) جبکہ یہ روایت گذشتہ روایت کے بھی خلاف ہے اور آنے والی اس روایت کے بھی خلاف ہے جس کے مطابق حسان قبیلۂ خزرج میں سے تھے۔ للذا اب اس بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ حسان ابن ثابت کی ماں چونکہ خزرجی تھیں للذا صرف اس نسبت کی وجہ سے ہی حسان کو بھی خزرجی کہہ دیا گیا۔ تاہم یہ بات قابل غور ہے۔

گذشتہ روایت میں آنحضرت ﷺ کے خطبہ کے ساتھ ممبر کا ذکر بھی ہے کہ آپ نے ممبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا جبکہ کتاب اصل یعنی عیون الاثر کے مطابق ممبر کا استعمال ۸ھ میں شروع ہوا تھا اور تہمت تراشی کا واقعہ ۵ھ یا ۶ھ کا ہے

کتاب نور میں یہ ہے کہ یہاں ممبر سے مراد کوئی بھی اونچی چیز ہے ورنہ وہ کہتے ہیں کہ ممبر کا طریقہ ۸ھ میں اختیار کیا گیا تھا۔

(ی) للذا اس ممبر سے جو ۲ھ میں اختیار کیا گیا مراد یہ ہے کہ وہ مٹی کا بنا ہوا تھا اور جو ممبر ۸ھ میں اختیار کیا گیا وہ لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ ممبر کے سلسلے میں تفصیلی گفتگو گذشتہ قسطوں میں گزر چکی ہے۔ واللہ اعلم۔

تہمت تراشوں کو شرعی سزا کا حکم ...... پھر تہمت تراشوں کے سلسلے میں آیات نازل ہوئیں جو۔
اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْبِالْاِ فْكِ عُصْبَةٌ سے اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ تک ہیں۔ ان آیات افک کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ صحابہ کے مجمع میں تشریف لائے آپ نے خطبہ دیا اور یہ آیتیں تلاوت فرمائیں اور اس کے بعد آپ نے تہمت تراشوں پر شرعی سزا جاری کرنے یعنی ان کے کوڑے لگانے کا حکم دیا۔

ان تہمت تراشوں میں ایک تو منافقوں کا سردار یعنی عبداللہ ابن ابی تھا اور مسلمانوں میں سے یہ لوگ تھے (ایک مسطح، دوسری حمنہ بنت جحش جو ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن تھیں، تیسرے ان کے بھائی عبداللہ ابن جحش جن کو ابو احمد کہا جاتا تھا۔ یہ اندھے تھے مگر بغیر کسی سہارے یا ساتھی کے مکے کے بالائی و نشیبی حصوں میں جہاں چاہتے گھوما کرتے تھے۔ یہ شاعر تھے اور آنحضرت ﷺ کی پھوپی امیمہ بنت عبدالمطلب کے پھوپی زاد بھائی تھے۔ جہاں تک ان کے بھائی عبداللہ ابن جحشؓ کا تعلق ہے تو وہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے جیسا کہ بیان ہوا۔

کچھ علماء نے لکھا ہے (عبداللہ ابن ابی سمیت) پانچویں آدمی زید ابن رفاعہ تھے مگر ان کے نام میں یہ اشکال ہے جیسا کہ پیچھے بیان ہوا کہ یہ اس وقت مر چکے تھے جب مسلمان مدینے پہنچے۔ للذا اب یہی کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے وہ زید ابن رفاعہ کوئی دوسرے رہے ہوں للذا یہ زید ابن رفاعہ وہی ہو سکتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

غرض آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کے بعد کہا جاتا ہے کہ حسان ابن ثابت پر حد یعنی شرعی سزا جاری کی گئی جو اسی کوڑے ہے۔ ادھر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ گذشتہ روایت کے مطابق سعد ابن معاذؓ نے یہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں تہمت طراز کے مقابلے میں آپ کی مدد کروں گا۔ مگر یہ راوی کا وہم ہے کیونکہ حقیقت میں یہ بات اسید ابن حضیر نے کہی تھی جیسا کہ سیرت ابن ہشام کے حوالے سے بیان ہوا۔

مگر کتاب اصل میں ہے کہ اگر اہل مغازی یعنی غزوات کے مؤرخین اس بات پر متفق ہوتے کہ غزوہ خندق اور غزوہ بنی قریظہ غزوہ بنی مصطلق سے پہلے ہوئے ہیں تو لازمی طور پر یہ وہم ہوگا مگر اہل مغازی میں اس بات پر اختلاف ہے۔

ابن عبادہ و ابن معاذ میں نبیؐ کے ذریعہ مصالحت...... اقول۔ مولف کہتے ہیں: یعنی یہ وہم صرف اسی صورت میں لازم آتا ہے جب کہ اس غزوہ بنی مصطلق کو غزوہ قریظہ کے بعد مانا جائے اور پھر کتاب اصل کی طرح اس موقعہ پر سعد ابن معاذ کا نام ذکر کیا جائے چنانچہ ابن اسحاق نے بنی مصطلق کو بنی قریظہ کے بعد مانتے ہوئے حضرت عائشہؓ کی جو روایت بیان کی ہے اس میں سعد ابن معاذ کے نام کے بجائے اسید ابن حضیرؓ کا نام ذکر کیا ہے۔

کتاب امتاع نے بھی اسی کو درست قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس وہم کو کوئی انسان تسلیم نہیں کر سکتا۔ مگر اسی کتاب میں ایک روایت ہے جس کے مطابق غزوہ بنی مصطلق غزوہ بنی قریظہ سے پہلے ہوا تھا اور یہ کہ اسی بناء پر اس میں سعد ابن معاذ کا نام ذکر ہونا صرف وہم نہیں ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ سعد ابن معاذ اور سعد ابن عبادہ کے درمیان یہ شکر رنجی پیدا ہو جانے کے کچھ عرصہ بعد ایک دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد ابن معاذ کا ہاتھ پکڑا اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ان کو لے کر حضرت سعد ابن عبادہ کے مکان پر گئے وہاں کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں اور اس کے بعد سعد ابن عبادہ نے تواضع کے طور پر کھانا لا کر رکھا جس میں سے سب نے کچھ کھایا پیا اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ سب کے ساتھ واپس آ گئے۔

پھر کچھ دن بعد ایک روز آپ نے سعد ابن عبادہ کا ہاتھ پکڑا اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ان کو سعد ابن معاذ کے مکان پر لے گئے وہاں کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں اس دوران میں سعد ابن معاذؓ نے تواضع کے طور پر کھانا لا کر پیش کیا جس میں سے سب نے کچھ کھایا پیا اور اس کے بعد واپس آ گئے۔ اس طرح ان دونوں حضرات اور ان کے متعلقین کے درمیان جو رنجش پیدا ہو گئی تھی وہ ختم ہو گئی۔ روایت کے مطابق اس معاملے میں سعد ابن معاذ کا نام بخاری و مسلم وغیرہ میں بھی آیا ہے واللہ اعلم۔

صفوان سلمی نامرد تھے...... کہا جاتا ہے کہ صفوان ابن معطل سلمی کے متعلق جن کی نسبت سے یہ بہتان تراشی ہوئی تھی بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ قوت مردانہ سے معذور تھے اور عورتوں کے پاس جانے کے قابل نہیں تھے یعنی ان کے مردانہ عضو نہ ہونے کے برابر تھا اور وہ عنین تھے (اس روایت میں صفوان کے لئے حصور کا لفظ استعمال ہوا ہے۔)

شیخ محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں حصور کے معنی عنین یعنی نامرد کے ہیں۔ اسی بات کی تائید بخاری کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ حضرت صفوان نے کبھی کسی عورت کی شرمگاہ دیکھی ہی نہیں تھی یعنی کھولی ہی نہیں تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت یحییٰ کا یہی وصف...... حضرت یحییٰ ابن ذکریا کو بھی حصور کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اس کی تفسیر میں ایک حدیث ہے کہ ایک دفعہ (جبکہ رسول اللہ ﷺ سے حضرت یحییٰ کے متعلق پوچھا گیا تو) آنحضرت ﷺ نے جھک کر زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا کہ یحییٰ کا ذکر یعنی عضو تناسل اس جیسا تھا۔ غالباً اس تشبیہ سے مراد یہ بتلانا تھا کہ بالکل نرم تھا جس میں سختی قطعاً نہیں تھی (اس سے گویا حصور کے معنی متعین ہو گئے۔ یہی حصور کا لفظ حضرت صفوان کے متعلق بھی استعمال ہوا ہے) لہٰذا دونوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے (کیونکہ عضو تناسل نہ ہونے کے برابر ہونے سے یہی مراد ہے اس کا طول و عرض مقصود نہیں بلکہ اس کی سختی مراد ہے)

چار ملعون...... مگر کتاب نہر میں حصور کے معنی یہ لکھے ہیں وہ شخص جو قدرت و طاقت ہونے کے باوجود عورتوں کے پاس نہ جائے۔ ان معنی کا وجود اس حدیث سے بھی کسی حد تک ثابت ہوتا ہے جس میں ہے کہ چار آدمی ایسے ہیں جن پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہوئی اور اس پر فرشتوں نے آمین کہی۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مردانہ اعضا یعنی عضو تناسل دیا مگر اس نے اپنے آپ کو عورت بنالیا اور عورتوں کی طرح رہنے لگا۔

دوسری وہ عورت جس کو اللہ تعالیٰ نے مونث بنایا مگر وہ مردوں کی طرح رہنے لگے۔

تیسرے وہ شخص جو کسی نابینا کو جان بوجھ کر غلط راستے پر ڈال دے۔

چوتھے وہ شخص جو حصور بن جائے جبکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے اس کو حصور یعنی نامرد نہ بنایا ہو سوائے حضرت یحییٰ کے۔

لہٰذا حصور ایک بدتر وصف ہے سوائے حضرت یحییٰ ابن ذکریاؑ کے کہ ان کے لئے یہ برا وصف نہیں تھا (یعنی ان کے بارے میں خصوصیت سے صرف یحییٰ ہی مستثنیٰ تھے نہ کہ ان کے علاوہ دوسرے پیغمبر۔ کیونکہ جہاں تک دوسرے پیغمبروں کا تعلق ہے تو حق تعالیٰ نے ان پر اپنا یہ احسان جتلایا کہ انہیں اولاد دی گئی چنانچہ ارشاد باری ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً لآیہ پ ۱۳ سورہ ابراہیم

ترجمہ: اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیئے۔

ایک قول ہے کہ یحییٰ میں یہ وصف جو پیدا ہوا وہ ان کے والد حضرت ذکریاؑ کی خواہش کے اثر سے پیدا ہوا کیونکہ جب انہوں نے حضرت مریم کو زوج یعنی جوڑے سے منقطع دیکھا تو ان کی دل میں یہ خواہش ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ایک ایسا ہی بیٹا دے جو زوج یعنی جوڑے سے منقطع ہو چنانچہ ان کے یہاں حضرت یحییٰ پیدا ہوئے جو حصور تھے۔

اسی بات کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے جو کتاب انس جلیل میں ہے کہ یحییٰ عورتوں کے پاس نہیں جاتے تھے کیونکہ ان کے مردانہ عضو نہیں تھا۔ ان کے متعلق اسی طرح کا قول ہے مگر یہ ناپسندیدہ قول ہے۔

قاضی عیاض نے کتاب شفاء میں حضرت یحییٰ کے حصور ہونے پر جو بحث کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بات جو کہی جاتی ہے یہ ایک نقص اور عیب ہے جو انبیاء کی شان کے خلاف ہے۔ حقیقت میں حصور کے معنی یہ ہیں کہ یحییٰ گناہوں سے معصوم اور پاک تھے گناہ کی طرف یعنی عورتوں کے پاس جاتے ہی نہیں تھے تو گویا وہ گناہوں کے قریب جانے سے بھی محصور کر دیئے گئے تھے اور انہوں نے اپنی شہوت کو اپنے

Presented by Ziaraat.Com

میں محصور اور قید کر لیا تھا۔ یہاں تک کتاب شفاء کا حوالہ ہے جو قابل غور ہے۔

کیا حسان تہمت تراشوں میں شامل تھے!...... بہر حال اگر حصور کے معنی وہی لئے جائیں جو پہلے بیان ہوئے ہیں تو بھی حضرت صفوان کے شادی شدہ ہونے پر کوئی شبہ نہیں پیدا ہونا چاہئے جیسا کہ پیچھے بیان ہوا ہے کہ ان کی بیوی نے آنحضرت ﷺ کے پاس آکر شوہر کی شکایت کی تھی۔

کیونکہ علامہ جوزی نے اپنے شیخ ناصر الدین کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت صفوان نے تہمت تراشی کے اس واقعہ کے بعد شادی کی تھی۔

(پیچھے بیان ہوا ہے کہ حسان ابن ثابت بھی بہتان طرازی میں شریک تھے) مگر ایک قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں شامل نہیں تھے چنانچہ ان پر جو الزام ہے اس کے مقابلے میں ان کے یہ شعر پیش کئے جاتے ہیں جو انہوں نے حضرت عائشہؓ کی مدح اور تعریف میں کہے ہیں۔

مهذبة قد طيب الله خيمها
وطهرها من كل سوء و باطل

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نہایت پاکیزہ ہیں اللہ نے ان کی بارگاہ کو پاکیزہ فرمایا ہے اور ہر غلط اور باطل چیز سے انہیں پاک وصاف رکھا۔

فان كنت وقد قلت الذى قد زعمتم
فلا رفعت سوطى الى اناملى

ترجمہ: اگر تمہارے دعوی کے مطابق میں نے وہ بات کہی ہوتی تو میری انگلیاں میرا قلم اٹھانے کے قابل نہ رہتیں۔

وكيف وودى ماحييت و نصرتى
لآل رسول الله زين المحافل

ترجمہ: یہ کیسے ممکن ہے کہ میں ان کے بارے میں ایسی بات کہوں حالانکہ میری تو یہ تمنا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں خانوادۂ رسول کی مدد اور خدمت کرتا رہوں۔

حسان کے متعلق حضرت عائشہؓ کی رائے...... چنانچہ علامہ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ لوگوں کی ایک جماعت نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ حسان ابن ثابت بھی تہمت تراشوں کے گروہ میں شامل تھے اور یہ کہ ان کو شرعی سزا کے طور پر کوڑے مارے گئے تھے۔

ادھر حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث بھی ہے جس میں انہوں نے حضرت حسان کو اس الزام سے بری کیا ہے۔ چنانچہ زبیر ابن بکار نے کہا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جب حسان ابن ثابت کے متعلق یہ کہا کہ میں امید کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس صلہ میں جنت میں داخل فرمائے گا کہ ان کی زبان نے رسول اللہ ﷺ کی بے حد تعریف و توصیف کی ہے۔

اس پر حضرت عائشہؓ سے کہا گیا کہ انہوں نے آپ کے متعلق جو کچھ کہا کیا اس کی وجہ سے وہ ان لوگوں میں سے نہیں جن پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ انہوں نے کوئی بات نہیں کہی تھی بلکہ ان کا قول تو یہ ہے۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

فان کان ماقلد قیل عنی قلته
فلا رفعت سوطی الی اناملی

ترجمہ: اگر وہ بات ہوتی جو لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں تو میری انگلیاں میرا قلم اٹھانے کے قابل نہ ہوتیں۔

اسی قسم کا ایک شعر انس ابن زنیم نے بھی کہا تھا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ انس نے آپ کی ہجو یعنی برائی میں کچھ شعر کہے ہیں۔ اس پر آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا یہ بات انس کو معلوم ہوئی تو یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اس نے پہلے معذرت کی اور پھر کچھ شعر پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے۔

ونبی رسول اللہ انی ھجوتہ
فلا رفعت سوطی الی اذن یدی

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کو یہ بتلایا گیا کہ میں نے آپ کی ہجو کی ہے اگر ایسا ہوتا تو اس کے بعد میرے ہاتھ میرا قلم اٹھانے کے قابل بھی نہ رہتے۔

ام المومنین کے دل میں حسان کا احترام...... بلکہ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت حسانؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آتے تو وہ ان کو اجازت دیتیں اور ان کے لئے تکیہ رکھواتیں۔ حضرت عائشہؓ کہا کرتی تھیں کہ حسان کے متعلق کلمہ خیر ہی کہا کرو کیونکہ وہ اپنی زبان یعنی شاعری کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے مدافعت کیا کرتے تھے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ لآیہ پ ۱۸ سورۂ نور ع ۲ آیت ۱۱

ترجمہ: اور ان میں جس نے اس طوفان میں سب سے بڑا حصہ لیا (یعنی حضرت عائشہؓ پر بہتان طرازی میں) اس کو سخت سزا ہوگی۔

حضرت حسان آخر میں اندھے ہو گئے تھے اور اندھا ہونا خود ایک زبردست عذاب ہے حق تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ وہ اسی کو حیلہ اور بہانہ بنا کر ان کی مغفرت فرما دے اور انہیں جنت میں داخل فرما دے۔ اس سلسلے میں یہ اشکال ہے کہ آگے ایک روایت حضرت عائشہ وغیرہ سے ہی آ رہی ہے کہ جس شخص کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے اور جس نے اس بہتان میں سب سے بڑا حصہ لیا تھا وہ منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی ابن سلول تھا للذا یہ بات قابل غور ہے۔

علامہ زہری سے روایت ہے کہ ایک رات میں خلیفہ ولید ابن عبدالملک کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ اس وقت اپنے بستر پر لیٹے ہوئے سورہ نور پڑھ رہے تھے جب وہ اس آیت پر پہنچے کہ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ تو ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئے اور پھر کہنے لگے کہ اے ابو بکر! جس نے تہمت کے معاملے میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا کیا وہ علی ابن ابو طالب نہیں تھے۔ علامہ زہری کہتے ہیں یہ سن کر میں دل میں سوچنے لگا کہ کیا کہوں۔ اگر انکار کر دوں تو یقیناً یہ میرے لئے مصیبت پیدا کر دے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ نہیں رہوں گا اور اگر ہاں کہہ دوں تو اس کا مطلب ہے ایک نہایت تباہ کن بات کہوں گا۔ آخر پھر میں نے دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے پر خیر پیدا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ للذا میں نے کہہ دیا نہیں۔! یہ سن کر ولید نے جوش و غصہ میں پلنگ کی پٹی پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا کہ۔ پھر کون تھا۔ یہ لفظ اس نے بار بار کہا۔ میں نے جواب دیا۔ عبداللہ ابن ابی ابن سلول تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

اسی طرح کا واقعہ سلمان ابن یسار کو بھی ہشام ابن عبدالملک کے ساتھ پیش آیا تھا۔ سلمان ابن یسار ایک دن ہشام ابن عبدالملک کے پاس پہنچے اس نے ان سے پوچھا کہ اے ابو سلیمان! جس نے اس طوفان میں سب سے بڑا حصہ لیا تھا وہ کون تھا۔ انہوں نے کہا عبداللہ ابن ابی ابن سلول۔ اس نے کہا۔ تم جھوٹ بولتے ہو وہ علی تھے۔

"انہوں نے کہا تیرا ناس ہو میں جھوٹ بولتا ہوں! ارے اگر آسمان سے کوئی پکارنے والا یہ پکارے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو جائز فرمادیا ہے تو میں اس وقت بھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔"

مجھ سے عروہ اور سعید اور عبداللہ اور علقمہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا۔ جس شخص نے اس بہتان میں سب سے بڑا حصہ لیا وہ عبداللہ ابن ابی ابن سلول تھا۔

حضرت عائشہؓ سے ہی روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے ان کے سامنے برے انداز میں حسان ابن ثابت کا ذکر کیا۔ حضرت عائشہؓ نے ان لوگوں کو اس سے روکا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آپ سوائے مومن کے کسی سے محبت نہیں رکھتے اور سوائے منافق کے کسی سے بغض و دشمنی نہیں رکھتے۔

بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہؓ اس بات کو ناپسند کرتی تھیں کہ ان کے سامنے حسان ابن ثابت کو برا بھلا کہا جائے۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ یہ شعر حسان ابن ثابت ہی کا ہے کہ

فان ابی و والدتی و عرضی
لعرض محمد منکم وقاء

ترجمہ: تم لوگوں کے مقابلے میں میرے ماں باپ اور میری عزت و آبرو حضرت محمد ﷺ کی عزت و آبرو کے لئے ایک ڈھال اور سپر ہیں۔

شاعر اسلام حسان ابن ثابت...... اور اسی شعر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ (انشاء اللہ) ان کی مغفرت فرمادے گا بعض علماء نے لکھا ہے کہ قریشی مشرکوں میں سے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ شعر کہا کرتے تھے وہ عبداللہ ابن زبعری اور آنحضرت ﷺ کا چچازاد بھائی ابوسفیان، عمرو ابن عاص اور ضرار ابن حرث تھے۔ اس کے مقابلے میں حضرت حسان ابن ثابت نے ارادہ کیا ان شاعروں کی ہجو لکھیں یعنی اشعار میں ان کی عیب جوئی کریں مگر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم کیسے ان لوگوں کی ہجو لکھنے کا ارادہ کر رہے ہو جب کہ میں بھی ان ہی میں سے یعنی قریش میں سے ہوں۔ تم کیسے ابوسفیان کی ہجو لکھنے کا ارادہ کرتے ہو جبکہ وہ میرا چچازاد بھائی ہے۔

حضرت حسان نے عرض کیا کہ خدا کی قسم میں آپ کی ذات کو ان لوگوں میں سے اس صفائی اور آہستگی سے نکال دوں گا جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال نکال دیا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم ابو بکر کے پاس جاؤ کیونکہ وہ تمہارے مقابلے میں قوم کے نسب ناموں کے بہت بڑے عالم ہیں۔

چنانچہ اس کے بعد حسان ابن ثابت حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے تاکہ وہ انھیں قریش کے نسب نامے بتلائیں پھر اس روشنی میں حضرت حسانؓ ان قریشی شاعروں کی ہجو لکھنے لگے۔ جب ان لوگوں نے حضرت حسان کے ہجو کے شعر سنے تو کہنے لگے کہ ان شعروں میں ابو قحافہ یعنی ابو بکر کا علم جھلک رہا ہے۔

حسان اور ان کے باپ دادا اور پڑدادا کی عمریں...... حسان ابن ثابت کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی جس میں سے آدھی عمر تو جاہلیت میں گزری اور آدھی عمر اسلام میں گزری۔ ان کے والد کی عمر بھی ایک سو بیس سال

Presented by Ziaraat.Com

ہوئی تھی۔ اور اسی طرح ان کے دادا اور پڑدادا کی عمریں بھی اتنی ہی ہوئی تھیں۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ان لوگوں یعنی حسان ابن ثابت اور ابن کے باپ دادا اور پڑدادا کے سوا ایسا کوئی خاندان تاریخ میں نہیں ملتا کہ جس میں اولاد در اولاد اتنی اتنی عمریں ہوئی ہوں۔

حسان کی کمزوری قلب...... حسان ابن ثابت (مسلمان ہونے کے باوجود) آنحضرت ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ وہ موت سے بہت ڈرتے تھے اسی لئے لوگ ان کو بزدل کہا کرتے تھے اور اسی وجہ سے غزوہ خندق کے موقعہ پر (جو مدینے ہی میں پیش آیا تھا ان کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ سراپردہ اور پناہ گاہ میں رکھا گیا تھا۔

اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ کی پھوپی حضرت صفیہ کے ساتھ ایک یہودی کا جو واقعہ پیش آیا تھا اور جس کو حضرت صفیہ نے قتل کر دیا تھا اور اس وقت حسان ابن ثابت نے حضرت صفیہ سے جو کچھ کہا تھا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حسان بہت ہی زیادہ بزدل اور ڈرپوک تھے۔

مگر بعض علماء نے حسان ابن ثابت کے بزدل ہونے کا انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اس دور کے شاعر ان کے خلاف ہجو ضرور لکھتے کیونکہ حسان دوسرے شاعروں کی ہجو لکھا کرتے تھے اور وہ شاعر ان کے جواب میں ان کی ہجو لکھا کرتے تھے (جس میں ان شاعروں نے حسان کے خلاف طرح طرح کی باتیں لکھیں) مگر کسی نے ان کو بزدلی کا طعنہ نہیں دیا اور نہ اس سلسلے میں ان کے خلاف کچھ لکھا۔

جہاں تک غزوہ خندق کے موقعہ پر ان کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ رکھے جانے کا تعلق ہے تو اس وقت شاید حسان کو کوئی معذوری اور عذر تھا جس کی وجہ سے ان کو سراپردہ اور پناہ گاہ میں رکھا گیا اور یہ میدان جنگ میں حاضر نہ ہو سکے۔ یہاں تک ان بعض علماء کا حوالہ ہے۔

حسان کی اطاعت رسول ﷺ...... اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اگر بزدلی کے سلسلے میں ان کی ہجو نہیں لکھی گئی تو ممکن ہے اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ وہ اپنی اس کمزوری کو کوئی خامی اور برائی ہی نہ سمجھتے ہوں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حسان ابن ثابت نے صفوان کی ہجو لکھی تھی جس پر ایک دفعہ صفوان نے غضبناک ہو کر ان کے اوپر تلوار کا ایک زبردست وار کیا جو ان کے ہاتھ پر پڑا اس کے بعد سے ان کا یہ ہاتھ شل اور بے کار ہو گیا تھا۔

حضرت حسان نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا جس پر آنحضرت ﷺ نے حسان اور صفوان دونوں کو اپنے روبرو طلب کیا اور صفوان کی اس حرکت پر اپنی ناگواری کا اظہار کیا کہ انہوں نے حسان پر ہتھیار اٹھایا اور ان کو چوٹ پہنچائی۔ اس پر صفوان نے کہا کہ یا رسول اللہ! انہوں نے میری ہجو لکھ کر مجھے تکلیف اور ایذاء پہنچائی تھی جس پر مجھے غصہ آگیا اور میں نے ان پر وار کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے حسان سے فرمایا کہ حسان تمہیں جو تکلیف پہنچی ہے اس کے جواب میں تم اس کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ حضرت حسان نے عرض کیا کہ میں آپ کے لئے اپنا حق چھوڑتا ہوں۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ صفوان پر میرا جو بھی حق ہے وہ میں آپ کو سونپتا ہوں (یعنی چاہے آپ معاف کر دیں میں آپ کو اختیار دیتا ہوں) آپ نے فرمایا تم نے بہت اچھا اور احسان کا معاملہ کیا میں تمہارے دیئے ہوئے اس حق کو قبول کرتا ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

حسان کو بئر حاکا تحفہ...... پھر اس کے بدلے میں رسول اللہ ﷺ نے حسان کو ایک باغ عنایت فرمایا جس کا نام بڑحا تھا (اس میں لفظ بئر یعنی کنواں۔ الگ ہے اور لفظ حا علیحدہ ہے) اس لفظ میں ر پر زبر یا زیر یا پیش تینوں میں سے کوئی بھی حرکت پڑھی جاسکتی ہے جس کے بعد صرف لفظ حا ہے۔ اس باغ کو بئر حا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب اونٹ کسی چشمے پر آتے ہیں اور وہاں سے ان کو ڈپٹ کر بھگادیا جاتا ہے تو ان کو حاحا کہا جاتا ہے۔ یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ قیاس کے لحاظ سے تو لفظ بڑحا میں ر پر صرف پیش پڑھا جانا چاہئے مگر جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ اسم مرکب ہے۔

یہ کنواں حضرت ابوطلحہ کا تھا پھر انہوں نے اس کو آنحضرت ﷺ کے نام پر پیش کر دیا کہ جیسے آپ چاہیں اسے رکھیں (چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس موقعہ پر وہ باغ جس میں یہ کنواں تھا حسان ابن ثابت کو عنایت فرمادیا) بعد میں حضرت حسان نے اس کو امیر معاویہ کے ہاتھ ایک بڑی رقم کے بدلے میں فروخت کر دیا تھا۔

ابوطلحہ اور باغ بئر حا...... اقول۔ مولف کہتے ہیں: بخاری میں یوں ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاریوں میں سب سے زیادہ مالدار شخص تھے اور اپنے مال میں جو چیز انہیں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ تھی وہ بئر حا تھا۔ یہ ایک باغ تھا اور مسجد نبوی کے سامنے تھا۔ آنحضرت ﷺ اکثر اس باغ میں جاکر درختوں کے سائے میں تشریف فرما ہوتے اور اس کنویں کا پانی پیا کرتے تھے جس میں بہت عمدہ قسم کی خوشبو آتی تھی۔ اسی اثناء میں آنحضرت ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ لآیہ پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۰ آیت ۹۲

ترجمہ: تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔

بئر حا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں...... اسی وقت حضرت ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ۔ تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کردو گے۔ اب میری سب سے محبوب اور پیاری چیز بئر حا ہے اب وہ اللہ کے نام پر صدقہ ہے میں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی خیر اور بھلائی کا امیدوار ہوں لہٰذا یا رسول اللہ آپ جیسے چاہیں اس کو صرف فرمادیں۔ آپ نے فرمایا۔

"واہ۔ واہ۔ یہ بڑا منافع بخش مال ہے۔ یہ بڑا منافع بخش مال ہے۔ تم نے اس سلسلے میں جو کچھ کہا میں نے سن لیا ہم نے اس کو تمہاری طرف سے قبول کر لیا اور اب تمہیں اس کو واپس کرتے ہیں۔ ! میری رائے ہے کہ تم اس کو رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ !"

ابوطلحہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! میں ایسا ہی کروں گا۔ اس کے بعد انہوں نے اس کو اپنے رشتہ داروں یعنی اپنے گھر والوں اور اپنے چچا کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔

بخاری ہی میں ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ آنحضرت ﷺ نے ابوطلحہؓ سے فرمایا کہ اس باغ کو اپنے غریب رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ ابوطلحہ نے اس کو حسان ابن ثابت اور ابی ابن کعب کے نام کر دیا۔ مگر اس روایت میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ ابی ابن کعب تو خود مالدار آدمی تھے غریب نہیں تھے۔

نبی کی طرف سے حسان کے لئے سیرین...... بخاری میں حسان ابن ثابت اور ابی ابن کعب کے ساتھ ابوطلحہ کی رشتہ داری بھی بیان کی گئی ہے۔ اس میں ہے کہ حسانؓ تیسری پشت میں ابوطلحہ کے ساتھ مل جاتے ہیں (یعنی دونوں کے دادا ایک ہی تھے) اور ابی ابن کعب چھٹی پشت میں جاکر حضرت ابوطلحہ کے ساتھ مل جاتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

بعض علماء نے لکھا ہے کہ ابی ابن کعب حضرت ابو طلحہ کے پھوپی زاد بھائی تھے۔

کتاب امتاع میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حسان ابن ثابت کو یہ باغ عنایت فرمایا تھا اور اپنی باندی سیرین بھی عنایت فرمادی تھی جو حضرت ماریہ قبطیہ کی بہن تھیں۔ حضرت ماریہ آنحضرت ﷺ کی باندی تھیں جن کے بطن سے آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ غرض آنحضرت ﷺ کی دی ہوئی باندی سیرین سے حسان ابن ثابت کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ یہ عبدالرحمٰن اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کے خالہ زاد بھائی ہیں۔

ان سیرین نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ یہ کہتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی قبر میں شکستگی دیکھی آپ نے اس کو درست کیا اور پھر فرمایا کہ جب بندہ کوئی عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ وہ اسے صحیح اور مکمل طور پر کرے۔

ادھر حضرت سعد ابن عبادہؓ نے بھی حضرت حسان کو ایک باغ دیا جس سے بڑی زبردست آمدنی حاصل ہوتی تھی۔ اس بارے میں کتاب امتاع میں جو کچھ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حسان ابن ثابت اور صفوان کے درمیان جو جھگڑا ہوا تھا تو اس کا سبب حضرت حسانؓ کا یہ شعر تھا۔

امسی الجلا بیب قد غروا وقد کبروا

وابن الفریعة امسی بیضة البلد

ترجمہ: اور پردہ نشین عورتیں مبتلائے غم ہو گئیں اور ان کے شوہر بوڑھے بے کار اور نکمے ہو گئے۔ رہا ابن فریعہ تو وہ شہروں میں آبلہپائی کرتا پھرتا ہے۔

یہ شعر صفوان نے سنا تو انہوں نے کہا کہ یہاں جلابیب یعنی پردہ نشین عورت سے مراد میرے خیال میں میرے سوا کوئی نہیں ہے۔ یہ بات گزر چکی ہے کہ یہ لفظ عبداللہ ابن ابی ابن سلول نے مہاجروں کے بارے میں کہا تھا۔ اس شعر میں لفظ فریعہ جو ہے وہ حسان ابن ثابت کی دادی کا نام تھا ایک قول ہے کہ ان کی والدہ کا نام تھا۔

فریعۃ الشئی۔ کسی چیز کے بہترین حصہ کو کہتے ہیں اور فریعۃ القبیلہ سردار قبیلہ کو کہتے ہیں۔ ادھر اس شعر میں بیضۃ البلد برائی اور مذمت کے لئے استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ اس مقام کے مناسب ہے ورنہ بیضۃ البلد جس طرح مذمت اور برائی کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح تعریف اور مدح کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بیضۃ البلد ہے یعنی اپنی قوم اور بستی میں اپنی عظمت کے لحاظ سے ایک ہی ایک ہے۔

حسان اور صفوان کا جھگڑا...... غرض کتاب امتاع میں ہے کہ جب حسان کا یہ شعر صفوان نے سنا اور اس کو اپنی ہجو میں سمجھا تو وہ فوراً تلوار سونت کر حسان کی طرف روانہ ہوئے جب صفوان حضرت حسان کے پاس پہنچے تو وہ اس وقت اپنی قوم خزرج کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے صفوان نے حسان کو دیکھتے ہی ان پر تلوار کا وار کیا جو انہوں نے گھبراہٹ میں ہاتھ پر روکا للذا ان کے ہاتھ پر ہی وار پڑا۔ یہ دیکھ کر وہاں موجود لوگ ایک دم کھڑے ہو گئے اور انہوں نے صفوان کو پکڑ کر رسی سے باندھ دیا۔ بعد میں انہیں کھول دیا گیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔

حضرت حسان نے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ انہوں نے مجھ پر اس وقت تلوار بلند کی جبکہ میں اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور مجھ پر وار کیا۔ میرے ایسا کاری زخم آیا ہے کہ میں سمجھتا ہوں زندہ نہیں رہ سکوں گا۔

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت ﷺ نے حضرت صفوان سے پوچھا کہ تم نے انہیں کیوں مارا اور ان پر ہتھیار اٹھایا آپ نے حضرت حسانؓ کی حمایت میں صفوان سے ناگواری اور غصہ کا اظہار فرمایا۔ اس پر حضرت صفوان نے وہی جواب دیا جو پیچھے ذکر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت حسان کی قوم سے کہا کہ صفوان کو قید کر لو اور اگر حسان مر گئے تو صفوان کو قتل کر دینا۔ چنانچہ صفوان کو ان لوگوں نے قید کر لیا۔

جھگڑے میں ابن عبادہ کی مداخلت...... اس کے بعد یہ خبر قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد ابن عبادہ تک پہنچی وہ اپنی قوم کے لوگوں سے ملے اور انہیں اس بات پر ملامت کی کہ انہوں نے صفوان کو قید کر لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کو قید کرنے کا حکم ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر تمہارا آدمی مر جائے تو اس کے بدلے میں صفوان کو قتل کر دینا۔

حضرت سعد نے کہا۔ خدا کی قسم آنحضرت ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بات معاف کر دینا ہے۔ یہ فیصلہ آپ نے صرف حق و انصاف کے تحت فرمایا ہے۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک نہیں مانوں گا جب تک صفوان کو رہا نہیں کر دیا جاتا۔

یہ سن کر قوم کو ندامت ہوئی اور انہوں نے صفوان کو چھوڑ دیا۔ حضرت سعدؓ صفوان کو اپنے گھر لائے اور ایک خلعت دیا اور پھر انہیں مسجد نبوی میں آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر آئے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھ کر پوچھا صفوان ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے پوچھا انہیں یہ خلعت کس نے پہنایا ہے۔ عرض کیا گیا سعد ابن عبادہ نے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت کا خلعت پہنائے۔

تصفیہ اور انعام...... آپ نے اس کے بعد حضرت حسان سے بات کی کہ وہ صفوان کو معاف کر دیں جس پر حسان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! صفوان پر میرا جو بھی حق ہے وہ میں آپ کو سونپتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم نے احسان کا معاملہ کیا میں تمہارے دیتے ہوئے اختیار کو قبول کرتا ہوں پھر آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنی زمین اور اپنی باندی سیرین عنایت فرمائی جو آپ کے صاحبزادے ابراہیم کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ کی بہن تھیں جیسا کہ بیان ہوا۔ ادھر حضرت سعد ابن عبادہؓ نے بھی ان کو اپنا ایک باغ دیا جس سے بہت بڑی آمدنی ہوتی تھی۔ حضرت عبادہ نے ان کو یہ باغ اس صلہ اور شکر گزاری میں دیا کہ انہوں نے اپنا حق چھوڑ دیا تھا۔

حسان کی زبان یا شاعری اسلام کی تلوار...... ایک قول ہے کہ آپ نے یہ باندی سیرین ان کو اس سبب سے نہیں دی تھی بلکہ ان کے شعروں کے صلہ میں دی تھی جن کے ذریعہ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے مدافعت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے اپنی باندی سیرین کو حضرت حسانؓ کے لئے دیئے جانے کا جو سبب ہے ان کے متعلق مختلف روایتیں ہیں اور مختلف سندیں ہیں مگر اکثر روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیرین کو پیش کیا جانا اس لئے نہیں تھا کہ صفوان نے ان کے تلوار ماری تھی بلکہ حضرت حسان ابن ثابت چونکہ اپنے اشعار کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کی مدافعت کیا کرتے تھے اس لئے اس خدمت کے صلہ میں آپ نے سیرین کو انہیں بخش دیا تھا۔

حسانؓ کی زبان...... ایک قول ہے کہ حضرت حسان کی زبان اس قدر لمبی تھی کہ وہ اسے اوپر کی طرف اپنی پیشانی تک پہنچا دیتے تھے اور نیچے کی طرف اپنی گردن سے لگا سکتے تھے اسی طرح ان کے والد اور دادا کی زبانیں بھی اسی قدر لمبی تھیں۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت حسان اپنی زبان کی تیزی اور تاثیر یعنی اشعار کی تاثیر کے متعلق خود کہا کرتے تھے کہ میری زبان اس قدر تیز ہے کہ خدا قسم اگر میں اس کو پتھر پر رکھ دوں تو پتھر کو پھاڑ دے اور اگر بالوں پر پھیر دوں تو ان کو مونڈ دے۔

ابن ابی پر حد کیوں نہیں لگائی گئی...... (حضرت حسان کی طرح) مسطح بھی اندھے ہو گئے تھے۔ امام بخاری، مسلم، ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عائشہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ تہمت تراشی کے نتیجہ میں رسول اللہ ﷺ نے دو مردوں اور ایک عورت پر حد یعنی شرعی سزا جاری کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔ (ی) ان میں جو عورت تھیں وہ حمنہ بنت جحش تھیں۔ اور دو مرد تھے ان میں سے ایک حمنہ کے بھائی عبیدہ اللہ ابواحمد ابن جحش اور مسطح تھے (یعنی اس روایت میں حسان پر حد جاری کرنے کا ذکر نہیں ہے۔)

جہاں تک خبیث عبداللہ ابن ابی کا تعلق ہے (جو بظاہر مسلمان اور دل سے کافر یعنی منافق تھا) اس پر حد جاری نہیں کی گئی کیونکہ حد یا شرعی سزا اور اصل گناہ کا کفارہ ہے اور ابن ابی کفارہ کا اہل اور مستحق نہیں تھا۔

مگر ایک قول یہ ہے کہ چونکہ اس سلسلے میں عبداللہ ابن ابی کے خلاف کوئی گواہ فراہم نہیں ہو سکا اس لئے اس پر حد جاری نہیں ہو سکی۔ جب کہ ان باقی لوگوں کے خلاف گواہ اور شہادتیں حاصل ہو گئی تھیں۔

ایک قول کے مطابق اس پر حد اس لئے جاری نہیں کی گئی کہ وہ یہ تہمتیں یہ کہہ کر نہیں لگاتا تھا کہ وہ خود ایسا سمجھتا ہے بلکہ یہ کہتا تھا کہ دوسرے لوگ یوں کہتے ہیں۔

کیا ابن ابی کو سزا دی گئی...... مگر طبرانی اور معجم نسائی میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ عبداللہ ابن ابی پر حد جاری کی گئی اور دوہری حد جاری کی گئی یعنی اس کے اسی کوڑوں کے بجائے ایک سو ساٹھ کوڑے مارے گئے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ یہی سزا ہر اس شخص کو دی جاتی ہے جو کسی نبی کی زوجہ پر بہتان اور تہمت لگائے۔ غالباً ابن عمرؓ کی مراد یہ ہے کہ ایسے شخص کو اگر دوہری سزا دی جائے تو بھی جائز ہے۔ لہٰذا اب یہ بات اس گذشتہ قول کے خلاف نہیں رہتی کہ شرعی سزا اسی کوڑے ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تمام انبیاء کی بیویاں پاک دامن تھیں

حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا اور ایک روایت کے مطابق فحش کام نہیں کیا۔ اب جہاں حضرت نوح اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کے بارے میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ۔

كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ الآیہ پ ۲۸ سورہ تحریم ع ۲ آیت ۱۰

ترجمہ: وہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں۔ سو ان دونوں عورتوں نے ان دونوں بندوں کا حق ضائع کیا تو وہ دونوں نیک بندے اللہ کے مقابلے میں ان کے ذرا کام نہ آسکے اور ان دونوں عورتوں کو بوجہ کافر ہونے کے حکم ہو گیا کہ اور جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی دوزخ میں جاؤ۔

نبی کی بیوی کافر ہو سکتی ہے زناکار نہیں...... تو اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں عورتوں نے ان دونوں پیغمبروں یعنی اپنے شوہروں کو ایذاء پہنچائی چنانچہ نوحؑ کی بیوی نے اپنے شوہر کو کہا کہ وہ پاگل اور مجنون ہیں۔ اور لوطؑ کی بیوی نے اپنے شوہر کے ان مہمانوں کے متعلق لوگوں کو اطلاع دے دی جن کو حضرت لوطؑ نے چھپایا ہوا تھا۔ ایک قول ہے کہ ایک نبی کی بیوی کا کافر ہونا جائز یعنی ممکن ہے جیسا کہ نوحؑ اور لوطؑ کی بیویاں تھیں مگر نبی کی بیویوں کا فاجر یعنی زناکار ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ نبی کافروں کی طرف مبعوث اور ظاہر ہوتا ہے تاکہ انہیں حق کی دعوت دے لہٰذا ضروری ہے کہ خود نبی کے ساتھ ایسی کوئی کمزوری اور عیب نہ ہو جو لوگوں کو اس سے متنفر اور بیزار کر دے اور جہاں تک کفر کا تعلق ہے تو وہ ان لوگوں کے نزدیک کوئی عیب اور خامی نہیں ہوگی (کیونکہ وہ خود کافر ہیں) اور جہاں تک فسق و فجور یعنی بدکاری کا تعلق ہے تو وہ (ہر ایک شخص کے نزدیک) ایک بہت بڑی خامی اور عیب ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ازواج پر بہتان طرازی کی سزا...... کتاب خصائص صغریٰ میں ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات پر تہمت لگائی اس کے لئے ہرگز ہرگز توبہ کا دروازہ نہیں ہے جیسا کہ ابن عباسؓ وغیرہ نے کہا ہے بلکہ اس کو قتل کرنا ضروری ہے جیسا کہ قاضی عیاض وغیرہ نے کہا ہے۔ ایک قول ہے کہ قتل کی سزا خاص طور پر حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والے کے لئے ہے اور دوسری ازواج پر تہمت لگانے والے کو دوہری سزا دی جائے گی۔

ایک واقعہ اور ازواج کی پاکدامنی...... ایک واقعہ ہے کہ حسن ابن یزید راعی طبرستان کے مشہور اور بڑے لوگوں میں سے تھے۔ یہ ہمیشہ موٹی اون کا لباس پہنا کرتے تھے اور امر بالمعروف یعنی نیک کاموں کا حکم دیا کرتے تھے۔ نیز ہر سال بیس ہزار دینار بغداد بھیجا کرتے تھے تاکہ یہ رقم صحابہ کی اولاد پر خرچ اور تقسیم کر دی جائے۔

ایک دن ان کے پاس ایک شخص آیا جو علوی شیعہ تھا۔ اس نے نہایت گستاخانہ اور بیہودہ انداز میں حضرت عائشہؓ کا ذکر کیا۔ حسن ابن یزید نے اپنے غلام سے کہا کہ اس شخص کی گردن مار دو اس پر علوی لوگ بگڑ کر حسن پر چڑھ دوڑے اور کہنے لگے کہ یہ شخص ہمارے فرقہ اور شیعوں میں سے ہے حسن نے کہا کہ معاذ اللہ اس

Presented by Ziaraat.Com

شخص نے در حقیقت رسول اللہ ﷺ پر طعن کیا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۲۶ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ لآیہ پ ۱۸ اسورۂ نور ع ۳ آیت

ترجمہ: (اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ) گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق۔

قرآنی دلیل...... لہٰذا اگر حضرت عائشہ (معاذ اللہ) گندی عورت ہوتیں تو ان کے شوہر بھی (معاذ اللہ) گندے ہوتے۔ مگر بے شک رسول اللہ ﷺ اس سے پاک ہیں بلکہ آپ طیب وطاہر اور پاکیزہ ہیں اور حضرت عائشہؓ پاکیزہ، پاک دامن اور طاہرہ ہیں جن کی برات اور صفائی آسمان پر سے خدا نے فرمائی ہے۔ لہٰذا اے غلام اس کافر کی گردن مار دے۔ چنانچہ اس علوی شیعہ کی گردن مار دی گئی (اور اس کے بعد مقتول کے علوی ساتھیوں نے اعتراض نہ کیا)

مکھیوں کے ذریعہ حضرت عائشہؓ کی برات...... جس زمانے میں حضرت عائشہؓ پر بہتان طرازی ہو رہی تھی اس کے دوران رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات اپنے گھر یعنی حجرہ مبارکہ میں ہی رہتے تھے۔ ایک دن حضرت عمر بن خطابؓ آپ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے اس طوفان کے سلسلہ میں ان سے مشورہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ! مجھے منافقوں کے جھوٹا ہونے کا یقین ہو چکا ہے۔ میں نے مکھیوں کے ذریعہ حضرت عائشہؓ کی برات کا ثبوت اور یقین حاصل کر لیا ہے یعنی مکھیاں آپ کے بدن مبارک پر نہیں بیٹھیں لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن مبارک کو مکھیوں تک سے صرف اس بناء پر محفوظ فرما دیا ہے کہ مکھیاں گندگی پر بیٹھتی ہیں تو عائشہؓ تو آپ کی بیوی ہیں (جن کا بدن آپ کے بدن سے اکثر چھوتا ہے لہٰذا ان کے اور ان کے بدن کے پاک صاف ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا)

سائے سے عائشہؓ کی برات کی دلیل...... پھر اسی دوران ایک دن حضرت عثمانؓ آپ کے پاس حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے بھی اس بارے میں مشورہ کیا انہوں نے عرض کیا

"یارسول اللہ! مجھے تو آپ کے سائے کے ذریعہ عائشہؓ کی پاکدامنی کی دلیل مل گئی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے۔ کیونکہ آپ کے جسم مبارک کا سایہ نہ دھوپ میں زمین پر پڑتا تھا اور نہ چاندنی میں زمین پر پڑتا تھا تاکہ دوسرے چلنے والوں کے قدموں میں پامال نہ ہو۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سائے تک کو دوسروں کے ذریعہ پامال ہونے سے محفوظ فرما دیا ہے تو وہ تو آپ کی بیوی ہیں ان کے لئے کیسے یہ بات ممکن ہو سکتی ہے۔!"

اسی بات کی طرف امام سبکی نے اپنے قصیدہ کے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

لقد نزہ الرحمن ظلك ان يرى
على الارض ملقى فانطوى لمزية

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کے سائے کو زمین پر پڑنے سے پاک کر دیا تاکہ کسی ہمراہی کے قدموں تلے پامال ہونے سے محفوظ رہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مسلمانوں کو ایذار سانی یہود کا مذہب...... یہاں ایک لطیفہ یاد آتا ہے جس کے پیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سفر میں تھے اور ان کے ساتھ ایک یہودی بھی چل رہا تھا جب دونوں کی راہیں الگ الگ ہوئیں اور دونوں جدا ہونے لگے تو حضرت عبداللہ نے یہودی سے کہا کہ میں نے سنا ہے تمہارا مذہب ہی مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچانا ہے۔ اب اس سفر کے دوران کیا تم میرے ساتھ بھی اس قسم کی کوئی حرکت کر سکے جس سے مجھے ایذاء پہنچے۔ ساتھ ہی حضرت عبداللہ نے اسے قسم دے دی کہ بتلاؤ۔ اس نے کہا اگر آپ مجھے جان کی امان دیں تو میں بتلاؤں۔ حضرت عبداللہ نے اسے امان دے دی تو اس نے کہا کہ اس سفر میں میں اس کے سوا اور کچھ نہ کر سکا کہ جب بھی زمین پر تمہارا سایہ دیکھتا تو اپنے مذہبی جذبے کے تحت میں اسے اپنے پیروں سے پامال کرتا رہا۔

صدیقہؓ کی پاکدامنی پر حضرت علیؓ کی دلیل...... غرض اس کے بعد اسی دوران حضرت علیؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے بھی اس بارے میں مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے عرض کیا۔

"میں نے ایک بات سے حضرت عائشہؓ کی برات کی دلیل حاصل کی ہے ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اور آپ جوتوں سمیت نماز پڑھا رہے تھے۔ پھر آپ نے اپنا ایک جوتا اتار دیا تو ہم نے آپ سے عرض کیا کہ یہ بات ہمارے لئے ضرور سنت بن جائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی تھی اس جوتے میں گندگی لگی ہوئی تھی تو جب آپ کے جوتوں تک میں نجاست ممکن نہیں ہے تو عائشہؓ تو آپ کی بیوی ہیں (ان کے لئے کیسے اس قسم کی بات ممکن ہو سکتی ہے!)"۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے۔

اب ہمارے یعنی شافعی علماء کو اس حدیث کا جواب دینے کی ضرورت ہے کہ آیا نماز کے دوران کسی نجاست کی وجہ سے ایک جوتا اتارنا اور نماز کا جاری رہنا جائز اور ممکن ہے (کیونکہ شوافع کے نزدیک یہ عمل کثیر ہے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جبکہ احناف کے نزدیک ایسا نہیں ہے)

تہمت تراشی کے متعلق ابوایوبؓ کی بیوی سے گفتگو...... حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (اسی بہتان تراشی کے زمانے میں) اپنی بیوی سے کہا۔

"تم دیکھ رہی ہو اس تہمت تراشی کے سلسلے میں کیا کیا کہا جا رہا ہے!"

انہوں نے کہا۔

"اگر صفوان کی جگہ آپ ہوتے تو کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی حرم محترم کے لئے کوئی بُرا ارادہ کر سکتے تھے!

ابوایوب نے کہا

ہرگز نہیں!۔ ان کی بیوی نے کہا

"اور اگر عائشہ کی جگہ میں ہوتی تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہرگز خیانت نہیں کر سکتی تھی (تو جب میں اور تم ایسا نہیں کر سکتے تھے) تو ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ مجھ سے کہیں زیادہ بہتر ہیں اور صفوان آپ سے زیادہ بہتر ہیں۔"

سیرت ابن ہشام میں یہ روایت اس طرح ہے کہ جب حضرت ابوایوبؓ سے ان کی بیوی نے کہا تمہیں معلوم ہے لوگ حضرت عائشہؓ کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں تو وہ کہنے لگے۔

Presented by Ziaraat.Com

"تاں جانتا ہوں اور یہ سب بالکل جھوٹ ہے۔ اور اے ام ابوایوب (!اگر تم ان کی جگہ ہوتیں تو) کیا تم ایسا کر سکتی تھیں۔"

انہوں نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ میں کبھی ایسا نہیں کر سکتی تھی۔

حضرت ابوایوب نے کہا کہ (پھر تم اندازہ کر سکتی ہو کہ) حضرت عائشہؓ تو تم سے کہیں زیادہ بہتر ہیں (دونوں روایتوں میں جو فرق ہے وہ قابل غور ہے)

حضرت عائشہؓ اور مرض موت...... ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ مرض موت میں تھیں تو حضرت ابن عباسؓ ان کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ اللہ کے روبرو پیش ہونے کے خیال سے خوفزدہ تھیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے ان سے کہا۔

آپ ڈریئے نہیں کیونکہ آپ اس حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچیں گی کہ مغفرت اور جنت کی باعث نعمتیں آپ کی منتظر ہوں گی۔!"

یہ سن کر حضرت عائشہؓ خوشی سے سرشار ہو گئیں۔

حضرت عائشہؓ کی فضیلتیں...... چنانچہ حضرت عائشہؓ شکر نعمت کے طور پر کہا کرتی تھیں۔

"جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دوسری ازواج کو دی ہیں مجھے ان کا نو گنا دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ جب آنحضرت ﷺ کو مجھ سے شادی کرنے کا حکم ہوا تو جبرئیلؑ آپ کے پاس میری صورت میں نازل ہوئے۔ دوسرے آپ کی ازواج میں صرف میں ہی اس وقت کنواری لڑکی تھی جب آپ نے مجھ سے نکاح کیا میرے علاوہ آپ نے کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ تیسرے جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ چوتھے آپ کی قبر مبارک میرے ہی حجرے میں بنائی گئی۔ پانچویں جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کی ازواج میں سے جو بھی اس وقت میں ہوتی وہ اس موقعہ پر آپ سے علیحدہ ہو جاتی جبکہ میرے پاس ہوتے ہوئے جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو میں آپ کے ساتھ ایک ہی لحاف میں ہوتی۔ چھٹے میرے والد آپ کے خلیفہ اور دوست تھے۔ ساتویں میری برأت آسمان سے نازل ہوئی۔ آٹھویں میں پاک سرشت ہوں اور پاک شخص سے پیدا کی گئی اور نویں یہ کہ مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا گیا ہے۔!"

حضرت عائشہؓ کے ہار کا دوسرا واقعہ...... ایک قول ہے کہ اسی غزوہ میں حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہوا تھا جس کو تلاش کرنے کی وجہ سے سب لوگ رکے رہے۔ چنانچہ ہار کی تلاش کے لئے آنحضرت ﷺ نے دو آدمیوں کو بھیجا جن میں سے ایک حضرت اسید ابن حضیرؓ تھے۔ اسی دوران صبح کی نماز کا وقت آ گیا اس وقت مسلمان کسی چشمہ کے پاس نہیں تھے اس لئے پانی کی دشواری تھی۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ۔ مسلمانوں کے ساتھ بھی پانی نہیں تھا۔ اسی وقت تیمم کی آیت نازل ہوئی۔ یہ قول امام شافعی نے کئی علمائے مغازی سے نقل کیا ہے۔

اب اس روشنی میں یوں کہنا چاہئے کہ اس غزوہ میں حضرت عائشہؓ کا ہار دو مرتبہ گرا اور دونوں دفعہ معاملہ الگ الگ تھا جن کی تفصیل بیان ہوئی۔ مگر صحیح قول یہ ہے کہ ہار کی گمشدگی کا یہ واقعہ ایک دوسرے غزوہ

Presented by Ziaraat.Com

میں پیش آیا تھا جو غزوہ بنی مصطلق کے بعد پیش آیا ہے۔

ہار کی تلاش اور نماز کا وقت...... چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب میرے ہار کے گم ہونے کا واقعہ ہوا تو اس کے بعد تہمت تراشوں نے بہتان طرازی شروع کر دی تھی۔ اس ہنگامے کے ختم ہونے کے بعد ایک مرتبہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک دوسرے غزوہ میں گئی اس سفر میں بھی میرا ہار گر کر گم ہو گیا یہاں تک کہ اس کی تلاش کی وجہ سے سب لوگ وہیں رکے رہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے کچھ لوگوں کو اس کی تلاش میں بھیجا تھا۔ بہر حال یہ روایت گذشتہ روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں گذرا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو آدمیوں کو ہار کی تلاش میں بھیجا تھا اور اسی دوران فجر کا وقت آ گیا۔

عائشہؓ پر ابو بکرؓ کی ناراضگی...... اسی وجہ سے تقدیر الٰہی کے مطابق حضرت عائشہؓ کو اپنے والد کی ڈانٹ سننی پڑی اس لئے کہ (جب لشکر یہاں رک گیا اور کچھ لوگ ہار تلاش کرنے چلے گئے تو اس میں اتنی دیر لگی کہ فجر کا وقت آ گیا جبکہ وہاں کوئی چشمہ بھی نہیں تھا اور مسلمانوں کے ساتھ بھی پانی نہیں تھا چنانچہ) لوگوں نے آکر اس پر حضرت ابو بکرؓ سے شکایت کی اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا حضرت ابو بکرؓ بیٹی کے پاس آئے اس وقت رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کی ران پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بیٹی کو مخاطب کر کے (آہستہ آہستہ) کہا۔

"تم نے رسول اللہ ﷺ اور سب لوگوں کی منزل کھوٹی کر دی نہ اس جگہ کہیں پانی کا چشمہ ہے اور نہ لوگوں کے ساتھ ہی پانی ہے۔!"

ساتھ ہی حضرت ابو بکرؓ غصہ میں بیٹی کی کمر پر ٹھوکے مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

لڑکی۔ تو ہر سفر میں مصیبت اور تکلیف کا سبب بن جاتی ہے لوگوں کے پاس ذرا سا بھی پانی نہیں ہے۔

تیمم کا حکم...... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس موقعہ پر اس نے اپنے جسم کو صرف اس لئے حرکت سے روکے رکھا کہ آنحضرت ﷺ میری ران پر سو رہے تھے۔

(ی) کیونکہ جب آنحضرت ﷺ سویا کرتے تھے تو کوئی شخص آپ کو بیدار نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ آپ خود ہی بیدار ہو جائیں کیونکہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس نیند اور خواب میں آپ کے ساتھ کیا ہو رہا ہے آخر آنحضرت ﷺ نماز کے وقت بیدار ہو گئے۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ جب نماز کا وقت ہوا تو آپ خود ہی بیدار ہو گئے۔ آپ نے اٹھ کر پانی طلب فرمایا تو کہیں پانی نہیں تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کی رعایت کا حکم نازل فرمایا۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی جو سورۂ مائدہ میں ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ الآیہ پ ۶ سورہ مائدہ ع ۲ آیت ۶

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ۔

آل ابو بکر کی برکات اور مبارکباد...... ایک قول ہے کہ جو آیت نازل ہوئی سورۂ نساء کی آیت ہے کیونکہ سورۂ مائدہ کی اس آیت کو آیت وضو کہا جاتا ہے اور سورۂ نساء کی آیت میں وضو کا کوئی ذکر نہیں ہے لہٰذا اس کو ہی آیت تیمم کہا جانا چاہئے۔ علامہ واحدیؒ نے اپنی کتاب اسباب نزول میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ بھی یہی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

غرض اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا۔

"خدا کی قسم بیٹی! جیسا کہ تم خود بھی جانتی ہو تم واقعی مبارک ہو۔"

ادھر آنحضرت ﷺ نے خود بھی اس موقعہ پر حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔

"تمہارا ہار کس قدر بابرکت ہے۔"

دوسری طرف حضرت اسید ابن حضیر نے کہا۔

"اے آل ابو بکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔"

ایک روایت کے مطابق انہوں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ۔

"اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ کے ساتھ جو بھی ناخوشگوار واقعہ پیش آتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ سہولت و بہتری اور مسلمانوں کے لئے خیر پیدا فرما دیتا ہے!"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ ایسے ناخوشگوار واقعات ایک سے زائد بار پیش آئے جن کے نتیجہ میں مسلمانوں کے لئے خیر ظاہر ہوئی۔ تاہم یہ بات قابل غور ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت اسید ابن حضیرؓ نے کہا کہ۔

"اے آل ابو بکر! آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خیر و برکت عطا فرمائی ہے۔ آپ لوگوں کے لئے قسم برکت ہی برکت ہیں۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر حضرت عائشہؓ کی تعریف میں جو کچھ بھی کہا وہ صرف حضرت اسید ابن حضیر نے ہی کہا کسی اور نے نہیں کہا کیونکہ ہار کی تلاش میں جو لوگ بھیجے گئے ان میں اصل وہی تھے بلکہ ایک گذشتہ روایت میں تو یہ ہے کہ صرف وہی گئے تھے۔

<u>ہار کی بازیافت</u>...... غرض حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہار کی تلاش کے دوران ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہمیں اس کے نیچے ہی ہار پڑا مل گیا (یعنی اس سے پہلے جو لوگ تلاش میں گئے تھے وہ ناکام رہے)

اقول۔ مولف کہتے ہیں: کتاب نور میں ہے واضح رہے کہ ہار کی گمشدگی کا واقعہ دو مرتبہ پیش آیا۔ ایک دفعہ جو ہار گم ہوا تھا وہ حضرت عائشہؓ کا تھا اور دوسری مرتبہ جو ہار گم ہوا وہ ان کی بہن حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ کا تھا جس کو حضرت عائشہؓ نے ان سے عارضی طور پر لے رکھا تھا۔ اس طرح ان احادیث کے درمیان موافقت پیدا ہو جاتی ہے جو اس سلسلے میں ہیں۔ یہاں تک کتاب نور کا حوالہ ہے۔ تاہم یہ بات بھی قابل غور ہے اور یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ اس مسئلے میں جو احادیث ہیں وہ کیا ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ ہار حضرت اسماء کا تھا اس سے حضرت عائشہؓ کے اُسے میرا ہار کہنے سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ بعض اوقات معمولی سے معمولی نسبت کی وجہ سے آدمی کسی چیز کی اضافت اپنی طرف کر لیتا ہے۔ بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ اس دوسری مرتبہ کے واقعہ میں جس ہار کا تذکرہ ہے وہی حضرت اسماء والا ہار تھا۔

بخاری میں یہ بھی ہے کہ تیمم کی آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ مسلمان بغیر وضو کے نماز پڑھ چکے تھے (بہر حال جس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہار حضرت اسماء کا تھا وہ) حضرت عائشہؓ ہی کی روایت ہے کہ انہوں نے حضرت اسماء سے ایک ہار مستعار لیا جو اتفاق سے گم ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی تلاش میں ایک

Presented by Ziaraat.Com

شخص کو بھیجا جسے وہ مل گیا۔ اسی اثناء میں نماز کا وقت آگیا جبکہ لوگوں کے ساتھ (اور اس جگہ پر) پانی کہیں نہیں تھا۔ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے اس پریشانی کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ بخاری نے اس باب کا عنوان جو قائم کیا ہے وہ یہ ہے کہ۔ باب اس بیان میں جب کہ نہ پانی میسر ہو اور نہ مٹی۔

اس روایت میں ہے کہ ایک شخص کو ہار کی تلاش میں بھیجا جسے وہ مل گیا۔ تو ممکن ہے یہی وہ شخص ہو جس نے اونٹ کو اٹھایا تھا۔ یا ان میں سے ایک یہ شخص بھی ہو جنہوں نے اونٹ کو اٹھایا۔ لہذا یہ بات اس گذشتہ قول کے خلاف نہیں رہتی کہ لوگ ہار کی تلاش میں گئے مگر ناکام رہے۔

اس سلسلے میں میں نے علامہ ابن حجر کا کلام دیکھا جو کہتے ہیں کہ ان روایات میں موافقت کا طریقہ یہ ہے کہ تلاش میں جانے والوں کے سربراہ حضرت اسید ابن حضیر تھے اسی لئے بعض روایات میں صرف ان ہی کا ذکر ہے اور اسی لئے اس کام کی نسبت تنہا ان کی طرف کی گئی۔ نیز گویا پہلے ان لوگوں کو ہار نہیں ملا۔ پھر جب یہ لوٹے تو تیمم کی آیت نازل ہوئی۔ اسی وقت لشکر نے کوچ کا ارادہ کیا اور اس اونٹ کو اٹھایا جس پر حضرت عائشہؓ سوار تھیں اور وہیں حضرت اسید کو ہار مل گیا۔ یہاں تک حافظ ابن حجر کا حوالہ ہے۔

ایک قول ہے کہ اسی غزوہ میں مسلمان راہ سے ہٹ گئے یہ ایک دشوار گذار وادی کے پاس تھے کہ رات ہو گئی اسی وقت حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی کہ اس وادی میں جنات کا ایک گروہ ہے جو کافر ہیں وہ جنات آنحضرت ﷺ اور صحابہ کے ساتھ کوئی شر اور برائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلا کر ان پر دم کیا اور پھر انہیں وادی میں جانے کا حکم دیا۔ انہوں نے ان کفار کو قتل کر دیا۔

مگر امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ یہ ان احادیث میں سے ہے جو آنحضرت ﷺ اور حضرت علیؓ کے متعلق جھوٹ گھڑی گئی ہیں۔ امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اسی قسم کی ایک وہ روایت ہے جس میں ہے کہ معاہدۂ حدیبیہ کے سال میں بئر ذات العلم کے مقام پر ان کی جنات سے جنگ ہوئی۔ یہ بئر یعنی کنواں جحفہ کے مقام پر ہے۔ علمائے مغازی کے نزدیک یہ حدیث من گھڑت ہے۔

یہاں تیمم کا حکم نازل ہونے کے متعلق جو سبب بیان ہوا ہے بعض روایات میں اس کے برخلاف ایک دوسرا سبب بیان ہوا ہے چنانچہ طبرانی میں اسلع سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا خادم تھا اور آپ کی اونٹنی کو ہانکا کرتا تھا۔ ایک روز آپ نے مجھ سے فرمایا۔

"اسلع۔ اٹھو اور چلو۔!"

میں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میں جنابت یعنی ناپاکی کی حالت میں ہوں اور یہاں کہیں پانی بھی نہیں ہے!"

یہ سن کر آنحضرت ﷺ خاموش ہو گئے۔ اسی وقت آپ کے پاس حضرت جبرئیلؑ آیت صعید یعنی مٹی کے متعلق آیت لے کر نازل ہوئے۔ تب آپ نے فرمایا۔

"اسلع اٹھو اور تیمم کر لو۔!"

پھر آپ نے مجھے تیمم کرنے کا طریقہ بتلایا جس میں ایک دفعہ چہرے کے لئے اور ایک دفعہ کہنیوں تک کے لئے (مٹی پر) ہاتھ مارے گئے۔ چنانچہ میں نے اٹھ کر تیمم کیا اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی اونٹنی کی

Presented by Ziaraat.Com

ساربانی کی یہاں تک کہ ہم پانی کے ایک چشمہ سے گذرے۔ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

"اسلع! اس سے اپنی جلد یعنی بدن دھو لو!"

کتاب امتاع میں ہے کہ تیمم کی آیت طلوع فجر کے وقت نازل ہوئی چنانچہ مسلمانوں نے اپنے ہاتھ زمین پر پھیرے اور پھر وہ ہاتھ مسح کی جگہوں پر پھیرے۔ اب گویا ہمارے فقہاء یعنی شافعی فقہاء کو اس روایت کے متعلق جواب دینا ضروری ہے (کیونکہ وہ اس کے خلاف بات کہتے ہیں)

تیمم کی آیت یہ ہے۔

وَإِنْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ

أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا

فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا۔ الآیہ پ ۵ سورہ نساء ع ۷ آیت ۴۳

ترجمہ: اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو یعنی اس زمین پر دو بار ہاتھ مار کر اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے بخشنے والے ہیں۔

<u>چاند گرہن اور نماز خسوف</u>...... اسی سال چاند گرہن ہوا چنانچہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو نماز خسوف یعنی گرہن کی نماز پڑھائی اور یہ نماز اس وقت تک جاری رہی جب تک کہ چاند پر سے گہن اور داغ ختم نہیں ہو گیا۔ اس وقت یہودی زور زور سے ڈھول ڈھیڑے بجارہے تھے اور کہتے تھے کہ چاند پر سحر کر دیا گیا ہے۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

باب پنجاہ ششم (۵۶)

غزوۂ خندق

اس کو غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ یہی وہ غزوہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ایک آزمائش میں ڈالا اور اپنے متقی اور پرہیزگار اولیاء کے دلوں میں ایمان کو مضبوط و مستحکم فرمادیا نیز اسی غزوہ کے ذریعہ حق تعالیٰ نے منافقوں اور ان سرکشوں کا پول بھی کھول دیا جو اپنے دلوں میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بغض و نفرت چھپائے ہوئے تھے۔

اس غزوہ کا سبب...... اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ جب بنی نضیر کے یہودیوں کو مدینے میں ان کے علاقے سے جلاوطن کردیا گیا جیسا کہ بیان ہوا تو ان کے بڑے بڑے سردار مکے میں قریش کے پاس گئے ان سرداروں میں ایک تو حیی ابن اخطب تھا جو ام المومنین حضرت صفیہ کا باپ تھا۔ دوسرا ان کا عالم سلّام ابن مشکم تھا۔ ان کے علاوہ ان کا دوسرا سردار کنانہ ابن ابوحقیق تھا اور ہوذہ ابن قیس اور ابوعامر فاسق بھی تھے۔

یہود کی قریش کے ساتھ سازش...... ان لوگوں نے مکے پہنچ کر قریش کو دعوت دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے لئے میدان میں آئیں انہوں نے قریش کو خوب بھڑکایا اور کہا۔

ہم جنگ کی صورت میں تمہارے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ محمد ﷺ (اور ان کی جماعت کو) نیست ونابود کردیں گے ان سے دشمنی میں بھی ہم تمہارے ساتھ ہیں۔!"

ابوسفیان یہ سن کر (بہت خوش ہوا اور) کہنے لگا۔

"مرحبا خوش آمدید۔ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ) شخص وہ ہے جو محمد ﷺ کی دشمنی میں ہمارا مددگار ہو۔"

ایک روایت کے مطابق ابوسفیان نے ان سے یہ بھی کہا کہ۔ مگر ہم اس وقت تک تم پر بھروسہ نہیں کرسکتے جب تک تم ہمارے معبودوں کو سجدہ نہ کرلو۔ تاکہ ہمارے دل مطمئن ہوجائیں!"

یہود کی ابن الوقتی اور بت پرستی...... یہودیوں نے فوراً ہی بتوں کو سجدہ بھی کرلیا۔ اس کے بعد قریش نے ان سے کہا۔

"اے گروہ یہود! تم اہل کتاب ہو اور تمہاری کتاب سب سے پہلی کتاب ہے اس لئے تمہارا علم بھی

Presented by Ziaraat.Com

زیادہ ہے لہٰذا اس جھگڑے کے بارے میں کچھ بتاؤ جو ہمارے اور محمد ﷺ کے درمیان اختلاف کا سبب ہے۔ کیا ہمارا دین بہتر ہے یا محمد ﷺ کا دین ہم سے اچھا ہے۔!

یہودیوں نے کہا۔

"نہیں۔ تمہارا ہی دین محمد ﷺ کے دین سے بہتر ہے اور حق و صداقت میں تم لوگ محمد ﷺ سے کہیں زیادہ بڑھے ہوئے ہو۔!"

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ آیا ہمارا راستہ زیادہ سیدھا اور ہدایت کا ہے یا محمد ﷺ کا راستہ؟ یہود نے کہا۔ نہیں تمہارا راستہ ہی ہدایت کا راستہ ہے اس لئے کہ تم لوگ اس بیت اللہ کی عظمت کرتے ہو، حاجیوں کو پانی پلاتے اور سیراب کرنے کی خدمت انجام دیتے ہو، قربانیاں کرتے ہو اور ان ہی چیزوں کی عبادت کرتے ہو جن کو تمہارے آباء واجداد پوجتے آئے ہیں۔ لہٰذا ہر لحاظ سے حق و صداقت اور سچائی تمہارے ہی ساتھ ہے۔

اسی واقعہ پر حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ
وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا۔ الآیہ پ ۵ سورہ نساء ع ۸ آیت ۵۱

ترجمہ : کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ ملا ہے پھر باوجود اس کے وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں اور وہ لوگ کفار کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ لوگ بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ راہ راست پر ہیں۔

قریشی جوانوں کا عہد...... یہودیوں کا جواب سن کر قریش کی خوشی و مسرت کا ٹھکانہ نہیں رہا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ سے جنگ کے لئے یہودیوں نے ان کو جو مشورہ دیا تھا وہ اس کے ملنے دل و جان سے راضی ہو گئے چنانچہ اسی وقت قریش کے مختلف خاندانوں سے پچاس جوان نکلے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف عہد و پیمان کیا اور کعبہ کا پردہ پکڑ کر اور اس سے اپنے سینے ملا کر انہوں نے حلف کیا کہ وقت پر ایک دوسرے کو دغا نہیں دیں گے اور جب تک ان میں سے ایک شخص بھی باقی ہے محمد ﷺ کے خلاف متحد و متفق رہیں گے۔

اسی واقعہ کی طرف قصیدۂ ہمزیہ کے شاعر نے اپنے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے اور یہود کی حرکتوں میں ان کی مذمت کی ہے۔

لاتكذب ان اليهود و قلنزاغوا
عن الحق معشرلؤ ماء

جحدوا المصطفى وآمن بالطاغوت
قوم هم عند هم شرفاء

قتلوا الانبياء واتخذوا العجل
الا انهم هم السفهاء

وسقيه من ساته المن والسلوى

Presented by Ziaraat.Com

وارضاء القوم و الفشاء

ملئت بالخبیث منهم بطون
فهی نار طبا قها الامعاء
لو اريد واقى حال سبت بخير
كان سبتا لديهم الاربعاء

هو يوم مبارك قيل للتصريف
فيه من اليهود اعتداء

فبظلم منهم و كفر عدتهم
طيبات فی تركهن ابتلاء

مطلب...... یہ بات غلط نہیں ہے کہ یہودی جو حق و صداقت اور راہ راست سے پھر گئے ہیں ذلیل افادہ ہیں۔ یہاں لؤماء کا جو لفظ ہے یہ لیئم سے ہے جس کے معنی بدذات اور کمینہ فطرت کے ہیں چنانچہ یہودی کی سب سے بڑی کمینگی یہ تھی کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار کیا جب کہ ایک قوم یعنی کفار قریش کی تھی جو طاغوت یعنی غیر اللہ پر ایمان لائے ہوئے تھی۔ طاغوت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا پوجی جائے۔ یہ لفظ طغیان سے بنا ہے۔ اور یہ لوگ یعنی یہودی اس قوم یعنی کفار قریش کے نزدیک بڑے معزز اور معتمد تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہودیوں یعنی بنی اسرائیل نے ایک دن میں ستر نبیوں کو قتل کیا تھا۔ ان ہی میں حضرت ذکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ بھی تھے۔ انہوں نے ہی ایک بچھڑے کو معبود بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی تھی۔ جو لوگ بھی ایسی حرکتیں کریں گے ان سے زیادہ بے وقوف کون ہو سکتا ہے اور اس قوم سے زیادہ احمق کون ہو سکتا ہے جو من و سلویٰ یعنی مٹھائیوں اور پرندوں کے لذیذ گوشت کو چھوڑ کر لہسن اور اناج اور دال پر راضی ہو گئی۔ ان کی حماقت میں کوئی شک باقی نہیں ہے جنہوں نے حرام چیزوں جیسے سود اور بیاج سے اپنے پیٹ بھر لئے لہٰذا ان کے پیٹ جہنم ہیں کیونکہ ان پیٹوں میں وہ چیزیں بھری ہوئی ہیں جو جہنم کو دعوت دینے والی ہیں لہٰذا ان کی انتڑیاں آگ کی ڈھوبریاں ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ یہودیوں کے یوم سبت میں جو سنیچر کا دن ہے اور جس کو انہوں نے اپنا محترم دن قرار دے رکھا ہے۔ خیر کا ارادہ فرماتا تو ان کا یوم سبت یعنی مقدس دن بدھ کا دن ہوتا کیونکہ اس دن نور پیدا کیا گیا تھا لہٰذا یہودیوں کا سب کام چھوڑ کر صرف عبادت کرنے کے لئے بدھ کے بجائے یوم سبت سنیچر کو بنانا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں خیر ظاہر نہیں فرمائی۔

یہود اور یوم سبت...... جہاں تک یوم سبت یعنی سنیچر کے دن کا تعلق ہے تو اس دن اللہ تعالیٰ نے عالم کی تخلیق شروع فرمائی تھی مگر یہودی اس بات کو نہیں مانتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ تخلیق کی ابتداء حقیقت میں اتوار کے دن شروع ہوئی اور جمعہ کے دن حق تعالیٰ عالم کی تخلیق سے فارغ ہوا اور سنیچر کے دن اس نے آرام کیا لہٰذا

Presented by Ziaraat.Com

یہودی کہتے ہیں کہ اس دن ہم بھی اسی طرح آرام کریں گے جیسے پروردگار عالم نے آرام کیا تھا۔ یہودی کہتے ہیں کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ سنیچر کے دن کسی کام کی تکمیل نہیں فرماتا نہ تخلیق کی نہ رزق کی، نہ رحمت کی نہ عذاب کی، نہ زندگی کی اور نہ موت کی۔ جو شخص سنیچر کے دن مر جاتا ہے تو اس سے پہلے ہی اس کا نام لوح محفوظ سے مٹا دیا جاتا ہے۔ مگر حق تعالیٰ یہود کے اس عقیدہ کو اس آیت میں جھٹلاتا ہے۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ لآیہ پ ۲۷ سورہ الرحمٰن ع ۲ آیت ۲۹

ترجمہ: وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے۔

لہٰذا یہودیوں کے اس عقیدہ کی وجہ سے اس دن چونکہ انہوں نے عبادت کے سوا دوسری چیزوں کو روا رکھا تھا اس لئے ہر قسم کا ظلم وجور کرتے تھے لہٰذا اسی ظلم وجور کے سبب جو اس دن میں ان کی طرف سے رونما ہوئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو پاکیزہ چیزیں عنایت فرمائی تھیں اور جو ان کے لئے حلال تھیں ان کو حق تعالیٰ نے ان پر حرام کر دیا اور اس طرح یہ لوگ ایک ابتلاء اور مصیبت میں پڑ گئے۔

علامہ ابن حجر ہیثمی کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ چونکہ بدھ کے دن نور کی تخلیق فرمائی گئی ہے اس لئے انہوں نے اس دن کا روزہ رکھنے کے مستحب ہونے کے متعلق کافی مطالعہ اور جستجو کی ہے۔ مگر یہ بات قابل غور ہے (کہ باوجود اس دن کی اس فضیلت کے انہوں نے اس کی فضیلت کے بارے میں جستجو کی)

غرض اس کے بعد وہ یہودی سردار قبیلہ غطفان کے پاس آئے اور ان کو آنحضرت ﷺ سے جنگ کرنے کی دعوت دی اور آپ کے خلاف انہیں اکسایا۔ انہوں نے غطفان سے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور قریش نے بھی ہمارے ساتھ اسی پر معاہدہ کر لیا ہے۔ ادھر انہوں نے غطفان والوں کو رام کرنے کے لئے خیبر کی کھجوریں ایک سال کے لئے ان کو دے دیں۔

قریشی لشکر اور جنگی تیاریاں..... غرض اب قریش اور ان کے ماتحت قبیلوں اور اسی طرح غطفان اور ان کے ماتحت قبیلوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ قریشیوں کا سالار ابوسفیان تھا اس کے ماتحت چار ہزار سورماؤں کا لشکر تیار ہوا اس لشکر میں تین سو گھوڑے سوار تھے اور ایک ہزار یا پندرہ سو اونٹ تھے۔ پھر انہوں نے دار الندوہ میں جنگی پرچم تیار کیا پرچم برداری کی ذمہ داری عثمان ابن ابو طلحہ ابن ابو طلحہ کے پاس تھی اس کا باپ طلحہ ابن ابو طلحہ جنگ احد میں قتل ہو چکا تھا عثمان کے دونوں چچا بھی احد میں قتل ہو چکے تھے جن کے نام عثمان ابن ابو طلحہ اور ابو سعید ابن ابو طلحہ تھے۔ اس عثمان ابن ابو طلحہ کو ہی ابو شیبہ کہا جاتا تھا جیسا کہ بیان ہوا۔ لہٰذا یوں کہنا چاہئے کہ شیبہ عثمان ابن طلحہ کا چچا زاد بھائی تھا۔

غزوہ احد ہی میں عثمان ابن طلحہ کے چاروں بھائی بھی قتل ہو چکے تھے جو یہ تھے۔ مسافع ابن طلحہ، حرث ابن طلحہ کلاب ابن طلحہ اور جلاس ابن طلحہ۔ یہ عثمان ابن طلحہ جس نے اس موقعہ پر قریش کی پرچم برداری کی بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اس کو حجبی کہا جاتا تھا (جس کا مطلب نگہبان ہونا چاہئے) کیونکہ یہ بنی عبدالدار میں سے تھا جو کعبہ کے محافظ وخادم تھے۔ یہ بنی عبدالدار اور ان کا مورث اعلیٰ جنگ کے وقت جنگی پرچم اٹھایا کرتے تھے یہ اعزاز بنی عبدالدار ہی کا تھا کوئی دوسرا اس حق میں شریک نہیں تھا جیسا کہ بیان ہوا۔

غطفان کا لشکر..... قبیلہ غطفان کے لشکر کا سردار عیینہ ابن حصن فزاری تھا جو بنی فزارہ میں سے تھا۔ اس کے لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی۔ یہ بات بیان ہو چکی ہے یہ عیینہ ابن حصن فزاری بعد میں مسلمان ہو گیا تھا اور

www.ziaraat.com
sabeel-e-sakina
Presented by Ziaraat.Com

مسلمان ہونے کے بعد پھر کافر ہو گیا تھا۔ پھر حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے زمانے میں یہ شخص مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا تو پھر دوبارہ مسلمان ہو گیا تھا۔

اسلام لانے سے پہلے دس ہزار جوان اس شخص کے اطاعت گزار تھے اور اس شخص میں مزاج کی بے حد سختی اور تندی تھی اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ شخص احمق مُطاع ہے یعنی ایک ایسا احمق جس کی لوگ اطاعت کرتے ہیں۔ اسی کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ بدترین شخص وہ ہے جس سے لوگ اس کے شر کی وجہ سے بچنے لگیں۔

دیگر لشکر...... اسی طرح بنی مرہ کا لشکر تھا جس کی تعداد چار سو نفر تھی اس لشکر کا سالار حرث ابن عوف مُرّی تھا۔ یہ شخص بھی بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر ایک قول ہے کہ بنی مرہ اس جنگ یعنی جنگ خندق یا جنگ احزاب میں شامل نہیں ہوئے۔

بنی اشجع کے لشکر کا سالار ابو مسعود ابن رخیلہ تھا یہ بھی بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اسی طرح بنی سلیم کا لشکر تھا اس لشکر کی تعداد سات سو نفر تھی اور اس کا سالار سفیان ابن عبد شمس تھا۔ اس شخص کے اسلام کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے۔

اسی طرح بنی اسد کا لشکر تھا جس کا سالار طُلیحہ ابن خویلد اسدی تھا۔ یہ بھی بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ یہ شخص بھی ایک مرتبہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا مگر دوسری مرتبہ پھر مسلمان ہوا اور سچے دل سے اسلام لایا۔ بنی اسد اور بنی اشجع وہ قبیلے تھے جن کی شرکت نے اس احزابی لشکر کی تعداد دس ہزار تک پہنچا دی تھی۔

تشریح...... اس لشکر کو لشکر احزاب اور اس غزوہ کو غزوہ احزاب اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں کفار عرب کے تمام قبائل اور خاندان شریک ہوئے تھے۔ احزاب حزب کی جمع ہے جس کے معنی گروہ اور جماعت کے ہیں چونکہ لشکر تمام جماعتوں اور گروہوں پر مشتمل تھا اس لئے اس کو لشکر احزاب کہا جاتا ہے)

لشکر کی ترتیب اور سپہ سالاری...... چنانچہ بعض مورخوں کا کہنا ہے کہ ان احزاب اور گروہوں کی تعداد دس ہزار تھی جس کے تین لشکر بنائے گئے تھے مگر اس مجموعی لشکر کا کرتا دھرتا یا سپہ سالار اور ذمہ دار اعلیٰ ابوسفیان ابن حرب تھا (کیونکہ یہود کے بعد وہی اس تحریک کا روح رواں تھا)

آنحضرت ﷺ کو اطلاع اور صحابہ سے مشورہ...... غرض ادھر جب تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں اور احزابی لشکر کوچ کے لئے تیار ہو گیا تو دوسری طرف بنی خزاعہ کا ایک وفد (جو مسلمانوں کا دوست قبیلہ تھا) فوراً مدینے کو روانہ ہوا اور اس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر آپ کو قریش کی اس جنگی تیاری اور احزابی لشکر کی اطلاع دی۔ آنحضرت ﷺ نے مشرکوں کے اس اجتماعی لشکر کے بارے میں سنتے ہی صحابہ کو جمع فرمایا اور انہیں دشمن کی تیاریوں کا حال بتلا کر ان سے اس بارے میں مشورہ طلب فرمایا۔ آپ نے ان سے پوچھا۔

"کیا ہم مدینے میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کریں یا باہر نکل کر اسے روکیں۔"

خندق کھودنے کا مشورہ...... اس پر آپ کو ایک صحابی کی طرف سے (شہر کے گرد) خندق کھودنے کا مشورہ دیا گیا یہ مشورہ آپ کو حضرت سلمان فارسی نے دیا۔ انہوں نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! ہم کو اپنے ملک فارس میں جب دشمن کا خوف ہوتا تھا تو شہر کے گرد خندق کھود لیا

Presented by Ziaraat.Com

کرتے تھے۔"

اہل فارس کا جنگی طریقہ...... دراصل یہ طریقہ فارسیوں کا ہی ایجاد کردہ تھا۔ فارس کے جس بادشاہ نے سب سے پہلے یہ طریقہ ایجاد کیا وہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے کا بادشاہ تھا۔ غرض مسلمانوں کو حضرت سلمان فارسی کا یہ مشورہ بہت پسند آیا اور انہوں نے مدینے کے گرد خندق کھودنے کا کام شروع کیا۔ آنحضرت ﷺ اسی وقت اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلے آپ کے ساتھ کچھ مہاجر اور انصاری مسلمان بھی تھے آپ کے لئے دیکھ بھال کر ایک مناسب جگہ تلاش کی گئی جہاں آپ نے پڑاؤ کیا اور اپنی زرہ کو کمر کے پیچھے کر لیا آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو محنت سے کام کرنے کا حکم فرمایا اور بتایا کہ اگر وہ صبر و استقلال سے کام کریں گے تو ان کو فتح و نصرت حاصل ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے ساتھ خود بہ نفس نفیس کام میں حصہ لینا شروع کر دیا۔

کھدائی میں نبی ﷺ کی شرکت...... آپ خود اپنی کمر مبارک پر مٹی ڈھو ڈھو کر لے جانے لگے مسلمانوں نے دشمن کے پہنچ جانے کے اندیشے کی وجہ سے بہت تیزی سے کام شروع کر دیا۔ بنی قریظہ کے یہودیوں سے کھدائی وغیرہ کے لئے بہت بڑی تعداد میں اوزار لئے جن میں پھاوڑے اور کدالیں وغیرہ شامل تھیں۔ مسلمانوں میں جو لوگ محنت و جانفشانی کر رہے تھے ان میں جعال وجعیل ابن سراقہ بھی تھے ان کا بدن بہت زیادہ موٹا اور چربی دار تھا اور یہ بہت زیادہ بدشکل تھے مگر یہ اصحاب صفہ میں سے تھے اور بے حد نیک اور صالح صحابی تھے۔ یہی وہ شخص ہیں جن کی شکل میں احد کے دن شیطان ظاہر ہوا تھا اور اس نے اعلان کر دیا تھا کہ محمد ﷺ قتل ہو گئے ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔

نبی اور مسلمانوں کا رجز...... آنحضرت ﷺ نے ان کا نام بدل کر عمر رکھ دیا جس پر مسلمان یہ جنگی اور رجزیہ شعر پڑھنے لگے۔

سماه من بعد جعيل عمرا
وكان للبائس يوما ظهرا

ترجمہ: ان کا نام جعیل کے بعد عمر رکھ دیا گیا۔

چنانچہ اس کے بعد جب بھی لوگ رجز کے دوران لفظ عمر کہتے تو آپ بھی عمر کہتے اور جب لوگ لفظ ظہر پر پہنچتے تو آپ بھی سب کے ساتھ اس لفظ کا تکرار فرماتے۔ مگر کتاب اسد الغابہ میں جو تفصیل ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص جس کا نام بدل کر آنحضرت ﷺ نے عمر رکھا تھا یہ جعیل نہیں تھا۔

صحابہ کی جانفشانی اور خالی پیٹ...... غرض خندق کھودنے کے دوران صحابہ بھوک اور تکان سے سخت پریشان ہوئے کیونکہ یہ زمانہ عام تنگ دستی اور قحط سالی کا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو محنت اور بھوک کی شدت سے بے حال دیکھا تو آپ نے حضرت عبداللہ ابن رواحہ کا یہ شعر مثال کے طور پر پڑھا۔

اللهم لا عيش الا عيش الاخرة
فارحم الانصار و المهاجرة

ترجمہ: اے اللہ عیش و آرام اور زندگی اگر ہے تو صرف آخرت کی ہے پس تو انصاریوں اور مہاجروں کو اپنی رحمتوں سے نواز دے۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک قول ہے کہ حضرت عبداللہ ابن رواحہ نے اس شعر میں اللہم کے بجائے بغیر الف کے لاہم کہا تھا مگر جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی عادت تھی (کہ آپ شعر کو کبھی اس کی اصلی حالت اور وزن کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے) آپ نے اس شعر کو بھی تبدیل کر کے اور وزن سے گرا کر پڑھا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

اللهم ان الخير خير الاخرة

فبارك في الانصار و المهاجرة

ترجمہ: اے اللہ! خیر اور بھلائی اگر ہے تو صرف آخرت ہی کی ہے۔ پس تو انصاریوں اور مہاجروں پر برکتیں نازل فرما۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ!

فاكرم الانصار و المهاجرة

یعنی پس تو انصار اور مہاجرین کو سر بلند فرمادے۔ پیچھے مسجد نبوی کی تعمیر کا جو بیان گزرا ہے اس میں یہ شعر ہیں۔

اللهم ان الاجر اجر الاخرة

فارحم الانصار و المهاجرة

ترجمہ: اے اللہ اجر و ثواب تو صرف آخرت ہی کا ہے پس تو انصار و مہاجرین پر اپنی رحمتیں نازل فرمادے کتاب امتاع میں یہاں اس شعر کا اضافہ بھی ہے۔

اللهم العن عضلا و القارة

هم كلفوني انقل الحجارة

ترجمہ: اے اللہ عضل و قارہ پر لعنت فرما کہ انہوں نے ہی مجھے پتھر ڈھونے پر مجبور کیا ہے۔

ایک روایت میں دوسرا مصرعہ یوں ہے کہ

هم كلفونا نقل الحجارة

یعنی انہوں نے ہمیں پتھر ڈھونے پر مجبور کر دیا۔ علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ شاید یہ مصرعہ اس طرح تھا کہ۔

والعن الهى عضلا و القارة

مگر آنحضرت ﷺ نے اس شعر میں تبدیلی کر دی۔ ایک روایت میں آنحضرت ﷺ نے دوسرے مصرعہ کو اس طرح پڑھا کہ۔

فارحم المهاجرين والانصارة

ایک روایت کے مطابق یوں پڑھا۔

فانصر الانصار والمها جرة

غرض آنحضرت ﷺ سے یہ کلمات سن کر صحابہ نے اس کے جواب میں یوں کہا۔

Presented by Ziaraat.Com

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَی الْجِهَادِ مَابَقِیْنَا اَبَدًا

ترجمہ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے ساتھ اپنی زندگیوں کا سودا کیا ہے اور آخری سانس تک جہاد کرنے کی بیعت کی ہے۔

نبی کی محنت ومشقت...... آنحضرت ﷺ اس وقت مٹی ڈھورہے تھے اور آپ کے پیٹ کی کھال پر گردوغبار جما ہوا تھا اس وقت آپ نے پھر حضرت عبداللہ ابن رواحہ کے یہ شعر صحابہ کرام کے جواب میں مثال کے طور پر پڑھنے شروع کیے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا

ولا تصدقنا ولا صلینا

ترجمہ : اے اللہ ! اگر تو ہماری رہنمائی پر نہ ہوتا تو نہ تو ہمیں ہدایت حاصل ہوتی اور نہ ہی ہم صوم وصلوٰۃ اور صدقات کا اہتمام کر سکتے۔

فانزلن سکینة علینا

وثبت الاقدام اذلا قینا

ترجمہ : پس اے اللہ ! تو ہمارے دلوں کو سکون واطمینان سے نواز دے اور جنگ کے وقت میں ہمیں ثابت قدمی کی دولت سے مالا مال فرما دے۔

والمشرکون قد بغوا علینا

وان ارادوا فتنة ابینا

ترجمہ : مشرکوں نے ہمارے خلاف سر اٹھایا ہے۔ اگر انہوں نے فتنہ وفساد پھیلانا چاہا تو ہم ہر گز ایسا نہیں ہونے دیں گے۔

آنحضرت ﷺ نے جب آخری مصرعہ پڑھا تو لفظ ابینا کو آپ کھینچ کر بار بار فرماتے تھے۔ جب خندق کی کھدائی شروع ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا آغاز فرمایا تو اس وقت آپ یہ مصرعہ پڑھتے جاتے تھے۔

بسم الالہ وبہ بدینا

ولو عبدنا غیرہ شقینا

پروردگار کے نام سے اور اسی کے سہارے ہم کام کا آغاز کرتے ہیں اور اگر اس پروردگار کے سوا ہم کسی کے سامنے سر جھکائیں تو یہ ہماری بدبختی کی بات ہوگی۔

یا حبذا ربا وحب دینا

ترجمہ : اے خوشا بخت کہ وہ کتنا پاک پروردگار ہے اور اس کا دین کتنا بہترین دین ہے۔

کتاب امتاع میں ہے کہ اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے وہ شعر پڑھا تھا جو مسجد نبوی کی تعمیر کے بیان میں آنحضرت ﷺ نے پڑھا تھا وہ یہ ہے۔

ھذا الحمال لاحمال خیبر

ھذا ابر ربنا و اطھر

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

ترجمہ : یہ بوجھ خیبر کا بوجھ۔ یہ بوجھ اس سے کہیں زیادہ بہتر اور پاک ہے۔

عمار کے متعلق نبی کی پیشین گوئی؟..... اس شعر پر اور آنحضرت ﷺ کے شعر پڑھنے کے سلسلے میں مسجد نبوی کی تعمیر کے بیان میں بحث گزر چکی ہے۔ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ جس وقت حضرت عمار ابن یاسرؓ خندق کھودنے میں مشغول تھے تو رسول اللہ ﷺ ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور یہ فرمانے لگے کہ۔ تمہیں باغیوں کی ایک جماعت قتل کرے گی جیسا کہ یہ واقعہ مسجد نبوی کے بیان میں بھی گزرا ہے۔

صحابہ کی لگن اور جذبۂ اطاعت...... (صحابہ کرام خندق کھودنے میں مصروف تھے) اس کے دوران اگر کسی شخص کو کوئی ناگزیر یعنی قضائے حاجت کی ضرورت پیش آجاتی تو وہ آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر کر کے اجازت لیتا تب جاتا تھا اور ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد اپنے کام پر واپس پہنچ کر اور زیادہ تندہی اور جاں فشانی کے ساتھ محنت کرنے لگتا تاکہ زیادہ سے زیادہ خیر و برکت اور ثواب حاصل ہو۔

منافقوں کی کاہلی...... (خندق کی کھدائی کے کام میں منافقین بھی لگے ہوئے تھے مگر اکثر منافقین نہایت سستی سے کام کرتے اور بہت زیادہ تھکن اور کمزوری کا اظہار کرنے لگے۔ چنانچہ ان میں سے جب کوئی چاہتا رسول اللہ ﷺ سے اجازت لئے بغیر چپکے سے اپنے گھر چلا جاتا تھا۔

زید کی تھکن اور صحابہ کا مذاق...... مٹی ڈھونے والوں میں حضرت زید ابن ثابتؓ بھی شامل تھے ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ بھی بڑا اچھا لڑکا ہے۔ کھدائی کے دوران زید کو نیند آنے لگی اور وہیں خندق کے اندر سو گئے۔ عمارہ ابن حزم نے ان کو سوتے دیکھا تو وہ ان کے اوزار اٹھا کر لے گئے۔ جب ان کی آنکھ کھلی تو اوزار غائب دیکھ کر بہت گھبرائے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی پریشانی دیکھ کر فرمایا۔ لڑکے تم ایسے سوئے کہ اوزار اٹھ جانے کی بھی خبر نہ ہوئی۔

پھر آپ نے فرمایا اس لڑکے کے اوزاروں کے متعلق کسی کو خبر ہے۔ حضرت عمارہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے خبر ہے اور وہ میرے ہی پاس ہیں۔ آپ نے حکم دیا کہ واپس دے دو۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اس بات کی ممانعت فرمائی کہ اس طرح کسی مسلمان کو پریشان کیا جائے اور مذاق میں اس کے ہتھیار اور اوزار اٹھا لئے جائیں۔ چنانچہ اسی بنیاد پر ہمارے شافعی علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ کسی شخص کا سامان بغیر اس کی اطلاع کے اٹھانا حرام ہے۔

پتھریلی زمین نبی کے سامنے موم...... خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت اور پتھریلی زمین آگئی اور صحابہ سخت کوشش کے باوجود اس جگہ کی کھدائی سے عاجز آگئے۔ آخر انہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر فریاد کی۔ آپ نے کدال اپنے دست مبارک میں لی اور اس جگہ ماری تو ایک ہی چوٹ میں وہ پتھریلی زمین ریت کی طرح بھربھرا گئی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ آنحضرت ﷺ نے کچھ پانی منگایا اور اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا پھر آپ نے اللہ سے کچھ دعا مانگی اور اس کے بعد یہ پانی اس پتھریلی زمین پر چھڑک دیا۔ وہاں جو صحابہ اس وقت موجود تھے ان میں بعض کہتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آنحضرت ﷺ کو سچائی دے کر ظاہر فرمایا کہ یہ پانی پڑتے ہی وہ زمین ملائم ہو کر ریت کی طرح ہو گئی جسے کھودنے کے لئے کدال اور پھاوڑوں کی ضرورت نہیں ہوئی۔

صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ کی محنت...... حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی اپنے کپڑوں میں بھر بھر کر

Presented by Ziaraat.Com

مٹی ڈھو رہے تھے کیونکہ جلدی میں انہیں کوئی ٹوکرا وغیرہ نہیں مل سکا تھا (یعنی یہ ایک جنگی اور ہنگامی صورت حال تھی جس میں بڑے بڑے صحابہ ہی نہیں خود رسول اللہ ﷺ بھی بہ نفس نفیس محنت و مشقت فرما رہے تھے۔

حضرت سلمان فارسیؓ سے (جن کے مشورہ پر خندق کھودی گئی) روایت ہے کہ خندق کے ایک حصہ میں میں نے کدال ماری مگر وہ پتھر نہیں ٹوٹا اور مجھ پر بہت زیادہ تھکن ہوگئی آنحضرت ﷺ اس وقت میرے قریب ہی تھے جب آپ نے مجھے کدال چلاتے دیکھا اور محسوس کیا کہ پتھریلی زمین ہے جس کی وجہ سے پریشان ہوں تو آپ خندق میں اترے اور میرے ہاتھ سے کدال لے کر آپ نے زمین پر ضرب لگائی جس سے کدال کے سرے پر ایک بجلی کا سا جھماکہ ہوا اس کے بعد آپ نے ایک دوسری ضرب لگائی تو دوسری بار ویسا ہی روشنی کا سا جھماکہ ہوا۔ پھر آپ نے تیسری ضرب لگائی تو تیسری بار جھماکا ہوا۔ میں نے آنحضرت ﷺ کی یہ ضربیں دیکھیں تو عرض کیا۔

"یا رسول اللہ ﷺ آپ پہ میرے ماں باپ قربان ہوں یہ روشنی کے جھماکے کیسے تھے جو کدال کے نیچے کوندے۔"

جھماکے اور بشارتیں...... آپ نے پوچھا سلمان! کیا تم نے یہ جھماکے دیکھے تھے۔

میں نے عرض کیا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا۔

"جہاں تک پہلے جھماکے کا تعلق ہے تو اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یمن کی فتح نصیب فرمائی دوسرے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور مغرب پر غلبہ عطا فرمایا اور تیسرے جھماکہ کے ذریعہ حق تعالیٰ نے مشرق کو میرے لئے مفتوح و مغلوب بنا دیا۔"

سلمان کی مقبولیت و محبوبیت...... (قال) ایک روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ کے متعلق مہاجر اور انصاری مسلمان جھگڑنے لگے۔ مہاجرین تو یہ کہتے تھے کہ سلمان ہماری جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور انصار کہتے تھے کہ سلمان ہمارے میں سے ہیں۔ آخر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سلمان ہمارے میں سے ہیں اور اہل بیت یعنی گھر والوں میں سے ہیں۔ چنانچہ ایک شاعر نے اسی واقعہ کی طرف اپنے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے۔

لقد رقی سلمان بعد رقم
منزلة شامخة البنيان

ترجمہ: سلمان کی عزت و سربلندی ہوئی اور ان کا یہ اعزاز بہت مضبوط بنیادوں پر ہے۔

وکيف لا والمصطفی قد عده
من اهل بيته العظيم الشان

ترجمہ: اور کیسے نہ ہو جبکہ حضرت محمد ﷺ نے ان کو اپنے بلند مرتبہ گھرانے کا ایک فرد شمار فرمایا ہے۔

سلمانؓ کی ہمت و طاقت...... حضرت سلمان فارسی کے سلسلے میں انصار و مہاجرین کے درمیان جو جھگڑا ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت سلمان اتنے مضبوط اور قوی ہیکل آدمی تھے کہ خندق کی کھدائی کے دوران وہ اکیلے دس آدمیوں کے برابر کام کرتے تھے چنانچہ وہ روزانہ پانچ ہاتھ چوڑی اور پانچ ہاتھ گہری زمین کھودتے تھے۔

یہاں تک کہ حضرت سلمان فارسی کو نظر لگ گئی۔ ان پر قیس ابن صعصعہ کی نظر کا اثر ہوا جس سے وہ فوراً پچھاڑ کھا کر گر گئے اور کام کرنے کے قابل نہ رہے۔ یہاں لبط کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی اچانک گرنے کے ہیں۔ آخر آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔ آپ نے فرمایا انہیں حکم دو کہ وہ وضو کریں اور

Presented by Ziaraat.Com

غسل کریں اور وضو کے برتن کو اپنی کمر کے پیچھے الٹ دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اس عمل سے وہ ایسے ہلکے ہوگئے جیسے ان سے رسیوں کے بند کھل گئے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ آپ نے حکم دیا کہ قیس سلمان کے لئے وضو کریں اور اپنے وضو کا پانی ایک برتن میں جمع کر لیں۔ پھر سلمان اس پانی سے غسل کریں اور برتن کو اپنی کمر کے پیچھے الٹ دیں۔

نبی کو تسخیر مشرق و مغرب کی بشارت...... ایک روایت ہے کہ جب وہ پتھریلی زمین کھودنی اور چٹان توڑنی حضرت سلمان کو دوبھر ہو گئی تو آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ سے کدال لے کر بسم اللہ کہا اور پھر پتھر پر ایک ضرب لگائی۔ جس سے چٹان کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا ساتھ ہی اس ضرب کے نتیجہ میں روشنی کا ایک جھماکہ ہوا اور یمن کی سمت ایک نور خارج ہوا جو سیاہ رات میں چراغ کی طرح روشن تھا۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ نے تکبیر کہی اور فرمایا کہ مجھے ملک یمن کی کنجیاں مرحمت فرمادی گئیں اور مجھے اسی وقت اسی جگہ کھڑے ہوئے صنعاء کے دروازے اس طرح اپنے سامنے نظر آرہے ہیں جیسے کتوں کے اگلے دانت ہوتے ہیں۔ پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی جس سے چٹان کا دوسرا تہائی حصہ ٹوٹ گیا اور ملک روم کی طرف سے ایک نور ظاہر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے پھر تکبیر کہی اور فرمایا کہ مجھے ملک شام کی کنجیاں عنایت فرمادی گئیں خدا کی قسم میں ملک شام کے محلات اور ایک روایت کے مطابق۔ سرخ محلات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے تیسری ضرب لگائی جس سے چٹان کا باقی حصہ ٹوٹ گیا اور پھر روشنی کا ایک جھماکہ ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے تکبیر کہی اور فرمایا کہ مجھے ملک فارس کی کنجیاں عطا فرمادی گئی ہیں۔ خدا کی قسم مجھے اسی جگہ سے حیرہ و مدائن میں کسریٰ کے محلات اس طرح اپنے سامنے نظر آرہے ہیں جیسے کتوں کے اگلے دانت (ابھرے ہوئے اور جے ہوئے) ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ میں اس وقت مدائن کا قصر ابیض یعنی سفید محل دیکھ رہا ہوں۔

آسمانی خبریں اور تصدیق...... ساتھ ہی آنحضرت ﷺ سلمان فارسی کو فارس کے مقامات کی تفصیل اور محل وقوع بتلاتے جاتے تھے اور حضرت سلمان کہتے تھے کہ یارسول اللہ آپ نے سچ کہا اس جگہ کی تفصیل اسی طرح سے ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ سلمان یہ فتوحات وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ میرے بعد عطا فرمائے گا۔

بشارتوں پر منافقین کا تمسخر...... ادھر اسی وقت منافقوں کی ایک جماعت نے جن میں معتب ابن قشیر بھی شامل تھا کہنا شروع کیا کہ تمہیں حیرت نہیں ہوتی کہ محمد ﷺ تمہیں غلط امیدیں دلا رہے ہیں اور بے بنیاد وعدے کر رہے ہیں اور بتلا رہے ہیں کہ وہ یثرب میں کھڑے حیرہ اور مدائن کسریٰ کے محلات دیکھ رہے ہیں اور یہ کہ یہ مقامات تمہارے ہاتھوں فتح ہوں گے جبکہ حالت یہ ہے کہ تم لوگ دشمن کے خوف و دہشت سے خندق کھود رہے ہو اور تم میں اتنی بھی ہمت نہیں کی میدان میں آکر دشمن کا مقابلہ کر سکو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ الآیہ پ ۳ سورہ آل عمران ع ۳ آیت ۲۶

اے محمد ﷺ آپ اللہ تعالیٰ سے یوں کہئے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے آپ جس کو چاہیں ملک دے دیتے ہیں اور جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں۔

اس آیت کے نزول کے سبب سے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ فتح فرمایا

Presented by Ziaraat.Com

تو آپ نے اپنی امت کو ملک فارس اور ملک روم کے فتح ہو جانے کا وعدہ دیا۔ اس پر منافقوں اور یہودیوں نے کہا کہ واہ واہ محمد ﷺ کو ملک فارس اور ملک روم کہاں سے مل سکتا ہے وہ لوگ کہیں زیادہ طاقتور اور بلند و برتر لوگ ہیں (تب یہ آیت نازل ہوئی تھی۔)

دشمن لشکر کی آمد...... غرض جب رسول اللہ ﷺ خندق کی کھدائی سے فارغ ہو گئے تو اسی وقت قریش اور ان کے حامیوں کا لشکر مدینے کے سامنے پہنچ گیا اس لشکر کی کل تعداد دس ہزار تھی جیسا کہ بیان ہوا۔ قریشی لشکر نے پانی کے بہاؤ کی جگہ پڑاؤ ڈالا اور غطفانی اور دوسرے دستے احد پہاڑ کی سمت میں فروکش ہو گئے۔

دونوں لشکروں کی تعداد اور پڑاؤ...... اس کے مقابلے میں مسلم لشکر کی تعداد تین ہزار تھی۔ ابن اسحاق نے سات سو کی تعداد بتلائی ہے مگر یہ ان کا وہم ہے اگرچہ ابن حزم نے اسی تعداد کو صحیح بتلایا ہے اور کہا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ یہ وہم ہے۔ آنحضرت ﷺ مسلم لشکر کے ساتھ سلع پہاڑ کے دامن میں فروکش ہوئے جو مدینے کی بالائی سمت میں ہے اور آنحضرت ﷺ نے سلع پہاڑ کے دامن میں اس طرح پڑاؤ ڈالا کہ یہ پہاڑ مسلمانوں کی پشت پر آگیا جیسا کہ بیان ہوا اور خندق مسلمانوں اور دشمن کے درمیان میں آگئی۔ آنحضرت ﷺ کے لئے ایک چرمی قبہ کھڑا کیا گیا اس خیمہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے تین یعنی حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت زینب بن جحشؓ تھیں جن کے پاس آپ باری باری رہتے تھے۔ اس عرصہ میں دن کے وقت میں حضرت عائشہؓ آپ کے پاس رہتی تھیں کیونکہ خندق کھودنے میں آنحضرت ﷺ کی مصروفیت دس دن سے زائد رہی۔ ایک قول ہے کہ چوبیس دن لگے ایک قول بیس دن کا ہے ایک قول کے مطابق تقریباً ایک مہینہ لگا، ایک قول کے مطابق پورا ایک مہینہ لگا۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ تقریباً مہینہ بھر لگنے کا قول سب سے زیادہ مضبوط قول ہے مگر ایک قول کے مطابق سب سے پختہ قول پندرہ دن کا ہے۔ امام نووی نے کتاب روضہ میں اسی قول کو اختیار کیا۔

عورتوں و بچوں کا تحفظ...... اس دوران میں آنحضرت ﷺ کی باقی سب ازواج بنی حارثہ کے محلے میں تھیں۔ عورتوں اور چھوٹے بچوں کو آطام یعنی ٹیلوں پر ٹھہرلیا۔ جب آپ خندق کھودنے میں مشغول تھے تو آپ کے سامنے وہ لڑکے بھی آئے جو بالغ یا نابالغ تھے اور جو کھدائی میں مشغول تھے جب کھدائی کا کام نمٹ گیا تو ان لڑکوں میں سے ان کو جو پندرہ سال کی عمر کو نہیں پہنچے تھے آپ نے واپس ان کے گھروں پر بھجوا دیا اور جو پندرہ سال کے ہو چکے تھے ان کو آپ نے اجازت دے دی۔ ایسے لڑکوں میں جن کو آپ نے اجازت دے دی تھی عبد اللہ ابن عمر، زید ابن ثابت، ابو سعید خدری اور براء ابن عازب شامل تھے۔

ادھر مدینہ شہر میں مکانات اس طرح ایک دوسرے سے پیوست اور ملے ہوئے تھے کہ پورا شہر ایک قلعہ کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ مدینے کی ایک جانب تو کھلی ہوئی تھی اور باقی تمام سمتیں مکانات اور باغات سے پیوستہ تھیں جن پر دشمن کا قابو نہیں چل سکتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ کھلی ہوئی سمت ہی خندق کے لئے منتخب فرمائی۔ اپنی غیر موجودگی میں آپ نے حضرت ابن ام مکتومؓ کو مدینے میں اپنا قائم مقام بنایا۔

آنحضرت ﷺ نے سلیط اور سفیان ابن عوف کو احزابی لشکر کی معلومات حاصل کرنے کے لئے جاسوس کے طور پر بھیجا مشرکین نے ان دونوں کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ ان دونوں کی لاشیں رسول اللہ ﷺ کے پاس

Presented by Ziaraat.Com

لائیں گئیں تو آپ نے ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرا دیا اس طرح یہ دونوں جڑواں شہید کہلائے۔

پھر آنحضرت ﷺ نے مہاجروں کا جنگی پرچم زید ابن حارثہ کے ہاتھ میں دیا اور انصاریوں کا پرچم سعد ابن عباد کے ہاتھ میں دیا ساتھ ہی آپ نے سلمہ ابن اسلم کو دو سو آدمی دے کر اور زید ابن حارثہ کو تین سو آدمی دے کر مدینے کی حفاظت اور گرد آوری کے لئے بھیجا۔ یہ دستے بلند آواز سے تکبیریں کہتے رہتے تھے کیونکہ یہ خطرہ تھا کہ مدینے میں بنی قریظہ کے یہودی مسلمان بچوں اور عورتوں پر حملہ نہ کر دیں اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تھا کہ یہودیوں نے امن کا وہ معاہدہ توڑ دیا ہے جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان تھا جیسا کہ آگے تفصیل بیان ہوگی اور یہ کہ وہ مدینے پر حملہ کرنا چاہتے ہیں بات یہ ہوئی تھی کہ حیی ابن اخطب نے ایک قاصد تو قریش کے پاس بھیجا تھا کہ وہ اپنے ایک ہزار آدمیوں کا دستہ اس کے پاس بھیج دیں اور اسی طرح ایک پیغام قبیلہ غطفان کے پاس بھیجا تھا کہ ان کے بھی ایک ہزار آدمیوں کا دستہ ان کے پاس آجائے تاکہ مدینے کو تاراج کیا جا سکے۔

یہود کی سازش...... آنحضرت ﷺ کو یہودیوں کی اس سازش کی خبر ہو گئی جس کی وجہ سے پریشانی اور زیادہ بڑھ گئی اور بچوں کے متعلق ان صحابہ پر بھی زیادہ خوف اور بے اطمینانی پیدا ہو گئی جو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے خندق پر تعینات کئے گئے تھے (چنانچہ آنحضرت ﷺ نے زید ابن حارثہ اور مسلمہ ابن سلمؓ کی پیش کردگی میں پانچ سو مجاہدین کے دستے گرد آوری اور بچوں کی حفاظت پر متعین فرما دیئے)

ادھر جب مشرکین کا احزابی لشکر مدینے کے سامنے پہنچا اور انہوں نے خندق دیکھی تو (وہ لوگ حیران رہ گئے اور) کہنے لگے۔

"خدا کی قسم یہ تو بڑی سخت جنگی چال ہے۔ عرب تو اس جنگی تدبیر سے واقف نہیں تھے۔!"

ادھر مشرکین باری باری اپنے دستوں کے ساتھ آگے بڑھتے اور واپس آجاتے۔ ایک دن ابوسفیان اپنے دستے کیساتھ جاتا۔ ایک دن خالد ابن ولید اپنا دستہ لے کر بڑھتے اور لوٹ آتے۔ ایک دن عمرو ابن عاص کی باری ہوتی اور وہ جاتے کسی دن ہبیرہ ابن وہب اپنے دستے کو لے کر جاتا، ایک دن عکرمہ ابن ابوجہل اپنے ساتھیوں کے ساتھ قسمت آزمائی کرتے تو کسی دن ضرار ابن خطاب نکلتے۔ یہ لوگ اسی طرح اپنے گھوڑے سوار دستوں کو گھماتے پھرتے تھے کبھی یکجا ہو کر اور کبھی الگ الگ (مگر ہر طرف سے انہیں ناکامی ہوتی تھی)

لشکروں میں چھیڑ چھاڑ...... دوسری طرف صحابہ کرام کسی کسی وقت اچانک آگے بڑھتے اور اپنے دستوں کو مشرکین پر تیر اندازی کا حکم دیتے اس طرح کی چھیڑ چھاڑ کو وہ مدت تک چلتی رہی جس میں سوائے تیر اندازی کے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ کبھی کبھی ایک دوسرے پر سنگ باری کرتے تھے۔

خندق عبور کرنے کی کوشش اور نوفل کا انجام...... اسی دوران ایک روز نوفل ابن عبداللہ ابن مغیرہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑا تاکہ خندق کو پھلانگ جائے مگر گھوڑا خندق کو پار نہ کر سکا اور سوار سمیت خندق میں گر گیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا کیونکہ خندق میں گر کر اس کی گردن ٹوٹ گئی تھی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جہاں تک نوفل ابن عبداللہ کا تعلق ہے تو اس نے خندق سے پار ہونے کیلئے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی مگر گھوڑے سمیت خندق میں گرا اور دونوں کی ہڈی پسلی ٹوٹ گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ خندق میں گرنے کے بعد مسلمانوں نے اس پر پتھر برسائے تو وہ کہنے لگا کہ اے گروہ عرب اس سے بہتر

www.Ziaraat.Com
Saheel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

تو یہ ہے کہ قتل ہی کر ڈالو۔ چنانچہ حضرت علی خندق میں اتر کر اس کے سر پر پہنچے اور اس کو قتل کر ڈالا۔ یعنی حضرت علیؓ نے اس پر تلوار کا وار کر کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔

مشرکین کو نوفل کی موت پر سخت صدمہ ہوا چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم آپ کو اس کی دیت یعنی قیمت دیتے ہیں آپ ہمیں اس کی لاش لوٹا دیں تاکہ ہم اسے دفن کر دیں۔ آنحضرت ﷺ نے جواب میں کہلایا کہ وہ مردار تھا اس پر اللہ کی لعنت ہوئی اس کی دیت و قیمت پر بھی اللہ کی لعنت ہوئی۔ ہم تمہیں منع نہیں کریں گے تم اسے دفن کر سکتے ہو مگر ہمیں اس کی دیت و قیمت سے کوئی مطلب نہیں ہے۔

ایک قول ہے کہ مشرکین نے اس کی لاش کے بدلے میں دس ہزار کی پیشکش کی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ اس کی لاش ہمارے حوالے کر دیں تو ہم آپ کو بارہ ہزار دیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"نہ اس کی لاش میں کوئی خیر ہے اور نہ اس کی دیت و قیمت میں کوئی خیر ہے۔ یہ لاش ان لوگوں کے حوالے کر دو کیونکہ اس شخص کی لاش بھی مردار ہے اور اس کی قیمت بھی مردار ہے۔!"

ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ اس کی لاش گدھے کی لاش ہے۔!"

حییؑ کا دشمن سے سازباز...... بنی نضیر کے یہودیوں کا سردار اور اللہ کا دشمن حییٔ ابن اخطب جب قریش کو مدینے پر سے چڑھائی کرانے کے لئے لے کر چلا تو ان سے کہنے لگا کہ میری قوم بنی قریظہ تمہارے ساتھ ہے ان لوگوں کے پاس بہت بڑی تعداد میں ہتھیار اور اسلحہ ہیں۔ اس قبیلہ میں ساڑھے سات سو لڑنے والے جانباز ہیں۔ یہ سن کر ابوسفیان کہنے لگا۔

"تم ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ اس معاہدہ امن کو توڑ دیں جو ان کے اور محمد ﷺ کے درمیان قائم ہے!"

بنی قریظہ پر حییٔ کا دباؤ...... چنانچہ حییٔ اسی وقت روانہ ہوا اور کعب ابن اسد قرظی کے پاس آیا جو بنی قریظہ کا سردار تھا اور جو اس معاہدہ کا ذمہ دار تھا جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوا تھا۔ اور جس نا جنگ معاہدہ کی تفصیل گذشتہ قسطوں میں بیان ہو چکی ہے۔ غرض کعب کے مکان پر پہنچ کر حییٔ نے اس کے دروازے پر دستک دی مگر کعب نے حییٔ کو کا دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ حییٔ نے اصرار کیا تو کعب نے کہا۔

دور ہو تیرا ناس ہو حییٔ۔ تو بہت ہی منحوس آدمی ہے۔ میں محمد ﷺ کے ساتھ جو معاہدہ کر چکا ہوں اس کو ہرگز نہیں توڑوں گا۔ اور پھر محمد ﷺ کی طرف سے میں نے وفا اور سچائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔!"

کعب کا عہد شکنی سے انکار...... حییٔ نے پھر کہا کہ تیرا ناس ہو دروازہ تو کھول مجھے تجھ سے بات کرنی ہے کعب نے کہا میں نہیں کھولوں گا ساتھ ہی کعب حییٔ کو برا بھلا کہنے لگا۔ اس پر حییٔ نے کہا۔ خدا کی قسم! تو نے اپنا دروازہ میرے لئے اس ڈر سے بند کیا ہے کہ میں کہیں تیرا آٹے کا حلوا کھانے میں شریک نہ ہو جاؤں۔!"

اس حلوے یا کھانے کے لئے روایت میں حشیش کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کو اصل میں وشیش کہتے ہیں یہ میٹھا یا نمکین کھانا ہوتا ہے جو گیہوں کو موٹا موٹا کوٹ کر بنایا جاتا ہے (اور عرب کا مشہور و مقبول کھانا تھا) یہ سنتے

Presented by Ziaraat.Com

بنی کعب نے دروازہ کھول دیا۔ حیی نے اندر آکر کہا۔

"خدا کی مار کعب میں تو تیرے لئے دنیا و جہان کی سر بلندی و عزت لے کر آیا ہوں۔ میں قریش کو تمہارے گھروں تک لے آیا اور انہیں لا کر مجمع اسیال میں فروکش کرادیا۔ اوھر غطفانیوں کو لے کر آیا اور انہیں احد کے دامن میں لا کھڑا کیا۔ ان لوگوں نے مجھ سے عہد و پیمان کیا ہے کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو نیست و نابود نہیں کرلیں گے۔"

کعب نے اس کے باوجود بھی یہ کہا۔

"خدا کی قسم ! تو میرے پاس دنیا جہان کی ذلت و رسوائی لے کر آیا اور ہر وہ بات پیش کر رہا ہے جس سے ڈر لگتا ہے کیونکہ میرے نزدیک محمد ﷺ کی طرف سے سوائے ایمانداری اور وفا کے کوئی بات سامنے نہیں آئی۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ تو میرے پاس ایسی گھٹا اور بدلیاں لے کر آیا ہے جن میں پانی نہیں ہے جن میں سوائے گھور گرج اور بجلی کے کڑاکوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ تجھ پر افسوس ہے حیی میرا پیچھا چھوڑ میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔ !"

کعب کی سپر اندازی...... مگر حیی نے کعب کا پیچھا نہ چھوڑا (اور اس کو مجبور کرتا رہا) یہاں تک کہ کعب نے اللہ کے نام پر اس کو عہد دیا کہ اگر قریش اور غطفان کے لوگ محمد ﷺ کو قتل کئے بغیر یہاں سے لوٹ گئے تو بھی میں تمہارے ساتھ تمہاری حویلی میں قلعہ بند رہوں گا اور جو نقصان بن پڑے گا محمد ﷺ کو پہنچاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی کعب نے معاہدہ توڑ دیا اور اس کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جو سمجھوتہ تھا اس کو ختم کر کے معاہدہ کی تحریر پھاڑ ڈالی۔

قوم میں عہد شکنی کا اعلان...... اسکے بعد کعب نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا جن میں زبیر ابن مطّا، شاس ابن قیس، عزال ابن میمون اور عقبہ ابن زید شامل تھے۔ کعب نے ان سرداروں کو بتلایا کہ میں معاہدہ توڑ چکا ہوں اور وہ پر امن سمجھوتہ جو محمد ﷺ نے لکھا تھا میں اس کو چاک کر چکا ہوں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہلاکت کا جو ارادہ فرمایا اس کا راستہ انہوں نے خود صاف کیا۔ حیی ابن اخطب یہودیوں میں اپنی حرکتوں کے لحاظ سے قریش کے ابوجہل کے مشابہ تھا۔

آنحضرت ﷺ کو اطلاع اور تشویش...... آنحضرت ﷺ کو کعب کی اس بد عہدی کی اطلاع ہوئی۔ یہ خبر حضرت عمر فاروقؓ نے دی اور عرض کیا۔

"یارسول اللہ ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی قریظہ نے عہد شکنی کر دی ہے اور ہم سے برسرپیکار ہو گئے ہیں !"

تحقیق حال کی جستجو...... آنحضرت ﷺ کو اس خبر سے سخت تکلیف اور پریشانی ہوئی (کیونکہ ایسے وقت میں جبکہ ایک طاقتور دشمن شہر کے دروازوں پر دستک دے رہا تھا گھر کے اندر دغا بازوں کا مقابل آجانا اور مار آستین ثابت ہونا بہت سخت مرحلہ تھا) آپ نے تحقیق حال کے لئے حضرت سعد ابن معاذؓ سردار اوس اور حضرت سعد ابن عبادہؓ سردار خزرج کو بھیجا۔ ان کے ساتھ آپ نے ابن رواحہ اور خولات ابن جبیر کو بھیجا۔ کتاب امتاع میں ان دونوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان کے بجائے صرف اسید ابن حضیر کا نام ہے۔ آپ نے ان حضرات سے فرمایا۔

جاؤ اور دیکھو کہ ان لوگوں یعنی بنی قریظہ کے یہودیوں کے متعلق جو بات ہمیں معلوم ہوئی کیا وہ درست

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہو تو واپس آکر مجھے ایسے اشاروں میں یہ خبر دینا کہ میں سمجھ لوں لیکن دوسرے لوگوں کو اس کا پتہ نہ ہو سکے۔ تاکہ اس خبر سے لوگوں میں بے حوصلگی اور کمزوری نہ ہو جائے۔ لیکن اگر یہ بات غلط ہو تو سب کے سامنے صاف اور بلند آواز سے بتلادینا (کیونکہ اس صورت میں لوگوں پر برا اثر پڑنے کا خطرہ نہیں ہے)"

یہاں اشاروں میں بتلانے کے لئے لحن کا لفظ استعمال ہوا ہے اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ بات الفاظ کے ذریعہ کہنے کے بجائے صرف چہرے کے ایسے اشارات سے بتائی جائے جس سے مخاطب تو مطلب سمجھ لے مگر دوسروں کے لئے وہ اشارات بے معنی ہوں۔ جیسا کہ لحن اس غلط کلام کو بھی کہتے ہیں جو لغت کے اعتبار سے ہٹ کر ہو چنانچہ ایک کہاوت ہے کہ بہترین کلام وہ ہے جو لحن یعنی اشاروں میں ہو۔

یہودی دغابازی کی تصدیق...... غرض آنحضرت ﷺ کے اس فرمان پر یہ حضرات روانہ ہوئے اور بنی قریظہ میں پہنچے جہاں انہیں معلوم ہوا کہ وہ لوگ عہد شکنی کر چکے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے خلاف نقصان رسانی کے درپے ہیں۔ چنانچہ (جب ان حضرات نے یہودیوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کا معاہدہ یاد دلایا تو کہنے لگے کہ کون رسول اللہ۔ اس طرح معاہدہ ختم کر دیا اور کہنے لگے کہ ہمارے اور محمد ﷺ کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ یہ بنی قریظہ کے یہودی حضرت سعد ابن معاذ کے قبیلہ اوس کے حلیف اور دوست تھے لہذا حضرت ابن معاذؓ نے اس حرکت پر انہیں بہت برا بھلا کہا۔ ایک قول ہے کہ یہ لوگ سعد ابن عبادہ کے حلیف تھے جن کے مزاج میں غصہ زیادہ تھا یہودیوں نے خود ابن عبادہؓ یا ابن معاذ کو بھی گالیاں دیں۔ جہاں تک ان کے حلیف ہونے کا تعلق ہے تو دونوں باتیں ممکن ہیں۔ پھر حضرت سعد ابن معاذؓ نے حضرت سعد ابن عبادہؓ سے یا اس کے برعکس دوسرے نے پہلے سے کہا۔

"ان کی گالی گفتار کو چھوڑو ان کے اور ہمارے درمیان اس بدکلامی سے کہیں زیادہ اہم معاملہ درپیش ہے؟"

اس کے بعد دونوں سعد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے اور اشاروں میں آپ کو اطلاع دی کہ بنی قریظہ نے دغابازی اور عہد شکنی کی ہے۔ ان حضرات نے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر لفظی اشارہ کرتے ہوئے صرف یہ کہا کہ "عضل و قارہ" یعنی یہودیوں نے اسی طرح بدعہدی کی ہے جیسے عضل و قارہ کے لوگوں نے اصحاب رجیع کے ساتھ بدعہدی اور دغابازی کی تھی۔ اصحاب رجیع کا یہ واقعہ آگے سرایا یعنی صحابہ کی فوجی مہمات کے بیان میں آئے گا۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے اللہ اکبر فرمایا جس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں تمہیں اللہ کی مدد اور نصرت کے لئے خوش خبری ہو۔

نصرت خداوندی کی خوشخبری...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنا کپڑا چہرہ مبارک پر ڈال لیا اور بہت دیر تک لیٹے رہے۔ جب مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کو اس طرح لیٹے دیکھا تو انہیں سخت گھبراہٹ اور پریشانی ہوئی آخر آپ نے سر اٹھایا اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور فتح کی خوش خبری ہو۔

زبیر کے ذریعہ تحقیق اور حسان بن ثابت...... غالباً ان دونوں یعنی سعد ابن معاذ اور سعد ابن عبادہ کو بھیجنے سے پہلے آپ حضرت زبیرؓ کو بنی قریظہ میں بھیج چکے تھے تاکہ وہ یہودیوں کی عہد شکنی کے متعلق صحیح خبر لے کر آئیں چنانچہ عبداللہ ابن زبیرؓ سے روایت ہے کہ احزاب یعنی غزوۂ خندق کے موقعہ پر میں اور عمر و ابن ابی سلمہ حسان ابن ثابت کی گڑھی یعنی چھوٹے قلعہ میں تھے خود حسان ابن ثابت بھی عورتوں کے ساتھ وہیں تھے۔ ان عورتوں میں آنحضرت ﷺ کی پھوپی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب بھی تھیں۔ اتفاق سے ایک یہودی اس

Presented by Ziaraat.Com

گڑھی کے گرد گھومتا نظر آیا صفیہ نے حسان سے کہا۔

"حسان! مجھے اس یہودی کی طرف سے اندیشہ ہے کہ یہ دشمن کو اس گڑھی میں پناہ گزین عورتوں کے متعلق نشان دہی کر دے گا اور دشمن ہم پر حملہ آور ہو جائے گا اس لئے بہتر ہے کہ تم نیچے اتر کر اس پر حملہ کرو اور قتل کر دو!"

خونریزی سے حسان کا خوف...... حسان نے کہا

"عبدالمطلب کی بیٹی! تمہیں معلوم ہے میں اس کام کا آدمی نہیں ہوں!"

حسان سے مایوسی اور صفیہ کی دلیری...... حضرت صفیہ کہتی ہیں کہ جب میں حسان کی طرف سے مایوس ہو گئی تو میں نے خود ایک موٹا ڈنڈا اٹھایا اور نیچے اتری۔ پھر میں گڑھی کا دروازہ کھول کر خاموشی سے اس کے پیچھے گئی اور اچانک اس پر وار کرنے لگی یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد میں پھر گڑھی میں پہنچ کر اوپر آئی اور حسان سے کہنے لگی۔

"اب تم نیچے جا کر اس لاش کے جسم کا سامان یعنی کپڑا اور ہتھیار وغیرہ اتار لاؤ میں نے یہ کام صرف اس لئے خود نہیں کیا کہ وہ غیر مرد ہے!"

حسان کہنے لگے۔

"عبدالمطلب کی بیٹی! مجھے اس کے ہتھیاروں وغیرہ کی ضرورت نہیں۔!"

اس روایت سے اس گذشتہ قول کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ حسان ابن ثابت بے انتہا ڈرپوک آدمی تھے۔

غرض اس کے بعد عبداللہ ابن زبیرؓ کہتے ہیں کہ اچانک میری نظر حضرت زبیرؓ پر پڑی جو گھوڑے پر سوار دو یا تین بار بنی قریظہ کے محلے کی طرف گئے آئے۔ جب ہم یہاں سے واپس ہوئے تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ میں نے آپ کو بار بار بنی قریظہ کی طرف جاتے آتے دیکھا تھا۔ انہوں نے پوچھا بیٹے تم نے دیکھا تھا میں نے کہا۔ ہاں تو وہ کہنے لگے۔ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کون ہے جو بنی قریظہ میں جا کر مجھے ان کے متعلق صحیح اطلاعات دے (اس لئے میں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا) جب میں ان کے متعلق اطلاعات لے کر آپ کے پاس پہنچا تو آنحضرت ﷺ نے (خوش ہو کر) فرمایا کہ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں!"

حضرت زبیرؓ سے نبی کی محبت...... اس روایت کو شیخین نے پیش کیا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت زبیرؓ کی روایت سے ان کا قول ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے میرے لئے دو مرتبہ اپنے ماں باپ کو جمع کر کے فدائیت ظاہر فرمائی۔ ایک دفعہ غزوہ احد کے موقعہ پر اور دوسری دفعہ بنی قریظہ کے موقعہ پر آپ نے فرمایا تھا کہ تیر چلائے جاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

پھر وہ کہتے ہیں کہ شاید یہ بات غزوہ احد میں فرمائی گئی تھی کہ ہر نبی کے حواری یعنی ہمدرد و جاں نثار ہوا کرتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ زبیر میرے پھوپھی زاد بھائی بھی ہیں اور میری امت میں سے میرے حواری بھی ہیں۔

زبیر کا تقویٰ اور صدقات...... کہا جاتا ہے کہ حضرت زبیرؓ کے ایک ہزار مملوک اور غلام تھے جو ان کو خراج کی رقم ادا کیا کرتے تھے مگر حضرت زبیرؓ یہ ساری رقم صدقہ کر دیا کرتے تھے اور اس میں ایک پائی بھی ان کے گھر میں نہیں پہنچتی تھی۔ یہی بات رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے بھی ہے۔ چنانچہ ایک

Presented by Ziaraat.Com

حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ الآیہ پ ۳۰ سورۂ تکاثر ع ا آیت ۸

ترجمہ: پھر اور بات سنو کہ اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ گچھ ہوگی۔

تو حضرت زبیرؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ ﷺ وہ کونسی نعمت ہے جس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ ہمارے سامنے تو دو ہی نعمتیں ہیں ایک کھجور اور دوسری پانی!"

زبیر کی امانت داری...... آپ نے فرمایا کہ وہ نعمت عنقریب ملنے والی ہے (یعنی دولت و ثروت اور حکومت و سلطنت) ادھر سات صحابہ ایسے تھے جو حضرت زبیرؓ کو اپنی اولاد کا سرپرست بنا گئے تھے اور اس طرح حضرت زبیرؓ ان لوگوں کی اولاد کے روپے پیسے اور مال کی حفاظت کیا کرتے تھے اور خود اپنا مال ان پر خرچ کیا کرتے تھے۔ ان سات صحابہ میں حضرت عثمان ابن عفانؓ، عبدالرحمٰن ابن عوفؓ اور عبداللہ ابن مسعودؓ شامل تھے۔

مسلمانوں کو عہد شکنی کی اطلاع اور اضطراب...... غرض جب عام مسلمانوں کو یہود کی عہد شکنی اور دغا بازی کا حال معلوم ہوا تو انہیں سخت پریشانی اور اضطراب ہوا۔ یہاں عام مسلمانوں کو اس کا علم ہونے کی روایت سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے جبکہ پیچھے یہ بیان ہوا ہے کہ اس خبر کا افسانہ نہیں کیا گیا تھا۔ کیونکہ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ان کا ایک دشمن ایک طرف سے آیا اور دوسرا دشمن دوسری طرف سے آیا تو انہیں پوری طرح حقیقت حال کا اندازہ ہو گیا کہ یہودی بغلی چھرا ثابت ہوئے ہیں اور انہوں نے دغا کی ہے) پھر حق تعالیٰ نے اس موقعہ پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا

الآیہ پ ۲۱ سورۂ احزاب ع ۲ آیت ۱۰

ترجمہ: جبکہ وہ لوگ تم پر آچڑھے تھے اوپر کی طرف سے اور نیچے کی طرف سے بھی اور جبکہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے۔

منافقوں کی زبان زوری...... اس نازک وقت میں منافقوں کا نفاق بھی ظاہر ہونے لگا اور وہ کہتے پھرنے لگے کہ محمد ﷺ ہم سے وعدے کیا کرتے تھے کہ ہمیں کسریٰ و قیصر کے خزانے حاصل ہوں گے جبکہ ہماری حالت آج یہ ہو رہی ہے کہ پیشاب پاخانے کو جاتے ہوئے بھی ہمیں جان کا خوف ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے ساتھ صرف دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا

الآیہ پ ۲۱ سورۂ احزاب ع ۲ آیت ۱۲

ترجمہ: اور جبکہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے تو اللہ نے اور کے رسول اللہ ﷺ نے محض دھوکہ دہی کا وعدہ کر رکھا ہے۔

بنی فزارہ و مرہ سے آنحضرت ﷺ کی خفیہ معاہدہ کی کوشش...... جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ معاملات اور صورتحال نازک ہوتی جارہی ہے تو آپ نے احزابی لشکر میں عینیہ ابن حصن فزاری اور حرث ابن

Presented by Ziaraat.Com

عوف مری کے پاس خفیہ پیغام بھیجا کہ اگر وہ دونوں اپنے اپنے دستوں کو لے کر آپ سے الجھے بغیر واپس چلے جائیں توان کو مدینے کے پھلوں کا ایک تہائی حصہ دے دیا جائے گا اس پر یہ دونوں سردار ابوسفیان سے چھپ کر خاموشی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی اور تہائی ـــــــــ کے بجائے نصف بھار کا مطالبہ کیا مگر آنحضرت ﷺ ایک تہائی سے زائد پر تیار نہیں ہوئے۔ آخر یہ دونوں ایک تہائی حصہ پر راضی ہوگئے اور اس پر معاہدہ تحریر کرلیا گیا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ معاہدہ لکھنے کیلئے حضرت عثمانؓ نے صحیفہ اور دوات یعنی قلم کاغذ منگایا۔ جب تحریر پر آنحضرت ﷺ کی مہر لگانے کا وقت آیا تو آپ نے حضرت سعد ابن معاذؓ اور سعد ابن عبادہ کو بھی بلالیا اور ان کو اس معاملے کی تفصیلات بتلا کر ان سے مشورہ مانگا۔ ان دونوں نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ! کیا یہ آپ کی خواہش ہے جسے آپ کرنا چاہتے ہیں یا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس پر ہمارے لئے عمل کرنا ضروری ہے یا یہ معاملہ آپ صرف ہماری وجہ سے کرنا چاہتے ہیں ۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر یہ آسمانی حکم ہے تو اس کو پورا کیجئے اور اگر یہ آسمانی حکم نہیں بلکہ یہ آپ کی خواہش ہے تو ہمارا سر تسلیم خم ہے۔ لیکن اگر یہ صرف رائے و مشورہ ہے تو ان کے لئے ہمارے پاس صرف تلوار ہے۔ !" آنحضرت نے فرمایا۔

"اگر مجھے اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ملا تو میں تم سے مشورہ نہ کرتا۔ خدا کی قسم ! میں تو یہ معاملہ صرف اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ میں دیکھ رہا ہوں تمام عرب تمہارے مقابلہ میں متحد اور ایک ہو گئے ہیں اور انہوں نے ہر طرف سے تمہیں گھیر لیا ہے اس لئے میں اس معاہدہ کے ذریعہ ان کی طاقت کو پارہ پارہ کرنا چاہا ہے !"

سرداروں کی مخالفت اور معاہدہ کی منسوخی...... حضرت سعد ابن معاذؓ نے عرض کیا۔

"یارسول اللہ ! ہم اور یہ لوگ یعنی غطفانی اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور بتوں کی پوجا کرنے میں مشترک تھے نہ ہم خدا کی عبادت کرتے تھے اور نہ اس کو پہچانتے تھے اس وقت بھی یہ لوگ ہم سے ایک چھوہارا تک نہیں لے سکتے تھے سوائے اس کے کہ ہم مہمانداری میں کھلادیں یا یہ خرید کر کھالیں جب جاہلیت کے زمانے میں بھی یہ لوگ بڑی محنت کے بعد ہم سے ایک گٹھلی لے سکتے تھے تو ہم اب ان کو اپنا مال کیسے دے سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعہ سربلند فرمادیا۔ ہمیں ہدایت فرمادی اور آپ کے ذریعہ ہمیں عزت دے دی ہے۔ ہمیں اس معاہدہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کی قسم ہم ان کو تلوار کے سوائے کچھ نہیں دے سکتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ !"

فزارہ و مرہ کو کورا جواب...... آنحضرت ﷺ نے سعد ابن معاذؓ سے فرمایا کہ بس تو یہ تحریر تمہارے حوالے ہے۔ حضرت سعدؓ نے معاہدہ کی تحریر لے کر اس کی تمام عبارت مٹادی۔ یہ تفصیل پہلی روایت کے مطابق ہے اسی طرح اس روایت کے بھی مناسب ہے جس کے مطابق یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تب اس تحریر کو پھاڑ دو۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے تحریر پھاڑ دی اور عیینہ اور حرث سے ڈپٹ کر کہنے لگے کہ جاؤ ہمارے تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔ پھر آپ نے حضرت سعد ابن معاذؓ سے فرمایا کہ اب یہ لوگ ہمارے مقابلے میں سر مارے جائیں گے۔

عمرو ابن عبدود کی مقابل طلبی اور لاف و گزاف...... اس کے بعد مشرکوں میں سے چند لوگ آگئے

Presented by Ziaraat.Com

بڑھے اور انہوں نے خندق عبور کرنے کے لئے اپنے گھوڑوں کو دوڑایا اور جس جگہ خندق کی چوڑائی کسی قدر کم تھی وہاں اسے پار کر آئے ان لوگوں میں عکرمہ ابن ابو جہل بھی تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ نیز ان میں ہبیرہ ابن ابو وہب بھی تھا جو حضرت علیؓ کی بہن ام ہانی کا شوہر تھا۔ ام ہانی سے اس کے اولاد بھی تھی۔ یہ شخص کفر کی حالت میں ہی مرا۔ اسی طرح ان لوگوں میں ضرار ابن خطاب اور عمرو ابن عبدود بھی تھے ایک قول کے مطابق نوفل ابن عبداللہ بھی تھا۔ اس وقت عمرو ابن عبدود کی عمر نوے سال کی تھی عمرو نے سامنے آکر کہا کہ کون ہے جو میرے مقابلے کے لئے نکلتا ہے۔ حضرت علی یہ سن کر اٹھے اور بولے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اس کے مقابلے میں جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ یہ عمرو ابن عبدود ہے۔ عمرو نے پھر پکار کر للکار اور مسلمانوں کو برا بھلا کہنے لگا۔ وہ کہنے لگا کہ تمہاری وہ جنت کہاں گئی جس کے متعلق تمہارا خیال ہے کہ تم میں سے جو قتل ہو گا وہ اس میں داخل ہو گا۔ کیا تم میں سے کوئی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ساتھ ہی وہ یہ شعر پڑھنے لگا۔

ولقد بححت من النداء

بجمعکم هل من مبارز

ترجمہ: میں تمہاری جماعت کے سامنے مسلسل اعلان کر رہا ہوں کہ کیا کوئی مقابلے میں آنے والا ہے۔

ان الشجاعة فی الفتی

والجود من خیر الغرائز

ترجمہ: اور شجاعت و بہادری نوجوانوں میں ہوتی ہے اور سخاوت بہترین قسم کی طاقت ہے۔

حضرت علیؓ کا جوش مقابلہ...... اب پھر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور آنحضرت ﷺ سے بولے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اس کے مقابلے میں جاتا ہوں مگر آپ نے پھر فرمایا بیٹھ جاؤ یہ عمر ابن عبدود ہے۔ اس کے بعد عمرو نے تیسری مرتبہ مقابل کو للکارا تو پھر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اس کے مقابلے میں جاتا ہوں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ یہ عمرو ہے۔ اب حضرت علیؓ نے کہا کہ ہونے دیجئے۔ آپ نے اجازت دے دی حضرت علیؓ یہ شعر پڑھتے ہوئے چلے۔

لاتعجلن فقد اتاك

مجیب قولك غیر عاجز

ترجمہ: جلدی نہ کر تیری للکار کو قبول کرنے والا تیرے سامنے آگیا ہے جو تجھ سے کسی طرح عاجز اور کمزور نہیں ہے۔

ذونیة و بصیرة والصدق منجی کل فائز

ترجمہ: وہ تجربہ کار اور سمجھ دار بھی ہے اور میرا یہ سچائی کا اعلان ہر کامیابی میں نجات کا راستہ دکھلانے والا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی تلوار ذوالفقار عنایت فرمائی اور اپنی لوہے کی زرہ پہنچائی اور اپنا عمامہ ان کے سر پر باندھا پھر آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ اس کی مدد فرما۔ ایک روایت میں یہ دعا مانگی کہ۔ اے اللہ! یہ میرا بھائی اور میرے چچا کا بیٹا ہے پس تو اس کو تنہا نہ چھوڑیئے اور تو ہی سب سے بہترین سہارا ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ آپ نے اپنا عمامہ آسمان کی طرف بلند فرمایا اور کہا کہ الٰہی تو نے بدر کے دن مجھ سے عبیدہ کو لے لیا تھا اور احد میں حمزہ کو لے لیا تھا۔ یہ علی میرا بھائی اور میرے چچا کا بیٹا ہے۔ حدیث

غرض حضرت علی عمر ابن عبدود کی طرف بڑھے اور وہاں پہنچ کر عمرو سے کہنے لگے۔

Presented by Ziaraat.Com

علی کی دعوت اسلام اور عمرو کا انکار......اے عمرو! تم نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ قریش میں سے جو شخص بھی تمہیں دو میں سے ایک بات کی دعوت دے گا تو تم اسے فوراً قبول کر لو گے!"

عمرو نے کہا "بے شک۔" حضرت علیؓ نے کہا۔

"تو میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔!"

عمرو نے کہا مجھے ان میں سے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ تب میں تمہیں مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ تم کہا کرتے تھے کہ جو شخص مجھے تین چیزوں کی دعوت دے تو میں ان میں سے ایک ضرور قبول کر لوں گا۔ اس نے کہا۔ بے شک۔ تو حضرت علیؓ نے کہا کہ اول تو میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ و رسول کی شہادت دو اور پروردگار عالم کے لئے مسلمان ہو جاؤ۔ عمرو نے کہا برادر زادے اسے مجھے معاف رکھو۔ حضرت علیؓ نے کہا۔

"دوسری دعوت یہ ہے کہ تم اپنے وطن واپس چلے جاؤ۔ اگر محمد ﷺ سچے ہیں تو تم ان کی وجہ سے سب سے زیادہ خوش بخت آدمی رہو گے۔ اور اگر جھوٹے ہوں گے تو تمہاری مرضی کے مطابق نتیجہ ظاہر ہو گا جو تم چاہتے ہو۔؟"

عمرو نے کہا یہ تو ایسی بات ہے جس کا قریشی عورتیں کبھی ذکر بھی نہیں کر سکتیں۔ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اس وقت واپس ہو جاؤں جب مجھے اپنی منت پوری کرنے کا موقعہ ملا ہے۔! عمرو نے جنگ بدر کے موقعہ پر منت مانی تھی جبکہ قریش کو شکست ہوئی تو اس نے عہد کیا کہ اس وقت تک اپنے سر میں تیل نہیں لگاؤں گا جب تک کہ محمد ﷺ کو قتل نہیں کر دوں گا۔ پھر اس نے کہا تیسری بات کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا مقابلہ اس پر عمرو ہنسنے لگا اور بولا کہ یہ وہ بات ہے جس کے متعلق میں سمجھتا تھا عرب میں کوئی شخص مجھے اس سے مرعوب نہیں کر سکتا۔

علیؓ کے ہاتھوں عمرو کا قتل......جب حضرت علیؓ نے اس کو مقابلے کی دعوت دی تو یہ کہنے لگا کہ بھتیجے میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ مگر میں خدا کی قسم یقیناً تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سنتے ہی عمرو غصے سے کھول گیا اور اسے زبردست غیرت آئی۔

ایک روایت میں ہے کہ (جب حضرت علیؓ سامنے آئے تو چونکہ وہ لوہے میں غرق تھے اور چہرہ بھی خود سے ڈھکا ہوا تھا اس لئے عمرو نے ان سے پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے کہا علی! اس نے پوچھا کیا ابن عبد مناف۔ انہوں نے کہا میں علی ابن ابو طالب ہوں! عمرو نے کہا بھتیجے کسی اور کو بھیجو جو تمہارے خاندان سے ہو اور تم سے زیادہ طاقتور ہو کیونکہ میں تمہارا خون نہیں بہانا چاہتا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ تمہارے والد میرے دوست تھے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ میں تمہارے باپ کا ہمنشین تھا۔ حضرت علیؓ نے کہا مگر میں یقیناً تیرا خون بہانا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر عمرو غضبناک ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے کہا میں تجھ سے کیسے لڑوں گا جبکہ تو گھوڑے پر سوار ہے (اور میں پیدل ہوں) اس لئے نیچے اتر کر مقابلہ پر آ۔ عمرو فوراً گھوڑے سے کودا اور آگ کے شعلہ کی طرح تلوار سونت کر کھڑا ہوا۔ ساتھ ہی اس نے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اس کے منہ پر مار کر اسے بھگا دیا۔ اس کے بعد وہ حضرت علیؓ کی طرف حملہ آور ہوا حضرت علیؓ نے سامنے آ کر اپنی ڈھال آگے کر دی۔ عمرو کی تلوار ڈھال پر پڑی اور اسے پھاڑ کر ان کی پیشانی پر چرکا لگا گئی جس سے خون بہہ پڑا۔ حضرت علیؓ نے فوراً جوابی حملہ

Presented by Ziaraat.Com

کیا اور اس کی گردن کے نچلے حصے یعنی ہنسلی پر تلوار ماری جس سے عمرو کشتہ ہو کر گر گیا۔ اسی وقت مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ نعرہ سنا تو سمجھ لیا کہ حضرت علیؓ نے عمرو کو قتل کر دیا ہے۔ بعض محدثین نے لکھا ہے کہ اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علی کا عمرو کو قتل کرنا دو جہان کی عبادت سے افضل ہے۔

عمرو ابن عبدود ..... مگر (اس جملہ کے بارے میں) امام ابوالعباس ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع یعنی من گھڑت ہے جو کسی معتبر کتاب میں نہیں ملتی نہ ہی کسی کمزور سند سے اس کا ثبوت ملتا ہے اور کافر کا قتل جنات اور انسانوں کے دونوں جہانوں سے زیادہ افضل کیسے ہو سکتا ہے جبکہ ان میں انبیاء بھی شامل ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ بلکہ اس عمرو ابن عبدود کا تذکرہ تک اس غزوہ کے سوا کسی اور جگہ نہیں ملتا۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں : مگر کتاب اصل یعنی عیون الاثر میں جو کچھ ہے اس سے اس بات کی تردید ہوتی ہے کہ عمر ابن عبدود کا ذکر اس غزوہ کے سوا دوسری جگہ نہیں ملتا۔ کیونکہ کتاب اصل میں ہے کہ۔ یہ عمرو ابن عبدود جنگ بدر میں لڑا تھا مگر اتنا زیادہ زخمی ہو گیا تھا کہ پھر جنگ احد میں شریک نہ ہو سکا۔ پھر غزوہ خندق کے موقعہ پر یہ اپنا ایک علیحدہ نشان لے کر مشرکوں کے ساتھ آیا تاکہ دیکھنے والے دور سے ہی پہچان لیں کہ وہ کس جگہ پر ہے۔

اسی طرح اس گذشتہ روایت سے بھی اس بات کی تردید ہو جاتی ہے جس میں گزرا ہے کہ جنگ بدر میں اس نے حلف کیا تھا کہ جب تک محمد ﷺ کو قتل نہیں کر لوں گا سر میں تیل نہیں لگاؤں گا۔ اور امام ابن تیمیہ کا جو یہ استدلال ہے کہ ایک کافر کا قتل کیسے افضل ہو سکتا ہے۔ اس میں بھی بحث کی گنجائش ہے کیونکہ اس شخص کے قتل سے دین کی زبردست فتح ہوئی اور کفار کے حوصلے پست ہوئے۔

حضرت علیؓ کی شجاعت و بہادری..... تفسیر فخری میں ہے کہ جب حضرت علیؓ عمرو کو قتل کر کے آئے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ علی! اس کے مقابلے میں تم اپنے متعلق کیا محسوس کر رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ میں خود کو اس کے مقابلے میں اس قدر بھاری بھر کم اور بے خوف) محسوس کر رہا تھا کہ اگر تمام مدینے والے ایک طرف ہوں اور تنہا میں ایک طرف ہوں تو ان پر غالب آجاؤں گا۔

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ جب عمر ابن عبدود کو قتل کرنے کے بعد حضرت علیؓ کلمہ پڑھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا۔

"کیا تم نے اپنے مقتول کی زرہ بکتر اتار کر قبضہ میں نہیں کی۔ اس سے بہتر زرہ بکتر تو سارے عرب میں بھی نہیں ہے۔!"

حضرت علیؓ نے کہا۔

"میں نے جب اس کو قتل کیا تو وہ اس طرح گرا کہ اس کی شرمگاہ میرے سامنے تھی اس لئے میرے بھائی میں نے اس کا لباس اتارنا پسند نہیں کیا۔!"

عمرو کی بے قیمت لاش کی قیمت..... یہاں تک علامہ سہیلی کا حوالہ ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ کسی راوی کی غلط فہمی ہے کیونکہ حضرت علیؓ کو یہ واقعہ غزوہ احد میں طلحہ ابن ابو طلحہ کے ساتھ پیش آیا تھا جیسا کہ بیان ہوا جب کہ عمرو ابن عبدود احد میں شریک ہی نہیں ہوا جس کی تفصیل گزر چکی ہے اور کتاب اصل کا حوالہ بیان ہوا

Presented by Ziaraat.Com

ہے لہٰذا یہ بات قابل غور ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ عمرو ابن عبدود کی لاش حاصل کرنے کے لئے مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا اور اس کی قیمت میں دس ہزار تک کی پیشکش کی مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ لاش تم لوگ لے سکتے ہو ہم مردوں کی قیمت نہیں لیں گے۔

باقی مشرکوں کا فرار اور تعاقب...... غرض جب عمرو قتل ہو گیا تو اس کے باقی ساتھی جو خندق تک پہنچ گئے تھے وہاں سے اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے بھاگے حضرت زبیرؓ نے ان لوگوں کا پیچھا کیا اور بھاگتے ہوئے نوفل ابن عبداللہ پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کے دو ٹکڑے ہو گئے یہاں تک کہ ان کی تلوار نوفل کے سر سے کولہوں تک دو ٹکڑے کرنے کے بعد اس کے گھوڑے کی پشت تک پہنچ گئی۔ اس واقعہ پر لوگوں نے حضرت زبیر سے کہا کہ ابو عبداللہ ہم نے تمہاری تلوار کی سی کاٹ نہیں دیکھی حضرت زبیرؓ نے کہا خدا کی قسم یہ تلوار کا کمال نہیں بلکہ تلوار چلانے والے بازو کا کمال ہے۔

اس روایت پر شبہ ہوتا ہے کیونکہ پیچھے بیان ہوا ہے کہ نوفل خندق میں گر گیا تھا جس سے اسکی گردن ٹوٹ گئی تھی۔ مگر میں نے بعض علماء کے کلام میں دیکھا کہ نوفل ابن عبداللہ کا خندق میں گرنا، اسکو پتھروں سے مارنا اور خندق کے اندر اسکو حضرت علیؓ کا قتل کرنا دو وجہوں سے غریب روایتیں ہیں لہٰذا یہ روایت قابل غور ہے۔

غرض اس کے بعد حضرت زبیرؓ نے ہبیرہ ابن ابووہب پر حملہ کیا جو حضرت علیؓ کی بہن ام ہانی کا شوہر تھا جیسا کہ بیان ہوا۔ حضرت زبیر نے ہبیرہ کے گھوڑے کی ہنسلی کی ہڈی پر تلوار ماری اور اس کو کاٹ دیا جس سے گھوڑے کی وہ جھول گر گئی جو اس کے کولہوں پر پڑی ہوئی تھی حضرت زبیرؓ نے اس کو اٹھا کر قبضہ میں لے لیا۔ اسی طرح بھاگنے میں عکرمہ کا نیزہ بھی گر گیا تھا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ پھر حضرت عمر فاروقؓ کے بھائی ضرار ابن خطاب اور ہبیرہ ابن ابووہب نے حضرت علیؓ پر حملہ کیا حضرت علیؓ فوراً ان دونوں کے مقابلے میں آگئے ان میں سے ضرار تو مقابلہ پر ٹھہر نہ سکا بلکہ ڈر کر بھاگ گیا البتہ ہبیرہ نے کچھ دیر مقابلہ کیا مگر پھر وہ بھی اپنی زرہ پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ شخص قریش کا بہترین گھوڑے سوار اور زبردست شاعر تھا۔

عمر فاروق کا بھائی سے مقابلہ...... ایک روایت میں ہے کہ جب ضرار ابن خطاب ڈر کر بھاگا تو اس کے بھائی حضرت عمر فاروقؓ نے اس کا پیچھا کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ پوری طاقت سے اس کا پیچھا کر رہے تھے کہ دفعتاً ضرار رکا اور اس نے پلٹ کر نیزہ سے حضرت عمرؓ پر حملہ کر دیا۔ قریب تھا کہ وہ نیزے کا زخم لگا دے مگر اچانک رک گیا اور کہنے لگا۔

"عمر! تم پر میرا یہ ایک احسان ہے جسے میں تم پر قائم کر رہا ہوں میں اس احسان کا بدلہ لئے بغیر اسے تمہارے ذمہ باقی رکھتا ہوں۔ اسے یاد رکھنا!"

حضرت عمرؓ کے ساتھ ضرار کو ایسا ہی واقعہ غزوہ احد میں بھی پیش آیا تھا کہ ضرار کا حضرت عمرؓ کے ساتھ آمنا سامنا ہو گیا۔ حضرت عمر نے اس پر نیزے کا وار کیا مگر پھر ہاتھ روک لیا اور کہنے لگے کہ اے ابن خطاب میں تمہیں قتل نہیں کروں گا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ضرار کو اسلام کی توفیق عطا فرمادی تھی اور یہ ایک صالح مسلمان بنا۔

غزوہ احزاب میں مسلمانوں کا جنگی نعرہ حم لاینصرون تھا۔ یہاں شاید مسلمانوں سے مراد صرف انصاری مسلمان ہیں لہٰذا اب یہ بات کتاب امتاع کی اس عبارت کے خلاف نہیں رہتی کہ اس غزوہ میں مہاجرین

Presented by Ziaraat.Com

کا جنگی نعرہ یا جبل اللہ تھا۔

غلطی سے مسلمانوں کا آپس میں مقابلہ...... یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ایک روایت کے مطابق مسلمانوں کے دو گروہ ایک دوسرے کی لاعلمی اور بے خبری میں روانہ ہوئے۔ ایک جگہ جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو دونوں نے ایک دوسرے کو دشمن کا دستہ سمجھا اور لڑائی ہونے لگی جس میں کچھ لوگ زخمی اور قتل ہوئے۔ پھر دونوں نے اپنا جنگی نعرہ حم لاینصرون لگایا۔ اس وقت دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا اور لڑائی سے ہاتھ روکا۔ مگر اس روایت میں کوئی شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ ممکن ہے یہ دونوں گروہ انصاریوں ہی کے ہوں (ان میں مہاجر کوئی نہ ہو) اس کے بعد یہ سب مل کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور واقعہ بتلایا تو آپ نے فرمایا۔

"تمہارے یہ زخم بھی اللہ کے راستے میں لگے ہیں اور جو قتل ہوا وہ شہید ہے۔!"

سعدؓ ابن معاذ زخمی...... اس سے شافعی علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ وہ مسلمان جسے کوئی مسلمان غلطی سے قتل کر دے تو وہ مقتول شخص شہید ہوتا ہے (یعنی جنگ کے دوران کوئی مسلمان کسی مسلمان کو قتل کرے تو وہ شہید ہوگا)۔

اسی غزوہ میں حضرت سعد ابن معاذؓ سردار اوس کے ایک تیر آکر لگا۔ یہ تیر ان کے ایک رگ میں لگا جس سے وہ رگ کٹ گئی اس رگ کو اکحل کہتے ہیں جو بازو میں ہوتی ہے اور تمام رگیں اسی سے نکل کر تمام بدن میں پھیلتی ہیں۔ غالباً فصد کھولنے کی وہ رگ یہی ہوتی ہے جس کو مشترک کہتے ہیں اسی رگ کو رگِ حیات کہتے ہیں۔

حضرت سعد کے یہ تیر ابن عرقہ نے مارا تھا۔ عرقہ اس شخص کی دادی کا نام تھا اور یہ شخص اپنی دادی کی نسل سے ابن عرقہ کہلاتا تھا۔ عرقہ کو عرقہ اس لئے کہا جاتا ہے اس کی رگیں بہت ابھری ہوئی تھیں۔

حضرت سعدؓ کی دعا...... ابن عرقہ نے حضرت سعدؓ کا نشانہ لے کر یہ کہتے ہوئے تیر چلایا کہ لے اسے سنبھال میں ابن عرقہ ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو جہنم میں پسینہ پسینہ کرے۔ ایک قول ہے کہ یہ جواب خود حضرت سعدؓ نے دیا تھا۔ حضرت سعدؓ نے زخمی ہو کر دعا کی۔

"اے اللہ! اگر ہمارے اور قریش کے درمیان جنگ باقی ہے تو مجھے اس کا گواہ بنا اور مجھے اس وقت تک نہ اٹھا جب تک میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ جب تک تو بنی قریظہ کے انجام سے میرا دل ٹھنڈا نہ کر دے ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ اے اللہ! اگر قریش کے ساتھ ہماری کچھ بھی جنگ باقی ہے تو مجھے اس کے لئے زندہ رکھ کیونکہ مجھے کسی قوم سے جہاد کی اتنی آرزو نہیں ہے جتنی اس قوم یعنی قریش سے ہے جنہوں نے تیرے رسول کو تکلیفیں پہنچائیں انہیں وطن سے نکالا اور جھٹلایا۔!"

ایک دن جنگ مسلسل ہوتی رہی اور ایک قول کے مطابق خندق کے ہر حصے پر رات تک برابر لڑائی ہوتی رہی جسکی وجہ سے آنحضرت ﷺ اور کوئی بھی مسلمان ظہر سے عشاء تک کوئی سی نماز نہ پڑھ سکے۔ اس صورتحال کی وجہ سے مسلمان بار بار کہتے کہ ہم نماز نہیں پڑھ سکے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ فرماتے کہ نہ ہی میں پڑھ سکا ہوں۔ آخر جب جنگ رکی تو رسول اللہ ﷺ اپنے قبہ پر تشریف لائے اور حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا پھر انہوں نے ظہر کی تکبیر کہی اور نماز پڑھی۔ اسکے بعد حضرت بلالؓ ہر نماز کے بعد اگلی نماز کے لئے تکبیر کہتے رہے اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ وہ نمازیں پڑھتے رہے جو قضا ہو گئی تھیں۔ حضرت جابرؓ سے یوں روایت ہے کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی اور تکبیر کہی تو آپ نے ظہر پڑھی۔ آپ نے پھر بلالؓ کو حکم دیا اور

Presented by Ziaraat.Com

انہوں نے اذان کہی پھر تکبیر کہی اور آپ نے عصر پڑھی۔ آپ نے پھر حکم دیا اور انہوں نے اذان کہی پھر تکبیر کہی اور آپ نے مغرب پڑھی۔ آپ نے پھر حکم دیا اور بلالؓ نے اذان دی پھر تکبیر کہی اور آپ نے عشاء کی نماز پڑھی۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: پہلی روایت میں امام شافعی کے اس قول کی تصدیق ہے کہ اگر کئی نمازیں قضا ہوئی ہیں تو صرف پہلی نماز کے لئے اذان دینا مناسب ہے اور باقی نمازوں کے لئے اگر وہ مسلسل قضا ہوئی ہیں صرف تکبیر کہی جائے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قضا شدہ نمازوں میں سے صرف پہلی کے لئے اذان دی جائے تو یہ امام شافعی کا قدیم یعنی مصر پہنچنے سے پہلے کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

دوسری روایت میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کئی نمازیں مسلسل قضا ہوئی ہیں تو ہر قضا شدہ نماز کے لئے علیحدہ اذان دی جائے مگر یہ امام شافعی کا مسلک نہیں ہے کیونکہ یہ روایت ابن مسعود کی ہے اور مرسل ہے کیونکہ ابن مسعود سے ان کے بیٹے ابوعبیدہ نے روایت کی ہے مگر اپنی کم عمری کی وجہ سے انہوں نے خود اپنے والد سے نہیں سنی۔

امام شافعی نے صحیح سند کے ساتھ ابو سعید خدری سے روایت بیان کی ہے جو کہتے ہیں کہ جنگ خندق میں ہمیں بہت عرصہ لگ گیا آخر ایک دستہ رات کے وقت چلا جو ہم سب کی طرف سے جنگ میں کافی ہو گیا۔ یہی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے جو یہ ہے۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ. وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيزًا الآیہ پ ۲۱ سورہ احزاب ع ۳۔ آیت ۲۵

ترجمہ: اور جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے آپ ہی کافی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا زبردست ہے۔

دوران جنگ کی قضا نمازیں...... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے بلال کو بلا کر حکم دیا جنہوں نے ظہر کے لئے تکبیر کہی اور آپ نے اسی طرح یہ نماز پڑھی جیسے پڑھا کرتے تھے پھر عصر کی تکبیر کہی گئی اور آپ نے اسی طرح عصر پڑھی پھر مغرب کے لئے تکبیر کہی گئی اور آپ نے اسی طرح مغرب پڑھی۔ اس کے بعد عشاء کے لئے تکبیر کہی گئی اور آپ نے اسی طرح عشاء پڑھی۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ۔ پھر آپ نے ہر نماز اسی بہتر انداز میں پڑھی جیسے آپ اسے اس کے وقت میں پڑھا کرتے تھے۔ اب یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ قضا شدہ نماز کے لئے اذان مستحب نہیں ہے۔ جدید مسلک میں امام شافعی کا یہی قول ہے مگر ان کا یہ قول مرجوح ہے یعنی ان کا قدیم قول ہی ترجیحی ہے جو بیان ہو چکا ہے۔

گویا اس واقعہ کے سلسلے میں دو روایتیں گزریں ایک میں ہے کہ۔ رات تک لڑائی ہوتی رہی اور دوسری روایت میں ہے کہ۔ ایک دستہ رات کے وقت چلا۔ امام نووی نے شرح مہذب میں ان دونوں روایتوں کا اختلاف اس طرح دور کیا ہے کہ دراصل یہ دونوں دو الگ الگ واقعے ہیں جو غزوہ خندق کے دوران پیش آئے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ غزوہ پندرہ دن تک چلا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ مگر خود اسی بحث پر بھی اعتراض ہے کہ ان روایات کی روشنی میں ان کا دو علیحدہ علیحدہ واقعات ہونا تو الگ ظاہری بات ہے کیونکہ پہلی روایت میں ہے کہ۔ ایک دن لڑائی رات تک ہوتی رہی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ۔ ایک دستہ رات کے وقت چلا جو ہم سب کی طرف سے جنگ میں کافی ہو گیا۔ ان دو الگ الگ واقعات کو ایک کیسے سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کے درمیان موافقت پیدا کرنے یا

Presented by Ziaraat.Com

کا اختلاف دور کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

نماز خوف اور نماز شدت خوف...... اوھر ان روایات کی ظاہری تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چاروں نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھیں۔ علامہ بغوی نے سورۂ مائدہ کی اپنی تفسیر میں اسی بات کی صراحت کی ہے لہٰذا اس بات میں اور آگے فتح مکہ کے بیان میں آنے والی روایت کے درمیان موافقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے (جس کی تفصیل آگے ذکر ہوگی)

امام طحاوی کی ایک روایت ہے جس کو علامہ مکحول اور امام اوزاعی نے دلیل بنایا ہے کہ جنگ کے عذر کی وجہ سے نماز میں تاخیر کر دینا جائز ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ ایک دفعہ جب رسول اللہ ﷺ (جنگ میں) مشغول ہونے کی وجہ سے عصر کی نماز نہیں پڑھ سکے اور سورج غروب ہو گیا تو آپ کے لئے سورج کو لوٹا دیا گیا یہاں تک کہ آپ نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔ امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

بخاری میں حضرت عمر ابن خطابؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر ایک روز وہ اس وقت آئے جبکہ سورج غروب ہونے کے قریب تھا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں یہ نماز یعنی عصر نہیں پڑھ سکا۔ پھر ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ بطحان کے مقام پر ٹھہرے آپ نے نماز کے لئے وضو کی اور ہم نے بھی وضو کی اور سورج غروب ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی اور اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی صرف عصر کی نماز چھوٹ گئی تھی جسے آپ نے غروب آفتاب کے بعد پڑھ لیا تھا۔ امام نووی کہتے ہیں کہ ان روایات کے درمیان موافقت پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ واقعہ بھی اس غزوہ میں کسی دن پیش آیا تھا۔

(یہاں عصر کی نماز کا ذکر چل رہا ہے جس کے متعلق بحث ہے کہ آیا صلوٰۃ وسطیٰ یہی ہے جس کا قرآن میں ذکر ہے) اس بارے میں اسی ذیل کی ایک حدیث سے ثبوت ملتا ہے جس میں ہے کہ ہم (جنگ میں) مشغولیت کی وجہ سے صلوٰۃ وسطیٰ یعنی صلوٰۃ عصر نہیں پڑھ سکے اور سورج غروب ہو گیا (اور جن کی وجہ سے ہماری یہ نماز چھوٹ گئی اللہ تعالیٰ ان کے شکموں کو۔ اور ایک روایت کے مطابق۔ ان کے پیٹ اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ بخاری و مسلم، ابوداؤد و نسائی اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے جس کو حسن صحیح کہا گیا ہے مگر اس میں یوں ہے کہ

"اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جیسے انہوں نے ہمیں جنگ میں مشغول کر کے صلوٰۃ وسطیٰ سے باز رکھا یہاں تک کہ سورج ہی غروب ہو گیا۔"

جہاں تک عصر کی نماز کو ہی صلوٰۃ وسطیٰ قرار دینے کا قول ہے تو اس مسئلے میں انیس قول ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔ ان اقوال کو حافظ دمیاطیؒ نے اپنی کتاب میں جمع کیا ہے اور اس کتاب کا نام کشف الغطاء عن الصلوٰۃ الوسطیٰ رکھا ہے۔ کتاب ینبوع میں ہے کہ جہاں تک عصر کی نماز کو صلوٰۃ وسطیٰ کہنے کا تعلق ہے تو میرا عقیدہ اور یقین بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم۔

(قال) ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھی اور فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی کو خیال ہے کہ میں نے آج عصر کی نماز پڑھی تھی صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے عصر نہیں پڑھی یعنی نہ ہم نے پڑھی اور نہ آپ نے پڑھی۔ آپ نے فوراً موذن کو حکم دیا جس نے تکبیر کہی اور آپ

Presented by Ziaraat.Com

نے عصر پڑھی اور پھر مغرب کی نماز لوٹائی۔

ایک قول ہے کہ یہ واقعہ نماز خوف یعنی جنگ کے دوران پڑھی جانے والی نماز کے متعلق حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے اور اس وقت تک نماز خوف کی یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا. فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

پ ۲ سورہ بقرہ ع ۳۱۔ آیت ۲۳۹

ترجمہ: پھر اگر تم کو اندیشہ ہو تو کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے پڑھ لیا کرو۔ پھر جب تم کو اطمینان ہو جاوے تو تم خدا تعالیٰ کی یاد اس طریق سے کرو کہ جو تم کو سکھلا دیا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے۔

واضح مولف کہتے ہیں: جہاں تک مغرب کی نماز کو لوٹانے کا تعلق ہے تو اس کا جواب دینے کی ضرورت ہے کہ کیوں لوٹائی گئی) اس سلسلے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جماعت کے ساتھ اس کو لوٹایا۔ جہاں تک نماز خوف کی اس آیت کا تعلق ہے جو ذکر ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز خوف سے مراد وہ نماز ہے اس میں شدت اور تنگی ہو تو وہ نماز خوف مراد نہیں ہے جو غزوہ ذات الرقاع میں ہوئی تھی جس کا پیچھے بیان گزرا ہے اور جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ الخ لہٰذا اب پیچھے غزوہ ذات الرقاع میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق جو بیان گزرا ہے یہ بات اس کے خلاف نہیں رہتی اور جو اس غزوہ خندق سے پہلے پیش آیا تھا۔ لہٰذا اس سلسلے میں اب وہ استدلال جو بے معنی ہو جاتا ہے جو ذات الرقاع کو خندق سے پہلے ماننے کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جو لوگ خندق کو پہلے مانتے ہیں وہ اس بارے میں یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ اس وقت تک یعنی غزوہ خندق تک نماز خوف یعنی ذات الرقاع والی نماز خوف کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ ورنہ آنحضرت ﷺ اس نماز خوف کو غزوہ خندق میں پڑھتے اور نماز کا وقت نہ نکلتا۔ یہ استدلال اس لئے بے معنی ہو جاتا ہے کہ اس صلوٰۃ خوف سے مراد جو غزوہ خندق کے موقعہ تک نازل نہیں ہوئی تھی شدت اور تنگی کے وقت کی نماز ہے ذات الرقاع والی نماز خوف مراد نہیں ہے۔

ادھر یہ قول بھی ساقط ہو جاتا ہے کہ وہ آیت جو غزوہ ذات الرقاع کی نماز خوف کے متعلق نازل ہوئی تھی منسوخ ہے اور اسی لئے آنحضرت ﷺ نے اس نماز کو غزوۂ خندق میں ترک فرما دیا۔ بلکہ حقیقت میں آنحضرت ﷺ نے غزوۂ خندق میں اس لئے منع فرمایا اگرچہ اس غزوۂ میں گھمسان کی جنگ نہیں ہوئی مگر مسلمانوں کو ہر وقت دشمن کے چڑھ آنے کا خطرہ لگا رہتا تھا تو اگر وہ اس غزوہ میں نماز خوف پڑھتے تو وہ شدت خوف کی نماز ہوتی ذات الرقاع والی نماز خوف نہ ہوتی کیونکہ اس کی شرط یہ ہے کہ دشمن کے چڑھ آنے کا خطرہ نہ ہو جبکہ نماز شدت خوف یا تو اس صورت میں ہے جبکہ گھمسان کی جنگ ہو رہی ہو اور یا دشمن کے ہجوم کر آنے کا خوف وخطرہ ہونے کی صورت میں ہے۔

بعض علماء نے ابن اسحاق کا قول نقل کیا ہے جو علم غزوات کے امام ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عسفان کے موقعہ پر بھی نماز خوف پڑھی تھی اور یہ کہ ابن اسحاق نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ عسفان کے مقام پر نماز خوف کا واقعہ غزوہ خندق سے پہلے کا ہے لہٰذا عسفان کی نماز بھی منسوخ کہلائے گی۔ مگر یہ قول قابل غور ہے اور اس میں کافی شبہ ہے کیونکہ عسفان کی نماز غزوہ حدیبیہ کے موقعہ پر ہوئی تھی جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ لیکن اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ عسفان کی نماز غزوہ خندق سے پہلے ہوئی تھی تو اس میں بھی وہی شرط باقی رہے گی کہ یہ

Presented by Ziaraat.Com

نماز دشمن کے ہجوم کر آنے کے خطرہ سے محفوظ ہونے کی صورت میں ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

دشمن کی رسد مسلمانوں کے قبضے میں!...... (قال) غرض پھر انصاریوں کی جماعت خندق سے روانہ ہوئی تاکہ اپنے مردوں کو مدینے میں دفن کر آئیں۔ راستے میں اتفاق سے انہیں قریش کے بیس لونٹ مل گئے جن پر گیہوں کھجوریں اور بھوسہ لدا ہوا تھا۔ رسد کا یہ سامان حیّ ابن خطب نے قریش کو تقویت پہنچانے اور ان کی مدد کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ یہ انصاری ان سب لونٹوں کو ہانک کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ رسد کا یہ سامان مل جانے سے اہل خندق یعنی مسلمانوں کو زبردست آرام اور فراغت میسر آئی۔ ابو سفیان کو جب اپنے اس نقصان کا حال معلوم ہوا تو کہنے لگا۔

یہ حیی بڑا ہی منحوس ہے۔ اس نے وہ جانور بھی کھو دیئے جن پر واپسی میں ہم سامان بار کر کے لے جاتے!"

خالد ابن ولید کا ناکام حملہ...... اس کے بعد خالد ابن ولید ایک روز پھر مشرکوں کا ایک دستہ لے کر مسلمانوں پر غفلت میں اچانک حملہ کرنے کے لئے چلے مگر خندق پر پہنچ کر ان کی اسید ابن حضیر سے مڈ بھیڑ ہو گئی جن کے ساتھ دو سو مسلمانوں کا دستہ تھا۔ یہ لوگ کچھ دیر تک ان سے الجھے رہے۔ ان مشرکوں میں وحشی بھی تھا جس نے حضرت حمزہؓ کو قتل کیا تھا۔ اس نے طفیل ابن نعمان پر نیزے سے حملہ کیا اور انہیں قتل کر دیا۔

اس کے بعد مشرکین رات کے وقت اکثر اپنے دستے بھیجتے رہتے تاکہ موقعہ ملے تو اچانک مسلمانوں پر شبخون مار دیں اسی وجہ سے مسلمان جو کہ ان کے مقابلے میں تھے ہر وقت زبردست خوف اور اندیشے میں وقت گزار رہے تھے (کیونکہ ہر لحہ دشمن کے اچانک آپڑنے کا خطرہ رہتا تھا)

صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احزابیوں یعنی مشرک لشکر کے لئے بددعا فرمائی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

اللهم منزل الكتاب

سريع الحساب

اهزم الاحزاب

اللهم

اهزمهم وانصرنا عليهم وزلزلهم

ترجمہ: اے اللہ۔ اے جلد حساب فرمانے والے احزابیوں کو شکست دے۔ اے اللہ ان کو مغلوب فرما دے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما اور ان کو پارہ پارہ فرما دے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا۔

"لوگو! دشمن سے مڈ بھیڑ کی تمنا مت کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرو لیکن اگر دشمن سے مڈ بھیڑ ہو جائے تو صبر و ثبات کو اپنا شیوہ بناؤ۔ اس حقیقت کو خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں پوشیدہ ہے۔"

یعنی مومن کو جنت میں پہنچانے والا جو سبب ہے وہ اللہ کی راہ میں کیا جانے والا تلوار کا وار ہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے پھر دعا فرمائی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

يا صريخ المكروبين

Presented by Ziaraat.Com

یا مجیب المضطرین

اکشف ھمی وغمی

وکربی

فانک تری ما نزل بی وبا صحابی

ترجمہ: اے مصیبت زدوں کی فریادرسی کرنے والے، اے پریشان حالوں اور ستم کے ماروں کی سننے والے میرے غم والم دور فرمادے کیونکہ تو خوب دیکھ رہا ہے کہ مجھ پر اور میرے اصحاب پر کیسی پریشانیاں آئی ہیں۔

صحابہ کو دعا کی تلقین...... پھر صحابہ نے آپ سے پوچھا۔

"کیا کوئی ایسی دعا ہے جو ہم اس وقت پڑھیں کیونکہ اب کلیجے منہ کو آنے لگے ہیں!"

آپ نے فرمایا ہاں! یہ دعا پڑھو

اللھم استر عوراتنا وامن روعاتنا

یعنی اے اللہ! ہماری شرمگاہوں کی پردہ پوشی اور ہمیں خوف اور ڈر سے محفوظ و مامون فرمادے یعنی خوف وخطر سے نجات عطا فرمادے۔"

فتح ونصرت کی بشارت...... اسی وقت جبرئیل آپ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ دشمن پر ہوا کا طوفان اور اپنے لشکر نازل فرمائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کو یہ اطلاع سنائی اور شکر ہے۔ شکر ہے کہتے ہوئے اپنے ہاتھ اٹھالئے۔

ان دعاؤں کے دن...... ایک حدیث میں ہے کہ دشمن کے خلاف آنحضرت ﷺ نے یہ دعائیں پیر، منگل اور بدھ کے دن فرمائیں اور اس دن یعنی بدھ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان آپ کی دعائیں قبول ہوئیں (جس کی آپ کو بشارت دی گئی) چنانچہ آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک سے مسرت و اطمینان ظاہر ہونے لگا۔

بدھ کے دن کی فضیلت...... چنانچہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنے اہم کاموں میں اسی دن اور اسی وقت یعنی بدھ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان دعائیں مانگا کرتے تھے اور یہی ان کی عادت تھی (جس کا وہ ہمیشہ التزام اور خیال رکھا کرتے تھے)

مہینے کے آخری بدھ کی مذمت...... بعض حدیثیں اور آثار وہ بھی ہیں جن میں بدھ کے دن کی برائی اور مذمت کی گئی ہے یعنی دعا مانگنے کے لحاظ سے اس دن کا غیر موزوں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ تمام حدیثیں اور آثار مہینے کے آخری بدھ کے سلسلے میں ہیں کیونکہ اس بدھ میں فرعون پیدا ہوا تھا اور اسی دن میں اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور اسی دن میں (یعنی مہینے کے آخری بدھ میں) اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک و برباد کیا تھا۔ نیز یہی وہ دن تھا جس میں حضرت ایوبؑ آزمائش اور بلا میں گرفتار ہوئے تھے۔

آنحضرت ﷺ کا مورچہ...... (قال) غرض اس خندق کی دیوار میں ایک جگہ شگاف اور رخنہ تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اس شگاف میں آجایا کرتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ اکثر اس رخنہ میں تشریف لایا کرتے تھے جب آپ کو ٹھنڈ محسوس ہوتی تو آپ آجاتے اور میں آپ کو اپنی گود میں لٹا کر گرمی پہنچایا کرتی تھی۔ جب آپ کو گرمائی آجاتی آپ پھر اسی رخنہ میں تشریف لے جاتے۔ اس وقت آپ فرمایا کرتے تھے۔

"مجھے سوائے اس رخنہ کے اور کہیں سے مسلمانوں پر حملہ کا خوف نہیں ہے۔!"

Presented by Ziaraat.Com

ایک دفعہ جبکہ آپ میری گود میں سر رکھے لیٹے ہوئے تھے اچانک فرمانے لگے۔

"کاش کوئی صالح آدمی آج رات اس رخنہ کی حفاظت و نگرانی کرے۔!"

اسی وقت آپ نے قریب میں ہتھیاروں کی آواز سنی۔ آپ نے پوچھا یہاں کون ہے۔ حضرت سعد ابن معاذؓ نے عرض کیا۔

"میں سعد ہوں یارسول اللہ ﷺ !اور آپ کی حفاظت کے لئے یہاں کھڑا ہوں!"

آپ نے فرمایا۔

"تم اس رخنہ کی حفاظت کرو اور وہیں رہو۔!"

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سو گئے یہاں تک کہ ہلکے ہلکے خراٹوں کی آوز آنے لگی۔ پھر آنحضرت ﷺ اٹھے اور اپنے قبہ میں ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ یہ آپ کی عادت تھی کہ جب آپ پر کسی بات کا غم ہوتا تو آپ نماز میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابن عباسؓ کو ان کے بھائی قثمؓ کی موت کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے فوراً انا للہ پڑھی اس وقت وہ سفر میں تھے وہ یہ خبر سن کر فوراً راستے کے ایک طرف کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنے لگے۔ دونوں رکعتوں میں انہوں نے جلسہ بہت لمبا کیا اور نماز میں یہ آیتیں تلاوت کیں۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ پ ۲ سورہ بقرہ ع ۱۸ ا۔ آیت ۱۵۲

ترجمہ: صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو بلاشبہ حق تعالیٰ صبر کرنے والے کے ساتھ رہتے ہیں۔

غرض اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے قبہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مشرکوں کا گھوڑے سوار دستہ خندق کے قریب گھوم رہا ہے۔ پھر آپ نے پکارا۔ اے عباد ابن بشیر۔ انہوں ن کہا حاضر ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔

ہاں یارسول اللہ !میں ایک جماعت کے ساتھ آپ کے قبہ کے گرد وپیش میں تعینات ہوں۔!"

حضرت عباد ابن بشر ہر وقت نہایت چوکنا رہ کر آنحضرت ﷺ کے قبہ کا پہرہ دیا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت عباد کو خندق کی طلایہ گردی کے لئے روانہ کیا اور ان کو بتلایا کہ خندق کے قریب ہی مشرکین کا گھوڑے سوار دستہ بھی گھوم رہا ہے (جو حملہ کرنا چاہتا ہے) اس کے بعد آپ نے یہ دعا فرمائی۔

اللھم ادفع عنا شرھم و انصرنا علیھم واغلبھم لایغلبھم غیرك

اے اللہ !ان کے شر کو ہم سے دور اور دفع فرمادے ہماری مدد فرما اور ان دشمنوں کو مغلوب فرمادے ان کو تیرے سوا کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔

اب مسلمان خندق پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ابوسفیان اپنے گھوڑے سوار دستے کے ساتھ خندق کے تنگ حصے پر موجود ہے۔ مسلمانوں نے انکو دیکھتے ہی تیر اندازی کی جس سے ڈر کر مشرکوں کا دستہ وہاں سے پسپا ہو کر لوٹ گیا۔

مشرک لشکر میں سے نعیم ابن مسعود کا اسلام...... ایک رات نعیم ابن مسعود جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور بولے۔

"یارسول اللہ !میں اسلام قبول کر چکا ہوں مگر میری قوم کو میرے اسلام کا حال معلوم نہیں ہے لہٰذا آپ میرے سے جو کام لینا چاہیں اس کا مجھے حکم فرمائیے۔!"

Presented by Ziaraat.Com

جنگ ایک دھوکہ ہے...... ایک روایت میں ہے کہ جب احزابی لشکر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا تو نعیم بھی مع اپنی قوم کے لشکر کے ساتھ چلے نعیم قبیلہ غطفان سے تھے اور اس وقت تک اپنی قوم کے ہی دین پر تھے مگر مدینے کے سامنے پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نعیم کے دل میں اسلام کی محبت پیدا فرمادی چنانچہ ایک روز وہ اپنے لشکر سے نکلے اور مغرب اور عشاء کے درمیان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آنحضرت ﷺ نماز میں مشغول تھے۔ آنحضرت ﷺ ان کو دیکھ کر بیٹھ گئے پھر آپ نے ان سے پوچھا کہ نعیم تم کس لئے آئے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کی تصدیق کرنے اور یہ گواہی دینے آیا ہوں کہ آپ جو پیغام لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اس کے بعد یہ مسلمان ہوگئے آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگرچہ تم تنہا آدمی ہو مگر ان لوگوں کو نامراد کرنے کے لئے جو کچھ کر سکتے ہو کرو کیونکہ جنگ دھوکہ اور فریب کا ہی نام ہے۔ یعنی جنگی معاملات دھوکہ ور فریب سے ہی نمٹائے جایا کرتے ہیں۔

جنگی فریب کے لئے اجازت...... نعیم نے کہا۔

یارسول اللہ ﷺ! کیا میں کوئی بھی ایسی بات کہہ یا کر سکتا ہوں جو موقعہ کے مناسب ہو چاہے وہ واقعہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔!"

آپ نے فرمایا جو مناسب سمجھو وہ کہہ سکتے ہو اس بارے میں تمہیں آزادی ہے۔ اس کے بعد نعیم وہاں سے روانہ ہوئے اور بنی قریظہ میں آئے۔ یہ ان یہودیوں کے دوست اور ہمنشین تھے۔ نعیم کہتے ہیں کہ یہودیوں نے مجھے دیکھا تو خوش آمدید کہا اور کھانے اور شراب کی تواضع کی۔ میں نے کہا۔

"میں ان میں کسی بھی چیز کے لئے تمہارے پاس نہیں آیا بلکہ میں تو تمہارے متعلق فکر مند ہو کر آیا ہوں تاکہ اے بنی قریظہ کے لوگو میں تمہیں کچھ رائے مشورہ دے سکوں کیونکہ تمہیں معلوم ہے مجھے تم لوگوں سے کس قدر محبت ہے میرے اور تمہارے درمیان کس قدر مخلصانہ تعلقات ہیں۔!"

نعیم کا پہلا جنگی فریب...... بنی قریظہ نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو ہمارے نزدیک تم مخلص آدمی ہو۔ نعیم نے کہا کہ بس تو میری آمد کو پوشیدہ رکھنا۔ یہود نے کہا ہم ایسا ہی کریں گے۔ اب نعیم نے کہا

"تم دیکھ ہی چکے ہو کہ بنی قینقاع اور بنی نضیر کے یہودیوں کا کیا انجام ہوا کہ ان کو جلاوطن کیا گیا اور ان کا تمام مال و متاع چھین لیا گیا۔ اب قریش اور غطفان والوں کا معاملہ تو تم سے مختلف ہے مگر تمہاری بات یہ ہے کہ یہ شہر تمہارا وطن ہے جہاں تمہارا مال و دولت اور عورتیں اور بچے سب ہی ہیں۔ تمہارے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ تم اس شہر کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جاؤ۔ جبکہ قریش اور غطفان کے لوگ تو صرف محمد ﷺ اور ان کے اصحاب سے جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اب تم نے کھلے عام ان کو اس جنگ میں مدد اور تعاون دینا شروع کر دیا ہے ان کا معاملہ تو یہ ہے کہ ان کا وطن، ان کا مال و دولت اور ان کی بیوی بچے مدینے سے دور دوسرے شہر میں ہیں اس لئے ان میں اور تم میں بڑا فرق ہے۔ انہیں اگر موقعہ مل گیا تو وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو اپنے وطن کو لوٹ جائیں گے اور تمہیں اور تمہارے وطن کو اس کے حال پر چھوڑ جائیں گے۔ یہ تم جانتے ہی ہو کہ وہ شخص یعنی محمد ﷺ اسی تمہارے شہر میں ہیں اس لشکر کے چلے جانے کے بعد اگر وہ تم پر حملہ آور ہوئے تو مسلمانوں کے مقابلے میں تمہاری کوئی پیش نہیں جائے گی۔ اس واسطے میرا مشورہ یہ ہے کہ تم قریش اور غطفان کو اس جنگ میں اس وقت تک کوئی مدد مت دو اور اس وقت تک جنگ میں شریک نہ ہو جب تک ان کے ستر ذی عزت سردار بطور

رہن اور یرغمال کے اپنے پاس نہ رکھ لو۔ وہ لوگ تمہارے قبضے میں رہیں اور اس شرط پر رہیں کہ جب تم محمد ﷺ کے ساتھ جنگ کرو تو وہ تمہارے ساتھ شریک رہیں یہاں تک کہ اس شخص کا کام تمام ہو جائے۔"

دوسرا جنگی فریب...... یہودیوں (کو یہ بات بہت پسند آئی اور انہوں) نے کہا کہ تم نے بڑی اچھی رائے دی اور نیک مشورہ دیا۔ انہوں نے نعیم کو خوب دعائیں دیں اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہم ایسا ہی کریں گے۔ نعیم نے پھر کہا کہ میری یہاں آمد کو پوشیدہ رکھنا۔ یہود نے اس کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد نعیم وہاں سے چل کر احزابی لشکر میں قریشیوں کے پاس آئے یہاں ابوسفیان اور اس کے ساتھ قریش کے دوسرے بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ نعیم نے ان لوگوں سے کہا۔

آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ مجھے آپ سے کس قدر خلوص و محبت ہے اور محمد ﷺ سے کتنا اختلاف ہے۔ مجھے ایک نہایت اہم بات معلوم ہوئی ہے میں نے ضروری سمجھا کہ اپنے خلوص کی بناء پر میں آپ کو اس کی اطلاع کر دوں مگر آپ لوگ اسے راز ہی رکھئے۔!

قریش نے رازداری کا وعدہ کیا تو نعیم نے کہا۔

" آپ لوگوں کو شاید معلوم نہیں ہے کہ بنی قریظہ کے یہودیوں اور محمد ﷺ کے درمیان جو معاہدہ تھا اس کو توڑنے کے بعد اب یہودیوں کو اپنی اس بدعہدی پر شرمندگی ہو رہی ہے چنانچہ اب بنی قریظہ نے محمد ﷺ کے پاس پیغام بھیجا ہے اس وقت میں بھی ان لوگوں کے پاس موجود تھا۔ اس پیغام میں انہوں نے کہلایا ہے کہ ہمیں اپنے کئے پر سخت ندامت اور شرمندگی ہے۔ اب آپ کی ناراضی دور کرنے کے لئے اگر ہم قبیلہ قریش و غطفان کے ستر بڑے بڑے سردار اپنے پاس بلا کر انہیں آپ کے حوالے کر دیں تاکہ آپ ان کو قتل کر دیں تو کیا اس طرح آپ ہم سے راضی ہو سکتے ہیں اور بنی نضیر کی وجہ سے یہودیوں کے متعلق آپ کو جو بے اعتمادی پیدا ہو گئی ہے آپ اس سے ہم کو بری کر دیں گے۔ پھر قریش و غطفان کے لشکر سے لڑنے کے ہم آپ کے ساتھ ساتھ ہوں گے۔ تاکہ انہیں نیست و نابود کر دیں۔ اس پیغام کے جواب میں محمد ﷺ نے اپنی منظوری و رضامندی بھجوا دی۔ لہٰذا اب اگر یہودیوں کا کوئی ایسا پیغام آئے جس میں آپ کے بڑے بڑے لوگوں کو یرغمال اور رہن کے طور پر مانگیں تو ہرگز کسی ایک شخص کو بھی ان کے حوالے نہ کرنا بلکہ اپنے تمام معاملات اور رازوں کو ان سے خفیہ رکھو۔ میرے بارے میں ان سے ایک حرف بھی نہ کہنا بلکہ میرے تعلق بھی پوری رازداری برتنا؟"

تیسرا جنگی فریب...... قریش نے ان سب باتوں کا وعدہ کیا اور کہا کہ ہم اس بات کا ہرگز کوئی تذکرہ نہیں کریں گے یہاں سے فارغ ہو کر حضرت نعیم قبیلہ غطفان کے لشکر میں پہنچے اور ان کے سرداروں سے کہنے لگے۔

"اے گروہ غطفان! تم لوگ میرے اپنے اور خاندان کے ہو اور تم ہی لوگ مجھے سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہو۔ میں یہ بھی یقین رکھتا ہوں کہ تم لوگ میرے اوپر اعتماد کرتے ہو!"

غطفانیوں نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو اور ہمارے نزدیک تم قابل اعتماد آدمی ہو۔ نعیم نے کہا کہ بس تو میری آمد اور میری بات کی پوری رازداری کرنا۔ غطفانیوں نے وعدہ کیا تو نعیم نے ان لوگوں سے وہی سب کچھ کہا جو قریش سے کہا تھا اور انہیں بھی محتاط رہنے کا مشورہ دیا۔

فریب کے اثرات...... اس کے بعد سنیچر کی رات کو ابوسفیان اور غطفانی سرداروں نے عکرمہ ابن ابوجہل کو

Presented by Ziaraat.Com

قریشی اور غطفانی جوانوں کے ساتھ بنی قریظہ کے پاس بھیجا انہوں نے یہودیوں سے کہا۔

ہم بہت ہی غلط جگہ اور ناساز گار صورت حال سے دوچار ہیں جس میں ہمارے اونٹ گھوڑے تباہ ہو رہے ہیں اب جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ تاکہ ہم محمد ﷺ کے ساتھ جنگ کریں اور اس معاملہ کو نمٹادیں۔!

اس پر یہودیوں نے کہلایا کہ صبح کو سنیچر کا دن ہے اور یہ بات آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ سنیچر کے روز ہم خون ریزی نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ بھی ہم لوگ آپ کے ساتھ اس وقت تک جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔ جب تک آپ کم از کم ستر آدمی رہن اور یرغمال کے طور پر ہمارے حوالے نہیں کریں گے۔!

جب قریش وغطفان کو یہودیوں کا یہ پیغام ملا تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم نعیم نے ٹھیک کہا تھا (کہ یہودیوں کی نیت خراب ہو رہی ہے)

ایک روایت میں یوں ہے کہ بنی قریظہ نے قریشی وفد سے پہلے ہی قریش وغطفان کے پاس یہ پیغام بھیجا تھا جو اس پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے مطابق تھا کہ جنگ کے لئے ایک دن متعین کر لیا جائے جس میں ہم یہودی آپ کے کندھے سے کندھا ملا کر لڑیں گے مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے پاس اپنے ستر بڑے بڑے اور معزز آدمی رہن کے طور پر بھیج دیں کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ اگر جنگ کے نتیجہ میں آپ کو ناگوار حالات سے سابقہ پڑا تو آپ ہمیں (مسلمانوں کے رحم وکرم پر) چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ قریش نے اس پیغام کا کوئی جواب نہیں دیا۔

احزابی لشکر میں پھوٹ...... ادھر نعیم پھر بنی قریظہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ جس وقت تمہارا پیغام پہنچا تو میں ابوسفیان کے پاس موجود تھا۔ اس پیغام پر اس نے یہ کہا تھا کہ اگر یہودیوں نے مجھ سے ایک بکری کا بچہ بھی مانگا تو میں نہیں دوں گا۔ اس طرح مشرکوں اور ان کے احزابی لشکر میں پھوٹ پڑ گئی اور ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ ادھر یہودیوں کا پس وپیش دیکھ کر حیی ابن اخطب ان کے پاس آیا (اور قریش کی وکالت کرنے لگا) مگر بنی قریظہ میں سے کسی نے بھی اس کی بات نہیں سنی بلکہ یہی کہتے رہے کہ ہم اس وقت تک قریش کے ہمراہ نہیں لڑیں گے جب تک وہ اپنے ستر معزز آدمی رہن کے طور پر ہمارے حوالے نہیں کرتے۔

سرد آندھی کا طوفان...... ادھر مشرکوں کی صفوں میں یہ اختلافات پیدا ہوئے اور ادھر اللہ تعالیٰ نے ان پر شدید آندھی کا طوفان بھیج دیا۔ یہ انتہائی سرد راتیں اور اوپر سے آندھی نے زور باندھا جس سے مشرک لشکر کے خیمے الٹ گئے طنابیں ٹوٹ گئیں، برتن الٹ گئے اور لوگ ہوا کے شدید تھپیڑوں سے سامان کے اوپر گر گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہوا نے اس قدر ریت اڑایا کہ بہت سے لوگ ریت میں دفن ہو گئے لوگوں نے جو آگ جلا رکھی تھی ریت پڑ پڑ کر وہ بھی بجھ گئی (جس سے اندھیر گھپ ہو گیا) حق تعالیٰ نے مشرکوں پر طوفانی فرشتے نازل فرمائے جنہوں نے انہیں ہلا ڈالا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَّجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝ الآیہ پ ۲۱ سورہ احزاب ع ۲۔ آیت ۹

ترجمہ: پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتے تھے۔

جہاں تک فرشتوں کا تعلق ہے تو انہوں نے خود جنگ میں شرکت نہیں کی بلکہ انہوں نے اپنی موجودگی سے مشرکوں کے دلوں میں خوف اور رعب پیدا کر دیا تھا (یہ جو ہوا چلی تھی اس کو صبا کہتے ہیں یعنی باد صبا

Presented by Ziaraat.Com

جو سخت سردی کی رات میں چلے) چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ صبا کے ذریعہ میری مدد کی گئی اور ہوائے دبور کے ذریعہ قوم کو ہلاک کیا گیا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد اور نصرت فرمائی۔ یہ ہوائے زرد تھی جس سے گرد و غبار کی بناء پر مشرکوں کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ یہ طوفان بہت دیر تک مسلسل جاری رہا۔

اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ کو مشرکوں میں پھوٹ پڑ جانے کا حال معلوم ہوا اس رات سخت سردی پڑ رہی تھی جس کے ساتھ ہوا کا شدید طوفان تھا ہوا کے تیز جھکڑ ایسی مہیب آواز پیدا کر رہے تھے جیسے بجلی کے کڑا کے سے ہوتی ہے۔ آگے ایک روایت آئے گی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قدر شدید طوفان ہونے کے باوجود یہ مشرک لشکر سے آگے نہیں بڑھا رات اتنی تاریک تھی کہ آدمی اپنا ہاتھ پھیلاتا تو انگلیاں نظر نہیں آتی تھیں (یعنی ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا)

دشمن کا حال معلوم کرنے کی کوشش...... منافقوں نے اس طوفان کو دیکھ کر واپسی کا بہانہ ڈھونڈا اور کہنے لگے کہ ہمیں تو اجازت دیجئے۔ ہمارے گھر اکیلے ہیں اور دشمن کا خوف ہے کیونکہ ہمارے مکان مدینے سے باہر ہیں اور دیواریں نیچی نیچی ہیں اس لئے چوری کا خطرہ بھی ہے لہذا ہمیں تو اجازت دیجئے تاکہ ہم اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے گھر چلے جائیں۔ ان میں سے جو بھی آکر اجازت مانگتا آنحضرت ﷺ اس کو جانے کی اجازت دے دیتے۔ ایک قول ہے کہ اس رات آنحضرت ﷺ کے ساتھ صرف تین سو جانباز رہ گئے۔

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کون ہے جو ہمیں دشمن کی کچھ خیر خبر لا کر دے۔ اس پر حضرت زبیر اٹھے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ میں یہ خدمت انجام دوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سوال تین مرتبہ فرمایا اور تینوں دفعہ حضرت زبیرؓ نے آمادگی کا اظہار کیا تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کے حواری یعنی مددگار ہوتے ہیں اور میرے حواری حضرت زبیرؓ ہیں۔ حضرت زبیرؓ کے لئے آنحضرت ﷺ نے یہی کلمات اس وقت بھی فرمائے تھے جب آپ نے ان کو بنی قریظہ کے متعلق یہ خبر لانے کے لئے بھیجا تھا کہ کیا انہوں نے اپنا معاہدہ توڑ دیا ہے یا نہیں جیسا کہ بیان ہوا حضرت زبیر کے لئے آپ کا یہی ارشاد غزوہ خیبر کے بیان میں بھی آئے گا۔ ایک حدیث میں یوں ہے کہ مردوں میں میرے حواری زبیر ہیں اور عورتوں میں عائشہ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یوں فرمایا۔

"کیا کوئی ایسا شخص ہے جو جا کر یہ دیکھے کہ دشمن کس حال میں ہے اور پھر آکر ہمیں بتلائے۔ میں اس شخص کے لئے اللہ سے دعا کروں گا کہ جنت میں وہ میرا ساتھی ہو۔ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہو۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ وہ قیامت کے دن ابراہیم کا ساتھی ہو۔!"

صحابہ کی پریشانیاں...... آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی مگر خوف، بھوک اور سردی کی شدت کی وجہ سے کوئی شخص کھڑا نہیں ہوا۔ آخر آنحضرت ﷺ نے حضرت حذیفہ ابن یمان کو آواز دی۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ اب میرے سامنے کھڑے ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ آپ نے میرا نام لے کر پکارا تھا۔ میں آپ کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ تم رات سے میری بات سن رہے ہو اور کھڑے نہیں ہوئے۔ میں نے عرض کیا۔

"ایسا نہیں ہے بلکہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا کہ خوف اور سردی اور بھوک کی شدت سے میں کھڑے ہونے کے قابل نہیں تھا۔!" آپ نے فرمایا۔

Presented by Ziaraat.Com

"جاؤ اللہ تعالیٰ سامنے سے اور پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے تمہاری حفاظت فرمائے اور تم بخیریت لوٹ کر ہمارے پاس آؤ۔"

حذیفہ دشمن کی ٹوہ میں...... حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے مجھے حکم دے دیا تو اب جانے کے سوا میرے پاس چارہ کار نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا حذیفہ جاؤ اور دشمن کے اندر گھس کر دیکھو۔ اب میں آنحضرت ﷺ کی دعا کی بشارت لے کر ایک نئی طاقت و قوت کے ساتھ اس طرح اٹھ گیا جیسے خوف اور سردی کا مجھے کوئی احساس ہی نہیں تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے مجھ سے عہد لیا کہ میں (آپ کا حکم بجالانے کے سوا) کوئی نئی بات نہیں کروں گا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے میری آواز نہیں سنی۔ میں نے عرض کیا ہاں! آپ نے پوچھا پھر کس وجہ سے تم میرے حکم پر کھڑے نہیں ہوئے۔ میں نے عرض کیا سردی کی وجہ سے۔ آپ نے فرمایا جب تک تم واپس آؤ تم پر سردی کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اسی ارشاد کی طرف آگے آنے والی روایت سے بھی اشارہ ملتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دشمن کے جو بھی حالات ہوں ان کی مجھے خبر لا کر دو۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ جب آنحضرت ﷺ نے دوسری مرتبہ یہی بات فرمائی کہ کیا کوئی شخص ہے جو مجھے دشمن کی خبر لا کر دے اور قیامت کے دن میرا ساتھی ہو۔ اور جواب میں کوئی شخص نہیں اٹھا تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ حذیفہ ہیں۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ اس پر رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے۔ اس وقت دشمن یا سردی سے بچاؤ کے لئے میرے پاس جو کچھ تھا وہ اپنی بیوی کی صرف ایک چادر تھی جو اوڑھنے کے بعد میرے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچتی تھی میں اسے گھٹنوں پر لپیٹے بیٹھا ہوا تھا۔ غرض آنحضرت ﷺ نے میرے قریب آکر پوچھا یہ کون ہے۔ میں نے عرض کیا حذیفہ۔ آپ نے پوچھا حذیفہ! وہ کہتے ہیں کہ میں نے اور زیادہ سمٹ کر عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کھڑے ہو جاؤ۔ میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا دشمن کے متعلق خبریں معلوم کرنی ہیں اس لئے مجھے ان کی خبریں لا کر دو۔ میں نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کو بھیجا کہ سردی کی وجہ سے مجھے آپ کے سامنے اٹھتے ہوئے شرم آرہی تھی اسی لئے نہیں اٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا۔

"تم جب تک لوٹ کر میرے پاس نہ آجاؤ اس وقت تک تم کو سردی یا گرمی نہیں ستائے گی!"

حذیفہ کو نبی کی دعائیں...... میں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم مجھے قتل ہو جانے کی کوئی پرواہ نہیں ہے مگر گرفتار ہونے سے ڈرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم ہرگز گرفتار نہیں ہو سکتے۔ اے اللہ اس کی دائیں بائیں اور آگے پیچھے اور اوپر نیچے سے حفاظت فرما۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ اب میں روانہ ہوا تو ایسا لگتا تھا جیسے گرم حمام میں چل رہا ہوں (جہاں سردی کا کوئی احساس نہیں تھا۔ یہاں حمام کا لفظ استعمال ہوا ہے جو حمیم کے لفظ سے بنا ہے جس کے معنی گرم پانی کے ہیں اور یہ عربی لفظ ہی ہے (گہرے دوست کو بھی صدیق حمیم کہتے ہیں)۔ غرض حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ پھر جب میں چلنے کے لئے مڑا تو آنحضرت ﷺ نے مجھے آواز دی اور فرمایا کہ اپنی طرف سے کوئی بات ہرگز ہرگز مت کرنا (یعنی جتنا حکم دیا گیا ہے اس سے زائد کچھ مت کرنا)۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ کوئی تیر یا پتھر بھی مت پھینکنا اور کسی پر تلوار مت چلانا یہاں تک کہ تم میرے پاس لوٹ کر آؤ!

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں قریشی لشکر کی طرف چلا یہاں تک کہ ان کے پڑاؤ میں داخل ہو گیا وہاں میں نے ابوسفیان کو یہ کہتے سنا۔

Presented by Ziaraat.Com

"اے گروہ قریش! تم میں سے ہر شخص اپنے ہمنشینوں میں ہوشیار رہے اور جاسوسوں سے پوری طرح خبردار رہے۔!"

ابوسفیان کی بوکھلاہٹ اور واپسی...... (حضرت حذیفہؓ بھی دشمن میں پہنچ کر ان کے مجمع میں ایک شخص کے پاس بیٹھ گئے تھے) وہ کہتے ہیں یہ سنتے ہی میں نے فوراً اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص کا ہاتھ پکڑا اور کہا تم کون ہو اس نے کہا میں معاویہ ابن ابوسفیان ہوں۔ پھر میں نے اپنے بائیں جانب بیٹھے ہوئے آدمی کا ہاتھ پکڑا اور کہا تم کون ہو (کیونکہ رات کے اندھیرے میں کسی کی پہچان نہیں ہو رہی تھی) ادھر حذیفہؓ نے ابوسفیان کی اس ہدایت پر فوراً پہلے خود ہی عمل کرتے ہوئے اپنے دائیں بائیں بیٹھنے والوں سے پوچھ گچھ شروع کر دی اور انہیں اس کا موقعہ نہیں دیا کہ وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کا اتا پتا پوچھیں۔ غرض انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ بیٹھنے والے سے پوچھا کہ تم کون ہو تو اس نے کہا میں عمرو ابن عاص ہوں۔ میں نے اس خطرہ کے تحت ایسا کیا کہ کہیں میرا پول نہ کھل جائے۔ غرض پھر ابوسفیان نے کہا۔

"اے گروہ قریش! ہم نہایت ناساز گار جگہ پر ہیں اور جانور ہلاک ہو رہے ہیں بنی قریظہ کے یہودیوں نے ہمیں دغادی ہے اور ان کی طرف سے ناخوشگوار باتیں سننے میں آئی ہیں اوپر سے اس طوفانی ہوا نے جو کچھ تباہ کاری پھیلائی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں اس لئے واپس لوٹ چلو میں بھی واپس ہو رہا ہوں۔!"

مسلمانوں کے تعاقب کا خطرہ...... یہ کہتے ہی ابوسفیان اچھل کر اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا۔ اونٹ کا اگلا ایک پیر بندھا ہوا تھا اس نے وہ بھی نہیں کھولا اور سوار ہو گیا اونٹ فوراً ہی تین ٹانگوں پر کھڑا ہو کر جھولنے لگا (ابوسفیان نے جلدی اور گھبراہٹ میں اس کا بھی خیال نہیں کیا اور) سوار ہوتے ہی اسے ہانکنے کے لئے مارنے لگا۔ اونٹ تین ٹانگوں پر کودنے لگا تب ابوسفیان نے اتر کر اس کی ٹانگ کھولی۔ اس وقت عکرمہ ابن ابوجہل نے اس سے کہا کہ تم قوم کے سردار اور سالار ہو مگر لوگوں کو چھوڑ کر اس طرح بھاگے جا رہے ہو۔ یہ سن کر ابوسفیان کو شرم آئی اس نے اپنا اونٹ بٹھایا اور پھر اس کی مہار پکڑ کر اسے ہنکاتے ہوئے پھرنے لگا۔ ساتھ ہی وہ لوگوں سے کہتا جاتا تھا کہ کوچ کی تیاری کرو چنانچہ لوگ جلدی جلدی کوچ کرنے لگے اور ابوسفیان کھڑا ہو کر دیکھتا رہا۔ پھر اس نے عمرو ابن عاص سے کہا کہ اے ابوعبداللہ تم اپنا گھوڑے سوار دستہ لے کر یہاں محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کے مقابلے میں کھڑے رہو ورنہ وہ لوگ ہمارا پیچھا کریں گے۔ عمرو نے کہا میں ٹھہر جاتا ہوں۔ پھر ابوسفیان نے خالد ابن ولید سے کہا کہ ابوسلیمان تم کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا میں بھی یہاں ٹھہر جاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد عمرو ابن عاص اور خالد ابن ولید دو سو سواروں کے ساتھ وہیں ٹھہرے اور باقی لشکر واپس مکے کو روانہ ہو گیا۔

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے بھیجتے وقت مجھ سے یہ عہد نہ لیا ہوتا کہ میں کوئی نئی بات نہیں کروں گا تو میں ابوسفیان کو ایک ہی تیر مار کر ختم کر دیتا۔

(ابوسفیان قریش کو لے کر فرار ہوا تھا مگر اس نے غطفانیوں کو نہ اس کی اطلاع کی تھی اور نہ ان سے مشورہ کیا تھا) جب غطفانیوں کو قریش کی اس حرکت کا علم ہوا تو وہ بھی انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ اپنے وطن کو بھاگ کھڑے ہوئے۔

ایک روایت میں حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ جب میں مشرک لشکر میں داخل ہوا تو میں نے انہیں

Presented by Ziaraat.Com

الرحیل الرحیل کہتے سنا یعنی کوچ کی تیاری کرو یہ جگہ تمہارے لئے ناساز گار ہے۔ اس وقت آندھی زور شور سے چل رہی تھی جس سے لوگ ایک دوسری پر گر رہے تھے، سامان الٹ رہا تھا اور ہوا کے جھکڑوں سے کنکر پتھر آ آکر لوگوں کے لگ رہے تھے مگر آندھی کا زور ان کے لشکر سے آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ جب ذرا راستہ صاف ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے گردو پیش تقریباً بیس سوار کھڑے ہیں جو سروں پر عمامے لپیٹ ہوئے تھے۔ ان میں دو سوار بڑھ کر میرے قریب آئے اور کہنے لگے کہ اپنے پیشوا یعنی آنحضرت ﷺ سے کہہ دینا کہ اللہ نے انہیں دشمن سے نجات دے دی۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ فارغ ہوئے تو میں نے (دشمن کی واپسی کا حال) بتلایا آپ نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ میں نے آپ کو دشمن کا حال بتلایا تو آپ ہنس پڑے یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے سپرد کیا ہوا یہ کام پورا ہوتے ہی مجھے پھر پہلے کی طرح سردی لگنے لگی اور میں کپکپانے لگا۔ یہ دیکھ کر آپ نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے قریب بلایا۔ میں آپ کے قریب آیا تو آپ نے اپنی چادر کا پلہ میرے اوپر ڈھک دیا جس کے بعد ایک دم میری آنکھ لگ گئی اور میں صبح یعنی طلوع فجر تک برابر سوتا رہا۔ جب صبح ہو گئی اور نماز کا وقت آگیا تو آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے غافل سونے والے اٹھ۔ حضرت حذیفہؓ کو جاسوسی کے لئے جاتے ہوئے سردی کا احساس ختم ہو گیا تھا کیونکہ آپ نے اس وقت ان سے فرمایا تھا کہ جب تک تم لوٹ کر میرے پاس آؤ اس وقت تک تم سردی سے محفوظ ہو۔

اس واقعہ سے یعنی حذیفہ کو بھیجنے کی روایت سے اور اس گذشتہ روایت سے جس کے مطابق آپ نے حضرت زبیرؓ کو بھیجا تھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ خندق کا ہے اب جہاں تک دونوں روایتوں کا تعلق ہے تو یہ بات ممکن ہے کہ پہلے آپ نے حضرت زبیرؓ کو بھیجنا طے کیا ہو پھر رائے بدل کر آپ نے اس کام کے لئے حضرت حذیفہ کا انتخاب فرمایا ہو کیونکہ یہ ایک اہم معاملہ تھا اور حضرت زبیرؓ کے مزاج میں شدت اور تیزی تھی اس لئے اندیشہ تھا کہ وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکیں اور ہدایت سے زیادہ کوئی نئی بات کر گزریں جس سے آپ نے حضرت حذیفہؓ کو بھی نہایت سختی کے ساتھ منع فرما دیا تھا۔

اب اس سے بعض علماء کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ حضرت زبیرؓ کو اصل میں بنی قریظہ کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا کہ آیا واقعی انہوں نے بد عہدی کی ہے یا یہ خبر غلط ہے۔ قریش کا حال معلوم کرنے کے لئے ان کو نہیں بھیجا گیا تھا۔ اور حضرت حذیفہؓ کو قریش کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا کہ آیا وہ واپس جا رہے ہیں یا نہیں۔ مگر بعض راویوں کو ان دونوں باتوں میں مغالطہ ہو گیا اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اصل میں یہ ایک واقعہ ہے اور اس کے لئے دونوں میں سے ایک کو بھیجا گیا تھا۔ تاہم یہ دونوں تفصیلات قابل غور ہیں۔

حذیفہؓ رازدان رسول ﷺ...... حضرت حذیفہؓ کو رسول اللہ ﷺ کا رازدان کہا جاتا ہے کہ وہ آنحضرت کی ان باتوں اور تدبیروں سے واقف رہا کرتے تھے جو دوسرے نہیں جانتے تھے چنانچہ خود حضرت حذیفہ ابن یمان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وہ باتیں بھی بتلائیں جو ہو چکی ہیں اور وہ بھی بتلائیں جو قیامت تک پیش آنے والی ہیں۔ پیچھے یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کو بھی راز دار رسول ﷺ کہا جاتا تھا (مگر دونوں کے رازدان ہونے سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہوتا)

Presented by Ziaraat.Com

علامہ ابن ظفر نے کتاب ینبوع حیات میں اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا الآیہ پ ۲۱ سورہ احزاب ع ۲۔ آیت ۹

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتے تھے۔

طوفانی ہوا کی تباہ کاریاں...... یہ بادصبا اور طوفانی ہوا رات کے وقت چلی تھی جس نے خیموں کی طنابیں اکھاڑ دیں اور خیمے ان کے اوپر گرادیئے۔ برتنوں کو الٹ دیا لوگوں کو گردوغبار اور مٹی میں بھر دیا اور کنکر پتھر جھکڑوں کے ساتھ اڑا کر انہیں زخمی کیا۔ اسی وقت انہوں نے اپنے پڑاؤ کے کناروں پر اللہ اکبر کے پرشور نعروں کی آوازیں اور ہتھیاروں کی جھنکار سنی جو فرشتوں کی طرف سے تھی۔ اس وقت ہر گروہ کا سردار اپنی قوم کے لوگوں سے کہنے لگا کہ اے بنی فلاں دوڑ کر میرے قریب آجاؤ۔ جب وہ لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے تو وہ کہتا نجات۔ نجات۔ بچاؤ۔ بچاؤ اس طرح ایک ایک کر کے وہ سب لوگ گرتے پڑتے انتہائی بدحواسی کے عالم میں وہاں سے بھاگے یہاں تک کہ اپنے پیچھے سب بھاری سامان بھی اور مال بھی چھوڑ گئے۔

بادصبا...... جہاں تک بادصبا کا تعلق ہے تو یہ مشرقی ہوا ہوتی ہے۔ اوھر حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ باد صبا یعنی مشرقی ہوا نے شمال کی ہواؤں سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو تاکہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مدد کریں۔ اس پر شمالی ہوا نے جواب دیا کہ گرم ہوائیں رات کے وقت نہیں چلا کرتیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو گیا اور اس نے شمالی ہوا کو بانجھ یعنی بے فیض بنا دیا۔ اس کو دبور بھی کہا جاتا ہے۔ اس طرح بادصبا کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی مدد کی گئی اور دبور یعنی مغربی ہوا کے ذریعہ قوم عاد کو ہلاک کیا گیا۔

اس غزوہ کی تاریخ...... اوھر جب احزابی لشکر تتر بتر ہو کر بھاگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب ہم ان لوگوں سے جنگ کریں گے وہ ہم پر آئندہ حملہ آور نہیں ہوں گے۔ اس کے بعد ۷ ذیقعدہ کو آنحضرت ﷺ خندق سے لوٹے۔ یہ روایت اس قول کی بنیاد پر ہے کہ غزوہ خندق ذی قعدہ کے مہینے میں پیش آیا تھا۔ یہ ابن سعد کا قول ہے۔ مگر ایک قول ہے کہ یہ غزوہ شوال میں پیش آیا تھا یہ ۵ھ کا واقعہ ہے جیسا کہ جمہور علماء کا قول ہے مگر علامہ ذہبی نے اس قول کو مقطوع قرار دیا ہے اور علامہ قیم نے اس قول کو صحیح ترین کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے اسے معتمد کہا ہے۔ مگر ایک قول ہے کہ یہ غزوہ ۴ھ میں پیش آیا تھا۔ امام نووی نے کتاب روضہ میں اسی قول کی تصحیح کی ہے مگر بعض علماء نے اس قول کو عجیب کہا ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ غزوہ بنی قریظہ ۵ھ میں ہوا تھا اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ غزوہ خندق کے بعد پیش آیا تھا۔ مگر یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ غزوہ بنی قریظہ ۵ھ کے شروع میں پیش آیا ہو اور غزوہ خندق ۴ھ کے آخر میں واقع ہوا ہو۔ لہٰذا گویا غزوہ خندق ذی الحجہ میں ہوا ہو۔

ادھر جن لوگوں نے غزوہ خندق کو ۴ھ میں بتلایا ہے انہوں نے ابن عمرؓ کی اس صحیح روایت کو دلیل بتلایا ہے کہ غزوہ احد کے موقعہ پر انہیں آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت ان کی عمر چودہ سال کی تھی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں دی۔ پھر جب غزوہ خندق پیش آیا تو ان کو پھر آپ کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی لہٰذا آنحضرت ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

Presented by Ziaraat.Com

اب اس روایت سے معلوم ہوا کہ ان دونوں غزوں کے درمیان ایک سال کا فاصلہ تھا۔ اور غزوہ احد ۳ھ میں پیش آیا تو اس لحاظ سے غزوہ خندق ۴ھ میں ہوگا۔

مگر علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت کوئی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ ممکن ہے غزوہ احد کے موقعہ پر ابن عمرؓ کو چودھواں سال لگا ہو اور غزوہ خندق کے موقعہ پر ان کو پندرھواں سال ختم ہو رہا ہو۔ اسی بات کی تائید علامہ بیہقیؒ نے بھی کی ہے۔ تو اس طرح غزوہ احد اور غزوہ خندق کے درمیان دو سال کا فاصلہ ہو جاتا ہے جیسا کہ واقعہ بھی یہی ہے کہ ان میں ایک سال کا فاصلہ نہیں تھا۔

غزوہ خندق میں نبوت کی نشانیاں...... اس غزوہ میں خندق کی کھدائی کے دوران جو نشانیاں ظاہر ہوئیں ان میں سے کچھ بیان ہو چکی ہیں۔ ان ہی میں سے ایک یہ ہے کہ بشیر ابن سعد کی بیٹی خندق کی کھدائی کے دوران ایک روز اپنے باپ اور ماموں کے کھانے کے لئے ایک پیالے میں کھجوریں لے کر آئیں آنحضرت ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ ادھر لاؤ۔ بنت بشیر نے وہ پیالہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں پر الٹ دیا مگر کھجوریں اتنی نہیں تھیں کہ دونوں ہاتھ بھر جاتے آنحضرت ﷺ نے ایک کپڑا لگایا اور اس کو پھیلا دیا اس کے بعد آپ نے برابر کھڑے ہوئے آدمی سے کہا کہ اہل خندق میں پکار دو کہ کھانے کے لئے دوڑ آئیں چنانچہ جلد ہی سب لوگ جمع ہو گئے اور ان کھجوروں میں سے کھانے لگے آپ کھجوریں اس پر ڈالتے جاتے تھے یہاں تک کہ تمام اہل خندق سیر ہو گئے اور کھجوریں کپڑے کے ادھر ادھر سے گر رہی تھیں۔ حالانکہ اہل خندق بھوک سے بیتاب ہو رہے تھے (اور اس حالت میں انہوں نے یہ کھجوریں کھائی تھیں) بعض صحابہ کہتے ہیں کہ تین دن سے ہم نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ خود آنحضرت ﷺ اس قدر بھوکے تھے کہ آپ نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔

صوم وصال...... اقول۔ مولف کہتے ہیں: ابن حبان اپنی صحیح میں وہ حدیث نقل کرتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے صوم وصال یعنی مسلسل روزے کی ممانعت کی گئی ہے (صوم وصال کا مطلب ہے بغیر افطار کئے ایک کے بعد دوسرا روزہ مسلسل رکھنا۔ صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ صوم وصال کیوں رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

"میں تم جیسا نہیں ہوں۔ میں رات میں سوتا ہوں تو میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔!"

نبی پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے...... (یعنی آنحضرت ﷺ خود صوم وصال رکھتے تھے مگر امت کے لئے اس کی ممانعت فرمائی ہے)

قال۔ اب اس حدیث سے اس روایت کو باطل قرار دیا جاتا ہے جس کے مطابق آنحضرت ﷺ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے کیونکہ جب آپ روزوں پر روزے رکھتے تو آپ کا رب آپ کو اس وقت بھی کھلاتا پلاتا تھا لہٰذا ایسی صورت میں جب آپ صوم وصال سے بھی نہیں ہوتے تھے اور بھوکے ہوتے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کا رب آپ سے بے پرواہ ہو یہاں تک کہ آپ کو پیٹ پر پتھر باندھنے پڑ جائیں۔

(قال) عربی میں پتھر کے لئے حجر کا لفظ استعمال ہوتا ہے لہٰذا کہتے ہیں کہ حقیقت میں حدیث میں لفظ حجر نہیں ہے بلکہ زا کے ساتھ لفظ حجز ہے جو ازار کے کنارے کو کہتے ہیں لہٰذا کسی راوی نے اس لفظ حجز کو حجر سمجھا اور پھر اس کی مناسبت سے اس میں بھوک کا لفظ بھی بڑھا دیا کہ آپ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔

بہر حال اس سلسلے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے پیٹ پر پتھر باندھنے کی روایت میں اور پروردگار

Presented by Ziaraat.Com

کی طرف سے کھلائے پلائے جانے کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ جب صوم وصال رکھتے تھے تو آپ کا رب آپ کو کھلاتا پلاتا تھا اور آپ ایسے رہتے تھے جیسے شکم سیر اور سیراب آدمی ہوتا ہے اور یہ آپ کے اعزاز کی وجہ سے تھا مگر ہمیشہ آپ پر یہ کیفیت نہیں رہتی تھی بلکہ بعض اوقات آپ کو بھوک کا احساس بھی ہوتا تھا جو اس ابتلاء اور آزمائش کے طور پر ہوتا تھا جس سے انبیاءؑ اس لئے دوچار کئے جاتے ہیں کہ ان کے ثواب میں اضافہ ہو۔ واللہ اعلم۔

جابر کی طرف سے دعوت اور نبی کا معجزہ......ادھر جب حضرت جابر ابن عبداللہ کو آنحضرت ﷺ پر بھوک کی سختی کا علم ہوا تو انہوں نے ایک چھوٹی بکری کا گوشت اور ایک صاع گیہوں کی روٹیاں تیار کیں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ (جب میں آنحضرت ﷺ کو بلانے گیا تو) میں چاہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ تنہا آئیں۔ مگر جب میں نے آپ سے عرض کیا تو آپ کے حکم پر فوراً لوگوں میں پکار دیا گیا کہ سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جابر کے مکان پر پہنچ جائیں۔ جابرؓ کہتے ہیں میں نے یہ اعلان سن کر کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ادھر لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ آگئے۔ آنحضرت ﷺ جب بیٹھ گئے تو ہم نے وہ کھانا آنحضرت ﷺ کے سامنے نکال کر رکھا آپ نے بارک اللہ فرمایا پھر بسم اللہ پڑھی اور اس کے بعد کھانا شروع کیا ساتھ ہی دوسرے حاضرین نے کھانا شروع کیا اور پھر باری باری آنے والے کھا کھا کر جانے لگے یعنی ایک جماعت کھا کر فارغ ہوتی تو وہ واپس خندق پر چلی جاتی اور دوسری جماعت آکر کھانے لگتی یہاں تک کہ تمام اہل خندق اسی کھانے سے سیر ہوگئے جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سب نے کھانا کھایا اور پھر بھی بچ گئے۔ جب سب کھا کر چلے گئے تو ہم نے دیکھا کہ ہمارا کھانا بھی جوں کا توں رکھا تھا اور روٹیاں بھی جوں کی توں باقی تھیں۔

(قال) ایک روایت میں یوں ہے کہ جابر نے رسول اللہ ﷺ پر بھوک کی شدت دیکھی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے گھر جانے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دے دی۔ جابرؓ کہتے ہیں میں اپنی بیوی کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بھوکا دیکھا ہے کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے۔ انہوں نے کہا میرے پاس ایک صاع گیہوں ہے اور ایک بکری کا ایک سالہ بچہ ہے۔ میں نے فوراً بکری ذبح کی اور گیہوں کا آٹا گوندھا اور پھر گوشت ایک دیگچی میں ڈال کر چڑھا دیا۔ شام کو میں آپ ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے لہذا آپ تشریف لایئے اور ساتھ میں بس ایک یا دو آدمی لے لیں۔"

یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے اپنی انگلیاں میری انگلیوں میں ڈالیں اور پوچھا کہ کھانا کتنا ہے میں نے مقدار بتلائی تو آپ نے فرمایا بہت کافی ہے مگر اپنی دیگچی ہرگز چولھے پر سے مت اتارنا اور نہ ہی اس آٹے کی روٹیاں بنانا یہاں تک کہ میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے پکار کر فرمایا۔

"اے اہل خندق! جابر نے تمہارے لئے دعوت کا سامان کیا ہے اس لئے جلد چلو۔!"

اس کے بعد آنحضرت ﷺ لوگوں کے آگے آگے روانہ ہوئے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ (چونکہ کھانا بہت تھوڑا سا تھا اور آنحضرت ﷺ نے سب لوگوں کو میری طرف سے دعوت دے کر بلا لیا تھا) اس لئے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وقت مجھے کس قدر شرم آرہی تھی کیونکہ مجھے فضیحت ہونے کا خوف ہو رہا تھا (مکان پر پہنچ کر) جب میں نے آٹا نکال کر سامنے رکھا تو آنحضرت ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور بارک اللہ فرمایا پھر

Presented by Ziaraat.Com

آپ دیگچی کی طرف بڑھے اور اس میں بھی لعاب دہن ڈال کر بارک اللہ کہا۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ دس دس آدمی مکان کے اندر آتے رہو (اور کھاتے رہو۔ اس کے بعد سب لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور کھانا جوں کا توں بچ رہا جیسا کہ گذشتہ حدیث میں گذرا) لوگ اسی طرح آتے تھے کہ ایک جماعت کھا کر چلی گئی پھر دوسری نے آکر کھایا۔

اسی طرح ایک روز عامر اشہلی کی ماں نے آنحضرت ﷺ کو حیس کا بھرا ہوا ایک پیالہ بھیجا (حیس عربوں کا ایک کھانا تھا جو کھجور، گھی اور ستو سے تیار کیا جاتا تھا) اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنے قبہ میں تھے اور آپ کے پاس حضرت ام سلمہؓ بھی تھیں حضرت ام سلمہ نے پیالہ میں پیٹ بھر کر کھایا پھر آپ پیالہ لے کر باہر آئے اور آپ کی طرف سے ایک شخص نے پکار کر لوگوں سے کہا کہ رات کا کھانا کھانے کے لئے دوڑ آؤ چنانچہ سب اہل خندق نے آکر اس میں سے کھایا اور اس کے باوجود پیالہ میں کھانا جوں کا توں باقی رہا۔

ایسی ہی شیخ شعرانی کی کرامت...... حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی نے اپنا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ میں نے چودہ کسانوں کے سامنے صرف ایک روٹی کھانے کیلئے پیش کی جسے ان سب نے مل کر کھایا اور سب کے سب خوب اچھی طرح شکم سیر ہو گئے۔ اسی طرح حضرت شیخ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے سترہ آدمیوں کو ایک کڑاہی میں کھانا پیش کیا۔ یہ کڑاہی ہم تنور میں رکھ کر اس میں کھانا پکایا کرتے تھے۔ ان سترہ آدمیوں نے اس ایک کڑاہی کا کھانا کھایا اور سب کے سب اچھی طرح شکم سیر ہو گئے۔

شیخ شناوی کی کرامت...... شیخ شعرانی ہی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے شیخ حضرت شیخ محمد شناوی ایک گاؤں سے واپس آئے تو میں ان کی زیارت کے لئے گیا ان کے ساتھ تقریباً پچاس آدمی تھے۔ شیخ شناوی اپنے شیخ حضرت شیخ محمد سروی کی خانقاہ میں آکر ٹھہرے تھے (اور ان کے ساتھ وہ پچاس آدمی بھی وہیں ٹھہرے) حضرت شیخ کے آنے کی خبر جیسے ہی جامع ازہر میں پہنچی تو مسجد ازہر کے مجاوروں وغیرہ کا ہجوم ان کی زیارت کے لئے خانقاہ میں پہنچ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ساری خانقاہ بھر گئی آخر خانقاہ سے باہر گلی میں چٹائیاں بچھائی گئیں اور باقی لوگوں کو وہاں بٹھایا۔ اب شیخ شناوی نے اپنے شیخ کے ایک خادم سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے۔ اس نے کہا ہاں مگر اتنا ہی ہے جو میرے اور میری بیوی کے لئے کافی ہو۔ حضرت شیخ نے اس سے کہا کہ اچھا جب تک میں نہ پہنچ جاؤں تم دیگچی میں ڈوئی وغیرہ ڈال کر کچھ نکالنے کی کوشش نہ کرنا۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے دیگچی کو اپنی چادر سے ڈھانک دیا اور چمچہ لے کر اس میں سے کھانا نکالنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ کھانا ان سب لوگوں کو کافی ہو گیا جو خانقاہ اور گلی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ شعرانیؒ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ وہ ہے جو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہاں تک حضرت شیخ شعرانی کا حوالہ ہے۔

کرامات اولیاء معجزات انبیاء...... یہ واقعہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے کیونکہ بہت سے علماء نے لکھا ہے جن میں علامہ حافظ ابن کثیر شامل ہیں کہ اولیاء اللہ کو جو کرامتیں ہوتی ہیں وہ انبیاءؑ کے معجزے ہوتے ہیں (جو انبیاء کے تعلق اور نسبت کے فیضان سے اولیاء اللہ کے ہاتھوں پر ظاہر ہو جاتی ہیں) کیونکہ ولی کو اپنے نبی کی پیروی اور اطاعت کی برکت سے یہ نسبت خاص حاصل ہو جاتی ہے جو ان کے ایمان کے قوی ہونے کی بناء پر ہوتی ہے۔ یہاں تک علامہ ابن کثیر کا حوالہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کے نام ابوسفیان کا خط...... (قال) غرض وہاں سے بھاگتے ہوئے ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

بسمك اللهم

یعنی اے اللہ تیرے نام سے شروع کرتا ہوں۔

میں لات و عزی۔ نیز ایک روایت کے مطابق۔ اور اساف و نائلہ بتوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ایک زبردست لشکر لے کر تمہارے مقابلے پر آیا تھا اور یہ سوچ کر آیا تھا کہ اب میں اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گا جب تک تمہیں نیست و نابود نہیں کر لوں گا مگر میں نے دیکھا کہ تم نے ہمارے مقابلے پر آنا پسند نہیں کیا بلکہ خندق کے ذریعہ اپنا بچاؤ کر کے بیٹھ گئے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ اور ایک ایسی جنگی چال کے ذریعہ محفوظ ہو کر بیٹھ گئے جس کو عرب کے لوگ اب سے پہلے جانتے بھی نہیں تھے۔

۔ چونکہ تم عربوں کے نیزوں کی تیزی اور ان کی تلواروں کی دھار سے واقف ہو اس لئے ہماری تلواروں سے بچنے اور ہمارے مقابلے سے گریز کرنے کے لئے تم نے یہ خندق کی چال چلی ہے۔ اب میں تمہیں احد کے دن جیسے ایک دن یعنی مقابلے کی دعوت دیتا ہوں!"

ابو سفیان کے نام نبی کا جوابی خط...... اس خط کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے ابو سفیان کو جو والانامہ بھیجا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"محمد رسول اللہ کی جانب سے صخر ابن حرب کے نام۔ علامہ جوزی کے کلام میں صخر ابن حرب ہی ہے۔ امابعد! میرے پاس تمہارا خط پہنچا۔ تمہیں شیطان نے بہت پہلے سے اللہ کی طرف سے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ تم نے لکھا ہے کہ تم ہمارے مقابلے پر آئے اور یہ چاہتے تھے کہ اس وقت تک واپس نہیں جاؤ گے جب تک ہمیں نیست و نابود نہیں کر لو گے۔ تو یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کو اللہ نے تمہارے اور اپنے درمیان ہی سربستہ رکھا ہے اور اس کا انجام ہمارے حق میں ظاہر فرمائے گا تمہارے اوپر وہ دن ضرور آئے گا جب میں لات و عزی اور اساف و نائلہ اور ہبل کے سر توڑوں گا اور اے بنی غالب کے بے وقوف۔ اس وقت میں ضرور تجھے یاد کروں گا۔!"

Presented by Ziaraat.Com

باب پنجاہ و ہفتم (۵۷)

غزوۂ بنی قریظہ

یہ مدینے میں رہنے والا یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جو قبیلہ اوس کا حلیف اور دوست تھا۔ اس وقت قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد ابن معاذ تھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے رسول اللہ ﷺ جب غزوہ خندق سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو یہ دوپہر کا وقت تھا آپ نے ظہر کی نماز پڑھی اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں داخل ہو گئے۔ ایک قول ہے کہ حضرت زینب بنت جحش کے حجرے میں گئے تھے وہاں پہنچ کر آپ نے پانی منگایا آنحضرت ﷺ نے غسل شروع کیا اور ابھی سر کے ایک ہی حصے پر پانی ڈالا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ۔ آپ غسل کے دوران سر میں کنگھی کر رہے تھے اور سر کے ایک حصے میں کر چکے تھے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ سر دھو لیا تھا اور غسل کر چکے تھے اور سنکائی کے لئے انگیٹھی منگائی تھی کہ اچانک جبرئیلؑ سیاہ رنگ کا ریشمی عمامہ باندھے ہوئے آپ کے پاس تشریف لائے۔ یہاں استبرق کا لفظ استعمال ہوا ہے جو ریشمین کتان کی ایک قسم ہوتی ہے۔ اس عمامے کا پلہ دونوں شانوں کے درمیان لٹکا ہوا تھا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ جبرئیلؑ اپنی زرہ اور خود پہنے ہوئے تھے۔ مگر ان دونوں روایتوں سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ممکن ہے انہوں نے خود کے اوپر عمامہ لپیٹ رکھا ہو۔!

غرض جبرئیلؑ ایک سفید رنگ کے خچر پر سوار تھے جس پر کتان کی زین اور جھول پڑی ہوئی تھی ایک روایت میں ہے کہ وہ سیاہ و سفید گھوڑے پر سوار آئے تھے۔ جبرئیلؑ نے آکر آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! جبرئیلؑ نے کہا کہ میں نے تو ہتھیار نہیں رکھے ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ کے فرشتوں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے ہیں۔

بنی قریظہ پر حملہ کے لئے جبرئیلؑ کا پیغام...... (قال) ایک روایت میں یوں ہے کہ جبرئیلؑ نے آپ سے عرض کیا۔

"اے رسول! آپ نے کس قدر جلد ہتھیار اتار دیئے۔ آپ کے پاس کیا عذر ہے! اللہ تعالیٰ آپ سے درگذر فرمائے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

جبکہ ابھی فرشتوں نے ہتھیار نہیں رکھے۔!"

آپ نے فرمایا۔ہاں۔ جبرئیلؑ نے کہا خدا کی قسم ہم نے ابھی نہیں رکھے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ فرشتوں نے اس وقت سے ہتھیار نہیں رکھے جب سے دشمن آپ کے مقابلے پر آیا ہے اور اب بھی ہم دشمن کا پیچھا کر رہے تھے یہاں تک کہ جب وہ حمراء اسد کے مقام تک پہنچ گئے تو ہم لوٹے ہیں۔ اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بنی قریظہ کے مقابلے کے لئے کوچ کریں میں بھی وہیں جارہا ہوں۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ۔ میرے ساتھ کچھ دوسرے فرشتے بھی ہیں جو جارہے ہیں ہم ان کے قلعوں کو ہلا ڈالیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جبرئیلؑ سے فرمایا۔

"میرے اصحاب بہت تھکے ہوئے ہیں اس لئے آپ انہیں کچھ دن کی مہلت دے دیں۔!

جبرئیلؑ نے کہا۔

"آپ فوراً ان کی طرف بڑھئے خدا کی قسم میں انہیں پیس کے پامال کر ڈالوں گا۔ اور میں اپنا یہ گھوڑا ان کے قلعوں میں گھس کر ان پر چڑھا دوں گا اور ان سب کو نیست و نابود کر دوں گا"

اس کے بعد جبرئیلؑ اپنے ہمراہی فرشتوں کے ساتھ لوٹے یہاں تک کہ بنی غنم کی گلی میں اپنے پیچھے اٹھنے والے غبار میں غائب ہوگئے۔ یہ بنی غنم انصاریوں کا ایک خاندان تھا۔ بخاری کی روایت میں حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ گویا میں (یہ بات بیان کرتے ہوئے) اب بھی اس غبار کو دیکھ رہا ہوں جس نے بنی غنم کی گلی میں اس وقت جبرئیلؑ کی چال کو اپنے (دامن میں چھپا لیا تھا جبکہ وہ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ یہ موکب جبرئیل کہا گیا ہے موکب چال کی ایک قسم ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جس روز رسول اللہ ﷺ غزوہ خندق سے فارغ ہو کر واپس لوٹے تو آپ میرے پاس تشریف فرما تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ اسی وقت کسی پکارنے والے نے اس جگہ سے آواز دی جہاں جنازوں کی نماز پڑھی جاتی تھی کہ جنگ کے مقابلے میں ہتھیار اتارنے کے لئے آپ کے پاس کیا عذر ہے۔

اس آواز پر آنحضرت ﷺ لرز گئے اور اپنی عادت کے خلاف جلدی سے گھبرا کر اٹھے۔ آپ باہر نکلے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے باہر آئی۔ وہاں ایک شخص سواری پر سوار کھڑا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس کی سواری سے ٹیک لگائے کھڑے تھے اور اس شخص سے باتیں کر رہے تھے۔ میں فوراً واپس حجرہ میں آگئی جب آپ واپس اندر آئے تو میں نے آپ سے پوچھا کہ یہ کون شخص تھا جس سے آپ باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم نے اسے دیکھا تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے پوچھا تمہیں اس میں کس کی شباہت آئی۔ میں نے کہا دحیہ کلبی کی۔ آپ نے فرمایا وہ جبرئیلؑ تھے جنہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بنی قریظہ کے مقابلے کے لئے جاؤں۔

<u>بنی قریظہ کی طرف کوچ کا اعلان</u>...... اس روایت سے اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ غزوہ خندق سے واپسی پر آپ حضرت عائشہؓ کے پاس تھے۔ غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے موذن کو ہدایت فرمائی یعنی حضرت بلالؓ کو جیسا کہ سیرت دمیاطی میں ہے۔ اور انہوں نے لوگوں میں اعلان کیا کہ اس اعلان کو سننے والا ہر اطاعت گذار شخص عصر کی نماز۔ اور ایک روایت کے مطابق۔ ظہر کی نماز بنی قریظہ کے محلے میں پڑھے۔

Presented by Ziaraat.Com

کتاب نور میں ہے کہ ان دونوں باتوں میں اس طرح موافقت ہو جاتی ہے کہ یہ اعلان اور حکم ظہر کا وقت شروع ہونے کے بعد کیا گیا تھا جبکہ کچھ لوگ ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے اور کچھ لوگوں نے نہیں پڑھی تھی۔ لہٰذا جن لوگوں نے ظہر کی نماز ابھی تک نہیں پڑھی تھی ان سے کہا گیا کہ وہ ظہر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھیں اور جن لوگوں نے ظہر پڑھ لی تھی ان سے کہا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ۔ اس دن رسول اللہ ﷺ نے ایک اعلان کرنے والے کے ذریعہ اعلان کرایا کہ اے اللہ کے لشکر کے سوارو! سوار ہو جاؤ۔ اس کے بعد آپ نے بنی قریظہ کی طرف کوچ کیا۔

یہود کے مقابلہ کے لئے مسلم لشکر..... آنحضرت ﷺ نے جو ہتھیار لگائے ان میں زرہ بکتر اور گلوبند بھی تھا آپ نے اپنے دست مبارک میں نیزہ لیا تلوار گلے میں حمائل فرمائی اور اپنے گھوڑے لحیف پر سوار ہوئے۔ ایک قول ہے کہ آپ ایک گدھے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوئے جو یعفور تھا۔

آنحضرت ﷺ کے گرد دوسرے لوگ بھی ہتھیار لگائے اور گھوڑوں پر سوار موجود تھے صحابہ کی تعداد تین ہزار تھی جن میں چھتیس گھوڑے سوار تھے ان میں سے تین گھوڑے آنحضرت ﷺ کے تھے۔ اس غزدہ کے موقعہ پر آپ نے حضرت ابن ام مکتومؓ کو مدینے میں اپنا قائم مقام بنایا۔

آنحضرت ﷺ کے آگے آگے حضرت علیؓ پرچم لئے ہوئے بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے وہی پرچم حضرت علیؓ کو عنایت فرمایا جو غزدہ خندق کا پرچم تھا اور جو خندق سے واپسی کے بعد ابھی تک کھولا بھی نہیں گیا تھا۔

آنحضرت ﷺ کچھ صحابہ کے ساتھ بنی نجار کے محلے میں سے گزرے تو اس وقت بنی نجار کے لوگ ہتھیار لگائے تیار کھڑے تھے آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص تمہارے پاس ہو کر گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں دحیہ کلبیؓ ایک سفید خچر پر سوار آئے تھے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ زرہ پہنے ہوئے سفید گھوڑے پر سوار آئے تھے اور ہمیں حکم دے گئے تھے کہ ہم ہتھیار لگا کر تیار ہو جائیں۔ ساتھ ہی وہ کہہ گئے تھے کہ عنقریب رسول اللہ ﷺ تمہارے پاس آئیں گے۔ لہٰذا ہم نے ہتھیار لگائے اور صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

آپ نے فرمایا۔

"وہ جبرئیلؑ تھے جن کو بنی قریظہ کے قلعوں کو ہلا ڈالنے کے لئے اور ان کے دلوں کو رعب و خوف سے بھر دینے کے لئے بھیجا گیا ہے۔!

حضرت علیؓ جو آگے روانہ ہو چکے تھے جب مہاجرین وانصار کے ایک دستے کے ساتھ بنی قریظہ کے قلعہ کے سامنے پہنچے اور قلعہ کی دیوار کے نیچے انہوں نے پرچم نصب کیا تو انہوں نے سنا کہ بنی قریظہ کے یہودی رسول اللہ ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں انتہائی بیہودہ کلمات اور گالیاں بک رہے ہیں مسلمان یہ آوازیں سنتے ہی خاموش ہو گئے اور پھر یہودیوں کو پکار کر کہنے لگے کہ اب ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کو آتے دیکھا تو انہوں نے پرچم کی نگرانی حضرت ابو قتادہ انصاریؓ کے سپرد کی اور پھر خود آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر بولے کہ یا رسول اللہ ﷺ ان خبیثوں اور بدبختوں کے قریب بالکل نہ جائیں۔ آپ نے فرمایا شاید تم نے میرے متعلق ان کی زبان سے بری باتیں سنی ہیں۔ حضرت علیؓ

Presented by Ziaraat.Com

نے عرض کیا۔

"ہاں یارسول اللہ۔ لیکن اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو اس قسم کی باتیں ہرگز نہ کہتے!"

یہود بندروں اور خنزیروں کے بھائی..... اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ ان کے قلعہ اور حویلیوں کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے بندروں کے بھائیو! کیا اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی بربادی نازل فرما کر تمہیں رسوا اور ذلیل نہیں فرما دیا۔ (قال) ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کے کچھ معزز لوگوں کو بلند آواز سے پکارا تاکہ وہ آپ کی آواز سن لیں اور فرمایا۔

"اے خنزیروں اور بندروں کے بھائیو! اور اے غیر اللہ کے پوجنے والو، کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں رسوا کر کے تم پر بربادی نازل نہیں فرمادی کہ تم لوگ مجھے برا بھلا کہتے اور گالیاں دیتے ہو۔!"

اس پر وہ لوگ حلف اٹھانے اور قسمیں کھانے لگے کہ ہم نے ایسا نہیں کہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اے ابوالقاسم تم تو نا تجربہ کار اور جاہل نہیں تھے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ تم تو بدزبان نہیں تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے حضرت اسید ابن حضیر یہودیوں کے قریب گئے اور کہنے لگے۔

"تمہیں قلعہ بند ہو جانے سے اس سے زائد کوئی فائدہ نہیں ہوگا کہ تم بھوک پیاس سے یہیں مر جاؤ گے اور تمہاری حیثیت ایسی ہی ہے جیسے بھٹ میں چھپی لومڑی کی ہوتی ہے۔"

یہودیوں نے کہا ابن حضیر ہم تمہارے غلام ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ لوگ رونے اور گڑگڑانے لگے۔ حضرت اسید نے کہا کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ حضرت اسید کا یہودیوں کے پاس پہنچنا ممکن ہے حضرت علیؓ سے بھی پہلے ہو مگر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے بعد پہنچے ہوں۔

یہود کو بندر و خنزیر کہنے کی وجہ..... آنحضرت ﷺ نے ان یہودیوں کو بندروں اور خنزیروں کا بھائی اس لئے فرمایا تھا کہ یہودیوں نے جب سبت یعنی سنیچر کے دن مچھلی کا شکار کر کے مذہبی پابندی کو توڑ دیا کیونکہ بنی اسرائیل پر اسی طرح مچھلی کا شکار بھی حرام تھا جیسے دوسرے اعمال تھے۔ تو حق تعالیٰ نے ان کے نوجوانوں کی شکلیں بگاڑ کر انہیں بندروں کی صورت بنا دیا تھا یہ سزا بنی اسرائیل کو اس لئے دی گئی تھی کہ انہوں نے سبت یعنی سنیچر کے دن کی بے حرمتی کی تھی جبکہ حق تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا کہ یہود اس دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے اپنے آپ کو دوسرے سب کاموں سے فارغ رکھا کریں۔

یہ واقعہ حضرت داؤدؑ کے زمانے کا ہے۔ غرض جب یہودی نوجوانوں اور بوڑھوں کی شکلیں بگڑ گئیں تو وہ حیران و پریشان ہو کر اپنی بستی سے نکل کھڑے ہوئے۔ یہ لوگ تین دن تک چلتے رہے جن میں نہ انہوں نے کچھ کھایا نہ پیا آخر اسی سرگردانی میں مر گئے۔ یہ واقعہ ان لوگوں کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص جس کی شکل مسخ کر دی گئی یعنی بگاڑ دی گئی ہو وہ تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ ہی اس سے نسل کا سلسلہ چل سکتا ہے۔

کتاب کشاف میں ہے کہ ایک قول کے مطابق ایلہ کے رہنے والوں نے جو مصر اور مدینہ کے درمیان ایک بستی تھی۔ جب سنیچر کے دن بھی سرکشی کی تو داؤدؑ نے ان کے لئے بددعا کرتے ہوئے کہا اے اللہ ان لوگوں پر لعنت فرما اور انہیں لوگوں کے لئے عبرت کی نشانی بنا دے۔ اس بددعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کی صورتیں مسخ کر کے انہیں بندر کی شکل کا بنا دیا گیا۔ پھر جب عیسیٰؑ کی قوم نے دستر خوانی نعمتوں کے بعد بھی کفر

Presented by Ziaraat.Com

کیا تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے بددعا کی کہ اے اللہ جس شخص نے دستر خوانی نعمتوں کے بعد بھی کفر کیا اس کو ایسا عذاب دے کہ سارے عالم میں کسی کو نہ دیا گیا ہو اور ان پر اسی طرح لعنت فرما جس طرح سبت والوں پر تو نے لعنت فرمائی تھی۔ اس بددعا کے نتیجہ میں وہ لوگ خنزیر کی صورت بنا دیئے گئے۔ ان لوگوں کی تعداد پانچ ہزار تھی مگر ان میں ایک بھی عورت یا بچہ نہ تھا۔ یہاں تک کشاف کا حوالہ ہے جو قابل غور ہے۔ غرض پھر ان لوگوں پر تین دن ایسی حالت میں گزرے جس میں انہوں نے نہ کھایا نہ پیا آخر اسی حالت میں مر گئے۔

حکم رسول اور عصر کی نماز...... ادھر صحابہ کی ایک جماعت ایسی تھی جو کسی نہ کسی مشغولیت کی وجہ سے بنی قریظہ کی طرف اعلان سنتے ہی کوچ نہ کر سکے کہ وہاں عصر کی نماز پڑھیں مگر انہوں نے عصر کی نماز موخر کی یہاں تک کہ وہ لوگ عشاء کے بھی بعد وہاں پہنچے جبکہ انہوں نے اب تک عصر کی نماز صرف اس لئے نہیں پڑھی تھی کہ آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق عصر کی نماز بنی قریظہ کے محلے میں پڑھنی تھی لہذا یہاں پہنچ کر انہوں نے عشاء کے بعد عصر کی نماز پڑھی۔ بعض صحابہ نے کہا کہ ہم تو عصر کی نماز پڑھ کر چلیں گے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ہم اس وقت نماز چھوڑ دیں اور وقت نکلنے کے بعد قضا پڑھیں۔ بلکہ آپ کا منشاء حقیقت میں یہ تھا کہ لوگ کوچ کرنے میں جلدی کریں لہذا انہوں نے گھروں ہی میں نماز پڑھ لی اور پھر کوچ کیا۔ مگر حق تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو اپنی کتاب یعنی قرآن میں سرزنش نہیں کی نہ ہی رسول ﷺ نے ان لوگوں سے باز پرس کی کیونکہ دونوں ہی قسم کے لوگوں نے اپنی اپنی جگہ پر آپ کے حکم کو معنی پہنائے تھے۔

کتاب ھُدیٰ میں کہا گیا ہے کہ دونوں قسم کے حضرات کو ان کے ارادے میں ثواب ملے گا البتہ جن لوگوں نے وقت پر عصر پڑھ لی ان کو دونوں فضیلتیں حاصل ہوئیں اور جن لوگوں نے عصر کی نماز کو موخر کر دیا یعنی اس کو تاخیر سے پڑھا ان کو اس سے سرزنش نہیں کی گئی کہ ان کے پاس یہ عذر تھا کہ ہم نے حکم کے ظاہری الفاظ پر عمل کیا ہے یہ بات اس کی دلیل ہے کہ فروعی اور جزئی مسائل میں مجتہدوں کا جو اختلاف ہوتا ہے وہ اجتہادی ہوتا ہے اور اس اختلاف میں وہ صحیح ہوتے ہیں۔

ادھر ابن تین نے دعویٰ کیا ہے کہ جن لوگوں نے عصر کی نماز پڑھی انہوں نے سواریوں کی پشت پر پڑھی تھی وہ کہتے ہیں کہ اگر صحابہ سواریوں سے اتر کر نماز پڑھتے تو آنحضرت ﷺ کے حکم کی جو روح تھی یعنی جلدی کوچ کرنا وہ پوری نہ ہوتی مگر صحابہ کے مسائل کے سمجھنے کی جو مناسبت تھی یہ بات اس کے لحاظ سے قرین قیاس نہیں۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس بارے میں شبہ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ سواریوں سے نہ اتریں۔ نیز میں نے اس واقعہ سے متعلق کسی بھی حدیث میں یہ نہیں دیکھا کہ صحابہ نے سواریوں کے اوپر ہی بیٹھے بیٹھے نماز پڑھی تھی۔ اب کچھ لوگ اس کی وجہ جلدی کو بتلاتے ہیں تو جلدی کا تقاضہ تو یہ ہے کہ صحابہ نے چلتی ہوئی سواریوں کی پشت پر نماز پڑھی ہو گی سواریوں کو روک کر ان کے اوپر نماز پڑھنے سے جلدی کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

بنی قریظہ کا شدید محاصرہ...... غرض رسول اللہ ﷺ نے پچیس رات تک۔ اور ایک روایت کے مطابق۔ پندرہ دن تک بنی قریظہ کا محاصرہ کیا۔ ایک قول ایک مہینہ کا بھی ہے۔ اس عرصہ میں صحابہ کا جو کھانا تھا وہ کھجوریں تھیں جو حضرت سعد ابن عبادہؓ ان کو بھیجتے تھے یعنی ان کے یہاں سے کھجوریں آیا کرتی تھیں۔ اسی موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بہترین کھانا کھجور ہے۔

کعب کی یہود کو فہمائش...... آخر یہودی محاصرہ کی تنگی سے پریشان ہو گئے اور ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ

Presented by Ziaraat.Com

نے مسلمانوں کا رعب اور خوف پیدا کر دیا۔ ادھر جب احزابی لشکر مدینے کے سامنے سے واپس ہو گیا تھا تو حیی ابن اخطب بنی قریظہ کے پاس ان کے قلعہ میں آگیا تھا کیونکہ اس نے کعب سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کا ساتھ دے گا جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

آخر جب بنی قریظہ کو یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کو سزا دیئے اور جنگ کئے بغیر واپس نہیں جائیں گے تو بنی قریظہ کے سردار کعب ابن اسید نے ان سے کہا کہ اے گروہ یہود! تم پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے اس سے نجات کے لئے میں تمہارے سامنے تین صورتیں رکھتا ہوں ان میں سے جو تم پر آسان ہو اختیار کر لو۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہیں۔ تو کعب نے کہا کہ پہلی صورت یہ ہے کہ ہم اس شخص یعنی محمد ﷺ کی پیروی قبول کر لیں اور ان کی نبوت کی تصدیق کریں کیونکہ خدا کی قسم تم یہ بات اچھی طرح سمجھ چکے ہو کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں کہ یہ وہی ہیں جن کا ذکر تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ اس طرح تمہاری جانیں تمہارے مال اور تمہاری عورتیں و بچے سب محفوظ ہو جائیں گے۔ ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ۔ حقیقت میں ہم لوگوں نے محمد ﷺ کو آج تک صرف عربوں سے حسد کی بنا پر نہیں مانا کیونکہ وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں۔ میں بدعہدی کو خود ناپسند کرتا تھا مگر یہ ساری نحوست اور بربادی صرف اس شخص کی لائی ہوئی ہے جو یہاں بیٹھا ہے یعنی حیئ ابن اخطب۔ کیا تمہیں یاد ہے ایک دفعہ جب ابن خراش تمہارے پاس آیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ اس بستی سے ایک نبی ظاہر ہو گا اس کی اطاعت کرنا اور اس کے مددگار بننا اور پہلی کتاب اور آخری کتاب یعنی توریت اور قرآن کے ماننے والوں میں سے بننا (یعنی توریت کو تم مانتے ہی ہو قرآن کی تصدیق کرنا)۔ بنی قریظہ کے یہودی اپنی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر دیکھتے تھے اور اس کو سنایا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو آپ کا حلیہ اور چال ڈھال بتلایا کرتے تھے نیز کہا کرتے تھے کہ آپ کی ہجرت گاہ مدینہ ہوگی اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ بنی قریظہ، بنی نضیر اور فدک اور خیبر کے یہودی آپ کے ظہور سے بھی پہلے سے آپ کا حلیہ اور آپ کی چال ڈھال کو جانتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ آپ کی ہجرت گاہ مدینہ ہوگی۔

کعب کی تجویزیں..... غرض جب کعب نے یہ پہلی صورت قوم کے سامنے رکھی تو لوگوں نے کہا کہ توریت کے مذہب کو ہم کبھی نہیں چھوڑیں گے اور نہ اس کی جگہ کسی دوسری کتاب کو مانیں گے۔ پھر کعب نے کہا کہ اگر تم اس کو نہیں مانتے تو آؤ ہم اپنی عورتوں اور بچوں کو خود قتل کر دیں اور اس کے بعد محمد ﷺ اور ان کے اصحاب سے مقابلے کے لئے تلواریں سونت کر قلعہ سے باہر نکل جائیں۔ اس طرح ہمارے پیچھے عورتوں بچوں کا کوئی بوجھ نہیں ہو گا اور ہم اطمینان سے لڑیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمد ﷺ کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اگر ہم ہلاک ہو گئے تو یلا سے ہو جائیں ہمارے پیچھے کوئی نسل یعنی بچے وغیرہ تو نہیں ہوں گے جن کا ہمیں خیال رہے اور اگر ہم فتح یاب ہو گئے تو خدا کی قسم عورتیں اور بچے ہمیں بہت مل جائیں گے۔

اس تجویز پر لوگوں نے کہا کہ کیا ہم ان بے چارے معصوموں کو قتل کر ڈالیں ان کے بعد پھر زندگی کا کیا مزہ رہے گا۔ کعب نے کہا اگر تم اس سے بھی انکار کرتے ہو تو تیسری بات یہ ہے کہ آج سنیچر کی رات ہے اور ممکن ہے کل ہمارا یوم سبت ہونے کی وجہ سے محمد ﷺ اور ان کے اصحاب آج غافل ہوں (کیونکہ سب جانتے ہیں کہ یہودی یوم سبت یعنی سنیچر کے دن کوئی خون ریزی وغیرہ نہیں کرتے)۔ اس لئے قلعہ سے نکلو اور ان پر حملہ کر دو ممکن ہے ہم محمد اور ان کے اصحاب کو غفلت میں مار لیں۔

Presented by Ziaraat.Com

قوم نے کہا کیا ہم اپنے مقدس یوم سبت میں خون ریزی اور فساد کریں اور ایسی حرکت نہ کریں جو ہمارے سے پہلوں میں کسی نے نہیں کی سوائے ایک گروہ کے جس کو سب ہی جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس حرکت کے نتیجہ میں ان کی صورتیں مسخ کردی گئی تھیں اور چہرے بگاڑ دیئے گئے تھے۔

عمرو ابن سعدی کی فہمائش...... (قال) عمرو ابن سعدی نے بنی قریظہ سے یہ کہا کہ محمد ﷺ کے ساتھ تمہارا جو معاہدہ تھا تم نے اس کو توڑ ڈالا ہے مگر میں تمہارے ساتھ اس میں شریک نہیں تھا۔ اب اگر تم محمد ﷺ کے دین میں داخل نہیں ہونا چاہتے تو اپنے یہودی مذہب پر ہی قائم رہو مگر مسلمانوں کو جزیہ کی رقم دے کر ان کی ذمہ داری میں آجاؤ۔ خدا کی قسم یہ تو میں نہیں جانتا کہ وہ جزیہ کی پیشکش قبول کرلیں گے یا نہیں مگر کوشش کر دیکھو۔ لوگوں نے کہا خدا کی قسم ہم عربوں کو اپنی جانوں کی حفاظت کا خراج دے کر ان کی غلامی قبول نہیں کرسکتے۔ اس سے تو ہمیں بہتر یہ ہے کہ ہم قتل ہوجائیں اس پر عمرو ابن سعدی نے کہا کہ بس تو پھر میں تم سے بری ہوں۔

اس کے بعد عمرو اسی رات قلعہ سے باہر نکلا راہ میں آنحضرت ﷺ کے حفاظتی دستہ کی طرف اس کا گذر ہوا اس دستہ کے سردار محمد ابن مسلمہؓ تھے۔ محمد ابن مسلمہ نے عمرو کو دیکھ کر پوچھا کون ہے۔ اس نے کہا میں عمرو ابن سعدی ہوں! ابن مسلمہ نے کہا جاؤ۔ اے اللہ! مجھے معزز لوگوں کی عزت افزائی سے محروم نہ فرمائیے۔ یہ کہہ کر ابن مسلمہ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ اس کے بعد کچھ معلوم نہیں کہ اس شخص کا کیا حشر ہوا اور یہ کہاں گیا۔ ایک قول ہے کہ پھر بعد میں اس کا ہڈیوں کا ڈھانچہ ملا۔ اس بات کی خبر آنحضرت ﷺ کو دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے اس شخص کو اس کی وفات کے ذریعہ نجات دے دی۔

ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بنی قریظہ کا محاصرہ کرنے سے پہلے عمرو نے یہودیوں سے کہا تھا کہ اے بنی قریظہ میں نے ایک عبرتناک منظر دیکھا جب مجھے بنی نضیر کے اپنے بھائیوں کے مکانات خالی نظر آئے جب ایک وقت تھا کہ ان کی عزت و شوکت مدتوں سے چلی آرہی تھی، ان کی سمجھ بوجھ اور عقل اور فراست کا شہرہ تھا لیکن اب وہ اپنا مال و دولت اور جائیدادیں چھوڑ کر جاچکے ہیں جن پر غیروں نے قبضہ کرلیا ہے وہ لوگ بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں سے نکلے۔ توریت کی قسم ایسی تباہی اس قوم پر ہرگز کبھی نہیں آئی جس کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت ہو۔ بنی قینقاع کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوچکا ہے حالانکہ ان کی بڑی تعداد تھی اور اپنے اسلحہ اور ہتھیاروں کی کثرت پر انہیں ناز تھا مگر انہیں آنحضرت ﷺ سے گفت و شنید کرنی پڑی اور آخر ان سب کو یثرب یعنی مدینے سے جلاوطن کر کے ہی چھوڑا گیا۔ اے قوم کے لوگو! تم سب کچھ دیکھ چکے ہو اس لئے آؤ میری بات مانو ہم محمد ﷺ کی اطاعت اور پیروی کرلیں۔ خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ وہ نبی ہیں اور ان کی نبوت کے متعلق ہمارے علماء بشارتیں اور خوش خبریاں دیتے آرہے ہیں۔

اس طرح عمرو ابن سعدی اپنی قوم کو جنگ کی تباہ کاریوں، گرفتاری و غلامی اور جلاوطنی سے ڈراتا اور سمجھاتا رہا۔ پھر وہ کعب ابن اسید کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ قسم ہے اس توریت کی جو میدان سینا کے کوہ طور پر موسیٰ پر نازل ہوئی تھی کہ اسی بات میں سارے جہان کا عزو شرف ہے (جو محمد ﷺ کہتے ہیں)

یہود کی زود پشیمانی اور آنحضرت ﷺ کا انکار...... ابھی یہ لوگ اسی قسم کی باتیں کررہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد اور ان کی حویلیوں کے محاصرہ کی خبر ملی۔ اس وقت عمرو نے کہا کہ میں یہی بات تم سے کہتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

جب رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کا محاصرہ کر لیا تو ایک قول کے مطابق بنی قریظہ نے آپ کے پاس نباش ابن قیس کو قاصد بنا کر بھیجا اور کہلایا کہ جس شرط پر آپ نے بنی نضیر کو جانے کی اجازت دے دی تھی اسی پر ہمیں بھی اجازت دے دیجئے کہ سوائے ہتھیاروں کے جو سامان اونٹوں پر بار ہو سکے ہم وہ لے کر یہاں سے جلاوطن ہو جائیں۔ مگر آنحضرت ﷺ نے ان کا خون معاف کرنے اور ان کی عورتوں و بچوں کو لونڈی غلام نہ بنانے سے انکار فرمادیا۔ تب یہود نے دوسرا پیغام بھیجا کہ اچھا نہ ہم مال و اسباب لے جائیں گے اور نہ ہتھیار لے جائیں گے اور نہ اور ہی کوئی چیز لیں گے (صرف اپنی جانیں بچا کر لے جانا چاہتے ہیں) مگر آنحضرت ﷺ نے اس سے بھی انکار فرمادیا اور کہلایا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے حکم پر باہر نکل آئیں۔ آخر نباش یہی جواب لے کر واپس آگیا۔

ابولبابہ کو بلانے کی درخواست...... اس کے بعد بنی قریظہ نے آنحضرت ﷺ کے پاس کہلایا کہ آپ ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دیں جن کا نام رفاعہ ابن منذر تھا تاکہ ہم اپنے معاملہ میں ان سے مشورہ کریں۔ یہ ابولبابہ قبیلہ اوس اور بنی قریظہ کے دوست اور حلیف تھے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ابولبابہ بنی قریظہ کے بہی خواہوں میں سے تھے کیونکہ ان کا مال و دولت اولاد اور خاندان کے لوگ بنی قریظہ میں تھے۔ غرض آنحضرت ﷺ نے ابولبابہؓ کو بنی قریظہ کے پاس بھیج دیا جیسے ہی یہود نے ان کو دیکھا وہ سب ان کے گرد جمع ہو گئے اور عورتیں و بچے روتے ہوئے ان کی طرف جھپٹے کیونکہ وہ سب محاصرے کی تنگی سے پریشان ہو چکے تھے اور مال و متاع ختم ہو رہا تھا۔ حضرت ابولبابہ کو ان کی حالت دیکھ کر ان پر رحم آیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے ابولبابہ تمہاری کیا رائے ہے آیا ہم محمد ﷺ کے حکم پر قلعہ سے نکل کر ان کے پاس چلے جائیں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ ساتھ ہی انہوں نے اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر اشارہ سے بتلایا کہ ذبح کئے جاؤ گے (یعنی آنحضرت ﷺ کا ارادہ تمہیں قتل کرنے کا ہے)

ایک روایت کے مطابق یہود نے ان سے کہا تمہاری کیا رائے ہے محمد ﷺ تو اس کے سوا کوئی بات نہیں مانتے کہ ہم ان کے حکم پر ان کے سامنے پہنچ جائیں۔ ابولبابہ نے کہا کہ بس تو پہنچ جاؤ مگر اشارہ سے بتلایا کہ ذبح کر دیئے جاؤ گے اس لئے مت جاؤ۔

ابولبابہ کو خیانت کا احساس...... ابولبابہ کہتے ہیں کہ اس اشارہ کے بعد ابھی میں اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا کہ مجھے احساس ہوا کہ خدا کی قسم میں نے اللہ و رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیانت کی ہے۔ لہٰذا ان کے یہ کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کو آنحضرت ﷺ کا حکم ماننے سے روکا جائے چنانچہ ان کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ لآیہ پ ۹ سورہ انفال ع ۳۔ آیت ۲۷

ترجمہ: اے ایمان والو تم اللہ اور رسول کے حقوق میں خلل مت ڈالو اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں خلل مت ڈالو اور تم تو اس کا مضر ہونا جانتے ہو۔ (ی) ایک قول ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ لآیہ

پ ۱۱ سورہ توبہ ع ۱۳ آیت ۱۰۲

ترجمہ: اور کچھ اور ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ بھلے اور کچھ برے۔ سو اللہ سے امید ہے کہ ان کے حال پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمادیں یعنی توبہ قبول کر لیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ آیت پہلے کے مقابلہ میں موقعہ کے زیادہ مناسب ہے۔ اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دونوں ہی آیتیں ابولبابہ کے متعلق نازل ہوئی تھیں پہلی آیت ان پر ملامت کو متوجہ کرنے کے لئے اور یہ دوسری آیت ان کی توبہ کے سلسلے میں نازل کی گئی۔ یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس آیت میں اللہ کے یہاں ان کی توبہ قبول ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے امید قائم رکھنا اپنی جگہ مسلّم ہے۔

ابولبابہ سے روایت ہے کہ جب بنی قریظہ نے آنحضرت ﷺ کے پاس مجھے بلانے کا پیغام بھیجا تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اپنے حلیفوں کے پاس جاؤ کیونکہ انہوں نے اوس میں سے تمہیں بلایا ہے چنانچہ میں ان کے پاس گیا تو کعب ابن اسید مجھے دیکھ کر اٹھا اور کہنے لگا کہ اے ابوبشیر تمہیں ہمارا حال معلوم ہے اس محاصرے سے ہم لوگ پریشان ہو چکے ہیں اور تباہی کے کنارے پہنچ گئے ہیں۔ ادھر محمد ﷺ اس وقت تک ہماری حویلیوں سے جانے کو تیار نہیں جب تک ہم ان کے حکم پر ان کے سامنے نہ پہنچ جائیں۔ اب اگر وہ ہمیں چھوڑ دیں تو ہم سرزمین شام یا خیبر میں جا کر بس جائیں۔ ہم کبھی ان کے خلاف کچھ نہیں کریں گے اور نہ ان کے مقابلے میں کوئی لشکر جمع کریں گے۔ اب تمہاری کیا رائے ہے ہم نے سب کو چھوڑ کر مشورہ کے لئے تمہیں ہی بلایا ہے کیا ہم محمد ﷺ کے حکم پر ان کے پاس پہنچ جائیں۔ ابولبابہ نے کہا ہاں! اور حلق سے ذبح کئے جانے کا اشارہ کیا۔ پھر ابولبابہ کہتے ہیں کہ فوراً ہی مجھے اپنی حرکت پر ندامت ہوئی اور میں نے اناللہ پڑھی۔ کعب نے میری کیفیت دیکھ کر پوچھا کہ ابولبابہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا میں نے اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کی۔ اس کے بعد میں بنی قریظہ سے واپس ہوا جبکہ اپنی حرکت پر میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

<u>پشیمانی اور خود کو سزا</u>...... یہاں سے ابولبابہ سیدھے چلے گئے آنحضرت ﷺ کے سامنے حاضر نہیں ہوئے یہ سیدھے مسجد نبوی میں پہنچے جہاں انہوں نے مسجد کے ستونوں سے ایک ستون کے ساتھ خود کو باندھ لیا۔ یہ ستون ساریہ تھا اس کو اسطوانہ کہا جاتا ہے۔ یہ ستون وہ تھا جو حضرت ام سلمہؓ کے حجرے کے دروازے کے سامنے تھا جو رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ ابولبابہ نے یہاں سخت دھوپ اور گرمی میں خود کو ستون سے باندھ لیا اس ستون کو اسطوانہ مخلقہ بھی کہا گیا اور اسطوانہ توبہ بھی کہا جاتا ہے مگر اسطوانہ مخلقہ زیادہ ثابت ہے اس اسطوانہ کے پاس ہی آنحضرت ﷺ اکثر نوافل پڑھا کرتے تھے صبح کی نماز کے بعد آپ اسی ستون کے پاس تشریف فرما ہوتے وہ فقیر فقراء مسکین اور بے گھر لوگ اسی ستون کے قریب جمع رہتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ ان لوگوں کے پاس بیٹھ کر وہ آیات تلاوت فرماتے جو اس رات نازل ہوتیں۔ غرض آپ ان سے باتیں کرتے اور وہ لوگ آپ سے باتیں کرتے۔

انہوں نے اپنے آپ کو بھاری زنجیر سے ستون کے ساتھ باندھا۔ اس وقت انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم اس وقت تک میں نہ کوئی چیز کھاؤں گا اور نہ پیئوں گا جب تک یا تو مجھے موت نہ آجائے اور یا میرے گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف نہ فرما دے۔ ساتھ ہی انہوں نے اللہ کے ساتھ عہد کیا کہ اب نہ میں کبھی بنی قریظہ کے محلے میں جاؤں گا اور نہ اس شہر کو دیکھوں گا جس میں میں نے اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی ہے۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس بات کی خبر پہنچی تو اگرچہ آپ نے ان کو اپنے پاس آنے کو فرمایا تھا مگر یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ وہ اگر میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا لیکن اب جبکہ وہ خود کو سزا دینے کے لئے ایسا کر گذرے ہیں تو میں ان کو اس وقت تک اپنے ہاتھ سے نہیں کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ فرمالے۔

مگر علامہ بیہقی نے لکھا ہے جو کتاب الدرّ میں بھی ہے کہ انہوں نے خود کو اس لئے باندھا تھا کہ انہوں

Presented by Ziaraat.Com

نے غزوہ تبوک میں شرکت سے پہلو بچایا تھا۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب یہود کے سامنے ابولبابہ نے گردن کی طرف اشارہ کر کے ان کو قتل کی اطلاع دی تو رسول اللہ ﷺ کو حق تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی اطلاع مل گئی چنانچہ ان کی واپسی کے بعد آپ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس ہاتھ سے غافل ہے جس کے ذریعہ تم ان کو قتل کی اطلاع دے رہے تھے۔ اس واقعہ کو کچھ عرصہ گذر گیا اور ابولبابہ آنحضرت ﷺ کے زیر عتاب رہے۔ پھر جب آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو ابولبابہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جو غزوہ سے جان بچا کر پیچھے رہ گئے۔ جب آنحضرت ﷺ اس غزوہ سے واپس تشریف لائے تو ابولبابہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا مگر آپ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس وقت ابولبابہ سخت گھبرائے اور پریشان ہو کر انہوں نے خود کو سار یہ ستون کے ساتھ باندھ لیا۔ بعض حضرات کو یہ روایت نہایت عجیب معلوم ہوئی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ یہ عجیب و غریب دعویٰ کرتے ہیں کہ ابولبابہ نے غزوہ تبوک سے گریز کرنے کی بناء پر ایسا کیا تھا۔

بنی قریظہ کی سپر اندازی...... غرض آخر کار بنی قریظہ کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر آپ کے پاس حاضر ہو گئے اور آپ کے حکم پر ان لوگوں کو باندھ کر ان کی مشکیں کس دی گئیں اور ان سب کو ایک طرف جمع کر دیا گیا ان سب کی تعداد چھ سو تھی ایک قول ہے کہ سات سو پچاس تھی جو سب لڑنے والے تھے۔ یہی تعداد حیی ابن اخطب کے حوالے سے پیچھے گذری ہے۔ نیز یہ بات اس قول کے بھی مخالف نہیں ہے جس کے مطابق وہ لوگ آٹھ سو اور سات سو کے درمیان تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ چار سو تھے مگر یہ بات بھی گزشتہ قول کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے اس کے بعد جو تعداد ہو وہ ان کے متعلقین یعنی بوڑھوں اور بیوی بچوں کی ہو جن کو اس قول میں شمار نہیں کیا گیا۔

ابن سلام کی ہمدردی...... غرض اس کے بعد یہودی عورتوں اور بچوں کو حویلیوں سے نکال کر ایک طرف جمع کیا گیا ان بچوں و عورتوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان پر عبد اللہ ابن سلام کو نگراں بنایا گیا (یہ بنی قریظہ کے لوگ قبیلہ اوس کے حلیف اور دوست تھے) ان لوگوں کو ان پر رحم آیا اور وہ مسلسل آکر آپ سے عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ ہمارے رحم و کرم پر ہیں اور ہمارے حلیف ہیں۔ آپ ابھی کچھ عرصہ پہلے ہمارے بھائیوں یعنی خزرج کے حلفوں یعنی بنی قینقاع کے ساتھ رحم کا معاملہ فرما چکے ہیں۔ یعنی آپ سے پہلے بنی قینقاع کی جان بخشی کر کے ان کو سامان سمیت مدینے سے چلے جانے کی اجازت دے دی گئی تھی اور وہ لوگ قبیلہ خزرج کے حلیف اور دوست تھے اور عبد اللہ ابن ابی قبیلہ خزرج ہی سے تھا۔ بنی قینقاع کے لوگ آنحضرت ﷺ کے حکم پر قلعہ سے نکل کر آپ کے سامنے حاضر ہو گئے تھے۔ پھر ان کے بارے میں عبد اللہ ابن ابی ابن سلول نے آنحضرت ﷺ سے گفتگو اور سفارش کی تھی جس پر آنحضرت ﷺ نے اس شرط کے ساتھ ان کی جان بخشی کر دی تھی کہ وہ لوگ فوراً مدینے سے جلاوطنی ہو کر کہیں چلے جائیں جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اوسیوں کی ہمدردی اور سعد ابن معاذ کا حکم...... اسی بناء پر اب قبیلہ اوس کو خیال ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے جس طرح بنی قینقاع کی جان بخشی کر کے ان کا فیصلہ قبیلہ خزرج کے حوالے فرما دیا تھا اسی طرح اب بنی قریظہ کی جان بخشی کر کے ان کو ہمارے حوالے فرما دیں گے۔ مگر جب قبیلہ اوس نے آپ سے یہ درخواست کی تو آپ نے بنی قریظہ کو وہ رعایت دینے سے انکار فرما دیا جو بنی قینقاع کو دی تھی پھر آپ نے اوس والوں سے فرمایا کہ

Presented by Ziaraat.Com

اے گروہ اوس! کیا تم لوگ اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ان یہودیوں کا فیصلہ تمہارے ہی قبیلہ کا کوئی آدمی کر دے۔ اوسیوں نے کہا بے شک ہم اس بات پر راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو وہ شخص سعد ابن معاذ ہیں یعنی جو قبیلہ اوس کے سردار ہیں وہ ان یہود کے متعلق جو بھی فیصلہ چاہیں کر دیں۔

ایک قول ہے کہ آپ نے اوسیوں سے فرمایا کہ میرے صحابہ میں سے جسے تم چاہو ان کا فیصلہ کرنے کے لئے چن لو۔ اوسیوں نے اس اختیار پر اپنے سردار سعد ابن معاذ کو چن لیا اس وقت یہی سردار قبیلہ تھے۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ ایک قول ہے کہ یہود نے کہا کہ ہم سعد ابن معاذ کے فیصلہ پر حاضر ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے اس بات کو مان لیا۔ اس وقت حضرت سعد ابن معاذؓ مسجد میں حضرت رفیدہ کے خیمہ میں تھے۔ چونکہ حضرت سعد غزوہ خندق کے موقعہ پر ایک تیر لگنے سے زخمی ہو گئے تھے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان کی قوم اوس سے کہا تھا کہ ان کو رفیدہ کے خیمہ میں رکھو تاکہ قریب رہیں اور میں بیمار پرسی کرتا رہوں۔ حضرت رفیدہ کا خیمہ مسجد میں تھا جہاں وہ ایسے زخمی صحابہ کی تیمار داری کیا کرتی تھیں جن کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا (آنحضرت ﷺ نے خندق کے موقعہ پر ان کو اپنے سے قریب رکھنے کے لئے حضرت رفیدہ کے خیمہ میں پہنچایا تھا)

سعدؓ سے اوسیوں کی سفارش...... غرض یہود کے اس پیغام پر قبیلہ اوس کے لوگ حضرت سعدؓ کے پاس اس خیمہ میں پہنچے انہوں نے حضرت سعد کو اٹھا کر ایک گدھے پر سوار کر لیا اور آنحضرت ﷺ کے پاس لائے وہ لوگ اپنے سردار سے کہتے جاتے تھے کہ اے ابو عمرو! اپنے غلاموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بنی قریظہ کے متعلق فیصلہ کا اختیار اسی لئے دیا ہے کہ آپ ان لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ لہٰذا آپ یہودیوں کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کیجئے۔ آپ ابن ابی کو دیکھ ہی چکے ہیں کہ ان کے حلیفوں یعنی قینقاع کے ساتھ کیا ہوا اور وہ خاموش تماشائی بنا رہا۔ غرض اس طرح جب قبیلہ اوس کے انصاری حضرت سعدؓ پر برابر اصرار کرتے رہے تو انہوں نے کہا۔

"سعد کے لئے وہ وقت آچکا ہے کہ اللہ کے معاملے میں اب اسے کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں ہے۔!"

یہ سن کر ان کی قوم کے بعض لوگوں نے (ان کے ہونے والے فیصلے کا اندازہ کر لیا اور) کہا کہ ہائے یہودی قوم۔ آخر حضرت سعدؓ آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے اس وقت مسلمان آنحضرت ﷺ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنے سردار کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ۔ اپنے سردار کو اتارو (کیونکہ وہ زخمی تھے) حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ سب سے بڑا سردار تو اللہ ہی ہے۔ ایک روایت میں انہوں نے اس کے بعد کہا کہ۔ اپنے بہترین آدمی یعنی مہاجر اور انصاری مسلمانوں میں بہترین آدمی کے اعزاز میں کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ لوگ کھڑے ہو کر ان کی طرف بڑھے۔ ساتھ ہی انہوں نے پھر حضرت سعد سے کہا کہ ابو عمرو! رسول اللہ ﷺ نے آپ کو آپ کے غلاموں کے متعلق اختیار دیا ہے کہ ان کے بارے میں آپ جو چاہیں فیصلہ کریں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جب حضرت سعدؓ کی سواری سامنے آئی تو ہم میں سے ہر شخص ان کے اعزاز میں کھڑا ہو گیا اور ہم نے دو صفیں بنا لیں یہاں تک کہ حضرت سعدؓ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا سعد ان لوگوں کے متعلق فیصلہ کرو۔ سعد نے عرض کیا کہ فیصلہ کا حق تو اللہ اور اس کے رسول کو ہی ہے۔ آپ نے

Presented by Ziaraat.Com

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں حکم دیا ہے کہ یہود کے بارے میں فیصلہ کرو۔ تب حضرت سعدؓ نے دوسری طرف بیٹھے ہوئے لوگوں سے یعنی اس طرف کے لوگوں سے جدھر آنحضرت ﷺ نہیں تھے کہا۔

"اس بارے میں تم لوگوں کو میں اللہ کے نام کا عہد دے کر پابند کرتا ہوں کہ ان لوگوں کے بارے میں میرا فیصلہ آخری اور قطعی ہوگا!"

لوگوں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر انہوں نے اس طرف دیکھا جدھر رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس طرف جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھی اسی کے پابند ہوں گے۔ یہ بات حضرت سعدؓ نے صرف ان لوگوں کی طرف دیکھ کر کہی جو آپ کے اِدھر اُدھر بیٹھے ہوئے تھے مگر آنحضرت ﷺ کے احترام میں انہوں نے آپ کی طرف رخ نہیں کیا (یعنی مقصد یہی تھا کہ آنحضرت ﷺ بھی میرے فیصلے کو قطعی اور آخری سمجھیں) چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت سعدؓ نے بنی قریظہ سے کہا کہ کیا تم لوگ میرے فیصلہ پر راضی ہو گے۔ انہوں نے کہا ہاں! حضرت سعد نے اللہ کے نام پر عہد و پیمان لیا کہ میں جو کچھ بھی فیصلہ کر دوں وہ آخری ہوگا۔

سعدؓ کا فیصلہ...... اس کے بعد حضرت سعد نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

"میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ ہر اس شخص کو قتل کر دیا جائے جس کے زیر ناف بالوں پر استرا لگ چکا ہے۔ ان کا مال و دولت بطور مال غنیمت کے لئے لیا جائے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنا لیا جائے۔ بعض علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ۔ ان کی جائیدادیں یعنی مکانات صرف مہاجر مسلمانوں کو دیئے جائیں جن میں انصاریوں کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔"

یہ سن کر انصاریوں نے کہا کہ مہاجرین ہمارے بھائی ہیں ان کے ساتھ ہمارا حصہ بھی ہونا چاہئے۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں یہ لوگ تمہارے ضرورت مند نہ رہیں۔ فیصلہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ تم نے ان لوگوں کے بارے میں سات آسمانوں کے اوپر اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ ایک قول ہے کہ۔ آسمان کو رقعہ اس لئے کہا گیا کہ وہ ستاروں سے لگا ہوا ہے۔ ایک صحیح حدیث میں سات آسمانوں کی بلندیوں کے الفاظ آئے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اس فیصلے کی شان بہت بلند اور اونچی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سحر کے وقت فرشتے نے آکر مجھے اس فیصلہ کی اطلاع دی تھی۔

مال غنیمت...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ بنی قریظہ کی حویلیوں میں جو کچھ ہتھیار وغیرہ اور مال و متاع ہے وہ سب ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ سب سامان نکال کر ایک جگہ ڈھیر کر دیا گیا۔ اس سامان میں ایک ہزار پانچ سو تلواریں تھیں، تین سو زرہیں دو ہزار نیزے اور پانچ سو ترکش اور کمانیں تھیں۔ اس کے علاوہ بے شمار مال و دولت، برتن بھانڈا اور پانی ڈھونے والے اونٹ وغیرہ اور کثیر تعداد میں مویشی اور بکریاں تھیں پھر اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ نکالا گیا اس میں قیدی اور یہاں تک کہ گھریلو چیزیں بھی شامل تھیں۔ غرض ان سب چیزوں کے پانچ حصے کیے گئے۔ ان میں سے چار حصے لوگوں میں تقسیم کیے گئے گھوڑے سوار کو تین تین حصہ کے برابر دیا گیا یعنی ایک حصہ سوار کا اور حصہ دو حصے گھوڑے کے اور پیدل کو ایک ایک حصہ دیا گیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ پہلا فیئ کا مال ہے جو حصہ وار دیا گیا۔

اس غزوہ میں جو عورتیں شریک ہوئیں ان کو بھی تھوڑا تھوڑا حصہ دیا گیا ایسی عورتیں یہ تھیں۔

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ، ام عمارہ، ام سلیط، ام علاء سمیراء بنت قیس، ام سعد ابن معاذ اور کبشہ بنت رافع مگر ان عورتوں کو حصہ دار نہیں دیا گیا۔ خود آنحضرت ﷺ نے اس مال کا ایک جزء لیا جو پانچواں حصہ تھا۔ بعض علماء نے یوں لکھا ہے کہ یہ پہلا فئی کا مال ہے جس میں دو دو حصے کیے گئے اور اس کو پانچ کے دو دو حصوں پر تقسیم کیا گیا اور ایک حصہ اللہ کے نام کا مخصوص کیا گیا پھر آپ نے اس میں سے وہ حصہ لیا جو آپ کے لئے نکلا تھا اور پھر اسی طریقہ پر غنیمتوں کی تقسیم ہونے لگی۔ جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ پہلا فئی کا مال ہے جس میں دو دو حصے کیے گئے تو اس بارے میں شبہ ہے کیونکہ یہ صورت بنی قینقاع کے غزوہ کے موقعہ پر بھی پیش آچکی تھی کیونکہ اس غزوہ میں جو فئی کا مال حاصل ہوا تھا اس کے بھی پانچ حصہ کیے گئے تھے جن میں سے ایک یعنی پانچواں حصہ آنحضرت ﷺ نے لیا تھا اور باقی چار حصے صحابہ میں تقسیم کئے گئے تھے۔

بنی قریظہ کے یہاں سے شراب کے مٹکے بھی بر آمد ہوئے تھے مگر ان کو الٹ کر بہادیا گیا اور اس کے پانچ حصے یا تقسیم نہیں کی گئی۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب اس سے پہلے ہی حرام ہو چکی تھی۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کے متعلق حکم دیا کہ ان کے مردوں کو اسامہ ابن زید کے مکان میں پہنچا دیا جائے اور عورتوں کو حرث نجاری کی بیٹی کے مکان میں رکھا جائے کیونکہ یہ مکان عرب کے آنے والے وفدوں کے قیام کے لئے استعمال کیے جاتے تھے۔ ایک قول ہے کہ عورتوں کو کبشہ بنت حرث ابن کریز کے مکان میں پہنچا دیا گیا تھا۔ یہ عورت مسیلمہ کذاب کی بیوی تھی پھر اس کے بعد عامر ابن کریز اس عورت کا مالک بن گیا تھا۔ اسی عورت کے مکان میں بنی حنیفہ کا وفد آکر ٹھہرا تھا جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔ ساتھ ہی بنی قریظہ سے جو مال و اسباب حاصل ہوا تھا اس کے بارے میں حکم دیا گیا کہ اس کو بھی اٹھا لیا جائے البتہ مویشیوں کو چرنے کے لئے وہیں چھوڑ دیا گیا۔

قتل کے فیصلے کی تکمیل...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینے کو واپس ہوئے پھر آپ مدینے کے بازار میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے گڑھے کھدوائے۔ اس کے بعد آپ نے یہودی قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ قیدیوں کو وہیں لایا گیا جن کی گردنیں مار مار کر ان گڑھوں میں ڈالا گیا۔ کسی شخص نے بنی قریظہ کے سردار کعب ابن اسید سے اس وقت کہا کہ کعب تم دیکھ رہے ہو ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جارہا ہے۔ کعب نے کہا۔ "تم لوگوں نے ہمیشہ ہی ناسمجھی کا ثبوت دیا ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم میں سے جو شخص چلا جاتا ہے وہ کبھی نہیں لوٹتا۔ خدا کی قسم اس وقت تمہارا قتل عام ہو رہا ہے جبکہ میں نے تم لوگوں کو اس کے علاوہ دوسری بات کی دعوت دی تھی مگر تم نے میری ہر بات رد کر دی۔"

لوگوں نے کہا کہ چھوڑو یہ وقت غصہ اور ناراضگی کا نہیں ہے ان لوگوں میں یہ بحث ہوتی رہی یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ رات کے وقت قتل سے فارغ ہو گئے۔ بنی قریظہ کا یہ قتل آگ کی روشنی میں کیا گیا۔ ان لوگوں کی لاشوں کو گڑھوں میں گرا کر ان پر مٹی ڈال دی گئی۔ ان لوگوں کے قتل کے وقت ان کی عورتیں چیخ چیخ کر رونے لگیں انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے بال نوچ لئے اور منہ پیٹ لئے سارا مدینہ ان کے شور و بکاء سے گونج اٹھا۔

حیی کا آخری کلام...... یہود کے جن لوگوں کو قتل کے لئے لایا گیا ان میں حیی ابن اخطب بھی تھا اس کے دونوں ہاتھ گردن پر رکھ کر رسی سے باندھے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا۔ کہ اے خدا

Presented by Ziaraat.Com

کے دشمن کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے ہمارے قابو میں نہیں ڈالا۔ حیی نے کہا بے شک اللہ کو یہی منظور تھا کہ میں آپ کے قابو میں آجاؤں مگر خدا کی قسم میں آپ کی دشمنی کے لئے اپنے آپ کو ملامت نہیں کر سکتا البتہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو رسوا اور خوار کرنا چاہے وہ خوار ہو کر رہتا ہے۔

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے حیی سے فرمایا کہ کیا اللہ نے تجھ پر ہمیں کامیاب نہیں کر دیا تو حیی نے کہا بے شک ہم نے ہر طرح کوشش کر کے دیکھ لی مگر حقیقت یہ ہے کہ جو آپ کو رسوا کرنا چاہے وہ خود رسوا ہو جاتا ہے۔ تو گویا حیی کا یہ جملہ جو ہے کہ جو آپ کو رسوا کرنا چاہے گا۔ دوسرے جملہ کی طرح ہے اور شعر میں بیان کیا گیا ہے اس کا پہلا جملہ یوں تھا کہ جس کو اللہ رسوا کرے وہ رسوا ہوتا ہے کیونکہ حیی کے یہ کلمات نظم کئے گئے ہیں (اور نظم کے الفاظ میں فرق ہے)۔

غرض اس کے بعد حیی لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور بولا کہ لوگو! کچھ مضائقہ نہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے جو سزا مقرر فرمائی تھی اور جو تباہی اس کا مقدر بن چکی تھی وہ پوری ہو گئی۔ اس کے بعد حیی بیٹھ گیا اور اس کی گردن مار دی گئی۔ (قال) بنی قریظہ کے سردار کعب ابن اسید کو جب قتل کے لئے سامنے لایا گیا تو آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اے کعب!! اس نے کہا کیا ہے ابو القاسم! آپ نے فرمایا تم نے ابن خراش کی نصیحتوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جو میری تصدیق کرتا تھا۔ اس نے تمہیں نصیحت کی تھی کہ میری اطاعت اور پیروی کرنا اور اگر تم میرا زمانہ پاؤ تو مجھ سے اس کا سلام کہنا۔ کعب نے کہا بے شک توریت کی قسم ابو القاسم ایسا ہی تھا اور اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ یہود کے لوگ مجھے شرم دلائیں گے کہ میں سر پر تلوار دیکھ کر ڈر گیا تو میں آپ کی اطاعت کر لیتا اس لئے میں یہودی مذہب پر ہی مرتا ہوں۔!! اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے حکم پر اس کو آگے لایا گیا اور گردن مار دی گئی۔ یہودیوں کے اس قتل کے نگراں حضرت علیؓ اور حضرت زبیر ابن عوامؓ تھے (یعنی یہ دونوں یہود کو قتل کر رہے تھے)

اقول۔ مولف کہتے ہیں: کتاب امتاع میں ہے کہ سعد ابن عبادہ اور حباب ابن منذرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ قبیلہ اوس کے لوگ یہودیوں کے اس قتل عام کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں کیونکہ بنی قریظہ کے لوگ اوسیوں کے حلیف اور دوست تھے۔ یہ سن کر اوس کے سردار حضرت سعد ابن معاذؓ نے کہا کہ نہیں اوس کے قبیلے میں ایک شخص بھی اس بات پر ناخوش نہیں ہے اسی میں خیر ہے جو شخص اس کو ناپسند کرتا ہے اللہ اس سے راضی نہیں ہے۔ اسی وقت حضرت اسید ابن حضیر کھڑے ہوئے اور بولے کہ یا رسول اللہ! اوسیوں کا کوئی گھرانہ ایسا نہ چھوڑیئے جس میں یہ یہودی تقسیم نہ ہو جائیں (اور ہر گھرانے کے لوگوں کے ہاتھوں قتل نہ ہو جائیں) چنانچہ ان یہودیوں کو انصاریوں میں تقسیم کیا گیا اور انہوں نے ان کو قتل کیا۔ یہاں تک کتاب امتاع کا حوالہ ہے۔

یہاں جو یہ جملہ ہے کہ۔ انہوں نے ان کو قتل کیا۔ تو ان سے مراد ظاہری طور پر قبیلہ اوس کے لوگ ہی ہیں اور یہاں انصار سے مراد صرف اوس کے لوگ ہی ہیں۔ اس سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ممکن ہے قبیلہ اوس کے ان لوگوں سے مراد جنہوں نے اس قتل عام کو ناپسند کیا ان میں کی ایک مخصوص جماعت رہی ہو اور جو یہودی اس جماعت کے گھروں میں بھیجے گئے ہوں ان کو ان اوسیوں نے ہی قتل کیا ہو اور باقی تمام یہودیوں کو حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے قتل کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک یہودی عورت کا قتل...... یہودی عورتوں میں سوائے ایک عورت کے کسی کو قتل نہیں کیا گیا ایک عورت جس کا نام بنانہ اور ایک قول کے مطابق مزنہ تھا عورتوں کے درمیان سے نکال کر قتل کی گئی۔ اس نے حضرت خلاد ابن سوید پر محاصرہ کے دوران اوپر سے چکی کا پاٹ پھینکا تھا جس سے وہ ختم ہو گئے تھے یہ حرکت اس نے اپنے شوہر کی ہدایت پر کی تھی کیونکہ وہ اس کو پسند نہیں کرتا تھا کہ اس کی بیوی اس کے بعد زندہ رہے اور کسی دوسرے شخص سے شادی کرے (لہٰذا اس سے یہ قتل کرا دیا تاکہ بدلے میں وہ بھی قتل کر دی جائے) آنحضرت ﷺ نے مال غنیمت میں سے ان خلاد ابن سوید کا حصہ نکالا اور فرمایا کہ ان کو دو شہیدوں کا اجر ثواب ملا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے سنان ابن محصن کا حصہ بھی نکالا جو یہود کے محاصرے کے زمانے میں وفات پا گئے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ یہودی عورتوں میں ایک کے سوا کوئی قتل نہیں کی گئی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم جس وقت رسول اللہ ﷺ بازار میں یہودیوں کو قتل کرا رہے تھے اس وقت وہ میرے پاس بیٹھی ہوئی مجھ سے باتیں کر رہی تھی اور بے تحاشہ قہقہے لگا رہی تھی (اس کا نام بنانہ تھا اور) یہ ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ دراصل جس وقت یہودی قتل کئے جا رہے تھے اس وقت یہ لڑکی بنانہ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں آبیٹھی تھی۔ غرض حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ یہ ہنسی مذاق کر رہی تھی کہ اچانک کسی نے پکار کر پوچھا کہ بنانہ کہاں ہے۔ اس نے کہا کیا واقعی مجھے پکارا جا رہا ہے۔ عائشہؓ نے کہا چھوڑو تم سے کیا واسطہ۔ اس نے کہا شاید مجھے قتل کیا جائے۔ میں نے کہا کیوں۔ اس نے کہا کہ اس جرم کی وجہ سے جو مجھ سے سرزد ہو گیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق اس نے حضرت عائشہؓ کے پوچھنے پر بتلایا کہ مجھے میرے شوہر نے ہلاکت میں ڈال دیا۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کیسے۔ تو اس نے کہا کہ میرے شوہر نے محاصرہ کے دوران مجھے حکم دیا کہ محمد ﷺ کے اصحاب پر پتھراؤ کرو جو قلعہ کے باہر نیچے دیوار کے سائے میں بیٹھے ہیں۔ چنانچہ میں فصیل پر گئی تو مجھے خلاد ابن سوید نظر آئے۔ میں نے ایک پتھر اٹھا کر ان کے سر پر دے مارا جس سے وہ وہیں مر گئے۔ اب ان کے لئے میں مجھے قتل کیا جائے گا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ۔ میں بنی قریظہ کے ایک شخص کی بیوی ہوں مجھ میں اور میرے شوہر میں اس قدر محبت تھی کہ مشکل سے کسی شوہر بیوی میں ہوگی۔ اب جبکہ ہمارا محاصرہ کر لیا گیا اور اس میں انتہائی تنگی اور سختی پیدا ہو گئی تو ایک دن میں نے بڑی حسرت کے ساتھ اپنے شوہر سے کہا کہ آہ یہ وصال کے تابناک دن ختم ہو رہے ہیں اور ان کی جگہ اب ہجر و فراق کی گھڑیاں ہمارا انتظار کر رہی ہیں تمہارے بعد یہ زندگی کیسے گزرے گی۔ میرے شوہر نے کہا اگر تم اپنی محبت کے دعوی میں سچی ہو تو میرے ساتھ آؤ حویلی کے نیچے دیوار کے سائے میں مسلمان بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر زبیر ابن بطاء نے کہا تم ان کے اوپر پتھر مارو اگر کسی کے پتھر پڑ گیا تو وہ وہیں مر جائے گا۔ اور اس کے بعد اگر مسلمان ہم پر غالب آگئے تو وہ تمہیں بھی اس مسلمان کے بدلے میں قتل کر دیں گے جس کے نتیجہ میں تم میرے پاس پہنچ جاؤ گی) چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا (اور خلاد ابن سوید کو قتل کر دیا)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد مسلمان اس کو لے گئے اور اس کی گردن مار دی گئی حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ خدا کی قسم مجھے اس کی خوش مزاجی اور اس وقت ہنسنے ہنسانے پر تعجب ہے حالانکہ وہ جانتی تھی کہ عنقریب وہ قتل کی جائے گی۔

یہودی کا احسان اور مسلمان کی احسان شناسی..... پیچھے زبیر ابن بطاء کا نام گزرا ہے لفظ زبیر میں زپر زبر

Presented by Ziaraat.Com

ہے اور ب پر زیر ہے بنی قریظہ میں ایک شخص زبیر ابن باطاء تھا اسکے پوتے کا نام بھی زبیر ہی تھا جو اسکے بیٹے عبدالرحمٰن کا بیٹا تھا اس لئے ان عبدالرحمٰن کا نام بھی دادا کی طرح زبیر تھا۔ایک قول جو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں پیش کیا ہے یہ ہے کہ اس لفظ زبیر میں ز پر پیش ہے اور ب پر زبر ہے یہ شخص بہت بوڑھا آدمی تھا۔اس نے جاہلیت کے زمانے میں جنگ بعاث کے موقعہ پر ثابت ابن قیس پر ایک احسان کیا تھا۔یہ جنگ بعاث وہی جنگ ہے جو آنحضرت ﷺ کے مدینے آنے سے پہلے اوس و خزرج کے درمیان ہوئی تھی۔اس جنگ میں انجام کار اوس کو خزرج پر فتح حاصل ہوئی تھی جیسا کہ بیان ہوا۔اس نے جنگ کے موقعہ پر ثابت کو پکڑ لیا تھا اور اس کی پیشانی پر زخم لگا کر پھر اسے چھوڑ دیا تھا (اب بنی قریظہ کی گرفتاری اور قتل کے موقعہ پر ثابت نے زبیر کے احسان کا بدلہ اتارنا چاہا، چنانچہ ثابت زبیر کے پاس آئے اور بولے کہ اے ابو عبدالرحمٰن کیا مجھے پہچانتے ہو۔زبیر نے کہا کیا میں تمہیں بھول سکتا ہوں۔ثابت نے کہا میں تمہارے احسان کا بدلہ چکانا چاہتا ہوں جو تم نے مجھ پر کیا تھا۔زبیر نے کہا کہ شریف آدمی شریف کے احسان کو یاد رکھا کرتا ہے۔میں حقیقت میں آج تمہارا محتاج ہوں۔

زبیر کا لقب ابو عبدالرحمٰن تھا اس کے بیٹے عبدالرحمٰن نے رفاعہ کی ایک عورت سے شادی کر لی تھی مگر ایک مرتبہ اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر فریاد کی کہ میرے شوہر کا عضو تناسل کپڑے کی بتی کی طرح موم ہے (یعنی وہ شخص قوت مردمی سے محروم ہے) لہذا میں چاہتی ہوں کہ وہ مجھے علیحدہ کر دے۔

غرض زبیر سے بات کرنے کے بعد ثابت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ زبیر کا مجھ پر ایک احسان ہے اور میں اس کے احسان کا بدلہ دینا چاہتا ہوں لہذا آپ اس کا خون مجھے ہبہ کر دیجئے (یعنی زبیر کو میرے حوالے کر دیجئے کہ چاہے قتل کروں یا چھوڑ دوں) آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ تمہارا ہو گیا۔اب ثابتؓ زبیر کے پاس آئے اور بولے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہاری جان مجھے ہبہ کر دی ہے اور میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں۔زبیر نے کہا کہ مجھ جیسا ایک بوڑھا آدمی بغیر بیوی بچوں کے زندہ رہ کر کیا کرے گا۔ثابت کہتے ہیں میں پھر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور بولا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اس کے بیوی بچوں کو بھی چھوڑ دیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا وہ بھی تمہیں دیئے گئے۔اس کے بعد میں نے زبیر کو آکر بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہارے بیوی بچوں کو بھی مجھے ہبہ کر دیا ہے اور میں ان کو تمہیں دیتا ہوں۔زبیر نے کہا حجاز کے اس گھرانے کے پاس اگر مال و دولت نہ رہے تو ایسی زندگی سے کیا فائدہ۔ثابتؓ کہتے ہیں میں پھر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور بولا کہ یا رسول اللہ! اس کا مال و متاع بھی دے دیجئے آپ نے فرمایا وہ بھی تمہیں دیدیا ہے اور وہ اب تمہارا ہے تب زبیر نے کہا۔

"اے ثابت! تم نے میرے احسان کا بدلہ اتار دیا ہے اور اب میرا کوئی اخلاقی قرض تم پر نہیں ہے مگر یہ بتاؤ کہ اس شخص کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے جس کا چہرہ ایک روشن آئینے کی طرح تھا جس میں قبیلہ کے خدوخال نمایاں رہتے تھے اور جس کا نام کعب ابن اسید تھا۔

یعنی بنی قریظہ کا سردار تھا۔میں نے کہا وہ قتل ہو چکا ہے۔پھر اس نے کہا کہ اس شخص کا کیا بنا جو شہریوں اور دیہاتوں کا سہارا تھا یعنی جو فقر و فاقہ اور قحط سالی کے دوران لوگوں کا سہارا تھا اور ان کے پیٹ بھرتا تھا اور جس کو حیی ابن اخطب کہا جاتا تھا۔میں نے کہا وہ بھی قتل ہو چکا ہے۔پھر زبیر نے پوچھا۔اور اس قائد کا کیا ہوا جو کوچ کے وقت ہماری قافلہ سالاری کیا کرتا تھا اور خوف کے وقت ہماری پشت پناہی کرتا تھا اور جس کا نام عزال ابن

Presented by Ziaraat.Com

سموال قتل ہو چکا ہے میں نے کہا وہ بھی قتل ہو چکا ہے۔ پھر اس نے کہا۔ اور بنی کعب ابن قریظہ اور بنی عمرو ابن قریظہ کے وہ لوگ کیا ہوئے جن کے دم سے دونوں خاندانوں کی مجلسیں آباد تھیں۔ میں نے کہا وہ سب بھی قتل ہو چکے ہیں۔ تب زبیر نے کہا۔

"تو اے ثابت! میں تم سے تمہارے احسان کے نام پر درخواست کرتا ہوں کہ مجھے بھی میری مرحوم قوم کے پاس پہنچادو۔ خدا کی قسم ان سب لوگوں کے بعد اب زندگی کا مزہ ہی کیا رہا۔ کیا میں ان گھروں میں تنہا بھٹکتا پھروں جن کے در و دیوار میں ان کی خوشبوئیں رچی بسی ہوئی ہیں۔ ان گھروں کی ویرانیوں کو میں اپنی تنہائیوں سے کیسے آباد کروں گا۔ نہیں۔ مجھے اس زندگی کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کی قسم میں اتنی دیر بھی ان ویران بستیوں میں نہیں رہ سکتا جتنی دیر میں ایک ڈول کا پانی خالی ہوتا ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ۔ جتنی دیر میں ایک پیاسا ڈول سے پانی پیتا ہے۔ بس تم مجھے بھی میرے ان ہی دوستوں کے پاس پہنچادو۔!"

ثابت کہتے ہیں کہ آخر میں زبیر کو مقتل میں لے کر آیا جہاں اس کی گردن مار دی گئی۔ ایک قول ہے کہ کی اس درخواست اور خواہش پر ثابت نے کہا کہ میں اپنے ہاتھ سے تمہیں ہرگز قتل نہیں کروں گا۔ اس پر زبیر نے کہا مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کون مجھے قتل کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت زبیر ابن عوام نے اس کو قتل کر دیا۔

حضرت ابو بکرؓ کو جب زبیر کا یہ جملہ پہنچا کہ مجھے میرے دوستوں کے پاس پہنچادو تو انہوں نے کہا خدا کی قسم وہ ان سے دوزخ کی آگ میں ہی ملے گا جہاں وہ ابدالآباد تک رہنے والے ہیں۔

کتاب اصل میں یہ حدیث حضرت ابو عبیدہ کے حوالے سے ہے جس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابتؓ سے یہ فرمایا تھا کہ اگر زبیر مسلمان ہو جائے تو اس کے بیوی بچے اور اس کا مال تمہیں ہبہ ہے مگر چونکہ زبیر مسلمان نہیں ہوا تھا اس لئے اس کی بیوی اور اس کا مال سب فئی کے مال میں ہی شمار کیا گیا۔

بنی قریظہ کے نابالغ بچے اور عورتیں...... جہاں تک قتل ہونے والوں کا تعلق ہے تو صرف وہ لوگ قتل کئے گئے جو جوان اور بالغ ہو چکے تھے جو لوگ جوان نہیں ہوئے تھے ان کو غلام بنالیا گیا۔ حضرت عطیہ قرظی کہتے ہیں کہ اس وقت میری عمر لڑکپن کی تھی چنانچہ قرظیوں کے قتل کے وقت مسلمانوں نے مجھے نابالغ قرار دیا اور میرے قتل سے باز رہے (بعد میں یہ مسلمان ہو گئے) اسی طرح رفاعہ سبزہ آغاز یعنی جوان ہو چکے تھے لہٰذا ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا گیا مگر انہوں نے سلمیٰ بنت قیس یعنی ام منذر کی پناہ حاصل کر لی جو آنحضرت ﷺ کی خالاؤں میں سے ایک تھیں یعنی آپ کے دادا عبدالمطلب کی خالاؤں میں سے ایک تھیں کیونکہ یہ ام منذر بنی نجار میں سے تھیں (جو عبدالمطلب کی ننھیال تھی) غرض جب رفاعہ سلمیٰ کی پناہ میں آئے تو سلمیٰ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں رفاعہ کو مجھے ہبہ کر دیجئے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ نے رفاعہ کو سلمیٰ کے حوالے کر دیا جس کے بعد رفاعہ مسلمان ہو گئے تھے۔

اس طرح بنی قریظہ سے حضرت سعد ابن معاذؓ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی کیونکہ غزوہ خندق کے دوران جب وہ ایک تیر سے زخمی ہوئے تھے تو انہوں نے اللہ سے دعا مانگتے ہوئے کہا تھا کہ اے اللہ! مجھے اس وقت تک نہ اٹھائیے جب تک بنی قریظہ کے انجام سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ حضرت سعدؓ نے یہ دعا اس رات میں

Presented by Ziaraat.Com

مانگی تھی جس کی صبح کو بنی قریظہ نے آنحضرت ﷺ کے سامنے حاضر ہو کر ہتھیار ڈال دیئے تھے جس کی تفصیل بعض روایات کی بنیاد پر پیچھے گذری ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت سعدؓ نے دو مرتبہ مانگی ہو۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی تھی کہ مجھے اس وقت تک موت نہ دیجئے جب تک بنی قریظہ کے انجام سے میرے دل کو آرام نہ آجائے۔

نیچے قصیدہ ہمزیہ کے جو شعر نقل کئے جا رہے ہیں شاید ان میں شاعر نے بنی قریظہ کے ان گستاخانہ کلمات کا ذکر کیا ہے جو یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کی شان میں کہے جبکہ بنی قریظہ کے بعض سر کردہ لوگوں نے انہیں عہد شکنی اور بد کلامی سے روکا بھی تھا۔ اس عہد شکنی کا سبب حیی ابن اخطب تھا جس نے بنی قریظہ کو ورغلایا تھا اور انہوں نے احزابی لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف ساز باز کیا۔ قصیدہ ہمزیہ کے اشعار یہ ہیں۔

وتعدوا الی النبی حدودا
کان فیہا علیہم العدواء

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کے معاملے میں ان لوگوں نے حدود سے تجاوز کیا اور اسی لئے رسول اللہ ﷺ کو ان پر حملہ آور ہونا پڑا

واطمانوا بقول الاحزاب
اخوانہم اننا لکم اولیاء

بنی قریظہ کے لوگ احزابی لشکر کی اس بات سے مطمئن ہو گئے کہ ہم تمہارے ذمہ دار اور پشت پناہ رہیں گے۔

وبیوم الاحزاب اذ زاغت
الابصار فیہ وضلّت الاماء

ترجمہ: بلانگ احزاب جس میں لوگوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور کسی کی یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں۔

ونعا طوافی احمد منکرالقول
ونطق الاراذل العوراء

ترجمہ: اور آنحضرت ﷺ کے بارے میں نہایت بیہودہ باتیں کی گئیں یہاں تک کہ ذلیل لوگ بھی بیہودہ گوئی پر اتر آئے۔

کل رجس یزیدہ الخلق السوء
سفا ھاوالملة العوجاء

ترجمہ: بدترین بیہودہ گوئی کی گئی جس کو پست اخلاق نے اور بڑھا دیا اور یہ سب ان لوگوں نے اپنی کج فہمی اور حماقت کی وجہ سے کیا۔

فانظروا کیف کان عاقبة القوم
وما ساق للبذی البذاء

ترجمہ: دیکھو کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا ان کی بیہودہ گوئی نے کس قدر پستی تک پہنچا دیا۔

وجد السب فیہ سماولم یدر
اذا لیم فی مواضع باء

ترجمہ: گالیاں دینا ان کے حق میں زہر بن گئیں اور وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ (لفظ سَبَ یعنی گالی میں) ب

Presented by Ziaraat.Com

جو ہے وہ ہے (یعنی سم بمعنی زہر)

کان　من　فیہ　قتلہ　بیدیہ

فھومن　سوء　فعلہ　الوباء

ترجمہ : جو لوگ آنحضرت ﷺ کے اشارہ پر قتل ہوئے وہ اپنے ہی بدترین افعال کے نتیجہ میں ہلاک ہوئے ہیں۔

اوھو النحل　قرصھا　یجلب

الحیف　المھا　زمالہ　النکاء

یا یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ بد عقلی ایک مکھیوں کا چھتا ہے جو میٹھا نظر آتا ہے مگر اس کی طرف ہاتھ بڑھانے میں تباہی ہے جس میں چھتے کا کوئی قصور نہیں ہے۔

اس غزوۂ بنی قریظہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ آئندہ کبھی قریش تم سے لڑنے کے لئے نہیں نکلیں گے بلکہ تم ہی ان کی سرکوبی کے لئے نکلا کرو گے۔ چنانچہ اس کے بعد ایسا ہی ہوا۔ اور پیچھے گذرا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ جملہ غزوۂ احزاب کے ختم ہونے کے بعد فرمایا تھا۔

سعد ابن معاذ کی وفات...... ادھر غزوۂ احزاب کے دوران حضرت سعد ابن معاذ کے ہاتھ میں جو زخم آیا تھا وہ خراب ہونے اور بڑھنے لگا اس میں سے خون جاری ہو گیا آنحضرت ﷺ کو پتہ نہیں تھا کہ ان کے زخم سے خون بہہ رہا ہے آپ نے اسی حالت میں ان کو سینے سے لگایا اور خون آپ کے اوپر بھی لگ گیا۔

غرض آخر ایک روز اسی زخم کی بناء پر حضرت سعد ابن معاذؓ کی وفات ہو گئی یہاں تک کہ ان کی لاش کو حضرت رفیدہ کے خیمہ سے ان کے مکان پر پہنچا دیا گیا جبکہ آنحضرت ﷺ کو اب تک وفات کا بھی علم نہیں تھا۔ آخر رات میں حضرت جبرئیل ریشمی موتیوں کا عمامہ پہنے ہوئے آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھنے لگے کہ اے محمد ﷺ یہ کون مرد صالح ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ یہ کس شخص کی میت ہے جس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور جس کی وجہ سے عرش الٰہی ہل گیا ایک روایت میں عرش رحمٰن ہے۔ یعنی جس کی روح کے استقبال کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے اور جس کی آمد کی خوشی میں عرش الٰہی ہلنے لگا۔ امام نووی نے کہا ہے کہ عرش کا ہلنا دراصل حضرت سعدؓ کی روح کے استقبال کے لئے فرشتوں کی مسرت تھی۔ یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ عرش کے ہلنے کو فرشتوں کی مسرتوں سے تعبیر کرنے کی ضرورت تو جب ہی پیش آسکتی ہے جبکہ عرش کا ہلنا محال ہو۔ غرض جبرئیلؑ سے یہ سنتے ہی آنحضرت ﷺ تیزی کے ساتھ حضرت سعدؓ کی طرف روانہ ہوئے جہاں آپ نے ان کو مردہ پایا۔

حضرت سعدؓ کی فضیلت و تدفین...... حضرت سلمہ ابن اسلم ابن حریش سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حضرت سعدؓ کے مکان میں داخل ہوئے تو وہاں اس وقت کوئی نہیں تھا بلکہ حجرے میں تنہا لاش کپڑے سے ڈھکی ہوئی رکھی تھی مگر میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ پنجوں کے بل (اس طرح) چل رہے ہیں (جیسے بڑے مجمع اور بھیڑ میں آدمی چلتا ہے) ساتھ ہی آپ نے مجھے اشارہ کیا کہ ٹھہر جاؤ چنانچہ میں رک گیا اور واپس لوٹ گیا۔ آنحضرت ﷺ کچھ دیر لاش کے پاس بیٹھے اس کے بعد باہر نکل آئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے وہاں کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آیا لیکن آپ پنجوں کے بل چل رہے تھے۔ آپ نے فرمایا

Presented by Ziaraat.Com

مجھے وہاں بیٹھنے کو بھی جگہ نہیں تھی یہاں تک کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتے نے اپنے ایک پر سے مجھے پکڑ کر بٹھالیا۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: اسی قسم کا واقعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس وقت بھی پیش آرہا تھا۔ جبکہ یہ حضرت ثعلبہ ابن عبد الرحمٰن انصاریؓ کے جنازے کے ساتھ جارہے تھے آپ اس وقت پنجوں کے بل چل رہے تھے۔ جب حضرت ثعلبہؓ کو دفن کیا جاچکا تو کسی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کو پنجوں کے بل چلتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے اس جنازے کے ساتھ چلنے کے لئے اس قدر فرشتے نازل ہوئے تھے کہ مجھے قدم رکھنے کی بھی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ اس کا واقعہ سیرت شامی میں مذکور ہے۔

جب حضرت سعد ابن معاذؓ کی لاش کو اٹھایا گیا تو حالانکہ وہ بھاری جسم کے تھے مگر اس وقت نعش بہت ہلکی ہو گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت ان کو اٹھانے والے تمہارے علاوہ دوسرے لوگ بھی ہیں یعنی ملائکہ بھی اٹھانے والوں میں ہیں (اس لئے لاش کا وزن تمہیں ہلکا معلوم ہو رہا ہے) ان کے لئے ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے تھے جو ان کے جنازے کے ساتھ تھے جن میں بہت سے فرشتے وہ تھے جو اس دن کے علاوہ کبھی زمین پر نازل نہیں ہوئے تھے۔

ضغطۂ قبر...... حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ سعدؓ کی قبر کھودنے والوں میں بھی شریک تھا ہم جب بھی قبر کی مٹی کھود کر ہٹاتے تو ہمیں مشک کی سی خوشبو آتی تھی۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی شخص کو قبر کے بھینچنے سے نجات اور چھٹکارہ ہوتا تو سعد کو ہوتا کہ ان کو ایک ہی بار قبر نے بھنچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں چھٹکارہ دلادیا۔

حضرت جابر ابن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ جب سعدؓ کو دفن کر دیا گیا اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ نے تسبیحات پڑھیں اور آپ کے ساتھ سب لوگوں نے پڑھیں۔ پھر آپ نے اللہ اکبر فرمایا تو سب لوگوں نے آپ کے ساتھ اس کی تکرار کی۔ اس کے بعد لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ نے تسبیح کیوں پڑھی اور تکبیر کیوں کہی۔ آپ نے فرمایا کہ اس نیک بندہ کو اس کی قبر نے بہت زور سے بھینچنا شروع کیا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے چھٹکارہ عنایت فرمادیا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت سعدؓ کی ایک بیوی سے سوال کیا گیا کہ سعد پر قبر کے بھینچنے کے سبب کے متعلق تمہیں رسول اللہ ﷺ کا کیا قول معلوم ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ پیشاب سے طہارت حاصل کرنے میں وہ کسی قدر کوتاہی کیا کرتے تھے۔ مگر یہ بات کتاب خصائص صغری کی اس روایت کے خلاف ہے جس کے مطابق آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ ضغطۂ قبر یعنی قبر کے بھینچنے سے محفوظ رہیں گے۔ یہی حال دوسرے انبیاء و پیغمبروں کا ہے۔ ان حضرات کے سوا کوئی نیک اور صالح آدمی بھی اس سے محفوظ نہیں رہے گا۔

یہی بات علامہ قرطبی کی کتاب تذکرہ میں بھی ہے البتہ انبیاء کے علاوہ صرف ایک عورت فاطمہ بنت اسد ایسی ہے جس کو رسول اللہ ﷺ کی برکت سے قبر نہیں بھینچے گی کیونکہ ان خاتون کی قبر میں پہلے خود آنحضرت ﷺ لیٹے تھے۔ اس طرح گذشتہ روایت اور کتاب خصائص کی اسی روایت میں موافقت کی ضرورت

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب سے میں نے آپ کو ضغطہ قبر اور اس کے بھینچنے کا ذکر کرتے سنا ہے۔ یہ بات پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئی۔ آپ نے فرمایا۔

مومن اور کافر کے ضغطہ قبر...... "عائشہ! مومن کے لئے ضغطہ قبر کی ایسی کیفیت ہو گی جیسے ایک شفیق ماں اپنے بچے کے سر کو اپنے ہاتھوں سے دباتی ہے جو سر کے درد کی شکایت کر رہا ہو اور منکر نکیر کی ضرب ایسی ہو گی جیسے آنکھ میں سرمہ لگا دیا جائے۔ مگر اے عائشہ! فریاد کرنے والے مشرکوں پر افسوس ہے کہ ان لوگوں کو قبر میں اس طرح بھیجا جائے گا جیسے پتھروں میں کچلا جاتا ہے!"

اب گویا ایسے مومن سے جس کی یہ شان ہو مراد وہ شخص ہو گا جس سے عمل میں کوتاہی نہ ہوئی ہو للذا یہ بات گذشتہ قول کے خلاف نہیں ہے تاہم یہ اختلاف قابل غور ہے۔

علامہ بیہقی نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت سعد ابن معاذؓ کا جنازہ دو ڈنڈوں کے بیچ میں رکھ کر اٹھایا گیا۔ اس سے ہمارے شافعی علماء نے مسئلہ نکالا ہے کہ جنازے کو چارپائی پر اٹھانے کے مقابلے میں یہ زیادہ افضل ہے جس کا لوگوں میں اب رواج ہو گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ حضرت سعدؓ کے جنازے کے آگے آگے چلے پھر آپ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

اس کے بعد حضرت سعدؓ کی والدہ آئیں اور انہوں نے لحد کے اندر نظر ڈال کر مرحوم بیٹے کو دیکھا اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہیں ذخیرہ کرتی ہوں۔ آنحضرت ﷺ حضرت سعدؓ کی میت کے پائینتوں پر کھڑے تھے اور وہیں آپ نے ان کی والدہ کو تعزیت پیش فرمائی۔ پھر جب قبر پر مٹی برابر کر دی گئی۔ تو آنحضرت ﷺ نے اس پر پانی چھڑکا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے وہاں کھڑے ہو کر دعا فرمائی اور وہاں سے روانہ ہوئے۔

حضرت سعدؓ کی والدہ بیٹے کا نوحہ وماتم کرنے لگیں یعنی ان کی خوبیاں بیان کر کر کے رونے لگیں ا آپ نے فرمایا کہ ہر نوحہ کرنے والی جھوٹی ہے سوائے سعد کا نوحہ کرنے والی کے۔ کیونکہ سعد کے جو اوصاف اور خوبیاں بیان کی جائیں وہ ان میں واقعہ موجود تھیں جبکہ دوسروں کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔

اسی اثناء میں مقام دومتہ الجندل کے امیر نے رسول اللہ ﷺ کو ایک ریشمی جبہ ہدیہ میں بھیجا جس کا تفصیلی واقعہ آگے بیان ہو گا۔ صحابہ نے اس جبہ کو دیکھا بے حد پسند کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ جنت میں سعد ابن معاذؓ کے رومال بھی اس جبہ سے کہیں زیادہ بہتر اور اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ رومال استعمالی کپڑوں میں عام طور پر معمولی کپڑا ہوا کرتا ہے کیونکہ وہ ادنیٰ درجہ کے مصرف میں استعمال کیا جاتا ہے للذا اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں حضرت سعدؓ کے کپڑے کہیں زیادہ اعلیٰ اور قیمتی ہیں آنحضرت ﷺ نے یہ جبہ حضرت عمر ابن خطابؓ کو ہبہ فرما دیا۔

ابولبابہ کی قبولیت دعا...... پیچھے حضرت ابولبابہ کی غلطی اور ان کی ندامت اور خود کو سزا دینے کا واقعہ گذرا ہے) اسی دوران میں ان کی توبہ قبول ہونے کے متعلق وحی نازل ہوئی۔ جس وقت آنحضرت ﷺ پر یہ وحی نازل ہوئی اس وقت آپ حضرت ام سلمہ کے حجرے میں تھے۔

ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں نے صبح ہی صبح آنحضرت ﷺ کو ہنستے دیکھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے! آپ نے فرمایا ابولبابہ کی توبہ قبول ہو گئی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

عرض کیا تو کیا میں ان کو یہ خوش خبری سنادوں یا رسول اللہ۔

آپ نے فرمایا کہ بے شک اگر تم چاہو تو ضرور سنادو۔ چنانچہ حضرت ام سلمہؓ اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑی ہو گئیں۔

ایک قول ہے کہ یہ واقعہ پردے کے حکم سے پہلے کا ہے مگر پیچھے بہتان تراشی کا جو واقعہ گزرا ہے اس کی تفصیلات کے لحاظ سے یہ بات درست نہیں ہے۔

غرض ام المومنین نے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا اے ابولبابہ تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی ہے

یہ سنتے ہی لوگ ابولبابہؓ کی زنجیریں کھولنے کے لئے ان کی طرف جھپٹے مگر ابولبابہ نے ان کو روکتے ہوئے کہا کہ ہرگز نہیں رسول اللہ ﷺ خود اپنے دست مبارک سے مجھے کھولیں گے ایک قول ہے کہ ابولبابہ کو یہ خوش خبری سنانے والی حضرت عائشہؓ تھیں۔

غرض پھر جب رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے لئے نکلے تو ابولبابہؓ کے پاس سے گذرتے ہوئے آپ نے ان کو کھولا ایک حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے بھی ابولبابہ کو کھولنے کا ارادہ کیا تھا مگر انہوں نے منع کر دیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ میرے ہی جسم کا ایک حصہ ہے۔ ایک حدیث کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابولبابہ کو اگر حضرت فاطمہؓ بھی کھول دیتیں تو ابولبابہ اپنی قسم سے بری ہو جاتے۔ بہر حال یہ بات قابل غور ہے۔

غرض اس طرح حضرت ابولبابہ چھ رات تک اس ستون کے ساتھ خود کو باندھے ہوئے کھڑے رہے۔ ایک قول سات رات کا ہے اور ایک قول سترہ رات کا بھی ہے۔ اسی طرح ایک قول پندرہ راتوں کا بھی ہے کتاب امتاع میں صرف یہی آخری قول نقل کیا گیا ہے۔

اس دوران ہر نماز کے وقت ان کی بیوی یا بیٹی ان کے اس پاس آتیں اور انہیں نماز پڑھنے کے لئے کھول دیتی تھیں۔ اسی طرح جب ان کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوتی تو ان کو کھول دیتیں۔ فارغ ہونے کے بعد وہ ستون کے پاس واپس آجاتے اور نہیں پھر باندھ دیا جاتا۔ اس کے نتیجہ میں ان کے کانوں اور آنکھوں کی قوت بہت زیادہ کمزور ہونے لگی تھی۔ گذشتہ روایت اس بات کے خلاف نہیں ہے کہ ان کی بیوی اور بیٹی باری باری ان کے پاس آیا کرتی تھیں (اور نماز وغیرہ کے لئے ان کو کھولتی تھیں)

ایک حدیث میں ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ توبہ قبول ہو جانے کے بعد میں چاہتا ہوں کہ اس علاقہ کو چھوڑ دوں جہاں مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوا ہے۔ مگر اس روایت میں یہ شبہ ہے کہ ابولبابہ تو پہلے ہی اس بات کا حلف کر چکے تھے جیسا کہ بیان ہوا۔

غرض پھر انہوں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اس گناہ کے بدلے میں اپنے مال و دولت سے بھی سبکدوش ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا یہ کافی ہے کہ تم اپنے مال کا ایک تہائی حصہ صدقہ کر دو۔ گویا آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ علاقہ چھوڑنے کا حکم نہیں دیا۔

جہاں تک اس دوسری روایت کا جس کے مطابق ابولبابہ نے یہ علاقہ چھوڑنے کا ارادہ ظاہر کیا اور اس گذشتہ روایت کا تعلق ہے جس کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ سے خود ہی یہ عہد کر چکے تھے کہ بنی قریظہ کی سرزمین میں کبھی قدم نہ رکھوں گا تو ان دونوں روایتوں میں موافقت پیدا کرنا ممکن ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

یہودی باندیوں کی فروختگی اور اسلحہ کی خریداری...... غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے سعد ابن زید انصاریؓ کے ہاتھ بنی قریظہ کے قیدیوں یعنی غلام باندیوں کو فروخت کرنے کے لئے نجد کے علاقہ میں بھیجا تاکہ ان کے بدلے گھوڑے اور ہتھیار وغیرہ خریدے جائیں۔

(قال) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ۔ آپ نے حضرت سعد ابن عبادہؓ کو یہ قیدی دے کر ملک شام میں بھیجا تاکہ ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت سے ہتھیار اور گھوڑے خرید لائیں۔ چنانچہ انہوں نے ان غلاموں کے بدلے میں کثیر تعداد میں گھوڑے خریدے۔ آنحضرت ﷺ نے ان گھوڑوں کو مسلمانوں میں تقسیم فرمادیا۔

ان میں جو باندیاں بچی تھیں ان کو حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے خرید لیا تھا۔ پہلے ان باندیوں کی دو قسمیں کی گئیں کہ جوان لڑکیوں کو علیحدہ کر لیا گیا اور بوڑھی عورتوں کو علیحدہ کر لیا گیا۔ (خریدار دو ہی آدمی تھے ایک عبدالرحمٰن ابن عوفؓ اور دوسرے عثمان غنیؓ) تب حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ کو اختیار دے دیا کہ ان دونوں قسموں میں سے جسے چاہیں پہلے وہ خرید لیں حضرت عثمانؓ نے بوڑھی عورتوں کو خرید لیا اور حضرت عبدالرحمٰن نے جوان لڑکیوں کو خرید لیا۔

پھر حضرت عثمانؓ نے اپنی خرید کردہ بوڑھیوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار دیا کہ اگر وہ اتنا مال ان کو ادا کر دے تو وہ آزاد ہو گی۔ اب مال جو کچھ تھا وہ بڑھیوں کے پاس ہی تھا جو ان لڑکیوں کے پاس کچھ نہیں تھا اس لئے حضرت عثمانؓ کو بہت نفع ہوا۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: یہاں روایات مختلف ہیں جن کے درمیان موافقت کی ضرورت ہے۔ اگر سعد ابن عبادہ اور عثمان غنی اور عبدالرحمٰن ابن عوف کے واقعہ بنی قریظہ کی باندیاں ہی مراد ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ان باندیوں کی تین قسمیں کی گئیں۔ ایک قسم سعد ابن زید کو دی گئی، ایک قسم سعد ابن عبادہ کو دی گئی اور ایک قسم وہ تھی جس کو عثمان غنی اور عبدالرحمٰن ابن عوف نے خرید لیا۔ بنی قریظہ کی باندیوں کے فدیئے بھی لئے گئے۔ اب گویا اس روایت سے کہ سعد ابن زید کو بنی قریظہ کی باندیاں دے کر نجد بھیجا گیا مراد یہ ہو گی کہ ان میں سے کچھ باندیاں ان کے ساتھ بھیجی گئی۔

اسی طرح اس روایت سے کہ سعد ابن عبادہ کے ساتھ بنی قریظہ کی باندیاں ملک شام بھیجی گئیں مراد یہ ہو گی کہ ان میں سے کچھ ان کے ساتھ شام سے بھیجی گئیں۔ لیکن اگر سعد ابن عبادہ کے واقعہ میں بنی قریظہ کی باندیوں کے بجائے دوسری باندیاں مراد ہیں تو بات صاف ہے۔ ابن عبادہ کے واقعہ میں باندیوں کے ساتھ بنی قریظہ کا لفظ نہیں ہے اس لئے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دوسری باندیاں مراد ہیں۔

ادھر میں نے کتاب امتاع دیکھی تو اس میں سعد ابن زید انصاری کا واقعہ ذکر ہی نہیں کیا گیا بلکہ صرف سعد ابن عبادہ کا واقعہ ذکر ہے۔ امتاع میں ہے کہ جب عورتوں و بچوں کو باندی غلام بنالیا گیا تو آنحضرت ﷺ نے ان میں سے کچھ تعداد سعد ابن عبادہ کے ساتھ ملک شام کو بھیجی تاکہ انہیں بیچ کر اس رقم سے اسلحہ خرید لئے جائیں۔ یہاں تک کتاب امتاع کا حوالہ ہے۔ واللہ اعلم۔

باندیوں کے ساتھ انسانیت کا معاملہ...... آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ بنی قریظہ کی باندیاں جو فروخت کی جائیں تو ماں اور بچے کو جدا نہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا جب تک بچہ جوان نہ ہو جائے اسے ماں سے علیحدہ نہ کیا جائے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ بلوغ سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا لڑکی کو حیض آنا

Presented by Ziaraat.Com

اور لڑکے کو احتلام یعنی بد خوابی ہونا قاعدہ یہ تھا کہ اگر کوئی ایسا چھوٹا بچہ ملتا تھا جس کی ماں نہ ہو تو اسے مشرکین عرب یا یہودیوں کو نہیں بیچا جاتا تھا بلکہ اسے کسی مسلمان کے ہاتھ بیچا جاتا تھا۔ اسی طرح ام ولد صغیر کو یعنی ایسی باندی جس کی گود میں آتو سے کوئی چھوٹا بچہ ہو اور اس کے بچے کو مشرکین عرب یا مدینے کے یہودیوں کے ہاتھوں فروخت نہیں کیا جاتا تھا کتاب امتاع میں ہے کہ ایسی باندیاں جو آپس میں بہنیں ہوں جب بالغ ہو جائیں تو ان کو جدا کیا جا سکتا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر وہ جوان نہیں ہیں تو ان کو بھی ایک دوسری سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

مگر ہمارے شافعی علماء کے نزدیک صرف اصول اور فروع یعنی جڑ اور شاخوں کے درمیان جدائی کرنا حرام ہے (یعنی ماں اور بچے کے درمیان) جب تک کہ وہ سمجھدار یعنی بالغ نہ ہو جائے۔ یہ مسلک آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے تحت ہے کہ جس نے ماں کو اس کے بچے سے جدا کر دیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس کے عزیزوں اور محبت کرنے والوں سے جدا کر دے گا۔ شاید گذشتہ روایت امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

ریحانہ بنت عمرو نبی کا انتخاب...... ان یہودی باندیوں میں سے آنحضرت ﷺ نے اپنے لئے ریحانہ بنت عمرو کو انتخاب فرمایا۔ یہ عمرو آنحضرت ﷺ کا غلام شمعون تھا جو بنی نضیر کے یہودیوں میں سے تھا مگر اس کی بیٹی بنی قریظہ میں بیاہی گئی تھی۔ چنانچہ جن لوگوں نے ریحانہ کو بنی قریظہ میں سے قرار دیا ہے ان کا مطلب یہی ہے۔ یہ ایک خوبصورت عورت تھی آنحضرت ﷺ نے جب اس کو اسلام پیش کیا تو اس نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا آنحضرت ﷺ کو اس کے انکار سے صدمہ آیا۔ مگر آپ نے غصہ کا اظہار نہیں فرمایا پھر بعد میں یہ مسلمان ہو گئی اس کے مسلمان ہونے کے بعد آپ خوش ہو گئے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب ریحانہ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے اس سے بات کرنا چھوڑ دیا اور آپ کو اس کی طرف سے ناراضی پیدا ہوئی۔ آپ نے ثعلبہ ابن شعبہ کو بلو لیا۔ یہ ثعلبہ ان لوگوں میں سے ہیں جو بنی قریظہ کے قلعہ سے اس رات میں نکل کر آنحضرت ﷺ کے پاس آ گئے جس کی صبح کو بنی قریظہ نے سعد ابن معاذؓ کے حکم پر ہتھیار ڈالے تھے جیسا کہ بعض روایات میں یوں ہی ہے۔ پھر یہ ثعلبہ اور ان کے بھائی اسید اسد اور ان کے چچازاد بھائی مسلمان ہو گئے تھے۔ اس طرح ان کے جان و مال محفوظ ہو گئے تھے۔ مگر یہ لوگ بنی قریظہ میں سے نہیں تھے بلکہ یہ بنی ھُدیل میں سے تھے۔

غرض آنحضرت ﷺ نے ثعلبہ سے ریحانہ کے انکار کا ذکر فرمایا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں وہ تو مسلمان ہی ہے۔ یہ بات انہوں نے اپنے حسن ظن کے تحت کہی کہ وہ مسلمان ہو جائیں گی۔

ریحانہ کا اسلام...... اس کے بعد ثعلبہ آنحضرت ﷺ کے پاس سے اٹھ کر ریحانہ کے پاس آئے اور ان پر اصرار کرتے رہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ تو رسول اللہ ﷺ تمہیں اپنے لئے منتخب فرمالیں گے۔ آخر ریحانہ مان گئیں اور مسلمان ہو گئیں۔

اس وقت آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کے جوتے آپ کے پیچھے رکھے ہوئے تھے جو گر گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جوتے مجھے خوش خبری دے رہے ہیں کہ ریحانہ مسلمان ہو گئی ہے چنانچہ واقعہ یہی تھا۔

اسی وقت آپ کو اطلاع دی گئی کہ ریحانہ مسلمان ہو گئی ہیں۔ آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اس کے بعد وہ آنحضرت ﷺ کی ملکیت میں ہی آپ کے پاس رہیں۔ انہوں نے آزادی اور نکاح کے اختیار کے باوجود آپ کی

Presented by Ziaraat.Com

ملکیت میں رہنا منظور کیا۔

آنحضرت ﷺ نے ان کو اختیار دیا تھا کہ چاہے وہ اسے منظور کرلیں کہ آپ ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کرلیں اور چاہے باندی کی حیثیت سے ہی آپ کی فراش رہیں مگر انہوں نے یہی پسند کیا کہ آپ کی ملکیت میں یعنی باندی کے طور پر رہیں گی۔

مگر بعض علماء نے لکھا ہے کہ اہل علم کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا تھا اور بارہ اوقیہ اور ایک نش ان کو مہر دیا تھا۔ نیز جب حضرت ریحانہ کو ایک حیض آگیا تو محرم ۶ ھ میں آپ نے ان کے ساتھ عروسی فرمائی اور ان کو پردہ کرادیا گیا۔ مگر انہوں نے پردے کے متعلق آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی اس پر آنحضرت ﷺ نے ان کو ایک طلاق دے دی جس کے نتیجہ میں وہ بے تحاشہ روئیں۔ آخر آپ نے اس کے ساتھ رجعت فرمائی (یعنی ان کو معاف کر کے پھر قبول فرمالیا)۔

اس کے بعد وہ عمر بھر آنحضرت ﷺ کے پاس رہیں یہاں تک کہ جب آپ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو حضرت ریحانہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے ان کو جنت البقیع کے قبرستان میں دفن فرمایا۔

پیچھے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ریحانہ کے ساتھ اس وقت عروسی فرمائی جب کہ ریحانہ کو ایک حیض آگیا (گویا آپ نے ان کے حیض کا انتظار فرمایا تاکہ ریحانہ کے حمل سے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں بات صاف ہو جائے اس کو شرعی اصطلاح میں استبراء یعنی برأت کا انتظار کرنا کہتے ہیں

اس حدیث سے ہمارے یعنی شافعی فقہاء کے اس قول کو دلیل ثابت ہوتی ہے جس کے مطابق اگر کوئی شخص ایسی باندی کا مالک بن جائے جس کے ساتھ اس کے علاوہ کوئی ایسا شخص بھی ہمبستری کرچکا ہو جس کے لئے وہ عورت حلال رہی ہو تو اس کے لئے استبراء سے پہلے اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے چاہے اس نے اسے آزاد ہی کیوں نہ کر دیا ہو۔

یہ بات پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ قریظہ اور نضیر حضرت ہارونؑ کی اولاد میں دو بھائی تھے جن کی اولاد بنی قریظہ اور بنی نضیر تھے۔

☆☆......☆......☆......☆......☆......☆☆......☆......☆......☆......☆......☆☆

سیرت حلبیہ کی جلد دوم الحمد للہ تمام ہوئی، اس کے بعد آخری جلد سوم ہے جس کا پہلا باب غزوہ بنی لحیان ہے

Presented by Ziaraat.Com